مکتوباتِ معصومیہ

اردو ترجمہ

یعنی

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہ کے

صاحبزادے اور جانشین حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم فاروقی قدس سرہ کے

مکتوبات قدسی آیات کے

دفترِ اول کا اردو ترجمہ

از

حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب

www.maktabah.org

(جملہ حقوق بحق ادارہ مجددیہ محفوظ ہیں)

الحمد للہ والمنۃ کہ کتاب مستطاب

مکتوبات معصومیہ

اردو ترجمہ

یعنی

حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم فاروقی سرہندی قدس سرہٗ

ابن حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہٗ کے

مکتوبات قدسی آیات کے

دفترِ اوّل کا اُردو ترجمہ

از

حضرت مولانا سید زوّار حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مؤلف: عمدۃ الفقہ، زبدۃ الفقہ، عمدۃ السلوک، حضرت مجدّد الف ثانیؒ

اور حیاتِ سعیدیہ وغیرہ

باہتمام

ادارۂ مجدّدیہ، ناظم آباد ۳، کراچی

مطبوعہ: احمد برادرس پرنٹرس، ناظم آباد ۲

قیمت

www.maktabah.org

فہرست مضامین

مقدمہ : از مترجم　۱۸

دیباچہ کتاب : از مخدوم زادہ سوم حضرت خواجہ محمد عبید اللہ مروج الشریعہ جامع دفتر اول　۲۱

مکتوب ۱ : ظلال و عروج کے مراتب کو نہایت النہایت کی بلندیوں تک طے کرنے کے بارے میں اپنے پیر اور والد بزرگوار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں تحریر کیا۔　۲۴

مکتوب ۲ : بعض مخصوص اذواق (کیفیات) کے بارے میں نیز اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عنایات کے شامل حال ہونے کے بیان میں اپنے پیر بزرگوار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں تحریر کیا۔　۲۶

مکتوب ۳ : ایک عزیز کی نسبت کے انکشاف میں اپنے پیر بزرگوار رضی اللہ عنہ کی خدمت میں تحریر کیا۔　۲۷

مکتوب ۴ : اس بلند مقام کے حصول کے بارے میں جو کہ اصل الاصل کے ساتھ متعلق ہے اپنے پیر اور والد بزرگوار رضی اللہ عنہ کی خدمت میں تحریر کیا۔　〃

مکتوب ۵ : سابقین کی نسبت کے حصول اور اس کے متعلقہ معارف کے بیان میں نیز اپنے والد بزرگوار رضی اللہ عنہ کی خدمت میں تحریر کیا۔　۲۸

مکتوب ۶ : فنائے اتم اور بقائے اکمل کے بیان میں اپنے پیر بزرگوار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں تحریر کیا۔　۲۹

مکتوب ۷ : مطلوب کی عظمت اور اس کے ادراک سے عاجزی کے بارے میں یہ بھی اپنے پیر بزرگوار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں تحریر کیا۔　۳۰

مکتوب ۸ : ارشاد پناہ میر محمد نعمان قدس سرہٗ کی خدمت میں ظاہر کے اذواق و تلوین اور باطن کی بے رنگی و تمکین کے بارے میں تحریر فرمایا۔　۳۲

مکتوب ۹ : شیخ عبد اللطیف لشکر خانی کی خدمت میں وعظ و نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔　۳۵

مکتوب ۱۰ : خواجہ دینار کے نام سرور کائنات خیر مخلوقات علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی نعت اور آپ کی اتباع پر ترغیب کے بارے میں تحریر فرمایا۔　۳۶

www.maktabah.org

صفحہ

مکتوب ۱۱: قلیچ اللہ خان کی خدمت میں اُن سوالوں کے جواب میں جو انھوں نے کیے تھے اُن میں سے ایک سوال یہ تھا کہ سبقت رحمتی غضبی کے بموجب چاہیے کہ اہلِ رحمت اہلِ غضب سے زیادہ ہوں حالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہے، دوسرا سوال تھا کہ ایک مختصر عمر کا حساب پچاس ہزار سال میں لینا انصاف سے بعید معلوم ہوتا ہے، تیسرا سوال تھا کہ جفّ القلم کے مقتضا کے مطابق اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو مجبور ماننا پڑے گا، چوتھا سوال تھا کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے محبوب ہونے کے باوجود حیرت کی خواہش کیوں کی ہے، پانچواں سوال تھا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان یَا لَیْتَ رَبَّ مُحَمَّدٍ لَمْ یَخْلُقْ مُحَمَّدًا (اے کاش کہ محمد کا رب محمد کو پیدا ہی نہ کرتا) کس معنی میں ہے۔ چھٹا سوال تھا کہ میت کی روح کو ثواب پہنچانے کے لیے تیسرے روز کھانا اور پھول دینے کی کوئی اصلیت ہے یا نہیں، ساتواں سوال تھا کہ پیرزادوں کا وراثت کے طور پر اپنے باپ کی جگہ سجادہ نشین ہونا جائز ہے یا نہیں؟ ۴۱

مکتوب ۱۲: خواجہ مومن جنجی کے نام فنا و عدم اور وجودِ فنا و وجودِ عدم کی تحقیق اور ان کے درمیان فرق کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۴۵

مکتوب ۱۳: حافظ محمد شریف کے نام مطلوب (حق تعالیٰ) کی عظمت اور اسم مبارک اللہ کی بندگی کے سلسلے میں تحریر فرمایا۔ ۴۸

مکتوب ۱۴: بعض نصیحتوں کے بارے میں جو کہ اس راستے کے طالب کے لئے لازمی ہیں اور نماز کے کچھ کمالات کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۴۹

مکتوب ۱۵: میر ضیاء الدین حسین کی خدمت میں اس بارے میں تحریر فرمایا کہ اس راستے کا سب سے بڑا حجاب طالب کا نفس ہے۔ ۵۲

مکتوب ۱۶: میر معصوم کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ صوفی کائن بائن ہوتا ہے۔ •

مکتوب ۱۷: ارشاد پناہ میر محمد نعمان قدس سرہ کی خدمت میں اعمال کی کوتاہیوں کو دیکھنے اور نیتوں کو متہم سمجھنے کے بارے میں اور اپنے بعض مخصوص اذواق و واردات کے بیان اور محبیت و محبوبیتِ ذاتیہ کی طرف اشارہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔ 〃

مکتوب ۱۸: مولانا محمد صدیق پشاوری کے نام ان کے ان خطوط کے جواب میں تحریر فرمایا جو کہ احوال و واقعات پر مشتمل تھے۔ ۶۲

مکتوب ۱۹: حافظ عبد الرشید کی خدمت میں اپنے پیر دستگیر مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکاشفہ کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۶۴

مکتوب ۲۰: حاجی محمد حسین جالقانی کے نام مضغۂ قلبیہ (دل) کے بعض اسرار کی طرف اشارہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۶۵

مکتوب ۲۱: شیخ محمد جان اکبرآبادی کے نام محبت کی خصوصیات کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۶۶

مکتوب ۲۲: مولانا محمد حنیف کے نام سنت کو زندہ کرنے اور بدعت کو مٹانے کی ترغیب اور سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت و متابعت پر ترغیب اور ان کے خط کے جواب میں جو کہ ان کے دوستوں کے حالات پر مشتمل تھا تحریر فرمایا۔ ۶۷

www.maktabah.org

صفحہ

مکتوب ۲۳: جاناں بیگم کے نام، اقسامِ توحید اور اس کے ہر مرتبہ کے متعلقہ معارف کو توضیح و اختصار کے ساتھ ذکر کرتے ہوئے اس کی شرح کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۷۰

مکتوب ۲۴: مرزا امان اللہ برہان پوری کے نام، ان کے خطوط کے جواب میں جو کہ اُن کے احوال کے دوران کے حالاتِ اشواق اور واقعات پر مشتمل تھے تحریر فرمایا اور اس میں ہر مقام کے متعلق معارف کا ذکر اور حقیقتِ کعبۂ معظمہ کا بیان و حدیث لی مع اللہ وقت کی تشریح اور حقیقتِ سرورِ کائنات علیہ وعلی آلہ الصلوات والسلام کی دوسرے حقائق پر فضیلت بیان فرمائی ہے۔ ۷۲

مکتوب ۲۵: مرزا عبید اللہ کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ ہر خطہ کے لئے ایک خاص حکم ہے اور ہر سرزمین کا ایک مخصوص فیض ہے۔ ۸۲

مکتوب ۲۶: حاجی حسین کے نام مرتبۂ جمع کے بیان میں جو کہ کفرِ حقیقی ہے اور اس سے اوپر کے مقام کو جو کہ اسلامِ حقیقی ہے حاصل کرنے پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۸۳

مکتوب ۲۷: شاہ نعمت اللہ قادری کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ ممکن کی ذات عدم ہے اور اس کا حسن و جمال عارضی (مستعار) ہے۔ ۸۴

مکتوب ۲۸: شیخ محمد علیم جلال آبادی کے نام اُن کے اور اُن کے دوستوں کے احوال کی وضاحت میں جو اُن کے عریضہ میں درج تھے تحریر فرمایا۔ ۸۵

مکتوب ۲۹: میرزا عبید اللہ بیگ کے نام ان لوگوں کے رد میں تحریر فرمایا جنھوں نے صوفیۂ کرام کے طریقہ کو ترکِ تعرض جانا ہے اور استعمالِ عمل باور دیگر مفاسد کے قائل ہوئے ہیں۔ اس میں ان احادیث کا ذکر بھی ہے جو امرِ معروف و نہی منکر کے فرض ہونے کے بارے میں وارد ہوئی ہیں اور ان احادیث کا ذکر بھی ہے جو جہاد کے فضائل میں ہیں۔ ۸۶

مکتوب ۳۰: سیادت و افادت دستگاہ میرک شیخ کی خدمت میں آیۂ کریمہ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللهِ بَاقٍ کے اسرار کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۲۲

مکتوب ۳۱: ایک اہلِ زمانہ کے نام اس کے خط کے جواب میں تحریر فرمایا جس میں اس نے درویشوں کے حال سے تعرض کیا تھا۔ ۱۲۳

مکتوب ۳۲: یار محمد کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جل سلطانہ کی بارگاہ میں شرک کے بغیر خالص دین مطلوب ہے۔ ۱۲۴

مکتوب ۳۳: حاجی محمد افغان کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا ہے کہ کامیابی کا مدار شیخِ کامل کی صحبت اور روشِ سنت کی پیروی پر ہے۔ ۱۲۵

مکتوب ۳۴: حافظ عبدالکریم کے نام حیاتِ دنیوی و حیاتِ برزخِ صغریٰ کے درمیان فرق کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۱۲۶

مکتوب ۳۵: جامع العلوم شیخ بدر الدین سلطانپوری کے نام اس بیان میں کہ قربِ ولایت میں فنائے علوم اور لوث درکار ہیں اور قربِ نبوت میں ان اوصاف کی فنا درکار نہیں ہے اور اس شبہ کے حل میں جو اس تحقیق پر وارد ہوتا ہے تحریر فرمایا۔ [illegible]

www.maktabah.org

صفحہ

مکتوب ۳۶: شمس الدین خویشگی کے نام آگاہ کے ظاہر و باطن کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۲۸

مکتوب ۳۷: غلام محمد افغان کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا ہے کہ ذکر مقصود اولی نہیں ہے اور حسن عمل پر دوام نہ ہو وہ اعتبار کے لائق نہیں ہے۔ ۱۲۹

مکتوب ۳۸: رفعت بیگ کے نام ان امور کو بجالانے کی ترغیب میں تحریر فرمایا جو اس راہ کے طالب کیلئے ضروری ہیں۔ ۱۳۰

مکتوب ۳۹: ملا حسن علی کے نام اس شبہ کو دور کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا جو انھوں نے میرزا عبید اللہ کے نام تحریر کردہ مکتوب پر کیا تھا۔ ۱۳۱

مکتوب ۴۰: رفعت بیگ کے نام نصیحت کے طور پر تحریر فرمایا۔ ۱۳۲

مکتوب ۴۱: ملا محمد شریف کابلی کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ مرید کیلئے اپنے پیر کو راضی رکھنا ضروری ہے۔ ۱۳۳

مکتوب ۴۲: ملا محمد وفا کے نام اس خط کے جواب میں جو انھوں نے معیشت کی تنگی کے بارے میں لکھا تھا اور فقر کے فضائل کی احادیث کے بیان میں تحریر فرمایا۔ 〃

مکتوب ۴۳: خواجہ عبد الصمد کابلی کے نام حصولِ قربِ الٰہی جل شانہ کے ذرائع کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۳۵

مکتوب ۴۴: محمد صادق بخاری کے نام صراطِ مستقیم پر ہدایت کی توضیح میں تحریر فرمایا۔ ۱۳۶

مکتوب ۴۵: شاہ خواجہ کی طرف اپنے حضرت پیر دستگیر رضی اللہ عنہ کے بعض مکاشفات کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۳۷

مکتوب ۴۶: میر علی کے نام سنتِ منورہ کے اتباع پر ترغیب دینے اور شیخ کی صحبت پر پختگی کے بارے میں تحریر فرمایا۔ 〃

مکتوب ۴۷: حقائق آگاہ مولانا محمد حنیف کے نام طالبانِ طریقت کو سلوک طے کرانے کے طریقے اور مراتبِ کمال اولیاء کے متعلقہ معارف کی توضیح کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۱۳۸

مکتوب ۴۸: میر محمد خافی کے نام ذکر کے التزام پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۱۳۲

مکتوب ۴۹: نیز میر محمد خافی کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ فانی لذات کی تکمیل کے امراض کا علاج اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کی تعمیل کی دوا میں ہے۔ ۱۴۳

مکتوب ۵۰: شیخ اسد اللہ افغان کے نام اُن سوالوں کے جواب میں تحریر فرمایا جو انھوں نے تحریر کئے تھے: اول یہ کہ توحید کو دوام حاصل ہے یا نہیں، دوم یہ کہ سیرِ انفسی حاصل ہونے کے بعد سیرِ آفاقی کیلئے ریاضت کرے یا نہ کرے، سوم یہ کہ خوارق افضل ہیں یا معارف، چہارم یہ کہ فانی الشیخ بھی بغیر فنا فی اللہ مرجا سکتی ہے یا نہیں، پنجم یہ کہ طالبین کیلئے یہ جو مقرر ہے کہ ہر گھڑی نئی منزل ہونی چاہئے یہ باطنی صحبت کے باعث ہے یا ظاہری طاعات کے باعث یا شیخ کے یا فنا و بقا کے بارے میں ہے اگر آخری بات مراد ہے تو فنا کی ترقی کس معنی کے ہے، ششم یہ کہ جب مرید کی حالت ایسی ہو جائے کہ جب چاہے مرشد کی صورت ظاہر ہو جائے تو کیا اس کو لازم ہے کہ حضور میں آئے یا نہیں، ہفتم یہ کہ جب سالک کا وقت خلوت اور انجمن میں یکساں ہو جائے تو وہ خلوت میں بیٹھے یا نہیں، ہشتم یہ کہ ارواح کا مشاہدہ ہو تو مراقبہ میں بہتر ہے یا معائنہ میں۔ 〃

www.maktabah.org

صفحہ

مکتوب ۵۱: محمد مقیم قصوری کے نام فضائلِ ظاہری سے اعراض اور کمالاتِ باطنی حاصل کرنے پر ترغیب اور بعض کمالات کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۵۲

مکتوب ۵۲: ارشاد دستگاہ میر محمد نعمان قدس سرہ کی خدمت میں آیۂ کریمہ یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ اور اس کے ساتھ والی آیۂ کریمہ کی تاویل میں تحریر فرمایا۔ یہ مکتوب تعلق تکمیل کو نہیں پہنچا۔ ۱۵۴

مکتوب ۵۳: حقائق و معارف پناہ خواجہ محمد ہاشم کشمی کے نام ان کے بعض کمالات کے بیان میں اور اپنے مخصوص اسرار میں سے کسی سر کی طرف اشارہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۵۵

مکتوب ۵۴: جاناں بیگم کے نام محبوب کے رنج دینے کی خوبی اور عشق کے اسرار کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۱۵۶

مکتوب ۵۵: مولانا محمد حنیف کے نام ایک دوست کے حال کے جواب میں لکھا ہے کہ اس نے لکھا تھا کہ اس کے دل و دماغ سے خطرہ برطرف ہو گیا ہے۔ ۱۵۷

مکتوب ۵۶: مولانا محمد صدیق کے نام مراقبہ کے علاوہ دوسرے اوقات میں کیفیت کے کثرت سے ظاہر ہونے کے بھید میں تحریر فرمایا۔ ۱۵۸

مکتوب ۵۷: میرزا عبید اللہ کے نام بعض مواجید و حالات کے جواب میں جو انہوں نے لکھے تھے تحریر فرمایا۔ ''

مکتوب ۵۸: مولانا اللہ داد کے نام نسبتِ باطن کی محافظت پر ترغیب دینے کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۶۰

مکتوب ۵۹: مولانا محمد صدیق پشاوری کے نام نیاز و عاجزی کو لازم پکڑنے اور وجود کی نفی کرنے کی ترغیب میں تحریر فرمایا۔ ''

مکتوب ۶۰: خواجہ محمد فاروق کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ شریعت تمام کمالات کی اصل ہے خواہ وہ کمالاتِ نبوت ہوں یا کمالاتِ ولایت ہوں۔ ۱۶۱

مکتوب ۶۱: مولانا احسن علی کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ حال کا علم نہ ہونے کی وجہ سے حال کی نفی نہیں کرنی چاہیے اور یہ کہ طریقت کی تعلیم دینے کی اجازت دو طرح پر ہے۔ ۱۶۲

مکتوب ۶۲: ملا محمد قلی کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ رضا کے مقام میں دو اعتبار ہیں۔ ۱۶۴

مکتوب ۶۳: مخدوم زادہ عالی مقام جامع کمالاتِ محمدی و معنوی شیخ محمد صبغۃ اللہ سلمہ ربہ کی خدمت میں اس بیان میں کہ مخلوق کے ساتھ حق سبحانہ و تعالیٰ کی نسبت تمثیل کے طور پر ہے اور اس کے مناسب بعض معارف کے ذکر میں تحریر فرمایا۔ ۱۶۵

مکتوب ۶۴: شہزادہ دین پناہ سلطان محمد اورنگ زیب سلمہ اللہ تعالیٰ کے نام جہادِ اصغر کے فضائل کے بیان اور جہادِ اکبر کے معارف کی شرح کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۶۶

مکتوب ۶۵: مولانا احسن علی کے نام تسویف یعنی آج کا کام کل پر چھوڑنے اور ارادہ کی نفی پر ترغیب کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۷۱

مکتوب ۶۶: مولانا محمد صدیق پشاوری کے نام ان کے عریضہ کے جواب میں تحریر فرمایا جو کہ واقعہ عظیم پر مشتمل تھا۔ ۱۷۲

www.maktabah.org

صفحہ

مکتوب ۶۷: مخدوم زادۂ عالی قدر جامع علوم ظاہری و باطنی خواجہ محمد نقشبند علیہ الرحمہ کی خدمت میں مسئلۂ کلام الہٰی جل شانہٗ کے بارے میں علماء کا مذہب بیان کرنے اور اس مسئلہ میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی تحقیق کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۷۳

مکتوب ۶۸: مکرمی ملا امان محمد علیہ الرحمۃ کے نام بعض مراتب اصول کو اجمال کے طریق پر بیان کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۱۷۴

مکتوب ۶۹: حقائق آگاہ خواجہ محمد صدیق کشمی و خواجہ محمد صالح کولابی کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ عارف خواہ کمال الکمال تک پہنچ جائے اس کو ذات تعالیٰ و تقدس کے بعض وجوہ میں سے حصہ ملے گا اور بعض کامل اولیاء ایسے ہوں گے کہ جن کو ذات سبحانہٗ و تعالیٰ کے تمام وجوہ سے حصہ ملے گا۔ ۱۷۵

مکتوب ۷۰: ملا محمد افضل ولد شیخ بدرالدین سرہندی کے نام حدیث القبر روضۃ من ریاض الجنۃ کے معنی اور اس بشارت کے بیان میں کہ جس کے ساتھ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ مشرف ہوئے میں تحریر فرمایا ۱۷۷

مکتوب ۷۱: محمد مومن بیگ کابلی کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ ماسوی اللہ سے تعلق رکھنا نہایت شدید مرض ہے۔ ″

مکتوب ۷۲: ملا ناصر کے نام قضائے الٰہی جل شانہٗ پر راضی رہنے کی ترغیب میں تحریر فرمایا۔ ۱۷۸

مکتوب ۷۳: مولانا حسن علی کے نام ایک سوال کے جواب میں تحریر فرمایا جو انھوں نے مرزا عبید اللہ کے (نام والے) مکتوب پر کیا تھا۔ ″

مکتوب ۷۴: حقائق آگاہ نعمت اللہ قادری کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ صفت اصل کی طرف سے ہے اور ظل میں جو کچھ ہے وہ اصل سے مستعار ہے اور اصل سے ظل کا نصیب اضمحلال ہے۔ ۱۸۰

مکتوب ۷۵: مرزا طاہر بیگ کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ ذکر کو کسی غرض کے ساتھ مخلوط نہ کریں اگرچہ مواجید و احوال ہی ہوں۔ ۱۸۱

مکتوب ۷۶: مرزا امان اللہ برہانپوری کے نام سورۂ اخلاص کی تاویل کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۸۲

مکتوب ۷۷: شیخ عبد الحمید برہانپوری کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ درجۂ کمال تک پہنچنے کیلئے علامات ہیں۔ ۱۸۳

مکتوب ۷۸: میر محمد ابراہیم ولد سیادت دستگاہ میر محمد نعمان کے نام رابطہ و فنا فی الشیخ و اتباع سنت حاصل کرنے اور شیخ کامل کی صحبت اور فنا فی اللہ جو کہ اس راستہ کا پہلا قدم ہے کے اختیار کرنے پر ترغیب دینے کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۸۴

مکتوب ۷۹: خواجہ محمد حنیف کے نام مقام بندگی کی تحقیق اور سورۂ قل اعوذ برب الناس کے رموز و اسرار کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۸۷

مکتوب ۸۰: مرزا محمد فاروق کے نام بندگی اور ارادہ میں تضاد کے بارے میں اور حضرت ایشاں مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے روضۂ مبارک کی تعریف اور شہر سرہند کی بزرگی کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۸۸

مکتوب ۸۱: رفعت بیگ کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ کثرت کا ترک کرنا اس راستہ کی شرط ہے۔ ۱۸۹

مکتوب ۸۲: محمد کاشف کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ مطلوب تک پہنچنا اپنے سے گذرے بغیر ممکن نہیں ہے۔ ۱۹۰

www.maktabah.org

مکتوب ۸۳: خواجہ عبدالصمد کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ ظاہری اسباب کا ختم ہونا باطنی حصول کا مددگار ہے۔ ۱۹۰

مکتوب ۸۴: مولانا محمد صدیق پشاوری کے نام اس بارے میں کہ ذوق و شوق خلوت اور حضور غیب بہ توسط (دیدنی) منزل میں بڑا درجہ ہے خوف و حزن بڑا اور اس کا مل کی تشریح میں جو اعلیٰ اعتبارات کے ضمن میں الہام ہوا تھا تحریر فرمایا۔ ۱۹۱

مکتوب ۸۵: پیرزادہ خواجہ محمد عبید اللہ کے نام ان شبہات کے حل میں جو کہ انھوں نے حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کلام پر کئے تھے اور حضرت ذات تعالیٰ سے تنزل وجود خواہ عینا ہو یا زائدا کے بارے میں حضرت عالی قدس سرہ کے مذہب اور حیات کے علم پر مقدم ہونے کی تحقیق اور تعین وجود وجی اور ہر مقام کے متعلق مناسب تحقیقات کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۱۹۳

مکتوب ۸۶: مولانا محمد حنیف کے نام نسبت قیومیت کے حاصل ہونے اور اصالت میں محبوبیت ذاتی و کمالِ انفعالی سے حصہ پانے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۱۴

مکتوب ۸۷: میر منصور کے نام ان امور کے بیان میں تحریر فرمایا کہ جن کی تبلیغ ضروری ہے۔ ۲۱۶

مکتوب ۸۸: مولانا محمد حنیف کے نام اقربیت کے معارف اور اس سیر کی تفصیل میں جو کہ آفاق و انفس کے ماوراء ہے اور فنا کے دقائق اور حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہ) کے طریقۂ عالیہ میں عجز و حیرت کے غلبہ کے راز کو منکشف کرنے کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۱۷

مکتوب ۸۹: یہ بھی مولانا محمد حنیف کے نام عارف کی جامعیت کے متعلق اشارہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۲۵

مکتوب ۹۰: خواجہ دینار کے نام عارف کی عدمیت کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۲۶

مکتوب ۹۱: شیخ طاہر بدخشی جونپوری کے نام اپنے پیر دستگیر (حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی محبت اور حضرتِ عالی کے اصحاب کی محبت کے اظہار میں تحریر فرمایا۔ ۲۲۷

مکتوب ۹۲: شیخ حمید احدی کے نام طریقۂ بندگی حاصل کرنے پر ترغیب دینے اور اعمال میں عُجب پیدا ہونے کے علاج کے بیان میں تحریر فرمایا۔ 〃

مکتوب ۹۳: حقائق آگاہ شیخ نور محمد پٹنی کے نام اس بات کے حل میں تحریر فرمایا کہ فنا حاصل ہو جانے کی صورت میں فنا کا علم کس طرح ہوگا۔ ۲۲۹

مکتوب ۹۴: حقائق و معارف آگاہ شیخ عبد الحی پٹنی کے نام صاحب نزہت کے اس شبہ کو دور کرنے کے بیان میں تحریر فرمایا جو کہ انھوں نے قوم کے ثابت شدہ اصول پر کیا ہے کہ گم ہو جانے (فنا) کی صورت میں یافت (پالینا) کس طرح ہوگا۔ ۲۳۰

مکتوب ۹۵: خواجہ مومن جنڈی کے نام ان بزرگوں کی نسبت حاصل کرنے پر ترغیب دینے کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۳۲

مکتوب ۹۶: خواجہ محمد کاظم کے نام نصیحت کے بیان میں تحریر فرمایا۔ 〃

مکتوب ۹۷: ارشاد پناہ میر محمد نعمان کے نام دوستانہ شکایت کے اظہار میں تحریر فرمایا۔ ۲۳۳

www.maktabah.org

صفحہ

مکتوب ۹۸: مولانا حسن علی کے نام محبوبیت کے پسندیدہ طریقہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۳۲

مکتوب ۹۹: خواجہ محمد فاروق کے نام معرفت حاصل کرنے پر ترغیب دینے اور ضبط اوقات کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۳۴

مکتوب ۱۰۰: میرزا لطف اللہ کے نام صوفیۂ کرام کے طریقۂ عالیہ کے حاصل اور بعض نصیحتوں کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۳۵

مکتوب ۱۰۱: سیادت پناہ میر محمد نعمان کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ صوفیۂ کرام کی نسبت کے حصول کا مصداق احکام شریعت کے ساتھ آراستگی ہے۔ ۲۳۶

مکتوب ۱۰۲: اکبر آباد کے احباب خصوصاً ارشاد پناہ میر محمد نعمان کے نام اصانع جل وعلا اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنے پر نصیحت اور اس سے محرومی پر خوف دلانے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۳۸

مکتوب ۱۰۳: ارشاد پناہ میر محمد نعمان کے نام محبت کے اظہار اور قصور اعمال کو دیکھنے کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۴۱

مکتوب ۱۰۴: میرزا عبید اللہ کے نام فنائے نفس کی تحقیق اور آداب شرعیہ کے التزام پر دلالت کرنے اور مطلوب جل وعلا کے ماوراء ہونے کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۴۲

مکتوب ۱۰۵: شیخ محمد صالح تھانیسری کے نام فقر کی فضیلت اور فنا حاصل کرنے پر ترغیب دینے کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۴۴

مکتوب ۱۰۶: خواجہ محمد فاروق کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ محبت ذاتی ہی جمال سے زیادہ جلال لذت بخشتا ہے۔ ۲۴۵

مکتوب ۱۰۷: شاہ فضل اللہ برہانپوری کے نام مطلوب کی عظمت اور طالب صادق کی بزرگی کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۴۶

مکتوب ۱۰۸: محمد فاروق ولد خواجہ عبد الغفور سمرقندی کے نام نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔ 〃

مکتوب ۱۰۹: خواجہ محمد فاروق کے نام تحریر فرمایا اس حالت کی تفصیل میں جو کیفیات میں اور موت اور نیند کے وقت میں پیش آتی ہے اس نسبت پر جو کہ اس دار دنیا میں حاصل ہوتی ہے اور جاگنے کی حالت میں پیش آتی ہے اور اس بارے میں کہ جس طرح دنیا میں عالم امر اصل ہے اور عالم خلق اس کے تابع ہے آخرت میں معاملہ برعکس ہے اور بعض کاملین ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی دنیا کیلئے آخرت کا حکم ہوتا ہے۔ ۲۴۷

مکتوب ۱۱۰: فقیر حقیر محمد عبید اللہ عفی عنہ کے نام عارف بلند مقام شیخ ابو سعید ابوالخیر قدس سرہٗ کی رباعی کی شرح میں تحریر فرمایا۔ ۲۵۰

مکتوب ۱۱۱: مولانا محمد صدیق پشاوری کے نام اُن کے احوال کی شرح میں تحریر فرمایا۔ ۲۵۳

مکتوب ۱۱۲: شیخ محمد شریف کابلی کے نام خطا کے موقع پر تنبیہ کے متعلق اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ مرید کو پیر کی خوشنودی طلب کرنا لازم ہے۔ ۲۵۵

مکتوب ۱۱۳: مخدوم زادہ عالی قدر جامع علوم ظاہری و باطنی خواجہ محمد نقشبند سلمہ ربہ کی خدمت میں آیت کریمہ اللہ نور السمٰوات والارض الآیہ کی تاویل میں تحریر فرمایا۔ ۲۵۶

مکتوب ۱۱۴: مولانا محمد صدیق پشاوری کے نام اللہ کی ہمت و محبت و حزن کی فضیلت میں تحریر فرمایا۔ ۲۵۹

مکتوب ۱۱۵: شیخ عبد اللطیف لشکر خانی کے نام محبوب حقیقی جل شانہ کے تنزیہہ (پاکی) کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۶۱

www.maktabah.org

صفحہ

مکتوب ۱۱۶: میرزا عبید اللہ کے نام حق سبحانہ وتعالیٰ کی وحدانیت کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۶۱

مکتوب ۱۱۷: ملا شہداد کے نام فنائے قلب و نفس کے حاصل کرنے پر ترغیب دینے کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۶۲

مکتوب ۱۱۸: مولانا محمد صدیق پشاوری کے نام مقام مشیخت کی رعایت اور اس کے بعض لوازم کے بیان میں تحریر فرمایا ۲۶۳

مکتوب ۱۱۹: مولانا محمد امین کے نام ان کے خط کے جواب میں جو کہ واردات پر مشتمل تھا اور آیت کریمہ قل کل من عند اللہ اور آیہ مبارکہ ما اصابک من حسنۃ الآیۃ کے درمیان توفیق دینے کی صورت میں اور حضور نقشبندیہ اور دیگر سوالات کے جواب میں تحریر فرمایا۔ 〃

مکتوب ۱۲۰: مولانا محمد حنیف کے نام ان کے عریضے کے جواب میں تحریر فرمایا جو کہ بعض حالات اور وسوسۂ تعصب پر مشتمل تھا ۲۶۷

مکتوب ۱۲۱: پیرزادہ خواجہ عبید اللہ کی خدمت میں اس بارے میں تحریر فرمایا کہ سبقت (حقیقی) اصل کی طرف سے ہے اور ظل کسی چیز کے ساتھ مستقل نہیں ہے۔ ۲۶۸

مکتوب ۱۲۲: مولانا محمد صدیق پشاوری کے نام ان کے احوال کی شرح اور ان سوالات کے جوابات میں جو انھوں نے پوچھے تھے اور ان کے دوستوں کے احوال کی تحسین کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۶۹

مکتوب ۱۲۳: میرزا عبید اللہ کے نام بلند ہمتی پر ترغیب اور دوسرے مشاہدات پر اس شہود کی فضیلت کے بارے میں جو کہ احکام شرعیہ میں رونما ہوتا ہے تحریر فرمایا۔ ۲۷۵

مکتوب ۱۲۴: مولانا محمد صدیق کے نام عوام و خواص و خص الخواص کے ایمان کے درمیان فرق کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۷۷

مکتوب ۱۲۵: مولانا حسن علی کے نام وعظ و نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۷۸

مکتوب ۱۲۶: شاہ خواجہ ترمذی کے نام آیت کریمہ استجیبوا لربکم الآیہ میں ذکر کی ہوئی استجابت کے بیان میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ بیشک تمام کمالات شریعت غرا میں مندرج ہیں۔ ۲۷۹

مکتوب ۱۲۷: افادت دستگاہ شیخ میرک کے نام ممکن کی حقیقت اور فنائے حقیقی کی وضاحت کے بیان میں تحریر فرمایا۔ 〃

مکتوب ۱۲۸: حافظ عبد الغفور کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ مواجید کا طالب ما سویٰ کا طالب ہے۔ ۲۸۰

مکتوب ۱۲۹: مولانا محمد صدیق کے نام اس واقعۂ عالی کی تعبیر میں تحریر فرمایا جو انھوں نے لکھا تھا۔ ۲۸۱

مکتوب ۱۳۰: خواجہ محمد حکیم ولد قاضی اسلم کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ تمام کمالات سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع میں منحصر ہیں اور اس بات کے بیان میں کہ مرشد کے باطن سے فیض حاصل کرنا مرید کی محبت کے اندازے کے مطابق ہے۔ ۲۸۳

مکتوب ۱۳۱: حافظ محمد شریف کے نام فنائے قلب و نفس حاصل کرنے کی نصیحت و ترغیب کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۸۴

مکتوب ۱۳۲: یہ بھی حافظ محمد شریف کے نام نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔ 〃

مکتوب ۱۳۳: مولانا محمد صدیق کے نام ان کے مکتوب کے جواب میں جو کہ حالات و سوالات پر مشتمل تھا تحریر فرمایا۔ ۲۸۵

www.maktabah.org

مکتوب ۱۳۴: مولانا حسن علی کے نام اس طریقۂ عالیہ کے بزرگوں کی تعریف میں اور ان کے اسرارِ عالیہ کے اشارات کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۸۶

مکتوب ۱۳۵: یہ بھی مولانا حسن علی کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ منصبِ قطبیت و جذبہ آنجناب کی نیابت سے حاصل ہے۔ ۲۸۷

مکتوب ۱۳۶: ملا نعمت اللہ کے نام نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۸۸

مکتوب ۱۳۷: میرزا عبید اللہ کے نام اجمالی طور پر دقیق اسرار کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ″

مکتوب ۱۳۸: مولانا محمد صدیق کے نام بلند ہمتی کی ترغیب اور اس راز کو منکشف کرنے میں تحریر فرمایا کہ توجہ کے برخلاف غیر توجہ میں نسبت زیادہ ہو جاتی ہے۔ ۲۸۹

مکتوب ۱۳۹: پشاور کے دوستوں کے نام عارفِ کامل کی حقیقت کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۹۰

مکتوب ۱۴۰: شیخ علیم جلال آبادی کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کے بعض درجات کسبی ہیں اور بعض وہبی اور اعتقاد و عمل کو بعض میں دخل ہے اور بعض میں دخل نہیں ہے۔ ۲۹۱

مکتوب ۱۴۱: میرزا عبید اللہ بیگ کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ موجودِ حقیقی کو موہوم کے ساتھ کچھ بھی نسبت نہیں ہے۔ ″

مکتوب ۱۴۲: محمد کاشف کے نام اس سوال کے جواب میں جو انھوں نے ذکرِ لسانی نفی اثبات کے بارے میں کیا تھا کہ (اس میں) کلمہ محمد رسول اللہ کو کلمہ لا الٰہ الا اللہ کے ساتھ کتنی بار میں ملائے اور نمازِ وتر کے بعد سجدہ کرنے کے متعلق ان کے سوال کے جواب میں تحریر فرمایا۔ ۲۹۲

مکتوب ۱۴۳: شیخ محسن کشمیری کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ طالب نابینا کا حکم رکھتا ہے اور اس کا کسی کامل کی خدمت میں پہنچنا محض عطائے الٰہی ہے۔ ۲۹۳

مکتوب ۱۴۴: مولانا محمد صدیق کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ اصل کا معاملہ وراء الوراء ہے اور جو کچھ اس کے خلاف ہے وہ ظلال سے ہے۔ ۲۹۵

مکتوب ۱۴۵: محمد عاشور بخاری کے نام اس بارے میں کہ کلمۂ طیبہ توحید کے تمام سلوک کے خلاصہ کو شامل ہے اور مفید نصیحتوں کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۹۶

مکتوب ۱۴۶: مولانا محمد صدیق کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کے ظہور کو اس سبحانہ کے جمال و انعام کی طرح ترقی و لذت کا سبب سمجھنا چاہیے۔ ۲۹۷

مکتوب ۱۴۷: میر محمد خاقی کے نام تعمیرِ اوقات پر ترغیب اور مسلمانوں کی ضروریات پوری کرنے اور حسنِ خُلق کے فضائل کی احادیث کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۹۸

مکتوب ۱۴۸: ارشاد پناہ میر محمد نعمان کی خدمت میں اس بارے میں تحریر فرمایا کہ برائی و شرور حسن و جمال کے آئینے ہیں۔ ۳۰۳

مکتوب ۱۴۹: مولانا محمد صدیق کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ حزن اس دار (دنیا) کے لائق ہے اور یہ کہ نسبت اگر ظاہر سے چھپ جائے اور باطن میں جلوہ گر ہو تو مضر نہیں ہے۔ ۳۰۵

www.maktabah.org

مکتوب ۱۵۰: شیخ محمد شریف کابلی کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ اس راہ میں فنا پہلا قدم ہے۔ ۳۰۶

مکتوب ۱۵۱: ملا نعمت اللہ کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ نسبت باطن جس قدر قوی ہوتی جاتی ہے احکام شرعیہ کے ساتھ وابستگی اسی قدر زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ ۳۰۷

مکتوب ۱۵۲: شیخ خان شیرپوری کے نام اس شبہ کے حل میں تحریر فرمایا جو انھوں نے حضرت خواجہ بزرگ (خواجہ بہاؤ الدین نقشبند) قدس سرہ کے کلام پر ظاہر کیا تھا۔ 〃

مکتوب ۱۵۳: حاجی حسین کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ فنا و بقا سے مقصود ماسوی کی گرفتاری کا زائل ہونا اور خالص بندگی ہے نہ کہ کوئی اور بات۔ ۳۰۹

مکتوب ۱۵۴: میرزا عبید اللہ کے نام اُن کے احوال کی شرح میں تحریر فرمایا جو کہ ان کے عریضہ میں درج تھے۔ ۳۱۰

مکتوب ۱۵۵: شیخ عرب بخاری کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ ظاہر کی تعمیر باطن کی تخریب ہے اور یہ کہ جو حالت نماز میں پیش آتی ہے وہ انتہا کی خبر دینے والی ہے۔ ۳۱۲

مکتوب ۱۵۶: اپنے پیرزادے خواجہ محمد عبید اللہ کی خدمت میں اس بارے میں کہ فنا و توحید و تجلی ذات کے علاوہ دوسرے معاملات بہت ہیں اور تاریکی کے بعض کمالات کے بیان اور حضرت خواجہ بزرگ (خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہ) کے اس مقام کی شرح میں کہ انھوں نے فرمایا ہے فنائیت کے بعد ہواجس و وساوس (شیطانی و نفسانی خطرات) کا ظہور مضر نہیں ہے، تحریر فرمایا۔ ۳۱۵

مکتوب ۱۵۷: مولانا عبد الغفور سمرقندی کے نام پیر دستگیر اور ان کے اصحاب کے ساتھ بہت زیادہ محبت کے اظہار میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ یہ وقت ان کی نسبت شریفہ کے ظہور کی تاب نہیں رکھتا۔ ۳۱۹

مکتوب ۱۵۸: مولانا محمد حنیف کے نام دردمندوں کے اظہار اور دار آخرت کی بقا کے مطلب پر سوالات کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۳۲۱

مکتوب ۱۵۹: شیخ حسن کے نام نعمت کے شکر پر رہنمائی کرنے اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے مکر (تدبیر) سے ڈرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۳۲۲

مکتوب ۱۶۰: شیخ عبد اللطیف لشکر خانی کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ ظاہر (بھی) باطن کی طرح دائمی حضور کے ساتھ موصوف ہونا چاہیے۔ ۳۲۳

مکتوب ۱۶۱: حقائق آگاہ خواجہ محمد صدیق کشمی کے نام مطلوب جل و علا کی عظمت اور ہمت کو بلند کرنے پر رہنمائی کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۳۲۵

مکتوب ۱۶۲: ارشاد پناہ میر محمد نعمان کی خدمت میں اس بارے میں تحریر فرمایا کہ مطلوب حقیقی سے سالک کا نصیب استہلاک (فنائیت) کے سوا نہیں ہے۔ ۳۲۶

مکتوب ۱۶۳: یہ بھی ارشاد پناہ میر محمد نعمان کی خدمت میں بعض دقیق اسرار اور اپنی خاص کیفیات کے متعلق اشارات کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۳۲۷

www.maktabah.org

مکتوب ۱۶۴: تربیت خاں کے نام اس بارے میں کہ طالب حق جل و علا اس دار (دنیا) میں ہمیشہ درد و گداز کے ساتھ ہے۔ اور دنیا کی مذمت میں تحریر فرمایا۔ ۳۲۸

مکتوب ۱۶۵: شیخ الیاس کے نام اس طریقۂ عالیہ کے بعض اصطلاحی کلمات کی شرح میں تحریر فرمایا۔ ۳۳۰

مکتوب ۱۶۶: حافظ عبدالکریم کے نام ان کے احوال کی شرح میں تحریر فرمایا۔ ۳۳۴

مکتوب ۱۶۷: یہ بھی حافظ عبدالکریم کے نام مطلوب کی تنزیہ اور ہمت کی بلندی پر رہنمائی کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۳۳۵

مکتوب ۱۶۸: آغا رشید کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ اس راہ کی پہلی شرط فنا ہے۔ ۳۳۷

مکتوب ۱۶۹: میر ضیاء الدین حسین کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ عمل سے مایوسی کرم (خداوندی) پر اعتماد کو مستلزم ہے۔ ۶

مکتوب ۱۷۰: مولانا محمد حنیف کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ ذکر کسی غرض کے ساتھ حق کا احوال و مواجید کے ساتھ بھی ملا ہوا نہیں ہونا چاہئے۔ ۳۳۸

مکتوب ۱۷۱: حاجی محمد افغان کے نام نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۳۳۹

مکتوب ۱۷۲: محمد کاشف کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ کاملین کے حق میں ظاہر (بھی) باطن کی طرح دائمی حضور کے ساتھ متصف ہے۔ ۶

مکتوب ۱۷۳: خواجہ ابراہیم کے نام ان کے اس سوال کے جواب میں تحریر فرمایا جو کسی بزرگ کی عبارت کے معنی سے متعلق تھا کہ انہوں نے کہا ہے کہ میں حق تعالیٰ کے علم کو اپنے علم میں گم پاتا ہوں۔ ۳۴۱

مکتوب ۱۷۴: خواجہ گدا کے نام اجمال کے طور پر خلاصۂ سلوک کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۳۴۲

مکتوب ۱۷۵: حاجی حسین کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ مشاہدات اور تخیلات کی نفی کرنی چاہئے۔ ۶

مکتوب ۱۷۶: میرزا لطف اللہ بن سعید خاں کے نام اس بارے میں کہ فنا معرفت کیلئے شرط ہے اور اس عالی دولت کے حاصل کرنے پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۳۴۳

مکتوب ۱۷۷: ملا جمال الدین کے نام اس بارے میں کہ کشوف و وقائع پر اعتماد نہیں رکھنا چاہئے اور قابل اعتبار کمال حق جل و علا کی معرفت ہے اور فنا کی تحقیق میں تحریر فرمایا۔ ۳۴۴

مکتوب ۱۷۸: مولانا حسن علی کے نام علوم شرعیہ کے حاصل کرنے اور حضرت محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام و التحیۃ کی سنتوں کو زندہ کرنے پر ترغیب دینے اور دیگر نصیحتوں کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۳۴۶

مکتوب ۱۷۹: خواجہ محمد صدیق کے نام شریعت پر استقامت   چاہئے اور مرشد کی صحبت پر رہنمائی کرنے کے متعلق اور اس بارے میں کہ حصول نسبت ضروری ہے اور م   وضاحت میں کہ حال ہو اور اس حال کا علم نہ ہو تحریر فرمایا۔ ۳۴۷

مکتوب ۱۸۰: حقائق و معارف آگاہ جامع علوم ظاہری و باطنی شیخ محمد یحییٰ دامت برکاتہ کی خدمت میں حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ کی خصوصیات اجمال کے طور پر بیان کرنے اور ایک درویش کے احوال کے دریافت ہونے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۳۴۹

www.maktabah.org

مکتوب ۱۸۱: مولانا جمال الدین کے نام مقامِ جمع کے بیان اور فرق بعد الجمع کے عالی کرنے کی ترغیب میں تحریر فرمایا۔ ۳۵۱

مکتوب ۱۸۲: میرزا عبید اللہ کے نام احوال کی تشریح، استفسارات کے جوابات اور حضرت خضر علیہ السلام کی حیات و موت کی تحقیق میں تحریر فرمایا۔ ۳۵۳

مکتوب ۱۸۳: اس مقدس درگاہ کے خاک نشینوں میں سب سے کم درجہ فقیر حقیر محمد عبید اللہ عفی اللہ تعالیٰ عن زلاتہٖ کے نام بعض دقیق اسرار کے ذکر اور ان شبہات کے حل میں تحریر فرمایا جو کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی بعض تحقیقات پر وارد ہوتے ہیں۔ ۳۶۴

مکتوب ۱۸۴: ارشاد پناہ میر محمد نعمان کے نام اپنے اعمال کو ناقص دیکھنے اور اُن (مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) کی نسبت کے انکشاف کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۳۷۰

مکتوب ۱۸۵: میرک عطاء اللہ کے نام سالک کی عدمیت اور ممکن کی ماہیت کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۳۷۱

مکتوب ۱۸۶: میرزا امان اللہ کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ اگرچہ قربِ ولایت میں اطمینانِ نفس (کا حصول) ہے لیکن اس کا کمال قربِ نبوت میں ہے۔ ۳۷۲

مکتوب ۱۸۷: آغا رشید کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ انسان کی پیدائش سے مقصود حق تعالیٰ جل شانہٗ کی معرفت حاصل کرنا ہے۔ ۳۷۳

مکتوب ۱۸۸: خواجہ عبد الصمد کابلی کے نام اس بارے میں کہ مرید پیر کے کمالات کا آئینہ ہے اور نصیحت کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۰

مکتوب ۱۸۹: مخدوم زادہ عالی قدر شیخ محمد صبغۃ اللہ سلمہٗ ربہٗ کی خدمت میں اس پاکیزہ کلام کی شرح میں تحریر فرمایا جو کہ حضرت مجدد الف ثانی امام ربانی قدس سرہٗ کو الہام کیا گیا ہے کہ ہم نے تیری دنیا کو آخرت بنا دیا۔ ۳۷۴

مکتوب ۱۹۰: مخدوم زادہ محمد سیف الدین کے نام اس معرفت کے بیان میں تحریر فرمایا جو کہ حضرت پیر دستگیر (مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) سے سنی گئی تھی۔ ۳۷۶

مکتوب ۱۹۱: فقیر حقیر محمد عبید اللہ عفی عنہ کے نام کامل معرفت والے عارف کی ذات موہوب کے کمالات کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۳۷۷

مکتوب ۱۹۲: یہ بھی فقیر حقیر محمد عبید اللہ عفی عنہ کے نام حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حضرت ایشاں سلمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں اصالت کی بشارت کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۰

مکتوب ۱۹۳: مخدوم زادہ بلند مرتبہ خواجہ محمد نقشبند سلمہ اللہ تعالیٰ کے نام حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعض مکاشفات کے اجمالی بیان کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۳۷۸

مکتوب ۱۹۴: مولانا محمد افضل کے نام حضرتِ ایشاں سلمہ اللہ تعالیٰ کے بعض مقاماتِ عالیہ اور اس اشارے کے بیان میں تحریر فرمایا کہ یہ مقام عالی اصالت اور محبوبیت کے ساتھ مربوط ہے۔ ۳۷۹

www.maktabah.org

مکتوب ۱۹۵: مخدوم زادہ خواجہ محمد نقشبند (قدس سرہ) کی خدمت میں حضرت خیر البریہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ملت حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اتباع کرنے کے بھید کو ظاہر کرنے اور بعض پوشیدہ اسرار کے بیان میں تحریر فرمایا۔ یہ معرفت حضرت مجدد الف ثانیؒ کے ملفوظات میں سے ہے۔ ۳۸۱

مکتوب ۱۹۶: مخدوم زادہ عالی مرتبہ شیخ محمد صبغۃ اللہ کی خدمت میں اس مقام کے بیان میں تحریر فرمایا جو کہ مقام رضا کے اوپر ہے۔ ۳۸۲

مکتوب ۱۹۷: ملا سجاول کے نام ان کے عریضہ کے جواب میں جو کہ سوالات پر مشتمل تھا اور بعض مولویوں کے جواب میں جو کہ انھوں نے بھیجا تحریر فرمایا۔ •

مکتوب ۱۹۸: آغا رشید کے نام اس بارے میں کہ اس طریقہ عالیہ میں فیض کا اخذ کرنا رابطہ محبت شیخ سے تعلق رکھتا ہے اور آداب شیخ کی رعایت اور دوام ذکر پر ترغیب دینے اور فنائے قلب و نفس کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۳۸۴

مکتوب ۱۹۹: حاجی حسین کے نام ان اذواق و مواجید کی شرح میں تحریر فرمایا جو کہ انھوں نے لکھے تھے۔ ۳۸۵

مکتوب ۲۰۰: صوفی نور بیگ کے نام دوام ذکر اور خلوت اختیار کرنے پر ترغیب دینے اور ناقص کو طریقہ سکھانے کی اجازت دینے کے ضرر میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ جو کچھ واقعات میں ظاہر ہوتا ہے کچھ اعتبار نہیں رکھتا۔ ۳۸۶

مکتوب ۲۰۱: مولانا محمد حنیف کے نام ان کی نسبت کے بیان اور نصیحتوں کے ذکر میں تحریر فرمایا۔ ۳۸۷

مکتوب ۲۰۲: حافظ محمد شریف کے نام نصائح کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۳۸۸

مکتوب ۲۰۳: ارشاد پناہ میر محمد نعمان کے نام فنا و بقا کے پیچیدہ اسرار و قیومیت کے دقائق اور انسان کامل کی جامعیت کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۳۸۹

مکتوب ۲۰۴: اسد اللہ بیگ کے نام ممکن کے فقر اور واجب تعالیٰ عز و جل کے غنا کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۳۹۲

مکتوب ۲۰۵: میرزا امان اللہ برہانپوری کے نام حق سبحانہ و تعالیٰ کی ولایت اور ولایات ثلاثہ صغریٰ و کبریٰ و علیا کے بعض کمالات کمالات نبوت اور جو کمال کہ اس کے اوپر ہے ان سب کے مجمل و مختصر بیان میں تحریر فرمایا۔ ۳۹۳

مکتوب ۲۰۶: دقائق آگاہ خواجہ محمد ہاشم کشمی کے نام اپنے اور ان کے قدس سرہ کے بعض کمالات کے متعلق اشارات کے بارے میں بشارت دی۔ ۳۹۶

مکتوب ۲۰۷: شیخ عبد اللطیف لشکر خانی کے نام وعظ و تذکیر اور نصائح کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۳۹۷

مکتوب ۲۰۸: محمد یوسف خادم کے نام حضرت مجدد الف ثانی (قدس سرہ) کے مکاشفہ کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۳۹۸

مکتوب ۲۰۹: میرزا اسماعیل خان بیگ کے نام نصیحت اور طریقہ علیہ نقشبندیہ قدس اسرار اربابہا کی ترغیب میں تحریر فرمایا۔ ۳۹۸

مکتوب ۲۱۰: میرک عباد اللہ ولد قاضی محمد زاہد کابلی کے نام علم کے دو قسم میں منقسم ہونے اور جو علم واجب سے تعلق رکھتا ہے اور جو علم ممکن سے تعلق رکھتا ہے ان دونوں میں تمیز کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۳۹۹

مکتوب ۲۱۱: میر محمد خانی کے نام نصیحت کے بیان میں تحریر فرمایا۔ •

مکتوب ۲۱۲: ملا گل محمد مفتی پشاوری کے نام عزائم امور (اہم کاموں) پر رضامند کرنے کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۴۰۰

www.maktabah.org

مکتوب ۲۱۳۔ حاجی محمد عارف کے نام درجات ولایت و لطائف عالم امر اور ان کے مناسب امور لطائف عالم خلق کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۴۰۰
مکتوب ۲۱۴۔ مولانا محمد صدیق و مولانا حسن علی کے نام نصیحت کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۴۰۲
مکتوب ۲۱۵۔ صاحب کمالات صوری و معنوی مخدوم زادگی شیخ محمد صبغۃ اللہ سلمہ ربہ کے نام موت اور نیند کی نسبت کو حیات و بیداری پر ترجیح کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ٠
مکتوب ۲۱۶۔ عمر رضا خاں کے نام فنا حاصل کرنے پر ترغیب دینے کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۴۰۳
مکتوب ۲۱۷۔ ارشاد پناہ میر محمد نعمان کے نام عینیت و زیادتی وجود کے بارے میں مذہب علماء و صوفیہ کے بیان میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ اس مسئلہ شریفہ میں ان کا اپنا مختار کیا ہے۔ ۴۰۴
مکتوب ۲۱۸۔ ہمت خاں کے نام اس بارے میں کہ عارف کے لئے تمام امور ترقی کا زینہ ہو جاتے ہیں اور آیت کریمہ واذکر ربک اذا نسیت کی تاویل میں تحریر فرمایا۔ ۴۰۶
مکتوب ۲۱۹۔ بکترین درویشاں محمد عبید اللہ کے نام ان معارف کے بیان میں جو نزول سے متعلق ہیں اور بشر کے شہود کی فرشتے کی شہود پر فضیلت کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۴۰۸
مکتوب ۲۲۰۔ مولانا محمد صدیق کے نام اس بیان میں کہ کفار کے لئے دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ ابد ہے اور ان کی تحقیق میں (ایک) بشارت کے ذکر میں تحریر فرمایا۔ ۴۰۹
مکتوب ۲۲۱۔ ارشاد پناہ میر محمد نعمان کے نام اس عارف کی بلند ہمتی کے بیان میں جو کہ محبوبیت سے بہرہ ور ہے اور اس کے مناسب معارف کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۴۱۰
مکتوب ۲۲۲۔ یہ بھی ارشاد پناہ میر محمد نعمان کے نام آیۂ کریمہ وقدمنا الآیہ کی تاویل میں تحریر فرمایا۔ ۴۱۴
مکتوب ۲۲۳۔ شیخ فیض اللہ بنگالی کے نام ان شبہات کے حل میں جو کہ انھوں نے امام ربانی مجدد الف ثانی (قدس سرہ) کے کلام پر کئے تھے اور دوسروں کے معاملات منکشف ہونے کی کیفیت کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۴۱۵
مکتوب ۲۲۴۔ میرزا عبید اللہ بیگ کے نام بعض مواجید (وجد کیفیات) کی شرح اور استفسارات کے حل میں تحریر فرمایا۔ ۴۱۶
مکتوب ۲۲۵۔ حاجی محمد عارف کے نام بعض حالات و مقامات کی تفصیل میں تحریر فرمایا۔ ۴۱۸
مکتوب ۲۲۶۔ مولانا محمد صدیق کے نام شیخ (پیر) ہونے کیلئے بعض ضروری امور کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۴۱۹
مکتوب ۲۲۷۔ میرزا امان اللہ کے نام درد و محبت کی فضیلت اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ جو شخص آخرت کی تعمیر میں مشغول ہے وہ اس درد و الم و محبت کے ساتھ موصوف ہے۔ ۴۲۰
مکتوب ۲۲۸۔ مولانا محمد صدیق کے نام سنت کو زندہ کرنے اور بدعت کو مٹانے پر ترغیب دینے اور الہام کے ظنی ہونے اور بندگی کے پسندیدہ طریقے کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۴۲۱
مکتوب ۲۲۹۔ مخدوم زادہ خواجہ محمد اشرف کی خدمت میں اپنے حضرت پیر دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعض الہامات کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۴۲۲

www.maktabah.org

مکتوب ۲۳۰: پیرزادہ خواجہ محمد عبید اللہ (صاحبزادۂ خواجہ باقی باللہ قدس سرہما) کی خدمت میں آنجناب کے مکتوب کے جواب میں اور اس مکتوب کے بعض معاملات پر اعتراض اور حکما کے اس قول کو دور کرنے میں کہ موجود معدوم نہیں ہوتا اور معدوم موجود نہیں ہو جاتا اور نماز کے کمالات کے ذکر میں اور اس تحقیق میں تحریر فرمایا کہ وجود زائد ہے یا عین ہے۔ ۴۲۳

مکتوب ۲۳۱: حقائق و معارف آگاہ مخدوم زادہ گرامی شیخ محمد صبغۃ اللہ سلمہ اللہ تعالیٰ کے نام حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے مکاشفہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۴۳۶

مکتوب ۲۳۲: میر شمس الدین علی خلخالی کے نام مدارت نفس کی تحقیق میں تحریر فرمایا۔ ۴۳۷

مکتوب ۲۳۳: شیخ عبد الہادی بدایونی کے نام درویشوں کی خدمت اور ان کے ساتھ محبت کی فضیلت میں تحریر فرمایا۔ ۴۳۹

مکتوب ۲۳۴: خواجہ محمد کاظم کے نام ان کے والد خواجہ محمد ہاشم کی تعزیت کے بارے میں اور تحصیل کمالات کی طرف اشارہ اور نصائح کے ذکر میں تحریر فرمایا۔ ۴۴۰

مکتوب ۲۳۵: مخدوم زادہ محمد سیف الدین (قدس سرہ) کے نام حق سبحانہ کی نعمت کے بیان کرنے اور اعمال کی کوتاہی کو دیکھنے کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۴۴۳

مکتوب ۲۳۶: فقیر حقیر محمد عبید اللہ عفی عنہ کے نام حقیقت صلوٰۃ کے اسرار کے ایک رمز کو اجمال کے طور پر بیان کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۴۴۴

مکتوب ۲۳۷: مخدوم زادہ خواجہ محمد نقشبند سلمہ ربہ کی خدمت میں حضرت ایشاں سلمہ اللہ تعالیٰ کے بعض مقامات کی طرف اشارہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۴۴۵

مکتوب ۲۳۸: مخدوم زادہ خواجہ محمد اشرف کی خدمت میں حضرت ایشاں (خواجہ محمد معصوم قدس سرہ صاحب مکتوبات) کے بارے میں بعض بشارات حاصل ہونے کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ״

مکتوب ۲۳۹: میر کی عباد اللہ ولد قاضی محمد زاہد کابلی کے نام حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ سے سنی ہوئی ایک معرفت کی شرح میں صادر فرمایا۔ ۴۴۶

www.maktabah.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

الحمد للہ العلی الاعلیٰ والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ المصطفیٰ وعلیٰ آلہ وصحبہ البررۃ التقی، امابعد حق سبحانہ وتعالیٰ کے بے انتہا حمد وشکر اور حضور اکرم رسولِ مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام کے بعد عرض ہے کہ امامِ ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہ السامی کے صاحبزادے اور جانشین حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کے مکتوباتِ شریفہ بھی بزبانِ فارسی وعربی آپ کے والد بزرگوار کے مکتوباتِ شریفہ کی طرح بہت بلند درجہ رکھتے ہیں اور شریعت وطریقت، حقیقت ومعرفت کے جامع اور ادب وانشاء کا اعلیٰ شاہکار ہیں، ان میں سالکانِ طریقت کو پیش آنے والے سوالات کے جوابات، خوابوں کی تعبیرات اور بہت سے فقہی مسائل کا حل ہے، نیز مکتوباتِ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے بہت سے ادق مقامات کی تشریحات پر مشتمل ہیں جو سالکانِ طریقت کے لئے ایک بے بہا ذخیرہ اور انمول خزانہ ہیں۔

مکتوباتِ معصومیہ ان مکاتیبِ عالیہ کا مجموعہ ہے جو حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی وفات کے بعد لکھے گئے البتہ جلد اول کی ترتیب وتدوین کی سعادت حضرت عروۃ الوثقیٰ کے صاحبزادۂ سوم حضرت خواجہ محمد عبید اللہ مروج الشریعۃ کو حاصل ہوئی انھوں نے سنہ ۱۰۳۹ھ میں جس کا مادۂ تاریخ "درة التاج" ہے اس مبارک کام کا آغاز کیا اور سنہ ۱۰۶۳ھ میں جس کا مادہ تاریخ "جمع کمالاتِ نبوت" ہے اختتام کیا۔ اس کے بعد نقل در نقل قلمی نسخوں کا سلسلہ جاری رہا، حتیٰ کہ مکتوباتِ معصومیہ دفترِ اول کا اصل فارسی نسخہ غالباً پہلی مرتبہ تقریباً ڈھائی سو سال بعد سنہ ۱۳۰۲ھ میں مطبع نظامی کانپور سے طبع ہو کر شائع ہوا اور پھر نایاب ہو گیا بعد ازاں اب ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء میں محترم جناب ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب مدظلہ العالی نے فارسی مکتوباتِ معصومیہ کے تینوں دفتروں کو شائع کرا دیا۔

www.maktabah.org

افسوس کہ اسقدر اہم خصوصیات کے باوجود ان مکتوبات شریفہ کا اردو ترجمہ کرنے کی جانب اس وقت تک کسی نے توجہ نہ دی جس کی وجہ سے اردو داں حضرات ان مکتوباتِ عالیہ کے مطالعہ اور ان کے فیوض و برکاتِ علمی و روحانی سے محروم رہے، بنا بریں عاجز کو ان کے اردو ترجمہ کا خیال آیا اگرچہ اپنی کم علمی اور عدم قابلیت کی بنا پر اور مکتوبات شریفہ کے مضامین کی بلندی و عظمت کے پیش نظر ترجمہ کرنے میں تامل تھا اور چاہتا تھا کہ سلسلہ عالیہ کے کوئی بزرگ جن کو حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی قدس سرہ اور حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کے مکتوبات شریفہ کے مضامین پر عبور حاصل ہو نیز عربی فارسی اور اُردو زبان میں بھی اچھی دسترس رکھتے ہوں اس کام کو انجام دیں تو اچھا ہے، مگر ابھی تک یہ خواہش تشنۂ تکمیل رہی، ناچار حق سبحانہٗ و تعالیٰ کی مدد پر بھروسہ کرتے ہوئے خود ہی اس کام کو شروع کر دیا۔ ترجمہ کرتے وقت فارسی کا ایک قلمی نسخہ اور قدیم و جدید ہر دو مذکورہ مطبوعہ نسخے اس عاجز کے پیشِ نظر رہے ہیں، نقل در نقل کی وجہ سے بعض اصل عبارات میں تصحیف و تغیر ہو جانا لازمی تھا جس سے ترجمہ کرنا اور بھی دشوار تھا۔ اس تعالیٰ شانہٗ کا بے حد و لا انتہا شکر ہے کہ اس نے ان مشکلات کے باوجود اس ناتوان کو مکتوباتِ معصومیہ کے دفترِ اول کا اردو ترجمہ مکمل کرنے کے بعد ناظرین کے سامنے پیش کرنے کی سعادت بخشی۔ فالحمد للہ علیٰ احسانہ ؎

بشرِ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر میخواست
آخر آمد زِ پسِ پردۂ تقدیر پدید

ترجمہ میں اس بات کا بھی اہتمام کیا گیا ہے کہ ڈاکٹر صاحب موصوف والے اس تازہ مطبوعہ فارسی نسخہ کے صفحات حاشیہ میں دے دیئے گئے ہیں تاکہ اگر کوئی صاحب فارسی مکتوبات سے رجوع کرنا چاہیں تو تلاش میں زحمت نہ ہو نیز جہاں جہاں قرآن کریم کی آیاتِ مبارکہ آئی ہیں وہاں بھی سہولت کے پیشِ نظر حاشیہ میں اوپر سورت کا نمبر اور نیچے آیت کا نمبر دے دیا گیا ہے، مکتوباتِ شریفہ میں آئی ہوئی جن احادیث کا حوالہ مل سکا حاشیہ پر لکھ دیا ہے اور ان مکتوباتِ شریفہ میں امام ربانی حضرت مجدد الفِ ثانی قدس سرہ کے مکتوباتِ شریفہ کی جو عبارتیں مذکور ہیں اُن میں سے جن عبارتوں کا حوالہ اس عاجز کو مل گیا وہ بھی حاشیہ پر درج کر دیا گیا ہے۔

قارئین کرام سے درخواست ہے کہ جہاں کہیں کوئی غلطی پائیں اس کو اس عاجز کی کم علمی اور سہو پر محمول کرتے ہوئے معذور سمجھیں اور مہربانی فرما کر صفحہ و سطر وغیرہ کی نشاندہی کے ساتھ

www.maktabah.org

اُس غلطی اور اس کی تصحیح سے اس عاجز کو مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح و درستی کی جا سکے، یہ عاجز اُن حضرات کا ممنون ہوگا اور اُنھیں ثواب بھی ہوگا کیونکہ کتاب کا ترجمہ جسقدر صحیح ہوگا صاحبِ کتاب کا مفہوم اسی قدر واضح ہو سکے گا اور کتاب کی اشاعت اسی قدر عوام کی اصلاح اور تبلیغ دین کے لئے مفید ہوگی۔

آخر میں ان معاونین حضرات کا تذکرہ بھی بیجا نہ ہوگا جنھوں نے اس کارِ خیر میں تکلیف فرما کر اور اپنا قیمتی وقت دیکر عاجز کو سہولتیں بہم پہنچائیں چنانچہ محترمی جناب مولانا ڈاکٹر محمد مظہر بقا صاحب مدظلہ العالی پروفیسر شعبۂ اسلامیات کراچی یونیورسٹی نے مکتوباتِ معصومیہ دفتر اول کے تمام ترجمہ پر نظر فرما کر اپنے مفید مشوروں اور مناسب اصلاحات سے اس عاجز کی مدد فرمائی اور محترمی جناب پروفیسر ڈاکٹر خان رشید صاحب مدظلہ العالی نے بھی زبان کی اصلاح وغیرہ میں اپنے مفید مشوروں سے اس عاجز کی مدد فرمائی اور محترم جناب عبد الغنی صاحب مدظلہ ایم اے ایل ایل بی نے بھی اس کی تصحیح وغیرہ کیلئے اپنا قیمتی وقت دیا اور حاجی محمد اعلیٰ صاحب تو اس عاجز کی تالیفات کے خصوصی معاون ہی ہیں۔ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ ان سب حضرات کو اور دیگر معاونین کو جزائے خیر عطا فرمائے، نیز ہماری ان کوششوں کو قبول فرما کر حضرت عروۃ الوثقیٰ کی تعلیمات کو سمجھنے اور اُن پر عمل کرنے کی سعادت سے سرفراز فرمائے آمین ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا و مولانا محمد والہ واصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین ہ

الراجی الی ربہ الغفور

احقر سید زوار حسین عفا اللہ عنہ وعن والدیہ

جمعہ ۲۵ شوال المکرم ۱۳۹۶ھ مطابق ۱۹ ستمبر ۱۹۷۶ء

www.maktabah.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچۂ کتاب

۵۴

الحمد للہ العلی الاعلیٰ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد کما یحب ربنا ویرضیٰ و علیٰ آلہ و صحبہ کما یلیق بعلو شانہم ویجری اما بعد [اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جو کہ العلی الاعلیٰ ہے اور اس کے رسول حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسا صلوٰۃ وسلام ہو جیسا کہ ہمارا رب پسند کرتا اور چاہتا ہے اور اُن کے آل و اصحاب پر بھی ان کی بلندیٔ شان کے لائق و شایاں صلوٰۃ و سلام ہو۔ اما بعد] یہ متفرق موتی اور منتشر جواہر ہیں جو کہ بحرِ عرفان کے شناوروں نے غیبِ ہویت کی گہرائی سے جذباتِ احدیت کی غوطہ زنی کر کے نکالے ہیں، اور پردہ ہائے امکان کے کوہکنوں نے واحدیت کے سرا پردوں کی کان سے ریاضت کے تیشہ سے، بلکہ عنایتِ الٰہی کے وسیلے سے حاصل کئے ہیں جوامع الکلم کے صدف میں پوشیدہ اور مجامع الحکم کی کمینگاہ میں مستور، اسرارِ خفیہ و علوم بدیعہ کو شامل، اور شواہد عجیبہ و معارفِ غریبہ پر مشتمل، انوارِ کمال کا گلزار، غنچہ ہائے وصال کا چمن، گلستانِ رفعت کا شگوفہ، باغِ ہدایت کی شرابِ نو، تشبیہ کے حقائق کو حل کرنے والے، تنزیہ کے دقائق کی کنجی، مراتبِ ولایت کی شرح، کمالاتِ نبوت کی وضاحت، شریعت کی توضیح اور حقیقت کی تنقیح (صاف ستھرا کرنا)، دلائلِ محکمات کی تعبیر، آیاتِ متشابہات کی تاویل، علماء کے طور طریقے اُن کی ابتدائی باتوں سے ظاہر، اور اکابر صوفیاء کے احوال اُن کے مقدمات سے نمایاں، متاخرین کے منازل اُن کے عروج کے لئے زینہ اور اُن کا ایک نکتہ متقدمین کے معراج کے لئے نگینہ، نقطۂ اصول کا دائرہ، دائرۂ وصول کا نقطہ، مقاماتِ قیومیت و خلّت کی تفصیل، محبیت و محبوبیت کے مراتب کا اجمال، سے

www.maktabah.org

؎ ففی کل لفظ منہ روض من المنیٰ — وفی کل سطر منہ عقد من الدرر

[پس اُس کے ہر لفظ میں تمناؤں کا ایک باغ (مضمر) ہے اور اُس کی ہر سطر میں موتیوں کا ایک ہار (پنہاں) ہے] اللہ تعالیٰ اپنے مظہر کے ظلال اور اپنے مُظہِر کے برکات کو ہمیشہ (قائم) رکھے اور وہ (مظہر) انسانِ کامل اور فردِ جامع اولیاء کی نشانی اور انبیاء کا معجزہ، ملکِ ولایت کا تاجدار، انتہا کے تخت کا مالک، میدانِ کمال کا سوار، جلال و جمال کے اسرار کا نگہبان، آسمانِ ہدایت کا ستارہ، اُفقِ نہایت کا آفتاب، فیض رسانی کیفیات کے لئے کشادہ دست، وجد و اشواق کی نعمتوں کو پھیلانے والا، اعراض کے درمیان جوہر اور عالم کے لئے جو کہ صفات کا ظل ہے ذات ہے، ؎

لے آنکہ چو ذاتِ خود سراپا آنی — بر سِرِ خلافتِ بشر برہانی

عالم عرض و ذاتِ تو آنرا جوہر — لے جوہرِ والا ز کدامین کانی

[اے کہ تُو اپنی ذات کی طرح سراپا شان والا ہے، تُو بشر کی خلافت کے بھید پر برہان ہے، عالم عرض ہے اور تیری ذات اس کے لئے جوہر ہے، اے عالی مرتبہ جوہر تو کس کان سے ہے] عالموں کے لئے قوام اور جہانوں کے لئے قیوم، انبیاء و مرسلین کے وارث، ؎

لا یدرک الواصف المطری خصائصہ — وان یکن سابقاً فی کل ما وصفا

[مبالغہ کے ساتھ تعریف کرنے والا اس کے خصائص کا ادراک نہیں کر سکتا اگرچہ وہ ہر اس چیز میں جس کی اس نے تعریف کی ہے سبقت لیجانے والا ہو] نسباً فاروقی حسباً محمدی، ماخذ کے اعتبار سے قدسی، مولد کے اعتبار سے سرہندی اور وہ شیخ محمد معصوم ہیں جو کہ امامِ ربانی و اویسی رحمانی، سبع مثانی (سورۂ فاتحہ) کے اسرار کو کھولنے والے، الفِ ثانی کے مجدد، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے نائب مناب، حبیب اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ہدایت سے ہدایت یافتہ، کمالِ شیخین و منصبِ ختنین (کے حامل)، صاحب ولایتِ اصلیہ، مخزنِ انوارِ الٰہیہ، خزینۂ رحمت، دفینۂ حکمت، دو سمندروں کو ملانے والے اور دو گروہوں میں صلح کرانے والے، ؎

لے ناطقہ زا کلیلِ کمالِ تو کلیل — بر حالِ تو ہم حالِ تو برہان و دلیل

حسنت نمکِ حبیب ز اعجاز آمیخت — با قندِ مسقی الجسرِ خوانِ خلیل

[اے کہ تیرے کمال کے تاج (کی تعریف) سے زبان گونگی ہے، تیرے حال پر تیرا ہی حال برہان و دلیل ہے تیرے حُسن نے حبیب کے نمک کو خلیل کے دسترخوان کی صاف قند کے ساتھ اعجاز کے طریق پر ملا دیا] امام ہمام مخلوق میں اللہ تعالیٰ کی حجت شیخ احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ و رضو عنہ سبحانہ کے صاحبزادے ہیں۔

www.maktabah.org

[اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہوا اور وہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ سے راضی ہوئے]

صاحبِ یقین طالبوں اور راہِ مبین کے سالکوں پر ظاہر ہے کہ بارگاہِ ذوالجلال کے دوست اور وصال کے شراب خانہ کے بادہ نوش تخلقوا باخلاق اللّٰہ [اللہ تعالیٰ کے اخلاق کے ساتھ متخلق ہو جاؤ] کے حکم کے مطابق اور فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ[1] [پس تم میری پیروی کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا] کی بجا آوری کے طور پر، کلامِ الٰہی جل شانہٗ کے موافق اور سننِ مصطفوی علیٰ مصدرہا الصلوٰۃ والسلام کے مطابق کلام کرتے ہیں اور چونکہ کلامِ الٰہی کی صفت يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا[2] [اس سے بہت سے لوگ گمراہی اختیار کرتے ہیں اور بہت سے لوگ ہدایت پاتے ہیں] آئی ہے اسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں (بھی) اسی طرح اضلال واہدا (نہ ماننے والوں کو بھٹکانا اور ماننے والوں کو راہِ راست پر لانا) نے ظہور فرمایا اور اکابر اولیا کے کلام میں بھی جو کہ نیک لوگوں کے آقا (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیروی کرنے والے ہیں اسی کے مطابق کلمات واقع ہوئے ہیں بلکہ یہ برگزیدہ حضرات جَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ[3] [اس کے راستے میں جہاد کرو] کے مصداق اپنے بشریت کے وجود کو اُس سبحانہٗ وتعالیٰ کی راہ میں فنا کر کے حق تعالیٰ کے عطا کئے ہوئے وجود کے ساتھ بقا حاصل کر چکے ہیں اور اُن کی زبان نے شجرِ موسوی کا حکم اختیار کر لیا ہے، ع

زبانے زما بود گوینده او

٥٦ [زبان تو ہماری تھی اور کہنے والا وہ تھا] الحق ینطق علیٰ لسان عمر [حق حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کی زبان پر بولتا ہے] اس کے لئے گواہ ہے پس اہلِ بصیرت دانشمندوں پر لازم ہے کہ ان اکابر کے کلمات کو ایمان ویقین کے ساتھ قبول کریں اور ان کے ثمرات کے منتظر رہیں، اور ان علوم ومعارف میں سے جو کچھ کمال درجہ کی نزاکت ولطافت کے باعث اُن کی سمجھ میں نہ آئے اور اس کے سمجھنے میں کچھ کوتاہی محسوس کریں تو ان کلمات کی بھی قرآن مجید کی آیاتِ متشابہات کی طرح تاویل تلاش کریں یا اس کے علم کو اس کے کہنے والے پر تفویض کریں تاکہ اُن کے ثمرات سے بہرہ ور ہوں یہی حق ہے فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ[4] [پس حق (معلوم ہو جانے) کے بعد اس کو نہ ماننا) سوائے گمراہی کے اور کیا ہے] اور چونکہ ان قدسی آیات (مکتوبات) کے اختتام کی تاریخ غیب کے فرشتے سے ہوش کے کان میں "جامع کمالات نبوت" پہنچی ہے اگر اس "درۃ التاج" کو اسی نام سے موسوم کریں تو بجا ہے۔

۱۰۶۳ھ ۱۰۳۹ھ

[1] سورۂ ۳ آیت ۳۱ [2] سورۂ ۲ آیت ۲۶ [3] سورۂ ۵ آیت ۳۵ [4] سورۂ ۱۰ آیت ۳۲۔

www.maktabah.org

مکتوب ۱

ظلال و عروج کے مراتب کو نہایت النہایت کی بلندیوں تک طے کرنے کے بارے میں اپنے پیر اور والد بزرگوار رضی اللہ سبحانہ وتعالیٰ عنہ کی خدمت میں تحریر کیا۔

"عرضداشت" بندۂ کمترین محمد معصوم آستانۂ عالیہ کے خاک نشینوں کی بلند بارگاہ میں عرض کرتا ہے کہ اس حدود کے خادموں کے احوال و اطوار حمد کے لائق ہیں، سرفراز نامۂ عالی جو کہ عمر زیر خاں کے ہمراہ ارسال فرمایا گیا تھا اور اس میں اس فراق زدہ گنہگار، نااہل و ناکارہ کو طرح طرح کی عنایات سے سربلند کیا ہوا تھا اُس کے ورود سے مشرف ہوا، ؎

لطفہا می کنی اے خاکِ درت تاجِ سرم من کہ باشم کہ برآں خاطرِ عاطر گذرم

[اے وہ ذات کہ تیرے در کی خاک میرے سر کا تاج ہے، تو مہربانیاں فرماتا ہے (ورنہ) میں کون ہوں کہ اس معطر دل پر میرا گذر ہو] میرے قبلہ گاہ! اللہ تعالیٰ کے احسانات کے بارے میں (یہ عاجز) کیا لکھ سکتا ہے اور کون اعضا سے اُس سبحانہٗ وتعالیٰ کے احسان کا بدلہ ادا کر سکتا ہے مگر یہ کہ اپنے آپ کو خاک بنادے بلکہ اپنا کچھ نام و نشان باقی نہ رکھے پھر بھی اس کا حق بجا نہیں لا سکتا، کیونکہ جو عبادت بھی اِس طرف منسوب ہوگی وہ بہرحال قاصر اور عیب و نقصان کے ساتھ داغدار ہوگی، اَللّٰھُمَّ لَا اُحْصِی ثَنَاءً عَلَیْكَ اَنْتَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِكَ [اے اللہ! میں تیری تعریف کا احاطہ نہیں کر سکتا تو ایسی ذات ہے جیسی کہ تو نے خود اپنی تعریف کی ہے]

تازہ مکتوبات و معارف شریفہ کو برادرم خواجہ محمد ہاشم نے آگرہ سے بھیجا تھا وہ بلندئ شان کی وجہ سے اس قسم کے نہیں ہیں کہ ہر ناقص کی سمجھ کے لائق ہوں اور یہ جو مندرج ہے کہ "تمام افرادِ عالم ایک ذات واجب عزشانہٗ کے اسماء و صفات کے ظلال ہیں پس وہ سب ایسے اعراض ہوں گے کہ جن کے درمیان کوئی جوہر کار فرما نہیں ہوگا کہ اُن کا قیام اُس جوہر کے ساتھ ہو، پس ذاتِ اقدس سے اُن کو محرومی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا اور اُن کا نصیب صفات کے سوا نہیں ہوگا مگر ایک عارف کی ذات الخ"۔ ایک رات تراویح کی نماز کے دوران اس معنی کے مراقبہ و مطالعہ میں مشغول ہوا، دیکھا کہ اُن اعراض نے جو کہ اس شخص کی ذات تھے اپنی اصل کی طرف عود کیا اور اُن کا کوئی نام و نشان نہ رہا اور کامل طور پر اپنی اصل میں فنا و محو و لاشے ہوگئے اور وہ جتنا جاتا ہے سب اپنی اصل اور اصولِ اصول میں جاتا ہے اِلیٰ مَاشَاءَ اللّٰہُ تعالیٰ [جہاں تک اللہ تعالیٰ نے چاہا] اور مشہود ہوا کہ جہاں کہیں تک کہ

www.maktabah.org

توجاملا ہے تمام تر وجوہ واعتبارات میں جاتا ہے جو کہ اصلِ اصول ہیں اور ان اصول واصولِ اصول سے ذاتِ مجرد تک پہنچنا محال ہے اصول تمام منقطع ہوجاتے ہیں اور ذاتِ عزّ شانہٗ ماوراءِ ماوراء ہے کیونکہ اصل کا اطلاق اس بارگاہِ جل سلطانہٗ میں ساقط ہے، آخر کار معاملہ مایوسی تک پہنچا اور کامل یقین کے ساتھ معلوم ہوا کہ جب تیری اصل صفات واعتبارات ہیں تو تیری کوشش کی انتہا یہ ہوگی کہ اپنے آپ کو اپنے اصول میں فنا اور لاشے کردے اور اصل میں فنا ہوجانے کے بعد اصل سے گذرجانا کوئی معنی نہیں رکھتا، کوئی اور بات چاہیئے تاکہ حضرتِ ذات جل سلطانہٗ سے کچھ حصہ حاصل کرے۔ اس وقت دل میں خیال آیا کہ شیخ محی الدین ابنِ عربی قدس سرہ خوب فرماتے ہیں: وما بعد هذا الا العدم المحض"[1] [یعنی اصول میں فنا واضمحلال (نیستی حاصل ہونے) کے بعد عدمِ محض کے سوا کچھ نہیں ہے] کیونکہ اصول کو اس بارگاہ (جل سلطانہٗ) میں منقطع ہوجانے کے سوا کوئی راہ نہیں ہے اور ذاتِ مجرد ماوراء الوراء ہے جبتک اس (سالک) کو ذات عطانہ فرمائیں ذات تعالیٰ وتقدس تک پہنچنا محال ہے اور یہ جو حضرتِ عالی (قدس سرہٗ) نے لکھا ہے کہ "اس قسم کے بزرگ ایک زمانہ میں متعدد نہیں ہوتے"[2] (اس سے) مذکورہ بالا ناامیدی کے علاوہ (مزید ناامیدی) ہوئی اور اس قدر رنج وغم پیش آیا کہ کیا لکھے اس ناامیدی (کی حالت) میں کبھی دل میں یہ آتا ہے کہ کامل تابعدار کو متبوع کے تمام کمالات میں سے حصہ ہے تو پھر متعدد نہ ہونا کس اعتبار سے ہوگا شاید اصالت وتبعیت کا فرق ہوگا لیکن اس قسم کے خیالات اس اضطراب کو تسکین نہیں دیتے کوئی ایسا محرم (رازداں) نہیں تھا کہ جس سے دل کا درد بیان کرے، آخر آیتِ کریمہ حَتّٰی اِذَا اسْتَيْئَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا[3] [یہانتک کہ جب رسول ناامید ہوگئے اور خیال کرنے لگے کہ وہ (اپنی بات میں) سچے نہ نکلے تو ان کے پاس ہماری مدد آپہنچی] کے موافق مکاتیب جلد ثالث کے مکتوب ہشتادم کے آخر پر جو کہ اس فقیر کے نام لکھا ہوا ہے اطلاع دی گئی اگرچہ پہلے بھی دفعہ اس مکتوب کو پڑھا تھا لیکن گویا اس بھید سے اطلاع دینا مصلحت نہیں تھا اسی لئے آنکھ بند کئے ہوئے اس حرف (مضمون) سے گذرجاتا تھا اب توجہِ شریف سے امیدوار ہے کہ ص۵ اس معما کا کوئی دروازہ کھل جائے، چونکہ (اس عرضداشت کے) لکھنے کے دوران اس امر پر اطلاع پائی تفصیل کے ساتھ اپنے اندر مطالعہ نہیں کرسکا انشاء اللہ تعالیٰ حضرتِ عالی کی توجہ سے بہرہ ور ہوجائے گا، والعبودیۃ [زیادہ بندگی وآداب]۔

پوشیدہ نہ رہے کہ حضرت عالی (خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ) جس امر کے طلبگار تھے وہ

[1] مکتوباتِ حضرت مجددؒ دفتر سوم مکتوب ۸۰۔ [2] سورۃ ۱۲ آیت ۱۱۰ [3] غالباً منجانب مرتب۔

www.maktabah.org

ذاتِ بحت تک وصول بلکہ اس مرتبۂ عالیہ سے کچھ حصہ کا حصول تھا، اس مکتوب کے لکھنے کے کچھ عرصہ بعد اُس (مرتبۂ عالیہ) کی بشارت دی گئی اور اس کے ساتھ متحقق ہو گئے چنانچہ اسی جلد کے مکتوب اٹھاسی میں جو کہ خواجہ محمد حنیف کے نام لکھا گیا ہے اس معنی کی تصریح مذکور ہے۔

مکتوب ۲

بعض مخصوص اذواق (کیفیات) کے بارے میں نیز اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی عنایات کے شاملِ حال ہونے کے بیان میں اپنے پیر بزرگوار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں تحریر کیا۔

"عریضداشت" کمترین بندہ محمد معصوم ذرہ کی طرح بارگاہِ عالی کے باریافتگان کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ اس حدود کے دعا کنندگان کے احوال توجہاتِ عالیہ کی برکت سے تحریر کے لائق ہیں، فرقت و ہجر (جدائی) کے رنج و غم کے علاوہ اور کوئی غم و اندوہ نہیں ہے۔ ؎

خیالِ وصلِ تو تا حال زندہ می دارد　　　　وگرنہ با غمِ ہجراں حیات یعنی چہ

[تیرے وصل کا خیال ابھی تک زندہ رکھے ہوئے ہے ورنہ جدائی کے غم کے ساتھ زندگی کے کیا معنی ہیں] (آپ کے) نہایت قیمتی گرامی نامے بلند معارف و اسرارِ عالیہ کے ساتھ پے در پے پہنچ رہے ہیں اور معاملہ کو پستی سے بلندی تک لے جاتے ہیں، جو مکتوب کہ تجلیاتِ ثلاثہ (کے بیان) پر مشتمل ہے اس زمانے میں پہنچا اپنی استعداد کے موافق اُس سے بہرہ ور ہوا اور کچھ حصہ حاصل کیا اور اس کے بعد وہ مکتوب جو کہ نورِ صرفِ ذاتی کے معارف پر مشتمل ہے شرفِ ورود لایا، اس کے مطالعہ کے وقت نورِ صرف کا کچھ شعور حاصل ہوا تھا۔ بلکہ اس کے ساتھ فنا و بقا بھی سمجھی تھی اور ایک مدت تک اس میں استغراق رکھتا تھا اگرچہ (اس) تحریر کے وقت وہ نسبت پوشیدہ ہے معلوم نہیں کہ اس کی کیا وجہ ہے، حضرت سلامت! اُس تعالیٰ شانہٗ کی عنایات کے متعلق کیا لکھے اور اُس سبحانہٗ وتعالیٰ کے احسانات کے بارے میں کس طرح بیان کرے کشاں کشاں لے جاتے ہیں اگرچہ نہیں جانتا کہ کہاں لے جاتے ہیں اور کہاں پہنچاتے ہیں لیکن جو لذات و کیفیات اس عرصہ میں پیش آتی ہیں ان کو بیان نہیں کر سکتا (یہ لذات و کیفیات) ذوقی ہیں بیانی نہیں ہیں ؎

من نہ با اختیارِ خود می روم از قفائے او　　　　آں دو کمندِ عنبریں می بردم کشاں کشاں ٥٩

[میں اس کے پیچھے اپنے اختیار سے نہیں جاتا ہوں وہ دو عنبریں کمندیں (زلفیں) مجھ کو کشاں کشاں لے جاتی ہیں]

www.maktabah.org

حضرت حق سبحانہ (آپ کی) توجہ عالی سے کامل علم و تمیز عطا فرمائے، رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا (اے میرے رب! میرے علم کو زیادہ کر دے) اس سے قبل ایک قاصد کے ہمراہ ایک واقعہ لکھ کر بھیجا تھا اگر اس کی صحت اور غلطی کا اظہار فرمایا جائے تو کمال بندہ پروری ہوگی۔ والعبودیۃ سورۂ طٰہٰ آیت ۱۱۴

مکتوب ۳

ایک عزیز کی نسبت کے انکشاف میں اپنے پیر بزرگوار رضی اللہ سبحانہ وتعالیٰ عنہ کی خدمت میں تحریر کیا۔

"عرضداشت" یہ کمترین خادم محمد معصوم آستان بوسانِ بارگاہِ عالی کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ جس روز سے حضوری کی سعادت کے شرف سے محروم ہوا ہے اُس درگاہ کے خادموں کی کوئی خبر اس بازو شکستہ کو نہیں پہنچی، بہت منتظر ہے، اس جگہ کے خادموں کے حالات حمد کے لائق ہیں اور وہ اوقات کو دلجمعی کے ساتھ بسر کر رہے ہیں۔ حضرت سلامت! آج رات جو کہ شنبہ (ہفتہ) کی رات اور ۲۶ ربیع الثانی ہے میاں شیخ مزمل اس دارِ (فانی) سے رحلت کر گئے، ان کی وفات حسنِ خاتمہ کے ساتھ ہوئی، دفن کے وقت حضرتِ عالی کی ایک متبرک کُلاہ جو کہ بندہ کے پاس تھی اُس کُلاہ کے علاوہ جو کہ حضرتِ عالی نے بندہ کو خصوصی طور پر عنایت فرمائی تھی اُن کے سر پر پہنا دی، اُس کے پہناتے ہی یا ایک لمحہ بعد دیکھا کہ اُن میں حضرتِ عالی کی خاص نسبت جلوہ گر ہو گئی اور اُس عزیز پر پوری طرح غالب آگئی اس کے بعد اُن کی وہ نسبت تمام قبرستان پر چھا گئی بلکہ تمام گرد و نواح کو نور سے منور کر دیا، من قبل قبل بلا علّۃ (جسے قبول کیا گیا بلا سبب قبول کیا گیا)

مکتوب ۴

اُس بلند مقام کے حصول کے بارے میں جو کہ اصل الاصل کے ساتھ متعلق ہے اپنے پیر و والد بزرگوار رضی اللہ عنہ کی خدمت میں تحریر کیا۔

"عرضداشت" درگاہِ عالیہ کا نیاز مند محمد معصوم خدمتِ اقدس میں عرض کرتا ہے کہ اس شکستہ بازو کے احوال اُس کعبۂ خواہشات و تمنیات کی توجہ کی برکت سے استقامت کے طریق پر ہیں اور عزیمت امور میں کسی طرح کا فتور واقع نہیں ہوا ہے امید رکھتا ہے کہ حضرتِ عالی کی نظرِ عنایت کے طفیل باقی ماندہ چند

www.maktabah.org

مستعار سانسوں میں بھی فتور واقع نہیں ہو گا۔

دوسری بات یہ عرض کرتا ہے کہ فقیر بہت مدت سے قبض وغم کی حالت میں تھا آخر کار توجہ عالی سے ایک بسط عظیم رونما ہوا اور اس بسط میں نہایت عجیب ترین بلند مقام ظاہر ہوا اُس وقت ایسا معلوم ہوا کہ یہ مقام تمام مقاماتِ ظلال کے اوپر ہے اور اصل الاصل کا مقام ہے کہ جس میں ظلیت کی آمیزش نے راہ نہیں پائی ہے اپنے آپ کو پوری طرح اس مقام میں داخل پایا اور اپنے سر کو اس مقام کے مرکز میں داخل دیکھا اور اپنے باقی حصہ کو اُس مرکز کے نیچے اُس کے بالمقابل دیکھا اور بعض دوسری چیزیں بھی اس وقت میں مشہود ہوئی تھیں اگر حاضرِ خدمت ہوتا تو شاید عرض کرتا۔

مکتوب ۵

سابقین کی نسبت کے حصول اور اس کے متعلقہ معارف کے بیان میں نیز اپنے والد بزرگوار (قدس سرہ) کی خدمت میں تحریر کیا۔

"عرضداشت" کمترین خادم محمد معصوم درگاہِ عرش اشتباہ کے خاک نشینوں کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ گرامی سرفراز نامہ جو کہ سراپائے ہمدردی سے ارسال کیا گیا تھا موصول ہوا افسردہ جانوں کو کامل مسرت بخشی اور مردہ دلوں کو نئے سرے سے دائمی زندگی عطا کی، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی حمد ہے کہ اس جگہ کے متعلقین اس مصیبت سے عافیت میں رہے، جو سفر کہ مولانا محمد صدیق نے اختیار کیا تھا شروع میں بھی فقیر کی نظر میں کچھ اچھا نہیں لگتا تھا۔ ؎

با پری روئے اگر در خانہ باشد کسے میل بیروں گر کند دیوانہ باشد بسے

[اگر کوئی شخص ایک گھر میں کسی پری رُو کے ساتھ ہو اگر وہ باہر جانے کا قصد کرے تو بڑا دیوانہ ہو گا] مولانا کی استعداد اور بلند ہمتی سے یہ عزم عجیب معلوم ہوا، چاہیے تھا کہ جو کام انھوں نے اختیار کیا تھا اس کو پورا کر کے دوسرے کام کی طرف متوجہ ہوتے۔

دیگر یہ کہ اپنے خستہ حالات عرض کرتا ہے، حضرت سلامت! اس فقیر کو اس کے بعد سے کہ عالم میں نیچے لے آئے ہیں اُس نسبت کے نشان کو کہ جس کے ساتھ عروج کے وقت مشرف کیا گیا تھا اپنے اندر پاتا ہے کہ یمین (دائیں) و یسار (بائیں) سے بیگانہ ہے، یمین و یسار کو اس نسبت سے بہت کم حصہ حاصل ہے بلکہ کچھ مناسبت نہیں رکھتے، یہ نسبت سابقین کے ساتھ مخصوص ہے اصحاب یمین (دائیں والے

www.maktabah.org

اصحابِ یسار (بائیں والے حضرات) کی طرح اس کمال سے کیا پائیں، اور ظلال والے حضرات عام مومنین کی طرح اس معما سے کیا حاصل کریں، محبتِ ذاتیہ کہ جس میں محبوب کا رنج دینا اس کے انعام کی بہ نسبت محبت میں اضافہ کرنے والا ہوتا ہے اس مقام میں متحقق ہوتی ہے اور جب اپنے ذوق و وجدان کی طرف رجوع ۱۱
کرتا ہے تو بے تکلف پاتا ہے کہ جو لذت و حلاوت بلکہ محبت میں جو اضافہ کہ محبوب کے رنج و غم دینے کے وقت میں ہے اس کے انعام کے وقت میں نہیں ہے، کہا جا سکتا ہے کہ محبوب کے رنج و غم دینے کا تصور ایسی فرحت و مسرت بخشتا ہے کہ نفسِ انعام میں وہ فرحت و سرور ثابت نہیں ہے کیونکہ محبتِ ذاتیہ میں فرحت و سرور نفسانیت کی آمیزش سے جسقدر پاک اور خالی ہوتا ہے (اسی قدر) زیادہ کمال پیدا کرتا ہے، عالم کو بالکلیہ اعراض پاتا ہے کہ جس نے جوہر ہونے کی بو بھی نہیں پائی ہے اور اپنی ذات کے ساتھ قائم ہونا اس کے حق میں ثابت نہیں ہے تمام اشیاء کو قائم کرنے والا وہی سبحانہ و تعالیٰ ہے، جو لفظ آنا (میں) کا مشارٌ الیہ ہے بلکہ تمام اشارات کا مشارٌ الیہ وہی تعالیٰ و تقدس ہے کیونکہ ممکن کی ذات نہیں ہے اور عرض کا اشارہ عین اس کے قیوم ہی کا اشارہ ہے، ممکنات کو اشباح (صورتوں) سے زیادہ نہیں جانتا اور خارجی نمود و نمائش سے زیادہ انھیں تصور نہیں کرتا، اس تعالیٰ شانہٗ کی قدرتِ کاملہ کو ملاحظہ کرنا چاہیے کہ اُس نے نمود و نمائش کو جو کہ محض حس و وہم کے درجے میں ہے اس طرح پر ثبات و قرار دیا ہے کہ زوال سے مامون و محفوظ ہے اور ابدی معاملہ اس کے ساتھ وابستہ ہے، اور اعراض کے قیام کو اس انداز پر پاتا ہے کہ حال و محل ہونے کی آمیزش سے پاک و بری ہے اس سے زیادہ نہیں ہے کہ اشیاء کا ثبوت و تقرر اس تعالیٰ شانہٗ کے ساتھ ہے۔

جب قلم کو احوال کے بیان کرنے کے لئے پکڑتا ہے اسقدر کیفیات کی آمد ہوتی ہے کہ اس کے ضبط و برداشت کرنے سے عاجز ہو جاتا ہے اس لئے تھوڑے پر کفایت کرتا ہے اور باقی کو دوسرے وقت پر موقوف رکھتا ہے، والعبودیۃ

مکتوب ۶

قنائے تام اور بقائے اکمل کے بیان میں اپنے پیر بزرگوار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں تحریر کیا۔

"عرضداشت" خدمتِ عالی سے دور افتادہ محمد معصوم آستانۂ عالی شان کے مقیمین کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ جو حسن و جمال وہم و گمان میں آتا تھا چونکہ بطور عاریت و امانت تھا (اس لئے)

www.maktabah.org

بھی امانت کی طرف واپس ہوگیا اور شر و نقص کے سوا کچھ بھی باقی نہیں رہا حضرت سلامت! اس تحریر کے دوران ایک حالت ظاہر ہوئی، دیکھا کہ وہ عدم جس کے علاوہ اور کوئی چیز ظاہر نہ تھی پوشیدہ ہوگیا اور وہ کمالات جو کہ اپنی اصل کی طرف لوٹ گئے تھے جلوہ گر ہونے لگے اسی اثنا میں ایک غیبت رونما ہوئی، دیکھتا ہے کہ خوب پیٹ بھر کر کھانا کھایا ہے (جس سے) طبیعت میں بے چینی پیدا ہوگئی ہے اور شدت کی قے ہونے لگی ہے، (ایسا) پاتا ہے کہ ہر رگ و پوست سے حتیٰ کہ ناخنوں کی رگوں سے بھی مادہ ۶۲ کھینچا اور نکالا جارہا ہے، جب افاقہ ہوا تو دیکھا کہ عدم کو پوری طرح نکال دیا گیا ہے اور ان کمالات کے علاوہ جو کہ اپنی اصل کی طرف لوٹ گئے تھے اور کوئی چیز ظاہر نہیں ہے اپنے آپ کو نہایت نورانی اور لطیف پایا، اس کے بعد دیکھا کہ وہ کمالات جن کے ساتھ بقا عطا کی گئی ہے اپنی اصل کی طرف لوٹنے لگے اور اصل الاصل کے ساتھ جا ملے اور انھوں نے اُس بارگاہ میں اصالت و حقیقت کے طور پر ظاہر ہو کر بے کیف حقیقی اتصال حاصل کرلیا، اس وقت آنا نے جو کہ عدم سے پوری طرح نکل کر اُن کمالات کے ساتھ جا ملی تھی اس جگہ اطلاق پایا اور ظاہر کی مظہر کے ساتھ ایسی نسبت ظاہر ہوئی جیسی نسبت عالمِ خلق کو عالمِ امر کے ساتھ ہے انفعالی کمالات کی نسبت اسی مقام میں ظاہر ہوتی ہے اور بعض دوسرے امور بھی اس جگہ معلوم ہوئے (جن کو) لکھ نہیں سکا انشاء اللہ تعالیٰ جب حاضری کی نعمت سے مشرف ہوگا تو عرض کرے گا۔

مکتوب

مطلوب کی عظمت اور اس کے ادراک سے عاجزی کے بارے میں یہ بھی اپنے پیر بزرگوار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں تحریر کیا۔

عرضداشت: کمترین خادم محمد معصوم آستانۂ عالیہ کے حاضرین کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ اس نواح کے خادموں کے احوال و اطوار حمد کے لائق ہیں، بارگاہِ عالی کے خادموں کی سلامتی کی خوش کن خبریں سننے کا ہمیشہ انتظار رہتا ہے حضوری کی نعمت کے حاصل کرنے کے شوق کو کس طرح واضح کرے اور جدائی کے سوز و گداز کو کس طرح بیان کرے، بیت

درونم خون شد آخر چند جوشم　　　مے اندر آبگینہ چند نوشم

[میرا اندرون خون ہوگیا آخر میں کتنا جوش ماروں، شیشہ میں تو شراب ہے (لیکن) میں کتنی پیوں]

قبلہ گاہی! عجیب معاملہ ہے اور انوکھا ناز و غمزہ ہے، عین آرام میں محرومی اور نفسِ وصل میں

www.maktabah.org

جدائی ہے، پاتا بھی ہے اور نہیں بھی پاتا، اور نہیں جانتا کہ کیا پاتا ہے اور کیا نہیں پاتا، تضاد در تضاد اور تناقض در تناقض ہے، ایک ایسا آرام دیتے اور ایسی لذت عطا کرتے ہیں کہ یہ سالکین ہزاروں لذتوں اور آسائشوں کو ان (احوال) کے بالمقابل ایک جو کے بدلے میں بھی نہیں خریدتے اور ان (احوال) کے عوض ایک کھوٹے سکے میں بھی نہیں لیتے۔ ع

آنجا کہ باشد نقل و مے بیکاری است ایں کارہا

۹۳ [جس جگہ شراب و کباب ہو وہاں یہ سب معاملات بیکار ہیں] اگر عمر اس کے شکر میں صرف کرے تو کچھ بھی ادا نہ ہو اور اگر مدتیں اس کی طلب میں گذارے تو اللہ تعالیٰ کے فضل کی سبقت کے بغیر کچھ حاصل نہ ہو، اس کے باوجود محرومی ہر وقت دامنگیر ہے اور دوری و جدائی ہمیشہ ساتھ ہے۔ بیت

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی را سخن پایاں بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہمچناں باقی

[نہ اس کے حسن کی کوئی انتہا ہے اور نہ سعدی کے کلام کی کوئی حد ہے، استسقا کی بیماری والا پیاسا مر جاتا ہے اور دریا اسی طرح باقی رہتا ہے] کیونکہ مطلوب نہایت تقدیس و رفعت میں ہے اور طالب نہایت پستی نقص میں ہے نہ اس کو اس کے ساتھ کچھ شرکت ہے اور نہ اس کو اس کے ساتھ کوئی نسبت، یہ اس کے ادراک سے عاجز ہے اور اس کا جو کچھ ادراک ہوتا ہے وہ ناتمام ہے پس جب ان دونوں میں کوئی نسبت نہیں پائی جاتی اگرچہ وہ ایک اعتبار سے ہی ہو اور نہ ہی کوئی شرکت پائی جاتی ہے اگرچہ وہ نام ہی کی ہو پس لا محالہ اس کے ادراک کے درک سے عاجز ہونا ہی ادراک ہے اور اس کی معرفت کی کنہ سے جاہل ہونا ہی معرفت ہے اور چونکہ اس معنی کو اپنے ذوق و وجدان سے پایا اور گہری نظر سے سمجھ لیا ہے نہ کہ تکلف و تصنع کے طور پر، تو اس بنا پر جرأت و گستاخی کی، کیا کیا جائے کہ بلند ہمتی ایک ایسے مطلب کو چاہتی ہے کہ ادراک کا ہاتھ اس کے دامن سے کوتاہ ہے کیونکہ جو کچھ اس سے حاصل ہوتا ہے وہ خود وہ نہیں ہے بلکہ اس کی شبیہ و مثال ہے ظل کے ساتھ گرفتاری ماسوا کے ساتھ گرفتاری ہے، اگرچہ بظاہر تو اصل ہے لیکن ظلیت کی آمیزش کے بغیر نہیں ہوگی اور اصل کے گرفتاروں کے لئے ظلیت کا نقطہ بھی بڑا پہاڑ ہے اس لئے مشاہدات سے منہ موڑ کر احدیت صرف کی طرف متوجہ ہے، اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ[1] [میں نے سب سے یکسو ہو کر اپنا منہ اس ذات کی طرف کر لیا جس نے آسمانوں اور زمین کو بنایا اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں]۔

---

[1] سورۃ ۶ آیت ۷۹۔

www.maktabah.org

مکتوب ۸

ارشاد پناہ میر محمد نعمان قدس سرہ کی خدمت میں ظاہر کے اذواق و تلوین اور باطن کی بے رنگی و تمکین کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ میرے مخدوم! بچپن ہی سے اس عاجز کی فطرت میں ایک جوش و جنون ودیعت کیا گیا ہے اور ابتدائے پیدائش ہی سے اس خاکسار کی طینت کو عشق کے خمیر اور جنون کی شراب سے گوندھا گیا ہے لیکن قوت مدرکہ کی کمزوری اور خواہشات طبعی کے غلبہ کے باعث وہ اصل فطرت پوشیدہ چیز کی مانند تھی کبھی کبھی ظاہر ہو جاتی تھی اور اکثر اوقات پوشیدہ ہی رہتی تھی لیکن اس معنی کا یقین اس کے بعد حاصل ہوا اور ہمیشہ اس کے سر سے یہ آواز آتی رہتی ہے، بیت

دل آرامے کہ داری دل در و بند دگر چشم از ہمہ عالم فرو بند

[دل لگا اپنا اپنے دلبر سے آنکھ کر بند سارے عالم سے]

اور یہ حقیقت زمانہ کے گذرنے کے ساتھ ساتھ رفتہ رفتہ ظاہر ہونی شروع ہوئی اور قوی ہونے لگی اور آیہ مبارکہ فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ [اور بیشک اللہ (تعالیٰ) کا گروہ ہی غالب ہے] کے مصداق ان دنوں میں وہ نشئے سرے سے تازہ ہو گیا ہے اور اتنے زور و شور کے ساتھ ظاہر ہوا ہے کہ ایک خاص دیوانگی دماغ میں سما گئی ہے اور ایک تازہ جنون سر میں پیدا ہو گیا ہے۔ مصرع

(حاشیہ: ۶۲ سورہ مائدہ)

در سرم سودائے شیریں دلبرے ست

[میرے سر میں ایک دلکش محبوب کا سودا ہے]

(ع) جُنُوْنِیْ مِنْ حَبِیْبٍ ذِیْ فُنُوْنٍ [میرا جنون ایک ذی فیوض حبیب (اللہ تعالیٰ) کی وجہ سے ہے]

بیت گذشت ست آنکہ چوں افسردہ چند دلم بودے بخواب و خورد خورسند

کنوں دل را زمانِ حق پرستی ست حریفِ عشق را آغازِ مستی ست

[وہ زمانہ گذر گیا جبکہ میرا دل چند افسردہ لوگوں کی طرح سونے اور کھانے میں ہی خوش رہتا تھا۔ اب تو دل کے لئے حق پرستی کا زمانہ ہے اور عشق کے حریف کے لئے مستی کا آغاز ہے] یہی وجہ ہے کہ جب قلم ہاتھ میں لیتا ہے کہ کسی عزیز کو کچھ لکھے اور دعا و توجہ کے لئے درخواست کرے تو اندر سے ایک جوش پیدا ہوتا اور قلم کو کسی دوسری جانب موڑ دیتا ہے۔ بیت

www.maktabah.org

بلے چوں دل گرفتار ہوائے ست ہے دیگر بچشمش اژدھائے ست

[بیشک دل چونکہ ایک (محبوب کی) محبت میں گرفتار ہے (اس لئے) اس کی نگاہ میں کوئی دوسرا ماہ (محبوب) اژدھا کی طرح ہے] اور چند غیر مربوط الفاظ سے خط کو سیاہ کرتا ہے اور متکلم و مخاطب کے وقت اور حال کا لحاظ نہ کرتے ہوئے اکتاہٹ کا باعث ہوتا ہے، بیت

لیلیٰ وموئے مشکبو ہر کس کہ دیدش مو بمو دانند کہ زنجیر از چہ رو در گردنِ مجنوں بود

[لیلیٰ اور اس کے خوشبو دار بالوں کو جب کوئی شخص غور سے دیکھ لیتا ہے تو جان لیتا ہے کہ مجنوں کی گردن میں زنجیر کیوں ہے] پس مخاطبین کو چاہئے کہ براہِ کرم اس قسم کے شوریدہ حال کو معذور رکھیں اور اس کی خامیوں پر نظر نہ کریں' بیچارہ عاشق کیا کرے کہ اسی سے مغلوب ہے اور اسی پر فریفتہ ہے، بیت

مجنونِ عشق را دگر امروز حالت ست کاسلام دینِ لیلیٰ و دیگر ضلالت ست

[عشق کے مجنون کی آج کچھ اور ہی حالت ہے کیونکہ لیلیٰ کی فرمانبرداری ہی اسلام ہے اور باقی سب گمراہی ہے) وہ نہیں جانتا کہ ہر شخص کی آرزو الگ ہے اور ہر آنکھ کی بینائی جدا ہے، ایک جماعت کو دنیا کی جھوٹی زیبائشیں منظور ہیں (تو) ایک گروہ کے پیشِ نظر آخرت کی نعمتیں ہیں (اور) ایک فرقہ کی توجہ مولیٰ تعالیٰ پر ہی لگی ہوئی ہے،

بیت تو وطوبیٰ وما و قامتِ یار فکرِ ہر کس بقدرِ ہمتِ اوست

(تجھ کو طوبیٰ کا شوق ہے اور ہمیں یار کے قد و قامت سے محبت ہے، ہر شخص کی فکر اس کی ہمت کے مطابق ہے]

اب ہم اصل بات شروع کرتے ہیں: عاشق مسکین کبھی وصل پر مغرور ہے اور کبھی فصل (جدائی) پر شیدا ہے، کسی وقت دوست کی مہربانیوں اور عنایتوں پر نظر کرتے ہوئے فخر و مباہات کرتا ہے اور کبھی دوسرے وقت اپنے کردار و اعمال پر نظر کرتے ہوئے دعا و استغفار کرتا ہے اور کبھی اس مقدس بارگاہ کے ساتھ اپنی کمال نامناسبتی کو دیکھتے ہوئے دل گرفتہ اور مایوس ہوتا ہے، بیت

شد مدتے کہ گفت و شنو یا تو رو نداد اے بے نصیب گوشم و لے بے نوا لبم

[ایک مدت ہو گئی کہ آپ کے ساتھ بات کرنے اور سننے کا موقع ہاتھ نہیں آیا میرے کان کیسے بے نصیب ہیں اور میرے لب کیسے بے نوا ہیں) اور بوقتِ نظارہ اپنے شوق اور اس کے اشد شوق کے ساتھ مسرور اور امیدوار ہے' بیت ۶۵

آمادہ گشتہ ام دگر امشب نظارہ را پیوند کردہ ام جگرِ پارہ پارہ را

[آج رات میں دوبارہ نظارہ کے لئے آمادہ ہوا ہوں' میں نے اپنے پارہ پارہ جگر کو پیوند کر لیا ہے] اگر خوش ہے تو اس کے ساتھ خوش ہے اور اگر غمگین ہے تو اس کے ساتھ غمگین ہے۔ بیت

جاناں غمِ خود دواند اندر برِ من من شادیٔ خود فدائے جاناں کردم

www.maktabah.org

[میرا محبوب اپنا غم میرے سینہ میں دوڑاتا ہے، میں نے اپنی خوشی اپنے محبوب پر قربان کردی ہے] مختصر یہ کہ (بندہ) اپنے او پر نظر کرتے ہوئے بعید ہے اور اُس پر نظر کرتے ہوئے قریب ہے، اپنی ذات میں معدوم ولاشے ہے اور اس (اللہ) پر نظر کرتے ہوئے حی وقائم ہے۔ شعر

اِنِّیْ لَاَصَمُّ اِذَا نُوْدِیْتُ بِاِسْمِیْ وَاِذَا نُوْدِیْتُ بِعَبْدِیْ لَاَسْمَعُ

[جب مجھے میرے نام کے ساتھ پکارا جائے تو بیشک میں نہیں سنتا اور جب مجھے میرا بندہ کہہ کر پکارا جاتا ہے تو ضرور سن لیتا ہوں] کبھی قاصد (قصد کرنے والا) ہے اور کبھی مقصود (جس کا قصد کیا جائے) اور طالب بھی ہے اور مطلوب بھی، اسی لئے اس کا قلم مختلف رنگوں کے ساتھ رنگین ہے اور اس کے بیان کی ادائیگیاں سمجھ کے اعتبار سے متضاد ہیں، اس کی عبارتیں پیچ در پیچ اور اس کے معاملات بالکل ہیچ ہیں، اس ہیچ سے کیا کھلے گا اور اس ہیچ سے کیا ہوسکے گا، بیت

بگوے باد آں مہمانِ مارا کہ آخر چند سوزی جانِ مارا

[اے ہوا! ہمارے اس مہمان (محبوب) سے کہہ دے کہ آخر کب تک تو ہماری جان کو جلاتا رہے گا] طالب ہونے کی حیثیت سے گم کرنے والا ہے اور مطلوب ہونے کی حیثیت سے پانے والا ہے کیونکہ اس (مطلوب ہونے کی صورت) میں وہ درمیان میں نہیں ہے اور پہلی (طالب ہونے کی) صورت میں وہ درمیان میں ہے، بیت

بوصلش تارسم صدبار ازپا افگند شوقم کہ نو پروازم وشاخِ بلند ے آشیان دارم

[اس کے وصل تک رسائی سے پہلے میرا شوق مجھ کو سینکڑوں بار گرا دیتا ہے کیونکہ میں نیا نیا اُڑنے والا ہوں اور ایک بلند شاخ پر آشیاں رکھتا ہوں] جاننا چاہئے کہ کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَاْنٍ [ہر روز وہ نئی شان میں ہے] کے بموجب یہ تمام اختلافات اس کی صورت اور ظاہر کے اعتبار سے ہیں اور اس کی حقیقت وباطن اَلْاٰنَ کَمَا کَانَ [اب بھی ویسا ہی جیسا کہ پہلے تھا] کے مصداق تمکین (مستقل) اور یک رنگی کی حالت میں ہے بلکہ تمکین اور یک رنگی سے گذر کر بے رنگی کے ساتھ مل گیا ہے۔ سبحان اللہ۔ چاہتا تو یہ تھا کہ قلم لے کر اپنی کوتاہیوں کی معذرت کرے (لیکن) کوتاہی پر کوتاہی کا اضافہ ہوگیا، اس کا استغفار خود بہت زیادہ استغفار کا محتاج ہے بیت

یک آتش می نشاند از چشمِ خونریز کہ سوئے دیگرش زد آتشِ تیز

[چشمِ خونبار نے ایک آگ کو بجھایا اور دوسری جانب سے تیز آگ بھڑکا دی] کیا کرے کہ اس کا مرض لا دوا ہے اور اس کی بیماری شفا کے ناقابل ہے مَا بِالذَّاتِ لَا یَنْفَكُّ عَنِ الذَّاتِ [جو چیز ذات کے ساتھ ہے وہ ذات سے جدا نہیں ہوتی] کہاں تک طول کلام کرے۔ اور (آپ کے) وقتِ شریف کو ضائع کرے۔ بیت

www.maktabah.org

عمر بگذشت و حدیثِ دردِ ما آخر نشد شب بآخر شد کنوں کوتہ کنم افسانہ را

[تمام عمر گذر گئی اور ہمارے درد کی داستان ختم نہیں ہوئی، رات ختم ہوگئی اس لئے اب افسانہ کو مختصر کرتا ہوں] والسلام علیکم وعلی من لدیکم [آپ پر اور آپ کے پاس والوں پر سلام ہو]۔

۲۶

مکتوب ۹

شیخ عبد اللطیف لشکرخانی کی خدمت میں وعظ و نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ العلی الاعلیٰ کما یحب ربنا ویرضیٰ، والصلوۃ والسلام علی رسولہ محمد المصطفےٰ صاحب قاب قوسین او ادنیٰ وعلی آلہ واصحابہ البررۃ التقی [تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو نہایت اعلیٰ شان والا ہے، ایسی تعریفیں جن کو ہمارا رب پسند فرماتا ہے اور ان سے راضی ہوتا ہے اور اس کے رسول حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر جن کی شان میں قرآن پاک میں قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى (دو کمانوں کا فاصلہ یا اس سے بھی کم) آیا ہے اور آپ کی آل و اصحاب پر جو نہایت نیک و متقی اور پاک ہیں درود و سلام ہو] پس میں تجھ کو رفیقِ اعلیٰ (اللہ تعالیٰ) اور ہدایت کی پیروی کی طرف دعوت دیتا ہوں، بیشک تجھے تیرے رب کی طرف ہی لوٹ کر جانا ہے اور تو جان لے کہ بلاشبہ اس شخص پر عذاب ہوگا جس نے جھوٹ بولا اور حق (تعالیٰ) سے روگردانی کی تو تجھ کو نفس و شیطان اور خواہشات کے ساتھ جنگ کرنی چاہیے پس میں نے تم کو بھڑکتی ہوئی آگ سے ڈرا دیا جس میں وہی شخص داخل ہوگا جو بڑا بدبخت ہے، تجھ کو لازم ہے کہ پرہیزگاری اور تقویٰ اختیار کرے اور مسکینوں اور قرابت داروں پر خرچ کرے اور عنقریب اس متقی شخص کو اس (آگ) سے بچا لیا جائے گا جو کہ اپنا مال خرچ کرتا ہے تاکہ تزکیہ و پاکیزگی حاصل ہو۔ اور دنیا کی زینت کی طرف آنکھیں دراز نہ کر اور اس شخص کی طرف مائل بھی نہ ہو جو ظالم اور گمراہ ہے اور قبروں میں جانے اور بوسیدہ ہونے، اور جنت اور اس کی نعمتوں اور دوزخ اور اس کے عذاب کو مت بھول، اور رات کے وقت جبکہ وہ چھا جائے اور دن میں جبکہ وہ روشن ہو جائے غور و فکر کر، اور اللہ تعالیٰ کے حکموں کی تعمیل میں جلدی کر اور جن چیزوں سے اللہ تعالیٰ نے منع کر دیا ہے ان سے باز رہ، اور اس دن کی شفاعتِ کبریٰ کے لئے کوشش کر جبکہ کسی مرد و عورت کو مال و اولاد کچھ نفع نہ دیں گے۔ بیشک یہ باتیں اس شخص کے لئے نصیحت ہیں جو ڈرتا ہے، اور ایسے قلب سے جو ہدایت سے پھرا ہوا اور خواہشات میں پھنسا ہوا ہے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف شکایت ہے، کیا وہ نہیں جانتا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے

www.maktabah.org

اور اسی کی طرف لوٹ کر جاتا ہے اور بیشک وہ نہایت پوشیدہ اور چھپی ہوئی باتوں کو جانتا ہے۔ پس اس شخص کے لئے خوشخبری ہے جس نے پستی سے بلندی کی طرف متوجہ ہو کر ترقی کی اور راتوں کی تاریکیوں میں اپنے گناہوں پر رویا اور جان لیا کہ بیشک اللہ تعالیٰ ہی کی طرف پہنچنا ہے اور یقیناً وہ عرش پر تجلی افروز ہے، اور مخلوق میں اس کی قدرت کی تاثیر کو دیکھ لیا اور یقین کر لیا کہ بیشک اللہ تعالیٰ ہی مالدار کرتا اور مفلس بناتا ہے اور ہنساتا اور رلاتا ہے اور وہی مارتا اور زندہ کرتا ہے اس وقت وہ اپنے نفس سے فنا ہو گیا اور اپنے رب سے بقا حاصل کرلی پس وہ نہایت قوت والا ہو گیا کہ جس کی نگاہ کبھی نہ بہکی اور نہ اُس نے حد سے تجاوز کیا اور جس کو بہت بڑی مصیبت (قیامت) بھی غمگین نہیں کرے گی اور جس کو پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ جس روز کہ انسان اپنے کئے کو یاد کرے گا اور بیشک اس روز اللہ تعالیٰ اس کو قرب و درجات عنایت فرمائے گا جبکہ دیکھنے والوں کے لئے دوزخ ظاہر کی جائے گی پس اس بارے میں پرہیزگار لوگ رغبت کرتے ہیں اور اچھے لوگ محنت صرف کرتے ہیں۔ والسلام علی من اتبع الهدی والتزم متابعة المصطفیٰ علیه وعلیٰ آله الصلوات العلی الی یوم الجزاء (اور اس پر سلامتی ہو جس نے ہدایت پر عمل کیا اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کو لازم پکڑا آپ پر اور ان کی آل پر قیامت تک اعلیٰ درجہ کی رحمتیں ہوں)۔

مکتوب ۱۰

خواجہ دینار کے نام سرورِ کائنات خیرِ مخلوقات علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی نعت اور آپ کی اتباع پر ترغیب کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ (سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو) دونوں جہان کی سعادت کی متاع سید کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی پر موقوف ہے، اگر دوزخ سے نجات مقصود ہے تو وہ بھی سید الابرار صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت ہی وابستہ ہے اور اگر دار القرار یعنی جنت میں داخل ہونا ہے تو وہ بھی پیشوائے صالحین کے اتباع پر منحصر ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کی رضا کا حاصل ہونا ہے تو وہ بھی رسولِ مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے ساتھ مشروط ہے، توبہ و زہد و توکل اور دنیا سے قطع تعلق کرنا آپ کی متابعت کے بغیر مقبول نہیں ہے اور آپ کے توسل کے بغیر اذکار و افکار و اشواق و اذواق کی امید نہیں کی جاسکتی، انبیاء علیہم السلام آپ کے سرچشمہ آبِ حیات کے ایک پیالے سے سیراب و مستفید ہیں اور اولیاء اللہ آپ کے بے پایاں سمندر کے ایک گھونٹ پر قانع اور

www.maktabah.org

متنوع ہیں، فرشتے ان کے طفیلی اور آسمان ان کی حویلی ہے، وجود کا رشتہ ان کے ساتھ منسلک اور ایجاد کا سلسلہ ان کے ساتھ مربوط اور ربوبیت کا ظہور ان کے ساتھ وابستہ ہے جملہ کائنات ان ہی کے پیچھے ہے اور کائنات کا بنانے والا اللہ تعالیٰ ان کی رضا کا طالب ہے جیسا کہ حدیث قدسی میں آیا ہے، انا اطلب رضاک یا محمد (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں تیری رضا چاہتا ہوں) بیت

نماند بعصیاں کسے در گرو　　　　کہ دارد چنیں سیدے پیش رو

(جس کا امام ایسا سردار ہو وہ شخص گناہوں کے بدلے میں گروی نہ رہے گا) بیت

فان رسول اللّٰہ نور یستضاء بہ　　　　مھند من سیوف اللّٰہ مسلول

(پس بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسا نور ہیں کہ جس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے اور آپ اللہ تعالیٰ کی تلواروں میں سے میان سے نکلی ہوئی ایک ہندی (عمدہ تلوار ہیں) صلوات اللّٰہ تعالیٰ وتسلیماتہ وتحیاتہ سبحانہ علیہ علی آلہ وصحبہ کلما ذکرہ الذاکرون وکلما اغفل عن ذکرہ الغافلون صلوۃ تکون لک رضاء ولحقہ اداء (اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتیں اور سلامتیاں اور نوازشات آپ پر اور آپ کی آل و اصحاب پر ہوں جب تک کہ ذکر کرنے والے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہیں اور جب تک ذکر سے غافل لوگ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل رہیں ایسی رحمتیں جو اس کے لئے رضا کا باعث ہوں اور اس کے حق کی ادائیگی کا ذریعہ ہوں) پس سعادت مند جوانوں اور خوش نصیبوں پر لازم ہے کہ ظاہر و باطن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں کوشش کریں اور جو چیز اس دولت (اتباع رسول) کے منافی ہے اس سے ظاہر اور باطن کی آنکھ بند کر لیں اور یقینی طور پر جان لیں کہ اگر کوئی شخص ہزار ہا فضائل و خوارق رکھتا ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت میں سستی کرتا ہو تو اس شخص کی صحبت و محبت زہر قاتل ہے اور جو شخص کہ ان خوارق و فضائل میں سے کچھ بھی نہ رکھتا ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں ثابت قدم ہو اس کی صحبت و محبت نفع دینے والی تریاق ہے بیت

محال است سعدی کہ راہِ صفا　　　　تواں رفت جز در پے مصطفےٰ

(اے سعدی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے بغیر پرہیزگاری کے راستہ پر چلنا محال ہے) علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات والبرکات العلی۔

مکتوب ۱۱

۶۸

قلیج اللہ خاں کی خدمت میں اُن سوالوں کے جواب میں جو انھوں نے کئے تھے، اُن میں سے

www.maktabah.org

ایک سوال یہ تھا کہ سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ غَضَبِیْ کے بموجب چاہئے کہ اہلِ رحمت اہلِ غضب سے زیادہ ہوں حالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔ دوسرا سوال یہ تھا کہ ایک مختصر عمر کا حساب پچاس ہزار سال میں لینا انصاف سے بعید معلوم ہوتا ہے۔ تیسرا سوال یہ تھا کہ جفَّ القلمُ کے مقتضا کے مطابق اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کو مجبور ماننا پڑے گا۔ چوتھا سوال یہ تھا کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے محبوب ہونے کے باوجود حیرت کی خواہش کیوں کی ہے۔ پانچواں سوال یہ تھا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان یَا لَیْتَ رَبَّ مُحَمَّدٍ لَمْ یَخْلُقْ مُحَمَّدًا [اے کاش کہ محمدؐ کا رب محمدؐ کو پیدا ہی نہ کرتا] کس معنی میں ہے۔ چھٹا سوال یہ تھا کہ میت کی روح کو ثواب پہنچانے کے لئے تیسرے روز کھانا اور پھول دینے کی کوئی اصلیت ہے یا نہیں۔ ساتواں سوال یہ تھا کہ پیرزادوں کا وراثت کے طور پر اپنے باپ کی جگہ سجادہ نشین ہونا جائز ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین واٰلہ اجمعین۔ آپ کے گرامی نامے نے جو کہ چند سوالات اور دلکش اشعار پر مشتمل تھا مشرف کیا، اپنی ناقص سمجھ کے مطابق ہر سوال کے حل میں کچھ لکھا جاتا ہے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ سلامت روی کی توفیق عطا فرمانے والا ہے۔

پہلے سوال کا خلاصہ یہ ہے کہ سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ غَضَبِیْ [میری رحمت میرے غضب پر سبقت رکھتی ہے] کا مقتضا یہ ہے کہ اہلِ رحمت (تعداد میں) اہلِ غضب سے زیادہ ہوں حالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہے کیونکہ گنہگار انسانوں اور جنوں کی تعداد ان دونوں گروہ (انسانوں اور جنوں) کے نیکوں سے زیادہ ہے اور شرع کے مکلف یہی دو گروہ (انسان اور جن) ہیں، پس رحمت کا سبقت لے جانا کس طرح درست ہو سکتا ہے اور اس پر کیا اثر مرتب ہوتا ہے؟ —— جواب: دنیا میں اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی رحمت مومن و کافر دونوں کے شامل حال ہے اور آیۂ کریمہ وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ[1] [اور میری رحمت ہر چیز کو محیط ہے] اس معنی پر دلالت کرتی ہے، اور کل بروز قیامت اللہ تعالیٰ کی رحمت مومنوں کے ساتھ مخصوص ہوگی اور کافر اس سے محروم ہوں گے آیۂ کریمہ فَسَاَکْتُبُهَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ[2]، [پس میں وہ رحمت ان لوگوں کے لئے ضرور لکھوں گا جو مجھ سے ڈرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں] اس مضمون کی شاہد ہے اور رحمت کا غضب پر سبقت رکھنا دنیا میں (مومن و کافر) سب کو شامل ہے اور آخرت میں مومنوں کے ساتھ مخصوص ہے۔ مومنوں کی ایک جماعت جو کہ گناہوں کے کسب کرنے کی وجہ سے غضبِ الٰہی کی مستحق ہو چکی ہوگی ان کو کمال مہربانی اور رحمت سے بخش دیا اور بہشت میں داخل کر دیا جائے گا۔

---

۱ سورۂ اعراف آیت ۱۵۶۔ ۲ سورۂ اعراف آیت ۱۵۶۔

www.maktabah.org

ان کے بارے میں رحمتِ الٰہی غضبِ الٰہی پر سبقت کرے گی۔ اگر غضب پر رحمت کی سبقت نہ ہو تو ہم جیسے گنہگاروں کو دنیا و آخرت میں نجات کی کوئی امید نہ رہے، یہ سبقتِ رحمت ہی کی وجہ سے ہے کہ ہم اسقدر گناہوں کے بوجھ کے باوجود روئے زمین پر چل پھر رہے ہیں اور ہلاک نہیں ہوتے اور قسم قسم کی نعمتوں سے ص۱۹
لذت اندوز ہیں اور کل قیامت کے روز نجات کے امیدوار ہیں۔ اور اگر ہم غضب پر سبقتِ رحمت کا مطلب ان لوگوں کی تعداد کے اعتبار سے لیں جن پر رحمت اور غضب ہوا جیسا کہ سائل کا ذہن اس طرف گیا ہے، تو بھی درست ہے کیونکہ اہلِ رحمت (سے مراد) اہلِ طاعت انسان و جن و تمام فرشتے ہیں اور اہلِ غضب (سے مراد) کافر انسان اور جن ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ فرشتوں کی تعداد انسانوں اور جنوں کی تعداد سے کئی گنا زیادہ ہے اور اہلِ رحمت کو اہلِ طاعت انسانوں اور جنوں کے ساتھ مخصوص کرنا اور ملائکہ کرام کو ان میں شامل نہ کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا کیونکہ یہ سب امرِ الٰہی کے ساتھ مامور اور اہلِ طاعت ہیں لَا يَعْصُونَ اللّٰهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ[1] (اللہ تعالیٰ فرشتوں کو جو کچھ حکم دیتا ہے وہ اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور جس چیز کا ان کو امر کیا جاتا ہے وہ اس کی تعمیل کرتے ہیں) اور جو کوئی بھی امرِ الٰہی کے ساتھ مامور ہے وہ مکلفین میں سے ہے اور مکلفین کا مطلب یہ لینا کہ اس کے افراد میں اہلِ طاعات اور گنہگار (دونوں) ہوں ناقابلِ تسلیم ہے اور اگر اس کو تسلیم بھی کر لیا جائے تب بھی اہلِ تکلیف کا ان دو نوع (انسان و جن) میں حصر (محدود ہونا) مسلم نہیں ہے، بظاہر انسانوں اور جنوں کے علاوہ مختلف اجناس سے اللہ تعالیٰ کے بہت سے بندے ہیں جن میں اہلِ طاعت بھی ہیں اور گنہگار بھی اور وہ اپنے اپنے عمل کی مناسبت سے عذاب و ثواب دیئے جائیں گے۔ جیسا کہ روایات میں آیا ہے اور اہلِ رحمت کی تعداد کا زیادہ ہونا ان کے اندازے کے مطابق ہوگا۔ وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ[2] (اور تیرے رب کے لشکروں کو اس کے سوا اور کوئی نہیں جانتا)

دوسرے سوال کا خلاصہ یہ ہوا کہ قیامت کا دن پچاس ہزار سال کا ہوگا جب تک وہ دن ختم نہ ہوگا کوئی نبی یا غیرِ نبی بہشت میں نہیں جائے گا، ایک مختصر دنیاوی زندگی کا حساب پچاس ہزار سال میں لینا بالخصوص مومنوں کا حساب انصاف سے بعید معلوم ہوتا ہے ——————

جواب: حساب تو بہت تھوڑی مدت میں ہو جائے گا۔ بدور السافرہ میں لکھا ہے کہ اس (قیامت کے) دن میں اعمال کے حساب کا فیصلہ ایک ساعت کی مقدار میں ہو جائے گا اور روایت کیا گیا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے مخلوق کے محاسبہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ جس طرح اُن کو دن کے ابتدائی حصہ میں رزق دیا جاتا ہے اسی طرح ایک ساعت میں اُن کا حساب کر لیا جائے گا، اور تفسیر قاضی بیضاوی

---

[1] سورۃ ٦٦ آیت ٦ ۔ [2] سورۃ ٧٤ آیت ٣١ ۔

www.maktabah.org

میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد وَهُوَ اَسْرَعُ الْحَاسِبِيْنَ[1] کی تفسیر میں مذکور ہے کہ مخلوق کا حساب اتنی دیر میں کر لیا جائے گا جتنی دیر میں بکری کا دودھ دوہا (نکالا) جاتا ہے اور ایک شخص کا حساب دوسرے کے حساب سے مانع نہیں ہوگا اور قیامت کے دن کی اسقدر درازی حضرتِ مالکِ یوم الدین اللہ جل جلالہ کی عظمت و بزرگی وجاہ و جلال اور استغنا (بے نیازی) کی وجہ سے ہے، بزرگوں کے دروازے پر انتظار کرنا ناگزیر ہے، اور یہ انتظار استغنا اور جاہ و جلال کے مطابق ہوگا، اس روز کی سختی و عذاب کی طرح جو کافروں اور فاسقوں کے ساتھ مخصوص ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا[2] (اور وہ دن کافروں پر بہت ہی تنگی کا ہوگا) مقربانِ بارگاہِ الٰہی یعنی انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام و اولیاء و تمام اہلِ طاعت و تقوٰی اس (قیامت کے) روز اُس سختی اور عذاب سے محفوظ ہیں گے۔ لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ[3] (ان کو اس دن کی) بہت بڑی گھبراہٹ غمگین نہیں کرے گی اور ان سے فرشتے ملاقات کریں گے) ان حضرات میں سے بعض عرش کے سایہ میں ہوں گے اور بعض نور کے منبروں پر جلوہ فگن ہوں گے اور بعض کرسیوں پر اور بعض مُشک کے چبوتروں پر اور بعض مسجدوں میں ہوں گے، یہ سب نیک لوگ آراستہ جگہوں میں قربِ الٰہی کی لذت سے لطف اندوز ہوں گے اور جنت کے کھانوں کے خوان اور بہشت کے مشروبات کی صراحیاں ان کو پہنچیں گی جبکہ دوسرے لوگ سختی میں مبتلا ہوں گے اور بعض بہشت میں جائیں گے اور پھر میدان ہائے حشر میں آجائیں گے، اور بعض کے لئے وہ دن اسقدر شدت و درازی کے باوجود فرض نماز کے وقت کی مقدار سے چھوٹا ہو جائے گا اور اگرچہ اہلِ طاعت کے لئے بھی اس روز ایسا وقت آسکتا ہے کہ جس میں وہ خوف زدہ ہو جائیں لیکن ہمیشہ کا خوف و ہراس اور دائمی عذاب و سختی سرکش اور باغی لوگوں کے نصیب ہے، ابرار کا معاملہ چاہے میدان ہائے حشر یا برزخ یا بہشت میں جہاں کہیں بھی ہوں قرب کے درجات میں ہوں گے جو مصیبت بھی ہے وہ گنہگاروں کی جان پر ہے۔

اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ جب تک وہ دن ختم نہیں ہو جائے گا بنی آدم میں سے کوئی شخص بھی خواہ وہ نبی ہو یا غیر نبی جنت میں نہیں جائے گا، عجیب سے ہے۔ آپ نے یہ کہاں سے لکھا ہے؟ ظاہرِ قرآن اور ظاہرِ احادیث سے جو کچھ معلوم ہوتا ہے وہ اس کے خلاف ہے، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِيْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ[4] (بے شک اہلِ جنت اس دن اپنے شغلوں میں خوش دل ہوں گے) اور دیگر ارشاد ہے: اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّاَحْسَنُ مَقِيْلًا[5] (اہلِ جنت کے لئے اس دن بہترین ٹھکانا ہوگا اور دوپہر کے لئے بہترین آرام گاہ ہوگی)۔ اور قاضی بیضاویؒ اس آیہ کریمہ کی

[1] سورۃ ۶ آیت ۶۲ ۔ [2] سورۃ ۲۵ آیت ۲۶ [3] سورۃ ۲۱ آیت ۱۰۳ [4] سورۃ ۳۶ آیت ۵۵ [5] سورۃ ۲۵ آیت ۲۴۔

www.maktabah.org

تفسیر میں لکھتے ہیں" اور روایت کی گئی ہے کہ بلا شبہ اس دن کے نصف حصہ میں حساب سے فراغت ہو جائے گی پس اہلِ جنت جنت میں اور اہلِ دوزخ، دوزخ میں چلے جائیں گے"۔ اور اس بارے میں احادیث بکثرت ہیں ان میں سے بعض ذکر کی جاتی ہیں: بدور السافرہ میں لکھا ہے کہ ابنِ مبارک وطبرانی وابنِ حبان نے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا قیامت کے روز تمام مخلوق کو جمع کیا جائے گا پس کہا جائے گا کہ اس امت کے فقراء کہاں ہیں؟ وہ کھڑے ہو جائیں گے تو اُن سے کہا جائے گا کہ تم نے کیا عمل کیا ہے؟ پس وہ کہیں گے "اے ہمارے رب! تو نے ہمیں آزمائش میں ڈالا تو ہم نے صبر کیا اور تو نے امور کا والی و مختار غیروں کو بنایا"۔ پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم نے سچ کہا تو وہ دوسرے لوگوں سے ایک زمانہ پہلے بہشت میں داخل کئے جائیں گے اور اہلِ مال وجاہ پر ابھی حساب کی شدت باقی رہے گی۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ اس دن مؤمنین کہاں ہوں گے؟ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ اُن کے لئے نور کے منبر رکھے جائیں گے! اُن پر ابر سے سایہ کیا جائے گا اور یہ دن مؤمنوں پر کسی ضیافت کے دن کی ایک ساعت سے بھی چھوٹا ہوگا۔ اور ابن جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سعید الصواف سے روایت کی ہے انھوں نے کہا کہ مجھ کو یہ روایت پہنچی ہے کہ بیشک قیامت کا دن مؤمنین پر چھوٹا کر دیا جائے گا اتنا کہ عصر و مغرب کے درمیانی وقفہ کی مانند ہوگا اور وہ جنت کے باغات میں قیلولہ کریں گے یہانتک کہ لوگ حساب سے فارغ ہو جائیں پس اللہ تعالیٰ کے فرمان اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ یَوْمَئِذٍ خَیْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّاَحْسَنُ مَقِیْلًا ۱؎ (اہلِ جنت کے لئے اس دن بہترین ٹھکانا ہوگا اور دوپہر کے لئے بہترین آرامگاہ ہوگی) کا یہی مطلب ہے۔ اور قیامت کا دن پچاس ہزار سال کا ہونا ہو سکتا ہے کہ کافروں پر اُس دن کی شدت کی وجہ سے ہو۔ قاضی بیضاویؒ نے اللہ تعالیٰ کے قول فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُہٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ۲؎ الآیہ کی تفسیر میں کہا ہے کہ اس دن کی درازی یا تو کفار پر اس دن کی شدت کی وجہ سے ہے یا اس دن میں حالات و محاسبات کی کثرت کی وجہ سے ہے یا یہ کہ وہ حقیقت میں ایسا ہی ہے، اور تفسیر الکواشی میں ہے کہ اس دن کی مقدار کافروں پر اس دن کی شدت کی وجہ سے پچاس ہزار سال ہوگی اور وہ مقدار مؤمن پر فرض نماز کے وقت کے برابر ہوگی اور اسی تفسیر الکواشی میں اللہ تعالیٰ کے ارشاد فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُہٗ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ۳؎ (ایک دن میں جس کی مقدار تمہارے شمار کے مطابق ایک ہزار سال ہے) کی تفسیر میں مذکور ہے کہ یا اس کے معنی یہ ہیں کہ (مخلوق کے) تمام اعمال اور منصوبے قیامت کے دن اس کی طرف لوٹیں گے اور اس دن کی مقدار

۱؎ سورۃ ۲۵ آیۃ ۲۴۔ ۲؎ سورۃ ۷۰ آیۃ ۴۔ ۳؎ سورۃ ۳۲ آیۃ ۵۔

www.maktabah.org

(تمہارے شمار کے مطابق) ایک ہزار سال کے برابر ہوگی" پس اس بنا پر پچاس ہزار سال کے برابر ہونے کے معنی یہ ہیں کہ یہ دن کافروں پر بسبب سخت ہونے کے یہاں تک کہ پچاس ہزار سال طویل ہوگا اور مومنوں پر آسان ہوگا حتی کہ فرض نماز ادا کرنے کے وقت کی برابر ہوگا۔ اور بدور السافرہ میں ہے کہ احمد و ابو یعلی و ابن حبان اور بیہقی نے سندِ حسن کے ساتھ ابو سعید سے روایت کیا ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے اُس دن کے بارے میں دریافت کیا گیا جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے کہ یہ دن کتنا طویل ہوگا؟ آپ نے فرمایا "اُس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ یہ دن مومن پر سہل ہوگا حتی کہ اس فرض نماز سے بھی سہل ہوگا جو وہ دنیا میں پڑھتا ہے" اور ایک روایت میں ہے کہ مومنین پر ظہر و عصر کے درمیانی وقفہ کی برابر ہوگا۔

اور اگر اعتراض کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالی کی نسبت سے کوئی چیز انصاف کے خلاف اور ظلم نہیں ہے اگر وہ تمام مخلوق کو دوزخ میں بھیجدے تو یہ کوئی ظلم نہیں ہوگا کیونکہ یہ اپنی مِلک و مُلک میں اس کا تصرف ہے کسی دوسرے کی مِلک میں اس کی اجازت کے بغیر تصرف کرنا ظلم ہے اور وہ (اللہ سبحانہٗ و تعالی) مطلق طور پر تمام کائنات کا مالک ہے وہ اپنی ملکیت میں جس طرح چاہتا ہے تصرف کرتا ہے اُس سے اس کے کسی فعل کے بارے میں کوئی سوال نہیں کیا جا سکتا اور لوگوں سے ان کے افعال کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

تیسرے[۳] سوال کا خلاصہ یہ ہے کہ حدیث شریف جَفَّ الْقَلَمُ بِمَا هُوَ كَائِنٌ (قلم ہر ہونے والی چیز کو لکھ کر خشک ہو گیا) کے مطابق یہ ہونا چاہیے کہ اللہ تعالی اپنے مقدر کئے ہوئے امور پر مجبور ہوا پس اس طرح کام معطل ہو جائے گا اور نیز كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ[۱] (ہر دن وہ ایک نئی شان میں ہے) يَمْحُو اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَيُثْبِتُ[۲] (اللہ تعالی جس حکم کو چاہتا ہے مٹاتا ہے اور جسے چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے) کے پھر کیا معنی ہوں گے؟ ——— (جواب) جاننا چاہیے کہ حق تعالی نے ازل میں مقدر فرما دیا ہے کہ میں اپنے ارادہ و اختیار سے مختلف اوقات میں ایسا ایسا کروں گا۔ تقدیرِ ازلی کے مطابق حق تعالی ہمیشہ اپنے اختیار کے ساتھ کام میں ہے اور بیکار نہیں ہے اور اس پر کوئی جبر نہیں ہے، یہ تقدیرِ ازلی کہ اپنے اختیار سے کروں گا اختیار کی تائید کرنے والی ہے اس کے منافی نہیں ہے اور جس کتاب میں محو و اثبات (مٹانا اور ثابت رکھنا) ہوتا ہے وہ لوحِ محفوظ ہے اور اس کا محو و اثبات بھی ازل ہی میں مقدر ہو چکا ہے اور قلم خشک ہو چکا ہے۔ اور یہ جو آپ نے لکھا ہے وَعِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ (اسی کے پاس کتاب کا علم ہے) اعتراض کی بنیاد اس آیت مبارکہ پر رکھنا غلطی ہے

[۱] سورت ۵۵ آیت ۲۹ ۔ [۲] سورت ۱۳ آیت ۳۹

www.maktabah.org

قرآن مجید میں وَعِنْدَهٗ اُمُّ الْكِتٰبِ [اور اسی کے پاس ام الکتاب ہے]۔ یا ہم یہ کہتے ہیں کہ قلم کا سورۂ رعد ۱۳ – ۳۹
خشک ہونا ہمارے اعتبار سے ہے کیونکہ ہم زمانہ (وقت) کے گرفتار ہیں اور حق تعالیٰ کہ جس پر زمانہ جاری نہیں ہے ماضی و مستقبل و ازل و ابد اس تعالیٰ شانہٗ کے نزدیک آنِ واحد ہے پس تقدیر و خلق ایک ہی آن میں واقع ہے مقدم و مؤخر ہونے کی اس بارگاہ میں گنجائش نہیں ہے۔

چوتھے سوال کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقامِ محبوبیت حاصل ہونے کے باوجود مقامِ حیرت کی آرزو کیوں کی ہے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ربّ زدنی تحیرًا فیک [اے میرے رب اپنے بارے میں میرا تحیر زیادہ کر دیجئے]۔ ــــــ

(جواب) جاننا چاہئے کہ حیرت، معرفت سے کنایہ ہے اعرفھم باللہ اشدّھم تحیرًا فیہ [اللہ تعالیٰ کی سب سے زیادہ معرفت والا اس کے بارے میں سب سے زیادہ تحیر والا ہوگا] پس زیادتی تحیر کا سوال کرنا زیادتی معرفت کا سوال کرنا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ محبین و محبوبین سب ہی معرفت کی زیادتی کے طالب ہیں۔ یا ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر اس بات کو تسلیم کر لیا جائے کہ معرفت کا حق ادا ہو سکتا ہے اور معرفت کی کوئی انتہا ہے، تو ہو سکتا ہے کہ (زیادتی تحیر کی) اس سوال کے بعد کمالِ معرفت کے ایسے درجے پر پہنچے ہوں جس کے اوپر اور کسی درجے کا تصور نہیں کیا جا سکتا، یا یہ دعا امت کی تعلیم کے لئے ہو۔

پانچویں سوال کا جواب: میرے مخدوم! کمالِ محبت کا مقتضا محب و محبوب کے درمیان سے دوئی کا دور ہو جانا اور بشریت و امکان اور ان دونوں کے احکام سے پوری طرح آزاد ہو جانا ہے کیونکہ جس قدر امکان و بشریت ممکن میں باقی ہے اسی قدر وہ مطلوب کے لئے حجاب ہے اور دوئی سے خالی اور دور ہونا ممکن نہیں ہے چنانچہ شیخ عطارؒ نے فرمایا ہے بیت

نمی بینی کہ شاہے چوں پیمبر   نیافت او فقر کل تو رنج کم بر

[کیا تو نہیں دیکھتا کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسی عظیم ہستی کو کامل فقر (انقطاعِ کلّی) ۔۔۔۔۔۔۔ حاصل نہیں ہوا (اس لئے تو بھی رنجیدہ نہ ہو)] اسی بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہوگا: یَا لَیْتَ رَبَّ مُحَمَّدٍ لَمْ یَخْلُقْ مُحَمَّدًا [کاش کہ محمد کا رب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پیدا نہ کرتا] اور نیز فرمایا لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک [میں تیری ثنا کا احاطہ نہیں کر سکتا تو ویسا ہی ہے جیسا کہ تو نے اپنی تعریف خود کی ہے] اس لئے کہ جس قدر ممکن میں امکان باقی ہے واجب لذاتہ کی کماحقہٗ ثنا کرنے سے عاجز ہے اور چونکہ معروف میں فنا ہونا ہی معرفت ہے پس

www.maktabah.org

معرفت کا حق حاصل نہیں ہوگا چونکہ فنا کا کمال دوئی کا دور ہو جانا ہے جو کہ وجوب ذاتی کو مستلزم ہے اسی لئے (حدیث شریف میں) ما عرفناک حق معرفتک (ہم نے تجھ کو نہیں پہچانا جیسا کہ تیرے پہچاننے کا حق ہے) وارد ہوا ہے۔ یا ہم یہ کہتے ہیں کہ اس حدیث کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہونے میں کلام ہے اور (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا) کلمینی یا حمیراء (اے عائشہ! مجھ سے بات کر) فرمانا کسی قوی کیفیت ورود کے وقت ہے کیونکہ وجود اس کو برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتا اور اس وقت چاہتا ہے کہ اپنے آپ کو دوسرے امور میں مشغول رکھے تاکہ اس بارے کچھ دیر کے لئے ہلکا ہو جائے اور تباہی و بربادی میں نہ پڑ جائے۔ حضرت مولوی رومی فرماتے ہیں۔ بیت

این تکلفہائے من در شعر من 	کلمینی یا حمیرائے من است

(میرے اشعار میں جو میرے تکلفات ہیں یہ میرے لئے کلمینی یا حمیرا کا مصداق ہیں)

منقول ہے کہ حضرت عبداللہ اصطخری سگ بانوں کے ہمراہ سیر و تفریح کے لئے صحرا میں جاتے تھے تاکہ کچھ دیر اپنے وجود کے بارے آرام حاصل کر لیں۔

چھٹے سوال کا حاصل یہ ہے کہ میت کی روح کو (ثواب) پہنچانے کے لئے تیسرے یا دسویں روز کھانا کھلانا اور تیسرے روز پھول دینا کہاں سے ثابت ہے ——— (جواب) میرے مخدوم! کسی رسم اور ریا (دکھاوے) کے بغیر اللہ تعالیٰ کے لئے کھانا کھلانا اور اس کا ثواب میت کو بخشنا بہت اچھی بات اور بڑی عبادت ہے لیکن وقت معین کرنے کی کوئی قابل اعتماد اصل ظاہر نہیں ہوتی اور تیسرے روز مردوں کو پھول دینا بدعت ہے البتہ عورتوں میں سوگ کو دور کرنے کے لئے تیسرے روز کوئی خوشبو لانا روایتوں میں آیا ہے کیونکہ میت کی منکوحہ کے علاوہ باقی رشتہ داروں میں سے کسی کو تین دن سے زیادہ سوگ کرنا شرعاً جائز نہیں ہے پس تیسرے روز خوشبو لائیں تاکہ میت کی منکوحہ کے علاوہ باقی عورتیں سوگ ختم کریں۔

ساتویں سوال کا خلاصہ یہ ہے کہ "آپ نے اُن پیرزادوں کے بارے میں پوچھا ہے جو وراثت کے طور پر باپ کی جگہ سجادہ نشین ہو جاتے ہیں اور لوگوں کو مرید کرتے ہیں" ———

(جواب) میرے مخدوم! ایسے باپ کی جانشینی کے لئے جو کہ مقتدا پیر ہو معنوی وراثت ہونی چاہئے جو کہ معنوی ولادت سے وابستہ ہے جس سے مراد باپ کے کمالات کے ساتھ متحقق ہونا ہے۔ ظاہری ولادت کا نتیجہ ظاہری وراثت ہے جو کہ باپ کے مال و متاع کا حاصل کرنا ہے نہ کہ معنوی وراثت کا حاصل کرنا جو کہ ارشاد و تکمیل ہے پس محض ولادتِ صوری کی وجہ سے ولادتِ معنوی میں دخل دینا خطرناک ہے،

www.maktabah.org

رسمی پیری و مریدی سے کوئی کام نہیں بنتا۔ اور آپ نے لڑکے (نابالغ) کے بارے میں جو سوال کیا تھا (اس کا جواب یہ ہے کہ) اگر کوئی کامل اپنی فراستِ باطنی سے یہ معلوم کر لے کہ اس بچے سے بالغ ہونے کے بعد اس معاملہ کا انتظام ہو جائے گا اور وہ معنوی وراثت حاصل کرے گا اور لوگوں کو اس سے بیعت کرا دے اور اس بچے کو اپنا جانشین بنا دے تو گنجایش ہے، والسلام علیکم (اور آپ پر سلامتی ہو)۔

مکتوب ۱۲

خواجہ مومن جذبی کے نام فنا و عدم اور وجودِ فنا و وجودِ عدم کی تحقیق اور ان کے درمیان فرق کے بارے میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغِ دعوات کے بعد کمالات انتساب خواجہ محمد مومن جذبی کی خدمت میں عرض ہے کہ آپ کے مکتوب گرامی کے مطالعہ سے شاداں و مسرور ہوا، اس میں درج تھا کہ حضرت صاحبزادۂ کلاں نے مجھ کو ایک بشارت لکھی ہے تو بھی اس بارے میں متوجہ ہو کر کچھ تحریر کر۔ میرے مخدوم! جس بارے میں کہ انھوں نے تحریر فرمایا ہے اس امر میں کسی دوسرے کو لکھنے یا توجہ کرنے کی کیا ضرورت ہے، جو شخص کہ قطب الاقطاب حضرت مجدد الفِ ثانی قدس اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس کی خدمت و صحبت میں صدقِ دل سے پہنچا ہے اس قسم کا امر اور دوسرے امور جو کہ آپ نے لکھے اور ان کے صحیح و غیر صحیح ہونے کے بارے میں دریافت فرمایا ہے اس کے حق میں کیا بعید ہیں، آپ خود بھی، حضرت عالی (مجدد الفِ ثانی قدس سرہ) کے مقبولین میں سے ہیں آپ کے بارے میں اس سے بھی زیادہ کی توقع کی جاتی ہے، ہمت کو بلند رکھیں اور اوقات کو (اذکار و اشغالِ سلسلہ سے) آباد رکھیں، جن بعض چیزوں کے متعلق آج پردہ نہیں اٹھایا گیا ہے امید ہے کہ کل کو ان کے چہرہ سے پردہ اٹھا دیا جائے، کثرتِ قبض کے باعث دل تنگ نہ ہوں بطریق کمال بسط و لقا (مشاہدہ) کا مقام آگے آنے والا ہے، امیدوار رہیں فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا (پس بیشک تنگی کے ساتھ کشادگی ہے بیشک تنگی کے ساتھ کشادگی ہے) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ایک تنگی دو آسانیوں پر ہرگز غالب نہیں ہوگی۔

اِن دنوں فنا و عدم کے معنی کی تحقیق اور دونوں میں فرق کے بارے میں ایک توضیح تحریر کی گئی تھی جس کا جاننا اس راستہ کے طالب کے لئے ضروری ہے، چونکہ وہ آپ کے مطلب کے ساتھ ایک طرح کی مناسبت رکھتی ہے (اس لئے) اس کو بھی اس مکتوب میں درج کر دیا ہے غور سے سُنیں:۔

www.maktabah.org

عدم جو اس سلسلۂ عالیہ کے اکابر کی عبارتوں میں آتا رہتا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ جو اسم الٰہی جل سلطانہٗ عارف کا مبدأ تعین ہے اس اسم الٰہی کی ہستی کا پردوں کے پیچھے سے سالک کی قوتِ مدرکہ پر جذب و محبت کی راہ سے اس طرح وارد ہوتا ہے کہ سالک کی ہستی اس کے پہلو میں چھپ جائے اور سالک اپنے آپ کو اور اپنی صفات کو گم کردے اور نہ پائے۔ اور وجودِ عدم سے مراد اس ہستی (اسم الٰہی) کے ساتھ متحقق ہونا ہے یعنی (وجودِ عدم سے مراد) وہ بقا اور بقا ہے جو کہ عدم پر مترتب ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ وجودِ عدم سے مراد حالتِ عدمیہ کے ساتھ متحقق ہونا ہو یعنی سالک میں صفتِ عدم کا پیدا ہونا اور یہ عدم اور وجودِ عدم پہلے معنی کے لحاظ سے جذبہ کی جہت میں فنا و بقا ہے اس ظہور کو دوام نہیں ہے پس جو فنا و بقا اس پر مترتب ہوگی وہ بھی دائمی نہیں ہوگی اور وجودِ بشریت کی طرف عود کرنے سے محفوظ نہ ہوگی جب تک وہ ظہور کا تن (ہو رہا) ہے سالک کی ہستی پوشیدہ ہے اور جب وہ ظہور پوشیدہ ہو جائے گا بشریت کا وجود لوٹ آئے گا۔

فنائے حقیقی سے مراد عارف پر مطلوب کی ہستی کا غالب آنا ہے کہ عارف اپنے اخلاق و اوصاف کو مطلوب کے اخلاق و اوصاف کا پرتو پائے یہاں تک کہ اپنے سب اخلاق و اوصاف کو اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کی پاک بارگاہ میں پوری طرح حوالہ کردے اور ہر قسم کے انتسابات سے خالی ہو جائے اور کوئی نسبت بھی اس کی طرف راہ نہ پائے۔ وجودِ فنا اس بقا سے عبارت ہے جو اس فنا پر مترتب ہوتی ہے اور (سالک) ولادتِ ثانیہ کے ساتھ وہبی وجود سے موجود ہو جاتا ہے، اس فنا اور بقا کے لئے دوام لازم ہے اور وجودِ بشریت کی طرف عود کرنے سے محفوظ ہے۔ پہلی صورت میں سالک کا پوشیدہ ہو جانا ہے اور دوسری صورت میں سالک کا نفی ہونا ہے اور ان دونوں میں بہت زیادہ فرق ہے اس لئے کہ چھپی ہوئی چیز کبھی کبھی ظاہر ہو جاتی اور عود کر آتی ہے اور جو چیز زائل ہو گئی وہ عود نہیں کرتی، پہلی قسم کی فنا مقصود نہیں اور ولایت اس سے وابستہ نہیں ہے اور دوسری قسم کی فنا مقصود ہے اور ولایت اس کے ساتھ مشروط ہے، بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ طالب پہلی قسم کی فنا کو دوسری قسم کی فنا کے ساتھ خلط ملط کر دیتا ہے اور خود کو وجودِ عدم کے ساتھ حقیقی فانی تصور کرتا اور کامل جانتا ہے اور اس کو اس فرق کی طرف ہدایت حاصل نہیں ہوتی اور یہ مقام بھی منجملہ ان مقامات کے ہے جن میں سالک کا قدم ڈگمگا جاتا ہے، اس حالت میں اللہ تعالیٰ جل سلطانہٗ کی عنایت سے ایسا پیر کامل و مکمل ہونا چاہئے جو کہ جذبہ و سلوک دونوں طریقوں سے تربیت پا کر اس راستہ کی انتہا تک پہنچا ہوا ہو تاکہ اس بیچارے بے دست و پا کو اس گرداب سے نجات دلائے اور اس کے نقص کی نشاندہی کرے اور فنائے حقیقی کی طرف رہنمائی کرے۔ ف۵

اگر کہیں کہ جب مطلوب کی ہستی کا ظہور دونوں صورتوں میں ہوتا ہے تو پھر ایک صورت کو

www.maktabah.org

دوام کیوں ہوگا اور دوسری صورت کو دوام کیوں نہیں ہوگا اور ایک صورت عارف سے انتسابات کا ازالہ اور ولایت کا اثبات کیوں کرتی ہے اور دوسری صورت ایسا کیوں نہیں کرتی؟ (اس کے جواب میں) ہم کہتے ہیں کہ پہلی صورت میں جس کو کہ عدم سے تعبیر کرتے ہیں طالب ابھی تک مطلوب سے واصل نہیں ہوا اور چونکہ اس کا جذبہ سلوک میں ضم نہیں ہوا اور اس نے مقامِ قلب سے ترقی نہیں کی اور قلب کے مقلِّب (اللہ تعالیٰ) کے ساتھ واصل نہیں ہوا (اس لئے) وہ حجابات درمیان میں رکھتا ہے لیکن جذبہ و محبت کے راستہ سے اندراج النہایت فی البدایت (ابتدا کے انتہا میں درج ہونے) کے طریق پر مطلوب کا پَرتو پردوں کے پیچھے سے اس کے باطن پر چمکتا ہے اور اس کو اپنے آپ سے بے خود کر دیتا ہے اور چونکہ پردے درمیان میں ہیں اس لئے یہ فنائیت دوام قبول نہیں کرتی اور وجودِ بشریت کی طرف عود کرنے سے محفوظ نہیں ہوتی، اور ظہور پردے کے اندر ہوتا ہے۔ اور نیز چونکہ ظاہر مطلوب کے ظلال میں سے ایک ظل اور اس کے نمونوں میں سے ایک نمونہ ہے نہ کہ عینِ مطلوب، اور ظل و نمونہ کو اس قدر قوت نہیں ہے کہ سالک کے اوصاف و انتسابات کو سلب کر سکے اور فنائے حقیقی تک پہنچا سکے پس سالک اس وقت میں اپنے اوصاف و منتسبات سے باہر نہیں ہوتا اور حقیقی فنا تک نہیں پہنچتا، اور ولایت چونکہ جذبہ و سلوک کے مجموعہ کے ساتھ وابستہ ہے نہ کہ محض جذبہ کے ساتھ، اس لئے ولایت کا نام اس پر صادق نہیں آتا اور دوسری صورت میں عارف قلب کے مقام سے نکل کر مقلِّبِ قلب (حق تعالیٰ) کے ساتھ جا ملتا ہے اور جذبہ و سلوک کے کام کو انجام تک پہنچا کر مقصود کو بے حجاب اپنی آغوش میں کھینچ لیتا ہے لازمی طور پر ۲۶
اس کے حق میں ظہور دائمی ہے اور عودِ مذکور سے محفوظ ہے کیونکہ کوئی پردہ درمیان میں نہیں رہا ہے کہ جس سے محجوب ہونا متصور ہوتا اور چونکہ وہ وجود و کمالات جو ممکن کے ساتھ منسوب ہیں مطلوب کے وجود و کمالات کے ظلال ہیں کہ جن کو ممکن نے مطلوب سے غیبت (پوشیدگی) کے وقت اپنے کمالات سمجھ لیا تھا اور امانت میں خیانت کی تھی اس لئے برابری کا دعویٰ ظاہر کیا تھا اور اصل کے ظہور کے وقت ظل کو محو اور لاشے ہونے اور اصل کے ساتھ مل جانے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے (اس لئے) عارف بھی اس وقت ظلال کو اصل کے حوالہ کر کے اور تمام انتسابات سے خالی ہو کر صحرائے عدم کی طرف اپنا سامان لے جائے گا اور حقیقی فنا سے مشرف ہو کر اس فنا و بقا کے ساتھ جو اس پر مترتب ہوتی ہے ولایت کا نام اپنے اوپر درست کرے گا اور یہ عاریتی دیا اور اصل کے سپرد کرنا تجلّیِ صفات سے تعلق رکھتا ہے اور اس کا کمال تجلّیِ ذات کے ساتھ وابستہ ہے کیونکہ ہر مقام کی تکمیل اس مقام سے گذر جانے پر موقوف ہے۔

www.maktabah.org

مکتوب ۱۳

حافظ محمد شریف کے نام، مطلوب (حق تعالیٰ) کی عظمت اور اسم مبارک اللہ کی بزرگی کے بارے میں تحریر فرمایا۔

حضرتِ حق سبحانہ وتعالیٰ آپ کو کمال کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز فرمائے۔ اے شفقت آثار! مطلوبِ حقیقی چونکہ تصور و فہم سے بالاتر ہے اور فکر و عقل سے ماوراء ہے، اس مقدس بارگاہ میں معرفت، عدمِ معرفت ہے اور علم، جہل ہے۔ جب وہ جلوہ فرماتا ہے بیچارہ طالب عدم کا رُخ کرتا ہے۔ بیت

گیرم کہ بغمخانۂ ما یار خرامد ۔۔۔ کو حوصلہ وطاقتِ دیدار کہ دارد

[میں مانتا ہوں کہ ہمارے غمخانۂ دل میں محبوب خوش خرام ہے لیکن اس کے دیدار کا حوصلہ وطاقت کس کو ہے] پس اس کا طالب سوائے اس کے کہ ہجر کے ساتھ قرار پکڑے اور ناامیدی سے آرام حاصل کرے اور کوئی چارہ نہیں رکھتا۔ بیت

عاشقاں را نصیب از معشوق ۔۔۔ جز خرابی وجاں گدازی نیست

[عاشقوں کو معشوق سے سوائے خرابی اور جان کو پگھلانے کے اور کچھ نصیب نہیں ہے] اور وجودِ موہوب کے بعد اگر اس کو علم و شعور میں واپس لے آئیں تو وہ مطلوب کو اپنی استعداد اور دریافت کے مطابق پائے گا اور اپنے حوصلہ وطاقت سے زیادہ بھاگ دوڑ نہیں کرے گا کیونکہ مقید اگرچہ اپنے گمان میں تمام قیود سے آزاد ہو جائے وہ پوری طرح آزاد نہیں ہو سکتا پس نایافت (نارسائی) ہر وقت اس کی دامنگیر ہے اور ناامیدی ہمیشہ اس کا نقدِ وقت ہے۔ بیت

ہمہ صبحِ وصل جویاں من و شامِ ناامیدی ۔۔۔ کہ سیاہ بختِ ہجرم شبِ من سحر ندارد

(تمام لوگ وصل کی صبح کو ڈھونڈتے ہیں (لیکن) میرا حصہ شامِ ناامیدی ہے کیونکہ میں ہجر کا مارا ہوا سیاہ بخت ہوں (اس لئے میری رات کی صبح نہیں ہوتی)۔ دردمند عاشق کے لئے آرام نہیں ہے اور وہ کسی قسم کا بھی قرار نہیں رکھتا اور دوری کی آگ سے اس کا سینہ ہمیشہ جلتا رہتا ہے اور وہ جدائی کے غم سے ہمیشہ زخمی جگر رہتا ہے۔ جب محبوبوں کے سردار سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم دائمی حزن اور متواتر فکر کے ساتھ موصوف ہوں پھر دوسروں کا تو ذکر ہی کیا ہے، اور ظلال واعتبارات کے ساتھ آرام حاصل کرنا اُس پاک ذات کے ساتھ آرام حاصل کرنا نہیں ہے جو ذات سے محبت کرنے والا اس (ظلال واعتبارات) کے ساتھ خوش نہیں ہوتا۔

اور اُس ذات (جل سلطانہ) کا بزرگ نام لفظ مبارک "اللہ" ہے گویا کہ یہ اپنے مسمّٰی کے عدمِ دریافت (نہ پانے) کی نشاندہی کرتا ہے، معرفہ کا لام چونکہ الٰہ کے لام کے ساتھ مل کر اُس میں مدغم اور لاشئے ہو گیا ہے

www.maktabah.org

اور وہی اللہ کا لام باقی رہ گیا ہے شاید کہ اس ضمن میں اس طرف اشارہ ہے کہ جب معرفت اس پاک ذات (جل شانہٗ) کے ساتھ منتہی ہو جاتی ہے اور فانی و مستہلک ہو جاتی ہے تو معروف (حق تعالیٰ) کے سوا بغیر کمی و بیشی کے کچھ باقی نہیں رہتا اور جب معرفت نہ رہی تو عارف بھی عدم سے جا ملا کیونکہ علم کو عالم کے ساتھ اتحاد ہے، اس اسم مبارک (اللہ) کی عظمت ہی سے ہے کہ اکابر علما اس میں حیران و متحیر رہ گئے اور اس کی کنہ (حقیقت) تک نہیں پہنچ سکے تو اس کے مسمّٰی کی کنہ تک کس طرح پہنچ سکتے ہیں۔ مصرع

چو نام این ست نام آور چہ باشد

(جب نام یہ ہے تو نام والا کیسا ہوگا) ایک جماعت کہتی ہے کہ یہ اسم (اللہ) سریانی (زبان کا لفظ) ہے اور ایک دوسری جماعت اس پر ہے کہ یہ عربی نام ہے اور اس کے عربی لفظ ہونے کی صورت میں بعض کے نزدیک یہ لفظ جامد ہے اور بعض کہتے ہیں کہ مشتق ہے اور اگر مشتق ہے تو یہ تحقیق کے ساتھ معلوم نہیں ہے کہ اس کا مادہ اَلَہَ لام کی فتح (زبر) سے ہے جو کہ عَبَدَ کے معنی میں ہے یا اَلِہَ لام کی کسرہ (زیر) سے ہے جس کے معنی تحیّر کے ہیں یا اَلِھْتُ اِلٰی فُلَانٍ سے ہے، اَی سَکَنْتُ اِلَیْہِ (مجھے فلاں شخص سے سکون حاصل ہوا) یا اَلِہَ سے جبکہ وہ کسی ایسے امر سے ڈر جو اس کو پیش آیا، یا اَلِہَ الْفَصِیْلُ سے ہے اِذَا اُوْلِعَ بِاُمِّہٖ (یعنی اونٹنی کا بچہ جو اپنی ماں سے جدا ہو گیا ہے جبکہ وہ اپنی ماں کا والہ و شیفتہ ہو جائے) یا وَلِہَ سے جبکہ متحیر اور مخبوط (بدحواس) ہوا، مشتق ہے اور ایک جماعت کہتی ہے کہ اس کی اصل لاہ ہے مصدر لَاہَ یَلِیْہُ لَیْہًا جبکہ وہ پوشیدہ اور مرتفع (دور) ہو جائے اور بعض علما اس پر ہیں کہ یہ اسم عَلَمِ ذات ہے اور بعض اس پر ہیں کہ اصل میں صفت ہے جو ذات تعالیٰ پر غالب آ گئی ہے اور اسم عَلَم کا حکم اختیار کر لیا ہے جیسا کہ الثریا۔ مختصر یہ ہے کہ اس (اسم) کی بزرگی اور اس کی حقیقت کو نہ پانا اس کے مسمّٰی کی بزرگی اور اس کی عدم یافت کی دلیل ہے۔ بیت

اللہ چہ لفظ یا چہ نام است کو ورد زبانِ خاص و عام ست

(اللہ کیا (اچھا) لفظ یا کیسا (اچھا) نام ہے کہ یہ ہر خاص و عام کے ورد زبان ہے)

مکتوب ۱۴

بعض نصیحتوں کے بارے میں جو کہ اس راستہ کے طالب کے لئے لازمی ہیں اور نماز کے کچھ کمالات کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اِسْتَجِیْبُوْا لِرَبِّکُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَہٗ

www.maktabah.org

مِنَ اللّٰہِ مَا لَکُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ یَّوْمَئِذٍ وَّمَا لَکُمْ مِّنْ نَّکِیْرٍ ۱؎ (اپنے رب کا حکم مان لو قبل اس کے کہ وہ دن آپہنچے جس کے ٹلنے کی کوئی صورت اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہے۔ نہ تم کو اس دن کوئی پناہ ملے گی اور نہ تمہارے بارے میں (اللہ تعالیٰ سے) کوئی روک ٹوک کرنے والا ہوگا)۔

آپ نے جو مکتوب گرامی برادرم مولانا محمد حنیف کے ہمراہ بھیجا تھا اور گوشہ گمنامی کے گمنام کو یاد کیا تھا اس کے مطالعہ نے بہت زیادہ مسرور کیا۔ اور چونکہ آپ کا یہ خط مطلوب بے مثال کے شوق اور گرمیٔ طلب کی خبر دینے والا تھا مزید خوشی کا باعث ہوا۔ یہ کسقدر نعمت ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ ایسے وقت میں جو کہ آخری زمانہ ہے اپنی پاک بارگاہ کا سودا کسی بندے کے سر میں پیدا کرے اور اپنی محبت کی آگ اس کے باطن میں روشن کرے اور اس کو ہجر کے سوز سے سرفراز کرے، اس نعمت عظمیٰ کا شکر بجا لانا اور اس بخشش کا احسان ماننا چاہئے اور کمر ہمت کو مضبوطی سے کس کر ھَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ ۲؎ (کیا اور بھی ہے) کہتے ہوئے اس کیفیت کی زیادتی کا متلاشی ہونا چاہئے اور نگاہِ انتظار اس بات پر رکھنی چاہئے کہ یہ مذکورہ سودا جنون کی حد تک پہنچ جائے اور مطلوب کے ماسوا سے بیگانہ کر دے اور فضول کاموں کی کشمکش سے رہائی دے اور محبت کے شعلے سے انانیت (میں پن) کے مینارہ کو جو کہ نفسِ امارہ کی سرکشی کی بلندی کی وجہ سے قائم ہے پوری طرح جلا دے تاکہ لازوال کمال کے انوار سے نورانیت وضیا ظاہر ہو، لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ ۳؎ (اگر تم شکر کرو گے تو میں تم کو اور زیادہ دوں گا)۔

اے سعادت آثار! جب آپ کو ان اکابر کے طریقہ کا شوق حاصل ہوا ہے تو چاہئے کہ اس سلسلہ عالیہ کے شرائط وآداب میں حتی الامکان کوشش کریں اور سنت کا اتباع اور بدعت سے کنارہ کشی لازم پکڑیں کہ اس راستہ کا انحصار اسی پر ہے اور اقوال وافعال واخلاص میں دیندار علما کے فتویٰ کے مطابق زندگی بسر کریں اور صالحین کے عادات واطوار کو اپنا شعار بنائیں اور فقراء کو دوست رکھیں اور سونے، کھانے اور بات کرنے میں اعتدال کی حد کو مدِ نظر رکھیں اور جہاں تک ہو سکے صبح بہت سویرے (تہجد کے وقت) اٹھنے کو ترک نہ کریں اور اس وقت کی نماز واستغفار وگریہ وزاری کو غنیمت جانیں اور نیک لوگوں کی صحبت کی رغبت رکھیں، دین المرء دین خلیلہ (آدمی کا دین وہی ہوتا ہے جو اس کے دوست کا ہوتا ہے) (کا مقولہ) آپ نے سنا ہوگا۔

اور جاننا چاہئے کہ آخرت کے طالب کو دنیا ترک کے بغیر چارہ نہیں ہے اگر حقیقی ترک میسر نہ ہو تو حکمی ترک ضروری ہے تاکہ نجات کی امید پیدا ہو۔ اور حکمی ترک سے مراد یہ ہے کہ چرنے والے اموال اور چرنے والے
جانوروں اور تجارت کے مال میں سے زکوٰۃ جس کی مقدار شرع (حدیث وفقہ) کی کتابوں میں مفصل مذکور ہے ۹؎
اللہ تعالیٰ کا احسان مانتے ہوئے اس کے مصارف میں دیں، اور صلہ رحم، پڑوسی، اور سوال کرنے والے

۱؎ سورۃ ۴۲ آیت ۴۷۔ ۲؎ سورۃ ۵۰ آیت ۳۰۔ ۳؎ سورۃ ۱۴ آیت ۷۔

www.maktabah.org

اور قرض مانگنے والے کے حق کی رعایت کریں اور مال کو بیجا خرچ نہ کریں اور اس میں فضول خرچی نہ کریں اور اس (مال) کو لہو و لعب، زینتِ خلق اور تفاخر و تکاثر کا ذریعہ نہ بنائیں۔ جب اس پر عمل کیا جائے گا تو مال نقصان و ضرر سے محفوظ رہے گا اور دنیا آخرت کے ساتھ جمع ہو جائے گی بلکہ وہ دنیا نہیں رہے گی۔

اور نیز جاننا چاہیے کہ نماز دین کا ستون ہے اگر اس کو قائم کر لیا تو دین کو قائم کر لیا اور اگر اس کو گرا دیا تو دین کو گرا دیا۔ پس چاہیے کہ نماز کو اس کے مستحب اوقات میں اس کے شرائط و آداب کے ساتھ جو کہ فقہی کتابوں میں مذکور ہیں باجماعت ادا کریں اور کوشش کریں کہ تکبیرِ اولیٰ مل جائے اور پہلی صف میں جگہ پائیں اور ان امور (آداب) میں سے کسی ایک امر کے ترک پر غم و افسوس کیا کریں، کامل نمازی اس (نماز) کے ادا کرتے وقت گویا دنیا سے جو کہ قرب کی دولت سے بہت کم حصہ رکھتی ہے اور جو کچھ حصہ رکھتی ہے وہ بھی قربِ ظلی ہے نکل جاتا ہے اور آخرت کے ساتھ جو کہ قربِ اصلی کی جگہ ہے مل جاتا ہے اور جو دولت اس عالم کے ساتھ وابستہ ہے اس سے مناسبت حاصل کر لیتا ہے اور حیرت و فراق کی وادی کے پیاسے اس عالم میں نماز کے صاف و شیریں چشمے سے مانوس اور سیراب ہیں اور بارگاہِ جلال و کبریائی کے شیدائی آج اس کی محفلِ عروسی کے سراپردہ میں وصال کی خوشبو سے مدہوش ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب بندہ نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو اس کے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اس کے اور اس کے رب کے درمیان سے حجابات اٹھا دیئے جاتے ہیں اور حورعین اس کا استقبال کرتی رہتی ہے جبتک کہ رینٹھ نہ پھینکے۔ اور اس طریقہ کے کسی کامل و مکمل شیخ کی صحبت میں پہنچنے تک (اپنے) اوقات کو تلاوت (قرآن مجید) اور طاعات کے معمولات و اوراد میں جو احادیث کی معتبر کتابوں سے ثابت ہیں بسر کریں، اس قسم کے بعض اوراد و اعمال کے معمولات کو اس فقیر نے جمع کیا ہے غالباً ملا محمد حنیف کے پاس ہوں گے۔ اور اپنے اکثر اوقات کو کلمۂ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کی تکرار کے ساتھ معمور رکھیں کہ یہ باطن کی پاکیزگی کے لئے کامل اثر رکھتا ہے اور اس کلمۂ مبارک کی ایک معین تعداد کو ورد بنالیں تو اس کی بھی گنجائش ہے اور طہارت (وضو) کے ساتھ اور بے طہارت (بے وضو یعنی ہر حالت میں) پڑھتے رہیں اور ان اکابر (صوفیائے کرام) کی محبت کو سعادت کا سرمایہ جانیں اور کام مدار اسی پر جانیں ؎

دادیم ترا ز گنجِ مقصود نشان گر مانہ رسیدیم تو شاید برسی

(ہم نے تجھ کو گنجِ مقصود کی نشان دہی کر دی ہے، اگر ہم نہیں پہنچے تو شاید تو پہنچ جائے) سلامتی ہو تم پر اور اُن تمام لوگوں پر جنھوں نے ہدایت کی پیروی کی اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وعلی جمیع الانبیاء والمرسلین والملائکۃ وسائر الصالحین کی پیروی کا التزام کیا۔ آمین۔

www.maktabah.org

مکتوب ۱۵

میر ضیاء الدین حسین کی خدمت میں اس بارے میں تحریر فرمایا کہ اس راستہ کا سب سے بڑا حجاب طالب کا نفس ہے۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی (سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہے) انت الغمامۃ علی شمسک (تو خود ہی اپنے سورج پر بادل ہے) طالب و مطلوب کے درمیان سب سے بڑا حجاب طالب کا نفس اور اس کا اپنے ارادوں اور تدبیر کے ساتھ مشغول ہونا ہے۔ مصرع

در تو یک یک آرزو ابلیسِ تست

(تیرے اندر کی ایک ایک خواہش تیرا ابلیس (شیطان) ہے) دع نفسک وتعال (اپنے نفس کو ترک کر اور آجا) مصرع

با مارِ سیہ نشیں و با خود منشیں

(کالے سانپ کے ساتھ بیٹھ مگر اپنے نفس کے ساتھ مت بیٹھ) والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۶

میر معصوم کے نام، اس بارے میں تحریر فرمایا کہ صوفی کائن بائن ہوتا ہے۔

سلام علیکم طبتم فادخلوھا خالدین (تم پر سلامتی ہو اور تم خوش رہو پس اس (جنت) میں ہمیشہ رہنے کے لئے داخل ہو جاؤ) قل اللہ ثم ذرھم (آپ کہہ دیجئے کہ اللہ نے (اتارا) پھر ان کو چھوڑ دیجئے) حق جل و علا کا طالب جب تک ماسوی اللہ کی محبت سے بلکہ اس (ماسوا) کے دیکھنے اور جاننے سے اپنے آپ کو فارغ نہ کرے اعلیٰ مقصد کو حاصل نہیں کر سکتا۔ الصوفی کائن بائن اسی اعتبار سے کہا گیا ہے کیونکہ صوفی صورت اور ظاہر کے اعتبار سے خواہ کتنا ہی مخلوق کے ساتھ ملا ہوا ہو لیکن باطن اور معنی کے اعتبار سے سب سے کٹا ہوا اور الگ تھلگ ہے، مختصر یہ کہ ملا ہوا رہ اور پھنسا ہوا نہ رہ۔ والسلام والاکرام۔

مکتوب ۱۷

ارشاد پناہ میر محمد نعمان قدس سرہٗ کی خدمت میں، اعمال کی کوتاہیوں کو دیکھنے اور نیتوں کو

www.maktabah.org

متہم رکھنے کے بارے میں اور اپنے بعض مخصوص اذواق و واردات کے بیان اور محبت و محبوبیتِ ذاتیہ کی طرف اشارہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔

خادمانِ سیدی و سندی اس دور افتادہ گنہگار کا سلام و دعا قبول فرمائیں، اپنی بے توفیقی اور بے حاصلی کے بارے میں کیا بیان کرے، جو کام کہ بارگاہِ الٰہی کی قبولیت کے لائق ہو وہ اس گنہگار کے حق میں عنقائے زمانہ (ناپید) ہے اور جو عمل کہ اللہ تعالیٰ کی پسندیدگی کے لائق ہو اس فریب خوردہ سے اس کا صادر ہونا دور از کار ہے، اس کے اعمال کا حاصل خود غرضی اور خواہش پرستی ہے اور اس کے روزگار کی محفل اپنی تعریف کرنا اور اپنے ظاہر کو آراستہ کرنا ہے، اس کی طاعت خواہش کی اطاعت ہے اور اس کی عبادت سمعہ و ریا (سُنانے اور دکھانے کے لئے) ہے، اس کا کلام نفسانی غرض کے بغیر نہیں ہے اور اس کی خاموشی بے وسوسۂ شیطانی نہیں ہے، اس کا استغنا (بے غرضی) طمع آمیز ہے اور اس کی گوشہ نشینی تکبر انگیز ہے، اس کی کوشش آسائشوں اور لذتوں کی تکمیل ہے اور اس کا عزم اپنے ہمسروں پر فوقیت حاصل کرنا اور خواہشات کی پیروی ہے، اگرچہ زبان پر استغفار رکھتا ہے لیکن کتنے ہی گناہ اس کے دل میں چھپے ہوئے ہیں اور اگرچہ وہ سر کی آنکھ کو حرام جگہوں سے بند کئے ہوئے ہے اس کے باوجود بہت سے نامحرم اس کی چشمِ باطن میں پسندیدہ ہیں، اگر وہ ذکر و ورد میں مشغول ہو تو صاحب الورد ملعون (شیطان) کا مورد (جائے نزول) ہے، اور اگر اوراد و اذکار کے بغیر ہے تو تارک الورد ملعون (شیطان) کا مصداق ہے۔ مختصر یہ کہ دنیا کا طالب اور آخرت کا تارک ہے، اس کا معاملہ اپنے مالک کے ساتھ مکر و استہزا کرنے والے کی طرح ہو بیت ۸۱

کس نکند با کس بیگانگاں آنچہ تو با حضرتِ حق می کنی

(جیسا معاملہ تُو حضرت حق جل و علا کے ساتھ کرتا ہے ایسا معاملہ تو کوئی بیگانوں کے ساتھ بھی نہیں کرتا) بظاہر محبت کا دعویٰ کرتا ہے اور حقیقت میں اس کا معاملہ فرنگی کافر جیسا ہے۔ خیال کرنا چاہیے کہ اس قسم کے دعویٰ کی کیا جزا ہوگی اور اس قسم کے معاملہ کا کیا بدلہ ہوگا، دوسرے گنہگاروں کو اس قسم کے سیاہ کار کے ساتھ کچھ نسبت نہیں ہے اور معاملہ میں جھوٹ کو دوسرے تمام گناہوں کے ساتھ کیا مساوات، رباعی

مے خوارہ و خود پرست فاسق بودن در کوئے خرابات موافق بودن
برکام و ہوائے نفس عاشق بودن بہ زانکہ بخرقہ در منافق بودن

(شرابی و خود پرست فاسق ہونا کوئے خرابات سے لگاؤ رکھنا اور خواہشاتِ نفس کے مطالبہ پر فریفتہ ہونا اس سے بہتر ہے کہ خرقہ پہنے اور منافق ہو) اس تکلیف دہی اور رنج رسانی سے مقصود یہ التماس ہے کہ جب عزیزوں اور دوستوں نے اِس شرمندہ کار کو کمالِ حسنِ ظن کی وجہ سے نیک عادتوں والا مانا ہے اور اسے ایک

www.maktabah.org

اعزاز دیا ہے، اب ان (مذکورہ بالا) سطور کے ملاحظہ کے بعد جب اس فریب خوردہ کے کھوٹا ہونے کی حقیقت سے واقعی طور پر اطلاع پالیں گے تو سابقہ خیال کو جو کہ وہ اس بد حال کے بارے میں رکھتے ہیں ذہن سے نکال دیں گے اور اس کو مذکورہ بالا عنوان کے ساتھ تصور فرمائیں گے اور اس کی دوستی سے ڈرتے رہیں گے۔ ع

صد مرحلہ بگریزید اے اہلِ جہاں از من

[اے اہلِ جہاں مجھ سے سینکڑوں منزل دور بھاگو] چونکہ ایسے لوگوں سے جو کہ اس کے کمال کا گمان رکھتے ہیں اپنا حال چھپانا خیانت میں داخل تھا اس لئے اپنی حقیقت کو جیسا کہ چاہئے بیان کر دیا تاکہ دوست آگاہ رہیں اور بعض دوسرے سادہ دل لوگوں کو آگاہ کر دیں تاکہ کسی کا محض نام سن کر ہی گرویدہ نہ ہو جائیں اور لوگوں کو بھی بہکنے نہ دیں۔ بیت

۸۲ شیریں مثلے ست گشتہ مشہور   آوازِ دہل خوش ست از دور

[مثل مشہور ہے دور کے ڈھول سہانے] ورنہ جس شخص کا معاملہ اس حد تک ہو اس کو قلم کا ساز و سامان سنبھالنا اور سخن پردازی کرنا کہاں تک روا ہے۔ **قطعہ**

گر عاقلے از حدیث خود کم کنمے   قفلے در گفتگوئے محکم کنمے
ماتم زدۂ چند فراہم کنمے   بر گفتۂ بگریے و ماتم کنمے

[اگر میں کچھ عقلمند ہوں تو اپنی بات مختصر کرتا ہوں، گفتگو میں ایک مضبوط قفل لگاتا ہوں، چند سوگواروں کو جمع کرتا ہوں اور اپنے کلام پر روتا اور ماتم کرتا ہوں) والسلام علیکم وعلیٰ من لدیکم۔

فصل بالخیر: اس نیاز نامہ کو تحریر کرنے کے بعد دل میں خیال آیا کہ جب اپنے کھوٹے پن کی حقیقت لکھی ہے اگر حق تعالیٰ جل شانہ کی اُن نعمتوں میں سے جو کہ اپنے بارے میں مشاہدہ کی ہیں کچھ حصہ بھی اس مکتوب میں درج نہ کرے تو ایسا نہ ہو کہ ناشکری میں داخل ہو جائے، اس بنا پر
وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ [اور البتہ اپنے رب کی نعمت کو بیان کر] کے بموجب کچھ ان میں سے بھی اظہار کرتا ہے۔ سورۃ ۹۳ آیۃ ۱۱

میرے مخدوم! اس قدر خرابی و تباہ کاری کے باوجود (فقیر) اتنا جانتا ہے کہ ابتدا ہی سے اس گروہ کی طینت میں ایک معنی کو پوشیدہ کیا گیا ہے اور ایک آن (خاص ادا) ودیعت کی گئی ہے کہ وہ حق اللہ تعالیٰ کے خاص منظورِ نظر ہیں اور پوشیدہ عنایت اس آن کے بارے میں واقع ہے اس سے زیادہ بیان نہیں کر سکتا اور تفصیل میں نہیں جا سکتا کیونکہ متکلم کو اس کے کہنے کی طاقت اور سننے والے کو اس کے سننے کا ہوش

www.maktabah.org

نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ گذشتہ زمانے میں اس معنی کے ظہور سے پہلے اپنے اندر جذب و کششِ معنوی اور عشق و محبت بے کیفی پاتا تھا اس کی طبیعت مخلوق سے بھاگتی تھی اور تنہائی اور صحرا سے رغبت رکھتی تھی اور اپنے آپ سے کہتا تھا، مثنوی

بہ تنہائی چنیں مائل دلم چیست ۔۔۔ وزیں تنہا نشستن حاصلم چیست

[کیا وجہ ہے کہ میرا دل تنہائی کی طرف اس قدر مائل ہے اور اس تنہا بیٹھنے سے مجھ کو کیا حاصل ہے] اور اس محبت کا کوئی متعلق ظاہر نہیں ہوتا تھا اور نہیں جانتا تھا کہ یہ عشق کس کو جہ کا ہے اور یہ تمام کشش کس طرف سے ہے۔ شعر

۱۔ می دید بچشمِ خود غبارے ۔۔۔ در دیدہ نہفتہ خار خارے

۲۔ آگہ نہ کہ گردِ دامنِ کیست ۔۔۔ واں غنچہ زخارِ گلشنِ کیست

۳۔ در جیبِ گلش کہ ایں خسک ریخت ۔۔۔ در چشمِ دلش کہ ایں نمک ریخت

۴۔ آتش کہ بسقفِ خانہ در زد ۔۔۔ ویں فتنہ ز دامنِ کہ سر زد ۸۳

۵۔ ایں تلوسہ چیست در شکیبش ۔۔۔ جادوئے کہ می دہد فریبش

۶۔ سوزیست ز عشق در سرِ او ۔۔۔ تیغیست نہاں بگوہرِ او

۷۔ از جنبشِ غمزہائے خونی ۔۔۔ دارد نگرانئ درونی

۸۔ جانے بسرِ خیال می داشت ۔۔۔ چشمے بر رہِ شمال می داشت

۹۔ سرمستِ نظارہ سو بسو بود ۔۔۔ در رقصِ نشاط مو بمو بود

۱۰۔ ہم دیدہ براہِ آرزو باز ۔۔۔ ہم گوشِ تمنیش بر آواز بجنبش

۱۱۔ کز قافلۂ رسد صدائے ۔۔۔ آواز بر دوں دہد درائے

[اپنی آنکھ میں ایک غبار دیکھتا تھا، آنکھ میں کانٹے بھی کانٹے پوشیدہ تھے۔ اس بات سے آگاہ نہیں تھا کہ یہ کس کے دامن کی گرد ہے اور یہ غنچہ کس کے گلشن کے کانٹے سے ہے۔ اس کے پھول کے گریبان میں یہ کانٹا کس نے ڈال دیا، اس کے دل کی آنکھ میں یہ نمک کس نے بکھیر دیا۔ گھر کی چھت میں کس نے آگ لگادی، اور یہ فتنہ کس کے دامن سے ظاہر ہوا۔ اس کے صبر میں یہ بیقراری کس کی وجہ سے ہے، کس کا جادو اس کو فریب دیتا ہے۔ اس کے سر میں عشق کا ایک جنون ہے اس کی ذات میں ایک تلوار چھپی ہوئی ہے اپنے قاتل غمزوں کی جنبش سے وہ اپنے اندر کی نگرانی رکھتا ہے۔ وہ اپنے خیال میں ایک محبوب رکھتا تھا، نگاہ راہِ شمال (دلی) پر لگا رکھی تھی۔ ہر سمت نظارہ میں مست تھا، اس کا بال بال خوشی میں رقص کر رہا تھا۔ نگاہیں بھی آرزو کے راستہ پر لگی ہوئی تھیں، اس کی تمنا کے کان آواز پر لگے ہوئے تھے۔ کہ (شاید) کسی قافلہ سے ایک صدا آئے (اور) کوئی جرس (گھنٹی) آواز دے]۔

www.maktabah.org

مدتوں تک اسی حالت سے مغلوب رہا اور آرزو کرتا تھا کہ اس عشق کا کوئی متعلق ظہور کرے اور اس شورش و بیقراری کا معشوقِ معین ظاہر ہو جائے اور اس عشق کو جسقدر نچلے درجے کے (مجازی) معشوقوں سے متعلق کرتا تھا نہ ہوتا تھا، ایک جنون آمیز سودا اور آتش انگیز شوق تھا اور کچھ معلوم نہیں تھا کہ اس جنون کو برانگیختہ کرنے والا کون ہے اور یہ آتش افروزی کس لئے ہے، اپنے کام سے حیران تھا اور اپنی زبانِ حال سے یہ اشعار کہتا تھا۔ شعر

۱- داردز کہ مو بمویم آزار — وزنا خنِ کیست جنبشِ تار
۲- تنہا نہ بدل خلد کزاں سوئے — دارد خلۂ بہر بنِ موئے
۳- در دیدۂ من کہ می زند برق — وز شعلۂ کیست دشنہ برفرق
۴- از سوزِ کہ ایں شرار برخاست — وز راہِ کہ ایں غبار برخاست
۵- بر ہر مژہ ام جدا نگار یست — در ہر نگہم جدا بہار یست
۶- آں کیست کہ در درونِ سینہ — بشکست ہزار آبگینہ
۷- ایں باد ز دامنِ کہ برخاست — ویں دود ز خرمنِ کہ برخاست
۸- ایں مرغ کہ می پرد بریں بام — ویں بوسہ کہ می دہد بہ پیغام
۹- ایں عشق ندانم از کجا خاست — کز ہر رگ و ریشہ ام بلا خاست
۱۰- آں روز کہ خاکِ من سرشتند — سودائے جنون بسر نوشتند
۱۱- از طرہ بتے فگندہ دام ست — لیکن نشناسمش کدام ست ۹۲
۱۲- تا عشقِ کہ شد مساعدِ من — واندر کفِ کیست ساعدِ من
۱۳- از خندۂ کیست نو بہارم — واز نازِ کہ خار خارم
۱۴- ایں عشق ز عاشقاں عجب نیست — معشوق شناسی از ادب نیست
۱۵- اے عشق خوش آمدی چنیں چیست — در دل بنشیں کہ منزلِ تست
۱۶- بنشیں بنشیں نشیمن از تست — جان و خرد و دل و تن از تست
۱۷- روز از تو و شبِ سیہ مرا بس — تخت از تو و خاکِ رہ مرا بس
۱۸- بپذیر تحفۂ جان و بنشیں — بکشا کمر از میان و بنشیں
۱۹- بنشیں وز عقل جوش بنشاں — وز خونِ ہوس خروش بنشاں
۲۰- از آمدنت چو گل شگفتم — دامن دامن بہار رفتم

www.maktabah.org

۲۱- گل کرد بہارِ بختم امروز — برگل بنہید تختم امروز

(میرا بال بال کس کی وجہ سے تکلیف دہ ہے، اور تار میں جنبش کس کے ناخن سے ہے۔ اُس طرف سے صرف دل ہی میں خلش نہیں ہے بلکہ ہر بال کی جڑ ایک خلش رکھتی ہے۔ میری آنکھ میں بجلی کون چمکاتا ہے اور سر پر خنجر کس کے شعلہ سے ہے۔ یہ چنگاری کس کے سوز سے بھڑکی ہے اور یہ غبار کس کے راستے سے اُٹھا ہے۔ میری ہر پلک پر ایک الگ معشوق ہے اور میری ہر نگاہ میں جدا بہار ہے۔ وہ کون ہے جس نے سینہ کے اندر نرالے نگینے (دل) بو دیئے ہیں۔ یہ ہوا کس کے دامن سے چلی ہے اور یہ دھواں کس کے خرمن سے اٹھا ہے۔ یہ کشش کا پرندہ ہے جو اس کو مجھ پر اڑا رہا ہے اور یہ بوسہ کس کا پیغام دیتا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ یہ عشق کہاں سے اٹھا ہے کہ میرے ہر رگ و ریشہ سے تکلیف ظاہر ہے۔ جس روز کہ میری مٹی گوندھی گئی (اسی روز) جنون کا سودا میرے سر کیلئے لکھ دیا گیا۔ ایک مجت (محبوب) کی زلف کا جال ڈالا ہوا ہے لیکن میں اس کو نہیں پہچانتا کہ کون ہے۔ تاکہ یہ معلوم ہوتا کہ کس کا عشق میرا سودا گر ہوا ہے، اور میری کلائی کس کے ہاتھ میں ہے۔ میری بہار کی تازگی کس کی ہنسی سے ہے، اور میں کس کے ناز سے زخم در زخم ہوں۔ عاشقوں سے یہ عشق کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ معشوق کو پہچاننا ادب کی بات نہیں ہے۔ اے عشق! تیرا اس طرح والہانہ آنا مبارک ہے، تو دل میں بیٹھ کہ یہ تیری منزل ہے۔ بیٹھ بیٹھ یہ تیرا اپنا گھر ہے، یہ جان و عقل و دل و تن تیرا ہی ہے۔ دن تیرے لئے ہے اور شبِ سیاہ میرے لئے کافی ہے، تخت تیرے لئے ہے اور راستہ کی خاک میرے لئے کافی ہے۔ تو جان کے بوجھ قبول کر اور بیٹھ جا، کمرے پٹکہ کھول دے اور بیٹھ جا۔ تو بیٹھ جا اور عقل سے جوش کو بٹھا دے اور ہوس کے خون سے جوش و خروش کو ٹھنڈا کر دے۔ میں تیرے آنے سے پھول کی مانند کھل گیا ہوں، میں نے دامن بھر بھر کر بہار سمیٹ لی ہے۔ میرے بخت کی بہار نے آج پھول کھلا دیئے ہیں، آج میرا تخت پھول پر رکھو۔)

اب ہم اصل بات کی طرف آتے ہیں کہ کئی مہینے گزرنے پر اس پوشیدہ معنی کے پرتو ڈالنے کے بعد کامل طور پر ظاہر ہونے سے پہلے معلوم ہوا کہ اس محبت کا متعلق کون تھا اور وہ کشش و جذب کس طرف وابستہ تھی۔ ایک محبوب ظاہر ہوا کمال حسن و خوبصورتی اور بے حد بلندی و پسندیدگی والا کہ اس سے زیادہ حسن و جمال تصور میں نہیں آسکتا بلکہ اس کے مرتبے کی نزاکت ایسی ہے کہ اس بلند بارگاہ پر حسن و جمال کا اطلاق بھی گرانی رکھتا ہے اور اسی طرح ہر کمال و جمال اس بارگاہ سے (دیکھے) راہ میں پھر جہاں کہیں بھی کوئی کمال ظاہر ہے اس کو اسی کے کمال کا اثر پایا اور جس طرف بھی حسن و جمال متصور ہے اسی کے حسن و جمال کا نمونہ دیکھا، یقین کے ساتھ جان لیا کہ محبوبیت اسی کو زیب دیتی ہے اور مطلوبیت اسی کو سزاوار ہے، سب سے منہ موڑ لیا اور توجہ کی باگ اس کی جانب پھیر لی اور اس کی خدمت (عبادت) کے لئے اچھی طرح کمر ہمت باندھ لی۔ دیکھا کہ باگ موڑنے سے بھی اس منزل کا کوئی راستہ نہیں کھلتا اور یہ خدمت (عبادت) اس مقدس بارگاہ کے لائق نہیں ہے اور کسی کوشش و ہمت کو اس کے فضل کے بغیر

www.maktabah.org

دخل نہیں ہے، اول اس کی عنایت ہونی چاہئے پھر اس کی کشش کی ضرورت ہے باقی سب ہیچ ہے، ہر چیز گر
نصف گیا اور معاملہ کو اس کے سپرد کر دیا کسی نے کیا خوب کہا ہے۔ بیت

۸۵ مرا گر توسنِ دل نیست در راہ   کمندِ زلفِ او ہم نیست کوتاہ

(اگر میرے دل کا گھوڑا راستہ میں نہیں ہے (تو کیا ہوا) اس کی زلف کی کمند بھی تو کوتاہ نہیں ہے) اس کے بعد عنایت ازلی آپہنچی اور اپنی مہربانیوں سے اس ناکارہ کو نوازا اور اپنے فضل و کرم کو آگے بڑھا کر اس خاک افتادہ کو اپنی مقدس بارگاہ کے پاس جگہ دی۔ اس کو ذہن میں رکھئے (اب) وہ مضمر معنی اور مستور آن اُس پُر نور بارگاہ میں بروز و ظہور رکھتا ہے اور نہایت آب و تاب کے ساتھ گلزارِ ایک صحن میں دائمی رقص میں ہے، ایک قدم ناز کے ساتھ اٹھاتا ہے اور ایک قدم نیاز کے ساتھ رکھتا ہے، نہایت خوشی و خرمی کے ساتھ وصال کی خوشبو سے ہم آغوش ہے اور بندہ ہونے کے باوجود لازوال شراب کا سرمست ہے اور یہ ترانہ گا رہا ہے۔ نظم

ہم اندر باز گرد اے بادِ نوروز   کہ من بوئے گلِ خود دارم امروز
مدہ پیشِ شب از مہ یادم اکنوں   کہ من با مہوشِ خود شادم اکنوں
گر اول می ربود از گریہ آبم   کنوں خوش می برد در باد خوابم

(اے بادِ نوبہار تو بھی دروازہ سے واپس ہو جا، کہ میں آج اپنے پھول کی خوشبو میں مگن ہوں۔ تو اب رات کو مجھے چاند کی یاد نہ دلا، کہ میں اپنے مہوش (چاند جیسا محبوب) کے ساتھ خوش ہوں۔ اگر پہلے وہ رُلا کر میرے آنسو ختم کر دیتا تھا تو میں خوش ہوں کہ اب وہ میری نیند کو بالکل اڑا دیتا ہے۔) اور اگر وہ خود اپنا عاشق ہو جائے تو اُسے زیب دیتا ہے کیونکہ وہ محبوب کا نوازا ہوا ہے، اور اگر اپنے حُسن کا شیفتہ ہو جائے تو بھی مناسب ہے کیونکہ مطلوب کا منظورِ نظر ہے۔ اے عزیز! اُس محبوبِ موصوف کو جو کہ عنبری خوشبو والا ہے اس میلے کچیلے بدن کے ساتھ کیا نسبت ہے اور بلند معنی کو اس جسدِ خاکی و پس ماندہ، آوارہ و بیچارہ کے ساتھ جو کہ یار سے جدا رہ گیا ہے اور دشمنوں کے ملک میں گرفتار ہو گیا ہے کیا مساوات ہے، یہ عنصری جسم ہے جو کہ حیرت و حسرت کے جنگل میں پریشان دل اور اُلجھے ہوئے بالوں کے ساتھ حیران و سرگرداں ہے، دُوری و جُدائی کی ہوا ہر شش جہت سے اس پر طمانچے مارتی ہے اور حجاب کی گرد اس کے پانچوں حواس کو باختہ کئے ہوئے ہے ؎

ہم باد زدہ طپانچہ بر روئے   ہم خاک فشردہ پنجہ در موئے

(ہوا نے بھی چہرہ پر طمانچہ مارا، خاک نے بھی بالوں میں پنجہ جھاڑ دیا) اور کار و بار سے عاجز رہ کر اور شوق و ہمت سے ہاتھ جھاڑ کر (ترک کر کے) بے ذوقی اور افسردگی کے کونے میں گوشہ نشین ہو گیا ہے۔ اس کی ہمت کی باگ

www.maktabah.org

ہاتھ سے جاتی رہی ہے اور اس کی خدمت کی کمر ٹوٹ چکی ہے، انتہائی حیرانی کے باعث کسی چیز کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا اور نہایت پریشانی کے باعث کسی سے سوال نہیں کر سکتا۔ اگرچہ وہ معنی اس کی ملکیت تھا لیکن اس کو ایک دلبر نے پسند کر لیا ہے اس لئے وہ اس (طالب) سے کئی منزل دوری اختیار کر گیا ہے اور اس کے اور اُس کے درمیان بُعدِ مشرقین ہو گیا ہے ؎

از بادِ صبا دلم چو بوئے تو گرفت — بگذاشت مرا و جستجوئے تو گرفت
اکنوں ز منِ خستہ نمی آرد یاد — بوئے تو گرفتہ بود خوئے تو گرفت

[جب میرے دل نے بادِ صبا سے تیری بُو پائی، تو اُس نے مجھ کو چھوڑ دیا اور تیری جستجو اختیار کر لی، اب وہ مجھ خستہ حال کو ۸۶
یاد تک نہیں کرتا چونکہ اُس نے تیری بُو حاصل کر لی تھی اس لئے تیری خُو (عادت) بھی اختیار کر لی] وہ اُنس کے تختِ مرصع پر فرو کش، اور یہ جسمِ خاکِ تیرہ میں مبتلائے کشمکش، وہ اپنی مراد سے ہمکنار و شاداں، یہ حیرت سے حسرت زدہ ماتم کناں، یہ اسقدر با آہ و زاری و نیاز، اور وہ بصد استغنا و ناز، یہ بہزار آرزو اُس کا راز جویاں اور وہ بکمالِ بے نیازی اپنے آپ سے راز گویاں، یہ پیکرِ سفلی (دانی) و پست جسم، اُس معنیِ علوی سے کہتا ہے

۱۔ من بے تو بخاکِ رہ مژہ باز — تو خواب گزیں بہ بسترِ ناز
۲۔ من بے تو زخونِ دیدہ گلنار — تو خندہ زناں بصحنِ گلزار
۳۔ من بے تو بخوں کشیدہ داماں — تو رفتہ بنطعِ گل خراماں
۴۔ من بے تو بخاکِ غصہ پامال — تو رقص کناں بہ بانگِ خلخال
۵۔ من بے تو چو رشتہ تاب در تاب — تو رشتہ گسل چو دُرِّ نایاب
۶۔ من بے تو بسوزِ دل گدازی — تو عاشقِ خود بحسن بازی
۷۔ من بے تو گرفتہ ترکِ ہستی — تو کردہ بخویش نازِ مستی

[میں تیرے بغیر پلکیں کھولے غبارِ راہ تک رہا ہوں اور تو بستر ناز پر محوِ خواب ہے، میں تیرے بغیر خونباری چشم سے گلنار ہوں اور تو صحنِ گلشن میں قہقہے لگا رہا ہے، تیرے بغیر میرا دامن خون آلودہ ہے اور تو پھولوں کے فرش پر محو خرام ہے، میں تیرے بغیر رنج کی خاک کے ساتھ پامال ہوں اور تو پازیب کی جھنکار کے ساتھ رقص کر رہا ہے۔ میں تیرے بغیر دھاگے کی طرح پیچ در پیچ ہوں اور تو نایاب موتی کی طرح دھاگے سے بے تعلق ہے۔ میں تیرے بغیر دل گدازی کی سوزش میں (مبتلا) ہوں اور تو حسن بازی کے ساتھ خود اپنا عاشق ہے۔ میں نے تیرے بغیر ترکِ ہستی کو اختیار کر لیا ہے اور تو اپنے آپ سے محوِ نازو مستی ہے۔]

www.maktabah.org

تنبیہ: اے عزیز! کوئی شخص اس مکتوب کے اول حصے کو اس کے آخری حصے سے متصادم نہ سمجھے اور بظاہر متضاد نہ جانے اس لئے کہ جو چیز ممکن کے ساتھ منسوب ہے چونکہ ممکن بہر حال ممکن ہے (اس لئے) رد و طعن کے قابل ہے (پس) اس بارگاہ (جل وعلا) کے لائق کس طرح ہو سکتی ہے، فضل وکرم کا معاملہ جُدا ہے، اگر اس طرح کے دُور از کار کو نواز دیا جائے تو یہ اُس کی کمال بندہ نوازی ہے اور بندہ فی نفسہ اور اس کا عمل وہی ہے جو کہ تحریر ہو چکا ہے۔ اُس جل شانہ کا کرم وعنایت اس شخص (بندہ) کے فعل پر موقوف نہیں ہے۔ باہم یہ کہتے ہیں کہ جو کچھ پہلے بیان ہو چکا ہے واردات میں سے ایک وارد (کیفیت) ہے۔ جب یہ وارد (کیفیت) غالب آتا ہے تو اپنے تمام اعمال وطاعات کو لعن وطعن کے قابل سمجھتا ہے حقیقت میں خواہ کچھ بھی ہو اور جو کچھ اس مکتوب کے آخر میں لکھا گیا ہے یہ بھی ایک وارد ہے، اور ایک وارد کو دوسرے وارد کے ساتھ کوئی تضاد و تصادم نہیں ہے، پہلے اُس دید (مشاہدہ) سے مغلوب تھا اس کے بعد اس دید (مشاہدہ) کا مغلوب ہو گیا ہے۔ پہلے مشاہدہ کے متعلق کسی بزرگ نے کہا ہے کہ میرے بائیں کندھے کا اعمال لکھنے والا (فرشتہ) ہمیشہ
۸۷ کام میں مشغول ہے اور میرے دائیں کندھے کا لکھنے والا (فرشتہ) میری کوئی نیکی نہیں پاتا جس کو وہ کاغذ پر تحریر کرے، یہ کارخانہ عارف کی نگاہ میں ہے اور بس۔ اور اس دید کا ایک منشا (اصل) ہے اور معاملات اس کے ساتھ وابستہ ہیں کہ جن میں سے ظاہری طور پر کچھ بیان ہو چکے، قاصد جلدی کر رہا ہے اس لئے اس کی تفصیل میں مشغول نہیں ہو سکتا۔ اور دوسری دید (مشاہدہ) کے بارے میں وہی بزرگ دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے بائیں کندھے کے لکھنے والے (فرشتہ) کو نہیں پاتا ہوں اور بائیں نے بھی کلتا یدیہ سبحانہ یمین [اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ یمین یعنی داہنے ہیں] کے مصداق دائیں کی حیثیت اختیار کر لی ہے کیونکہ بایاں عدم کے مقتضیات میں سے ہے اور جب عدم عین واثر کے ساتھ عارف سے زائل ہو جاتا ہے تو شمال (بایاں) اس کے لئے نہیں رہتا اور تخلقوا باخلاق اللہ [اللہ تعالیٰ کی صفات کے ساتھ متصف ہو جاؤ] کے بموجب شمال (بایاں) یمین (داہنے) کا حکم حاصل کر لیتا ہے۔

اور یہ جو میں نے کہا ہے کہ اس دید کا ایک منشا (اصل) ہے اور معاملہ اس کے ساتھ وابستہ ہے (اس کے متعلق) جاننا چاہیے کہ جو کچھ اس مقدس بارگاہ کی طرف منسوب ہے وہ سب خیر وکمال ہے، خیر وکمال کے لئے آئینہ چاہیے تاکہ اس کے خیر ہونے کا ظہور اس (آئینہ) کے ذریعے ہو اور آئینہ کسی چیز کے مقابل ہی ہوتا ہے اور خیر وکمال کا مقابل شر ونقص ہے اس لئے کہ چیزیں اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہیں اور ظاہر ہے کہ آئینہ اپنے آئینہ ہونے میں جس قدر کامل ہو گا اس میں منعکس ہونے والی صورت کا ظہور بھی اتنا ہی زیادہ کامل ہو گا، پس عارف کا اپنے شر کو دیکھنا جس درجہ زیادہ ہو گا اس میں خیر کا ظہور

www.maktabah.org

اسی قدر زیادہ ہوگا کیونکہ ممکن فی نفسہٖ ہر شر و نقص کا منشا (اصل) ہے اس لئے کہ اس کی ذات عدم ہے مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ط [تجھ کو جو بھی بھلائی پہنچتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جو بھی برائی پہنچتی ہے وہ تیرے نفس کی طرف سے ہے۔] اور ظہورِ خیریت کے لئے (اپنے اندر) شریت کا دیکھنا کافی ہے، من تواضع للّٰہ رفعہ اللّٰہ [جس نے اللہ تعالیٰ کے لئے تواضع کی اللہ تعالیٰ نے اس کو بلند کیا] مختصر یہ ہے کہ ہر خیر و کمال اور ہر حسن و جمال جو کہ صفحۂ کائنات میں ظاہر ہے وہ سب مرتبۂ وجوب سے مستفاد و مستعار ہے، ذاتِ ممکن عدم ہے جو کہ کچھ نہیں ہے اور ہیچ سے سوائے ہیچ کے اور کیا حاصل ہو سکتا ہے

۱- از تست طلسمِ ایں خزانہ　　من ہیچ نیم دریں میانہ
۲- از شیشۂ تست ایں مئے ناب　　من خاک بلب در آتش و آب
۳- ہم گنج ز تست ہم تو گنجور　　من دستِ تہی فشانم از دور
۴- معنی تو دہی چنیں شگرفم　　من جلدِ کتابِ صوت و حرفم
۵- من ذرۂ خاکِ آستانم　　تو می طلبی بر آسمانم
۶- از موجۂ فیضِ تست ایں جوش　　من مہر بلب نہادہ خاموش
۷- از جوش و خروشِ خود چہ گویم　　ایں بادہ توئی و من سبویم

[اس خزانہ کا طلسم تجھ سے ہے، میں اس کے درمیان کچھ نہیں ہوں۔ یہ خالص شراب تیرے شیشہ (صراحی) سے ہے میں آگ اور پانی میں خاک بلب ہوں۔ خزانہ بھی تیرا ہی ہے اور خزانہ والا بھی تو ہی ہے، میں نے دور سے خالی ہاتھ جھاڑے تو ہی مجھ ایسے عجیب و غریب معنی دیتا ہے، میں تو آواز و حرف کی کتاب کی جلد ہوں۔ میں آستانہ کی خاک کا ایک ذرہ ہوں تو مجھ کو آسمان پر بلاتا ہے۔ یہ جوش تیرے ہی فیض کی موج (لہر) سے ہے، میں مہر بلب خاموش ہوں، میں اپنے جوش و خروش کے متعلق کیا بیان کروں، یہ شراب تو ہی ہے اور میں سبو (صراحی) ہوں]

اور اس پر مکتوب ختم ہوتا ہے۔ ربنا لاتؤاخذنا ان نسینا او اخطانا الحمد للّٰہ اولاً و اٰخراً والصلوٰۃ والسلام الاتمان الاکملان علیٰ رسولہ محمد دائماً و سرمداً و علیٰ اٰلہ الاطہار و اصحابہ الاخیار و علیٰ جمیع الانبیاء والمرسلین و علیٰ ملائکۃ المقربین و علیٰ اہل الطاعۃ اجمعین۔ اٰمین۔ [اے ہمارے رب! اگر ہم سے بھول یا خطا ہوئی ہے تو ہم کو نہ پکڑ، اول و آخر میں اللہ تعالیٰ کی حمد اور تمام و کمال صلوٰۃ و سلام دائمی طور پر اللہ تعالیٰ کے رسول محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آلِ اطہار و اصحابِ اخیار اور تمام انبیاء و مرسلین و ملائکہ مقربین اور تمام اہلِ طاعت پر ہو۔ آمین]

www.maktabah.org

حاجی الحرمین شیخ حسین آپ کی خدمت میں حاضر ہو رہا ہے امید ہے کہ آپ کی توجہات سے بہرہ ور ہوگا

ایں دم کہ تراست بادہ در جوشش — از خشک لباں مکن فراموشش

[اسوقت جبکہ تیری شراب جوش میں ہے خشک لبوں کو مت بھلا] اسی طرح چاہیئے کہ دوسرے دوست بھی آپ کی صحبت سے سیراب ہوتے اور فائدہ حاصل کرتے رہیں، مایوسی دشمنوں کو نصیب ہو۔

از گرمی مجلس ست بس دُور — تو ساقی و اہلِ بزم مخمور

[یہ آج مجلس کی گرمی سے بہت دُور ہے تو ساقی ہے اور اہلِ محفل مخمور ہیں] والسلام علیکم وعلی سائر من اتبع الهدیٰ [آپ پر اور ہدایت کی پیروی کرنے والے تمام لوگوں پر سلامتی ہو]۔

مکتوب ۱۸

مولانا محمد صدیق پشاوری کے نام، اُن کے اُن خطوط کے جواب میں تحریر فرمایا جو کہ احوال و واقعات پر مشتمل تھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَبِهٖ نَسْتَعِيْنُ [ہم اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتے ہیں جو کہ رحمٰن و رحیم ہے اور اسی سے مدد مانگتے ہیں] الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ [اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلامتی ہو] آپ کے دو پسندیدہ مکتوبات نے یکے بعد دیگرے موصول ہو کر مسرور کیا۔ سرورِ کائنات علیہ وعلیٰ آلہٖ افضل الصلوات واکمل التحیات کی (خواب یا مکاشفہ میں) زیارت کرنا رحمت و بشارت ہے اور خوف کے سبب کا پوچھ لینا ہی تسلی دینا اور خوشخبری ہے خواہ زبانی تسلی فرمائیں یا نہ فرمائیں وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ [اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر ہی بھیجا ہے]۔

آپ نے لکھا تھا کہ "یہ خوف و اندیشہ اور غم اس طرح سے غلبہ پا چکا ہے کہ قوت و ہمت کو بالکل سلب کر لیا ہے اور فرض و سنن کی ادائیگی کے علاوہ کسی اور عبادت میں مشغول نہیں ہو سکتا" خوفِ خاتمہ و فکرِ آخرت کو طاعات کی توفیق میں اضافہ اور نوافلِ اعمال کی زیادتی کا سبب ہونا چاہیئے تھا تو پھر وہ اس میں کمی و نقص کا سبب کیسے ہوگا اگرچہ فی نفسہٖ یہ خوف و اندیشہ (بھی) عبادات سے ہے اور غفلت و معاصی کا مانع ہے۔ نقل کرتے ہیں کہ عطار شبلی رحمہ اللہ سبحانہٗ چالیس سال روتے رہے اور آسمان کی طرف نہ دیکھا، لوگوں نے ان کے رونے کا سبب دریافت کیا، فرمایا کہ یہ قبر کے ڈر اور قیامت کے خوف سے ہے، اُس وقت لوگوں نے (اُن سے) آسمان کی طرف نہ دیکھنے کا سبب پوچھا، فرمایا کہ گناہ کی شرم کی وجہ سے، میں نے

www.maktabah.org

گناہ بہت کئے ہیں اور مجلسوں میں بہت ہنستا اور قہقہے لگاتا رہا ہوں، اس کی شرم کی وجہ سے میں نگاہ اوپر نہیں اٹھاتا ہوں ——— منقول ہے کہ شیخ موصلی رحمہ اللہ ساٹھ سال تک روتے رہے آپ کے رخسارِ مبارک کا گوشت پوست گل گیا تھا، انتقال کے بعد لوگوں نے آپ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ آپ نے فرمایا کہ مجھے بخش دیا ہے لیکن جس وقت مجھ کو اوپر لے گئے حکم الٰہی ہوا کہ اس کو اوپر لاؤ۔ جب مجھے عرش کے نیچے لے گئے تو میں نے سجدہ کیا لیکن کانپتے اور ڈرتے ہوئے، خطابِ باری ہوا کہ اے شیخ! کیا وجہ ہے کہ تو نے اسقدر گریہ کیا، کیا تو نے مجھے غفار نہیں سمجھا تھا میں نے سر سجدہ میں رکھ کر عرض کیا اے اللہ! میں تجھ کو غفار جانتا تھا لیکن میں قبر کے ڈر، قیامت کی ہیبت اور ملک الموت کی سختی سے روتا تھا کہ اس تنگ قبر میں میرا کیا حال ہوگا۔" حکم ہوا چونکہ تو ڈرتا اور روتا تھا اس لئے میں نے اس رونے کے بدلے میں تجھ کو بخش دیا۔" یہ رونا اور یہ خوف جو کہ آپ کو نصیب ہے بڑی خوشگوار نعمتوں میں سے ہے میمون ومبارک ترقی بخش اور باطن کو منور کرنے والا ہے، اللہ تعالیٰ جل سلطانہ کا شکر بجالائیں اور اس (خوف) کے غلبہ سے دل تنگ نہ ہوں، اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ "دو خوف کسی آدمی میں جمع نہیں ہوتے ایک خوف دنیا میں اور ایک خوف آخرت میں، یعنی اگر آخرت کا خوف دنیا میں نصیب ہو جائے تو آخرت سے بے خوف کر دیتا ہے۔ یہ دیوانگیاں، یہ شورشیں، یہ چیخ پکار، یہ نعرے، یہ رونا اور یہ ذوق وشوق جو کہ اس وقت آپ کو نصیب ہے اور بلاطلب آپ سے ظاہر ہو رہا ہے لوگ تمنا کرتے ہیں کہ اس قسم کے وقت کا ایک لمحہ ہی حاصل ہو جائے اور جذب کی قوت سے شوق وجنون غالب آجائے اور ایک ساعت ظاہر وباطن کو ماسوی اللہ سے بیگانہ وبے تعلق کر دے، ہم جیسے سنگدل اور خشک چشم لوگ اس حقیقت سے منزلوں دور ہیں۔ مصرع

هَنِيئًا لِأَرْبَابِ النَّعِيمِ نَعِيمُهَا (نعمت والوں کو ان کی نعمتیں مبارک ہوں)

آپ نے لکھا تھا کہ "ایک روز بیٹھا تھا، اس عاجز کے اندر سے ایک جوش اٹھا اور قریب تھا کہ اس عاجز کے اندر سے درد بھری چیخیں نکلیں، پوری کوشش سے اپنے آپ کو چیخنے سے باز رکھا اس کی وجہ سے سینہ اور پہلو میں درد پیدا ہو گیا ہے" شکر ادا کریں کہ اس طرح کے جوش وخروش میں جان سلامت رہ گئی (ورنہ) بہت سے صوفیوں نے اس قسم کی حالت میں جان دیدی ہے ———

نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم خواص قدس سرہٗ ایک روز ایک ایسے مجمع کے پاس سے گزرے جو اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول تھا، اس جماعت کے ذکرِ الٰہی سے حضرت ابراہیم (قدس سرہٗ) میں ذوق وشوق نے ایسا اثر کیا کہ رقص کرنے لگے سات دن رات تک اسی کیفیت میں رہے، جب ہوش میں آئے تو نے سر سے

www.maktabah.org

وضو کیا اور دو رکعت نماز ادا کی اور سجدہ میں سر رکھ کر تین بار یا اللہ یا اللہ یا اللہ کہا، سر اٹھایا اور جان دیدی

عاشق بہ ہوائے دوست بیہوش بود وازیادِ محبِ خویش مدہوش بود

[عاشق دوست کی محبت میں بیہوش ہوجاتا ہے اور اپنے محبوب کی یاد سے مدہوش ہوجاتا ہے]

آپ نے لکھا تھا کہ "میرے مکتوب میں درج تھا کہ اصل کام محبت ہے بے محبت لوگ کہاں پہنچیں گے تم، اس معنی سے بہت ہی زیادہ رنجیدہ ہے غم واندوہ میں اسقدر نیچے چلا گیا ہے کہ سر نہیں اٹھا سکتا"

میرے مخدوم! تعجب ہے کہ میں نے آپکے بارے میں جبکہ آپ محبت میں منفرد ہیں یہ کلمہ لکھا ہو، جسقدر غور کرتا ہوں میرے دل میں نہیں آتا کہ میں نے یہ کلمہ لکھا ہو مگر چونکہ آپ نے لکھا ہے تو ضرور ہوگا۔ معلوم نہیں کس طرح یہ کلمہ قلم پر آگیا ہے اور اس سے کیا معنی مراد ہیں بہرحال آپکے رنج و غم کا باعث ہوا ہے۔

مصرع بلائے دردمنداں از درودیوار می آید (دردمندوں کی بلا و آزمائش درودیوار سے آتی ہے)

آپ دل میں کوئی خیال نہ لائیں آپ کی محبت تو ظاہر و واضح ہے اس میں کسی کلام کی گنجائش نہیں ہے والسلام علیکم۔

مکتوب ۱۹

حافظ عبدالرشید کی خدمت میں اپنے پیر دستگیر حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکاشفہ کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بِسْمِ اللّٰہِ وسلام علی رسول اللّٰہ [اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام ہو] نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کی احادیث میں آیا ہے کہ جب کوئی شخص مرتا ہے اور اس پر بندوں کے حقوق میں سے کوئی حق مثلاً قرض وغیرہ ہوتا ہے تو (فرشتے) اس کی روح کو آسمان کے اوپر نہیں لیجاتے اور جب تک اس میت کی جانب سے حقوق کی ادائیگی نہ ہوجائے اس کو اوپر چڑھنے سے روک دیا جاتا ہے اور جب حقوق ادا ہوجاتے ہیں تو اس بندش سے نجات پالیتا ہے۔ ہمارے حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس بارے میں بہت فکر مند رہتے تھے آخر کار اللہ جل شانہ کے فضل و کرم سے آپ پر اس طرح منکشف فرمایا گیا کہ یہ حکم اس شخص کے ساتھ مخصوص ہے جس کی روح کو اس دارِ دنیا میں ترقی (عروج) واقع نہیں ہوا لیکن اگر اللہ تعالیٰ جل شانہ کے فضل سے دارِ دنیا میں ان تعلقات کے باوجود اس کی روح کو ترقی (عروج) ہوئی ہے تو موت کے بعد بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی مرضی سے اس کو ترقی (عروج) حاصل ہوگی بخلاف اس شخص کے جو کہ (روحانی ترقی سے) محروم اور اس دنیا کا گرفتار رہا، اس کی ترقی وفات کے بعد ان تعلقات سے رہائی حاصل کرنے پر موقوف ہے والسلام۔

www.maktabah.org

۹۱

مکتوب ۲۰

حاجی محمد جان طالقانی کے نام مضغۂ قلبیہ (دل) کے بعض اسرار کی طرف اشارہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی [اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو رحمن ورحیم ہے، تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلامتی ہو] مضغۂ قلبیہ (دل) چونکہ دس اجزاء سے مرکب ہو کر اجتماعی ہیئت پیدا کر لیتا ہے اس لئے ان اجزا میں سے ہر ایک کے تزکیہ و تصفیہ اور ان میں متوقع کمالات کے حصول کے بعد ظلیت کی آمیزش کے بغیر اصل کے ظاہر ہونے کی قابلیت پیدا کر لیتا ہے اگرچہ آئینہ میں شے کی صورت و مثال ظاہر ہے نہ کہ اس شے کا عین، جیسا کہ حقیقتِ جامعہ قلبیہ میں ہے کہ اس کا ظہور ظلی ہے لیکن یہ معاملہ عقل کی نظر سے خارج ہے۔

فریادِ حافظ این ہمہ آخر بہرزہ نیست ہم قصۂ غریب و حدیثِ عجیب ہست

[حافظ کی یہ سب فریاد آخر فضول تو نہیں ہے بلکہ یہ ایک نادر قصہ اور عجیب بات ہے] اس مقام پر ظہور کے لفظ کا استعمال کرنا بھی میدانِ عبارت کی تنگی کی وجہ سے ہے ورنہ وہاں ظہور بھی نہیں ہے۔ پس اس معرفتِ شریفہ کو سمجھ لیجئے کہ یہ اُن معرفتوں میں سے ہے جن سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بعض خاص الخاص حضرات کو مخصوص کیا ہے۔ اس معرفت کی تفصیل جیسی کہ ہونی چاہئے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے مکتوبات جلد دوم کے اُس مکتوب ۱ سے جو کہ مولانا محمد صدیقؒ کے نام ہے تلاش کرنی چاہئے۔ یہ کمال جس کا ذکر کیا گیا ہے مقامِ قابَ قوسَین سے تعلق رکھتا ہے، ابھی تو اَوْ اَدْنیٰ کا معاملہ در پیش ہے اس مقام کے بارے میں کچھ بیان نہیں کر سکتا۔ میرا سینہ تنگ ہو جاتا ہے اور میری زبان نہیں چلتی۔ مصرع

قلم این جا رسید و سر بشکست [قلم یہاں تک پہنچا اور اس کی نوک ٹوٹ گئی]

الحمد للہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ مبارکاً علیہ کما یحب ویرضی والصلوۃ والسلام علی سیدنا وعلی آلہ وصحبہ وعلی جمیع اخوانہ من الانبیاء والمرسلین وعلی آل کل واصحاب کل وعلی الملائکۃ المقربین کما ینبغی لعلو شانہم ویحری [اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے ہمیں اس کی طرف ہدایت فرمائی اور اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت نہ دیتا تو ہم ہرگز ہدایت نہ پاتے، اللہ تعالیٰ کی بے حد حمد ہے ایسی حمد جو کہ ہر لحاظ سے طیب مبارک ہے جیسا کہ وہ چاہتا اور پسند کرتا ہے اور صلوٰۃ وسلام حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل واصحاب اور تمام انبیاء ومرسلین اور اُن کے آل واصحاب پر اور مقرب فرشتوں پر ہو جیسا کہ ان کی بلند شان کے لائق و مناسب ہے]

مکتوب ۱ مجلد دوم

www.maktabah.org

مکتوب ٢١

شیخ محمد جان اکبر آبادی کے نام محبت کی خصوصیات کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اللہ تعالیٰ آپ کو خود کامل ہونے اور دوسرے کو کامل کرنے کے درجات پر ترقیات عطا فرمائے اور سنّتِ سنیہ کے راستہ پر استقامت و دوام بخشے۔ آپ کے مکتوبات گرامی ٩٢ یکے بعد دیگرے موصول ہو کر مسرت در مسرت کا باعث ہوئے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا حمد و شکر ہے کہ آپ خیر و عافیت سے ہیں اور فقراء کی یاد سے فارغ (بے فکر) نہیں ہیں۔ اس گروہ سے محبت کرنے والا اس گروہ کے ساتھ ہے۔ ایک عزیز نے کہا ہے یا اللہ! مجھ کو اس قوم سے بنادے یا اس قوم کے دیکھنے والوں میں سے کردے کیونکہ میں کسی دوسری قوم سے تعلق کی طاقت نہیں رکھتا۔ حق سبحانہ وتعالیٰ اس عالی مرتبہ گروہ کے ساتھ کامل محبت عنایت فرماکر ان کے فیوض و برکات سے کامل حصہ عطا فرمائے اور ان کے پوشیدہ اسرار و معانی سے سیراب و شاداب کرے۔ محبت کا تعلق ہی ہے جو کہ محبت کرنے والے کو ہمیشہ محبوب کے ساتھ رکھتا، اس کی صفاتِ کاملہ کے ساتھ متصف کرتا اور طالب کو مطلوب کے رنگ میں رنگ دیتا ہے، اور عشق کا جوش ہی ہے جو کہ سالک کو بشریت کے وجود سے ہلکا کر دیتا، انانیت (میں پن) اور سرکشی کے تنگ کوچہ سے رہائی دیتا، اور اس کو اپنے آپ سے بیخود کر دیتا ہے اور از خود رفتہ کو اس مقدس بارگاہ میں جگہ دیتا اور قرب کی منزلوں تک پہنچاتا ہے، بیشک پہلے (ازل) سے یہی ہوتا آیا ہے۔ محبت ہی ہے جو کہ وجود کا سبب بنی ہے اور جس نے سلسلۂ ایجاد کو حرکت دی ہے۔ محبت ہی ظہور و اظہار کا باعث بنی ہے اور پوشیدہ خزانے کو ظہور کے میدان میں لائی ہے۔ اول چیز جس نے تعین کو قبول کیا وہ محبت ہی ہے جو کہ سرورِ کائنات علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی حقیقت ہے۔ اس محبت ہی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رب العالمین (اللہ تعالیٰ) کے حبیب بنے ہیں اور تمام کائنات حُب کے تقاضے اور محبت کے جوش سے وجود و ظہور میں آئی ہے ؎

گر عشق نبودے و غمِ عشق نبودے　　چندیں سخنِ نغز کہ گفتے کہ شنیدے

[اگر عشق نہ ہوتا اور عشق کا غم نہ ہوتا تو اسقدر نادر باتیں کون کہتا اور کون سنتا]

والسلام۔ امید ہے کہ اس فقیر کو کبھی کبھی دعا کے ساتھ یاد فرمالیا کریں گے۔

www.maktabah.org

مکتوب ۲۲

مولانا محمد حنیف کے نام، سنت کو زندہ کرنے اور بدعت کو مٹانے کی تحریص اور سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی
محبت و متابعت پر ترغیب میں اور ان کے خط کے جواب میں جو کہ ان کے دوستوں کے حالات پر مشتمل تھا تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم وحامدًا ومصلیا علی رسولنا الکریم، اما بعد: پس روز مرہ کے تمام امور لائق
حمد و شکر ہیں، اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے آپ کے لئے عافیت اور شریعتِ عالیہ و سنتِ منورہ مصطفویہ علی صاحبہا
الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کے راستہ پر استقامت مطلوب ہے۔

میرے مخدوم! قربِ قیامت اور تاریکیوں کے ہجوم کا زمانہ ہے ایک دنیا ان تاریکیوں کے گرداب
میں غرق ہے اور غرق ہوتی جا رہی ہے کوئی جوانمرد ایسا ہونا چاہیے جو اس طرح کے زمانے میں کسی سنت کو ۹۳
زندہ کرے اور کسی بدعت کو مٹائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کے انوار کے بغیر سیدھا راستہ پانا بڑا
محال ہے اور نبوت کے طریقوں کو اختیار کئے بغیر نجات تلاش کرنا محض واہمہ ہے۔ صوفیہ کے طریق پر چلنا
اور محبتِ ذاتیہ تک پہنچنا حبیبِ رب العالمین (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے اتباع کے بغیر ممکن نہیں ہے، ۹۴
آیہ کریمہ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (اے نبی) آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے
محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگے گا۔) اس بارے میں شاہدِ صادق ہے۔ اپنی سعادت اس
میں سمجھنی چاہیے کہ ہر کام میں سرکارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مشابہت پیدا کی جائے خواہ وہ
کام عادات سے متعلق ہو یا عبادات سے یا معاملات سے تعلق رکھتا ہو۔ عالمِ مجاز میں بھی جب کوئی شخص
کسی کے محبوب سے مشابہت پیدا کر لیتا ہے تو وہ محبت کرنے والے کی نگاہ میں بہت زیادہ محبوب اور پیارا لگتا
اور پسندیدہ و خوبصورت معلوم ہوتا ہے، اور اسی طرح محبوب کے دوست بھی محب کے نزدیک محبوب و عزیز
ہوتے ہیں اور جن سے محبوب کو بغض و عناد ہوتا ہے محب بھی ان سے بغض و عناد رکھتا ہے۔ پس ظاہری و
باطنی کمالات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے وابستہ ہیں اور آپ ہی کی محبت کی میزان پر وزن
کئے جاتے ہیں پس سب سے افضل طاعت (اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے) دوستوں سے محبت کرنا اور
(ان کے) دشمنوں سے دشمنی کرنا ہے، کیونکہ یہ معنی فرطِ محبت سے ہی پیدا ہوتے ہیں اس لئے تم کو دوست کے دوست رکھنے والا
کی دوستی اور اس کے دشمنوں سے دشمنی کرنے میں یہ شخص بے اختیار ہے اور اس بارے میں جنون (دیوانگی)
رکھتا ہے، لن یؤمن احدکم حتی یقال انہ مجنون [تم میں سے کوئی شخص ہرگز (کامل) ایماندار نہیں ہوگا جب تک

www.maktabah.org

لوگ اس کو مجنون نہ کہنے لگیں) اور جو شخص ایسا نہ ہو جائے محبت سے بے بہرہ ہے۔ مصرع

تولی بے تبرا نیست ممکن

[محبوب سے محبت اس وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک کہ اس کے دشمنوں سے بیزاری نہ کرے] اس مقولہ پر اس جگہ کار بند ہونا چاہیے نہ کہ صحابہ کبار (رضی اللہ عنہم) کے بارے میں، جیسا کہ بعض لوگوں نے گمان کیا ہے کہ جناب امیر (حضرت علی) کرم اللہ وجہہ کی محبت اکابر صحابہؓ سے تبرا (بیزاری) کے بغیر ممکن نہیں ہے، انھوں نے غلط سمجھا ہے کیونکہ دوستی کی شرط دشمنوں سے اظہارِ بیزاری ہے نہ کہ دوستوں سے بیزاری، اس لئے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے اصحاب کرامؓ کے بارے میں رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ [وہ آپس میں بہت مہربان ہیں] ارشاد فرمایا ہے اور رُحَمَاءُ سورۂ فتح ۲۹

رحیم کی جمع ہے جو کہ مبالغہ کا صیغہ ہے پس ضروری ہوا کہ یہ بزرگ حضرات (صحابہ کرامؓ) ایک دوسرے کے ساتھ کمال درجہ کی مہربانی کے ساتھ موصوف ہوں اور چونکہ صفت مشبہ ہمیشگی پر دلالت کرتی ہے (اس سے) لازم ہوا کہ کمال مہربانی کی یہ صفت ان بزرگوں کے درمیان ہمیشگی کے طریقہ پر موجود ہو (اور) ایک دوسرے کے بارے میں بغض و کینہ اور حسد و عداوت جو کہ رحم کے منافی ہیں اُن سے دائمی طور پر مفقود ہوں، حدیث شریف میں آیا ہے: ارحم امتی بامتی ابو بکر [میری امت میں میری امت پر سب سے زیادہ رحم کرنے والے ابو بکرؓ ہیں] بھلا جو شخص سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہو اُس سے امت کے حق میں کینہ و عداوت کیونکر تصور کیا جا سکتا ہے۔

اب ہم اصل بات بیان کرتے ہیں جو کہ مذکورہ بالا بیان کی تائید کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دوستوں سے محبت کرنا اور اس کے دشمنوں سے عداوت رکھنا سب سے افضل عبادت ہے جیسا کہ روایات میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا "کیا تو نے کبھی میرے لئے کوئی عمل کیا ہے؟" موسیٰ علیہ السلام

۹۳ نے عرض کیا "یا اللہ! میں نے تیرے لئے نماز پڑھی، روزے رکھے، صدقہ دیا اور تیرا ذکر کیا۔" پس اللہ عزوجل نے فرمایا "البتہ نماز تیرے لئے دلیل، روزہ ڈھال، صدقہ سایہ اور ذکر نور ہے، پس میرے لئے تو نے کونسا عمل کیا؟" تو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا "یا اللہ! آپ مجھے اُس عمل کی طرف رہنمائی فرمائیں جو آپ کے لئے ہے" اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اے موسیٰ کیا تو نے میرے کسی دوست سے دوستی کی یا میرے کسی دشمن سے دشمنی رکھی؟" پس موسیٰ علیہ السلام نے جان لیا کہ وہ عمل الحب فی اللہ والبغض فی اللہ [کسی سے اللہ تعالیٰ ہی کے لئے محبت کرنا اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے دشمنی کرنا] ہے۔

جو مکتوب کہ مُلّا تیمور لایا تھا اس میں درج تھا کہ "ایک رات بیدار ہوا اور نماز تحیۃ الوضو ادا کرنے کے بعد ہاتھ اُٹھا کر نہایت عاجزی کے ساتھ دعا کرتے ہوئے حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہ) کی اور فلاں بزرگ کی نسبت خاص حاصل ہونے کی التجا کی، ایک لمحہ بھی نہ گذرا تھا کہ اس اس طرح کی

www.maktabah.org

ایک نسبت ظاہر ہوئی تقریباً ڈیڑھ گھڑی جوش رہا اس کے بعد آہستہ آہستہ کم ہوگیا۔" اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لائیں کہ دعا کرتے ہی فوراً اس کی قبولیت کا کچھ اثر ظاہر ہوا اور ایک خاص نسبت نے ظہور کیا، لیکن تعجب ہے کہ آپ نے اپنے پیر دستگیر کی نسبت کے ساتھ دوسرے بزرگ کی نسبت کی بھی آرزو کی، باوجودیکہ یہ بات طے شدہ ہے کہ اگر کسی دوسری جگہ سے کوئی نسبت حاصل ہو تو اس کو بھی اپنے پیر ہی کی طرف منسوب کرنا چاہئے اور اپنی توجہ کے قبلہ کو منتشر نہیں کرنا چاہئے، شاید کہ اس سے آپ کی مراد حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) کی نسبت خاص اور اس بزرگ کی وہ نسبت ہو جو کہ حضرت عالی (قدس سرہٗ) سے اُس کو پہنچی ہے پس اس تقدیر پر دونوں نسبتیں ہمارے حضرت (قدس سرہٗ) ہی کی ہوں گی۔

اور نیز آپ نے لکھا تھا کہ "دوستوں اور رشتہ داروں کے اپنے گھر دعوت پر لے جانے کی تکلیف کی وجہ سے (جس کی وجہ سے) وہ حلاوت و لذت باقی نہیں رہی"۔ بوقتِ ملاقات بھی آپ اس بات کا اظہار کر رہے تھے اور پوچھ رہے تھے کہ اس بارے میں کیا کرنا چاہئے۔ میرے مخدوم! دعوت کو قبول کرنا خود سنت ہے، سنت کو بجا لانے سے حلاوت میں فتور کس طرح واقع ہو سکتا ہے، لیکن اس (دعوت کو قبول کرنے) کے لئے شرائط ہیں جو کہ شرع کی کتابوں میں مذکور ہیں، مثلاً یہ کہ کھانا ریا و سمعہ (دکھانے اور سنانے) کے لئے نہ ہو، حلال طریقے سے کمایا گیا ہو، اُس مجلس میں لہو و لعب نہ ہوں، عام دعوت نہ ہو اور اسی قسم کی اور بھی شرائط ہیں، اگر دعوت میں یہ تمام شرائط پائی جائیں اور سنت قائم کرنے کی نیت سے قبول کر لی جائے اور کھانا کھانا اور خصوصیت منظور نہ ہو تو امید ہے کہ ایسی دعوت کا کھانا کھانے سے باطن کی نسبت میں کوئی فتور واقع نہیں ہوگا۔ روایت میں آیا ہے کہ ولیمہ کی دعوت میں سنت قائم کرنے کی نیت سے حاضر ہونا چاہئے کھانا کھانے کی نیت سے حاضر نہ ہو۔ اور حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جس نے کسی شخص کو کسی نیت کے بغیر کھانے کی دعوت دی تو اس پر خطا (گناہ) لکھی جائے گی، اگر اس شخص نے اس دعوت کو قبول کر لیا تو اس پر دو خطائیں (گناہ) لکھی جائیں گی اور اگر شرائط میں سے کوئی ایک شرط بھی مفقود ہوگی تو اس دعوت کا قبول کرنا مسنون نہ ہوگا۔ کیا ضرورت ہے کہ اس کو قبول کر کے اپنے باطن کی حلاوت ٩٥ میں خلل ڈالے۔

آپ نے لکھا تھا کہ "اس جگہ کے دوست اس نسبت سے جو کہ آپ نے اس سفر میں عنایت فرمائی تھی بہرہ ور ہوئے ہیں"! کیا تعجب ہے، وللارض من کاس الکرام نصیب (بزرگوں کے پیالے سے زمین کیلئے بھی حصہ ہوتا ہے)۔ شیخ عوض نے اس احقر سے متعلق جو بشارات والے واقعات دیکھے ہیں اور آنسرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم و دیگر مشائخ سے جو عنایات و توجہات دیکھی اور سُنی ہیں جو مُلا تیمور اور مُلا امیر نور وز کے

www.maktabah.org

خطوط میں درج تھیں امیدوار ہوا اور اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کا شکر بجا لایا۔ اور آپ نے جو کیفیات ایک جوان کے بارے میں اور جو دوسرے جوان کے بارے میں لکھی تھیں وہ اچھی اور بلند ہیں، اے اللہ ہمارے دینی بھائیوں میں اضافہ فرما۔

سورۃ بقرہ آیت ۱۵۶ آپ نے اپنے فرزندِ جگر گوشہ کے انتقال کے بارے میں تحریر کیا تھا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ [بیشک ہم سب اللہ تعالیٰ کے ہیں اور ہم سب اسی کی طرف لوٹ جانا ہے] اللہ تعالیٰ نعم البدل عنایت فرمائے اور قضائے الٰہی پر صبر و رضا عطا فرمائے۔ فانما المحروم من حُرِمَ الثواب [پس بیشک محروم وہ شخص ہے جو ثواب سے محروم رہے] حدیث شریف میں آیا ہے "میں مومن کے لئے اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے تعجب میں ہوں کہ جب اس کو کوئی خیر (بھلائی) حاصل ہوتی ہے تو وہ اپنے رب کی حمد کرتا اور اس کا شکر ادا کرتا ہے اور جب اس کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا اور صبر کرتا ہے، مومن کو ہر چیز میں اچھا بدلہ دیا جاتا ہے حتیٰ کہ اس لقمہ پر بھی اجر دیا جاتا ہے جس کو وہ اپنی عورت کے منہ کی طرف بڑھاتا ہے والسلام علیکم وعلیٰ من لدیکم [تم پر اور تمہارے پاس والوں پر سلامتی ہو]۔

مکتوب ۲۳

جاناں بیگم کے نام، اقسامِ توحید اور اس کے ہر مرتبہ کے متعلقہ معارف کو توضیح و اختصار کے ساتھ ذکر کرتے ہوئے اس کی شرح کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حامداً للہ العظیم ومصلیاً علیٰ رسولہ الکریم [اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی حمد کرتے ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام بھیجتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو کہ رحمٰن و رحیم ہے]۔ اللہ تعالیٰ مخدومہ، محترمہ، مشفقہ، مکرمہ کی ذاتِ بابرکات کو اپنی بے انتہا عنایات میں شامل فرما کر مقاماتِ قرب میں ترقی عطا فرمائے۔ ع

از ہر چہ می رود سخنِ دوست خوشتر است [دوست کی جو بات بھی بیان کی جائے پسندیدہ ہے]

مجمع البحار آپ غور سے سنیں توحید دو قسم کی ہے: توحیدِ عوام اور توحیدِ خواص۔ توحیدِ عوام کلمہ طیبہ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے مضمون کی تصدیق اور کافروں کے باطل معبودوں کی نفی کرنا اور معبودِ برحق کا اثبات کرنا ہے حالانکہ (اس توحید میں) حق تعالیٰ جل وعلا کو اس کے ماسوا کے ساتھ محبت و گرفتاری اور دید و دانش میں شریک کرنا اور نفسِ امارہ کا جو کہ اس کی فطرت میں ودیعت ہے انکار و تنازع

www.maktabah.org

پایا جاتا ہے۔ اور توحیدِ خواص میں تصدیقِ مذکور کے باوصف دو درجے ہیں، پہلا درجہ دل کو ماسوی اللہ کی محبت و گرفتاری اور اس کی دید و دانش سے خالی کر دینا ہے ؎ ۹۶ ط

توحید بعرفِ صوفی صاحبِ سیر تخلیصِ دل از توجہ او ست بغیر

[صاحبِ سیر صوفی کے نزدیک توحید کے معنی، دل کو غیر اللہ کی طرف توجہ کرنے سے خالی کر دینا ہے] اس کی توضیح یہ ہے کہ جب سالک رشید ذکر و فکر پر مداومت کرتا ہے اور لہو و لعب اور ہر اس چیز سے جو کہ توجہ و انہماک کے منافی ہے روگردانی کرتا ہے اور عنایتِ ازلی طالب کے شاملِ حال ہوتی ہے بتدریج سلطانِ ذکر اس کے باطن پر اس حد تک غلبہ پالیتا ہے کہ باطن کا ذکر دوام حاصل کر لیتا ہے اور یاد کرنے کے تکلف سے نجات دیدیتا ہے اور ظاہر کی غفلت باطن میں سرایت نہیں کرتی اس کا ظاہر خواہ کسی چیز میں مشغول ہو غافل ہو یا حاضر، بیدار ہو یا نیند میں، باطن ہمیشہ ذکر و حضور میں رہتا ہے، خلوت و جلوت (تنہائی و مجلس) اس کے باطن میں یکساں ہے ؎

از بروں درمیانِ بازارم و ز دروں خلوتے ست با یارم

[میں باہر سے (ظاہر کے اعتبار سے) بازار میں ہوں اور اندر سے (باطن کے اعتبار سے) یار کے ساتھ تنہائی میں ہوں] اور جب باطن دائمی حضور و آگاہی سے متصف ہو جائے تو ماسوی کی محبت و گرفتاری کو آہستہ آہستہ زائل کر دے گا، اس کا علمی و حبی تعلق اللہ تعالیٰ کے ماسوی سے جو کہ علمِ حصولی سے تعلق رکھتا ہے ٹوٹ جائے گا، یہاں تک کہ ماسوی کو بھلا دینا اور غیر اللہ سے پوری طرح قطع تعلق کر لینا حاصل ہو جائیگا اس درجے تک کہ اگر ماسوا کو تکلف کے ساتھ بھی یاد کرے تو اس کو یاد نہ آئے اور اس کے دل میں اس کا خیال نہ گذرے۔ اس وقت اس بھول کے واسطے سے جو کہ دل کو ماسوی سے حاصل ہوتی ہے نہ وہ دنیا کی خوشی سے مسرور ہوتا ہے اور نہ اس کی غمخواری سے رنجور، اس حالت کو فنائے قلبی سے تعبیر کیا جاتا ہے اور یہ کمالاتِ ولایت میں سے پہلا کمال ہے۔ جاننا چاہئے کہ اس کمال میں اگرچہ باطن کو دوامِ حضور حاصل ہے اور وہ ماسوی کی گرفتاری سے رہائی حاصل کر چکا ہے لیکن اس کا نفسِ حاضر اور علمِ حضوری اپنی جگہ پر موجود ہے اور اس کی منازعت اور انانیت قائم ہے۔

خواص کی توحید کا دوسرا درجہ یہ ہے کہ نفسِ حاضر اور اس کا اپنا علمِ حضوری بھی زائل ہونا شروع ہو جاتا ہے اور انانیت، ہمسری اور شرکت کے دعوی میں خلل پیدا ہو جاتا ہے اور وہ خود کو انا سے تعبیر نہیں کر سکتا کیونکہ انانیت و خودی اس سے زائل ہو چکی ہے، اسوقت اگر توجہ و حضور ہے تو از خود بخود ہے کیونکہ عارف کا کوئی نام و نشان باقی نہیں رہا ہے اور اس کے یہ معنی نہیں کہ عارف

www.maktabah.org

اسوقت عینِ حق ہوگیا ہے اور اُس سبحانہ وتعالیٰ کی ذات کے ساتھ ایک ہوگیا ہے۔ اَنَا الحق کہنا اس مقام تک ۹۷
نہ پہنچنے کی وجہ سے ہے اس لئے کہ فنا و نیستی اور انا کے زائل ہونے کی صورت میں اَنَا الحق کہنا کوئی معنی نہیں رکھتا
اور وہ سُبحانی زبان سے نہیں نکال سکتا ہے

خیالِ کج مبر این جا و بشناس — کہ کو در خدا گم شد خدا نیست

(اس جگہ کج خیالی مت کر اور پہچان لے (کہ) جو شخص خدا میں گم ہوگیا وہ خدا نہیں ہے)۔ اس حالت کو فنائے نفس کہتے ہیں، فنا کی حقیقت اس مقام میں حاصل ہوتی ہے۔ پہلی فنا کا حاصل باطن کے آئینہ کو ماسوا کے نقوش اور غیر اللہ کی صورتوں کے حصول سے خالی کرنا ہے خواہ وہ ماسوی اللہ آفاق (universe) سے متعلق ہوں یا انفس سے (self) سے ہوں، یہ کمال تجلّیٔ افعال کے ساتھ وابستہ ہے اور دوسری فنا جو کہ عارف کے علمِ حضوری کی نفی کے ساتھ اس کی اپنی نفی ہوجاتا ہے تجلّیٔ صفات کے ساتھ وابستہ ہے اور اس کا کمال تجلّیٔ ذات کے ساتھ مربوط ہے۔ یہ ہے اہل اللہ کی سیر و سلوک کا خلاصہ اور اہلِ کمال کے حال کا نسخہ، ابھی اس میں گفتگو کرنے کی بہت گنجائش ہے۔

مکتوب ۲۴

مرزا امان اللہ برہان پوری کے نام، اُن کے خطوط کے جواب میں جو کہ اُن کے اور ان کے دوستوں کے حالات و اشواق اور واقعات پر مشتمل تھے تحریر فرمایا اور اس میں ہر مقام کے متعلق معارف کا ذکر اور حقیقتِ کعبۂ معظمہ کا بیان و حدیث لی مع اللہ وقت کی تشریح اور حقیقتِ سرورِ کائنات علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی دوسرے حقایق پر فضیلت بیان فرمائی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حامداً للہ العظیم ومصلیاً علیٰ رسولہ الکریم (اللہ تعالیٰ کی حمد اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہوئے میں اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو کہ رحمٰن و رحیم ہے) برادر میر ضیاء الدین حسین نے برادر عزیز سلمہ اللہ تعالیٰ سبحانہ عن الزلل و الآفات (اللہ تعالیٰ اس کو تمام لغزشوں اور آفتوں سے سلامت رکھے) کا گرامی نامہ قابلِ قدر تحائف کے ہمراہ پہنچا کر مسرور کیا، حق سبحانہ و تعالیٰ فیوض کے دروازوں کو ہمیشہ کھلا رکھے اور اپنی عنایات و الطاف کے ساتھ سربلند کرے، اور جو کچھ آپ نے مولانا ابو المظفر نبیرۂ شیخ علم اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ کے بارے میں دیکھا ہے کہ گویا حضرتِ ایشاں (حضرت مجددِ الفِ ثانی قدس سرہٗ) اُن کی طرف متوجہ ہوئے وہ اس لباس سے جو کہ وہ رکھتے تھے

www.maktabah.org

عریاں ہوگئے اور ان کو دوسرا لباس پہنایا گیا اور حضرتِ عالی (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) نے فرمایا کہ ان کے ورق کو پلٹ دیا گیا ہے، اور دوسرے واقعہ میں حضرتؒ نے فرمایا کہ ہم نے اُن کو اپنے ساتھ لے لیا ہے، اس کے بعد سے اُن کا معاملہ دوسرا ہو گیا ہے۔" بہت مبارک ہے، امید ہے کہ حضرت عالی (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) کی خاص نسبت سے وافر حصہ حاصل کریں گے اور اُن عنایات سے جو کہ اس واقعہ میں آپ کے متعلق ظاہر ہوئی ہیں اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کا شکر بجا لائیں کہ یہ بشارتِ عظمیٰ ہے، اور جو کچھ آپ نے عجز و عدم ادراک کے غلبے کے بارے میں اظہار فرمایا تھا اور لکھا تھا کہ "دوسری حالت اس ۹۹
کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں رکھتی (یہ حالت) سب سے الگ ہے۔" بیشک جو نسبت کہ وراء الوراء سے تعلق رکھتی ہے وہ تمام نسبتوں سے الگ ہے، اس کے ادراک سے عاجز ہونے کے سوا اور کیا نصیب ہو سکتا ہے۔

جو واقعات کہ محمد شاہ نے دیکھے ہیں وہ واضح ہیں، بظاہر وہ قطبِ وقت کے ساتھ بڑی مناسبت رکھتا ہے اور اس کے انوار و برکات سے امیدوار ہے، حق سبحانہ و تعالیٰ قوت سے فعل میں لائے، واقعات بشارات ہیں، ہمارے بزرگوں نے ان پر اعتمادِ کلّی نہیں رکھا ہے جو کچھ بیداری میں پیش آئے وہ اس شخص کی ملکیت ہے ؎

چو غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیثِ خواب گویم

[چونکہ میں آفتاب کا غلام ہوں اس نے سب کچھ آفتاب ہی سے کہتا ہوں، نہ شب ہوں اور نہ شب پرست ہوں جو خواب کی بات کہوں]

اور وہ واقعہ کہ جس میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام حضرات نے آپ کو کعبۂ معظمہ کے اوپر لے لیا اور کعبہ کی دیوار کے پیوا کرنے کا امر فرمایا اور فرمایا (یہ کام) تجھ سے متعلق ہے اور تکمیل کے بعد ان حضرات نے فرمایا کہ جامہ (غلافِ کعبہ) بھی تو ہی پہنا۔ آپ نے حضرات کی امداد کعبۂ معظمہ کو جامۂ مبارکہ (غلاف) پہنایا، اس کے بعد سب حضرات نے مبارکباد دیکر مصافحہ کیا۔" بہت اعلیٰ ہے، اس سے کعبۂ معظمہ کے ساتھ کامل مناسبت معلوم ہوتی ہے، حق سبحانہ و تعالیٰ اس کی حقیقت سے کچھ حصہ عطا فرمائے، حقیقتِ کعبہ، حقائقِ مخلوقات و حقیقتِ واجبی جل سلطانہ کے درمیان جو کہ مرتبۂ احدیتِ ذات تعالیٰ و تقدس ہے برزخ ہے کیونکہ کعبہ مخلوق کا مسجود الیہ ہے (اسی لئے) اس کی حقیقت تمام مخلوق کے حقائق سے ضرور ممتاز ہونی چاہیئے، چونکہ مسجود ذاتِ حق سبحانہ ہے (اس لئے) کعبہ کی خلقت بھی اسی مقدس بارگاہ سے ہونی چاہیئے۔ ہمارے حضرت (مجدد الف ثانی) قدسنا اللہ تعالیٰ بسرہ الاقدس نے اس مکتوب گرامی میں جو کہ مکتوبات کی تینوں جلدوں میں سے کسی میں شامل نہیں ہے لکھا ہے کہ "حقیقتِ کعبہ ذاتِ واجبی تعالیٰ ہے اس لئے کہ مسجود حقیقت میں وہی مقدس مرتبہ ہے۔ بڑا جاننا چاہیئے کہ مسجود اگرچہ ذاتِ بیچون ہے

www.maktabah.org

لیکن اعتبارِ مسجودیت کو اس کے ساتھ ملحوظ رکھا گیا ہے اس لئے مرتبہ احدیتِ ذات سے جو کہ نسبتوں اور اعتبارات سے پاک ہے نیچے کے درجے میں ہوگا اور دید و دانش و گرفتاری میں متمیز ہو جائے گا۔

اور آپ نے دوسرے واقعہ میں لکھا تھا کہ "حضرت ایشان (قدس سرہ) فقیر کے سر کو اٹھا کر فقیر کی پیشانی کا بوسہ دے کر فرماتے ہیں کہ خبردار ہو جا۔ فقیر دیکھتا ہے کہ تمام عالم کی توجہ خواہ آفاقی ہو یا انفسی پوری طرح فقیر کی طرف ہے چنانچہ اگر وہ اس توجہ سے محروم رہ جائیں تو سب لاشئی (معدوم) ہو جائیں میں دیکھتا ہوں کہ فقیر کا حلیہ بعینہٖ حضرت عالی کا حلیہ ہے اور یہ حالت واضح طور پر دیکھتا ہے، حیرت بہت
۹۹ بڑھ گئی کہ یہ کون دیکھتا ہے اور کس چیز کا مشاہدہ کرتا ہے، حضرت فرماتے ہیں حقیقت میں دونوں ایک ہی ہیں جیسا کہ نظر آرہا ہے" میرے مخدوم! جو کچھ آپ نے واقعہ میں دیکھا ہے اگر خارج میں ایسا ہو تو یہ قطب الاقطاب کا مقام ہے اور تمام عالم کا اس طرح پر توجہ کرنا اس سے تعلق رکھتا ہے، اس کا لب لباب یہ ہے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مرید صادق فنا فی الشیخ ہونے کی وجہ سے شیخ کی مخصوص حالت کو اپنے اندر محسوس کرتا ہے اور شیخ کے ساتھ اتحاد پیدا کر لینے کے وقت اپنے آئینے میں شیخ کے کمالات کو مطالعہ کرتا ہے۔ قطبیت کے وہ معنی جن کے ساتھ اس کا شیخ متصف ہے اگر وہ اس وقت اپنے اندر پالے تو کیا تعجب ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ قطب کے معاون و مددگار اس معنی کو اپنے اندر مشاہدہ کرتے ہیں اگرچہ اصالت کے طور پر یہ خدمت قطب کے ساتھ وابستہ ہے لیکن اس کی تبعیت و طفیل سے اس کے مددگار بھی اس خدمت میں اس کے شریک ہوتے ہیں جیسا کہ عالم مجاز میں یہ حقیقت وزراء اور سلاطین میں ثابت ہے، بادشاہ کی طرف سے وزارت کا منصب ایک شخص کے لئے ہوتا ہے لیکن اس کے ارکانِ سلطنت بھی اسی کی طرح مخلوق کا مرجع (جائے رجوع) ہیں۔

جاننا چاہئے کہ ایک جماعت خواب و واقعہ میں اپنے آپ کو بادشاہ یا قطبِ وقت دیکھتی ہے اور بیداری میں ان میں سے کسی کے لئے یہ (بات) ثابت نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ بادشاہت یا قطبیت کی صفت ان میں موجود ہے لیکن ضعیف ہے اس قابل نہیں ہے کہ عالم شہادت میں ظہور پائے، اس کے بعد یہ دو حال سے خالی نہیں ہے، اگر اس صفت نے قوت حاصل کر لی اور اس قابل ہوگیا کہ عالم شہادت میں ظاہر ہو جائے تو وہ شخص اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی قدرت سے عالم شہادت میں بھی بادشاہ ہو جاتا ہے اور قطب بھی بن جاتا ہے اور اگر اس قدر قوت پیدا نہ کی تو اسی مثالی ظہور کے ساتھ جو کہ بہت ہی ضعیف ظہور ہے کفایت کرتا ہے اور بقدر قوت ظہور پاتا ہے، وہ واقعات بھی اسی قسم کے ہیں جو کہ اس راستہ کے طالبان دیکھتے ہیں اور خود کو بلند مقامات میں پاتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ وہ اربابِ ولایت کے مناصب پر فائز ہو گئے ہیں،

www.maktabah.org

ہمارے حضرت (مجدد الف ثانی) قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس کے اصحاب میں سے ایک شخص نے حضرت کی خدمت میں عرضداشت پیش کی کہ قطب الاقطاب ہونے کی بشارت جو کہ عالمِ غیب سے آتی ہے اس کی کوئی اصلیت ہے یا نہیں؟ حضرت عالی (قدس سرہٗ) نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا کہ "یہ مقام قطبیت کے کمالات کے حصول کی بشارت ہے نہ کہ منصبِ قطبیت کے حصول کی جو کہ علم کے ساتھ مشروط ہے کیونکہ صاحبِ منصب کو اس کا علم ہوتا ہے" انتہی کلام الشریف۔ آپ نے اس واقعہ کے ذیل میں لکھا تھا کہ بہت سے حقایق و معارف ظاہر ہوتے　　اور گذر جاتے ہیں اور ہر ایک کی حقیقت پر اطلاع دیتے ہیں اگر اس میں سے ذرا بھی ظاہر ہو جائے (تو) نظامِ عالم میں خلل آجائے ؎　مکتوب ۲۵۲ دفتر اول

قلم ایں جا رسید و سر بشکست　　[قلم یہاں تک پہنچا اور اس کی نوک ٹوٹ گئی]　۱۰۰

بیشک خاص بندوں پر ایسی چیزیں ظاہر ہوتی ہیں جو عوام کے حوصلہ و ہمت سے باہر ہیں اُن کا عوام سے چھپانا ضروری ہے اگر وہ ظاہر ہو جائیں تو فتنہ و فساد کا سبب بن جائیں اور بعض امور اس قسم کے ہیں کہ خواص سے بھی اُن کا چھپانا ضروری ہے کیونکہ وہ امور بعض خاص بزرگوں کے ساتھ مخصوص ہوتے ہیں مگر اجازت سے بیان کر سکتے ہیں۔

آپ نے لکھا تھا کہ "جو کچھ اس ذرۂ بیمقدار پر گذرتا ہے اس کو کس زبان سے بیان کرے جو کچھ قول و فعل سے صادر ہوتا ہے دیکھتا ہے کہ تمام صفات قولی و فعلی و حسی و حرکتی پوشیدہ اور علانیہ سب کسی دوسری جگہ سے ہیں اس ہیکل و پیکر (جسم و صورت) کو اس کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے یہ قالب جدا ہے اور اس کا درک (پانا) بھی قالب سے جدا ہے اور اس کا اور تمام عالم کا عدم ہونا ظاہر ہے اور آنکھ اس معنی کے حاصل کرنے میں اندھی ہے" شاید کہ آپ نے قالب و پیکر سے انسان کے ظاہر و باطن کا مجموعہ مراد لیا ہو نہ کہ صرف ظاہر جیسا کہ قالب سے عام طور پر یہی ظاہر ہوتا ہے کیونکہ یہ صفات حقیقت میں باطن کے ساتھ قائم ہیں نہ کہ ظاہر کے ساتھ اور جب عارف اپنی ذات کے عدم ہونے پر دانا و بینا ہو جاتا ہے اور حالتِ فنا کے ساتھ موصوف ہو جاتا ہے تو باطن کو بھی ظاہر کی طرح صفات سے خالی پاتا ہے اور عدمِ صرف اور جمادِ محض خیال کرتا ہے اور ادراک و شعور کو دونوں (ظاہر و باطن) سے مسلوب (نفی کیا ہوا) دیکھتا ہے بلکہ حقیقت میں فنا و بقا باطن کی صفات میں سے ہے اور بس، عارف کا ظاہر ہمیشہ بشریت کی صفات پر (قائم) رہتا ہے اور اس نے دو بینی (دو دیکھنے) سے رہائی نہیں پائی ہے اور توحید کے ساتھ وابستہ نہیں ہوا ہے باطن قرب کے درجات میں ہے اور ظاہر اس سے منزلوں دور ہے، ظاہر کے حق میں کمال یہ ہے کہ وہ باطن کے حالات پر اطلاع پائے احوال خاص باطن کے لئے ہیں اور اگر سالک

www.maktabah.org

ارباب علم میں سے بعض احوال کا علم ظاہر کے لئے ہے اور جب ظاہر اس کے علم سے خالی ہوگا تو (ہمیشہ) رنج و اضطراب میں رہے گا یہاں تک کہ جو مقدر ہے وہ پورا ہو جائے۔

آپ نے لکھا تھا کہ صبح کی فرض نماز میں ایک وارد (کیفیت) پیش آیا جو کہ کسی اور وقت میں نہیں تھا، خیال میں ایسا ظاہر کیا گیا کہ یہ وہ حالت ہے کہ جس کے بارے میں آنحضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے لی مع اللہ وقت (الحدیث) [میرا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک ایسا وقت ہے] فرما کر خبر دی تھی اور ایسا بتایا گیا کہ یہ حالت و نسبت آنسرور علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہے جو کہ مقرب فرشتے اور نبی مرسل کی حالت و درجہ سے اونچی ہے کہ اس جگہ اسم کا اطلاق بھی نہیں کیا جا سکتا اور اس دولت کا حاصل ہونا اولوالعزم پیغمبر کے ساتھ مخصوص ہے اور وہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے طفیل سے ہے امت میں سے جس کو بھی اس دولت سے نوازتے ہیں اس نعمت کا ایک لقمہ مل جاتا ہے الیٰ آخرہ۔

میرے مخدوم جائز ہے کہ امت کے بعض کامل افراد کو اپنے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس خاص دولت سے تبعیت و وراثت کے طریقہ پر حصہ مل جائے کیونکہ خاص خادم اپنے مالک کے پس خوردہ سے امیدوار ہیں لیکن کبھی یہ معاملہ حقیقت کے طریق پر ہوتا ہے اور کبھی ظل کے اصل کے ساتھ مشابہ ہونے کے طریق پر ہوتا ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ لی مع اللہ وقت کا بھید یہ ہے کہ آنسرور علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی حقیقت تمام موجوداتِ ممکنہ کے حقائق پر فوقیت رکھتی ہے خواہ وہ انبیائے مرسلین کے حقائق ہوں یا ملائکہ مقربین کے حقائق، نیز وہ حقیقت بمنزلۂ کل ہے اور دوسرے تمام حقائق اس کے اجزا کے مانند ہیں، پہلی چیز جو غیب کی کمین گاہ سے ظہور کے میدان میں آئی اور صادر ہوئی وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت ہے اور مرتبہ لاتعین کا سب سے پہلا تعین بھی وہی (حقیقتِ محمدیہ) ہے جو کہ تعین حبی ہے وجود و ایجاد سب محبت ہی کی فروعات ہیں اور کہنا سننا اور محب و محبوب بھی اسی کا ثمرہ ہیں کیونکہ حُب ہی ہے جس نے غیب الغیب کے قفل کو کھولا ہے اور وجود و ایجاد کے کارخانہ کو پھیلایا ہے اور پوشیدہ خزانے کو ظہور دیا ہے اور محبت ہی کا جوش ہے جس نے محبوب کے اسرار کو روشن و ظاہر بنایا اور عشق ہی کی آواز ہے جس نے کہ اس کے جمال و کمال کو پوشیدگی کے پردے سے نکالا، اگر یہ عشق نہ ہوتا تو جمال لازوال سے پردہ کون کھولتا اور اس کے کمال کی شہرت دنیا و اہلِ دنیا کے کانوں تک کون پہنچاتا ہے

گر عشق نبودے و غمِ عشق نبودے　　چندیں سخنِ نغز کہ گفتے کہ شنودے

(اگر عشق اور اس کا غم نہ ہوتا (تو) اس قدر نادر باتیں کون کہتا اور کون سنتا) یہاں سے معلوم ہوا کہ حسن خود بے پردہ ہونا چاہتا ہے اور جمال چھپنے کا خیال نہیں رکھتا ہے

www.maktabah.org

پری روتابِ مستوری ندارد   چو در بندی زروزن سر برآرد

[پری چہرہ چھپنے کی تاب نہیں رکھتا، اگر تو دروازہ بند کرے گا تو وہ روزن (سوراخ) سے سر نکال لے گا]۔

کیونکہ حُسن کے لئے عشق لازمی ہے اور جمال کے لئے محبت دامنگیر ہے ؎

ہر کجا حُسن می نماید روئے   می نہد سر بسجدہ عشق آں سوئے

[جہاں بھی حُسن جلوہ نما ہوتا ہے عشق اس طرف سر بسجدہ ہوجاتا ہے]

اب ہم اصل بات کی طرف رجوع کرتے اور کہتے ہیں کہ اس بیان سے ثابت ہوا کہ جو قرب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت کو ذاتِ اقدس تعالیٰ کے ساتھ ہے وہ کسی دوسری حقیقت کو نہیں ہے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وقت ممتاز ہوگا اور کسی پیغمبر اور فرشتہ کو اس وقت میں گنجایش نہ ہوگی۔ ہاں اگر کسی کی حقیقت کو اس حقیقۃ الحقائق کے ساتھ طفیلی ہونے یا تبعیت کے طور پر کچھ الحاق اور انطباق حاصل ہو جائے تو ہو سکتا ہے کہ طفیلی ہو کر اس دولت میں شریک ہو جائے لیکن چونکہ اصالت و تبعیت کا ۱۰۲
فرق ہمیشہ باقی و قائم رہے گا اس لئے ہر لحاظ سے شریک ہونے کی نفی کی گئی ہے، بلکہ اگر شرکت ہے تو وہ صورۃً شرکت ہے اور حقیقت میں کچھ شرکت نہیں ہے۔ خادم کو مخدوم کے ساتھ کیا شرکت اور طفیلی کو اصل کے ساتھ کیا مساوات، اور یہ الحاق و اتحادِ حقیقت بعض کامل ترین افراد میں ثابت ہے اور چونکہ اس حقیقۃ الحقائق کیلئے مراتبِ تنزلات میں ظلال اور تمثیلات کے ظہورات ہیں (اس لئے) جب کوئی سالک ان ظلال میں سے کسی ظل میں پہنچتا ہے اور ظل اور اصل میں تمیز نہیں کر سکتا تو وہ خیال کرتا ہے کہ اس حقیقت کو پہنچ گیا ہے اور اس خاص وقت میں شریک ہو گیا ہے (حالانکہ) ایسا نہیں ہے یہ ظل کے اصل کے ساتھ مشتبہ ہونے کی قسم سے ہے۔

سوال، لی مع اللہ کے مقام کا ظل بھی آں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہے اور کسی دوسرے کو آپ کے ساتھ شرکت نہیں ہے پس جو شخص کہ اس مقام کے ظل کو پہنچ جائے تو اس شخص کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص مقام میں حقیقی طور پر شریک ہو جانا چاہئے۔ ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت تمام انبیائے کرام و ملائکہ عظام علیہم الصلوۃ والسلام پر اس مقام کی اصل کے اعتبار سے ہے جو کہ قرب کے تمام مقامات سے اوپر ہے نہ کہ اس مقام کے ظل کے اعتبار سے، اس لئے کہ یہ فوقیت وہاں مفقود ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ انبیاء و ملائکہ کے مقامات کے اصول اس ظل سے اوپر ہوں اگرچہ ان کے مقامات کے ظلال اس ظل سے نیچے ہوں۔ اگر کہا جائے کہ اس ظل کا ان ظلال پر فوقیت رکھنا بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دوسروں پر فضیلت کے باعث ہے (تو جواب میں) ہم کہتے ہیں

www.maktabah.org

کہ اس ظل کی ان ظلال پر فوقیت دوسروں کے اصول کی اس ظل پر فوقیت کے باوجود جزئی فضیلت کا موجب ہے نہ کہ کلی فضیلت کا جو کہ بحث سے خارج ہے کیونکہ ہر شخص اپنے مقام کی خصوصیت کے اعتبار سے دوسروں پر فضیلت رکھتا ہے لیکن یہ فضیلت جزئی ہے، اگرچہ ایک جزئی فضیلت اور دوسری جزئی فضیلت میں بھی فرق ہے کیونکہ یہ ظل تمام ظلال پر فوقیت رکھتا ہے اور ان سب کا جامع ہے، اس کے باوجود اصول پر نظر کرتے ہوئے یہ فضیلت جزئی ہے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو لی مع اللہ وقت فرمایا ہے وہ اصل کے اعتبار سے فرمایا ہے جو کہ تمام مقامات پر فوقیت رکھتی ہے، ظل کے اعتبار سے نہیں فرمایا کیونکہ فوقیت وہاں نہیں ہے پس سالک جو کہ ظل کے مقامات میں شرکت کا گمان پیدا کر لیتا ہے (یہ ظل کے اصل کے ساتھ مشتبہ ہونے کی قسم سے ہوگا۔

سوال: ان اکابر میں سے ہر ایک کی حقیقت دوسرے کی حقیقت سے ممتاز ہے اور کسی شخص کو اصالت کے طور پر کسی دوسرے کی حقیقت میں شرکت نہیں ہے پس ہر کسی کا وقت ممتاز ہوگا اور اس کے
۱۰۳ خاص وقت میں کسی دوسرے کو کوئی دخل نہ ہوگا پس ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وہ کونسی خصوصیت ہوگی کہ جس کے اعتبار سے آپ نے لی مع اللہ وقت فرمایا۔ ہم اس کا جواب دیتے ہیں کہ ہر کسی کے خاص وقت میں اگرچہ دوسروں کی شخصی شرکت نہیں پائی جاتی لیکن نوعی شرکت موجود ہے جو کہ مماثلت کا سبب ہے کیونکہ ہر حقیقت کو دوسری حقیقت کے ساتھ کچھ نہ کچھ اشتراک ہے اور تمام حقائق حقیقۃ الحقائق میں درج ہیں اور حقیقۃ الحقائق کو دوسرے تمام حقائق کے ساتھ کچھ بھی اشتراک نہیں ہے کہ جس کی وجہ سے اس کو ان کے ساتھ شرکتِ نوعی ہوتی جس سے مماثلت ثابت ہوتی۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاص وقت میں دوسروں کو نہ نوعی شرکت ہے اور نہ شخصی شرکت۔ ایک دوسرا جواب یہ ہے کہ حقیقتِ آں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقۃ الحقائق ہے وہ کلی ہے اور دوسروں کے حقائق اس کے اجزاء کے درجے میں ہیں اور یہ مسلم ہے کہ جو کمال جزو کے لئے ثابت ہے وہ کل کے لئے بھی ثابت ہے، لیکن اس کے برعکس ثابت نہیں ہے، پس دوسروں کے کمالات میں ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شرکت ثابت ہو گئی اور آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے (مخصوص) کمال میں دوسروں کو شرکت نہیں ہوگی اور حدیث "لی مع اللہ وقت" صادق و ثابت ہوگی۔ بلکہ ہم کہتے ہیں کہ جن لوگوں کے حقائق اسمائے کلی کی جزئیات ہیں یا ان اسماء کی جزئیات کی جزئیات ہیں ہمارے پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی ان میں شرکت ہے اس لئے کہ جو شخص جزو کے جزو سے موسوم ہو وہ صاحب اسم جزئی کے دائرہ کے تحت ہے اور یہی نسبت صاحب اسم جزئی کو صاحبِ اسم کلی کے ساتھ ہے پس سمجھ لیجئے۔ یا ہم یہ کہتے ہیں کہ اس قسم کی عبارت سے فوری طور پر ذہن

www.maktabah.org

اس طرف جاتا ہے کہ صاحبِ عبارت کے وقت کو دوسروں کے وقت پر فوقیت اور عدم مماثلت و مشارکت ہے، اس عبارت کے صدور میں خصوصیت محض کافی نہیں ہے پس اس عبارت کا مصدر (محلِ عندیہ) آں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہوئے نہ کہ کوئی اور، کیونکہ (اس میں) فوقیت و عدمِ مماثلت و مشارکت مفقود ہے اگرچہ خصوصیت ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ "میں ایک روز حلقہ میں بیٹھا تھا دیکھتا ہوں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں حکم ہے کہ آج تیرے عقد کا دن ہے، میں حق سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ تیرا عقد کرتا ہوں، اس وقت فقیر پر ایک ایسی حالت ہے کہ جس کو بیان نہیں کر سکتا، فرمایا کہ ہم نے دنیا اور آخرت کو تیرے مہر میں دیدیا الخ"۔ جاننا چاہئے کہ حق تعالیٰ شانہٗ کے ساتھ عقد سے مراد شاید اللہ تعالیٰ کے اس اسم کے ساتھ عقد ہو جو اس شخص کا مبدأ تعین ہے یا اس اسم کے اصول کے ساتھ (عقد مراد ہو) جو کہ شیون و اعتباراتِ ذاتیہ پر ختم ہوتے ہیں اور عقد سے مراد اسم یا اس اسم کے اصول تک وصول ہے اور اس اسم کا وصول اس کے ساتھ فنا و بقا کا حصول ہے کہ ولایت اور اسلامِ حقیقی کا حاصل ہونا اس پر موقوف ہے، چنانچہ شیخ شرف الدین یحییٰ منیری قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ جب تک تو اپنی ماں سے جفتی نہ کرے مسلمان نہیں ہوگا یعنی جب تک تو اس اسم کے ساتھ جو کہ تیرا مبدأ تعین ہے متحقق نہیں ہوگا مسلمان نہیں ہوگا۔ مختصر یہ ہے کہ جب تک معاملہ اصول کے ساتھ یا اصولِ اصول کے ساتھ ہے فنا و بقا اور وصول و تحقق کی نسبت کا حاصل ہونا متصور ہے اور جب کام اصول سے اوپر چلا جاتا ہے اور اصول ظل کی مانند راستے میں رہ جاتے ہیں اور معاملہ ذاتِ غیب تعالیٰ سے جا پڑتا ہے تو مذکورہ بالا نسبتوں میں سے کچھ بھی وہاں متصور نہیں ہوگا۔ آیۂ مبارکہ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُن لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ (اس نے کسی کو نہیں جنا ہے اور نہ وہ کسی سے جنا گیا اور نہ اس کی مثل کوئی ہے) اسی مقام کا پتہ دیتی ہے ؎

لاو ھونان سرائے روز بہی بازگشتند جیب و کیسہ تہی

(لاادھوناس بارگاہِ قدس سے اس حال میں واپس لوٹتے ہیں کہ جیب اور تھیلی خالی ہوتی ہے) اور یہ جو فرمایا ہے کہ دنیا و آخرت کو تیرے مہر میں دیا گیا ہے یعنی جو کچھ کہ اسم کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے اور اس اسم کی جامعیت کے لائق ہے جیسا کہ ہمارے حضرت (مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) نے لکھا ہے کہ "ہر شخص کی بہشت اس اسم الٰہی (جل شانہٗ) کے ظہور سے عبارت ہے جو اس شخص کا مبدأ تعین ہے اور اس اسم نے اشجار و انہار اور حور و قصور کے لباس میں ظہور فرمایا ہے، اسمائے الٰہی (جل شانہٗ) کی بلندی و پستی اور جامعیت و عدمِ جامعیت میں تفاوت و فرق کے مطابق جنت کے درجات میں بھی تفاوت و فرق ہے"۔ اور ہو سکتا ہے کہ مراد آں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عقد ہو کیونکہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

www.maktabah.org

شریعتوں اور احکامِ الٰہی جل و علا کے مظہر ہیں تو یہ عقد شریعت کے ساتھ ہوگا خواہ ظاہر شریعت کے ساتھ ہو یا ظاہر و باطن دونوں کے ساتھ ہو اور عقد سے کنایہ احکامِ شرعیہ کے ساتھ آراستہ ہونا اور سننِ پسندیدہ کے ساتھ مزین ہونا ہے اور شریعت کا باطن حقیقی اسلام ہے اور اس کے ساتھ متصف ہونا اولیاء اللہ کے قدموں کا انتہائی مقام ہے، اور ہو سکتا ہے کہ عقد سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت کے ساتھ وابستگی ہو جو کہ حقیقۃ الحقائق ہے جیسا کہ اس کی تفصیل اوپر بیان ہو چکی ہے۔

آپ نے دوسری جگہ لکھا تھا کہ "اس حالت میں ظاہر کیا گیا کہ یہ مقام لاتعین ہے"۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ جہاں تک سیر و سلوک ہے تمام ترقی و عروج مراتب تعینات میں ہے، مراتب تعینات کے اوپر قدم رکھنے کی جگہ نہیں ہے اگرچہ عروج کے وقت بلاتعین ظاہر ہو حقیقت میں تعین کے پردے کے بغیر نہیں ہے لاتعین محض میں قدم رکھنا وجوب کے ساتھ متحقق ہونا ہے جو کہ محال ہے، ہاں اس بارگاہ میں نظری وصول شاید محال نہ ہو۔ ۱۰۵

آپ نے قبر کا معاملہ منکشف ہونے کے بارے میں تحریر کیا تھا اور لکھا تھا کہ "قبر میں میری ایسی حالت ہے جو کہ تحریر و تقریر میں نہیں آسکتی شرح و بیان سے باہر ہے اس کا وقت و حال دوسرا ہے جو کہ اس عالم کے مانند نہیں ہے اس مقام میں سرور و حضور اس عالم سے ہے کہ عالم دنیا کو مطلق اس کا تصور اور خبر نہیں ہے"۔ بیشک قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے جو شخص مر گیا پس اس کی قیامت قائم ہو گئی جو معاملہ آخرت سے تعلق رکھتا ہے اس کا آغاز قبر سے ہوتا ہے، قبر یا تو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے، تمام دنیا ظلی ظہورات اور مثالی نمونوں کا مقام ہے۔ لا یشفی علیلا ولا یروی عطشانا [کسی علیل کو شفا نہیں بخشتے اور کسی پیاسے کو سیراب نہیں کرتے] میں اسی کا پتہ دیا گیا ہے، نہ طالبِ صادق کو اس سے سیری حاصل ہے اور نہ پیاسے کو سیرابی ہے: كَسَرَابٍ بِقِيعَةٍ يَحْسَبُهُ الظَّمْآنُ مَاءً [اس سراب (وہ جگہ جس پر پانی ہونے کا دھوکا ہوتا ہے) کی طرح جو چٹیل میدان میں ہے جس کو پیاسا سمجھتا ہے کہ پانی ہے]۔ (یہ دنیا) کھیتی اور کام کرنے کا مقام ہے اور طاعت و عبادت کی جگہ ہے۔ (یہ دنیا) آخرت کے لئے کھیتی ہونے سے زیادہ نہیں ہے کہ آخرت ہی ظہورِ اصل کا محل ہے اور بطریق کمال لقاء (دیدارِ الٰہی) کا مقام ہے اور اس (آخرت) کا معاملہ برزخ صغریٰ سے شروع ہوتا ہے جو کہ قبر ہے۔ مَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ اللَّهِ فَإِنَّ أَجَلَ اللَّهِ لَآتٍ [جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا امیدوار ہے پس اللہ تعالیٰ کا مقرر کیا ہوا وقت آنے والا ہے] پس قبر کا معاملہ دنیا کے معاملات کی مانند نہیں ہے اگرچہ برزخ ہے لیکن وہاں اس مقام (آخرت) کے معاملات غالب ہیں، ہاں نماز

سورۂ نور آیہ ۳۹

سورۂ عنکبوت آیہ ۵

www.maktabah.org

جوکہ دنیا میں اصل کا نشان رکھتی ہے اور ظلی ظہورات سے اعراض کرنے والی ہے، حدیث شریف میں آیا ہے کہ بندہ اور حق سبحانہ وتعالیٰ کے درمیان جو پردہ ہے وہ نماز میں اٹھا دیا جاتا ہے اور حدیث شریف میں یہ بھی آیا ہے کہ سجدہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کے دونوں قدموں پر سجدہ کرتا ہے پس اللہ تعالیٰ سے اس حالت کو طلب کرنا اور اس کی رغبت کرنا چاہیئے۔ نماز صورت کے اعتبار سے اگرچہ دنیا سے ہے لیکن حقیقت میں آخرت سے ہے اس لئے کہ یہ مومن کی معراج ہے اور جو چیز کہ آخرت سے تعلق رکھتی ہے (یعنی دیدار الہٰی) وہ اس میں کچھ حصہ دلاتی ہے (یعنی دنیا میں مشاہدہ کرا دیتی ہے)۔

میرے مخدوم! آپ کا ایک خط اس خط کے بعد کہ جس کو کہ میر ضیاء الدین حسین لایا تھا پہنچا اس خط میں لکھا ہوا تھا کہ ان دنوں میں ایسے حالات گذر رہے ہیں کہ (یہ بندہ) ان کے لکھنے اور بیان کرنے سے عاجز ہے۔ اکثر نماز میں ایسی حالت پیش آتی ہے کہ شرح وبیان سے باہر اور کیفیت سے ماوراء ہے عجیب وغریب امور واسرار وارد ہوتے ہیں الیٰ آخرہٗ۔ (بیشک) فرض نماز ان کمالات میں جو کہ اوپر بیان ہو چکے ہیں تمام نمازوں سے ممتاز ہے، قرب فرائض کو قرب نوافل سے کیا نسبت، ان کمالات کی ابتداء میں نوافل کے ساتھ لذت بخشتے ہیں اور انتہا میں یہ حالت (قرب) فرض نمازوں پر موقوف ہے اور اس (نماز) کے باہر گویا معطل اور بیکار ہے، حدیث شریف ارحنی یا بلال (اے بلال مجھ کو نماز کے ساتھ راحت پہنچا) گویا اس کمال کا پتہ دیتی ہے، کیونکہ فرائض ہی ہیں جو کہ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعوت (اذان) سے وابستہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی راحت کو اس میں فرمایا۔ نوافل کا دائرہ وسیع ہے حضرت بلال کی دعوت (اذان) کے ساتھ قید اور ان کے بلاوے پر موقوف نہیں ہیں، ان کی زیبائش وآرائش فرائض کے لئے ہے جو کہ بے نشان کا کچھ پتہ ونشان رکھتے اور مطلوب کی کچھ خبر لاتے ہیں۔ ع

دہ ہیچ از گریبانم گر آں مہ در کنار آید [اگر وہ چاند (محبوب) میری آغوش میں آجائے تو سر گریبان سے صبح طلوع ہو جائے]

جاننا چاہیے کہ وہ آداب ونوافل جو کہ فرائض کو مکمل اور پورا کرنے والے ہیں وہ فرائض میں ہی شمار کئے جاتے ہیں ان کی رعایت جس قدر زیادہ کی جائے گی فرض کا نتیجہ اسی قدر زیادہ اچھا نکلے گا بلکہ مؤکدہ سنتوں میں بھی یہ نسبت اثر کرتی ہے کہ گویا وہ فرائض کو مکمل کرنے والی ہیں اور یہ اس مکتوب کا اخیر ہو جانا چاہیے، الحمد للہ اولاً واٰخراً (اول وآخر اللہ تعالیٰ کا شکر ہے) والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد والہ دائماً سرمداً وعلی جمیع الانبیاء والمرسلین وعلی الملائکۃ المقربین وسائر الصالحین اجمعین۔ آمین۔

www.maktabah.org

مکتوب ۲۵

مرزا عبید اللہ بیگ کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ ہر خطہ کے لئے ایک خاص حکم ہے اور ہر سرزمین کا ایک مخصوص فیض ہے۔

حمد و صلوٰۃ و تبلیغ دعوات کے بعد جناب برادر عزیز مرزا عبید اللہ بیگ کی خدمت میں عرض ہے کہ آپ کا مکتوب گرامی جو میر ضیاء الدین حسین کے ہمراہ بھیجا تھا، پہنچا چونکہ اعلیٰ درجہ کے احوال و اذواق پر مشتمل تھا معنوی لذات بخشیں، اللہ تعالیٰ ہمیشہ ترقیات پر فائز رکھے اور سنتِ عالیہ کے اتباع پر استقامت عطا فرمائے۔ فعل الحکیم تعالیٰ لا یخلو عن حکمۃ (حکیم اللہ تعالیٰ کا فعل اس کی حکمت سے خالی نہیں ہوتا)۔ صوبۂ دکن کی طرف جانے میں بظاہر کوئی حکمت ہوگی، ہر زمین کے فیوض مختلف اور ہر شہر کی خاصیت الگ اور ہر بستی کے ساتھ معاملہ جدا ہے، بصیرت والے لوگ ہر قطعۂ زمین سے مخصوص فیض حاصل کرتے ہیں اور ہر سرزمین سے کوئی کمال اخذ کرتے ہیں۔ ہمارے حضرت قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس اس زمانہ میں جبکہ سلطانِ وقت کے ہمراہ شہر لاہور میں تشریف رکھتے تھے شروع کے ایک دو مہینے ۱۰۲۷
حاجی سوائی کے کوچہ میں خواجہ قاسم کی پرانی حویلی میں اقامت پذیر تھے وہاں بیشمار اسرار و معارف کہ جن میں سے اکثر اشیاء کے فنا و عدمیت کے کمالات اور عارف کے عدمِ محض کے ساتھ مل جانے سے تعلق رکھتے ہیں فائض ہوتے تھے اور آپ بیان فرماتے تھے۔ اور وہ مکتوب[1] جس کا عنوان ھَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّھْرِ لَمْ یَکُنْ شَیْئًا مَّذْکُوْرًا[2] ہے دیگر چند مکتوبات کے ساتھ جو اس مکتوب کے آخر میں اسی وہیں تحریر کیا گیا ہے۔ چونکہ وہ حویلی بہت پرانی تھی دوسری حویلی میں جو کہ کوچہ مُلّا میں تھی منتقل ہو گئے قبل اس کے کہ اس حویلی میں منتقل ہوں آپ نے فرمایا کہ اس جگہ میں وہ اسرار و معارف فائز ہوں گے جو کمالاتِ بقا کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں ان شاء اللہ تعالیٰ۔ (چنانچہ) وہاں منتقل ہونے کے بعد ایسا ہی ہوا اور کمالاتِ بقا سے متعلق اسرار اور مقامِ بقا کی باریکیاں ظاہر کی گئیں، اور وہ مکتوب جس میں یہ عبارت درج ہے "برعکس[3] مرایائے دیگر تشخص او مرائیتِ خود را دامی نماید فہم من فہم" ۔

قیامت می کنی سعدی بدیں شیریں سخن گفتن   مسلم نیست طوطی را بدورانت شکر خائی

---

[1] مکتوباتِ حضرت مجددؒ دفتر سوم مکتوب ۵۳۔ [2] سورۃ ۷۶۔ [3] عبارت حضرت مجددؒ کے مکتوبات دفتر سوم کے مکتوب ۹۲ سے لی گئی ہے۔ مکتوباتِ معصومیہ میں یہ عبارت اس طرح ہے "برعکس مرایائے دیگر بکلیتِ خود تشخص او مرائیتِ خود را وانماید"۔

www.maktabah.org

[دوسرے مظاہر کے برعکس اس کے تشخص و تعین میں اپنی مرائیت یعنی آئینہ بننے کو ظاہر کرتا ہے، سمجھا جس نے سمجھا۔ شعر کا ترجمہ) اے سعدی تو اس قسم کی شیریں باتیں کہہ کر قیامت برپا کرتا ہے تیرے زمانے میں طوطی کا شیریں بیان ہونا مسلّم و منظور نہیں ہے] دوسرے چند مکتوب کے ساتھ جو کہ اس مکتوب کے آس پاس ہیں وہیں تحریر کیا گیا ہے، دوستوں سے دعا اور غائبانہ توجہ کی امید کی جاتی ہے۔ والسلام

مکتوب ۲۶

حاجی حسین کے نام مرتبہ جمع کے بیان میں جو کہ کفر حقیقی ہے اور اس سے اوپر کے مقام کو جو کہ اسلام حقیقی ہے حاصل کرنے پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی۔ آپ کا پسندیدہ مکتوب موصول ہو کر مسرت حاصل ہوئی، آپ نے وہ اذواق و مواجید جو کہ سکر کے جوش اور محبت کے غلبہ کے باعث پیش آئے ہیں تحریر فرمائے تھے واضح ہوئے وہ بہت خوب اور مبارک ہیں، اللہ سبحانہ وتعالیٰ آپ کے ذوق و شوق کو زیادہ کرے، عشق کی کشش ہے کہ جس نے صفات لطیفہ و کثیفہ اور رذیلہ و شریفہ کو یکساں دکھایا ہے اور سکرِ محبت (نشہ محبت) ہے جس نے اسلام و کفر کو برابر کر دیا ہے اور برائی اور بری چیزوں کو نگاہوں سے چھپا دیا ہے، یہ وہ پھول ہیں جو کہ (مقامِ) جمع کی انجمن سے کھلے ہیں اور یہ حیرت و عدمیت عین الیقین سے آئی ہے جو کہ فنا و بے شعوری کا مقام ہے، یہ اچھی اور سنجیدہ چیزیں ہیں لیکن اس مقام میں ٹھہرنا اچھا نہیں ہے، فنا اپنی ذات میں اگرچہ کمال ہے لیکن یہ دوسرے کمالات کا زینہ ہے اور مقاماتِ قرب میں عروج کے لئے شرط ہے ؎

ہیچ کس را تا نگردد او فنا نیست رہ در بارگاہِ کبریا

[جب تک کوئی شخص فنا نہ ہو جائے اس کیلئے بارگاہِ الٰہی میں باریابی نہیں ہے۔] جمع سے فرق بعد الجمع کے مقام میں آنا چاہئے عین الیقین سے حق الیقین تک اور فنا سے بقا تک ترقی کرنی چاہئے اور عدم سے وجود تک اور جہل سے علم تک پہنچنا چاہئے تاکہ حسنِ اسلام ظاہر ہو جائے اور کفر و فسق کی برائی نمایاں ہو جائے۔ آیہ کریمہ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً [اور لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ایمان کو محبوب و پسندیدہ بنا دیا ہے اور اس کو تمہارے دلوں میں زینت

www.maktabah.org

بخشی ہے اور تمہارے لئے کفر و فسوق و عصیان کو ناپسند کر دیا ہے یہی وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے فضل و نعمت سے ہدایت پانے والے ہیں۔] اس معنی کی تائید کرتی ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ منبع ایک ہی ہے بیشک سب کچھ اللہ جل و علا کا بنایا اور پیدا کیا ہوا ہے لیکن حق تعالیٰ نے اپنی بعض مصنوعات و مخلوقات کو پسند کیا ہے اور اس کو حُسن (اچھا) قرار دیا ہے اور بعض دوسری چیزوں کو پسند نہیں کیا اور ان کو قبیح (برا) قرار دیا ہے۔ عارف کامل جو اللہ تعالیٰ کے اخلاق سے متخلق (متصف) ہے اس معرفت سے گذرنے کے بعد جو کہ آپ نے لکھی تھی ایسا ہی محسوس کرتا ہے اور حُسنِ شرعی کو حُسن (اچھا) اور قبیح شرعی کو قبیح (برا) دیکھتا ہے۔ اللھم ارنا حقایق الاشیاء کما ھی و خلصنا عن الاشتغال بالملاھی [اے اللہ ہمیں اشیاء کی حقیقتیں جیسی کہ وہ ہیں دکھا دے اور ہم کو لہو و لعب میں مشغول ہونے سے بچا] والسلام علیکم و علی من لدیکم۔ [اور آپ پر اور آپ کے پاس والوں پر سلامتی ہو]۔

مکتوب ۲۷

شاہ نعمت اللہ قادری کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ ممکن کی ذات عدم ہے اور اس کا حُسن و جمال عاریتی (مستعار) ہے۔

حامداللہ العظیم و مصلیا علی رسولہ الکریم۔ اما بعد [حمد و صلوٰۃ کے بعد] یہ ذرہ حقیر اگرچہ ظاہری طور پر حاضری کے شرف سے دور اور صحبت کے حصول سے محروم ہے لیکن اہل اللہ کے ساتھ خاکساری کی نسبت رکھتا ہے اور حضور و غیبت میں (سامنے اور پیٹھ پیچھے) ان کا حلقہ بگوش ہے، امیدوار ہے کہ کبھی کبھی اس ناکارہ کو اپنے معطر دل کے گوشہ میں یاد فرما کر باطنی فیوض و برکات سے نوازتے اور خاص عنایات سے کچھ حصہ عطا فرماتے رہیں گے۔ قلیل سرمایہ والا فقیر احتیاج کے علاوہ کیا اظہار کر سکتا ہے اور سوال کرنے کے سوا کیا بیان کر سکتا ہے، کیا کرے کہ اس کا فقر ذاتی اور اس کا فاقہ دائمی ہے، اس کا حصہ مطلوب حقیقی سے استہلاک (مٹ جانا) ہے اور اس بلند بارگاہ سے اس کا نصیب اضمحلال (نیست ہو جانا) ہے، پس اس کے کمال سے کیا پائے اور اس کے حُسن و جمال کو کس طرح تلاش کرے، اس (بے مایہ) کی ذات عدم ہے اور اس کا ہونا نہ ہونا ہے، خیر و کمال اس کے حق میں عاریتی ہے اور اس کا حُسن و جمال انعکاسی ہے اس عاریتی کمال اور انعکاسی جمال کے باوجود اپنے آپ کو خیر و کامل گمان

www.maktabah.org

کیا ہے اور اس بے بنیاد نمود پر طویل بنیاد قائم کی ہے، اگر رحمت دستگیری نہ فرمائے اور کرم خود آگے ۲۹
بڑھ کر امداد نہ کرے تو حسرت ہی حسرت ہے، کمال اس کے حق میں کمال کا نفی ہونا ہے اور خود کو اچھا نہ سمجھنا ہی اچھائی ہے، کسی نے کیا اچھا کہا ہے ؎

معشوق اگرچہ گشت ہم خانۂ ما ویران تر از اول است ویرانۂ ما

[اگرچہ معشوق ہمارا ہمخانہ ہوگیا ہے (لیکن اب) ہمارا ویرانہ پہلے سے بھی زیادہ ویران ہے] اگر قہر و کمال کی نسبت اپنی طرف کرے تو خائن ہوگا اور اصل کے ساتھ برابری کا دعویٰ پیدا کرے گا مگر یہ کہ عدم (فنائیت) کے بعد اس کو موجود کیا جائے اور دوسری ولادت کے ساتھ پیدا کیا جائے تو اس وقت (ایسا ہو سکتا ہے کیونکہ) بادشاہوں کی بخششیں اور بڑے بڑے بادشاہوں کی سواریاں ہی اٹھا سکتی ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریمؐ اور آپ کی آلِ اطہار علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کے وسیلہ سے ہم جیسے دور افتادوں کو ان معانی کی فہم عطا فرمائے اور آپ جیسے شہبازوں کے طفیل میں اس سرچشمہ سے ایک گھونٹ نصیب فرمائے۔

مکتوب ۲۸

شیخ محمد علیم جلال آبادی کے نام اُن کے اور ان کے دوستوں کے احوال کی وضاحت میں جو اُن کے عریضہ میں درج تھے تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ برادر عزیز شیخ محمد علیم کا گرامی نامہ موصول ہو کر باعث مسرت ہوا۔ آپ نے لکھا تھا کہ "خطرۂ قلبی اس طور پر دور ہو گیا ہے کہ تکلف کے ساتھ بھی خطرہ نہیں گذرتا" میرے مخدوم! یہ معاملہ فنائے قلبی سے تعبیر کیا گیا ہے اور پہلا کمال ہے اور دوسرے کمالات کے لئے شرط ہے۔ اور نیز آپ نے لکھا تھا کہ "اپنی رضا و اختیار کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رضا و اختیار میں گم پاتا ہوں" یہ دید (دیکھنا) بھی فنا کے شعبوں میں سے ہے، جب یہ معاملہ انجام کو پہنچ جاتا ہے اس طرح پر کہ کوئی مراد اس کے سینہ کی وسعت میں نہیں رہتی اور ارادے بھی مرادوں کی طرح عدم کے صحرا کو اپنا سامان لے جاتے ہیں (یعنی فنا ہو جاتے ہیں) اس کے بعد وہ فنا سے بقا کے مقام میں آتا ہے تو اس وقت اس کو صاحبِ ارادہ بنا دیتے ہیں اور اپنے پاس سے ارادہ عطا فرماتے ہیں۔

آپ نے لکھا تھا کہ "حق تعالیٰ عزاسمہ کا کرم و عنایت بہت زیادہ مشاہدہ ہوتا ہے اس سے پہلے کچھ عرصہ تک اپنی ذات کو اللہ تعالیٰ کی ذات کا اور اپنی صفات کو اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر جانتا تھا

www.maktabah.org

اب معلوم ہوتا ہے کہ میں کچھ نہیں ہوں اور سب اسی سے ہے الیٰ آخرہٖ" یہ معاملہ بقا کے ساتھ وابستہ ہے لیکن جو کچھ آپ پہلے جانتے تھے وہ قَابَ قَوسَین سے مشابہت رکھتا تھا اور جو کچھ اب معلوم ہوتا ہے وہ اَوْ اَدْنیٰ سے مناسبت رکھتا ہے، حق سبحانہ وتعالیٰ اَوْ اَدْنیٰ کی حقیقت سے کچھ حصہ عطا فرمائے اس لئے کہ جو کچھ آپ نے لکھا ہے اندراج (اندراج النہایت فی البدایت) کے طریق پر ظاہر ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لائیں کہ قلتِ صحبت کے باوجود آپ پر اس قسم کے واردات ہونے لگے ہیں۔

اور آپ نے اپنے دوستوں کے احوال کے بارے میں لکھا تھا کہ اس قدر قلبی ذکر اور یادداشت رکھتے ہیں، شاید آپ نے یادداشت سے قلب کی دوام آگاہی مراد لی ہے نہ کہ وہ یادداشت جس کے بارے میں ہمارے حضرت قدسنا اللہ سبحانہ وتعالیٰ بسرہ نے اپنے بعض مکاتیب میں لکھا ہے جو کہ کامل منتہیوں کے ساتھ مخصوص ہے۔

اور یہ جو آپ نے مُلا یار محمد کے بارے میں لکھا تھا کہ "اس کے قلب سے خطرہ اس حد تک دُور ہو گیا ہے کہ تکلف سے بھی نہیں آتا اور وہ کہتا ہے کہ میں اپنے قلب میں آفتاب کے ذرات کی مانند دیکھتا ہوں جو کہ جوش مارتے ہیں، اکثر اوقات اپنے آپ کو گم پاتا ہوں اور اپنے قلب کو کبھی اس قدر وسیع پاتا ہوں کہ اگر دنیا و مافیہا کو اس میں سمو دیں تو سما جائے الخ" میرے مخدوم! اس طرح پر قلبی خطرہ کا دور ہونا اسمائی و صفاتی انوار کے ظہور کے بغیر نہیں ہوتا جب تک تو (انھیں) نہ پائے رہائی نہ پائے گا۔ دل میں ذراتِ آفتاب کی مانند مشاہدہ کرنا اس راستہ (کی کیفیات) سے ہے اور قلب کا وسیع پانا بھی اسی سے ہے اس لئے کہ اس عالم کا اُن انوار کے مقابلہ میں کوئی شمار نہیں ہے، اس دوست کا ایسا دیکھنا اس کی بلند فطرتی اور وسعتِ استعداد کی خبر دیتا ہے حقیقی علم اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی کو ہے، اگر یہ دوست کچھ عرصہ یہاں گذارے اور سرہند کی سیر کرے تو بظاہر لا حاصل نہ ہوگا۔ دیگر یہ کہ اس سے پہلے فقیر نے ملا حسن علی کے خط میں لکھا تھا کہ جس تعداد کی آپ کو اجازت دی گئی تھی اس سے زیادہ کی اجازت ہے اب لکھا جاتا ہے کہ چار گنی تعداد کو طریقہ سکھائیں۔ والسلام

مکتوب ۲۹

میرزا عبید اللہ بیگ کے نام، ان لوگوں کے رد میں تحریر فرمایا جنھوں نے کہ صوفیہ کرام کے طریقہ کو ترک تعرض جانا ہے اور اسقاطِ عمل اور دیگر مفاسد کے قائل ہوئے ہیں اس میں ان احادیث کا ذکر بھی ہے جو امرِ معروف و نہی منکر کے فرض ہونے کے بارے میں وارد ہوئی ہیں اور اُن احادیث کا ذکر بھی ہے جو جہاد کے فضائل میں ہیں۔

www.maktabah.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین محمد وآلہ وصحبہ اجمعین

[سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے اور سید المرسلین حضرت محمد مصطفےٰ اور آپ کی تمام آل و اصحاب پر درود وسلام ہو] میرے مخدوم! اہل زمانہ میں یہ بات مشہور اور شائع ہوگئی ہے کہ صوفیائے کرام کا مسلک مخلوق کے حال سے تعرض نہ کرنا اور کسی کے ساتھ برا نہ ہونا ہے (یعنی کسی کو برا نہ جاننے) چونکہ یہ بات واقع کے خلاف اور بہت سی برائیوں پر مشتمل ہے اس لئے (اس فقیر کے) جی میں آیا کہ اس بارے میں کچھ لکھے اور اس کی برائیوں کو ظاہر کرے، اور اس سلسلہ میں جو حدیثیں امر معروف و نہی منکر اور حُب فی اللہ و بُغض فی اللہ اور جہاد فی سبیل اللہ کی فضیلت اور مجاہدین کے مراتب اور شہداء کے درجات کی بلندی سے متعلق آئی ہیں بیان کردے اور صوفیائے کرام کی بعض تحریروں کو بھی جو اس مقام سے مناسبت رکھتی ہیں اور شریعتِ عالیہ کے راستہ پر استقامت کی خبر دیتی ہیں اور اس جماعت کی تردید کرتی ہیں جو اپنے آپ کو اس گروہ کے ساتھ منسوب کرتے ہیں اور شریعتِ حقہ کے دائرہ سے سرتابی کرتے ہیں، درج کرکے دوستوں کو ارسال کرے اور لغزش سے حفاظت اور خیر کی توفیق اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے ہے۔

میرے مکرم! جو شخص کہ (صوفیائے کرام کے متعلق) اس بات کا معتقد ہے معلوم نہیں کہ صوفیہ سے اس کی مراد کونسی جماعت ہے۔ ہمارے پیروں کا طریقہ جو کہ نقشبندی مشائخ ہیں خود سنت کا اتباع اور بدعت سے اجتناب ہے جیسا کہ ان کی کتابوں اور رسالوں سے ظاہر و نمایاں ہے اور امر معروف و نہی منکر و بغض فی اللہ اور جہاد فی سبیل اللہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسلمہ سنتوں میں سے ہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کے فرائض و واجبات میں سے ہیں۔ پس امر معروف کا ترک کرنا (درحقیقت) اس طریقۂ عالیہ کو ترک کرنا ہے۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ہمارا طریقہ مضبوط حلقہ ہے جو کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کے دامن کو پکڑنا اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار کی اقتدا کرنا ہے۔ اس طریقہ میں تھوڑے عمل سے بہت زیادہ کامیابیاں حاصل ہوتی ہیں اور جو شخص ہمارے اس طریقہ سے روگردانی کرتا ہے اس کے لئے بہت بڑا خطرہ ہے۔ اگر صوفیائے کرام کا طریقہ ترکِ تعرض ہوتا تو حضرت خواجہ نقشبندؒ نے جو کہ صوفیوں کے سردار اور اس طریقۂ عالیہ کے بانی ہیں اپنے پیر حضرت امیر کلالؒ سے جو کہ ادب کے مقام پر تھے اور عدم تعرض کے زیادہ حقدار تھے ذکر جہر کے بارے میں جو کہ حضرت امیر (کلال قدس سرہ) کا طریقہ تھا امر معروف کیوں کیا اور علمائے بخارا کو جمع کرکے ان کے پاس کیوں لے گئے اور انہوں نے جذبہ سلمانی اور کمال حقانیت کی خوبی کی بنا پر حضرت خواجہ (بہاؤ الدین) نقشبند قدس سرہ کی بات کو قبول کرلیا اور

www.maktabah.org

ذکر میں جہر کرنے کو ترک کر دیا جیسا کہ منقول ہے اور سلف و صاحبِ استقامت صوفیہ و مشائخ کا طریقہ بھی یہی تھا۔ صوفیائے کرام نے جو یہ تمام کتابیں سلوک و ریاضت اور وعظ و نصیحت میں لکھی ہیں اور مہلکات (ہلاک کرنے والی چیزوں) و منجیات (نجات دلانے والی چیزوں) کی نشاندہی کی ہے، یہ امر معروف و نہی منکر ہے یا کوئی اور چیز؟ اور یہ تعرض ہے یا ترکِ تعرض؟

۱۱۲ حضرت خواجہ معین الدین چشتی (قدس سرہٗ) اپنے پیر سے نقل کرتے ہیں انھوں نے فرمایا کہ "دوستی (محبتِ الٰہی) کا راستہ چونکہ تاریک اور باریک ہے (اس لئے) تجھے چاہئے کہ مخلوق کو نصیحت کرے اور ان کو (خطرات سے) ڈرائے"۔

شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہٗ جو کہ وحدۃ الوجود والوں کے پیشوا ہیں انھوں نے اپنے وقت کے ان صوفیوں کو جو سماع اور رقاصی کرنے کے طریقے پر کاربند تھے کیوں روکا اور اس کے ترک پر کیوں دلالت کی ان میں سے بعض لوگ شیخ کے کہنے پر باز آگئے اور اپنے طریقے کو چھوڑ دیا اور بعض (اگرچہ) باز نہیں آئے لیکن انھوں نے بھی اپنے نقص و قصور کا اعتراف کیا جیسا کہ شیخ نے اپنے بعض رسائل میں لکھا ہے۔

غوث صمدانی شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز نے اپنے بعض رسائل میں امرِ معروف و نہی منکر کے بارے میں ایک تفصیلی باب تحریر فرمایا ہے (جس میں) اس کے دقائق بیان فرماتے ہیں اور اس عظیم الشان کام (امرِ معروف و نہی منکر) کے بارے میں بہت احتیاط ملحوظ رکھی ہے، اسی رسالہ میں لکھتے ہیں "پس جب یہ ثابت ہوگیا کہ اس پر برائی سے روکنا ہے یعنی عدمِ قدرت کے وقت نہی عن المنکر واجب نہیں ہے تو کیا انکار یعنی برائی سے روکنا اس وقت جائز ہے جبکہ اس کو اپنی جان پر خوف کا ظن غالب ہو؟ تو یہ ہمارے نزدیک جائز ہے اور اگر وہ شخص اہلِ عزیمت اور اہلِ صبر میں سے ہے تو افضل ہے پس وہ (یعنی ایسے موقع پر نہی عن المنکر کرنا) اللہ تعالیٰ کے راستہ میں کفار کے ساتھ جہاد کرنے کی مانند ہے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت لقمان علیہ السلام کے قصہ میں فرمایا ہے: وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَا أَصَابَكَ إِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ (اور نیکیوں کا حکم کر اور برائیوں سے منع کر اور اس سلسلے میں تجھ کو جو مصیبت پہنچے اس پر صبر کر بیشک یہ عزیمت کے کاموں میں سے ہے) خاص کر جبکہ ظالم بادشاہ کے سامنے (امرِ معروف و نہی منکر) یا کلمۂ کفر کے اظہار کی بجائے اظہارِ ایمان کے لئے ہو، اس لئے کہ فقہا اس پر متفق ہیں اور بلا شبہ ہمارے اور ان کے درمیان ان دو موقعوں کے علاوہ باقی مواقع میں اختلاف ہے۔

انصاف کرنا چاہئے کہ اگر ان بزرگوں کا مشرب جو کہ اہلِ ولایت کے پیشوا اور صوفیوں کے

www.maktabah.org

مقتدا تھے ترکِ تعرض ہوتا تو پھر وہ امرِ معروف (ونہی منکر) میں اس قدر مبالغہ کیوں کرتے اور نیز حضرت
شیخ (عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ) نے فرمایا ہے کہ "امرِ معروف ونہی منکر" دو قسم پر ہے پس جو چیز کتاب
(قرآن مجید) و سنت (حدیث شریف) اور عقل کے موافق ہو وہ معروف ہے اور جو چیز اُن کے مخالف ہو وہ
منکر ہے، پھر ان کی دو قسمیں ہیں ان میں سے ایک ظاہر ہے جس کو عوام و خواص سب ہی جانتے پہچانتے
ہیں اور وہ مثلاً پانچ وقت کی نمازوں اور ماہِ رمضان کے روزوں اور زکوٰۃ اور حج وغیرہ کا واجب
ہونا ہے اور منکرات میں سے مثلاً زنا، شراب نوشی، چوری، رہزنی، سود اور غصب وغیرہ کا حرام ہونا ہے
پس اس قسم کے متعلق امرِ معروف و نہی منکر کرنا عوام پر بھی اسی طرح واجب ہے جیسا کہ خواص علما پر
واجب ہے اور دوسری قسم وہ امور ہیں جن کو صرف خواص ہی جانتے ہیں، مثلاً اللہ تعالیٰ کے متعلق
کس قسم کا اعتقاد جائز ہے اور کس قسم کا اعتقاد جائز نہیں ہے۔ پس اس کے متعلق امرِ معروف و نہی منکر
کرنا علما کے ساتھ مخصوص ہے، پھر اگر علما میں سے کسی نے عوام میں سے کسی کو اس کی خبر دی تو یہ اُس ۱۴۳
کے لئے جائز ہے اور (خود) اس عامی شخص پر بھی بشرطِ قدرت اس کا امرِ معروف و نہی منکر کرنا واجب ہو جائے گا۔

فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے جو کہ اکابر صوفیہ میں سے ہیں فرمایا "جو شخص کسی بدعتی سے محبت رکھتا
ہے اللہ تعالیٰ اس کے عمل کو رائیگاں کر دیتا ہے اور ایمان کا نور اس کے دل سے نکال لیتا ہے اور جب
اللہ تعالیٰ نے کسی آدمی کے بارے میں جان لیا کہ وہ بدعتی سے بغض رکھتا ہے تو میں اللہ تعالیٰ سے امید
کرتا ہوں کہ وہ اسے بخش دے گا اگرچہ اس کا عمل تھوڑا ہو اور جب تو کسی بدعتی کو راستہ میں دیکھے تو تُو
دوسرا راستہ اختیار کر، اور حضرت فضیل (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا کہ میں نے سفیان بن عیینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کو فرماتے سنا کہ جو شخص کسی بدعتی کے جنازے کے ساتھ چلا وہ واپس آنے تک اللہ تعالیٰ کی ناراضگی
میں رہے گا۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (بدعتی پر) لعنت فرمائی ہے پس آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے دین میں کوئی نئی بات پیدا کی یا دین میں نئی بات نکالنے
والے کسی (بدعتی شخص) کو پناہ دی تو اس شخص پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے
اور اس شخص سے نہ کوئی صرف قبول کیا جائے گا اور نہ عدل۔ صرف سے فریضہ اور عدل سے نافلہ مراد ہے۔
حدیث شریف میں آیا ہے، اے عائشہ رضی اللہ عنہا، اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَہُمْ وَکَانُوْا شِیَعًا
[بیشک جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے کر دیا اور وہ گروہ در گروہ ہو گئے] یہ لوگ اہلِ بدعت اور خواہشات
کی پیروی کرنے والے ہیں، ان کے لئے توبہ نہیں ہے میرا اُن سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ان کا مجھ سے
کوئی تعلق ہے۔ (طیالسی عن عمر)

www.maktabah.org

اگر صوفیہ کا مشرب ترکِ تعرض ہوتا تو اکابر صوفیہ میں سے ایک بزرگ یہ کیوں فرماتے کہ صوفیہ کا جو دن نقار میں نہ گذرے وہ اسے اچھا نہ جانیں۔ شیخ الاسلام نے کہا ہے کہ صوفیوں کی نقار کُن مکُن ہے (یعنی ہر کام کے متعلق یہ سوچے کہ یہ کام کرنا چاہئے یا نہیں کرنا چاہئے) پس خلاصۂ مطلب یہ ہوا کہ جس روز صوفی باہم امر معروف و نہی منکر نہ کریں اور سُستی برتیں وہ دن اچھا نہیں ہے۔ خوب غور کرنا چاہئے، جو لوگ کہ عدمِ تعرض کے قائل ہیں وہ آخرت کے عذاب و ثواب اور ان سخت وعیدوں پر ایمان رکھتے ہیں یا نہیں جو کہ بُرے اعمال کے بارے میں قرآن مجید اور صحیح حدیثوں میں آئی ہیں، اگر ایمان رکھتے ہیں تو پھر وہ کسی بدنصیب کو بہت بڑی تباہی سے کیوں نہیں نکالتے اور سخت عذاب سے نجات کا راستہ اس کو کیوں نہیں دکھاتے۔ اگر کسی نابینا کے راستہ میں کوئی کنواں یا کوئی سانپ ہو، یا کوئی شخص کسی اور دنیاوی ہلاکت میں گرفتار ہو تو ظاہر ہے کہ یہ لوگ اس کو آگاہ کریں گے اور اس کو راہِ نجات دکھائیں گے اور اس کے حال سے تعرض کریں گے۔ آخرت کی ہلاکت پر جو کہ سب سے زیادہ شدید اور سب سے زیادہ باقی رہنے والی ہے کیوں متنبہ نہیں کرتے اور نجات کا راستہ کیوں نہیں دکھاتے۔ یقینی بات ہے کہ وہ لوگ (آخرت پر) ایمان نہیں رکھتے اور قیامت و حشر و نشر اور جو کچھ اس میں ہے اس کے معتقد نہیں ہیں، اللہ سبحانہٗ تعالیٰ ہم کو اُن کے بُرے اعتقاد سے بچائے۔

اگر مخلوق سے ترکِ تعرض کرنا اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کو پسند ہوتا تو اللہ تعالیٰ انبیا علیہم السلام کو کیوں مبعوث فرماتا اور شریعتیں کیوں جاری کرتا اور دینِ اسلام کی طرف کیوں بُلاتا اور اسلام کے علاوہ دوسرے ادیان کو باطل کیوں قرار دیتا اور سابقہ امتوں میں جس نے ان بزرگواروں (انبیاء کرام) کی دعوت کو قبول نہیں کیا ان کو طرح طرح کے عذاب میں گرفتار کر کے ان کو ہلاک و ختم کیوں کرتا (بلکہ) چاہیے تھا کہ مخلوق کو اُن کے حال پر چھوڑ دیتا اور کچھ تعرض نہ کرتا اور منکروں کو کسی چیز پر عذاب نہ دیتا اور ہلاک نہ کرتا اور نیز اس صورت میں جہاد کو کس لئے فرض کرتا جو کہ مسلمانوں اور کفار دونوں کے ایذا و قتل پر مشتمل ہے اور جہاد و مجاہدین اور شہدائے فی سبیل اللہ کے جو فضائل و درجات نصوصِ قطعیہ سے ثابت ہیں جیسا کہ ان میں سے بعض کا بیان آگے آئے گا وہ فضائل و درجات کیوں ہوں کہ وہ ناحق لوگوں سے تعرض کرتے ہیں اور ایذا پہنچاتے ہیں، اور نیز نفسِ انسانی جو اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کی مخلوقات میں سے ہے اس کے ساتھ لڑائی اور دشمنی کا حکم کیوں دیا اور اس کے ساتھ جہاد کرنے کو جہادِ اکبر کیوں فرمایا اور اپنے قرب کو اُس کے ساتھ جہاد کرنے سے مشروط کیوں کیا، جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ تو اپنے نفس سے دشمنی کر کیونکہ بلاشبہ یہ میری دشمنی و مخالفت کے ساتھ کھڑا ہی ہوا ہے تھا کہ ۱۱۳

www.maktabah.org

کہ اس کو بھی اس کی حالت پر چھوڑ دیا جاتا۔ پس معلوم ہوا کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کے دشمن ہیں، اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اپنے دشمنوں سے انتقام لے، وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ [اور اللہ تعالیٰ غالب اور انتقام لینے والا ہے]۔ (اللہ تعالیٰ نے) اپنی کامل رحمت سے انبیائے کرام کو اصالتاً اور اولیاء اللہ کو ان کی متابعت کے ساتھ اپنی طرف بلانے کے لئے بھیجا اور ان کی زبانی عذاب و ثواب کی خبر دی اور مخالفوں پر حجت قائم کی اور ان کے عذر کی زبان بند کر دی، لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ [تاکہ رسولوں کو بھیجنے کے بعد لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ پر ہرگز کوئی حجت باقی نہ رہے] اس عظیم الشان کارخانے کے ساتھ چشم پوشی کرنے اور خواب غفلت برتنے سے یہ عذاب رفع نہیں ہوگا اور کوئی شخص اس کو دفع نہیں کر سکے گا۔ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ [بیشک تیرے رب کا عذاب ضرور واقع ہوگا کوئی چیز اس کو دور کرنے والی نہیں ہے]، اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب کو راہِ راست ہدایت دیدیتا اور دار السلام (جنت) میں بھیج دیتا۔ وَلَوْ شَاءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ [اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تم سب کو ہدایت دیدیتا] لیکن اللہ تعالیٰ کے ازلی ارادے نے ایسا ہی چاہا اور اس کی حکمتِ لازوال نے اسی طرح کا اقتضا کیا۔ وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ [اور لیکن میرا یہ قول حق ہے کہ میں جنوں اور انسانوں سے جہنم کو ضرور بھر دوں گا] مولائے حقیقی جل شانہ سے کسی کو پوچھنے کی گنجائش نہیں ہے کہ اس نے ایسا کیوں کیا اور ایسا کیوں نہیں کیا ـــ لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ [اللہ تعالیٰ سے اس کے کسی بھی فعل کے متعلق نہیں پوچھا جائے گا اور ان (لوگوں) سے پوچھا جائے گا] ؎

کرا زہرہ آنکہ از بیم او کشاید زباں جز بہ تسلیم او

[کس کی جرأت ہے کہ اس کے خوف کی وجہ سے تسلیم کے سوا کسی اور بات کے لئے زبان کھولے]

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ [آپ کہہ دیجئے یہی میرا راستہ ہے میں اللہ تعالیٰ کی طرف اس طرح دعوت دیتا ہوں کہ میں اور میرا اتباع کرنے والے واضح دلیل پر ہیں]

۱۱۵ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرنے والے اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے اور امر معروف کرنے میں آپ کے ساتھ شریک ہیں اور جو شخص کہ امر معروف کا تارک ہے وہ آپ کا پیرو نہیں ہے۔ انصاف کرنا چاہئے اگر فاسق اور کافر لوگ اللہ تعالیٰ کے مبغوض اور دشمن نہ ہوتے تو بغض فی اللہ (اللہ تعالیٰ کے لئے کسی سے بغض رکھنا) دین کے واجبات میں سے اور افضل نیکیوں اور دین کو مکمل کرنے والی چیزوں میں سے نہ ہوتا اور ولایت اور رضا و قربِ الٰہی کے حصول کا ذریعہ نہ بنتا۔

www.maktabah.org

حضرت عمرو بن الجموح سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ بندہ اس وقت تک صریح ایمان کا حق ادا نہیں کر سکتا جب تک کہ اس کا یہ حال نہ ہو جائے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کے لئے محبت کرے اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے بغض کرے، پس جب اس نے اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے محبت کی اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے بغض کیا تو وہ اللہ تعالیٰ کی ولایت کا مستحق ہو گیا، اس کو امام احمد رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے۔ اور ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے اللہ تعالیٰ کیلئے محبت کی اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے بغض کیا اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے دیا اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے منع کیا تو بیشک اس نے ایمان کی تکمیل کر لی، اس کو امام ابوداؤدؒ نے روایت کیا ہے۔ اور ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سب سے افضل عمل اللہ تعالیٰ کے لئے محبت رکھنا اور اللہ تعالیٰ کے لئے بغض رکھنا ہے، اس کو ابوداؤدؒ نے روایت کیا ہے۔ اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے آنحضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے افضل ایمان کے بارے میں سوال کیا، آپ نے فرمایا وہ یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرے اور اللہ تعالیٰ کے لئے بغض رکھے اور اپنی زبان کو اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رکھے، انھوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اور کیا؟ آپ نے فرمایا اور یہ کہ تو لوگوں کے لئے اس چیز کو پسند کرے جس کو اپنے لئے پسند کرتا ہے اور ان کے لئے اس چیز کو ناپسند کرے جس کو تو اپنے لئے ناپسند کرتا ہے، اس کو امام احمد رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے[1]۔ اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ اہل معاصی کے ساتھ بغض رکھ کر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرو اور ان لوگوں سے انقباض اور ترش روئی کے ساتھ ملو اور ان کے ساتھ ناراضگی و غصہ کر کے اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی طلب کرو اور ان سے دوری اختیار کر کے اللہ عزوجل کا قرب حاصل کرو، اس کو ابن شاہین اور دیلمی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اور الکنز الخفی میں روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ کیا تو نے کبھی میرے لئے کوئی عمل کیا ہے؟ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے اللہ! میں نے آپ کے لئے نمازیں پڑھیں، روزے رکھے، صدقے دیئے اور آپ کا ذکر کیا، پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا البتہ نماز تیرے لئے حجت ہے اور روزہ ڈھال ہے اور صدقہ سایہ ہے اور ذکر نور ہے تو پھر تو نے میرے لئے کونسا عمل کیا؟ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: یا اللہ! آپ مجھے اس عمل کی طرف رہنمائی فرمائیں جو آپ کے لئے ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ کیا تو نے میرے کسی دوست سے دوستی کی اور میرے کسی دشمن سے دشمنی کی پس موسیٰ علیہ السلام نے جان لیا

---

[1] مشکوٰۃ کتاب الایمان الفصل الثالث۔

www.maktabah.org

کہ بیشک وہ عمل الحبّ فی اللہ والبغض فی اللہ (اللہ تعالیٰ ہی کے لئے محبت اور اللہ تعالیٰ ہی کیلئے دشمنی کرنا) ہے۔ اور حضرت فضیل قدس سرہٗ سے اس بارے میں نقل اوپر گزر چکی ہے اور حق یہ ہے کہ محبوب کے دوستوں سے محبت اور اس کے دشمنوں سے دشمنی کرنا محبت کے لوازم میں سے ہے۔ سچا عاشق ان ص۱۱۶
دو اعمال میں اختیار نہیں رکھتا اور کسب و تعمل کا محتاج نہیں ہے جیسا کہ دوسرے اعمال میں محتاج ہے (اس شخص کے نزدیک) دوست کے دوست کس قدر اچھے نظر آتے ہیں اور اس کے دشمن کس طرح کے بُرے اور خراب لگتے ہیں، یہ معنی مجازی دنیا میں ظاہر و نمایاں ہیں۔ جس شخص کے ساتھ دوستی کا دعویٰ کرے جب تک اس کے دشمنوں سے بیزاری کا اظہار نہ کرے مقبول نہیں ہے اور وہ اسے منافق سے زیادہ نہیں سمجھتا۔ شیخ الاسلام نے کہا کہ میں ابوالحسن شمعون سے خوش نہیں ہوں کیونکہ وہ میرے استاد حصری کو رنج پہنچاتا تھا اور جو شخص تیرے پیر کو رنج پہنچائے اور تو اُس سے ناراض نہ ہو تو کتا تجھ سے بہتر ہے۔
اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَآءُ مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّىٰ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَحْدَهُ[1] (بیشک تمہارے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں میں اسوۂ حسنہ (نیک نمونہ) ہے جبکہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ ہم تم سے اور تمہارے ان معبودوں سے جن کی تم اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کرتے ہو بے تعلق ہیں، ہم تمہیں نہیں مانتے اور ہمارے اور تمہارے درمیان اس وقت تک دشمنی اور بغض ہمیشہ کے لئے پیدا ہو گیا جب تک کہ تم خدائے واحد پر ایمان نہ لاؤ) اور نیز فرمایا: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيهِمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ[2] (بیشک ان لوگوں میں تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے اس شخص کے لئے جو اللہ تعالیٰ اور یومِ آخرت کا اعتقاد رکھتا ہے) پس ان آیاتِ کریمہ سے معلوم ہوا کہ طالبِ حق جل شانہ کے لئے یہ بیزاری اور بغض و عداوت ضروری و لازمی ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ[3] (ان لوگوں سے دوستی مت کرو جن پر اللہ تعالیٰ کا غصہ و غضب ہے) اور دوسری جگہ ارشاد ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ الیٰ قولہ سبحانہ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ[4] ان آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے محبت کرنا گمراہی کا موجب ہے اور مقصود تک پہنچنے کی کوئی راہ نہیں رکھتا اور نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ[5]

---

[1] سورۃ ۶۰ آیۃ ۴ [2] سورۃ ۶۰ آیۃ ۶ [3] سورۃ ۶۰ آیۃ ۱۳ [4] سورۃ ۶۰ آیۃ ۱
[5] سورۃ ۹ آیۃ ۷۳ و سورۃ ۶۶ آیۃ ۹

www.maktabah.org

[اے نبی! کفار و منافقین سے جہاد کر اور ان پر سختی کر] اور نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ[۱] [اور تم میں سے جس نے ان سے دوستی کی تو وہ انہی میں سے ہے] نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:- لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ[۲] [تو نہیں پائے گا کسی ایسی قوم کو جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہوں کہ وہ دوستی رکھتے ہوں ان سے جو اللہ اور اس کے رسول سے دشمنی کریں اگرچہ وہ ان کے باپ دادا ہوں یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں] اور نیز فرمایا وَلَوْ كَانُوا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالنَّبِيِّ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوهُمْ أَوْلِيَاءَ[۳] [اور اگر وہ اللہ پر اور نبی پر اور اس پر جو اس نبی پر نازل کیا گیا ایمان رکھتے ہوتے تو ان (کفار) کو دوست نہ بناتے]۔

ع تولٰی بے تبرٰی نیست ممکن

[دوست بنانا اس کے دشمنوں سے بیزاری ظاہر کئے بغیر ممکن نہیں ہے] اس جگہ صادق آتا ہے نہ کہ اصحابِ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں جیسا کہ رافضیوں نے گمان کیا ہے اس لئے کہ تبری دشمنوں سے ہونا چاہیے نہ کہ دوستوں سے جو جماعت کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کے شرف سے مشرف ہے وہ ایک دوسرے کے ساتھ محبت و دوستی کے ساتھ موصوف ہیں ان کی سختی اور شدت کفار کے ساتھ تھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ[۴] [وہ کافروں پر نہایت سخت اور آپس میں نہایت مہربان ہیں]۔ اگر یہ کہیں کہ تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کے مظاہر اور آئینے ہیں، کمالاتِ الٰہی کا مظہر ہونے کے علاوہ

۱۱۷ ان کی کوئی اور حیثیت نہیں ہے جیسا کہ وحدۃ الوجود والوں کا مسلک ہے، پس سب کو محبت کی نگاہ سے دیکھنا چاہیے اور کسی شخص کے ساتھ برا نہیں ہونا چاہیے، جیسا کہ کہا گیا ہے ع

پس بدے مطلق نباشد در جہاں [پس دنیا میں برا ہرگز کوئی نہ ہوگا]

ہم کہتے ہیں کہ کفار کے ساتھ عداوت رکھنا اُن کے ساتھ دوستی نہ کرنا اور ان کے ساتھ سختی اور جہاد کرنا دلائلِ قطعیہ سے ثابت ہو چکا ہے جس میں شک و شبہ کی ہرگز کوئی گنجائش نہیں ہے۔ یہ لوگ بذاتِ خود خواہ کیسے ہی ہوں نصوص کی پیروی کرنا ہم پر فرض اور لازمی ہے، ہم کو نص سے کام ہے نہ کہ فص (فصوص الحکم) سے، کل کو (قیامت کے روز) نجات نص سے وابستہ ہے نہ کہ فص سے۔ خواب و خیال اور کشوف و الہامات نص کے برابر نہیں ہو سکتے۔ حاصل مطلب یہ ہے کہ جو شخص مغلوب الحال ہے اُسے (بھی) چاہیے کہ اپنے آپ کو کوشش کے ساتھ نصوص کا پیرو بنائے اور نصوص پر عمل کرے اگرچہ اس کے کشف و وجدان کے خلاف ہی ہو اور ہمیشہ التجا اور تضرع و زاری کرتا رہے کہ معاملہ کی حقیقت جیسا کہ

[۱] سورۃ ۵ آیت ۵۱ [۲] سورۃ ۵۸ آیت ۲۲ [۳] سورۃ ۵ آیت ۸۱ [۴] سورۃ ۴۸ آیت ۲۹

www.maktabah.org

وہ بے منکشف ہو جائے اور اس کی بصیرت کی آنکھ میں انبیائے عظام و صحابۂ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے قدموں کی خاک کا سرمہ لگا ہوا ہو۔ ع

ایں کارِ دولت ست کنوں تا کرا دہند [یہ نصیب کی بات ہے دیکھئے کس کو عنایت کرتے ہیں]۔

یا ہم یہ کہتے ہیں کہ جو جماعت وحدۃ الوجود کا مشرب رکھتی ہے وہ لوگ وجود کے لئے چند مراتب ثابت کرتے ہیں اور ہر مرتبہ کے احکام کو دوسرے مرتبہ کے احکام سے جدا قرار دیتے ہیں اور کثرت کے احکام کو جن پر کہ روشن شریعت کی بنیاد ہے ترک نہیں کرتے اور اس کے رفع (ترک) کو الحاد و زندقہ شمار کرتے ہیں۔ ع

گر حفظِ مراتب نہ کنی زندیقی (اگر تو حفظِ مراتب نہیں کرے گا تو زندیق ہو جائے گا)

پس امرِ معروف (نیکی کا حکم کرنا) اور اہلِ فسق و کفر کے ساتھ دشمنی رکھنا کثرت کے احکام میں سے ہے اس کو رفع کرنا بھی دوسرے تمام احکامِ شرعیہ کے رفع کی طرح الحاد و زندقہ ہے اور اگرچہ وہ لوگ بدیٔ مطلق کی نفی کرتے ہیں لیکن بدیٔ نسبتی کو ثابت کرتے ہیں۔ ع

بد بہ نسبت باشد آنرا ہم بداں [اس کو بھی جان لے کہ بُرا ہمیشہ نسبت کے ساتھ بُرا ہوتا ہے]

اور کسی چیز کے بُرا ہونے اور اس سے پرہیز کرنے کے لئے بدیٔ نسبتی کا ہونا ہی کافی ہے۔ وحدۃ الوجود کے ماننے والے زہر سے پرہیز کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی اس سے روکتے ہیں اور سانپ و بچھو کو مار ڈالتے ہیں اور لوگوں کو اُن سے ڈراتے ہیں اور اپنے پیروی کرنے والوں اور معتقدوں سے راضی ہیں اور اپنے مخالفوں اور نہ ماننے والوں سے ناراض ہوتے ہیں۔ مولوی روم قدس سرہٗ جو کہ صوفیائے وحدۃ الوجود کے سرداروں میں سے ہیں فرماتے ہیں ؎

۱۱۸ منکرِ ایں حرف ایں دم در نظر شد ممثل سرنگوں اندر سقر

[اس بات کا انکار کرنے والا شخص اس وقت ایسا دکھائی دیا کہ وہ دوزخ میں اوندھا پڑا ہوا ہے]۔ اور وہ لوگ لذیذ کھانے، شیریں پانی، نفیس چیزوں، خوش آوازی، خوشبو اور دل کش مناظر اور حسین صورتوں سے ان اضداد کی بہ نسبت زیادہ رغبت رکھتے اور لذت حاصل کرتے ہیں اور دوسروں کے مقابلے میں اپنے ہم مشربوں کے حالات کی رعایت و حمایت زیادہ کرتے ہیں اور مقاماتِ ہلاکت سے کنارہ کشی کرتے ہیں اور حتی الامکان اپنے فائدے کی چیزوں کو قبول کرنے اور نقصان دہ چیزوں سے خود کو حتی الوسع دور رکھتے ہیں اور تدبیرِ معاش و تربیتِ اولاد سے فارغ نہیں ہیں اور صلاح و مشورہ کو ترک نہیں کرتے اور اپنی عورتوں کو پردے میں رکھتے ہیں اور یہ گوارا نہیں کرتے کہ کوئی نامحرم اُن کے گرد بھٹکے اور دست درازی کرے اور اپنے بچوں کو بُری صحبت سے دور رکھتے ہیں اور ظلم و زیادتی کرنے والے کو سزا دیتے ہیں اور بعضوں کو نامناسب

www.maktabah.org

غذا سے پرہیز کراتے ہیں، یہ سب کچھ احکام کثرت کی رعایت ہے یا کوئی اور چیز پس کیسی دنیا کے کاموں میں ان احکام کی رعایت کرنا اگرچہ ان کا ترک کرنا مباح ہے اور آخرت کے کاموں میں ان احکام کی رعایت نہ کرنا حالانکہ اللہ تعالیٰ جل سلطانہ کا حکم ان کے بجالانے کے لئے وارد ہو چکا ہے اور وحدۃ الوجود کے حیلہ سے سر کو حلقۂ بندگی سے باہر نکالنا عجیب انصاف ہے اور عقل و دوراندیشی کے قاعدے سے بعید ہے اور اس کا منشا (اصل) اللہ تعالیٰ کے احکام کی فرمانبرداری و تعمیل نہ کرنا اور ظہورِ نبوت کا اعتقاد نہ رکھنا اور قیامت اور اس کے عذاب و ثواب کا انکار کرنا ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہم کو اور آپ کو اس سے بچائے۔ (آمین)

اہلِ وحدۃ الوجود میں جو حضرات مستقیم الاحوال (درست احوال والے) ہیں ان کی پابندیٔ شریعت اور دین میں پختگی کے قصے و واقعات مشہور و ماثور ہیں اور محتاجِ تحریر نہیں ہیں۔ ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی) قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس یہ تمام احتیاط جو کہ وہ وضو و طہارت و نماز اور اس کے آداب میں برتتے تھے فرماتے تھے کہ یہ سب احتیاط میں نے اپنے والد بزرگوار کے عمل سے اخذ کی ہے (محض) کتابوں سے اس قسم کا عمل حاصل ہونا مشکل ہے اور اُن کے والد بزرگوار جو اس فقیر کے دادا تھے باوجودیکہ وحدۃ الوجود کا مشرب رکھتے تھے اور فصوص الحکم (مصنفہ شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ) کے ماہر و عالم تھے، ان کی پابندیٔ شریعت بھی کمال درجہ کی تھی جیسا کہ مشہور ہے۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے یہ احتیاط اپنے پیر شیخ رکن الدین قدس سرہٗ کے عمل سے اخذ کی ہے جو کہ سلسلۂ چشتیہ کے بزرگ تھے وہ بھی توحیدِ وجودی کا مشرب رکھنے کے باوجود شریعت کی کامل پابندی کے ساتھ موصوف تھے اور حضرت شیخ نے اعمال میں یہ احتیاط اپنے شیخ و والد بزرگوار شیخ عبدالقدوس (گنگوہی) قدس سرہ سے حاصل کی تھی اور وہ وحدۃ الوجود کے مشرب میں بہت بلند مرتبہ رکھتے تھے اور ہمیشہ ٢٩ مغلوب الحال رہتے تھے اس کے باوجود پابندیٔ شریعت اور ظاہری احتیاط میں بھی فردِ کامل تھے۔ حضرت خواجہ احرار (قدس سرہٗ) جو کہ نقشبندیہ کے چراغ ہیں باوجودیکہ وہ توحیدِ وجودی کے مشرب کی طرف مائل تھے شریعت کی پابندی اور اس کی ترویج میں بڑے ثابت قدم تھے، فرماتے تھے اگر میں پیری مریدی کروں تو کسی شخص کو بھی پیری مریدی کرنے کی مجال نہ رہے لیکن مجھ کو ترویجِ دین کے لئے (اس دنیا میں) لایا گیا ہے نہ کہ پیری مریدی کے لئے۔ شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ علمِ حدیث میں صاحبِ اسناد تھے اور علمِ فقہ میں اجتہاد کا درجہ رکھتے تھے آپ نے فرمایا ہے کہ بعض مشائخ نے حدیث حاسبوا قبل ان تحاسبوا (قبل اس کے کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے خود ہی اپنا محاسبہ کر لیا کرو) کے مطابق اپنے دن رات کے اعمال کا محاسبہ اختیار کیا ہے، میں محاسبہ میں ان سے بڑھ گیا ہوں اور میں نے اعمال کے محاسبہ کے ساتھ خطرات کا محاسبہ بھی شامل کر لیا ہے۔ سلطان العارفین (حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ) و سید الطائفہ (حضرت جنید بغدادی قدس سرہ) جو گویا کہ

www.maktabah.org

اس مشرب کے بانی تھے سرتاپا احکام شریعت کے ساتھ آراستہ تھے نقل کرتے ہیں کہ جب بایزید (بسطامی قدس سرہٗ) نماز ادا کرتے تھے تو ہیبت الٰہی و تعظیم شریعت کی وجہ سے ان کے سینہ کی ہڈیوں سے چٹخنے کی آواز نکلتی تھی اور لوگ سنتے تھے۔ عوارف[1] میں حضرت جنید (بغدادی) قدس سرہٗ سے منقول ہے کہ انھوں نے ایک شخص سے کہا جس نے معرفت کا ذکر کرتے ہوئے یہ کہا تھا کہ اہلِ معرفتِ الٰہی اللہ تعالیٰ کی طرف نیکی اور تقویٰ کے دروازے سے حرکات کے ترک تک پہنچ جاتے ہیں، پس جنید (قدس سرہٗ) نے فرمایا بلاشبہ یہ اس جماعت کا قول ہے جو اعمال کے ساقط کرنے کی باتیں کرتے ہیں اور یہ میرے نزدیک بہت بڑی غلطی ہے جو شخص چوری اور زنا کرتا ہے اس کی حالت اس شخص سے بہتر ہے جو ایسی بات کہتا ہے، اور بیشک عارف باللہ لوگ اللہ تعالیٰ سے اعمال کو اخذ کرتے ہیں اور ان اعمال میں اسی کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اگر میں ہزار سال زندہ رہوں تو میں نیک اعمال میں سے ذرہ بھر بھی کم نہ کروں سوائے اس صورت کے کہ میرے اور ان (اعمال صالحہ) کے درمیان کوئی عذر حائل ہو جائے اور بیشک میری معرفت میں ان کی بڑی تاکید ہے اور یہ میرے حال کو بہت تقویت دینے والے ہیں۔ منقول ہے کہ منصور حلاج (قدس سرہٗ) اس سب دعویٰ (انا الحق) کے باوجود روزانہ دن رات میں ہزار رکعت نماز ادا کرتے تھے اور جس روز انھیں سولی دی گئی اس کی شب میں پانصد رکعت نماز ادا کی تھی۔ طبقات میں مذکور کامل مشائخ میں سے ایک بزرگ نے فرمایا کہ اپنی آنکھیں نیچی رکھو اور اگرچہ ایک مادہ بکری سے ہو۔ اگر وحدۃ الوجود والوں کا مشرب تعرض و آزارِ خلق کا ترک ہوتا تو مولانا عبدالرحمٰن جامی (قدس سرہٗ) جو کہ اربابِ وحدۃ وجود کے کاملین اور ان کے محققین میں سے ہیں (اپنی) کتاب سلسلۃ الذہب میں اس جماعت کا رد کیوں کرتے اور ایک طویل مثنوی ان لوگوں کی تنبیہ میں کیوں لکھتے، مثنوی کا عنوان اس عبارت کے ساتھ لکھا ہے "ان لوگوں کی مذمت میں جنھوں نے اپنے مذہب کی بنیاد کو کم آزاری پر رکھا ہے اور اباحت و اتحاد کے گرداب میں جا پڑے ہیں" **مثنوی**

صـــ ۱۲۰

۱- ترکِ آزار کردن اے خواجہ	دفترِ کفر راست دیباچہ
۲- منکر آمد بہ پیشِ او معروف	شد بمنکر عنانِ او مصروف
۳- نفسِ محنت گزیں و راحت جوے	دار دش در رہ اباحت روے
۴- شد یکے پیشِ او حرام و حلال	می نہ اندیشد از نکال و وبال
۵- می شود مرتکب مناہی را	می فتد در عقب ملاہی را
۶- گاہ لاف زند بہ تجرید	گہ گزافد ز مشربِ توحید

---

[1] عوارف المعارف علیٰ ہامش الاحیاء جلد ۲ ص ۷۸

www.maktabah.org

۷۔ نیست لاف وگزاف او عاری لیک او را چو نیک انگاری
۸۔ مذہبش جمع فضہ و ذہب ست مشربش شرب بادہ عنب ست
۹۔ از علاماتِ عقل و دین عاری مذہبش حصر در کم آزاری
۱۰۔ نہ ز احوالِ سابقش عبرت نہ ز احوالِ لاحقش خبرت
۱۱۔ نسبتِ خود کند بدرویشاں دم زند از ارادتِ ایشاں
۱۲۔ ہر کہ درویش ازو بود بیزار کے ز درویش آید ایں کردار
۱۳۔ نیست درویشی آنکہ زندقہ است نیست جمعیت آنکہ تفرقہ است
۱۴۔ اصطلاحاتِ عارفاں از بر کردہ و می کند بیاں فرفر
۱۵۔ دلش از سرِّ کار واقف نہ معرفت بے شمار عارف نہ
۱۶۔ ہمچو جوزِ تہی نماید نغز لیک چوں بشکنی نیابی مغز
۱۷۔ کردہ وہم و خیال ناپاکاں مندرج در عباراتِ پاکاں
۱۸۔ لفظہا پاک معنیش گرگیں نافہ چیں و نافہ سرگیں
۱۹۔ نافہ نگشادہ مشک افشاند ورکشاید جہاں بگند اند

[۱]خواجہ آزار کا ترک کرنا کفر کے دفتر کی تمہید ہے، منکر[۲] اس کے نزدیک معروف ہوگیا ہے اس کی باگ منکر کی طرف پھر گئی ہے، اس[۳] راحت کا محنت گزیں نفس اباحت کی جانب گامزن ہے، اس[۴] کے نزدیک حرام اور حلال سب برابر ہے وہ عذاب اور وبال سے کچھ نہیں سوچتا، وہ[۵] ممنوعات کا مرتکب ہوتا ہے وہ فضولیات کے پیچھے پڑتا ہے، کبھی[۶] وہ تجرید کے مذہب کی ڈینگ ہانکتا ہے اور کبھی توحید کے مشرب کی شیخی مارتا ہے، اس[۷] کی لاف و گزاف خالی از علت نہیں لیکن اگر تو[۸] اچھی طرح غور کرے تو دیکھے گا کہ اس کا مذہب سونا اور چاندی جمع کرنا ہے اس کا مشرب انگوری شراب پینا ہے وہ[۹] عقل و دین کی علامات سے خالی ہے اس کا مذہب کم آزاری میں محدود ہے، اس[۱۰] کو نہ احوالِ سابقہ سے عبرت ہے اور نہ احوالِ لاحقہ کی خبر ہے، وہ[۱۱] اپنے آپ کو درویشوں سے منسوب کرتا ہے اور ان سے ارادت کا دم بھرتا ہے۔ جو[۱۲] درویش ہے وہ اس شخص سے بیزار ہوتا ہے درویش کا یہ کردار کب ہوتا ہے، یہ[۱۳] درویشی نہیں ہے بلکہ زندقہ ہے اور یہ جمعیت نہیں ہے بلکہ تفرقہ ہے، اس[۱۴] نے عارفوں کی اصطلاحات زبانی یاد کی ہوئی ہیں اور وہ ان کو فرفر بیان کرتا ہے، اس[۱۵] کا دل حقیقتِ کار سے واقف نہیں ہے اس کو معرفت تو بہت ہے لیکن وہ عارف نہیں ہے، وہ[۱۶] خالی اخروٹ کی طرح ہے جو دیکھنے میں تو اچھا لگتا ہے لیکن جب تو اس کو توڑے تو اس میں مغز نہ پائے گا، اس[۱۷] نے بدباطن لوگوں کی قیاس آرائیوں کو نیک طینت لوگوں کی عبارتوں میں شامل کر دیا ہے، اس[۱۸] کے الفاظ پاک اور اس کے معنی ناپاک ہیں

www.maktabah.org

چین کا نافہ ہے اور اس کے اندر گوبر بھرا ہے، وہ نافہ کو کھولے بغیر (لفاظی کا) مشک بکھیر رہا ہے اور اگر وہ نافہ کھولدے تو جہان میں بدبو پھیل جائے]

اور عوارف[1] میں ہے کہ جب حضرت سہل (قدس سرہ) سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو یہ کہتا ہے کہ میں دروازے کی مانند ہوں جب تک مجھے حرکت نہیں دی جاتی میں حرکت نہیں کرتا۔ انھوں نے کہا کہ دو شخصوں میں سے ایک کے سوا اور کوئی شخص یہ بات نہیں کہتا (یعنی) یا صدیق کہتا ہے یا ۱۲۱
زندیق، اس لئے کہ صدیق یہ (مذکورہ) بات اصول کو قائم رکھتے ہوئے اور بندگی کی حدود کی رعایت رکھتے ہوئے اس طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اشیاء کا قیام اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے، اور زندیق یہ بات اشیاء کو اللہ تعالیٰ پر حوالہ کرنے اور ملامت کو اپنی ذات سے ساقط کرنے اور دین اور اس کی رسوم سے آزاد ہونے کے لئے کہتا ہے۔

عجیب معاملہ ہے کہ جن لوگوں نے کم آزادی اور صلح کل کا مشرب اختیار کیا ہوا ہے ان میں سے ایک جماعت تمام فرقوں یعنی کافروں، یہودیوں، جوگیوں، برہمنوں، ملحدوں، زندیقوں اور ذمیوں وغیرہ کے ساتھ اچھا سلوک کرتی ہے وہ ایک دوسرے کے ساتھ صلح میل جول اور محبت رکھتے ہیں سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی کرنے والے لوگوں کے جو کہ اہل سنت و جماعت اور فرقہ ناجیہ ہیں اور جن کے بارے میں حدیث شریف میں آیا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو میرے طریقہ پر اور میرے صحابہؓ کے طریقہ پر ہیں کہ ان سے یہ لوگ بغض و عداوت رکھتے ہیں، ان کی صلح غیروں کے ساتھ ہے اور ان (مسلمانوں) کی ایذاء و آزار کے درپے ہیں اور ان کی بربادی چاہتے ہیں۔ یہ عجیب صلح کل ہے کہ محمدیوں (مسلمانوں) کے ساتھ کہ جن کا پیشوا رحمۃ للعالمین ہے بغض و عداوت ہو اور غیر محمدیوں (غیر مسلموں) کے ساتھ کہ جن سے بغض رکھنا نصوص قرآنی سے ثابت ہے محبت و دوستی ہو، بیشک الکفر ملۃ واحدۃ [کفر سب کا سب ایک ہی ملت ہے] اچھی طرح غور کرلیں۔ اگر مخلوق سے ترکِ تعرض قابلِ تعریف ہوتا تو امرِ معروف و نہیٔ منکر دین متین کے واجبات میں سے نہ ہوتے اور حق سبحانہ و تعالیٰ اس امت کو اس جلیل القدر امر کے بجالانے کے باعث خیر امت نہ فرماتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ[2] [تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے نکالی گئی، تم معروف کا حکم کرتے ہو اور منکر سے روکتے ہو] اور دوسری جگہ فرماتا ہے: الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ[3] [وہ معروف کا حکم کرنے والے

---

[1] عوارف المعارف علی ہامش الاحیاء، جلد ۲ ص ۱۲ [2] سورت ۳ آیت ۱۱۰ [3] سورت ۹ آیت ۱۱۲

www.maktabah.org

اور منکر سے روکنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی حدود کی حفاظت کرنے والے ہیں]۔ اور نیز فرمایا الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَّاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ [مومن مرد اور مومن عورتیں بعض بعض کے دوست ہیں، وہ معروف کا حکم کرتے ہیں اور منکر سے روکتے ہیں] اور تمام انبیاء کرام اور ہمارے نبی کریم علیہم الصلوٰۃ والسلام وصحابہ وتابعین وتبع تابعین اور تمام سلف صالحین نے کسقدر کوششیں امر معروف ونہی منکر کے بجالانے میں کی ہیں اور کسقدر تکلیفیں اس کام کی انجام دہی میں اٹھائی ہیں اگر کسی عبث کام کیلئے یہ تمام کوششیں کرنا اور تکلیفیں اٹھانا محض حماقت ہوتا۔ اگر ترکِ تعرض مستحسن (اچھا کام) ہوتا تو کسی منکر شرعی (برائی) کے دل سے بُرا جاننے کو ایمان کا سب سے ضعیف درجہ کیوں فرماتے، جیسا کہ صحیح حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص کسی منکر (خلافِ شرع کام) کو دیکھے تو اس کو چاہیے کہ اپنے ہاتھ سے اس کو روک دے، پس اگر وہ اس کی طاقت نہیں رکھتا تو زبان سے اس کو منع کرے اور اگر اس کی بھی طاقت نہیں رکھتا تو اپنے دل سے اس کو بُرا جانے اور یہ ایمان کا سب سے ضعیف درجہ ہے اس کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔ اور کسی شہر وبستی میں امر معروف ترک کرنے والے کو اس شہر وبستی والوں کے ساتھ عذاب ۱۲۲
میں کیوں داخل کیا جاتا اور اس بستی کے ساتھ اس کو بھی تباہ وبرباد کیوں کیا جاتا جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ عزوجل نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ فلاں شہر کو اس کے باشندوں کے ساتھ پلٹ دے تو جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا یا اللہ! اُن لوگوں میں تیرا فلاں بندہ بھی ہے جس نے پلک جھپکنے (ایک لمحہ) تک بھی تیری نافرمانی نہیں کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اس بستی کو اس شخص پر اور ان لوگوں پر پلٹ دے کیونکہ بلاشبہ اس شخص کا چہرہ ہرگز ایک لمحہ کے لئے بھی اُن کے بُرے افعال پر متغیر نہیں ہوا۔ اس کو امام بیہقی نے روایت کیا ہے۔

اگر کہا جائے کہ آیہ کریمہ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ الآیہ [اے ایمان والو تمہارے اوپر تمہاری اپنی ذات کی ذمہ داری ہے اگر تم نے ہدایت پالی ہے تو جو شخص گمراہ ہو اس کا ضرر تم کو کچھ نہیں پہنچے گا] امر معروف ونہی منکر کے ترک پر دلالت کرتی ہے۔ (اس کے جواب میں) ہم کہتے ہیں کہ یہ (دلیل) ناقابلِ قبول ہے کیونکہ اهتدا کا لفظ جو اس آیہ کریمہ میں آیا ہے اس کے معنی امر معروف ونہی منکر کو بھی شامل ہیں جیسا کہ مفسرین نے اس کو لکھا ہے یعنی جب تم اعمال صالحہ

---

۱ سورۃ ۹ آیت ۷۱ ۲ سورۃ ۵ آیت ۱۰۵

www.maktabah.org

بجالاتے رہو اور امر معروف و نہی منکر کرتے رہو تو دوسروں کی گمراہی تمہارے لئے کوئی نقصان نہیں رکھتی،
اور اس آیت کا شانِ نزول بھی اسی معنی کی تائید کرتا ہے کہ جب مسلمان، ذلیل کفار کے انکار و عدمِ اطاعت
سے دل تنگ ہوئے تو حق تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس آیہ کریمہ سے تسلی دی، یعنی جب تم نے اپنی طرف سے نہی منکر کر دیا اور
سیدھا راستہ پر رہنمائی کر دی اور کفر و سرکشی سے ان کو ڈرا دیا تو اس کے بعد اُن لوگوں کا کفر تم کو کوئی ضرر نہیں
پہنچائے گا، اور بعضوں نے اس آیہ کریمہ کے ظاہری معنی لئے انھوں نے کہا ہے کہ یہ آیت امر معروف کی
آیت سے منسوخ ہو گئی ہے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے اپنے خطبہ میں کہا
اے لوگو! تم یہ آیت یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ لَا یَضُرُّکُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اھْتَدَیْتُمْ پڑھتے ہو
پس میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ بیشک جب لوگ کسی منکر (برائی) کو دیکھیں
اور اس کو دور نہ کریں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنا عذاب اُن سب پر عام کر دے (اس کو ابن ماجہ و ترمذی
نے روایت کیا ہے اور اس کو صحیح کہا ہے)۔ اور ابو داؤد کی روایت میں ہے جب لوگ کسی کو ظلم کرتے دیکھیں
اور اسے نہ روکیں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن سب پر عذاب عام کر دے اور اسی کی دوسری روایت میں ہے
کوئی قوم ایسی نہیں ہے کہ جس میں گناہ کے کام کئے جاتے ہوں اور وہ ان کے روکنے پر قادر ہوتے ہوئے بھی
ان گناہوں کو نہ روکے مگر یہ کہ قریب ہے اللہ تعالیٰ ان پر اپنا عذاب عام کر دے، اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد
عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ لَا یَضُرُّکُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اھْتَدَیْتُمْ کے بارے میں ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ سے
روایت ہے کہ قسم خدا کی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے
فرمایا کہ نیکی کا امر کرو اور برائی سے روکو یہاں تک کہ (اے مخاطب) جب تو دیکھے کہ لوگوں میں بخل پر عمل ہو رہا
ہے اور خواہش نفس کی پیروی کی جاتی ہے اور دنیا کو (آخرت پر) ترجیح دی جاتی ہے اور ہر صاحب رائے
اپنی ہی رائے کو پسند کرتا ہے اور تو کوئی ایسا (ناگوار) امر دیکھے جس سے تجھے مفر نہ ہو تو ان صورتوں میں تجھ پر
اپنی ذات کی ذمہ داری ہے اور عوام کو ان کے حال پر چھوڑ دے، بیشک تمہارے بعد ایسا زمانہ آنے والا ہے
کہ جس نے ان ایام میں صبر کیا تو اس نے گویا کہ ہاتھ میں انگارا لیا، اس زمانے میں (احکامِ دین پر) عمل کرنے ۱۲۳
والے کے لئے اس جیسا عمل کرنے والے پچاس اشخاص کے عمل کے برابر اجر ہو گا، صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ!
کیا ان میں کے پچاس آدمیوں کے اجر کی برابر؟ آپ نے فرمایا، تم میں کے پچاس آدمیوں کے اجر کے برابر، رواہ الترمذی و ابن ماجہ۔
اگر کہا جائے کہ امر معروف (تبلیغ) اور جہاد فی سبیل اللہ انبیائے کرام علیہم و علی اتباعہم الصلوٰۃ والسلام کا طریقہ ہے
اور اولیاء اللہ کا طریقہ ترکِ تعرض اور ترکِ امر معروف ہے جیسا کہ اس وقت کے بعض لوگ کہتے ہیں تو ہم
(اس کے جواب میں) کہتے ہیں کہ ان امور کا وجوب و فرضیت اور ان کے بجالانے کی فضیلت اور ان کے

www.maktabah.org

ترک پر وعید نصوص سے ثابت ہو چکی ہے اور فرضیت اور وعد و وعید تمام لوگوں کے لئے ہوتے ہیں یہ خصوصیت نہیں ہوتی کہ بعض کے لئے ہوں اور بعض کے لئے نہ ہوں خواص و عوام اور انبیا و اولیاء فرائض کے بجا لانے میں برابر ہیں، اور سب وعد و وعید میں داخل ہیں، یا یہ کہ ہم کہتے ہیں کہ نجات کا حاصل ہونا اور کمال کے درجات تک پہنچنا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی متابعت سے وابستہ ہے، اولیاء اللہ نے ولایت و محبت و معرفت اور قربِ الٰہی سے جو کچھ بھی حاصل کیا ہے وہ سب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی متابعت اور ان کے طفیل میں پایا ہے اللہ تعالیٰ تک رسائی کی راہ انہی بزرگواروں کے اتباع پر موقوف ہے۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ[۱] [آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم لوگ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو (اس کی بدولت) اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا]۔ اس (انبیاء علیہم السلام کی راہ) کے سوا جو بھی راستہ ہے وہ گمراہی کی طرف جاتا ہے اور شیاطین کا راستہ ہے، آیت کریمہ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ[۲] [حق کے بعد سوائے گمراہی کے اور رہ ہی کیا گیا؟] اس معنی پر دلیلِ شافی ہے اور وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ[۳] [اور بے شک یہ میرا راستہ ہی سیدھا ہے پس اسی پر چلو اور (اس کے علاوہ) دوسرے راستوں پر مت چلو کہ وہ تم کو اس (اللہ) کے راستے سے جدا کر دیں گے] اس دعوی پر شاہدِ عدل ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ ہمارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خط کھینچا پھر فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے پھر اس کے دائیں بائیں چند اور خطوط کھینچے اور فرمایا کہ یہ شیاطین کے راستے ہیں ان میں سے ہر راستہ پر شیطان ہے جو اس (راستہ) کی طرف بلاتا ہے اور یہ آیت تلاوت فرمائی اَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ الآیہ اس کو امام احمد و نسائی و دارمی نے روایت کیا ہے پس جو شخص چاہے کہ انبیاء علیہم السلام کی پیروی کے بغیر راہِ حق جل و علا میں داخل ہو اور کمال تک پہنچے وہ گمراہی کے سوا کچھ حاصل نہ کر سکے گا اور اگر وہ کچھ حاصل کر بھی لے گا تو وہ استدراج ہو گا کہ جس کا نتیجہ آخرت میں خسارہ محرومی ہے وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۝[۴] [اور جو شخص اسلام کے علاوہ کوئی اور دین اختیار کرے گا تو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ پانے والوں میں سے ہو گا۔] ؎

محال ست سعدی کہ راہِ صفا　　تواں رفت جز در پئے مصطفےٰ ﷺ

[اے سعدی! حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے بغیر راہِ صفا پر چلنا محال ہے]

حضرت جنید بغدادی قدس سرہ جو کہ صوفیوں کے سردار اور سید الطائفہ ہیں فرماتے ہیں جس شخص نے

---

[۱] سورۃ ۳ آیۃ ۳۱۔ [۲] سورۃ ۱۰ آیۃ ۳۲ [۳] سورۃ ۶ آیۃ ۱۵۳ [۴] سورۃ ۳ آیۃ ۸۵۔

www.maktabah.org

۱۲۲ قرآن مجید یاد نہیں کیا اور حدیث نہیں لکھی ہمارے اس مسلک میں اس کی اقتدا نہیں کی جائے گی، اس لئے کہ مـ ۱۲۳
بیشک ہمارا یہ عمل کتاب اور سنت (حدیث) کے ساتھ وابستہ ہے۔ نقل کرتے ہیں کہ ایک درویش نے حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہٗ سے پوچھا کہ شیطان کو اس راہ کے چلنے والوں پر کچھ قابو ہو گا؟ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ اس راہ کا چلنے والا جو شخص فنائے نفس کی سرحد تک نہیں پہنچا ہے جب وہ غصہ میں ہو گا تو شیطان اس پر قابو پالے گا لیکن اس راہ کا چلنے والا جو شخص فنائے نفس حاصل کر چکا ہو اس کو غصہ نہیں آتا (بلکہ) غیرت (حمیت) ہوتی ہے، جہاں کہیں غیرت ہوتی ہے شیطان بھاگ جاتا ہے، اور اس قسم کی صفت اس شخص کے لئے مسلّم ہو گی جو کہ اپنا رُخ راہِ حق کی طرف رکھتا ہو اور اللہ تعالیٰ عزوجل کی کتاب اپنے داہنے ہاتھ میں لے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو بائیں ہاتھ میں لے اور ان دو انوار کے درمیان راہ طے کرے، حضرت خواجہ احرار (قدس سرہٗ) سے منقول ہے وہ فرماتے تھے کہ اگر تمام احوال و مواجید (کیفیاتِ وجد) ہم کو دے دیئے جائیں اور ہماری حقیقت کو اہلِ سنت و جماعت کے عقائد کے ساتھ آراستہ نہ کریں تو ہم اس کو خرابی کے سوا اور کچھ نہ جانیں گے اور اگر تمام خرابیاں ہم میں جمع کر دی جائیں اور ہماری حقیقت کو اہلِ سنت و جماعت کے عقائد کے ساتھ نواز دیا جائے تو ہمیں خوف نہیں ہے۔

انصاف کرنا چاہئے (جبکہ) نبوت ختم ہو چکی ہے اور وحی کا زمانہ منقطع ہو چکا ہے اور دین کامل ہو گیا ہے اور نعمت مکمل ہو چکی ہے (تو) آج کوئی شخص کس دلیل اور کس سند سے ایسے محکم دین کو برطرف کر سکتا ہے اور (محض) اپنے خواب و خیال سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے متفقہ کلمہ کو جو کہ قطعی وحی اور اللہ تعالیٰ کے خبر دینے کے ساتھ ثابت ہو چکا اور یقین کے درجے کو پہنچ چکا ہے (کس طرح) نظر انداز کر سکتا ہے، عقل دور اندیش سے کام لینا چاہئے اور خواب و خیال کے ساتھ دھوکا نہیں کھانا چاہئے اور شیاطین کے راستوں سے دور رہنا چاہئے اور سنتِ عالیہ کے سیدھے راستہ کو ترک نہیں کرنا چاہئے، انبیاء علیہم السلام کا اتباع ہی نجات دینے والا اور برکت کا پھل دینے والا ہے اور اس کے سوا سب کچھ خطرہ ہی خطرہ ہے فالحذر کل الحذر [پس پوری طرح بچنا چاہئے]۔

نجاتِ قطعی کے راستہ کو چھوڑ کر خطرہ کی راہ اختیار کرنا، ملعون شیاطین کے جال میں پھنسنا اور اپنے آپ کو دائمی ہلاکت میں ڈال دینا عقل سے بہت ہی دور ہے جو وجد و حال اور خواب و خیال برحق پیغمبروں کے برخلاف ہو وہ کَسَرَابٍ بِقِيعَةٍ يَحْسَبُهُ الظَّمْآنُ مَاءً [اس کی حیثیت اس سراب کی سی ہے جو چٹیل میدان میں ہو جسے پیاسا پانی سمجھتا ہے) کے مصداق ہے، جب معاملہ اللہ تعالیٰ سے پڑے گا اور قبر و قیامت در پیش ہوں گی تو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کے علاوہ جو کہ وحی سے ثابت شدہ ہے

www.maktabah.org

۱۲۵ کوئی چیز کچھ فائدہ نہیں دیگی اور نہ ہی اسوقت کچھ مدد کریگی، ہاں اگر احوال ومواجید اور کشوف والہامات اس (یعنی انبیاء علیہم السلام کی) متابعت کے ساتھ جمع ہوجائیں تو نور علی نور ہے، اور جب (سالک) اس کے کمال کو پہنچ جائے تو معاملہ شریعت کی صورت سے شریعت کی حقیقت تک پہنچ جاتا ہے جیسا کہ (یہ کمال) صحابہ کرام وسلفِ صالحین اور مستقیم الاحوال مشائخ کو حاصل تھا، اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیں اور آپ کو یہ انتہائی درجہ نصیب فرمائے۔ (آمین)

پس ثابت ہوا کہ قرب الٰہی جل شانہ کے درجات کو پہنچنے کی راہ شریعت کے طریقے میں منحصر ہے جس پر پیغمبر خدا علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام خود چلے اور دعوت دی اور جس کے لئے آپ مامور ہوئے خواہ وہ قربِ نبوت ہو یا قربِ ولایت (درجاتِ قرب کو پہنچنے والے خواہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہوں یا اولیائے کرام، آیہ کریمہ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ [1] [آپ کہہ دیجئے کہ یہ میرا راستہ ہے میں اللہ تعالیٰ کی طرف اس طرح پر دعوت دیتا ہوں کہ میں اور میرا اتباع کرنے والے واضح دلیل پر ہیں] اور آیت کریمہ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ [2] [آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کی محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کریگا] بھی اسی پر دلالت کرتی ہیں، اس راستے کے سوا اور جو بھی راستہ ہے گمراہی کی طرف جاتا ہے اور مطلوبِ حقیقی سے ہٹا ہوا ہے کل طریقة ردته الشریعة فهی زندقة (ہر وہ طریقہ جس کو شریعت رد کردے زندقہ ہے) آیہ کریمہ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا الآیہ [3] اور آیہ کریمہ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ [4] اور آیہ کریمہ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ الآیہ [5] اور حدیث خط لنا الحديث اور حدیث کل بدعة ضلالة اور (بہت سی) دوسری حدیثیں اسی معنی کی شاہد ہیں، اور یہ جو بعض اکابر کی عبارتوں میں آیا ہے کہ جو راستے اللہ تعالیٰ کی پاک بارگاہ میں پہنچانے والے ہیں وہ دو ہیں ایک راستہ وہ ہے جو قربِ ولایت سے تعلق رکھتا ہے اور دوسرا راستہ وہ ہے جو قربِ نبوت سے متعلق ہے (یہ بات) اس تحقیق سے (کہ شریعت کا راستہ ہی اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ ہے) خلاف نہیں ہے اس لئے کہ یہ دونوں راستے شریعتِ عالیہ کے دائرے میں داخل ہیں اور یہ دونوں قرب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی متابعت سے وابستہ ہیں جو کہ صراطِ مستقیم ہے پس جو شخص احکامِ شریعت کی بجا آوری اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی پیروی کے بغیر ان دونوں قرب میں سے کسی ایک قرب تک پہنچنا چاہے گا وہ اپنے مطلب کو نہیں پہنچے گا، گمراہ ہوجائے گا اور محروم ونامراد رہے گا۔ اسی طرح یہ جو مشہور ہوگیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف (پہنچانے والے) راستے مخلوقات کے سانسوں کی تعداد کے مطابق ہیں یہ (بھی) درست ہے اس لئے کہ ہر ظل کو اپنے اصل کی طرف شاہراہ ہے اور ہر مخلوق کا عینِ ثابتہ جدا ہے، اور جس مسئلہ کی وضاحت ہم کررہے ہیں وہ اس کے خلاف نہیں ہے اس لئے کہ یہ تمام راستے وصول کے حق میں احکامِ شریعت کے

---

[1] سورۃ ۱۲ آیت ۱۰۸ [2] سورۃ ۳ آیت ۳۱ [3] سورۃ ۶ آیت ۱۵۳ [4] سورۃ ۱۰ آیت ۳۲ [5] سورۃ ۳ آیت ۸۵ -

www.maktabah.org

بجالانے کے ساتھ مشروط ہیں جو شخص کہ شریعتِ عالیہ کے دائرے سے باہر نکل کر ان راستوں میں سے کسی راستے سے (اللہ تعالیٰ تک) آنا چاہے تو وہ راستہ ہی میں رہ جائے گا اور مطلب کو نہیں پہنچے گا بلکہ گمراہ ہو جائے گا پس ان تمام راستوں کا منشاء اصل شریعت ہی ہوئی اور یہ طریقے متعدد ہونے کے باوجود ت ۱۳۶
ایک ہی طریقے (یعنی شریعت) کی طرف منشعب گئے، ایک طریق کہنا اس کے منشا کے اعتبار سے ہے اور متعدد طریقے کہنا ناشی کے اعتبار سے ہے اور دو طریقے کہنا طرقِ کلیہ کے اعتبار سے ہے اور بہت سے طریقے کہنا طرقِ جزئیہ کے اعتبار سے ہے۔ معارج الہدایہ میں ہے "بعض صوفیہ نے کہا ہے کہ خالق کی طرف (لیجانے والے) راستے مخلوقات کے سانسوں کی تعداد کے مطابق ہیں" لیکن وہ سب شریعتِ عظمیٰ کے دائرہ میں درج و شامل و داخل اور ڈھلے ہوئے ہیں جو کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت ہے اور یہ سب طریقے شریعت کے درخت کے تنے، جڑوں، شاخوں، رگوں اور ٹہنیوں، پتوں، پھولوں اور کلیوں کی طرح ہیں اور یہ نہیں کہا جائے گا کہ یہ شریعت کے علاوہ کوئی اور چیزیں ہیں اور اس کے مخالف امور ہیں، قسم ہے اُس ذات کی جس نے جان کو پیدا کیا اور دانہ کو شق کیا (پھاڑا) روشن دلیل اور خالص شریعتِ عالیہ کے علاوہ گمراہی اور اندھے پن کی بنیاد کے سوا اور کچھ نہیں ہے پس حق کے محکم راستے اور اللہ تعالیٰ کے صراطِ مستقیم کے بعد شیطان مردود رجیم و ملعون کے راستوں کے سوا اور کچھ نہیں ہے: فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلٰلُ[1] (پس حق کے بعد گمراہی کے سوا اور کچھ نہیں ہے) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَأَنَّ هٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ[2] (اور بے شک یہی میرا راستہ سیدھا ہے سو اس پر چلو اور (دوسرے) راستوں پر مت چلو کہ وہ تم کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے بھٹکا کر جدا کر دیں گے، یہ ہے جس کا خدا نے تم کو حکم دیا ہے تا کہ تم پرہیزگار بن جاؤ)

عوارف[3] میں ہے کہ متصوفین کی ایک جماعت جو اپنے آپ کو ملامتیہ کہتے ہیں اور وہ صوفیوں جیسا لباس پہنتے ہیں تا کہ اس کے ساتھ اپنے آپ کو صوفیوں کی طرف منسوب کریں اور اُن میں صوفیوں کی کوئی بات بھی نہیں ہوتی بلکہ وہ دھوکے اور غلطی میں مبتلا ہیں کبھی وہ اپنے بچاؤ کے لئے صوفیہ کے لباس کی آڑ لیتے ہیں اور کبھی صوفیت کے دعویٰ کے لئے پہنتے ہیں اور اہلِ اباحت کے طریقوں پر چلتے ہیں اور وہ گمان کرتے ہیں کہ ان کے دل سب سے ہٹ کر اللہ تعالیٰ کی طرف لگے ہوئے ہیں اور یہی اُن کے نزدیک مراد کا پا لینا ہے اور (ان کے نزدیک) شریعت کے ظاہری اعمال کو بجا لانا عوام کا اور ان لوگوں کا مرتبہ ہے جن کی سمجھ میں فتور ہے اور جو تقلید کے طور پر اقتدا کی تنگی میں گھرے ہوئے ہیں اور یہ (ان کا خیال) عین الحاد

[1] سورۂ ۱۰ آیت ۳۲ [2] سورۂ ۶ آیت ۱۵۳ [3] عوارف علی ہامش الاحیاء جلد ۲ صفحہ ۲۰۵۔

www.maktabah.org

زندقہ اور اللہ تعالیٰ سے دوری ہے۔ وکل حقیقۃ ردتھا الشریعۃ فھی زندقۃ [اور ہر وہ حقیقت جس کو شریعت رد کردے زندقہ ہے) اور ان فریب خوردہ لوگوں کی جہالت ہے (کہ وہ کہتے ہیں) کہ بلاشبہ شریعت عبودیت کا حق ہے اور حقیقت عبودیت کی حقیقت ہے حالانکہ جو شخص اہلِ حقیقت میں سے ہو جاتا ہے وہ عبودیت کے حقوق (یعنی شریعت) کے ساتھ مقید ہو جاتا ہے اور اس سے کچھ اور امور و زیادات کا مطالبہ بھی کیا جاتا ہے جن کا کسی ایسے شخص سے مطالبہ نہیں کیا جاتا جو اس مقام تک نہ پہنچا ہو، نہ یہ کہ وہ مکلّف ہونے کا حلقہ اپنی گردن سے نکال دے (مکلّف نہ رہے) اور اس کے باطن میں کجی اور انحراف کا فتور پیدا ہو جائے۔

آنحضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جو حدیثیں امرِ معروف و نہی منکر اور جہاد فی سبیل اللہ کے بارے میں وارد ہوئی ہیں وہ بیان کی جاتی ہیں اچھی طرح مطالعہ کریں۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ تم کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر ضرور کرتے رہنا چاہیئے یا پھر یقیناً قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب بھیجے پھر تم اللہ تعالیٰ سے دعا کرو گے اور تمہاری دعا قبول نہیں ہوگی اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور عرس بن عمیرۃ الکندی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب زمین میں (یعنی کسی جگہ) گناہ کا کام کیا جائے تو جو شخص اس جگہ موجود ہو اور وہ اس کو مکروہ جانتا ہو اور ایک روایت ہے کہ وہ اس کو بُرا جانتا ہو تو وہ ایسا ہے گویا کہ وہ اس جگہ موجود نہیں ہے اور جو شخص وہاں موجود نہیں ہے لیکن اس گناہ کو پسند کرتا ہو تو گویا کہ وہ وہاں موجود ہے، اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ اور عدیّ بن عدی الکندی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ ہمارے ایک غلام نے ہم سے حدیث بیان کی کہ اس نے میرے دادا سے سُنا وہ کہتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ خاص لوگوں کے عمل سے عام لوگوں کو عذاب نہیں دے گا مگر یہ کہ وہ کسی برائی کو اپنے سامنے ہوتا ہوا دیکھیں اور اس کو روکنے پر قادر ہوں اور اس کو نہ روکیں پس جب وہ ایسا کریں گے تو اللہ تعالیٰ عام و خاص سب کو عذاب دیگا اس کو شرح السنۃ میں روایت کیا ہے۔ اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بنی اسرائیل گناہوں میں مبتلا ہو گئے ان کے علما نے ان کو منع کیا پس وہ باز نہ آئے پھر وہ علما ان کی مجلسوں میں بیٹھنے لگے اور ان کے ساتھ مل کر کھانے پینے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ان میں سے بعض کی وجہ سے بعض کو سزا دی، اور حضرت داؤد و حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی زبان پر ان کو لعنت کی یہ اس لئے کہ انھوں نے نافرمانی کی اور حدِ اعتدال سے تجاوز کرتے تھے۔ راوی نے کہا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

www.maktabah.org

بیٹھ گئے اور آپ تکیہ (ٹیک) لگائے ہوئے تھے پس آپ نے فرمایا اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، تم عذاب سے نجات نہیں پاؤ گے یہاں تک کہ تم ظالموں اور فاسقوں کو گناہوں سے روکو جیسا کہ روکنے کا حق ہے، اور اگر منع نہ کرسکو تو ان کے ساتھ کھانا پینا اور اٹھنا بیٹھنا ترک کردو، اس کو ترمذی اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے، اور ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا حق یہ ہے کہ خدا کی قسم تم کو چاہئے کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرتے رہو اور ظالم کے ہاتھ پکڑتے رہو اور اس کو برائی سے منع اور (زبان سے) حق پر آمادہ کرتے رہو، اور اگر اتنا بھی نہ کرسکو تو ترکِ تعلقات کرکے ان کو حق کے سامنے جھکنے پر مجبور کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تم میں سے بعض کے دلوں کو بعض کے ساتھ ملا دے گا یعنی تم بھی ظالموں اور فاسقوں میں شامل ہو جاؤ گے پھر وہ (اللہ تعالیٰ) تم پر اسی طرح لعنت کریگا جیسا کہ اُن (بنی اسرائیل) پر لعنت کی، (یعنی ان دو باتوں میں سے ایک بات ضرور واقع ہوگی، یا تم امر معروف و نہی منکر کرتے رہو اور نہ سننے والوں سے ترکِ تعلقات کرو ورنہ لعنتِ خداوندی کے مستحق ہو گے) اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب تو میری امت کے لوگوں کو دیکھے کہ وہ ظالم سے یہ کہتے ہوئے ڈریں کہ تو ظالم ہے تو ان کی صحبت ترک کردے (اوسط طبرانی) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کو آخری زمانے میں ان کے حکمرانوں سے سختیاں پہنچیں گی ان سے کوئی شخص نہیں بچ سکے گا مگر وہ بچے گا جس نے اللہ تعالیٰ کے دین کو پہچانا ہوگا اور اس نے اپنی زبان اپنے ہاتھ اور اپنے دل سے اس پر جہاد کیا ہوگا پس وہ شخص ہے جس کے لئے دنیا و آخرت کی سعادتوں نے سبقت کی اور وہ شخص بچے گا جس نے اللہ کے دین کو پہچانا اور اس کی تصدیق کی (یعنی زبان و دل سے جہاد کیا نہ کہ ہاتھ سے پس اس کا درجہ پہلے سے کم ہے) اور وہ شخص بچے گا جس نے اللہ کے دین کو پہچانا لیکن اس پر خاموش رہا (یعنی اس نے صرف دل کا جہاد کیا) پس اگر کسی شخص کو حق پر عمل کرتے ہوئے دیکھتا ہے اس لئے اس سے محبت کرتا ہے اور اگر کسی شخص کو حق کے خلاف عمل کرتے ہوئے دیکھتا ہے اس لئے اس سے بغض رکھتا ہے تو یہ شخص اس پوشیدہ محبت و بغض کے باعث نجات پا جائیگا (اس کا درجہ دوسرے سے بھی کم ہے) اس کو بیہقی نے روایت کیا ہے۔ اور حدیث شریف میں یہ بھی ہے کہ کوئی ایسا نبی نہیں ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پہلے کسی امت میں بھیجا ہو مگر یہ کہ اس کی امت میں سے اس کے حواری (مددگار) و اصحاب ہوتے تھے وہ اُس نبی کی سنت کو اختیار کرتے تھے اور اس کے حکم کی پیروی کرتے تھے پھر ان کے بعد اُن کے خلیفہ ہوئے جو ایسی باتیں کہتے تھے جن پر وہ خود عمل نہیں کرتے تھے اور ایسے کام کرتے تھے جن کا اُن کو حکم نہیں دیا گیا تھا پس جس نے ان کے ساتھ اپنے ہاتھ سے جہاد کیا تو وہ مومن ہے اور جس نے ان کے ساتھ اپنی زبان سے جہاد کیا وہ بھی مومن ہے اور جس نے ان کے ساتھ اپنے دل سے جہاد کیا وہ بھی مومن ہے، ان صورتوں کے علاوہ رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان نہیں ہے اس کو امام مسلمؒ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ حدیث شریف میں ہے جب کوئی گناہ پوشیدہ طور پر کیا جائے تو وہ صرف اپنے کرنے والے کو ضرر پہنچائیگا اس کے سوا کسی دوسرے کو نہیں، اور جب علانیہ گناہ کیا جائے اور اس کو نہ روکا جائے تو عام عذاب آئیگا (طیالسی عن ابن عمر و ابی ہریرہ رضی اللہ عنہما)

www.maktabah.org

اس کو بدل دے۔ عل ھب عن ابی امامۃ۔ اور یہ بھی حدیث شریف میں ہے کہ تم پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اس وقت تک واجب ہے جب تک تمہیں یہ ڈر نہ ہو کہ تم بھی اسی میں مبتلا ہو جاؤ جس کے فعل سے تم منع کرتے ہو پس جب تم کو اس کا خوف ہو تو پھر تمہارے لئے خاموش رہنا حلال و جائز ہے۔ ابو نعیم والدیلمی عن مسعود۔

اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ کیا میں تم کو ان قوموں کی بابت خبر نہ دوں جو نہ انبیا ہیں اور نہ شہدا اور قیامت کے روز اُن پر انبیا اور شہدا اُن کے منازل کی وجہ سے رشک کریں گے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور کے منبروں پر جلوہ افروز ہوں گے اس حال میں کہ پہچانے جائیں گے یہ وہ لوگ ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اللہ تعالیٰ کا اور اللہ تعالیٰ کو اس کے بندوں کا دوست بناتے ہوں گے وہ زمین پر نصیحت کرتے ہوئے چلیں گے، آپ سے عرض کیا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اللہ تعالیٰ کا دوست کیسے بناتے ہوں گے؟ آپ نے فرمایا وہ لوگوں کو اس چیز کا امر کریں گے جس کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے اور اس چیز سے منع کریں گے جس کو اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے پس اگر وہ ان کی اطاعت کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو دوست رکھے گا۔ ھب ابن سعد النقاش فی معجمہ وابن النجار عن انس رضی اللہ عنہ۔ نیز حدیث شریف میں ہے جب میری امت میں گناہ کھلم کھلا ہونے لگیں تو اللہ تعالیٰ اپنا عذاب اُن لوگوں پر عام کر دیتا ہے، آپ سے عرض کیا گیا کیا ان لوگوں میں اُس وقت نیک لوگ نہیں ہوں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں لیکن اُن کو بھی وہی عذاب پہنچے گا جو لوگوں کو پہنچے گا پھر وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت و رضوان کی طرف ہو جائیں گے حم طب عن ام سلمہ۔

اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ سب سے بُری قوم وہ ہے جو شبہات کی آڑ لیکر محرمات کو حلال قرار دیتی ہے اور سب سے بُری قوم وہ ہے جو نیکی کا حکم نہیں کرتی اور بُرائی سے نہیں روکتی۔ (ابو الشیخ عن ابن مسعود)

اور نیز حدیث شریف میں ہے جس شخص نے صاحبِ بدعت کو مرعوب کیا اللہ تعالیٰ اس کے دل کو امن و ایمان سے بھر دے گا اور جس شخص نے صاحبِ بدعت کو جھڑکا اللہ تعالیٰ اس کو فزعِ اکبر (قیامت کے دن کی گھبراہٹ) سے امن میں رکھے گا اور جس نے صاحبِ بدعت کی اہانت کی اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک درجہ بلند فرمائے گا اور جس شخص نے صاحبِ بدعت سے ملاقات کے وقت خندہ پیشانی کے ساتھ تواضع کی تو اس نے شریعتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت کی۔ (ابن عساکر عن ابن عمر)، اور ایک روایت میں آیا ہے جس شخص نے صاحبِ بدعت سے اس کے ساتھ بغض رکھتے ہوئے روگردانی کی اللہ تعالیٰ اس کے دل کو امن و ایمان سے بھر دے گا اور جس شخص نے صاحبِ بدعت کو جھڑکا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اسے امن دے گا اور جس نے صاحبِ بدعت کی اہانت کی اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں سو درجہ بلند کرے گا
۱۲۹ اور جس نے صاحبِ بدعت کو سلام کیا یا اس سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملاقات کی اور اس چیز کے ساتھ جو

www.maktabah.org

اس کو خوش کرے اس کا استقبال کیا تو بالضرور اس نے اس چیز کی اہانت کی جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اتری ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص نے اپنی زبان سے حق کو بلند کیا تو اس کے لئے اس کا اجر جاری ہوگا حتیٰ کہ وہ شخص قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہوگا پس اللہ تعالیٰ اس کو اس کا پورا ثواب عطا فرمائے گا۔ (سمویہ حلی عن انس) اور نیز حدیث شریف میں ہے جو شخص کسی مظلوم کے ساتھ چلا یہاں تک کہ وہ اس کے لئے اس کا حق ثابت کردے اللہ تعالیٰ اس روز اس کے دونوں قدموں کو ثابت رکھے گا جس روز لوگوں کے قدم ڈگمگائیں گے۔ (ابوالشیخ وابو نعیم عن ابن عمرؓ) اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے بالضرور میری امت کے کچھ لوگ گناہوں میں اپنی سستی اور نہی عن المنکر سے باز رہنے کی وجہ سے حالانکہ وہ اس کی قدرت رکھتے ہوں گے اپنی قبروں سے بندروں اور خنزیروں (سوروں) کی صورت میں نکلیں گے (ابو نعیم عن عبدالرحمٰن ابن عوفؓ) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ آخر زمانہ میں ایک قوم ہوگی، وہ لوگ بادشاہ کے پاس حاضر کئے جائیں گے تو ان کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف حکم دیا جائے گا اور وہ اس کو منع نہیں کریں گے پس ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوگی۔ (ابو نعیم والدیلمی عن ابن مسعودؓ)۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ کسی مومن شخص کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ کسی شخص کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہوئے دیکھے اور وہ اس کو منع نہ کرے، (الحکیم عن حسین بن علی رضی اللہ عنہما) اور نیز حدیث شریف میں ہے سب سے افضل جہاد ظالم بادشاہ یا ظالم حاکم کے سامنے کلمۂ عدل کہنا ہے (خط عن ابی سعید) اور نیز حدیث شریف میں ہے سب سے افضل عمل اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرنا ہے (اس کو ابو داؤد نے روایت کیا ہے) اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ عمل اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرنا اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے بغض (دشمنی) رکھنا ہے۔ اور دُرّہ بنت ابی لہبؓ سے روایت ہے وہ کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ لوگوں میں سب سے اچھا آدمی کون ہے؟ آپ نے فرمایا جو ان میں پروردگار عزوجل سے سب سے زیادہ ڈرنے والا اور ان میں سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والا اور ان میں سب سے زیادہ نیکی کا حکم کرنے والا اور ان میں سب سے زیادہ برائی سے روکنے والا ہو۔ (اس کو ابوالشیخ اور بیہقی نے روایت کیا ہے) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ کلمۂ لا الٰہ الا اللہ اپنے کہنے والوں کی شفاعت کرتا رہے گا یہاں تک کہ ان سے عذاب اور سزا کو دور کر دیا جائے جب تک کہ وہ لوگ اس کے حق کو ہلکا نہ کریں، صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ اس کے حق کو ہلکا کرنا کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جب علانیہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا کام کیا جائے اور وہ اس سے منع نہ کریں اور اس برائی کو نہ مٹائیں (اس کو اصفہانی نے روایت کیا ہے) اور ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے میرے خلیل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کئی اچھی عادات کی

www.maktabah.org

وصیت فرمائی مجھے وصیت فرمائی کہ میں اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈروں، اور مجھے وصیت فرمائی کہ میں حق بات ہی کہوں اگرچہ وہ تلخ ہو (اس کو ابن حبان نے روایت کیا ہے) اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم سنتے تھے کہ قیامت کے روز ایک شخص کسی شخص سے جھگڑا کرے گا حالانکہ وہ شخص اس کو پہچانتا نہیں ہوگا تو وہ اس کو کہے گا تو مجھ سے کیوں جھگڑتا ہے حالانکہ میرے اور تیرے درمیان کوئی جان پہچان نہیں ہے پس وہ کہے گا تو مجھے غلطی اور برائی پر دیکھتا تھا اور مجھے منع نہیں کرتا تھا (اس کو رزین نے ذکر کیا ہے)۔

فضیلتِ جہاد:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جنت میں سو درجے ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے فی سبیل اللہ جہاد کرنے والوں کے لئے تیار فرمایا ہے ان میں سے ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا کہ آسمان و زمین کے درمیان ہے (اس کو بخاری نے روایت کیا ہے) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کرنے والے کی مثال روزہ دار قیام کرنے والے اللہ تعالیٰ کی آیات کو تلاوت کرنے والے عبادت گذار کی سی ہے جو کہ نماز و روزہ ناغہ نہ کرے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کرنے والا اپنے گھر واپس آجائے (متفق علیہ) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر اس بات کا خیال نہ ہوتا کہ بہت سے مومنوں کے دل اس بات سے خوش نہیں ہوں گے کہ وہ مجھ سے پیچھے اور جدا رہیں اور میں ایسی سواری نہیں پاتا ہوں جس پر اُن کو سوار کروں تو میں کسی لشکر سے جو کہ اللہ کے راستہ میں جہاد کرتا ہو پیچھے نہ رہتا، اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری جان ہے البتہ میں اس بات کو دوست رکھتا ہوں کہ میں اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں (متفق علیہ) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں ایک دن سرحدِ اسلام کی پہرہ داری کرنا دنیا سے اور ہر اس چیز سے جو دنیا میں ہے بہتر ہے اور ایک روایت میں ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ کے راستہ میں ایک صبح یا ایک شام کو جانا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے (متفق علیہ) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ خدائے تعالیٰ کی راہ میں کسی بندے کے دونوں قدم غبار آلود ہو جائیں پھر ان کو آگ بھی مس کرے (رواہ البخاری) اور نیز حدیث شریف میں ہے کافر اور اس کا قاتل (دونوں) ہرگز دوزخ میں اکٹھے نہیں ہوں گے (رواہ مسلم) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ بہشت میں داخل ہونے کے بعد کوئی شخص ایسا نہیں ہوگا جو دنیا کی طرف واپس آنا پسند کرے اور یہ کہ اس کے لئے زمین (دنیا) میں دلچسپی کی کوئی چیز ہو مگر شہید اس بزرگی (اور ثواب) کی وجہ سے جو وہ (بہشت میں) دیکھتا ہے آرزو کرے گا کہ وہ دنیا میں لوٹ آئے اور دس بار (یعنی بکثرت اللہ تعالیٰ کی راہ میں) قتل کیا جائے (متفق علیہ) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ان دو شخصوں کی طرف ہنستا (یعنی رضا اور رحمت کے ساتھ متوجہ

www.maktabah.org

ہوتا ہے جن میں سے ایک شخص نے دوسرے کو قتل کیا ہوگا اور وہ دونوں بہشت میں داخل ہوں گے، یہ ایک شخص اللہ تعالیٰ کے راستہ میں قتال کرتا ہے پس قتل کر دیا جاتا ہے (اور وہ بہشت میں داخل ہوتا ہے) پھر اللہ تعالیٰ قاتل کو (کفر سے) توبہ نصیب کرتا ہے (وہ ایمان لے آتا ہے) پھر وہ شہید کر دیا جاتا ہے (پس وہ بھی بہشت میں داخل ہو جاتا ہے) (متفق علیہ)۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص صدق دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے شہادت مانگتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو شہداء کے مراتب پر پہنچا دیتا ہے اگرچہ وہ اپنے بستر پر ہی مرے (رواہ مسلم) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص مرا اور اس نے جہاد نہ کیا اور نہ ہی اس کے دل میں جہاد کا خیال تک گذرا وہ ایک قسم کے نفاق پر مرا (رواہ مسلم)۔ اور نیز روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ (یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) ایک شخص غنیمت حاصل کرنے کے لئے جہاد کرتا ہے اور ایک شخص ذکر (شہرت) کے لئے لڑتا ہے اور ایک شخص اس لئے لڑتا ہے کہ اس کا مرتبہ دیکھا جائے (شجاعت دکھانے یعنی ریا کے لئے لڑتا ہے) پس ان میں سے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں لڑنے والا (مجاہد فی سبیل اللہ) کون ہے؟ آپ نے فرمایا جو شخص اس لئے لڑے کہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ ۱۳۱
(دین) بلند ہو تو وہ (مجاہد) فی سبیل اللہ ہے (متفق علیہ) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ ہر میت کا عمل موت پر ختم ہو جاتا ہے (یعنی اس کا عمل اس کی زندگی تک ہے مرنے کے بعد اس عمل میں اضافہ نہیں ہوتا) سوائے اس شخص کے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں سرحد اسلام کی چوکیداری کرتے ہوئے مرا بیشک اس کے واسطے اس کا عمل قیامت کے روز تک بڑھایا جاتا ہے اور وہ قبر کے فتنہ سے محفوظ رہتا ہے (رواہ الترمذی وابوداؤد والدارمی) اور نیز ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص اونٹنی کی فواق (پہلی اور دوسری دفعہ دودھ دوہنے کا درمیانی وقفہ) کی مقدار اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑا تو بلاشبہ اس کے لئے بہشت واجب ہو گئی اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں (دشمن کے ہتھیار سے) زخمی کیا گیا یا (کسی غیر دشمن سے) رنج و غم پہنچایا گیا پس وہ زخم قیامت کے روز اس سے بہت زیادہ ہو کر آئے گا جتنا کہ دنیا میں تھا اس کا رنگ زعفران کا اور اس کی بو مشک کی ہوگی اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جس شخص کے پھوڑا نکلا تو اس پھوڑے یا پھوڑے والے پر شہیدوں کی مہر ہوگی (رواہ الترمذی وابوداؤد والنسائی)۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے خوف سے رویا وہ دوزخ کی آگ میں داخل نہیں ہوگا یہاں تک کہ دودھ تھنوں میں واپس آئے (یعنی ایسا ہونا محال ہے) اور کسی بندہ پر اللہ تعالیٰ کی راہ میں غبار اور دوزخ کا دھواں جمع نہیں ہوں گے۔ (یعنی اس شخص کو دوزخ کا دھواں نہیں پہنچے گا) (رواہ الترمذی) اور نسائی نے ایک اور روایت میں یہ زیادہ کیا کہ کسی مسلمان کے دونوں نتھنوں کے بیچ ہرگز کبھی بھی (راہ خدا کا غبار اور دوزخ کا دھواں جمع

www.maktabah.org

نہیں ہوگا، اور اُسی (نسائی ہی) کی ایک روایت میں ہے کہ کسی بندے کے پیٹ میں کبھی بھی (راہِ خدا کا غبار اور دوزخ کا دھواں جمع نہیں ہوگا) اور کسی بندے کے دل میں بخل اور ایمان (کامل) کبھی بھی جمع نہیں ہوں گے اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ دو آنکھیں ایسی ہیں جن کو دوزخ کی آگ کبھی مس نہیں کرے گی، ایک وہ آنکھ جو خوفِ خدا سے روئی ہو اور دوسری وہ آنکھ جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں (مجاہدین کی) نگہبانی کرتے ہوئے رات گذاری ہو (رواہ الترمذی) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں (کفر کی سرحد پر) ایک دن کی پہرہ داری کرنا اس کے علاوہ دوسرے مقامات میں ہزار روز سے افضل ہے (رواہ الترمذی والنسائی)۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ (نماز کے) اعمال میں سے کونسا عمل افضل ہے؟ آپ نے فرمایا طویل قیام کرنا عرض کیا گیا کہ کونسا صدقہ افضل ہے؟ آپؐ نے فرمایا فقیر کا کوشش کرنا (یعنی فقیر کا فقر و احتیاج کے باوجود صدقہ دینا)، عرض کیا گیا کہ کونسی ہجرت افضل ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ اس شخص کی ہجرت جس نے وہ چیزیں ترک کر دیں جو اللہ تعالیٰ نے اس پر حرام کی ہیں، عرض کیا گیا کہ کونسا جہاد افضل ہے؟ آپؐ نے فرمایا اس شخص کا جہاد جو اپنے مال اور جان کے ساتھ مشرکین سے جہاد کرے، عرض کیا گیا کہ کونسا قتل (شہادت) اشرف ہے؟ آپ نے فرمایا اس شخص کا جس کا خون بہایا جائے اور اس کے گھوڑے کی کونچیں کاٹی جائیں (یعنی وہ خود بھی مارا جائے اور اس کا گھوڑا بھی) (رواہ ابوداؤد) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ شہید کے لئے اللہ تعالیٰ کے نزدیک چھ خصلتیں ہیں اول دفعہ (پہلے قطرہ خون کے گرنے) میں اس کی بخشش کر دی جاتی ہے اور (جان نکلنے کے وقت) جنت میں اُس کا ٹھکانا دکھا دیا جاتا ہے اور وہ عذابِ قبر سے محفوظ رہتا ہے اور بڑی گھبراہٹ (قیامت) سے امن میں ہوگا اور اس کے سر پر وقار کا تاج رکھا جائے گا جس کا ایک یاقوت دنیا و مافیہا سے بہتر ہوگا اور حورِ عین میں سے بہتر بیویاں اس کے نکاح میں دی جائیں گی اور اس کے رشتہ داروں میں سے بہتر آدمیوں کے بارے میں اس کی شفاعت قبول کی جائے گی (رواہ الترمذی وابن ماجہ) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے جہاد کے اثر (زخم یا غبار یا تکلیف پانا یا خرچ کرنا وغیرہ علامت) کے بغیر اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا اللہ تعالیٰ اس سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس شخص (کے دین) میں نقصان ہوگا (رواہ الترمذی وابن ماجہ) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ شہید قتل کا دکھ نہیں پاتا مگر اتنا جتنا کہ تم میں سے کوئی شخص
چیونٹی کے کاٹنے کا دکھ پاتا ہے (رواہ الترمذی والنسائی والدارمی) اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ۱۳۲
غریب ہے اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دو قطروں اور دو نشانوں سے زیادہ محبوب کوئی چیز نہیں ہے ایک تو آنسوؤں کا وہ قطرہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے نکلے ایک قطرہ اس خون کا جو

www.maktabah.org

جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں بہایا جائے اور دو نشانوں میں سے ایک نشان وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں (یعنی جہاد میں زخم یا غبار وغیرہ) ہے اور ایک نشان وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے فرائض میں سے کسی فرض (نماز و حج وغیرہ) کے ادا کرنے میں پڑتا ہے (یعنی سردی میں وضو کرنے سے ہاتھ پاؤں پھٹ جانا یا گھٹنے و پیشانی کا نشان وغیرہ یا روزہ دار کے منہ کی بو یا سفرِ حج کا غبار وغیرہ) (اس کو ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے)

اور ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک لشکر میں نکلے پس ایک شخص ایک غار کے پاس سے گذرا جس میں کچھ پانی اور سبزی ترکاری تھی پس اس کے جی میں آیا کہ اس غار میں ٹھہرے اور دنیا سے الگ تھلگ ہو جائے پس اُس نے اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک میں دینِ یہودیت یا نصرانیت کے ساتھ نہیں بھیجا گیا ہوں اور لیکن میں دینِ حنیفیت کے ساتھ بھیجا گیا ہوں جو کہ آسان ہے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے البتہ صبح کے وقت (یعنی دن کے ابتدائی حصہ) یا شام کے وقت (یعنی آخری حصہ میں) اللہ کی راہ میں نکلنا دنیا و ما فیہا سے بہتر ہے اور البتہ تم میں سے کسی ایک کا صف میں کھڑا ہونا اس کی ساٹھ برس کی نماز سے بہتر ہے (رواہ احمد)۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ مومن دنیا میں تین طرح کے ہیں ایک وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر وہ شک و شبہ میں نہیں پڑے اور انھوں نے اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ راہِ خدا میں جہاد کیا (یہ اعلیٰ مرتبہ والے ہیں) اور (دوسرا) وہ جس سے لوگ اپنے مالوں اور جانوں پر امن میں ہیں (یعنی اگرچہ اس نے کسی کو نفع نہیں پہنچایا لیکن کسی کو ضرر بھی نہیں پہنچایا) پھر (تیسرا) وہ شخص ہے جو طمع پر جھانکتا ہے (یعنی اس کو طمع کا خیال آتا ہے) تو وہ اس (طمع) کو اللہ عزوجل کے لئے چھوڑ دیتا ہے (یہ ادنیٰ قسم ہے اس کے بعد اور بھی اقسام ہیں لیکن وہ اعتبار کے لائق نہیں) (رواہ احمد)۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ بھیجے اور خود اپنے گھر میں رہے تو اس کے لئے ہر درہم کے بدلے سات سو درہم ہیں اور جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں بذاتِ خود جہاد کیا اور جہاد میں خرچ کیا تو اس کے لئے ہر درہم کے بدلے سات لاکھ درہم ہیں پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ (اور اللہ تعالیٰ جس شخص کے لئے چاہتا ہے ثواب کو کئی گنا زیادہ کر دیتا ہے) (رواہ ابن ماجہ) اور فضالہ بن عبید سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ میں نے عمر بن الخطاب سے سُنا وہ کہتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنا آپ فرماتے تھے کہ شہید چار طرح کے ہوتے ہیں ایک وہ شخص جو کہ کامل ایمان والا مومن ہے اُس نے (خدائے تعالیٰ سے سچے) دشمن کا سامنا کیا پس اس نے اللہ تعالیٰ کو سچ کر دکھایا یہاں تک کہ

بقرہ ع ۳۶

www.maktabah.org

وہ قتل کر دیا گیا پس یہ وہ شخص ہے کہ جس کی طرف (بلندئ مرتبہ کی وجہ سے) قیامت کے دن لوگ اپنی آنکھیں اس طرح اٹھائیں گے اور (یہ کہہ کر) آپ نے اپنا سر اوپر اٹھایا یہاں تک کہ آپ کی ٹوپی گر پڑی (حضرت فضالہؓ سے نیچے کے راوی نے کہا) پس میں نہیں جانتا کہ اس (فضالہ) نے عمرؓ کی ٹوپی مراد لی یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ٹوپی، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا اور (دوسرا) شخص وہ کامل ایمان والا مومن ہے جس نے (اللہ تعالیٰ کے) دشمن سے اس طرح پر ملاقات کی کہ بزدلی کی وجہ سے گویا اس کی کھال میں خاردار درخت کے کانٹے چبھوئے گئے ہیں (یعنی بزدلی سے اس کے رونگٹے کھڑے ہوگئے) اس کی طرف ایک ایسا تیر آیا جس کی سمت یا اس کا مارنے والا معلوم نہیں پس اس تیر نے اس کو مار ڈالا تو وہ شخص دوسرے درجے میں ہے اور (تیسرا) وہ مومن شخص ہے جس نے کچھ اچھے اور کچھ برے ملے جلے عمل کئے اس نے دشمن کا سامنا کیا پس اس نے اللہ کو سچ کر دکھایا یہاں تک کہ وہ مارا گیا پس یہ شخص تیسرے درجے میں ہے اور (چوتھا) وہ مومن شخص ہے جس نے اپنی جان پر اسراف کیا (یعنی بہت گناہ کئے) اس نے دشمن کا سامنا کیا پس اس نے اللہ تعالیٰ کو سچ کر دکھایا یہاں تک کہ وہ مارا گیا پس یہ ١٣٣
شخص چوتھے درجے میں ہے (اس کو ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جہاد میں مارے جانے والے لوگ تین طرح کے ہیں ایک وہ مومن (کامل) کہ جس نے اپنی جان ومال کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا پس جس وقت وہ دشمن کے مدمقابل آیا تو اس سے لڑا یہاں تک کہ مارا گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کے بارے میں فرمایا کہ یہ (جہاد کی مشقتوں پر صبر کے ساتھ) آزمایش کیا ہوا شہید ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کے خیمہ میں اس کے عرش کے نیچے ہوگا اور انبیائے کرام اس سے درجۂ نبوت کی وجہ سے ہی زیادہ قرب الٰہی میں ہوں گے اور (دوسرا) وہ مومن شخص ہے جس نے کچھ اچھے کچھ برے ملے جلے عمل کئے اس نے اپنی جان اور مال کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا جب وہ دشمن کے مقابل آیا تو اس سے لڑا یہاں تک کہ مارا گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کے بارے میں فرمایا کہ یہ شہادت پاک کرنے والی ہے جس نے اس کے گناہوں اور خطاؤں کو مٹا دیا بیشک تلوار خطاؤں کو بہت اچھی طرح مٹانے والی ہے اور یہ شخص بہشت میں جس دروازے سے چاہے گا داخل کیا جائے گا۔ اور (تیسرا شخص) منافق ہے جس نے اپنی جان ومال سے جہاد کیا پس جس وقت وہ دشمن کے سامنے آیا تو اس سے لڑا یہاں تک کہ مارا گیا۔ پس یہ شخص دوزخ میں ہوگا (اس لئے کہ) بیشک تلوار نفاق کو نہیں مٹاتی (رواہ الدارمی) اور ابن عائذ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے جنازہ (کی نماز پڑھنے) کے لئے تشریف لے گئے پس جب جنازہ رکھا گیا تو (حضرت) عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ اس پر نماز نہ پڑھیں اس لئے کہ تحقیق یہ شخص فاجر (فاسق) تھا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی طرف

www.maktabah.org

متوجہ ہوئے اور فرمایا کیا تم میں سے کسی نے اس کو کبھی اسلام کے کام پر دیکھا تھا؟ تو ایک شخص نے کہا کہ ہاں یا رسول اللہ! اس نے ایک رات اللہ تعالیٰ کی راہ میں نگہبانی کی تھی پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نماز پڑھی اور (دفن کے وقت) اس پر مٹی ڈالی اور فرمایا کہ تیرے ساتھی گمان کرتے ہیں کہ بیشک تو دوزخیوں میں سے ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ بلاشبہ تو جنتیوں میں سے ہے، اور فرمایا اے عمرؓ! تحقیق تجھ سے لوگوں کے اعمال کے متعلق نہیں پوچھا جائے گا و لیکن تجھ سے فطرت (تیرے دین) کے متعلق پوچھا جائے گا (اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے[1])۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے وفد تین ہیں غازی، حاجی اور عمرہ کرنے والا (رواہ النسائی) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ سمندر کے کنارے پر ایک رات اللہ تعالیٰ کی راہ میں نگہبانی کرنا کسی آدمی کے اپنے اہل و عیال میں رہ کر ایسے ایک ہزار سال کے روزے رکھنے اور راتوں کو نماز میں قیام کرنے سے افضل ہے کہ جس کا ایک سال تین سو دن کا اور دن ہزار سال کا ہو (رواہ ابن ماجہ) اور نیز حدیث شریف میں ہے سمندر میں ایک غزوہ (اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑنا) خشکی میں دس غزوات کی مانند ہے اور جس شخص کو سمندر میں (غزوہ کے لئے سفر کرتے وقت) دوران سر لاحق ہوتا ہے وہ (خشکی میں) اللہ تعالیٰ کی راہ میں (قتل ہو کر) اپنے خون میں لت پت ہونے والے کی مانند ہے (اس کو ابن ماجہ[2] نے ام الدرداء سے روایت کیا ہے) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ سمندر کا ایک شہید خشکی کے دو شہیدوں کی مانند ہے اور دو لہروں کے درمیان شہید ہونے والا دنیا (کی زندگی) کو اللہ تعالیٰ کی بندگی میں گذارنے والے کی مانند ہے اور بیشک اللہ تعالیٰ نے ملک الموت (موت کے فرشتے) کو روحیں قبض کرنے کے لئے مقرر فرمایا ہے سوائے سمندر کے شہید کے کہ ان کی ارواح کو قبض کرنا وہ خود اپنے ذمہ لیتا ہے اور خشکی کے شہید کے قرض کے علاوہ اور تمام گناہ بخش دیتا ہے اور سمندر کے شہید کے تمام گناہ اور قرض (بھی) بخش دیتا ہے (رواہ ابن ماجہ)

۱۳۴ اور ابی امامہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جس نے جہاد کیا اور اس سے وہ اجر اور شہرت (دونوں) طلب کرتا ہے اس کے لئے کیا چیز ہے تو آپ نے فرمایا کہ اس کے لئے کچھ نہیں ہے پس اس شخص نے اس بات کو تین بار دہرایا (ہر بار آپ) فرماتے رہے اس کے لئے کچھ نہیں ہے پھر فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ سوائے اس عمل کے جو اس کے لئے خالص ہو اور جس سے اس کی ذات ہی مطلوب ہو اور کسی عمل کو قبول نہیں کرتا (اس کو احمد و نسائی نے روایت کیا[3]) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ بیشک سرحدی حفاظتی چوکیوں

---

[1] یہاں تک کی فضیلت جہاد کی احادیث مشکوٰۃ شریف کے کتاب الجہاد میں بھی ہیں [2] جمع الفوائد الجزء الثانی ص۱۵ کتاب الجہاد۔ [3] الفتح جلد۱۴ ص۳۰۳ کتاب الجہاد و الغزوات الباب الثالث و جمع الفوائد جلد دوم ص۱۸۔

www.maktabah.org

میں (پہرہ داری کا) نماز پڑھنا (ثواب میں دوسری جگہ کی) پانچسو نمازوں کے برابر ہے اور ان (حفاظتی چوکیوں) میں ایک درہم و دینار خرچ کرنا ان کے علاوہ اور جگہوں میں سات سو دینار خرچ کرنے سے افضل ہے (رواہ البیہقی) اور ابوالشیخ وغیرہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سرحدی چوکیوں میں نگہبانی کرتے ہوئے نماز پڑھنا (دوسرے مقامات کی) بیس لاکھ نمازوں کے برابر ہے اور اس روایت میں نکارت ہے۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ تین آدمی ایسے ہیں جن کی آنکھ دوزخ کی آگ کو نہیں دیکھے گی (ایک) وہ آنکھ جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں نگہبانی کی ہو اور (دوسری) وہ آنکھ جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے روئی ہو، اور (تیسری) وہ آنکھ جو اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے رکی رہی ہو (رواہ الطبرانی) اور نیز حدیث شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تم کو لیلۃ القدر سے افضل رات کی خبر نہ دوں (اور یہ وہ رات ہے جس میں) کوئی نگہبانی کرنے والا ایسی خوف کی سرزمین میں نگہبانی کرے کہ جہاں سے شاید وہ اپنے اہل و عیال کی طرف نہ لوٹے (اس کو حاکم نے روایت کیا اور کہا کہ یہ بخاری کی شرط پر صحیح ہے) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے روز ہر آنکھ رونے والی ہوگی سوائے اس آنکھ کے جو اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے بند رہی ہو اور سوائے اس آنکھ کے جس سے اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے مکھی کے سر کی مانند (آنسو) نکلا (رواہ الاصبہانی)۔ اور نیز حدیث حدیث میں ہے کہ جس شخص نے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی مدد کی یا کسی قرضدار کی اس کی تنگی کی حالت میں مدد کی یا کسی مکاتب غلام کو آزاد کرانے میں اس کی مدد کی اس کو اللہ تعالیٰ اس روز اپنے سایہ میں رکھے گا جس روز اس (اللہ تعالیٰ) کے سایہ کے سوا اور کوئی سایہ نہیں ہوگا (رواہ احمد والبیہقی) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص نے کسی غازی کے سر پر سایہ کیا قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس پر سایہ فرمائے گا اور جس نے غازی کے لئے جہاد کا سامان مہیا کیا تو اسے اس (غازی) کے اجر کے برابر اجر ہوگا اور جس نے اللہ تعالیٰ کے لئے مسجد بنائی تاکہ اس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا (رواہ ابن حبان فی صحیحہ والبیہقی) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہوئے (یعنی خالص اللہ تعالیٰ کے لئے) اور اس کے وعدہ (یعنی ثواب عظیم) کی تصدیق کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے کے لئے ایک گھوڑا باندھا پس تحقیق اس گھوڑے کی سیری و سیرابی (پیٹ بھر کر کھلانا پلانا) اور اس کی لید اور پیشاب (ثواب کی صورت میں ہو کر) قیامت کے دن اس کے (اعمال کے ساتھ) میزان میں تولے جائیں گے یعنی نیکیاں ہوں گی (رواہ البخاری وغیرہ)[1] اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ اس شخص کے لئے سعادت ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی

---

[1] المشکوٰۃ کتاب الجہاد باب اعداد آلۃ الجہاد۔

www.maktabah.org

راہ میں جہاد کرتے ہوئے کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا پس بیشک اس کے لئے ہر کلمے کے بدلے ستر ہزار نیکیاں ہیں ان میں سے ہر نیکی دس گنا ہوگی مع اس اضافے کے جو اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے الحدیث (رواہ الطبرانی) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ میری مسجد میں ایک نماز پڑھنا (دوسری عام مساجد کی) دس ہزار نمازوں کے برابر ہے اور مسجد حرام میں ایک نماز پڑھنا ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے اور

سرحدی چوکی کی سرزمین میں ایک نماز پڑھنا بیس لاکھ نمازوں کے برابر ہے الحدیث (رواہ ابو الشیخ و ابن حبان) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک تیر پھینکا خواہ وہ ٹھکانے پر پہنچا ہو یا پہنچ گیا ہو اس کے لئے بنی اسماعیل میں سے چار آدمی آزاد کرنے کا ثواب ملے گا (رواہ البزار) اور نیز حدیث ۱۳۵
شریف میں ہے کہ کسی شخص کا اللہ تعالیٰ کی راہ میں صف کے اندر کھڑا ہونا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ساٹھ سال کی عبادت سے افضل ہے (اس[1] کو حاکم نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ بخاری کی شرط پر صحیح ہے) ۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ دو ساعتیں ایسی ہیں جن میں دعا کرنے والے کی دعا رد نہیں کی جاتی، ایک وہ ساعت جبکہ نمازیں قائم کی جاتی ہیں اور دوسری) وہ ساعت جبکہ (دعا کرنے والا) اللہ تعالیٰ کی راہ میں (لڑائی کی) صف کے اندر ہو (رواہ ابن حبان) ۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) بیشک میں کسی (نیکی کے) موقف (جائے قیام) میں کھڑا ہوتا ہوں (اور اس کی) اللہ کی ذات (رضامندی) چاہتا ہوں اور میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ میرا (یہ) موقف دیکھا جائے (تو میرے اس عمل کا کیا حکم ہے) پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو کچھ جواب نہ دیا یہاں تک کہ یہ آیت[2] اتری: فَمَنْ كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا[3] (پس جو کوئی اپنے رب سے ملنے کی امید رکھتا ہے تو اس کو چاہئے کہ عمل صالح کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ ٹھہرائے) (اس کو حاکم نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ شیخین کی شرط پر صحیح ہے) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ تحقیق قیامت کے روز سب سے پہلا شخص جس کے خلاف فیصلہ کیا جائے گا ایک شخص ہوگا جو شہید کیا گیا ہوگا پس اس کو لایا جائے گا پھر اس کو اس کی نعمت سے متعارف کیا جائے گا پس وہ اس کو پہچان لے گا پھر اس سے (اللہ تعالیٰ) فرمائے گا کہ تو نے اس (دنیا) میں کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا میں نے تیری راہ میں قتال کیا یہاں تک کہ میں شہید ہوگیا (اللہ تعالیٰ) فرمائیگا تو نے جھوٹ کہا و لیکن تو نے اس لئے قتال کیا تاکہ کہا جائے کہ یہ بہادر شخص ہے پس البتہ (تجھ کو یہ دنیا میں) کہا گیا پھر اس کے لئے حکم دیا جائے گا پس اس کو منہ کے بل (اوندھا کرکے) گھسیٹ کرکے چلایا جائے گا

---

[1] جمع الفوائد جلد دوم ص ۹ عن عمران بن حصین للکبیر الاوسط والبزار [2] سورت ۱۸ آیت ۱۱۰

www.maktabah.org

حتیٰ کہ آگ میں ڈال دیا جائے گا الحدیث (رواہ مسلم والحافظ والنسائی والترمذی وابن خزیمہ فی صحیحہ)۔
اور نیز حدیث شریف میں ہے جو شخص میرے ساتھ غزوہ (جنگ) میں شامل ہونے سے محروم رہا اس کو سمندر میں (جنگ) کرنا چاہیے (رواہ الطبرانی) اور نیز حدیث شریف میں ہے شہدا تین قسم کے ہیں ایک وہ شخص جو کہ اپنی جان و مال کے ساتھ (ثواب کی نیت سے) اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکلا اس کا یہ ارادہ نہیں ہے کہ قتال کرے اور نہ یہ کہ وہ قتل کر دیا جائے لیکن وہ مسلمانوں کی جماعت کو بڑھاتا ہے پس اگر وہ مر گیا یا قتل کر دیا گیا تو اس کے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور اس کو عذاب قبر سے نجات دی جائے گی اور قیامت کی گھبراہٹ سے امن میں رہے گا اور حورعین کے ساتھ اس کی شادی کر دی جائے گی اور اس کو عزت کا لباس پہنایا جائے گا اور اس کے سر پر وقار اور ہمیشگی کا تاج رکھا جائے گا، اور دوسرا وہ شخص جو کہ اپنی جان و مال کے ساتھ ثواب کی نیت سے نکلا اس کا ارادہ ہے کہ قتال کرے اور وہ قتل نہ کیا جائے پھر اگر وہ مر گیا یا قتل کر دیا گیا تو اس کی نشست اللہ تعالیٰ کے سامنے حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن (علیہ السلام) کے ہمراہ ہوگی وہ ایک عمدہ مقام میں قدرت والے بادشاہ کے پاس ہوگا اور تیسرا وہ شخص جو اپنی جان و مال کے ساتھ ثواب کی نیت سے نکلا اس کا ارادہ ہے کہ وہ قتال کرے اور قتل کر دیا جائے پھر اگر وہ مر گیا یا قتل کر دیا گیا تو وہ قیامت کے روز اپنی تلوار میان سے نکال کر بلند کئے ہوئے اور اس کو اپنے کندھے پر رکھے ہوئے آئے گا جبکہ لوگ گھٹنوں کے بل جھکے ہوں گے (تیسری قسم کے شہدا) کہیں گے دیکھو! ہمارے لئے جگہ کشادہ کردو کیونکہ بیشک ہم نے اپنے اموال و خون اللہ تبارک و تعالیٰ کی راہ میں خرچ کئے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر وہ یہ بات ابراہیم خلیل اللہ یا کسی اور نبی کے لئے بھی کہیں تو وہ نبی ان کے لازمی حق کی وجہ سے جو وہ دیکھتا ہے ان کے لئے راستے سے ہٹ جائے یہاں تک کہ وہ عرش کے نیچے نور کے منبروں کے پاس حاضر ہوں گے پس اُن پر بیٹھ جائیں گے اور دیکھیں گے کہ (دوسرے) لوگوں کے درمیان کس طرح فیصلہ کیا جاتا ہے، وہ نہ موت کا غم پائیں گے اور نہ ہی برزخ میں مکدر ہوں گے اور کوئی چیخ و پکار ان کو خوفزدہ نہیں کرے گی اور حساب و میزان اور صراط ان کو غمزدہ نہیں کرے گا وہ دیکھیں گے کہ لوگوں کے درمیان کس طرح فیصلہ کیا جاتا ہے اور وہ جس چیز کا سوال کریں گے وہ ان کو دے دی جائے گی اور جس چیز کے بارے میں وہ شفاعت کریں گے اُن کی شفاعت قبول کی جائے گی جنت کی جس چیز کو وہ پسند کریں گے وہ ان کو دیدی جائے گی اور جنت میں وہ جہاں چاہیں گے ان کو رکھا جائے گا (رواہ البزار والبیہقی والاصفہانی) اور نعیم بن عمار سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ

www.maktabah.org

کونسے شہید افضل ہیں؟ آپ نے فرمایا وہ لوگ کہ اگر وہ (لڑائی کی) صف میں دشمن کے مقابل ہوں تو اپنے منہ کسی اور طرف نہیں پھیرتے یہاں تک کہ وہ قتل کر دیئے جاتے ہیں وہ جنت کے بلند بالاخانوں میں چلے جائیں گے اور اُن کا رب اُن کی طرف ہنسے گا (اُن سے خوش ہو جائے گا) اور جب تیرا رب کسی بندے کی طرف دنیا میں ہنستا (خوش ہوتا) ہے تو اس پر کوئی حساب نہیں ہوتا (اس کو احمد و ابو یعلی نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ کیا میں تم کو سب سے زیادہ فیاض کی خبر نہ دوں اور اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ فیاض ہے اور میں اولادِ آدم میں سب سے زیادہ فیاض ہوں اور میرے بعد ان میں سب سے زیادہ فیاض وہ شخص ہے جس نے علم سیکھا پھر اپنے علم کو پھیلایا وہ قیامت کے روز ایک امت (کی حیثیت) سے اٹھایا جائے گا اور وہ شخص ہے جس نے اپنی جان کے ساتھ اللہ عزوجل کیلئے جہاد کیا یہاں تک کہ قتل کر دیا گیا (رواہ ابو یعلی والبیہقی)۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے تین شخص ہیں جن سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے اور اُن سے اظہارِ مسرت کرتا اور خوش ہوتا ہے۔ ایک وہ شخص ہے کہ جب (دشمن کا) کوئی گروہ سامنے آتا ہے تو وہ بہ نفسِ نفیس اللہ تعالیٰ کے لئے قتال کرتا ہے پس یا وہ قتل کر دیا جاتا ہے اور یا اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرتا ہے اور اس کو کفایت کرتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے اس بندے کی طرف دیکھو کہ اس نے اپنے نفس پر کس طرح صبر کیا۔ اور (دوسرا) وہ شخص ہے جس کی ایک خوبصورت بیوی ہے اور اس کا نرم خوبصورت بستر ہے پس وہ رات کو قیام (عبادت) کرتا ہے اور اپنی شہوت کو چھوڑ دیتا ہے اور مجھ کو یاد کرتا ہے اور اگر وہ چاہتا تو سو جاتا، اور (تیسرا) وہ شخص ہے کہ جب وہ سفر میں ہو اور اس کے ساتھ اور سوار بھی ہوں پس وہ سب جاگتے ہوں پھر وہ سب سو جائیں پھر وہ شخص سویرے سے جاگ اٹھے خواہ وہ خوشی سے ہو یا ناخوشی سے۔ (رواہ الطبرانی باسنادِ حسن)۔ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے اس آیت کے بارے میں وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ [اور صور پھونکا جائے گا تو جو لوگ آسمانوں اور زمین میں ہیں سب کے سب بیہوش ہو کر گر پڑیں گے سوائے اس کے جس کو اللہ تعالیٰ چاہے] دریافت فرمایا کہ وہ کون لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ وہ بیہوش ہوں انہوں نے فرمایا کہ وہ شہداء ہیں اللہ تعالیٰ ان کو اس حال میں اٹھائے گا کہ وہ اپنی تلواریں لٹکائے ہوئے اس کے عرش کے ارد گرد ہوں گے پس ان کے پاس محشر کے فرشتے اچھی نسل کی تیز رفتار اونٹنیاں لائیں گے جن کا رنگ یاقوت جیسا خوشنما ہوگا جن کی مہاریں سفید موتیوں کی ہوں گی اُن کے

www.maktabah.org

اور سونے کے کجاوے ہوں گے جن پر باریک اور موٹے ریشم کے پردے ہوں گے اُن کی زین کی گدیاں نرم ریشم کی ہوں گی ان کے قدم لوگوں کی نظروں کی درازی تک پڑیں گے وہ جنت میں گھوڑوں پر چلیں گے وہ طویل سیر و تفریح کے وقت کہیں گے کہ ہمیں لے چلو تاکہ ہم دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے درمیان کیسے فیصلہ فرماتا ہے، اللہ تعالیٰ ان کی طرف ہنسے گا اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کی طرف میدانِ حشر میں ہنسے تو اس پر کوئی حساب نہیں (رواہ ابن ابی الدنیا)۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جو قوم ۱۲۷
بھی جہاد ترک کر دیتی ہے اللہ تعالیٰ اُن کے لئے عذاب کو عام کر دیتا ہے (اس کو طبرانی نے اچھی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے)۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے تین قسم کے لوگ ہیں جن کی طرف اللہ تعالیٰ ہنستا ہے ایک وہ شخص جبکہ وہ رات کو نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہوتا ہے اور ایک وہ جماعت جبکہ وہ نماز میں صف بناتی ہے اور ایک وہ جماعت جبکہ دشمن کے ساتھ قتال کرتے ہوئے صف بناتی ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ تم پر ہر امیر کے ہمراہ جہاد کرنا واجب ہے خواہ وہ امیر نیک ہو یا فاجر ہو اور اگرچہ وہ کبیرہ گناہ کا مرتکب ہو (یہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جنت تلواروں کے سایہ کے نیچے ہے (یہ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے) اور نیز حدیث شریف میں ہے جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں چلا تو قیامت کے روز اس شخص کے لئے اس غبار کی مانند جو اس کو اس سفر میں پہنچے گا مشک حاصل ہوگی (ایضاً عن انس) اور نیز حدیث شریف میں ہے جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں تلوار میان سے نکالی تو اس نے اللہ تعالیٰ سے بیعت کی (ابن مردویہ عن ابی ہریرہ) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جس شخص کے سر میں درد ہوا پس اس نے ثواب کی امید رکھی تو اس کے اس سے پہلے کے گناہ بخش دیئے جائیں گے (طب عن ابن عمر) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص نے دشمن کے ہاتھوں سے کسی قیدی کو چھڑایا تو وہ قیدی میں ہوں (طص عن ابن عباسؓ) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ چند ساعتیں اللہ کی راہ میں لگانا پچاس حج کرنے سے بہتر ہے (یہ ابن عمرؓ سے روایت ہے) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ تلواریں جنت کی کنجیاں ہیں (ابوبکر بن عساکر عن زید) تلوار شہادت کے لئے کافی ہے (عن سلمۃ بن المحبق) تلواریں مجاہدوں کی چادریں ہیں (فر عن ابی ایوب المحاملی فی امالیہ عن زید بن ثابت)۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے (کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) کیا میں تم کو مرتبے کے اعتبار سے سب سے بہتر شخص کی خبر نہ دوں (یہ) وہ شخص (ہے) جس نے اپنے گھوڑے کی باگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں پکڑی یہاں تک کہ وہ قتل کر دیا گیا یا مر گیا، کیا میں تم کو اُس شخص کی خبر نہ دوں جو اس سے ملتا ہوا ہے (یہ) وہ شخص (ہے) جو کسی گھاٹی میں تنہائی اختیار

www.maktabah.org

کئے ہوئے ہے وہ نماز ادا کرتا ہے اور زکوۃ دیتا ہے اور گواہی دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں (ت ک عن ابی ہریرہ) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ اسلام کے تین درجے ہیں سفلیٰ (نچلا درجہ) علیا (بلند درجہ) غرفہ (بالاخانہ) پس البتہ سفلیٰ (نچلا درجہ) وہ اسلام ہے جس میں عام مسلمان داخل ہوں گے اور ان میں سے جب کسی سے پوچھا جائے گا تو وہ کہے گا کہ میں مسلمان ہوں اور البتہ علیا (اعلیٰ درجہ) پس ان کے اعمال کا افضل ہونا ہے، بعض مسلمان بعض سے افضل ہوتے ہیں اور البتہ بلند بالاخانہ پس وہ جہاد فی سبیل اللہ ہے اس کو وہی شخص حاصل کرتا ہے جو ان میں افضل ہو (طب عن فضالۃ بن عبید) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک دن یا دن کا کچھ حصہ یا ایک ساعت بیمار ہوا تو اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اور اس کے لئے ایک لاکھ غلاموں کو آزاد کرنے کا اجر لکھا جاتا ہے جن میں سے ہر غلام کی قیمت ایک لاکھ ہو (ابن زنجویہ نے اہل حجاز
میں سے کسی آدمی سے مرسلاً روایت کیا ہے) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ البتہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ۱۳۶
کھڑا ہونا خواہ وہ اس میں تلوار بھی نہ کھینچے اور نیزہ بھی نہ مارے اور تیر بھی نہ چلائے ساٹھ سال کی ایسی عبادت سے افضل ہے جس میں ایک پلک جھپکنے تک بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کی ہو (ابن النجار عن ابن عمرو) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جہاد ہمیشہ خوشگوار اور تر و تازہ رہے گا جب تک کہ آسمان سے بارش برستی رہے گی اور زمین سے نباتات اگتی رہے گی یہاں تک کہ مشرق کی طرف سے ایسی نسل پیدا ہوگی جو یہ کہیں گے کہ نہ جہاد ہے اور نہ سرحد کی نگہبانی ہے وہ لوگ دوزخ کی آگ کا ایندھن ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک دن کی پہرہ داری ایک ہزار غلام آزاد کرنے اور تمام اہل زمین کے صدقہ کرنے سے افضل ہے (ابن عساکر نے اس کو حضرت انس رض سے روایت کیا ہے اور اس کو ضعیف کہا ہے) اور نیز حدیث شریف میں ہے (جہاد کے لئے پالے ہوئے گھوڑے پہ خرچ کرنا ایسا ہے جیسا کہ صدقہ کے ساتھ ہاتھ کھول دینا کہ اس کو کبھی نہ روکے (یعنی ہمیشہ صدقہ کرتے رہنے کی مانند ہے) اور ان گھوڑوں کا پیشاب اور ان کی لید قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے نزدیک پاکیزہ مشک کی مانند ہوگی (ابن سعید طب عن یزید بن عبداللہ)۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے جو شخص سمندر کے سفر میں ایک دن بیمار رہا تو یہ (بیمار رہنا) ایسے ایک ہزار غلام آزاد کرنے سے افضل ہے
جن کو وہ قیامت تک ساز و سامان دیتا اور ان کے اوپر خرچ کرتا ہے الحدیث (ک ل عن علی) حل

❁ ❁ ❁
❁ ❁
❁

www.maktabah.org

مکتوب ۳۰

سیادت وافادت دستگاہ میر کی شیخ کی خدمت میں آیہ کریمہ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ کے اسرار کے بیان میں تحریر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ آپ کی ذاتِ بابرکات کو اپنی عنایات میں شامل فرما کر باطنی جذبات اور واردات کے ساتھ سربلند رکھے ۔ ع

از ہر چہ می رود سخنِ دوست خوشتر است

[دوست کی جو بات بھی بیان کی جائے پسندیدہ ہے]۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ[1] (جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ ختم ہونے والا ہے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے) یہ آیتِ مبارکہ قرب کے مراتب کی جامع اور اہل اللہ کے سیر و سلوک کے نسخہ کا حاصل ہے کلمہ ما جو کہ اس آیتِ کریمہ کے شروع میں ہے اس کا عموم تمام مراتبِ نفی کو شامل ہے اور اس آیہ کریمہ کے رمز کے ساتھ متحقق ہونا ماسوا کے نام و نشان کو (بالکل) مٹا دینا اور کامل فنا تک پہنچا دیتا ہے جو کہ ولایت کا رکنِ اعظم ہے اور مَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ اثبات کے مراتب کا جامع ہے اور بقا کے لئے جو کہ فنا پر مبنی ہے ایک رمز (اشارہ) اور ولایت کا دوسرا رکن ہے، اور ولایت کے مراتب میں تفاوت ان ہر دو رکن کے حصول میں سالکین کے قدموں کے تفاوت کے اعتبار سے ہے، کوئی شخص ان دونوں ارکان میں جس قدر راسخ قدم رکھتا ہوگا اتنا ہی کمالاتِ ولایت میں کامل ہوگا سالکین میں سے ہر شخص ان دونوں کمالات کے حاصل کرنے میں بقدرِ ہمت و استعداد ہاتھ پاؤں مارتا ہے، کون صاحبِ دولت (صاحبِ استعداد) ہے ۲۹
جو اس آیتِ کریمہ کے اسرار کے بحرِ ذخار میں غوطہ زنی کر کے ان دونوں کمالات کے جواہرِ نفیسہ سے کامل حصہ حاصل کرتا ہے اور مراتبِ نفی (درجاتِ فنا) کو طے کر کے اثبات کے بلند درجات سے کچھ حصہ پاتا ہے ۔

سعادتہاست اندر پردۂ غیب　　نگہ کن تا کرا ریزند در جیب

(پردۂ غیب میں بہت سی سعادتیں ہیں، دیکھئے کس (خوش نصیب) کی جیب میں ڈالتے ہیں)

اللہ تعالیٰ نبی کریم اور آپ کی آلِ امجاد علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات و التحیات المبارکات کے طفیل ہمیں ان جیسے دوستوں کے ساتھ قدر کے ایمان نصیب فرمائے اور اس سرچشمہ سے ایک گھونٹ عطا کرے ۔

---

[1] سورۃ نحل آیہ ۹۶۔

مکتوب ۳۱

ایک اہلِ زمانہ کے نام اس کے خط کے جواب میں تحریر فرمایا جس میں اس نے درویشوں کے حال سے تعرض کیا تھا

آپ نے لکھا تھا " اپنی عمر میں ہرگز کبھی اس ذلت کے ساتھ زندگی نہیں گذاری جیسی کہ اب گذار رہا ہوں"
میرے مخدوم! جب کوئی عاجز بندہ اپنے ہی جیسے کسی بندے کی خوشامد کرتا ہے اور منت سماجت اختیار کرتا ہے تو وہ اسی کا مستحق ہے کہ ذلت و خواری اٹھائے وہ غنی مطلق (اللہ تعالیٰ) کی بارگاہ کا کیوں رخ نہیں کرتا اور (وہاں) تذلل کا التجا کیوں نہیں کرتا کہ اس بات کی مستحق وہی ذات ہے اور مشکلات کو وہی حل کرتا ہے اور بس، رزق کی فراخی و تنگی بھی اسی کی طرف سے ہے نہ کہ اس کے علاوہ کسی اور کی طرف سے، وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ۭ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ (اور اگر اللہ تعالیٰ تجھ کو کوئی تکلیف لگا دے تو اس کے سوا اور کوئی اس تکلیف کو دور کرنے والا نہیں ہے اور اگر وہ تیرے ساتھ کسی بھلائی کا ارادہ کرے تو اس کے فضل کو کوئی رد کرنے والا نہیں ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس کو بھلائی دینا چاہتا ہے دے دیتا ہے)۔

آپ نے لکھا تھا " فقر و درویشی تنہا ہی ذکر نہیں ہے الی آخرہ" میرے مخدوم! یہ بات اس شخص کو لکھیں جو فقر و درویشی کا دعویٰ رکھتا ہو، یہ فقیر اپنے آپ کو فقر و درویشی کی حقیقت سے منزلوں دور جانتا ہے، لوگ جو کچھ کہیں اس سے بھی زیادہ بُرا ہے اور جو عیب کہ ثابت کریں اس سے بھی زیادہ عیب دار ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ " مسلمانی کی غرض و غایت نرمی و مہربانی سے پیش آنا ہے الی آخرہ" ہر ایک مسلمان اپنی حسبِ استطاعت ان امور میں کوشش کرتا ہے لیکن جس چیز میں اس شخص کی طاقت نہیں ہے معذور ہے اور یہ ناکارہ اپنے آپ کو مسلمانی کے کمال اور اس کی حقیقت سے بہت ہی دور جانتا ہے جو کچھ آپ لکھتے ہیں درست ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ اہل اللہ کے ساتھ اربابِ غرض کی صحبت مقاصدِ دنیا کے حصول کیلئے ہے یا آخرت کے فائدے کے لئے ہے سرِ دست وقت کی پونجی دنیاوی فوائد کا حاصل کرنا ہے اور آخرت کا معاملہ بقدرِ اعمال و افعال پیدا کرنے والے (اللہ تعالیٰ) کے ہاتھ میں ہے " میرے مخدوم! جو شخص اہل اللہ کے ساتھ صرف دنیا کے لئے صحبت رکھتا ہے اور اس کو آخرت ملحوظ نہیں ہوتی وہ اُن (اہل اللہ) کی برکتوں سے مطلقاً محروم ہے اور دنیا و آخرت کا خسارہ ہی اس کی زندگی کا نصیب ہے یہ بعینہٖ ایسا ہے جیسے کوئی آخرت کے عمل کے عوض دنیا طلب کرے پس وہ محروم اور خسارے میں ہے جیسا کہ قرآن مجید اور

www.maktabah.org

احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو چکا ہے، یہ بات اُس بات کی مانند ہے جو ابوالفضل یا فیضی سے نقل کی گئی ہے کہ وہ کہتا تھا "دنیا نقد ہے اور آخرت اُدھار، کسی شخص نے بھی نقد کو ادھار کے بدلہ میں نہیں بیچا ہے" بیشک آخرت کا معاملہ بقدرِ اعمال پیدا کرنے والے کے ساتھ ہے لیکن اعمال میں اخلاص اور اُن کا حسنِ قبول اہل اللہ کی صحبت سے (حاصل ہوتا) ہے۔ اخلاص کے بغیر عمل بے روح جسم کی مانند ہے جو قابلِ قبول نہیں ہے، اہل اللہ کی صحبت ہی ہے جو وجود کے تانبے کو معرفت کی کیمیا سے خالص سونا بنا دیتی ہے اور شیطان کے مکر اور نفسِ امارہ کی شرارت سے رہائی ان ہی بزرگوں کی صحبت سے متوقع ہے اور اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کے درجاتِ قرب اور اس کی معرفت کو پہنچنا جو کہ انسان کی پیدائش کا مقصد ہے ان اکابر کے باطن سے مطلوب ہے اور جو معاملہ کہ اعمال و افعال سے ماوراء ہے ان ہی کے ذریعہ سے حاصل کیا جاتا ہے، نجس و حقیر دنیا کیا چیز ہے کہ جس کے لالچ میں کوئی شخص اہل اللہ کے ساتھ صحبت رکھے اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص کسی بادشاہ کے ساتھ اُس کے فضلہ کی طمع میں مصاحبت رکھے اگر ایسا ہو تو صوفیوں کا راستہ اور ان کے ارشاد و ہدایت کا طریقہ اور حق (اللہ تعالیٰ) کی طلب میں اُن کا میدانوں اور جنگلوں کو قطع کرنا جو کہ بزرگوں نے کیا ہے سب بیکار ہوگا، کوئی شخص فضلِ (الٰہی) کے بغیر (محض) اپنے عمل سے کسی مقام پر نہیں پہنچا ہے جس عمل کے درمیان عامل کا وجود آ جائے اس کو دائرہ اعتبار سے خارج جانیں اور عامل کے وجود کا درمیان سے اُٹھ جانا درویشوں کی صحبت میں (ہی) ہے، جو کچھ آپ نے لکھا ہے وہ نہ صرف یہ کہ صوفیائے کرام کی صحبت کے فوائد اور ان کے باطنی ارشاد سے انکار ہے بلکہ اُن اکابر صوفیہ کا انکار ہے جو کہ صاحبِ ارشاد ہوئے ہیں، آپ کے گمان میں اہل اللہ کے ساتھ ارادت رکھنا اور ان کی صحبت میں رہنا صرف اس ذلیل دنیا کے لئے ہے اور اکابر میں سے جو شخص کہ اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں رہا ہے اس کا مطمحِ نظر دنیاوی مقاصد

سورۃ نجم آیت ۳۰ رہا ہے اور بس — ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ (یہ اُن کا مبلغِ علم ہے) اللہ تعالیٰ ہمیں اس اعتقاد سے بچائے، آخرت کا معاملہ بقدرِ اعمال و افعال خالق (اللہ تعالیٰ) کے ساتھ ہے اور اہل اللہ کی صحبت اہلِ دنیا کی صحبت کی مانند نہیں جو دنیوی فوائد حاصل کرنے کے لئے ہوتی ہے۔

مکتوب ۳۲ ۱۳۱

یار محمد کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عز سلطانہٗ کی بارگاہ میں شرک کے بغیر خالص دین مطلوب ہے

www.maktabah.org

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اللہ تعالیٰ ہم جیسے ناپختہ عاشقوں کو بے فائدہ کاموں کی گرفتاری سے نجات عطا فرما کر اپنی طلب و محبت میں یکجہت و یکسو کرے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ ﴿آگاہ رہو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص دین ہی ہے﴾ اللہ تعالیٰ جل وعلا کی بارگاہ میں بلا شرکتِ غیرے خالص دین ہی منظور ہے اور ماسوٰی کے تعلق سے سلامتِ دل مطلوب ہے: اِذْ جَآءَ رَبَّہٗ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ ﴿جبکہ وہ اپنے رب کے پاس قلبِ سلیم کے ساتھ آیا﴾ جو دل کہ ماسوا کا مسکن ہے بارگاہِ کبریا سے ذلیل و بے سر و سامان اور انوارِ الٰہی سے خالی ہے۔ ع

در خانہ دو مہماں نگنجند　　[ایک گھر میں دو مہمان نہیں سماتے]

(ماسوا سے) باطن کے تخلیہ کی فکر اہم امور میں سے ہے کیونکہ مہمان گھر کو خالی چاہتا ہے اور ہمارے حوصلہ کے مطابق اس سے بہتر مہمانی نہیں ہے انا عند منکسرۃ القلوب [میں شکستہ دل والوں کے پاس ہوں] (یہ حدیثِ قدسی ہے) عالمِ مجاز کے برعکس عالمِ حقیقت میں دل کا شکستہ ہونا اس کی سلامتی کا سبب ہے مرادوں کے نہ پانے اور ماسوٰی کی گنجائش سے جس قدر زیادہ شکستہ ہوگا اللہ تعالیٰ کے انوار کے ظہور کیلئے اسی قدر زیادہ سالم ہوگا۔ والسلام علیکم

مکتوب ۳۳

حاجی محمد افغان کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا ہے کہ کامیابی کا مدار شیخِ کامل کی محبت اور روشِ سنت کی پیروی میں ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ جو خط کہ برادرِ عزیز و ارشد میاں حاجی محمد نے بھیجا تھا موصول ہو کر باعثِ مسرت ہوا، آپ نے اپنے اور اپنے مریدوں کے لئے توجہات کی درخواست کی تھی کبھی کبھی توجہ کی جاتی ہے انشاء اللہ تعالیٰ مزید بھی توجہ کی جائے گی، لیکن جان لیں کہ کامیابی کا مدار باطنی رابطہ پر ہے جو مرید کی اپنے پیر سے محبت، عقیدت اس کا گرویدہ ہونے اور اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے سے عبارت ہے، یہ رابطہ جس قدر قوی ہوگا اس (پیر) کے باطن سے فیوض و برکات اسی قدر زیادہ اخذ کرے گا، کامل و مکمل قطب کے باطن سے فیوض و برکات اخذ کرنے کے لئے محض محبت اور باطنی رابطہ کا ہونا کافی ہے اگرچہ توجہ نہ بھی ہو، اور محبت و رابطۂ باطنی کے بغیر محض توجہ بہت کم اثر کرتی ہے توجہ کی تاثیر کے لئے توجہ حاصل کرنے والے میں صلاحیتِ قبول ضروری ہے ہاں جو توجہ کہ رابطۂ مذکورہ کے ساتھ جمع ہو جائے وہ نورٌ علیٰ نور ہوگی (غرضکہ) کامیابی کا مدار رابطہ کی قوت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنت کے اتباع پر ہے

www.maktabah.org

اگر ان دو باتوں میں رسوخ (پختگی) رکھتا ہے تو کچھ غم نہیں ہے انجام کار اس کو رائیگاں نہ جانے دیا جائے گا اور اکابر کے کمالات سے محروم نہ کیا جائے گا اور اگر ان دونوں چیزوں میں سے کسی ایک میں خلل آ گیا تو خطرہ ہی خطرہ ہے اگرچہ بہت زیادہ ریاضت کرے، والسلام

مکتوب ۳۴

حافظ عبد الکریم کے نام حیاتِ دنیوی و حیاتِ برزخِ صغریٰ کے درمیان فرق کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، جو حیات کہ عالمِ دنیوی سے تعلق رکھتی ہے حس اور حرکت دو چیزوں کا مطالبہ کرتی ہے اور جو زندگی عالمِ برزخ سے متعلق ہے محض حس ہے بغیر اس کے کہ اس کے ساتھ کوئی حرکت ہو، حق سبحانہ وتعالیٰ حکیمِ مطلق ہے اُس نے ہر مقام کے مطابق ایک زندگی عطا کی ہے برزخ میں حس کے بغیر چارہ نہیں ہے تاکہ الم اور لذت ظاہر ہو اور حرکت کی (وہاں) کچھ ضرورت نہیں ہے عالمِ دنیوی و اخروی کے خلاف کہ وہاں (حس و حرکت) دونوں درکار ہیں ایسا سمجھ لیجئے۔ والسلام

مکتوب ۳۵

جامع العلوم شیخ بدر الدین سلطانپوری کے نام اس بیان میں کہ قربِ ولایت میں فنائے علم و ارادت درکار ہے اور قربِ نبوت میں ان اوصاف کی فنا درکار نہیں ہے اور اس شبہ کے حل میں جو اس تحقیق پر وارد ہوتا ہے تحریر فرمایا۔

سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ [1] [تیری ذات پاک ہے ہم کو اسی قدر علم ہے جتنا تو نے ہمیں دیا ہے بیشک تو ہی علیم و حکیم ہے] ع سورۃ بقرہ آیت ۳۲

از ہر چہ می رود سخنِ دوست خوشتر است [دوست کی جو بات بھی بیان کی جائے پسندیدہ ہے]

میرے مخدوم! قربِ ولایت میں پوری کوشش سالک کے ارادے کی صفت کے زائل کرنے میں کرتے ہیں اور فنائے ارادہ کو ولایت کی شرط جانتے ہیں اور قربِ نبوت میں اس صفت کے بُرے تعلق کا زائل ہونا مطلوب ہے اور یہ صفت جو کہ فی نفسہا صفاتِ کاملہ میں سے ہے اپنے اصل حال پر رہتی ہے اور اس کا زوال مطلوب نہیں ہے اور اسی طرح قربِ ولایت میں اشیاء کے علم کا زوال مطلوب ہے اس لئے کہ ماسوا کا

(۱ اس مکتوب میں یہ جملہ کئی جگہ آیا ہے غالباً اس سے بُرے ارادے اور اس کے متعلقات کا ظہور ہونا مراد ہے)

www.maktabah.org

نسیان (بھول جانا) کہ فنا اسی سے عبارت ہے ولایت کے لئے شرط ہے اور قربِ نبوت میں اشیاء کے ساتھ مـ۱۴۳
گرفتاری کا زوال مطلوب ہے اور علم جو کہ فی نفسہٖ کمال کی صفت ہے اس کا زوال مطلوب اور لازمی نہیں ہے۔

سوال: انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام جو کہ اصالۃً قربِ نبوت سے متحقق ہیں قربِ ولایت ان کو بھی ہر وقت حاصل ہے پس چاہئے کہ ان کو دونوں قسم کے قرب کے حصول کے اعتبار سے ارادہ و علم ہر دو صفت کا زوال اور ان ہر دو صفت کا قیام ایک ہی وقت میں حاصل ہو حالانکہ یہ ممکن نہیں ہے اور لوازم کی نفی ملزومات کی نفی کی دلیل ہے پس یہ دونوں قرب ایک وقت میں جمع نہیں ہوتے اور یہ ان دونوں کا ایک وقت میں جمع ہونا خلافِ اصول و خلافِ واقع ہے ——— ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ قربِ نبوت میں دونوں صفتوں کے باقی رہنے کی شرط کو تسلیم کرنے کی صورت میں جو قربِ ولایت کہ قربِ نبوت کے بغیر ہوتا ہے وہ فنائے علم و ارادہ کے ساتھ مشروط ہے اور جب یہ قُرب قربِ نبوت کے ساتھ جمع ہو جاتا ہے تو شرط و مشروط ہونا ممنوع ہے جیسا کہ اس کی تحقیق عنقریب آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔ یا ہم یہ کہتے ہیں کہ ولایت کے دو جزو ہیں فنا اور بقا، فنا میں ان دونوں صفتوں (علم و ارادہ) کا زوال ہے اور بقا میں عارف کو ایک ارادہ اپنے پاس سے عطا فرماتے ہیں اور صاحبِ ارادہ بناتے ہیں اور اسی طرح بقا میں اگر زائل شدہ علوم عود کر آئیں تو اس کی گنجائش ہے پس قربِ ولایت والا (عارف) بقا کی حالت میں قُربِ نبوت کے ساتھ متحقق ہو سکتا ہے اور وہ دونوں قُربوں کا جامع ہوگا۔ یہ جواب مخدوش ہے اس لئے کہ یہ جمع و تحقق اس شخص کے حق میں ہے جو کہ قربِ ولایت کے راستے سے قربِ نبوت تک عروج کرے اور ولایت کی فنا و بقا کو حاصل کر کے مقامِ نبوت کے کمالات تک پہنچے اور اس قسم کا وصول کمیاب ہے۔ لیکن جو شخص کہ قربِ نبوت کے راستے سے واصل ہوا ہے جیسا کہ اس دولت کے عام واصلین اسی راستے سے پہنچے ہیں اس کے حق میں ان دونوں قربوں کا جمع ہونا مشکل ہے اس لئے کہ ان دونوں صفتوں کے ساتھ بقا کا حصول ان دونوں کی فنا کے ساتھ مشروط ہے اور قربِ نبوت کے راستہ میں یہ دونوں صفتیں لازمی نہیں ہیں۔ اس مقام کی تحقیق یہ ہے کہ صفتِ ارادہ کا فنا ہونا قربِ ولایت میں مقصودِ اول اور بالاصالۃ شرط نہیں ہے، اصل مقصود ارادہ کے بُرے متعلق کا رفع ہونا ہے اور چونکہ ولایت کے مقام میں ارادہ کے بُرے متعلق کا رفع ہونا ارادہ کے رفع ہوئے بغیر صورت پذیر نہیں ہوتا اس لئے
۱۴۴ ارادہ کے رفع اور اس کی فنا میں کوشش کرتے ہیں تاکہ اس کا بُرا متعلق رفع ہو جائے کیونکہ جب اصل ارادہ نہیں ہوگا تو اچھائی اور بُرائی سے اس کا تعلق صورت پذیر نہیں ہوگا: ثبّت العرش اولاً ثم انقش

www.maktabah.org

(پہلے دیوار قائم کر اس کے بعد اس پر نقش و نگار بنا)۔ اور یہ جو میں نے کہا ہے کہ مقامِ ولایت میں بُرے متعلق کا رفع ہونا ارادہ کے رفع کے بغیر صورت پذیر نہیں ہوتا یہ اس لئے ہے کہ قربِ ولایت ظلی قرب ہے اور اس مقام میں گرفتار ہونا ظل کے ساتھ گرفتار ہونا ہے اور ظلی قرب کو اس قدر قوت نہیں ہے کہ صفتِ ارادہ کے ہوتے ہوئے اس کے بُرے متعلق کو رفع کر سکے اس لئے ارادہ کے رفع میں کوشش کرتے ہیں تاکہ اس (کے بُرے متعلق) کا رفع ہونا سہولت کے ساتھ صورت پذیر ہو جائے اور قربِ نبوت میں قرب اصلی ہے اور اصل کے ساتھ گرفتاری ہے اور قربِ اصل اور اس کے ساتھ گرفتاری کو ایسی قوت ہوتی ہے کہ صفتِ ارادہ کے ہوتے ہوئے اس کے بُرے متعلق کو رفع کر سکتا ہے اسی لئے ارادہ کے رفع میں کوشش نہیں کرتے کیونکہ اس کے رفع سے جو مقصود تھا وہ بہت اچھے طریقہ پر حاصل ہو گیا ہے اور ارادہ فی نفسہا صفتِ کاملہ ہے اگر اس میں نقص اور بُرائی دخل پاتی ہے تو وہ اس کے متعلق کے ذریعہ آتی ہے اور جب اس کا بُرا متعلق دور ہو گیا تو حسن و کمال کے سوا اس میں کچھ نہیں رہا اور اس (ارادہ) کا باقی رہنا مطلوب بن گیا۔ اور اسی طرح ہم صفتِ علم کے بارے میں کہتے ہیں کہ قربِ ولایت میں زوالِ علم سے مقصودِ اول اشیا کے ساتھ گرفتاری کا زوال ہے اور چونکہ اس قرب میں اشیا کی گرفتاری کا زوال اشیا کے علم کے زوال کے بغیر صورت پذیر نہیں ہوتا اس لئے کہ قربِ ظلی اور ظل کے ساتھ گرفتاری کو اتنی قوت نہیں ہے کہ اشیا کے علم کے باوجود اشیا کے ساتھ گرفتاری کو زائل کر سکے اس لئے علم کے زوال میں کوشش کرتے ہیں اور اشیا کے نسیان (بھول جانے) کی طلب کرتے ہیں تاکہ ان کے ساتھ گرفتاری نہ رہے اور قربِ نبوت میں اصل کے ساتھ گرفتاری ہے اور اصل کے ساتھ گرفتاری قوی ہے ہو سکتا ہے کہ اشیا کے علم کے باوجود اشیا کی محبت و گرفتاری کو زائل کر دے اس لئے علم کے زوال میں کوشش نہیں کرتے کیونکہ یہ صفتِ کمال ہے بلکہ اس کی بقا مطلوب ہے اور علم کے زوال سے جو کچھ مقصود ہے وہ اس قرب میں حاصل ہو چکا ہوتا ہے۔ ایک جواب تو یہ ہے اور ہم اصل سوال کا دوسرا جواب بتاتے ہیں کہ دونوں صفتوں (ارادہ و علم) کے زوال کا شرط ہونا ولایتِ صغریٰ میں ہے جو کہ اولیاء اللہ کی ولایت ہے اور یہ ظلی ولایت ہے اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والبرکات کی ولایت، ولایتِ کبریٰ ہے جو کہ اصلی ولایت ہے اور اس ولایت میں ان دونوں صفتوں کے زوال کا شرط ہونا ثابت نہیں ہوتا ہے۔

۱۲۵ مکتوب ۳۶

شمس الدین خویشگی کے نام گناہ کے ظاہر و باطن کے بیان میں تحریر فرمایا۔

www.maktabah.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَذَرُوا ظَاهِرَ الْإِثْمِ وَبَاطِنَهُ [ظاہری و باطنی گناہ کو ترک کر دو] چونکہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو ظاہری و باطنی نعمتوں سے نوازا ہے جیسا کہ فرمایا ہے: وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهُ ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً [اور اس نے اپنی ظاہری و باطنی نعمتوں کو تم پر پورا کر دیا ہے] اس لئے گناہ کے ظاہر و باطن کے ترک کے ساتھ مکلف کیا ہے تاکہ لوگ ان دونوں قسم کے گناہوں میں سے کسی ایک کے مرتکب ہو کر کفرانِ نعمت نہ کریں اور ہر دو طرح کے گناہ ترک کر کے ظاہر و باطن کا شکر بجا لائیں، ہو سکتا ہے کہ ظاہری گناہ سے مراد وہ ہو جس کو علمائے ظاہر نے بیان کیا ہے یعنی حرام و مکروہ کا ارتکاب، اور باطنی گناہ سے مراد باطن کی توجہ حق سبحانہ و تعالیٰ کے سوا کسی اور کی طرف رکھنا اور ماسوی اللہ کے ساتھ محبت و گرفتاری ہے، جو دل کہ غیر اللہ کا گرفتار ہے اس سے خیر (بھلائی) کی کیا توقع ہے جو روح کہ ماسوی اللہ کی طرف مائل ہے بارگاہِ کبریائی میں ذلیل و خوار اور بے سر و سامان ہے، اہل اللہ کے نزدیک دل کی سلامتی اہم امور میں سے ہے اور روح کی نجات مقصدِ اول ہے: إِذْ جَاءَ رَبَّهُ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ [جبکہ وہ (ابراہیم) اپنے رب کے پاس قلبِ سلیم کے ساتھ آیا] اللہ تعالیٰ کی معرفت کا حاصل ہونا اور قرب کے درجات تک پہنچنا سب ماسوی اللہ کی محبت اور دید و دانش سے دل کے قطع تعلق پر موقوف ہے ایک دل میں دو محبتیں جمع نہیں ہوتیں۔ ع

درخانہ دو مہمان نگنجد [ایک گھر میں دو مہمان نہیں سماتے]

اس بارگاہ میں خالص دین مطلوب ہے جس میں شرکت کی گنجائش نہ ہو: أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ [آگاہ رہو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص دین ہی ہے] والسلام

(سورۂ انعام آیت ۱۲۰) (سورۂ لقمان آیت ۲۰) (سورۂ صافات آیت ۸۴) (سورۂ زمر آیت ۳)

مکتوب ۳۷

غلام محمد افغان کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا ہے کہ ذکر مقصودِ اوّلی نہیں ہے اور جس عمل پر دوام نہ ہو وہ اعتبار کے لائق نہیں ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللہ تعالیٰ شریعتِ منورہ اور سنتِ نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے راستہ پر قائم رکھ کر قرب کے درجات میں ترقیات عطا فرمائے۔ مکتوب عزیز موصول ہو کر باعثِ مسرت ہوا آپ نے لکھا تھا کہ "اس محتاجِ دعا کو بعض اوقات اپنی فنائیت کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے اس وقت کبھی ذکرِ قلبی ہوتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا" میرے مخدوم! ذکر مقصودِ اولیٰ نہیں ہے اس سے غرض مذکور

www.maktabah.org

ذاتِ حق میں فنا ہونا ہے اور جب فنائی المذکور جو کہ مقاصد میں سے ہے حاصل ہو گئی اگرچہ ذکر بھی ہو پس فنا کی حالت میں جو کہ استہلاک اور بے شعوری کا وقت ہے اگر ذکر کو نہ پائیں تو کوئی نقص نہیں ہے مستہلک (فنائیت والا شخص) اگر ذکر کے باوجود ذکر کا احساس نہ کرے تو اس کی گنجائش ہے بلکہ فنا کی بعض اقسام میں ذکر کا زائل ہونا شرط اور لازمی امر ہے۔

۱۳۶ میرے مخدوم! اگر ذکرِ قلبی سے دل کی حرکت و جنبش مراد لی جائے تو اس کی ہمیشگی قطعی ضروری نہیں ہے نہ فنا کی حالت میں اور نہ حالتِ فنا کے بغیر جو چیز کہ دائمی و لازمی ہے وہ دل کی توجہ اور حضورِ قلبی ہے خواہ حرکت ہو یا نہ ہو۔ آپ نے فنا کی اور کوئی علامت تحریر نہیں کی تاکہ معلوم ہو جاتا کہ کس قسم کی فنا حاصل ہو رہی ہے، فنائے جذبہ یا فنائے سلوک، فنائے جسدی یا فنائے لطائف، فنائے قلب یا فنائے نفس، ہر ایک کے لئے آثار و علامات ہیں اور فنا میں معتبر وہ ہے جو دوام قبول کرے (ہمیشہ رہے) اور جو دوام نہیں رکھتی وہ معتبر نہیں ہے سوائے فنائے جذبہ کے۔ والسلام

مکتوب ۳۸

رفعت بیگ کے نام ان امور کو بجا لانے کی ترغیب میں تحریر فرمایا جو اس راہ کے طالب کیلئے ضروری ہیں

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ بسم اللہ والسلام علی رسول اللہ [اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجتا ہوں] برادرِ عزیز میر رفعت بیگ آپ تعلقات کی پستی سے حقائق کی بلندی پر فائز ہوں اور ظاہر کی تنگی سے باطن کی وسعت کی طرف مائل ہوں، چند روزہ زندگی کو کہ جس کی بدولت ہمیشہ کا ملک حاصل ہوتا ہے فضولیات میں صرف نہ کریں اور حضرتِ محبوبِ حقیقی (اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ) کی پاک بارگاہ کی طرف متوجہ رہنے کو ترک نہ کریں ؎

دائم ہمہ جا باہمہ کس در ہمہ کار　　می دار نہفتہ چشمِ دل جانبِ یار

[ہمیشہ ہر جگہ ہر شخص کے ساتھ ہر کام میں دل کی آنکھ کو پوشیدہ طور پر یار کی جانب رکھو] تاریک راتوں کو اذکار کی پابندی کے ساتھ روشن رکھیں، صبح کے وقت کے رونے اور استغفار کرنے کو غنیمت جانیں، عمر کا بہترین حصہ ہاتھ سے جا رہا ہے اور کام کا انجام کو پہنچ رہا ہے ہم کس عذر سے آج کا کام کل پر ڈالیں کیونکہ ہر آج کا کل نہیں ہے اصل کی فکر کرنی چاہیے اور ظل سے اصل کی طرف جانا چاہیے، فَفِرُّوْا اِلَی اللّٰهِ [پس اللہ تعالیٰ کی طرف دوڑو]۔

ترجمہ: ۔ ۷ ؎

دادیم ترا ز گنجِ مقصود نشاں　　گر ما نہ رسیدیم تو شاید برسی

[ہم نے تجھ کو مقصود کے خزانے کی نشاندہی کر دی ہے اگر ہم نہیں پہنچے تو شاید تو ہی پہنچ جائے] والسلام

www.maktabah.org

۱۳۷

مکتوب ۳۹

ملا حسن علی نام اس شبہ کو دور کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا جو انہوں نے میرزا عبید اللہ کے نام تحریر کردہ مکتوب پر کیا تھا۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفٰی! آپ نے لکھا تھا کہ فلاں مکتوب ہے جو کہ عرفان شعار عبید اللہ بیگ کے نام لکھا گیا تھا بہرہ مند ہوا الخ، اس کے بعد آپ نے لکھا تھا کہ "اگر کوئی شخص اس جگہ یہ کہے کہ یہ فرق و امتیاز مقام شریعت میں ہے اور جو لوگ کہ سب کو یکساں جانتے ہیں تو یہ مقام طریقت کے لحاظ سے ہے جیسا کہ کسی دوسرے رسالہ میں دیکھا گیا کہ جو شخص شریعت میں ہے اس کا کام خلقت کا ردّ و قبول ہے جب وہ اہلِ طریقت میں سے ہو گیا تو مخلوق پر ردّ و اعتراض نہیں کرتا طریقت میں سراسر صلح اور سب کے ساتھ دوستی ہے بخلاف شریعت کے کہ وہاں دشمنوں کے ساتھ جنگ اور دوستوں کے ساتھ صلح ہے پس جس بزرگ سے بھی کسی شخص کے حال پر نظر کرتے ہوئے ردّ و اعتراض کی بات واقع ہوئی ہے وہ شریعت کے غلبے سے ہو گی نہ کہ طریقت کے غلبے سے اس سوال کے جواب کی استدعا کی ہے"۔

میرے مخدوم! اس سوال کا جواب برادرم عبید اللہ بیگ کے مکتوب سے حاصل ہو جاتا ہے بظاہر اچھی طرح غور نہیں کیا گیا ہے اس کے باوجود ہم جواب میں کہتے ہیں کہ اگر مقام طریقت میں سب کو یکساں دیکھنے اور امتیاز نہ کرنے سے سائل کی مراد ذوق و حال کے طریق پر ایک طرح کا وجدان ہے جو کہ اختیار سے باہر ہے تو مسلم ہے اس لئے کہ اس دیکھنے والا شخص مقام جمع میں مستہلک اور مرتبۂ وحدت میں مستغرق ہے اور مستہلک کو اچھے اور برے میں تمیز کرنا مفقود ہے اور وہ سب کو صراطِ مستقیم پر دیکھتا ہے لیکن چونکہ مقبول ہے اس لئے لغزش سے محفوظ ہے اور وہ احکام بندگی کی فروگذاشت سے مامون ہے، اس کا باطن مستہلک (فانی) ہے اور اس کا ظاہر احکام شریعت کے ساتھ آراستہ ہے یہ (مذکورہ) مراد ہمارے مکتوب کے بیان کے ساتھ کوئی مخالفت و تضاد نہیں رکھتی اور اس کے بارے میں سوال کرنے کا کوئی موقع نہیں ہے اور اگر مراد یہ ہے کہ اہلِ طریقت شریعت حقہ کے دائرے سے باہر آ چکے اور تکالیفِ شرعیہ سے آزاد ہو چکے ہیں اور بندگی کے حلقہ سے سر باہر نکال چکے ہیں تو یہ ناقابلِ قبول و ناقابلِ سماعت ہے اور اس کا معتقد ملحد و زندیق ہے آسمانی (خداوندی) احکام تمام لوگوں سے تعلق رکھتے ہیں بعض اشخاص کے ساتھ خصوصیت نہیں رکھتے اور عوام

۱۳۸ و خواص احکام شرعیہ کے بجا لانے میں برابر ہیں، اہلِ شریعت و اہلِ طریقت و اہلِ حقیقت کو فرائض کے

www.maktabah.org

بجالانے اور محرمات سے پرہیز کرنے سے چارہ نہیں ہے اور کوئی شخص بھی واجبات کے ترک اور ممنوعات کے ارتکاب میں کسی طرح معذور نہیں ہے پس آپ نے اس رسالہ میں جو یہ دیکھا ہے کہ جو شخص شریعت میں ہے اس کا کام مخلوق کو ردّ و قبول کرنا ہے اور جب وہ اہلِ طریقت میں سے ہو گیا تو مخلوق پر ردّ و اعتراض نہیں کرتا الخ م کیونکہ ہر شخص احکامِ شرعیہ کا پابند ہے اور کوئی شخص اس دائرے سے باہر نہیں ہے کہ (شریعت کے بغیر) اہلِ طریقت میں سے ہو جائے اور اچھے اور بُرے کے ساتھ دوستی اور صلح پیدا کرے اور مخلوق پر ردّ و اعتراض کا ترک اختیار کرے حق سبحانہٗ وتعالیٰ اس قدر رحمت اور مہربانی کے باوجود ذلیل کفار کے ساتھ تبرّا اور عداوت کا اظہار فرماتا ہے اور مسلمانوں کو اُن کے ساتھ عداوت و سختی و بُغض او قتال کا امر کرتا ہے، یہ عجیب مسلمانی ہے کہ کوئی اللہ تعالیٰ عزّ و جل کے اس قسم کے دشمنوں کے ساتھ اس کے فرمان کے برخلاف صلح رکھے اور اظہارِ دوستی کرے، اس کے باوجود وہ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کے قرب و ولایت کا دعویٰ کرے، ولایت و قرب اسلام کی فرع ہے حق سبحانہٗ و تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ [۱] (اور تم میں سے جو کوئی ان (یہود و نصاریٰ و جملہ کفار) کے ساتھ دوستی رکھتا ہے پس وہ انہی میں سے ہے) اور نیز فرماتا ہے: وَلَوْ كَانُوا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالنَّبِيِّ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوهُمْ أَوْلِيَاءَ الآية [۲] (اور اگر وہ اللہ پر اور نبی پر اور اس چیز پر جو اس کی طرف اتاری گئی ہے ایمان لاتے تو ان (کفار) کو اپنا دوست نہ بناتے) مختصر یہ ہے کہ اہلِ حال اپنے حال میں معذور ہے اور اس حال کے مطابق عمل کرنے میں مجبور ہے لیکن اس رسالہ کی عبارت کو شہود و حال پر محمول کرنا چاہیے پس بیشک سُکر والوں کے کلام کی تاویل کی جاتی ہے۔ جاننا چاہیے کہ یہ حال جو کہ اچھائی اور بُرائی کے درمیان تمیز کو اٹھانے والا ہے یہ طریقِ ولایت میں بھی نقص ہے کمال یہ ہے کہ سُکر سے صحو میں آئے اور جمع سے فرق بعد الجمع کی طرف اور کفر سے اسلام کی طرف مائل ہو جائے۔ والسلام علیکم

مکتوب ۴۰

رفعت بیگ کے نام نصیحت کے طور پر تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

مصلحت دید من آنست کہ یارانِ ہمہ کار ‏ بگذارند و سرِ طرّۂ یارے گیرند

(میں مصلحت اس میں دیکھتا ہوں کہ دوست سب کام چھوڑ دیں اور ایک دوست کی زلف کے خیال میں محو ہو جائیں) اے شفقت کے آثار والے! عمرِ عزیز گذری جا رہی ہے اور مقررہ ساعت قریب آ رہی ہے

م اگر اس سے یہ مراد لیا جائے تو انتہائی ناقابلِ اعتبار ہے اور دلیل بنانے کے قابل نہیں۔

[۱] پ ۶ سورۂ مائدہ

[۲] پ ۶ سورۂ مائدہ

www.maktabah.org

اس طرح زندگی بسر کریں کہ وقتِ عزیز باطن کی اصلاح میں گذرے اور دل کی تعمیر میں صرف ہو جو کہ مولیٰ تعالیٰ کی نظرِ عنایت کا مقام ہے، قبر و قیامت کے لئے تیاری میں کوشش کریں، اندھیری راتوں کو اذکار کی پابندی ۱۳۹
کے ساتھ منور کریں، صبح کے رونے اور استغفار کرنے کو غنیمت جانیں، دن رات میں ایک دو وقت تنہائی کے لئے مقرر کرنے چاہئیں کہ کوئی شخص اس وقت میں دخل انداز نہ ہو اور کلمہ لا الٰہ الا اللہ سے اپنے مقاصد اور ارادوں کی نفی کریں تاکہ دل کی وسعت میں حق سبحانہٗ و تعالیٰ کے سوا کوئی مراد و مقصود نہ رہے ع

ایں کارِ دولت است کنوں تا کرا دہند (یہ نصیب کی بات ہے دیکھئے اب کس کو عنایت کرتے ہیں) والسلام اولاً و آخراً

مکتوب ۴۱

ملا محمد شریف کابلی کے نام، اس بارے میں تحریر فرمایا کہ مرید کے لئے اپنے پیر کو راضی رکھنا ضروری ہے۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ: برادرِ گرامی مولانا محمد شریف کا خط موصول ہو کر باعثِ مسرت ہوا، اللہ تعالیٰ شریعتِ عالیہ اور سنتِ منورہ کے راستہ پر استقامت عطا فرمائے اور مشائخ کی محبت اور عقیدت پر جو کہ اعلیٰ مقاصد تک پہنچنے کے لئے وسیلہ ہیں، ہمیشگی اور پختگی عنایت فرمائے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "جو چیز آپ کے دل کی تکلیف کا باعث ہوئی ہے وہ بندہ سے واقع نہیں ہوئی ہے، کابل کے دوستوں نے بعض اغراض کے تحت کچھ باتیں پہنچا کر آپ کو رنجیدہ کر دیا ہے"۔ میرے مخدوم! کابل کے لوگوں میں سے کسی نے آپ کی جانب سے کوئی ایسی بات نہیں پہنچائی جو فقیر کے دل کو رنج پہنچانے کا باعث ہو، اور فقیر کا دل کسی وجہ سے بھی آپ سے آزردہ نہیں ہے سوائے مولانا محمد صدیق کی رنجیدگی کی وجہ کے، کہ جس کا دور ہونا مولانا کی رنجیدگی کے دور ہونے سے وابستہ ہے اس کے علاوہ فقیر کو آپ کی نسبت سے کسی بھی طرح کی رنجیدگی نہیں ہے جس شخص نے بھی آپ کو اس کے خلاف (کوئی بات) پہنچائی ہے خلافِ حقیقت ہے، آپ اس جانب سے خاطر جمع رکھیں اور آپ کے لئے مولانا محمد صدیق کو راضی کرنا لازمی ہے، بہر حال مشار الیہ (مولانا موصوف) کو خود سے راضی کریں تاکہ تمام پیروں کا باطن آپ سے راضی ہو جائے اور فیوض کے دروازے کھل جائیں۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۴۲

ملا محمود فلک کے نام اُس خط کے جواب میں جو آنحضرتؐ معیشت کی تنگی کے بارے میں لکھا تھا اور فقر کے فضائل کی احادیث کے بیان میں تحریر فرمایا۔

www.maktabah.org

۱۴۲ الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی۔ برادرم مولانا محمد وفا کا مکتوب مرغوب جو کہ محبت کی خبر اور ذوق وشوق کا پتہ دینے والا تھا پہنچ کر باعثِ مسرت ہوا امید ہے کہ (آئندہ بھی) اسی طریق پر حالات لکھتے رہیں گے کیونکہ یہ غائبانہ توجہ کا ذریعہ ہے، فقر سے دل تنگ نہ ہوں اور معیشت کی تنگی سے گرانی محسوس نہ کریں
الرعد ۲۶ اَللّٰہُ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ (اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہتا ہے رزق کو فراخ کردیتا ہے اور جس کیلئے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے) حق تعالیٰ جل وعلا کے طالبین کو چاہئے کہ اس کے ہر فعل سے خوش وخرم رہیں بلکہ لذت حاصل کریں جو کچھ محبوبِ حقیقی کی جانب سے آتا ہے وہ محبوب ہے خواہ رنج والم ہو یا انعام، نعمت ہو یا نقمت (عتاب) ۔

مے تلخ است جورِ گلعذاراں کہ ہر چندش خوری باشد گواراں

(حسینوں کا جور وستم تلخ شراب ہے کہ اُسے جتنا پیا جائے خوشگوار لگتی ہے) ظاہری تنگیوں کے وقت باطنی کشادگی و فراخی دوچند ہونی چاہیے کہ ظاہر کی خرابی باطن کی ترو تازگی کا سبب ہے (تو پھر وہ باطن سے بے توجہی کا سبب کیسے ہوگی اور عجیب وغریب احوال جو اس سے پہلے پیش آتے تھے اب کیوں پیش نہیں آتے اب کیا آفت آگئی ہے کیا مولائے حقیقی جل شانہ کی محبت ودوستی وسعت وفراخی کے وقت پر ہی موقوف ہے جو تنگی کے زمانے میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے قطع تعلق کر لیا جائے۔ گذشتہ حالت کے برخلاف کلی طور پر حق جل وعلا کی جانب آجائیں اور ظاہر وباطن کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی پاک بارگاہ کی طرف متوجہ ہو جائیں اور حق سبحانہ وتعالیٰ کی طلب سے ہرگز غافل نہ ہوں، آپ کیسے اچھے احوال بیان کرتے تھے افسوس ہے کہ آپ اپنی استعداد کی لطافت کو خاک میں ملا رہے ہیں اور نفیس جواہرات کے بدلے چند ٹھیکریوں پر اکتفا کر رہے ہیں پس اس شخص پہ نہایت افسوس ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اعراض کیا اور اس شخص پر حسرت ہے جس نے حدود اللہ سے تجاوز کیا، دنیوی مال ومتاع کی کمی آخرت کے حساب کی سہولت کا سبب ہے، پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے دو چیزیں ہیں جن کو ابنِ آدم (انسان) ناپسند کرتا ہے وہ موت کو ناپسند کرتا ہے حالانکہ موت اس کے لئے آزمائش سے بہتر ہے اور وہ مال کی کمی کو ناپسند کرتا ہے حالانکہ مال کی قلت حساب کی سہولت کا سبب ہے، دنیا کی مصیبتیں مراتبِ آخرت کا وسیلہ ہیں اور اس (دنیا) کی نعمتیں اس (آخرت) کے نقصان کا سبب ہیں ۔ حدیث شریف میں ہے دنیا کی شیرینی (لذت) آخرت کی تلخی ہے اور دنیا کی تلخی آخرت کی شیرینی (لذت) ہے ۔ اور حدیث شریف میں ہے قیامت کے روز لوگوں میں سب سے زیادہ بھوکا وہ شخص ہوگا جو دنیا میں سب سے زیادہ پیٹ بھرا ہوگا ۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے اُف دنیا اور اس کی آزمائشیں کیسی ہیں کہ اس کے حلال کا (بھی) حساب ہوگا اور اس کا حرام تو عذاب ہے ۔

www.maktabah.org

اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص بھی چاہتا ہے کہ دنیا میں اس کا درجہ بلند کردیا جائے پھر اس کا درجہ بلند کر دیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ آخرت میں اس کا ایک درجہ کم کر دیتا ہے جو اس درجے سے زیادہ بڑا اور بلند ہوتا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ سونے اور چاندی کے لئے ہلاکت ہے، آپ سے دریافت کیا گیا تو پھر ہم کیا چیز ذخیرہ کریں، آپ نے فرمایا ذکر کرنے والی زبان اور شکر کرنے والا دل اور ایسی بیوی جو آخرت کے لئے تیری مددگار ہو، جان لیں کہ جو شخص پوری ہمت و کوشش کے ساتھ آخرت کے کام میں متوجہ ہوگا اور اپنی پوری توجہ حق سبحانہ و تعالیٰ کی طرف رکھے گا حق تعالیٰ اپنے کرم سے اس کے دینی اور دنیاوی امور کے لئے کافی ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس شخص نے اپنی تمام فکروں کو ایک ہی فکر یعنی آخرت کی فکر بنا لیا تو اللہ تعالیٰ اس کی تمام فکروں کے لئے کافی ہوگا اور جس شخص نے احوالِ دنیا سے مختلف فکریں (اپنی جان کو) لگا لیں تو اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ وہ ان (فکروں) کی کس وادی میں ہلاک ہوا۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے جس شخص نے اس حال میں صبح کی کہ دنیا اس کی سب سے بڑی فکر ہے تو وہ اللہ تعالیٰ سے کسی چیز (یعنی ذمہ داری) میں نہیں ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرا ایسا وہ اللہ تعالیٰ سے کسی چیز (یعنی ذمہ داری) میں نہیں ہے اور جو شخص مسلمانوں کے لئے اہتمام نہیں کرتا تو وہ ان میں سے نہیں ہے، آپ نے تنگی معاش دور ہونے کے لئے صبح کی نماز کے بعد بعض آیتوں کے پڑھنے کی اجازت مانگی تھی میرے مخدوم اگر اس (تنگی) کے دور کرنے میں نیت اچھی ہے تو کیا حرج ہے پڑھ لیا کریں۔

مکتوب ۴۳

خواجہ عبدالصمد کابلی کے نام حصولِ قربِ الٰہی جل شانہ کے ذرائع کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حامداً للہ العظیم ومصلیاً علیٰ رسولہ الکریم امابعد رب ذمرہ کے امور لائقِ شکر ہیں، اللہ تعالیٰ سے آپ کی خیر و عافیت، شریعتِ عالیہ اور سنتِ مشہورہ کے راستہ پر استقامت، موانعات کا دور ہونا اور حقائق کے ساتھ آراستگی کی دعا کی گئی ہے۔ آپ کے گرامی نامہ کی وصولیابی نے مسرور کیا، ذوقِ طلب کے بارے میں جو کچھ درج کیا ہوا تھا واضح ہوا، اللہ تعالیٰ اس گرمیٔ شوق کو اور زیادہ کرے اور اس کے شغل کو باطن میں اور بجز کلمۃ تک دنیاوی تعلقات سے پاک کرے اور حقائقِ الٰہی جل وعلا شانہ سے متحقق و آراستہ کرے اور اس نعمت کے حصول کے اسباب میں سے ذکر پر ہمیشگی، مخلوق سے کم آمیزی، لایعنی باتوں میں کمی اور مشائخ کی محبت کا راسخ ہونا ہے۔ والسلام

www.maktabah.org

مکتوب ۴۳

محمد صادق بخاری کے نام صراطِ مستقیم پر ہدایت کی توضیح میں تحریر فرمایا۔

۱۵۲ الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وآلہ اجمعین۔ حق سبحانہ و تعالیٰ کے بندہ کو صراطِ مستقیم کی ہدایت کرنے سے مراد یہ ہے کہ جو تنگی بھی اُس کے سینے میں ہو اُس کو دُور کر دے اور اس کے سینہ میں کوئی تنگی بھی کسی طرح سے نہ رہے اور اوامر کے بجا لانے اور نواہی سے باز رہنے میں پوری سہولت حاصل ہو جائے اور اس کی مرضی حق سبحانہٗ و تعالیٰ کی قضا و قدر کے اس حد تک تابع ہو جائے کہ اگر ایک دنیا ناراض ہو جائے یا اس کو سخت مصیبتوں اور شدید رنج و غم میں مبتلا کر دیا جائے تو ان امور سے اس کے باطن میں کوئی کدورت پیدا نہ ہو ان امور کو بالکل درست اور نہایت مناسب دیکھے اور پوری خوشی و رغبت کے ساتھ اُن چیزوں سے راضی ہو جائے بلکہ جو بلا و مصیبت بھی پیش آئے اس کو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے شمار کرے اور اس کے شکر میں کوشش کرے اور نیز خناس (شیطان) کا وسوسہ جو اس کے سینہ میں قائم تھا اور وہاں (اپنا) آشیانہ رکھتا تھا دُور ہو جائے اور وہاں سے اس کے ٹھکانے کو ویران کر دیا جائے۔ جب اس اعلیٰ درجہ کی بزرگی اور بہت بڑی سعادت کے ساتھ عارفِ کامل کو نواز دیا جاتا ہے تو وہ اللہ جل شانہٗ کی ہدایت کے ساتھ ہدایت یافتہ ہو جاتا ہے اور صراطِ مستقیم پا لیتا ہے اور شرحِ صدر بھی اسی ہدایت پانے سے عبارت ہے جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے: فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ (سورۂ انعام آیت ۱۲۵) [پس جس شخص کو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اسے راہِ راست دکھائے اس کے سینے کو (قبولِ) اسلام کیلئے کھول دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے کہ گمراہ کرے اس کے سینے کو تنگ اور گھٹا ہوا کر دیتا ہے گویا اس کو آسمان میں چڑھنا پڑ رہا ہے] اور نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ ۭ وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّھُمْ وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا ۙ وَّاِذًا لَّاٰتَيْنٰھُمْ مِّنْ لَّدُنَّآ اَجْرًا عَظِيْمًا ۙ وَّلَهَدَيْنٰھُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا (سورۂ نساء آیت ۶۶ تا ۶۸) [اور اگر ہم ان کو حکم دیتے کہ تم اپنے تئیں ہلاک کر ڈالو یا اپنے گھروں سے نکل جاؤ تو ان میں سے چند آدمیوں کے سوا ہمارے اس (حکم) کی تعمیل نہ کرتے اور جو کچھ ان کو نصیحت کی جاتی ہے اگر اس کی تعمیل کرتے تو ان کے حق میں بہتر ہوتا اور اس کی وجہ سے (دین میں بھی) مضبوطی کے ساتھ جمے رہتے اور اس صورت میں ہم ان کو ضرور اپنی طرف سے بہت (اچھا) بدلہ دیتے اور ان کو سیدھی راہ پر (بھی) ضرور لگا دیتے۔] والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

www.maktabah.org

مکتوب ۴۵

شاہ خواجہ کی طرف اپنے حضرت پیر دستگیر رضی اللہ عنہ کے بعض مکاشفات کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ حامداً و مصلیاً۔ ہمارے حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے غضب کا دائرہ ظاہر ہوا اور اس دائرہ میں سیر واقع ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کے صفاتی و ذاتی غضب کے اقسام اور اس جل سلطانہٗ کے طرح طرح کے انتقامات اس مقام میں مطالعہ کئے گئے اور یہ سیر بہت طویل ہوئی۔ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ اس دائرے سے باہر آ گیا اور اس مقام میں سیر واقع ہوئی جو اس مقام سے اور زیادہ بلند تھا، میں اس مقام کے طے کرنے کے درپے ہوا جب میں نے ملاحظہ کیا تو معلوم ہوا کہ یہ سیر اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی شانِ استغنا میں ہے اللہ تعالیٰ کے ذاتی و صفاتی استغنا کی اقسام اس مقام میں نظر آئیں اور عجیب و غریب امور اس مقام میں دیکھے گئے اس کے بعد اس مقام سے اوپر سیر ۱۵۲ واقع ہوئی اور معلوم ہوا کہ یہ اس (اللہ) تعالیٰ و تقدس کی رحمت و رافت کا مقام ہے اس مقام میں جمال صرف کا ظہور ہے کہ جس کے ساتھ جلال کی کچھ بھی آمیزش نہیں ہے اور غضب و انتقام و استغنا کا کوئی رنگ اس جگہ نہیں پایا گیا اور جس قدر میں نے جستجو کی عفو و درگذر و رحمت و مغفرت کے سوا کچھ نہیں پایا گیا اور ان تینوں مقامات میں سے ہر ایک میں مختلف مقامات ظاہر ہوئے اس کے بعد اس مقام سے اوپر جہاں تک اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے چاہا سیر واقع ہوئی۔" ہمارے حضرت عالی قدس سرہ العزیز نے دو شخصوں[1] کے بارے میں فرمایا کہ آپ کو غضب کے دائرہ سے باہر کر دیا گیا ہے۔ فوق (ترقی) کے منتظر رہیں۔ والسلام

مکتوب ۴۶

میر مغل کے نام، سنت مصطفویہ کے اتباع پر ترغیب دینے اور شیخ کی محبت پیدا کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ برادر گرامی میر مغل! ان دور افتادہ فقرا کی جانب سے عافیت کے انجام والا اسلام قبول فرمائیں، اگرچہ آپ سے ظاہری ملاقات حاصل نہیں ہے لیکن باطنی نسبت و کشش اس بات پر آمادہ کرتی ہے کہ دو محبت آمیز کلمے لکھے جائیں۔ میرے مخدوم! جب آپ نے فقرا کے ساتھ اخلاص کا رابطہ (تعلق) قائم کر لیا ہے تو فقرا کے طریقہ کی رعایت کرتے ہوئے اس کی نگہداشت و لحاظ ضروری ہے

---

[1] ان دو شخصوں سے مراد غالباً حضرت خواجہ محمد سعید و خواجہ محمد معصوم قدس سرہما ہوں گے۔ (مترجم)

www.maktabah.org

شریعتِ عالیہ اور سنتِ متوّرہ کی پیروی ہاتھ سے نہیں دینی چاہئے اور حضرت بیچون حقیقی (اللہ تعالیٰ) کی بارگاہ میں نیستی کی صفت کے ساتھ ہمیشہ متوجہ رہنے کو غنیمت جاننا چاہئے ع

این کار دولت ست کنون تا کرا دہند [یہ نصیب کی بات ہے دیکھئے اب کس کو عنایت کرتے ہیں] والسلام

مکتوب ۴۷

حقائق آگاہ مولانا محمد حنیف کے نام طالبانِ طریقت کو سلوک طے کرانے کے طریقے اور مرتبۂ کمال اور اس کے متعلقہ معارف کی توضیح کے بارے میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ اور دعا و سلام کے بعد برادرِ عزیز کی خدمت میں عرض ہے کہ طالبانِ طریقت کو راہِ سلوک طے کرانے کے طریقے کا مختصر بیان اور کمال اکمال کی توضیح اپنی فہم قاصر کے مطابق تحریر کرتا ہوں غور سے سنیں: لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کلمۂ توحید ہے اور توحید کے معنی قدیم الذات کو غیر قدیم الذات سے جدا کرنا ہے اور اس کے کئی درجات و مراتب ہیں: پہلا مرتبہ کلمۂ توحید کو دل کی تصدیق کے ساتھ زبان سے ادا کرنا ہے اور یہ مرتبہ عام مومنین کا ہے اور تمام زاہد، عابد اور علما جو کہ منازلِ سلوک طے نہیں کر رہے ہیں اور سیرالی اللہ کی وسعتوں میں داخل نہیں ہوئے وہ سب اس مرتبہ میں شامل ہیں۔ دوسرا مرتبہ اہلِ سلوک کے ساتھ مخصوص ہے جو کہ مراتبِ وجوب کی طرف متوجہ ہیں اور سیرالی اللہ میں داخل ہو چکے ہیں لیکن اس کی تکمیل کو نہیں پہنچے اس جماعت نے چونکہ یقین کر لیا ہے کہ مطلوب تک پہنچنا آیۂ کریمہ اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ [آگاہ رہو کہ اللہ تعالیٰ ہی کیلئے خالص دین ہے] کے بموجب تعلقات کو منقطع اور ما سوی اللہ سے رہائی حاصل کئے بغیر ممکن نہیں ہے اور آیۂ مبارکہ مَا جَعَلَ اللّٰہُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَیْنِ فِیْ جَوْفِہٖ [اللہ تعالیٰ نے ایک آدمی کے لئے اس کے جوف (سینہ) میں دو قلب نہیں بنائے] کے مطابق ایک دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت ما سوی اللہ کے ساتھ جمع نہیں ہوتی اس لئے پوری ہمت و کوشش سے قلب کے تعلقات کو منقطع کرنے کے درپے ہیں اور مجاہدات یا محض اللہ تعالیٰ جل شانہ کے جذب و کشش کے ساتھ وہ لوگ چاہتے ہیں کہ اس (قلب) کا علمی یا حبی تعلق غیر اللہ سے ٹوٹ جائے اور نیز اس کلمۂ طیبہ کی مدد سے اپنے باطن کی وسعت کو لمحہ بہ لمحہ تعلقات سے پاک کرتے ہیں یہاں تک کہ مقررہ وقت[1] آجائے ؎

تا بجاروب لا نروبی راہ   کے رسی در سرائے اِلَّا اللّٰہ

[جب تک تو راستہ کو لا کی جھاڑو سے صاف نہیں کرے گا اِلَّا اللّٰہ کی سرائے میں کب پہنچے گا۔]

سلہ یعنی یہاں تک کہ باطن ما سوی اللہ سے بے تعلق ہو جائے (مترجم)

حدیث
سلہ سورۂ زمر
سلہ سورۂ احزاب

تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ ما سوا کو بھول جائے اور غیر اللہ کے علمی و حبی تعلق سے رہائی حاصل کر لے اور قدیم کو حادث سے علم و محبت کی رُو سے جدا کرے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ساتھ حضوری اس درجہ تک دل کا ملکہ (قدرت) ہو جائے کہ اگر کوشش سے بھی ما سوا کو یاد کرے تو اس کو یاد نہ آئے اور اگر بالفرض حضرت نوح علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر اس قلب والے کو دے دی جائے تو کبھی ہرگز اس کے دل میں غیر اللہ کا خطرہ نہ آئے اس حالت کو فنائے قلب سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ (سیر الی اللہ) کی تکمیل سے وابستہ اور واجب تعالیٰ (اللہ تعالیٰ) کے افعال کے ساتھ واصل ہونے کا نتیجہ ہے — چوتھا مرتبہ وجود اور تمام صفات سے جو کہ نفس حاضر کے وجود کی تابع ہیں تمام تعلقات کی نفی کرنا ہے اس کی وضاحت یہ ہے کہ وجود اور اس کے تابع کمالات واجب تعالیٰ و تقدس (اللہ تعالیٰ) کے ساتھ مخصوص ہیں، اگر ممکن میں ظاہر ہیں تو اسی بارگاہِ قدس سے مستفاد و مستعار ہیں اور جو کچھ اس (ممکن) کا ذاتی ہے وہ عدم ہے کہ اس نے کمالات کے انعکاس کے واسطے کسی طرح کا ظہور پیدا کر لیا ہے اور دوسرے عدمات سے متمیز ہو گیا ہے اور ممکن نے اس نمود بے بود کے ساتھ اپنے آپ کو کامل اور خیر کا مبدا تصور کر کے شرکت و ہمسری کا دعویٰ ظاہر کیا ہے اور اپنی طرف متوجہ ہے اور اصل سے روگردانی کر لی ہے

۱۵۵ اور جب اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے صاحبِ استعداد سالک کو اپنے قرب سے نوازنا چاہتے ہیں تو اس کو یہ معرفت عطا فرماتے ہیں یہاں تک کہ وہ اپنے آپ سے روگردانی کر کے اس پاک بارگاہ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور نیز اس مبارک کلمہ کی تکرار سے ہر لحظہ عاریتی کمالات کو اصل کے حوالہ کرتا ہے تاکہ شرکِ خفی و دعوئے ہمسری سے رہائی حاصل کر لے، امانت میں خیانت کرنے والا نہ بنے اور بعد ازاں کہ اس نے حادث کو قدیم کے مخصوص کمالات میں شریک کر دیا تھا قدیم کو حادث سے جدا کرے، کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

ونمائی خود بہ علم حاسد تا کے — ترویج چنیں متاعِ کاسد تا کے
توعدمی خیالِ ہستی از تو — باشد فاسد خیالِ فاسد تا کے

[تو حاسد کے خلاف مرضی اپنی تعریف کب تک کرتا رہے گا، تو ایسی کھوٹی پونجی کو کب تک رواج دے گا، تو جو عدم ہے، تیری طرف سے اپنی ہستی کا تخیل ایک خیال فاسد ہے تو یہ خیال فاسد کب تک کرتا رہے گا] — پانچواں مرتبہ اقرار (اثبات) کی حقیقت ہے اور نفی کرنے سے نفی ہو جانے کی طرف آتا ہے اور طریقت (کے ذریعہ) سے حقیقت سے ملتا ہے اور عاریتی کمالات کو اصل کے ساتھ ملحق دیکھتا ہے اور خود کو جو کہ ان کمالات کا آئینہ تھا معدوم پاتا اور بے حس و حرکت جماد تصور کرتا ہے اس کمال کو فنائے نفس سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ تجلی صفات کا نتیجہ ہے — چھٹا مرتبہ یہ ہے کہ عدم کو جو کہ کمالات کا آئینہ تھا کمالات کے اصل کے ساتھ مل جانے کے بعد عدمِ مطلق کے ساتھ لاحق پائے، اس مرتبہ میں نفسِ حاضر کا کمال درجہ کا زوال ظاہر ہوتا ہے کہ نہ وجود کا حکم رہتا ہے نہ لاز

www.maktabah.org

نہ عدم کا اثر، لَا تُبْقِیْ وَلَا تَذَرُ [نہ اس کو باقی رکھے گا اور نہ چھوڑے گا] یہ کمال اگرچہ تجلی صفات کا انتہائی درجہ ہے لیکن اس کا حصول تجلی ذات کے پرتو کے بغیر میسر نہیں ہے اس لئے کہ ہر مقام کی تکمیل اس سے اوپر کے مقام کے پرتو کے بغیر صورت پذیر نہیں ہوتی۔

جاننا چاہیئے کہ فنائے نفس میں (سالکین کے) اقدام میں بہت تفاوت ہے دیکھئے کون خوش نصیب ہے جو اس کی حقیقت کو پہنچا ہے، اگرچہ بہت سے لوگ اس معنی کا وہم و گمان کرتے ہیں اور مراقبہ میں اس کے سمندروں سے کوئی موتی حاصل کر لیتے ہیں اور شوق و محبت کے غلبہ میں یا اندراج النہایت فی البدایت کے طریق پر یا کامل مکمل پیر کے پرتو سے تھوڑی سی رہائی اور بیخودی حاصل ہو جانے کو بہت جانتے ہیں لیکن وہ شخص جو اس رہائی سے طاقت بشریہ کے مطابق پوری طرح متحقق ہو چکا ہو (ایسے لوگ) بہت تھوڑے ہوتے ہیں، اور جب تک اس رہائی و فنائیت کی حقیقت کو نہ پہنچے اپنی الوہیت کے ثابت کرنے سے پوری طرح نجات نہیں پاتا اور کلمہ طیبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے تکرار سے اپنی الوہیت کا اثبات کرتا ہے جو کہ (اس میں) اپنے اندر کمال کی صفات ثابت کرنے کے ذریعے آئی تھی اگرچہ احیاناً اور نادر طور پر ہو یا بعض لطائف کے لئے ہو اور بعض کے لئے نہ ہو یا کچھ اثبات ہو جبکہ وہ پوری طرح فنا نہ ہوا ہو اور بالکلیہ رہائی حاصل نہ کر لے۔

بیان کرتے ہیں کہ ایک بزرگ کو جنگل میں ایک دشوار گھاٹی پیش آئی، اس بزرگ نے نذر کی کہ اگر میں اس مشکل سے نجات پا جاؤں تو حق جل و علا کو ہرگز یاد نہیں کروں گا، القصہ اس نے نجات پائی اور شہر میں آگیا اور خوب سیر ہو کر کھایا اور مر گیا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ وہ اپنی نذر میں سچا تھا اس لئے کہ اگر وہ زندہ رہتا یاد کرتا اور نہ کرتا دونوں مشکل تھے اور شیخ الاسلام نے کہا کہ اس نے جو یہ نذر مانی تھی کہ ہرگز اس کو یاد نہیں کروں گا اپنی یاد کی شرم کی وجہ سے کہا تھا کیونکہ اس شخص کا یاد کرنا کسی طرح بھی اس پاک بارگاہ کے لائق نہ ہوتا اس کا ذکر اسی کی طرف لوٹتا ہے۔ حضرت شیخ محی الدین قدس سرہٗ آیہ کریمہ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ [اور ہر چیز اس کی حمد کے ساتھ اس کی پاکی بیان کرتی ہے] کی توضیح میں فرماتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ بحمدہٖ کی ضمیر شیٔ (چیز) کی طرف راجع ہو یعنی کوئی چیز نہیں ہے مگر یہ کہ وہ اپنی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے اس لئے کہ اس کی تسبیح اسی کی طرف لوٹتی ہے اور مرتبہ تقدس و تنزہ (ذات پاک باری تعالیٰ) کے لائق نہیں ہے۔

تو جان لے کہ چونکہ اشخاص عالم اسماء و صفات کے ظلال ہیں یا اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کے ہر اسم کے کتنے ہی ظلال درمیان میں ہیں تب نوبت اس شخص تک پہنچتی ہے پس فنا و بقا کی ترقی کے وقت جو اسم کہ سالک کا مبدأ تعین ہے اس کے ظلال میں سے کسی ظل کے ساتھ حصول میسر ہوگا اور منتسبات (تعلقات) کو

اس اسم کے جو کہ ظلال میں سے ایک ظل ہے حوالہ کرکے اس اسم کے اوصاف کے ساتھ متحقق ہو جائے گا کیونکہ ہر اسم اسماء و صفات کا جامع ہے، اس اسم کے ساتھ متحقق ہو جانے کے بعد جب وہ فوق کی طرف متوجہ ہوگا تو اوپر کے ظل کے ساتھ جو کہ اس اسم کی اصل ہے اس اسم ہی کی طرح متحقق ہو جائے گا اور اس تحتانی (نیچے والے) اسم کو چھوڑ کر فوقانی (اوپر والے) اسم کے ساتھ جو کہ اس کی اصل ہے جا ملے گا اور اسی طرح دوسری اصل سے تیسری اصل کے ساتھ اور تیسری سے چوتھی کے ساتھ اور چوتھی سے پانچویں کے ساتھ اور پانچویں سے چھٹی اور ساتویں اور جہاں تک اللہ تعالیٰ چاہے بقا حاصل کرے گا، دیکھئے کون صاحب نصیب ظلال کے ان تمام مراتب سے گذر کر اصل اسم کے ساتھ واصل ہوتا ہے۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ میں سات سال تک مولانا عارف[1] قدس سرہٗ کے ہمراہ اس کوشش میں رہا کہ اصل سے آگاہی حاصل کروں، تین بار حجاز کے سفر پر گیا، اگر میں وہاں مولانا کی مانند یا اُن کے مقامات کا کچھ بھی مظہر کسی کو پا لیتا تو ہرگز واپس نہ لوٹتا۔

جاننا چاہئے کہ اسم کے ظلال میں وصول اور اس کے مراتب میں سیر کو ولایتِ صغریٰ سے تعبیر کرتے ہیں جو کہ اولیاء کی ولایت ہے اور اسماء و صفات کے اصول میں سیر ولایتِ کبریٰ کے ساتھ وابستہ ہے جو کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ولایت ہے اور یہ دونوں ولایتیں اسم الظاہر سے تعلق رکھتی ہیں اور اس اسم سے گذرنے کے بعد اسم الباطن ہے جو کہ ملاءِ اعلیٰ (فرشتوں) کی ولایت ہے اور اسم الظاہر و اسم الباطن کا فرق حضرت قطب المحققین ہمارے مرشد قدسنا اللہ سبحانہٗ بسرہ الاقدس کے مکتوبات قدسی آیات میں مذکور ہے ۱۵۰
مختصر یہ ہے کہ اسم الظاہر ایک اسم ہے کہ جس میں ذات بالکل ملحوظ نہیں ہے اور اسم الباطن میں اسم کے پردہ میں ذات ملحوظ ہے پس مثلاً علم میں سیر ہونا اسم الظاہر میں سیر ہے اور علیم میں سیر ہونا اسم الباطن میں سیر ہے اور اسم الباطن سے گذرنے کے بعد عروج کی جانب میں انبیاء و مرسلین علیٰ نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مراتب کے فرق کے مطابق کمالاتِ نبوت پیش آتے ہیں اور ان کمالات کا حاصل ہونا اصالتاً تو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کیلئے ہے اور تبعیت و وراثت کے طور پر جسے چاہیں نوازیں، یہ ہے خلاصہ مطلب۔ اور یہ جو اوپر دو مرتبہ فنائے نفس کے بارے میں کہا گیا ہے اجمال و کلیہ کے اعتبار سے تھا ورنہ ہر اسم میں فنا کا حاصل ہونا جو کہ ظلال و اصول کے مراتب میں لکھا گیا ہے مراتبِ توحید میں سے ایک مرتبہ ہے۔

ساتواں مرتبہ ذات تعالیٰ و تقدس کو صفات و اسماء تعالیٰ و تقدس سے جدا کرنا ہے کیونکہ ذات سے محبت کرنے والا صفات کی شرکت کو گوارا نہیں کرتا اگرچہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے اس کی صفات کا جدا ہونا متصور نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات کسی وقت اور کسی حال میں بھی صفات سے الگ نہیں ہے لیکن المرءُ

[1] آپ حضرت امیر کلال کے خلیفہ ہیں آپ کا مولد و مدفن قریہ ریوگران ہے جو بخارا سے نو فرسخ شرقی کے فاصلہ پر ہے [illegible]
(رشحات صوب صفحہ ۴۰)

www.maktabah.org

معہ من احب [آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے] کے مقتضا کے مطابق ذاتِ (سالک) کو اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ ایک ایسی معیت ہے کہ صفات میں سے وہاں کچھ بھی ملحوظ نہیں ہے پس ذات کا صفات سے الگ ہونا دید و محبت میں ہے جس کا ثمرہ معیتِ مذکورہ ہے اور بس، نہ کہ خارج اور نفس الامر میں ؂

ومن بعد هذا ما يدق صفاته … وما كتمه احظى لديه واجمل

[اور اس کے بعد وہ مقام ہے جس کی صفات کا بیان بہت مشکل ہے اور وہ مقام ہے جس کا چھپانا اس کے نزدیک زیادہ مناسب و بہتر ہے] — **تنبیہ**: اور جب معاملہ ظلال و اصول کے مراتب سے اوپر چلا جاتا ہے اور اصل کو بھی ظل کی طرح چھوڑ دیتا ہے اور کمال بلندی اور عدم تمیز کی وجہ سے حیرت و جہل تک پہنچ جاتا ہے تو جو معاملہ کلمۂ طیبہ کے ساتھ وابستہ تھا تکمیل کو پہنچ جاتا ہے اور اس مقام میں اس کلمہ کی تکرار کوئی فائدہ نہیں دیتی، اس مقام میں ترقی درجات کے فرق کے مطابق نماز اور تلاوتِ قرآن مجید سے ہوتی ہے، ہمارے حضرت قدسنا اللہ بسرہ الاقدس سے سُنا گیا ہے کہ اس وقت میں اگر کلمۂ طیبہ کا تکرار اس لحاظ سے کیا جائے کہ یہ بھی قرآن مجید کا لفظ ہے اور ابتدا تعوذ سے (اعوذ باللہ پڑھ کر) کی جائے تو قرآن مجید کی تلاوت کا ثمرہ اور اس کا فائدہ دیتا ہے لیکن یہ اس مکتوب کا اخیر ہے، اول و آخر میں اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہمیشہ ہمیشہ صلوٰۃ و سلام ہو اور آپ کی آلِ کرام و اصحابِ عظام پر اور تمام انبیاء والمرسلین و ملائکہ و صالحین پر بھی صلوٰۃ و سلام ہو۔

مکتوب ۴۸ ۱۵۶

میر محمد خانی کے نام ذکر کے التزام پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

میرے مخدوم! مولیٰ جل و علا (اللہ تعالیٰ) کی نظر کا مقام دل ہے، دل کو پاکیزہ رکھنا چاہیے اور حق تعالیٰ شانہ کے نظر کے مقام کو مخلوق کے نظر کے مقام سے کم درجہ کا نہیں بنانا چاہیے اور زیب و زینت میں اس سے کمتر نہیں رکھنا چاہیے، دل کی پاکیزگی ذکر سے وابستہ ہے ذکر و فکر پر ہمیشگی کریں، باطن کے سبق کو عزیز جانیں، نیستی کے وصف کے ساتھ اس پاک بارگاہ کی جانب ہمیشہ متوجہ رہنے کو سب سے زیادہ لذیذ نعمتوں میں شمار کریں، اس بلند بارگاہ کی گرفتاری کو عزیمت والے کاموں میں سے تصور کریں ؂

ہرچہ جز عشقِ خدائے احسن ست … گر شکر خوردن بود جان کندن ست

[خدائے تعالیٰ کے عشق کے سوا جو کچھ بھی ہے اگرچہ شکر (مٹھائی) کا کھانا ہی کیوں نہ ہو وہ بھی جان لیوا ہے]

والسلام

www.maktabah.org

مکتوب ۴۹

نیز میر محمد خافی کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ فانی لذات کی تکمیل کے امراض کا علاج اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کی تعمیل کی دعا میں ہے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ آپ کو دونوں جہان کے مقاصد کے حصول کے ساتھ سربلند رکھے، فانی لذتوں اور آسائشوں کا علاج احکام شرعیہ کے بجا لانے اور اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کی تعمیل پر موقوف ہے، اگر تعمیل ارشاد اور فرمانبرداری درمیان میں نہ ہو تو وہ لذتیں مفسد و ناپسندیدہ ہیں اور اُن کا نتیجہ ناراضگی و عقوبات ہے۔ حقیقی کامیابی لذات کی تکمیل کے حتی الامکان ترک کرنے میں ہے اور جو شخص کہ (ان کا) ارتکاب کرتا ہے اور اُن کا علاج بھی کرتا رہتا ہے وہ بھی ان کی مضرت سے محفوظ ہے پس اُس شخص پر افسوس ہے جو ان لذتوں کا مرتکب ہے اور ان کی حلاوت پر فریفتہ ہے اور اوامر و نواہی کی تلخی سے اُن کا علاج نہیں کرتا اور حقیر خیر عمل میں منہمک ہے اور اپنے آپ کو سربلند نہیں کرتا پس اُس پر حسرت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کیا اور خواہشات کی پیروی کی اور دنیاوی زندگی کو ترجیح دی اور خیر و ابقیٰ (یعنی آخرت) سے رُوگردانی کی کیا وہ نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ اس کو دیکھ رہا ہے اور بیشک آخرت متقیوں کے لئے ہے پس جب بہت بڑی ہلاکت (قیامت) آئے گی اس روز انسان اپنی کوشش و کمائی کو یاد کرے گا اور اس شخص کے لئے خوشخبری ہے جس نے اپنے رب کی طرف عروج کیا اور مخلوق کی طرف متوجہ نہیں ہوا اور اپنی دونوں آنکھوں کو دنیاوی زندگی کی رونق پر نہیں لگایا اور اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اور نفس کو خواہشات سے روکا اور اپنے اہل و عیال کو نماز کا امر کیا اور ان سب امور پر قائم رہا پس اس کے لئے خوشخبری اور بشارت ہے اور اُس شخص پر سلام ہو جس نے ہدایت کی پیروی کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت اختیار کی۔

۱۵۹

مکتوب ۵۰

شیخ اسد اللہ افغان کے نام اُن سوالوں کے جواب میں تحریر فرمایا جو انھوں نے تحریر کئے تھے:

اول یہ کہ توحید کو دوام حاصل ہے یا نہیں؟ دوم یہ کہ سیرِ انفسی حاصل ہونے کے بعد سیرِ آفاقی کے لئے ریاضت کرے یا نہ کرے؟ سوم یہ کہ خوارق افضل ہیں یا معارف؟ چہارم یہ کہ فانی الشیخ ہوئے بغیر فانی اللہ

ہونا ممکن ہے یا نہیں، پنجم یہ کہ طالبین کے لئے یہ جو مقرر ہے کہ ہر گھڑی نئی منزل ہونی چاہئے یہ باطنی محبت کے باعث ہے یا ظاہری طاعات کے باعث، یا کشوف کے یا فنا و بقا کے بارے میں ہے اگر آخری بات مراد ہے تو فانی کی ترقی کس معنی سے ہے، ششم یہ کہ جب مرید کی حالت اس درجہ کی ہو جائے گی جب وہ چاہے مرشد کی صورت ظاہر ہو جائے تو کیا اس کو لازم ہے کہ حضور میں آئے یا نہیں، ہفتم یہ کہ جب سالک کا وقت خلوت اور انجمن میں یکساں ہو جائے تو وہ خلوت میں بیٹھے یا نہیں، ہشتم یہ کہ ارواح کا شہود (مشاہدہ ہونا) مراقبہ میں بہتر ہے یا معائنہ میں۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی: برادرِ عزیز شیخ اسد اللہ کے مکتوب نے پہنچ کر مسرور کیا اس میں، چند سوالات درج تھے اُن کے حل میں (اپنی) فہم قاصر کے مطابق لکھتا ہوں غور سے سنیں:۔

آپ نے پوچھا تھا کہ "مسعود بیگ فرماتے ہیں ؎

رفت ز مسعود بیگ جملہ صفاتِ بشر — او کہ ہمہ ذات بود باز ہماں ذات شد

(مسعود بیگ سے تمام بشری صفات دُور ہو گئیں وہ جو کہ ذات تھا پھر وہی ذات ہو گیا) جس شخص کو یہ حالت پیش آ جائے تو کیا وہ ہمیشہ اسی میں رہتا ہے یا کبھی کبھی (ایسا) ہوتا ہے؟ — جان لیں کہ بعض طالبین کو (یہ کیفیت) کبھی کبھی حاصل ہوتی ہے اور بعض کے لئے یہ حالت دائمی ہے، کامل اہل اللہ کے نزدیک معتبر وہی حالت ہے جو کہ دائمی ہو خواہ یہ حالت ہو یا کوئی اور حالت ہو، اور جو دائمی نہیں ہے وہ کچھ زیادہ معتبر نہیں ہے مگر یہ کہ اُس حالت سے ترقی حاصل ہو جائے اور زیادہ اوپر چلا جائے۔ جاننا چاہیے کہ اس حالت کا منشا (جائے پیدائش) سکر کا غلبہ اور محبت کی زیادتی ہے جس نے سالک کی بصیرت کی آنکھ سے تمیز کو اُٹھا دیا اور ممکن کو عین واجب تعالیٰ بنا دیا ہے، یہ معاملہ سالک کے شہود (مشاہدہ) میں ہے اور بس، حقیقت کا بدل جانا محال ہے ؎

تو او نشوی ولیک گر جہد کنی — جائے برسی کز تو توئی برخیزد

(تُو وہ تو نہیں ہو جائے گا لیکن اگر تو کوشش کرے تو ایسے مقام پر پہنچ جائے گا کہ تجھ سے تیرا ہونا جاتا رہے گا) اس راستہ میں توحیدِ شہودی درکار ہے توحیدِ وجودی کچھ درکار نہیں ہے چاہیے کہ سالک کا مشہود و معلوم و مطلوب ذاتِ احدیت تعالیٰ کے سوا کچھ نہ ہو تا کہ فنا ظاہر ہو جائے ورنہ خرط القتاد (اور اس کے علاوہ سب بیکار ہے) ف۲۶

اور دوسری بات آپ نے یہ پوچھی تھی کہ جس شخص کو سیرِ آفاقی کے بغیر سیرِ انفسی حاصل ہو جائے وہ سیرِ آفاقی کے لئے محنت کرے یا نہ کرے؟ — آپ جان لیں کہ سیرِ انفسی کے کمال کو مطلوب تک پہنچنا قرار دیتے ہیں اور سیرِ آفاقی کو مطالب (مقاصد) میں سے شمار نہیں کرتے پس جو شخص کہ مطلوب سے واصل ہو گیا غیر مطلوب کے لئے محنت کیوں کرے علو منزل پر پہنچنے کے بعد راستہ کی ہوس کیوں کرے۔ یا ہم کہتے ہیں کہ

www.maktabah.org

جس شخص کا جذبہ اس کے سلوک پر مقدم ہے اس کو سلوک جذبہ کے ضمن میں حاصل ہو جاتا ہے اور سیرِ آفاقی سیرِ انفسی کے ضمن میں میسر ہو جاتی ہے کیونکہ جذبہ کو سیرِ انفسی سے تعبیر کیا جاتا ہے اور سلوک سے مراد سیرِ آفاقی ہے۔

نیز آپ نے پوچھا تھا کہ "خوارق افضل ہیں یا معارف اور اگر معارف افضل ہیں تو تمام فاسق و فاجر معارف کہتے اور بیان کرتے ہیں اور خوارق اس قسم کی نہیں ہے؟" ۔۔ آپ جان لیں کہ اللہ تعالیٰ کے معارف خوارقِ عادات اور مخلوقات میں سے غائب چیزوں کے کشف سے افضل ہیں کیونکہ معارف واجب تعالیٰ و تقدس (اللہ تعالیٰ) کی ذات و صفات کے اسرار کا کشف ہے اور خوارق مخلوقات کے حالات کا کشف ہے، پس جیسا کہ خالق و مخلوق میں فرق ہے معارف و خوارق میں بھی ویسا ہی فرق تصور کرنا چاہئے کیونکہ پہلے (معارف) کا تعلق خالق تعالیٰ شانہٗ کے ساتھ ہے اور دوسرے (خوارق) کا تعلق مخلوق کے ساتھ ہے اور نیز صحیح معارف ایمان کے کمال میں داخل اور اس کی زیادتی کا سبب ہیں اور خوارق ایسے نہیں ہیں اور کوئی انسانی کمال اُن سے وابستہ نہیں ہے صرف اتنا ہے کہ بعض کاملین کو حاصل ہوتے ہیں اور نیز اہل اللہ میں ایک کو دوسرے پر فضیلت معارفِ الٰہی جل سلطانہ کی وجہ سے اور ذات و صفاتِ تعالیٰ و تقدس کے اسرار منکشف ہونے کے ساتھ ہے نہ کہ کشف و کرامات کے ساتھ، اگر خوارقِ عادات معارفِ الٰہی سے افضل ہوتے تو جوگیوں اور برہمنوں کو جو کہ ریاضتوں کے ذریعہ سے خوارق کا اظہار کرتے ہیں (ان) کامل اہل اللہ سے افضل ہونا چاہئے جو کہ معارف میں مضبوط قدم رکھتے ہیں اور خوارق کے اظہار کی طرف التفات نہیں فرماتے اور خالق تعالیٰ و تقدس کی جانب توجہ رکھنے کے باوجود مخلوق کے احوال کے کشف کی طرف توجہ کرنے میں اپنا تنزل سمجھتے ہیں۔ آپ نے عجیب عامیانہ سوال کیا ہے، خوارقِ عادات کمال قربِ الٰہی کی کچھ بھی دلیل نہیں ہیں کیونکہ اہلِ باطل کو بھی حاصل ہیں، اُن کا مدار بھوکا رہنے اور ریاضت پر ہے قرب و معرفت کے ساتھ ان کا کچھ بھی تعلق نہیں ہے اور کشف و کرامات کا طالب ماسوا کا طالب اور اس کا گرفتار قرب و معرفت سے بے نصیب ہے ؎

۱۶۱

ز ابلیسِ لعینِ بے سعادت — شود پیدا ہزاراں خرقِ عادت
گہے از در در آید گاہ از بام — گہے در دل نشیند گہ در اندام
رہا کن تُرّہات و شطح و طامات — خیالِ نُور وا سبابِ کرامات
کراماتِ تو اندر حق پرستی است — جز ایں کبر و ریا و عجب و ہستی است

طامات

[بدطوار لعین ابلیس سے ہزاروں خرقِ عادت ظاہر ہوتی ہیں، کبھی وہ دروازے سے داخل ہوتا ہے کبھی چھت سے، کبھی وہ دل میں بیٹھتا ہے اور کبھی جسم میں، لغویات خلافِ شرع کلمات، شیخی کی باتیں، نُور کے خیالات اور کرامات کے اسباب ترک کر دے، تیری کرامات حق پرستی میں ہیں، اس کے ماسوا تکبر و ریا و عجب اور خود پنداری ہے]

www.maktabah.org

یعنی مرتبہ انسانی کا کمال فنا و نیستی میں ہے اور طاعت و عبادت اور سلوک و ریاضت سے غرض دراصل یہ ہے کہ سالک اپنی ذات کے عدم ہونے پر دانا و بینا ہو جائے اور جان لے کہ ہستی اور اس کے متعلقات اصالت کے طور پر مرتبہ وجوب تعالیٰ و تقدس کا خاصہ ہے اور جب وہ (سالک) چاہتا ہے کہ کرامت و خرق عادت کا اظہار کرے، اور عوام کو اپنا معتقد بنائے اور اپنے آپ کو اس کے ذریعہ تمام مخلوق پر ممتاز کرے تو لازماً (یہ اس کے لئے) تکبر و عجب و ہستی کا موجب ہوگا اور وہ شخص عبادت و سلوک و ریاضت کے فائدے سے بے بہرہ و محروم ہو جائے گا اور (یہ بات) راہ معرفت کے لئے رکاوٹ ہوگی، نعوذ باللہ سبحانہ من ذالک (ہم اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں)۔

سلطانِ وقت شیخ ابو سعید ابو الخیر (قدس سرہ) سے لوگوں نے کہا کہ فلاں شخص پانی کے اوپر چلتا ہے؟ آپ نے فرمایا آسان بات ہے ایک پرندہ اور ایک چڑیا بھی پانی پر چلتی ہے۔ لوگوں نے کہا کہ فلاں شخص ہوا میں اڑتا ہے، آپ نے فرمایا ایک چیل اور ایک مکھی بھی ہوا میں اڑتی ہے، لوگوں نے کہا فلاں شخص ایک لحظہ میں ایک شہر سے دوسرے شہر میں پہنچ جاتا ہے آپ نے کہا شیطان بھی ایک سانس میں مشرق سے مغرب تک چلا جاتا ہے اس قسم کی چیزوں کی کچھ زیادہ وقعت نہیں ہے، مرد وہ ہے جو کہ مخلوق کے درمیان بیٹھے، لین دین کرے، شادی کرے، خلقت کے ساتھ مل جل کر رہے اور ایک لحظہ (بھی) اللہ تعالیٰ عزوجل سے غافل نہ ہوئے۔

حضرت شیخ الشیوخ (شہاب الدین سہروردی قدس سرہٗ) عوارف میں خوارق و کرامات کے ذکر کے بعد فرماتے ہیں کہ ان سب خوارق و کرامات کا مرتبہ قلب کو ذکر کے ساتھ آراستہ کرنا اور ذکر ذات کے وجود کے مرتبہ سے بہت نیچے ہے۔ شیخ الاسلام ہروی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ اہلِ معرفت کی فراست یہ ہے کہ اُن لوگوں کو جو حق سبحانہ و تعالیٰ کی بارگاہ کے اہل ہیں اُن لوگوں سے جو اس کے اہل نہیں ہیں تمیز کریں اور اہلِ استعداد کو پہچانیں جو حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ کی بارگاہ میں مشغول رہتے ہیں اور مقام جمع میں پہنچ چکے ہیں اور ریاضت، بھوک اور خلوت اور تصفیۂ باطن والے ایسے لوگوں کی فراست جو کہ مرتبہ ولایت کو نہیں پہنچے ہیں صورتوں کا کشف اور غائب چیزوں کی خبر دینا ہے ان کا کشف اور خبر دینا مخلوقات کے ساتھ خاص ہے کیونکہ یہ جماعت حق سبحانہ و تعالیٰ کی بارگاہ سے محروم ہے، اور اہلِ معرفت کی مشغولیت چونکہ ۱۶۲ ص
وارداتِ الٰہی جل وعلا کے معارف کے ساتھ ہے اس لئے ان کا خبر دینا بھی اسی بارگاہ سے متعلق ہے اور اکثر اہلِ علم چونکہ اُس مقدس بارگاہ سے بیگانہ ہیں اور ان کے دل دنیا کی طرف مائل ہیں (اس لئے صورتوں کا کشف ہونا اور غائب و پوشیدہ چیزوں کی خبر دینا ان کے نزدیک بہت بڑی بات ہے اور اس (صورتوں کے کشف) کے اہل کو اہل اللہ جانتے ہیں اور حق جل شانہ کے مقربین میں شمار کرتے ہیں اور اہلِ حقیقت کے کشف سے روگردانی

www.maktabah.org

کرتے ہیں اور حق تعالیٰ شانہٗ کے متعلق جو کچھ یہ (بزرگ) خبر دیتے ہیں اس کا یقین نہیں کرتے اور کہتے ہیں
کہ اگر یہ اہلِ حق ہیں تو مخلوقات کے احوال کی خبر کیوں نہیں دیتے اور جبکہ یہ لوگ مخلوقات کے احوال
کے کشف پر قادر نہیں ہیں تو اُن امور کے کشف پر جو ان سے برتر ہیں کس طرح قادر ہوں گے اور کیونکر
اہلِ معرفت میں سے ہوں گے اور (وہ لوگ) اس فاسد قیاس کے ساتھ اہل اللہ کو جھٹلاتے ہیں، وہ
نہیں جانتے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ جو اہتمام وغیرت ان حضرات کے بارے میں رکھتا ہے (اس کی وجہ سے)
اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ یہ حضرات مخلوق کے حالات کے درپے ہوں اور ان میں مشغول ہوں اور غیر اللہ
کی طرف متوجہ ہوں اور اگر وہ مخلوق کے احوال کے درپے ہوں تو وہ اس بلند مرتبہ کے لائق نہیں ہوں گے
پس اہلِ حق مخلوق (سے وابستگی) کے لائق نہیں ہیں جیسا کہ اہلِ خلق حق تعالیٰ (سے وابستگی) کے
لائق نہیں ہیں، اگر اہلِ حقیقت صورتوں کے کشف کی طرف ادنیٰ سی توجہ بھی کریں تو دوسروں سے
زیادہ بہتر حاصل کر لیں، اور چونکہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے نزدیک اہلِ صفا و ریاضت کی فراست کچھ وقعت
نہیں رکھتی اسی لئے مسلمان و یہود و نصاریٰ اور تمام جماعتیں اس میں شرکت رکھتی ہیں اور (یہ چیزیں)
اہل اللہ کے ساتھ خصوصیت نہیں رکھتیں۔ یہاں تک شیخ الاسلام کے کلام کا خلاصہ ہے۔

ہاں بعض اولیاء اللہ کو بعض حکمتوں اور مصلحتوں کی بنا پر خوارق کے اظہار کا حکم کرتے اور اجازت
دیتے ہیں، تعجب ہزار تعجب کہ آپ نے خوارق کی معارف کے ساتھ کیا نسبت تصور کی ہے کہ اس قسم کے ساقط
(گھٹیا) سوال کی جرأت کی ہے جن معارفِ الٰہی کو ان کی اہلیت نہ رکھنے والے بیان کرتے ہیں ان سے
معارف کی شان میں کوئی کمی نہیں آتی اور اس پر بحث درست ہو جاتی ہے، اس کی مثال ایسی ہے کہ قیمتی
موتی خسیس کناس (کمینہ خاکروب) کے ہاتھ لگ جائے تو اس موتی کی جوہریت و نفاست میں کوئی نقص
نہیں آتا پس وہ اشکال بھی دور ہو گیا جو آپ نے لکھا تھا کہ معارف کو فاسق و فاجر بھی بیان کرتے ہیں اور
خوارق (کا معاملہ) ایسا نہیں ہے۔ یا ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ مقدمہ مشترک الالزام ہے (یعنی معارف و خوارق
دونوں پر لازم آتا ہے) خوارق میں بھی اہلِ حق و اہلِ باطل دونوں شریک ہیں پس آپ کا یہ کہنا کہ خوارق
اس قسم سے نہیں ہیں درست نہیں ہے، اور نیز میں کہتا ہوں کہ گفتگو معارف و اسرارِ الٰہی کے کشف کے
بارے میں ہے کہ اہل اللہ جس کے ساتھ ممتاز ہیں اگر کوئی بطال (جھوٹا مدعی) تقلید کی بنا پر معارف بیان
کرے نہ کہ کشف و حال کی بنا پر تو وہ بحث سے خارج ہے اور اگر یہ کہیں کہ بہت سے بطال (جھوٹے مدعی) ۱۶۳
معارفِ الٰہی میں کشف و حال کا دعویٰ کرتے ہیں اور توحید و احاطہ و سریان ذاتی (ذات کا سرایت کرجانا) بذریعہ
کشف بیان کرتے ہیں تو ہم جواب میں کہتے ہیں کہ ان کے دعویٰ کو تسلیم کرنے کی صورت میں کہ یہ معارف جن کو

www.maktabah.org

یہ جھوٹے لوگ بیان کرتے ہیں معارفِ الٰہی کہاں سے ہوں گے اور اس توحید و سریان و احاطہ میں ان کا مشہود حق تعالیٰ کی ذات اور اس کی شیونِ ذاتیہ کیسے ہوں گی، شیطان کے مکر و فریب ہمارے اور تمہارے احاطہ سے باہر ہیں کوئی شخص کیا جانے کہ وہ (شیطان) کن راستوں سے اپنے ماننے والوں کے پاس آتا ہے اور باطل چیزوں کو حقانیت کے عنوان سے دکھاتا ہے اور غیر حق کو حق جتلاتا ہے اور اُس (غیر حق) کے احاطہ و سریان کو حق کا احاطہ و سریان سمجھاتا ہے، تعالی اللہ عن ذلک علواً کبیراً (اللہ تعالیٰ کی شان ان (باتوں) سے بہت بلند اور برتر ہے) غیب الغیب کے راستہ میں ذرات میں سے ہر ذرہ انا الحق (میں خدا ہوں) کی آواز لگاتا ہے اور اس (راستہ کا) ہر خس و خاشاک اپنی عبادت کی طرف بلاتا ہے بدنصیبی پر اگر رحمتِ (الٰہی) دستگیری نہ فرمائے اور ان مہلک گردابوں سے باہر نہ نکالے۔ ہمارے حضرت عالی قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس نے لکھا ہے کہ "بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ سالک پر عالمِ ارواح کا انکشاف ہوتا ہے اور وہ اس کی لطافت و بیچونی کی وجہ سے اس کو ذاتِ حق تعالیٰ جانتا ہے اور اس کے احاطہ و سریان کو جو کہ اجسام کے ساتھ ہے حق تعالیٰ کا احاطہ و سریان دیکھتا ہے اور کثرت کے آئینوں میں اس کے شہود کو کثرت میں وحدت کا شہود تصور کرتا ہے اور اس راہ کے سالکوں کے لئے یہ ایک بڑے مغالطہ کا مقام ہے۔ مشائخ متقدمین میں سے ایک بزرگ نے فرمایا ہے کہ میں نے تیس سال تک روح کو خدا سمجھ کر پرستش کی ہے"۔ اور حضرت (مجدد الف ثانی) قدس سرہٗ کے مکتوبات قدسی آیات میں آپ نے دیکھا ہوگا کہ مشائخ وقت میں سے ایک بزرگ نے حضرت (مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) کو پیغام بھیجا اور اپنے احوال بیان کئے کہ فنا اور محویت اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ اگر میں زمین کی طرف نگاہ کرتا ہوں تو زمین کو نہیں پاتا اور اگر آسمان کی جانب نظر ڈالتا ہوں تو اس کو بھی نہیں پاتا اور اسی طرح عرش و کرسی و بہشت و دوزخ کا بھی وجود نہیں پاتا اور اپنے آپ کو بھی نہیں پاتا ہوں اور جس شخص کے پاس جاتا ہوں اس کو بھی نہیں پاتا ہوں اور حق تعالیٰ شانہٗ کے وجود کی کوئی انتہا نہیں ہے اس کی نہایت کو کسی شخص نے نہیں پایا ہے الیٰ آخر ما قال۔ اور نیز لکھا تھا کہ میں اس کو کام کی انتہا جانتا ہوں اور مشائخ نے بھی یہیں تک بات کی ہے اگر آپ بھی اس معنی کو نہایت جانتے ہیں تو بہتر ہے اور اگر اس کے علاوہ کسی دوسری چیز کو نہایت سمجھتے ہیں تو مجھے اطلاع دیں تاکہ طلبِ حق کے لئے آپ کے پاس آجاؤں"۔ حضرت عالی قدس سرہٗ نے اس کے جواب میں لکھا کہ "اس حالت والے (سالک) نے قلب کے چوتھے حصہ کو طے کیا ہے" اور نیز حضرت (قدس سرہٗ) نے یہ بھی لکھا ہے کہ "اس کی یہ فنا و محویت عنصر ہوا میں ہے جو کہ ذرات میں سے ہر ذرہ کو محیط ہے

www.maktabah.org

اور اس شخص کا شہود ہو لے کے سوا اور کچھ نہیں ہے اور اس نے اسی کو خدائے بے نہایت جان لیا ہے تعالی اللہ ۱۴۳
عن ذالک (اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند ہے)۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ یہ توحید کشف و حال کے عنوان سے ظاہر ہوتی ہے اور حقیقت میں کشف و حال نہیں ہوتا بلکہ خیال کے غلبہ سے پیدا ہوتا ہے اور بہت زیادہ غور و فکر کرنے کی وجہ سے یہ معنی قوتِ متخیلہ میں منقش ہو جاتا ہے جیسا کہ ہمارے حضرت قدسنا اللہ بسرہ الاقدس نے توحیدِ شہودی و وجودی کی تحقیق والے مکتوب[1] میں لکھا ہے کہ "توحیدِ وجودی کا منشا (جائے پیدائش) ایک جماعت کے لئے مراقبات کی مشق کی کثرت اور کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کے معنی لا موجود الا اللہ سمجھنا ہے، اس قسم کی توحید کا ظہور حیلہ و غور و فکر اور خیال پکانے کے بعد خیال کے غلبہ کی وجہ سے ہوتا ہے کہ معنی توحید کی کثرتِ مشق سے یہ معرفت قوتِ متخیلہ میں منقش ہو جاتی ہے اور چونکہ اس قسم کی توحید) اس صاحبِ توحید کے بنا لینے سے بنی ہے اس لئے معلول (علت والی) ہے ی اس توحید والا شخص اربابِ احوال میں سے نہیں ہے کیونکہ اربابِ احوال وہ لوگ ہیں جو اربابِ قلوب ہیں اور وہ (اس توحید والا شخص) اس وقت میں مقامِ قلب کی کوئی خبر نہیں رکھتا اور یہ توحید علمی ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ لیکن علم کے بھی بہت سے درجے ہیں ان میں سے بعض کو بعض پر فوقیت ہے الی آخرہ" جبکہ صوفیہ کے طبقہ میں جو کہ اہلِ حق ہیں اس قسم کی غلطیاں رونما ہوتی رہتی ہیں تو پھر باطل لوگوں میں جو کہ شیطانِ لعین کی دام گاہ میں اللہ تعالیٰ جل شانہ ہی جانتا ہے کہ کس قسم کے مغالطے ہوتے ہوں گے کہ جن سے وہ ابلیس لعین کی مکاری کے باعث نکلنے کی راہ نہیں رکھتے۔

آپ نے پوچھا تھا کہ فنا فی الشیخ کے بغیر فنا فی اللہ ہو جاتا ہے یا نہیں؟ جان لیں کہ شیخ فیوض کا واسطہ ہے جب تک واسطہ درست نہ ہوگا مطلب تک کس طرح راستہ پائے گا پس فنا فی الشیخ کے بغیر فنا فی اللہ حاصل ہونا مشکل ہے اور مرید کو چاہئے کہ اپنے ارادے کو اپنے شیخ کے ارادے کے تابع کر دے اور اپنے آپ کو پوری طرح اس کے سپرد کر دے اور اس کی صحبت میں کالمیت بین یدی الغسال ہو جائے (ایسا ہو جائے جیسا کہ میت نہلانے والے کے ہاتھوں میں ہوتی ہے) اور یہ معنی تمام طریقوں میں درکار ہے، خاص طور پر ہمارے طریقہ میں کیونکہ اس طریقۂ عالیہ میں افادہ و استفادہ انعکاسی ہے اور صحبت پر موقوف ہے پس شیخ مقتدا کے ساتھ مناسبت کے اسباب جسقدر زیادہ رکھتا ہوگا صحبت کی تاثیر اسی قدر زیادہ ہوگی اور فیض اخذ کرنے کا راستہ اسی قدر کشادہ ہوگا، ہاں اگر کوئی شخص اویسی ہو ظاہری پیر کا محتاج نہ ہو اور صرف عنایتِ (الٰہی) اس کے حال کی کفالت کرنے والی ہو تو ہو سکتا ہے کہ فنا فی الشیخ کے بغیر

[1] مکتوب ۲۹۱ دفتر اول کا ابتدائی حصہ۔

www.maktabah.org

اس کو فنا فی اللہ حاصل ہو جائے۔

آپ نے پوچھا تھا کہ طالبانِ حق جل و علا کہتے ہیں کہ ایک منزل اور ایک مقام میں نہیں رہنا چاہئے ہر گھڑی اور ہر لحظہ نئی منزل ہونی چاہئے پس یہ باطن کی محبت کے بارے میں ہے یا ظاہری طاعت یا کشوف یا فنا و بقا کے متعلق ہے اگر فنا و بقا کے بارے میں ہے تو جو چیز کہ فانی ہو گئی اس کی ترقی کس معنی میں ہے؟

١٦٥ (اس کے جواب میں) ہم کہتے ہیں کہ یہ منازل و مقامات کمالاتِ اسمائے الٰہی جل شانہ میں اور ان کمالات کے ساتھ بقا حاصل کرنے میں ہیں۔ جب سالک رشید بشری کدورتوں سے باطن کے آئینے کی صفائی کرتا ہے اور ما سوی اللہ سے سرّ (باطن) کا تخلیہ کرتا ہے جو کہ فنا کا حاصل (نتیجہ) ہے تو اس کے لئے مستعد ہو جاتا ہے کہ اسمائے الٰہی اس میں جلوہ گر ہوں اور وہ ایک ایک اسم کے ساتھ بقا و تحقق پیدا کر لے، پس ما سوی اللہ سے فنا حاصل ہونا بقا میں ترقی کا معاون ہے اور اسماء کے ساتھ تحقق اس کے منافی نہیں ہے کیونکہ یہ ثابت ہے کہ بقا فنا کے بعد ہوتی ہے، بزرگوں نے کہا ہے کہ کمالاتِ محبوب کی انتہا نہیں ہے محبوب ہر گھڑی محبت کرنے والے کے آئینہ میں کسی ایک کمال کے ساتھ جلوہ گر ہے اور ہمیشہ ترقی کی راہ اس پر کھلی ہوتی ہے اور اگر وہ ایک تجلی میں رک جائے تو ترقی کا راستہ مسدود ہو جائے اور اسی معنی میں مسعود بیگ نے کہا ہے ؎

بیزارم ازاں کہنہ خدائے کہ تو داری ہر لحظہ مرا تازہ خدائے دگرے ہست

یا [میں اس پرانے خدا سے بیزار ہوں جو کہ تو رکھتا ہے میرے لئے ہر لحظہ ایک اور تازہ خدا ہے] اور نیز اسی اعتبار سے بزرگوں نے کہا ہے کہ وصول کی منزلیں ابدالآباد تک منقطع نہیں ہوتیں ؎

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی را سخن پایاں بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہمچناں باقی

[نہ اس کے حسن کی کوئی انتہا ہے اور نہ ہی سعدی کے کلام کی کوئی حد ہے استسقاء والا پیاسا مر جاتا ہے اور دریا اسی طرح باقی رہتا ہے]۔ اور اس سیر کو سیر معشوق در عاشق (معشوق کی سیر عاشق میں) کہتے ہیں۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ عاشق اس مقام میں سیر سے سیر ہو چکا (جی بھر چکا) ہے ؎

آئینہ صورت از سفر دور است کاں پذیرائے صورت از نور است

[عاشق آئینے کی طرح سفر سے دور ہے (یعنی سفر کا محتاج نہیں ہے) کہ وہ صورت کو نور کی وجہ سے قبول کرتا ہے]

اور یہ جواب قوم (صوفیا) کی اصطلاح پر ہے اور ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) کا اس مقام میں (ان سب سے) الگ قول ہے جو کہ ان کے مکتوبات و رسائل سے واضح و روشن ہے۔

آپ نے پوچھا تھا کہ جب کسی شخص کو مرشد کی صورت اس قدر غالب آ جائے کہ جب بھی وہ توجہ کرے اس کو حاضر پائے، اس شخص کو مرشد کی خدمت میں حاضر ہونا ضروری ہے یا نہیں۔ میرے مخدوم! جب مرید کو

www.maktabah.org

پیر کی صورت ہر وقت مستحضر ہے تو اس کو نسبتِ رابطہ کہتے ہیں اور ہمارے بزرگوں نے اسی نسبت کی طرف اشارہ کیا ہے جیسا کہ انھوں نے فرمایا ہے ؎

سایۂ رہبر بہ است از ذکرِ حق [رہبر کا سایہ حق تعالیٰ کے ذکر سے بہتر ہے]

یعنی یہ نسبت جو کہ پیر کی صورت کو مستحضر رکھتا ہے مرید کو ذکر سے زیادہ نفع دینے والی ہے اور اس معنی کا غلبہ و دوام مرید کے لئے بہت بڑی نعمت ہے گویا وہ ہر وقت حضور میں ہے اور پیر سے بسہولت فیض اخذ کرتا ہے اور نیز اس کا حاصل ہونا پیر کے ساتھ مناسبتِ کاملہ کی خبر دیتا ہے اس کے باوجود پیر کی خدمت ۱۹۶
میں حاضر ہونا ایک اور ہی اثر رکھتا ہے اور دوسرے فائدے بخشتا ہے، صاحبِ رابطہ مرید کو جو کہ کمال کی حد کو نہیں پہنچا ہے پیر کی خدمت میں حاضر ہونا لازم و ضروری ہے اور اس کو صحبت سے چارہ و مفر نہیں ہے اس کا صورت (تصور) اور رابطہ پر اکتفا کرنا غلطی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب صحبت اور حاضری کی بدولت اصحاب ہوئے ہیں اور بلند درجات پر پہنچے ہیں، اویس قرنیؒ نے اگرچہ معنوی مناسبت کی راہ سے آنحضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باطن سے فیوض حاصل کئے ہیں لیکن چونکہ وہ صحبت کے شرف سے مشرف نہیں ہوئے صحابۂ کرام (رضی اللہ عنہم) کے درجے سے پیچھے رہے اور تابعین کے گروہ میں داخل ہوئے، پیر کی صورت حقیقت میں عین پیر نہیں ہے اور پیر سے بے نیاز نہیں کرتی، پیر میں وہ چیزیں ہیں جو کہ اس کی صورت میں نہیں ہیں، کسی نے خوب کہا ہے ؎

گر مصور صورتِ آں دلستاں خواہد کشید حیرتے دارم کہ نازش را چساں خواہد کشید

[اگر مصور اس دلربا (محبوب) کی تصویر کھینچے گا تو میں حیرت میں ہوں کہ اس کے ناز کو وہ کس طرح (تصویر میں) کھینچ سکے گا]

آپ نے پوچھا تھا کہ "اگر کسی شخص پر وقت سعدؔ غالب آگیا ہے کہ مجلس اور تنہائی اس کے لئے یکساں ہو گئی ہے تو اس کو خلوت اختیار کرنا اور گوشہ نشین ہونا ضروری ہے یا نہیں" میرے مخدوم! وقتؔ حال حاصل کرنے کے لئے گوشہ نشین ہونا ضروری نہیں ہے لیکن خلوت (تنہائی) میں بہت سے فائدے ہیں مثلاً طاعات و اذکار کی پابندی سے ظاہر کو باطن کے ساتھ جمع کرنا اور فضول کاموں کو کم کرنا وغیرہ جیسا کہ مخلوق کے ساتھ میل جول رکھنے میں مخلوق کی گزند کے ذریعے ظاہری غفلت، فضول کلام کا ارتکاب اور نامحرموں پر نظر پڑنا وغیرہ بہت سے نقصانات ہیں، پس ان فوائد کو حاصل کرنے اور نقصانات کو دور کرنے کے لحاظ سے مخلوق سے کنارہ کشی اختیار کرنا مستحسن اور ضروری ہے بشرطیکہ مخلوق کے حقوق تلف نہ ہوں اور ادا ہو جائیں اَلْعُزْلَۃُ مُنْیَۃُ الصِّدِّیْقِیْنَ (گوشہ نشینی صدیقین کی آرزو ہے) آپ نے سنا ہو گا۔ اور نیز اس قسم کا کوئی آدمی اگر ایک وقت و حال سے دوسرے وقت و حال کی طرف ترقی

حاصل کرنے کے لئے بلکہ حال سے حال کو بدلنے والے کی طرف ترقی کرنے کے لئے خلوت میں بیٹھے تو گنجائش ہے کیونکہ ایک حال میں رہنا کمال کی بات نہیں ہے۔

آپ نے پوچھا تھا کہ ارواح کا شہود (نزول ومشاہدہ) اور اُن سے سوال وجواب کرنا مراقبہ میں بہتر ہے یا صریحاً دیکھنا بہتر ہے۔ میرے مخدوم! صریحاً دیکھنا بہتر ہے اس کے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے لیکن مراقبہ کے بغیر اور آنکھ بند کئے بغیر بھی جو شخص دیکھے گا وہ باطن کی آنکھ سے دیکھے گا نہ کہ سر کی آنکھ سے اگرچہ معتد بہ (معتبر) کمال اس شہود کے ساتھ وابستہ نہیں ہے۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ الصلوٰت والتسلیمات والبرکات العلیٰ۔

مکتوب ۵۱

محمد مقیم قصوری کے نام فضائلِ ظاہری سے اعراض اور کمالاتِ باطن حاصل کرنے پر ترغیب اور بعض کمالات کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ والسلام علیٰ رسول اللہ، فضائل دستگاہ جناب برادرم کا گرامی نامہ موصول ہوا اور مسرور وخوش وقت کیا امید ہے کہ اسی طرح اس دور افتادہ کو یاد کرتے رہیں گے، آپ نے جو اپنے عربی و فارسی اشعار ارسال کئے تھے ان کا مطالعہ کیا گیا اچھے ہیں اور آپ نے بلند ارادے کئے ہیں، اس برادر گرامی کی اسقدر بزرگی دوستوں کو ہمیں معلوم نہیں تھی خدا کرے یہ بزرگی اور زیادہ ہو، قُل رَّبِّ زِدْنِي عِلْمًا[1] (کہہ دیجئے کہ اے میرے رب میرا علم زیادہ فرمادیجئے)۔ لیکن عربی کے شعر میں علوم عربیہ کے قواعد کی رعایت ضروری ہے جب تک ان علوم میں مہارت نہ ہو عربی کے شعر میں الجھنا کیا ضروری ہے۔ میرے مخدوم! شعر اور اس کی مانند کوئی دوسری چیز خواہ کتنی بھی بلند درجہ پر پہنچ جائے صوری (ظاہری) فضائل میں داخل ہے کہ اہلِ معنی کے نزدیک اعتبار کے لحاظ سے ساقط ہے ۔

قومے ز وجودِ خویش فانی رفتہ ز حروف در معانی

[ایک قوم اپنے وجود سے فانی (بےخبر) ہے وہ حروف سے معانی کے اندر چلی گئی ہے] کوشش کریں کہ اس معنی سے جس کو سیر معشوق در عاشق سے تعبیر کیا جاتا ہے بلکہ عاشق کا نفی ہو جانا ہے کلی طور پر حظ حاصل کریں، معنی حاصل ہونے کے بعد حروف کے ساتھ تعلق رکھنا نقصان نہیں پہنچائے گا ع

---

[1] سورۃ طٰہٰ آیت ۱۱۴

www.maktabah.org

ہر چہ خوباں کنند خوب آید [جو کچھ حسین کرتے ہیں اچھا ہوتا ہے]

لیکن معنی کے متحقق ہونے سے پہلے صورتوں اور حروف میں رہ جانا بیکار بات ہے (صرف کہنے اور سننے سے کوئی کام نہیں چلتا) ذلت و عاجزی کی صفت کے ساتھ ہمیشہ بارگاہ قدس کی طرف متوجہ رہنا درکار ہے اور فنائیت و نیستی کی صفت کے ساتھ جو کہ حقیقت میں کمال بے وصفی و بے صفتی ہے متواتر مراقبہ مطلوب ہے تاکہ ایسا ہو کہ معنی کی چاشنی کا ایک قطرہ اس کی جان کے حلق میں ٹپکائیں اور اس کو اس سے ابدی سیرابی عطا کردیں اور یہ اُس (اللہ) سبحانہ وتعالیٰ کا کام ہے اور محض عنایت و بخشش ہے جو چیز کہ بظاہر اس کے ساتھ وابستہ ہے وہ ہمیشہ کی عبودیت (بندگی) اور تلاش ہے اور ہمیشہ پیاسا اور بے آرام رہنا ہے اور اس کے علاوہ کسی اور چیز سے محبت نہ کرنا اور اس کے شوق کی آگ میں جلنا اور ہر وقت اس کے ساتھ بیقرار رہنا اور اس سوز کے ساتھ پگھلنا ہے آیہ کریمہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ؎ [اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا ہے] اس معنی کے لئے شاہد ہے اور بارگاہِ قدس کے بعض شیدائی ۱۶۸
لیعبدون سے لیعرفون مراد لیتے ہیں اور غور و فکر کے بعد دونوں عبارتوں کا نتیجہ ایک ہی ہے کیونکہ بہترین عبادت ذکر ہے اور ذکر کا کمال درجہ مذکور میں فنا ہو جانا ہے جو کہ معرفت کا حاصل ہے، کیونکہ اہل اللہ کے نزدیک معرفت سے مراد فنائی المعروف ہے پس عبادت جب کمال کے درجے کو پہنچ جاتی ہے معرفت کے ساتھ ایک ہو جاتی ہے۔ یا ہم یہ کہتے ہیں کہ لیعبدون کے معنی یہ ہیں کہ وہ خلوص کے ساتھ میری پرستش کریں کہ خواہشِ نفسانی اور شیطان کو اس میں دخل نہ ہو اور وہ فنا اور معرفت کے بغیر حاصل نہیں ہوتی پس اس تقدیر پر عبادت معرفت کے بغیر تصور نہیں کی جاسکتی، یہ ہے اصل بات میرے بھائی ہمیشہ کی معرفت و عبادت اگرچہ اس شخص کے ساتھ وابستہ ہے (لیکن) جب تو اچھی طرح دیکھے گا (تو معلوم ہوگا کہ) وہ بھی عنایت کے پیش آئے بغیر حاصل نہیں ہوگی پس وسائل و مقاصد میں لطف (مہربانی) کا پیش قدمی کرنا ضروری ہے اور ابتدا و انتہا میں عنایت کی دستگیری ہونی چاہئے باقی سب ہیچ ہے اتنا ہے کہ بظاہر لوگوں نے اسباب وسائل کو اس طرف چھوڑ دیا ہے اور مقاصد و نتائج کو خود سے وابستہ کر لیا ہے اور حقیقت میں سب کچھ اسی کے ساتھ وابستہ ہے اور دوسری کوئی چیز درمیان میں حائل نہیں ہے اِلَيْهِ يُرْجَعُ الْأَمْرُ كُلُّهُ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ؎ [کام سب کا سب اسی کی طرف لوٹتا ہے پس اسی کی عبادت کر اور اسی پر بھروسہ کر]

؎ سورۃ ۵۱ آیت ۵۶ - ؎ سورۃ ۱۱ آیت ۱۲۳

www.maktabah.org

مکتوب ۵۲

ارشاد پناہ میر محمد نعمان قدس سرہ کی خدمت میں آیہ کریمہ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ اور اس کے ساتھ والی آیہ کریمہ کی تاویل میں تحریر فرمایا ہے۔ یہ مکتوب باتعلق تکمیل کو نہیں پہنچا۔

حققنا اللہ سبحانہ و ایاکم بکمال الانقطاع الی اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہم اور آپ کو اپنے ماسوا سے کمالِ انقطاع و بے تعلقی کے ساتھ متحقق و مشرف کرے اس طرح پر کہ باطن کی آنکھ میں نہ اس کا عین باقی رہے اور نہ اثر باقی رہے تاکہ کامل انقطاع حاصل ہو جائے جس کی طرف اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں اشارہ کیا گیا ہے وَتَبَتَّلْ اِلَیْهِ تَبْتِیْلًا ؏ (اور اس کی طرف پوری طرح انقطاع کر لے) یعنی اپنے نفس اور تمام لطائف عالمِ امر و عالمِ خلق سے اور کمالاتِ وجودیہ سے جو کہ ان (لطائف عشرہ) کی طرف راجع ہیں کامل انقطاع کر لے اور تقویٰ کی حقیقت یہی انقطاع و بے تعلقی ہے اور اللہ تعالیٰ کے قول یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ الآیہ میں اس چیز کی طرف اشارہ ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے یعنی لے صورۃ (ظاہری طور پر) ایمان لانے والو ماسوی اللہ سے قطع تعلق کرو اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طرف خلوت اختیار کرو اور حضرت ذات مطلق کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے موانع و قیود سے پوری طرح قطع تعلق کر لو جیسا کہ قطع تعلق کرنے اور ہٹ جانے کا حق ہے اس طرح پر کہ تمہاری ذوات اور تمہاری طرف
۱۶۹ لوٹ آنے والے کمالات کا کچھ بھی اثر باقی نہ رہے اور تمہاری فنائیت تمام لطائفِ عالمِ خلق و امر میں سرایت کر جائے اور تم اس موت کے ساتھ ہرگز نہ مرو جو کہ موت سے قبل ہے (یعنی فنائیت) مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو یعنی ہمیشہ تمام احوال میں اسلام حقیقی سے مشرف ہو چکے ہو کہ (جملہ وانتم مسلمون کا) اسمیہ ہونا دوام و استمرار پر دلالت کرتا ہے۔ پس اس آیہ کریمہ میں دائمی موت و فنا پر ترغیب ہے تاکہ اس پر جو اسلام و بقا مرتب ہو وہ بھی دائمی ہو بخلاف صاحب تجلی برقی کے کہ وہ دائمی موت (دائمی فنا) سے نہیں مرا ہے تاکہ یہ تجلی بھی اس کے حق میں دائمی ہو جاتی اور یہ جان لینا چاہیے کہ تجلی برقی کسی چیز میں خالص تجلی ذاتی سے نہیں ہے اور بلاشبہ وہ تجلی ذاتی شانِ الٰہی کے ملاحظہ کے ساتھ ہے جو کہ جلدی پوشیدہ ہو جانے والی ہے اور ذات جب جلوہ افروز ہے تو اس کے لئے پوشیدگی نہیں ہے اور تم سب کے سب اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوط پکڑو یعنی حقیقت جامعہ کلیہ (کو مضبوط پکڑو) جس کو حقیقتِ محمدیہ سے تعبیر

لہ سورۃ ۳ آیۃ ۱۰۲۔ ٢ہ سورۃ ۷۳ آیۃ ۸۔

www.maktabah.org

کیا جاتا ہے تاکہ اس رسی کو مضبوط پکڑنا حضرتِ ذاتِ مطلق (اللہ تعالیٰ) کی بارگاہ میں پہنچنے کا ذریعہ ہو جائے اور اسماء و اعیانِ جزئیہ کے متفرق (مختلف) ہونے کے ساتھ تم متفرق نہ ہو جاؤ پس بیشک اسمائے جزئیہ اور طرق متفرقہ جب تک حضرتِ اجمال تک منتہی نہیں ہونگے اُس وقت تک تم بارگاہِ ذاتِ مطلق تک نہیں پہنچو گے اور تم اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو بعد اس کے کہ اس نے تم کو حقیقتِ جامعہ میں جمع کیا جبکہ تم اسماء کے متفرق ہونے کے ساتھ (ایک دوسرے کے) دشمن تھے کیونکہ ان کے بعض کا مقتضیٰ دوسرے بعض کے مقتضیٰ سے ٹکراتا تھا پس اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی اس طرح پر کہ تم کو ایک ہی حقیقتِ جامعہ میں جمع کر دیا اور تم کو ایک قلبِ واحد یعنی قلبِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر کر دیا پس تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی ہو گئے جو کہ ایک ہی حقیقت (حقیقتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم) سے پیدا ہوئے ہیں اور اسی سے فیوض لینے والے ہیں جیسا کہ سب بھائی ماں سے اخذ کرتے ہیں۔

مکتوب ۵۳

حقائق و معارف پناہ خواجہ محمد ہاشم کشمی کے نام اُن کے بعض کمالات کے بیان میں اور اپنے مخصوص اسرار میں سے کسی بھید کی طرف اشارہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین محمد وآلہ اجمعین، ہم امیدوار ہیں کہ وہ برادرِ گرامی وصائل کی اقسام سے رہائی حاصل کر کے مدلولِ حقیقی کے ساتھ مل جائیں اور جزئی سے کلی کے ساتھ اور وہاں سے اوپر کے مقام تک ملحق ہو جائیں اور قوسین سے او ادنیٰ تک پہنچ کر اور خالص کو مخلوط (مرکب) سے جدا کر کے اور دائرہ صباحت سے گذر کر ملاحت کے نقطے کے دامن کے ساتھ چنگل ماریں بلکہ المرء مع من احب [آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے محبت کرے] کے بموجب مذکورہ نقطہ کے مرکز کے بطون (پوشیدگیوں) میں نفوذ کر جائیں اور علم سے نادانی (جہل) میں اور گفتگو سے خاموشی میں آ جائیں اور نفی کے معاملہ کو پس پشت ڈال کر کلی طور پر اثبات کے نگراں ہو جائیں بلکہ وہاں سے مجہول الکیفیتی کا حصہ حاصل کریں اگرچہ مختصر طور پر ہی ہو اور خلیل سے حبیب علیہما الصلوٰۃ والسلام و علیٰ محبہما کی طرف متوجہ ہوں ع

با کریماں کارہا دشوار نیست [کریموں کے لئے کوئی کام دشوار نہیں ہے]

آپ کی فطرت کی بلندی اور محبتوں اور فریفتگیوں سے یہ امور قریب ہیں بلکہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ثابت ہیں لیکن مجھ جیسے ناقابل پست استعداد کو کہ جس نے اپنی تمام قابلیت کو لغزشوں اور گناہوں پر صرف کیا ہے

www.maktabah.org

کیا طاقت ہے کہ ان بزرگ مطالب کا خیال کر سکے، اس بات کو تکلف یا کسرِ نفسی پر محمول نہ کریں کہ یہ واقع کا بیان ہے ہاں اسقدر پایا ہے کہ اس نالائقی و گناہ کے باوجود ایک سِرّ اس کی فطرت و ذات میں ودیعت رکھا ہے کہ مستودع (جس کے پاس امانت رکھا گیا ہے) کو اس کی حقیقت سے کما حقہ اطلاع نہیں دی ہے وہ ہمیشہ اپنی فطرت کا والہ و شیدا ہے اور ہر وقت اس کے ساتھ محبتیں رکھتا ہے بلکہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ وہ سِرّ اس کے ودیعت رکھنے والے کے نزدیک بھی محبوب ہے والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۵۲

جاناں بیگم کے نام محبوب کے رنج دینے کی خوبی اور عشق کے اسرار کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم فعل الحکیم لا یخلو عن حکمۃ (حکیم اللہ تعالیٰ کا فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا) جو کچھ جمیلِ مطلق (اللہ تعالیٰ) کی طرف سے پہنچے گوارا و پسندیدہ ہے ؎

مے تلخست جورِ گلعذاراں
کہ ہر چندش خوری باشد گواراں

[حسینوں کا جور و ستم تلخ شراب کی مانند ہے کہ اس کو جتنا بھی پیا جائے خوشگوار لگتی ہے] بلا (مصیبت) محبوب کا تازیانہ (کوڑا) ہے جو کہ محب کو ماسوا کی طرف التفات کرنے سے باز رکھتا ہے اور (صرف) محبوب کی جانب رہنمائی کرتا ہے، بلا محبوب کی کمند ہے جو کہ محب (محبت کرنے والے) کے ہر گوشہ و ریشہ میں اٹکی ہوئی ہے اور کشاں کشاں (اس کی طرف) لے جاتی ہے ؎

من نہ باختیارِ خود می روم از قفائے او
آں دو کمندِ عنبریں می بردم کشاں کشاں

[میں اپنے اختیار سے اس کے پیچھے نہیں جاتا ہوں اس کی دو عنبریں کمندیں کشاں کشاں کھینچ کر مجھ کو لے جاتی ہیں]

بلا (مصیبت) محب و محبوب کے درمیان دلالہ ہے جو اپنی دلالگی کی خوبی سے ایک کو دوسرے سے ملاتی ہے اور عالمِ مجاز میں عاشق کی جانب سے معشوق کیلئے دلالہ ہے، یہ عجیب بات ہے کہ اس مقام میں دلالہ معشوق کی جانب سے ہے ہاں سبقت اصل کی طرف سے ہونی چاہئے فرع جو کچھ رکھتی ہے اصل سے رکھتی ہے فرع کسی امر میں بذاتِ خود استقلال نہیں رکھتی یہ عشق و محبت جو اس میں ہے یہ بھی اسی کی طرف سے ہے اور اسی کا عطیہ ہے ؎

ادائے حقِ محبت عنایتے ست ز دوست
وگرنہ عاشقِ مسکیں بہیچ خورسند است

[دوست کی مہربانی ہے کہ وہ محبت کا حق ادا کرتا ہے ورنہ اگر وہ کچھ بھی (محبت) نہ کرے تو عاشقِ مسکین پھر بھی خوش ہے]

www.maktabah.org

معشوق کا ناز اگرچہ استغنا و بے پروائی کا تقاضا کرتا ہے کہ وہ اس کی طرف مائل نہیں ہوتا لیکن جب تو اچھی طرح دیکھے (تو معلوم ہوگا کہ) عشق دونوں طرف سے ہے اور محبوب بھی محب کی طرح محب کا مشتاق ہے حدیثِ قدسی میں ہے الاطال شوق الابرار الی لقائی وانا الیھم لاشد شوقا [آگاہ رہو کہ ابرار کا شوق میرے ملنے کی طرف زیادہ ہو گیا ہے اور میں ان کی ملاقات کا نہایت شدت سے شوق رکھتا ہوں] کسی نے کیا اچھا کہا ہے ؎

عاشقاں ہر چند مشتاقِ جمالِ دلبرند
دلبراں بر عاشقاں از عاشقاں عاشق ترند

[عاشق لوگ اگرچہ دلبر کے جمال کے مشتاق ہیں لیکن دلبر عاشقوں پر عاشقوں سے بھی زیادہ عاشق ہیں] لیکن معشوق کا عشق پوشیدگی اور پردے میں ہے ؎

پری رُو از بروں آلودہ شرم
دروں از شعلہ ہائے دوستی گرم

[پری رُو (محبوب) باہر سے شرم آلودہ ہے اور اندر سے دوستی کے شعلوں کے ساتھ گرم ہے] اور عاشقوں کا عشق بے پردہ ہے

عشقِ معشوقاں نہان ست و ستیر
عشقِ عاشق با دو صد طبل و نفیر

لیک عشقِ عاشقاں تن زہ کند
عشقِ معشوقاں خوش و فربہ کند

[معشوقوں کا عشق پوشیدہ اور مستور ہے اور عاشقوں کا عشق دو سو ڈھول اور نفیریوں کے ساتھ ہے لیکن عاشقوں کا عشق بدن کو کمان (کی طرح کمزور و ٹیڑھا) کر دیتا ہے اور معشوقوں کا عشق خوش و فربہ کرتا ہے] والسلام

مکتوب ۵۵

مولانا محمد حنیف کے نام ایک دوست کے حال کے جواب میں لکھا ہے کہ اس نے لکھا تھا کہ اس کے دل و دماغ سے خطرہ برطرف ہو گیا ہے۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ برادر عزیز خواجہ محمد حنیف کے مکتوب گرامی نے وصول ہو کر مسرور کیا۔ صبغتہ اللہ و حافظ عافیت کے ساتھ پہنچ گئے ہیں اور آپ سے بہت خوش آئے ہیں حق سبحانہ و تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے۔ آپ نے ملا نعمان صافی کے حالات کے بارے میں لکھا تھا کہ "اس کے بعد گم شدگی اور نیستی (فنائیت) بہت غالب ہوئی اور قلب و دماغ سے خطرات ایک لخت جاتے رہے اور عجیب و غریب کیفیات ظاہر ہونے لگیں الخ" میرے مخدوم! اس دوست کے تمام احوال مسلّم (درست) ہیں لیکن دماغ سے خطرہ کا مطلق طور پر دفع ہو جانا محلِ غور ہے جب خطرہ قلب سے اٹھ جاتا ہے تو دماغ میں چلا جاتا ہے دماغ سے جو کہ حواسِ باطنہ کا محل ہے جب برطرف ہو جائے تو کہاں جائے۔ یہاں ایک سِر ہے

www.maktabah.org

کہ ہمارے حضرت قدسنا اللہ بسحانہ بسرہ الاقدس اس کے ساتھ ممتاز تھے دوسروں کو بھی کیا حاصل ہوگا، آپ نے جو اجازت بعض دوستوں کو دی ہے جو کچھ استخارہ کے بعد واقع ہوا ہے امید ہے کہ وہ مبارک ہے، والسلام

مکتوب ۵۶

مولانا محمد صدیق کے نام مراقبے کے علاوہ (دوسرے اوقات) میں کیفیت کے کثرت سے ظاہر ہونے کے بھید میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ، برادر عزیز مولانا محمد صدیق نے لکھا تھا کہ مراقبہ اور غیر مراقبہ کی حالت یکساں ہوگئی ہے بلکہ بعض اوقات جبکہ میں مراقب نہیں ہوتا کیفیت بہت زیادہ ظاہر ہوتی ہے اور پابندی و توجہ و مراقبہ کے وقت میں کیفیت و حلاوت بہت کم حاصل ہوتی ہے اور توجہ نہ کرنے کے وقت میں بعض اوقات خاص کیفیات مشاہدہ میں آتی ہیں۔

میرے مخدوم! یہ یافت (حصول کیفیات) اصالتِ نسبت کی خبر دیتی ہے اور آفاق و انفس سے ماوراء کا پتہ دیتی ہے، مراقبہ کی وضع گویا نسبتِ انفسی (حاصل کرنے) کے لئے ہے اگرچہ یہ کلیہ (قاعدہ) نہیں ہے اور کبھی اس کے خلاف بھی ظاہر ہوتا ہے چنانچہ ایک بزرگ نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے ؎

چوں جلوۂ آں جمال بیروں ز تو نیست ۔۔۔ پا در دامان و سر بجیب اندر کش

(جب اس جمال (حسن) کا جلوہ تجھ سے باہر نہیں ہے تو پاؤں دامن میں اور سر گریبان کے اندر کھینچ لے) دائرۂ ظل کی نہایت انفس کی نہایت ہے آفاق اور انفس کے باہر ظل نہیں ہے (بلکہ) نسبتِ اصالت میں ابتدا ہے اور نیز ہمارے بزرگوں کی نسبت دریا معشوق کا حکم رکھتی ہے تو اس کے ساتھ جس قدر وابستگی رکھے گا اور توجہ کرے گا اور اس کے لئے مراقبہ میں بیٹھے گا وہ ناز و ادا میں آئے گا اور خود کو ایک طرف کھینچے گا اور جب اس کو اس کے حال پر چھوڑ دے گا تو جلوہ دکھائے گا اور اپنی شان کے مطابق ظہور فرمائیگا۔ والسلام علیکم وعلی من لدیکم۔

مکتوب ۵۷

میرزا عبید اللہ کے نام بعض مواجید (وجد و حال) کے جواب میں جو انہوں نے لکھے تھے تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ، معزز و مکرم بھائی کے دو خطوط کہ جن میں بہت

www.maktabah.org

عرصے کے بعد دُور افتادہ فقرا کو یاد کیا ہے کیونکہ بعد دیگرے پہنچ کر نہایت فرحت بخش ہوئے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا حمد و شکر ہے ۱۴۳
کہ فقرا کے ساتھ رابطہ اور باطنی ذوق و شوق میں مخالف صحبت کے باوجود کوئی فتور داخل نہیں ہوا ہے
بلند و روشن احوال کے مطالعہ سے جو کہ خط میں درج کئے ہوئے تھے ذوق یاب اور لذت اندوز ہوا۔ اور یہ جو
دوسرے خط میں تحریر تھا کہ "باطنی اذواق سے مغلوب ہونے کے باوجود ظاہر پوری طرح شریعتِ غرّا کے
مطابق ہے بلکہ شرائع کے آئینے میں جو مواجید مشاہدہ ہوتے ہیں بہت زیادہ لذت دیتے ہیں تھ"۔ (اس نے)
ذوق پر ذوق بڑھایا۔ حق سبحانہ و تعالیٰ نے آخرت کی نجات کا مدار شریعتِ حقہ کے ساتھ جو کہ وحیِ قطعی سے
ثابت ہو چکی ہے وابستہ کیا ہے اور اپنے قرب کو سنتِ منورہ کے اتباع پر موقوف کیا ہے، آیت کریمہ قُلْ
إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ الآیہ اس بات کی خبر دیتی ہے۔ اور یہ جو بعض سالکوں کو راہِ سلوک طے کرنے کے
دوران بعض امور جو بظاہر طریقۂ نبوت کے خلاف ہیں ظاہر ہوتے ہیں اگر وہ سالک مقبول بندوں میں سے
ہے تو اس کے ظاہر کو احکامِ شرعیہ کے ساتھ مزین رکھتے ہیں اور ہلاکتوں کے گرداب سے اس کی حفاظت
کرتے ہیں اور اس کے وجدان کے خلاف اس سے عمل کراتے ہیں، ایک جماعت کو اس شہود سے باہر نکال
لیتے ہیں اور کام کی حقیقت کی طرف جو کہ حقیقی اسلام ہے اور اس مقام میں کشوف کو علومِ شرعیہ
کے ساتھ مطابقت سے ہدایت دیتے ہیں اور ایک دوسری جماعت کو اسی شہود میں آخر تک رکھتے ہیں
لیکن مقبول بندوں کی نو مولود بچے کی طرح حفاظت فرماتے ہیں۔ الحمد للہ (آپ کے) پاکیزہ خطوط کے
مطالعہ سے بہت حظ حاصل ہوا، یہ جو آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ "حتی الامکان احکام (شرعیہ) کے
دائرے سے باہر نہیں جانے دیتے اور ہر حکم میں لطیفۂ دل کو ایک خاص ذوق حاصل ہے اور تمام مواجید
(وجد و حال) روشن سنت کے مطابق ہیں" یہ اصالتِ نسبت سے ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ "فرائض ادا کرنے میں ایک وجدان ہے کہ سنت میں وہی معنی تفصیل کے
طور پر ہیں" یہ وجدان صاحبِ معنی کے کمال کی خبر دینے والا ہے اور جب کمال الکمال تک ترقی واقع
ہوتی ہے تو فرائض میں ایسے معنی حاصل کرتا ہے کہ نوافل میں ان کا کوئی پتہ و نشان نہیں ہوتا۔

آپ نے لکھا تھا کہ "قرآن مجید کی قراءت میں تلاوت کرنے والا وقتِ تلاوت اپنے آپ کو نہیں پاتا اور کلام میں
متکلم کو پاتا ہے اور اس نسبت کے پلنے میں بھی دوسری نسبتیں ہیں جہاں بادشاہوں کی بخششوں کو انہی کی سواریاں
اٹھاتی ہیں اور اس معنی کی طرف اشارہ کرنے والی باتوں میں سے وہ بات بھی ہے جو شیخ الشیوخ قدس سرہ نے
عوارف المعارف میں کہی ہے کہ صوفی کے نزدیک جب توحید کی پیشانی کا نور چمکتا ہے اور وہ اپنے کان سے وعد و وعید
سنتا اور اپنا دل ماسوا اللہ تعالیٰ سے خالی کرنے کی طرف لگا دیتا ہے تو وہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے سامنے حاضر و شہید ۱۴۴

ہو جاتا ہے تو وہ مداومت کے دوران اپنی زبان یا اپنے غیر کی زبان کو شجر موسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مانند دیکھتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خاص اُس (موسیٰ علیہ السلام) کو اُس (درخت کے واسطے) سے اپنا یہ خطاب کہ اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰهُ (بیشک میں اللہ ہوں) سنایا پس جبکہ اس (موسیٰ علیہ السلام) کا اس کلام کو سننا اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھا اور یہ استماع (سننے کے لئے کان لگانا) اللہ تعالیٰ کی طرف تھا اس لئے اس کا سننا اس کا دیکھنا اور اس کا دیکھنا اس کا سننا اور اس کا علم اس کا عمل اور اس کا عمل اس کا علم ہو گیا اور اس کا اول اس کے آخر کی طرف اور اس کا آخر اس کے اول کی طرف لوٹا۔ والسلام علیکم

مکتوب ۵۸

مولانا اللہ داد کے نام نسبت باطن کی محافظت پر ترغیب دینے کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، برادر عزیزم میاں اللہ داد کا مکتوب مرغوب وصول ہو کر مسرت ہوئی، اسی طریق پر احوال لکھتے رہنا چاہئے کیونکہ یہ باطنی رابطہ کی تقویت کا سبب اور غائبانہ توجہ کا باعث ہے، باطنی نسبت کی حفاظت کرنا نہایت اہم کام ہے اور ماسوی اللہ کی طرف التفات کرنے سے اپنے سرّ (باطن) کی نگہداشت اشرف مقاصد میں سے ہے، درس سے فراغت کے بعد دن رات میں ایک دو وقت خلوت (تنہائی) کے لئے مقرر کرنے چاہئیں تاکہ اغیار کی مزاحمت کے بغیر اذکار و افکار کے وظائف میں مشغول رہیں اور اس نمود بے بود سے اپنے وجود اور اس کے متعلقات کی نفی کریں، ایک بزرگ نے کہا ہے کہ وجود بشریت کی نفی کرنے میں ایک ساعت کوشش کرنا ظاہری عبادت گذاروں کی کئی سال عبادت سے بہتر ہے۔ والسلام علیکم وعلیٰ من لدیکم (تم پر اور تمہارے نزدیک والوں پر سلامتی ہو)۔

مکتوب ۵۹

مولانا محمد صدیق پشاوری کے نام نیاز (عاجزی) کو لازم پکڑنے اور وجود کی نفی کرنے کی ترغیب میں تحریر فرمایا

حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ آپ کو ہدایت و ارشاد کے مراتب پر ترقی بخشے، رخصت کے وقت سے (ابتک) آپ کی طرف سے کوئی مکتوب وصول نہیں ہوا، دل منتظر ہے کہ آپ کس طرح پر زندگی گذار رہے ہیں اور کن لوگوں کے ساتھ صحبت رکھتے ہیں، کوئی شخص سلسلہ میں داخل ہوا ہے یا نہیں اگر ہوا ہے تو کس

www.maktabah.org

کیفیت کے ساتھ ہوا ہے، مختصراً معلوم ہے کہ اوقات پختہ و مضبوط رکھتے ہیں خاص فنائیت آپ کی ذات میں ودیعت ہے جو کہ دوستوں کے لئے رشک کا باعث ہوتی ہے اس پر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا شکر ہے امید ہے کہ ناکامی و پریشانی کے حالات میں مستقیم رہیں گے اور حادثات و مصائب سے مذبذب نہ ہوں گے، کسی نے کیا اچھا کہا ہے ؎

ﮐﺼ

من بعد من و شکستگی و درِ دوست ۔۔۔ چوں دوست دلِ شکستہ میدارد دوست

[اس کے بعد میں ہوں اور شکستگی ہے اور دوست کا دروازہ ہے چونکہ دوست دل شکستہ کو دوست رکھتا ہے۔]

اور عام اوقات میں بشریت کے وجود کی نفی میں کوشش کریں تاکہ معاملہ انتہا تک پہنچ جائے اور ظل سے اصل کی طرف چلا جائے اور گوش (سننے) سے آغوش (حصول) تک پہنچ جائے پھر آپ کے ساتھ جو کچھ معاملہ کیا جائے گا کیا جائے گا، کسی نے کیا اچھا کہا ہے ؎

چکد مشکِ تر از دستم گر آں گیسو بچنگ افتد ۔۔۔ دمد صبح از گریبانم گر آں مہ در کنار آید

[اگر وہ گیسو چنگل (ہاتھ) میں آجائیں تو میرے ہاتھ سے تر مشک ٹپکنے لگے، اگر وہ ماہ (محبوب) گود میں آجائے تو میرے گریبان سے صبح طلوع ہو جائے] والسلام

مکتوب ۶۰

خواجہ محمد فاروق کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ شریعت تمام کمالات کی اصل ہے خواہ وہ کمالاتِ نبوت ہوں یا کمالاتِ ولایت ہوں۔

الحمد للہ و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔

ز ہر چہ می رود سخن دوست خوشتر است ۔۔۔ [دوست کی جو بات بیان کی جائے پسندیدہ ہے]

میرے مخدوم! کمالاتِ ولایت شریعت کی صورت (ظاہر) کا نتیجہ ہیں اور کمالاتِ نبوت شریعت کی حقیقت (باطن) کا پھل ہیں پس ولایت و نبوت کے کمالات میں سے کوئی کمال ایسا نہیں ہے جو کہ شریعت کے دائرہ سے باہر ہو اور وہ اس (شریعت) سے بے نیاز ہو، ہاں بعض معاملات جو کہ مذکورہ کمالات کے علاوہ ہیں کہ جن کے حاصل ہونے میں اعتقاد و عمل کی کوئی تاثیر نہیں ہے ان کا افاضہ ہونا تفضل و احسان کی راہ سے ہے اور وہ معاملات اصالتاً انبیائے مرسل علیٰ نبینا و علیہم و علیٰ جمیع الانبیاء الصلوٰت و البرکات کے ساتھ خصوصیت رکھتے ہیں اور ان سے گزرنے کے بعد وہ معاملات ہیں کہ جن کا فیضان محبت کی راہ سے ہے جو کہ تفضل و

احسان سے اوپر ہے کہ بالاصالت حبیب و کلیم علیہما الصلوٰۃ والسلام کا حصہ ہے اور جو معاملات کہ محبوبیتِ ذاتیہ سے تعلق رکھتے ہیں حضرت حبیب علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کے لئے خاص ہیں، یہ معاملات اگرچہ شریعت غرا (روشن) کے دائرے سے باہر ہیں لیکن چونکہ شریعت اصل و بنیاد ہے (اس لئے) اس سے کسی قسم کا استغنا نہیں رکھتے۔ جان لیں کہ یہ مذکورہ معاملات اگرچہ اصالت کے طور پر ان اکابر کے ساتھ مخصوص ہیں لیکن جائز ہے کہ ان کے کامل تابعداروں کو (بھی) وراثت کے طور پر ان سے حصہ مل جائے اور متبوع کی طرح اس کے طفیل میں اس کی خاص دولت سے ہم آغوش ہو جائے (حاصل کرلے) ع

دمد صبح از گریبانم گر آں مہ در کنار آید (اگر وہ ماہ (محبوب) گود میں آجائے تو میرے گریبان سے صبح طلوع ہو جائے)

چونکہ تابع ہمیشہ طفیلی اور اس کے دسترخوان سے کھانے والا ہے (اس لئے) متبوع کے ہمسر ہونے کی بہ نسبت اس کے مساوی اور افضل ہونے کا توہم لازم نہیں آتا ہے، یہ معارف حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) کے خاص اسرار میں سے ہیں، اور تابع کامل سے مراد وہ (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) خود ہیں یا جو ان کے مثل ہے ہم جیسے بوالہوسوں کو ان امور کا بیان کرنا اور سننا بھی حسن قبول کی شرط کے ساتھ غنیمت ہے اور اس کا ایمان رکھنا داخلِ کمال ہے۔ رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ والسلام ۱۲۶

مکتوب ۶۱

مولانا حسن علی کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ حال کا علم نہ ہونے کی وجہ سے حال کی نفی نہیں کرنی چاہئے اور یہ کہ طریقت کی تعلیم دینے کی اجازت دو طرح پر ہے۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ مولانا حسن علی احسن اللہ سبحانہ حالہ و حصل اٰمالہ [اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کے حال کو اچھا رکھے اور اس کی امیدوں کو پورا فرمائے] کا مکتوب مرغوب پہنچا حق سبحانہ وتعالیٰ اپنے پسندیدہ طریقہ پر قائم رکھے اور حصولِ مطلوب کے موانع سے بچائے۔

آپ نے لکھا تھا کہ "نہ تو علوم میں مشغول ہونے سے جاناں (محبوب) کی کوئی بو دماغ میں آتی ہے اور نہ ذکر و فکر ہی سے کوئی چیز جان کے حلق میں آتی ہے اس کے درمیان تذبذب نقد وقت ہے" میرے مخدوم! نسبت کا علم نہ ہونے کی وجہ سے باطنی نسبت کی نفی مطلقاً نہیں کی جاسکتی اس لئے کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ باطن کو ایک ایسی نسبت حاصل ہوتی ہے جو اس عالم (دنیا) کے مناسب ہے اور ظاہر کو ہرگز اس کی اطلاع نہیں ہوتی اور وہ اس کی نفی کرتا ہے اور اس کی وجہ سے قلق و اضطراب میں رہتا ہے پس ہم میں سے وہ شخص بھی ہے

www.maktabah.org

جس نے اس کو جان لیا اور وہ شخص بھی ہے جس نے اس کو نہیں جانا پس آپ جیسے لوگوں کو علم کی نفی کرنا عمل کی نفی کرنے سے بہتر ہے اور نیز چونکہ یہ گھر (دنیا) عمل کا گھر ہے اور اجر (بدلہ) کا گھر آگے آنے والا ہے اس لئے خود کو اعمال کی پابندی میں مشغول رکھنا چاہئے اور کسی مذبذب کے بغیر بتائے ہوئے طریقہ کی پابندی کرنی چاہئے عمل کے وقت میں اجر طلب کرنا اور اس کے ساتھ عمل سے رک جانا اپنے آپ کو اجر سے باز رکھنا ہے، حقیقی ملاقات کا مقام آگے ہے مَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ اللّٰهِ فَإِنَّ أَجَلَ اللّٰهِ لَآتٍ[1] [جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی امید رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی وہ ساعت آنے والی ہے] اس مقام (دنیا) میں انتظارِ مطلوب جو کہ محبت سے پیدا ہوتا ہے مطلوب میں مستغرق رہنے سے بہتر ہے اس لئے کہ پہلی چیز (انتظارِ مطلوب) عمل ہے اور وہ ترقی بخشنے والا ہے اور دوسری چیز (مطلوب میں مستغرق رہنا) اجر ہے جس کا کہ دوسرے عالم (آخرت) میں وعدہ کیا گیا ہے طالبین کی تسلی کے لئے جس چیز کا وعدہ کیا گیا ہے اس سے کچھ تو نے اور اس کے ظلال میں کسی ظل کے ساتھ آرام دیتے ہیں اور بعض کو یہ آرام بھی نہیں دیتے اور اجر موعود میں (وعدہ کئے ہوئے اجر میں) کمی نہیں کرتے۔ ایک بزرگ نے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا انہوں نے پوچھا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) توحید کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا جو چیز تیرے دل میں گذرے یا جو کچھ تیرے خیال میں آئے
پس اللہ تعالیٰ اس کے برعکس ہے" اور شاید آپ یہ چاہتے ہیں کہ مطلوب کو اس عالم میں آغوش میں لے آئیں اور ۱۶۷
عنقا کو جال میں پھنسا لیں، یہ مشکل ہے ؎

عنقا شکار کس نشود دام باز چیں   کاینجا ہمیشہ باد بدست ست دام را

[عنقا کو کوئی شخص شکار نہیں کر سکتا تو اپنا جال اٹھا لے کیونکہ یہاں ہمیشہ جال کے ہاتھ میں ہوا ہے یعنی اس کو کچھ حاصل نہیں ہے]

دوسری بات آپ نے یہ لکھی تھی کہ "شیخ ہونے اور ارشاد (ہدایت کرنے) کا مقام شرائط رکھتا ہے مثلاً طالبین کی قابلیتوں اور استعدادوں اور ان میں اثرات کے حاصل ہونے پر مطلع ہونا"۔ آپ جان لیں کہ طریقہ سکھانے کی اجازت دو قسم کی ہے ایک یہ کہ کسی کامل شخص کو خلافت دے اور مشیخت (پیر ہونے) کے مقام پر بٹھائے اور یہ وہ نہیں ہے جس کے متعلق ہم گفتگو کر رہے ہیں (اس لئے شرائط کی ضرورت نہیں ہے۔ (اجازت کی) دوسری قسم یہ ہے کہ کوئی کامل بزرگ کسی ناقص شخص کو اجازت دے اور اس مجاز (اجازت یافتہ شخص) اور اس کے مریدوں کے بعض فائدے اس ضمن میں ملحوظ رکھے اس صورت میں تمام شرائط درکار نہیں، ہمارے حضرت قطب المحققین مجدد الف ثانی قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس نے رسالہ مبداء و معاد[2] میں تحریر فرمایا ہے "کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کوئی کامل بزرگ کسی ناقص (مرید) کو طریقہ سکھانے کی اجازت دیتا ہے اور اس ناقص کے

[1] سورۂ ۲۹ آیت ۵ [2] مبدا و معاد منہاج ۳۹

www.maktabah.org

مریدوں کے اجتماع کے ضمن میں اس ناقص کا کام بھی تکمیل کو پہنچ جاتا ہے الخ" اور نیز اسی جگہ لکھا ہے" کہ نقص اگرچہ اجازت کے منافی (خلاف) ہے لیکن (جب) کامل مکمل بزرگ ناقص کو اپنا قائم مقام بناتا ہے اور اس کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ جانتا ہے (تو اس) نقص کا ضرر دوسرے تک تجاوز نہیں کرتا۔ واللہ اعلم بحقائق الامور کلہا (اللہ تعالیٰ ہی تمام امور کی حقیقتوں کا زیادہ جاننے والا ہے) اور جو اجازت کہ آپ کو دی گئی ہے ان دونوں قسم کی اجازت سے نیچے درجہ کی ہے جو کہ چند اشخاص تک محدود ہے تاکہ آپ شغل و مراقبہ میں اکیلے نہ رہیں اور کچھ لوگ شریک ہو جائیں کیونکہ اس طریقہ عالیہ میں یہ معنی (مل کر ذکر و مراقبہ کرنا) بہت بڑا اثر رکھتا ہے اور ایک دوسرے میں فنا ہونے کی شرط کے ساتھ صحبت مطلق تنہائی سے بہتر ہے کیونکہ صحبت میں ایک کے فیوض دوسرے پر فائض ہوتے ہیں، اس قسم کی اجازت کو جو کہ محض سفارت (پیغام رسانی) ہے، آپ شیخت (پیری) اور بہت بڑا کام تصور کر کے اس سے گریز کر رہے ہیں اور لکھ رہے ہیں کہ "اس قسم کا شخص جو کہ مرید کو جیسا کہ وہ ہے اس سے دوسری طرح کا نہیں کر سکتا (اس کے حالات میں تبدیلی نہیں لا سکتا) اگر وہ شخص پیر ہونے کی ہوس نہ کرے تو بہتر ہے چنانچہ کسی بزرگ کی یہ رباعی مشہور ہے ؎ با ہر کہ نشینی و نشد جمع دلت الخ

میرے مخدوم! آپ نے ابھی تک تو کسی شخص کو ذکر کی تلقین بھی نہیں کی ہے (تو پھر) کہاں سے یقین کر لیا کہ اس کے حالات میں تبدیلی نہیں آئے گی اور دل کی جمعیت اس کے حق میں حاصل نہیں ہوگی، آدمی کی قیمت اس کی ہمت کے مطابق ہوتی ہے، جب آپ پہلے ہی قدم میں ہمت چھوڑ رہے ہیں اور پانی دیکھے بغیر موزے اتار رہے ہیں (تو پھر معلوم (ہی) ہے کہ اس کا انجام کیا ہوگا اور اس کا کیا نتیجہ حاصل ہوگا ؎ ص۱۸۵

اگر گوئی کہ بتوانم قدم درنہ کہ بتوانی   وگر گوئی کہ نتوانم برو بنشیں کہ نتوانی

(اگر تو یہ کہتا ہے کہ میں کر سکتا ہوں تو قدم رکھ (شروع کر) کیونکہ تو (ضرور) کر سکتا ہے اور اگر تو یہ کہتا ہے کہ میں نہیں کر سکتا تو جا بیٹھ جا کیونکہ تو نہیں کر سکے گا) آپ کو مریدوں کے احوال تبدیل کرنے میں کیا دخل ہے آپ قاصد سے زیادہ نہیں ہیں اگر خبر دینے والے پر اعتماد رکھتے ہوتے تو ہرگز اس قسم کی بات نہ لکھتے۔ جان لیں کہ یہ گفتگو آزار (رنج) کی وجہ سے نہیں ہے کیونکہ یہاں پوری طرح دل صاف ہے بلکہ خطا کے مواقع پر تنبیہ (ہدایت) کے طور پر ہے جو کہ پیر کو مرید کے بارے میں ضروری ہے۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

مکتوب ۶۲

ملا محمد قلی کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ رضا کے مقام میں دو اعتبار ہیں۔

www.maktabah.org

بسم اللہ والسلام علی رسول اللہ ، رضا کے مقام میں جو کہ مقامات میں سب سے آخری مقام ہے دو اعتبار ہیں پہلا اعتبار ہے حق سبحانہ وتعالیٰ کا بندے سے راضی ہونا اور دوسرا اعتبار ہے بندے کا حق سبحانہ وتعالیٰ سے راضی ہو جانا، دوسرا اعتبار پہلے اعتبار پر فوقیت رکھتا ہے اس لئے کہ پہلے حق تعالیٰ کی رضا ہے اس کے بعد بندے کی رضا، جیسا کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ (اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوئے) والسلام

مکتوب ۶۳

مخدوم زادہ عالی مقام جامع کمالات صوری ومعنوی شیخ محمد صبغۃ اللہ سلمہ ربہ کی خدمت میں اس بیان میں کہ مخلوق کے ساتھ حق سبحانہ وتعالیٰ کی نسبت تمثیل کے طور پر ہے اور اس کے مناسب بعض معارف کے ذکر میں تحریر فرمایا۔

وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى (اور اللہ تعالیٰ کے لئے اعلیٰ مثال ہے) عالم کے ساتھ اللہ سبحانہ تعالیٰ وتقدس کی نسبت کی مثال ایسی ہے جیسا کہ گھومنے والے نقطہ کو اس دائرۂ موہومہ کے ساتھ نسبت ہے جو اس نقطہ کے تیزی کے ساتھ گھومنے کی وجہ سے پیدا ہوا ہے لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے عالم کو ایسے وجود کے ساتھ موجود بنایا ہے جو کہ اُس (اللہ) سبحانہ وتعالیٰ کے وجود کا ظل ہے (اور) وہ کسی ایسے خارج کے ساتھ خارج (نکلا ہوا) ہے جو کہ حق سبحانہ کے خارج کا ظل ہے اور اُس (اللہ) سبحانہ وتعالیٰ کو عالم کے ساتھ متعارف احاطہ وسریان کی کوئی نسبت نہیں ہے لیکن ہم جانتے ہیں کہ وہ سبحانہ وتعالیٰ عالم کو اس طرح احاطہ کئے ہوئے ہے جس کا ہماری عقلیں ادراک نہیں کر سکتیں اور جو ہمارے احاطۂ اوہام میں داخل نہیں ہو سکتا۔ اور تو جان لے کہ نقطۂ مذکورہ وجود کے مراتب کے مختلف ہونے کی وجہ سے اس دائرے میں داخل نہیں ہے اور نہ ہی اس سے خارج ہے اس لئے کہ بیشک نقطہ کے وجود کے مرتبہ میں دائرہ کا کوئی اثر ونشان نہیں ہے اور بلاشبہ یہ (دائرہ) وہم ۱۴۹
کے اندر ہے پس خروج ودخول کی نسبت متصور نہیں ہے اور اس کے باوجود اس دائرے میں اس نقطہ کے سوا کوئی چیز نہیں ہے ساتھ ہی بلاشبہ یہ (دائرہ) اس (نقطہ) کا عین نہیں ہے پس ہم جس بیان کے درپے ہیں اس کو بھی اسی پر قیاس کر لیں پس وہ سبحانہ وتعالیٰ وجود میں اقرب (سب سے قریب) ہے اور وجدان سے ابعد (سب سے دور) ہے پس بلاشبہ سیر وسلوک ان کا اپنی اپنی استعداد کے مطابق دائرۂ عالم کو طے کرنا ہے تاکہ وہ سالک

لہ سورۃ ابیت ۱۱۹ و پ ۹ و ۵۸/۲۲ و ۹۹/۹ ۔ کہ سورت ۱۶، آیت ۶۰

www.maktabah.org

اس کے ساتھ نقطۂ واجب تک پہنچ جائے، اور آپ جان لیں کہ بیشک مومنین کا حشر قیامت کے دن جبکہ دائرۂ عالم کے اس نقطہ پر ہوگا جسے نقطۂ اصل سے قرب ہے، بعض مومن اپنے اپنے درجات کے فرق کے مطابق بعض سے اقرب ہوں گے، ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی) رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ میری سیر آب اس نقطہ تک پہنچ گئی ہے جو کہ نقطۂ اصل سے زیادہ قریب ہے اور اس سے اوپر کوئی سیر متصور نہیں ہے پس لازماً حشر بھی اسی نقطہ پر میسر ہوگا کیونکہ اس نقطہ سے اوپر سیر متصور نہیں ہے اس سے ماورا عابدوں کے لئے کچھ نہیں ہے، اس قرینے سے میں سمجھتا ہوں کہ وفات کے بعد اور قیامت کے روز اور بہشت میں بعض وہ امور جو کہ اس مقام کی تکمیل کرنے والے ہیں اور اس مقام کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں فائض ہوں گے اور نیز بعض وہ علوم و معارف جو اس دنیا میں ظاہر نہیں ہوئے ہیں اور ان کی شان اس دنیا میں مستور ہونا ہے اللہ تعالیٰ جل سلطانہ کے فضل و کرم سے ظاہر اور منکشف ہوں گے اور اس قسم کے حقائق و دقائق کہ یہاں جن کی شان پوشیدہ رہنا ہی ہے بہت زیادہ ہیں، اگر ان میں سے تھوڑا سا بھی بیان کیا جائے تو مضمون طویل ہو جائے گا۔ والسلام

مکتوب ۶۴

شہزادۂ دین پناہ سلطان محمد اورنگ زیب سلمہ اللہ تعالیٰ کے نام جہاد اصغر کے فضائل کے بیان اور جہاد اکبر کے معارف کی شرح کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد ذرۂ احقر عرض کرتا ہے کہ ان لوگوں کا وقت و حال کتنا اچھا ہے جنھوں نے اس بہت بڑے کام اور عظیم مہم کے لئے کمر ہمت کو پُر مسرت خدمت میں چست باندھا ہے اور نیک نیتی کے ساتھ اس سخت سفر کو جو کہ حقیقت میں خیرات و برکات کا پھل دینے والا اور درجات کی ترقی کا وسیلہ ہے ذوق و شوق کے ساتھ اختیار کیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بیشک جنت میں سو درجے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مجاہدین فی سبیل اللہ کے لئے تیار کیا ہے ہر دو درجوں کا درمیانی فاصلہ آسمان و زمین کے درمیانی فاصلے کی مانند ہے[1] اس کو امام بخاری رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے، اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ کے راستے میں ایک ساعت ٹھہرنا شب قدر کو مکہ مکرمہ میں حجر اسود کے نزدیک قیام

---

[1] اور حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ آسمان و زمین کے درمیان بقدر پانسو برس کے فاصلہ ہے (مترجم)

www.maktabah.org

کرنے سے بہتر ہے۔ اس کو امام بیہقی و ابن حبان رحمہما اللہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے (اس حدیث کے پیش نظر) علماء نے کہا ہے کہ اس حساب سے اللہ کی راہ میں ایک ساعت قیام کرنا دس کروڑ مہینوں کے قیام سے بہتر ہے اس لئے کہ لیلۃ القدر کو مکہ مکرمہ میں قیام کرنا مکہ مکرمہ کے علاوہ کسی اور جگہ کے دس کروڑ مہینوں کے قیام کی برابر ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں مسلمانوں کے پیچھے کسی ایک رات پہرہ دیتا رہا اس کو ان تمام لوگوں کی برابر اجر ملے گا جو اس کی پہرہ داری میں (اطمینان سے) روزے رکھ رہے اور نمازیں پڑھ رہے ہیں، اس کو طبرانی نے جید اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے۔ علماء نے کہا ہے کہ یہ حدیث اس امر کی دلیل ہے کہ جس حاکم کے علاقہ میں لوگ اس کی حمایت و حفاظت میں امن و امان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس حاکم کے اعمال نامہ میں بھی ان لوگوں کے نیک اعمال کی مثل لکھ دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ فضل عظیم کس قدر عالی شان ہے، افسوس کہ یہ ناکارہ اس قسم کی خوشگوار نعمت سے باعتبار ظاہر محروم ہے اور بعض مشکلات اور رکاوٹوں کی وجہ سے اس جہاد فی سبیل اللہ کا تارک ہے۔ یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ مَعَهُمْ فَاَفُوْزَ فَوْزًا عَظِیْمًا[1] (کاش کہ ان کے ساتھ ہوتا تو میں بھی عظیم کامیابی حاصل کرتا) لیکن باطن کی رو سے اپنے ساتھ ہی جانیں اور دعا و توجہ کی راہ سے جو کہ فقرا کا معمول ہے ممد و معاون تصور فرمائیں، اگر گوشہ نشین فقرا سالہا سال تک ریاضت کریں اور چلے کھینچیں (تو بھی) اس عمل کی گرد کو نہ پہنچیں، جو طاعات و عبادات اس مقام میں ادا ہوتی ہیں گوشہ نشینی کی طاعات سے کئی گنا زیادہ (افضل) ہیں، اس جگہ کا ذکر و تسبیح کچھ اور ہی ثواب رکھتا ہے اور وہاں کی نماز علیحدہ مرتبہ رکھتی ہے اور اس مقام کے صدقات و نفقات کا درجہ بہت بڑا ہے اور اس معرکہ کے (اندر لاحق ہونے والے) امراض کا نتیجہ جدا ہے، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اس شخص کے لئے خوشخبری ہے جس نے جہاد فی سبیل اللہ کے دوران اللہ تعالیٰ کے ذکر کی کثرت کی پس بیشک اس کے لئے ہر کلمہ کے بدلے ستر ہزار نیکیاں ہوں گی ان میں سے ہر نیکی دس گنا ہوگی اس کے ساتھ کچھ ایسے لوگ بھی ہوں گے جن کے لئے اللہ تعالیٰ کے پاس اور زیادہ ہوگا، اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور نیز آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا میری مسجد میں نماز پڑھنا (کسی دوسری مسجد کی) دس ہزار نمازوں کے برابر ہے اور مسجد حرام میں نماز پڑھنا ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے اور سرحد کی حفاظت کی سرزمین میں ایک نماز پڑھنا بیس لاکھ نمازوں کی برابر ہے، اس کو ابو الشیخ و ابن حبان نے روایت کیا ہے، اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سرحد کی حفاظتی قیام گاہ میں ایک نماز پڑھنا پانسو نمازوں کے برابر ہے اور راہ (جہاد فی سبیل اللہ) میں ایک دینار و درہم کا خرچ کرنا اس کے علاوہ (کسی اور نیک راہ) میں سات سو دینار

---

[1] سورۂ ۴ آیت ۷۳

www.maktabah.org

۱۸۱ خرچ کرنے سے افضل ہے، اور نیز آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جس شخص نے کسی مجاہد فی سبیل اللہ یا کسی غازی کے اہل وعیال کی یا کسی مکاتب غلام کی اس کے آزاد کرانے میں مدد کی تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو اس روز اپنے سایہ میں رکھے گا جس روز کہ اس کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا، اس کو احمد وبیہقی نے روایت کیا ہے۔ اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا البتہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں کھڑا ہونا (اگرچہ) وہ اس میں تلوار میان سے نہ نکالے اور وہ نیزہ سے کسی کو زخمی بھی نہ کرے اور کسی پر تیر بھی نہ پھینکے ایسی ساٹھ سال کی عبادت سے افضل ہے جس میں آنکھ جھپکنے کی مقدار بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کی ہو (رواہ ابن البخاری) نیز آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ کے راستہ میں ایک دن یا دن کا کچھ حصہ یا ایک ساعت بھی بیمار رہا اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور اس کے لئے ایک لاکھ ایسے غلام آزاد کرنے کا ثواب لکھا جائے گا جن میں سے ہر ایک کی قیمت ایک لاکھ (درہم) ہو، رواہ ابن زنجویہ۔ اور اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ یہ مقدمہ جس کی طرف آپ متوجہ ہیں جہاد فی سبیل اللہ ہی ہے۔ ابو داؤد وذہبی رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوع روایت کی ہے کہ آخری زمانے میں ایک قوم ہوگی جن کو روافض کا نام دیا جائے گا وہ اسلام سے رفض (روگردانی وترک) کریں گے پس تم ان کو قتل کرو کیونکہ بیشک وہ مشرکین ہیں۔ اور دار قطنی نے حضرت علیؓ سے اور انھوں نے آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا عنقریب میرے بعد ایک قوم آئے گی جو بدزبان ہوگی ان کو رافضی کہا جائے گا پس اگر تو ان کو پائے تو قتل کر پس بیشک وہ مشرکین ہیں۔ انھوں نے (حضرت علیؓ نے) کہا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ ان میں کیا علامت ہوگی؟ آپؐ نے فرمایا وہ تیرے بارے میں ان باتوں کا اضافہ کریں گے جو تجھ میں نہیں ہیں، اور سلف (پہلے لوگوں) پر طعن کریں گے اور اس (دار قطنی) نے دوسرے طریق (سند) سے بھی اسی کی مثل روایت کیا ہے اور اسی طرح ایک اور طریق سے بھی روایت کیا ہے اور اس میں اس روایت سے یہ الفاظ زیادہ ہیں اور وہ اپنے آپ کو ہم، اہلِ بیت کے ساتھ منسوب کریں گے حالانکہ وہ ایسے نہیں ہیں اور ان کی نشانی یہ ہے کہ وہ ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو سبّ کریں گے (برا کہیں گے)۔

فصل بالخیر (حدیث) رجعنا من الجھاد الاصغر الی الجھاد الاکبر [(اب) ہم جہادِ اصغر (جہادِ اعداء) سے جہادِ اکبر (جہادِ نفس) کی طرف لوٹتے ہیں] حدیثِ قدسی میں آیا ہے عاد نفسک فانھا انتصبت بمعاداتی [تو اپنے نفس سے دشمنی کر کیونکہ وہ میری دشمنی پر کمربستہ ہے] انسان کا نفسِ امارہ تصدیقِ قلبی اور اقرارِ لسانی کے باوجود اپنے کفر وانکار پر مُصر ہے، آسمانی احکام کی طرف مائل نہیں ہوتا اور احکامِ الٰہی جل سلطانہ کی اطاعت نہیں کرتا، وہ (نفس) چاہتا ہے کہ سب اس کے مطیع وفرمانبردار ہوں اور

www.maktabah.org

وہ کسی کا مطیع و فرمانبردار نہ ہو، برابری اور خودی کا دعویٰ اس میں راسخ ہے اور اَنَا رَبُّکُمْ (میں تمہارا رب ہوں) کی صدا اس کے اندر سے نکلتی رہتی ہے اسی لئے اس (نفس) سے دشمنی رکھنا بارگاہِ الٰہی میں پسندیدہ و مقبول ہوا اور شریعتِ منورہ کے موافق اس کی مخالفت اور اس کے ساتھ جہاد کرنا جہادِ اکبر قرار پایا۔ آفاقی دشمنوں کے ساتھ جہاد کا کبھی کبھی اتفاق ہوتا ہے اور اندرونی دشمن (نفس) سے جہاد دائمی ہے ارحم الراحمین (اللہ تعالیٰ) نے اپنی کمال رحمت و شفقت سے ایمان حاصل ہونے اور ہمیشہ کے عذاب سے ۱۸۲
نجات پانے کے لئے تصدیقِ قلبی کو کافی قرار دیا اور نفس کو اقرار و تسلیم کا مکلف نہیں بنایا ہے۔

چشم دارم کہ دہد اشک مرا حسنِ قبول آنکہ دُر ساختہ است قطرۂ بارانی را

(وہ اللہ جس نے بارش کے قطرہ کو موتی بنایا ہے میں امید رکھتا ہوں کہ میرے آنسوؤں کو بھی حسنِ قبول عطا فرمائے)

ہاں افرادِ انسانی میں بعض کاملین ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جن کا نفس امّارگی سے نکل کر اطمینان حاصل کر لیتا ہے اور احکامِ الٰہی کا مطیع ہو کر مخالفت کی مجال اس میں باقی نہیں رہتی اور راضی و مقبول ہو جاتا ہے آیۂ کریمہ یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَىٕنَّةُ ارْجِعِیْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً [1] (اے نفسِ مطمئنہ اپنے رب کی طرف اس طرح لوٹ جا کہ وہ تجھ سے راضی ہو اور تو اس سے راضی ہو) اسی کی شان میں وارد ہوئی ہے ایمانِ کامل اور اسلامِ حقیقی اسی مقام میں جلوہ افروز ہوتا ہے، یہ ایمان زوال اور خلل سے محفوظ ہے بخلاف سابقہ ایمان کے کہ وہ زوال و خلل سے محفوظ نہیں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اسی (کامل) ایمان کی طلب کی ہے، اس موقع پر جبکہ آپ نے امت کی تعلیم کے لئے فرمایا: اللّٰهم انی اسئلك ایمانا لیس بعدہ کفر (اے اللہ میں آپ سے ایسا ایمان طلب کرتا ہوں جس کے بعد کفر نہ ہو) اور آیۂ کریمہ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ الآیۃ [2] (اے ایمان والو اللہ پر ایمان لاؤ الخ) اور آیۂ کریمہ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖۤ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الصِّدِّیْقُوْنَ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ [3] (اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے وہی اللہ کے نزدیک صدیق اور شہدا ہیں) میں گویا اسی ایمان کی طرف اشارہ ہے اور حدیث نفیس لن یؤمن احدکم حتی یکون ھواہ تبعا لما جئت بہ (تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک ہرگز مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہشاتِ نفس میری شریعت کے تابع نہ ہو جائیں) میں یہی ایمان مراد ہے۔

صوفیائے کرام کے طریقے میں اولین مطلوب اسلامِ حقیقی کا حاصل ہونا ہے جو کہ نفسِ امارہ کے مطیع ہونے کے ساتھ وابستہ ہے اور وہ اسلام جو اطمینانِ نفس سے پہلے محض تصدیقِ قلبی سے حاصل ہوتا ہے (صوفیہ) اس کو مجازی اسلام کہتے ہیں اور اس کو حقیقی اسلام کہتے ہیں: المجاز ینفی والحقیقۃ تثبت

۱ سورۂ ۸۹ آیت ۲۸، ۲۷ ۲ سورۂ ۴ آیت ۱۳۶ ۳ سورۂ ۵۷ آیت ۱۹ -

www.maktabah.org

ولا تنتفی [مجاز کی نفی ہو جاتی ہے اور حقیقت ثابت رہتی ہے اور اس کی نفی نہیں ہوتی] ارکانِ اسلام یعنی نماز زکوٰۃ روزہ، حج، جہاد اور تمام نیک اعمال جو اطمینانِ نفس سے پہلے وقوع میں آتے ہیں وہ گویا اعمال کی صورت (ظاہری شکل) ہے، اگر نماز پڑھتا ہے تو نماز کی صورت ہے اور اگر روزہ دار ہے تو روزہ کی صورت ہے اور اسی قیاس پر تمام اعمال ہیں اس لئے کہ نفسِ امارہ ابھی تک اپنی سرکشی اور انکار پر قائم ہے اعمال کی حقیقت کس طرح ظہور میں آسکتی ہے اور جب نفس اطمینان کی حالت کو پہنچ جاتا ہے اور سرکشی و بغاوت سے باز آجاتا ہے تب اعمال کی حقیقت حاصل ہوتی ہے اور نماز و روزہ وغیرہا کی حقیقت ادا ہوتی ہے اور اس صورت و حقیقت کے فرق کے اندازہ ہی سے آخرت میں جنت اور اس کی نعمتوں کے درجات اور قربِ الٰہی اور آخرت میں رویتِ باری کے مراتب میں فرق کو خیال کر لینا چاہئے۔ مقربین کی جنتوں کو عوام مومنین کی جنتوں سے کیا
۱۸۳ نسبت ہے، قطرہ کو دریا کے ساتھ ایک (طرح کی) نسبت ہے کہ یہ دونوں ایک ہی جنس ہیں اور پانی کے اجزا سے مرکب ہیں، ان دونوں میں فرق اجزا کی کثرت و قلت سے ہے اور صورت کو حقیقت کے ساتھ کچھ بھی نسبت نہیں ہے رویتِ اُخروی (آخرت میں دیدارِ باری تعالیٰ) بھی سب کے لئے یکساں نہیں ہے (بلکہ دیکھنے والوں کے درجات کے فرق کے مطابق اس کے بھی درجات و مراتب ہیں جیسا کہ امام غزالی قدس سرہ نے اس کی تصریح کی ہے پس قیاس کرنا چاہئے کہ اہلِ صورت و اہلِ حقیقت میں سے ایک کی بے کیف رویت (باہم) کیا نسبت رکھتی ہوگی ؎

بود کہ صدر نشینانِ بارگاہِ قبول کنند گوشۂ چشمے باہلِ صفِ نعال

[کاش ایسا ہو کہ بارگاہِ قبولیت کے صدر نشین جوتوں کی جگہ پر بیٹھنے والوں کی طرف بھی نظر کریں (یعنی کن انکھیوں سے دیکھ لیں)] یہ صورت و حقیقت دونوں ہی شریعتِ عالیہ کے دائرہ میں داخل ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری سنتوں اور باطنی انوار سے اخذ کی گئی ہیں، ایک شریعت کی صورت ہے اور دوسری شریعت کی حقیقت ہے پس تمام کمالات کا معدن روشن شریعت ہی قرار پائی اور کوئی کمال ایسا نہیں رہا جسے شریعتِ حقہ کے باہر تلاش کرنے کی ضرورت پڑے، اللہ تعالیٰ کی معرفت کہ جس کو اہل اللہ نے ادراکِ بسیط کے معنی میں قرار دیا ہے اور انسان کے کمال کو اس کے ساتھ وابستہ کیا ہے اس کی تکمیل و کمال بھی نفس کی فنا و اطمینان کے ساتھ وابستہ ہے ؎

ہیچ کس را تا نگردد او فنا نیست رہ در بارگاہِ کبریا

[جب تک کوئی شخص مقامِ فنا حاصل نہ کرلے اس کیلئے بارگاہِ الٰہی میں باریابی نہیں ہے] پس (ان تمام باتوں کا) حاصل کلام یہ ہے کہ صاحبِ بصیرت عقلمندوں کے لئے ضروری ہے کہ اپنے حاصلِ کار اور نقدِ روزگار (یعنی تمام افعال و اعمال) میں خوب اچھی طرح غور فرمائیں، جو شخص بھی یہ مطلوبہ دولت رکھتا ہے فطوبیٰ لہ و بشریٰ،

www.maktabah.org

[تو اس کے لئے مبارکبادی وخوشخبری ہے) جو کچھ اس کی پیدائش سے مقصود تھا وہ بجا لایا اور نعمت اس کے حق میں پوری ہوگئی ورنہ وہ اس کی طلب سے فارغ نہ رہے اور جہاں کہیں سے (اس کی) کوئی بو اس کے دماغ میں پہنچے اس کے پیچھے جائے (اس کی تلاش کرے)۔

ترسم کہ یار با ما نا آشنا بماند ۔۔۔ تا دامنِ قیامت ایں غم بما بماند

(میں ڈرتا ہوں کہ (ہمارا) محبوب ہم کو (عالم) ناآشنا ہی رہے اور قیامت کے دامن تک یہ غم ہمارے ساتھ رہے) والسلام اولاً و آخراً

مکتوب ۶۵

ملا احسن علی کے نام تسویف یعنی آج کا کام کل پر چھوڑنے اور ارادے کی نفی پر ترغیب کے بیان میں تحریر فرمایا

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہم کو اور آپ کو حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کی حقیقت کے ساتھ متحقق کرے اور ہر اس چیز سے ہمیں نجات دے جو معرفتِ الٰہیہ سے روکے۔ میرے مخدوم! عمر کا اشرف حصہ جو کہ جوانی کا زمانہ اور قوتوں اور اعضا کی تندرستی کا وقت ہے گذر جاتا ہے اور عمر کا ارذل (گھٹیا) حصہ آنے والا ہے، افسوس کہ سب سے اشرف چیز کو جو کہ معرفتِ الٰہی ہے ارذل (گھٹیا) عمر کے حوالہ کیا جائے جو کہ محض موہوم (وہم وخیال) ہے اور اشرفِ عمر خواہشاتِ نفسانی اور حرص میں جو کہ سب سے رذیل شے ہے صرف ہو، ھلک المسوفون [آج کا کام کل پر ڈالنے والے ہلاک ہوگئے] اس عالمِ فانی میں ثقلین (یعنی انسان و جن) کے پیدا کرنے سے مقصود اس معرفت کا حاصل کرنا اور اس قلیل مہلت میں مولائے حقیقی (حق تعالیٰ) کی رضا حاصل کرنا ہے اور ہم جیسے بوالہوس لوگ بیہودہ آرزوؤں کے پیچھے اس دولتِ مطلوب سے کب تک محروم رہیں گے اور نفس وشیطان کی رضا وخوشی کے ساتھ اللہ تعالیٰ جل شانہ کی رضا سے کب تک دور و محروم رہیں گے اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ الآیہ [کیا ایمان والوں کیلئے ابھی تک وقت نہیں آیا کہ اُن کے دل اللہ کی یاد اور اس چیز (کی تلاوت) کیلئے جھک جائیں جو حق کی طرف سے نازل ہوئی ہے (یعنی قرآن)] کام روائی خواہش پرستی، بیکار آرزوئیں اور بیہودہ تمنائیں اللہ تعالیٰ کی معرفت کیلئے شدید رکاوٹ اور قوی مانع ہیں (یہ مقولہ کہ) جو کچھ تیرا مقصود ہے وہی تیرا معبود ہے آپ نے سُن رکھا ہوگا اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ (الآیہ) (پس کیا تو نے دیکھا جس شخص نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا لیا) نصِ قرآنی ہے۔

عشوۂ ابلیس از تلبیسِ تست ۔۔۔ در تو یک یک آرزو ابلیسِ تست

گر کنی یک آرزوے خود تمام ۔۔۔ در تو صد ابلیس زاید والسلام

www.maktabah.org

(ابلیس کا فریب تیری ہی تلبیس سے ہے، تجھ میں ایک ایک آرزو تیرا ابلیس ہے، اگر تو اپنی ایک آرزو پوری کرے گا تو وہ تجھ میں سینکڑوں ابلیس پیدا کردے گی والسلام)۔

مکتوب ۶۶

مولانا محمد صدیق پشاوری کے نام اُن کے عریضہ کے جواب میں تحریر فرمایا جو کہ واقعہ عظیم پر مشتمل تھا۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، آپ کے مکتوب گرامی یکے بعد دیگرے وصول ہوئے اور تسلی بخش حالات واضح ہوئے، قُلْ رَّبِّ زِدْنِي عِلْمًا (آپ کہہ دیجئے کہ اے میرے رب میرا علم زیادہ کردے)۱ جو وارد قوی (اعلیٰ کیفیت) کہ ظہر کی نماز میں آپ کو ظاہر ہوئی اور جو آپ کے اندر کامل تصرف کرکے آپ کو اپنے شکار میں لے آئی تھی وہ بھی واضح ہو کر روحانی لذتوں کا سبب بنی۔ اس پر اور اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں پر اس کا حمد و شکر ہے، شاید کہ شیونِ الٰہیہ جل سلطانہ میں سے کسی شان کی تجلی ہو جو کہ اس اصالت کی مناسبت کی وجہ سے جو وہ آپ کے مبدأ تعین کے ساتھ رکھتی ہے ظاہر ہوئی ہو اور آپ کو اپنے آپ سے بیخود کرکے آپ کی زبان پر اسرار و معارف کے ساتھ گویا ہوئی ہو اور اپنے ساتھ بقا بخشی ہو، اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً ۲ (بیشک جب بادشاہ کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اس کو خراب کردیتے ہیں اور اس کے باعزت لوگوں کو ذلیل کرتے ہیں) یا ذات نے اس شان کے ساتھ متلبس ہو کر فنا و بقا بخشی ہو، ہو سکتا ہے کہ اس معاملہ کا ظہور اس واقعہ کی تعبیر ہو جو کہ آپ نے دیکھا تھا کہ صہ
میں ایک دیوار پر باہر نکلا ہوا ہوں لوگ کہتے ہیں یہ عشق کی دیوار ہے تو "یہ" معاملہ گویا اس دیوار کی دوسری طرف سے تعلق رکھتا ہے اور یہ دیوار برزخ ہے جو کہ مبدأ تعین ہے اس لئے کہ مبدأ تعین عاشق و معشوق کے درمیان برزخ ہے اور راہِ وصول اس میں منحصر ہے اور اس وقت میں چونکہ قوت باطنی اتنی نہیں تھی اس لئے اس دیوار سے ہوا میں ہو گئے تھے اور اس کے اوپر کوئی بلندی حاصل نہیں کی اب قوت کی وجہ سے جو کہ آپ کو حاصل ہو گئی ہے بلندی حاصل کرلی ہے اور دیکھا جو کچھ کہ آپ نے دیکھا، اور شیخ حسن چونکہ آپ کے ساتھ محبت کا تعلق صحیح رکھتا ہے احتمال ہے کہ اس نسبت کا پرتو اندراج کے طور پر اس پر پڑا ہو۔

آپ جان لیں کہ شان کمالِ ذاتی سے عبارت ہے جو کہ ذات تعالیٰ پر زائد نہیں ہے اور غیب الغیب میں ملی ہوئی ہے اور جب حق سبحانہ و تعالیٰ کا علم کمالات ذاتیہ سے متعلق ہوا تو طے ہوئے کمالات نے علم میں تمیز و

۱ سورۃ ۲۰ آیۃ ۱۱۴ ۔ ۲ سورۃ ۲۷ آیۃ ۳۴ ۔

www.maktabah.org

تفصیل حاصل کر لی اور مبادیٔ تعینات سے مراد یہی مفصلہ کمالات ہیں، ہر ایک کمال اشخاص میں سے کسی ایک شخص کا مبدأ تعین ہے اور ہمارے حضرت (مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) کی تحقیق کے مطابق صفاتِ سبعہ یا ثمانیہ کے لئے وجودِ علمی کے علاوہ بھی خارج میں ایک ثبوت ہے جیسا کہ اہلِ سنت وجماعت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم (اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو مشکور فرمائے) کا مذہب ہے۔ مختصر یہ ہے کہ وہ کمال اس علمی کمال کی اصل ہیں، ملاحظہ ہوا ہے اور یہ علمی کمال اس کا ظل ہے لیکن اس کمال کا بطون کے مرتبے سے ظاہر ہونا اس علمی کمال کے سبب سے ہے، ہو سکتا ہے کہ اسی اعتبار سے ایک بزرگ نے (یہ) کہا ہو ؎

ولدت امی اباھا   ان ذا من اعجبات

(میری ماں نے اپنے باپ کو جنا اور بیشک یہ بات نہایت عجیب باتوں میں سے ہے) اس نے ماں اپنے عینِ ثابتہ کو کہا ہوگا جو کہ اس کا مبدأ تعین ہے اور اُس ماں کا باپ شانِ الٰہی کو کہا ہوگا جو کہ اس کی اصل ہے اور چونکہ عینِ ثابتہ اُس شان کے بطون کے مرتبہ سے ظہور کا سبب ہے ولادت کو جو کہ اس ظہور کا سبب ہے دوسری طرف بھی ثابت کیا۔ والسلام

مکتوب ۶۷

مخدوم زادہ عالی قدر جامعِ علوم ظاہری و باطنی خواجہ محمد نقشبند سلمہ ربہٗ کی خدمت میں مسئلہ کلامِ الٰہی جل شانہٗ کے بارے میں علما کا مذہب بیان کرتے اور اس مسئلہ میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی تحقیق کے بیان میں تحریر فرمایا۔

کلامِ الٰہی کے مسئلہ میں اہلِ سنت وجماعت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم (اللہ تعالیٰ ان کی
۱۸۶ کوششوں کو مشکور فرمائے) کا مذہب یہ ہے کہ حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ ازل سے ابد تک ایک ہی بسیط حقیقی کلام کے ساتھ متکلم ہے، تکثر (کثیر ہونا) اور تفصیل کی اس میں کوئی گنجائش نہیں ہے وہ حضرات فرماتے ہیں کہ اسی ایک بسیط کلمہ سے امر و نہی پیدا ہوئے ہیں اور اسی ایک کلمہ بسیط سے استفہام (پوچھنا) تمنی (خواہش کرنا) ترجی (امید کرنا) اخبار (خبر دینا) وعید (ڈرانا) اور وعدہ صادر ہوا ہے اور وہی کلمہ بسیط ہے کہ جس نے فرقان اور توریت کا نام پایا ہے اور زبور و انجیل کے ساتھ تفصیل اختیار کی ہے اس مقام میں ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا ایک منفرد قول اور تحقیق کے بعد ایک تدقیق ہے اور وہ یہ ہے کہ کلام الٰہی جل شانہٗ میں اجمال و عدم تجزی (اجزا نہ ہونے) کے باوجود تفصیل بھی ثابت ہے اور وسعت و تمیز بھی موجود ہے، بسیط ہونے کے باوجود امر نہی سے ممتاز اور اخبار انشا سے جدا ہے جیسا کہ ہم مرتبہ

www.maktabah.org

ذات تعالیٰ میں اجمال کے باوجود تفصیل و وسعت کا اثبات (بھی) کرتے ہیں کیونکہ وسعت و تفصیل بھی صفات کمال میں سے ہے اللہ تعالیٰ و تقدس نے فرمایا ہے: وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ[1] (اور اللہ بہت وسعت اور علم والا ہے) جاننا چاہیے کہ ہم اس مرتبۂ عالیہ میں جس اجمال و تفصیل کا اثبات کرتے ہیں یہ وہ اجمال و تفصیل نہیں ہے جو ہماری سمجھ میں آجائے اور ہم اس کا ادراک کر لیں کیونکہ اس سے ٹکڑے اور اجزا ہونا لازم آتا ہے تعالی اللہ عن ذٰلک علوا کبیرا (اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے بہت ہی بلند ہے) بلکہ (یہ اجمال و تفصیل بھی) ذات و صفات کی طرح بیچون و بیچگون ہے عرفت ربی بجمع الاضداد (میں نے اپنے رب کو اضداد کے جمع ہونے سے پہچانا) اور یہ معرفت اگرچہ طریقۂ عقل کے ماوراء ہے لیکن صحیح کشف اور صریح الہام سے اس کی تائید ہو چکی ہے اور جس تمیز کی علمائے کرام نے نفی کی ہے یہ وہ تمیز ہے جو کہ چون و چند کی قسم سے ہے کہ یہ بسیط ہونے کے منافی ہے۔

(فائدہ) چونکہ اس بارگاہ میں لفظ اجمال و وحدت کو لفظ تفصیل و کثرت کے مقابلہ میں زیادہ مناسبت ہے اس لئے کہ تفصیل و کثرت کا لفظ ٹکڑے اور اجزا ہونے کا وہم پیدا کرتا ہے اسی لئے (بزرگوں نے) اس بلند بارگاہ پر اطلاق کے لئے لفظ اجمال و وحدت کو اختیار کیا ہے ورنہ اللہ تعالیٰ جل شانہ اس اجمال و تفصیل سے جو کہ ہماری سمجھ میں آتی ہے منزہ و مبرا (پاک و بری) ہے اور اگر ہم بے چون وحدت و وسعت کے الفاظ اختیار کریں تو دونوں ثابت ہیں، فافہم ولا تکن من القاصرین (پس سمجھ لیجئے اور قاصرین میں سے نہ ہو جائیے)۔

مکتوب ۶۸

کمترین خادمان محمد عبید اللہ عفی عنہ کے نام بعض مراتب اصول کو اجمال کے طریق پر بیان کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ بذاتِ خود موجود ہے نہ کہ وجود کے ساتھ خواہ وہ وجود عیناً (عینی) ذات کے
۱۸۶ طور پر ہو یا زائد ہو اور اسی طرح اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی صفات اس کی ذات کے ساتھ موجود ہیں نہ کہ وجود کے ساتھ کیونکہ اس بارگاہِ قدس میں وجود کے لئے گنجائش نہیں ہے اور اسی طرح وجوب و امکان کو (بھی) اس بلند مرتبہ میں کوئی گنجائش نہیں ہے اس لئے کہ یہ دونوں (وجوب و امکان) وجود اور ماہیت کے

---

[1] سورۂ آیت ۲۴۷ و ۲۶۸ و ۳/۷۳ و ۵/۵۴ و ۲۴/۳۲

درمیان نسبتیں ہیں پس جبکہ وہاں وجود ہی نہیں ہے تو وجوب و امکان بھی نہیں ہے، ہمارے حضرتِ عالی (مجدد الفِ ثانی) رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ جسقدر گہری نظر سے دُور دُور تک پہنچا جاتا ہے محسوس ہوتا ہے کہ اس مرتبۂ عالیہ میں ذات ایسی آٹھ صفات کے ساتھ ہے جو کہ ایک دوسرے سے متمیز ہیں حقیقت میں اس کے علاوہ کوئی اور امر خواہ وجود ہو یا وجوب نہیں پایا جاتا، اس مرتبہ کے اوپر ایک ایسا مرتبہ ہے جہاں یہ صفات حضرت ذات تعالیٰ و تقدس میں محض اعتبارات ہیں اور وہ ذات تعالیٰ پر زائد نہیں ہیں، ہاں صرف اس قدر ہے کہ ان اعتبارات کو اس مرتبہ میں ایک دوسرے کے ساتھ تمیز ثابت ہے اور اس مرتبہ کے اوپر ایک ایسا مرتبہ ہے کہ وہاں یہ تمیز بھی موجود نہیں ہے اور محض اعتبارات کے سوا کوئی اور امر مفہوم نہیں ہوتا، اور اس مرتبہ کے اوپر وہ مرتبۂ مقدسہ ہے جہاں کوئی اعتبار بھی ملحوظ نہیں ہے اور جہل و حیرت اس مقام کے لئے لازم ہے جاننا چاہئے کہ پہلے تینوں مرتبوں میں چونکہ ذات تعالیٰ صفات کے ساتھ ملحوظ ہے اس لئے مثالی صورت دائرہ کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے اور دو قوس ظاہر ہوتی ہیں ان میں سے ایک قوس سے ذات مراد ہے اور دوسری قوس صفات سے عبارت ہے اور آخری مرتبہ میں چونکہ کوئی اعتبار و اضافت ملحوظ نہیں ہے لازماً مثالی صورت میں نصف دائرہ جو کہ ذات کی ایک قوس سے کنایہ ہوگا ظاہر ہوتا ہے اور یہی سر ہے کہ ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہ) نے طریقے کے بیان والے مکتوب میں لکھا ہے کہ "اس مرتبہ میں ایک قوس کے علاوہ ظاہر نہیں ہوا یہاں کوئی سر (بھید) ہوگا کہ جس سر پر اطلاع نہیں دی گئی"۔ جاننا چاہئے کہ ان چاروں قسم کے مراتب میں سے پہلا مرتبہ جو کہ مرتبۂ صفات ہے لطیفۂ روح کے نصیب ہے اور دوسرا مرتبہ جو کہ شیونات کا مقام ہے لطیفۂ سر کے نصیب ہے اور تیسرا مرتبہ جو کہ تنزیہ و تقدیس کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے لطیفۂ خفی کے نصیب ہے اور چوتھا مرتبہ اخفیٰ کے نصیب ہے اور قلب کا نصیب مرتبۂ افعال سے ہے جو کہ ان (چاروں) مراتب سے نیچے ہے، عالمِ امر کے ان چاروں قسم کے مرتبوں سے گذرنے کے بعد معاملہ عالمِ خلق کے ساتھ جا پڑتا ہے، والسلام ۱۸۹ ف

مکتوب ۶۹

حقائق آگاہ خواجہ محمد صدیق کشمی و خواجہ محمد صالح کولابی کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ عارف خواہ کمال اکمال تک پہنچ جائے اس کو ذات تعالیٰ و تقدس کے بعض وجوہ میں سے حصہ ملے گا اور بعض کامل اولیا ایسے ہوں گے کہ جن کو ذات سبحانہ و تعالیٰ کے تمام وجوہ سے حصہ ملے گا۔

www.maktabah.org

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ آپ کے دونوں گرامی التفات ناموں نے مشرف کیا اللہ تعالیٰ کے کرم کے امیدوار رہیں۔ ع:

بتاریکی دروں آبِ حیات ست [تاریکی کے اندر آبِ حیات ہے]

غور سے سنیں، جب کوئی عارف وصول کے مقامات کو طے کر کے معاملہ ایسے مقام تک پہنچا لیتا ہے جو کہ قرب کی منزلوں میں اس کی ترقیات کا منتہا (آخری درجہ) ہے تو یقیناً اس کا نصیب ذات کی بعض وجوہ سے ہوگا جو کہ اس اسم کے اصول میں سے ایک اصل ہے جو اس عارف کا مبدأ تعین ہے اور اسم کی جامعیت کے مطابق اس وجہ میں بھی جامعیت ہوگی اور جس قدر اسم زیادہ جامع ہوگا وجہ بھی اسی قدر جامع ہوگی لیکن تمام وجوہ سے حصہ ملنا اور بات ہے اور ایک ایسی وجہ سے جو کہ تمام وجوہ کی جامع ہے حصہ ملنا اور بات ہے جیسا کہ سمجھدار آدمی پر یہ بات پوشیدہ نہیں ہے۔

اگرچہ عارف کا معاملہ اصول اور اصولِ اصول سے اوپر چلا جائے لیکن اپنے اس اسم کے مطابق جو کہ اس کا مُربّی (تربیت کرنے والا) ہے پابندی کو بھی اپنے ساتھ لے جائے گا اور وہ تمام وجوہ سے تفصیل کے طور پر حصہ نہیں پائے گا، اگرچہ وصول کے پہلے مرتبہ میں اس وجہ کو تمام وجوہ میں مستہلک (فانی) پائے اور تمیز (امتیاز) نہ دیکھے لیکن حقیقت میں وہ ممتاز ہے جب وہ اس مقام میں پوری طرح قرار حاصل کر لے گا اور نظر کی تیزی رکھتا ہوگا تو تمیز (امتیاز) کو پالے گا۔ جب آپ کو یہ معرفت معلوم ہوگئی تو اور اس سے زیادہ عجیب اور زیادہ گہری معرفت سنیں۔ بعض کاملین اس قسم کے ہوتے ہیں کہ ان کو تمام وجوہ سے حصہ ملتا ہے اس کا بیان یہ ہے کہ اس وجہ کو جو کہ اس اسم کی اصل ہے جو اس سالک کا مبدأ تعین ہے دوسری وجوہ کے ساتھ ایک ما بہ الاشتراک (مشترکہ جزو) ہے وہ اس ما بہ الاشتراک کے ذریعے سے تمام وجوہ سے حصہ حاصل کرے گا کیونکہ نوع کو اپنی جنس کی طرف شاہراہ ہے۔ سوال، ماہیت ما بہ الاشتراک اور ما بہ الامتیاز سے مرکب ہے اور ہر ایک کی خصوصیات علیحدہ ہیں تو کیا یہ ممکن ہے کہ تمام وجوہ کے ما بہ الامتیاز سے بھی کچھ حصہ حاصل کرلے۔

ہم جواب دیں (میں) کہتے ہیں چونکہ ما بہ الاشتراک کو ما بہ الامتیازات پر صدق ہے اگرچہ عرضی ہے اس لئے کہ جنس خاص اپنی انواع کی فصول کے لئے عرضِ عام (ہوتی) ہے پس اس وجہ سے وہ ما بہ الامتیازات ۵۹
سے بھی پورا حصہ حاصل کرے گا اور عرضِ عام کے ذریعے سے اس کے افراد کو پہنچ جائے گا اور ذات تعالیٰ کی تمام وجوہ سے مفصل طور پر حصہ پالے گا اور تمام کمالات سے جن کا حاصل ہونا نوعِ بشر میں ممکن ہے خاتم الانبیاء علیہ علیہم افضل الصلوات واکمل التحیات والتسلیمات کے طفیل سے حصہ حاصل کرے گا، یہ معرفت انبیائے کرام علیہم التحیات والبرکات کے بعد ہمارے حضرت عالی قدسنا اللہ بسرہ الاقدس کی خاص معرفتوں اور ان کے مخصوص کمالات میں سے ہے۔

www.maktabah.org

مکتوب ۸۹

ملا محمد افضل ولد شیخ بدر الدین سرہندی کے نام حدیث القبر روضۃ من ریاض الجنۃ کے معنی اور اس بشارت کے بیان میں کہ جس کے ساتھ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ مشرف ہوئے ہیں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم بسم اللہ العظیم ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وآلہ اجمعین۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف میں آیا ہے کہ القبر روضۃ من ریاض الجنۃ [قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے] قبر کے باغ ہونے سے مراد (بظاہر) یہ ہے کہ جو پردہ اور مسافت بقعہ قبر اور جنت کے درمیان واقع ہے دُور ہو جاتی ہے اور ان دونوں مقاموں کے درمیان کوئی پردہ اور رکاوٹ باقی نہیں رہتی گویا زمین بقعہ قبر کو جنت کے ساتھ فنا و بقا حاصل ہو جاتی ہے پس سمجھ لیجئے۔ اور یہی معنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے بھی ہیں ما بین قبری ومنبری روضۃ من ریاض الجنۃ [میری قبر اور میرے منبر کا درمیانی حصہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے] جاننا چاہئے کہ اس طرح کا باغ اخص الخواص حضرات کے لئے مخصوص ہے ہر مومن کو میسر نہیں ہے زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ جب مومنوں کی قبریں ایک طرح کی صفائی اور نورانیت پیدا کر لیتی ہیں تو ان میں اس بات کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے کہ جنت کا عکس اُن قبروں پر منعکس ہو جائے اور صفائی حاصل کئے ہوئے آئینہ کی طرح ہو جائیں۔

پوشیدہ نہ رہے کہ ہمارے حضرت عالی مجدد الف ثانی (قدس سرہ) کو بھی سرورِ دین و دنیا علیہ افضل الصلوات واکمل التحیات کے غایت درجہ کے اتباع کی وجہ سے یہ بشارت دی گئی تھی کہ روضہ متبرکہ جس میں آنجناب کی قبر مبارک ہے اور اس روضہ مقدسہ کا صحن قدیم جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے، حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ فرماتے تھے کہ مجھے اس بات کی بشارت دی گئی ہے کہ اگر اس مشہور روضہ کی مٹی کی ایک مٹھی کسی شخص کی قبر میں ڈال دیں تو بہت بڑی امید ہے پس جو شخص اس روضہ میں دفن ہوا اُس کیلئے کیا کچھ بشارت ہوگی الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد وآلہ اجمعین۔

۹۰

مکتوب ۹۰

محمد مومن بیگ کابلی کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ ماسوی اللہ سے تعلق رکھنا نہایت شدید مرض ہے۔

سلام علیکم طبتم [تم پر سلام ہو تم خوش رہو] ؎

ہر چہ جز عشقِ خدائے احسن است گر شکر خوردن بود جاں کندن است

[اللہ تعالیٰ کے عشق کے بغیر کوئی چیز خواہ کتنی ہی اچھی ہو اگرچہ وہ شکر (مٹھائی) کھانا ہی ہو وہ بھی جان لیوا ہے]

www.maktabah.org

حق سبحانہ وتعالیٰ کے سوا کسی چیز کی محبت میں گرفتار ہونا دل کا نہایت شدید مرض ہے اس کے ازالہ کی فکر کرنا سب سے زیادہ اہم کام ہے۔ ع

درخانہ اگر کس است یک حرف بس است (اگر گھر میں کوئی ہے تو اس کے لئے ایک حرف کافی ہے)

مکتوب ۷۲

ملا مسافر کے نام قضائے الٰہی جل شانہ پر راضی رہنے کی ترغیب میں تحریر فرمایا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ برادرم ملا مسافر خیر وعافیت سے رہیں اور یادِ الٰہی جل شانہ کے ساتھ خوش وخرم رہیں، آپ کے مکتوبات موصول ہوئے، جو رنج وغم بھی (انسان کو) پہنچتا ہے چونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے ارادے اور تقدیر سے ہے اس لئے رضامندی کے سوا کوئی چارہ وتدبیر نہیں ہے طاعات کے معمولات پر مستعد رہیں اور تکالیف وامراض پر صبر وتحمل کرتے رہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے عافیت طلب کرتے رہیں اور مخلوق میں سے کسی کو درمیان میں نہ دیکھیں اور تمام امور کو حق سبحانہ وتعالیٰ ہی کی طرف سے جانیں اور اس کے دور کرنے کو بھی اسی سے چاہیں کیونکہ اس سبحانہ وتعالیٰ کی تقدیر کے بغیر کوئی شخص کسی کو ضرر نہیں پہنچا سکتا اور اس کے ارادہ کے بغیر کوئی شخص ضرر (تکلیف) کو دور نہیں کر سکتا بندگی کا راستہ یہی ہے۔ والسلام

مکتوب ۷۳

ملا حسن علی کے نام ایک سوال کے جواب میں تحریر فرمایا جو انھوں نے مرزا عبید اللہ کے نام والے مکتوب پر کیا تھا۔

بسم اللہ حامداً ومصلیاً (اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہوئے اور رسول اللہ پر درود بھیجتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں)۔ برادرم ملا حسن علی نے اللہ تعالیٰ اس کے حال کو اچھا کرے اور اس کی تمناؤں کو پورا فرمائے، میرے ایک مکتوب بنام برادرم عبید اللہ بیگ (مکتوب ۲۹ جس کا ترجمہ گذر چکا ہے) پر ایک شبہ تحریر کیا اور جواب طلب کیا تھا کہ "اچھے اور برے میں فرق وامتیاز مقامِ شریعت میں ہے چنانچہ انھوں نے ایک رسالہ میں دیکھا ہے کہ طریقت میں سراسر صلح اور ہر شخص کے ساتھ دوستی ہے بخلاف شریعت کے کہ اس میں دشمنوں کے ساتھ جنگ ہے اور دوستوں کے ساتھ صلح ہوتی ہے الخ" عجیب واہیات شبہ ہے (بھلا) طریقت کا شریعت سے کیا مقابلہ اور کونسی مساوات ہے، شریعتِ منورہ ایسی وحیِ قطعی سے ثابت ہوئی ہے کہ جس میں شک وشبہ کی ہرگز کوئی گنجائش ۱۹۱

www.maktabah.org

نہیں ہے اور اس کے احکام کے لئے ہر گز نسخ و تبدیل نہیں ہے قیامت قائم ہونے تک یہ احکام باقی ہیں اور اس شریعت کے مقتضیٰ پر عمل کرنا ہر خاص و عام کے لئے ضروری و لازمی ہے طریقت اس کے احکام کو ہرگز رفع و نسخ نہیں کر سکتی اور اپنے اہل (اہلِ طریقت) کو تکالیفِ شرعیہ سے آزاد نہیں کر سکتی، اہلِ سنت و جماعت کے قطعی (یعنی مسلّمہ) عقائد میں سے (یہ عقیدہ بھی) ہے کہ بندہ (ہوش و حواس کی حالت میں) ہرگز ایسے مقام کو نہیں پہنچ سکتا کہ تکالیفِ شرعیہ اس سے ساقط ہو جائیں (اس پر فرض و واجب نہ رہیں) جو شخص اس کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے وہ اہلِ اسلام کے گروہ سے خارج ہے جس جماعت کو حق سبحانہ و تعالیٰ اپنا دشمن قرار دے اور ان کے ساتھ دشمنی و سختی و جہاد و قتال کرنے کا حکم دے اس جماعت کے ساتھ صلح و دوستی کرنا قاعدۂ اسلام سے خارج ہے، اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا دعویٰ اس کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا اور عقل بھی اس بات کی طرف جانے نہیں دیتا کیونکہ محبوب کی اطاعت اور محبوب کے دوستوں سے محبت کرنا اور اس کے دشمنوں سے تبری و بیزاری کرنا مقامِ محبت کے لوازم میں سے ہے۔

ہاں! یہ ضرور ہے کہ اس راہ کے بعض سالکین پر بعض ایسے امور جو بظاہر کتاب و سنت کے مخالف ہوتے ہیں بکثرت وارد ہوتے رہتے ہیں کہ آخر ان سے گزرنا ہی پڑتا ہے ایسے وقت میں شریعت کی باگ ڈور کو ہاتھ سے نہ دے اور سنت کو دانتوں سے مضبوط پکڑ لے (یعنی مضبوطی سے سنت پر عمل کرے) اور اپنے کشف و وجدان کے برخلاف اہلِ سنت و جماعت کی تقلید پر اعتقاد و عمل اختیار کرے (بعض اوقات) اس راستہ کے خس و خاشاک اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰہُ الآیۃ[1] [بیشک میں ہی اللہ ہوں] کی صدا بلند کرتے ہیں اور سالک بیچارہ کو اعلیٰ مطالب سے باز رکھ کر اپنی پرستش (عبادت) کی دعوت دیتے ہیں ایسے وقت میں صاحبِ استقامت سالک کو چاہئے کہ خلیل (حضرت ابراہیم علیہ السلام) کی متابعت تلاش کرے اور لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ[2] [میں زائل ہونے والی چیزوں سے محبت نہیں کرتا] کہے اور وَجَّهْتُ وَجْهِیَ الآیہ[3] [میں نے اپنا چہرہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کر لیا] کے مصداق غیب الغیب کی طرف دوڑے اور اللہ تعالیٰ کے حبیب (حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلی الخلیل وسائر الرسل وسلم) کی متابعت کے ذریعہ نظر کی کجی میں مبتلا نہ ہو اور کبھی (سالک) اپنے آپ کو ان حضرات کے مساوی جانتا ہے جو بالاجماع اس سے افضل ہیں اور کبھی (اپنے آپ کو ان سے) افضل دیکھتا ہے، مسجد اور بت خانہ کو یکساں خیال کرتا ہے اور اسلام اور کفر کو برابر پاتا ہے اگر (ایسا سالک) اعتقاد و عمل میں کتاب و سنت کی باگ ڈور کو ہاتھ سے نہ دے تو وہ معذور ہے کیونکہ وہ کشف و وجدان میں اختیار نہیں رکھتا، والسلام اولاً و آخراً۔

---

[1] سورۃ ۲۸ آیت ۳۰ [2] سورۃ ۶ آیت ۷۶ [3] سورۃ ۶ آیت ۷۹

www.maktabah.org

مکتوب ۴۲

حقائق آگاہ نعمت اللہ قادری کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ سبقت اصل کی طرف سے ہے اور ظل میں جو کچھ ہے وہ اصل سے مستعار ہے اور اصل سے ظل کا نصیب اضمحلال ہے۔

بسم اللہ حامداً ومصلیاً، آپ کے عنایت نامۂ نامی اور مکتوب گرامی نے جو کہ آپ نے اس بے حاصل کے نام تحریر فرمایا تھا مشرف کیا، امید رکھتا ہے کہ اسی طریق پر اس ناکارہ کو کبھی کبھی اپنے محبت سے پُرنور دل کے پہلو میں جگہ دیتے رہیں گے اور خاص اذواق کے ساتھ نوازتے رہیں گے (اس جانب سے) کسی خط کی سبقت کے بغیر اس مکتوب کا وارد ہونا جو کہ عین مہربانی سے تھا ایک غیر مترقبہ نعمت تھی اس کے وصول ہونے سے فتوحات و ترقیات کا امیدوار ہوا بیشک سبقت بزرگوں (ہی کی طرف) سے ہوتی ہے اور کرم کریموں (ہی کی جانب) سے شایاں ہے ع

درخانہ بکد خدائی ماند ہمہ چیز [گھر کی ہر چیز گھر کے مالک ہی کی ہوتی ہے]

پہلے ہی سے ایسا دستور چلا آرہا ہے اور شوق کا شدید ہونا اصل ہی کی طرف منسوب ہوا ہے بدایت (شروع ہونا) مبدأ سے اور آغاز اصل سے ہے، يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ الآیۃ (وہ (اللہ تعالیٰ) ان سے محبت کرتا ہے اور وہ (بھی) اس ذات تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں) جو خیر و کمال کہ ظل رکھتا ہے وہ سب اصل سے مستفاد و مستعار ہے ظل بذاتِ خود کسی چیز میں استقلال نہیں رکھتا اگر وہ خیر و کمال کی نسبت اپنی طرف کرے تو وہ خائن ہے اور اصل کے ساتھ برابری کا دعویٰ کرتا ہے اس کے حق میں کمال یہ ہے کہ کمال کی نفی کرے اور نیکی یہ ہے کہ وہ نیکی کی نفی کرے، جو حصہ کہ وہ اصل سے رکھتا ہے منتسبات (تعلقات) کے مطابق اس کے ساتھ محو و متلاشی (فانی) ہے جس قدر اصل کا ظہور زیادہ ہوگا اسی قدر ظل کا محو و متلاشی ہونا زیادہ ہوگا بیچارہ (ظل) جو کہ نفی ہونے کے سوا اصل سے کچھ حصہ نہیں رکھتا اس کے کمال سے کیا خبر رکھے گا اور اس کے جمال کا کس طرح پتہ لگائے گا ؎ پارہ ۶ رکوع

گیرم کہ بغمخانۂ ما یار خرامد
کو حوصلہ و طاقتِ دیدار کہ دارد

[میں مانتا ہوں کہ ہمارے غم خانۂ (دل) میں یار خوش خرام آئے ہے لیکن اس کے دیدار کا حوصلہ و طاقت کس کو ہے]

اے میری امیدگاہ! اس وقت میں جو کہ عہد نبوت سے دُوری کا زمانہ ہے اور سنت کے انوار کی کمی اور بدعت کی ظلمات کے ہجوم کا وقت ہے آپ جیسے شاہبازوں کا وجود بہت غنیمت ہے اگر ہم جیسے گمنامی کے گوشہ نشین گمنامی کے کونے میں ہزاروں ریاضتیں بھی کریں اور ہاتھ پیر ماریں (تو یہ) آپ کے اس ایک کلمۂ حق کے برابر نہیں ہوتا

www.maktabah.org

جوکہ بادشاہوں کے دل میں اثر کر جائے اور (بلکہ ہماری ریاضتیں) اس کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتیں، حق سبحانہ وتعالیٰ نے بادشاہوں کو دنیا میں جسم کے اندر روح کی مانند بنایا ہے کہ روح کی درستی جسم ۱۹۳
کی درستی ہے اور روح کا فساد (خرابی) جسم کا فساد ہے، اسی طرح سلاطین کی اصلاح تمام عالم (دنیا) کی اصلاح ہے (بھلا) کونسا عمل ہے جو اس کی گرد کو پہنچے۔

میرے مکرم! نیکی کے آثار والے شیخ محمد صالح جوکہ مجالس اور معرکوں میں آپ کے ثناگو اور آپ کے اوصافِ جمیلہ کی اشاعت کرنے والے ہیں اور آپ کے اخلاق واحسان کی باتیں سناتے رہتے ہیں چونکہ اُن حدود (یعنی آپ) کی طرف جا رہے تھے اپنی ناقابلیتوں کے باوجود غیر مربوط کلمات کے ساتھ اپنے آپ کو آپ کے معطر دل میں یاد کرایا اور آپ کے اوقات شریف میں خلل انداز ہوا ہوں، آپ کے افادہ وارشاد کے ظلال سایہ انداز اور دراز رہیں۔

مکتوب ۶۵

مرزا طاہر بیگ کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ ذکر کو کسی غرض کے ساتھ مخلوط نہ کریں اگرچہ مواجید واحوال ہی ہوں۔

اللہ تعالیٰ اپنے ماسوی کی غلامی سے آزاد کرے اور مدارجِ قرب میں ترقیات عطا فرمائے، مقبول بندہ وہ ہے جو دائمی ذکر کے ساتھ متصف ہو اور ایک لمحہ بھی غفلت اور خواہشِ نفسانی میں مشغول نہ ہو اور ذکر کو اپنی اغراض سے آلودہ نہ کرے اور اخلاص والا ہو بلکہ اپنے احوال ومواجید کا بھی ذکر میں لحاظ وخیال نہ کرے، آیت کریمہ فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ الآیہ[1] (تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا) کے مطابق ضرور اس طرف سے بھی یاد کریں گے، دیکھئے وہ کس طریق پر یاد کرتے ہیں اور کس عطیہ کے ساتھ نوازتے ہیں بلکہ اس وقت میں أَذْكُرْكُمْ (میں تم کو یاد کروں گا) بھی منظور وملحوظ نہ ہو اور خلوِ سینہ و خلوصِ تمنا کے ساتھ متوجہ وحاضر رہے بلکہ ایسا حضور ہو کہ اس کی ذات بھی درمیان میں نہ ہو اور وہ بھی اپنا سامان عدم کے صحرا کی طرف لے جائے اور حضور خود بخود رونما ہو جائے ع

این کار دولت ست کنوں تا کرا دہند   [یہ نصیب کی بات ہے دیکھئے اب کس کو عنایت کرتے ہیں]۔

والسلام علی من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفٰے علیہ وعلیٰ آلہٖ من الصلوات افضلھا و من التسلیمات اکملھا۔

---

[1] سورۃ ۲ آیۃ ۱۵۲

مکتوب ۷۶

مرزا امان اللہ برہانپوری کے نام سورۂ اخلاص کی تاویل کے بیان میں تحریر فرمایا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ازہر چہ می رود سخن دوست خوشتر است (دوست کی جو بات بھی بیان کی جائے پسندیدہ ہے)

ہر کہنے والے سے زیادہ معزز ذات (اللہ تعالیٰ) نے فرمایا ہے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کلمۂ ھو گویا غیب ہویت کی ۱۹۳
طرف اشارہ ہے اور اس ذات کے لئے استعمال کیا گیا ہے جو کہ شیون و اعتبارات سے حتیٰ کہ اطلاق کی قید سے بھی بلند و معرا ہے، اور اللہ سے مراد قابلیتِ اولیٰ اور وحدتِ ذاتیہ ہے جو تجرد اور تمام اوصافِ کمال کے ساتھ متصف ہونے کے خاص اعتبار کے لئے ذات تعالیٰ و تقدس کی قابلیت ہے اور احد احدیتِ مجردہ سے کنایہ ہے جو کہ صفات و اعتبارات سے مجرد ہونے کے ساتھ مقید ہے، اَللّٰهُ الصَّمَدُ ہو احدیت کی طرف اشارہ ہے جو کہ صفاتِ افعالیہ و تمام صفاتِ ثبوتیہ و شیون و اعتباراتِ ذاتیہ کے اوصافِ کمال کے ساتھ متصف ہونے کا مرتبہ ہے اس لئے کہ مقامِ صمدیت کے لئے یہ اتصاف ناگزیر ہے اسی لئے ھو الصمد کی بجائے اللہ الصمد آیا کیونکہ اس اتصاف کی قابلیت خاص اسی مرتبہ کے لئے ہے اور اس مرتبہ میں جس کی تعبیر ھو سے واقع ہوئی ہے یہ قابلیت برزخیتِ کبریٰ کے وسیلہ کے بغیر جو کہ مقامِ لاحق ہے ہرگز ملحوظ نہیں ہے، لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ صفاتِ سلبیہ اور تنزیہات و تقدیسات ذاتیہ کی طرف اشارہ ہے کہ جن کی تفصیل اور اسی طرح شیونِ ثبوتیہ کی تفصیل اللہ واحد و قہار کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ پس یہ سورۂ عالیہ الفاظ کے اختصار و قلت کے باوجود مراتبِ وجوب کی جامع اور اسرار و معارفِ الٰہیہ پر حاوی ہے اور لفظِ مبارک صمد جس طرح سے کہ مرتبۂ وجوب کے شیون و کمالات کا جامع ہے (اسی طرح) مراتبِ کونی و تعیناتِ امکانی کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے کیونکہ صمدیت احتیاج کا مطالبہ کرتی ہے پس یہ سورۂ مبارکہ متبرکہ اجمال کے طور پر تمام وجوبی و امکانی مراتب کی جامع واقع ہوئی ہے اور کوئی کمال ایسا نہیں رہا کہ جس کی خبر اس سورۃ نے نہ دی ہو، اس کے قاری (پڑھنے والے) کو چاہئے کہ اس پر سرسری طور سے نہ گزر جائے اور اس کے معانی و اسرار سے بے خبر نہ رہے اور کمالِ صفات کے ملاحظہ اور جمالِ لازوال کے مشاہدہ سے بے بہرہ نہ رہ جائے اور اخلاقِ کمال کے ساتھ متخلق ہونے اور اوصافِ جمال کے ساتھ متحقق ہونے کا کچھ حصہ حاصل کرے اور ہویتِ ذات تعالیٰ کے ساتھ کچھ یقین حاصل کرے اور اجمال و تفصیل کے مرتبہ سے استعداد کے مطابق بہرہ مند ہو جائے اور صمدیت

www.maktabah.org

باری تعالیٰ جل عظمتہ کے ملاحظہ سے اپنی ذاتی احتیاج اور فطری فقر کا مطالعہ کرے اور خیر و کمال کے اوصاف کلی طور پر حق تعالیٰ کے ساتھ منسوب و مخصوص جانے اور نفسِ امارہ کی انانیت (میں پن) سے پوری طرح رہائی حاصل کرے اس وقت اس کی پیدائش سے جو کچھ مقصود تھا حاصل ہو جائے گا اور صفاتِ تنزیہ تقدیس سے کہ جن کے ساتھ یہ سورۃ ختم ہوئی ہے اس کے حق میں نعمت تمام ہو جائے گی۔

١٩٥ جان لیں کہ سالک جس قدر بھی عروج کے درجات میں ترقی کرتا اور قرب پیدا کرتا اور فنا و بقا سے مشرف ہوتا ہے ہر وقت اس کو دوئی و بیگانگی لاحق ہے اور وہ اس بارگاہ کے ساتھ کسی قسم کی بھی مجانست اور اتحاد پیدا نہیں کرتا اور اس کی ذات و صفات میں کوئی شارکت حاصل نہیں کرتا کیونکہ بندہ ہمیشہ بندگی کا طوق گلے میں ڈالے ہوئے ہے اور وہ سبحانہ و تعالیٰ ہمیشہ اپنے تنزیہ و تقدیس کے ساتھ موصوف ہے۔ ماللتراب و رب الارباب (چہ نسبت خاک را با عالم پاک)۔ آپ نے اپنے اور بعض اپنے دوستوں کے جو بعض واقعات و کشوف و احوال لکھے تھے اعلیٰ و پسندیدہ ہیں ان کے مطالعے نے بہت زیادہ فرحت بخشی۔ اللہ تعالیٰ فتوح و ترقیات کے دروازے ہمیشہ کھلے رکھے بالنون والصاد۔

مکتوب ٧٧

شیخ عبد الحمید برہانپوری کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ درجۂ کمال تک پہنچنے کے لئے علامات ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ محترم بھائی شیخ عبد الحمید اس دور افتادہ (کی طرف) سے سلام عافیت انجام پڑھیں، اس بھائی کا پسندیدہ مکتوب جو کہ اس ناکارہ کے نام موسوم تھا شہر ملتان سے پہنچا، اس کے مطالعہ نے بہت زیادہ فرحت بخشی اور اس میں بعض بلند احوال اور اعلیٰ مقامات بھی مندرج تھے، اگر حق سبحانہ و تعالیٰ (کسی) بندہ کو بعض فضیلتوں کے ساتھ مخصوص فرما دے اور اکابر کے بلند مقامات پر سرفراز کر دے تو کیا تعجب ہے اِنَّ رَبِّیْ رَحِیْمٌ وَّدُوْدٌ۔ (بیشک میرا رب نہایت رحم کرنے والا اور بہت محبت کرنے والا ہے) لیکن اس قسم کے امور کے لئے سنتِ عالیہ کا اتباع اور ناپسندیدہ بدعت سے اجتناب شرط ہے اور دوسری شرط یہ ہے کہ اس (بندہ) کی خواہش احکام شرعیہ اور سننِ پسندیدہ کے تابع ہو جائے، حدیث شریف کا مضمون ہے: لن یؤمن احدکم حتی یکون ھواہ تبعا لما جئت بہ [تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن (کامل) ہرگز نہیں ہوگا جب تک اس کی خواہش میری لائی ہوئی شریعت کے تابع نہ ہو جائے] حق سبحانہ و تعالیٰ قرب کے درجات میں ترقیات نصیب فرمائے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

www.maktabah.org

مکتوب ۸

میر محمد ابراہیم ولد سیادت دستگاہ میر محمد نعمان کے نام رابطہ و فنا فی الشیخ و اتباع سنت حاصل کرنے اور شیخ کامل کی محبت اور فنا فی اللہ کے اختیار کرنے پر جو کہ اس راستہ کا پہلا قدم ہے ترغیب دینے کے بیان میں تحریر فرمایا ہے

۱۹۹ بسم اللہ حامداً للہ العظیم و مصلیاً علی رسولہ الکریم والے سرداری اور نقابت کو پناہ دینے والے! ہمارے طریقہ میں کمال کے درجہ پر پہنچنے کا مدار شیخ مقتدا کے ساتھ محبت کا رابطہ رکھنے سے وابستہ ہے، طالبِ صادق اس محبت کے راستے سے جو وہ شیخ کے ساتھ رکھتا ہے اس کے باطن سے فیوض و برکات اخذ کرتا رہتا ہے اور باطنی مناسبت کے ذریعے سے ساعت بساعت اس کے رنگ میں رنگ جاتا ہے، بزرگوں نے کہا ہے فنا فی الشیخ فنائے حقیقی کا مقدمہ ہے، مذکورہ رابطہ اور فنا فی الشیخ کے بغیر تنہا ذکر اللہ تعالیٰ تک پہنچانے والا نہیں ہے، ذکر اگرچہ وصول الی اللہ کے اسباب میں سے ہے لیکن غالب طور پر محبت کے رابطہ اور فنا فی الشیخ کے ساتھ مشروط ہے، ہاں طریقۂ ذکر کو لازم پکڑے بغیر آدابِ صحبت کی رعایت اور شیخ کی توجہ و التفات کے ہوتے ہوئے یہ رابطہ تنہا

بھی موصل ہے اور اختیاری سلوک و تسلیک میں جو کہ دوسرے طریقوں کے ساتھ وابستہ ہے کام کا مدار اوراد و اذکار کی پابندی پر ہے اور معاملہ کی بنیاد ریاضتوں اور چلوں پر ہے اور پیرِ طریقت سے اس طرح کا رجوع نہیں ہے اور اس طریقہ میں جو کہ صحابۂ کرام علیہم الرضوان کا طریقہ ہے افادہ (فائدہ پہنچانا) اور استفادہ (فائدہ حاصل کرنا) انعکاسی ہے، آداب کی رعایت کے ساتھ شیخ مقتدا کی صحبت کافی ہے، اوراد و اذکار و طاعات کی پابندی بھی امدادی اور معاون امور میں سے ہے، کمالات حاصل کرنے میں خیر البشر علیہ و علی آلہ الصلوات و الزکیات و التسلیمات و التحیات النامیات کی صحبت ایمان و تسلیم اور اطاعت کی شرط کے ساتھ کافی تھی، اسی لئے وصول کی راہ اس طریقہ میں اقرب (سب سے زیادہ قریب) ہو گئی ہے اور شیخ کامل مکمل سے فیوض و برکات اخذ کرنے میں نہایت بوڑھے، بچے، شیوخ، زندہ اور مردہ سب برابر ہیں، اس طریقۂ عالیہ میں جو کہ بدایت میں نہایت کے درج ہونے کو شامل ہے سنتِ منورہ کا اتباع کرنا اور بدعتِ ناپسندیدہ سے اجتناب کرنا ہے، حضرت خواجہ احرار قدس سرہ نے فرمایا ہے "اگر لوگ پوچھیں کہ حضرات خواجگان قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے خاندان کے درویشوں کا اعتقاد کیا ہے تو تم کہو کہ اہلِ سنت و

www.maktabah.org

جماعت کے مطابق اعتقاد اور دوامِ عبودیت ہے جو کہ عبادت ادا کئے بغیر متصور نہیں ہے اور وہ کسی غیر کے وجود کے شعور کی مزاحمت کے بغیر بلکہ وجودِ حق سبحانہٗ آگاہی کی صفت سے بھی ذہول (نسیان اور بھول جانے) کے ساتھ حضرت حق سبحانہٗ کی مقدس بارگاہ میں دوامِ آگاہی مراد ہے، اس سعادتِ عظمیٰ کا پانا جذبے کے تصرف کے بغیر جس سے مراد محبتِ ذوقیہ کا ظہور ہے میسر نہیں ہے۔ جذبہ کے طریق میں کسی ایسے شخص کی صحبت سے زیادہ قوی ذریعہ کوئی نہیں ہے کہ جس کا سلوک جذبے کے طریق سے واقع ہوا ہو اگر حق سبحانہٗ وتعالیٰ محض اپنی عنایت سے کسی ایسے شخص کی صحبت میں پہنچا دے کہ (جس کے) جذبے کے تصرف کا اثر ظاہر ہو جائے جس سے مراد ذوق کے طور پر حق سبحانہٗ کے ساتھ آگاہی ہے اور دل کو اس آگاہی میں ایک لذت ہے، اس کو چاہئے کہ اپنی سعادت ہر کلّی و جزئی امر میں اس کی اطاعت میں جانے اور اپنی بدبختی اس سے روگردانی میں جانے، ہمیشہ اپنے اوقات کو اس کے ادب کی نگاہداشت ص ۱۹۷
میں صرف کرے اور جو چیز بھی اس کو ناپسند ہے اُس سے اپنے آپ کو بچائے اور اس کی مرضی کے خلاف کاموں میں اپنے آپ کو مصروف نہ کرے چنانچہ جو کچھ اس کا محبوب (پسندیدہ) ہو اس کو اپنا محبوب بنالے اور جو کچھ اس کو ناپسند ہو طبعی طور پر اس سے نفرت کرے تاکہ ایسا ہو جائے کہ اُس کی مراد کے سوا اس کی اور کوئی مراد نہ ہو اور تمام مرادیں اس کے سینہ کی وسعت سے نکل جائیں اور جب حالت یہاں تک پہنچ جائے تو اس لائق ہے کہ وہ وصف جو دل پر وارد ہوا ہے بقا حاصل کرلے۔" تم کلامہ [حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ کا کلام پورا ہوا)۔ اس طریقہ کے بزرگوں نے کہا ہے مصرع

سایۂ رہبر بہ است از ذکرِ حق

[رہبر کا سایہ حق تعالیٰ کے ذکر سے بہتر ہے] اور ان بزرگوں نے سایۂ رہبر کا اشارہ طریقۂ رابطہ کی طرف کیا ہے کہ جس سے مراد شیخ کی صورت کی اس طریقے پر حفاظت ہے جو کہ اس طریقہ میں مقرر ہے یعنی رابطہ کا طریقہ مبتدی طالب کے لئے ذکر (حق) سے زیادہ فائدہ مند ہے، اگرچہ ذکر فی نفسہٖ بزرگی اور فضیلت رکھتا ہے اس کی تشریح یہ ہے کہ مرید بیچارہ چونکہ عالمِ سفلی (دنیا و ما فیہا) میں گرفتار ہے (اس لئے) وہ عالمِ علوی (عالمِ بالا) سے مناسبت نہیں رکھتا کہ وہ اس بارگاہ سے بلا وسیلہ فیوض و برکات حاصل کرسکے (اس لئے) اس کے لئے دونوں طرف سے حصہ رکھنے والا ایک واسطہ چاہئے جو عالمِ علوی سے کچھ حظ حاصل کرکے مخلوق کی دعوت و ارشاد کے لئے عالمِ سفلی کی طرف متوجہ ہوا ہو اور علوی (عالمِ بالا کے ساتھ مناسبت کی وجہ سے عالمِ غیب سے فیوض اخذ کرکے دوسری مناسبت کے ذریعے سے جو کہ وہ عالمِ سفلی کے ساتھ رکھتا ہے اُن فیوض کو اُن کی استعداد والوں کو پہنچائے، پس طالبِ رشید شیخ کے ساتھ مناسبت کی

www.maktabah.org

جسقدر رو جوہ زیادہ رکھتا ہوگا اس کے باطن سے اسی قدر زیادہ فیوض اخذ کرے گا ؎

زاں روے کہ چشم تست احول | معبودِ تو پیرِ تست اول

چونکہ تیری آنکھ بھینگی (ایک چیز کو دو دیکھتی) ہے (اسلئے) اولاً تیرا معبود تیرا پیر ہے] اور جن چیزوں سے کہ شیخ کے ساتھ مناسبت پیدا ہوتی ہے وہ ظاہر اور باطن میں اس کی محبت و خدمت اور اس کے آداب کی رعایت ہے۔ آپ نے سنا ہوگا کہ "کوئی بے ادب خدا تک نہیں پہنچ سکتا" اور عبادات و عادات میں اس کا اتباع ہے اور اپنی مرادوں کو اس کی مرادوں کے تابع کر دینا ہے اور تمام امور میں اپنے آپ کو اس کے سپرد کر دینا جیسا کہ مردہ غسل دینے والے کے ہاتھوں میں ہوتا ہے اور رابطہ کا طریقہ ان (مذکورہ بالا) امور میں سب سے بڑا امر ہے اور شیخ کے ساتھ بہت ہی زیادہ مناسبت پیدا کرتا ہے، اور ان مذکورہ بالا امور کو جن کے ذریعہ مناسبت حاصل ہوتی ہے آسان کرنے والا ہے، اور جب رابطہ کی نسبت غالب آجاتی ہے تو وہ (سالک) اپنے آپ کو عین شیخ دیکھتا ہے اور اپنے آپ کو اس کے لباس اور وصف سے موصوف پاتا ہے اور جہاں کہیں دیکھتا ہے شیخ کی صورت دیکھتا ہے ؎

ازیں بتاں ہمہ در چشم من تو می آئی | بہر کہ می نگرم صورتِ تو می بینم ۱۹۸

(ان سب بتوں (حسینوں) میں سے تو ہی میری نگاہ میں آتا ہے میں جس کسی کو بھی دیکھتا ہوں تیری ہی صورت دیکھتا ہوں)

میرے مخدوم! آپ نے طلب پیدا ہونے کے بارے میں ظاہر کیا تھا، آپ جان لیں کہ حق سبحانہٗ فرماتا ہے اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ (آگاہ رہو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص دین ہی ہے) طالبِ حق کے لئے لازم ہے کہ اُس تعالیٰ شانہٗ کی طلب و محبت میں یک سُو اور یک رُخ ہو جائے کیونکہ یہ عظیم امر شرکت کی گنجائش نہیں دیتا جسقدر کوئی شخص کثرت کے ساتھ اُلجھا ہوا ہے اور کثرت کی جہتیں اپنے ساتھ رکھتا ہے اگرچہ طلب و علم اور محبت کے ساتھ ہو حقیقی وحدت سے دور و محروم ہے اور وہ جسقدر کثرت کو ساقط (دُور) کرے گا خواہ توجہ و التفات و طلب کی رُو سے دور کرے یا دید و دانش (دیکھنے اور جاننے) کی رُو سے دُور کرے وحدت کے زیادہ قریب ہوگا۔ جبتک سالک (کثرت کے) اسقاط (دُور کرنے) کے درپے ہے وہ مقام طریقت میں ہے اور جب معاملہ اسقاط (دُور کرنے) سے سقوط (دُور ہو جانے) تک پہنچ جائے اور ماسوا کی محبت اور دید و دانش سے نجات حاصل کر لے تو حقیقت کو پہنچ جاتا ہے، اس مقام میں دل کو ماسوی اللہ سے اسقدر انقطاع و نسیان حاصل ہو جاتا ہے کہ اگر کئی سال تک تکلف کے ساتھ ماسوا کو یاد و مستحضر کرے (تب بھی) میسر نہ ہو اور یاد نہ آئے، یہ کمالاتِ ولایت میں سے پہلا کمال ہے اور دوسرے کمالات کے لئے شرط ہے اور اس معاملہ کو فنائے قلبی سے تعبیر کیا جاتا ہے، کوشش کرنی چاہئے تاکہ پہلا کمال (سورہ زمر ۳)

www.maktabah.org

حاصل ہو جائے اس کے بعد دوسرے کمالات کے بارے میں بات کی جائے ع

در خانہ اگر کس است یک حرف بس است [اگر گھر میں کوئی ہے تو ایک حرف ہی کافی ہے]

مکتوب ۷۹

خواجہ محمد حنیف کے نام مقام بندگی کی تحقیق اور سورۂ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ کے رموز و اسرار کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بندگی کی حقیقت اور طاعات کی حلاوت اس وقت حاصل ہوتی ہے جبکہ توجہ کا قبلہ بارگاہِ صمدیت کے سوا اور کوئی نہ ہو اور تمام امور میں مرجعِ حقیقی اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہ رہے اور خواہشات نفسانی کی تدبیر سے گذر کر تمام امور اُس لم یزل و لایزال (اللہ تعالیٰ) کی پاک بارگاہ کے سپرد کر دے اور اعتماد کی پُشت فانی اور ہلاک ہونے والے کاموں پر نہ رکھے کیونکہ اس کا نتیجہ مطلبِ اعلیٰ سے دوری و محرومی کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

پہلا اے بھائی! دنیا میں کسی کی طرف رجوع کرنے کا باعث اور کسی موجود پر اعتماد کرنے کا سبب یا تو یہ ہوتا ہے کہ وہ مُربّی (پرورش کرنے والا) ہے اور ظاہری و باطنی تربیت اس کے ساتھ وابستہ ہے اور آیۂ کریمہ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ﴿ تو کہہ میں پناہ میں آیا لوگوں کے رب کی ﴾ کے مطابق حقیقی مُربّی اللہ تعالیٰ و تقدس کی پاک بارگاہ ہے اور ظاہر و باطن کی تربیت حقیقت میں اسی سبحانہ و تعالیٰ کے
199 ساتھ وابستہ ہے اور پیر، استاد، ماں، باپ اور جو اُن کے مثل ہیں یہ سب دنیا میں اللہ تعالیٰ جل شانہ کے حکم سے مُربّی ہیں، ان سب کی طرف شریعتِ عالیہ کے موافق رجوع و تواضع کرنا چونکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے اس لئے حقیقت میں اس عنوان سے ان کے ساتھ تواضع و رجوع کرنا اللہ تعالیٰ کے ساتھ تواضع و رجوع کرنا ہے، یا (رجوع کا سبب) سلطنت و بادشاہت ہوا کرتی ہے اور سلطنت و بادشاہت بھی آیۂ کریمہ مَلِکِ النَّاسِ [لوگوں کے بادشاہ کی] کے بموجب اُسی (اللہ تعالیٰ) جل سلطانہ کے لئے (مسلّم) ہے، یا (رجوع کا سبب) معبودیت و الوہیت ہوتی ہے کیونکہ عقل و عرف کی رُو سے دنیا میں رجوع و اعتماد و تواضع و خشوع (کا معاملہ) اللہ و معبود کے ساتھ ہونا مستحسن (اچھا) بلکہ واجب و لازم ہے اور (یہ) معبودیت و الوہیت بھی آیۂ کریمہ اِلٰہِ النَّاسِ [لوگوں کے معبود کی] کے مطابق بیچونِ حقیقی کی پاک بارگاہ کے لئے مسلّم و مخصوص ہے نفسِ انسانی و وسوسۂ شیطانی کہ جس کے شر سے

www.maktabah.org

پناہ مانگنے کا حکم حق سبحانہ وتعالیٰ آیہ کریمہ مِنۡ شَرِّ الۡوَسۡوَاسِ الۡخَنَّاسِ الَّذِیۡ یُوَسۡوِسُ فِیۡ صُدُوۡرِ النَّاسِ مِنَ الۡجِنَّةِ وَالنَّاسِ [(میں) وسوسہ ڈالنے والے پیچھے ہٹ جانے والے کے شر سے جو لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے (پناہ مانگتا ہوں) خواہ وہ جنات ہوں یا انسان] میں فرماتا ہے، یہ (دونوں) دشمن گھات میں لگے ہوئے ہیں چاہتے ہیں کہ اس تحقیقی مربی و معبود اور حقیقی بادشاہ سے بندہ کو دور و محجوب کر دیں اور اس کے ماسوا میں گرفتار کر دیں اور جلی (نمایاں) اور خفی (پوشیدہ) شرک کی طرف رہنمائی کریں، اس قسم کے ملعون (دشمن) کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنا ضروری ہے، ہمیشہ پناہ مانگتے رہنا چاہئے اور ان تینوں اوصاف کو جو کہ اس سورۂ مبارکہ میں مذکور ہیں مکمل طریقے پر اس مقدس بارگاہ میں منحصر تصور کرنا چاہئے تاکہ دشمن کے شر سے محفوظ رہے اور بارگاہِ قدس میں راستہ پائے: رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنۡ لَّدُنۡكَ رَحۡمَةً وَّهَيِّئۡ لَنَا مِنۡ اَمۡرِنَا رَشَدًا [اے رب ہم کو اپنے پاس سے رحمت عطا فرما اور ہمارے کام میں ہمارے لئے ہدایت کا سامان مہیا فرما]

مکتوب ۸۰

مرزا محمد فاروق کے نام بندگی اور ارادہ میں تضاد کے بارے میں اور حضرت ایشاں (مجدد الف ثانی قدس سرہ) کے روضہ مبارکہ کی تعریف اور شہر سرہند کی بزرگی کے بیان میں تحریر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ مرادوں کے حصول کے ساتھ آپ کی عزت افزائی فرمائے بلکہ دیگر تمام مرادوں سے خالی کر دے اور اپنے ارادے کے ساتھ قیام بخشے، بندگی کا مقام جو کہ نیستی اور بے وجودی (عدم و فنائیت) ہے ارادہ کے وصف کی گنجائش نہیں رکھتا کیونکہ (ارادہ) ہستی اور خودی کی خبر دینے والا ہے اور ہستی و انانیت (میں پن) کا ایک نقطہ بھی محب کے سینہ پر کوہِ قاف اور سدِ سکندری کا بہت بڑا بوجھ (رکاوٹ) ہے کہ جس کا دور کرنا کرم (فضل) کے وسیلہ کے بغیر ممکن نہیں ہے، باطنی جذبات تو بہ کے بغیر صرف ظاہری اعمال اس گرداب سے نہیں نکالتے اور جب تک شوق کی آگ کا شعلہ باطن کے گھر کو روشن نہ کریں اور شرکت سوزِ عشق نہ دیں اس بھاری بوجھ سے نجات اور رہائی محال ہے، جب تک سالک اپنے ارادے کی قید میں ہے مرید ہے اور جب ارادے اور مرادوں سے رہائی حاصل کر لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ارادہ کے ساتھ قائم ہو جاتا ہے تو ارادے کے مقام سے نکل جاتا ہے اور شیخی کے مقام کے لائق ہو جاتا ہے۔ ۲۰۰

اس زمانے میں یہ معنی جو کہ ولایت کے کمالات میں سے پہلا کمال ہے اور اسی طرح ولایت کے تمام کمالات پیشوائے اکابر حضرت پیر دستگیر قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس کے انوار فائض الانوار سے

www.maktabah.org

مفاض و مستفاد (جاری و حاصل) ہیں اور اس روضۂ منورہ کے مجاورین (پڑوسی) بلکہ اطراف و اکناف کے طالبان جو کہ صحیح اعتقاد کے ساتھ آتے ہیں اور نیاز مندی کا سر اس آستانۂ بلند سے گھستے ہیں ان دولتوں سے فیضیاب و بہرہ ور ہوتے ہیں اور ایک گھونٹ پی کر صد جوش و خروش کے ساتھ اپنے آپ کو ترک کر کے مطلب کو پہنچ جاتے ہیں۔ آج سرہند کی زمین فیوض و انوار کی کثرت اور اسرار کے ظہور کی بہتات کی وجہ سے ہند و غیر ہند کے لئے رشک (کی جگہ) ہے، لوگ اس کو ہندوستان سے نہ جانیں کیونکہ یہ ولایت (غیرِ ہند) کی کھڑکی ہے ہندوستان کی خاک ولایت کے پانی کے ساتھ مل گئی ہے اور محبت کی شراب جمع کی افیون کے ساتھ اس کی طینت میں گھل مل گئی ہے اس لئے سُکر کے جوش سے عین و اثر کو اس کے طالبوں سے دُور کر دیا ہے، اُس جگہ کے رقص کرنے والوں سے سر و دستار اٹھا دیا ہے، کسی نے کیا اچھا کہا ہے ؎

ازاں افیون کہ ساقی در مے افگند　　حریفاں را نہ سر ماند نہ دستار

[اس افیون کی وجہ سے جو کہ ساقی نے شراب میں ڈال دی ہے حریفوں کو نہ سر (کا ہوش) رہا ہے اور نہ پگڑی (کا)]

اس کے باوجود جمع الجمع کے شربت سے سیراب ہے اور صحو و دعوت کے دودھ سے تروتازہ ہے یہ سب ہدایت و ارشاد اس (بقعہ) کا اثر ہے اور یہ دید و داد (دیکھنا اور دینا) اُس (جگہ) کا پرتو ہے اس بقعہ (قطعۂ زمین) کی طینت کی لطافت کہاں تک بیان کرے اور اس کے وجود کے فیوض و اسرار اور اس کے جود و ایثار کو کہاں تک ظاہر کرے کہ یہ چیز عقل و ہوش والے طالبوں سے چھپی ہوئی نہیں ہے اور صفائی کی طبیعت والے منصفوں پر پوشیدہ نہیں ہے اس کے اسرار کے سمندروں سے ایسا موتی ہاتھ آتا ہے کہ دوسری جگہوں میں کمیاب ہو اور اس کے شراب خانے سے مشتاقین کے حلق میں ایک ایسا گھونٹ پہنچتا ہے جو کہ آفاق و انفس سے بے خبر کر دیتا ہے ؎

بس کنم خود زیرکاں را ایں بس است　　بانگ بر کردم اگر در دہ کس است

[میں بس کرتا ہوں کیونکہ عقلمندوں کے لئے یہی کافی ہے، اگر گاؤں میں کوئی شخص ہے تو میں نے خطرہ کی آواز لگا دی ہے] والسلام اولاً و آخراً

مکتوب ۸۱

رفعت بیگ کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ کثرت کا ترک کرنا اس راستہ کی شرط ہے۔

قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ [تو کہہ اللہ نے پھر ان کو چھوڑ دے] وحدت و کثرت ایک دوسرے کی ضد ہیں

www.maktabah.org

طالبِ وحدت کے لئے کثرت کو ترک کرنا ضروری ہے، کثرت کی جسقدر جہتیں اپنے ساتھ رکھتا ہے
۲۰۱ اسی قدر دُور و محروم ہے طلب و محبت کی رُو سے بھی وحدانی رہ اور علم وارادے کی رو سے بھی تاکہ
تُو مناسبت پیدا کرلے اور وحدت کا آئینہ ہو جائے اور توحیدِ حقیقی کو پہنچے التوحید اسقاط الاضافات
(اضافوں (تعلقات اور نسبتوں) کو ساقط (دُور) کرنا ہی توحید ہے)۔

مکتوب ۸۲

محمد کاشف کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ مطلوب تک پہنچنا اپنے سے گذرے بغیر ممکن نہیں ہے

مَا عِنْدَ كُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ (جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ فنا ہونے والا ہے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے) حق تعالیٰ جل وعلا کا طالب جبتک عارتی لباس کو نہ اُتارے اور ماسوی اللہ سے رہائی حاصل نہ کرے اور تعلقات اور نسبتوں سے خالی نہ ہو جائے اور اپنے آپ سے گذر نہ جائے اُس سبحانہ وتعالیٰ کی بارگاہِ مقدس میں کوئی راستہ نہیں پائے گا اور باقی رہنے والے اخلاق کے ساتھ متخلق نہیں ہوگا ع

بامارِ سیہ نشین و باخود منشین [سیاہ سانپ کے ساتھ بیٹھ اور اپنے نفس کے ساتھ مت بیٹھ]

مکتوب ۸۳

خواجہ عبد الصمد کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا ہے کہ ظاہری اسباب کا ختم ہونا باطنی معاملہ کا مددگار ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللہ تعالیٰ فتوح (کامیابیوں) کے دروازے ہمیشہ کھُلے رکھے اہل اللہ کے سیر سلوک میں سب عبارتوں سے کامل ترین عبارت یہ آیۂ کریمہ مَا عِنْدَ كُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ عہ طالبِ صادق جبتک تمام نسبتوں اور تعلقات سے خالی نہ ہو جائے لازوال انوار کے ساتھ بقا حاصل نہیں کرتا، اگرچہ اس معاملہ میں عمدہ چیز باطن ہے اور فنا و بقا بالاصالت اس کے اوصاف میں سے ہے لیکن صوری ساز و سامان کو زائل کرنا اور معیشت کے اسباب کو ختم کرنا اور ظاہری حوادث کو ساقط کرنا باطنی معاملات کے معاونین اور معنوی ترقیات کے اسباب میں سے ہے، کوئی شاہباز ہونا چاہیے جو کہ اس آیتِ کریمہ کے اسرار کے سمندروں میں غوطہ لگائے اور کلمۂ مَا کے عموم سے جو کہ اس آیت میں دو جگہ آیا ہے بہرہ ور ہو جائے والسلام۔

عہ [ترجمہ: جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جائیگا اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے۔]

www.maktabah.org

مکتوب ۸۴

مولانا محمد صدیق پشاوری کے نام اس بارے میں کہ ذوق و شوق، مشاہدہ اور حضور وغیرہ سب توسط (درمیانی منزل) میں ہے اور انتہا میں خوف و حزن ہے اور اس کلمہ کی شرح میں جو اعلیٰ بشارت کے ضمن میں الہام ہوا تھا تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، برادرِ عزیز مولانا محمد صدیق کے گرامی نامہ نے ۲۰۲
وصول ہو کر مسرور و لطف اندوز کیا اس میں درج تھا کہ "اگر اس سے پہلے پُر شوق گریہ ہوتا تھا تو اب پُر خوف گریہ ہوتا ہے، اور اگر اس سے پہلے نیستی کے وصف کا مراقبہ رکھتا تھا تو اب حیرت و سرگردانی کے سوا کچھ نہیں رکھتا، اور اگر اس سے پہلے نسبت و حلاوت رکھتا تھا تو اب بے نسبتی اور بے حلاوتی ہے تمام حالات میں نسبت و اسرار و معارف کے مراقبے سے خالی اور بری ہو کر حیرت کے جنگل اور نکارت (نا آشنائی) کے صحرا میں سرگرداں ہے نہ گرفتارِ فنا ہے اور نہ طالب بقا ہے نہ حضور کی جستجو کرنے والا ہے اور نہ ہی شہود کے لئے بھاگ دوڑ کرنے والا۔"

میرے مخدوم! شوق و حلاوت، مراقبہ و نسبت اور نیستی یہ سب احوال کے وسط میں ہیں، اور کام کے آخر میں خوف و حیرت، سرگردانی و بے حلاوتی اور بے نسبتی ہے، جب معاملہ اصل الاصل سے پڑتا ہے بلکہ اصل کو (بھی) ظل کی طرح راستہ میں چھوڑ دیتا ہے اور اس بلند بارگاہ کے ساتھ اپنی بے مناسبتی کا احساس کرتا ہے تو وہ شوق و حلاوت و خیال و نسبت و اسرار و معارف کہ جن سے وہ بالوف و مانوس تھا زائل ہونے لگتے ہیں اور اُن کی جگہ خوف و حیرت و بے حلاوتی اور جہل و نا آشنائی لے لیتی ہے، وہ جہل و نا آشنائی نہیں جو کہ عوام کا حصہ ہے (بلکہ) یہ ایک ایسا امر ہے کہ جبتک اس کے ساتھ متحقق نہ ہو جائے اس کو نہیں پاتا، یہ وہ جہل و نکارت ہے جو علم و دانش پر ہزاروں درجہ فضیلت رکھتی ہے اور یہ وہ خوف و حیرت ہے کہ کئی وجوہ سے شوق و حلاوت پر ترجیح رکھتا ہے، یہ اطلاقات مدح بما یشبہ الذم [وہ تعریف جو مذمت کے مشابہ ہو] کی قسم سے ہیں، جبتک سالک کی سیر اصول میں ہے شوق و حلاوت و معرفت اور اسرار معارف بیان کرنے میں زیادہ بولنا اور احاطہ و سریان و اصالت و ظلیت اور مرآتیت (آئینہ ہونا) کی نسبت کے ثابت کرنے وغیرہ کی گنجائش ہوتی ہے اور جب معاملہ اصول سے اوپر چلا جاتا ہے اور اصل کو ظل کی طرح چھوڑ دیتا ہے تو کَلَّ لِسَانُہٗ [زبان گونگی ہو گئی]

www.maktabah.org

دکا مقام حاصل ہو جاتا ہے اور مذکورہ نسبت پوشیدہ ہو جاتی ہے ما للتراب و رب الارباب [چہ نسبت خاک را با عالم پاک] اور یہ معرفت و حلاوت ختم ہو جاتی ہے۔ اس مقام میں اگر علم اور لذت حاصل کرتا ہے تو وہ دوسری وجہ سے ہے بیلیک ایسا امر ہے کہ جس کو جہل و حیرت سے تعبیر کرنا زیادہ مناسب ہے من لم یذق لم یدر [جس نے نہیں چکھا اس نے نہیں جانا] اگرچہ آپ کی بعض عبارتیں اس معنی کو ادا کرنے والی نہیں ہیں جو کہ اوپر مذکور ہوئے ہیں اور فی الجملہ اس پر محمول ہونے سے انکار کرتی ہیں لیکن امید ہے کہ آپ اس کے اردگرد سے کچھ حصہ رکھتے ہیں اور المرء مع من احب [آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے محبت کرتا ہے] کے مصداق آپ نے ایک (قسم کی) معیت اس نسبت والوں کے ساتھ حاصل کر لی ہے۔

۲۰۳ آپ نے لکھا تھا کہ واضح یقین کے ساتھ یہ بات حاصل ہو گئی ہے کہ خواہش و آرزو کی کوئی گرد بھی دل کے آئینہ میں نہیں بیٹھی ہے اور اسی ضمن میں ایک قسم کی حلاوت و لذت حاصل ہوئی ہے کہ تمام عمر میں اس قسم کی حلاوت ظاہر نہیں ہوئی ہوگی عین خاص الخاص لذت حاصل کرنے میں تھا کہ ہوش کے کان میں آواز دی گئی کہ یہ تسلیم و رضا کا مقام ہے لیکن اس کے بعد میں نے اپنے آپ کو فردِ محض پایا اور بے کیف دیکھا تھا اور آپ نے لیکن کے معنی میں تحیر میں مبتلا ہو کر بہت سے احتمال (شکوک) لکھے ہیں "لیکن کا معنی جو کچھ (میرے) دل میں آتا ہے وہ یہ ہے کہ" لیکن مطلوبِ حقیقی تک پہنچنا اس سے ماوراء ہے اور جو کچھ آپ نے آنحضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلسِ مبارک سے اس کے معنی کا استفادہ کیا ہے کہ شعر لکن استقم [آخرین لیکن اس پر استقامت حاصل کرو] ہو سکتا ہے کہ اس معنی کے ساتھ جمع ہو جائے یعنی لیکن اس پر مستقیم رہ تاکہ انتہائی مطلب تک ترقی حاصل کرے۔ اور یہ جو کہا گیا ہے کہ مطلبِ اعلیٰ تک پہنچنا اس کے ماوراء ہے یہ اس لئے ہے کہ تسلیم و رضا و فنائے ارادہ شروط میں اور موانع کے دور کرنے میں داخل ہیں، کاملین کے قدموں کا باہم افضل ہونا دوسرے امور کی وجہ سے ہے اس قسم کے امور کا ہونا قدرِ مشترک ہے جو کہ ضروری ہے۔

اگر یہ کہیں کہ قوم (صوفیہ) کے نزدیک یہ بات مسلّم ہے کہ مقامِ رضا تمام مقامات سے اوپر ہے، ان حضرات نے مقامات میں سے پہلا مقام توبہ کو اور ان میں سے آخری مقام رضا کو کہا ہے، تو پھر مقامِ رضا سے ترقی کس طرح متصور ہوگی۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ سلوک کے مقامات کا منتہا (آخری مقام) ہے کہ جس کا حاصل ہونا کسب و ریاضت سے وابستہ ہے یہ مطلق مقاماتِ عروج کا منتہا نہیں ہے۔

اور جو آپ نے لکھا ہے کہ "اس وقت سے جبکہ یہ واقعہ منکشف ہوا ہے کمر ٹوٹ گئی ہے کہ اگر اس شخص میں استقامت ہوتی تو بظاہر اس خطاب سے مخاطب نہ ہوتا کیونکہ تحصیل حاصل (حاصل چیز کو

www.maktabah.org

حاصل کرنا محال ہے"۔ یہ کوئی تحصیل حاصل نہیں ہے کیونکہ لفظ استقم (استقامت حاصل کر) مستقبل کا لفظ ہے یہ حال کی استقامت کے منافی نہیں ہے، اللہ تعالیٰ اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خطاب کرتے ہوئے فرماتا ہے فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ [پس تو استقامت حاصل کر جیسا کہ تجھ کو امر کیا گیا ہے] بیشک استقامت مشکل کام ہے اور اس کا امر کرنا کمر کو توڑنے والا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سورۂ ھود نے مجھ کو بوڑھا کر دیا۔ اور آپ نے واقعہ میں جو کچھ فقیر کا اعتراض مشاہدہ کیا ہے آپ کی فرمانبرداری و تسلیم کے بعد وہ اعتراض اس کی ضد میں تبدیل ہو گیا ہے گویا آپ کے انقیاد (فرمانبرداری) اور تسلیم کا امتحان ہوا ہے۔ رَبَّنَا أَتْمِمْ لَنَا نُورَنَا وَاغْفِرْ لَنَا إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ [اے اللہ ہمارے لئے ہمارے نور کو پورا فرما دے اور ہماری مغفرت فرما دے بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے]۔

مکتوب ۸۵

پیرزادہ خواجہ محمد عبید اللہ کے نام اُن شبہات کے حل میں جو کہ انھوں نے حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ
کے کلام پر کئے تھے اور حضرت ذات تعالیٰ سے تنزل وجود خواہ عیناً ہو یا زائد اً کے بارے میں ۲۰۲
حضرت عالی قدس سرہٗ کے مذہب اور حیات کے علم پر مقدم ہونے کی تحقیق اور تعین وجودی و
حبی اور ہر مقام کے متعلق مناسب تحقیقات کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ خصوصاً علیٰ سید الوری امام التقی محمد المصطفیٰ صاحب قاب قوسین او ادنیٰ وعلیٰ آلہ شموس الدجیٰ وصحبہ نجوم الھدیٰ اما بعد [اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو کہ نہایت مہربان اور بہت ہی رحم والا ہے سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر خصوصاً مخلوق کے آقا و سردار متقیوں کے امام حضرت محمد مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر جو کہ قاب قوسین او ادنیٰ کے مالک ہیں اور آپ کی آل پر جو کہ تاریکیوں کے سورج ہیں اور آپ کے اصحاب پر جو کہ ہدایت کے ستارے ہیں سلام ہو، اس کے بعد] پس یہ وہ فقرات ہیں جو تنزیہات کی نرم ہواؤں سے مترشح ہوئے ہیں اور وہ بلاغات ہیں جو تقدیسات کی خوشبوؤں سے مہکے ہیں، احدیت کے وہ انوار ہیں جو کہ فتوحات کی شعاعوں سے ظاہر ہوئے ہیں اور وہ پاکیزہ حالات و واقعات ہیں جو عطیات (الٰہی) کے ترشح سے نمودار ہوئے ہیں، وہ الہامات ہیں جن میں بیمار عقل کے لئے علاج ہے اور وہ انعامات ہیں جن سے روح کے لئے تروتازگی و زندگی ہے، مشکلات کو حل کرنے میں کلمات کاملہ ہیں اور قلیل سرمایہ کے حقیر سا ہدیہ میں

www.maktabah.org

جو اس مخدوم مکرم کی طرف بھیجا گیا ہے جو کہ کمالات کا جامع ہے، شوق و وجد اور لذات کی چادر میں ناز سے چلنے والا ہے، وہ جذبات کا مورد، انعامات کا مہبط، معقولات کے دلائل کی گہرائیوں میں غوطہ لگانے والا تصوف و الٰہیات کے دقائق میں غور کرنے والا ہے اور بیشک اُس نے ہماری طرف ایک بزرگ گرامی نامہ ارسال کیا تھا جو بلند معارف اور نادر سوالات پر مشتمل تھا اور جو کچھ اس خط میں تھا میرے پاس اس کی مثل نہیں تھا تو اس سے بہتر کس طرح ہوتا (حالانکہ نص میں) وارد ہے فَحَیُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا (پس تم اُن سے بہتر (الفاظ میں) سلام کرو یا انہی الفاظ کو لوٹا دو) اور یہ میرے فہم کی کوتاہی اور میرے ادراک کی کمی کی وجہ سے ہے خاص طور پر اسرار الٰہیہ سے کہ جن کی صحراؤں (دعوؤں) میں قدم لڑکھڑا جاتے ہیں اور جن کی تمہیدوں میں عقلیں بھٹکتی رہتی ہیں اور اسی لئے میں توجہ کی باگ کو اس طرف سے پھیر لیتا تھا کہ اُن کے مقابلہ میں کوئی چیز صراحۃً یا کنایۃً لکھوں، اسی طریقہ پر ایک سال گذر گیا اور ہماری جانب سے ہرگز کوئی جواب ظاہر نہ ہوا یہاں تک کہ مخدوم مکرم کی جانب سے متعدد مکتوبات موصول ہوئے کہ اس کے جواب میں جو کچھ تو جانتا ہے لکھو، پس میں قلم پکڑنے پر مجبور ہوا اور میں نے انوار قدیم (اللہ تعالیٰ) سے مدد طلب کی پس مالایدرک کلہ لایترک کلہ [جو چیز پوری حاصل نہ ہو سکے اس کو بالکل چھوڑ نہیں دینا چاہیے یعنی جس قدر مل سکے لے لینا چاہیے] کے مصداق میں نے اس (تعمیلِ ارشاد) میں لکھنا شروع کیا اور کام کی بزرگی اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے اور اسی سے اس کا عقد و حل ہے۔

پس میں کہتا ہوں کہ جب میں نے اس مکتوب میں غور کیا تو میں نے اس کے بعض مسائل کو طبیعیات سے متعلق اور بعض کو ریاضی سے اور بعض کو تصوف و الٰہیات سے متعلق پایا اور میں نے دیکھا کہ طبیعیات و ریاضی کے دقائق میں مشغول ہونا عزیز اور قابلِ قدر وقت کو ضائع کرنا اور دنیا و آخرت کے اعتبار سے بے ضرورت کاموں میں مشغول ہونا ہے بلکہ قریب ہے کہ ان علوم کے ساتھ کثرت سے مشغول ہونا دینی عقائد میں سُستی پیدا کر دے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "بندہ سے
اللہ تعالیٰ کی روگردانی کی علامت اس (بندہ) کا بے ضرورت کاموں میں مشغول ہونا ہے" اور اگر نفس کا ۲۵
کوئی معتدبہ کمال ان دونوں علموں کے ساتھ وابستہ ہوتا تو صاحبِ شرع (علیہ الصلوٰۃ والسلام) اس کو ترک نہ فرماتے اور سلف اس سے روگردانی نہ کرتے بلکہ وہ اس کے حاصل کرنے میں رغبت کرتے اور اس کی تعلیم پر رغبت دلاتے اور (چونکہ) ایسا نہیں ہوا پس (یہ معاملہ بھی) ایسا نہیں ہے اور جو چیز کہ تصوف سے تعلق رکھتی ہے تو اس میں سے ایک وہ چیز ہے جو مسئلہ وحدۃ الوجود کی شرح اور مخلوق اور حق تعالیٰ و تقدس کے درمیان اتحادِ ذاتی سے متعلق ہے اور بلا شبہ یہ مسئلہ صوفیائے وحدۃ الوجود کی کتابوں میں تفصیل کے ساتھ

www.maktabah.org

بیان کیا گیا ہے اور ہم اس مسئلے سے بے تعلق ہیں اور ان میں سے بعض چیزیں وہ ہیں جو ہمارے شیخ و امامؒ قبلہ حبیب رحمانی و مجدد الفِ ثانی (قدس سرہ العزیز) کے بعض معارف سے متعلق ہیں تو ہم اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتے ہوئے جو کہ غالب اور قوی ہے اور اسی پر بھروسہ کرتے ہوئے ان کے بارے میں کلام کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور ہم اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہتے ہیں اور ہمیں اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر گناہوں سے بچنے اور نیک کاموں کے کرنے کی طاقت نہیں ہے۔

قولہ (اس کا یہ قول کہ) "کیا ان کے نزدیک یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ وجودِ ذاتِ واجب تعالیٰ پر زائد ہے یا اس کا عین ہے اور پہلے قول (یعنی زائد ہونے) کی بنا پر ان دلائل عقلیہ سے کس طرح رہائی ہے جو اس کے عین ہونے پر دلالت کرتے ہیں اور کثرتِ شہرت کی وجہ سے ان کو یہاں بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور علیٰ رغم المخالف (مخالف کی مرضی کے خلاف) یہ دلائل قطعی ہیں انتہیٰ" (اس کے جواب میں) میں کہتا ہوں کہ یہاں ایک تیسری صورت بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ بلاشبہ وہ سبحانہ تعالیٰ بذاتہٖ خود ثابت ہے نہ کہ وجود کے ساتھ پس اس کی ذاتِ عالیہ اپنے ثبوت میں کافی ہے وجود کی محتاج نہیں ہے اور وہاں وجود کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے خواہ عیناً ہو یا زائداً ہو۔ یہ اُس تحقیق کی بنا پر ہے جو کہ انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب آئے گی پس اس سبحانہ وتعالیٰ کے اس وجود کے ساتھ موجود ہونے کی وجہ سے جو کہ ماہیت پر زائد ہے دلائل نافیہ اس پر وارد نہیں ہوتے پس اگر یہ کہا جائے کہ اس تعالیٰ شانہٗ کے بنفسہٖ موجود ہونے اور صوفیائے کرام کے مذہب کے مطابق وجود کے اس کی عینِ ذات ہونے کا مرجع ایک ہی ہے اس لئے کہ وجود کے اس کا عین ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ وجود پر مرتب ہوتا ہے وہ ذاتِ تعالیٰ پر بھی مرتب ہوتا ہے تو ہم (جواباً) کہتے ہیں کہ بات اس طرح نہیں ہے اس لئے کہ اس سبحانہ وتعالیٰ کے اپنی ذات کے ساتھ موجود ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اس سبحانہ وتعالیٰ کی حقیقت اپنی ذات میں وجود سے ماوراء ہے (اور) اس پر وجود کے آثار مرتب ہونے کیلئے کافی ہے اور اس تحقیق کی بنا پر جو کہ ہمارے شیخ و امام (حضرت مجدد الفِ ثانی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب کی وضاحت میں انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب آئے گی، وجود اس مرتبۂ عالیہ سے تنزل (نیچے کے مرتبہ میں) ہے۔

اور وجود کے اس کی عینِ ذات ہونے کے یہ معنی کہ اس سبحانہ وتعالیٰ کی حقیقت یہی وجود ہے صرف اس بنا پر ہیں جو اُن حضرات کی تحقیقات سے مستفاد ہوتی ہے پس اُس مرتبۂ مقدسہ پر وجود کا اطلاق ان کے نزدیک حقیقت ہے اور اگر وجود کی عینیت سے یہ مراد لی جائے کہ جو کچھ اس پر مترتب ہوتا ہے وہی وجود پر بھی مترتب ہوتا ہے تو اس سبحانہ وتعالیٰ پر وجود کا اطلاق بطریقِ مجاز و تشبیہ و

www.maktabah.org

سنظیر ہو گا اور (چونکہ) مجاز کی نفی ہو جاتی ہے پس اس سے وجود کی نفی صحیح ہو جائے گی، اور ذات تعالیٰ فی نفسہ وجود کے سوا ہو گی۔ اور وہ صوفیائے کرام جو وجود کی عینیت کے قائل ہیں اس کو جائز نہیں کہتے ۲۰۶ جیسا کہ یہ بات ان لوگوں پر پوشیدہ نہیں ہے جو ان کے کلام میں جستجو کرتے ہیں اور ان کے اطوار سے واقف ہیں، وہ (صوفیائے کرام) کہتے ہیں کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کی حقیقت وجودِ بحت ہے اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے اور اپنی ذات سے کسی چیز کا سلب کرنا محال ہے اور اگر ان کے نزدیک اس تعالیٰ سبحانہ پر وجود کا اطلاق حقیقت کے طور پر نہ ہوتا تو عینیتِ وجود کے قائلین کے درمیان حق سبحانہ کے وجودِ مطلق ہونے یا اس کا کوئی فرد ہونے میں اختلاف کے لئے کوئی　　حاصل شدہ معنی نہ ہوتے اور ان کے نزدیک اس مرتبۂ عالیہ پر وجود کے اطلاق کی مجاز کے طور پر کس طرح گنجایش ہو گی حالانکہ مسئلہ وحدۃ الوجود کا مبنیٰ یہ ہے کہ وہ تعالیٰ شانہٗ وجودِ مطلق ہے، علاوہ ازیں اس کی عینیت پر اکثر دلائل غیر صحیح و نامکمل ہیں پس ان کا قطعی ہونا غیر مسلّم ہے اور مخالف کے گمان پر اُن (ادلہ) کا قطعی ہونا ہمارے لئے مضر نہیں ہے۔

قولہ (اس کا یہ قول)" اور تعینِ وجودی جس کی طرف ہمارے شیخ و امام و قبلہ قدس سرہ الاقدس گئے ہیں اس سے مراد یا وجودِ عام ہے یا وجودِ خاص یا وجودِ مطلق؟" (جواباً) ہم کہتے ہیں کہ وہ مرتبہ جس کو بعض صوفیائے عالی مرتبہ وجودِ بحت کہتے ہیں اور وہ گمان کرتے ہیں کہ یہ مرتبۂ لاتعین ہے وہ ہمارے نزدیک مرتبۂ ذاتِ تعالیٰ سے نیچے کا مرتبہ ہے اور اس کے تعینات میں سے ایک تعین ہے خواہ وہ اس کو وجودِ خاص کے نام سے موسوم کریں یا موجودِ عام سے یا وجودِ مطلق سے، اور اگر یہ کہا جائے کہ وہ وجودِ مطلق ہے تو یہ بھی بعید نہیں ہے لیکن وہ اطلاق کی قید سے آزاد نہیں ہے اس لئے کہ وہ متعین و متنزل ہے اور ایسا اطلاق لاتعین کے مناسب ہے بلکہ وہ قیود سے مطلق (آزاد) ہے (اور) اطلاق کے ساتھ مقید ہے پس وہ ایک لحاظ سے مطلق اور ایک لحاظ سے مقید ہے اور اس پر کوئی غبار نہیں ہے جیسا کہ ان حضرات نے مرتبۂ وحدت میں کہا ہے لیکن ہم کہتے ہیں یہ تردید درست نہیں ہے اس لئے کہ اگر مطلق سے مطلقِ حقیقی مراد ہے تو تردید حصر والی نہیں ہے اور اگر اس سے مطلق اضافی مراد ہے تو تردید کے عدم انحصار کے باوجود جو دلیل کہ اس کے باطل قرار دینے پر لائی گئی جو کہ آگے عنقریب آئے گی اس کے لئے غیر مطابق ہے اور اگر وہ معنی مراد ہیں جو ان دونوں معنوں کو شامل ہیں تو مدعی کی طرف سے دلیل ناقص و نامکمل ہے پس آخری دونوں صورتوں میں تقریب کامل نہیں ہوتی۔

قولہ (اس کا یہ قول) پہلی صورت کی بنیاد پر اس سے چارہ نہیں کہ زائد ہو پس اس صورت میں خلاف متحقق نہیں ہو گا کیونکہ ابنِ عربی اور ان کے متبعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی اسی طرف گئے ہیں کہ

www.maktabah.org

صادر اول وجودِ عام ہی ہے بلکہ عموم وانبساط کی نسبت ہے" (اس کے جواب میں) ہم کہتے ہیں کہ اختلاف کا دور ہونا ممنوع ہے کیونکہ انہوں نے وجودِ عام کو وجودِ مطلق کے مغائر نہ ہونے کا حکم کیا ہے اور ہم ذاتِ اعلیٰ پر تعینِ اول کے زائد ہونے کے قائل ہیں اور اس کی اس سے مغائرت اور نسبت کی زیادتی خلاف ۲۰۰
یا غیر وجود کی نسبت کو رفع نہیں کرتی پھر اس کے قول بل نسبۃ العموم والانبساط [بلکہ عموم وانبساط کی نسبت ہے] میں ترقی کی بے قدری پوشیدہ نہیں ہے۔

قولہ (اس کا یہ قول) اور تیسری اور چوتھی صورت کی بنا پر وہ تعین حاصل نہیں ہوتی جو مرتبۂ سابقہ میں نہیں تھی کیونکہ ذات پر کوئی چیز زائد نہیں ہے (اس کے جواب میں) ہم کہتے ہیں جب ذاتِ عُلیٰ اپنی ذات میں وجود کے سوا ہے تو اس قول کے کچھ معنی نہیں کہ ذات پر کوئی چیز زائد نہیں ہے۔

قولہ (اس کا یہ قول) لیکن وجود کے مطلق وجود ہونے کی صورت میں تو ظاہر ہے کیونکہ وہ غیر متعین ہے۔" ہم کہتے ہیں کہ مطلق اضافی تعین کے منافی نہیں ہے اور وجودِ متعین کے محتملات میں سے ہونے کی وجہ سے لفظِ مطلق سے (مخالف کی) تردید میں یعنی (مطلقِ اضافی) مراد لینا زیادہ مناسب ہے اور رہا مطلقِ حقیقی مراد لینا تو یہ طبعِ سلیم کے نہایت منافی ہے اس لئے کہ متعین غیر متعین کا احتمال ہرگز نہیں رکھتا، پس مخالف کا مذہب تسلیم کرتے ہوئے کہ وجود متعین ہے تو اب اس سے پوچھا جائے کہ اس متعین سے تیری مراد غیر متعین ہے یا کوئی دوسری چیز ہے۔

قولہ (اس کا یہ قول)" اور لیکن وجودِ خاص ہونے کی بنا پر پس بیشک ذاتِ محض کی طرف نسبت ہونے کے باوجود وہ ایک وجود ہے اور وہ نسبت جو غیرِ حقیقی و اعتباری کو مستلزم نہیں ہے وہ تعین زائد کو واجب نہیں کرتی۔" (اس کا جواب یہ ہے کہ) اس میں بحث ہے اول اس لئے کہ کسی چیز کی اپنی ذات کی طرف نسبت تغائر کو لازم نہیں کرتی اور وجود ذاتِ مقدس کا غیر ہے اور ذات کی طرف اس کی نسبت سے تعین حاصل ہوتا ہے۔ اور دوسرے اس لئے کہ علم تمہارے نزدیک عینِ ذاتِ تعالیٰ ہے اور ذاتِ تعالیٰ کی طرف اس کی نسبت سے تمہارے نزدیک تعین حاصل ہوتا ہے اور تیسرے اس لئے کہ غیر اعتباری نسبت کا لازم نہ ہونا ممنوع ہے۔ اور جاننا چاہیے کہ ہمارے نزدیک ذاتِ عُلیٰ کی طرف وجود کی نسبت ایسی ہے جیسا کہ صادر کی نسبت مصدر کی طرف ہوتی ہے کیونکہ وہ فی نفسہٖ وجود سے بے نیاز اپنی ذات کے ساتھ موجود ہے پس اس صورت میں اس کے اس قول کا کوئی فائدہ نہیں ہے کہ" اگر یہ تعین وجودی ذات پر زائد نہیں ہوگا تو قریب ہے کہ درمیان سے اختلاف دور ہو جائے۔ پس وجود کے ساتھ متعین ہونے کے معنی یہ ہیں کہ وہ من حیث ھو [جس حیثیت سے کہ وہ ہے] وجود ہے لیکن

www.maktabah.org

چاہئے کہ وہ وجود وجودِ محض ہو اس لئے کہ نسبت، باوجودیکہ وہ وہ ہے خصوصیت کو لازم کرتی ہے مگر یہ کہ مراد یہ ہو کہ وہ وجود ہو گیا یا موجود ہو گیا، اور وجود زائد چیز ہے اور یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ ذات تعالیٰ من حیث ھو [جس حیثیت سے کہ وہ ہے] غیر موجود ہو پس اس کو وہ دلیلیں رد کرتی ہیں جو دلالت کرتی ہیں کہ واجب ہی وجود ہے خواہ خاص ہو یا عام انتہیٰ"۔ آپ نے جان لیا کہ ان دلائل میں سے اکثر مدخول قابلِ اعتراض ہیں پس یہ ہم پر وارد نہیں ہوتے۔

قولہ" اور یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ یہ تعین زائد ہو، اور پہلے گذر چکا ہے کہ یہ ممکن نہیں ہے کہ تعین وجودی زائد ہو" (جواباً) ہم کہتے ہیں کہ زیادتی ممکن نہ ہونے کے جوابات بھی پہلے گذر چکے ہیں پس یاد کر لیجئے۔ ۲۰۸

قولہ" پھر اس تقدیر پر کہ (اس کا وجود) زائد ہے، وہ علم میں یا خارج میں موجود ہو گا یا معدوم ہو گا" (جواباً) ہم کہتے ہیں کہ یہاں ایک اور شق بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ تعین ظلِ خارج میں موجود ہو اور اس کی نفی کے لئے دلیل کا ہونا ضروری ہے۔

قولہ" پس بیشک نفسِ امر علم اور خارج سے خالی نہیں ہے"۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ ممنوع ہے کیونکہ بعض کے افادہ کی بنا پر کلی طبیعی اس کے خارجی و ذہنی امتیازات سے قطع نظر کرنے کے باوجود نفس الامر میں ثابت ہوتی ہے اور جو دلیل اس کے ممنوع ہونے پر لائی گئی ہے وہ اعتراض سے خالی نہیں ہے اور نیز اگر خارج سے علم کے ماسوا مراد لی جائے تو ہم یہ اختیار کرتے ہیں کہ وہ خارج میں موجود ہے کیونکہ خارج کے لئے چند مراتب ہیں جن میں سے بعض دوسرے بعض کے اوپر ہیں پس ذاتِ مقدس مراتب میں سب سے اعلیٰ مرتبہ میں ہے اور وجود اس مرتبہ میں ہے جو کہ ذات تعالیٰ سے نیچے کا مرتبہ ہے پس یہ دونوں ایک مرتبہ میں نہیں ہیں اور اگر اس سے اس کا سب سے اعلیٰ مرتبہ مراد لیا جائے جو کہ ذاتِ علی کا مرتبہ ہے تو پھر علم و خارج میں حصر ممنوع ہے۔ ہم مزید کہتے ہیں کہ تحقیق یہ ہے کہ وجود علمی و خارجی مطلق وجود کی اقسام سے ہے اور مطلق اقسام سے ماوراء ہے پس چاہئے کہ وجود علم و خارج کے ماوراء ثابت ہو اور اس معنی کی کشف اور صحیح فراست سے تائید ہوتی ہے۔

قولہ" اور پہلی صورت کی بنا پر لازم آتا ہے کہ (یہ) صفت ہو پس وہ کسی دوسرے وجود کا تقاضا کرتی ہے"۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ بات غیر وجود میں مسلم ہے اور وجود میں ممنوع ہے۔

قولہ" اور دوسری صورت کی بنا پر مرتبہ وجود یعنی خارجی (وجود) میں تکثر (کثیر ہونا) لازم آتا ہے کیونکہ خارج میں موجود ہی ذات ہے اس کے سوا اور کچھ نہیں"۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ ممنوع (غیر مسلم) ہے کیونکہ یہ جائز ہے کہ خارج کیلئے مختلف مراتب ہوں اور وجود کا مرتبہ ذات تعالیٰ و تقدس کے مرتبہ سے نیچے ہو جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے؟

www.maktabah.org

قولہ "اور برہانِ قطعی اس کی تردید کرتی ہے کیونکہ وجود سے مراد مبدأ ہی ہے" ہم کہتے ہیں کہ یہ ممنوع ہے اس لئے کہ مبدأ ذاتِ تعالیٰ ہے اور وجود (اُس) بے نیاز ذاتِ عالیہ سے کمالات کے افاضہ کے لئے واسطہ ہے پس یہ جو کہا جاتا ہے کہ وجود ہر خیر و کمال کا مبدأ ہے ہمارے نزدیک اس کے معنی یہ ہیں کہ ہر خیر و کمال اس سبحانہ و تعالیٰ سے فائض (جاری) ہے، پس وجود فیض کے پہنچنے میں واسطہ ہے کیونکہ وہ تعالیٰ اپنی ذاتِ مقدس سے اس وجود کے ملاحظہ کے بغیر تمام جہانوں سے بے نیاز ہے۔

قولہ "اور ضروری ہے کہ سب سے اول مبدأ ہو ورنہ کوئی چیز نہیں پائی جائے گی، پس یہ حکم کہ وجود زائد ہے اس کی عینیت کو لازم کرتا ہے اس لئے کہ زائد ہونے کی صورت میں اس کا کوئی مبدأ ہوگا ورنہ ص ۲۰۹
وہ بالذات واجب ہوگا اور واجب بالذات کا متعدد ہونا محال ہے اور اگر مبدأ ذات مع وجود ہو تو مبدأ دو ہو جائیں گے اور ہر دو ہونے والی چیز (جوڑا) ممکن ہوتی ہے اور یہ مشہور دلائلِ قطعیہ میں سے ہے جن کے ذکر کی ضرورت نہ ہونے کے با وجود قلم سے ان کا ذکر ہو گیا ہے انتہیٰ"۔ ہم (جواباً) کہتے ہیں کہ علتِ تامہ کا مرکب ہونا اور اس کے اجزا کا متعدد ہونا محال نہیں ہے بلکہ واقع ہے اور فاعل ذاتِ واجب عزّ وجلّ ہے اس کے سوا نہیں ہے اور وجود واسطہ اور شرط ہے پس پہلی صورت کی بنا پر مبدأ کے دو ہونے اور اس کے متعدد ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اور دوسری صورت کی بنا پر تعدد ممنوع ہے۔

قولہ "اور اس مقام کے مناسب امور میں سے یہ ہے کہ تعینِ اول تعینِ ذاتی سے عبارت ہے اور ہر موجود کے لئے اس کے موجود ہونے میں اس سے چارہ نہیں ہے کیونکہ کوئی چیز جب تک متعین و متمیز نہ ہو کم از کم عدم سے تو وہ پائی نہیں جائے گی اور لا تعین کے معنی اس تعین کا دوسرے تعینات سے مزاحم نہ ہونا ہے بلکہ اس کا اس میں منحصر نہ ہونا اور اس کا پابند نہ ہونا ہے پس حقیقتِ الٰہیہ کے لئے تعینِ اول تمام صفات کے لئے اجمالی طور پر حقیقتِ جامعہ ہے خواہ وہ صفات فعلیہ ہوں یا انفعالیہ اور ہم نے "اجمالی طور پر" اس لئے کہا ہے کہ صفات کی تفصیل کے وقت غیر متناہی تعینات حاصل ہو جاتے ہیں اور ہم نے "تعمیم" (عمومیت) کے ساتھ اس لئے کہا ہے کہ صفاتِ فعلیہ کے ساتھ مقید رب ہے اور وہ بندے سے متمیز ہے اور (اسی طرح) بالعکس ہے، تعینِ اول ذاتی سے تنزل کے بعد واجب کی حقیقت اس کا ربوبیت کے ساتھ تعین ہے، پس ربوبیت اس کا تعینِ اولِ ذاتی نہیں ہے (اس کو) وجود کا نام دینا بعید نہیں ہے لیکن وہ زائد نہیں ہے جیسا کہ یہ بات ثابت ہو چکی ہے اور یہ جو ان حضرات کی بعض عبارتوں میں واقع ہے کہ تعینِ اول تعینِ علمی اجمالی ہے تو یہ اس کے مخالف نہیں ہے جو ہم نے

www.maktabah.org

ذکر کیا ہے کیونکہ اس سے یہ مراد نہیں کہ واجب کی حقیقت فقط یہی علم ہے پھر اس نے نزول فرمایا اور دوسری صفات ہوگیا کیونکہ اس مرتبہ میں جس طرح کہ وہ عین علم ہے اسی طرح وہ عین قدرت و ارادہ وغیرہا ہے یا یہ مراد نہیں ہے کہ وہ فی نفسہٖ علم کی حقیقت سے ماوراء ہے پھر اس نے نزول فرمایا اور علم کی حقیقت ہوگیا بلکہ انھوں نے اس حقیقتِ جامعہ سے تمام صفات کے ساتھ اس کا اجمال حقیقتِ علم کے ساتھ تعبیر کیا ہے اس لئے کہ صفات کو جب اس مرتبہ میں ثبوت ہے اگرچہ اندراجی اور اندماجی (ایک دوسرے میں مل جانے کے طور پر) ہو اور تعدد کا ثبوت صرف علم میں ہے اور نیز علم احاطہ کے طور پر عالم اور معلوم کا عین ہے کیونکہ علم کی حقیقت کو اس حیثیت سے کہ وہ ہر معلوم کا عین ہے

ص۲۱۰ علم کی حقیقت سے تعبیر کرنا جائز ہے اور البتہ دوسری صفات مثلاً قدرت جیسی کہ وہ ہے تو وہ عینِ ارادہ نہیں ہے اور نہ ہی عینِ مقدور ہے پس علم جو کہ تعینِ اولؔ ہے اس علم کے سوا ہے جس کے ساتھ دوبارہ مرتبۂ تفصیل میں تنزل واقع ہوا ہے اور اس مرتبہ میں بہت سے تعینات ہیں ان میں سے ایک تعین علمی ہے اس حیثیت سے کہ وہ تعین ارادی وغیرہا سے متمیز ہے، اور اس طول کلامی سے مقصود یہ ہے کہ آپ (اس) سب سے حقیر مرید پر ان مسائل میں صواب و خطا پر متنبہ فرمانے کے ساتھ احسان فرمائیں انتہیٰ۔ میں (جواباً) کہتا ہوں کہ جو کچھ اس تحقیق سے مستفاد ہوتا ہے اس کا ماحصل ذات تعالیٰ و تقدس کا اس کے مراتبِ تعینات میں حصر اور ذاتِ عُلیٰ کے لئے تعینات کے ماوراء مرتبہ ہونے کی نفی ہے اور لاتعین کے معنی کسی عین تعین میں اس کا منحصر نہ ہونا ہے پس تعینِ اول اجمالی طور پر صفات کی حقیقتِ جامعہ ہے اور اسی کو وجود کا نام دیا جاتا ہے پس یہ مرتبہ تعین وجودی اور تعینِ علمی اجمالی ہوگا، البتہ اس کا وجود ہونا اس لئے ہے کہ وجود حق عزوجل کی حقیقت ہے اور اس کے لئے اس مرتبہ سے اوپر کوئی مرتبہ ثابت نہیں ہے اور البتہ اس کا علمی ہونا اس لئے ہے کہ علم احاطہ کے طور پر عینِ عالم اور عینِ معلوم ہے بخلاف دوسری صفات کے کہ وہ اس کی مانند نہیں ہیں پس اختلاف رفع ہوگیا اور تعینِ اول دونوں فریق کے نزدیک ایک ہی چیز ہوگئی خواہ آپ اس کو علم کا نام دیں یا وجود کا۔ اور آپ کو معلوم ہے کہ یہ شیخ (محی الدین ابنِ عربی قدس سرہٗ) اور ان کے متبعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مذہب کی تنقیح ہے ورنہ یہ ایسی صلح ہے جس پر دونوں فریق میں سے کوئی راضی نہ ہوگا، اور اس جگہ چند بحثیں ہیں: اولؔ یہ کہ اس بنا پر جو کہ اُن کے نزدیک مسلّم ہے تعینِ اجمالی و تفصیلی دونوں علمی ہیں پس اس بِنا پر واجب تعالیٰ موجوداتِ علمیہ میں سے ہوگا (حالانکہ) اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند ہے۔ دومؔ یہ کہ یہ بات محال ہے کہ کوئی چیز اپنی ذات کے علم میں موجود ہو اور اس کے لئے اس کے وجودِ علمی کے سوا اور کوئی وجود نہ ہو اس لئے کہ

www.maktabah.org

تعینات خارجیہ اس تعین سے پیچھے آنے والے ہیں اور حادث ہیں۔ سوم یہ کہ جب وجود کی حقیقت موجود علمی ہے تو اس کے تعینات کس طرح خارجی ہوں گے جیسا کہ انھوں نے کہا ہے کہ اجمالی و تفصیلی تعین کے علاوہ (کچھ) تعینات خارجی بھی ہیں؟ اور البتہ جو کچھ اُس سلمہ ربہ کی عبارت سے مستفاد ہوتا ہے کہ اس کو علم کے نام سے موسوم کرنا اس سے محض تعبیر ہے نہ یہ کہ وہ فی نفسہٖ علم کی حقیقت ہے، پس یہ غور طلب ہے اوّل اس لئے کہ کیا اس مرتبہ میں ذات تعالیٰ کا حضور اس کے نفس کے لئے اس کے علم میں اعتبار کیا جائے جیسا کہ ان حضرات کے نزدیک مسلّم ہے یا اعتبار نہ کیا جائے اور پہلی صورت میں اس مرتبہ پر علم کا اطلاق حقیقت کے طور پر ہوگا نہ کہ محض تعبیر کے طور پر، اور دوسری صورت میں اس کے لئے اس کے حضور سے قطع نظر کرنے کے باوجود خارج میں موجودات پر علم کے اطلاق کا جائز ہونا ہم نہیں مانتے اس لئے کہ علم کے معنی عین عالم ہونا و عینِ معلوم ہونا (یعنی) دونوں کا عین ہونا دونوں کے عالم و معلوم ہونے کے اعتبار سے ہے کیونکہ حکم کا مشتق کے ساتھ معلق ہونا علیت (علت ہونے) کا پتہ دیتا ہے، پس زید کے لئے جو کہ خارج میں موجود ہے یہ نہیں کہا جائے گا کہ وہ علم ہے پس نسبتوں اور اعتبارات سے خالی ذات کو اس کے نفس کے لئے اس کے حضور سے قطع نظر کرنے کے باوجود اس کو علم کے ساتھ تعبیر کرنا کس طرح جائز ہوگا حالانکہ تعبیرات اس مرتبہ میں ساقط ہیں، پس ظاہر ہوا کہ اس مرتبہ پر علم کا اطلاق محض تعبیر نہیں ہے جیسا کہ ان کی صریح عبارات اس پر دلالت کرتی ہیں جیسا کہ تحقیق کرنے والے پر یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ اس کی ذات کا تعقل (سمجھنا) اس کی ذات کے ساتھ ہے اور اسی لئے وہ اس کو عقل و حضرتِ علمیہ و علمِ مطلق و وجودِ مطلق بمعنی غیر مقید بالتفصیل کا وجدان کے نام سے موسوم کرتے ہیں نقد النصوص میں کہا ہے "اور یہ معرفت کلی اجمالی معرفت ہے" اور فصوص میں ہے کہ "نسبتِ علمیہ ذاتیہ سے تعلق رکھنے والے تعینات میں سب سے اول تعین وحدۃ الحق اور اس کے وجود کا واجب ہونا اور اس کا مبدأ ہونا سمجھا جاتا ہے اور خاص طور پر اس حیثیت سے کہ اس کا اپنے نفس کو فی نفسہٖ جاننا اور اس کا اپنی ذات کے واسطے سے جاننا ہر چیز کے لئے اس کے علم کا سبب ہے اور دوسرے مقام میں اس نے اس تعین کو علم وجدانی کے ساتھ تعبیر کیا ہے اور نیز اس میں ہے کہ غیب ہویتِ حق سے لاتعین کے اعتبار سے اس کے اطلاق کی طرف اشارہ ہے اور وحدتِ حقیقت جو تمام نسبتوں اور اسماء و اضافات اور اعتبارات کو شانے والی ہے اس سے مراد حق کا اپنے نفس کو سمجھنا اور اس کا اپنے تعین اور اتصاف کی حیثیت سے اپنے نفس کا ادراک کرنا ہے اور اس (کے تعین) سے مراد نسبت علمیہ ذاتیہ میں وجود کا تعین ہے اور اس کے اتصاف سے مراد اپنے تعلق میں اپنے تعین کی حیثیت سے

www.maktabah.org

اس کے اپنے نفس کے علم کی صورت ہے اور اس طرح کی مثالیں ان کے کلام میں بے شمار ہیں ——
اور دوم اس لئے کہ اگر اس پر علم کا اطلاق مجاز کے طور پر ہو تو اس سے علم کی نفی کرنا جائز ہوگا حالانکہ بیان کے نزدیک جائز نہیں ہے اس بنا پر جو کہ پوشیدہ نہیں ہے ــــ اور سوم اس لئے کہ علم کا عالم اور معلوم کے ساتھ اتحاد صرف علمِ حضوری میں ہے اور اس علم کا جس سے بعض صفات کو بعض سے تمیز کیا جاتا ہے علم حضوری ہونا ممنوع ہے بلکہ وہ علم حصولی کے قبیل سے ہے کیونکہ اس سے معلومات کی صورتیں اور اعیانِ ثابتہ کا حصول ہوتا ہے اور اگر اس (علم) کا علمِ حضوری ہونا مان لیا جائے تو ذاتِ بحت کے ساتھ اس کا اتحاد اس کے اعتبار کو ملاحظہ کئے بغیر ممنوع ہے بلکہ تحقیق یہ ہے کہ علمِ حضوری میں بھی اس کے اعتبارات میں سے کسی اعتبار کے ساتھ ہی ذات ملحوظ ہے نہ کہ ذاتِ بحت جیسا کہ بعض محققین نے اس کا افادہ کیا ہے ــ اور چہارم اس لئے کہ ایک ۲۱۳
چیز کا دوسری چیز کے ساتھ متحد ہونا اس کا مقتضی نہیں ہے کہ جو اسم ان میں سے ایک کے ساتھ مخصوص ہے اس کا اطلاق دوسرے پر بھی جائز ہو، کیا تو نہیں دیکھتا کہ مثلاً ہر ایک ہنسنے والا اور چلنے والا انسان کے ساتھ متحد ہے لیکن انسان کی ماہیت پر جیسی کہ وہ ہے اس کا اطلاق جائز نہیں ہے اور اس لئے بھی کہ مقید اور جزئی، مطلق اور کلی کے ساتھ متحد ہیں اس کے باوجود ان دونوں میں سے ایک کے ساتھ جس حیثیت سے کہ وہ ہے جو اسماء و احکام مخصوص ہیں ان کا اطلاق دوسرے پر اس حیثیت سے جیسا کہ وہ ہے جائز نہیں ہے جیسا کہ صوفیہ موحدہ وغیرہم نے اس کو ثابت کیا ہے۔

ع گر فرقِ مراتب نکنی زندیقی [اگر تو مراتب میں فرق نہیں کرتا تو زندیق ہے]

اور پانچویں اس لئے کہ علم میں صفات کا متعدد ہونا صفاتِ مندرجہ و مندمجہ (داخل شدہ) میں سے ہر صفت کے ساتھ علم کے اتحاد کا مقتضی ہے اور ذات تعالیٰ کے ساتھ اس کا اتحاد لازم نہیں آتا کہ اس پر اس کا اطلاق جائز ہو، یہ نہیں کہا جائے گا کہ صفت اس مرتبہ میں ذات تعالیٰ سے متمیزہ نہیں ہے، پس اس کا ان دونوں میں ایک کے ساتھ اتحاد دوسرے کے ساتھ اتحاد ہے، اس لئے کہ ہم کہتے ہیں کہ اس بارگاہ میں تمیز کا بالکل مرتفع ہو جانا ان چیزوں میں سے ہے جن کے بارے میں بحث مباحثہ کیا جاتا ہے کیونکہ یہ جائز ہے کہ وہاں اس علمی تمیز کے سوا ایسا تمیز ہو جس کی کیفیت مجہول ہو معلوم نہ ہو اور یہ تمیزِ علمی اس تمیز کا اثر ہو اور علم کا تعلق ان دونوں میں سے ہر ایک کے ساتھ جدا جدا ہونا ان چیزوں میں سے ہے جو اس کی تائید کرتی ہیں، اور اگر یہ تسلیم کر لیا جائے تو ہم تسلیم نہیں کرتے کہ ان دونوں میں سے کسی ایک کا علم بعینہٖ دوسرے کا علم ہے بلکہ ذات کا علم جیسی

www.maktabah.org

وہ ہے صفت کے علم کا غیر ہے جیسی کہ وہ ہے اگرچہ وہ اس سے غیر متمیز ہو جیسا کہ یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کیونکہ حیثیت کے مختلف ہونے سے علم بھی مختلف ہو جاتا ہے پس اگر کہا جائے کہ مثلاً قادر کے متعلق (ہمارا) علم اس کی ذات و صفت کا ایک ساتھ علم ہے کیونکہ قادر کے معنی وہ ذات ہے جس کو قدرت ہے تو جائز ہے کہ یہاں بھی اسی قبیل سے ہو کیونکہ اس مرتبہ میں ذات صفات کے ساتھ ملحوظ ہے اگرچہ اجمالاً ہو، صفات سے معرا نہیں ہے۔ پس اس کا جواب دو طرح پر ہے ایک یہ کہ اس صورت میں ذاتِ بحت کے لئے کوئی مرتبہ نہ ہوگا کیونکہ اس مرتبہ سے اوپر کوئی اور مرتبہ ثابت نہیں ہوا ہے۔ اور دوسرا جواب یہ کہ یہ بات غیر مسلم ہے کہ قادر کے متعلق علم ذات و صفت کا (ایک ساتھ) علم ہے بلکہ صرف صفت کا علم ہے۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ اربابِ معقول نے کہا ہے کہ کسی چیز کے بالوجہ علم میں فقط بالوجہ علم ہے پس ذاتِ شئی کی طرف نسبت کرتے ہوئے جہل متحقق ہو گیا اور ششم اس لئے کہ اطلاق کے جواز کی صورت میں ان کے لئے خارج میں موجودات کے لئے علم کا نام دینے کا کوئی سبب نہیں ہے۔ چوتھی بحث یہ ہے کہ اگر ذات تعالیٰ اپنے تعینات کے مراتب میں منحصر ہو جائے اور مطلق کا کوئی علیحدہ وجود اس کے تقییدات کے وجود کے ماوراء نہ ہو تو اس سے لازم آئے گا کہ واجب سبحانہ اپنے وجود میں ممکنات کے وجود کی طرف محتاج ہو ۲۱۳ اور اسی طرح تمام کمالات و صفات میں بھی اور (لازم آئے گا کہ) ممکنات کا وجود اور اس کی صفات واجب تعالیٰ کے وجود اور اس سبحانہ کی صفات پر مقدم ہو جائینگی اور اس کا باطل ہونا پوشیدہ ہونے سے زیادہ ظاہر و واضح ہے۔ پانچویں یہ کہ یہ تحقیق اس کے مخالف ہے جو کچھ کہ قوم کے نزدیک تعینات کے ماوراء مرتبۂ اطلاق کے اثبات کے متعلق مقرر ہے اور اسی لئے وہ ذاتِ معراد محض میں تفکر سے منع کرتے ہیں۔ نقد النصوص میں کہا ہے جب حق سبحانہ اپنی حقیقت کے اعتبار سے اپنی عزت کے حجاب میں اس طرح ہے کہ اس کے اور ماسوا کے درمیان کوئی نسبت نہیں تو اس میں اس وجہ سے غور و فکر کرنا اور (اس کی) طلب کی طرف شوق کرنا وقت کو ضائع کرنا اور ایسی چیز کی طلب کرنا ہے کہ کلی اجمالی صورت کے سوا جس کا حاصل کرنا اور اس میں کامیابی ممکن نہیں ہے اور وہ یہ ہے کہ ہر تعین کے ماوراء ایسا امر ہے کہ جس سے ہر متعین ظاہر ہوا ہے اسی لئے سبحانہ و تعالیٰ نے رحمت و ارشاد کی زبان سے فرمایا ہے: وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ [اور اللہ تعالیٰ تم کو اپنی ذات سے ڈراتا ہے اور اللہ (تعالیٰ) اپنے بندوں پر بہت ہی مہربان ہے] پس معلوم ہوتا ہے کہ مرتبۂ ذات موجود ہے اس میں تفکر ممکن نہیں ہے اس لئے کہ وہ تعیر محض ہے اور وہ کہتے ہیں کہ لزوم احاطہ و تغیر اور مرتبۂ تعینِ اول میں تفکر کی وجہ سے اس سبحانہ کا علم اس کی مقدس ذات سے متعلق نہیں ہوتا اور اپنے لئے اس سورۂ آل عمران ۳ آیت ۳۰

www.maktabah.org

سبحانہ وتعالیٰ کے علم کا احاطہ غیر ممنوع ہے اور نیز وہ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے جو چیز اس تعالیٰ خانہ
سے صادر ہوئی وہ تعین اول ہے اور وہ اس کو صادرِ اول کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور یہ لازمی
طور پر معلوم ہے کہ ہر صادر کے لئے مصدر موجود ہوتا ہے۔ لاہجی نے کہا ہے کہ "ارادۂ الٰہی و قدرتِ
نامتناہی نے نفسِ رحمانی کے ساتھ جب تعین اول ایجاد کیا" نیز انھوں نے کہا ہے کہ "اول مرتبہ جس نے
اس فیض کو قبول کیا تعین اول ہے اور حدیث نبوی علیٰ مصدرہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ میں ہے
اول ماخلق اللہ تعالیٰ نوری (سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو پیدا فرمایا وہ میرا نور ہے) اور دوسری
روایت میں ہے: اول ماخلق اللہ العقل (سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو پیدا کیا وہ عقل ہے)
اور مختصر یہ ہے کہ اس مرتبہ اور اس کے بعد کے مراتب کے صادر ہونے میں کسی کا کوئی اختلاف
نہیں ہے، اور یہ بات محال ہے کہ صادر بھی اور مصدر بھی ایک ہی چیز ہوں" نیز وہ کہتے ہیں کہ
"تعین اول حق تعالیٰ اور مخلوق کے درمیان واسطہ اور وجوب و امکان کے درمیان برزخ ہے"
فصوص میں کہا ہے کہ "یہ شرط وجودی ہی عقل اول ہے جو حق تعالیٰ اور ہر اس چیز کے درمیان واسطہ ہے
جس کا قیامت تک ممکنات میں سے ہونا مقدر ہے" لاہجی نے کہا ہے کہ "ذاتِ احدیت نے جب
تعین اول کا اقتضا کیا جو کہ وجوب و امکان کے درمیان برزخ جامع ہے" اور واسطہ اور برزخ
کے لئے لازمی ہے کہ اس کے دو اطراف موجود ہوں اور مختصر یہ کہ ذات تعالیٰ کا اس کے تعینات
کے مراتب میں حصر حقیقت میں ذات تعالیٰ و تقدس کی نفی ہے، پس اگر یہ کہا جائے کہ اس سلمہ ربہ ۲۱۴
(اللہ تعالیٰ اس کو سلامت رکھے) نے مرتبۂ لاتعین کو ثابت کیا ہے (تو) میں (جواباً) کہتا ہوں کہ اس نے
اس مرتبہ کو اعتبارِ محض قرار دیا ہے اور تعینات کے ماوراء اس کا مستقل وجود ثابت نہیں
کیا ہے اور اسی لئے اس نے اولِ تعینات میں وجود کی عینیت کو ثابت کیا ہے اور اگر وجود کے ماوراء
کوئی مرتبہ ثابت ہو جائے تو وجود کے ماوراء جس مرتبۂ ذات کے ثبوت کا ہم نے دعویٰ کیا ہے وہ ثابت
ہو جائے گا نیز اگر ان کے نزدیک تعینات کے ماوراء مرتبۂ اطلاقِ ذاتی موجود نہ ہوتا تو اس بارے
میں جھگڑنے کا کوئی جواز نہ ہوتا کہ مطلق جو کہ کسی چیز کی شرط کے ساتھ نہیں ہے کس طرح موجود ہوگا
باوجودیکہ مطلق مقید کے ضمن میں ہی پایا جاتا ہے اور یہ حضرات اس سے خلاصی حاصل کرنے میں
حیلہ و تدبیر نہ کرتے اور بعض محققین اس کو کشف و وجدان پر محمول نہ کرتے۔

پس اگر یہ کہا جائے کہ "انھوں نے تعین اول کے ذات پر زائد نہ ہونے کا حکم لگایا ہے اس لئے وہ
ذات تعالیٰ کے ساتھ متحد ہوگا اور وہی موجود ہوگا تو اختلاف رفع ہو جاتا ہے اور اسی لئے فصوص
میں کہا ہے کہ حقیقتِ حق اس کی ذات کے سمجھنے میں اس کے تعین کی حیثیت سے اس کی ذات کے ساتھ

www.maktabah.org

اس کے علم کی صورت سے عبارت ہے اس طرح پر کہ علم اور عالم اور معلوم پایا جائے "ہم کہتے ہیں کہ بیشک تعینِ اول ذاتِ مطلق کے اعتبارات میں سے ایک اعتبار اور اس کے تعینات میں سے ایک تعین ہے جو کہ حضورِ ذاتی کے ساتھ متقید ہے پس وہ وجودِ بحت (محض) نہیں ہوگا اور رہا ان کا ذات پر زائد نہ ہونے کا حکم لگانا تو زیادہ ہونے کی نفی سے مراد خارج میں اس کے وجود کی نفی ہے پس بلا شبہ خارج میں جو موجود ہے وہ وہی ذاتِ مقدس ہے اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے اور یہ تعین بیشک علم ہی میں ہے، یا یہ مراد ہے کہ علم کے احاطہ میں ذاتِ علی کے سوا صفات و اضافاتِ متمیزہ میں سے کوئی چیز داخل نہیں ہوئی اور ان میں سے کسی چیز سے اتحاد لازم نہیں آتا اور ہم اس کو نہیں مانتے اور اگر اس کو تسلیم کر لیا جائے تو ایک چیز کے دوسری چیز کے ساتھ متحد ہو جانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ جو اسماء و احکام ایک چیز کے ساتھ جیسی کہ وہ ہے مختص ہیں ان کا اطلاق دوسری چیز پر بھی جائز ہو جیسا کہ عام و خاص اور ماہیت و عارض میں ہوتا ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے، اور رہی فصوص کی عبارت تو وہ تعین و تقید کی حیثیت سے حقیقت بیان کرنے کے لئے ہے جیسا کہ اس پر وہ عبارات شاہد ہیں اور ہماری گفتگو مطلق کے بارے میں ہے اور کیوں نہ ہو ورنہ ذات صورِ علمیہ متعینہ میں سے ہو جائیگی اور یہ باطل ہے پس اختلاف باقی رہے گا۔

پس اگر یہ کہا جائے کہ "ان حضرات نے لفظِ مطلق کا تعینِ اول پر بھی اطلاق کیا ہے تو اس کی کیا وجہ ہے" ہم کہتے ہیں کہ یہ وہ اطلاق ہے جس کی ضد تقید ہے پس وہ مطلق مقید ہوا اور مرتبہ لاتعین کا اطلاق صفتِ اطلاق سے بھی اطلاق ہے جیسا کہ تجرد و تقید سے بھی اطلاق ہے پس وہ ۲۱۵
قطعاً مطلق ہوگا۔ محقق دوانی نے کہا ہے کہ " وہ وجودِ مطلق کو یعنی وجود کو اس حیثیت سے کہ وہ ہے تجرد و اطلاق کی شرط اور اس کے علاوہ صفاتِ حقیقیہ کے عوارض کی شرط کے بغیر حق جانتے ہیں اور اس کے لئے مراتب ثابت کرتے ہیں اور مرتبہ اول غیب ہویت ہے الخ" پس ظاہر ہوا کہ اس کے وجود میں موجودِ اصلی ان کے نزدیک بیشک وہ مرتبہ ہے جس کو وہ غیب ہویت اور وجود بحت سے تعبیر کرتے ہیں اور وہ تعینات سے ماوراء ہے اور تعینات اس میں اعتبارات ہیں اس لئے کہ موجود وہی تعین ہے اور لاتعین محض اعتبار ہے پس ان اکابر کی مراد ہرگز یہ نہیں ہے یہ تو ان کی تحقیق ہے، اور ہمارے مذہب کی تحقیق یہ ہے کہ طالب یقین اور صاحب فطرتِ سلیمہ جب صحیح فکر اور سچے تامل کے ساتھ اپنے وجدان کی طرف رجوع کرے گا اور اپنے آپ سے انصاف کرے گا تو پائے گا کہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ مقدس کو اپنے وجود میں اپنے غیر کی طرف محتاج نہیں ہونا چاہیئے اور اس کو اپنی ذات میں وجود سے خالی ہونا چاہیئے

www.maktabah.org

اور اس کے ثبوت میں وجود کی طرف کوئی احتیاج نہیں ہے اور نیز وہ پائے گا کہ اس سبحانہٗ کی ماہیت و حقیقت وجود نہیں ہونی چاہئے اس لئے کہ وجود اپنی ذات میں مصادر و احداث میں سے ہونے کے باوجود ہمارے لئے یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ اس واجب کی حقیقت ہے جو وجودِ اصلی کے ساتھ خارج میں موجود ہے اور (نہ اس کی ضرورت ہے کہ) غیر کی طرف اس کی عدمِ احتیاج کے واسطے سے اس پر کوئی اصطلاح قائم کی جائے اور اس کے ساتھ ساتھ شرع میں بھی یہ بات وارد نہیں ہوئی ہے، پس حق یہ ہے کہ اس سبحانہٗ و تعالیٰ کے لئے وجود کے ماورا ایک ماہیت و حقیقت ہے جو اپنی ذات کے ساتھ ثابت ہے اور وہ اپنے لئے وجود کے عارض ہونے سے مستغنی ہے اور جو کچھ وجود پر مترتب ہوتا ہے وہ بذاتِ خود اس ماہیت پر مترتب ہوتا ہے پس وہ اپنی ذاتِ مقدسہ کے ساتھ موجود ہے نہ کہ وجود کے ساتھ خواہ وہ وجود عین کے طور پر ہو یا زائد ہو۔

اور ہمارا یہ قول کہ وہ بذاتہٖ موجود ہے یہ ہمارے قول ہست (ہے) کی محض تعبیر ہے نہ یہ کہ وجود امرِ زائد ہے جو اس تعالیٰ کے ساتھ ثابت و قائم ہے یا اس کا عین ہے پس اس بارگاہِ عالیہ میں جو کہ تمام نسبتوں اور اعتبارات سے عاری ہے وجود کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے جیسا کہ وہاں عدم کی بھی کوئی گنجائش نہیں ہے پس اس سبحانہٗ کے انتہائی مقدس ہونے کی وجہ سے کوئی نسبت اس کی طرف نہیں پہنچتی کیونکہ وہ ان (نسبتوں) میں سے ہر ایک کا خالق ہے پس ہر دو نقیض اس مرتبۂ مقدسہ سے نیچے کے مرتبہ میں ہیں ان دونوں کا وہاں کوئی تصور نہیں ہے کہ جس سے ارتفاعِ نقیضین کا تصور ہو پس تمام اعتبارات سے عاری ذات کے مرتبہ میں کسی چیز کے لئے دوسری چیز کے ساتھ تناقض نہیں ہے کہ ارتفاع نقیضین کو محال سمجھا جائے کیونکہ ارتفاع و ثبوت ان اعتبارات اور نسبتوں میں سے ہیں جو اس بارگاہ سے منتفی ص۲۱۶
ہیں، کیا تو اس کو نہیں دیکھتا جو کہ بعض محققین نے افادہ کیا ہے کہ جسم اپنے وجود کے اس مرتبہ میں جو بیاض پر سابق ہے نہ ابیض ہے اور نہ ہی لا ابیض ہے اور یہ ارتفاعِ نقیضین محال نہیں ہے اس لئے کہ محال ان دونوں کا مطلقاً نفس الامر کے اعتبار سے ارتفاع ہے نہ کہ مراتب میں سے کسی مرتبہ کے اعتبار سے کیونکہ جن امور کے درمیان تقدم و تاخر و معیت کا تعلق نہیں ہے ان میں سے بعض کے لئے دوسرے کے مرتبہ میں نہ کوئی وجود ہے اور نہ کوئی عدم ہے انتہیٰ۔ پس جب ممکنات میں ان جیسے امور کی گنجائش ہے تو پھر ممکنات کے خالق تعالیٰ و تقدس کی شان میں تیرا کیا گمان ہے وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى [اور اللہ تعالیٰ کے لئے سورۂ نحل
اعلیٰ مثال ہے] پس اس بنا پر ذاتِ مقدس کے غیر کی طرف محتاج ہونے کی نفی کرنے کے لئے اس پر کسی آیت ۶۰
ایسے لفظ کے اطلاق کی ضرورت نہیں جس کا لغوی مفہوم معقولاتِ ثانیہ اور ان معانی میں سے ہو جو

www.maktabah.org

غیر کے ساتھ قائم ہیں۔ . . . .

. . . .

. . . اور اگر ایسا ہوتا تو صاحبِ شرع ذاتِ منزہ کو وجود کے ساتھ تعبیر کرنے اور اس کی خبر دینے کے زیادہ حقدار تھے جیسا کہ اس (تعالیٰ شانہ) کے تمام اسماء و صفات و کمالات کی تعبیر کی خبر دی ہے اور جب یہ نہیں ہے تو وہ بھی نہیں ہے۔ پس اللہ عزوجل اپنی ذاتِ عُلیٰ کے ساتھ اپنے لئے وجود کے عارض ہونے سے بے نیاز ہے، پس جو چیز وجود پر متفرع ہوتی ہے وہ اس سبحانہٗ پر متفرع ہوتی ہے اور یہی حال تمام صفات کے بارے میں ہے پس جو کچھ ان صفات پر متفرع ہوتا ہے اس کی ذاتِ عُلیٰ اس میں کافی ہے اور اس کے باوجود اس سبحانہٗ کے لئے صفاتِ ازلیہ موجود ہیں جو اس کی ذات کے ساتھ قائم ہیں اس لئے کہ یہ بات شرع میں وارد ہوئی ہے اور چونکہ اس سبحانہٗ کی عادتِ جاریہ ہے کہ جو چیز عالمِ حقیقت میں ثابت ہو اس کے لئے عالمِ مجاز میں کوئی نمونہ بنائے تاکہ اس سے اس پر استدلال کیا جائے تو اس نے وجود کو اپنے وجود اور اپنی ذات کا نمونہ بنایا نہ کہ وجود کے ساتھ کیونکہ وجود اگر پایا جائے تو وہ وجود کے بغیر اپنی ذات کے ساتھ موجود ہوگا المجاز قنطرۃ الحقیقۃ (مجاز حقیقت کا پل ہے) پس ذاتِ غنی و اعلیٰ پر وجود کے زائد ہونے اور وجود کے اس کا عین نہ ہونے کے بارے میں ہم جمہورِ متکلمین سے موافقت کرتے ہیں لیکن ہم ذاتِ مقدس کے وجود کی طرف محتاج ہونے اور اس کے بذاتہٖ کامل ہونے کے باوجود غیر کے ساتھ اس کے کمال حاصل کرنے کے قائل نہیں ہیں، اور ہم امید کرتے ہیں کہ زیادتِ وجود سے سلف کی مراد یہی معنی ہیں اگرچہ اُن سے اس بارے میں کوئی روایت ہو لیکن ظاہر یہ ہے کہ سلف سے اس بارے میں کوئی نقل نہیں ہے بلاشبہ یہ ہمارے اصحاب رحمہم اللہ سبحانہٗ میں سے متاخرین کا قول ہے بخلاف زیادتِ صفات کے کہ بیشک نصوص ان کے لئے مددگار ہیں پس حاصل یہ ہے کہ بیشک حق عزوجل اپنی ذات کے ساتھ موجود ہے اور اس کی ساتوں بلکہ آٹھوں صفات ذاتِ حق تعالیٰ کے ساتھ وجود کے بغیر موجود ہیں پس وجود جس طرح مرتبہ ذاتِ مقدس سے نیچے کے مرتبہ میں ہے اسی طرح اس کی صفاتِ حقیقیہ سے بھی نیچے کے مرتبہ میں ہے پس جب ۲۷ حضرتِ ذاتِ مقدس اور صفاتِ عالیہ میں وجود درمیان میں نہیں آتا تو وجوب اور امکان بھی درمیان میں نہ آئیں گے اس لئے کہ امکان اور وجوب ماہیت اور وجود کے درمیان نسبت ہیں پس جب وجود نہیں ہے تو نہ وجوب ہے نہ امکان، لہٰذا اس تحقیق سے وہ سخت اشکال دور ہو گیا جو صفاتِ حقیقیہ پر وارد کیا جاتا ہے کہ وہ یا تو اپنی ذوات کے اعتبار سے ممکنہ ہیں یا واجبہ ہیں، پس پہلی صورت کی بنا پر ان کا حادث ہونا لازم آتا ہے اس لئے کہ ان کے نزدیک ہر ممکن حادث ہے اور نیز ان کا ذات سے جدا ہونا لازم آتا ہے

www.maktabah.org

پس اس سے حق تعالیٰ کے جہل و عجز کا جواز لازم آتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ اس سے بلند ہے اور دوسری
صورت کی بنا پر واجب لذاتہ کا متعدد ہونا لازم آتا ہے جو کہ توحید کے منافی ہے۔ ہمارے شیخ و امام
امامِ ربانی مجدد الف ثانی (قدس سرہ) نے فرمایا "پس اس سبحانہ و تعالیٰ کی ذات و صفات اُن تینوں منحصرہ
صورتوں سے بالاتر ہے زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ جب اس ذات تعالیٰ کا تصور کیا جائے اور اس سبحانہ کی صفات
کا وجوہ اور اعتبارات کے لحاظ سے تعقل کیا جائے کیونکہ کنہ (حقیقت) کی طرف کوئی سبیل نہیں ہے، تو تصوری
ظلی وجود میں ذات سبحانہ کے لئے وجوب عارض ہوگا، کیونکہ وہی (وجوب) اس تعالیٰ کے غنا کے لائق اور
مناسب ہے، اور وجود ذہنی کے ساتھ اس سبحانہ کی صفات کے لئے امکان عارض ہوگا، کیونکہ ذات کی طرف
اس کے محتاج ہونے کی وجہ سے وہ (امکان) ہی اس کے مناسب ہے، پس اس تعالیٰ شانہٗ کی ذات اور
اس سبحانہ کی صفات اپنی ذوات کی حد میں وجوب و امکان کے مرتبہ سے اوپر ہیں بلکہ مرتبۂ وجود سے بھی اوپر ہیں
اور وجودِ تصوری ظلی کے اعتبار سے وجوب ذات تعالیٰ کے مناسب ہے اور امکان صفاتِ تعالت و
تقدست کے مناسب ہے پس صفات تعالت وجودِ خارجی کی حیثیت سے نہ واجبہ ہیں نہ ممکنہ بلکہ یہ وجوب و
امکان سے اوپر ہیں اور وجودِ ذہنی کے اعتبار سے ممکنہ ہیں اور اس امکان سے حادث ہونا لازم نہیں آتا
اس لئے کہ یہ اُن (صفات) کی ذوات کے لئے نہیں ہے جیسا کہ ممکنات کے لئے ہے بلکہ ان کے ظلی وجودات
کیلئے ہے اور یہ معرفت اربابِ معقول کے اس قول کے مناسب ہے کہ کلیت و جزئیت ——
وجودِ ذہنی کی خصوصیت کے اعتبار سے ماہیت کے لئے عارض ہوتی ہیں، پس وجودِ خارجی کی حالت
میں ماہیت ان دونوں میں سے کسی کے ساتھ متصف نہیں ہوتی مثلاً زید جو خارج میں موجود ہے
تعقل سے پہلے وہ جزئی نہیں ہے جیسا کہ وہ بلاشبہ کلی بھی نہیں ہے بلکہ اس کے لئے وجود ذہنی ظلی کے
بعد جزئیت عارض ہوتی ہے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ صفاتِ ثمانیہ موجودہ کے علاوہ تمام انتسابات و اضافات
اور احکام و اعتبارات جن کا اس تعالیٰ شانہٗ پر حمل کیا جاتا ہے مثلاً الوہیت و ربوبیت و اوّلیت و
۲۱۸ ازلیت اس سبحانہ و تعالیٰ پر ان کا اطلاق تصور و تعقل کے اعتبار سے ہے ورنہ ذات جس حیثیت سے
کہ وہ ہے کسی صفت کے ساتھ متصف اور کسی اسم کے ساتھ موسوم اور کسی حکم کے ساتھ محکوم نہیں ہے
پس بیشک صاحبِ شرع تعالیٰ شانہٗ نے اپنی ذات پر اسماء و احکام کا اطلاق تناسب و تشابہ کے
اعتبار سے کیا ہے تاکہ مخلوق کی عقلوں کے قریب ہو جائے اور ان کے ساتھ کلام کرنا ان کی عقلوں
کے اندازے کے مطابق ہو، جیسا کہ زید کے لئے جو کہ وجود ذہنی کا لحاظ کئے بغیر خارج میں موجود ہے
تشبیہ و تنظیر کے طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ وہ جزئی ہے اور ان کا جزئی ہونے کا حکم لگانا ان کے

www.maktabah.org

یہ حکم لگانے سے کہ وہ کلی ہے، انسب و اشبہ ہے پس اسی طرح ذاتِ غنی و علی پر وجوب و وجود کا حکم لگانا امکان و امتناع کا حکم لگانے سے اولیٰ و انسب ہے ورنہ اس ذاتِ مقدس تعالیٰ کی بارگاہ میں نہ وجوب پہنچتا ہے نہ وجود جیسا کہ اس تعالیٰ کی جناب تنزیہ میں نہ امکان مناسب ہے نہ امتناع، پس اس بزرگ و مقدس معرفت کو سمجھ لیجئے کیونکہ یہ دین کی بنیاد اور ذات و صفاتِ تعالت و تقدست کے علم کا خلاصہ ہے اور علماء و اکابرین میں سے کسی نے ایسی بات نہیں کہی، اللہ تعالیٰ نے اس بندہ کو اس معرفت کے ساتھ نشاندہی فرمائی ہے اور اس شخص پر جو ہدایت کی پیروی کرے سلام ہو"۔ (انتہیٰ)

اور ان چیزوں میں سے جن کا ہمارے شیخ و امام (مجدد الف ثانی) قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ السامی نے افادہ کیا ہے ایک یہ ہے کہ صفاتِ حقیقیہ مرتبۂ ذات میں موجود ہیں اور ان (صفات) کے اثبات سے اس بارگاہِ عالیہ میں ہرگز کوئی تعین و تنزل حاصل نہیں ہوا اور صفات کے حضرتِ ذات میں مندرج کمالات کیلئے تفاصیل ہونے کے باوجود ان سے ہرگز کوئی دوسرا مرتبہ حاصل نہیں ہوا، پس ان کا حکم تمام اجمالات و تفصیلات کے احکام سے ممتاز ہے کیونکہ ان میں ہر ایک کا مرتبہ دوسرے کے مرتبہ سے ممتاز ہے پس تفصیل کا مرتبہ اجمال کے مرتبہ سے نیچے ہے اور یہ معنی اس مقدس بارگاہ میں مفقود ہیں اور تفصیل مرتبۂ اجمال میں ثابت ہے اور اس مرتبہ کا ثبوت علم اور خارج سے ماوراء ہے اور وجود ذہنی اور خارجی کی تقسیم بلاشبہ مرتبۂ امکان میں ہے پس اس بارگاہ میں نہ خارج کے لئے کوئی گنجائش ہے اور نہ علم کے لئے اس لئے کہ جب وہاں وجود کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے تو وجودِ خارجی و علمی تو اس کی فرع ہے اور یہ بلکہ وہ تمام جو عنقریب آئے گا معرفتِ کشفی ہے، اور یہ جو ہم نے وجود وغیرہ کی تحقیق اور صفات کے اثبات کے بارے میں ذکر کیا ہے حالانکہ جو کچھ کہ صفاتِ عالیہ پر مترتب ہوتا ہے اس کے بارے میں ذاتِ مقدس کا نفی کی

ص ۲۱۹ تو یہ ذوقی و کشفی امور میں اور ان کے اثبات میں جو کچھ لایا جاتا ہے یہ بدیہیات پر تنبیہات کی قسم سے ہے جن میں بحث کی کوئی گنجائش نہیں ہے، اور علمِ واجبی جو کہ اس مرتبۂ مقدسہ میں ان صفات کے ساتھ متعلق ہے علم حضوری کے مشابہ ہے جیسا کہ اس سبحانہٗ کا علم اپنی ذاتِ عالی اور اپنے اُن کمالات کے ساتھ ہے جو کہ ذات میں مندرج ہیں اور یہ صفات مع ان کی زیادتیوں کے گویا کہ وہ نفسِ عالم ہیں اور ان کا حضور نفسِ عالم کا حضور ہے، پس یہیں سے صوفیۂ کرام کا ایک بہت بڑا گروہ اس طرف گیا ہے کہ یہ صفات ذاتِ واجب تعالیٰ کے ساتھ عینیت رکھتی ہیں اور وہ ان کی غیریت کی نفی کرتے ہیں اور انبیاء کرام علیٰ جمیعھم عموماً وعلیٰ افضلھم خصوصاً الصلوات والبرکات والتحیات (ان سب پر بالعموم اور ان میں سب سے افضل پر خاص کر رحمتیں و برکات اور سلامتیاں ہوں) کے علوم کے مذاق کے عین موافق اور اہلِ سنت و جماعت

www.maktabah.org

شکر اللہ تعالیٰ سعیہم [اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو مشکور فرمائے] کی آراء کے مطابق یہ ہے کہ اُن (صفات) کی غیریت کی نفی کا قائل ہوتے ہوئے اُن (صفات) کی عینیت کی نفی بھی کی جائے اور یہ کہا جائے، لاھو ولا غیرہ [نہ وہ (ذات) ہی ہیں اور نہ اس کا غیر ہیں] اور اسی لئے ہم نے کہا ہے کہ ان (صفات) کا علم اس (ذات) کا عین نہ ہونے کی وجہ سے علمِ حضوری کے مشابہ ہے اور جبکہ اس سے صورۃً الگ نہیں ہے اور ان کی ذات کا حضور موجود ہے تو یہ علمِ حضوری کی قسم سے ہوگا اور اس سے نقیضین کے ارتفاع کا وہم نہ کیا جائے اس لئے کہ تناقض (شکراؤ) کے حصول میں زمان و مکان کا اتحاد شرط ہے اور اس بارگاہِ مقدس میں زمان و مکان بالکل نہیں ہے پس تناقض متصور نہیں ہے اور لفظ غیر میں جو تصرف کیا جاتا ہے اور غیر سے اصطلاحی غیر مراد لیا جاتا ہے تو کشفی نظر اس تخصیص کی نفی کرتی ہے اور غیریت کی بھی نفی کرتی ہے خواہ کسی معنی میں ہو کیونکہ بلاشبہ اربابِ کشف ذوق و فراستِ صحیحہ سے جو کہ مشکوٰۃِ نبوت سے اخذ کی گئی ہے یہ بات پاتے ہیں کہ صفات جس طرح اپنے زائد ہونے کی وجہ سے عینِ ذات نہیں ہیں اسی طرح غیرِ ذات بھی نہیں ہیں اگرچہ (ذات پر) زائد ہیں اور ان دونوں (ذات و صفات) میں دوئی کی نسبت ہے، پس اس بارگاہ میں اربابِ معقول کا یہ قاعدہ ٹوٹ جاتا ہے کہ دو چیزیں آپس میں متغائر ہوتی ہیں۔

جب تو نے یہ سمجھ لیا تو جان لے کہ بلاشبہ اس مرتبۂ مقدسہ کیلئے جو کہ صفاتِ حقیقیہ تعالت و تقدست کے ساتھ ذات کا مرتبہ ہے مرتبۂ ثانیہ میں کسی تغیر و تبدل کے بغیر ایک ظہور ہے اور یہ مرتبہ مرتبۂ وجود ہے جو کہ خیرِ محض اور کمالِ صرف ہے اور وجود کے سوا کسی چیز میں بھی ظلیت کے طور پر تمام کمالات کا مظہر ہونے کی قابلیت نہیں ہے اور اسی لئے اگر علم اس مرتبۂ مقدسہ کے ساتھ متعلق ہو جائے اور اس کے کمالات جدا ہو جائیں تو جو چیز اس (ذات) سے سب سے پہلے جدا ہوگی وہ حضرتِ وجود ہے اور دوسرے کمالات اس کے تابع ہیں اور اسی لئے صوفیۂ کرام وغیرہم کی ایک جماعت ذاتِ مقدس کے لئے وجود کے
۲۲۰ عین ہونے کی طرف گئی ہے اور اس کے تعین ہونے کے باوجود انھوں نے اس کو لاتعین تصور کیا ہے اور اس تعینِ وجودی کا ثبوت علم اور خارج کے ماوراء ہے اس لئے کہ خارجی اور علمی وجود مطلق وجود کی اقسام میں سے ہیں اور مقسم کا مرتبہ اقسام کے مرتبہ سے اوپر ہوتا ہے پس حضرتِ وجود اس حیثیت سے کہ وہ ان دونوں وجودوں پر سبقت رکھتا ہے اور وہاں نہ خارجی وجود متصور ہے اور نہ ذہنی وجود جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔ اور حضرتِ وجود ظلیت کے طریق پر تمام کمالاتِ ذاتیہ و صفاتیہ کا اجمالی اور تفصیلی طور پر جامع ہے پس اجمال تعینِ اول ہے اور تفصیل گویا کہ تعینِ ثانی ہے، پس وجود کے مرتبۂ اجمال میں ایک کمال

www.maktabah.org

دوسرے کمال سے اور ایک صفت دوسری صفت سے متمیز نہیں ہوگی اور وجود کے مرتبہ تفصیل میں
کمالات ممتاز ہوجاتے اور صفات ظاہر ہوجاتی ہیں پس وجود کی تفصیل میں پہلی چیز جو ثابت ہوتی ہے
حیات (زندگی) ہے جو کہ تمام صفات کی ماں ہے اور یہ صفت گویا کہ اس صفتِ حیات کا ظل ہے
جس کے لئے حضرتِ ذاتِ منزہ کے مرتبہ میں ثبوت ہے اور اس کے حق میں لاھو ولا غیرہ [نہ وہ عینِ ذات
ہے اور نہ اس کا غیر ہے] صادق آتا ہے اور چونکہ اس ظل کا ثبوت اس مرتبہ میں ہے جو مرتبہ ذات تعالیٰ
سے نیچے ہے اس کے حق میں لاھو [وہ عین ذات نہیں ہے] صادق آتا ہے اور لاغیرہ [اور اس کا
غیر نہیں ہے] صادق نہیں آتا بلکہ ذاتِ حق عزوجل سے مغائر ہوگا اور تمام صفاتِ تعالت کا یہی حال
ہے، اور صفتِ حیات کے بعد صفتِ علم ظاہر ہوتی ہے پھر دوسری صفات یعنی ارادہ و قدرت وغیرہ
اور علم تعینِ وجودی کا جزو اور اس کے حصوں میں سے ایک حصہ ہونے کے باوجود تمام صفات کا
جامع ہے اور دوسری صفات اپنے استقلال کی وجہ سے گویا کہ صفتِ علم کے اجزاء ہیں اس لئے کہ اس
صفت کے لئے اس کے موصوف کے ساتھ ایک قسم کا اتحاد ہے، یہ اتحاد اس کے غیر کے لئے نہیں ہے
کیونکہ علم عالم اور معلوم کے ساتھ متحد ہوجاتا ہے اور قدرت قادر و مقدور کے ساتھ متحد نہیں ہوتی
اور اسی طرح ارادہ و سمع (سننا) وغیرہما موصوف کے ساتھ متحد نہیں ہوتے اور صفتِ علم کے لئے
اس کی جامعیت کے ساتھ اجمال ہے جس میں صفات متمیزہ ظاہر نہیں ہوتیں اور تفصیل ہے جس میں
کمالاتِ متمیزہ ظاہر ہوتے ہیں جیسا کہ وجود کے لئے اور اس کے اجمال کے لئے دائرہ کے مرکز کا حکم ہے
اور اس کی تفصیل کے لئے اس (دائرہ) کے محیط کا حکم ہے پس یہاں سے وہ (اعتراض) بھی دور ہوجاتا
ہے جو کہ وارد کیا جاتا ہے کہ تمام صفات سے حیات کا متمیز ہونا علم کی تفصیل میں ہے جس کو واحدیت
کہتے ہیں اور البتہ مرتبۂ اجمال میں تو وہاں ایک صفت کے لئے دوسری صفت سے تمیز نہیں ہے پس
اُس کی بنا پر جو کہ ہمارے شیخ و امام (مجدد الف ثانی) قدس سرہٗ کی عبارتوں میں واقع ہے
علمِ اجمالی پر حیات کے مقدم ہونے کا حکم کس طرح لگایا جا سکتا ہے اور اس اعتراض کرنے والے پر
تعجب ہے کہ وہ اس طائفہ کی اصطلاح کو جو کہ مخالف کے نزدیک غیر مسلم ہے اس کے خلاف حجت کے
طور پر کس طرح وارد کرتا ہے، اور اس قسم کی باتیں مخالف کے مذہب کی حقیقت اور اس کی اصطلاح پر اطلاع
نہ ہونے کی وجہ سے ہیں پس وہ اپنی جہالت کو اعتراض شمار کرتا ہے، اور تو نے جان لیا کہ وہ تمیز جو ۳۲۱
صفتِ حیات کے لئے وجود کی تفصیل میں اس کے حضرتِ اجمال میں مندرج ہونے کے بعد
حاصل ہوتی ہے وہ علمِ اجمالی و تفصیلی پر سبقت رکھتی ہے، پس حاصل یہ ہے کہ وہاں پر دو تفصیلیں،

www.maktabah.org

ہیں، ایک تفصیل ان کمالات کی ہے جو وجود کے اجمال میں مندرج ہیں اور حیات وہاں علم پر اپنی دونوں قسموں کے ساتھ مقدم ہے، اور دوسری تفصیل حضرت علم میں ہے جبکہ وہ اس کے اجمال میں مندرج ہو جائے اور حیات یہاں پر علم سے مؤخر ہے پس علمِ محاط (احاطہ کیا ہوا علم) حیات کے ساتھ مسبوق ہے (یعنی حیات اس پر سبقت رکھتی ہے) اور محیط (احاطہ کرنے والا) اس پر سبقت رکھتا ہے، اور تجھے معلوم ہو کہ صفتِ حیات جو علم سے مسبوق ہے (یعنی علم جس پر مقدم ہے) وہ حقیقت میں صفتِ حیات نہیں ہے بلکہ اس صفت کی صورتِ علمیہ ہے پس صفتِ حیات البتہ علم پر مقدم ہے اور اس کی صورتِ علمیہ علم کے بعد ہے اور ان تمام باتوں سے جو ہم نے ذکر کی ہیں قطع نظر کرنے کے باوجود پس شانِ حیات کا شانِ علم پر مقدم ہونا ان چیزوں میں سے ہے جو فطرتِ سلیمہ رکھنے والے کے نزدیک دلیل و تنبیہ کی طرف محتاج نہیں ہیں۔ اور میرے شیخ و امام (مجدد الف ثانی) قدسنا اللہ بسرہ السامی نے کسی دوسرے مقام پر ایک اور افادہ کیا ہے کہ حقیقۃ الحقائق اور حقیقتِ محمدیہ علیٰ مظہرہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ تعین اور ظہورِ حُبّی ہے اور حُب (تمام) ظہورات کا مبدأ اور مخلوقات کی پیدائش کا منشا ہے، حدیث قدسی میں وارد ہوا ہے: كنت كنزا مخفيا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق لكي اعرف (میں ایک مخفی خزانہ تھا پس میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تو میں نے مخلوق کو پیدا کیا تاکہ میں پہچانا جاؤں) پس اگر یہ حُب نہ ہوتی وہ ہرگز کسی موجود کو پیدا نہ کرتا پس یہاں سے لولاک لما خلقت الافلاک (اگر تو نہ ہوتا تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا) کا بھید ظاہر ہو گیا اور ایک روایت میں ہے لما اظهرت ربوبيتي (میں اپنی ربوبیت کو ظاہر نہ کرتا) اور یہ حُب مرکز ہے اور اس کا محیط خُلّت ہے جو اس مرکز کے لئے ظل کی مانند ہے پس مرکز حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور اس کا محیط وہ دائرہ ہے جو کہ اس مرکز کے لئے ظل کی مانند ہے اور خُلّت حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی حقیقت اور ان کے تعین کا مبدأ ہے اور جائز ہے کہ خُلّت تعینِ ثانی ہو لیکن کشفی نظر میں یہ مرکز اور محیط ایک ہی تعین ہے اور تعینِ ثانی کشفی نظر میں تعینِ وجودی ہے جو اپنی اصل کے عنوان کے ساتھ جو کہ تعینِ حُبّی ہے اس اصل کے ظہور سے پہلے ظاہر ہوا ہے۔ پس اگر یہ کہا جائے کہ حُب وجود کی فرع ہے کیونکہ وجود کے بغیر حب کا تصور نہیں کیا جا سکتا تو حُب وجود کی اصل کس طرح ہوگی۔

ہم (جواباً) کہتے ہیں، پہلے گذر چکا ہے کہ حق جل سلطانہٗ اپنی ذات کے ساتھ موجود ہے اور اس کی صفاتِ ثمانیہ تعالت (آٹھ صفات) ذاتِ حق کے ساتھ موجود ہیں اور وہاں وجود اور وجوب کے لئے کوئی ۲۳۲
گنجائش نہیں ہے بلکہ وجود و وجوب اعتبارات میں سے ہیں جو کہ اس بارگاہ سے نیچے کے درجے میں ہیں

www.maktabah.org

پس پہلا اعتبار جو ایجادِ عالم کے لئے ظاہر ہوا وہ حُبّ ہے اس کے بعد وجود ہے جو کہ ایجاد کا مقدمہ ہے اس لئے کہ ان دونوں اعتبارات کے بغیر اس مرتبۂ مقدسہ کو ایجادِ عالم سے غنائے ذاتی ہے اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ۝ [بیشک اللہ تعالیٰ البتہ عالمین سے غنی ہے]

اور اگر تُو اس مقام کی تفصیل اور اس مقصد کی پورے طور پر تحقیق کرنا اور مقامِ خُلّت و محبت و وجود کی حقیقت جاننا چاہتا ہے تو تجھ پر امام غوث الانام ہمارے شیخ و قبلہ (مجدد الف ثانی) جزاہ اللہ سبحانہ عنا خیر الجزاء (اللہ تعالیٰ ان کو ہماری طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے) کے کلام کا مطالعہ کرنا لازم ہے۔ اور جان لے کہ تعینِ علمی اجمالی جس کا ذکر پہلے گذر چکا ہے وہی ہے جس کو شیخ محی الدین ابنِ عربیؒ اور ان کے متبعین قدس اسرارہم نے وحدت و تعینِ اول و حقیقتِ محمدیہ کے نام سے موسوم کیا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ یہ تعینات میں سب سے زیادہ وسیع ہے اور وہی شہودِ کل ہے اور وہی تجلی ذاتی ہے اور اس کے لئے توحید کا اعلیٰ مقام اور اس کا مبدا ہے اور وہ اعتبارات کا ماخذ اور اُن انتسابات و اضافات کا منبع ہے جو وجود میں ظاہر اور عقلوں اور ذہنوں کے میدان میں باطن (پوشیدہ) ہے اور اس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ وجودِ مطلق واحد واجب ہے، اور وہ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ پر اسمِ ذات کا اطلاق اس تعین کے اعتبار ہی سے صادق آتا ہے اس کے علاوہ نہیں اور اس کے ماوراء مرتبۂ لاتعین اور وجودِ مطلق ہے۔ پس میں کہتا ہوں کاش کہ مجھے معلوم ہوتا کہ انھوں نے نسبتوں اور اضافتوں سے پاک ذات کے لئے اس کی صفات میں سے کسی صفت کے تعین ہونے کا کس طرح حکم کیا ہے بلکہ اظہر یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ یہ تعین صفتِ علم کا تعین ہے اور اس کا ظہور مرتبۂ ثانیہ میں ہے اور صفت حقیقت میں موصوف کا غیر ہے اور مناسب نہیں ہے کہ یہ کہا جائے کہ اس صفت کے ساتھ ذات کا تعین ہے کیونکہ ذات صفت کے ساتھ متعین نہیں ہوتی اور اربابِ معقول نے کسی چیز کے بالوجہ علم کے بارے میں کہا ہے کہ معلوم وہی وجہ ہے پس چیز کی ذات کی طرف نسبت کرنے کے اعتبار سے جہل متحقق ہوگا اور ثابت شدہ امر کے ساتھ متحقق ہو چکا ہے کہ یہ تعین اس وجود کے حصوں میں سے ایک حصہ ہے جو کہ وجود کی تفصیل میں متمیز و متعین ہو گیا ہے لیکن وہ سب سے زیادہ جامع حصہ ہے اور وہ صفتِ حیات کے بعد ہے اور حیات وجود کے اجمالی و تفصیلی دونوں مرتبوں کے بعد ہے اور وجود خلّت کے بعد ہے اور خلت حُبّ کے بعد ہے اور حُبّ تعینِ اول ہے اور سب سے پہلا اعتبار ہے پس تعینِ علمی اجمالی تعینِ اول سے چھ مراتب نیچے ہے اور اس مرتبہ سے جو اس سے اوپر ہے سات مراتب نیچے ہے اور اُن چیزوں میں سے جن کا جاننا ضروری ہے یہ ہے کہ

www.maktabah.org

۲۲۳ ہمارے نزدیک تعین کے یہ معنی نہیں ہیں کہ حق عزوجل نیچے اتر آیا پس وہ حُبّ یا وجود ہو گیا بلکہ تعین کے معنی صدور (ظہور) ہیں کیونکہ وہ تنزیہ کے زیادہ لائق ہے اور انبیاءِ کرامؑ کی زبان کے زیادہ مناسب ہے علی اجمعھم عموماً و علی خاتمھم خصوصاً الصلوات والتسلیمات والتحیات والبرکات (ان سب پر بالعموم اور ان کے خاتم پر بالخصوص رحمتیں اور سلام و برکات نازل ہوں)

مکتوب ۸۶

مولانا محمد حنیف کے نام نسبتِ قیومیت کے حاصل ہونے اور اصالت و محبوبیتِ ذاتی و کمالِ انفعالی سے حصہ پانے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، برادرِ عزیز مولانا محمد حنیف اس مسکین سے دعا و سلام مطالعہ کرنے کے بعد معلوم کریں کہ جس وقت حضرت مجدد الف ثانی قدس اللہ سبحانہ سرّہ الاقدس نے اپنے مخلصوں میں سے ایک درویش کو خلعتِ قیومیت سے نوازا اور اس کو اس امرِ عظیم سے سرفراز فرمایا، اس درویش کو خلوت میں طلب کر کے فرمایا کہ اس جھگڑا (دنیا) کے ساتھ میرے ارتباط کا تعلق یہی قیومیت کا معاملہ رہا ہے جو کہ تجھ کو عطا کر دیا گیا ہے اور مکونات (موجودات) پورے شوق کے ساتھ تیری طرف متوجہ ہو گئے ہیں اب میں اس فانی دنیا میں اپنے رہنے کا کوئی سبب نہیں پاتا ہوں۔ اور اس پُر آشوب دنیا سے اپنے رحلت فرمانے کا وقت قریب ہونے کی بابت فرمایا، وہ زخمی دل درویش اس مذکورہ بشارت کے سننے کے باوجود جگر سوختہ اور چشم پُر نم ہو کر اپنے اندر نہایت غم و اندوہ میں ڈوب گیا نہ زبان کو کہنے کی طاقت رہی اور نہ ہی کانوں کو سننے کی تاب رہی جب حضرتِ عالیؒ نے اس تبدیلی کو اس مسکین میں مطالعہ کیا (تو) نہایت مہربانی سے فرمایا غم مت کر، اللہ تعالیٰ کی سنت (طریقہ) اسی طرح جاری ہوئی ہے کہ کسی ایک کو اپنے پاس بلاتے ہیں اور کسی دوسرے کو اس کی جگہ پر بٹھاتے ہیں، اور نہایت لطف و مہربانی سے اس عزیز کی عبارت کو جو کہ وہ نعمتان میں لاتا ہے زبانِ مبارک پر جاری فرمایا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اٹھا لیا گیا اور حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) آپ کی جگہ بیٹھے (پھر حضرت) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو اٹھا لیا گیا اور (حضرت) عمر (رضی اللہ عنہ) ان کی جگہ پر بیٹھے اور (پھر حضرت) عمر (رضی اللہ عنہ) کو اٹھا لیا گیا اور (حضرت) عثمان (رضی اللہ عنہ) ان کی جگہ پر بیٹھے اور (پھر حضرت) عثمان (رضی اللہ عنہ) کو اٹھا لیا گیا اور حضرت علی (رضی اللہ عنہ) ان کی جگہ بیٹھے

www.maktabah.org

اُس درویش نے چونکہ اس معنی کی کوئی قابلیت اپنے اندر نہیں پائی اور مذکورہ رنج و غم بھی اس کے دل میں چھپا ہوا تھا ہاں یا نہیں کچھ بھی نہیں کہا اور جن امور کا انکشاف ضروری تھا درمیان میں نہ لایا، یہی وجہ تھی کہ جب حضرت عالی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ اشیا میری قیومیت سے تیری قیومیت کے ساتھ زیادہ ۲۲۳
راضی اور خوش ہیں (یہ درویش) اس کی لِم و علت کو پوچھنے کی بھی جرأت نہ کر سکا کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

وحشی گذشت یار و نکردی حکایتے
اے خان و مان خراب زبانت و بستہ بود

(اے وحشی! یار گزر گیا اور تو نے کوئی بات بھی نہ کی۔ اے خانماں برباد کیا تیری زبان بندھی ہوئی تھی؟) جب حضرتِ عالی (قدس سرہٗ) نے اس درویش کا غم بہت ہی زیادہ دیکھا تو فرمایا کہ "میرے رحلت کرنے میں قدرے مُہلت (تاخیر) ہے لیکن میں دیکھتا ہوں کہ کیا تعلق درمیان میں ہے۔" متوجہ ہو کر ایک لمحہ کے بعد فرمایا "میرے وصال کے دنوں تک تیرا قیام میرے ساتھ ہوگا اور افرادِ عالم کا قیام تیرے ساتھ ہوگا۔ یہ قول اس مسکین کے غمگین دل کو قدرے تسکین دینے والا ہو گیا، اس ماجرا (واقعہ) کے ایک سال اور چند روز کم تین ماہ بعد حضرت عالی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال) کا واقعہ پیش آیا کیونکہ یہ گفتگو سن ایک ہزار تینتیس (۱۰۳۲ھ) کے ماہ ذی الحجہ کے پہلے عشرہ میں ہوئی تھی اور اس ہادیٔ انام کا ارتحال (وصال) اٹھائیس صفر سن ایک ہزار چونتیس (۱۰۳۴ ہجری) کو ہوا تھا۔ اس خلعت کے عنایت فرمانے سے دس گیارہ سال پہلے جس زمانہ میں وہ درویش چودہ سال کی عمر کے لگ بھگ تھا آپ کی خدمتِ اشرف میں اس نے عرض کیا تھا کہ میں اپنے اندر سے ایک نور پاتا ہوں کہ تمام دنیا اس سے منور ہے اور وہ نور ذراتِ عالم کے ہر ذرہ میں آفتاب کی طرح سرایت کئے ہوئے ہے اگر وہ نور ختم ہو جائے تو دنیا تاریک ہو جائے حضرت علیہ الرحمۃ نے اس کو بشارت دیتے ہوئے فرمایا کہ تو اپنے وقت کا قطب ہوگا اور میری یہ بات یاد رکھ، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ جس چیز کا وعدہ کیا گیا تھا وہ پوری ہو گئی اور بشارت کا اثر حاصل ہو گیا کیونکہ قطب ہونا قیومیت کا ایک شعبہ ہے۔

اب ہم اصل بات کی طرف جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قیوم اس عالم میں حق جل و علا کا خلیفہ اور اس کا نائب مناب (قائم مقام) ہوتا ہے، اقطاب و ابدال اس کے دائرہ ظلال میں داخل اور افراد و اوتاد اس کے کمال کے محیط میں شامل ہوتے ہیں، تمام افرادِ عالم اس کی طرف رُخ رکھتے ہیں اور اہلِ جہان کی توجہ کا قبلہ وہی ہوتا ہے خواہ وہ جانیں یا نہ جانیں بلکہ اہلِ عالم کا قیام اسی کی ذات سے ہے اس لئے کہ افرادِ عالم چونکہ اسماء و صفات کے مظاہر ہیں کوئی ذات ان کے درمیان کائن (موجود) نہیں ہے (اس لئے) سب کے سب اعراض و اوصاف ہیں اور اعراض و اوصاف کو ذات و

www.maktabah.org

جوہر کے بغیر چارہ نہیں ہے تاکہ اُن کا قیام اس کے ساتھ ہو۔ اللہ تعالیٰ کی عادت جاری ہے کہ طویل زمانوں کے بعد کسی عارف کو ذات سے حصہ عطا فرما کر اس کو ایک ایسی ذات عطا فرماتے ہیں کہ وہ نیابت و خلافت کے طور پر اشیاء کا قیوم ہو جاتا ہے اور اشیاء اس کے ساتھ قائم ہوتی ہیں۔

جاننا چاہیے کہ نسبتِ قیومیت کا حاصل ہونا کسی شخص کو اس وقت تک میسر نہیں ہے
۲۲۵ جبتک وہ اصالت سے کچھ حصہ نہ رکھتا ہو، اُن عالی حضرت و متعالی منقبت (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) نے جس درویش کو نسبتِ قیومیت کے حاصل ہونے کی بشارت دی تھی اس کو مقامِ اصالت کے ثابت ہونے کی خوشخبری کے ساتھ بھی سربلند کیا اور نیز فرمایا کہ جس قدر تو اصالت سے حصہ رکھتا ہے اسی کے موافق محبوبیت کی فطرت تیری ذات میں ودیعت کی گئی ہے یعنی محبوبیتِ ذاتی و کمالِ افضلی کی بھی اس کے حق میں نشاندہی فرمائی ہے۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ (اور یہ بات اللہ تعالیٰ کے لئے مشکل نہیں ہے)۔

مکتوب ۸۷

میر منصور کے نام اُن امور کے بیان میں تحریر فرمایا کہ جن کی تبلیغ ضروری ہے۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ جو آیتِ کریمہ ان کفار اہلِ کتاب کے بارے میں (نازل ہوئی) ہے جو کہ حیلہ و مکر کے ساتھ اہلِ اسلام کو کفر و ارتداد پر رہنمائی کرتے تھے آپ نے وہ آیتِ مبارکہ تعریض (دوسروں کو چھیڑنے) کے طور پر اس جماعت کے لئے فرمائی تھی اور اپنے آپ کو اپنے زعم کے مطابق مسلمان اور برحق قرار دیا تھا اور دوسری جانب والوں کو بہکانے اور گمراہ کرنے میں یہود و ابلیسِ لعین کے ساتھی قرار دیا تھا (یہ سب) واضح ہوا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ (اللہ تعالیٰ ہم کو کافی ہے اور اچھا وکیل ہے) تم اپنے آپ کو مسلمانوں اور درویشوں کے گروہ میں شامل کرتے ہو، ہم نے تم کو یا کسی دوسرے کو کب راہِ حق سے روکا ہے، اس بارے میں کوئی بات بھی ہمارے اور تمہارے درمیان نہیں ہوئی ہے بہتان کی بھی کوئی حد ہوتی ہے اور ہماری صحبت میں مرتد و گمراہ و کافر کون ہے اور نیز اس گمراہی و ارتداد کی طرف رہنمائی کرنے سے مراد شریعت کی گمراہی اور ارتداد ہے یا طریقت کی گمراہی و ارتداد ہے کہ جس کو شیخ کی اطاعت و طریقت سے خروج کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں جیسا کہ مقرر ہے، پہلی بات خود ہی مراد نہیں ہے اور اگر آپ لوگ یہ مراد لیں تو کیا

www.maktabah.org

علاج ہے، رہی دوسری بات طریقت کی رذت ہے جوکہ وقت کا نصیب ہے آنجناب کو معلوم ہے کہ ہم اس وقت میں اس ملک میں نہیں تھے سیر (سفر) پر گئے ہوئے تھے معلوم نہیں کہ اس ارتداد پر رہنمائی کرنے والا کون تھا اس کا گناہ ہمارے سر تھوپنا معقول نہیں ہے دیگر اس جانب سے غیرت وغیرہ کی کوئی بات جوکہ صوفیہ کرام کے طریقہ کا لازمہ ہے کچھ بھی درمیان میں نہیں آئی ہے دوسری مرتبہ ہے کہ تم لڑائی کی ابتدا کرتے ہو اور اپنا بچاتے ہو، ادنیٰ درجہ کے مسلمان کے دل کو ایذا دینے کا کیا برا نتیجہ ہے پس اہل حقوق کو اذیت دینا کیسا ہوگا، تم لوگ خداوند تعالیٰ جل سلطانہ کی غیرت سے نہیں ڈرتے کہ سوئے ہوئے فتنہ کو بیدار کرتے ہو، اس قدر جان لیں کہ ایک کا مقبول سب کا مقبول ہوتا ہے اور ایک کا مردود سب کا مردود ہوتا ہے، ایک سے قطع تعلق کرکے ترقی و وصول کی ہوس (خواہش) اپنے خاطر شریف سے نکال دیں ۔ اگرچہ جائز ہے کہ استدراج کے طور پر کشایش و ۲۳۶
ترقی کی صورت ظاہر ہوجائے لیکن اس کی حقیقت و معنی سے بے بہرہ ہے شیطان قوی دشمن ہے اس کے مکر سے کوئی شخص امن میں نہیں ہے پس ڈرنا چاہئے اور پھر ڈرنا چاہئے۔ بات دوسرے مقام کے بارے میں ہے کہ جس پر کشایش و ترقی متفرع ہے پس ڈرنا چاہئے اور پھر ڈرنا چاہئے۔ چونکہ تم نے سلسلہ جنبانی کی ہے (اس لئے) اس قدر کہا گیا ہے ورنہ دوسرے اہم امور درپیش ہیں اس قسم کی باتیں کہنے اور لکھنے کی نوبت نہیں آتی اور نیز آشنائی کے حقوق کا بھی تقاضا تھا کہ ایک دفعہ معاملہ کی حقیقت پہنچا دی جائے ۔ والسلام

مکتوب ۶۹

مولانا محمد حنیف کے نام اقربیت کے معارف اور اس سیر کی تفصیل میں جوکہ آفاق و انفس سے ماوراء ہے اور فنا کے دقائق اور حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہ) کے طریقہ عالیہ میں عجز و حیرت کے غلبے کے راز کو منکشف کرنے کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ سعادت آثار برادرم مولانا محمد حنیف نے اس دور افتادہ ضعیف سے کچھ استفسار کیا تھا اس کے حل کے سلسلے میں چند سطریں لکھتا ہے ہوش کے کانوں سے سماعت فرمائیں۔ ہر کہنے والے سے زیادہ معز زذات (اللہ تعالیٰ) نے فرمایا ہے: وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ ٥ (اور ہم اس کی طرف اس کی شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں)

www.maktabah.org

حضرت واجب الوجود (اللہ تعالیٰ) جل سلطانہ کی ذات اور اسی طرح اس تعالیٰ شانہ کے کمالاتِ ذاتیہ بندہ سے خود بندہ کی ذات کی نسبت زیادہ نزدیک ہیں پس جو سیر کہ ان مراتب سے تعلق رکھتی ہے وہ سیرِ آفاقی و انفسی سے ماوراء اور اوپر ہوتی ہے اور جذبہ و سلوک سے بھی ماوراء ہوتی ہے اس لئے کہ سلوک سیرِ آفاقی (کا نام) ہے اور جذبہ سیرِ انفسی (کا نام) ہے، سیرِ آفاقی کو بُعد در بُعد کہا گیا ہے اور سیرِ انفسی کو اگرچہ قُرب در قُرب کہا گیا ہے لیکن وہ قُربِ ظلّی ہے اس قرب و اتحاد سے گذر جانا چاہئے تاکہ اقربیت کا معاملہ رونما ہو جائے جس طرح کہ اشیاء کے علمِ حصولی کا زوال کہ جس کو فنائے قلبی سے تعبیر کرتے ہیں سیرِ آفاقی کی تکمیل کے بغیر ممکن نہیں ہے اور سیرِ انفسی میں شروع ہوئے بغیر میسر نہیں ہے اسی طرح کسی شخص کے علمِ حضوری کا زوال جو کہ اس کی اپنی ذات و صفات سے متعلق ہے اور حقیقت میں فنائے نفس ہے، سیرِ انفسی کی انتہا اور مراتبِ اقربیت میں داخل ہونے کے ساتھ وابستہ ہے اور سیرِ انفسی میں عارف کا علمِ حضوری اپنی جگہ پر قائم ہے اس لئے کہ نفس اس مقام میں حقانیت کے عنوان کے ساتھ ظاہر ہے اور اس کی قید سے پوری طرح رہائی حاصل نہیں ہوئی ہے کہ (جس سے)
۲۲۷ مطلوبِ حقیقی تک وصول ظاہر ہو جائے کیونکہ مذکورہ آیہ کریمہ کے مطابق مطلوب انفس کے ماوراء ہے اور جو کچھ انفس میں ظاہر ہے رہنمائی کرنے والی نشانیوں میں سے ہے جیسا کہ قرآن مجید اس کے بارے میں اطلاع دیتا ہے: سَنُرِیْهِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَفِیْۤ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ[1] [ہم عنقریب اُن کو اپنی نشانیاں آفاق میں اور ان کے نفس میں دکھائیں گے حتیٰ کہ ان کو ظاہر ہو جائے گا کہ وہی حق ہے] اور چونکہ علمِ حضوری عینِ عالم ہے اس لئے اس کے زوال سے عارف کے نفس کا زوال ہو جائے گا اور اس کا کوئی اثر نہیں رہے گا اور علمِ حضوری کا زوال اس معنی میں ہے کہ جو علم عارف کی ذات سے تعلق رکھتا تھا وہاں سے اکھڑ کر واجب تعالیٰ (اللہ تعالیٰ) کے ساتھ متعلق ہو جائے اور اس مقام میں حق سبحانہٗ وتعالیٰ موجود ہو نہ کہ اس (عارف) کی ذات، اور اس کا بیان یہ ہے کہ جو کوئی کمال بھی ممکن میں ظاہر ہے وہ سب مرتبۂ وجوب تعالت وتقدست یعنی وجود و حیات و علم و قدرت وغیرہ سے مستفاد و مستعار ہے اور ممکن نے ان کمالات کو اپنے آپ سے سمجھ کر امانت میں خیانت کی ہے اور جب کسی عارف کو محض فضل و کرم سے اس عاریتی ہونے کی دید سے نوازتے ہیں تو ہو سکتا ہے کہ آیتِ مبارکہ اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤی اَهْلِهَا[2] [بیشک اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے اہل کو دیدو] کے حکم کے بموجب دوبارہ امانتوں کو اہلِ امانات کے سپرد کر دے۔ اور چونکہ اس کا علمِ حضوری مطلوب کے

[1] سورۃ ۴۱ آیت ۵۳ [2] سورۃ ۴ آیت ۵۸۔

www.maktabah.org

حضورِ ذاتی کا پرتو ہے (اس لئے) یہ حضور تمام کمالات کی طرح جو کہ اپنے اصول کے ساتھ مل جاتے ہیں اس حضورِ ذاتی کے ساتھ مل جائے گا، اس وقت میں عارف اپنے آپ کو بالکل خالی پائے گا اور خالص عدم کے ساتھ ملحق دیکھے گا وہ نہ کوئی ذکر اپنے اندر محسوس کرے گا اور نہ کوئی توجہ، نہ کوئی یافت (پانا) ہوگی نہ حضوری، اصل کے ساتھ مل جانے کے بعد اگر یافت (پانا) ہے تو وہ از خود بخود ہے اور اگر حضور ہے تو وہ بھی از خود بخود ہے اس لئے کہ حادث جب قدیم کے ساتھ ملا دیا گیا تو اس کا کوئی اثر باقی نہیں رہا۔ اس مقام میں جو کہ فنائے نفس کا مقام ہے عارف سے کلمۂ آنا کا اطلاق (میں پن) پوری طرح زائل ہو جاتا ہے اور عارف اپنے آپ کو آنا کے ساتھ تعبیر نہیں کر سکتا کیونکہ فنائے نفس کے بعد جو کہ کلمۂ انا کا مَورد (وارد ہونے کی جگہ) ہے انا کے لئے کوئی مَورد (وارد ہونے کی جگہ) نہیں رہتا جس پر اس کا اطلاق ہو، یہ معنی نہیں ہیں کہ انا کا حق پر اطلاق ہو اور (عارف) اپنے آپ کو حق دیکھے کیونکہ خودی درمیان میں نہیں رہی ہے اور انانیت دور ہو چکی ہے۔ اور جو کچھ حضرت عالی قدرنا اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس نے اپنے مکتوبات کی جلد اول کے کسی مکتوب میں کلمۂ انا کے زوال (کا متصور ہونا) سکر (کی وجہ) سے لکھا ہے اور فرمایا ہے کہ صحو میں اس قسم کی باتیں متصور نہیں ہیں انھوں نے (یہ) سیرِ انفسی کے بارے میں لکھا ہے بلکہ اُس فنائے جذبہ کے بارے میں (لکھا ہے) جس کے ساتھ کامل سلوک شامل نہیں ہوا ہے اس لئے کہ اس مقام میں ابھی کلمۂ انا کا مورد (نفس) اپنی جگہ پر ہے لیکن محبت کے غلبہ کی وجہ سے جو سکر کا منشاء (جائے پیدائش) ہے، مخجب گیا ہے زائل نہیں ہوا ہے اُس کے زوال کا حکم لگانا محض سکر ہے اگر وہ شخص صحو میں آ جائے تو اس کے مورد (وارد ہونے کی جگہ) کو پالے اور اس کے زوال کا حکم نہ لگائے کیونکہ اس سیر کا تمام ہونا ولایتِ صغریٰ کے تمام ہونے کے ساتھ ہے، پس اس بنا پر
۳۳۵ ولایتِ صغریٰ کے کمالات میں جو کہ سیرِ انفسی سے وابستہ ہیں کلمۂ انا کا مخجب جانا بھی درجۂ کمال سے نیچے ہوگا اور وہ کمال کہ جس کا بیان اس مکتوب میں کیا جا رہا ہے ولایتِ کبریٰ کے کمالات میں سے ہے جو کہ آفاق و انفس کے ماوراء سے متعلق ہے اور فنائے نفس کی حقیقت اس مقام میں متحقق ہے اور اس مقام میں کلمۂ انا کا مَورد جڑ سے اکھڑ گیا ہے کہ اس کے لوٹنے کی کوئی صورت نہیں ہے، فنا و بقا اور صحو و سکر اس کے لئے یکساں ہے وَالزَّائِلُ لَا یَعُوْدُ (اور زائل واپس نہیں لوٹتا)۔ اور یہ جو ہم نے کہا ہے کہ فنائے نفس کی حقیقت اُس مقام میں متحقق ہے یہ اس لئے ہے کہ فنائے نفس اجمال کے طور پر ولایتِ صغریٰ میں بھی حاصل ہو جاتی ہے لیکن اس کا کمال اس مقام میں ہے چنانچہ اس کی تحقیق مکتوبات شریف حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی دوسری جلد میں تفصیل کے ساتھ بیان کی گئی ہے۔

www.maktabah.org

اور جب عاشق بیچارہ اپنے آپ کو کلمہ اَنَا کے ورود کے لائق نہیں پاتا اور خودی کو ترک دیکھتا ہے اور انانیت سے پاک ہو کر تبری (بیزاری) اختیار کرتا ہے تو ہو سکتا ہے کہ معشوق اپنے فضل و احسان کی رو سے آیۂ مبارکہ هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ۝ (کیا احسان کا بدلہ احسان کے سوا کچھ اور ہے) پ۲۷ الرحمٰن آیت ۶۰ کے بموجب اس گم شدہ کو اپنی اَنَا کی خلوت گاہ میں جگہ دے اور عاشقِ صادق سب سے منہ موڑ کر اور یکسو ہو کر کعبۂ مقصود کی بارگاہِ خاص میں اعتکاف اختیار کرے اس طرح نہیں کہ عاشق عین معشوق ہو جائے

؎ خیال کج مبر این جا و بشناس کہ گم در خدا گم شد خدا نیست

(اس جگہ کج خیالی مت کر اور پہچان لے کہ جو شخص خدا میں گم ہو گیا وہ خدا نہیں ہے) اس مقام میں دردمند عاشق کا کوئی نشان نہیں ہے معشوق ہی ہے جو کہ خود بخود جلوہ گر ہے اور اس نے عاشق کو درمیان سے اٹھا دیا ہے۔

سوال: جبکہ علمِ حضوری عینِ عالم ہو جاتا ہے اور وہ علم کمال (حاصل ہونے) کے بعد اپنی اصل کے ساتھ جو کہ واجب تعالیٰ کا علم حضوری ہے ملحق ہو جاتا ہے اور (یہ بات) طے شدہ ہے کہ ہر کمال کا لحوق اپنی اصل کے ساتھ ہوتا ہے نہ کہ اس امر کے ساتھ جو اس کی اصل کے منضاد ہو تو اس سے لازم آتا ہے کہ ہر شخص کی حقیقت اور اس کا مبدأ تعین علم ہو اور حالانکہ دوسری صفات بھی مخلوق کے مبادی تعینات ہیں چنانچہ ہمارے حضرت عالی قدسنا اللہ بسرہ الاقدس (کی تحقیق) کے مطابق تکوین حضرت آدم علیہ السلام کا مبدأ تعین ہے اور کلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مبدأ تعین ہے اور قدرت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مبدأ تعین ہے (علیٰ نبینا و علیہم الصلوات والتسلیمات) اور جو لوگ کہ ان بزرگوں (مذکورہ انبیاء کرام علیہم السلام) کی ولایتوں میں داخل ہیں ان کے مبادی تعینات درجات کے فرق کے مطابق ان صفات کی جزئیات اور جزئیات کی جزئیات ہیں۔

جواب: جیسا کہ اس گروہ کے نزدیک طے شدہ ہے کہ حقیقتِ محمدی علیٰ مصدرہا الصلوٰۃ ۲۲۹
والسلام حضرتِ علم کا اجمال ہے اور تمام مخلوق کے حقائق اس اجمال کی تفصیل ہیں پس اس معنی پر نظر کرتے ہوئے کہہ سکتے ہیں کہ تمام مخلوق کے حقائق علم ہے اس لئے کہ تمام مخلوق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور و تفصیل ہے۔ القصہ اس اجمالی حقیقت کے لئے تفصیل کے مرتبہ میں علم کے تفصیلی کمالات کے اندازے کے مطابق جو کہ حضرتِ اجمال میں درج ہیں بے شمار حصے (اجزاء) ہیں پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا باقی اشخاص میں سے ہر شخص کی حقیقت علم کے حصوں (اجزاء) میں سے ایک حصہ (جزو) ہو گی جو کہ اجمال میں مندرج کمالات میں سے کسی کمال کے ساتھ تفصیل کے مرتبہ میں علم کے تعلق کی وجہ سے حاصل ہوا ہے مثلاً حضرت ابو البشر (آدم) علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مبدأ تعین علم کا ایک حصہ ہے

www.maktabah.org

جو کہ اس کے تعلق سے تکوین کی صفت کے ساتھ جو کہ اجمال میں شامل تھی حاصل ہوا ہے اور اسی پر تمام حقائق کو قیاس کر لیا جائے لیکن چونکہ حصص و حقائق کے درمیان تمیز اُن کمالات کے ساتھ ہے (اس لئے) ہر شخص کی حقیقت کو اُن کمالات میں سے اس کمال کے ساتھ مسمی کیا گیا ہے جو کہ اس شخص کے ساتھ خاص نسبت رکھتا ہے کہ اس کی تمیز کا سبب ہوا ہے پس (صفتِ) علم تمام صفات میں اشرف و بزرگ ہوئی اور اس کی برکات تمام موجودات کو شامل ہوئیں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ کسی چیز کے کسی چیز کے ساتھ متحد ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ پہلی چیز دوسری چیز کی حقیقت ہو جیسے خاصہ (خاصیت) کو ماہیت کے ساتھ اتحاد کی نسبت ہے حالانکہ یہ عوارض میں ہے۔ اگر کہا جائے کہ اس تقدیر پر کہ علم انسان کی ذات و حقیقت نہیں ہوتی تمام موجودات کے حقائق کو حقیقتِ محمدی کی تفصیل کہنا کس طرح درست ہوگا اس لئے کہ حقیقتِ محمدی علم ہے (اس کے جواب میں) ہم کہتے ہیں کہ ضروری نہیں ہے کہ اجمال ذاتی تفصیل ہو کیونکہ (جنس) حیوان کے تحت درج شدہ انواع کو ماشی (چلنے پھرنے والا) کی تفصیل کہہ سکتے ہیں اگرچہ (صفت) ماشی (چلنے پھرنے والا ہونا) اس کی ذاتی (صفت) نہیں ہے، اور اگر مان لیا جائے تو ہم کہتے ہیں کہ حقیقتِ محمدی کو تمام حقائق کا اجمال و کل کہنا ان حقائق کے ساتھ علم کے اشتمال و جامعیت (شامل و جامع ہونے) کے اعتبار سے ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہم کہتے ہیں ہو سکتا ہے کہ حقیقتِ محمدی سے مراد تمام کمالاتِ ذاتیہ ہوں جو کہ علم سے اجمال کے طور پر تعلق رکھتے ہوں نہ کہ نفسِ علم سے جیسا کہ وہ ہے لیکن چونکہ اس مرتبہ میں علم کو ان کمالات سے کوئی تمیز (حاصل) نہیں ہے اور حضور و انکشاف کے سوا کوئی امر اس مقام میں ظاہر و معلوم نہیں ہے اس لئے اس مرتبہ کو وحدت کہتے ہیں اور قابلیتِ محض سے موسوم کرتے ہیں اور نیز علم کو معلوم کے ساتھ بہت سے محققین کے نزدیک اتحاد ہوتا ہے اس لئے انہوں نے اس حقیقت کو علم سے تعبیر کیا ہے لہٰذا تفصیل کے مرتبہ میں وہی کمالاتِ متمیزہ تمام اشخاص کے حقائق ہیں اور اس صورت میں اجمال کا تفصیل کے ساتھ بے تکلف تقابل ہو جاتا ہے اور اس کے بغیر ایسا نہیں ہے، اور اس توجیہ کی تائید ۲۳۰
اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ ہمارے حضرت عالی قدسنا اللہ بسرہ الاقدس کے نزدیک حقیقتِ محمدی تعینِ وجودی یا تعینِ حُبّی کا اجمال ہے کہ تعینِ علمی اُس سے کئی درجے نیچے ہے جیسا کہ اس کی تحقیق کسی دوسری جگہ لکھی جا چکی ہے۔ اگرچہ کہیں کہیں بعض اکابر کے کلام میں یہ بات آئی ہے کہ علم انسان کی حقیقت ہے چنانچہ مولوی (رومی) قدس سرہ نے فرمایا ہے ؎

اے برادر تو ہمیں اندیشہ الخ [اے بھائی تو یہی اندیشہ و فکر ہے]

www.maktabah.org

اور حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہ) سے بھی بعض اوقات میں اس کے مثل سُنا گیا ہے۔ ہم کہتے ہیں ہو سکتا ہے کہ ان اکابر نے تجوز و مبالغہ کے طور پر فرمایا ہو یعنی توجہ میں عمدہ چیز ہی فکر و اندیشہ ہے؟ چاہئے کہ وہ مطلوب حقیقی کے سوا اور کسی میں صرف نہ ہو بلکہ پورے طور پر اس مقدس بارگاہ کی طرف مصروف ہو۔ اس مقام میں تحقیق وہ ہے جو ہمارے حضرت (قدس سرہ) نے افادہ کیا ہے جس جگہ کہ فرمایا ہے" اس بیان سے لازم آتا ہے کہ علمِ حضوری میں بھی معلوم کی صورت معلوم کے حضورِ نفس کے باوجود پائی جاتی ہے کیونکہ نفسِ معلوم کی حضوری خالص نہیں ہے کسی اعتبار نے اس میں راستہ پالیا ہے جو اس کو نفس (ذات) سے صورت میں لے آیا ہے ہر شخص کی سمجھ اس باریکی کو نہیں پہنچی اور جب تک ذات بحت (محض) سے واصل نہیں ہوتا (محض) بیچونی کے وصول سے اس باریکی کو نہیں پاتا"۔

فصل بالخیر، اے بھائی! وہ جو آپ نے اس فقیر سے دریافت کیا تھا کہ "کیا سبب ہے کہ ہمارے حضرت عالی قدس سرہٗ کے طریقہ میں جہل و حیرت کی نسبت غالب ہے جو (سالک کی) سمجھ میں کم ہی آتی ہے" اس کا حل سابقہ تحقیق سے واضح ہو گیا کیونکہ حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) کی نسبت آفاق و انفس سے ماوراء اور اقربیت کے ساتھ متعلق ہے۔ اور اوپر گذر چکا ہے کہ اقربیت کا معاملہ علمِ حضوری سے تعلق رکھتا ہے علمِ حصولی سے نہیں، اور یہ بات معلوم ہے کہ پانا اور لذت حاصل کرنا علمِ حصولی میں ہے علمِ حضوری میں نہیں ہے۔ کیا آپ نے کسی شخص کے بارے میں سنا ہے کہ اس نے اپنی یافت اور حضور سے لذت حاصل کی ہے، علمِ حضوری میں اگر یافت (پالینا) اور التذاذ (لذت حاصل کرنا) ہے (تو وہ) متعارف (مشہور) یافت و التذاذ کی قسم سے نہیں ہے (بلکہ) ایک ایسی یافت ہے جس کی کیفیت نامعلوم ہے اس لئے اگر کوئی شخص چاہے کہ اپنے احوال پر اطلاع پائے اور اپنے ذاتی و صفاتی کمالات کو جانے تو وہ اپنی ذات و صفات (دو بینی) کے تصور کا محتاج ہوگا اور اس کے بغیر اپنی ذات و صفات کا پتہ نہیں لگا سکے گا اور اپنے آپ کو اپنے آپ سے گُم کرنے والا جانے گا چونکہ اس نے دو بینی کی بہت زیادہ عادت ص۲۳۱
کی ہوئی ہے اس لئے وہ حضورِ ذاتی کو علم نہیں سمجھتا اور جب تک اس کا مدرک اس سے جدا نہ ہو جائے اگرچہ وہ جدائی تصور میں ہی ہو وہ اس کو نہیں پا سکتا۔ اگر کہا جائے کہ اقربیت کے معاملہ میں مزایلت و مباینت (جُدا و مخالف ہونا) موجود ہے کیونکہ اقربیت دُوئی (دو ہونے) کو چاہتی ہے، اتحاد ہے جو کہ مزایلت (جدائی) نہیں رکھتا اور دوئی ہونے سے بری ہے پس سیر انفسی کو علمِ حضوری پر موقوف ہونا چاہئے کیونکہ اتحاد (کا حاصل ہونا) اور دوئی کا رفع ہونا اس مقام میں ظاہر ہوتا ہے نہ کہ اقربیت کے معاملہ میں جو کہ آفاق و انفس سے ماوراء ہے اور مزایلت (آفاق و انفس کے زوال) کے بغیر متصور نہیں ہے۔

www.maktabah.org

ہم کہتے ہیں چونکہ انفس کے آئینوں میں شہودِ مطلوب کے ظلال میں سے کوئی ظل ہے اور اس پر دلالت کرنے والی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے اس لئے لازماً اس کا حضور و شہود مطلوب کا حضور و شہود نہیں ہے اگرچہ سیر انفسی والا سالک اس کو مطلوب کا غیر نہ جانتا ہو لیکن حقیقت میں وہ غیر ہے پس اصل مطلوب کی نسبت سے وہ علم حصولی ہوگا کیونکہ ظل کا حضور اصل کا حضور نہیں ہے بلکہ اس شہود کی نسبت سے بھی جو کہ انفس کے آئینے میں ہے علم حصولی واقع ہوا ہے کیونکہ آئینے کو اس صورت کے ساتھ جو کہ اس میں دکھائی دے رہی ہے حصولی کی نسبت ہے نہ کہ حضور کی نسبت، اگرچہ شہود کے وقت میں آئینے کی ظاہری صورت پوشیدہ ہے اور مشہود نہیں ہے لیکن حقیقت میں آئینہ اپنی اصلی حالت پر ہے اس کا زوال نظر میں ہے اور بس، اور اس طرح کا ارتفاع (دور ہونا) صرف شہود میں ہے کیونکہ قلبِ حقیقت محال ہے اور مطلق کا مقید ہو جانا محض خیال ہے اور اقربیت کے معاملہ میں زائل اور معدوم ہونے کا حکم لگانا وہم کے احکام میں سے ہے اور اس طرح ہے جس طرح آئینہ میں منعکس ہونے والی صورت کا صورت والے کے ساتھ زائل ہو جانا کہ یہ مزایلت (زائل ہونا) بھی ایک وہم ہے۔ چونکہ قرب کو دوری کے ساتھ تضاد ہے، اور اتحاد میں کہ یہ بھی قرب کے افراد میں سے ہے مزایلت نہیں ہوتی (اسلئے) اقربیت میں جو کہ بہت زیادہ نازک ہے دوری و مزایلت زیادہ مفقود ہوگی اگرچہ دوئی ہوگی لیکن بُعد و مزایلت نہیں ہوگی یہ معاملہ عقل کے طریقے سے ماوراء ہے، جو عقل کے پابند کے لئے مشکل ہے کہ اس بھید (بھید) کو پا سکے، صحیح کشف اور فراست (باطنی سوجھ بوجھ) جو کہ نبوت کے چراغوں سے حاصل کی گئی ہو ہونی چاہیئے تاکہ اس معنی کے ساتھ کچھ ایمان حاصل کرے اور اس مشرب سے کوئی گھونٹ پائے۔

اور (اعتراضِ مذکورہ بالا کو) مان لینے کی صورت میں ہم کہتے ہیں جو مزایلت کہ درک (پانے) کو آسان کرنے کا سبب ہے وہی مزایلت ہے جو کہ بعد و دوری کی راہ سے پیدا ہوتی ہے نہ کہ وہ مزایلت جو اقربیت کی راہ سے وہم میں آتی ہو کیونکہ (یہ مزایلت) نسبتِ اتحاد کی یافت و درک سے بھی بہت دور ہے۔ یا یہ کہ ہم کہتے ہیں کہ اقربیت کے معاملہ کا علم حضوری کے ساتھ تعلق اس معنی میں نہیں ہے کہ عارف کا نفس ابھی اپنی جگہ پر ہے اور اس کا علم حضوری قائم ہے اس کے باوجود وہ اصل مطلوب کے ساتھ علم حضوری رکھتا ہے (یعنی) اس کو دو چیزوں کا حضور ہے کہ یہ محال ہے یا نفسِ (ذات) حاضر کو عینِ مطلوب خیال کر کے حضورِ نفس کو عین اسی کا حضور جان لیا ہے (یعنی اس معنی میں بھی نہیں ہے اسلئے) کہ یہ معاملہ سیرِ انفسی کے مناسب ہے بلکہ (اقربیت کے معاملہ کا علمِ حضوری کے ساتھ تعلق) اس معنی میں ہے کہ عارف اپنے آپ سے معدوم ہو گیا ہے اور اپنے ذاتی حضور سے ہٹ گیا ہے اس کا حضور کہ د ۲۳۲

حضورِ واجبی تعالیٰ جل سلطانہ (حضورِ الٰہی) کا پرتو ہے اللہ تعالیٰ کے حضور کے ساتھ ملحق ہو جاتا ہے اور مکمل لحوق کے بعد چونکہ اس کا حضور اس کے ساتھ ہوتا ہے اس لئے کہ عارف اور اس کے حضور سے کوئی اثر باقی نہیں رہتا اس لئے باطنی نسبت ادراک سے دور جا پڑتی ہے اور علمِ حضوری کی نسبت کے نہ پانے سے جو کہ اوپر بیان ہو چکی ہے زیادہ متصف ہو جاتا ہے، یہ ہے اس کی وضاحت۔

اب ہم اصل بات کی طرف جاتے ہیں، علمِ حصولی والا منازلِ وصول قطع کرنے کے مراتب میں کمال درجے کے ذوق و شوق میں ہوتا ہے اور اپنے کشف و شہود کے ساتھ لذت اندوز و خوش و خرم اور ہمیشہ حضور کے استغراق میں فانی ہوتا ہے اور اس کی صحبت جذب و کشش بخشنے والی عشق سے ملی ہوئی ملانے والی اور وجد کو ابھارنے والی ہوتی ہے اور وہ شخص جس کا معاملہ آفاق و انفس سے ماوراء ہے وہ شوق سے گذر چکا اور شہود کی پابندی اور شہود میں مستغرق رہنے سے رہائی حاصل کر چکا ہوتا ہے اسلئے اس کا معاملہ ظہورات سے ماوراء ہے اور اس کا رخانۂ ظلال سے برتر ہے کیونکہ ظہور ظلیت کی آمیزش کے بغیر نہیں ہے اور ظل کی نہایت انفس کی نہایت کے ساتھ ہے انفس سے باہر ظل نہیں ہے اگرچہ مراتب بے شمار ہوں۔ یہاں بزرگوں کی صحبت بعینہٖ اصحاب کرام علیہم الرضوان کی صحبت ہے، کیا تو نے کبھی سنا ہے کہ ان بزرگوں کی صحبت میں کسی شخص نے تواجد کیا اور شوق کا نعرہ بلند کیا اور تجلی و شہود کا دم مارا ہو ان مقبولین کا آرام انعامات والی ذات جل و علا شانہٗ کی طاعات میں ہے اور ان کی نیک بختی اللہ تعالیٰ کی بندگی میں ہے ان کا کام ہمیشہ نیاز (عاجزی) ہے اور ان کی لذت کا کمال نماز میں ہے۔ حدیث ارحنی یا بلال [اے بلال مجھ کو نماز کے ساتھ راحت پہنچاؤ] اور حدیث قرۃ عینی فی الصلوٰۃ [میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے] ان بزرگوں کے معاملہ کی شاہد (گواہ) ہے۔ اربابِ ظلال کو جو کچھ کام کے آخر میں میسر ہے وہ ان بزرگواروں کا پہلا قدم ہے اصل کے ساتھ وصول ان بزرگواروں کے لئے مسلّم (ثابت) ہے اور وجد و یافت کی حقیقت بھی انہی کو میسر ہے، یہ وجد و یافت سابقہ وجد و یافت سے ماوراء دوسری کیفیت سے ہے۔ وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ [اور تو پہاڑوں کو دیکھتا ہے تو خیال کرتا ہے کہ یہ (ہمیشہ کیلئے) جمے ہوئے ہیں اور وہ (انکو قیامت کے دن) بادل کی طرح اڑتے پھریں] (پ ۲۰) پہلے مقام میں اگر وصل ہے تو وہ وصل کی صورت ہے اور اگر یافت ہے تو وہ بھی یافت کی صورت ہے اس لئے کہ علمِ حصولی علمِ حضوری کے ظل کے درجہ میں ہے۔

تنبیہ: لفظ جہل و حیرت سے جو کہ اوپر بیان ہوا تو یہ گمان نہ کر سکے کہ اس بلند نسبت والے حضرات اپنی نسبت کا علم نہیں رکھتے، ایسا ہرگز نہیں ہے (بلکہ) علم و یافت کی حقیقت اس مقام میں ثابت ہے

www.maktabah.org

لیکن چونکہ ہر سمجھ میں جلدی آنے والی بلکہ عوام کے نزدیک جو کہ اسفل سافلین (نہایت پستی) کے مقام میں ہیں متحقق بات یہ ہے کہ علم و یافت معلوم کی صورت کے حصول کے ساتھ ہے اور بس، علم حضوری ان کے نزدیک گویا علم نہیں ہے، اس بنا پر اس معاملہ کو جہل و حیرت سے تعبیر کیا جاتا ہے اور حق بات یہ ہے ص۲۳۳ کہ اس نسبت کو جیسی کہ وہ ہے دریافت کرنا کثرتِ علم اور کمالِ معرفت کے بغیر دشوار ہے اگرچہ وہ نسبت حاصل ہو اور اس نسبت کے دریافت کرنے کا طریقہ یا اس طرح پر ہے کہ حق تعالیٰ کسی عارف کو اس قسم کی تیز بصیرت عطا فرمائے کہ معلوم کی صورت کے حصول کے بغیر تمیز کر سکے اگرچہ محدود عقل اس کا پتہ نہیں لگا سکتی لا یحمل عطایا الملک الا مطایاہ [بادشاہوں کی بخششیں ان ہی کی سواریاں اٹھا سکتی ہیں] یا اس طریقہ پر کہ اس مجہول کیفیت والے معاملہ کو اس کی مثالی صورت میں ظاہر کریں یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ہو جائے یا رہبر وغیرہ کے بتانے سے معلوم کرے یا حصولِ نسبت کا یقین ان لذتوں کے ساتھ دیں جو کہ اس پر مرتب ہوتی ہیں اور مدرک کا ادراک حاصل نہ ہو، اور جائز ہے کہ بعض کو وہ معاملہ حاصل ہو اور اس کا علم کسی راستے سے بھی حاصل نہ ہو، احوال و مقامات کا تفصیلی علم سب کو نہیں دیتے کسی کسی کو عطا فرماتے ہیں اور دوسروں کو اس علم کے ساتھ کفایت کرتے ہیں لیکن یہ دونوں نفس حصول میں برابر ہیں فرق صرف علم ہونے یا علم نہ ہونے کا ہے جو کہ جزئی فضیلت کی قسم سے ہے اور علم میں بھی مختلف مراتب (درجات) ہیں، مختصر یہ ہے کہ جو کچھ مطلوب ہے وہ اس نعمتِ عظمیٰ کا حصول ہے اس کا علم جسقدر بھی ہو گا فنِ بلاغت میں محسنات بدیعی (عمدہ صنائع و بدائع) کی مانند زائد احسانات و انعامات کی قسم سے ہو گا، یا اس مکتوب کا اخیر ہے، الحمد للہ اولاً و آخراً والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ دائماً وسرمداً وعلیٰ آلہ الکرام وصحبہ العظام الیٰ یوم القیام۔

مکتوب ۸۹

یہ بھی مولانا محمد حنیف کے نام عارف کی جامعیت کے متعلق اشارہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ الدعوات کے بعد برادر عزیز کی خدمت میں عرض رساں ہے کہ اس حدود کے فقراء کے احوال حمد کے لائق ہیں اور اللہ تعالیٰ سے تمہاری عافیت و شریعتِ مقدسہ اور سنتِ عالیہ المصطفویہ علیٰ مصدرہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ پر استقامت اور ظاہری و باطنی درجات پر تمہاری ترقی اور آخرت کی ابدی سعادتوں اور تخلیہ و فنا و انقطاعِ کلی کے لئے دعا کی گئی ہے پس جب تو تخلیہ و فنا سے کما حقہا

www.maktabah.org

خالی وفانی ہو جائے گا تو تجھ کو ایسا نور و جمال دیا جائے گا کہ ہر چیز میں تیرے جمال کے سوا اور کچھ تجلی نہیں
۲۳۲ ہوگا اور عالم سفلی و علوی تیرے نور و چمک کے آئینے اور تیرے حسن و جمال کے مظاہر ہو جائیں گے اور تو
تمام جہانوں کے لئے مرکز و اجمال ہوگا بظاہر ہر چیز میں خلیفہ اور مخلوق میں امام ہوگا اور تیرے حق میں نعمت
سورۃ پوری ہو جائے گی۔ فَانْظُرْ اِلٰٓی اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا (پس تو اللہ تعالیٰ
آیۃ کی رحمت کے آثار کی طرف دیکھ کہ وہ زمین کو اس کی موت کے بعد کس طرح زندہ کرتا ہے) والسلام

مکتوب ۹۰

خواجہ دینار کے نام عارف کی عدمیت کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ، سعادت آثار میاں دینار اس مسکین خاکسار سے دعائیں مطالعہ فرمائیں، اس حدود کے فقراء کے احوال حمد کے لائق ہیں۔ دور افتادہ دوستوں کی خیریت کے لئے حضرت وہاب جل سلطانہ کے کرم سے دعا کی جاتی ہے اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ ممکن بیچارہ کہ مطلوب حقیقی سے جس کا نصیب سوائے استہلاک و اضمحلال کے (کچھ) نہیں ہے اس کے کمال کے ادراک سے عاجز و قاصر ہے اور جب اس کی بارگاہ وحدت و احدیت میں معدوم و لاشئے ہونے کے سوا کچھ حاصل نہیں ہے اس کے حسن و جمال کے ادراک سے خالی و حیران ہے ؎

گیرم کہ بغم خانۂ ما یار خرامد کو حوصلہ و طاقت دیدار کہ دارد

[میں مانتا ہوں کہ ہمارے غمخانہ (دل) میں محبوب خوش خرام ہے (لیکن) اس کے دیدار کا حوصلہ و طاقت کس کو ہے] وہی ہے جو کہ الکبریاء ردائی (بزرگی میری چادر ہے) کی خلوت گاہ میں اپنے کمال کا خود ہی مشاہدہ کرنے والا ہے اور انت کما اثنیت علی نفسک (تو ویسا ہی ہے جیسا کہ تو نے اپنی آپ تعریف کی ہے) کی محفل میں اپنے جمال کا خود ہی نظارہ کرنے والا ہے، پس وہی ہے جس نے اپنی ذات کی تعریف خود کی ہے اور اپنی صفات کے کمال کی ثنا کی ہے پس وہی عارف و معروف ہے اور وہی شاہد و مشہود ہے، عاشق بیچارہ نے اس جلوہ گاہ میں سامان عدم کے صحرا کی طرف کھینچا ہے اور ہستی (ہونا) و دانش (جاننا) و توانائی (کر سکنا) کو اس کے اہل کے حوالہ کر دیا ہے ؎

جسم ہمہ اشک گشت و چشم بگریست در عشق تو بے جسم ہمی باید زیست والسلام

(میرا تمام جسم آنسو بن گیا اور میری آنکھ نے گریہ کیا، تیرے عشق میں جسم کے بغیر ہی جینا چاہئے)

www.maktabah.org

مکتوب ۹۱

شیخ طاہر بدخشی جونپوری کے نام اپنے پیر دستگیر (حضرت مجدد الف ثانی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت اور حضرتِ عالی کے اصحاب کی محبت کے اظہار میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ حضرتِ حق سبحانہ وتعالیٰ آپ کو قرب وارشاد کے مراتب میں ترقیات بخشے، آنجناب معارف آگاہ دور افتادوں کو فراموش نہ فرمائیں چونکہ المرء مع من احب (آدمی اُسی
۲۳۵ کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے) کے مطابق جہاں کہیں بھی محبت کا رابطہ درمیان میں ہے اس کے اندازے سے باطنی معیت بھی ثابت ہے امید ہے کہ زمانہ جدائی کی درازی سابقہ نسبت میں کوئی کمی نہیں لائے گی بلکہ اگر مذکورہ بالا محبت کا رابطہ زیادہ قوی ہو جائے جیسا کہ دوستوں سے اس کی توقع کی جاتی ہے تو مذکورہ بالا نسبت بھی اور زیادہ ہو جائے گی اور بیش در بیش ہوتی جائے گی۔ اس فقیر کو اس جماعت سے جو کہ حضرت قطب المحققین پیشوائے طالبانِ خدا حضرتِ عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہ) کی خدمت وقدم بوسی کے شرف سے مشرف ہو چکے ہیں ایک علیحدہ نسبت ہے (میری) نظر میں وہ لوگ دنیا سے جدا ہیں کسی سے کوئی مناسبت نہیں رکھتے کیونکہ یہ جماعت محبوب کے آئینے ہیں اور اس بے نشان کی ایک نشانی رکھتے ہیں، محبوب کی خدمت کرنے والے لوگ اس کی غیبت (غیر موجودگی) کے وقت خاص طور پر نہایت محبوب ومرغوب ہیں، عاشقوں اور مشتاقوں کے نزدیک اس جماعت کی قدر بہت ہی زیادہ ہے اگرچہ یہ لوگ بے پرواہوں اور مذکورہ رابطہ کے لوازم سے دور ہوں لیکن ہم لوگوں کے نزدیک نہایت عزیز ہیں اور ان کی خدمت ومحبت ہم پر لازم ہے بہرحال دعا سے غافل نہ رہیں اور توجہ فرمائیں کہ کل (قیامت کے روز) حضرتِ عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہ) کے محبت کرنے والوں اور خادموں کے زمرہ میں ایک ہی جگہ ہمارا حشر ہو اور اُن کے مبارک پرچم کے نیچے جگہ پائیں، رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (اے ہمارے رب ہمارے لئے ہمارا نور (ہدایت) پورا فرما دے اور ہمیں بخش دے بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے)۔ سورہ تحریم آیت ۸

مکتوب ۹۲

شیخ حمید احمدی کے نام طریقہ بندگی حاصل کرنے پر ترغیب دینے اور اعمال میں عُجب پیدا ہونے کے علاج کے بیان میں تحریر فرمایا۔

www.maktabah.org

محبت آثار برادرم شیخ حمید دعا و سلام پڑھیں اور احوال کے لکھنے سے فارغ نہ رہیں، طاعات و عبادات کے ادا کرنے میں مردوں کی طرح رہیں اور کمرِ ہمت کو مولیٰ تعالیٰ جل وعلا کی بارگاہ میں چست باندھیں آج کا دن کام کرنے کا دن ہے "اجر (مزدوری) کا دن کل (قیامت) کا دن ہے، کام کے وقت میں اجر (مزدوری) کی انتظار میں بیٹھنا حقیقت میں اپنے آپ کو اجر سے باز رکھنا ہے اور خدمات (طاعات) کی ادائیگی میں لذتوں کے پابند نہ ہیں، اگر لذت دیں تو نعمت ہے اور اگر نہ دیں تو طاعت (بندگی) کو ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیئے، بندگی سے مقصود محنت و مشقت ہے جو کہ نفس سے دشمنی اور خواہش کی مخالفت ہے نہ کہ عیش و راحت کہ جس کو ہوا و نفس چاہتا ہے، وہ لذت و راحت اور چیز ہے جو اس طرف سے عطا ہوتی ہے اور نفس و خواہش کو اس میں ہرگز کوئی دخل نہیں ہوتا کیونکہ نفس اس لذت میں نالہ و فریاد کرنے میں ہوتا ہے لیکن چونکہ وہ لذت عطائی ہے (بخشش کی ہوئی ہے) (اس لئے) طاعات کو اس کے نہ ہونے سے چھوڑا نہیں جا سکتا، طاعات کے حاصل کرنے میں جان کے ساتھ کوشش کریں، نجات کی امید (اللہ تعالیٰ کی) رحمت سے چاہیں اور طاعات کو بھی اس کی رحمت کا اثر جانیں اور اس کی توفیق کی طرف لوٹنے والی سمجھیں اور اپنی قوت و طاقت کو ہرگز اس میں دخل نہ دیں تاکہ عجب (خود پسندی) سے نکل جائیں اور اگر کبھی قوت و طاقت کو اپنی طرف عائد دیکھیں تو اس سے نادم ہوں اور استغفار کریں (تاکہ) طاعات ناچیز (ضائع) نہ ہو جائیں اور گناہ میں تبدیل نہ ہو جائیں لیکن اس بہانہ سے اعمال و طاعات سے ترک نہ جائیں، طاعت (بندگی) بھی کریں اور اس طاعت سے استغفار بھی کریں اور اس (طاعت) کو اس پاک بارگاہ کے لائق نہ جانیں اور امیدوار رہیں کہ یہ ندامت و استغفار آہستہ آہستہ اس طاقت و قوت کے دیکھنے (اپنی طرف منسوب کرنے) کا علاج کر دے اور اعمال کو قبولیت کے قابل بنا دے ؎ ۲۳۶

چشم دارم کہ دہی اشک مرا حسن قبول　　اے کہ در ساختہ قطرۂ بارانی را

[اے (اللہ) کہ جس نے بارش کے قطرے کو موتی بنا دیا ہے میں امید رکھتا ہوں کہ میرے آنسوؤں کو حسنِ قبول عطا فرمائے گا]۔ ایک بزرگ نے کہا ہے کہ "عمل کر اور استغفار بھی کر بندگی کا طریقہ یہی ہے" ـــ اللھم مغفرتك اوسع من ذنوبي ورحمتك ارجٰی عندی من عملی [اے اللہ تیری مغفرت میرے گناہوں سے زیادہ وسعت والی ہے اور تیری رحمت میرے نزدیک میرے عمل سے زیادہ باعثِ امید ہے] ؎

دادیم ترا ز گنج مقصود نشان　　گر ما نرسیدیم تو شاید برسی

[ہم نے تجھ کو مقصود کے خزانے کی نشان دہی کر دی ہے، اگر ہم نہیں پہنچے تو شاید تو ہی پہنچ جائے]

والسلام

www.maktabah.org

مکتوب ۹۳

خانقاہ آگاہ شیخ نور محمد پٹنی کے نام اس بات کے حل میں تحریر فرمایا کہ فنا حاصل ہو جانے کی صورت میں فنا کا علم کس طرح ہوگا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی۔ معارف دستگاہ کے خدام اس شکستہ آوارہ سے مشتاقانہ دعائیں قبول فرمائیں۔ ع

اگرچہ میبرد سخن دوست خوشتر است　　[دوست کی چیبات بھی بیان کی جائے پسندیدہ ہے]

سوال: ماسوا کا نسیان (بھول جانا) اور علم کا پوری طرح زائل ہو جانا فنا کہلاتا ہے پس فنا حاصل ہو جانے کی صورت میں اگر وہ اپنی فنائیت کا علم رکھتا ہے تو اس کو فنا حاصل نہیں ہے اور اگر علم نہیں رکھتا تو وہ کس طرح جانتا اور کہتا ہے کہ اس کو فنا حاصل ہے جیسا کہ فنا والوں نے اس کی خبر دی ہے۔

جواب: مذکورہ حالت کے گزر جانے کے بعد وہ جان لے گا کہ فنا حاصل ہو گئی ہے اور اس کے متعلق پتہ لگ گیا اور دوام فنا کی صورت میں جیسا کہ ہمارے حضرت عالی قدسنا اللہ تعالٰی بسرہ الاقدس کے نزدیک مختار ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اس صورت میں فنا کے لئے بقا لازم ہے، وہ عین فنا میں باقی اور عین بقا میں فانی ہے، پس اس مقام میں عارف کے صفات و افعال اپنے آپ سے فانی ہو کر ۳۰
واجب تعالٰی و تقدس کے صفات و افعال کے ساتھ متحقق ہو جاتے ہیں مثلاً ممکن کا علم اپنے آپ سے فنا حاصل کر کے واجب تعالٰی و تقدس کے علم کے ساتھ بقا حاصل کر لیتا ہے اور تمام صفات اسی قیاس پر ہیں، پس اگر عارفِ فانی اس مقام میں بعض اشیا کو علم کے ساتھ باقی پائے تو یہ اس کے علم کی فنا کے منافی نہیں ہوگا کیونکہ اس نے اس علم سے جو کہ فنا حاصل کر چکا ہے اشیار کو نہیں پایا ہے تاکہ خرابی لازم آئی۔ النائل لا یعود (زائل واپس نہیں لوٹتا)۔ یہ دوسرا ہی علم ہے کہ جس سے وہ اشیا کا ادراک کرتا ہے۔

ایک بزرگ کہتے ہیں عرفت اللہ باللہ وعرفت الاشیاء بنور اللہ (میں نے اللہ تعالٰی کو اللہ تعالٰی کے ساتھ پہچانا اور اشیار کو اللہ تعالٰی کے نور سے پہچانا) اشیار کی یہ معرفت اشیار کے نسیان کے منافی نہیں ہے۔ یا ہم یہ کہتے ہیں کہ (یہ) درست ہے کہ انسان کے لطائف میں سے ایک لطیفہ کو فنا حاصل ہو جائے اور اس (فنا) کا علم کسی دوسرے خاص لطیفہ کو ہو، یا ہم کہتے ہیں کہ فنا خاص باطن کو

www.maktabah.org

حاصل ہو کہ یہ اس کا کام ہے اور اس کی فنا کا علم ظاہر کو ہو کیونکہ دوام فنا حاصل ہونے کی صورت میں عارف جیسا کہ فنا سے پہلے تھا فنا کے بعد بھی اسی طرح (حالت) پر ہے بیوی بچوں اور تمام دوستوں کو سابقہ طریقوں پر پہچانتا ہے اگر وہ اپنے باطن کے بعض حالات کو بھی معلوم کرلے اور ان پر مطلع ہو جائے تو تعجب کا مقام نہیں ہے اگر کہیں کہ دانش (جاننے) کا مقام قلب ہے اور جب قلب فانی ہو گیا تو ظاہر کو بھی دانش (جاننے) سے بے نصیب ہو جانا چاہئے۔ ہم کہتے ہیں اگر مراد یہ ہے کہ قلب کی دانش کے بغیر ظاہر سے دانش کی مطلقاً نفی کی گئی ہے اور دانش قلب ہی پر منحصر ہے تو یہ ممنوع ہے اس لئے کہ ہم واضح طور پر پاتے ہیں کہ قلب ماسوی کی دید و دانش سے مطلقاً رہائی حاصل کئے ہوئے ہے اس کے باوجود ظاہر اپنی دانش پر (قائم) ہے، اور اگر کوئی اور معنی مراد ہے تو وہ بھی ہمارے مقصد میں مضر نہیں ہے اور تحقیق یہ ہے کہ فنائے قلب ثابت ہونے کے بعد دانش جو کہ اس سے تعلق رکھتی تھی کسی دوسری جگہ منتقل ہو جاتی ہے اور دانش کا محل وہ جگہ ہو جاتی ہے۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۹۴

حقائق و معارف آگاہ شیخ عبدالحی ٹھٹی کے نام صاحب نزہت کے اس شبہ کو دور کرنے کے بیان میں تحریر فرمایا جو کہ انھوں نے قوم کے ثابت شدہ اصول پر کیا ہے کہ گم ہو جانے (فنا) کی صورت میں یافت (پالینا) کس طرح ہو گا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین و آلہ الطاہرین، اس فرقت زدہ گنہگار کی کامل دعا قبول فرمائیں۔ اس بات پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا ہے کہ ان فقراء کے حالات عافیت آمیز ہیں آپ کی سلامتی و استقامت کے لئے دعا کی گئی ہے۔ ۲۳۸

میرے مخدوم! فنا کے بارے میں صاحب نزہت کے اشکال کے حل میں جو چند سطریں لکھی ہیں کسی تقریب سے لکھوائی گئی تھیں اس وقت اس کے مضمون کو ہدیہ کے طور پر آنعزیز الوجود (آپ) کی خدمت میں ارسال کیا ہے ــــــ سوال، صاحب نزہت کہتا ہے ؎

گو بیند عنان خود چہ تابی ۔۔۔ گم شو کہ چو گم شوی بیابی

ایں نکتہ نمود نا صواب ہم ۔۔۔ چوں گم شوم آں گہے چہ یابم

یا بندہ اگر کسے دگر خواست ۔۔۔ از گم شدنم پس او چہ می خواست

www.maktabah.org

[دمکتے ہیں اپنی باگ کیا موڑتا ہے، تو گم ہو جا جب تو گم ہو جائے گا تو پالے گا۔ مجھ کو یہ نکتہ غلط معلوم ہوتا ہے، جب گم ہو جاؤں گا تو اس وقت میں کیا پاؤں گا۔ اگر پانے والے نے کسی دوسرے کو پایا تو میرے گم ہونے سے وہ کیا چاہتا ہے]

(اس کا) مجمل جواب یہ ہے کہ گم ہونے کی نسبت ماسوا کے ساتھ ہے اور یافت (پانے) کی نسبت حق جل شانہ کے ساتھ ہے پس اس میں کوئی منافاۃ (تضاد) نہیں ہے۔ اور مفصل جواب یہ ہے کہ گم ہونا فنا کے مقام میں ثابت ہے جو کہ عین الیقین کا مقام ہے اس لئے کہ اس مقام میں علم عین کے منافی (مخالف) ہے اور یافت (پانا) بقا کے مقام میں جو کہ حق الیقین کا مقام ہے صورت پذیر ہوتا ہے پس گم ہونا یافت (پانے) کے لئے شرط ہوا۔ اگرچہ (یہ دونوں) ایک وقت میں جمع نہ ہوں پس کوئی اشکال نہیں ہے اور یہ اس صورت میں ہے جبکہ ہم یافت سے ادراک مرکب مراد لیں اور اگر ادراک بسیط مراد لیں تو عین گم ہونے کے وقت ادراک بسیط حاصل ہے جیسا کہ مقرر (مسلّم) ہے۔ ایک بزرگ کہتے ہیں ؎

از حضرت ذات بہرہ استہلاک است — استہلاکی کہ از تصور پاک است
آں معرفتے است نامش ادراکِ بسیط — آنجا چہ محل دانش و ادراک است

[حضرتِ ذات سے نصیب استہلاک ہے، اور یہ وہ استہلاک ہے جو کہ تصور سے پاک ہے، وہ ایک معرفت ہے جس کا نام ادراکِ بسیط ہے اس جگہ دانش و ادراک کی کیا گنجائش ہے] ۔ اور اس تقدیر پر بھی اشکال دور ہو جاتا ہے کیونکہ فنا شہودی ہے نہ کہ وجودی، اور فنائے وجودی کو فرض کر لینے کی صورت میں بھی جواب وہی ہے جو کہ پہلی شق میں اوپر بیان ہو چکا ہے کیونکہ وجودِ موہوب کے ساتھ وجود کرنے کے بعد جو کہ ولادتِ ثانیہ سے وابستہ ہے یافت حاصل ہے۔ پس حاصل یہ ہے کہ گم ہونے سے مراد شہودی ہے یا وجودی اور نیز یافت سے مراد بسیط ہے یا مرکب ہر صورت میں محذور (اعتراض) دفع ہو جاتا ہے، کیونکہ اگر شہودی مراد ہے جیسا کہ جمہور کے نزدیک مقرر ہے، یافت سے جو معنی بھی مراد لئے جائیں مدعا ثابت ہے لیکن ادراکِ مرکب مراد لینے کی صورت میں یافت البتہ متاخر ہے اور ارادۂ بسیط مراد لینے کی صورت میں معیت حاصل ہے لیکن تقدمِ ذاتی میں اختلاف کیا گیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ جب تک نہیں پائے گا رہائی حاصل نہیں کرے گا۔ اور بعض نے کہا ہے کہ جب تک رہائی (فنائیت) حاصل نہیں کرے گا نہیں پائے گا اور اس کی تحقیق (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے مکتوبات کی) جلد ثانی کے مکتوبات سے طلب کرنی چاہئے۔ اگر وجودی فنائیت مراد ہے تب بھی یافت مرکب کو جیسا کہ عام طور پر متبادر ہوتا ہے یافت سے تاخر (پیچھے ہونا) ہے جیسا کہ گذر چکا ہے پس ہر صورت میں درست ہوا کہ جب گم ہو جائیگا تو پائے گا۔ والسلام علیکم۔

ے مثلاً مکتوب ۹۳

www.maktabah.org

مکتوب ۹۵

خواجہ مومن جذبی کے نام ان بزرگواروں کی نسبت حاصل کرنے پر ترغیب دینے کے بیان میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ و تبلیغ دعوات کے بعد اپنے بزرگ بھائی کی خدمت میں عرض ہے کہ اس فقیر کے احوال ہر لحاظ سے حمد و شکر کے مستحق ہیں اور دوستوں کی خیریت جمعیت کے لئے دعا اور امید کی گئی ہے آپ کے خطوط پہنچتے رہتے ہیں اور اس طرف سے جواب بھیجنے میں قصور واقع ہو جاتا ہے (امید ہے کہ) معذور رکھیں گے، ہر حال میں غائبانہ دعا سے فراموش نہ کریں اور کیفیات تحریر فرماتے رہیں اور طاعات کی پابندی میں قدم مضبوط رکھیں اور مطلوب حقیقی کی بارگاہ میں شاہدی و شہودی کے وصف کے بغیر دائمی توجہ پیدا کریں کیونکہ اس مقام میں توجہ و حضور خود تجدد ہے اور عارف کو استہلاک و اضمحلال کے سوا اس (مقام) میں کچھ نصیب نہیں ہے، اس کے بعد ان ثمرات کے منتظر رہیں جو کہ اس نسبت پر مرتب ہوتے ہیں اور دوستوں کو بھی اس معنی کا طالب بنائیں، والسلام علیکم۔

مکتوب ۹۶

خواجہ محمد کاظم کے نام نصیحت کے بیان میں تحریر فرمایا۔

برخوردار سعادت اطوار قرۃ العین خواجہ محمد کاظم ظاہری و باطنی عافیت کے ساتھ رہیں، اس حدود کے فقراء کے حالات حمد و شکر کے مستحق ہیں، آپ کی سلامتی و استقامت کے لئے دعا کی گئی ہے حالات لکھتے رہیں اور کوشش کریں کہ اللہ تعالیٰ کی پاک بارگاہ میں عجز و نیستی کے وصف کے ساتھ دائمی حضور و توجہ پیدا کریں اور جو چیز اس دولت کے منافی ہو اس سے علیحدگی اختیار کریں اور جوانی کی قوت کو بندگی کے معمولات میں صرف کریں کیونکہ یہ زمانہ بہت ہی غنیمت ہے، اس قوت میں فتور آجانے کے بعد اس کی قدر معلوم ہوتی ہے اور حسرت باقی رہ جاتی ہے۔ مختصر یہ ہے کہ اس وقت کو بے فائدہ کاموں میں صرف کرنا ایک ایسا الم ہے کہ جس کا تدارک ممکن نہیں ہے والسلام

www.maktabah.org

مکتوب ۹۷

ارشاد پناہ میر محمد نعمان کے نام دوستانہ شکایت کے اظہار میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی، سیادت و نقابت پناہ کے خدام ظاہری و باطنی ص ۲۴۰
عافیت کے ساتھ رہ کر دُور افتادہ دوستوں کو یاد کرتے رہیں، قلم خود بخود رک گیا ہے کیا چیز لکھے کہ اولادِ (حضرت فاطمہ) بتول (رضی اللہ تعالٰی عنہا) میں سے اس برگزیدہ بزرگ کی قبولیت کے لائق ہو اور اس قابل ہو کہ اس سخاوت کی کان کی جانب سے اُس کا جواب ظاہر ہو، جسقدر مذکورہ فکر کے سمندر میں غوطہ زنی کی تاکہ کوئی موتی حاصل کرے اور اس کو اہل بصیرت کے لیے تحفہ بنائے (لیکن) میسر نہیں ہوا اور خالی ہاتھ اس کے ساحل سے سر باہر نکالا، آخر کار عاجزی کا اعتراف کرکے اور اپنے آپ کو اس محال تمنا سے ہٹا کر دو نامربوط کلموں سے آپ کے فیض کی نشانیوں والے دل میں اپنی یاد دلائی ؎

حافظ وظیفۂ تو دعا گفتن است و بس　　در بندِ آن مباش کہ نشنید یا شنید

(اے حافظ! تیرا کام دعا کرنا ہے اور بس، تو اس فکر میں مت رہ کہ اُس نے سنا ہے یا نہیں سُنا) اگر کبھی دعا و توجہ کے ساتھ یاد کریں تو بعید نہیں ہوگا اگرچہ محال ہونے میں یہ تمنا سابقہ تمناؤں سے بھی مضبوط قدم رکھتی ہے پس اس کے بعد اللہ تعالیٰ ہی ہم کو کافی ہے اور وہ اچھا وکیل ہے۔

مکتوب ۹۸

مولانا حسن علی کے نام عبودیت کے پسندیدہ طریقہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوۃ و تبلیغ دعوات کے بعد سعادت آثار برادرم مولانا حسن علی سے عرض ہے کہ اس حدود کے فقراء کے احوال بحمد اللہ عافیت آمیز ہیں، دور افتادہ دوستوں کی خیریت کی امید اور دعا کی جاتی ہے (آپ کو) چاہیے کہ حالات لکھتے رہیں اور اوقات کو (معمولات سے) آباد رکھیں اور اہم کاموں میں صرف کریں اور خلوت و جلوت میں خوف و تقویٰ کے ساتھ رہیں اور جوانی کی قوت کو طاعات میں صرف کریں اور شب بیداری کو غنیمت جانیں اور اندھیری راتوں کو اذکار و افکار، گریہ و زاری، گناہوں کو یاد کرنے اور قبر و قیامت کی فکر کے ساتھ منور رکھیں اور جہاں تک ہو سکے سنت پر عمل کرنے کو ہاتھ سے نہ جانے دیں، بدعت و بدعتی سے

www.maktabah.org

بچتے رہیں، کوشش کرتے رہیں کہ ماسوی اللہ کی مزاحمت کے بغیر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ دائمی حضور حاصل کر لیں اور ہمت اس بات پر صرف کریں کہ نفسِ حاضر (اس کی اپنی ذات) بھی درمیان سے اٹھ جائے تاکہ اس کا حضور اس کے ساتھ حاصل ہو جائے اور اس کے اوصاف واخلاق اس کے اوصاف واخلاق کی بجائے متمکن ہو جائیں (یعنی متخلق باخلاق اللہ ہو جائے) اور نفسِ امارہ کی انانیت زائل ہونے لگے۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے ؎

۲۳۱

چو جان آئی بجانِ من نشینی مرا دیگر بجائے من نہ بینی
توئی از ہر دو عالم آرزویم ترا چوں یافتم از خود چہ گویم

[تو جان کی طرح آجائے اور میری جان میں بیٹھ جائے (پھر) تو مجھ کو دوبارہ میری جگہ نہ دیکھے۔ دونوں جہانوں سے تو ہی میری آرزو ہے جب میں نے تجھ کو پالیا تو اپنے بارے میں کیا کہوں] مختصر یہ ہے کہ اگر نجات مطلوب ہے تو حق سبحانہ وتعالیٰ کی مرادوں کو اپنی مرادوں پر ترجیح دینی چاہیے بلکہ اپنے آپ کو تمام نسبتوں سے خالی دیکھنا چاہیے اور کلمہ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ [اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی طاقت نہیں ہے] کو اس سے سننا چاہیے بیشک وہی حمید و مجید ہے، بندگی کا طریقہ یہی ہے، بیشک وہ ہر دشواری کو آسان کرنے والا ہے اور وہ جو کچھ چاہتا ہے اس پر قادر ہے اور اس لائق ہے کہ قبول کرے، امید ہے کہ اس بے حاصل کو سلامتی خاتمہ کی دعا کے ساتھ یاد کرتے رہیں گے کیونکہ غائبانہ دعا کا قبولیت کے زیادہ قریب ہے۔

مکتوب ۹۹

خواجہ محمد فاروق کے نام معرفت حاصل کرنے پر ترغیب دینے اور ضبط اوقات کے بارے میں تحریر فرمایا۔

میرے مخدوم ومکرم! چونکہ نوعِ بنی آدم (انسان) کی ایجاد (پیدائش) کا اصلی مقصد صانع (اللہ تعالیٰ جل وعلا) کی معرفت حاصل کرنا ہے اور یہ بات طے شدہ ہے کہ معروف میں فنا حاصل ہوئے بغیر معرفت حاصل نہیں ہوتی، پس ہم جیسے مجبوروں کے لئے ضروری ہے کہ عمر عزیز کو اس مطلوبہ دولت (کے حاصل کرنے) میں صرف کریں اور اس فانی زندگی میں فنا (موت) سے پہلے فانی ہو کر حقیقی باقی عزشانہ کی بقا کے ساتھ کوشش کریں۔ افسوس ہے کہ جو کچھ اس شخص سے طلب کیا گیا ہے وہ بجا نہیں لاتا اور دوسرے کاموں میں مشغول ہوتا ہے اور جس چیز کی تخریب چاہی گئی ہے اس کی تعمیر کے درپے ہوتا ہے اور وقت عزیز کے سرمایہ کو فانی لذتوں کے پورا کرنے کے لئے خرچ کرتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے

www.maktabah.org

ناز و نعمت کی زندگی سے پرہیز کریں بیشک اللہ تعالیٰ کے بندے ناز و نعمت والے نہیں ہوتے"۔ نہایت خجالت و شرمندگی ہے کہ انسان اس قلیل فرصت میں مطلوب کی طرف سے دعوت کے باوجود اس کو اپنی آغوش میں نہ لیتے ہوئے اور قبول نہ کرتے ہوئے اس دعوت کی جگہ سے سامان باندھ لیتا ہے اور اپنے آپ کو بُعد و حجاب (دوری و پردہ) کے عذاب میں جو کہ دوزخ کے عذاب سے بھی بدتر ہے ٹھہرا لیتا ہے اور قرب و وصال کی لذت سے بھاگتا ہے پس اس شخص پر افسوس ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ سے روگردانی کی اور اس شخص پر حسرت ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے احکام سے تجاوز کیا، دنیا میں دوبارہ آنا نہیں ہے: وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖۤ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا [اور جو شخص اس دنیا میں اندھا ہا پس وہ آخرت میں بھی اندھا اور راستے سے بہت بھٹکا ہوا ہوگا] ؎ (سورۂ بنی اسرائیل آیت ۷۲)

ترسم کہ یار با ما نا آشنا بماند ۔ تا دامنِ قیامت ایں غم بجا بماند

[ڈرتا ہوں کہ (مبادا) محبوب ہمارے حال سے نا آشنا ہی رہے اور یہ غم قیامت تک ہمارے ساتھ رہے] مختصر یہ ہے کہ کام کرنا چاہئے م۲۴۲
صرف کہنے سننے سے کوئی راستہ نہیں کھلتا۔ امید ہے کہ اس ناکارہ کے بارے میں اس جگہ کے صلحا سے توجہ دعا کی درخواست کریں گے۔ والسلام

مکتوب ۱۰۰

مرزا لطف اللہ کے نام صوفیہ کرام کے طریقہ عالیہ کے ماحصل اور بعض نصیحتوں کے بیان میں تحریر فرمایا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ مکتوب گرامی کے ورود سے مشرف ہوا، کتنی اچھی نعمت ہے کہ عین شباب اور عیش و کامرانی کے اسباب کی موجودگی میں مطلوبِ حقیقی کے عشق کا سودا دل کی گہرائی میں پیدا ہو جائے اور ہویتِ غیبت (حق تعالیٰ) کی محبت جان کی پیشانی سے ظاہر ہو جائے، درویشوں کی محبت اس کی نشانی ہے اور ان کے ساتھ نیازمندی کا ہونا اس پر واضح دلیل ہے، پیرِ انصار قدس سرہ فرماتے ہیں: یا الٰہی یہ کیا حالت ہے جو تو نے اپنے دوستوں کے لئے کردی ہے کہ جس نے ان کو پہچان لیا تجھ کو پا لیا اور جب تک تجھ کو نہ پایا ان کو نہیں پہچانا۔ اس گروہ سے محبت کرنے والا اس گروہ کے ساتھ ہے المرء مع من احب [آدمی اسی کے ساتھ ہے جس سے وہ ۱
محبت کرتا ہے] آپ نے سنا ہوا ہوگا۔ اے سعادت کے آثار والے! اس جوانی اور فراغت کے زمانہ کو غنیمت جانیں اور اس (جوانی) کی قوت کو مولیٰ (اللہ تعالیٰ) کی طاعات میں صرف کریں کام کا وقت یہی عمر ہے

www.maktabah.org

بڑھاپے اور اعضا کی سستی کے وقت زندگی و فراغت کی تقدیر پر معلوم ہے کہ کیا کچھ ہو سکتا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے: سات قسم کے لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اس دن اپنے سایہ میں رکھے گا جبکہ اس کے سایہ کے سوا اور کوئی سایہ نہیں ہوگا، امامِ عادل اور وہ جوان جو اللہ کی عبادت میں پروان چڑھا اور وہ شخص جس کا دل مساجد کے ساتھ لگا رہا، اور وہ دو آدمی جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے لئے آپس میں محبت کی اسی پر اکٹھے ہوئے اور اسی پر جدا ہوئے، اور وہ آدمی جس کو منصب و حُسن و جمال والی عورت نے (گناہ کی) دعوت دی تو اُس نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں اور وہ آدمی جس نے کوئی صدقہ دیا پس اس کو چھپایا حتیٰ کہ جو کچھ اس کے داہنے ہاتھ نے خرچ کیا اس کا بایاں ہاتھ (بھی) اس کو نہیں جانتا، اور وہ آدمی جس نے تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کیا پس اس کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اس کو امام بخاری و امام مسلم وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ کوشش کریں کہ آخر کے اچھے اعمال پر قائم رہیں اور امام کی نیابت کے ساتھ عدالت پر مستقیم رہیں۔

جان لیں کہ ہمارے بزرگوں قدسنا اللہ تعالیٰ باسرارہم العلیہ کے طریقہ کا ماحصل سنت کا اتباع اور بدعت سے اجتناب اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی پاک بارگاہ میں عجز و نیستی کے وصف کے ساتھ دائمی توجہ و حضور ہے اس حد تک کہ دل کو اللہ تعالیٰ کے ماسوا سے کامل قطع تعلق حاصل ہو جائے اور ۲۲۳ اشیاء سے اس کا علمی و حُبی تعلق ٹوٹ جائے اور ماسوا کی غلامی سے آزاد ہو جائے نہ وہ اس کی خوشی کر خوش ہو اور نہ اس کی غمی سے غمگین، اور نیز دل کو مطلوبِ حقیقی کے ساتھ حضور و آگاہی اس قسم کی پیدا ہو جائے جس کے بعد غیبت (عدمِ حضور) نہ ہو وہ حضور جس کے بعد غیبت ہوتی ہے ان اکابر کے نزدیک معتبر نہیں ہے، جب تک حضور و آگاہی ملکہ (عادتِ ثانیہ) نہ ہو جائے اور اس کا ذاتی وصف نہ بن جائے جیسا کہ سننا کان کی صفت اور دیکھنا آنکھ کی صفت ہے یہ نسبت شریفہ حاصل نہیں ہوتی، اور نفس حاضر (اپنی ذات) کی نفی کرتا ہے، جب اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے فضل سے کلی طور پر فنائیت ہو جائے اور مطلوب کا حضور و شہود خود بخود پیدا ہو جائے تو اس وقت کسی شاہد و شہود کے وصف کے بغیر شہود ہوتا ہے اس کے بعد مَنْ قَتَلْتُہٗ فَاَنَا دِیَتُہٗ [جس کو میں قتل کرتا ہوں تو میں اس کا خون بہا ہو جاتا ہوں] کے مصداق وجودِ موہوب (عطائی وجود) کے ساتھ موجود ہوتا ہے اس وقت میں معشوق کی سیر عاشق میں ہے، کسی نے کیا اچھا کہا ہے ؎

آئینہ صورت از سفر دور است
کاں پذیرائے صورت از نور است

[عاشق آئینہ کی طرح سفر سے دور ہے (یعنی سفر کا محتاج نہیں ہے) کہ وہ صورت کو نور کی وجہ سے قبول کرتا ہے]

www.maktabah.org

اور جو کچھ میں نے اوپر کہا ہے کہ "ہمارے بزرگوں کے طریقہ کا ماحصل یہ ہے الخ" یہ اس لئے کہ ان برگزیدہ بندوں کی حقیقت اس گفتگو کے ماوراء ہے۔ یہ ایک ایسا بھید ہے کہ اس کی تعبیر اس قسم کی عبارتوں سے کرنا مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ من لم یذق لم یدر [جس نے نہیں چکھا اس نے نہیں جانا]۔ جاننا چاہئے کہ ان مذکورہ معانی کا ذوق و وجدان کے ذریعہ پانا اس طریقہ عالیہ کے اکابر کی طویل صحبت و خدمت کے بغیر دشوار ہے، اس فرقت زدہ گنہگار سے جو کہ ان امور کے ذکر کرنے سے لرزاں و ترساں (کانپتا اور ڈرتا) ہے ان معانی کے حصول کا سوال کرنا ایسا ہے جیسا کہ کسی سائل سے سوال کرنا۔ فقیر نے اگرچہ اس عالی مرتبہ گروہ کی محبت کی راہ سے ان معانی کے ساتھ قدرے ایمان حاصل کیا ہے لیکن چونکہ محبت میں ناقص ہے (اس لئے) ان چیزوں میں بھی جو کہ محبت سے حاصل ہوتی ہیں ناقص ہی ہونا چاہئے کیونکہ محبت کرنے والے کے لئے محبوب کی اطاعت کرنا لازم ہے: ان المحب لمن هواه مطیع [محبت کرنے والا اپنے محبوب کا مطیع ہوتا ہے] اور جب ان اکابر کے طریقے اپنے اندر بہت کم پاتا ہے تو اس پر متفرع ہونے والی چیز کو کامل درجہ پر کس طرح پائے گا۔ ہاں حدیث قدسی انا عند ظن عبدی بی [میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں] کے مصداق چونکہ آپ ان ناکارہ فقراء کے ساتھ حسنِ ظن رکھتے ہیں احتمال ہے کہ آپ کے ظن کے مطابق آپ کے ساتھ معاملہ کریں ؎

می تواند کہ دہد اشک مرا حسن قبول   آنکہ درساختہ است قطرۂ بارانی را

[جس (ذات اللہ) نے بارش کے قطرہ کو موتی بنا دیا ہے وہ میرے آنسوؤں کو بھی قبولیت کا شرف بخش سکتا ہے]

والسلام علیکم وعلی سائر من اتبع الهدی والتزم متابعة المصطفی علیه وعلی آله الصلوات والبرکات العلی۔

۲۳۳

مکتوب ۱۰۱

سیادت پناہ میر محمد نعمان کے نام اس بارہ میں تحریر فرمایا کہ صوفیۂ کرام کی نسبت کے حصول کا مصداق احکام شریعت کے ساتھ آراستگی ہے۔

بسم اللہ حامداً ومصلیاً علی رسولہ الکریم۔ اللہ تعالیٰ (آپ کی) ذات بابرکات کو اپنے الطاف میں شامل رکھ کر ارشاد (ہدایت) کی مسند پر جلوہ فرما رکھے اور ہستی موہوم (انانیت) سے آزاد کر کے ہمیشہ کی نیستی (فنائیت) کے ساتھ موصوف کرے تاکہ حقیقی ہستی (بقا باللہ) جلوہ گر ہو اور خود اپنے ساتھ

www.maktabah.org

حاضر رہے، یہ معنی ذوقی اور وجدانی ہیں کہنے اور سننے میں صحیح طرح پر نہیں آتے اور نظر و فکر سے یہ معما نہیں کھلتا کہ آسمانی (فطری) تکالیف کے باوجود نہ ہونے کے کیا معنی ہیں اور ہونا اور نہ ہونا ایک ہی وقت میں کس طرح ہوگا عرفت ربی بجمع الاضداد [میں نے اپنے رب کو ضدوں کے جمع ہونے سے پہچانا] ایک بزرگ نے کہا ہے کہ ہر چیز میں رحمت ہے سوائے عشق کے کہ قتل کرتے ہیں اور مقتول سے خون بہا مانگتے ہیں۔ یعنی گم شدہ (فانی) سے احکام بندگی معاف نہیں کرتے اور اس نسبت کا مصداق شرعی احکام کے ساتھ آراستہ ہونا ہے کیونکہ اس کا کمال فنا اور اطمینانِ نفس تک پہنچاتا ہے اور نفسِ مطمئنہ سے موافقت کے سوا اور کچھ نہیں آتا۔ شریعت کا مخالف اور اس میں سستی کرنے والا جو شخص بھی اس نسبت کا دعویٰ کرتا ہے مغز سے سوائے چھلکے کے اور کچھ حاصل نہیں رکھتا اور جو کچھ رکھتا ہے وہ استدراج کے راستہ سے ہے۔ وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ۝ [اور جو شخص اسلام کے سوا کوئی اور دین چاہے گا وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ والوں میں سے ہوگا] امید ہے کہ اس ناکارہ کو دعائے خیر سے نہیں بھلائیں گے اور قبولیت کے اوقات میں اس کیلئے استقامت کی دعا کرتے رہیں گے پس بیشک استقامت کرامت سے افضل ہے۔ والسلام۔

مکتوب ۱۰۲

اکبر آباد کے احباب خصوصاً ارشاد پناہ میر محمد نعمان کے نام صانع جل وعلا اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنے پر نصیحت اور اس سے محرومی پر خوف دلانے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ، اما بعد: یہ اس زخمی دل خستہ و خراب کی جانب سے ہوشیار دوستوں کے لئے ایک یاددہانی ہے پس اے آنکھوں والو! عبرت حاصل کرو، جان لیا کہ انسان کی پیدائش سے مقصود حق تعالیٰ جل وعلا کی معرفت حاصل کرنا ہے اور معرفت میں لوگوں کی استعدادات کے تفاوت کے اعتبار سے لوگوں کے قدم مختلف ہیں (کہ بعض کو بعض پر فوقیت ہوتی ہے)، ہر شخص نے معرفت کے بارے میں اپنے عرفان کے بقدر بات کی ہے لیکن جس بات پر اس بلند مرتبہ گروہ کا اجماع ہے اور جو بات قدرِ مشترک ہے اور قرب کے درجات میں ضروری ہے وہ یہ ہے کہ معروف میں فنا ہوئے بغیر معرفت حاصل نہیں ہوتی ؎

ہیچ کس را تا نہ گردد او فنا نیست رہ در بارگاہِ کبریا

www.maktabah.org

[جب تک کوئی شخص فنا نہ ہو جائے اس کیلئے بارگاہ الٰہی میں باریابی نہیں ہے]۔

~ از تست حجاب تو یقین است — شرط ہمہ رہروان ہمین است
می بین و مگوے مذہب این است — می باش و مباش شرب این است

[یہ یقینی بات ہے کہ تیرا حجاب تجھ ہی سے ہے، سب راستہ چلنے والوں کی شرط یہی ہے۔ مذہب یہی ہے کہ دیکھتا رہ اور کچھ نہ کہہ، اور مشرب یہی ہے کہ موجود رہ اور مت رہ] پس عقلمند دوستوں پر لازم ہے کہ اپنے کام کے نتیجہ اور موجودہ حالت میں اچھی طرح غور فرمائیں جس کسی کو اوپر لکھی ہوئی معرفت حاصل ہے پس اس کے لئے سعادت و بشارت ہے، چاہیے کہ اس حاصل (شدہ معرفت) کو اُن امور میں صرف کرے جو حاصل نہیں ہوئے اور ہمت اس بات پر لگائے کہ اصل کو ظل کی طرح چھوڑ دے اور جس شخص کے لئے معرفت کی راہ نہیں کھولی گئی اور اس دولت کی طلب اور گم شدگی کا درد بھی نہیں دیا گیا پس اس کے لئے نہایت ہی افسوس ہے جو کچھ اس کی پیدائش سے مقصود تھا وہ اس نے ادا نہیں کیا اور اس عالم میں اس سے جو چیز طلب کی گئی تھی وہ اس کو بجا نہیں لایا اور دوسرے کاموں میں مشغول ہو گیا اور اس سے جس چیز کی تخریب کا مطالبہ کیا گیا ہے اُس نے اس کی تعمیر کی اور عمر عزیز کے سرمایہ کو خواہش اور لایعنی امور میں خرچ کر دیا اور اسباب حاصل ہونے کے باوجود اپنی استعداد کی زمین کو بیکار چھوڑ دیا نہایت شرمندگی ہے کہ اس قلیل فرصت میں مطلوب کو اس کی طرف سے دعوت کے باوجود (اپنی) آغوش میں نہ لا کر اس دعوت گاہ سے سامان (سفر) باندھ لیتا ہے کل (قیامت کے روز) کس منھ سے اس کی بے نیاز بارگاہ میں آئے گا اور کونسے حیلہ کے ساتھ عذر کی زبان کھولے گا، دُوری اور محرومی دوزخ کے عذاب سے بھی بدتر ہے جیسا کہ قرب و وصال کی لذت جناتِ نعیم (بہشت) کی لذتوں سے زیادہ ہے پس اس شخص پر افسوس ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے روگردانی کی اور اس شخص پر حسرت ہے جس نے احکام الٰہی سے تجاوز کیا۔ دوبارہ دنیا میں آنا نہیں ہے، مَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا۝ [جو شخص اس (دنیا) میں اندھا رہا پس وہ آخرت میں بھی اندھا اور راستہ سے بھٹکا ہوا ہو گا] ~

ترسم کہ یار با ما نا آشنا بماند — تا دامنِ قیامت این غم بما بماند

[ڈرتا ہوں کہ یار ہم سے نا آشنا رہے اور قیامت کے دامن تک یہ غم ہمارے ساتھ رہے]۔

کہتے ہیں کہ استاد ابو القاسم قشیری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ابو علی دقاق قدس سرہٗ کو وفات کے بعد خواب میں دیکھا کہ بہت بے چین تھے اور رو رہے تھے۔ انھوں نے کہا اے استاد کیا ہوا ہے، کیا دوبارہ دنیا میں واپس آنا چاہتے ہو؟ انھوں نے کہا ہاں لیکن دنیا کی مصلحت کے لئے نہیں اور نہ اس لئے کہ میں مجلس بیان کروں

www.maktabah.org

۲۳۶ بلکہ اس لئے کہ کمر باندھوں اور لاٹھی لوں اور ہر روز ایک ایک دروازے پر جاؤں اور حلقہ (کنڈی) اور لاٹھی دروازے پر ماروں اور کبھی کم مت کرو (کیونکہ) تم نہیں جانتے ہو کہ تم کس سے باز رہ جاتے ہو ؎

صاحب خانہ را دہم آواز   گر بہ ہیچ ماند از ہمہ باز

عمر بگذشت در پریشانی   بنگری گر چہ باز می مانی

(میں گھر کے مالک کو آواز دوں گی وہ ہیچ چیز کے لئے تمام چیزوں سے محروم رہ گیا، عمر پریشانی میں گذر گئی تو دیکھ کہ تو کس چیز سے محروم ہو رہا ہے) پس ہم جیسے حیرت زدوں پر لازم ہے کہ قابلِ قدر عمر کو ان عجیب و غریب معانی میں غور و خوض کرنے کے لئے صرف کریں اور اس فنا ہونے والی زندگی میں اس اصول کی سمجھ تک پہنچنے کی حکمت طلب کریں اور صالحین کی سیرتوں اور عارفین کے بیانات سے ان معانی کی تشریح اور اس حدیث کی تفسیر تلاش کریں اور اس کی طلب میں جان کے ساتھ کوشش کریں اور جس جگہ سے بھی اس کی بو دماغ میں پہنچے اس کے پیچھے ہو جائیں اگرچہ طمع کا ہاتھ اس خزانہ کی نقدی سے خالی ہو لیکن اس کی طلب اور نہ پانے کے درد سے ذرا بھی فارغ نہ رہیں اور سرکشوں کے گروہ سے الگ ہو جائیں کسی نے کیا اچھا کہا ہے ؎

میجوید بچہ مشغول کنم دیدہ و دل را کہ مدام   دل ترا می طلبد دیدہ ترا می خواہد

(میں آنکھ اور دل کو کس چیز کے ساتھ مشغول کروں کیونکہ ہمیشہ دل تجھ کو طلب کرتا ہے اور آنکھ تجھ کو چاہتی ہے) طالب کو چاہئے کہ طلب میں اپنے آپ کو آرام نہ دے اور ہمیشہ مضطرب (بے چین) رہے - ابوبکر طمستانی قدس سرہ نے کہا ہے کہ تصوف اضطراب (کا نام) ہے جب سکون آ گیا تو تصوف نہ رہا۔ محب کو محبوب کے بغیر چین نہیں ہے اور اس کے ماسوا کے ساتھ کسی طرح بھی انس و الفت اختیار نہیں کرتا، اور بزرگوں نے کہا ہے کہ مرید کو اس صفت کے ساتھ ہونا چاہئے جو کہ کلام مجید میں لکھی ہوئی ہے: حَتّٰٓى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ۭ[۱] (یہاں تک کہ جب اُن پر زمین باوجود کشادہ ہونے کے تنگ ہو گئی اور اُن پر ان کی زندگیاں تنگ ہو گئیں اور وہ سمجھ گئے کہ اللہ تعالیٰ سے بچنے کے لئے کہیں پناہ نہیں مگر اسی کی طرف) جب طالب آوارہ اس صفت کا ہو جاتا ہے تو ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا[۲] (پھر اللہ تعالیٰ اُن پر مہربان ہوا تاکہ وہ لوٹ آئیں) کے مصداق امید ہے کہ بخشش کا سمندر جوش میں آئے اور عاشق صادق کو اس خروش (جوش) سے نکال لائے اور معرفت کی کوئی کھڑکی اس کے باطن میں کھول دے، اس بے نشان کا کوئی نشان ظاہر کر دے اور رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ[۳] الآیۃ (یہ وہ لوگ ہیں جن کو

---

[۱] و [۲] سورۃ ۹ آیۃ ۱۱۸ [۳] سورۃ ۲۴ آیۃ ۳۷

www.maktabah.org

خرید و فروخت اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہیں کرتی) کے گروہ میں شامل کر دے۔ اور لَا یُصِیْبُھُمْ ظَمَأٌ وَّلَا نَصَبٌ وَّلَا مَخْمَصَۃٌ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الآیۃ[1] (اُن کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو پیاس محنت اور بھوک پہنچتی ہے یا وہ ایسی جگہ چلتے ہیں کہ جہاں کافروں کو غصہ آئے یا دشمنوں سے کوئی چیز لے لیتے ہیں تو ہر بات پر اُن کیلئے نیک عمل لکھا جاتا ہے اور یقیناً اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا) ۲۳۷

بس کنم خود زیرکان را این بس است   بانگ دو کردم اگر در دہ کس است

[میں بس کرتا ہوں، عقلمندوں کے لیے یہی کافی ہے اگر گاؤں میں کوئی ہے تو میں نے درندہ (کے خطرہ) کی آواز لگا دی ہے]

مقبول دوستوں سے امید کی جاتی ہے کہ اس دُور افتادہ کو مقبول دعاؤں سے فراموش نہیں کریں گے اور اس کے بارے میں مذکورہ بالا معانی کے حصول کے لیے دعا فرمائیں گے۔ بیشک وہ اللہ تعالیٰ قریب اور قبول کرنے والا ہے۔ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ[2] وصلی اللہ تعالیٰ علی سید المرسلین کلما ذکرہ الذاکرون وکلما غفل عن ذکرہ الغافلون و علی آلہ وصحبہ وسلم تسلیماً کثیراً علی جمیع الانبیاء والمرسلین و علی ملائکۃ المقربین و علی عباد اللہ الصالحین۔

مکتوب ۱۰۳

ارشاد پناہ میر محمد نعمان کے نام محبت کے اظہار اور قصورِ اعمال کے دیکھنے کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی، شرافت و نجابت دستگاہ کے خدام ان دُور افتادہ دوستوں کو دعائے خیر سے نہ بھلائیں، باطنی محبت کا رابطہ اور ظاہری ملاقات کا شوق جو کہ اس حقیر کو آپ کی ذات کے ساتھ ہے محتاجِ تحریر نہیں ہے چونکہ دل کو دل سے راہ (تعلق) ہوتی ہے اس لئے اپنی حقیقت جامعہ کی طرف رجوع فرمائیں المجاز قنطرۃ الحقیقۃ [مجاز حقیقت کا پل ہے] اس جگہ ایک بہت عجیب و غریب بھید ہے: ان اللہ خلق آدم علی صورتہ [بیشک اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی صورت (صفات) پر پیدا کیا] اس سرّ (بھید) کا ظاہر کرنا اس دلفگار کا کام نہیں ہے اگر آیت کریمہ اِنَّ اللّٰہَ یَحُوْلُ بَیْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِہٖ[3] [بیشک اللہ تعالیٰ آدمی اور اس کے قلب کے درمیان حائل ہو جاتا ہے] سے اس سرّ کا پتہ لگا سکتے ہوں تو ممکن ہے کیونکہ یہ آیہ کریمہ ایک بے پایاں سمندر ہے کوئی غوطہ خور ایسا ہونا چاہیے جو وہاں سے زمانہ کے بیش قیمت موتیوں کو حاصل کرے۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَہٗ قَلْبٌ[4] (بیشک اس میں اس شخص کیلئے نصیحت ہے جس کے پاس (سمجھ والا) دل ہے] سبحان اللہ

---

[1] سورۃ ۹ آیت ۱۲۰ [2] سورۃ ۶۶ آیت ۸ [3] سورۃ ۸ آیت ۲۴ [4] سورۃ ۵۰ آیت ۳۷

www.maktabah.org

بات اپنے حوصلہ سے باہر چلی گئی اور ایسی جگہ تک پہنچ گئی کہ جہاں سے وہ خود راہ میں ہے۔ ہم جیسے بوالہوس لوگوں کو اس قسم کی باتوں سے کیا نسبت ہے، جو شخص گناہوں کی گہرائی میں ڈوبا ہوا ہو اس کو اپنے گناہوں کی فکر اور خطاؤں کا ماتم کرنا تمام امور سے زیادہ اہم ہے، آج یا کل ہے کہ یکایک موت کا طمانچہ خوشگوار عیش و آرام کے منہ پر پہنچے گا اور قبر و قیامت کے معاملات پیش آنے والے ہیں اور اس شخص کا عیبوں سے بھرا ہوا نامہ اعمال علام الغیوب (اللہ تعالیٰ) کے حضور میں ظاہر ہو جائے گا اور اس کے معاملہ کی بُرائی اس بارگاہ میں ظاہر ہو جائے گی پس ہمارے اعمال پر شرمندگی ہے اور ہماری نافرمانیوں پر حسرت ہے۔ ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطأنا (اے ہمارے رب ہماری بھول اور خطاؤں پر ہمیں نہ پکڑ)۔

مکتوب ۱۰۲

میرزا عبید اللہ کے نام فنائے نفس کی تحقیق اور آداب شرعیہ کے التزام پر دلالت کرنے اور مطلوب جل و علا کے ماوراء ہونے کے بیان میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ و تبلیغ دعوات کے بعد عرض کرتا ہے کہ اس معزز بھائی کے مکتوب لطیف اور پسندیدہ حالات کے مطالعہ سے مسرور و لطف اندوز ہوا۔ آپ نے لکھا تھا "کہ دل ماثورہ اذکار کے ۲۴۸
عمل سے آرام پذیر نہیں ہے اور تمام افعال کے اپنی طرف منسوب ہونے کو تہمت وہمی کی نسبت کے سوا اور کچھ نہیں جانتا اور اپنے وجود کو بلکہ تمام وجودوں کو ایک ایسے وجود کے غلبہ کے تحت مضمحل پاتا ہے جس کے نفی و اثبات میں کلا دھوکی منزل پیچھے رہنے والوں میں سے ہیں اور اوامر کی ادائیگی اور نواہی سے اجتناب میں وقت کو جبراً لگا کر تکلف کے ساتھ بجا لاتا ہے" میرے مخدوم! یہ مراقبہ اور ایسا دیکھنا پاکیزہ و عمدہ ہے اور اس مراقبہ کا کمال یہ ہے کہ اوصاف و افعال کی یہ وہمی نسبت بھی اپنے ساتھ نہ دیکھے اور یہ افعال و اوصاف پوری طرح اصل کے حوالہ کردے اور اپنے آپ کو عدم صرف کے ساتھ ملا ہوا پائے اور محض لاشئے اور خالص نیست دیکھے تاکہ اپنے آپ کو انا کے ساتھ تعبیر نہ کر سکے، اس کی علامت یہ ہے کہ اپنے اندر نہ کوئی ذکر پائے اور نہ کوئی توجہ، نہ کوئی ہمت دیکھے اور نہ کوئی حرارت، دل سے ذکر کی حرکت اور مذکورہ توجہ بالکل سلب ہو جائے اور اگر کبھی دل میں کوئی حرکت یا کوئی توجہ و حرارت پائے تو اس کو مذکورہ بالا مراقبہ کی صفائی نہ ہونے کی دلیل سمجھے

www.maktabah.org

دل کو ذکر سے آرام اس وقت ہوتا ہے جبکہ نفسِ ذکر جاگزیں ہو جائے، ذکر و توجہ دوری اور نہایت جدائی کا پتہ دینے والے ہیں اور جب یہ گمان درمیان سے اٹھ گیا تو قہار واحد کے سوا کچھ نہیں رہا، اس معنی میں نہیں کہ ممکن واجب ہو گیا اور اس پاک ذات کے ساتھ اتحاد پیدا کر لیا، کیونکہ یہ واقع کے خلاف ہے بلکہ اس معنی میں کہ ممکن نہیں رہا اور اپنی وہمی خلعت سے تجرد (انخلا) اختیار کر لیا اور واجب اپنے مطلق محض ہونے پر جیسا کہ تھا اب بھی ہے اور (آئندہ بھی) رہے گا۔ افعال و اوصاف کے اصل کے ساتھ لاحق ہو جانے کے بعد اگر ذکر و توجہ ہے تو از خود بخود ہے کسی نے کیا اچھا کہا ہے ؎

دلوجهي / ولعيني

ولوجهه من وجهه قمر ولعينه من عينه كحل

[اور اس کے چہرہ کے لئے اسی کے چہرے چاند ہے۔ اور اس کی آنکھ کے لئے اسی کی آنکھ سے سرمہ ہے]

اور دیگر کیفیات جو آپ نے لکھی ہیں ان سب میں بہترین وہی مراقبہ ہے جو کہ اوپر بیان ہوا، چاہئے کہ تمام واردات میں شرعی آداب وحدود کی اچھی طرح رعایت رکھیں اور ان آداب میں سے کسی ادنیٰ ادب کے ترک کرنے میں تساہل نہ برتیں اور اگر علماء کے فیصلے کے خلاف کوئی امر ظاہر ہو جائے تو جان لیں کہ وہ سُکر اور محبت کے غلبہ کی وجہ سے ہے اور نجات دینے والی حق بات وہی ہے جس کو علماء نے بیان کر دیا ہے، سیر و سلوک سے مقصود حصولِ فنا و نیستی ہے اور مطلوبِ حقیقی (اللہ تعالیٰ) کے ماسوا کیا آفاق اور کیا انفس سب کی گرفتاری (محبت) کا زائل ہونا ہے تاکہ بصیرت (باطن) کی آنکھ میں کوئی چیز منظور و مشہود نہ رہے حتیٰ کہ شہود و محبت میں اسماء و صفات بھی ذاتِ مجرد کے ساتھ شریک نہ ہوں، احدیتِ مجردہ کی بارگاہ کے گرفتار (محبت کرنے والے) کسی امر کی شرکت کے لئے راضی نہیں ہیں اور تمام مشہودات اور محبت کو لا کے نیچے لا کر نفی کرتے ہیں خواہ وہ اسم ہو یا صفت۔ اور ص ۲۴۹

آپ نے لکھا ہے کہ خیالی صورتوں کے وجود کو چونکہ صفات کے شیون کے ظلال جانتا ہے (اس لئے) ان کی نفی کو وقت کے خلل کا باعث شمار کرتا ہے اور واضح یقین کے ساتھ (یہ بات) عین علمی کے نصیب ہوئی ہے کہ خدا کا رو درست کار میں سے ہر ایک وجود کے فرمانِ قہرمان کے تحت میں ہے اور ان کی تلوین کا مُلوِّن دوسرا ہے۔

میرے مخدوم! اگرچہ سب کے سب وجود کے فرمانِ قہرمان کے تحت میں ہیں لیکن چاہئے کہ جس سے طلب و محبت کا تعلق ہو وہ اس درجہ کا ہو کہ کسی نسبت و اضافت نے اس بلند بارگاہ کی طرف راہ نہ پائی ہو اور مشہودات و متخیلات سے ماوراء ہو، ظہورات و ظلال سے منہ موڑ کر ہمت کا مرجع سوائے اس ذاتِ ظاہر کے جو کہ ان مراتب سے ماوراء ہے اور کوئی چیز نہ ہو۔ چاہیے کہ تمام

www.maktabah.org

مشہودات کو لا کے نیچے لائیں تاکہ ان سب کی نفی ہو جائے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی حمد ہے کہ اس قسم کے مشہودات (آپ کی) نظر میں پست معلوم ہوئے ہیں جیسا کہ آپ نے لکھا ہے کہ یہ سب کشاکش عدم وصول کی وجہ سے ہے اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی توجہ سے ماسوی سے رہائی کی درخواست رکھتا ہے۔ اللھم ارنا الحق [اے اللہ! ہمیں حق بات دکھا دیجئے]۔ اور یہ جو آپ نے لکھا ہے "اگر کوئی وارد پیش آئے تو دل کو وقت کا تابع بنائے" میرے مخدوم! جو وارد بھی ظاہر ہو اس کا شکر بجا لائیں اور اس میں تمکن (پختگی) حاصل ہونے کے بعد اس سے ترقی کے طالب رہیں اور ھل من مزید [کیا اور بھی ہے] کہتے ہوئے اس کے پیچھے دوڑتے رہیں ؎

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی را سخن پایاں بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہمچناں باقی

[نہ اس کے حسن کی انتہا ہے اور نہ ہی سعدی کے سخن کی انتہا ہے، استسقا کی بیماری والا شخص پیاسا مر جاتا ہے اور دریا اسی طرح باقی رہتا ہے] یہاں تک کہ وقتِ مقررہ آجائے۔

مکتوب ۱۰۵

شیخ محمد صالح تھانیسری کے نام فقر کی فضیلت اور فنا حاصل کرنے پر ترغیب دینے کے بیان میں تحریر فرمایا۔

برادرِ عزیزم شیخ محمد صالح کا مکتوبِ مرغوب پہنچا، مسرور کیا، آپ نے زمانہ کی تنگیوں کے بارے میں لکھا تھا، حق سبحانہ وتعالیٰ کے فعل وارادہ پر راضی بلکہ لذت یاب ہونا چاہئے اور فقر کی سختی اور فاقہ کی تلخی کو خوشگوار نعمت جان کر اس کو جمیل مطلق (اللہ تعالیٰ) کے فعل وصفت کا آئینہ تصور کرنا چاہئے اور اس فقر وفاقہ کی سختی کو، اللہ تعالیٰ جل سلطانہ کے حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) کا جو کہ خلقیت سے مقصود اور خلت ومحبت کے دائرہ کا مرکز ہیں پسندیدہ طریقہ جاننا چاہئے۔ حدیث شریف
منہ ۲۵ الفقراء الصابرون جلساء اللہ تعالیٰ یوم القیامۃ [صابر فقراء کل قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے جلیس ہوں گے] آپ نے سنی ہوگی۔ دنیا کی زندگی چند روز سے زیادہ نہیں ہے اس تھوڑی سی فرصت میں قبر و قیامت کی فکر ضرور کیجئے اور معنوی بیماری کا علاج کیجئے جس کو ماسوی اللہ تعالیٰ کے ساتھ گرفتاری ومحبت سے تعبیر کرتے ہیں، سب سے اہم کام ہے جو دل غیر اللہ کا گرفتار ہے اس سے خیر کی کیا توقع ہے دل کی سلامتی جو ... راستہ کی سب سے پہلی شرط ہے اس وقت متحقق ہوتی ہے کہ ماسوی کے لئے

www.maktabah.org

دل میں کوئی گنجائش نہ رہے، نہ محبت کے طور پر گنجائش ہو اور نہ علم کے طور پر، اس طرح پر کہ اگر اشیاء کو تکلف کے ساتھ بھی یاد کرے تب بھی اس کو یاد نہ آئیں وہ اُس وقت اُس نسیان کے ذریعہ سے جو دل کو ماسوی اللہ سے حاصل ہوا ہے اسرار کے وارد ہونے اور قدامت کے انوار نازل ہونے کا محل ہوجاتا ہے اور تجلیاتِ بے کیف کا مقام ہوجاتا ہے مصرع

ایں کار دولت است کنوں تا کرا دہند [یہ نصیب کی بات ہے دیکھیے اب کس کو عنایت کرتے ہیں]

وَفِي ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ [اور چاہیے کہ رغبت کرنے والے اس میں رغبت کریں] والسلام

مکتوب ۱۰۶

خواجہ محمد فاروق کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ محبتِ ذاتی میں جمال سے زیادہ جلال لذت بخشتا ہے۔

خوشی اور تکلیف میں اللہ تعالیٰ کا شکر ہے اور سردارِ انبیا اور آپ کی آل اصفیا پر صلوٰۃ وسلام ہو جو مصیبت کہ ان دنوں میں زمانہ کی اس معزز ہستی کو پہنچی ہے وہ دور افتادہ دوستوں کے لئے رنج وغم کا باعث ہوئی، اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ [بیشک ہم سب اللہ تعالیٰ کے ہیں اور ہم سب اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں] لیکن چونکہ حق تعالیٰ جل وعلا کا فعل ہے اور خاص اپنے فاعل کی طرف دلالت کرتا ہے خوش نصیبوں کے لئے اس بارگاہِ عالی کے وصول کا وسیلہ ہے اور بظاہری تلخی کتنی ہی باطنی حلاوتوں کا سبب ہے ۔

مے تلخ است جورِ گلعذاراں ... کہ ہر چندش خوری باشد گواراں

ہر آتش کان بفروزد بتِ سیم ... خلیلاں را بود باغِ براھیم

[پھول جیسے رخساروں والے (حسینوں) کا جور تلخ شراب ہے کہ اس کو جتنا بھی تو پیئے گا پسندیدہ ہوگی، ہر وہ آگ جس کو وہ چاندی کا بُت (حسین محبوب) جلاتا ہے وہ خلیلوں کے لئے باغِ ابراہیم (علیہ السلام) ہے]

جو لذت کہ محبوب کے جلال وایلام (رنج والم دینے) کے ذریعہ سے ہے عاشقِ صادق کے لئے اس کے جمال وانعام کی لذت سے زیادہ ہے کیونکہ دوسری قسم کی لذت کے برخلاف پہلی قسم کی لذت خواہش نفس کی آمیزش سے پاک ہے اور (یہ) محبوب کی خالص مراد ہے، یہ کمال محبت ذاتی سے پیدا ہوتا ہے بلکہ محبتِ ذاتیہ میں بھی علیحدہ خصوصیت رکھتا ہے کیونکہ مطلق ذاتی محبت کا تقاضا یہ ہے کہ رنج والم

www.maktabah.org

اور انعام دونوں برابر ہوں اور ایلام کا زیادہ ہونا ایک دوسری کیفیت رکھتا ہے علاوہ وہ دوسری شان لاتا ہے۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے ؎

۲۵۱ آں دارد آں نگار کہ آنست ہر چہ ہست   آنرا طلب کنید حریفاں کہ آں کجاست

(وہ محبوب ایسی شان رکھتا ہے کہ جو کچھ ہے وہی ہے، اے ساتھیو! اس کو طلب کرو کہ وہ کہاں ہے۔)
مکتوبات شریفہ یکے بعد دیگرے پہنچے ہیں اور جواب میں کوتاہی واقع ہوئی ہے (امید ہے کہ) آپ معذور رکھیں گے چونکہ اس طرف کا قصد کرنے والا کوئی شخص معلوم نہیں تھا اس لئے اس مقصد سے رکا رہا۔ والسلام

مکتوب ۱۰۷

شاہ فضل اللہ برہانپوری کے نام مطلوب کی عظمت اور طالبِ صادق کی بزرگی کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہمیشہ رحمانی عنایات کے ساتھ ممتاز رہیں، نہیں جانتا کہ دور افتادہ دوستوں کو کیا لکھے، محبوب کی مہربانیاں اس سے زیادہ ہیں کہ اس فضول گو کی زبان پر جاری ہوں اور معشوق کی خوبیاں اس سے برتر ہیں کہ اس بوالہوس کا قلم اس کی ترجمانی کا خیال کرے جبکہ ان دقائق کی یاد و خیال ہوش باختہ کر دیتا ہے اور فکر و اندیشہ کا خیال اس کے تصور سے لغزش کھاتا ہے تو اس بات کی گنجائش ہے کہ زبان ان اسرار کی ترجمانی کے میدان میں گونگی ہو جائے اور قلم اس کی تعبیر کی وادیوں میں پھٹ جائے، بیچارے عاشق کا معاملہ اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ اس کے تصور و خیالات کو بھی اس جگہ اجازت نہیں دیتے دوسرے اس کی حقیقت کو کیا معلوم کر سکیں ؎

دلہا ہمہ آب گشت و جانہا ہمہ خون   تا چیست حقیقت از پسِ پردہ برون

(تمام دل پانی ہو گئے اور تمام جانیں خون ہو گئیں تاکہ (معلوم کریں کہ) پردے کے پیچھے سے باہر حقیقت کیا ہے)
ہاں معشوق کی غیرت اس کے احسان کے مطابق ہے جسقدر احسان زیادہ ہوگا اسی قدر) غیرت زیادہ ہوگی۔

مکتوب ۱۰۸

محمد فاروق ولد خواجہ عبد الغفور سمرقندی کے نام نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔

www.maktabah.org

برخوردار سعادت اطوار اس گرفتار (کی طرف) سے دعا پڑھیں، چاہیئے کہ دینی علوم کے حاصل کرنے میں پوری کوشش کریں اور اہتمام کریں کہ عمل اس (علوم دینی) کے مطابق حاصل ہو جائے اور ناجنس و اہل تفرقہ (دنیا دار وغیرہ) اور اہل بدعت کی صحبت سے احتراز کرتے رہیں اور باطن کو حاصل کی ہوئی نسبت سے آباد رکھیں اور اس کے دوام میں کوشش کریں اور ہر اس چیز سے جو کہ اس کے دوام کے منافی ہو اعراض کریں۔ (یہ) ٢٥٢ کتنی بڑی نعمت ہے کہ ظاہر شرعی احکام کے ساتھ آراستہ ہو اور باطن اس نسبت سے آباد ہو اور اپنے بڑے بھائی کی صحبت و خدمت کو غنیمت شمار کریں، اذکار میں مشغول ہونے کو اُن کی مجلس میں تازہ رکھیں اور وہ جس طریقے سے بھی رہنمائی کریں حتی الامکان اس کی رعایت رکھیں اور حالات لکھتے رہیں اور فقرا کی محبت پر قائم رہیں۔ والسلام

مکتوب ۱۰۹

خواجہ محمد فاروق کے نام تحریر فرمایا ہے اُس حالت کی تفصیل میں جو کہ قیامت میں اور موت اور نیند کے وقت میں پیش آتی ہے اس نسبت پر جو کہ اس دار (دنیا) میں حاصل ہوتی ہے اور جاگنے کی حالت میں پیش آتی ہے اور اس بارے میں کہ جس طرح دنیا میں عالم امر اصل ہے اور عالم خلق اس کے تابع ہے آخرت میں معاملہ برعکس ہے اور بعض کاملین ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی دنیا کے لئے آخرت کا حکم ہوتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم والصلوۃ والسلام علی رسولہ الکریم وعلی من تبعہ فی سلوک المنہج القویم۔ میرے مخدوم! سنا گیا ہے کہ آپ اوقات کی تعمیر (آبادی) میں پوری کوشش کرتے ہیں اور حتی الامکان لایعنی امور میں مشغول نہیں ہوتے حمد اللہ سبحانہ علی ذلک [اس پر اللہ تعالیٰ کا حمد و شکر ہے] کتنی بڑی نعمت ہے کہ جوانی کے ایام اور کامیابی کے اسباب کی موجودگی میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی پاک بارگاہ میں متوجہ ہو کر اوقات کی جمعیت میں کوشش کی جائے اس نعمتِ عظمیٰ کا شکر بجا لائیں اور اس کے اضافہ میں کوشش کریں لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ [اگر تم شکر کرو گے تو میں ضرور تم کو اور زیادہ دوں گا] (سورۃ ابراہیم) اور جان لیں کہ جمعیت صوری جو کہ ظاہر کے ساتھ وابستہ ہے معنوی نسبت کا اثر ہوتی ہے جو کہ باطن کا حصہ ہے اور ضروری نہیں ہے کہ باطن کی نسبت جیسی کہ وہ ہے ظاہر پر جلوہ گر ہو جائے کیونکہ وہ نسبت بمنزلہ اس کے معشوق کے ہے اور ظاہر اس کے عاشق کی مانند ہے اور (یہ بات) مشکل ہے کہ معشوق عاشق کی قید میں آجائے کیونکہ ناز و ادا معشوق کی خصوصیت ہے اور حیا اس کی دامنگیر ہے، عاشق بیچارہ معشوق کا جس قدر والہ و شیدا ہو گا اسی قدر

www.maktabah.org

معشوق کے ناز و انداز کو زیادہ کرے گا اور وہ عاشق سے گردن کھینچے گا (منہ موڑے گا) اگرچہ باطن ظاہر کی امداد سے ترقی کرتا ہے اور اس کی دستگیری سے قرب کے مدارج میں عروج حاصل کرتا ہے ؎

عاشقاں را نصیب از معشوق — جز خرابی و جاں گدازی نیست

[عاشقوں کو معشوق کی طرف سے خرابی اور جاں گدازی کے سوا اور کچھ نصیب نہیں ہے]

عجیب معاملہ ہے (کہ) ظاہر باطن کی خدمات میں جس قدر کوشش کرتا ہے اور اس کی ترقی میں جس قدر عمدہ سعی کرتا ہے باطن اُس سے اتنا ہی زیادہ بیگانہ ہو جاتا ہے اور اس کی آغوش سے زیادہ دور چلا جاتا ہے کیونکہ ظاہر کے طاعات و مجاہدات باطن کے حسن و تازگی کو زیادہ کرنے کا سبب ہیں اور اس کی صفتِ معشوقیت ۲۵۳
کہ ناز و استغنا (بے نیازی) جس کے لوازم سے ہے کمال کو پہنچ جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ انتہا میں نسبتِ باطن ادراک سے دور تر چلی جاتی ہے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ نسبتِ باطن جس قدر جہالت کی طرف لیجاتی ہے اسی قدر زیادہ اچھی ہوتی ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے، اَلْعَجْزُ عَنْ دَرْكِ الْاِدْرَاكِ اِدْرَاكٌ [ادراک کے حاصل کرنے سے عاجز ہو جانا ہی ادراک ہے] اور یہ ظاہر کا پیاسا ہونا اور نہ پانا اس وقت تک ہے جب تک کہ ظاہر کا کارخانہ قائم ہے اور جب اس میں خلل واقع ہو جاتا ہے اور الرحیل (کوچ) کی آواز پہنچ جاتی ہے تو باطن میدان خالی پاکر سینکڑوں آب و تاب کے ساتھ بے پردہ ظہور کے جلوہ میں آجاتا ہے اور مُدرِک ہو جاتا اور مطلوب کی نسبت کے ہم آغوش ہو جاتا ہے کیونکہ اس کا حجاب جو کہ اس نسبتِ ظاہر کی وجہ سے تھا کوچ کر گیا اور نیز چونکہ موت قیامت کے مقدمات (پہلے آنے والی چیزوں) میں سے ہے مشہود اس جگہ اتم و اکمل ہے اور ظلیت سے دور اور اصالت سے نزدیک تر ہے اور چونکہ نیند کو موت کے ساتھ بھائی چارہ اور مناسبت ہے (اس لئے) بعض خوش نصیبوں کو نیند کے وقت میں ایک ایسی حالت پیش آتی ہے جو کہ موت کی حالت سے مشابہ ہوتی ہے اور بیداری کی حالت پر فوقیت رکھتی ہوتی ہے۔ مصرع

زہے مراتب خوابے کہ بہ ز بیداری ست — [خواب کے مراتب کیا خوب ہیں کہ بیداری سے بہتر ہیں]

اس معاملہ کی تفصیل کو اس حقیر نے کسی دوسری جگہ لکھا ہے وہاں سے طلب کرنا چاہیے۔

جان لیں کہ جب برزخِ صغریٰ (قبر) کا معاملہ انجام کو پہنچ جائے گا اور برزخِ کبریٰ (قیامت) ظاہر ہوگی اور منتشر اجزا اور بوسیدہ ہڈیوں کو جمع کریں گے اور معاملہ خلل سے رہائی پائے گا اس وقت میں قرب کی دولت بالاصالت بدنِ عنصری کے لئے ہوگی اور آیہ کریمہ وَنُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ [اور ہم چاہتے ہیں کہ ان لوگوں پر احسان کریں جن کو زمین (ملک) میں کمزور کیا جا رہا تھا اور ان کو پیشوا بنا دیں اور ان کو وارث بنا دیں]۔ ۲۸ ۵

www.maktabah.org

کے مصداق اس نامراد غمگین بدن کو جو کہ کتنی ہی دنیاوی محنتیں اور شدتیں دیکھے ہوئے اور مخلوق کی زیادتی اور ایذا رسانی برداشت کئے ہوئے اور اوامر و نواہی کے بوجھ کے نیچے دبا ہوا اور موت کی تلخی چکھے ہوئے اور قبر کی خاکساری کے ساتھ موافقت کئے ہوئے اور فراق کی آگ اور شوق کی سوزش کے ساتھ جلا ہوا ہے سینکڑوں خوبی و ناز کے ساتھ مخلوقات کے معرکہ میں تختِ سلطنت پر بٹھا دیں گے اور نہایت عزت و جاہ کے ساتھ اس کو عالمِ امر کے لطائف کا امام و پیشوا بنا دیں گے اور دنیاوی معاملہ کے برعکس کہ (جس میں) باطن قرب کے معاملات میں اصل ہوتا ہے اور ظاہر اس کا تابع ہوتا ہے وہاں پر ظاہر اصل ہوتا ہے اور باطن اس کے تابع ہوتا ہے، اس معنی میں نہیں کہ باطن سے نسبت کو سلب کر کے ظاہر کو دیدیں گے اور اس کو ظاہر کے تابع کر دیں گے بلکہ اس معنی کے لحاظ سے ہوتا ہے کہ باطن سابقہ نسبت کے ساتھ متمکن (مضبوط) رہتا ہے ظاہر کو ایک ایسا امر دیتے ہیں اور ایسا قرب و عزت بخشتے ہیں کہ باطن اپنے معاملہ کے باوجود شوق و آرزو کے ساتھ ظاہر کے تابع ہونا چاہتا ہے اور اپنی نسبت کو اس کی نسبت کے مقابلہ میں فانی اور جُتا ہوا دیکھتا ہے اذا جاء نھر اللہ بطل نھر عیسیٰ [جب اللہ کی نہر آگئی تو عیسیٰ کی نہر باطل ہو گئی]۔

۲۵۴ (تنبیہ) بعض کاملین ایسے ہوتے ہیں کہ اس عالم (دنیا) میں وہ کچھ پاتے ہیں کہ جو دوسرے لوگ کل (قیامت کے روز) پائیں گے اور آج ان کے ظاہر کو ان کے باطن پر فضیلت دیکر اس (ظاہر) کو متبوع اور اس (باطن) کو تابع کر دیتے ہیں اور ان کی دنیا کو آخرت کا حکم دیتے ہیں، ان (کاملین) کی آخرت کو اس پر قیاس کر لینا چاہئے کہ اس کا کیا حکم ہوگا، جیسا کہ ہمارے حضرت عالی قدس سرہ کو اس خطاب کے ساتھ مشرف فرمایا گیا ہے کہ میں نے تیری دنیا کو آخرت کا حکم (درجہ) دیدیا ہے ؎

اگر ایں لحظہ ممکن کار شب نیست — ز رحمتِ مقبلاں ایں ہم عجب نیست

[اگرچہ اس وقت رات کا کام ممکن نہیں ہے لیکن اقبال مندوں کے نصیبے سے یہ بھی عجب نہیں ہے]

جاننا چاہئے کہ قربِ نبوت عالمِ خلق کے ساتھ اور قربِ ولایت عالمِ امر کے ساتھ تعلق رکھتا ہے جس کسی کو قربِ نبوت کے ساتھ نوازتے ہیں اس کے حق میں یہ کمال ثابت ہوتا ہے۔ مصرع

ایں کار دولت است کنوں تا کرا دہند — [یہ نصیب کی بات ہے دیکھئے اب کس کو عنایت کرتے ہیں]

بات دوسری طرف چلی گئی مقصود یہ ہے کہ ظاہری جمعیت کے ساتھ رہیں اور المرء مع من احب [آدمی جس کے ساتھ محبت کرتا ہے اسی کے ساتھ ہے] کے بموجب محبت کی راہ سے اپنے بزرگوں کے ساتھ جمعیت پیدا کریں اور دُور افتادہ دوستوں کو دعاؤں کے ساتھ یاد کرتے رہیں۔ والسلام علیکم و علیٰ من لدیکم۔

www.maktabah.org

مکتوب ۱۱

فقیر حقیر محمد عبید اللہ عفی عنہ کے نام عارف بلند مقام شیخ ابو سعید ابو الخیر قدس سرہ کی رباعی کی شرح میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ رباعی

شبِ
زلفش بکشی شب دراز آید ازو — چوں بگذاری چنگل باز آید ازو
در
گر یکگرہ از پیچ و خمش بکشائی — عالم عالم مشکِ طراز آید ازو

[جب تو اس کی زلف کو کھینچے تو اس (کی وجہ) سے رات لمبی ہو جائے، جب تو اس کو چھوڑ دے تو اس کا پنجہ واپس آ جائے اگر تو اس کے پیچ و خم میں سے ایک گرہ کھول دے تو تمام عالم میں اس کی وجہ سے مشکِ طراز (ترکستان کا ایک مُشک خیز شہر) پھیل جائے] کہتے ہیں کہ اس رباعی کو حضرت شیخ ابو سعید ابو الخیر قدس سرہٗ نے قضا و قدر کے سرّ (بھید) میں کہا ہے، اس کے حل کے بارے میں چند صورتیں (میرے) ناقص دل میں آتی ہیں: پہلی صورت یہ ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے اپنی حکمتِ بالغہ سے اپنی قدرتِ کاملہ کو حکمت کے پردہ میں چھپا دیا ہے اور اسباب کو چونکہ حکمت کا مقتضا ہیں قدرت کو چھپانے والا بنا دیا ہے اور قطعی دلائل کے ساتھ اپنی قدرت پر دعوت دی ہے اور نیز سبب و حکمت کے باقی رکھنے پر دلالت فرمائی اور سبب و مسبب کے ۲۵۵
درمیان جمع کرنے کو کمال قرار دیا، اسی وجہ سے حضرت یعقوب علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعریف اپنی کتاب مجید میں کی کہ انھوں نے دونوں (سبب و مسبب) کے درمیان جمع کیا جس جگہ کہ (قرآن مجید میں)
پ۱۳ ۶۸ کہا ہے: وَإِنَّهُ لَذُو عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنَاهُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝ [اور اس میں شک نہیں کہ (حضرت یعقوبؑ) ایک علم رکھتے تھے جو ہم نے ان کو تعلیم فرمایا تھا لیکن اکثر لوگ (اس راز سے) واقف نہیں] پس جس شخص کی نظر عالمِ حکمت پر مقصور ہوئی اور وہ اسباب کی قید میں رہ گیا اور اس نے مسببِ حقیقی جل و علا کی قدرت کا پتہ نہ لگایا وہ گمراہ ہو گیا اور ایک عالم (دنیا) کو گمراہی میں لے گیا اور جس شخص نے سبب کو درمیان میں سے بالکل اٹھا دیا اور حکیم مطلق عز برہانہٗ کی حکمت سے آنکھ بند کر لی اُس نے اللہ تعالیٰ کے عظیم کارخانے کو معطل (بیکار) کر دیا اور کام کو اہلِ عالم پر بند کر دیا اور جو شخص کہ سبب کو درمیان میں لایا اور تمام اشیا میں مؤثر حقیقی اللہ تعالیٰ جل و علا کے فعل کو دیکھا وہ حق کے مرکز کے ساتھ ہدایت یافتہ ہوا اور دونوں مقاماتِ ہلاکت سے رہائی پا گیا اور عالم (دنیا) کو ہدایت کی طرف لے گیا۔

www.maktabah.org

زلف چونکہ مجاز میں محبوب کے چہرہ کو چھپانے والی ہے حضرت شیخ کی رباعی میں گویا کہ حکمت سے کنایہ ہے چونکہ قدرت کے چہرہ کو چھپانے والی ہے، اگر تو اس کو قدرت کے چہرہ پر ڈالے اور قدرت کو اس سے چھپائے یا اس کو تو اپنے اوپر کھینچے اور اس کے ساتھ اٹک جائے اور قدرت کا پتہ نشان نہ لگائے تو اس سے رات دراز ہو جائے یعنی تاریکی و گمراہی جو کہ ہدایت کے نور کی طرف کوئی راستہ نہیں رکھتی اس سے ظاہر ہو جائے جب تو اس کو چھوڑ دے یعنی اگر تو حکمت کو ہاتھ سے جانے دے اور اسباب کو بالکل ترک کر دے تو پھر اس کا قبضہ ہو جائے یعنی وسعت و بسط کے باوجود تنگی و انقباض پیدا ہو جائے

مصرع گریک گرہ از پیچ و خمش بکشائی

[اگر تو اس کے پیچ و خم سے ایک گرہ کھول دے] یعنی اگر تو سبب کو اپنی جگہ پر رکھے اور اس کے پیچ و خم کی گرہ کو کہ ایک دنیا جس کے ساتھ بندھی ہوئی ہے اور اس کے پیچ سے رہائی نہیں پائی ہے اور معاملہ کی حقیقت کی طرف نہیں دوڑتی ہے کھولے اور اس کی بندش سے رہائی حاصل کرلے اور حقیقت کی طرف دوڑے اور جو اسرار کہ اسباب کی ایجاد میں ودیعت کئے گئے ہیں ان کے چہرہ سے گرہ کھولے اور ان اسرار پر اطلاع پائے تو دونوں طرف کی تنگی سے رہائی پا جائے اور بارگاہِ ذوالجلال کے وصول کی شاہراہ میں آجائے اور ایک دنیا کا رہنما ہو جائے چنانچہ (شیخ موصوف نے اس رباعی میں) کہا ہے:

عالم عالم مشکِ طراز آید زو

[تمام دنیا اس سے مشک کے ساتھ معطر ہو جائے] یعنی زلف جو کہ کثیر جماعت کی گمراہی کا سبب ہے اس وقت میں ہدایت و رہنمائی کا وسیلہ ہو جاتی ہے کہ وہ "مشکِ طراز آید" اسی سے کنایہ ہے یا اس وقت میں خاص اس شخص کو اس زلف سے مشکِ طراز حاصل ہے کیونکہ مشکِ طراز کی خاصیت یہی ہے کہ وہ آفاق (دنیا) میں پھیل جاتی ہے اور ایک دنیا اس کے ساتھ گمراہی سے ہدایت کی طرف آجاتی ہے۔ ۲۵۶

(اس رباعی کی شرح کی) دوسری صورت یہ ہے کہ بندہ کے افعال کا خالق حق تعالیٰ جل سلطانہ ہے لیکن بندہ کا کسب حق تعالیٰ کے فعل کو چھپانے والا ہو گیا ہے پس زلف سے مراد بندہ کا کسب ہے اور اس صورت میں زلف کی اضافت اُس (اللہ تعالیٰ) کے ساتھ اس بنا پر ہے کہ بندہ کا کسب بھی اللہ تعالیٰ کی واضح قدرت کے ساتھ مستند ہے اگر تو اس کو فعل کے چہرے پر یا اپنے اوپر کھینچے (یعنی اپنی طرف منسوب کرے) اور بندہ کے فعل کو بندہ کا مخلوق جانے جیسا کہ قدریہ کا مذہب ہے تو گمراہی کو بڑھائے گا اور اگر تو بندہ کے کسب کو مطلقاً منظور نہ رکھے اور جبر کی طرف جائے تو پھر اس کے چنگل (قبضہ) میں آجائے اور طاعات و بندگی سے عاجز رہ جائے اور اگر تو گرہ کو کسب کے چہرے سے کھولے اور حق تعالیٰ کی صنعت کو درمیان میں

www.maktabah.org

مطالعہ کرے اور بندہ کے فعل کو حق سبحانہ و تعالیٰ کی جملہ مخلوقات میں سے اور بندہ کا کسب جانے اور جبر و تفویض کی درمیانی راہِ حق کو مانے تو ہدایت پاجائے اور ایک عالم (دنیا) کو ہدایت کی طرف لے جائے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ اگر تو کثرت کو جو کہ وحدتِ حقیقی کے چہرے کو چھپانے والی ہے وحدت کے چہرے پر کھینچے اور کثرت کے شہود کے ساتھ وحدت کے شہود سے عاجز رہ جائے تو کثرت کی کثیر ظلمتوں میں جا پڑے اور وحدت کے نور سے محجوب (محروم) ہوجائے اور اگر تو کثرت کو درمیان سے اٹھادے اور مرتبۂ جمع میں مستہلک (فانی) ہوجائے اور افعالِ کثیرہ کو ایک فاعل کا فعل جانے اور بندوں کی حرکتِ اختیاری کو رعشہ کے مرض والے شخص کی حرکت کی مانند پائے اور اسباب کو درمیان میں نہ دیکھے اور کفرِ حقیقی کے ساتھ متحقق ہوجائے تو وہ بلاشبہ باز کے چنگل اور صیاد کی گرفت میں آجائے گا اور تو جیسا کہ ہونا چاہیے مقامِ ارشاد کے لائق نہیں ہوگا اور اگر تو کثرت کو جو کہ اس (اللہ تعالیٰ) کی مصنوع (بنائی ہوئی) ہے اور مراتبِ (وجود) میں سے ایک مرتبہ ہے اپنی جگہ پر رکھے تو اس کی قید و بندش سے رہائی پالے یا جو اسرار کہ کثرت میں ودیعت کیے گئے ہیں ان کے چہرے سے گرہ کو کھولے اور کثرت کے آئینوں میں غیبی اسرار کا اس طرح مطالعہ کرے کہ ایک کا شہود دوسرے کے شہود کا مانع نہ ہو اور جمع سے جمع الجمع میں آجائے اور فرقِ بعد الجمع کی طرف مائل ہوجائے اور اسباب کو درمیان میں دیکھے اور بندوں کے افعال کو اہلِ حق کے قول کے موافق پائے اور قضا و قدر کے سرّ (بھید) پر مطلع ہوجائے اور کفرِ حقیقی سے اسلامِ حقیقی کے ساتھ مشرف ہوجائے اور دعوت کے مقام پر جو کہ انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کا مقام ہے پہنچ جائے کہ بزرگوں نے کہا ہے "النهاية هي الرجوع الى البداية" [ہدایت (ابتداء) کی طرف رجوع کرنا ہی نہایت ہے] تو تمام دنیا میں اس سے مشکِ طراز پھیل جائے، وہ کثرت جو مطلوب سے دوری اور محرومی کا سبب تھی اس کے قرب و وصال کا وسیلہ بن جائے اور تجھ کو اس مقام کے باعث تکمیل و ارشاد حاصل ہوجائے۔

چوتھی صورت، جو اگرچہ بلا حیلہ و تکلف قضا و قدر کے سرّ سے مناسبت نہیں رکھتی یہ ہے:

ص۲۵۷ "زلفش بکشی شب دراز آید از و" میں زلف پردۂ تعین سے کنایہ ہے جو کہ ذات تعالیٰ کی غیب ہویت کے چہرہ پر اعتبار کیا جاتا ہے اور مرتبۂ لاتعین کو متعین کردیتا ہے اگر تو اس پردہ کو درمیان سے کھینچ لے اور اٹھادے اور اس (غیب ہویت) کے پیچھے دوڑے تو غیب کی ظلمت ظاہر ہوجائے اور راستہ گم ہوجائے اس لیے کہ تعین کے ماوراء میں (آگے) کہ لاتعین ہے سیر و سلوک و معرفت و شہود مفقود ہے جیسا کہ بزرگوں نے کہا ہے کہ اس بلند مرتبہ سے سوائے محرومی کے کچھ نصیب نہیں رکھا ہے جب تو اس زلف کو چھوڑ دے گا تو پھر اس کا

www.maktabah.org

چنگل (پنجہ قبضہ) آجائے گا" یعنی اگر تو تعین کے پردے کو اس کے حال پر چھوڑ دے گا اور اس کو طلب کریگا تو تجھ کو شکار کرلیں گے اور اگر تو اس کا اہل ہوگا تو تیرے ماسوائے تجھ کو لے لیں گے اور چونکہ طالب صادق نے اس مقام میں ذات بحت اور غیب ہویت سے مطلق محرومی اور محض محجوبیت سمجھ لیا ہے اس لئے اس کی تسلی کے لئے فرمایا کہ "اگر تو اس کے پیچ وخم سے ایک گرہ کھول دے یعنی اگر تو اس تعین کی حقیقت کو جیسی کہ وہ ہے پالے اور اس کی دو نمائی (دو دکھلانے والی) کی گرہ کو کھول دے اور یہ جان لے کہ یہ تعین ذات تعالیٰ میں محض اعتبار ہے اور متعین (ذاتِ حق) پر ہرگز کوئی زیادتی نہیں رکھتا اور نیز جان لے کہ یہ پردہ کس کے پردے کے انکشاف وظہور کا سبب ہے چنانچہ مولوی جامی قدس سرہ نے کہا ہے ؎

باگل رخِ خویش گفتم اے غنچہ دہاں ہر لحظہ مپوش چہرہ چوں عشوہ دہاں

زد خندہ کہ من بعکس خوبانِ جہاں درپردہ عیاں باشم وبے پردہ نہاں

[میں نے اپنے پھول جیسے رخسار والے محبوب سے کہا کہ اے غنچہ جیسے منہ والے ناز وکرشمہ کے منہ والوں کی طرح ہر وقت چہرہ کو مت چھپا، وہ ہنسا کہ میں دنیا کے حسینوں کے برعکس پردہ میں ظاہر ہوتا ہوں اور بے پردہ پوشیدہ رہتا ہوں] تو "عالم عالم مشک طراز آید از و" یعنی اس پردہ نے جب محرومی سے رہائی دی اور بے نصیبی سے چھٹکارا بخشا اور اس بے نشان کا کچھ نہ کچھ نشان دیدیا اور مطلوب کو ظاہر ونمایاں کردیا تو مشک طراز اس سے ظاہر ہوئی اور وصال کی بو عطا کی اور لازوال شراب کا مدہوش کردیا۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔

مکتوب ۱۱۱

مولانا محمد صدیق پشاوری کے نام اُن کے احوال کی شرح میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ حامد اللہ تعالیٰ ومصلیا علی رسولہ الکریم [اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہوئے اور اس کے رسول کریم پر صلوٰۃ وسلام بھیجتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں] آپ کے مکتوبات گرامی یکے بعد دیگرے پہنچے خوشوقت ولذت اندوز بنایا، صد شکر ہے کہ آپ فقراء کی یاد کو غافل نہیں ہیں اور ہمت کی نگاہ ایک مطلب پر چھائی ہوئی ہے کبھی اس کے وصال کے خیال کے ساتھ خوش وخرم ہیں اور کسی وقت اس کے نہ ہونے کے وہم سے غمزدہ ہیں کسی نے کیا اچھا کہا ہے ؎

جاناں غم خود دواند اندر بر من من شادیٔ خود فدائے جاناں کردم

[محبوب نے اپنا غم میرے پہلو میں دوڑا دیا ہے، میں نے اپنی خوشی محبوب پر فدا کر دی ہے]

www.maktabah.org

م ۲۵۸ آپ اکثر خاتمہ کا خوف غالب آنے کی بابت لکھتے رہتے ہیں۔ میرے مخدوم! یہ ایسا غم ہے جو قبر کے کنارے تک ساتھ ہے، کسی مسلمان کو اس غم سے خالی نہ رہنا چاہئے خواہ (یہ غم) تھوڑا ہو یا زیادہ، جس کسی کو دوسری شق (غم کثیر) عطا ہو جائے تو اس کے ایمان کے کامل ہونے پر دلالت کرتی ہے اس نعمت کا شکر بجالائیں لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ [اگر تم شکر کروگے تو ضرور میں تمہیں اور زیادہ دونگا] آپ نے لکھا تھا کہ ایمان حاصل ہونے کے بارے میں کوئی بشارت میسر نہیں ہوئی، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی حمد ہے کہ آپ نے کامل ایمان طلب کرنے کی بشارت پائی ہے کیونکہ آپ نے لکھا ہے کہ "ہمیشہ استدعا کرتا تھا کہ حق سبحانہ وتعالیٰ اس شخص کو ذرہ ایمان نصیب کرے، اب اس بیماری میں جو کہ ماہ رمضان میں لاحق ہوئی تھی الہام کیا گیا کہ ہماری بارگاہ میں کوئی کمی نہیں ہے ایمان کامل کی طلب کر" اور جب کوئی کریم ایسی چیز کے مانگنے پر جو کہ اس کے پاس ہے رہنمائی کرے تو یہ عطا کرنے کی نشانی ہے، اگر آپ صریح بشارت بھی پائیں (تو وہ) چونکہ قطعی نہیں ہے (اس لئے) نفس ابہام باقی ہے اور خوف دامنگیر ہے ہر چند ابہام سے ابہام تک فرق ہے۔ دیگر آپ نے لکھا تھا کہ "بعض اسرار اس بیماری میں حاصل ہوئے ہیں کہ جن کو تحریر برداشت نہیں کر سکتی يَضِيقُ صَدْرِي وَلَا يَنطَلِقُ لِسَانِي [میرا سینہ تنگ ہو جاتا ہے اور میری زبان نہیں چلتی] ان اسرار کے حسب حال ہو جاتا ہے اگرچہ منکشف ہیں اور اظہر من الشمس [سورج سے زیادہ ظاہر] ہو گئے ہیں لیکن تقریر و تحریر میں ہرگز ٹھیک نہیں آتے" اس کے مطالعہ سے بہت لطف اندوز ہوا اللھم زد [اللہ تعالیٰ اور زیادہ کرے] لیکن اگر آپ اسقدر لکھتے کہ وہ اسرار کس قسم کے ہیں اور کس چیز سے متعلق ہیں صرف تعقل (سمجھ) سے وابستہ ہیں یا تحقق (حصول) کے بارے میں ہیں تو گنجائش تھی۔ آپ نے صوفی محمد شریف کی بے ادبیوں کے بارے میں دوبارہ لکھا ہے۔ میرے مخدوم! اس نے جو بے ادبی بھی کی ہے صرف آپ ہی کے ساتھ نہیں کی ہے (بلکہ) اس سلسلہ کے بزرگوں کے ساتھ بھی کی ہے، جب آپ جو کہ اس کے پیر ہیں اس سے آزردہ رہیں گے تو ہمارے لئے اس کے ساتھ کیا آشنائی رہے گی، انتقامی قوت اس فقیر میں بہت کم ہے دو کلمے غیرت کے تقاضے سے اس کو لکھے گئے ہیں اگر اس نے اثر قبول کیا تو اچھا ہے ورنہ وہ جانے اور اس کا کام جانے۔ آپ نے لکھا تھا بے حلاوتی ہمت کی بلندی کی وجہ سے ہے یا استعداد کی کمی کی وجہ سے۔ میرے مخدوم! نسبت باطن جسقدر زیادہ بلند ہو جاتی ہے جہالت کے زیادہ نزدیک ہو جاتی ہے ظاہر کو بے حلاوت رکھتی ہے کیونکہ باطن سے زیادہ دور جا پڑتی ہے اور زیادہ بیگانہ ہو جاتی ہے، عارف معرفت میں جسقدر پیشقدمی کریگا اسی قدر نایابی اور عدم شناخت زیادہ حاصل کرے گا اور جسقدر زیادہ نزدیک ہو جائے گا اتنا ہی زیادہ دور

ابراہیم ۷ پ ۱۳ ع ۱۳

۲۶ ع ۱۳

www.maktabah.org

جا پڑے گا پس وہ واجد فاقد (ایسا پانے والا جو نہ پانے والا ہو) اور قریب بعید (ایسا قریب جو
بعید ہے) وہی رسی بٹنے والے کے شاگرد کا قصہ ہے جو اپنے استاد سے کہتا تھا کہ میں جسقدر زیادہ کام ۲۵۹
کرتا ہوں تجھ سے زیادہ دور ہوتا جاتا ہوں۔ آپ نے لکھا تھا کہ "معلوم ہوتا ہے کہ مخلوق کا رجوع
کرنا کمال کے ساتھ وابستہ نہیں ہے" ہاں اسی طرح ہے جبکہ مخلوق میں مقبول ہونا خالق تعالیٰ کے نزدیک
مقبول ہونے کی دلیل نہیں ہوتی کیونکہ باطل چیزوں کو بھی مخلوق کی قبولیت حاصل ہے تو (یہ) کمال
کی دلیل کیسے ہو سکتا ہے۔ والسلام علیکم۔

مکتوب ۱۱۲

شیخ محمد شریف کابلی کے نام خطا کے موقع پر تنبیہ کے متعلق اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ مرید کو
پیر کی خوشنودی طلب کرنا لازم ہے۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد بیان کیا جاتا ہے کہ اس اثنا میں سنا گیا کہ تم نے مولانا محمد صدیق کو جو کہ تمہارے
پیر ہیں رنج پہنچایا ہے اور گستاخیاں و بے ادبیاں کی ہیں اور سابقہ سلوک میں بہت تبدیلیاں آگئی
ہیں اور مولانا تم سے بہت زیادہ رنجیدہ ہیں اس حد تک کہ معاملہ تبرا (بیزاری) اور اجازت کے سلب تک
پہنچ گیا ہے اُن تواضعات اور فنائیتوں اور خدا طلبیوں سے جو کہ تم سے ظاہر ہوتی تھیں یہ امور بہت
ہی خلافِ توقع اور نہایت تعجب خیز ہیں جب تم پیر سے قطع تعلق کرتے ہو تو پھر کس کے ساتھ تعلق
جوڑو گے شاید اللہ تعالیٰ جل شانہ سے بھی قطع تعلق چاہتے ہو۔ مریدوں کی وجہ سے پیر سے قطع تعلق
نہیں کرنا چاہیے اور مخلوق کی رضامندی کے لیے خالق تعالیٰ شانہ سے قطع تعلق نہیں کیا جا سکتا۔
کیا مصیبت ہے دنیا سے حقوق اُٹھ گئے۔ تم جیسے لوگوں سے بھی اس قسم کی نازیبا حرکات ظاہر
ہوتی ہیں پس دوستوں اور اہلِ ارادت سے اعتماد اٹھ گیا جو شخص . . . . تربیت حاصل کر لے گا اور
کچھ قبولیت بہم پہنچا لے گا یا وہ کسی وقت میں کچھ صفائی (اپنے اندر) دیکھے گا وہ پیر سے روگردانی اور
ترکِ آشنائی اختیار کرے گا، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ ہونا چاہیے کہ ان امور کے مشاہدہ کے ۲/۱۵۷
ساتھ پیر کے ساتھ محبت کا رابطہ اور اعتقاد کی مضبوطی اور زیادہ ہو جائے اور اس کے آستانے کے ساتھ
انکساری و خاکساری زیادہ سے زیادہ ظاہر کرے کیونکہ یہ دولت اس کی پھیلائی ہوئی ہے اور یہ صفائی
و قبولیت اس کے انوار و برکات سے ہے نہ کہ اس سے سرکشی کرے اور رعونت (غرور) بہم پہنچائے کیونکہ

www.maktabah.org

اس وقت میں مشیخت (پیری مریدی کرنا) اور طالبوں کے ساتھ صحبت رکھنا طریقت کے محرمات میں سے ہے
ایمان کا سلامت رہنا ہی عجب بات ہے طالبین سے صحبت رکھنا ایک علیحدہ امر ہے۔ نفحات میں ایک
بزرگ سے نقل کرتے ہیں کہ جو شخص تیرے پیر کو رنجیدہ کرے اور تو اس سے نفرت نہ کرے تو کتا تجھ سے بہتر ہے،
چہ جائے کہ مرید خود پیر کو رنج پہنچائے۔ تم نے غلط سمجھا ہے، جلدی تدارک کرو اور جس طرح بھی مولانا راضی
ہوں اُن کو اپنے آپ سے راضی کرو اس کے علاوہ اور کوئی علاج نہیں ہے، اگر مولانا راضی ہیں تو ہم بھی
ص ۲۶۰ راضی ہیں ورنہ ہم بھی راضی نہیں ہیں ہمارا راضی ہونا مولانا کے راضی ہونے کی فرع (شاخ) ہے۔ ایک شخص
کہتا تھا کہ تم سرہند آنے کا ارادہ رکھتے ہو، مولانا کو راضی کئے بغیر سرہند آنا محض بے فائدہ ہے کہ پھر پشاور
جانا اور (مولانا کو) راضی کرنا پڑے گا جب مولانا ہم کو لکھیں گے کہ ہم فلاں شخص سے راضی ہو گئے ہیں اس کے
بعد ہم بھی راضی ہیں خواہ تم (یہاں) آؤ یا نہ آؤ۔ میرے مخدوم! جو کچھ لکھا گیا ہے وہ تمہاری دوستی اور بھلائی
کے لئے لکھا گیا ہے بُرا نہ مانیں ۔ ؎

من آنچہ شرط بلاغ است با تو میگویم — تو خواہ از سخنم پند گیر و خواہ ملال

[میں تجھ سے وہ بات کہتا ہوں جس کا پہنچانا ضروری ہے خواہ تو میری بات سے نصیحت حاصل کر یا رنجیدہ ہو]

نصیحت بظاہر تلخ ہے، سعادتمند وہ ہے جو اس تلخی کو شکر کی طرح چبائے اور معنوی شیرینی سے بہرہ مند ہو
چونکہ مولانا کے بہت سے خطوط تمہاری مختلف قسم کی شکایتوں کے بارے میں پہنچے اس بنا پر لکھا گیا،
نہایت تاکید ہے کہ ان چیزوں سے جو کہ درمیان میں آئی ہیں آپ شرمندہ ہوں اور مولانا کی رضامندی
میں (دل و) جان کے ساتھ کوشش کریں۔

مکتوب ۱۱۳

مخدوم زادہ عالی قدر جامع علوم ظاہری و باطنی خواجہ محمد نقشبند سلمہ ربہ کی خدمت میں
آیت کریمہ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الآیہ کی تاویل میں تحریر فرمایا۔ ۲۴/۳۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ حدیث شریف میں آیا ہے: اول ما خلق اللہ نوری [اللہ تعالیٰ
نے سب سے پہلے جو چیز پیدا کی وہ میرا نور ہے] سب سے پہلی چیز جس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا وہ نور محمدی
تھا علیٰ صاحبہا الصلوۃ والسلام والتحیۃ، اور تمام علوی و سفلی مخلوقات کو اس نور سے پیدا کیا اور
حق تعالیٰ گویا اس جگہ پر اپنی تعریف اس نور کے ساتھ کرتا ہے جہاں فرماتا ہے اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ

www.maktabah.org

وَالْاَرْضِ ای ذو نور السموات والارض [اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا نور ہے یعنی آسمانوں اور زمین کے ۲۴ / ۳۵
نور کا مالک ہے] حق سبحانہ وتعالیٰ اس نور کا مالک ہے کہ جس نور سے سب آسمان اور زمینیں اور جو کچھ
ان سب کے درمیان میں ہے وہ سب کچھ پیدا ہوا ہے۔ مَثَلُ نُوْرِہٖ (یعنی اس نور کی صفت (مثال)
جو کہ اس ذات (اللہ) تعالیٰ کی طرف منسوب ہے اور وہ نور گویا تعینِ اول اور حقیقتِ محمدی علیٰ
صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ سے کنایہ ہے کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ طاقچہ میں (رکھے ہوئے) ایک
چراغ کی مانند ہے اور کافِ تشبیہ کا مشکوٰۃ پر داخل ہونا اس بنا پر ہے کہ وہ مشکوٰۃ (طاقچہ) مصباح
(چراغ) پر مشتمل ہے اور مشکوٰۃ آنسرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بدنِ عنصری کو تصور کرنا چاہیے
اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَۃٍ وہ چراغ شیشہ کی قندیل میں روشن ہے اور وہ قندیل گویا اس خلاصۂ موجودات
صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا باطنِ مبارک ہے کہ اس نور نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے باطن کی راہ
سے بدنِ عنصری کے ساتھ تعلق حاصل کر لیا ہے اور باطن یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قلبِ مبارک ہے ص ۲۶۱
یا آپ کی ہیئتِ وحدانی ہے جو کہ عالمِ خلق و عالمِ امر کے دس اجزا کی ترکیب سے حاصل ہوئی ہے۔
یا ہم کہتے ہیں کہ زجاجہ (قندیل) تعینِ وجودی سے کنایہ ہے جو کہ تعینِ ثانی ہے کیونکہ تعینِ اول جو کہ تعینِ حبی ہے
مافوق کی نسبت سے تعینِ وجودی کے احاطہ میں ہے اور ہو سکتا ہے۔ زجاجہ تعینِ علمی سے کنایہ ہو کیونکہ
علم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک خصوصیت ہے جو کہ کسی دوسری صفت کو نہیں ہے اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبوبیت کے ساتھ اس صفت کے لئے ایک بھید ہے کہ کوئی دوسرا اس کا
محرم نہیں ہے اس لئے ہمارے حضرت عالی قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس کے مطابق اُس (اللہ) تعالیٰ
کے نزدیک سب سے محبوب صفت یہی صفت ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ زجاجہ تعینِ وجودی اور مشکوٰۃ
تعینِ علمی ہو۔ مختصر یہ ہے کہ اَلزُّجَاجَۃُ (یعنی) وہ آبگینہ جس معنی میں بھی ہو کمالِ صفائی و تازگی کے
باعث کَاَنَّھَا کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ گویا وہ ایک درخشاں ستارہ ہے۔

جاننا چاہیے کہ تعینِ اول و حقیقتِ محمدی ہمارے حضرتِ عالی (قدس سرہ) کے نزدیک تعینِ حبی
ہے پہلی چیز جو کہ مرتبۂ اطلاق اور پوشیدہ خزانے سے ظہور کے میدان میں آئی اور متعین ہوئی وہ حُبّ ہے
جو کہ اعتبارِ وجود کا مبدأ ہے جیسا کہ حدیثِ قدسی کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت
الخلق لاعرف [میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا پس میں نے چاہا کہ میں جانا پہچانا جاؤں تو میں نے مخلوق کو پیدا کیا تاکہ میں پہچانا جاؤں]
اس پر دلالت کرتی ہے، یہ تعینِ حبی جو کہ آنسرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی محبوبیتِ ذاتیہ کا منشا ہے
دائرہ کا مرکز ہے اور اس کا محیط خلت ہے جو کہ حقیقتِ ابراہیمی علیٰ نبینا وعلیہا الصلوٰۃ والسلام ہے

www.maktabah.org

مرکز کا حُسن ملاحت کے حُسن کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے اور محیط کا حسن صباحت کے حُسن کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے، صباحتِ حُسن ایک تفصیل ہے جو بیان ہو سکتی ہے جیسا کہ عالمِ مجاز میں اس کو خوش قامتی اور رخساروں کی صباحت اور آنکھ وابرو کی لطافت وغیرہ سے تعبیر کرتے ہیں اور ملاحت ایک معنوی حسن ہے اور ذوقی ادا ہے جو کہ تعبیر کے احاطے سے باہر اور مذکورہ بالا خوش قامتی ولطافت سے ماوراء ہے کہ جس سے اس حُسن (صباحت) کو تعبیر کرتے ہیں. کسی نے کیا اچھا کہا ہے ؎

آں دارد آں نگار کہ آنست ہر چہ ہست — آں را طلب کنید حریفاں کہ آں کجاست

[وہ معشوق ایسی شان رکھتا ہے کہ جو کچھ ہے وہی ہے، اے ساتھیو! اس کو طلب کرو کہ وہ کہاں ہے] اور یہ ایک تعین کا مرکز و محیط ہے جو کہ اُس کے اشرف و اسبق اجزا کے ساتھ مسمّیٰ ہے کہ مرکز یعنی حُب ہے اور دوسرا تعین تعینِ وجودی ہے کیونکہ حُب ہی ہے جو کہ وجود و ایجاد کا سبب بنی ہے اور تعینِ علمی تعینِ وجودی کے نیچے ہے اور اس کے حصوں میں سے ایک حصہ ہے لیکن سب سے زیادہ ۲۶۲
جامع حصہ ہے جیسا کہ اس کی تحقیق دوسری جگہ لکھی جا چکی ہے۔

ہم اصل بات کی طرف جاتے ہیں کہ وہ روشن چراغ جو کہ آبگینہ (شیشہ) میں ہے یُوْقَدُ جلایا جاتا ہے اور اس کے نور کو زیادہ کیا جاتا ہے مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ بہت برکت والے اور بہت فائدے والے درخت سے جو کہ زیتون کا درخت ہے کہ شام کی مقدس سرزمین میں اُگا ہے یہ مبارک درخت گویا کہ حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی خُلّت کی حقیقت سے کنایہ ہے اور چونکہ آں حضرت (ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام) شجرۂ انبیا ہیں اور قرآن مجید میں آپ کے حق میں وارد ہوا ہے وَبٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اِسْحٰقَ [اور ہم نے اس (ابراہیم علیہ السلام) پر اور اسحاق پر برکت پ ۲۳ ۱۱۳
نازل کی] اس بنا پر شجرۂ مبارکہ کو آپ سے تعبیر کر سکتے ہیں اور زیتون کو آپ کے ساتھ یہ مناسبت ہے کہ زیتون کے اُگنے کی جگہ ملکِ شام کی سرزمین ہے اور نیز (یہ) درخت مبارک ہے جیسا کہ منقول ہے کہ ستر پیغمبران علیہم السلام نے اس پر برکت کی دعا کی ہے کہ جن میں سے ایک حضرت خلیل علیہ السلام ہیں اور نیز روایت کرتے ہیں کہ زیتون پہلا درخت ہے جو کہ (نوح علیہ السلام کے) طوفان کے بعد اُگا ہے اور آں حضرت (خلیل اللہ علیہ السلام) بھی پہلے اولو العزم پیغمبر ہیں جو کہ (نوح علیہ السلام کے) طوفان کے بعد ظہور فرما ہوئے ہیں اور چونکہ خُلّت کی حقیقت زمین و آسمان کے طبقات سے بہت بلند ہے (اس لئے) اس کو لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ [نہ وہ شرقی رخ ہے اور نہ غربی رخ] فرمایا، يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ قریب ہے کہ اس درخت کا تیل خود بخود روشنی دے اگرچہ اس کو آگ مس نہ کرے۔

www.maktabah.org

یعنی حقیقتِ خلّت روشنی اور ہدایت دینے میں اس درجہ کی ہے کہ بغیر اس کے کہ محبت کی آگ اس سے مشتعل ہو روشنی دینے والی ہے اور اس کی صباحت ملاحت کی ملاوٹ کے بغیر مطلوب کی طرف رہبر ہے اور جب ولایتِ ابراہیمی ولایتِ محمدی علیہما الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ جمع ہو جاتی ہے اور محبت کا شعلہ خلّت سے روشن کیا جاتا ہے اور اس ولایت کی صباحت اُس ولایت کی ملاحت کے ساتھ مل جاتی ہے اور محیط کے کمالات مرکز میں رونما ہو جاتے ہیں نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ نور پر نور بڑھ جاتا ہے اور صباحت کا نور ملاحت کے نور کے ساتھ یکجا ہو جاتا ہے اور ابراہیمی نور محمدی نور علیہما الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ جمع ہو جاتا ہے اور ملاحت صباحت کے ساتھ رنگین ہو جاتی ہے ؎

پدر نور و پسر نورے ست مشہور ازیں جا فہم کن نورٌ علیٰ نور

(باپ نور ہے اور بیٹا ایک مشہور نور ہے یہیں سے نورٌ علیٰ نور کو سمجھ لے) انہی دونوروں کے اجتماع اور دو سعدوں کے یکجا ہونے سے محبوبیتِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اعلیٰ درجہ پر پہنچ جاتی ہے اور معاملہ عبودیت ص۶۳
کے دو طوق سے ایک طوق تک آجاتا ہے اور ملت ابراہیم علیہ السلام کے اتباع کے امر سے جو مقصود ہے وہ پوری طرح سے ظہور تک پہنچ جاتا ہے اور کما صلیت [جیسا کہ تو نے درود بھیجا حضرت ابراہیمؑ پر] کی دعا کامل طور پر قبول ہو جاتی ہے (پس) یہ کمال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں کامل طور پر حاصل ہو گیا اور جس چیز کی دعا کی گئی ہے وہ قبول ہو گئی الحمد للہ سبحانہ علیٰ ذالک وعلیٰ جمیع نعمائہٖ حمداً کثیراً (اس پر اللہ سبحانہ کے لئے حمد ہے اور اس کی تمام نعمتوں پر بکثرت حمد ہے)

اس معاملہ کے حاصل ہونے کے بعد جو توجہ کہ یہ خود ان پسماندگان کے حال کے ساتھ رکھتا تھا بہت کم ہو گئی ہے اور امت کے افراد میں سے ایک فرد کو ان کی نگہبانی پر مقرر کر دیا ہے اور خود خاص خلوتخانہ میں محبوب کے ساتھ خلوت رکھتا ہے علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ الصلوات والتسلیمات والبرکات والتحیات۔

بعض امور کی تفصیل جو یہاں اجمال کے ساتھ ذکر کی گئی ہے ہمارے حضرت عالی (قدس سرہٗ) کے مکتوبات قدسی آیات سے طلب کرنا چاہئے۔ والسلام

مکتوب ۱۱۴

مولانا محمد صدیق پشاوری کے نام بلندیٔ ہمت و محبت و حزن کی فضیلت میں تحریر فرمایا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ برادر عزیز مولانا محمد صدیق کے گرامی نامہ نے وصول ہو کر مسرور کیا

www.maktabah.org

آپ نے جو عنایات و برکات، بلند ہمتیوں، پیاس (طلب) اور دیوانگیوں کے وارد ہونے کے بارے میں تحریر فرمایا تھا اس کے مطالعہ سے لذت اندوز ہوا، آدمی کے جوہر کی قیمت اس کی ہمت کے موافق ہے اور جوہر جسقدر زیادہ قیمتی ہوگا اسی قدر زیادہ محبوب و مرغوب ہوگا، یہی وجہ ہے کہ روایت میں آیا ہے ان اللہ یحب معالی الھمم ویبغض سفسافھا [بیشک اللہ تعالیٰ بلند ہمتیوں کو پسند کرتا ہے اور پست ہمتیوں سے بغض رکھتا ہے] بلند ہمتی جب محبت وارفتگی کے نشہ کی کیفیت کے ساتھ جمع ہو جاتی ہے اور حزن و عشق کے ساتھ یکجا ہو جاتی ہے تو نورٌ علیٰ نور ہو جاتی ہے اور قیمت پر قیمت بڑھاتی ہے اور ترقی کی راہ زیادہ سے زیادہ کھول دیتی ہے من یرد اللہ بہ خیرا جعل فی قلبہ نائحۃ [جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کرنا چاہتا ہے اس کے قلب میں اپنا گریہ پیدا کر دیتا ہے] اور نیز (روایت میں) آیا ہے ان اللہ یحب کل قلب حزین [بیشک اللہ تعالیٰ ہر غمگین دل کو پسند کرتا ہے] حضور انور علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اگر کسی امت میں کوئی غمگین شخص روتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے رونے کی وجہ سے اس امت پر ضرور رحم کرتا ہے مصرع

اے شادی آں دل کہ دراں دل غم تست

[جس دل میں کہ تیرا غم ہے وہ دل کتنا خوش ہے] عشق و دردہی تو ہے جس نے آدمی کو تمام مخلوقات پر فضیلت دی ہے اور قرب و معرفت کی دولت سے نوازا ہے، جو شخص کہ محبت و شیفتگی کے نشہ سے خالی ہے وہ حیوانات کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ اگر انسان کے لئے فضیلت و بزرگی عشق و محبت کو قرار دیا جائے تو کسقدر اچھا اور زیبا ہے مکمل طور پر محدود عقل کا پابند نہیں ہونا چاہئے اور اس قید سے ۲۶۴
تھوڑی سی رہائی طلب کرنی چاہئے اس قید سے کسی جگہ پہنچنا دشوار ہے ؎

دل اندر زلفِ لیلیٰ بند کار از عقلِ مجنوں کن ‏ ‏ ‏ کہ عاشق را زیاں دارد مقالاتِ خردمندی

[دل کو لیلیٰ کی زلف میں قید کردے (اور) مجنوں کی عقل سے کام کر کیونکہ عقلمندی کی باتیں کرنا عاشق کے لئے نقصان دہ ہیں] میرے مخدوم! ملا محمد شریف کابلی کے بارے میں لوگ کہتے ہیں کہ اُس نے ان دنوں میں (اپنی) بہت زیادہ اصلاح کر لی ہے اور سابقہ عادات کو تبدیل کر لیا ہے اس بنا پر گنجائش ہے کہ اس کی لغزشوں کو معاف کر دیا جائے اور چونکہ ہدایت وافر والی صحبت رکھتا ہے اس کو اس عظیم امر پر مقرر کیا جائے اور تعلیم طریقت کی اجازت دیدینی چاہئے اور چونکہ آپ اس کے عادات و اطوار سے فقیر سے زیادہ واقف ہوں گے خوب غور اور استخارہ کر کے دل کے مائل ہونے کے بعد اسکو سر حلقہ مقرر کریں اور طریقہ سکھانے کی اجازت دیدیں، جس درجہ کا اخلاص و ارادت بھی رکھتا ہے غنیمت ہے بظاہر کوئی دوسرا اس سے ظہور میں آئیگا جو کہ اس سے بہتر ہوگا آپ کے اجازت دینے کے بعد فقیر بھی اس کے موافق اس کو کچھ لکھدیگا والسلام علیکم و علیٰ من لدیکم۔

www.maktabah.org

مکتوب ۱۱۵

شیخ عبداللطیف لشکرخانی کے نام محبوب حقیقی جل شانہٗ کے تنزیہ (پاکی) کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علی رسول اللہ، اس مسکین کی غریبانہ دعا فتوح ابواب کا وسیلہ ہو، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا حمد وشکر ہے کہ اس نواح کے فقراء کے حالات نیکی کے طریقہ پر ہیں اور ایک نگرانی کے سوا کسی طرح پر بھی کوئی دوسری نگرانی نہیں ہے اور ظاہری گرفتاریوں (پابندیوں) کے باوجود حقیقت میں ایک ہی گرفتاری ہے اگرچہ اس بے نشان کا کوئی پتہ نشان حاصل نہیں ہے، اس جگہ کا تمام کاروبار سوز وگداز ہے اور اس طرف کی تمام بود وباش درد وانتظار ہے، ایک پوشیدہ درد ہے اور نالہ کے بغیر ایک سوز ہے اور بے حد ہے - مصرع کہ می سوزد درون چوں شمع و پیراہن نمی سوزد

[کہ باطن شمع کی طرح جلتا ہے حالانکہ پیراہن (لباس ظاہر) نہیں جلتا]

مکتوب ۱۱۶

میرزا عبید اللہ کے نام حق سبحانہ وتعالیٰ کی ورائیت کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ، برادر رشید عبید اللہ بیگ اس ناکارہ کو دعائے
۲۶۵ خیر سے فراموش نہ کریں اور ہمیشہ قرب کے مراتب میں جذبات وعنایات کے ساتھ ممتاز رہیں اور گفتگو سے خاموشی میں اور علم سے نادانی میں آئیں بلکہ سلوک وجذبہ کے مراتب کے لئے کوشش کریں اور معرفت وجہل (نادانی) سے برتر کو تلاش کریں کیونکہ ہم جس امر کے درپے ہیں وہ جذبہ وسلوک سے بلند تر ہے اور آفاق و انفس سے باہر اور فنا وبقا، تجلیات وظہورات، دخول وخروج، قرب وبعد توحید واتحاد، شہود و مشاہدات، لفظ ومعنی، علم وجہل، کثرت ووحدت، اسم وصفت، قید واطلاق، شیون واعتبارات، موہومات وتخیلات ومکاشفات اور تجلی افعال وصفات وذات تعالیٰ وتقدس سے ماوراء ہے۔ اصل اس بارگاہ سے ظل کی طرح راہ میں ہے پس وہ سبحانہ وتعالیٰ وراء الوراء ثم وراء الوراء ہے۔ یہ ورائیت قرب کی جانب میں ہے نہ کہ بُعد کی جانب میں، جو کچھ تصور کیا جائے اس سے نزدیک تر ہے بلکہ اس شخص کی ذات سے بھی اس شخص کے زیادہ نزدیک ہے بُعد کی جانب میں ورائیت (ماوراء ہونا) وہم کی جولانگاہ ہے اور

www.maktabah.org

یہ ورائیت عقل و ادراک اور وہم و خیال کی آنکھ سے باہر ہے کیونکہ فہم و وہم کسی اپنے سے زیادہ نزدیک کا تصور نہیں کر سکتے پس وہ ذات تعالیٰ و تقدس وجود میں سب سے زیادہ قریب اور وجدان سے بہت بعید ہے، یہ کمال کمالاتِ ولایتِ انبیاء علیہم الصلوات والبرکات میں سے ہے اس لئے کہ کمالاتِ ولایتِ اولیاء مراتبِ قرب میں منحصر ہیں کیونکہ قرب کی غایت (انتہا) اتحاد و دوئی کا رفع ہوتا ہے جو کہ اس قرب کی نہایت ہے اور اقربیت کا معاملہ اتحاد سے بھی زیادہ نازک تر ہے، اتحاد سے گذر جانا چاہیے تاکہ اقربیت کا معاملہ رونما ہو جائے۔ مصرع لذتِ مے نشناسی بخدا تا نہ چشی

[خدا کی قسم جبتک تو نہیں چکھے گا شراب کی لذت کو نہیں پہچانے گا]

مکتوب ١١٧

مُلا شہداد کے نام فنائے قلب و نفس کے حاصل کرنے پر ترغیب دینے کے بیان میں تحریر فرمایا۔

دعائیں دینے کے بعد برادرم ملا شہداد کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ اس فقیر کے احوال لائقِ حمد ہیں اور دوستوں کی خیریت کے لئے دعا و امید کی گئی ہے، چاہیے کہ سنت کی اتباع میں کوشش کریں اور اوقات کو طاعات کی پابندیوں کے ساتھ آباد کرنے میں پوری پوری کوشش کریں اور ذکرِ قلبی توجہ پر
٢٦٦ پوری ہمت کے ساتھ مداومت رکھیں یہاں تک کہ مذکور (جس کا ذکر کیا جائے یعنی اللہ تعالیٰ) کے ماسوا (سب کچھ) سینہ کی وسعت سے نکل جائے اور اس کا علمی و حُبی تعلق اُس ذات اللہ تعالیٰ کے ماسوا سے منقطع ہو جائے کہ اگر تکلف سے (بھی) ماسوا کو یاد دلائیں تو (بھی) یاد نہ آئے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ساتھ حضور دل کا ملکہ (طبیعتِ ثانیہ) بن جائے جیسا کہ سُننا قوتِ سامعہ کی صفت اور دیکھنا قوتِ باصرہ کی صفت اس وقت فنائے قلبی حاصل ہوتی ہے اس کے بعد اگر محض فضل سے نفسِ حاضر (ذاتِ سالک) بھی زوال کی طرف رخ کرے اور پوری طرح فنا ہو جائے اور حضور و توجہ کی نسبت اس طرف سے منقطع ہو کر اس کے ساتھ مل جائے اور اس کا حضور اس کے ساتھ رونما ہو جائے تو فنائے نفس سے مشرف ہو جائے۔ مصرع

ایں کار دولت است کنون تا کرا دہند [یہ نصیب کی بات ہے دیکھئے اب کس کو دیتے ہیں]

مکتوب ١١٨

www.maktabah.org

مولانا محمد صدیق پشاوری کے نام مقامِ مشیخت کی رعایت اور اس کے بعض لوازم کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، مکتوب مرغوب نے جو کہ آپ نے اس عرصہ میں ارسال کیا تھا موصول ہو کر مسرور کیا حق سبحانہ وتعالیٰ (اپنے) پسندیدہ طریقے پر استقامت عنایت فرمائے اور مبارک مقصد تک پہنچنے کی رکاوٹوں سے بچائے، آپ نے لکھا تھا کہ حکم کے مطابق طالبین کے مجمع کو ایک طرح سے مشغول رکھتا تھا اور کوئی شخص تاثیر کے بغیر نہیں رہتا تھا حتیٰ کہ ان میں سے اکثر پہلی ہی توجہ میں متاثر ہو جاتے تھے" اس پر اللہ تعالیٰ کا حمد و شکر ہے، اس بڑی نعمت کا شکر بجا لائیں اور عجب (خود پسندی) اور غرور سے ڈرتے رہیں اور اس امر کو جو کہ مقامِ دعوت ہے عظیم اور بزرگ جانیں اور اس کے حق کی ادائیگی سے (اپنے) قصور کا اعتراف کرتے رہیں اور طالبین کی طرف توجہات کرنے اور ان کے احوال کی جستجو میں تساہل نہ برتیں کہ یہ بہت بڑی عبادتوں میں سے ہے، اس امر سے فراغت اور اس کا حق ادا کرنے کے بعد اپنی طاقت کے مطابق دوسری طاعات مثلاً درس و اذکار میں مشغول ہوں، آپ نے یہ سنا ہوگا: ان احب عباد اللہ الی اللہ من حبب اللہ الی عبادہ [بیشک اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کے بندوں میں سب سے زیادہ محبوب وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کی محبت اس کے بندوں کے دلوں میں ڈال دے]۔

آپ نے طالبین کی بوالہوسی اور عدمِ استقامت کی کچھ شکایت کی تھی اور انھیں طریقہ سکھانے سے افسردگی کا اظہار کیا تھا۔ میرے مخدوم! اس زمانے کے اکثر طالبوں کا یہی حال ہے، طالبِ صادق کم ہیں لیکن خود استخارہ کرنے اور اس کے استخارہ کرنے اور شرح صدر حاصل ہو جانے کے بعد طریقہ سکھا دینا چاہیے اس کے بعد اگر بے استقامتی اور روگردانی کسی شخص میں ظاہر ہو تو کہہ دیجئے کہ جو کرے اس میں اسی کا نقصان ہے،

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ پ۱۳ ع۶

[آپ کہہ دیجئے کہ یہ میرا راستہ ہے میں اللہ تعالیٰ کی طرف اس طرح پر دعوت دیتا ہوں کہ میں اور میرا اتباع کرنے والے واضح دلیل پر ہیں، اللہ تعالیٰ پاک ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں]۔ ۲۶۷

مکتوب ۱۱۹

مولانا محمد امین کے نام اُن کے خط کے جواب میں جو کہ واردات پر مشتمل تھا اور آیت مبارکہ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ اور آیہ مبارکہ مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ الآیہ کے درمیان توفیق دینے کی

www.maktabah.org

صورت میں اور حضور نقشبندیہ اور دیگر سوالات کے جواب میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علےٰ عبادہ الذین اصطفٰے۔ برادرِ عزیز مولانا محمد امین کا مکتوبِ مرغوب موصول ہو کر فرحت و مسرت کا باعث ہوا، اللہ سبحانہ وتعالیٰ آپ کا ذوق و شوق و توفیق زیادہ کرے، آپ نے مہاجرت (جدائی) کے آلام کا اظہار کیا تھا۔ میرے مخدوم! دنیا دار الفراق (جدائی کی جگہ) ہے دعا کریں کہ ہم دار السلام (جنت) میں اکٹھے ہو جائیں، آپ نے لکھا تھا کہ "ان دنوں میں نیستی (فنائیت) اور ہر لحہ اہلِ دنیا کے تغیر کی دید نئے سرے سے تازہ ہو گئی ہے" میرے مخدوم! نیستی (فنائیت) کا دیکھنا علم سے تعبیر کیا جاتا ہے جو کہ فنا کا مقدمہ (ابتداء) ہے اور ہر لمحہ اہلِ دنیا کا تغیر سالک کے شہود سے تعلق رکھتا ہے جیسا کہ اس کی تفصیل آپ کے سامنے زبانی بیان ہو چکی ہے۔ اور نیز آپ نے لکھا تھا کہ تمام اہلِ جہان کو حق تعالیٰ جل وعلا کے ظہورات پاتا ہوں اور مظاہر کے غلط دکھانے والے آئینے میں ذات واحد کے سوا اور کچھ مشہود نہیں ہوتا ہے اور نہیں جانتا کہ معبود کیا ہے اور عابد کون ہے۔" میرے مخدوم! اس دید اور اس شہود کو دوسرے مشائخ کمال جانتے ہیں اور فتح الباب (دروازہ کا کھل جانا) کہتے ہیں اچھا و مبارک ہے۔ لیکن اس حال کے غلبہ کے وقت شرعی آداب کی پوری طرح حفاظت (رعایت) کرنی چاہئے اور بندگی کے حقوق اچھی طرح بجا لانے چاہئیں، اور یقین کرنا چاہئے کہ یہ شعبدہ صحیح ہونے کی صورت میں محبوب کی محبت کے غلبہ کی وجہ سے ہے کیونکہ محِب (عاشق) جو کچھ دیکھتا اور جانتا ہے وہ محبوب (معشوق) کے سوا نہ کچھ دیکھتا ہے اور نہ کچھ جانتا ہے اور جہاں کہیں سے لذت حاصل کرتا ہے (اس کو) محبوب کی طرف منسوب کرتا ہے اور آپ نے جو عابد و معبود کے درمیان تمیز نہ ہونا لکھا ہے یہ مقام جمع سے پیدا ہوا ہے کہ جس کو کفرِ حقیقی بھی کہتے ہیں جب (سالک) فرق بعد الجمع کے مقام میں پہنچتا ہے اور کفر سے اسلامِ حقیقی میں آجاتا ہے تو عابد کو معبود سے متمیز (ممتاز) پاتا ہے اور خلق (مخلوق) کو خالق تعالیٰ سے جدا دیکھتا ہے اور جو کچھ اوپر بیان ہوا کہ "یہ شعبدہ صحیح ہونے کی صورت میں" کیونکہ کثرت کے آئینوں میں ذات واحد تعالیٰ مشہود نہیں ہے ؎

خلق را وجہ کے نماید او در کدام آئینہ در آید او

[وہ مخلوق کو چہرہ کب دکھاتا ہے بھلا وہ کونسے آئینے میں آتا ہے]۔

آپ نے لکھا تھا "سبحان اللہ انا الحق اور سبحانی کہنے والے کو اہلِ ظواہر لعنت ملامت کرتے ہیں (برا کہتے ہیں) شاید وہ نہیں جانتے کہ غیریت کی نسبت سے کیا کھلتا ہے اور اس گرداب والوں کو کیا حاصل ص ۲۶۸
ہوتا ہے الخ" جان لیں کہ ممکنات کے حقائق عدمات ہیں جنھوں نے کہ کمالات کے انعکاس کے ذریعہ سے امتیاز

www.maktabah.org

حاصل کر لیا ہے، پس ممکنات میں کمالات مرتبۂ وجوب سے مستعار و مستفاد ہوتے ہیں اور ان کی ذاتیں عدمات کے سوا کوئی اور چیز نہیں ہوتیں اور جب بیتعارت کا دیکھنا عارف پر غالب آجاتا ہے تو وہ انعکاسی کمالات کو ٹھیک اصل کے سپرد کر دیتا ہے اور اپنے آپ کو محض عدم دیکھتا ہے اور ہستی اور اس کے توابع کی بُو اپنے اندر نہیں پاتا اس وقت وہ فنائے حقیقی سے مشرف ہو جاتا ہے نہ یہ کہ اپنے آپ کو عین حق تعالیٰ پائے کیونکہ خودی اس سے زائل ہو چکی اور انانیت کی جڑ اکھڑ چکی ہے اس لئے انا الحق اور اس جیسے دوسرے کلمات نہیں کہتا، معدوم کو موجود حقیقی کے ساتھ کیا اتحاد اور کونسی شرکت ہے، غیریت کی نفی سے مقصود خیر و کمال میں واجب تعالیٰ کے ساتھ ممکن کی شرکت کا منتفی ہونا ہے اور یہ شرکت کی نفی اس صورت میں پورے طور پر حاصل ہے اس اشتراک کی نفی کے لئے کیا ضرورت ہے کہ ہم عینیت کے قائل ہوں اور جن چیزوں سے بچنا چاہئے ان میں مبتلا ہوں۔ ان دو آیتوں یعنی آیۂ کریمہ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ [کہہ دیجئے کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے] اور آیۂ کریمہ مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ [جو بھلائی تجھ کو پہنچتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جو بھی برائی تجھ کو پہنچتی ہے وہ تیرے نفس کی طرف سے ہے] کے درمیان توفیق کی صورت آپ نے دریافت کی تھی، جان لیں کہ سیئات کہ جس سے مراد اس جگہ بلیات (آزمائشیں) ہیں کا پیدا کرنا حق سبحانہٗ و تعالیٰ کی طرف سے ہے لیکن جزا بندے کے بُرے اعمال کی وجہ سے ہے اور وہ اپنے عمل کی شامت (برائی) کی وجہ سے بلا و مصیبت کا مورد نازل ہونے کی جگہ ہو جاتا ہے جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ انھوں نے فرمایا ما من مسلم یصیبہ وصب ولا نصب حتی الشوکۃ یشاکہا وحتی انقطاع شسع نعلہ الا بذنب وما یعفو اللہ اکثر [کوئی مسلمان ایسا نہیں ہے کہ جس کو کوئی بیماری یا سختی پہنچے حتیٰ کہ اس کو کانٹا لگے یا اس کی جوتی کا کوئی تسمہ ٹوٹے مگر یہ کہ وہ کسی گناہ کی وجہ سے ہوتا ہے اور اکثر گناہوں کو تو اللہ تعالیٰ معاف کر دیتا ہے]۔ پس بلا (مصیبت) کی پیدائش اور اس کے پہنچنے کے اعتبار سے فرمایا قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ اور گناہوں کے کسب کے ذریعہ اس (مصیبت) کو خود پر مسلط کرنے کے اعتبار سے فرمایا فَمِنْ نَّفْسِكَ پس کوئی تضاد (مخالفت) نہیں ہے بخلاف حسنہ (بھلائی) کے کہ محض (اللہ تعالیٰ کا) فضل و کرم ہے، بندہ کے تمام نیک اعمال وجود کی نعمت کا بدلہ بھی ادا نہیں کر سکتے دوسری نعمتوں کو تو کیا پہنچیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا: لا یدخل الجنۃ احد الا برحمۃ اللہ قیل ولا انت قال علیہ وعلیٰ آلہ الصلوۃ و السلام ولا انا [جنت میں کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بغیر داخل نہیں ہوگا۔ عرض کیا گیا اور کیا آپ بھی

---

[1] ترجمہ: کہہ دیجئے سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ [2] ترجمہ: پس تیری اپنی ذات کی طرف سے ہے۔

www.maktabah.org

نہیں داخل ہوں گے؟ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اور میں بھی نہیں) اور یہ جو دنیا و آخرت کی بعض نعمتوں کو قرآن و احادیث میں بندہ کے عمل کی جزا فرمایا ہے یہ بھی فضل و کرم کی وجہ سے ہے کہ محض فضل کی وجہ سے بندے کے عمل کو اس درجہ تک پہنچا دیا گیا ہے ؎

چشم دارم کہ دہد اشک مرا حسنِ قبول   آنکہ دُر ساختہ است قطرۂ بارانی را

[اے (اللہ) کہ جس نے بارش کے قطرہ کو موتی بنا دیا ہے میں امید رکھتا ہوں کہ وہ میرے آنسوؤں کو حسنِ قبول عطا فرمائے گا]

اور نیز جود جو کہ بالاصالت حضرت معبود تعالیٰ کے لئے خاص ہے وہ ہر خیر و کمال کا مبدأ ہے پس مبدأ ص ۲۶۹ حسنات وہی ذات تعالیٰ و تقدس ہے اور عدم جو کہ ممکن کی ذات ہے ہر شر و نقص کا منشا (جائے پیدائش) ہے پس سیئات (برائیوں) کا منشا ذاتِ ممکن ہوئی اور آیۂ کریمہ قل کل من عند اللہ پیدا کرنے کے اعتبار سے ہے منشا اور چیز ہے اور پیدا کرنا اور چیز ہے جیسا کہ کہتے ہیں کہ نباتات کا منشا (جائے پیدائش) زمین ہے اور مروارید کا منشا پانی ہے حالانکہ ان کا پیدا کرنا اُس (اللہ) تعالیٰ کی طرف سے ہے نسبتِ نقشبندیہ اور ان اکابر کے حضورِ خاص کے بارے میں دریافت کیا گیا تھا، جان لیں کہ نسبتِ نقشبندیہ اور ان حضرات کا حضور ایک ایسا شہود ہے جو شاہدی و مشہودی کے وصف سے بَری (پاک) ہے اور ایک ایسا حضور ہے جو حاضر اور حاضریت کی نسبت سے برتر ہے کیونکہ حیرت سے تعلق رکھتا ہے اور اس مقام میں حق سبحانہ کا شہود خود بخود ہے اور اس حضور کو حضور بے غیبت بھی کہتے ہیں۔ قدوۃ المحققین ہمارے حضرت عالی (قدس سرہ) نے لکھا ہے کہ اندراج النہایت فی البدایۃ (ابتدا میں انتہا کا درج ہونا) اس مقام میں صورت پذیر ہوتی ہے اور اس طریقہ میں طالب کو اس نسبت کا حاصل ہونا ایسا ہے جیسا کہ دوسرے سلسلوں میں اپنے پیر سے اذکار و اوراد کا اخذ کرنا ہے تاکہ اس پر عمل کرے اور مقصود کا پتہ لگائے۔ ع

قیاس کُن ز گلستانِ من بہارِ مرا   [میرے گلستاں سے میری بہار کو قیاس کر]

اور نیز آپ نے مشائخ نقشبندیہ کے بارے میں لکھا تھا کہ "وہ فرماتے ہیں کہ ہم فضلی ہیں کیونکہ دوسروں کی نہایت (انتہا) ہماری بدایت (ابتداء) میں مندرج ہے پس ان حضرات رضی اللہ عنہم کی نہایت سے کیا مراد ہے" میرے مخدوم! اس معنی کا بیان ان اکابر کی کتابوں میں کسی جگہ نظر سے نہیں گذرا معلوم نہیں ہے کہ سوائے ہمارے حضرتِ عالی قدسنا اللہ بسرہ کے کسی نے اس معمہ کی شرح کی ہو کیونکہ آپ نے اس سوال کا جواب تفصیل کے ساتھ مکتوباتِ شریفہ کی جلد اول کے دو سو اکیسویں ۲۲۱ مکتوب میں لکھا ہے اگر اس معنی کا شوق دامنگیر ہو تو وہاں سے مطالعہ فرمائیں اور جو واقعہ آپ نے دیکھا ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ قدوۃ المحققین ہمارے حضرت عالی (قدس سرہ) تمام اولیاء سے حتیٰ کہ فلاں عزیز سے بھی افضل ہیں اور آپ نے

www.maktabah.org

اس واقعہ سے ایک گونہ اضطراب ظاہر کیا ہے۔ میرے مخدوم! اضطراب کا کوئی مقام نہیں ہے کیونکہ اس جگہ افضل انفع کے معنی میں ہو سکتا ہے اور اسی معنی میں حضرت خواجہ احرار قدس سرہ العزیز نے فرمایا ہے

سایۂ رہبر بہ است از ذکر حق [رہبر کا سایہ حق تعالیٰ کے ذکر سے بہتر ہے]

یعنی پیر کی صورت کی حفاظت کہ جس کو رابطہ کہتے ہیں مرید کے لیے ذکر کرنے سے زیادہ فائدہ مند ہے۔
ص ۲۷ اور جو واقعہ کہ آپ نے بواسیر کی انگوٹھی کے بارے میں دیکھا ہے وہ آپ نے لکھا تھا حق یہ ہے کہ فقیر بھی اس انگوٹھی کو اچھا نہیں سمجھتا حدیث شریف من علق شیئا وکل الیہ [جس نے کوئی چیز لٹکائی وہ اس کے سپرد کر دیا گیا] کا مضمون آپ نے سنا ہوگا۔ آپ نے لکھا تھا کہ "نا انصاف لوگ تہمت لگاتے ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے"۔ میرے مخدوم! اگر آپ میں (یہ بات) نہیں ہے تو (ان کی تہمت) آپ کے لیے کفارہ ہو جائیگی دل میں کچھ خیال نہ لائیں نعوذ باللہ من الحور بعد الکور [ہم فراخی کے بعد تنگی سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں] حق سبحانہ وتعالیٰ سے استقامت طلب کریں اور اس دور افتادہ کو دعا سے فراموش نہ کریں۔

مکتوب ۱۲۰

مولانا محمد حنیف کے نام، اس کے عریضہ کے جواب میں تحریر فرمایا جو کہ بلند حالت اور روشن واقعہ پر مشتمل تھا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ برادر عزیز مولانا محمد حنیف کا مکتوب گرامی پہنچکر بہت زیادہ خوشی و مسرت کا باعث ہوا حضرت حق سبحانہ قرب کے درجات میں بے حد ترقیات عنایت فرمائے آپ نے لکھا تھا کہ "یہاں پہنچنے کے بعد ایک کیفیت ظاہر ہوتی ہے اور تمام بدن میں سرایت کرتی ہے الخ" اور نیز آپ نے لکھا تھا کہ ایسا سمجھ میں آتا ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت کو اس نسبت کے حاصل ہونے میں کامل دخل ہے جس قدر تلاوت کرتا ہے وہ نسبت طاقت پکڑتی ہے اور اگر تلاوت میں کچھ فتور ہوتا ہے تو اس نسبت میں بھی فتور واقع ہو جاتا ہے۔

میرے مخدوم! ہو سکتا ہے کہ اس کیفیت کا منشا درجاتِ پیدائش حقیقتِ قرآنی ہو اور چونکہ آپ محبت کا رابطہ اس نسبت والوں کے ساتھ درست رکھتے ہیں اور استعداد کی جمعیت بھی رکھتے ہیں اس کیفیت اور اس قسم کی اور کیفیات کا حاصل ہونا آپ سے نزدیک ہے مختصر یہ ہے کہ مذکورہ نسبت ظلال کی نسبتوں سے اوپر ہے اور اصل الاصل کے ساتھ وابستہ معلوم ہوتی ہے، آپ نے مخصوص کمالات اور ضمنی نسبت کا شوق

www.maktabah.org

ظاہر کیا تھا ہوسکتا ہے کہ اس سے کچھ حصہ حاصل ہو چکا ہو، اور یہ کیفیت جو آپ نے لکھی ہے اسی کا اثر ہو، فقیر نے اس بارے میں غور نہیں کیا ہے امیدوار رہیں ؎

ازاں طرف نہ پذیرد کمال او نقصان وزیں طرف شرفِ روزگارِ من باشد

(اُس (اللہ تعالیٰ) کے کمال میں تو کوئی کمی نہیں آتی اور میرا درجہ بلند ہو جاتا ہے) آپ نے جدید مسودات طلب کئے تھے اگر توفیق پائی تو ہم ایک دوست سے کہیں گے کہ اگر اس میں سے کوئی چیز نقل کے قابل ہو تو نقل کر کے بھیج دے۔ اور یہ واقعہ جو آپ نے دیکھا تھا کہ گویا کوئی شخص اپنے منھ کا تھوک میرے منھ
۲۷۱ میں ڈالتا ہے اور کہتا ہے کہ آنسرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امانت ہے جو آنحضرت نے آپ کیلئے دی تھی میں نے پہنچا دی" نہایت اصیل اور امید دلانے والا ہے اگرچہ اس کا اثر فی الحال ظاہر نہ ہو۔

اور جو کچھ آپ نے اپنے دوستوں کے حالات میں لکھا تھا (اس نے) بہت مسرور کیا، تمام حالات موزوں اور مقبول ہیں ایک دوسرے کے ساتھ دست و گریبان (مربوط) ہیں، اللہ تعالیٰ ترقیات عطا فرما کر مطلب حقیقی تک پہنچائے اور چونکہ اعتکاف کے دن تھے اور ضروری کام درپیش تھے زیادہ تحریر کے ساتھ مشغول نہیں ہوسکا اور ضروری جوابات پر کفایت کی۔ رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

[اے ہمارے رب ہمارے لئے ہمارے نور کو پورا کردے اور ہمیں معاف فرما دے بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے] خط لکھنے کے بعد نسبت ضمنیہ کے حاصل ہونے کے بارے میں قدرے غور کیا گیا کچھ واضح نہیں ہوا اگر مقدر ہے تو پھر اس بارے میں پوری طرح غور و توجہ کریگا۔ انہ المیسر لکل عسیر [بیشک وہی (اللہ تعالیٰ ہی) ہر مشکل کو آسان کرنے والا ہے]

مکتوب ۱۲۱

پیرزادہ خواجہ عبیداللہ کی خدمت میں اس بارے میں تحریر فرمایا کہ سبقت پیشقدمی اصل کی طرف ہے؟ اور ظل کسی چیز کے ساتھ مستقل نہیں ہے۔

حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ اپنے نبی کریم اور ان کی آل امجاد علیہ وعلیہم الصلوات والبرکات الی یوم التناد کے طفیل میں حضرت مخدوم و مخدوم زادہ کو دیر تک دوستوں اور بھلائی چاہنے والوں کے سروں پر باقی اور قائم رکھے۔ آپ کے گرامی عنایت نامہ کے ورود سے مشرف ہوا امید ہے کہ اس فراق زدہ ناکارہ کو کبھی کبھی اپنے معطر دل کے گوشہ میں لاکر الطاف و عنایات سے نوازتے رہیں گے، اس طرف سے سراسر کوتاہی ہے معاف فرمائیں بیشک کرم کریموں سے ظاہر ہوتا ہے۔ مصرع

www.maktabah.org

درخانہ بکدخدائی ماند ہمہ چیز [گھر میں ہر چیز مالک کی ہوتی ہے]

ابتداء مبدا کی طرف سے اور حقیقت میں اصل کی طرف سے ہونی چاہیے، پہلے ہی سے اسی طرح ہوتا آیا ہے اور اخذِ شوق اس بارگاہ کے ساتھ منسوب ہوا ہے جو خیر و کمال کہ ظل رکھتا ہے اصل سے مستفاد و مستعار ہے ظل کسی چیز میں بھی اپنے ساتھ استقلال نہیں رکھتا اگر وہ خیر و کمال کی نسبت اپنی طرف کرے تو خائن ہوگا اور اصل کے ساتھ برابری کا دعوی کرے گا اس کے حق میں اپنے آپ سے کمال کی نفی کرنا ہی کمال ہے اور خیریت (بھلا ہونے) کے سلب (نفی) میں ہی خیریت (بھلائی) ہے جو حصہ کہ وہ اصل سے رکھتا ہے انتسابات کو اس (اصل) کی طرف لوٹانے کے بعد ظل کے لئے محو و لاشے ہونا ہے جس قدر اصل کا ظہور

ص۲۷۲ زیادہ ہوگا اسی قدر ظل کا محو و لاشی ہونا زیادہ ہوگا کسی نے کیا اچھا کہا ہے ؎

معشوق اگرچہ گشت ہمخانۂ ما ویران تر از اول ست ویرانۂ ما

[اگرچہ معشوق ہمارا ہمخانہ ہوگیا ہے لیکن ہمارا ویرانہ پہلے سے بھی زیادہ ویران ہے] ظل بیچارہ جو کہ نفی ہونے کے سوا اصل سے اور کچھ حصہ نہیں رکھتا اس کے کمال و جمال سے کیا خبر رکھتا ہوگا مگر یہ کہ عدم کے بعد پایا جائے اور ولادتِ ثانیہ کے ساتھ پیدا کیا جائے پس اس وقت (اس قابل ہو سکتا ہے، کیونکہ) بادشاہ کی بخششیں اس کی سواریاں ہی اٹھاتی ہیں ؎

ومن بعد ھذا ما یدق صفاتہ وما کتمہ احظی لدیہ واجمل

[اور اس کے بعد وہ مقام ہے جس کی صفات کا بیان بہت مشکل ہے اور وہ مقام ہے جس کا چھپانا اس کے نزدیک زیادہ مناسب بہتر ہے] بات دوسری جگہ چلی گئی مقصود یہ ہے کہ اس طرف کی تقصیرات پر نظر نہ کرتے ہوئے غائبانہ توجہ سے فراموش نہ کریں اور اس عاصی کو دعائے خیر و سلامتی خاتمہ سے یاد فرماتے رہیں۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۲۲

مولانا محمد صدیق پشاوری کے نام ان کے احوال کی شرح اور ان سوالات کے جوابات میں جو انھوں نے پوچھے تھے اور ان کے دوستوں کے احوال کی تحسین کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی، آپ کا پسندیدہ مکتوب پہنچا چونکہ حالات و کیفیات کی استقامت اور احوال کی سنجیدگی کی خبر دینے والا تھا اس لئے اس کے مطالعہ نے فرحت بخشی، اللہ تعالیٰ جل وعلا کا شکر بجا لائیں اور مزید انعامات کے طالب رہیں لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيْدَنَّكُمْ [اگر تم شکر کرو گے پ۱۳ ع۱۶

www.maktabah.org

تو میں فرد دم کو اور زیادہ مدد دونگا) آپ نے لکھا تھا کہ "خود کو دوسرے عالم میں جانتا ہے اور اس عالم کے ساتھ کوئی سا اس (تعلق) نہیں رکھتا" اس کا منشا (جائے پیدائش) باطن کا عالم سفلی سے انقطاع اور عالم علوی کے ساتھ اس کا اتصال ہے لیکن یہ دید (مشاہدہ) عروج کے وقت میں ہے اور نزول کے وقت جبکہ ظاہر و باطن (دونوں) کے ساتھ مخلوق کی طرف متوجہ ہے یہ دید مفقود ہے، اور یہ جو آپ اپنے جثہ (بدن) کو جماد کی طرح بے حس و حرکت پاتے ہیں اور ہستی کا کوئی اثر اپنے اندر نہیں سمجھتے فنا کی وجہ سے ہے اور جو آپ خود کو انوار میں گھرا ہوا دیکھتے ہیں اور نور کے دریاؤں کو اپنے اندر حلول کرتا ہوا پاتے ہیں اور نور کے اجزا میں سے ہر جزو کو اپنے اجزا جانتے ہیں ہو سکتا ہے کہ بقا کی وجہ سے ہو۔

جان لیں کہ فنائے نفس میں معتبر یہ ہے کہ سالک ذوق (وجدان) کے ساتھ اپنے وجود و توابع وجود یعنی صفات کمال کو کمالات واجبی (تعالیٰ) کا ظلال پائے اور یہ دید (دیکھنا) ایسی غالب آجائے کہ ان کمالات کو پوری طرح اصل کے سپرد کر دے اور خود کو مُردہ جماد دیکھے اور انا کے ساتھ تعبیر نہ کرے، نہ اپنے اندر کوئی ذکر پائے اور نہ کوئی توجہ، محقق (اس مقام پر پہنچنے) کے بعد اس کی توجہ اس کے ساتھ ہے اور بقا ولادت ثانیہ کے ساتھ وابستہ ہے من قتلتہ فانا دیتہ [جس کو میں قتل کرتا ہوں اس کا خون بہا میں خود ہوں] اس وقت عارف کو اپنے پاس سے اوصاف واخلاق عطا فرماتے ہیں اور عارف اپنے آپ کو معروف کے اوصاف کے ساتھ زندہ اور جاننے والا اور سننے والا اور دیکھنے والا اور بولنے والا پاتا ہے۔

جاننا چاہیے کہ فنا و بقا حقیقت میں اس اسم کے ساتھ ہے جو کہ سالک کا مبدأ تعین ہے نہ کہ حق تعالیٰ و تقدس کی ذات اقدس کے ساتھ، اگر فنا و استہلاک ہے اسم میں ہے اور اگر تحقق (موجود ہونا) و بقا ہے تو وہ بھی اس اسم کے اوصاف کے ساتھ ہے کیونکہ ہر اسم اسماء و صفات کا جامع ہے اور یہ بات کہ سالک بغیر اس کے انتسابات کو اصل سے جانے اور اصل کے سپرد کرے اپنے آپ کو نہ پائے اور معدوم دیکھے تو اس کو عدم سے تعبیر کیا جاتا ہے جو کہ فنائے جذبہ ہے کہ اس (کیفیت) سے عود (واپس لوٹنا) ممکن ہے بخلاف فنائے حقیقی کے جو کہ عود سے محفوظ ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ "نماز میں تصور کرتا ہے کہ رکوع اور سجدہ کرنے والا کوئی دوسرا شخص ہے اور نماز کے بعد خاص کیفیت پیش آتی ہے اس طرح پر کہ باطن تمام کا تمام حلاوت اور لذت انعدامی میں چلا جاتا ہے"۔ یہ حالت بہت ہی اچھی ہے اور حالت نماز کی کیفیت کو غیر نماز کی کیفیت پر بہت زیادہ فوقیت ہے جو لذت کہ نماز ادا کرنے میں خاص کر فرض نماز میں ظاہر ہوتی ہے وہ کام کی انتہا کی خبر دینے والی ہے۔

آپ نے پوچھا تھا کہ واردات اور بلند اشارات والی بشارات کا وارد ہونا اور معارف و اسرار کا

www.maktabah.org

ظہور کمال کے لئے شرط ہے یا نہیں؟" (ان امور کا) شرط ہونا مفقود ہے اگرچہ ان امور کا مرتبہ ہونا کمال پر (موقوف) ہے۔ اور نیز آپ نے پوچھا تھا کہ" وہ علامات جو متوسط و منتہی کے حال سے تعلق رکھتی ہیں کونسی ہیں اور منتہی متوسط سے اور متوسط منتہی سے کن چیزوں کے ساتھ ممتاز ہوتا ہے"۔ جان لیں کہ توسط و انتہا کے بہت سے مراتب ہیں ولایت میں کتنے ہی مراتب ہیں جن میں سے بعض بعض کے اوپر ہیں (اس طرح) کہ نیچے کے مرتبہ کی انتہا اوپر کے مرتبہ کی ابتدا ہے اور ولایت کے مراتب طے کرنے کے بعد مرتبہ نبوت کے کمالات ہیں کہ ان (مراتب ولایت) کی نہایت اس (مرتبہ نبوت) کی ابتدا ہے لیکن پہلی (مراتب ولایت) کا کمال وانتہا فنا ہے جس کو ماسوا کے نسیان اور زوالِ علوم سے تعبیر کرتے ہیں، اگر اشیاء کے علم حصولی کا زوال ہے تو فنائے قلب ہے اور اگر علم حضوری کا زوال ہے تو فنائے نفس ہے، یہ نسیان قربِ ولایت میں فی نفسہ کمال بھی ہے اور دوسرے ان کمالات کے لئے جو اس کے اوپر ہیں شرط بھی ہے اور ممتاز میں لذت کا ممتاز ہونا انتہا کی خصوصیات میں سے ہے جیسا کہ گذر چکا ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "سیر کی انتہا بقا باللہ
ص۲۷۲ تک ہے یا فنا و بقا باللہ کے معاملات گذر جانے کے بعد نہایت کسی دوسری چیز سے تعلق رکھتی ہے اور وہ کیا ہے؟" جان لیں کہ فنا و بقا جو کہ اصول اور اصولِ اصول کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں (ان) کے معاملات سے گذر جانے کے بعد جہل و حیرت کے ساتھ واسطہ پڑتا ہے یہ وہ جہل و حیرت نہیں جو کہ متعارف (مشہور) ہے کہ وہ تو نقص ہے۔ یہ وہ جہل و حیرت ہے جو کہ علم و معرفت پر ہزاروں درجہ فوقیت رکھتی ہے من لم یذق لم یدر [جس نے نہیں چکھا اس نے نہیں جانا] اور نیز اس معاملہ کے گذر جانے کے بعد ایسی نسبت جس کی کیفیت معلوم ہو ظاہر ہوتی ہے کن او کن ثم کن او کن [یعنی پھر اس کے بعد اس قسم کی مجہول الکیفیت نسبت ظاہر ہوتی ہے اور پھر اس کے بعد بھی اسی طرح کی کیفیت پیش آتی ہے] ان معاملات کے بارے میں سوائے اشارات کے اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ (آپ کی) موجودگی میں اگرچہ میں چاہتا تھا کہ اس قسم کی باتیں آپ سے بیان کروں لیکن چونکہ آپ کے شوق کی باگ کو اس سے پھرا ہوا دیکھتا تھا تو میں بھی سخن کی باگ کو پھیر لیتا تھا اب جبکہ معاملہ سر پر آگیا ہے شوق کی رگ کو حرکت ہوئی ہے مزید چند سطریں آپ کے مقصد کے مطابق لکھتا ہوں غور سے سنیں۔

فنائے نفس کا معاملہ جو کہ اوپر بیان ہو چکا ہے تجلی صفات کا نتیجہ ہے اور اس (مقام) سے گذرنے کے بعد معاملہ تجلی ذات کے ساتھ ہے اور اس تجلی کا معاملہ گفتگو سے باہر ہے ذوقی و وجدانی ہے بیانی اور ترجمانی نہیں ہے اس قدر ہے کہ یہ تجلی ذاتی دائمی ہے اس لئے کہ ذات جب تجلی فرماتی ہے تو پھر اس کے لئے استتار (پوشیدگی چھپنا) نہیں ہے، یہاں سے معلوم ہوا کہ تجلی برقی جو بزرگوں نے کہا ہے

www.maktabah.org

وہ تجلیٔ ذات تعالیٰ و تقدس نہیں ہے (بلکہ) ذاتِ تعالیٰ کے شیونات میں سے کسی شان کی تجلی ہے اور حضرت شیخ ابن عربی قدس سرہ نے تجلی ذات کو اس عبارت سے تعبیر کیا ہے "ذات کی تجلی متجلی لہٗ کی صورت کے ساتھ ہونے کے سوا نہیں ہوتی پس متجلی لہٗ نے حق کے آئینہ میں اپنی صورت کے سوا نہیں دیکھا اور اس نے حق کو نہیں دیکھا اور یہ ممکن (بھی) نہیں ہے کہ وہ اس کو دیکھے"۔ اور شیخ قدس سرہ نے اس تجلی کو تجلیات کا منتہی کہا ہے اور فرمایا ہے "پس اس بارے میں کہ تو تجلیٔ ذاتی کے اس درجے سے ترقی کرے طمع نہ کر اور اپنے آپ کو نہ تھکا"۔ اور ہمارے حضرتِ عالی (مجدد الف ثانی) قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس نے اس تجلی کو ذات تعالیٰ کے شیونات میں سے کسی شان کی تجلی مقرر فرمایا ہے کیونکہ وہ شان اس اسم کے اصول میں سے ایک اصل ہے جو کہ سالک کا مبدأ تعین ہے اور اس تعلق کی وجہ سے عارف کی صورت کی آئینہ داری کی ہے اور اس کے رنگ میں ظاہر ہوئی ہے نہ کہ تجلیٔ ذات تعالیٰ بلکہ تجلی شان بھی تنزیہی طریق پر نہیں ہے صورت کی آئینہ داری کے ساتھ مقید اور اس کا حکم لئے ہوئے ہے۔

"آپ نے غائبانہ توجہ کے لئے لکھا تھا کہ کس طرح پر ہے" توجہ میں حضور و غیبت (حاضر اور غائب ہونا) برابر ہے اس معاملہ میں عمدہ واحد ہونا اور اپنے آپ کو متفرق توجہات سے جمع (یکسو) کرنا ہے، اور نیز آپ نے لکھا تھا کہ "مریدوں کے احوال کا علم نہ ہونا نقص کا سبب ہے یا نہیں"۔ جان لیں کہ اختیاری سلوک و تسلیک میں پیر کو مرید کے احوال کا علم ہونا اور اسی طرح مرید کو اپنے احوال کا علم ہونا ضروری ہے اور ہمارے طریقہ میں جو کہ اصحابِ کرام رضی اللہ عنہم کا طریقہ ہے یہ کچھ درکار نہیں ہے نہ پیر کی جانب میں نہ مرید کی جانب میں کیونکہ اس طریقہ میں فائدہ پہنچانا اور فائدہ حاصل کرنا انعکاسی اور انصباغی (رنگ میں رنگا جانا) ہے، مرید شیخ کامل کی صحبت میں بقدر محبت اور فنافی الشیخ ہونے کے ہر گھڑی اس کے رنگ میں رنگا جاتا ہے اس صورت میں فائدہ پہنچانے اور فائدہ حاصل کرنے میں علم ہونے کی کیا ضرورت ہے، خربوزہ جو کہ سورج کی گرمی سے پک جاتا ہے کیا ضروری ہے کہ سورج یا خربوزے کو پختہ کرنے یا پختہ ہو جانے کا علم ہو، اس طریق میں اپنے شیخ کے ساتھ مناسبت کی جس قدر وجوہ زیادہ پیدا کرتا ہے اس کے حق میں اسی قدر انصباغ (رنگ میں رنگا جانا) زیادہ حاصل ہوتا ہے اور مناسبت کے اسباب کا حاصل کرنا ظاہر و باطن میں شیخ کا اتباع کرنے کے ساتھ ہے کہ اپنے اندر بال برابر بھی مخالفت و اعتراض کی مجال نہ پائے کہ یہ راستہ کی رکاوٹ اور خسارہ کا سبب ہے اور نیز اس کی خدمت اور آداب کی رعایت کرتے ہیں جیسا کہ بزرگوں نے فرمایا ہے اور پیر کے ساتھ محبت و اعتقاد میں پختگی ہونے میں ہے ؎ ص۲۷۵

زاں روئے کہ چشم تست احول معبود تو پیر تست اول

www.maktabah.org

(کیونکہ تیری آنکھ احول (ٹیڑھا دیکھنے والی ہے) اس لئے اول تیرا معبود تیرا پیر ہے]

آپ نے لکھا تھا کہ "مریدوں میں فنائے قلبی کے حاصل ہونے تک ان کے ساتھ شوق سے محبت رکھی جاتی ہے اس کے بعد اثر بہت کم معلوم ہوتا ہے اور چنداں ادراک میں نہیں آتا"۔ میرے مخدوم! ہمارے بزرگوں کی نسبت بلندی کے کمال کی جانب میں جہالت وحیرت سے زیادہ قریب ہے جسقدر ظلال کی قید سے رہائی پاتا ہے اور اصل کے ساتھ تعلق پیدا کرتا ہے علم و معرفت کے مقامات نظر سے اسی قدر زیادہ دُور جا پڑتا ہے۔ قدوۃ المحققین ہمارے حضرت عالی قدسنا اللہ بسرہ الاقدس نے لکھا ہے "باطن کی نسبت جسقدر جہالت میں جائے گی اسی قدر زیادہ اچھی ہوگی" مریدوں کو اذکار و طاعات کی پابندی میں مشغول رکھیں اور خدمات کے بجالانے اور آداب کی رعایت کرنے کی ترغیب دیتے رہیں اور بیکار نہ چھوڑیں امید ہے کہ بزرگوں کی خاص نسبت سے بہرہ ور ہوں گے، مقصود نسبت کا حاصل ہونا ہے اس کا علم ہونا دوسری بات ہے اگر دیں تو بہت اچھا اور خوب ہے ورنہ غم نہیں ہے، نسبت جب دیر سے اور تکلیف اٹھا کر حاصل ہوتی ہے تو قدر و منزلت رکھتی ہے اور جو چیز آسانی سے اور جلدی حاصل ہو جاتی ہے کچھ زیادہ قدر و منزلت نہیں رکھتی اور اگر کوئی شخص جلد بازی کرے وہ بوالہوس ہے طالب اور صحبت کے قابل نہیں ہے، لوگ کمینی دنیا کے طلب کرنے میں کیا کچھ تکلیفیں نہیں اٹھاتے حق جل وعلا کی طلب اس (تکلیفیں اٹھانے) کی زیادہ حقدار ہے بزرگوں نے اس طلب میں بہت سی ریاضتیں (اور مجاہدات) میں عمریں گذاری ہیں

اوحدی شصت سال سختی دید تا شبے روئے نیک بختی دید

بر سر پائے چلہ داشتہ ام تخم وحدت بسینہ کاشتہ ام

[اوحدی نے ساٹھ سال تک سختی دیکھی تب کہیں ایک رات نیک بختی کا چہرہ دیکھا۔ میں نے چلہ کو ٹھوکر پر رکھا ہے (یعنی حقیر جانا ہے اور) وحدت کا بیج سینے میں بویا ہے]۔ فنائے قلبی جو کہ ہمارے طریقہ میں بعض طالبوں کو ۲۷۶
سہولت کے ساتھ حاصل ہو جاتی ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسا کہ کسی کی آنکھیں باندھ دیں اور یکایک منزل پر پہنچا دیں اور کئی سالوں کا راستہ آنکھ جھپکنے میں طے کرا دیں، ہزاروں احوال و مواجید و تلوینات اور تلونہ و غیر متلونہ الوان و انوار کے مشاہدات اور کشوف و واردات جو کہ حقیقی مقصد سے اتنا زیادہ تعلق نہیں رکھتے اس نسیان کی گرد کو بھی نہیں پہنچتے، اور طالبان کے حق میں اس معنی کا حاصل ہونا آسان کام نہ جانیں اور سیر الی اللہ کا دائرہ کہ جس کا اندازہ پچاس ہزار سال کے راستہ کے ساتھ کیا گیا ہے پوری طرح طے کرنے کو آسان نہ جانیں اور تلوینات سے پوری طرح نکلنے اور تمکین کے ساتھ مل جانے کو حقیر امر خیال نہ کریں ہاں یہ معاملہ دوسرے کمالات کی بہ نسبت جو کہ اس کے اوپر ہیں

www.maktabah.org

ایسا ہے جیسا کہ دریائے محیط کے بالمقابل ایک قطرہ ؎

آسماں نسبت بعرش آمد فرود وریہ بس عالی ست پیشِ خاکِ تود

[آسمان عرش کی بہ نسبت بہت نیچے واقع ہوا ہے ورنہ خاک کے تودہ کے سامنے تو بہت ہی بلند ہے]

حضرت شیخ الشیوخ (شہاب الدین سہروردی) قدس سرہ کتاب عوارف (عوارف المعارف) میں خوارق و کراماتؒ کے ذکر کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ یہ سب اللہ تعالیٰ جل شانہ کی عنایات ہیں ایک جماعت کو اس کے ساتھ مشرف کرتے ہیں اور کبھی (ایسا) ہوتا ہے کہ ان سے برتر ایک جماعت ہوتی ہے کہ ان کو ان خوارق و کرامات میں سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔ اس کے بعد لکھتے ہیں کہ یہ سب خوارق و کرامات ذات تعالیٰ کے ذکر سے حقیر ہیں اور قلب کے ذکر کے ساتھ تجوہر (یعنی ملکۂ حضوری حاصل کرنے) سے کم درجے کے ہیں۔

آپ نے لکھا تھا کہ "ملا عبداللہ نام ایک دوست ایک ہفتہ میں فنائے قلبی کو پہنچ گیا اور ابتدائے زمانہ سے ایک ماہ کے بعد اس نے اپنے ذکر کے جو احوال ظاہر کئے وہ سب فنائے نفس کے مشابہ ہیں اور اس فنا کی علامات ظاہر ہوتی تھیں۔" میرے مخدوم! یہ نادر اور عجیب و غریب امور میں سے ہے مگر بہت کم لوگوں کو اس تیزی کے ساتھ یہ دونوں دولتیں میسر ہوئی ہوں گی۔ آپ نے لکھا تھا کہ "ملا ادریس بہت بلند احوال رکھتا ہے اور اس کی صحبت اثر کرنے والی ہے استخارے کے بعد لوگوں کی ایک تعداد کو (ذکر سکھانے) کی اجازت اس کو دے دی گئی ہے۔" میرے مخدوم! جب مشار الیہ (شخص مذکور) اس تعداد کو پورا کرلے تو پہلی تعداد سے دو چند یا اس سے زیادہ کی اس کو اجازت دیدیں اور اسی طرح تعداد بڑھاتے رہیں اور جس وقت اس میں شرعی طریقوں اور صوفیوں کی عادات و اطوار پر استقامت سمجھیں اور فنا و تمکین کا معاملہ مشاہدہ کریں اگر بہتر جانیں تو استخاروں کے بعد سعادت کے طریق پر سنت سنیہ علی مصدرہا الصلوات و التسلیمات پر استقامت کی شرط کے ساتھ مطلق اجازت دیدیں۔ اور نیز آپ نے لکھا تھا کہ صوفی محمد شریف جو کہ مریدوں میں سے ہے کابل سے آیا ہے اس کی نسبت و حال کو اپنی نسبت و حال سے فائق پایا، میرے مخدوم! فقیر نے بھی اس عزیز کے ساتھ ایک مجلس میں مجالست کی تھی اور بہت خوش ہوا تھا لیکن فوقیت رکھنے میں توقف ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہم کو اور آپ کو اور تمام بھائیوں کو کرامت و ترقی و توفیق میں زیادتی عطا فرمائے ۲۷۷
رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ[۲] (اے ہمارے رب! ہمارے لئے ہمارے نور کو پورا فرما دے اور ہمیں بخش دے بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے)۔

---

[۱] عوارف برحاشیہ احیاء صفحہ ۳۲۹ جزء ثانی۔ [۲] سورت ۶۶ آیت ۸۔

مکتوب ۱۲۳

مرزا عبید اللہ کے نام بلند ہمتی پر ترغیب اور دوسرے مشاہدات پر اس شہود کی فضیلت کے بارے میں جو کہ احکام شرعیہ میں رونما ہوتا ہے تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ: برادر اعزّ ارشد ارجمند کا مکتوب عزیز میر دوست محمد نے پہنچا کر خوشوقت کیا، اللہ تعالیٰ عافیت اور ترقیات کے ساتھ رکھے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "غیر و غیریت کے شہود کی اس حد تک کامل نفی ہو گئی ہے کہ کسی ظلی اور اعتباری مغائرت کو بھی پسند نہیں کرتا بلکہ کوئی دوسرا وجود ثابت کرنا کفر معلوم ہوتا ہے اس کے باوجود بندگی اور عبادت کی رعایت اپنی جگہ پر قائم ہے اور آپ ظاہری شرع کے طریقوں سے حتی الامکان ایک دقیقہ بھی ترک نہیں کرتے ہیں"۔ اللہ تعالیٰ جل سلطانہٗ کا شکر بجا لائیں کہ باطن اس قسم کے حال سے پوری طرح مغلوب ہو اور ظاہر آداب شرعیہ پر قائم رہے، حق سبحانہ و تعالیٰ دن بدن استقامت کو زیادہ کرے کیونکہ یقینی نجات اس میں ہے اور اس کے ماسوا میں خطرہ ہے ہمت کو بلند رکھیں اور ان احوال کو وصول کے لئے ساز و سامان جانیں نہ ترقی کے زینے تصور کریں اور مطلوب کو وراء الوراء طلب کریں اور شہود و مشاہدہ سے باہر تلاش کریں۔ ایک بزرگ نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا عرض کیا یا رسول اللہ توحید کیا چیز ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو کچھ تیرے دل میں وسوسہ گزرے یا تیرے خیال میں آئے اللہ سبحانہ و تعالیٰ اس سے ماوراء ہے۔

آپ نے لکھا تھا "حضرت خاتمیت علیہ من الصلوات اودھا ومن التسلیمات انمہا کی حقیقت کے ساتھ محبت کرنا ایک کامل ترین مقام ہے اور احکام شرعیہ کے غوامض (باریکیاں) خاص شکلوں میں کیفیت کے بغیر متجلی ہوتے ہیں اور مقصود کے چہرہ کو دوسرے آئینوں سے زیادہ صاف انکشاف بخشتے ہیں"۔ میرے مخدوم! اس شہود کو جو کہ احکام شرعیہ کے آئینوں میں ظاہر ہوتا ہے ان شہودات کے ساتھ جو اس عالم فانی کے آئینوں میں ظاہر ہوتے ہیں کیا نسبت؟ اس لئے کہ احکام شرعیہ کو عالم آخرت کے موجودات کے ساتھ مشابہت ہے کیونکہ اس عالم میں ممکن کے وجود کی جانب کو ترجیح دیکر صفات کے حسن و جمال کا مظہر بنائیں گے جو کہ ان کے وجود میں ثابت ہیں بخلاف اس عالم فانی کی موجودات کے ۲۷۸
کہ ممکن کے عدم کی جانب کو ترتیب دیکر اس حسن و جمال کا مظہر بنایا گیا ہے جو عدم صفات کے احتمال کی جانب میں نمودار ہوا ہے اس لئے کہ صفات واجبی کے لئے کہ ہر دو عالم (عالم فانی و عالم آخرت) کی موجودات

www.maktabah.org

جن کے مظاہر ہیں جس طرح ان کے وجود کی جانب میں حسن وجمال موجود ہے (اسی طرح) ان کے عدم کے احتمال کی جانب میں بھی حسن وجمال ثابت ہے لیکن جو حسن کہ عدم میں نمودار ہوتا ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ حنظل کو شکر کے ساتھ غلاف (SUGAR COATED) کر دیں اور شیریں محسوس کرا دیا اس لئے آخرت کی لذتیں اور نعمتیں سب پسندیدہ، مقبول اور ترقی بخش ہوئیں اور آخرت رضا کا گھر ہوا اور دنیا غضب کا گھر ہوئی اور اس کی فانی نعمتوں میں مشغول ہونا ناپسندیدہ ہوا کیونکہ اس مقام کا حسن وجمال عدم کے زہر آب کے ساتھ مخلوط ہے، اس معاملہ کی تحقیق ہمارے حضرت عالی قدس سرہ کے مکتوبات کی جلد ثالث کے مکتوب صدم میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے وہاں سے طلب کریں، بلکہ ہم کہتے ہیں کہ احکام شرعیہ جو کہ اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی ہیں (یہ سب) خطابِ ازلی ہیں جو کہ صفتِ کلام سے تعلق رکھتے ہیں پس اس جگہ نفسِ اسم کا ظہور عدم کے آئینوں کے بغیر ہوگا اور ان تمام ظہورات کو جو کہ عدم کے آئینوں میں اسماء کے ظلال کے ساتھ وابستہ ہیں اس ظہور سے کیا مساوات اور کونسی نسبت ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ "اس وقت میں لوگ طریقہ کے لئے بہت زیادہ مجبور کرتے ہیں الخ" میرے مخدوم! جس جگہ طالب صادق دیکھیں اور استخارہ موافق آجائے اور دل بے تکلف متوجہ ہو جائے تو طریقہ بتا دیں ورنہ مجبوری نہیں ہے لیکن اگر بعض وسوسے اور اندیشے اس کام میں پیش آئیں تو ان سے استغفار ضروری ہے۔ آپ نے ولایتِ کبریٰ کے کمالات اور نبوت کے خصائص اور قدوۃ المحققین ہمارے حضرت عالی قدسنا اللہ بسرہ الاقدس کی ولایت کے خواص میں سے بعض کے بارے میں دریافت کیا تھا میرے مخدوم! ان امور میں سے اکثر حضرتِ عالی (قدس سرہ) کے مکتوبات میں واضح اور مشرح ہیں (ان کو) مطالعہ فرمائیں، اگر کسی جگہ کوئی پوشیدگی رہ جائے (سمجھ میں نہ آئے) تو دریافت کر لیں، ولایت سہ گانہ کہ ولایتِ صغریٰ، ولایتِ کبریٰ اور ولایتِ علیا ہیں کی تفصیل مکتوباتِ شریفہ جلد اول کے مکتوب ۲۶۰ میں ہے اور حضرتِ عالی (قدس سرہ) کی ولایت اور اس کی خصوصیات مکتوبات شریفہ کی جلد ثالث کے مکتوب ۱۰۴ و ۱۰۵ میں مذکور ہے (وہاں) دیکھ لیں اور اچھی طرح غور کریں کیونکہ ہر مکتوب ایک گہرا سمندر ہے (ان) بے پایاں اسرار میں غوطہ لگانا چاہئے تاکہ (ان) چاروں مکتوبات میں سے بیش بہا موتیوں کو نکال لے اور (اپنے) مقام سے نہ ہٹے اور دوگانہ شکر بجا لائے۔ البتہ بہت سے ایسے اسرار ہیں جو تحریر کی قید میں نہیں آئے ہیں لیکن وہ تحریر میں پوری طرح ادا نہیں ہو سکتے (بلکہ) صحبت پر موقوف ہیں۔

آسودہ شبے باید وخوش مہتابے   تا با تو حکایت کنم از ہر بابے

[ایک فرصت کی رات اور اچھی چاندنی ہونی چاہئے تاکہ تجھ سے ہر چیز کے بارے میں بیان کروں] والسلام اولاد امجاد صاحبزادگان و متعلقین اطمینان و سکون کے ساتھ رہیں۔

www.maktabah.org

مکتوب ۱۲۴

مولانا محمد صدیق کے نام عوام و خواص اخص الخواص کے ایمان کے درمیان فرق کے بارے میں تحریر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ مراتبِ شہود کو جو کہ ظلال کے ساتھ وابستہ ہیں طے کرا کر غیب الغیب کے ساتھ جو کہ اصل کے ساتھ تعلق رکھتا ہے ایمان نصیب کرے اور اس وصل سے جو کہ پانی معلوم ہونے والے سراب کی مانند ہے رہائی دے کر کام کی حقیقت تک پہنچائے، ایمان بالغیب یا عوام کو نصیب ہے یا اخص الخواص کا حصہ ہے کہ جنھوں نے کمالاتِ نبوت سے کچھ حصہ پایا ہے اور وہ نہایت النہایت سے بقدرِ استعداد آگاہ ہیں، خواص دستو سطین شہود کی لذت کے ساتھ خوش ہیں اور وصال کے خیال کے ساتھ مطمئن ہیں۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

بوقتِ صبح شود ہمچو روز معلومت   کہ باکہ باختۂ عشق در شبِ دیجور

[صبح کے وقت تجھ کو دن کی طرح معلوم ہو جائے گا کہ تو نے اندھیری رات میں کس کس کے ساتھ عشق بازی کی ہے]۔

جو وسوسہ تیرے دل میں آئے اور جو کچھ تیرے خیال میں گذرے پس اللہ تعالیٰ اس کے خلاف (ماوراء) ہے۔ عوام کا ایمان بالغیب ظلمانی و نورانی پردوں کے پیچھے سے ہے اور خواص اگرچہ ظلمانی پردوں سے پوری طرح رہائی حاصل کر چکے ہیں لیکن نورانی پردوں سے پوری طرح نہیں نکلے اور ان میں پھنسے ہوئے ہیں اور ان کے شہود کو مطلوب کا شہود تصور کر لیا ہے اور جو عشق بازیاں کہ صرف مطلوب سے کرنی چاہئیں اُن کے ساتھ کرنے لگے ہیں اور اخص الخواص کا ایمان بالغیب نورانی و ظلمانی پردوں سے گذرنے کے بعد ہے، یہ بزرگوار دوسرے گروہ کے شہود کو پس پشت ڈال کر ذاتِ وراء الوراء کے گرفتار ہیں، انھوں نے یقین کیا ہے کہ اس عالم میں اس مقدس مرتبہ سے یقین کے سوا اور کچھ نصیب نہیں ہے کیونکہ رویت (دیدارِ باری تعالیٰ) کا وعدہ آخرت میں کیا گیا ہے، اگرچہ وہ کسی قسم کا پردہ حائل نہیں رکھتے لیکن بصر و بصیرت (ظاہری و باطنی نظر) کا ضعف شہود کے ادراک سے مانع ہے، ان دونوں ایمانوں اور دونوں غیبوں کے درمیان بہت فرق ہے: رَبَّنَا أَتْمِمْ لَنَا نُورَنَا وَاغْفِرْ لَنَا إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ[1] [اے ہمارے رب! ہمارے لئے ہمارے نور کو پورا فرما دے اور ہمیں بخش دے بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے]۔

---

[1] سورت ۶۶ آیت ۸

www.maktabah.org

مکتوب ۱۲۵

مولانا حسن علی کے نام وعظ و نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔

اِسْتَجِيبُوا لِرَبِّكُم مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهُ مِنَ اللَّهِ مَا لَكُم مِّن مَّلْجَإٍ
۲۸ ص ۲۵ ع ۲ / ۴۷ يَوْمَئِذٍ وَمَا لَكُم مِّن نَّكِيرٍ [قبل اس کے کہ ایسا دن آپہنچے جس کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی لوٹانے والا نہیں ہے تم اپنے رب کا حکم مانو، اس روز نہ تمہارے لئے کوئی جائے پناہ ہوگی اور نہ تمہارے لئے کوئی (اللہ سے) روک ٹوک کرنے والا ہوگا] پس صوفی کی شان رب الارباب (اللہ تعالیٰ) کی طرف شوق کرتے ہوئے اس کے احکام ماننے کی طرف جلدی کرنا اور پسندیدہ کاموں اور درجات کو طلب کرتے ہوئے نیکیوں اور عبادات کی طرف سبقت کرنا ہے۔ سَارِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا
پ ۴ ع ۵ / ۱۳۳ السَّمَاوَاتُ [تم اپنے رب کی بخشش اور جنت کی طرف جس کا عرض تمام آسمان ہیں جلدی کرو] پس اس کی عظمت و کبریائی کے میدان میں عارفین کے قلوب سرگشتہ ہیں اور اس کی ملاقات کے شوق میں محبین کے جگر جل رہے ہیں پس اس شخص پر افسوس ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے روگردانی کی اور اس شخص پر حسرت ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے احکام (کے معاملہ) میں حد سے تجاوز کیا، تو اس چیز کی تعمیر میں مشغول نہ ہو جس کی تخریب (بربادی) کا تجھ کو حکم دیا گیا ہے اور تو اپنے باطن کی تعمیر اور اس کی پاکیزگی میں کوشش کر اور تو کسی چیز کی طرف نظر نہ کر مگر اس وقت جبکہ تو اللہ سبحانہ کو اس کے قبل اور اس کے بعد دیکھے اور کسی کے ساتھ صحبت اختیار نہ کر مگر اس وقت جبکہ تو اللہ تعالیٰ کو اس کے ساتھ دیکھے اور تو جان لے کہ بیشک وہ عرشانہ شکستہ و غمگین، بکثرت گریہ و زاری کرنے والے، محبت کی آگ میں جلنے والے، غفلت والی فکر سے خالی، دار الغرور (دنیا) سے کنارہ کش اور دار القرار (آخرت) کے لئے تیار رہنے والے دل کے ساتھ ہے خبردار! مالداروں اور ظالموں کی ظاہری آرائش کی طرف مائل نہ ہوں۔ أَلَا إِنَّهُمْ فِي مِرْيَةٍ
پ ۲۵ ع ۳ / ۵۴ مِّن لِّقَاءِ رَبِّهِمْ أَلَا إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطٌ [آگاہ رہ کہ بلاشبہ یہ لوگ اپنے رب سے ملنے کے بارے میں شک و شبہ میں ہیں آگاہ رہ کہ بیشک وہ (اللہ تعالیٰ) ہر چیز کو احاطہ کئے ہوئے ہے] والسلام

مکتوب ۱۲۶

www.maktabah.org

شاہ خواجہ ترمذی کے نام آیت کریمہ اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ الآیۃ میں ذکر کی ہوئی استجابت کے بیان میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ بیشک تمام کمالات شریعتِ غرا میں مندرج ہیں۔

پ۲۵ ع۵ ۴۲/۴۷ اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ۚ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَئِذٍ وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ (قبل اس کے کہ ایسا دن آپہنچے جس کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی لوٹانے والا نہیں ہے، تم اپنے رب کا حکم مانو، اس روز نہ تمہارے لئے کوئی جائے پناہ ہوگی اور نہ تمہارے لئے کوئی (اللہ سے) روک ٹوک کرنے والا ہوگا) ظاہری استجابت (ماننا) احکامِ شریعت کے ساتھ آراستہ ہونا اور سننِ مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کے ساتھ جو کہ ظاہر کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں زینت حاصل کرنا ہے اور باطنی استجابت حق تعالیٰ و تقدس کے ماسوا سے انقطاع و بے تعلقی پیدا کرنا اور اللہ تعالیٰ کے اُن اسرار و معارف کے ساتھ جن کا تعلق باطن سے ہے آراستگی حاصل کرنا ہے۔ پہلی بات (ظاہری استجابت) شریعت کی صورت ہے اور دوسری بات (باطنی استجابت) شریعت کی حقیقت ہے، پس ظاہری و باطنی کمالات شریعتِ حقہ کے دائرے میں داخل ہیں، لہٰذا شریعت کی صورت اصل ہے اور اس کی حقیقت اس پر مرتب ہونے والا پھل ہے پس یہ (شریعت)
پ۱۳ ع۱۶ ۱۴/۲۴ كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ (اس پاکیزہ درخت کی مانند ہے جس کی اصل (جڑ) ثابت (قائم و مضبوط) ہے اور اس کی شاخیں آسمان میں ہیں) پس اصل (جڑ) کی قوت کے مطابق پھل اور شاخیں اکثر و اعلیٰ ہونگی پس کمالِ وصول کی علامت کمالِ تقویٰ و
ص ۲۸۱ کمال اتباعِ شریعتِ غرا، دار الغرور (دنیا) سے کنارہ کشی اور دار القرار (آخرت) کے لئے تیار رہنا ہے اور نبی مختار اور آپ کی آلِ ابرار اور تمام انبیاءِ کرام و ملائکہ عظام اور تمام صالحین پر صلوٰۃ و سلام ہو جب تک رات اندھیری اور دن روشن ہوتا رہے (یعنی ہمیشہ ہو) آمین۔

مکتوب ۱۳۷

افادت دستگاہ شیخ میرک شاہ کے نام ممکن کی حقیقت اور فنائے حقیقی کی وضاحت کے بیان میں تحریر فرمایا۔

حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ نبی کریم اور آپ کی آلِ امجاد علیہ و علیہم الصلوات والبرکات الی یوم التناد کے طفیل (آپ کی) ذاتِ بابرکات کو (اپنے) قرب کے مدارج میں جذبات و عنایات کے ساتھ ترقیات عطا فرمائے۔ (یہ فقیر) نہیں جانتا کہ اس عالی جناب (آپ) کی خدمت میں کیا لکھے، ممکن بیچارہ کہ جس کو مطلوبِ حقیقی کے

www.maktabah.org

استہلاک و اضمحلال (فنا و نیستی) کے سوا اور کچھ حاصل نہیں ہے اس کے کمال سے کیا حاصل کرے اور اس کے حُسن و جمال کا کس طرح پتہ لگائے کیونکہ اس کی ذات عدم ہے کہ جس نے کمالاتِ وجودی کے انعکاس کے واسطے سے نمودِ بے بود پیدا کرلی ہے اور اس نمودِ بے بود کے ساتھ اپنے آپ کو کامل و خیر خیال کرلیا ہے اور اس بے بنیاد نمود پر طویل بنیاد رکھی ہے اور جب (اللہ تعالیٰ کی) عنایت سبقت کرتی ہے اور اصل کا کمال پرتو ڈالتا ہے اور معاملہ کی حقیقت ظاہر ہوجاتی ہے تو انعکاسی کمالات اصل کی طرف لَوٹ جاتے ہیں اور امانت اہلِ امانت کی ہوجاتی ہے، عارف صحرائے عدم کی طرف رُخ کرلیتا اور اپنی ہستی سے جدا ہوجاتا ہے اس وقت وہ فنائے حقیقی سے مشرف ہوجاتا ہے، اور ممکن اگر اپنی طرف خیر و کمال کی نسبت کرے تو خائن ہوگا اور اصل کے ساتھ ہمسری کا دعویٰ ظاہر کرے گا، کمال اس کے حق میں اپنے آپ سے کمال کی نفی کرنا ہے اور اچھا ہونا (اس کے حق میں) اچھا ہونے کی نفی کرنے میں ہے یہ دید اور یہ انخلاع (اپنی ہستی سے جدا ہونا) اس محبت کی زیادتی کا اثر ہے جو اس نے اصل کے ساتھ پیدا کی ہے کیونکہ کمالِ محبت کا مقتضا مُحِب کا فنا ہوجانا اور محبوب کو باقی رکھنا ہے ؎

عشق آں شعلہ است کو چوں بر فروخت — ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

[عشق وہ شعلہ ہے کہ جب وہ جل اُٹھا تو معشوق کے سوا جو کچھ باقی ہے اُس نے سب کو جلا دیا] اور اصل کا ظہور جسقدر زیادہ ہوگا اس شرکت سوزِ محبت کا غلبہ بھی اسی قدر زیادہ ہوگا اور محویت و فنائیت بھی اسی قدر زیادہ ہوگی ؎

آنرا کہ بحسن دیدہ تیز است — ایں عشق بلائے خانہ خیز است

[جس شخص کی آنکھ حُسن کے لئے تیز ہے اس کے لئے یہ عشق خانہ خیز آفت ہے]۔ حضرت حق سبحانہ نبی اُمّی علیہ و علیٰ آلہ الصلوات والبرکات العلیٰ کے طفیل کہ جن کی آنکھ نے کجی نہیں کی اور حد سے تجاوز نہیں کیا ہم فرقت زدوں کو اُن معانی کے ساتھ کچھ ایمان نصیب فرمائے اور اس سر چشمہ سے کچھ مشروب عطا کرے۔

ص ۲۸۲

مکتوب ۱۲۸

حافظ عبدالغفور کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ مواجید کا طالب ماسوٰی کا طالب ہے۔

میرے مخدوم! چونکہ آپ شکستہ (دل) فقرا کے ساتھ اللہ عزّ و جلّ کے لئے محبت رکھتے ہیں امید ہے کہ نتیجہ بخش ہوگی اور کام میں کشادگی پیدا کریگی۔ احوال کی تلوینات (رنگا رنگیاں) جو بعض طالبین کو

www.maktabah.org

فنا و بقا کے درجے تک پہنچنے سے پہلے اثنائے راہ میں حاصل ہوتی ہیں مقاصد میں سے نہیں ہیں اور وہ حق تعالیٰ کا غیر ہیں، طالب حق جل وعلا کو اس سبحانہ وتعالیٰ کے ماسوا سے روگردانی ضروری ہے تاکہ توجہ کا قبلہ منتشر نہ ہو جائے، پس احوال و مواجید کا طالب ماسوا کا گرفتار ہے بیشک البتہ فنا و بقا مقاصد میں سے ہے اس کے حاصل کرنے میں کوشش کرنا اور اسی طرح اس کی طلب کرنا اہم کاموں میں سے ہے کیونکہ ولایت اُس کے ساتھ وابستہ ہے اور حق سبحانہ کی معرفت جو کہ انسان کے پیدا کرنے سے مقصود ہے اس پر موقوف ہے دیگر جس قسم کا ولولۂ شوق اور شعلۂ عشق کہ مجاز میں پیش آتا ہے وہ حقیقت میں درکار نہیں ہے اس لئے کہ وہ (حقیقی) عشق و محبت چونکہ اس بے کیف و بیچون (بے مثل) کے ساتھ ہے (اس لئے) بیچونی (بے مثل ہونے) کا کچھ حصہ رکھتا ہے اسی لئے اس کو بعض بزرگوں نے ارادۂ طاعت سے تعبیر کیا ہے کبھی (ایسا) ہوتا ہے کہ وہ محبت چون کے لباس میں ظاہر ہوتی ہے اور نعرہ وزاری ظاہر کرتی ہے اور کبھی (ایسا) ہوتا ہے کہ اس طرح پر ظاہر نہیں ہوتی اور اپنی بے کیفی کی حقیقت پر رہتی ہے بلکہ جائز ہے کہ بعض اوقات　　اس محبت کی نفی کرے اور حالانکہ حقیقت میں محبت کمال پر ہو، کیا تو نہیں دیکھتا کہ عالم مجاز میں کسی شخص کو کوئی چیز اپنی ذات سے زیادہ محبوب نہیں ہے کیونکہ مال اور بیوی بچوں میں سے جس چیز کو بھی وہ دوست رکھتا ہے اپنے لئے دوست رکھتا ہے؟ اور اپنی محبت میں کوئی نعرہ و شوق درمیان میں نہیں ہے اور یہ جو ہم نے (اوپر) "عالم مجاز میں" کہا ہے یہ اس لئے (کہا) ہے کہ عالم حقیقت میں محبوب حقیقی اپنی ذات سے بھی زیادہ محبوب ہے اسی لئے فنا اس محبت کا اثر ہوئی۔ مصرع "گر ایں سودا بجان بودے چہ بودے" [اگر یہ سودا جان کے ساتھ ہوتا تو کیا ہوتا] اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی محبت بھی اسی قسم سے ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے: لن یؤمن احدکم حتیٰ اکون احب الیہ من نفسہ واھلہ والناس اجمعین [تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک ہرگز مومن (کامل) نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کی جان، اس کے اہل و عیال اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں] اور شیخ طریقت چونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قائم مقام اور اللہ تعالیٰ کے فیوض کے پہنچنے کا ذریعہ (ہوتا) ہے (اس لئے) اس کی محبت بھی اسی طریقے پر ہونی چاہئے، والسلام

مکتوب ۱۲۹

۲۸۳

مولانا محمد صدیق کے نام اس واقعۂ عالی کی تعبیر میں تحریر فرمایا جو انہوں نے لکھا تھا۔

www.maktabah.org

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ: مدت ہوئی کہ اس برادرِ دینی کی طرف سے کوئی خط موصول نہیں ہوا، دل منتظر ہے، ہر حال میں جمعیت کے ساتھ رہیں اور انسانی کمال کو پہنچیں اور دور افتادہ دوستوں کو سلامتیٔ خاتمہ کی دعا سے فراموش نہ کریں، اس سے کافی عرصہ پہلے آپ نے لکھا تھا کہ "خواب میں دیکھتا ہے کہ ٹیڑھی دیوار کے اوپر جو نہایت بلند اور باریک ہے چڑھا ہے اور ڈرتے اور کانپتے ہوئے نہایت خوف کے ساتھ اس دیوار کے اوپر عبور کیا ہے اور اس دیوار کی ایک گز یا دو گز (جگہ) رہ گئی تھی کہ دیوار کی پشت سے گر پڑا اور پھر مضبوط ہو کر اور کمر اچھی طرح باندھ کر سینکڑوں مشقت کے ساتھ اپنے آپ کو دیوار کے اوپر کیا اور جب دیوار کی پشت پر نگاہ کی تو دیکھا کہ چند سطر جلی قسم کے ساتھ اس دیوار کے اوپر لکھی ہوئی ہیں" ھذا جدار العشق وسیف المحبۃ" [یہ عشق کی دیوار اور محبت کی تلوار ہے] ان کلمات کو دیکھتے ہی فقیر کے اندر سے نعرہ بلند ہوا اور اپنے آپ کو ہوا میں معلق پایا اسی اثنا میں افاقہ حاصل ہو گیا الخ"

میرے مخدوم! ہو سکتا ہے کہ یہ دیوار عینِ ثابتہ کی تمثیل ہو کہ اصل ولایت اس کے وصول کے ساتھ وابستہ ہے اور اس تک وصول تعینِ امکانی سے سالک کی فنا اور حق تعالیٰ کی طرف سے عطا کئے ہوئے وجود کے ساتھ اس کی بقا کا سبب ہے اس لئے وہ سیفِ محبت ہو گی اور چونکہ عینِ ثابتہ کا یہ تعین اطلاق (ذاتِ مطلق) کے چہرے پر ایک پردہ ہے اس لئے عشق کی دیوار اور معشوق کا پردہ ہو گی کیونکہ عشق بمعنی معشوق ہے اور (یہ بھی) جائز ہے کہ عشق بمعنی عاشق ہو اور جدار کی اضافت عشق کی طرف اضافتِ بیانیہ ہو اور اس مرتبہ پر عاشق کا اطلاق اس مرتبے کے ساتھ عاشق کے بقا و تحقق کے اعتبار سے ہو اور یہ تعین اگرچہ وجودِ موہوب کے ساتھ حاصل ہوا ہے لیکن جزو ہونے کے کوچے سے نہیں نکلا ہے اور اطلاق سے نیچے کے درجے میں ہے اور عاشق جس مرتبہ میں بھی ہو معشوق کا حجاب ہے۔ انت الغمامۃ علی شمسک فاعرف حقیقتک [تو اپنے سورج پر ایک بادل ہے پس تو اپنی حقیقت کو پہچان لے] اور اس کے اوپر چڑھنا اس تعین کے حجاب کے رفع ہونے اور مرتبۂ اطلاق کے شہود سے کنایہ ہے اور ہوا میں (معلق) ہو جانا تو اس تعین سے بالکل گذر جانے اور اس کے اوپر سیر کرنے سے کنایہ ہے یا نزول مراد ہے جس کو سیر عن اللہ باللہ سے تعبیر کیا جاتا ہے جو کہ سیر فی اللہ کے بعد حاصل ہوتی ہے اور یہ تعبیر اس سے زیادہ مناسب ہے کہ اس دیوار کو تعینِ امکانی کے ساتھ تعبیر کیا جائے اور اس واقعہ کی ایک اور بہت اعلیٰ تعبیر ہے جو کہ منجملہ قدوۃ المحققین ہمارے حضرت عالی قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس کے اسرار میں سے ہے وہ معنی سرِ دست آپ کے حوصلے کے لائق معلوم نہیں ہوتے اِلَّا اَنْ يَّشَآءَ رَبِّيْ شَيْئًا وَسِعَ رَبِّيْ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا

www.maktabah.org

[مگر یہ کہ میرا رب کوئی چیز چاہے، میرا رب علم کے اعتبار سے ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے] چونکہ آپ کی محبت اس نسبت والوں کے ساتھ ایک طرح سے درست ہے (اس لئے) امیدوار رہیں فان المرء مع من احب [پس بیشک آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے] آپ اجمالی محبت رکھتے ہیں اور تفصیل کا شوق نہیں رکھتے اس کی بھی قدر کریں اور غنیمت جانیں اور زیادتی کے طالب رہیں وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا [اور آپ کہہ دیجئے کہ اے میرے رب میرا علم زیادہ فرما]۔

فریادِ حافظ ایں ہمہ آخر بہرزہ نیست　　ہم قصۂ غریب وحدیثِ عجیب ہست

[حافظ کی یہ فریاد آخر فضول تو نہیں ہے یہ تو نادر قصہ اور عجیب بات ہے) والسلام علیکم وعلی من لدیکم۔

مکتوب ۱۳۰

خواجہ محمد حکیم ولد قاضی اسلم کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ تمام کمالات سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اتباع میں منحصر ہیں اور اس بات کے بیان میں کہ مرشد کے باطن سے فیض حاصل کرنا مرید کی محبت کے اندازے کے مطابق ہے۔

حمد وصلوٰۃ وتبلیغ دعوات کے بعد شفقت شعار کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ اس حدود کے فقرا کے احوال واطوار حمد کے لائق ہیں اور اللہ سبحانہ سے آپ کی سلامتی اور شریعتِ پسندیدہ وسنتِ منورہ مصطفویہ علی مصدرہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے راستہ پر آپ کی استقامت کے لئے دعا کی گئی ہے پس بیشک ظاہری وباطنی کمالات شریعتِ منورہ کے دائرے میں مندرج اور خاتم الانبیاء علیہ وعلیہم الصلوات والبرکات العلیٰ کے اتباع میں منحصر ہیں پس جذبہ وسلوک (کی) آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے آثار سے امید رکھی جاتی ہے اور فنا وبقا (دونوں) آنحضرتؐ کے طریقوں (سنتوں) میں موجود ہیں اور ولایتیں یعنی صغریٰ وکبریٰ وعلیا آپ کے سمندروں کے قطرے ہیں اور نبوت ورسالت (دونوں) آنحضرتؐ کے انوار سے ماخوذ ہیں اور مقطعاتِ قرآنیہ آنحضرتؐ کے اسرار کے رموز ہیں صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وانصارہ وسلم

گرامی نامہ نے جو کہ آپ نے اس دور افتادہ ناکارہ کے نام موسوم فرمایا تھا پہنچ کر مسرور کیا، امید ہے کہ آپ اس طریقہ کی نگہداشت رکھیں گے باطنی تعلق کے سلسلہ کو جاری رکھیں گے جو کہ دعا اور غائبانہ توجہ کا سبب ہے اور اس بات کی کوشش کرتے رہیں گے کہ یہ سلسلہ اور زیادہ قوی ہو جائے اور کمال کو پہنچ جائے ص۲۸۵
کیونکہ یہ بات طے شدہ ہے کہ فیض پہنچانے والے کے باطن سے برکات جاری ہونا اس تعلق کے مطابق ہے

www.maktabah.org

طالب کا باطن ان انوار سے جسقدر زیادہ روشن ہوگا فیض پہنچانے والے کے باطن سے صورتِ فیضیہ کا ظہور اسی قدر زیادہ کامل ہوگا کسی نے خوب کہا ہے۔ مصرع

بقدرِ آئینہ حُسنِ تو می نماید روے [تیرا حسن بقدرِ آئینہ رونما ہوتا ہے]

دوستوں سے سلامتیٔ خاتمہ کی دعا کی امید کی گئی ہے۔ والسلام

مکتوب ۱۳۱

حافظ محمد شریف کے نام فنائے قلب و نفس حاصل کرنے کی نصیحت و ترغیب کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی۔ کلام مجید کے حافظ کے خدام اس دعا فتادہ کی طرف سے دعائیں پڑھیں اور دعائے خیر سے فراموش نہ کریں اور اوقات کی تعمیر میں کوشش کریں اور ظاہر و باطن میں ورع و تقوٰی (پرہیزگاری) کے ساتھ رہیں اور قبر و قیامت کو نصب العین بنائیں اور ذکر و حضور و مراقبہ پر اتنی ہمیشگی کریں کہ حضور کے یہ معنی دل کی صفت راسخہ (ملکہ) بن جائے اور یاد کرنے کے تکلف سے نجات حاصل ہو جائے جیسا کہ سننا قوت سامعہ کی صفت اور دیکھنا قوتِ باصرہ کی صفت ہے اور چونکہ وہ بارگاہِ مقدس (اللہ تعالٰی عز اسمہ) خالص دین چاہتی ہے اور شرکت کے ساتھ راضی نہیں ہے (اس لئے) کوشش کریں کہ مذکور (اللہ تعالٰی) کے ماسوا (ہر چیز) میدانِ قلب سے سامان باندھ لے (رخصت ہو جائے) اور ماسوائے اس کا علمی و حُبّی تعلق اس حد تک ختم ہو جائے کہ اس نسیان کے واسطے سے جو اس کے دل کو ماسوا سے حاصل ہوا ہے اگر تکلف کے ساتھ بھی ماسوا کو یاد کرے تو میسر نہ ہو، اسوقت سالک فنائے قلبی کو پہنچ جاتا ہے اس کے بعد اگر محض فضل سے نفس حاضر (ذاتِ سالک) بھی درمیان سے سامان باندھ لے اور کوچ کا نقارہ بجائے اور ذکر و توجہ و حضور از خود بخود ہو جائے تو فنائے نفس سے مشرف ہو جاتا ہے لو قربِ معرفت کی قابلیت پیدا کر لیتا ہے۔

دادیم ترا ز گنجِ مقصود نشان گر ما نہ رسیدیم تو شاید برسی

[ہم نے تجھ کو مقصود کے خزانہ کی نشاندہی کر دی، اگر ہم نہ پہنچے تو شاید تو ہی پہنچ جائے] والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۳۲

یہ بھی حافظ محمد شریف کے نام نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔

www.maktabah.org

جناب برادرم حافظ محمد شریف اوقات کی حفاظت اور نسبتِ باطن کے شرف سے مشرف ہو کر ۲۸۶
اس کی کیفیت کے زیادہ کرنے میں کوشاں رہیں، آپ نے ذکرِ قلبی کے دوام کے بارے میں لکھا تھا بار کہ بے
کوشش کریں کہ ذکر سے مذکور تک پہنچ جائیں اور دال (رہنمائی کرنے والا) سے مدلول (جس کی طرف رہنمائی
کی جائے) تک آ جائیں اور صورت سے حقیقت کے ساتھ ہو جائیں اور لفظ سے معنی کی طرف مائل ہو جائیں
کسی نے خوب کہا ہے ؎

قومے زوجودِ خویش فانی　　رفتہ ز حروف در معانی

(ایک قوم اپنے وجود سے فانی ہے وہ حروف سے معانی کے اندر چلی گئی ہے) اس پر مزید لکھنے کی گنجائش وقت میں نہیں ہے ؎

آسودہ شبے باید و خوش مہتابے　　تا با تو حکایت کنم از ہر بابے

(ایک فرصت کی رات اور اچھی چاندنی ہونی چاہئے تاکہ میں تجھ سے ہر چیز کے بارے میں بیان کروں) والسلام والاکرام۔

مکتوب ۱۳۳

مولانا محمد صدیق کے نام اُن کے مکتوب کے جواب میں جو کہ حالات و سوالات پر مشتمل تھا تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد عرض کرتا ہے، مکتوبِ مرغوب پہنچا، آپ نے لکھا تھا کہ ابتدائے حال میں اپنے آپ کو محبت کے غلبات میں اہلِ شغل کی جماعت سے ممتاز پاتا تھا، اب اپنے آپ کو ہر طرح سے خالی اور نکما خیال کرتا ہے کہ تمام مخلوقات سے کمتر شمار کرتا ہے اور اپنے اندر کسی قسم کی قبولیت کی بو نہیں سمجھتا اور اپنے شغل و اذکار و مراقبہ کو ناچیز سمجھتا ہے الخ۔ امید ہے کہ اس سے زیادہ خراب و خالی ہو جائیں گے اور عدمِ محض کے ساتھ مل جائیں گے اور ہر وقت فقرِ ذاتی منظور ہوگا اور امانت اہلِ امانت کے سپرد اور عدم دوسرے عدم کے ساتھ ہو جائے گا، اوقات کی تعمیر اور عبادات و ریاضات کے وظائف کی پابندی جس قدر ہیں سکے غنیمت و محمود ہے اور ترقی بخشنے والی اور باطن کو نورانی کرنے والی ہے اگرچہ اس کا اثر بظاہر بہت کم محسوس ہو اور اس کا ذوق و لذت فی الحال ادراک میں نہ آئے۔

آپ نے الہام اور نیک امور کا خیال دل میں آنے کے درمیان فرق دریافت کیا تھا۔ آپ جان لیں کہ الہام بھی دل میں آنے والے خیالات میں سے ہی ہے لیکن ان دونوں میں جس چیز سے امتیاز کیا جا سکتا ہے وہ الہام کی ہوئی چیز کے ساتھ یقین یا غلبۂ ظن کا حاصل ہونا اور اس کے ساتھ باطن کا انشراح ہے اور نیز صاحبِ الہام سمجھتا ہے کہ کس جگہ سے القاء (ہوا) ہے اور دل میں آنے والے خیال کا منشاء (جائے پیدائش)

www.maktabah.org

اس شخص کا نفس ہے اور بس۔ اور آپ نے فنائے روحی و سری و خفی و اخفیٰ کی علامات اور ان میں سے ہر ایک کے مابہ الامتیاز کے بارے میں دریافت کیا تھا۔ میرے مخدوم سر دست وقت اس تفصیل کی یاوری نہیں کرتا کیونکہ (وقت) گنجائش نہیں رکھتا اور قاصد روانہ ہو رہا ہے اگر کسی دوسرے وقت کچھ ۲۸۷
معلوم ہوا اور توفیق پائی تو انشاءاللہ تعالیٰ لکھے گا، اتنا ہے کہ نفس کا کامل طور پر فنا ہونا ان لطائف کی فنا کو شامل ہے کیونکہ فنا سے پہلے بھی اور فنا کے بعد بھی ان لطائف عشرہ کا رئیس وہی ہے خیارکم فی الجاھلیۃ خیارکم فی الاسلام اذا فقھوا [تم میں سے جو لوگ جاہلیت میں بہتر ہیں وہ اسلام میں (آنے کے بعد) بھی بہتر ہیں جبکہ وہ سمجھ حاصل کرلیں] اگر آپ اس مکتوب میں غور کریں جس میں طریقہ کا بیان ہے تو امید ہے کہ آپ ان لطائف میں سے ہر ایک کی فنا کو الگ الگ سمجھ لیں گے۔ میرے مخدوم! دین اور طریقہ میں نئے پیدا شدہ امور سے بچنا ضروری ہے طریقہ میں کوئی ایسی نئی بات لوگ پیدا کریں جو کہ بزرگوں میں نہیں تھی وہ اس بدعت کی مانند ہے جو مکمل دین میں نئی پیدا کی جائے، طریقہ کی برکتیں اس وقت تک جاری رہتی ہیں جب تک لوگوں نے اس طریقہ کو نئے پیدا کئے ہوئے امور سے آلودہ نہ کیا ہو۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ ؕ سلہ (اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت کو اس وقت تک نہیں بدلتا جبتک کہ وہ لوگ اپنے آپ کو نہ بدلیں) علم شرط ہے۔

مکتوب ۱۳۴

مولانا حسن علی کے نام اس طریقۂ عالیہ کے بزرگوں کی تعریف میں اور ان کے اسرارِ عالیہ کے اشارات کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ حضرت حق سبحانہٗ شریعتِ منورہ اور حضرت محمد مصطفےٰ علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات کی سنت کے طریقہ پر قائم و دائم رکھے۔ میرے مخدوم! ہمارے بزرگوں نے سنت پر عمل کرنا اختیار کیا اور بدعت سے پرہیز فرمایا ہے جو امور کہ دین میں نئے پیدا ہوگئے ہیں اگرچہ وہ بظاہر باطن کے لئے فائدہ مند معلوم ہوں ان پر عمل نہیں کرتے اور اتباعِ سنت کو اگرچہ وہ بظاہر حقیقت میں فائدہ مند معلوم نہ ہو ترک نہیں کرتے اسی لئے ان (بزرگوں) کا طریقہ بلند ہوا اور ان کے وصول کا پیش طاق (چھجہ) اونچا ہوگیا ان بزرگوں کی ہدایت (ابتدا) نہایت (انتہا) آمیز ہوگئی اور انھوں نے کام کی حقیقت سے آگاہی حاصل کرلی اور ظلال سے گذر کر اصل کے ساتھ مل گئے اور انبیائے کرام

www.maktabah.org

علیہم الصلوات والتحیات والبرکات والتسلیمات کے مخصوص کمالات سے کامل حصہ پالیا اور فیصلہ کردیا کہ نبوت ولایت سے افضل ہے اگرچہ اُس نبی ہی کی ولایت ہو اور جو فیصلہ کہ اس کے برخلاف ہوا ہے انھوں نے اس کو سُکرِ وقت پر محمول کیا ہے اگر ان اکابر کے معاملہ کی حقیقت سے ذرہ بھر بھی بیان کرے تو قریب ہے کہ نزدیک کے لوگ دوری تلاش کریں اور واصلین ہجر (جدائی) کے راستہ پر دوڑیں، سننے والا ہوش سے جاتا رہے اور کلام کرنے والے کو طاقت نہ رہے ؎

فریادِ حافظ ایں ہمہ آخر بہرزہ نیست ہم قصۂ غریب و حدیثِ عجیب ہست

[حافظ کی یہ سب فریاد آخر فضول تو نہیں ہے یہ تو نادر قصہ اور عجیب بات ہے] قرآن مجید کی آیاتِ متشابہات اس کا ایک رمز ہیں اور فرقانِ حمید کے مقطعات اس کا ایک اشارہ ہیں، یہ دولت اصالت کے طور پر (یعنی بلا واسطہ) انبیائے کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کو حاصل ہے اور کامل وارثوں کو بھی ان ۲۸۸ص
بزرگواروں (انبیاء علیہم السلام) کے اتباع کی وجہ سے وراثت کے طور پر حاصل ہے اگرچہ قلیل و نادر درجے میں ہو، پس آپ پر خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوات والبرکات کا اتباع لازم ہے تاکہ آپ اُن کے برکات کو حاصل کرلیں اور ان کے اذواق (مزوں) کو چکھیں اور ان کی شفاعت کے ساتھ قیامت کی ہلاکت گاہوں سے نجات پائیں۔ والسلام علیکم وعلی من لدیکم [آپ پر اور آپ کے پاس والوں پر سلام ہو]۔

مکتوب ۱۳۵

یہ بھی مولانا حسن علی کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ منصب قضا سے عہدہ برآ ہونا بہت ہی مشکل ہے۔

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد برادرِ عزیز مولانا حسن علی، اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کے حال کو نیک کرے اور اس کی امیدیں پوری فرمائے، کو عرض کرتا ہے (کہ) اس حدود کے فقراء کے احوال حمد کے لائق ہیں، اُس بھائی (آپ) کا خط پہنچا، اللہ تعالیٰ ظاہر و باطن کی جمعیت (اطمینان) کے ساتھ رکھے اور ماسوا کی دید و دانش سے رہائی دے اور آفاق و انفس سے ترقی بخشے۔ اور آپ نے قاضی محمد رفیع کے بارے میں جو لکھا تھا، میرے مخدوم! یہ معاملہ اگرچہ صحبت سے تعلق رکھتا ہے لیکن مشارٌ الیہ (شخص مذکور) کے شوق کو دیکھ کر طریقہ لکھتا ہے حق سبحانہ فائدہ مند بنائے، منصبِ قضا سے عہدہ برآ ہونا بہت ہی مشکل ہے قاضی کو شرع کا پابند ہونا چاہیے تاکہ اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو سکے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اس (قدر) علم و تقوی کے باوجود اس منصب کو قبول نہیں فرمایا، ڈرتے اور کانپتے رہنا چاہیے اور ہمیشہ

www.maktabah.org

آہ وزاری کے ساتھ اس منصب سے رہائی کی دعا کرنی چاہیئے، تقیہ بیں احتیاط اس راستہ کی شرط ہے، یہ معنی حُسن ادا کے ساتھ مشارٌ الیہ (قاضی محمد رفیع) کو بیان کر دیں۔ والسلام علیکم۔

مکتوب ۱۳۶

ملا نعمت اللہ کے نام نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔

برادر عزیز مولانا نعمت اللہ! اللہ تعالیٰ جل شانہ کے انعامات کے ساتھ ممتاز رہیں، آپ کا خط پہنچا، اوقات کی تعمیر میں پوری پوری کوشش کرتے رہیں اور مخلوقات کے ساتھ میل جول بقدرِ ضرورت کریں اور شب بیداری کو غنیمت جانیں اور اپنے کردار پر گریہ وزاری کرتے رہیں اور اس دُور افتادہ کو دعا کے ساتھ یاد کریں، والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ (جس شخص نے ہدایت کی پیروی کی اس پر سلام ہو)۔

مکتوب ۱۳۷ ۲۸۹

میرزا عبید اللہ کے نام اجمالی طور پر دقیق اسرار کے بیان میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغِ دعوات کے بعد عرض کرتا ہے کہ (جملہ) احوال قابلِ شکر ہیں۔ اور اُس (اللہ) سبحانہٗ سے آپ کی عافیت و استقامت اور قرب کے مدارج میں ترقی درجات اور ولایاتِ ثلاثہ کے مراتب تک پھر اُن سے علومِ ولایت تک پہنچنے اور مرتبۂ نبوت کے کمالات سے حصہ پانے پھر ان سے خاتم الانبیاء علیہ وعلیہم وعلیٰ آلِ کل الصلوات والبرکات کے مقام تک اطلاع پانے کے لئے دعا کی گئی ہے تاکہ نفسِ کامل درجہ کا اطمینان حاصل کرلے اور سینہ کو کما حقہٗ انشراح حاصل ہوجائے اور مختلف عناصر میں اعتدال پیدا ہوجائے پس وہ خلّت و محبتِ ذاتیہ سے حصہ اور ان پوشیدہ اسرار سے بہرہ حاصل کرلے جن کی طرف صحابی کی زبان سے اشارہ کیا گیا ہے کہ "اگر میں اُن اسرار کو تم پر فاش کردوں تو ضرور یہ گلا کاٹ دیا جائے"۔ اور تجھے جان لینا چاہیے کہ ولایتِ صغریٰ کے کمالات حاصل کرنے میں عمدہ چیز مراقبہ اور قلبی اذکار یعنی اسمِ ذات و نفی اثبات کا ذکر ہے اور آخری دونوں ولایتوں (ولایتِ کبریٰ وعلیا) کے حاصل کرنے میں نفی اثبات کا زبان کے ساتھ ذکر کرنا (تہلیل لسانی) ہے اور جو کمالات مرتبۂ نبوت کے ساتھ وابستہ ہیں ان کے حصول میں مدد دینے والی چیز قرآن مجید کی تلاوت کرنا اور نماز میں پڑھنا بالخصوص فرض نماز میں

www.maktabah.org

بڑھتا ہے پھر اس کے بعد وہ مقام آتا ہے جس میں نہ عمل کے لئے کوئی نتیجہ ہے اور نہ ہی اعتقاد کے لئے کوئی اثر ہے، وہاں ترقی محض فضل و احسان کے ساتھ وابستہ ہے اور یہ مقام اصالت کے طور پر انبیائے مرسلین علیہم السلام والبرکات کے ساتھ مخصوص ہے اور ان کے تابع ہو کر دوسروں کے لئے بھی اس مقام سے حصہ ہے پھر اس کے اوپر وہ کمال آتا ہے جس میں تفضل سے محبت کی طرف ترقی ہوتی ہے پس اس کمال کے حصول میں ترقی کرنا محبت صرفہ (خالص محبت) پر موقوف ہے، اور محبت میں بھی محبیت و محبوبیت دو کمال ہیں پس محبیت ذاتیہ کے کمالات کا ظہور اصالت کے طور پر کلیم (حضرت موسیٰ) علیہ السلام کے ساتھ مخصوص ہے اور محبوبیت ذاتیہ کے کمالات پہلے تو حبیب خدا علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوات واکمل التحیات کے ساتھ مخصوص ہیں اور پھر ان دونوں (کلیم و حبیب علیہما الصلوٰۃ والسلام) کے طفیل سے دوسروں کے لئے ان دونوں کمالوں کی امید ہے۔ والسلام

مکتوب ۱۳۸ خ ۲۹۰

مولانا محمد صدیق کے نام بلند ہمتی کی ترغیب اور اس راز کو منکشف کرنے میں تحریر فرمایا کہ توجہ کے برخلاف غیر توجہ میں نسبت زیادہ ہو جاتی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، آپ کے گرامی نامہ نے پہنچ کر خوشوقت کیا، آپ نے اپنے آپ کو ناقص دیکھنے اور بلند ہمتی اور حاصل کئے ہوئے امور پر اکتفا نہ کرنے کے بارے میں (جو کچھ) لکھا تھا (وہ) نیک و مبارک ہے، ممکن بیچارہ جو کہ فی نفسہٖ خیر و کمال سے خالی ہے کمال اس کے حق میں نقص کی دید اور کمال کی نفی کرنا ہے اور بھلا ہونے کی نفی اور نقص و شریت کے مشاہدہ میں بھلائی ہے، اپنے آپ کو موہوم کمال سے خالی کرنے اور امانت (اہل امانت کو) واپس کرنے کے بعد اس قابل ہوا کہ غنی مطلق (اللہ تعالیٰ) سے بھیک مانگے اور گداگری کرے اور چونکہ اس (حق تعالیٰ) کے عطیات و کمالات کی کوئی حد نہیں ہے اور اس (بندہ) کا پیاسا اور مفلس ہونا بھی کمال درجہ کا ہے (اس لئے) جس قدر ہمت کو بلند کرے اور ھَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ (کیا اور بھی ہے) کی صدا لگائے اس کو سزاوار ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ "جس وقت ارادہ کر کے متوجہ اور مراقب ہوتا ہے تو خاطر خواہ نسبت محسوس نہیں ہوتی اور جب توجہ کو ترک کر دیتا ہے تو بلا طلب و بے ارادہ مخصوص نسبت محسوس ہوتی ہے اور اسی لئے مراقبہ میں بہت کم مشغول ہوتا ہے"۔ میرے مخدوم! باطنی نسبت جس قدر اصالت کی طرف جاتی

www.maktabah.org

اور ظلیت کی قید سے آزاد ہوتی جاتی ہے ظاہر کے ادراک (پانے) سے دور جا پڑتی ہے اور مراقبہ کے احاطہ میں نہیں آتی، مراقبہ کمالاتِ ظلی کے ساتھ وابستہ ہے اور کمالاتِ اصلی سے بہت کم حصہ رکھتا ہے، شہود و مشاہدہ والے حضرات مراقبہ کے ساتھ لذت حاصل کرتے ہیں اور جو شخص شہود سے گذر چکا ہے وہ مراقبہ میں بہت کم مشغول ہوتا ہے۔ جاننا چاہیئے کہ یہ جو کچھ بیان ہوا اہلِ انتہا اور اخصِ خواص کا معاملہ ہے اور خواص و متوسطین کے لئے اس معنیٰ کا لازمہ یہ ہے کہ جب سالک کا ظاہر اپنے باطن کی طرف توجہ نہیں رکھتا تو باطن اپنے معاملہ میں مشغول ہے اور کسی مزاحمت کے بغیر اپنے مقصد میں لگا ہوا ہے اور جب ظاہر باطن کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو باطن کو بھی ظاہر کے ساتھ ایک گونہ توجہ پیدا ہو جاتی ہے اور اس مشغولیت میں جو کہ وہ اپنے معاملہ میں رکھتا تھا کچھ فتور آجاتا ہے اور اس سکون و حضور میں خلل واقع ہو جاتا ہے، واللہ سبحانہ الملھم بالصواب [اور اللہ سبحانہ ہی صحیح بات کا الہام کرنے والا ہے]

مکتوب ۱۳۹

پشاور کے دوستوں کے نام عارفِ کامل کی حقیقت کے بیان میں تحریر فرمایا

ص ۲۹۱ برادرانِ کرام خواجہ محمد صدیق و مولانا حسن علی اور ملا نعمت اللہ کی طرف حمد و صلوٰۃ اور تبلیغِ دعوات کے بعد عرض ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو خواہشات و ارادات سے فنا نصیب فرمائے اور اپنی مرضیات و تمام کمالات کے ساتھ بقا عطا فرمائے اور تقویٰ کے لباس سے زینت بخشے اور تجلیات کے زیور سے آراستہ کرے اور انھیں شیون کی تفصیلات سے ذات کے اجمال کی طرف عروج عطا فرمائے کیونکہ جو عارفِ کامل بقائے ذاتی کے ساتھ مشرف ہے وہ اپنے جمال کو جہاتوں کے آئینوں میں مشاہدہ کرتا ہے اور اپنی ذات کو کلی و اجمالی طور پر اور عالم کو اپنے مظاہر و تفصیل دیکھتا ہے اور اپنی ذات کو افرادِ عالم میں سرایت کئے ہوئے اور اس طرح احاطہ کئے ہوئے معائنہ کرتا ہے جس طرح کُل اپنے اجزاء کو احاطہ کئے ہوئے ہوتا ہے بلکہ اُن میں سے بعض کو ایسا احاطہ ہے جیسا کہ ذات کا احاطہ صفات کے لئے ہوتا ہے پس اس کے لئے ذات ہے اور اس کے ماسوا صفات کے مظاہر ہیں اور یہ آخری قسم کاملین میں سے بعض افراد کے ساتھ مخصوص ہے نادر ہونے میں اس کے لئے عنقا کا حکم ہے اگر کوئی (اس کا) پانے والا ہزاروں سال کے بعد (اس کو) پالے تو بیشک اس کو غنیمت جانے ؎

اگر پادشہ بر درِ پیر زن
بیاید تو اے خواجہ سبلت مکن

[اگر بادشاہ بڑھیا عورت کے دروازے پر آجائے تو اے خواجہ تو حسد نہ کر]

www.maktabah.org

مکتوب ۱۴۰

شیخ علیم جلال آبادی کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کے بعض درجات کسبی ہیں اور بعض وہبی اور اعتقاد و عمل کو بعض میں دخل ہے اور بعض میں دخل نہیں ہے۔

حمد و صلوٰۃ و تبلیغ دعوات کے بعد عرض کرتا ہے کہ اس حدود کے فقراء کے احوال و اطوار حمد کے لائق ہیں امید ہے کہ دور افتادہ دوست بھی نیکی کے راستے پر ہوں گے اور سیدِ کائنات فخرِ موجودات علیہ افضل الصلوات واکمل التحیات کی متابعت پر ظاہری و باطنی طور پر قائم ہوں گے اور اس متابعت کے درجات و مراتب ہیں، حضرت قبلۃ الواصلین اسوۃ المحققین خلیفۃ اللہ فی العالمین ہمارے حضرت عالی قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس نے مکتوباتِ جلد ثانی کے مکتوب ۵۴ میں متابعت کے سات درجے قرار دیئے ہیں اگر ہو سکے تو اس مکتوب کا مطالعہ کریں، ان میں سے پہلے دو درجے کسبی ہیں جو کہ ظاہری و باطنی اعمال سے تعلق رکھتے ہیں اور تیسرا درجہ ایک لحاظ سے کسبی اور ایک لحاظ سے وہبی ہے کیونکہ اس کے مبادی و مقدمات (ابتدائی امور) کسبی ہیں اور فی نفسہٖ وہ وہبی ہے، چوتھا درجہ موہبی ہے لیکن اعتقاد و عمل کو اس کے حصول میں دخل ہے، ۲۹۲

پانچواں اور چھٹا درجہ اس سے بھی بلند تر ہے اور ساتویں (درجے) کے بارے میں کیا لکھے (وہ تو نہایت بالاتر ہے) خواص اہل اللہ کے اس قسم کے اذواق کے مطالعے سے مقصود دو چیزیں ہیں (اوّل) اپنے عجز و قصور پر اطلاع ہونا دوم ان اکابر کے کمال پر ایمان لانا کہ یہ برکات کا پھل دیتا ہے اور (اس سے) ان حضرات کے ساتھ محبت میں زیادتی حاصل ہوتی ہے تاکہ المرء مع من احب [آدمی اپنے محبوب کے ساتھ ہوتا ہے] کی بشارت میں داخل ہو جائے۔ والسلام والاکرام

مکتوب ۱۴۱

میرزا عبید اللہ بیگ کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ موجودِ حقیقی کو موہوم کے ساتھ کچھ بھی نسبت نہیں ہے

حمد و صلوٰۃ و تبلیغ دعوات کے بعد برادرم عبید اللہ بیگ کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ آپ کے مکتوبِ لطیف نے جو کہ احوالِ شریفہ پر مشتمل تھا پہنچ کر خوش وقت کیا، اس میں جو یہ درج تھا کہ "توحید علم کو بدل دینے کے سوا اور کچھ نہیں ہے اس پر فنا کا اطلاق بعید ہے" اور نیز درج تھا کہ "تنزیہ کو اس مرتبہ تک ظاہر کرتے ہیں کہ تشبیہ کی طرف ہرگز رخ نہیں رکھتی اور تشبیہ کو اس کمال کے ساتھ جلوہ گر کرتے ہیں

www.maktabah.org

کہ ہرگز تنزیہ کے ساتھ کوئی نزاع نہیں رکھتی" یہ سب درست و معقول ہے موجودِ حقیقی کو وجودِ موہوم کے ساتھ کیا نزاع اور کونسا تضاد ہے، موجود ایک ایسے مرتبہ میں موجود ہے کہ جہاں موہوم کا کوئی نام و نشان نہیں ہے، آئینہ کو اس صورت کے ساتھ جو اس میں منعکس ہوتی ہے کوئی نسبت نہیں ہے، یہ نہیں کہہ سکتے کہ صورت آئینے میں داخل ہے یا اس سے خارج ہے، اس کے ساتھ متصل ہے یا اس سے جدا ہے یہی نسبت موہوم کو موجود کے ساتھ ہے کہ دونوں ایک ہی مرتبہ میں ہیں آئینہ خارج میں ہے اور صورت وہم کی اختراع کی ہوئی ہے، توحید اس مرتبہ میں اگرچہ علم کو بدل دیتا ہے لیکن اس شہود عبارت کو کہ وجودِ موہوم کی فنا وجودِ حقیقی کی بقا میں ہے اس معنی کی طرف پھیرا جاسکتا ہے، اور آپ نے جو یہ لکھا ہے کہ "اب فکر (شہود کے) جس نتیجے پر پہنچتی ہے دوسرے شرعی اعمال (بھی) وہی شہود بخشتے ہیں" (یہ) درست ہے، اللہ تعالیٰ اس دید کو کمال تک پہنچائے اور احکام شرعیہ میں سے ہر حکم سے مطلوب کی طرف راستہ کھولے
والسلام

مکتوب ۱۴۲

محمد کاشف کے نام اس سوال کے جواب میں جو انہوں نے ذکر لسانی نفی اثبات کے بارے میں کیا تھا کہ (اس میں) کلمہ محمد رسول اللہ کو کلمۂ لا الٰہ الا اللہ کے ساتھ کتنی بار میں ملائے اور نماز وتر کے بعد سجدہ کرنے کے متعلق اُن کے سوال کے جواب میں تحریر فرمایا۔

۲۹۳ حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد برادر رشید خواجہ محمد کاشف کو عرض کرتا ہے کہ آپ نے جو مکتوب اس اثنا میں حمال (قلی) کے ہاتھ عصاؤں کے ساتھ بھیجا تھا پہنچا اور (عصاؤں کو) پہنچایا، اللہ سبحانہٗ قبول فرمائے۔ آپ نے دریافت کیا تھا کہ "کلمہ طیبہ نفی اثبات کے تکرار کے وقت کلمۂ جارکہ محمد رسول اللہ کو بھی اس کے ساتھ ملائے یا نہ ملائے، اور اگر ملائے تو کتنی مرتبہ کے بعد ملائے"! جواب (کتنی) مرتبہ کا کوئی تعین نہیں ہے ہر دس یا بیس یا ہر پچاس یا سو کے بعد ملائیں اور اس کلمہ کے تکرار سے اپنے مقاصد و ارادوں کی نفی کریں تاکہ اپنے ارادوں سے پوری طرح خالی ہو جائیں اور واحد حقیقی و مطلب تحقیقی کے سوا کچھ مقصود نہ رکھیں، اپنی مراد تلاش کرنا بندگی کے مقام کے لائق نہیں ہے۔ مشائخ نے فرمایا ہے کہ جو کچھ تیرا مقصود ہے وہ تیرا معبود ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس شخص نے اپنی فکروں کو ایک فکر بنالیا اللہ تعالیٰ اس کی دنیا و آخرت کی فکروں کے لئے کافی ہوتا ہے اور ایک روایت میں همًّا واحدًا همّ المعاد یا همّ الآخرة [ایک فکر یعنی فکر معاد یا فکر آخرت] آیا ہے معاد یا آخرت سے مراد

www.maktabah.org

دار الخلود (ہمیشگی کا گھر) ہے جو کہ دار اللقاء (ملاقات کا گھر) ہے اور ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد اصل کی طرف باز گشت (لوٹنا) ہو جیسا کہ مولوی (رومی) علیہ الرحمۃ نے اس شعر میں اشارہ کیا ہے ؎

ہر کسے کو دور ماند از اصلِ خویش — باز جوید روزگارِ وصلِ خویش

[جو شخص کہ اپنی اصل سے دور رہ گیا وہ اپنے وصل کا وقت پھر سے تلاش کرے]۔ آپ نے دوسرا سوال وتر کے بعد سجدہ کرنے کے بارے میں کیا تھا، فقیر نے اس کا جواب روایت کے ساتھ اس سے پہلے بھیجا ہے تعجب ہے کہ نہیں پہنچا۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہمارا عمل اور ہمارے حضرت عالی (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ) کا عمل نہیں ہے اور علما نے اس کو منع کیا ہے (اس لیے) کرنا نہیں چاہیے (کتاب) سنن الہدیٰ میں ہے کہ نمازِ وتر کے بعد دو سجدے کرنا اور ان کے درمیان جلسہ (بیٹھنے) کے ذریعے فصل کرنا اور اس (جلسہ) میں آیۃ الکرسی پڑھنا کہ ان دونوں سجدوں پر بلادِ ہند میں عمل کیا جاتا ہے اخبار و آثار (احادیث و روایاتِ صحابہ) میں ان دونوں سجدوں کی کوئی اصل نہیں ہے اور فقہ مختار میں بھی ان دونوں کے لیے کوئی روایت نہیں ہے اور اہلِ عرب کا بھی ان دونوں سجدوں پر کوئی عمل نہیں ہے بلکہ شافعیہ ان دونوں کی حرمت کے قائل ہیں اور اکثر احناف ان دونوں سجدوں کو بالکل جانتے ہی نہیں ہیں اور میں نے ان دونوں سجدوں کے بارے میں فقہائے مدینہ سے دریافت کیا تو انھوں نے ان دونوں میں کراہت کا ہونا نقل کیا ہے، والسلام

مکتوب ۱۴۳

شیخ محسن کشمیری کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ طالب نابینا کا حکم رکھتا ہے اور اس کا کسی کامل کی خدمت میں پہنچنا محض عطائے الٰہی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ اُس ذات کے طفیل جس کی نگاہ نے کجی نہیں کی
اور نہ وہ گمراہ ہوا علیہ و علیٰ آلہ الصلوات والبرکات والتسلیمات العلیٰ، ماسوا کی غلامی سے آزاد کر کے اپنی ص۲۹۴
بارگاہِ مقدس کا پوری طرح گرفتار بنائے اور احسان کی حقیقت تک پہنچائے جس کی علامت ان تعبد اللہ کانک تراہ ہے [یعنی تو اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرے گویا کہ تو اس کو دیکھ رہا ہے] تاکہ اُس (اللہ) تعالیٰ شانہ کی معیت کا جو کہ احسان کی صفت والے بندوں کے ساتھ ہے جیسا کہ کلام مجید سے معلوم ہوتا ہے[1] سِرّ (راز) ظاہر ہو اور اسم سے مسمّیٰ کی طرف دلالت کرے اور شرح صدر کے ساتھ متصف کرے جو کہ اطمینانِ نفس اور سینہ میں ایک نور کے آنے کے ساتھ وابستہ ہے جس کی علامت دار الغرور (دنیا) سے الگ ہونا

---

[1] غالباً آیہ ان اللہ مع المحسنین مراد ہے۔ (مترجم)

www.maktabah.org

اور دار القرار (آخرت) کی طرف آمادہ ہوتا ہے جیسا کہ وارد ہوا ہے۔

آپ کے مکتوب شریف نے جو کہ مطلوب بے مثال کی طلب و شوق کے درد کی خبر دینے والا تھا شرف بخشا (یہ) کسقدر نعمت ہے کہ گوناگوں تعلقات اور اہلِ دنیا کی صحبت کے باوجود مطلوبِ حقیقی کا سودا دل کی گہرائی میں پیدا ہو جائے اور ہویّت غیب (ذاتِ حق تعالیٰ) کی خواہش جان کی پیشانی سے ظاہر ہو جائے درویشوں کی محبت اس کا اثر ہے اور ان کے ساتھ نیازمندی اس پر واضح دلیل ہے، اس گروہ سے محبت کرنے والا اس گروہ کے ساتھ ہے اور ان کا ہمنشین اُن میں سے ہے المرءُ مع من احب [آدمی اسی کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے] نبی کریم علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث ہے، حق سبحانہٗ سے اس طلب کی زیادتی کے لئے دعا کرتے رہیں اور اس خواہش و شوق کی تقویت طلب کریں تاکہ اس طلب میں یک رُخ و یک جانب ہیں اور اس نفیس جوہر کو فانی آرزوؤں کے غبار سے بے نُور و بے رونق نہ بنائیں اور آہ و زاری کے ساتھ اللہ تعالیٰ شانہ کے کرم سے دعا کریں کہ (کسی) کامل کی صحبت میں پہنچائے تاکہ استعداد کا جوہر روشن ہو جائے اور انسانی کمال اس کی صحبت میں ظاہر ہو جائے اور ناقص کی صحبت کا گرفتار نہ بنائے کیونکہ ناقص (کے ذریعہ) سے کامل نہیں بنتا اور سالک کی استعداد ضائع ہو جاتی ہے۔ ع

از کوزہ ہماں بروں تراود کہ در وست   [کوزہ (برتن) سے وہی چیز باہر ٹپکتی ہے جو کہ اُس میں ہے]

طالب بیچارہ نابینا کی طرح ہوتا ہے مشکل ہے کہ وہ کامل و ناقص میں تمیز کرے اس جگہ فضل کی سبقت درکار ہے اور رحمت کی دستگیری ہونی چاہئے اور بس۔ اور اس بے پروبال عاجز سے حصولِ کمال کا سوال کرنا بے نوال (مفلس) سائل سے سوال کرنے کی مانند ہے اگرچہ اس عالی مرتبہ گروہ کی محبت کی راہ سے ان اکابر کے کمال کے ساتھ کچھ ایمان حاصل کیا ہے اس لئے بعض طالبین نے جو کہ اس کے ساتھ نشست و برخاست کرتے ہیں محض حسنِ ظن کی وجہ سے بلکہ محض (اللہ تعالیٰ کے) فضل و کرم سے اس سرچشمہ سے کچھ شربت حاصل کیا ہے اور کرتے رہتے ہیں اور ایک جماعت کے رُشد و ہدایت کا ذریعہ بنتے ہیں لیکن چونکہ یہ ناکارہ اس محبت میں ناقص ہے اس پر متفرع ہونے والے میں بھی (محبت) ناقص ہی ہونی چاہئے، البتہ چونکہ آپ نے ان بے سروسامان فقراء کے ساتھ کچھ حسنِ ظن پیدا کیا ہے اس لئے حدیث قدسی انا عند ظن عبدی بی [میں اپنے بندے کے گمان کے نزدیک ہوں] کے مصداق امید ہے کہ فضل و کرم سے اُس (حسنِ ظن) کے مطابق اُس طرف کے بھی معاملہ فرمائیں گے ۲۹۵

می تواند کہ دہد اشکِ مرا حسنِ قبول   آنکہ دُر ساختہ است قطرۂ بارانی را

[جس نے انہوں نے بارش کے قطرہ کو موتی بنادیا ہے ہو سکتا ہے کہ وہ میرے آنسوؤں کو حسنِ قبول عطا فرمائے] والسلام علیکم و علیٰ سائر من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ و علیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات والتحیات والبرکات العلیٰ۔

www.maktabah.org

مکتوب ۱۴۲

مولانا محمد صدیق کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ اصل کا معاملہ وراء الوراء ہے اور جو کچھ اس کے خلاف ہے وہ ظلال سے ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ میرے توفیق آثار بھائی جناب مولانا محمد صدیق اس دور افتادہ کی طرف سے دعا و سلام عافیت انجام پڑھیں اور عبادات و اذکار کے معمولات پر محنت کرتے رہیں اور رات کی نماز (تہجد) اور صبح کی گریہ وزاری کو غنیمت شمار کریں اور اس معاملہ کے طالب رہیں جو کہ ادراک (رہانی) کے حوصلہ سے باہر ہو اور وہ کسی عبارت سے تعبیر اور کسی اشارہ کے ساتھ اشارہ نہ کیا جاسکے اور وہ وہم کی رسائی کا میدان نہ ہو، جو معاملہ کہ اصل کے ساتھ وابستہ ہے وہ ایسا ہی ہے اور جو ایسا نہیں ہے وہ ظلال و اوصاف سے تعلق رکھتا ہے۔ سید الطائفہ (حضرت جنید بغدادی) قدس سرہ نے مرنے کے بعد خواب میں جو اپنے حال کی خبر دی ہے شاید (اس میں) اسی معاملہ کی طرف اشارہ کیا ہے جیسا کہ انھوں نے فرمایا "عبارات ضائع ہو گئیں اور اشارات فنا ہو گئے اور ہم کو ان دو رکعتوں کے سوا جو ہم نے رات کے کسی حصے میں پڑھی تھیں اور کسی چیز نے نفع نہیں دیا" اس لئے کہ عبارات و اشارات چونکہ ظلال و صفات کے ساتھ وابستہ ہیں اصل کے ظہور کے بعد ھَبَاءً مَّنثُورًا (تتر بتر) ہو گئے اور فانی و ناچیز بن گئے اور ان کا کوئی اثر نہ رہا اور چونکہ بندہ سے بندگی کے وظائف ادا کرنے کے سوا اور کوئی چیز اس بارگاہ عالی کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتی خاص طور پر نماز کا ادا کرنا جو کہ مومن کی معراج اور تمام عبادات کی جامع ہے خاص کر وہ نماز جو کہ رات کے کسی حصے میں ادا ہو کہ وہ وقت زمانہ کی سب سے بزرگ ساعت ہے اور اس آسمان (آسمانِ دنیا) پر (حق تعالیٰ کے) نزول کا وقت ہے اس لئے فرمایا کہ "ہم کو ان دو رکعتوں کے سوا جو ہم نے رات کے خلا میں پڑھی تھیں اور کسی چیز نے نفع نہیں دیا۔"

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ نے فرمایا کہ "میں سات سال تک مولانا عارف الدیک کرانی قدس سرہ کے ہمراہ اس دوڑ دھوپ (کوشش) میں رہا کہ اصل سے آگاہی حاصل کروں تین بار حجاز کے سفر پر گیا اگر میں وہاں مولانا (عارف) کی شکل یا مولانا کے کمالات کا ذرا سا بھی مظہر کسی کو پاتا تو ہرگز وہاں سے واپس نہ لوٹتا" پس ہم جیسے ص ۲۹۶
ہجرت زدوں پر لازم ہے کہ اس طلب میں جان و دل کے ساتھ کوشش کریں اور جہاں کہیں سے اس نعمت کی بو باطن کے دماغ میں پہنچے اس کے پیچھے چلیں۔ والسلام اولاً و آخراً۔

www.maktabah.org

مکتوب ۱۴۵

محمد عاشور بخاری کے نام اس بارے میں کہ کلمہ طیبہ توحید کے تمام سلوک کے خلاصہ کو شامل ہے اور مفید نصیحتوں کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ آپ کے گرامی نامہ نے خوش وقت کیا۔ حضرت حق جل وعلا ماسوا کی گرفتاری سے پوری طرح نجات دے اور درجات قرب میں ترقیات نصیب فرمائے اور کلمۂ طیبہ کی برکات سے سیراب کرے۔ اہل اللہ کے نزدیک مسلّم ہے کہ باطن کو منور کرنے میں اس کلمۂ مبارکہ سے زیادہ نفع دینے والی کوئی چیز نہیں ہے، صاحب استعداد سالک اس کلمہ کے پہلے جزو (لَآ اِلٰہَ) کے ساتھ مطلوب حقیقی کے ماسوا کی نفی کرتا ہے اور اس کے دوسرے جزو (اِلَّا اللہ) کے ساتھ معبود برحق کا اثبات کرتا ہے جو کہ تمام سلوک کا خلاصہ ہے ؎

تا بجاروب لا نہ روبی راہ　　　نرسی در سرائے الا اللہ

(جب تک تو لا کی جھاڑو سے راستہ کو صاف نہیں کریگا اس وقت تک) الا اللہ کی سرائے میں نہیں پہنچے گا)

آپ نے اخلاق پر مشتمل نصیحتیں طلب کی تھیں، میرے مخدوم! علوم شرعیہ کی کتابیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی حدیثیں اس امر کی کامل طور پر ضامن ہیں، شریعت منورہ کے مقتضا پر عمل کریں اور حضرت محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت کو تمام امور میں پیشوا بنائیں کیونکہ آخرت کی نجات اور قرب الٰہی جل شانہ کے درجات تک پہنچنا اس کے ساتھ وابستہ ہے اور اوقات کی آبادی میں پوری کوشش ملحوظ رکھنی چاہیے کیونکہ وقت نہایت قیمتی ہے لایعنی (فضول کاموں) میں صرف نہ ہو جائے، اور مخلوق کے ساتھ میل جول بقدر ضرورت کرنا چاہیے کیونکہ لوگوں کے ساتھ قدر ضرورت سے زیادہ صحبت رکھنا اس راستہ میں مہلک درندہ کی مانند ہے، اور راتوں کی شب بیداری اور صبح کے وقت کی گریہ وزاری کو غنیمت شمار کرنا چاہیے اور فانی لذتوں میں مشغول ہونے سے پرہیز کرنا چاہیے کیونکہ (یہ) باطن کو گدلا اور بے رونق کرتا ہے اور تمام لوگوں کے ساتھ خندہ پیشانی اور کشادہ روئی سے پیش آنا چاہیے اور خوش خلقی کے ساتھ نیکی کا امر کرنے اور برائی سے روکنے میں دریغ نہیں کرنا چاہیے اور کھانے، سونے اور کلام کرنے میں اعتدال کا خیال رکھنا چاہیے ؎

نہ چنداں بخور کز دہانت بر آید　　　نہ چنداں کہ از ضعف جانت بر آید

[نہ اتنا (زیادہ) کھا کہ تیرے منہ سے نکلنے لگے اور نہ اتنا کم کھا کہ کمزوری سے تیری جان نکل جائے]

www.maktabah.org

حق جل وعلا کی طلب میں مضطرب اور بے آرام رہنا چاہیے۔ ابو بکر طمستانی (رحمۃ اللہ) نے کہا ہے کہ تصوف اضطراب (کا نام) ہے، جب سکون آگیا تو تصوف نہیں رہا، محب کو محبوب کے بغیر چین نہیں ہے اور وہ ۲۹۷ ص
ماسوا کے ساتھ کسی طرح انس والفت اختیار نہیں کرتا۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ مرید کو اس صفت کے ساتھ ہونا چاہیے جیسا کہ کلام مجید میں مذکور ہے: حَتّٰۤی اِذَا ضَاقَتْ عَلَیْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَیْهِمْ اَنْفُسُهُمْ (یہاں تک کہ جب زمین اپنی فراخی کے باوجود ان پر تنگ ہو گئی اور وہ خود اپنی جانوں سے تنگ آ گئے) سورہ ۹ / ۱۱۸
اور جوانی کے دنوں کو غنیمت جانیں اور اس کی قوت کو مولا تعالیٰ کی طاعات میں صرف کریں، بڑھاپے کے وقت میں زندگی وفراغت کو فرض کرتے ہوئے معلوم ہے کہ کیا ہو سکتا ہے حدیث شاب نشأ فی عبادۃ اللہ (وہ جوان جس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں نشو ونما پائی) آپ نے سنی ہوگی۔ اور بدعتی کی صحبت سے دور رہنا اور بدعت کے کاموں سے الگ رہنا چاہیے کیونکہ نجات سنت (پر عمل کرنے) میں ہے اور حق سبحانہ سے ہمیشہ دعا کرنی چاہیے کہ (کسی) کامل کی صحبت میں پہنچائے تاکہ استعداد کا جوہر جِلا (چمک) حاصل کرے اور انسانی کمال ظاہر ہو جائے اور ناقص کی صحبت کا گرفتار نہ بنائے کیونکہ ناقص (کی صحبت کے ذریعے) سے کامل نہیں بنتا اور سالک کی استعداد ضائع ہو جاتی ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ "وحدت (توحید) کا عقیدہ اس قدر راسخ (پختہ) ہو گیا ہے کہ دل ساعت بساعت فیضِ حقیقی کے سرایت کرنے کے مشاہدہ سے متاثر ہوتا ہے اور بعض امور کے سوا تمام امور میں پوری محبت اللہ تعالیٰ کے ساتھ رکھتا ہے الخ" بہت بڑی نعمت ہے، اللہ تعالیٰ جل سلطانہ کا شکر بجا لائیں اور اس دید کی زیادتی طلب کریں تاکہ سب جگہ اس کا جمال مطالعہ کریں اور سب کو اس کے کمال کا آئینہ سمجھیں اور اپنی قدرت و قوت سے پوری طرح باہر ہو جائیں اور تمام امور اس کے سپرد کئے ہوئے جانیں اور اپنے آپ سے معدوم اور اس کے ساتھ موجود ہیں اور اس کی ذات کو ورا الورا تصور کریں، جو واقعہ کہ آپ نے دیکھا اور لکھا تھا نہایت پسندیدہ اور واضح ہے اور کامل مناسبت کی خبر دیتا ہے، اللہ تعالیٰ باطنی امور کو قوت سے فعل میں لائے انہ قریب مجیب (بیشک وہ قریب ہے اور دعا کو قبول کرنے والا ہے)۔

بس کنم خود زیرکاں را ایں بس است　　　بانگ دو کردم اگر در دِہ کس است

[اب میں بس کرتا ہوں عقلمندوں کو یہی کافی ہے اگر گاؤں میں کوئی شخص ہو تو میں نے دو دفعہ (دو مرتبہ) کی آواز لگا دی ہے]

والسلام علیکم۔

مکتوب ۱۴۶

www.maktabah.org

مولانا محمد صدیق کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کے جلال کے ظہور کو اُس سبحانہ کے جمال وانعام کی طرح ترقی ولذت کا سبب سمجھنا چاہیے۔

الحمد للہ فی السراء والضراء [خوشی ورنج دونوں حالتوں میں اللہ تعالیٰ کی حمد ہے] جو کچھ محبوب حقیقی جل سلطانہ کی طرف سے آئے محب کی نظر میں بلکہ حقیقت میں خوبصورت وزیبا ہے، محب اس کے رنج دینے سے (ایسی ہی) لذت حاصل کرتا ہے جیسی کہ اس کے انعام سے، ایک کو اس کے جمال کا ظہور اور دوسرے کو اس کے جلال کا مظہر دیکھتا ہے دونوں کو کمال کی صفت سمجھتا ہے اور صفت کو موصوف کا زینہ بناتا ہے اور صفت سے موصوف کی طرف مائل ہوتا ہے۔ فرزند جگر گوشہ کے رحلت کر جانے ۲۹۸ سے رضا وصبر اختیار کریں بلکہ محبوب حقیقی کا فعل ہونے کی وجہ سے اس سے لذت حاصل کریں اور فعل کو فاعل تک پہنچنے کا زینہ بنائیں، پیشانی پر شکن لانے اور بے صبری کرنے کی کیا گنجائش ہے جس طرح بیٹے کے وجود سے فائدہ حاصل کرتے تھے اور اس کو حق جل وعلا کی نعمت کا ظہور تصور کرتے تھے اس کے جاتے رہنے سے بھی خوشوقت رہنا چاہیے اور اپنے حق میں صفاتِ جلالی کی تربیت جانیں اور اپنی سعادت اس درد والم میں سمجھیں جو مالک حقیقی جل سلطانہ کی رضامندی کا دریچہ ہے، اس جہان کی مصیبتیں اگرچہ بظاہر زخم کو چھیل دینے والی ہیں لیکن باطن پر نظر کرتے ہوئے مرہم وراحت ہیں اور قرب وترقیات کا سبب ہیں۔ کسی نے خوب کہا ہے، (رباعی)

با درد بساز چوں دوائے تو منم	در کس منگر کہ آشنائے تو منم
گر بر سر کوئے عشقِ من کشتہ شوی	شکرانہ بدہ کہ خونبہائے تو منم

[چونکہ میں تیرا علاج ہوں تو درد کے ساتھ موافقت اختیار کر، تو کسی کو مت دیکھ کیونکہ میں تیرا آشنا ہوں، اگر تو میرے عشق کے کوچہ کے سرے پر مار ڈالا جائے تو شکرانہ ادا کر کہ تیرے خون کا بدلہ میں ہوں]

مکتوب ۱۴۷

میر محمد خافی کے نام تعمیر اوقات پر ترغیب اور مسلمانوں کی ضروریات پوری کرنے اور حسنِ خلق کے فضائل کی احادیث کے بیان میں تحریر فرمایا۔

اللہ سبحانہ ہمیں اور آپ کو سید المرسلین حبیب رب العلمین علیہ وعلی آلہ من الصلوات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا کی متابعت پر ثابت قدم رکھے۔ اے شفقت کے آثار والے! دنیوی زندگی نہایت

www.maktabah.org

قلیل ہے اور ابدی ودائمی معاملات اس کے ساتھ وابستہ ہیں، سعادت مند وہ شخص ہے جو اس تھوڑی فرصت کو غنیمت جان کر اس میں آخرت کے کام بنائے اور طویل سفر کا توشہ مہیا کرے اور چونکہ حق تعالیٰ نے آپ کو لوگوں کی ایک جماعت کی ضروریات کا مرجع بنایا ہے (اس لئے) اللہ تعالیٰ جل سلطانہ کا شکر بجالا کر مخلوق خدا کی حاجات روائی میں اچھی طرح کمر ہمت باندھیں اور اپنے مالک (اللہ تعالیٰ) کے بندوں اور بندیوں کی خدمت گاری کو دنیا وآخرت کے درجات حاصل کرنے کا وسیلہ تصور فرمائیں اور مخلوق کے ساتھ نیک سلوک واحسان کرنے اور ان کے ساتھ کشادہ روئی وخوش خلقی سے پیش آنے اور ان کے معاملات میں نرمی وسہولت اختیار کرنے کو مولائے حقیقی جل سلطانہ کی رضامندی کا دریچہ (کھڑکی) جانیں اور نجات کا سبب اور ترقی درجات کا ذریعہ سمجھیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ مخلوق اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے پس ۲۹۹ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے محبوب وہ شخص ہے جو اس کے کنبہ کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ مسلمانوں کی ضروریات پوری کرنے، اُن کو خوش کرنے، حُسنِ خلق، نرمی کرنے، مہلت دینے اور بُردباری کی فضیلت کے بارے میں چند حدیثیں تحریر کرتا ہے، اچھی طرح غور فرمائیں اور اگر کسی حدیث کے معنی سمجھنے میں کوئی پوشیدگی رہ جائے تو کسی دیندار طالب علم سے اس کا حل طلب کریں۔

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مسلمان مسلمان کا (دینی) بھائی ہے وہ اس پر ظلم نہیں کرتا اور اس کو (کسی دشمن یا ہلاکت کے) سپرد نہیں کرتا اور جو شخص اپنے بھائی کی حاجت روائی میں رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روائی میں رہتا ہے اور جس شخص نے کسی مسلمان کا کوئی غم دور کیا اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کے غموں میں سے کوئی غم دور کردیگا اور جس شخص نے کسی مسلمان (کے بدن یا عیب) کی پردہ پوشی کی اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کی پردہ پوشی فرمائے گا، اس کو بخاری ومسلم نے روایت کیا ہے۔ اور مسلم کی روایت میں ہے اور جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتے میں رہے اللہ تعالیٰ اس بندہ کی مدد میں رہے گا۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ کی کچھ مخلوق ہے جن کو لوگوں کی حاجات (پوری کرنے) کے لئے ہی پیدا کیا ہے، لوگ اپنی حاجات میں اُن کی طرف رجوع کرتے ہیں یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے مامون ہیں، اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے، اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ کی کچھ قومیں (لوگ) ہیں جن کو اس نے بندوں کے فائدوں کے لئے نعمتوں کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور جب تک وہ ان نعمتوں کو (اللہ کے بندوں پر) خرچ کرتے رہیں گے اللہ تعالیٰ اُن کو ان نعمتوں میں برقرار رکھے گا لیکن جب وہ ان نعمتوں کو (خرچ کرنے سے) روک لیں گے تو اللہ تعالیٰ ان نعمتوں کو ان لوگوں سے چھین لے گا اور دوسروں کی طرف منتقل کردے گا، اس کو ابن ابی الدنیا وطبرانی نے روایت

www.maktabah.org

کیا ہے، اور نیز حدیث شریف میں ہے جو شخص اپنے بھائی کی حاجت پوری کرنے کیلئے چلا (یعنی کوشش کی) تو یہ عمل اس کے لئے دس سال کے اعتکاف سے بہتر ہے اور (حالانکہ) جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ایک دن کا اعتکاف کیا اللہ تعالیٰ اس کے اور دوزخ کے درمیان تین خندق کا فاصلہ کر دے گا ہر خندق دوسری خندق سے اتنے فاصلہ پر ہوگی جتنا کہ زمین کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک (مشرق سے مغرب تک) فاصلہ ہے اس کو طبرانی اور حاکم نے روایت کیا اور کہا ہے کہ اس کی اسناد صحیح ہیں اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص نے اپنے (مسلمان) بھائی کی ضرورت (پوری کرنے) میں کوشش کی یہاں تک کہ اس کو اس کے لئے پورا کر دیا اللہ عزوجل اس کے لئے پچھتر ہزار فرشتوں کا سایہ کرے گا جو اس پر اگر وہ صبح کا وقت ہوگا تو شام تک اور شام کا وقت ہوگا تو صبح تک رحمت طلب کرتے اور اس کے لئے دعا کرتے رہیں گے اور وہ کوئی قدم نہیں اٹھائے گا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ اس کا ایک گناہ مٹا دے گا اور اس کے ساتھ ایک درجہ بلند کر دے گا، اس کو ابن حبان وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص نے اپنے کسی مسلمان بھائی کی حاجت (پوری کرنے) میں کوشش کی، اللہ تعالیٰ اس کے ہر قدم پر ستر نیکیاں لکھے گا اور اس کے ستر گناہ مٹا دے گا یہاں تک کہ جہاں سے وہ چلا تھا وہاں واپس آجائے پس اگر اس بھائی کی حاجت اس کے ہاتھ پر پوری ہوگئی تو وہ (کوشش کرنے والا شخص) اپنے گناہوں سے ایسا پاک ہوگیا جیسا کہ اس روز پاک ہوتا ہے جب اس کی ماں نے اس کو جنا تھا اور اگر اس (کوشش) کے دوران ہلاک ہوگیا تو وہ جنت میں بغیر حساب داخل ہوجائے گا، اس کو ابن ابی الدنیا نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے لئے کسی نیک مقصد کو حاصل کرنے اور کسی تنگی کو آسان کرنے کے بارے میں کسی صاحب اقتدار کی طرف پہنچا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز پل صراط سے گذرنے کے وقت اس کی مدد فرمائے گا صفحہ ۳۰ جبکہ لوگوں کے قدم لڑکھڑا رہے ہوں گے اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ سب سے افضل عمل کسی مومن کو خوش کرنا ہے یعنی تو اس کی ستر پوشی کرے یا اس کی بھوک کو دور کرے یا اس کی حاجت پوری کرے اس کو طبرانی اور ابوالشیخ نے روایت کیا ہے اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک فرائض (کی ادائیگی) کے بعد سب سے پسندیدہ عمل کسی مسلمان کو خوش کرنا ہے اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جب کوئی آدمی کسی مومن کو خوش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس خوشی سے ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے جو کہ اللہ عزوجل کی عبادت کرتا اور اس کی توحید بیان کرتا ہے (یعنی لا الہ الا اللہ کہتا ہے) پس جب بندہ اپنی قبر میں (منتقل) ہوجاتا ہے

www.maktabah.org

تو وہ خوشی اس کے پاس آتی ہے اور کہتی ہے کیا تو مجھ کو نہیں پہچانتا تو وہ اس کو کہتا ہے کہ تو کون ہے پس وہ کہتی ہے کہ میں وہ خوشی ہوں کہ تو نے مجھے فلاں شخص پر داخل کیا تھا آج میں تیری وحشت کو انس میں تبدیل کر دونگی اور تجھ کو حجت (دلیل) کی تلقین کروں گی اور تجھ کو قولِ ثابت (کلمہ شہادت) پر ثابت رکھوں گی اور یوم قیامت کی حاضری کے مقامات میں تیرے ساتھ حاضر رہوں گی اور تیرے لئے تیرے رب کی طرف شفاعت کروں گی اور تجھ کو جنت میں تیری منزل دکھاؤں گی، اس کو ابن ابی الدنیا اور ابو الشیخ نے روایت کیا ہے اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے اس چیز کے متعلق دریافت کیا گیا کہ جس کے ذریعہ اکثر لوگ جنت میں داخل ہوں گے تو آپ نے فرمایا (وہ چیز) اللہ تعالیٰ سے ڈرنا (تقویٰ) اور اچھے اخلاق ہیں۔ اور آپ سے اس چیز کے متعلق دریافت کیا گیا جس کی وجہ سے اکثر لوگ دوزخ میں داخل ہوں گے تو آپ نے فرمایا وہ منہ اور شرمگاہ ہے، اس کو ترمذی، ابن حبان اور بیہقی نے روایت کیا۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ ایمان کے اعتبار سے سب سے کامل مؤمن وہ ہے جو اخلاق میں سب سے اچھا ہو اور اپنے اہل وعیال کے ساتھ سب سے زیادہ مہربان ہو، اس کو ترمذی وحاکم نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ بیشک بندہ ضرور اپنے حسنِ خلق کی وجہ سے آخرت کے بہت بڑے درجے اور بہت بلند منزل پر پہنچے گا اور بیشک یہ (اس کی عبادت (کے ثواب) کو کم کر دیگا اور بیشک وہ ضرور اپنی بداخلاقی کی وجہ سے جہنم میں سب سے نیچے کے درجے میں پہنچے گا۔ اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ کیا میں تم کو ایسی عبادت کی خبر نہ دوں جو کہ آسان ہو اور بدن پر ہلکی ہو، (وہ) خاموشی اور حسنِ خلق ہے، اس کو ابن ابی الدنیا نے روایت کیا۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں آپ کے چہرہ مبارک کی جانب سے آیا اور کہا یا رسول اللہ! کونسا عمل افضل ہے آپ نے فرمایا حسنِ خلق، پھر وہ شخص آپ کی دائیں جانب سے آیا اور عرض کیا کونسا عمل افضل ہے، آپ نے فرمایا حسنِ خلق، پھر وہ آپ کی بائیں جانب سے آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! کونسا عمل افضل ہے، آپ نے فرمایا حسنِ خلق۔ پھر وہ شخص آپ کی پشت کی جانب سے آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! کونسا عمل افضل ہے، پس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس شخص کی طرف مڑے اور فرمایا تجھ کو کیا ہو گیا ہے کہ تو سمجھ نہیں رہا (وہ عمل) حسنِ خلق (ہے اور وہ) یہ ہے کہ اگر تجھ سے ہو سکے تو غصہ نہ کیا کر، اس کو محمد بن نصر المروزی نے روایت کیا ہے۔

اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ میں اس شخص کے لئے جنت کے احاطہ میں گھر دلانے کا ضامن ہوں جو جھگڑا کرنا ترک کر دے اگرچہ وہ حق پر ہی کیوں نہ ہو اور اس شخص کے لئے جنت کے وسط میں گھر دلانے کا

www.maktabah.org

ضامن ہوں جو جھوٹ بولنا ترک کردے اگرچہ جھوٹ بولنا مزاح کے طور پر ہی ہو اور اس شخص کے لئے جنت کے اعلیٰ درجے میں گھر دلانے کا ضامن ہوں جو اپنے اخلاق کو اچھا بنائے، اس کو ابوداؤد وابن ماجہ ۳۰۱ اور ترمذی نے روایت کیا ہے، اور نیز حدیث قدسی میں آیا ہے بیشک یہ وہ دین ہے جس کو میں نے اپنے لئے پسند کیا ہے اور سخاوت وحُسنِ خُلق کے سوا اور کوئی چیز اس کے لئے سزاوار نہیں، پس جب تک تم اس (دین) پر قائم رہو ان دونوں اوصاف سے اس (دین) کا اکرام کرو، اس کو طبرانی اور بزار نے روایت کیا۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے حُسنِ خُلق گناہوں کو اس طرح پگھلا (مٹا) دیتا ہے جس طرح کہ پانی برف کو پگھلاتا ہے اور برا اخلاق عمل کو اس طرح فاسد کردیتی ہے جس طرح کہ سرکہ شہد کو فاسد کردیتا ہے، اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ نرمی کرنے والا ہے اور تمام کاموں میں نرمی کرنے کو پسند کرتا ہے، اس کو بخاری ومسلم نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ نرمی کو پسند کرتا ہے اور اس سے راضی ہوتا ہے اور اس پر ایسی مدد کرتا ہے جو وہ سختی پر نہیں کرتا، اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ کیا میں تم کو اس شخص کے بارے میں خبر نہ دوں جو دوزخ کی آگ پر حرام کردیا جاتا ہے یا (یوں فرمایا) جس پر دوزخ کی آگ حرام کردی جاتی ہے (سنو) یہ ہر اس شخص پر حرام کردی جاتی ہے جو آسانی، نرمی اور سہولت والا ہے، اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ ڈھیل دینا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جلدی کرنا شیطان کی طرف سے ہے اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ عذر قبول کرنے والا کوئی نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلم (بردباری) سے زیادہ پسندیدہ کوئی چیز نہیں ہے اس کو ابویعلیٰ نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ بیشک بندہ حلم (بردباری) کے ذریعہ صائم وقائم (دن کو روزہ رکھنے اور رات کو نماز پڑھنے والے) کا درجہ پالیتا ہے، اس کو ابن حبان نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص کو غصہ آیا پھر اس نے اس کو ضبط کیا تو اللہ تعالیٰ اس سے ضرور محبت کرے گا اس کو اصفہانی نے روایت کیا۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ کیا تم کو اُس چیز کی خبر نہ دوں جس کے باعث اللہ تعالیٰ (جنت میں) مکان کو اونچا کرتا ہے اور جس کی وجہ سے درجات کو بلند کرتا ہے، صحابۂ کرام (رضی اللہ عنہم) نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ (ضرور ارشاد فرمائیے) آپ نے فرمایا (وہ یہ ہے کہ) جو شخص تجھ سے جہالت (کا برتاؤ) کرے تو اس سے بردباری کر اور جو شخص تجھ پر ظلم کرے تو اس کو معاف کردے اور جو شخص تجھ کو محروم کرے تو اس کو عطا کرے اور جو تجھ سے قطع تعلق کرے تو اس سے میل جول کرے، اس کو طبرانی وبزار نے روایت کیا اور نیز حدیث شریف میں ہے کسی کو پچھاڑ دینے سے طاقتور نہیں ہوتا، درحقیقت طاقتور وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے آپ پر قابو رکھے

www.maktabah.org

اس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ بیشک یہ بھی ایک قسم کا صدقہ (نیکی) ہے کہ تو کشادہ روئی کے ساتھ لوگوں کو سلام کرے، اس کو ابن ابی الدنیا نے روایت کیا ہے اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کے سامنے تیرا تبسم کرنا تیرے لئے صدقہ (نیکی) ہے اور تیرا امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرنا صدقہ ہے اور راستہ بھٹکنے کی زمین (جگہ) میں تیرا کسی کو راستہ بتانا تیرے لئے صدقہ ہے اور تیرا راستہ سے پتھر یا کانٹا یا ہڈی دور کرنا تیرے لئے صدقہ ہے اور نیز تیرا اپنے ڈول میں سے اپنے بھائی کے ڈول میں پانی ڈال دینا تیرے لئے صدقہ ہے، اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ بیشک جنت میں ایک ایسا بالاخانہ ہوگا جس کے باہر کا حصہ اس کے اندر سے اور اندر کا حصہ اس کے باہر سے (شفاف ہونے کی وجہ سے) نظر آئے گا تو ابو مالک اشعری نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ (بالاخانہ) کس کے لئے ہوگا؟ آپ نے فرمایا اس شخص کے لئے ہوگا جس نے اچھا کلام کیا اور (لوگوں کو) کھانا کھلایا اور رات کو جب لوگ سو رہے ہوں وہ نماز کے لئے کھڑا ہوا، اس کو طبرانی و حاکم نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیثیں کتاب ترغیب و ترہیب سے لی گئی ہیں جو کہ علم حدیث کی معتبر کتابوں میں سے ہے، اللہ تعالیٰ
ص ۳۰۲ ان احادیث کے مطابق عمل عطا فرمائے، اپنے حال کے صفحہ کو ان احادیث کے مضمون کے ساتھ موازنہ کریں جو کچھ حال کے موافق معلوم ہو اس پر اللہ تعالیٰ جل سلطانہ کا شکر بجالانا چاہئے اور جو کچھ ایسا نہ ہو تو حق سبحانہ سے عاجزی و زاری کے ساتھ اپنا حال ان (احادیث) کے موافق ہونے کی دعا کرنی چاہئے۔ اگر کسی کو ان پر عمل کرنے کی توفیق سر دست حاصل نہ ہو تو بہر حال اپنی کوتاہی کا اعتراف تو اس کو حاصل ہونا ہی چاہئے اور یہ (اعتراف) بھی ایک نعمت ہے، اللہ تعالیٰ اس بات سے اپنی پناہ میں رکھے کہ کسی کو عمل کی توفیق بھی حاصل نہ ہو اور اپنے آپ کو قصوروار بھی نہ جانے کیونکہ ایسے شخص کو اسلام سے بہت کم حصہ حاصل ہے ؎

ہر کس کہ بیافت دولتے یافت عظیم
واں کس کہ نیافت درد نایافت بس است

[جس شخص نے پالیا اس نے ایک بڑی دولت پالی اور جس شخص نے نہیں پایا اس کو نہ پانے کا درد ہی کافی ہے]

مکتوب ۱۴۸

ارشاد پناہ میر محمد نعمان کی خدمت میں اس بارے میں تحریر فرمایا کہ برائی و شرارت حسن و جمال کے آئینے ہیں۔

اللہ تعالیٰ (آپ کی ذات بابرکات کو (اپنے) الطاف میں شامل رکھ کر ارشاد کی مسند پر رونق افروز رکھے: ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ (لوگوں کی شامت اعمال کی وجہ سے
پ ۲۱ ع ۹ روم ۴۱

www.maktabah.org

خشکی اور سمندر میں فساد پھیل گیا]۔ دوسرا سال ہے کہ ہماری شامتِ اعمال سے مخلوق قحط کی آزمائش میں گرفتار ہے، لوگ استسقاء (بارش طلب کرنے کی نماز و دعا) کے لئے (شہر سے باہر) نکلے تھے اور یہ ناکارہ (میں) بھی اُن میں شامل تھا اس قدر گناہوں کا بوجھ ہوتے ہوئے یقین کے ساتھ تصور کرتا تھا کہ اس بلا (قحط) کا نازل ہونا اس کے بُرے اعمال کا نتیجہ ہے، لوگ اس کے (میرے) وجود سے برکت تلاش کرتے تھے اور اس کو سختی کے دور ہونے کی طلب کا وسیلہ بناتے تھے اور حقیقتِ حال سے واقف نہیں تھے اور حکام کے ظلم کی شکایت کرتے تھے اور وہ چونکہ اس ظلم کو اپنے اعمال کی طرف منسوب کرتا تھا اس لئے اس کے بالمقابل اُس (اعمالِ حکام) کو ھَبَآءً مَّنْثُوْرًا [بکھرا ہوا گرد و غبار] خیال کرتا تھا۔

میرے مخدوم! ان تمام تقصیرات کے باوجود عزیز دل اور دوستوں سے امید رکھتا ہے کہ اس کے حال پر کچھ رحم کریں گے اور (اللہ تعالیٰ سے) اس کی لغزشوں کی معافی طلب کریں گے اور (اس کے) گناہوں کی کثرت کی وجہ سے اس کو دعا سے محروم نہیں کریں گے، اگرچہ گنہگار ہے لیکن (اللہ تعالیٰ کی) رحمت کا امیدوار ہے ارحم الراحمین (اللہ تعالیٰ) بھی (رحمت کے) امیدوار گنہگاروں کے حال پر رحمت کی نظر رکھتا ہے، کل (قیامت کے روز) شفاعت بھی گنہگاروں ہی کو نصیب ہوگی جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے۔ روایت کرتے ہیں کہ قیامت کے روز حضرت یحییٰ بن زکریا علیٰ نبینا و علیہما الصلوٰت والتسلیمات کو لائیں گے اور ان کے دیوان (نامۂ اعمال) میں کوئی گناہ (درج) نہیں ہوگا اس کو گنہگاروں کے دیوان (نامۂ اعمال) میں رکھیں گے یہاں تک کہ اُن سے حساب لیا جائے گا، مغفرت کی صفت گنہگاروں کے لئے ہے اور ستّاری (پردہ پوشی کی صفت) گناہوں اور عیبوں کو چاہتی ہے اور عفو (معاف کرنے کی صفت) تقصیرات کو ڈھونڈھتی ہے، خیریت (نیکی) کے ظہور کے لئے شریت (برائی) ہونی چاہیے اور خداوندی کے لئے بندگی درکار ہے ؎ ٣٠٣

منم کاستاد را اُستاد کردم غلامم خواجہ را آزاد کردم

[میں ہی ہوں کہ جس نے استاد کو اُستاد کر دیا، میں وہ غلام ہوں کہ جس نے خواجہ (مالک) کو آزاد کر دیا۔]

پس بُرائی اور نقص و شر کی وجوہ جس قدر زیادہ ہوں گی حسن و کمال و خیر کی نمایش و ظہور اسی قدر زیادہ ہوگا۔ سبحان اللہ! برائی اور نقص نے اس جگہ حسن و کمال کے معنی پیدا کر لئے، عدماتِ مقیدہ شرارت کے باوجود چونکہ عارضی خیریت (بھلائی) کی وجہ رکھتے ہیں (اس لئے) یہ اسماء و صفات کے آئینہ دار ہو گئے اعدمِ مطلق چونکہ بھلائی کی کوئی وجہ (صورت) نہیں رکھتا اس لئے وہ شرِ محض ہے وہ وجودِ صرف تعالیٰ کے ساتھ تقابل (آمنا سامنا) رکھتا ہے اور اس مرتبۂ مقدس کی آئینہ داری کے ساتھ قائم ہے ؎

غلام خویشتنم خواند لالہ رخسارے سیاہ روئی من کرد عاقبت کارے

www.maktabah.org

[ایک لالہ رخسار (محبوب) نے مجھ کو اپنا غلام کہا آخر کار میری سیاہ روئی کچھ کام آہی گئی۔] طویل زمانوں کے بعد ہزاروں عارفوں میں سے کوئی ایک اس کمال کے حصول کے ساتھ ممتاز (ہوتا) ہے اور عدم صرف کی طرف نزول فرماتا ہے اور اسماء و صفات سے خالی محض حضرت ذات تعالیٰ کا مظہر بنتا ہے اور اس کی ہدایت کا نور عرش سے فرش تک چھا جاتا ہے اسی لئے خاک کی پستی اس کی سربلندی کا سبب ہو گئی اور خاکیوں (انسانوں) میں سے خاص حضرات کو قدسیوں (فرشتوں) پر فضیلت دیدی۔ بات دوسری جگہ چلی گئی، مقصود یہ ہے کہ اس ناکارہ کو مقبول اوقات میں دعا کے ساتھ یاد رکھیں اور اس کی لغزشوں کی معافی طلب کریں۔

مکتوب ۱۴۹

مولانا محمد صدیق کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ حزن اس دار (دنیا) کے لئے لازمی ہے اور یہ کہ نسبت اگر ظاہر سے چھپ جائے اور باطن پر جلوہ گر ہو تو مضر نہیں ہے۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ، برادر عزیز مولانا محمد صدیق کے مکتوبات شریفہ نے پہنچکر خوشوقت اور مسرور کیا، اللہ سبحانہ آپ کی ترقی و شوق کو زیادہ کرے، شکر و شکایت کے بارے میں جو کچھ آپ لکھتے ہیں وہ واضح ہو جاتا ہے۔ میرے مخدوم! دنیا جدائی کا گھر ہے ملاقات (دیدار) کا مقام آگے آنے والا ہے آیہ کریمہ مَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ [جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملنے کی امید رکھتا ہو تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی ساعت ضرور آنے والی ہے] اس معنی کا پتہ دینے والی ہے پس اس (اللہ) تعالیٰ کا طالب اس عالم میں سوائے اس کے کہ سوز و گداز کے ساتھ موافقت کرے اور حزن و فکر کے ساتھ موصوف رہے اور کچھ چارہ نہیں رکھتا۔ جب حبیب خدا علیہ و علیٰ آلہ افضل الصلوات والتسلیمات کی صفت دائمی حزن اور متواتر فکر ہو تو دوسروں کو کیا حاصل ہوگا زیادہ سے زیادہ یہ کہ طالب کی تسلی کے لئے بعض وعدہ کئے ہوئے امور کا کچھ نمونہ اس کے باطن پر جلوہ گر کرتے ہیں۔ ع

بلا بودے اگر ایں ہم نبودے　　[اگر یہ بھی نہ ہوتا تو مصیبت ہوتی]

آپ نئے جہان (نئی کیفیات) کے گم کرنے سے رنج و الم کا اظہار کرتے ہیں، کوئی ڈر نہیں ہے، اگر ظاہر سے پوشیدہ ہو گیا ہے تو باطن پر جلوہ گر ہے، نفحات میں منقول ہے کہ ایک درویش نے ابو محمد جریری سے کہا کہ میں انس کی بساط پر تھا بسط کا ایک دروازہ مجھ پر کھول دیا گیا میں اپنے مقام سے پھسلا اور اس سے محروم ہو گیا، (اب) میں اپنے گم کردہ (مقام) کا راستہ کس طرح پاؤں آپ مجھے اس راستہ کی

www.maktabah.org

رہنمائی کیجئے جو اس (مقام) تک پہنچا دے، ابو محمد روئے اور کہا کہ اے بھائی! سب اس درد میں گرفتار اور اس داغ میں مبتلا ہیں لیکن میں تیرے سامنے چند شعر پڑھتا ہوں جو اس گروہ کے کسی بزرگ نے کہے ہیں ؎

قِفْ بِالدِّيَارِ فَهٰذِهٖ آثَارُهُمْ تَبْكِي الْأَحِبَّةَ حَسْرَةً وَّتَشَوُّقَا

كَمْ قَدْ وَقَفْتُ بِهَا أُسَائِلُ مُخْبِرًا عَنْ أَهْلِهَا أَوْ صَادِقًا أَوْ مُشْفِقًا

فَأَجَابَنِي دَاعِي الْهَوٰى فِي رَسْمِهَا فَارَقْتَ مَنْ تَهْوٰى فَعَزَّ الْمُلْتَقٰى

[تو ان گھروں کے پاس ٹھہر کہ یہ ان کے آثار ہیں (جن کے لئے) احباب حسرت و شوق میں روتے ہیں اور میں ان گھروں کے پاس کتنا ہی عرصہ ٹھہر رہا تا کہ کسی مخبر یا صادق یا مشفق سے ان (گھروں) کے مالکوں کے بارے میں دریافت کروں پس محبت کی دعوت دینے والے نے اس کے آثار و نشانات کے بارے میں مجھ کو جواب دیا کہ جس سے تو محبت کرتا تھا تو اس سے جدا ہو گیا اب تو اس مقام سے جا ملنا جو نادر ہے یعنی مقام اسماء و صفات سے گزر کر مقام ذات تک پہنچ گیا جہاں پہنچنا نادر ہے]۔

مکتوب ۱۵۰

شیخ محمد شریف کابلی کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ اس راہ میں فنا پہلا قدم ہے۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ: میرے برادر گرامی مولانا محمد شریف اس ناکارہ کو دعائے خیر سے فراموش نہ کریں اور سنت نبوی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام پر قائم رہیں اور ہستی موہوم سے پوری طرح خالی ہو کر وجود کے ساتھ متحقق ہو جائیں اور نیستی کے جال سے ہستی کا شکار کریں اور ہستی اور اس کے توابع کا ظہور کامل نیستی کے بغیر نہیں ہے اور محبوب کے اخلاق کے ساتھ متخلق ہونا تعلقات سے فنا حاصل کئے بغیر ممکن نہیں ہے، اس کے اوپر اور دوسرے کمالات بہت ہیں لیکن وہ سب اس فنا کے ساتھ مشروط ہیں ؎

ہیچ کس را تا نہ گردد او فنا نیست رہ در بارگاہِ کبریا

[جب تک کوئی شخص فنا نہ ہو جائے اس کے لئے بارگاہِ الٰہی میں باریابی نہیں ہے]

پس فنا اس راستہ میں پہلا قدم ہے ؎

ومن بعد هذا ما تدق صفاته وما كتمه احظى لديه واجمل

[اور اس کے بعد وہ مقام ہے کہ جس کی صفات کا بیان بہت مشکل ہے اور وہ مقام ہے جس کا چھپانا اس کے نزدیک زیادہ مناسب اور بہتر ہے]۔

www.maktabah.org

۳۰۵

مکتوب ۱۵۱

ملا نعمت اللہ کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ نسبت باطن جسقدر قوی ہوتی جاتی ہے احکام شرعیہ کے ساتھ آراستگی اسی قدر زیادہ ہوتی جاتی ہے۔

برادرم مولانا نعمت اللہ کے خطوط نے موصول ہو کر خوشوقت کیا، جمعیت و استقامت کے ساتھ رہیں فان الاستقامۃ فوق الکرامۃ [بس بیشک استقامت کرامت سے اوپر (افضل) ہے] اور موہوم ہستی سے نکل کر دائمی نیستی کے ساتھ موصوف ہوجائیں تاکہ مطلوب حقیقی کی ہستی جلوہ فرمائے اور سالک کو اپنے آپ سے لیجاکر (وارفتہ کرکے) خود اپنی ذات کے ساتھ حاضر ہوجائے، یہ معنی ذوقی اور وجدانی ہیں کہنے اور لکھنے میں اچھی طرح نہیں آتے اور نظر و فکر سے یہ معاملہ حاصل نہیں ہوتا کہ احکام شرعیہ کا مکلف ہونے کے باوجود نہ ہونا کس معنی سے ہے اور ہونا اور نہ ہونا ایک وقت میں کس طرح ہوگا۔ عرفت ربی بجمع الاضداد [میں نے اپنے رب کو اضداد کے جمع کر دینے سے پہچانا]۔ ایک بزرگ نے کہا ہے کہ ہر چیز میں رحمت ہے سوائے عشق کے کہ اس میں رحمت نہیں ہے، مارتے ہیں اور مرے ہوئے سے خونبہا طلب کرتے ہیں یعنی گم شدہ سے احکام بندگی معاف نہیں کرتے۔ عجب معاملہ ہے کہ جسقدر یہ نسبت عارف پر غالب آتی ہے اس کے احکام شرعیہ کے ساتھ آراستہ ہونے میں زیادتی کا سبب بن جاتی ہے اس لئے کہ نفس امارہ جو کہ ذاتی طور پر احکام شرعیہ کا منکر ہے (اس وقت) مطیع ہوجاتا ہے اور (احکام شرعیہ کے ساتھ) آراستگی کا کمال (نفس کے) مطمئنہ ہوجانے سے (وابستہ) ہے اور شریعت (کے کاموں) میں سستی کرنے والا شخص جو اس نعمت کا دعوٰی کرتا ہے وہ نسبت کی حقیقت سے بے بہرہ ہے، پوست کے ساتھ (رہ کر) مغز سے عاجز رہ گیا ہے کیونکہ اس نسبت کا کمال اطمینان تک پہنچاتا ہے اور اطمینان کی علامت نازل شدہ احکام کا کامل اتباع ہے اور جب یہ نہیں تو وہ بھی نہیں ہے۔ اللہ سبحانہ ہمیں اور آپ کو صاحب شریعت علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات والتحیۃ کی کامل متابعت پر ثابت قدم رکھے۔

مکتوب ۱۵۲

فتح خاں شیرپوری کے نام اس شبہ کے حل میں تحریر فرمایا جو انھوں نے حضرت خواجہ بزرگ

www.maktabah.org

(خواجہ بہاؤالدین نقشبند قدس سرہ کے کلام پر ظاہر کیا تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، آپ نے پوچھا تھا کہ "حضرت خواجہ بہاؤالدین قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ ہمارا روزہ ماسوا کی نفی ہے، پس معلوم ہوتا ہے کہ ماسوا ہے، وہ کیا ہے، وہ حقیقت میں وجود رکھتا ہے یا نہیں؟ اگر حقیقت میں وجود رکھتا ہے تو ہمارے نفی کرنے سے اس کی نفی نہیں ہوگی اور اگر حقیقت میں وجود نہیں رکھتا تو نفی کرنے کی کیا ضرورت ہے"۔ جواب :۔ حضرت خواجہ قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس کی نفی ماسوا سے مراد واللہ اعلم بالصواب ماسوا کے تعلق اور اس کے مقصود ہونے کی نفی ہے بلکہ ماسوا کے شہود و شعور کی نفی ہے جو کہ فنا کا حاصل اور توحید شہودی ہے جو کہ اس راہ کے لئے شرط ہے ماسوا حقیقت میں موجود ہو یا نہ ہو، توحید وجودی کچھ درکار نہیں ہے ماسوا کے وجود کی نفی کی جائے، جو چیز ضروری ہے اور قرب کے منازل تک پہنچنا جس پر موقوف ہے وہ توحید شہودی ہے چاہئے کہ سالک کی بصیرت (باطن) کی آنکھ میں ماسویٰ کا کوئی نام و نشان نہ رہے اور ما سوا سے اس کا علمی و حُبّی تعلق ٹوٹ جائے تاکہ قدیم ذات کے انوار کے ظہور کی قابلیت پیدا کرے اور بارگاہ قدس کی طرف کوئی راستہ پالے اور اس کے سوا سب کچھ بیکار ہے۔ یہ بات مسلم ہے کہ جب تک رہائی حاصل نہیں کرے گا نہیں پائے گا۔ ہم کو اشیاء کے وجود کی نفی سے کچھ سروکار نہیں ہے باطنی مرض جو کہ وصول (الی اللہ) کا مانع ہے اس کا علاج ہمارے نزدیک سب سے اہم کام ہے اور وہ (باطنی مرض) اشیاء کے ساتھ تعلق و گرفتاری اور ما سوا کا شہود و شعور ہے کیونکہ ولایت کے طریق پر کوئی (حادث) علوم معرفتِ الٰہی جل سلطانہ کے ساتھ جمع نہیں ہوتے اور کثرت کا شہود وحدت کے شہود کے ساتھ یکجا نہیں ہوتا اس لئے سالک کے لئے ضروری ہے کہ لا کے ساتھ ان امور کی نفی کرے تاکہ ما سوا کا نسیان ہو جائے اور فنا ظاہر ہو جائے ۔

تا بجاروب لا نروبی راہ نرسی در سرائے الا اللہ

[تو جب تک لا کی جھاڑو سے راستہ صاف نہیں کریگا الا اللہ کے محل میں نہیں پہنچے گا]

آپ نے لکھا تھا "اگر کہا جائے کہ ما سوا حقیقت میں وجودِ مجازی کے سوا وجود نہیں رکھتا (تو اس کا جواب یہ ہے کہ) یہی وجودِ مجازی اس کے اپنے مرتبہ میں ہے یا نہیں ہے، اگر ہے تو ہمارے نفی کرنے کا کیا فائدہ اور اگر نہیں ہے تو بھی) اس کی نفی کرنے سے کچھ فائدہ نہیں ہے"۔ (اس کے جواب میں) ہم کہتے ہیں وجودِ مجازی چونکہ ذہنوں میں وجودِ حقیقی کے عنوان کے ساتھ راسخ ہو گیا ہے (اس لئے) سالک اس (وجودِ مجازی) کے اس عنوان کی نفی کرتا ہے کہ وہ حقیقی ہے تاکہ مجاز حقیقت کے عنوان کے ساتھ ظاہر نہ ہو جائے اور وجودِ حقیقی جل وعلا کے ساتھ مشارکت پیدا نہ ہو جائے اور سالک کے لئے سدِ راہ نہ ہو جائے المجاز ینفی

www.maktabah.org

(مجاز کی نفی کی جاتی ہے) آپ نے سنا ہوا ہوگا۔ آپ نے لکھا تھا "اگر کہا جائے کہ وجودِ موہوم کے سوا اصلاً کچھ نہیں ہے (تو) جواب (یہ ہے کہ) جب اصلاً کچھ نہیں ہے تو وہم و موہوم کہاں سے ہوگا" (اس کے جواب میں) ہم کہتے ہیں کہ مرتبہ وہم جو کہ نمودِ بے بود سے عبارت ہے اللہ تعالیٰ کے علم میں کائن (موجود) و ثابت ہے۔ جائز ہے کہ حق سبحانہٗ عالم کو اس مرتبہ میں جو کہ اس تعالیٰ شانہٗ کے علم میں ہو وجود (موہوم) کے ساتھ پیدا فرمائے اور خارج میں بالکل نہ ہو اس معنی کی تحقیق ان بزرگوں کی کتابوں میں مذکور ہے۔

آپ نے لکھا تھا "اگر وجود ظلی کہا جائے تو جواب یہ ہے کہ ایک وجہ سے ہوگا اور ایک وجہ سے نہیں ہوگا اور یہ نفی اس وجہ میں ہے جو کہ نیستِ ہست نما ہے (یعنی بظاہر ہست ہے اور حقیقت میں نیست ہے) لہذا نفی کی نفی کرنا بے فائدہ ہے۔" (اس کے جواب میں) ہم کہتے ہیں کہ چونکہ سالک نے نیستِ ہست نما (عدمِ وجود نما) کو ہستِ حقیقی کے عنوان کے ساتھ تصور کیا ہے اور اس بے بنیاد پر طویل بنیاد رکھی ہے (اس لئے) اس کے اس عنوان کی نفی کرتا ہے کہ وہ حقیقت میں ہست ہے تاکہ ذوق و حال کی رو سے اس کی ذاتی نیستی ظاہر ہو جائے اور ہستِ حقیقی (کی بلندی) پر چڑھنے کے لئے زینہ ہو جائے اور ظل سے اصل کی طرف کوئی شاہراہ کھل جائے۔ ص ۳۰۷

مکتوب ۱۵۳

حاجی حسین کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ فنا و بقا سے مقصود ماسویٰ کی گرفتاری کا زائل ہونا اور خالص بندگی ہے نہ کوئی اور بات۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب حاجی حرمین شریفین اس دور افتادہ دوست سے سلامِ عافیت انجام پڑھیں، مکتوب شریف موصول ہو کر مسرت کا سبب ہوا، پسندیدہ احوال اور سنجیدہ اذواق و مواجید (کیفیات) کے مطالعے نے خوشی پر خوشی بخشی، اللہ تعالیٰ بے اندازہ ترقیات عطا فرمائے اور تازہ علوم و کیفیات بخشے۔ میرے مخدوم! چونکہ یہ دنیا عمل کرنے کی جگہ ہے اور کھیتی اور کام کرنے کا مقام ہے عمل کی کثرت میں پوری پوری کوشش کرنی چاہئے اور اس کی کمیت و کیفیت (مقدار و صفت) کی زیادتی میں کوشش کرتے رہنا چاہئے۔ فنا و بقا سے مقصود حق سبحانہٗ کے ماسوا کی گرفتاری کا زائل ہونا ہے جو کہ معبودِ حقیقی کی مقدس بارگاہ کی طرف دائمی توجہ کی مانع ہے اور اعمال و طاعات میں آسانی حاصل ہونا اور شرکِ خفی کی باریکیوں سے عبادات کا پاک (خالص) ہونا ہے، فنا کے حصول اور عدم ہونے کی دید سے بندہ غائب

www.maktabah.org

اور معدومِ مطلق نہیں ہو جاتا اور بندگی کے حلقہ سے سر باہر نہیں نکالتا (ترک نہیں کرتا) اور جانبِ بقا میں بھی (بندہ) حق جل وعلا کے ساتھ حقیقت میں ایک اور متحد نہیں ہو جاتا، مقصود بندگی کی صفائی (خالص ہونا) اور معاملہ میں اُس (اللہ) سبحانہ کے ساتھ اچھا ہونا ہے، یہ معنی فنا میں (تو ظاہر ہے اور بقا میں بھی چونکہ اتحاد کی دید (متحد دیکھنا) ہے پس انا عند ظن عبدی بی [میں اپنے بندہ کے گمان کے نزدیک ہوں] کے مقتضا کے مطابق گویا کہ حضرت معبود تعالیٰ یہ لباس پہن کر عابدیت میں آگیا ہے اور یہ مسلّم ہے کہ جو کچھ اس مقدس بارگاہ کے ساتھ منسوب ہے کامل ترین و مکمل ترین ہے ؛ لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک [میں تیری ثنا پوری طرح ادا نہیں کر سکتا تو ایسا ہے جیسا کہ تو نے خود اپنی ثنا کی ہے] پس جو عبادت کہ بقا کے وقت میں ہوگی وہ کامل ترین و مکمل ترین ہوگی۔

مکتوب ۱۵۴

میرزا عبید اللہ کے نام اُن کے احوال کی شرح میں تحریر فرمایا جو کہ اُن کے عریضہ میں درج تھے۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ ؛ جو مکتوب گرامی آپ نے شیخ نور الدین درویش کے ۲۰۸
ہمراہ ارسال کیا تھا پہنچا اس کے مطالعہ سے لطف اندوز ہوا۔ آپ نے لکھا تھا کہ "ان دنوں میں نماز ادا کرنے کے دوران ایک ایسی حالت پیش آتی ہے جو کہ اس سے قبل نہیں تھی ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ جسم حرکت میں دوسرے جسم کے تابع ہے جیسا کہ کپڑا بدن کے تابع ہے اور یہ حالت ہرگز نظر سے پوشیدہ نہیں ہوتی اور بعض اوقات نماز سے باہر (بھی) حرکت و سکون میں یہی حالت (ہوتی) ہے"۔ میرے مخدوم! یہ حالت نہایت اعلیٰ ہے جس طرح کہ نماز کو غیر نماز پر فوقیت ہے (اسی طرح) نماز کی حالت کو بھی بغیر نماز کی حالت پر فوقیت ہے اور یہ دوسرا جسمِ متبوع جو کہ آپ نے لکھا ہے ممکن ہے کہ وجودِ موہوب کی مثالی صورت ہو جو کہ ولادتِ ثانیہ کے ساتھ وابستہ ہے کہ اس اسم کے ساتھ جو کہ اس سالک کا مبدأ تعین ہے فنا و بقا ثابت ہونے کے بعد وہ وجود حاصل ہوا ہے اور عارف کا وطن بن گیا ہے اور اس کے عالمِ خلق و امر کے لطائفِ عشرہ اس (باطن) کی بہ نسبت ظاہر کہلائے ہیں اور یہ ظاہر و باطن اس ظاہر و باطن کے ماسوا ہے جو کہ قوم میں متعارف ہے کہ یہ لوگ عالمِ خلق کو ظاہر کہتے ہیں اور عالمِ امر کو باطن کا نام دیتے ہیں اور یہ کہ وہ کہتے ہیں کہ عارف ظاہر میں خلق کے ساتھ اور باطن میں حق جل وعلا کے ساتھ ہے ؎

از بروں درمیانِ بازارم ۔۔۔ وز دروں خلوتے ست با یارم

www.maktabah.org

[میں ظاہر میں بازار کے درمیان ہوں اور باطن میں اپنے یار کے ساتھ خلوت میں ہوں] اس سے مراد متعارف (مشہور) ظاہر و باطن ہے اور تصفیۂ باطن اسی معنی سے کہتے ہیں کیونکہ تصفیۂ باطن پہلے معنی کے لحاظ سے کوئی حقیقت نہیں رکھتا اور مطلوب کے ساتھ اس کی نگرانی و توجہ صورت پذیر نہیں ہوتی اس لئے کہ توجہ نگرانی (ایک دوسرے سے) علیحدہ وجدا ہونے کی خبر دیتی ہے اور یہ باطن جو کہ ظاہر کے لئے قیوم کا حکم رکھتا ہے اگرچہ عالمِ اجسام میں سے نہیں ہے لیکن معنوی (باطنی) امور اس راہ میں بہت ہیں جو کہ مثالی صورت میں اجسام کے عنوان سے ظاہر ہوتے ہیں۔ اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "باوجودیکہ عرض کیا ہے کہ اپنے ساتھ منسوب نسبت وہبیہ اصل کے سپرد ہے اور یہ حال جو عرض کیا گیا ہے اس کے متضاد ہے"

میرے مخدوم! ان دونوں حالتوں کے درمیان کوئی تضاد نہیں ہے، ہوسکتا ہے کہ نماز کی مذکورہ بالا علت بقا پر مترتب ہو اور نسبتِ وہبیہ کا (اصل کے) سپرد کرنا فنا ہے اور فنا کو بقا کے ساتھ کوئی تضاد نہیں ہے فنا و بقا ہمارے نزدیک دائمی ہے عین فنا (کی حالت) میں باقی ہے اور عین بقا (کی حالت) میں فانی ہے کیونکہ فنا مطلوب کے ماسوا سے ہے اور بقا مطلوب کے ساتھ ہے، آپ کا یہ شبہ صاحبِ نزہت کے شبہ کی مانند ہے کہ اس نے قوم (صوفیہ) کے مقررہ اصول کو غلط کہا اور اعتراض کیا ہے اور کہا ہے ؎

گویند عنانِ خود چہ تابی ۔۔۔ گم شو کہ چو گم شوی بیابی
ص ۳۰۹ این نکتہ نمود نا صوابم ۔۔۔ چوں گم شوم آں گہے چہ یابم
یا بندہ اگر کسے دگر خواست ۔۔۔ از گم شدنم بیں او چہ می خواست

[لوگ کہتے ہیں کہ تو اپنی باگ کیا موڑتا ہے (بلکہ) تو گم ہو جا کہ جب تو گم ہو جائے گا تو پائیگا۔ مجھ کو یہ نکتہ درست معلوم نہیں ہوتا (کیونکہ) جب میں گم ہو جاؤں گا تو اس وقت میں کیا پاؤں گا۔ پانے والا اگر کسی دوسرے کو چاہتا تھا تو پھر وہ میرے گم ہونے سے کیا چاہتا تھا۔]

پس اعتراض بھی دور ہو جاتا ہے کیونکہ گم ہونا جو کہ فنا ہے یہ ماسوا کی نسبت سے ہے اور پالینا جو بقا سے (متعلق) ہے حق تعالیٰ کی نسبت سے ہے اور ان دونوں کے درمیان کوئی تضاد نہیں ہے، اس فقیر نے اس مطلب کو کسی کاغذ (مکتوب) میں تفصیل کے ساتھ لکھا ہے اگر کوئی پوشیدگی رہ جائے تو وہاں رجوع کریں۔ میرے مخدوم! الکونی غیبی امور اور مُردوں کے احوال میں سے جو کچھ ظاہر ہو ضروری نہیں ہے کہ اس کو تفصیل سے لکھیں، اجمال (کے طور پر لکھنا) بھی کافی ہے کیونکہ (یہ) اصلی مطلب سے کچھ زیادہ تعلق نہیں رکھتا لیکن جو چیز نادر درجہ کی ہو اور جو چیز کہ اصلی مطلب کے ساتھ تعلق رکھتی ہو اگر اس کو تفصیل سے لکھیں تو مستحسن ہے اور جس شخص میں طلب کا جذبہ پائیں طرفین کے استخارہ کے بعد

www.maktabah.org

اس کو طریقہ بتا دیں اور اگر ہجوم اچھا نہیں لگتا تو صحبت میں کم آدمیوں کو موقع دیں اور احوال کو چھپانے کا طریقہ محمود (اچھا) ہے، (اس کے) پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے، ایک بزرگ نے آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خواب میں دریافت کیا یا رسول اللہ! تصوف کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا تصوف دعووں کو ترک کرنا ہے اور معانی (باطنی حالات و کیفیات) کو چھپانا ہے۔ اور آپ نے جو مقامِ فردیت کی بشارت حاصل ہونے کے بارے میں لکھا تھا وہ مبارک ہے لیکن آپ نے یہ نہیں لکھا کہ آپ نے اس کے آثار اپنے اندر کچھ پائے ہیں یا نہیں، البتہ آپ نے اس قدر لکھا ہے کہ اس میں مقامِ ارشاد مقامِ فردیت سے نیچے متصور ہوا، فقیر بھی اس بارے میں توجہ کرے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ بیشک عروج کے مراتب میں مقامِ فردیت مقامِ ارشاد پر فوقیت رکھتا ہے، ارشاد چونکہ عروج و نزول دونوں کو شامل ہے (اس لئے) فردیت یہ فضیلت رکھتا ہے کیونکہ فردیت میں بھی (محض) عروج اور حق تعالیٰ کی طرف رُخ ہے، نزول اور خلق کی طرف رخ نہیں رکھتا جو کہ تکمیل و دعوت کا مقام ہے وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ [اور ہر ایک کیلئے ایک سمت ہے] ہاں جو شخص کہ فردیت اور قطبیت کے کمالات کا جامع ہو وہ کبریتِ احمر (سرخ گندھک) ہے جیسا کہ ہمارے حضرت عالی (قدس سرہ) شروع میں ان دونوں نسبتوں کے جامع رہے ہیں اس کے بعد وہ کمالاتِ وراثت (وراثتِ انبیاء علیہم السلام) کے ساتھ ملحق ہو گئے تھے اور سید الطائفہ (حضرت جنید بغدادی) قدس سرہ بھی (ان دونوں نسبتوں کے) جامع تھے، نسبتِ فردیت ان کو شیخ محمد قصابؒ سے حاصل ہوئی تھی اور نسبتِ قطبیت کو شیخ سری سقطیؒ سے (حاصل کیا تھا) اُنھوں نے نسبتِ قطبیت کو نسبتِ فردیت کے بالمقابل فراموش کر دیا ہے جیسا کہ انھوں نے فرمایا کہ لوگ جانتے ہیں کہ میں سری (سقطیؒ) کا مرید ہوں نہیں (بلکہ) میں محمد قصابؒ کا مرید ہوں۔

اور الوان و انوار کا ظہور فنا و نیستی کی نسبت کے ساتھ کچھ زیادہ مخالفت نہیں رکھتا اور ان کے ظہور کے وقت اپنے آپ کو ان کے ساتھ مشغول نہیں کرنا چاہیے اگرچہ لذت بخش ہوں، اپنی نسبت ص۳۱۰
کی طرف متوجہ رہنا چاہیے۔

آپ نے لکھا تھا کہ "واقعات میں دوسرے سلسلوں (کے بزرگوں) کے ساتھ صحبت بہت واقع ہوتی ہے اور (ان کی طرف سے) توجہات بہت معلوم ہوتی ہیں بلکہ بعض اوقات اسقدر واضح انکشاف ہوتا ہے کہ ارواح کو دیکھنے میں ظاہری آنکھ باطنی نظر کے شریک (ہوتی) ہے، وہ اپنے طریقوں کا مکلف بناتے ہیں، اس سے وہم بہت رکھتا ہے وغیرہ وغیرہ" میرے مخدوم! آپ اپنے کام میں مشغول رہیں، اور بزرگوں کا احترام ملحوظ رکھیں لیکن توجہ کے قبلہ کو منتشر نہ کریں اور توجہ کو ایک جانب قائم رکھیں

www.maktabah.org

(یہ حضرات) بزرگ ہیں (حالانکہ) ظاہری طور پر کسی کی صورت میں شفقت کرتے ہیں، جو شخص ایک جگہ (تعلق رکھتا) ہے وہ ہر جگہ (سے) فیض حاصل کر لیتا ہے اور جو شخص ہر جگہ (تعلق رکھتا) ہے وہ کسی جگہ (سے بھی فیضیاب) نہیں ہے۔ جاننا چاہیے کہ اس راہ کے اس طالب پر جو کسی شیخ کا مرید ہو چکا ہے ظاہر ہو جائے کہ اس کو کوئی نسبت یا نور کسی دوسرے بزرگ سے پہنچا ہے تو اس کو چاہیے کہ اس نسبت کو اپنے پیر سے جانے کہ جس نے اس بزرگ کی شکل میں ظاہر ہو کر فائدہ پہنچایا ہے اور اعتقاد کرے کہ اس کا پیر جامع ہے اس کے لطائف میں سے کسی لطیفہ نے جو کہ اس بزرگ کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے اپنے آپ کو اس بزرگ کی صورت میں ظاہر کیا ہے، یہ (دوسرے بزرگ سے فیض سمجھنا) طالبین کی غلطیوں میں سے ہے آپ خود تو محفوظ ہیں لیکن دوستوں کو اس باریکی سے آگاہ کر دیں، شیطان طاقتور دشمن ہے ایسا نہ ہو کہ اس ذریعہ سے طالبین کی توجہ کے قبلہ کو منتشر کر دے اور مطلوب تک پہنچنے سے روک دے بلکہ راستہ ہی سے گمراہ کر دے۔

میرے مخدوم! آپ کا ایک مکتوب اس سے کچھ مدت پہلے پہنچا تھا وہ آپ نے ترک (گوشہ نشینی) سے پہلے لکھا تھا اس کے بعد اس خط کے سوا جس کا جواب لکھا گیا آپ کا اور کوئی خط نہیں پہنچا اور اس خط میں ترک و استنکاف (خلوت و علیحدگی اختیار کرنا) اور اس وضع سے جو آپ رکھتے تھے کامل بے رغبتی کا شوق بہت زیادہ (درج) تھا اور آپ نے اس بارے میں ابتدائی امور کی کچھ تفصیل بیان کی تھی اور نیز اس خط میں درج تھا کہ "ان دنوں میں گریہ و حیرت و عاجزی و محتاجی بہت زیادہ ہے اور ارادہ و غنا (بے نیازی) و طاقت و ہمت (حوصلہ) جو کہ شروع میں معلوم ہوتی تھی بہت کم ہے (پہلے) اسباب کے واسطے کے بغیر مسبب علمی نظر میں تھا اب وہ اسباب کے قبوں میں ہے پہلے صنعت صانع کی مدلول (جس چیز سے صانع پر دلالت کی جائے) تھی اب قضیہ برعکس ہے (پہلے) ایک شعور کی آرزو تھی اب آرزو کے شعور کا زوال ہے (پہلے) فنا کو بقا پر قبول کرتا تھا اب (صرف) بقا کا انتخاب کرتا ہے (پہلے) صفات کو تحقیق کی رو سے بالکل عین ذات جانتا تھا اب ان امور میں وجود کا متضاد ہونا مفہوم ہوتا ہے (پہلے) صحو کی آرزو معتبر تھی، اب دل سکر کا گرویدہ ہے (پہلے) جلوت و محافل (لوگوں اور محفلوں میں ہونا) و سیر و سفر اچھے لگتے تھے اس زمانے میں گوشے (خلوت گاہیں) اور اقامت (گھر پر رہنا اور سفر نہ کرنا) اور بیٹھے رہنا ص ۲۱۱ ہمت کو اچھا لگتا ہے"۔ میرے مخدوم! معاملہ ابتداء سے جس قدر دور ہوتا جاتا ہے مذکورہ امور رونما ہوتے جاتے ہیں، ابتداء کی طرف رجوع کرنا ہی انتہا ہے (اُس خط میں) درج تھا کہ "سلوکِ قدمی کا مرتبہ اور سلوکِ نظری کا رتبہ بظاہر کسی فرق کے بغیر ایک ہی معنی میں ہو گا یا نہیں"؟ ایک ہی معنی میں نہیں ہے جیسا کہ حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہ) نے مکتوبات شریفہ میں اس معنی کو تفصیل سے لکھا ہے وہاں ملاحظہ کر لیں،

www.maktabah.org

والسلام علیکم وعلی سائر من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والبرکات العلیٰ وعلیٰ جمیع الانبیاء والمرسلین وعلیٰ کل الملائکۃ المقربین وسائر الصالحین آمین۔

مکتوب ۱۵۵

شیخ عرب بخاری کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ ظاہر کی تعمیر باطن کی تخریب ہے اور یہ کہ جو حالت نماز میں پیش آتی ہے وہ انتہا کی خبر دینے والی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ حامداً و مصلیاً، برادر عزیز شیخ عرب اس دلفگار درویش کا سلام عاقبت انجام پڑھیں، آپ کے ارسال کردہ خط نے مسرور کیا، اللہ سبحانہ کا حمد و شکر ہے کہ ظاہری عافیت اور باطنی شادابی و دلجمعی کے ساتھ سعادت یافتہ ہیں، اللہ تعالیٰ ترقیات نصیب فرمائے اور زیادہ سے زیادہ عطا کرے من استوی یوماہ فھو مغبون (جس شخص کے دو دن برابر ہو گئے یعنی دوسرے دن ترقی نہیں کی وہ خسارے میں رہا) بہترین اوقات کو وظائف بندگی کے ساتھ مصروف رکھیں اور اس قلیل فرصت میں باطن کی تعمیر اور اس کی تنویر (صفائی و جلا) میں مشغول رہیں افسوس در افسوس کہ ظاہر کی تعمیر باطن کی تخریب کا سبب ہے اور اس کے برعکس (باطن کی تعمیر ظاہر کی تخریب کا سبب) ہے اور ہم بوالہوس لوگ ظاہر کی تعمیر کے درپے ہیں پس ہم باطن کی کیا خبر رکھیں گے۔ حدیث شریف میں آیا ہے: فانی بعثت بخراب الدنیا ولم ابعث بعمارتھا (میں دنیا کی خرابی (یعنی اس سے توجہ کو ہٹانے) کے لئے بھیجا گیا ہوں اس کی تعمیر (اس کی طرف مشغول کرنے) کیلئے نہیں بھیجا گیا)۔

آپ نے لکھا تھا کہ "پانچوں نمازوں کے دوران عجیب کیفیت پیش آتی ہے اور نیستی (فنائیت) کی دید ہمیشگی کے طور پر ہے خاص کر ذکر و مراقبہ کے وقت میں نہ وجود کا کوئی نشان نظر میں آتا ہے اور نہ عدم کا، کسی کام کا ارادہ دل میں نہیں آتا" میرے مخدوم (یہ) احوال پسندیدہ اور پسندیدہ ہیں خاص طور پر وہ حالت جو کہ نماز ادا کرنے کے دوران پیش آتی ہے بہت عمدہ ہے اور اس کی کیفیات انتہا کی خبر دینے والی ہیں والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۵۶ ۳۱۲

اپنے پیرزادے خواجہ محمد عبید اللہ کی خدمت میں اس بارے میں کہ فنا و توحید و تجلی ذات کے ماوراء دوسرے معاملات بہت ہیں اور نماز کے بعض کمالات کے بیان اور حضرت خواجۂ بزرگ خواجہ بہاؤالدین نقشبند بخاری قدس سرہ

www.maktabah.org

کے اس کلام کی شرح میں کہ انھوں نے فرمایا ہے فنائیت کے بعد ہواجس ووساوس (شیطانی و نفسانی خطرات) کا ظہور مضر نہیں ہے، تحریر فرمایا۔

بسم اللہ والسلام علی رسول اللہ: مخدوم زادہ کے خدام کے لئے اخلاص کے ساتھ دعا کرنے والوں میں سے کمترین کی عرض دعا و نیاز قبول فرمائیں، آپ کے عنایت نامہ گرامی نے مشرف فرمایا، امید ہے کہ اسی طریق پر دور افتادہ دوستوں کو تازہ الطاف و معارف سے نوازتے رہیں گے، یہ گنہگار تباہ کار نہایت شرمندگی و خجالت کی وجہ سے جو کہ باری تعالیٰ کی مقدس بارگاہ سے رکھتا ہے اپنے آپ کو اس کے لائق نہیں جانتا کہ تحقیق یا تقلید کے ساتھ اس بارگاہِ مقدس کے اردگرد کی کوئی بات زبان یا قلم پر لائے اور اسی وجہ سے بعض اوقات عنایت ناموں کے جواب ارسال کرنے میں کوتاہی ہو جاتی ہے لیکن اس وقت (آپ کے) امر شریف کے مطابق جرأت کرتا ہے اور جو کچھ اس احقر کی ناقص سمجھ میں آتا ہے لکھتا ہے اور کوتاہیوں کی معافی کی امید رکھتا ہے۔ میرے مکرم! کامل درجہ کی فنا تجلی ذات کے بغیر میسر نہیں ہے لیکن ہو سکتا ہے کہ تجلی ذات (کے ظہور) سے ماوراء دوسرے معاملات بہت ہوں کہ (اس) سعادتِ عظمیٰ کا حاصل ہونا ان کے ساتھ وابستہ ہو اور (ہو سکتا ہے) انبیائے کرام علیہم الصلوات والبرکات کے درمیان آپس میں (ایک دوسرے پر) فضیلت دینے والی چیز بھی یہی معاملات ہوں۔ بیشک انبیاء کا طریقہ نیستی (فنائیت) و گذشتگی (گذر جانا) و آزادی ہے لیکن حقیقتِ انبیاء علیہم التحیات والتسلیمات بظاہر اس کے ماوراء ہوگی طریقت سے حقیقت تک بہت فرق ہے فنائی نفسہ مطالبِ مقصودہ میں سے نہیں ہے، مقصود اصلی دوسرے امور ہیں کہ فنا ان کے لئے شرط ہے

۸۳/۲۶ وَفِي ذَٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ (اور رغبت کرنے والوں کو چاہیے کہ ضرور اس میں رغبت کریں) اگرچہ جو صاحبِ نفی نقطۂ نفی کے انتہائی درجہ تک نہیں پہنچا ہے وہ مجملاً اثبات سے کچھ حصہ رکھتا ہے اگرچہ تھوڑا سا ہی ہو لیکن ایک حصے سے دوسرے حصہ تک بہت فرق ہے، وہ لوگ جن کی اصلی فطرت نفی کے مقام سے کچھ اگرچہ وہ اثبات کے مقام سے کسی قدر حصہ رکھتے ہیں لیکن یہ حصہ طفیلی ہے ذاتی نہیں ہے جو کچھ ان کا ذاتی حصہ ہے وہ نفی و منتفی ہونا ہے اور جو لوگ کہ فطری استعداد کے مطابق اثبات کے مقام سے کچھ حصہ رکھتے ہیں نفی ان کا طفیلی حصہ ہے، اثبات کے ضمن میں جو کہ اس جماعت کا ذاتی حصہ ہے نفی بھی حاصل

۳۱۲ ہو جاتی ہے ان دونوں حصوں میں بہت زیادہ فرق ہے۔ ان معاملات میں سے جو کہ مقامِ اثبات سے تعلق رکھتے ہیں اور ان میں کچھ تقلید کی راہ سے اور کچھ تحقیق کی راہ سے اس بے حاصل کی سمجھ میں آئے ہیں اگر کچھ بیان کرے تو قریب ہے کہ نزدیک کے لوگ دوری تلاش کریں اور ڈرتا ہے کہ اس کے حق میں قطع البلعوم (گلا کاٹ دیا جائے) صادق آئے ؎

سراپا آتشی امشب قدح گو دیگرے پُر کن
کہ خواہد سوخت مجلس تا تو مے در جام خواہی کرد

[تو آج کی رات سرتاپا آگ ہے اس لئے کسی دوسرے کو کہہ دے کہ پیالہ پر کرے کیونکہ اگر تو پیالہ میں شراب ڈالیگا تو مجلس جل جائیگی]

اس مقام میں اس قاصر کے (میرے) گمان میں توحید ذاتی اور کثرت میں وحدت کے شہود کا کوئی نام و نشان ظاہر نہیں ہے اور اسی طرح مخلوق کے ارشاد (ہدایت) کے لئے اس مقام سے کامل نزول کے بعد کثرت میں وحدت کا شہود نہیں سمجھتا اور ضروری نہیں جانتا اور مبتدی اور غیر مرجوع یعنی نزول کی طرف رجوع نہ کرنے والے اور مرجوع یعنی نزول کی طرف رجوع کرنے والے متوسط کو اس معرفت میں کوئی فرق نہیں کرنا چاہئے کیونکہ اگر کثرت کے آئینوں میں شہود مطلوب حقیقی ہے اور نفی کے لائق نہیں ہے تو پھر مبتدی اور متوسط کو یہ معرفت نقصان دہ کیوں ہو اور اس کی نفی میں کوشش کیوں کی جائے اور اگر مطلوبِ حقیقی نہیں ہے اور قابلِ نفی ہے جیسا کہ حضرت خواجۂ بزرگ خواجہ نقشبند قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ "جو کچھ دیکھا سنا اور جانا گیا ہے وہ سب غیر ہے کلمہ لا کی حقیقت کے ساتھ اس کی نفی کرنی چاہئے" تو منتہی مرجوع (نزول کی طرف لوٹے ہوئے) کو کیوں اس سے چارہ نہیں ہوتا اور کس قصور میں اس کو غیر مطلوب کے مشاہدہ سے آرام دیتے اور اس غیر واقع معرفت کو اس پر ظاہر کرتے ہیں؟ اور اطلاق کی فضا میں آزادی حاصل کرنے کے بعد اس کو تنگ کوچہ (توحید وجودی) کے قیدخانہ میں کیوں قید رکھتے ہیں؟ جیسا کہ ہمارے خواجہ حضرت مؤید الدین الرضی (باقی باللہ) قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ توحید (وجودی) تنگ کوچہ ہے شاہراہ اور ہی ہے۔ اس عبارتِ شریفہ سے دو چیزیں حاصل ہوتی ہیں ایک یہ کہ توحید (وجودی) مطالب میں سے نہیں ہے (بلکہ) مطلوب کا راستہ ہے کیونکہ مطلوب کوچہ و شاہراہ کے ماوراء ہے، دوسری چیز یہ کہ یہ ایک بہت تنگ راستہ ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مطلوب سے باز رکھتا ہے اور یہ عبارت اس پر دلالت نہیں کرتی کہ کامل ترین فنا اور پوری طرح نزول کے بعد یہ معرفت ضرور ظاہر ہونی چاہئے۔ اگر لوگ کہیں کہ کثرت کے آئینوں میں اگرچہ مطلوب کلی طور پر مشہود نہیں ہے لیکن اس کے ظہورات ہیں جو کہ جزئیت کے عنوان کے ساتھ مشہود ہوتے ہیں پس مبتدی و متوسط چونکہ مطلوب تک نہیں پہنچے ہیں شاید اس معرفت کے ظہور کے وقت جزئی شہود کے ساتھ کلی شہود سے باز رہ جائیں اور منتہی چونکہ مطلوب کو پہنچ چکا ہے اس لئے اس کے رجوع کے بعد مدتِ دعوت کی تکمیل کے زمانہ تک اگر اس کو ان جزئی مشاہدات کے ساتھ مانوس رکھیں تو اس کی گنجائش ہے (وہ) غیر مطلوب کو مطلوب نہیں جانے گا اور اس کے ساتھ کامل طور پر آرام
۳۱۴ نہیں لے گا اور تنگ کوچہ (توحیدِ وجودی) کا مقید نہیں ہوگا کیونکہ فضائے اطلاق میں آزادی حاصل کر چکا ہے اور مطلوب کو جیسا کہ وہ ہے پا چکا ہے اور جانتا ہے کہ یہ شہود اس کی تسلی کے لئے ایک مقررہ مدت تک عطا کیا گیا ہے۔ (اس کے جواب میں) ہم کہیں گے کہ جو منتہی انتہا کے کامل درجہ تک نہیں پہنچا کر

www.maktabah.org

ممکن ہے کہ وہ اس رجوع کے بعد ان جزئی مشاہدات کے ساتھ خوش ہو جائے لیکن جو عارف کہ انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات واکابر اولیائے کرام رضی اللہ عنہم کے کمال تک پہنچ چکا ہے اور اصل سے کچھ شرف حاصل کر چکا ہے اگر وہ عالم کی طرف نزول (رجوع) کرے تو وہ اس قسم کے مشاہدات پر کیوں فریفتہ ہوگا اور اس شہود کے ساتھ کب مانوس وگرویدہ ہوگا اور نیز جو شخص تکمیل کے کامل درجہ تک پہنچ چکا ہے اور اس نے یقین کامل کے ساتھ جان لیا ہے کہ جو کچھ موجودات کے آئینوں میں ظاہر ہوتا ہے وہ كَسَرَابٍ بِقِيعَةٍ يَحْسَبُهُ الظَّمْآنُ مَاءً [وہ ایک چٹیل میدان میں چمکتی ہوئی ریت کی مانند ہے جسکو پیاسا آدمی پانی گمان کرتا ہے] کی قسم سے ہے
سورۂ نور ۳۹ اور غیر مطلوب ہے اور مطلوب اس سے وراء الوراء ہے پس وہ غیر مطلوب کے ساتھ کیسے مانوس ہوگا اور یہ معرفت کس لئے اس پر ظاہر ہوگی، کسی نے خوب کہا ہے، ؎

تو در عالم نمی گنجی ز خوبی مرا ہرگز کجا گنجی در آغوش

[تو سارے عالم میں خوبی کی وجہ سے نہیں سماتا تو پھر میری آغوش میں بھلا کہاں سما سکتا ہے]

ایک درویش نے کسی وقت میں عالم امکان کی موجودات مثلاً زمین، بادل، آسمان، سورج، نباتات اور حیوانات سے دریافت کیا کہ ارباب وحدۃ الوجود تمہارے آئینوں میں جو کچھ شہود و مشاہدہ ثابت کرتے ہیں کیا یہ درست ہے اور مطلوب تم میں جلوہ گر ہے؟ سب نے الگ الگ اس (اللہ) تعالیٰ کی تقدیس و تنزیہ (پاکی) بیان کی اور ظاہر کیا کہ ہم پر یہ تہمت مت لگاؤ ہمیں اس کی کیا طاقت کہ اس کا مظہر و آئینہ ہونے کا دعویٰ کریں، وہ سبحانہٗ اس بلندی شان اور تنزیہ کے باوجود ہم میں کس طرح ظہور فرما ہوگا۔

ع منہ تہمت سایہ بر آفتاب [تو آفتاب پر سایہ کی تہمت مت رکھ]

انھوں نے اپنے آپ کو محض خالی اور صرف سادہ ظاہر کیا۔ آسمان کی حقیقت نے دوسروں کی حقیقتوں سے پہلے اس دعویٰ سے برأت ظاہر کی اور عاجزی وزاری و ذلت کے کامل اظہار کے ساتھ پیش آیا، اور چونکہ کچھ لوگ اس بیچارے سرگرداں (آسمان) کے ساتھ غیر واقع امور کو منسوب کرتے ہیں اور کوئی حوادث اور اس قسم کے امور کو اس کی طرف لوٹاتے ہیں اس وجہ سے اس پر اللہ تعالیٰ جل سلطانہٗ کی ہیبت کا اس قدر غلبہ تھا کہ وہ اس کو بیان نہیں کر سکتا تھا خوف و خجالت سے پگھل کر پانی ہوا جاتا تھا، اس اثنا میں سورج نے بھی اپنی عبادت (پوجا) کرنے والوں سے برأت ظاہر کی اور بیان کیا کہ اس جماعت نے مجھ کو شرمندہ ورسوا
۳۱۵ کر دیا ہے میں اس نامرادی و سرگردانی کے ساتھ اور یہ اس (میری) بندگی کے مقام میں (وہ آفتاب) لرزاں و نالاں تھا۔

(اب) ہم اصل بات کی طرف جاتے ہیں، کامل مرجوعین (واپس لوٹنے والوں) کا انس (لگاؤ) محبوب کی طاعات و عبادات اور اس کی مخلوقات کے حقوق کی ادائیگی میں ہے، خاص طور پر نماز میں جو کہ

www.maktabah.org

مؤمن کی معراج ہے اس حد تک خاص اُنس رکھتے ہیں کہ اس (نماز) کے باہر گویا معطل اور بیکار رہیں۔ حدیث ارحنی یا بلال [اے بلال مجھ کو (نماز کھڑی کرکے) راحت پہنچاؤ] اور حدیث قرۃ عینی فی الصلوۃ [میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے] اسی کا اشارہ ہے، خاص طور پر وہ لوگ جو کہ محبوبیت ذاتیہ کے ساتھ مشرف ہیں اور ولایت خاصۂ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوۃ والسلام والتحیۃ کے ساتھ واصل ہو گئے ہیں، ان کا اُنس طاعت میں ہے اور ان کی ہمت نماز کی تکمیل پر مصروف ہے، بلند ہمتی سے شہود و شاہدہ کی طرف متوجہ بھی نہیں ہوتے کیونکہ انھوں نے یقین کے ساتھ جان لیا ہے کہ اس عالم کے مکشوفات و مشہودات مطلوب کے ظلال ہیں عین مطلوب نہیں ہیں، اور مطلوب مطلق (ذات حق تعالیٰ) ان مقیدات و مشاہدات سے پاک و بری ہے اس لئے ہزاروں شہود و مشاہدہ کو اس تحریمہ اولیٰ کے برابر نہیں جانتے جس کو وہ امام کے ساتھ پاتے ہیں اور نماز کے خشوع کی طمانیت کو تجلیات سے بہتر تصور کرتے ہیں البتہ محب چونکہ ہمیشہ محبوب کے شہود (مشاہدہ) کا طالب ہوتا ہے اور ہر وقت اس کے وصل و اتصال کا خواہشمند رہے (اس لئے) جائز ہے کہ وہ کمال شوق کی وجہ سے محبوب کے ظلال کے ساتھ بھی آرام حاصل کرلے اور اس کے ظہورات کے ساتھ مجتمعیں کرے۔ کسی بزرگ نے کہا ہے ؎

بوئے تو از جا جہم مست و بیخود   زہر سو کہ آواز پائے برآید

[جس طرف سے بھی تیرے پاؤں کی آواز آتی ہے میں تیری بو کی وجہ سے مست و بیخود ہو کر اپنی جگہ سے اس طرف چل پڑتا ہوں]

محبوب اصل کی کچھ نشانی رکھتا ہے اور ذات کا من حیث ھو (جیسی کہ وہ ہے) گرفتار ہے اور اس گرفتاری کے غلبے کی وجہ سے دوسرے امور کی طرف متوجہ نہیں ہے جو معاملہ کہ وہ رکھتا ہے اس مقام میں شہود و تجلی کا نام لینا عار (شرم) ہے پس محمدی المشرب کو جو کہ محبوبیت کے زیادہ قریب ہے (اسے) چاہیے کہ ان مشاہدات سے دور اور تمام شہودات سے ایک طرف (بے تعلق) ہو جائے خواہ وہ شہود آئینوں میں ہو یا آئینوں سے باہر ہو اور جو عبارت کہ حضرت خواجہ بزرگ (خواجہ نقشبند بخاری) نور اللہ مرقدہ سے منقول ہے کہ فنا کے بعد جو اجس و وساوس کا ظہور مضر نہیں ہے اس کے محامل (مواقع) اور معنیٰ جو کہ بہت بلند ہیں کیا ضروری ہے کہ (اسے) کسی ایسے محمل (موقع) پر لایا جائے جو ان بزرگ کے مشرب کے مخالف ہو اور ان حضرت عالی کی عبارت کے ساتھ جو کہ پہلے لکھی جا چکی ہے تضاد رکھتا ہو کیونکہ ہو سکتا ہے کہ یہ عبارت اس معنیٰ میں ہو کہ فنا سے مقصود اس (ذات اللہ) تعالیٰ کے ماسوا کی گرفتاری کا زائل ہونا ہے اور جب فنا و اطمینان نفس کے ساتھ یہ معنی حاصل ہو گئے پھر اس کے بعد اگر اشیاء کا علم لوٹ آئے اور وساوس پیدا ہو جائیں تو وہ مضرت سے بچ جاتا ہے کیونکہ اشیاء کا علم جو کہ فی نفسہٖ صفتِ کاملہ ہے

www.maktabah.org

اشیاء کے ساتھ گرفتاری کی وجہ سے مذموم ہوتا ہے اور فنا کے ذریعہ اس گرفتاری سے نجات میسر ہو گئی تو اشیاء کا علم ذم (برائی) کی صفت سے نکل گیا اور نیز ہو سکتا ہے کہ اس معنی میں ہو کہ عارف کامل کام کی تکمیل کے بعد جب عبدیت کے مقام تک پہنچ جاتا ہے تو اس کے لئے افرادِ عالم میں سے ہر فرد اس (اللہ تعالیٰ شانہٗ) کی مقدس بارگاہ کی طرف شاہراہ ہو جاتا ہے پس خطرات جو کہ پہلے غفلت اور دوری کا سبب تھے اس وقت میں جمعیت و حضوری کا سبب بن جاتے ہیں اور خطرات سے خالق خطرات تعالیٰ و تقدس کی طرف ایک راستہ کھل جاتا ہے

ع در دلِ ما غمِ دنیا غمِ معشوق شود   بادہ گر خام بود پختہ کند شیشۂ ما

(ہمارے دل میں دنیا کا غم (بھی) معشوق کا غم ہو جاتا ہے، شراب اگر کچی ہو تو ہماری صراحی اس کو پختہ کر دیتی ہے)

اور نیز ممکن کا علم چونکہ عالم کی ذات میں معلوم کی صورت حاصل ہونے کے ساتھ ہے اور معلوم کے ساتھ عالم کے اثر قبول کرنے کا سبب ہے اس لئے عالم کے تغیر و تلون (بدلتے رہنے) کا سبب ہے جس سے نقص لازم آتا ہے اور واجب تعالیٰ کا علم حصول کی کیفیت سے پاک و بری ہے پس اگر عارف کامل کا علم تخلقوا باخلاق اللہ [اللہ تعالیٰ کی صفات کے ساتھ موصوف ہو جاؤ] کے مصداق اس قسم کا ہو جائے اور تاثر و تغیر سے رہائی حاصل کر لے اور نقص سے کمال میں آجائے تو بعید نہیں ہوگا کہ اس وقت میں خطرات و حدیث نفس ہو اور اس سے کچھ بھی تاثر و تغیر نہ ہو، یہ معرفت نہایت عجیب معارف اور نہایت پوشیدہ اسرار میں سے ہے۔ رَبَّنَا اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا [اے ہمارے رب ہم کو اپنے پاس سے رحمت کا سامان عطا فرما اور ہمارے لئے ہمارے کام سے بھلائی مہیا فرما] وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد والہ اجمعین وصل علی جمیع الانبیاء والمرسلین والملائکۃ المقربین وسائر الصالحین من المؤمنین آمین

مکتوب ۱۵۷

مولانا عبد الغفور سمرقندی کے نام پیر دستگیر اور اُن کے اصحاب کے ساتھ بہت زیادہ محبت کے اظہار میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ یہ وقت ان کی نسبت شریفہ کے ظہور کی تاب نہیں رکھتا۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ کتنی بڑی نعمت ہے کہ کوئی شخص بڑھاپے کے اوقات میں زیورِ طاعات سے آراستہ ہو اور ضعف کے وقت میں طاقتور دشمنوں پر غالب ہو اور اہل اللہ کے قبول کر لینے کے آثار اس کے طور طریقوں سے ظاہر ہوں اور اس کی پیشانی کے انوار اس معنی کی شہادت میں نمایاں ہوں۔ آں عزیز (آپ) کی توفیق کی خبریں سنا کامل خوشی اور اللہ تعالیٰ جل سلطانہ کے

www.maktabah.org

شکر کا باعث ہے اور اس خوشگوار نعمت کی زیادتی کے لئے دعا و امداد کا سبب ہوتا ہے، یہ سب انوار اُس (اللہ) سبحانہٗ و تعالیٰ کے دوستوں کی نظر کی برکات سے ہیں اور یہ صوری جمعیت جو کہ ظاہر نے ۲۱۷
بندگی کے وظائف کی ادائیگی کے ساتھ حاصل کی ہے اس معنوی نسبت کا اثر ہے جو کہ اُن (اولیاء اللہ) کے باطن سے (اس کے) باطن پر چمکی ہے، جو حضرات کہ حضرت قبلۂ حقیقی (والد ماجد یعنی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) کی خدمت کے شرف اور پابوسی کی سعادت سے مشرف ہوئے ہیں نہایت عزیز و محبوب اور بہت ہی شریف و مرغوب ہیں کیونکہ یہ حضرات محبوب کے کمالات کے آئینے ہیں اور اس کے جمالِ پاک کی یادگار ہیں، جب کبھی اس جماعت کو دیکھتا ہے ایک ایسی حالت ظاہر ہو جاتی ہے کہ گویا اس قبلۂ طالبانِ خدا کے جمالِ مبارک کو مشاہدہ کرتا ہے اور (جب) اُس صحبت اور اس ملتقی فی اللہ اجتماع کو کہ جس کے مثل تمام دنیا میں نہ تصور کیا جا سکتا تھا اور نہ ہے، دل میں خیال کرتا ہے تو دل پر آب اور جگر کباب ہو جاتا ہے، آرزو یہی ہے کہ ان حضرات کے ساتھ صحبت رکھے اور حرف و حکایت انہی کے ساتھ کرے لیکن افسوس کہ یہ حضرات دن بدن کم ہوتے جا رہے ہیں اور اس کمی کے باوجود ایک دوسرے سے دور پڑے ہیں ؎

ز ہجر دوستاں خوں شد درونِ سینہ جانِ من　　فراقِ ہمنشیناں سوخت مغز استخوانِ من

(دوستوں کی جدائی سے میری جان سینہ کے اندر خون ہو گئی، ہمنشینوں کے فراق نے میری ہڈیوں کا مغز جلا دیا ہے)

الخیر فیما صنع اللہ سبحانہٗ (جو کچھ اللہ تعالیٰ کرتا ہے اسی میں بھلائی ہے) یہ حضرات جہاں بھی ہیں غنیمت ہیں۔ ع

بیادگار بمانی کہ بوئے آں داری　　(تو یادداشت میں رہیگا کیونکہ تو اس کی بو رکھتا ہے)

اس فراق سوختہ اور دل باختہ عاشق کی حالت یہ ہے کہ جو شخص کہ حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) کے وجود کی شمع کے گرد پروانہ کی طرح نہ پھرا ہے اور نشانہ کی طرح اس کی بے مثال توجہ کے تیر کا ہدف نہیں بنا ہے اور اس کی رفتار اور محبوبانہ اداؤں کا شکار نہیں ہوا ہے اور اس کے قد رعنا کی نزاکت کے فتراک (شکار بند) میں نہیں بندھا ہے اور اس کی معشوقوں جیسی شراب کی مانند (نشیلی) آنکھوں کا کشتہ نہیں ہے اور اس کے دلبروں جیسے تبسم کا عاشق نہیں ہے اور جس نے اپنی نازک پیشانی کو اس کے آستانۂ عالیہ پر کمال شوق و آرزو کے ساتھ نہیں گھسا ہے اور اس کی درگاہ کے کتوں کی خاکِ پا کو اپنی آنکھوں کا سرمہ نہیں بنایا ہے اور اس کی بندگی کے خط کا نشان جس کی پیشانی پر ظاہر نہیں ہوا ہے اور اس بارگاہ کی غلامی کی زنجیر جس کی جان و تن کی گردن میں ظاہر نہ ہو، اس کے ساتھ نہ بیٹھے اور (اس کے ساتھ) آشنائی نہ کرے اور (اس سے) گفتگو نہ کرے، کیا کروں مجھے ایسا ہی پیدا کیا گیا ہے، میں اپنے اختیار میں نہیں ہوں، محبت کے دیوانے جس جگہ محبوب کی بو پاتے ہیں جان فدا کرتے ہیں اور جس جگہ محبوب کا کوئی نشان نہیں دیکھتے

www.maktabah.org

اس جگہ سے سینکڑوں فرسنگ (دُور) بھاگتے ہیں، جو شخص کہ اس ناکارہ کے ساتھ نشست و برخاست کی رغبت رکھتا ہے اس کو چاہیئے کہ ایسا ہو جائے ورنہ ناکارہ لوگوں کے ساتھ کیا دوستی اور کیسی نشست و برخاست، بار بار دل میں آتا ہے کہ کوئی گوشہ اختیار کرلے اور زمین کی تہ میں کوئی گڑھا پسند کرلے تاکہ جو لوگ مذکورہ اوصاف کے حامل نہیں ہیں نہ اُن کو دیکھے اور نہ اُن کی بات سُنے۔

میرے مخدوم! اس وقت کو اس نسبتِ شریفہ کے اٹھانے کی طاقت نہیں ہے اور قیامت کے ۳۱۸
قُرب اور ظلمات کے پے در پے آنے کی وجہ سے یہ نسبتِ عالیہ روز بروز پوشیدہ ہوتی جا رہی ہے اور اس کے انوار چھپتے جا رہے ہیں اور اس کے اُٹھانے والے لوگ کم ہو رہے ہیں اور سوائے اس کے کہ یہ شخص کسی گوشہ تنہائی میں جا بیٹھے اور کوئی علاج نہیں رکھتا لیکن یہ بھی اس شخص کے اختیار میں نہیں ہے۔ یا اللہ مجھ کو اُن (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) کے محبت کرنے والوں میں سے بنادے اور اُن سے محبت کرنے والوں کے دیکھنے والوں میں سے بنادے کیونکہ میں دوسری قوم (جماعت) کے نظارہ کی طاقت نہیں رکھتا۔ والسلام علیکم و علیٰ من لدیکم

مکتوب ۱۵۸

مولانا محمد حنیف کے نام درد و سوز کے اظہار اور دارِ آخرت کی بقا کے طلب پر دلالت کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ میرے سعادت آثار بھائی مولانا محمد حنیف اس گرفتار آثار سے مشتاقانہ دعائیں قبول فرمائیں۔ آپ کا مکتوب مرغوب اس وقت میں ایک عزیز نے لاہور سے بھیجا ہے اس کے مطالعہ سے خوش وقت ہوا۔ مکتوب گرامی کے مضمون سے شوق کا جذبہ ظاہر اور طلب کی حرارت آشکارا تھی۔ الحمد للہ سبحانہ علیٰ ذلک۔ جسقدر بھی جذبہ و حرارت حاصل ہو جائے نعمت ہے، کمال یہ ہے کہ جنون کی حد تک پہنچا دے اور ما سوا سے کلی طور پر چھڑا دے۔ لن یؤمن احدکم حتی یقال انہ لمجنون [تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک ہرگز کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کو مجنون کہا جائے] یہ جنون دوستوں کو نصیب ہو اور ان کے طفیل سے اس کا کوئی گھونٹ تلچھٹ پینے والوں کے حلق میں واقع ہو جائے۔ آپ نے اس دیار (سرہند شریف) آنے کے اشتیاق کا اظہار کیا ہے اور اس ناکارہ کے طلب کرنے کا انتظار رکھتے ہیں۔ میرے مخدوم! اس دیار کے لوگ چونکہ (اپنے) سر میں دوسرے دیار (دارِ آخرت) کا خیال رکھتے ہیں اور اس کی دوری سے ہمیشہ باطن میں سوگوار ہیں، دوستوں کو بھی اُس دیار کی رہنمائی کرتے ہیں اگرچہ (ابتک) اُس دیار کا کوئی نشان ظاہر نہیں ہے اور

www.maktabah.org

اس کے رہنے والوں کا کوئی اثر (علامت) نمایاں نہیں ہے جدائی اور دوری کے سوا اس سے کچھ نصیب نہیں ہے اور سوز و گداز کے علاوہ اس سے کچھ حاصل نہیں ہے ؎

نفی القرار و ساکنوا نسہم ۔۔۔ شیون بین جوانحی وضلوعی

(...... میرے پہلوؤں اور میری پسلیوں (دل) میں دنیا پُر قرار الطاف کے رہنے والے اور ان کی محبت کے بارے میں بہت الجھ گئے)

البتہ اس مقام سے گذریں تاکہ جدائی کے ماتم زدوں کے (ہمارے) درد میں شریک اور گم شدگی (فنائیت) کی سوزش کی محفل کے تلخ نوشوں کے ساتھ جرعہ کش ہو جائیں (یعنی آ جائیں) تو کیا مضائقہ ہے لیکن اس سب دردِ دُوری و سوزِ جدائی کے باوجود عنایات بیش از بیش اور الطاف زائد از بیش ہیں (یہ بھی) عنایت ہی ہے کہ جو اس صد کے ساتھ مانوس رکھتی ہے اور جس نے اس سوز کے ساتھ موافقت دے رکھی ہے ؎

دریں دیار بآں زندہ ام کہ گہ گاہے ۔۔۔ نسیم عاطفتے زاں دیار می آید

(میں اس دیار میں اس لئے زندہ ہوں کہ کبھی کبھی مہربانی کی نسیم اس دیار سے آ جاتی ہے)

اس جگہ (مقدس بارگاہ) کے لئے جو کہ دار اور کسی دیار (مکین) سے پاک و بری ہے دیار و دیار کا اطلاق صنعتِ مشاکلہ کے طور پر ہے بالکل یہ ہے جیسا کہ مشائخ کرام کے کلام میں اس کے مثل آتا ہے ورنہ بیت ۳۱۹

لا و ھو زاں سرائے روز بہی ۔۔۔ باز گشتند جیب و کیسہ تہی

[لا اور ھو (فنا و بقا) اس مقدس بارگاہ سے اس حال میں واپس لوٹتے ہیں کہ ان کی جیب اور تھیلی خالی ہوتی ہے]

مکتوب ۱۵۹

شیخ حسن کے نام نعمت کے شکر پر رہنمائی کرنے اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے مکر (تدبیر) سے ڈرنے کے بارے میں تحریر فرمایا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی۔ برادرِ عزیز م شیخ حسن احسن اللہ سبحانہ حالہ وحصل آمالہ [اللہ تعالیٰ اس کے حال کو اچھا کرے اور اس کی امیدوں کو پورا فرمائے] اس دل فگار درویش ــــــ سے سلام عافیت انجام پہنچیں، آپ کی توفیق (ہمت) اور طالبین کے اجتماع کی رونق اور اطوار و عادات کی استقامت اور حلقۂ ذکر و فکر کی پابندی کی خبر دل کا سننا دوستوں کی مسرت کا سبب اور ان کے مزید شکر و حمد کا باعث ہوتا ہے، زمانہ کے اس جزو (حصہ) میں جو کہ قربِ قیامت کا وقت ہے۔ اہل اللہ کا اس قسم کا اجتماع اور للہ فی اللہ صحبت بہت بڑی نعمتوں میں سے ہے ؎

آسماں سجدہ برد بہر زمینے کہ درو ۔۔۔ یک دو کس یک دو نفس بہرِ خدا بنشینند کنند

[آسمان اس زمین کے لئے سجدہ کرتا ہے جس میں ایک دو آدمی ایک دو سانس دم تک خدا تعالیٰ کیلئے بیٹھتے ہیں]
اپنے کام میں مشغول رہیں اور اللہ تعالیٰ جل شانہ کا شکر بجا لائیں، لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ [اگر تم شکر بجا لاؤ گے تو ضرور میں تم کو اور زیادہ دوں گا] اور اللہ تعالیٰ کے مکر (تدبیر) سے ڈرتے اور لرزتے رہیں اور شیطان کے دھوکے سے بے فکر نہ رہیں اور نفسانی خواہشات اور شرکِ خفی کی باریکیوں سے خوب ڈرتے رہیں جبکہ ہمارے پیشوا حضرات مَا أُبَرِّئُ نَفْسِي [میں اپنے آپ کو بری نہیں کرتا] فرماتے ہیں تو ہم پر افسوس ہے۔ مختصر یہ ہے کہ اپنے بزرگوں کے ساتھ محبت اور باطنی رابطہ کو مضبوط رکھیں اور نبی کریم علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی سنتوں کے مضبوط حلقہ کو نہ چھوڑیں اور حضرت لم یزل (حق تعالیٰ) کی بارگاہِ مقدس میں التجا و منت زاری و گڑگڑانا و تضرع و زاری کو لازم پکڑیں تاکہ نجات کی امید پیدا ہو، اور دوستوں سے توقع یہ ہے کہ اس ناکارہ کو دعائے خیر سے یاد رکھیں۔ جو مکتوب آپ نے بھیجا تھا پہنچ گیا، اللہ تعالیٰ آپ کا معاون و مددگار ہو۔

مکتوب ۱۶۰

شیخ عبداللطیف لشکر خانی کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ ظاہر (بھی) باطن کی طرح دائمی حضور کے ساتھ موصوف ہونا چاہیے۔

حضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ اس ذات علیہ و علیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات والبرکات العلی کے طفیل ۳۲۰
کہ جس کی نگاہ نے کجی کی اور نہ حد سے بڑھی ظاہری و باطنی کمالات سے آراستہ کر کے ایک مطلب کا گرفتار رکھے کہ جو کچھ اس کے ماسوا ہے وہ اس کے بالمقابل محو و لاشئی ہو جائے تاکہ اس کا محب المرء مع من احب [آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے کہ وہ محبت کرتا ہے] کے بموجب آفاق و انفس کو رخصت کر کے بیخود ہو کر اس جگہ دور سے اور اس کی طلب میں ایسی ہمت عطا فرمائے کہ اس کی تجلیات و ظہورات سے چشم پوشی کر کے ظاہر و متجلی ذات کا طالب و متلاشی رہے، اس حدود فقرا کے اطوار و احوال اللہ تعالیٰ کی حمد کے لائق ہیں اس پر اللہ تعالیٰ کا حمد و احسان ہے، اللہ سبحانہٗ سے آپ کی سلامتی و عافیت کی دعا کی گئی ہے، اس مسکین کی آرزو اپنے اور سب دوستوں کے بارے میں یہ ہے کہ اپنی ہمت کو پوری طرح مطلوبِ حقیقی کی مقدس بارگاہ کی طرف مصروف رکھا جائے اور جو کچھ اس عظیم دولت کے منافی ہو اس سے پوری طرح اعراض کیا جائے ایسا نہ ہو کہ باطن کی آبادی پر اکتفا کر کے ظاہر کو غفلت کے ساتھ چھوڑ دیں کیونکہ یہ بھی شرکِ خفی کے دائرہ سے باہر نہیں ہے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی سعادت مند بندہ تمام عمر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہا پھر

www.maktabah.org

اُس نے ایک لحظہ بھر کے لئے اللہ تعالیٰ سے روگردانی کی توجو کچھ اُس نے کھویا وہ اس سے زیادہ ہوگا جو اس نے پایا تھا۔ لیکن کیا کیا جائے (کہ) تمام آرزوئیں میسر نہیں ہیں، جسمانی تقاضوں اور مخلوق کے ساتھ میل جول سے چارہ نہیں ہے ہاں اسقدر معلوم ہوتا ہے کہ ظاہر کی اس غفلت کو جو کہ لازمی ہے اگر اچھی نیت کے ساتھ ملا لیا جائے تو غفلت سے نکل جاتی ہے اور ذکر کے ساتھ مل جاتی ہے مثلاً نیند جو کہ سراسر غفلت ہے اگر عبادت میں سستی دور ہونے کی نیت کے ساتھ مل جائے تو ذکر ہو جاتی ہے، نوم العلماء عبادۃ [علماء کی نیند عبادت ہے] تو آپ نے سنا ہی ہوگا، اور لوگوں کے حقوق ادا کرنے کی نیت سے ان کے ساتھ میل جول رکھنا بھی ذکر ہے کیونکہ یہ واجب و مستحب کو ادا کرنا ہے علیٰ ھذا القیاس [اور چیزوں کو بھی اسی پر قیاس کر لیجئے]۔ ذکر زبانی ذکر میں ہی منحصر نہیں ہے (بلکہ) ہر وہ عمل کہ جس میں اللہ تعالیٰ کی رضا کو ملحوظ رکھا گیا ہو ذکر میں داخل ہے، اِنَّ ھٰذِہٖ تَذْکِرَۃٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰی رَبِّہٖ سَبِیْلًا ۝ [بیشک یہ ایک نصیحت ہے پس جو شخص چاہے اپنے رب کی طرف راستہ اختیار کرے]۔ اس بیان سے واضح ہوگیا کہ دائمی حضور کہ جس سے مراد غفلت کا ہمیشہ کے لئے دور ہو جانا ہے جیسا کہ بزرگوں نے باطن کی نسبت کہا ہے ظاہر میں بھی ثابت ہے لیکن ظاہر کے دائمی حضور کو کہ جس سے مراد اپنے تمام اعمال و افعال کو نیتِ صالحہ کے ساتھ ملانا اور تمام امور میں حتیٰ کہ جو امور بظاہر غفلت معلوم ہوتے ہیں ان میں بھی رضائے الٰہی جل شانہ کو ملحوظ رکھنا ہے باطن کا دائمی حضور لازم ہے اور اس کا عکس لازم نہیں ہے۔ یہ کمال مخلَصین (لام کی زبر سے، رہائی یافتہ لوگوں) کے ساتھ مخصوص ہے کہ یہ حضرات ہر عمل میں تصنع و تصحیح نیت سے آزاد ہو چکے ہیں اور ان کی نیت فنا و بقا کے ذریعہ اکمل طریقہ پر تصحیح حاصل کر چکی ہے اور لام کی کسرہ کے ساتھ مخلِصین (رہائی پانے والے) اس کمال سے بہت کم حصہ رکھتے ہیں۔ والمخلصون علیٰ خطرٍ عظیم [اور رہائی حاصل کرنے والے بہت بڑے خطرہ پر ہیں] ۳۲۱
یہ بزرگواران جو کہ اخلاص کی حقیقت کو پہنچ چکے ہیں اور تصنع و تکلف سے جو کہ لوازمِ طریقت سے ہے رہائی حاصل کر چکے ہیں، وہ جو کچھ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے لئے کرتے ہیں اور جو کچھ ان سے ظہور میں آتا ہے اللہ سبحانہٗ ہی کے لئے ہوتا ہے خواہ وہ نیت کریں یا نہ کریں، نیت (کی ضرورت) محتمل (امر) میں ہے متعین (امر) میں تصحیح نیت کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ان بزرگوں کا نفس اپنے مولا کے لئے فدا ہو چکا ہوتا ہے اور وہ اپنے اوپر (آثارِ نیں) کا اطلاق شرک جانتے ہیں اس لئے وہ جو کچھ کرتے ہیں وہ اُس (اللہ) تعالیٰ کی طرف لوٹتا ہے جیسا کہ (اس مقام کے حاصل ہونے سے) پہلے وہ جو کچھ کرتے تھے اپنے نفس کیلئے کرتے تھے اور (وہ عمل) نیت کا محتاج تھا۔

جاننا چاہئے کہ اس قسم کے عارف کی بے ادبی کرنا اور اس کو تکلیف پہنچانا اس (اللہ) سبحانہٗ کی ایذا و بے ادبی تک پہنچانے والا ہے کیونکہ اس صورت میں اس کے منتسبات بلا تکلف اس تعالیٰ شانہٗ

www.maktabah.org

کی بارگاہ کے ساتھ منتسب ہو جاتے ہیں، جبکہ اس عارف کے اعمال نیت کی احتیاج کے بغیر اُسی (اللہ تعالیٰ) ہی کے لئے ہوتے ہیں تو دوسروں کے اعمال جو کہ اس کے متعلق واقع ہوں وہ بطریق اولیٰ اس بارگاہ کی طرف عائد (منسوب) ہوں گے اور اسی قیاس پر اس کی تعظیم و اطاعت اس کے مولیٰ جل و علا کی تعظیم و اطاعت ہوگی اور اسی اعتبار سے کلام مجید میں وارد ہوا ہوگا مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ ؕ [جس نے رسول کی اطاعت کی اُس نے اللہ کی اطاعت کی] ؎

بس کنم خود زیرکاں را ایں بس است
بانگ دو کردم اگر در دہ کس است

[میں بس کرتا ہوں عقلمندوں کے لئے یہی کافی ہے، اگر گاؤں میں کوئی ہے تو میں نے دو دفعہ (خطرے) کی آواز لگا دی ہے] والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۶۱

حقائق آگاہ خواجہ محمد صدیق کشمی کے نام مطلوب جل و عز کی عظمت بیان کرنے اور سالک کی ہمت کو بلند کرنے پر رہنمائی کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ: آپ نے جو گرامی نامہ ان دنوں میں ارسال فرمایا تھا اس کے مطالعے سے خوش و مسرور ہوا، آپ سلامت رہیں، حج کا سفر مبارک ہو، یقین ہے کہ (اپنی) مقبول دعاؤں میں اِن فقرا کو فراموش نہیں کیا ہوگا۔ میرے مخدوم! (اپنی) بلند ہمت کو اس بات پر لگائیں کہ مطلوب حقیقی سے (اس کے سوا) کچھ حاصل نہ کریں اور وصل و اتصال کی آرزو کو اس میں آنے نہ دیں کیونکہ یقین کامل کے ساتھ معلوم ہو چکا ہے کہ جو کچھ اس سے حاصل ہوتا ہے وہ واصل کے حوصلہ کے مناسب ہوتا ہے اور اس کی استعداد یافت کے ساتھ مقید ہے اور مطلوب اِن تقیدات (پابندیوں) سے پاک و بری اور ان قیود سے آزاد و خالی ہے، پس چاہیے کہ ہمت کی نظر پڑنے کی جگہ ایک ایسے مرتبہ پر محدود ہو جو کہ ادراک (حصول) کی قیود اور استعداد کی پابندیوں سے بالاتر ہو ؎

۳۲۲ ص

اگر نہ دہی بکفت دامانِ یارم
گرفتارِ کسے دیگر ندارم

[اگر تو یار کا دامن میری ہتھیلی (مٹھی) میں نہیں دیتا تو مجھے کسی دوسرے کا گرفتار (تو نہ رکھ)]۔ کیونکہ ممکن جب تک امکان کی قید میں مقید ہے مطلق حقیقی سے کس طرح کوئی حصہ حاصل کرے گا اور بشریت و امکان سے بھی کسی طرح الگ ہونا متصور نہیں ہے۔ شیخ عطار (رحمۃ اللہ) فرماتے ہیں ؎

نمی بینی کہ شاہے چوں پیمبر
نیافت او فقرِ کل تو در یخ کم بر

www.maktabah.org

[کیا تو نہیں دیکھتا کہ پیغمبر جیسی بادشاہ ہستی نے کامل فقر (کلی انقطاع) نہیں پایا تو پھر تو بھی رنج نہ کر] اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ رَبِّیْ شَیْئًا وَسِعَ رَبِّیْ کُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا [مگر یہ کہ میرا رب کوئی چیز چاہے، میرا رب علم کے اعتبار سے ہر چیز کو احاطہ کئے ہوئے ہے] عجیب معاملہ ہے اس مقام میں نہ مطلوب کی جدائی کو چاہتا ہے اور نہ اس کے وصل کو، اس کے باوجود اس سے ناامیدی بھی نہیں رکھتا کیونکہ یہ کمال ناامیدی کے معاملہ سے اوپر ہے عرفت ربی بجمع الاضداد [میں نے اپنے رب کو اضداد کے جمع کرنے سے پہچانا] اور اس کمال کے اضداد کا دور ہونا عالم محبوبیت کے ساتھ وابستہ ہے کیونکہ محب جو کہ ہمیشہ محبوب کے شہود کو چاہتا ہے اور ہر وقت اس کے وصل و اتصال کا آرزومند ہے اس بات کی کہاں طاقت رکھتا ہے کہ محبوب کا کوئی پرتو اس پر ظاہر ہو اور اپنے آپ کو نگاہ رکھ سکے۔ ایک عزیز فرماتے ہیں:

شعر
زہر سو کہ آواز پائے برآید — بہ بوئے تو از جا جہم مست و بیخود

[جس طرف سے بھی کسی پاؤں کی آواز آتی ہے میں تیری خوشبو سے مست و بیخود ہو کر اپنی جگہ سے (اس طرف) چل پڑتا ہوں]

محب جمال و جلال کے آثار و افعال و صفات کے باعث اور خد و خال کے حسن کی وجہ سے محبوب کا شیفتہ ہوا ہے، محبوب ہے جو کہ اصل کی کچھ نشانی رکھتا ہے اور ذات کا من حیث ہو [جیسی کہ وہ ہے] گرفتار ہے اور اس گرفتاری کے غلبہ کی وجہ سے مذکورہ امور کی طرف متوجہ نہیں ہوتا اور توجہ کے قبلہ کو پراگندہ نہیں کرتا۔ قُلْ هٰذِهٖ سَبِیْلِیْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِیْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ [آپ کہہ دیجئے کہ یہ میرا راستہ ہے میں اللہ تعالیٰ کی طرف اس طرح پر دعوت دیتا ہوں کہ میں اور میرا اتباع کرنے والے واضح دلیل پر ہیں، اللہ پاک ہے اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں] اس قسم کے بلند ہمت شخص کیلئے من تواضع للہ رفعہ اللہ [جس نے اللہ تعالیٰ کے لئے تواضع کی اللہ تعالیٰ نے اس کو بلند کیا] کے مصداق عالم آخرت میں بہت سی امیدیں ہیں جو کہ دوسروں کے لئے نہیں ہیں۔ اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِیْلًا [بیشک یہ ایک نصیحت ہے پس جو کوئی چاہے اپنے پروردگار کی طرف راستہ اختیار کرے۔]

مکتوب ۱۶۲

ارشاد پناہ میر محمد نعمان کی خدمت میں اس بارے میں تحریر فرمایا کہ مطلوب حقیقی سے سالک کا نصیب استہلاک (فنائیت) کے سوا نہیں ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اس گنہگار ہجرت زدہ گوشہ گمنامی کے گم شدہ کی دعا و نیازمندی قبول ہو، نہیں جانتا کہ کیا لکھے، محبوب کی عنایات اس سے

www.maktabah.org

بہت بلند ہیں کہ اس فضول گو کی زبان پر جاری ہوں اور معشوق کی خوبیاں اس سے بلندتر ہیں کہ اس ۳۲۳
بوالہوس کا قلم اُن کی ترجمانی کا خیال کرے۔ لا یحمل عطایا الملک الا مطایاہ [بادشاہوں کے
عطیات اُنہی کی سواریاں اُٹھا سکتی ہیں] جو کچھ اس بیچارہ کا حصہ ہے وہ استہلاک و اضمحلال ہے اگر کسی
خیر و کمال کو اپنی طرف منسوب کرے تو طریقت کا مشرک ہو جائے اور امانت میں خیانت کرنے والا بن جائے
وَقَدِمْنَا إِلَىٰ مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَّنثُورًا [اور جو عمل کہ انہوں نے کئے تھے ہم ان کی طرف
متوجہ ہوئے اور ان سب کو اکارت کر دیا۔] یہ ناکارہ اپنی ذات میں تمام نسبتوں سے خالی ہے
ایک وجود نما عدم ہے وَتَحْسَبُهُمْ أَيْقَاظًا وَهُمْ رُقُودٌ [اور تو اُن کو جاگتا ہوا گمان کریگا حالانکہ وہ سوئے
ہوئے ہیں] اس کا فقر ذاتی اور اس کا فاقہ دائمی ہے، امانتیں ہمیشہ امانتوں والوں کی (ہوتی) ہیں،
جس بیچارہ کا کمال عدم ہو اور اس کا جمال نیستی ہو وہ اپنے مولا کی ہستی کے متعلق کیا خبر رکھے اور
اس کے کمال و جمال سے کس طرح اطلاع پائے گا، ھو العارف والمعروف [وہی عارف وہی معروف ہے]
کا بھید اس جگہ ظاہر ہوتا ہے حضرت جمیل مطلق (اللہ تعالیٰ) ہم جیسے ناکاروں کو ان معانی کے
ساتھ ایمان نصیب فرمائے اور اس چشمہ سے کچھ شربت عطا فرمائے۔

مکتوب ۱۶۳

یہ بھی ارشاد پناہ میر محمد نعمان کی خدمت میں بعض دقیق اسرار اور اپنی خاص کیفیات کے متعلق اشارات
کے بیان میں تحریر فرمایا۔

سیادت و نقابت دستگاہ کے خدام ہمیشہ مخلص دوستوں کو یاد کرتے ہوئے پس پشت دعا سے
مدد فرماتے رہیں، اس حدود کے فقراء کے احوال حمد کے لائق ہیں، اللہ سبحانہٗ سے آپ کی سلامتی و عافیت
اور اپنے مشائخ کے طریقہ پر استقامت کی دعا کی گئی ہے پس بیشک یہی مدار کار ہے اور اس کے علاوہ
سب کچھ بیکار ہے، عنایات کے شامل حال ہونے کے متعلق جو کہ اس گنہگار کے بارے میں واقع ہیں کیا لکھے۔ ع
دادِ او را قابلیت شرط نیست [اُس (اللہ تعالیٰ) کی دین کیلئے قابلیت شرط نہیں ہے]
قبل من قبل بلا علۃ [جو قبول کر لیا گیا وہ کسی سبب کے بغیر ہی قبول کر لیا گیا] اگر اس کی تفصیل میں مشغول ہو
تو احتمال ہے کہ قلم اس کی تاب نہ لا سکے اور کاغذ جل جائے اور کہنے اور سننے والا دونوں بیہوش ہو جائیں
اس کے بعد کون کہے گا اور کون سُنے گا، کسی نے خوب کہا ہے ؎

www.maktabah.org

سراپا آتشی امشب قدح گو دیگرے پُر کن که خواهد سوخت ساغر تا تو مے در جام خواہی کرد

[تو آج کی رات سراپا آگ ہے اس لئے کسی دوسرے کو کہہ کہ پیالہ پُر کرے کیونکہ اگر تو پیالہ میں شراب ڈالیگا تو پیالہ جل جائے گا]

۲۶ / ۱۲ اور نیز اس کی لطافت و رفعت زبان کو پکڑ لیتی ہے یَضِیْقُ صَدْرِیْ وَلَا یَنْطَلِقُ لِسَانِیْ [میرا سینہ تنگ ہو جاتا ہے اور میری زبان نہیں چلتی] ۔ ع

سخن از لب تو گفتم بلبم سخن گرہ شد [میں نے تیرے لب کے متعلق بات کہی تو بات میرے لب پر گرہ ہو گئی]

ص ۳۲۳ پس چاہیے کہ سننے والے کلام کرنے والے کو معذور قرار دیں اور ہم جنس ہونے کی وجہ سے اس کی ذات کی طرف راستہ تلاش کریں تاکہ بیچون حقیقی کی ذات سے کچھ حصہ پائیں اگرچہ متکلم کی ذات کو سننے والوں کی ذات کے ساتھ کچھ بھی ہم جنسیت درمیان میں نہیں ہے کیونکہ اس کی ذات نے بیچونی کا کچھ حصہ پا لیا ہے اور بیچونِ حقیقی کی ذات کے ساتھ ایک خاص اتصال و نسبت پیدا کر لی ہے بلکہ دوسروں کے لئے ہرگز ذات نہیں ہے وہ عارف کی ذات کا کس طرح پتہ لگائیں گے، عارف کے خالق کی ذات خود اس کے ماوراء ہے بہرحال ہاتھ پاؤں مارنے چاہئیں (کوشش کرنی چاہیے) اور ہمیشہ اس ترانے کو گاتے رہنا چاہیے ؎

مفلسانیم آمدہ در کوئے تو شیئاً للہ از جمالِ روئے تو

[ہم مفلس ہیں تیرے کوچہ میں آئے ہیں تو اپنے چہرے کے جمال سے کچھ اللہ کے لئے عنایت فرما] اللھم اجعل حبك احب الاشیاء الی واجعل خشیتك اخوف الاشیاء عندی واقطع عنی حاجات الدنیا بالشوق الی لقائك واذا اقررت اعین اھل الدنیا بدنیاھم فاقرر عینی بعبادتك [اے اللہ تو میرے لئے اپنی محبت تمام اشیاء سے زیادہ محبوب بنا دے اور میرے لئے اپنا خوف تمام اشیاء کے خوف سے زیادہ کر دے اور اپنی ملاقات کے شوق کے ساتھ دنیا کی حاجات مجھ سے منقطع کر دے اور جب اہلِ دنیا کی آنکھیں اُن کی دنیا کے ساتھ ٹھنڈی ہوں تو میری آنکھوں کو اپنی عبادت کے ساتھ ٹھنڈک پہنچا] والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۶۴

تربیت خاں کے نام اس بارے میں کہ طالب حق جل و علا اس دار (دنیا) میں ہمیشہ درد و گداز کے ساتھ ہے اور دنیا کی مذمت میں تحریر فرمایا۔

آپ کے گرامی نامے نے جو کہ غمِ جدائی کی خبر دینے والا تھا مشرف کیا، کیا کیا جائے دنیا سراسر جدائی و غم کا مقام ہے، ملاقات کا مقام آخرت ہے، حق سبحانہ اُس کے اعمال کے ساتھ مشغول رکھے

www.maktabah.org

تاکہ وہاں کی ملاقات کی صورت بن سکے، چونکہ مطلوبِ حقیقی کی ملاقات (دیدار) کا وعدہ اُس جگہ کے ساتھ کیا گیا ہے (تو) دوسروں کی ملاقات اُس سبحانہ وتعالیٰ کی ملاقات کی فرع ہے کیونکہ عالمِ دنیا اس تعالیٰ شانہ کے دیدار کو برداشت کرنے کی کامل طور پر طاقت نہیں رکھتا اس لئے اس (دیدار) کے طالب اس (دنیاوی) عالم میں ہمیشہ جگر سوختہ وچشم پُرنم ہیں اور ہر وقت سوگوار، اس کے سوز وگداز میں بے چین ہر شبِ آفتاب احدیت کے طلوع ہونے کی انتظار میں بیدار اور ہر روز ماہتابِ صورت کی آرزو میں پیاسے اور بیقرار ہیں ؎

دامان متاعے کزیں رہ گذر می برند لبِ خشک و مژگانِ تر می برند

[جو سامان کہ وہ اس راستہ سے لیجاتے ہیں وہ یہ ہے کہ وہ خشک لب اور تر پلکیں لیجاتے ہیں] (طالبین) اس (مطلوبِ ناصح حقیقی) کے بغیر آرام نہیں رکھتے اور ماسوا کے ساتھ انس والفت اختیار نہیں کرتے اور ہمیشہ یہ ترانہ گاتے ہیں ؎

بچہ مشغول کنم دیدہ ودل را کہ مدام دل تُرا می طلبد دیدہ تُرا می خواہد

[میں دیدہ ودل کو کس چیز میں مشغول کروں کیونکہ ہمیشہ دل تجھ کو طلب کرتا ہے اور آنکھ تجھ کو چاہتی ہے]

(یہ حضرات) شوریدہ کار وپریشان حال ہیں، جہان میں جہان کے بغیر اور عالم میں عالم کے بغیر ہیں اس کے باوجود در حقیقت عالم میں یہی حضرات ہیں اور تمام افرادِ عالم انہی کے ساتھ قائم ہیں اور صاحب نصیب یہی لوگ اور آزاد بھی یہی ہیں کہ کسی شخص کے ساتھ میل جول رکھتے ہیں اور نہ اپنے آپ کے ساتھ ؎ ۳۲۵ ب

غلامِ نرگسِ مستِ تو تاجدارانند خرابِ بادۂ لعلِ تو ہوشیارانند

[تیری مست نرگس (آنکھ) کے غلام تاجدار (بادشاہ) ہیں اور تیری لعل جیسی (سُرخ) شراب کے متوالے ہوشیار ہیں]

اگر سرمایہ وحاصل (پیداوار) رکھتے ہیں تو اسی (ذاتِ مقدس) کو رکھتے ہیں (یعنی وہی اُن کا سرمایہ حاصل ہے) اور اگر تکلم وخطاب رکھتے ہیں تو وہ بھی اسی کے ساتھ رکھتے ہیں اگرچہ بظاہر ہم اور تم متکلم ومخاطب ہیں لیکن حقیقت میں درد کی گفتگو اور غم کا شکوہ اسی کے ساتھ ہے اور اس گفتگو میں بھی یہ حضرات ترجمان سے زیادہ نہیں ہیں، اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ [میں تو اپنے ۱۲ ۸۶ غم وپریشانی کی شکایت اللہ تعالیٰ سے کرتا ہوں اور میں اللہ تعالیٰ (کی جانب) سے اس چیز کو جانتا ہوں جس کو تم نہیں جانتے] کسی نے خوب کہا ہے "یا اللہ! مجھ کو اس قوم میں سے بنادے یا اس قوم کے دیکھنے والوں میں سے بنادے کہ میں کسی دوسری قوم کی طاقت نہیں رکھتا ہوں" شاید کہ دردمندوں کے شربت کی کچھ چاشنی آپ کے باطن کو نصیب ہو گئی ہے کہ آپ نے فقر وتجرید (تنہائی) کی آرزو کی ہے، بیشک ؎

ہر کسے کو دور ماند از اصلِ خویش باز جوید روزگارِ وصلِ خویش

[جو شخص کہ اپنی اصل سے دور رہ گیا ہے وہ اپنے وصل کا زمانہ پھر تلاش کرے]

www.maktabah.org

صاحبِ استعداد جوانوں پر افسوس ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنی اعلیٰ فطرتوں (صلاحیتوں) کو اس کمینی (دنیا) میں مصروف کر دیا ہے اور بظاہر اس غدار قحبہ (دلالہ) کے ساتھ شغف رکھتے ہیں اور نفیس جواہر (موتیوں) کے بدلے چند ٹھیکریوں کے ساتھ ترک کر رہ گئے ہیں، جمالِ مطلق چمک رہا ہے اور آمد و رفت کا راستہ کھلا ہوا ہے اور ہم پست فطرت لوگ اس جمال سے پردے اور جدائی میں ہیں ؎

در جہاں شاہدے و ما فارغ در قدح جرعۂ و ما ہشیار

[جہان میں ایک معشوق (موجود) ہے اور ہم بے پرواہ ہیں پیالہ میں ایک گھونٹ ہے اور ہم ہشیار ہیں] رباعی

آمد سحر آں دلبرِ خونیں جگراں گفتہ کہ تو بر خاطرِ من بارِ گراں
شرمت بادا کہ من بسویت نگراں با شم تو نہی چشم بروئے دگراں

[صبح کے وقت وہ خونی جگر والوں کا دلبر آیا (اور) اس نے کہا کہ تو میرے دل پر ایک بھاری بوجھ ہے، تجھ کو شرم آنی چاہیے کہ میں تو تیری طرف دیکھ رہا ہوں اور تو دوسروں کے چہرے پر نظر جمائے ہوئے ہے] والسلام علیکم و علیٰ من لدیکم۔

مکتوب ۱۶۵

شیخ الیاس کے نام اس طریقۂ عالیہ کے بعض اصطلاحی کلمات کی شرح میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین محمد و آلہٖ اجمعین

اما بعد، چونکہ سعادت آثار شیخ الیاس نے اس فقیر سے مطالبہ کیا کہ بعض کلمات جو کہ اس طریقۂ عالیہ میں مشہور و رائج ہیں ان کی شرح لکھے۔ اس مطالبہ کو قبول کرتے ہوئے اپنی ناقص سمجھ کے مطابق لکھا گیا واللہ سبحانہ الملہم للصواب [اور اللہ سبحانہ درست بات کا الہام کرنے والا ہے]

(۱) سفر در وطن سیرِ انفسی سے عبارت ہے کہ اس کو جذبہ بھی کہتے ہیں، ان بزرگواروں کے معاملہ کی ابتدا اسی سیر سے ہے اور سیرِ آفاقی کہ سلوک اسی سے عبارت ہے اس سیر کے ضمن میں طے ہو جاتی ہے ۳۲۶ اور دوسرے سلسلوں میں کام کی ابتدا سیرِ آفاقی سے کرتے ہیں اور (اُن کی) انتہا سیرِ انفسی پر ہے اور کام کی ابتدا سیرِ انفسی سے کرنا اس طریقہ کی خصوصیت ہے اور اندراجِ نہایت در بدایت (ابتدا میں انتہا کا درج ہونا) اسی معنی میں ہے کہ سیرِ انفسی جو کہ دوسروں کی نہایت ہے وہ ان اکابر کی ابتدا ہے، سیرِ آفاقی مطلوب کو اپنے سے باہر ڈھونڈتا ہے اور سیرِ انفسی اپنے آپ میں آتا اور اپنے دل کے گرد گھومتا ہے، اس معنی میں بزرگوں نے کہا ہے ؎

www.maktabah.org

ہمچو نا مینا مبر ہر سوئے دست　　با تو در زیر گلیم است ہر چہ ہست

[تو اندھے کی طرح ہر طرف ہاتھ نہ لیجا، جو کچھ ہے وہ تیرے ساتھ ہی کمبل کے نیچے ہے]

(۲) خلوت در انجمن: یعنی انجمن (مجلس) میں جو کہ تفرقہ (جدائی) کی جگہ ہے باطن کی راہ سے مطلوب کے ساتھ خلوت رکھتا ہو اور باہر کا تفرقہ اندرونی مجرہ (باطن) میں راہ نہ پائے ؎

از بروں در میانِ بازارم　　وندروں خلوتیست با یارم

[میں باہر سے (ظاہری طور پر) بازار میں ہوں اور اندر سے (باطنی طور پر) مجھ کو دوست کے ساتھ خلوت ہے]

ابتدا میں یہ معنی تکلف کے ساتھ ہے اور انتہا میں بلا تکلف ہے اور اس طریقہ میں چونکہ یہ معنی ابتدا میں حاصل ہو جاتا ہے ان بزرگوں نے اس کو حاصل کرنے کے لئے ایک راستہ وضع کیا ہے (اس لئے یہ بات) اس طریقہ کی خصوصیات میں سے ہے اگرچہ دوسرے طریقوں کے منتہیوں کو بھی حاصل ہو جاتی ہے اور اسی معنی میں بزرگوں نے کہا ہے ؎

از دروں شو آشنا و ز بروں بیگانہ وش　　ایں چنیں زیبا صفت کم می بود اندر جہاں

[تو اندر سے آشنا ہو جا اور باہر سے بیگانوں کی طرح رہ، اس قسم کی اچھی صفت والا دنیا میں کم ہی ہوتا ہے]

من لم یملک عینہ فلیس لقلبہ عندہ؟ [جو شخص اپنی آنکھ کا مالک نہیں ہوا تو اس کے پاس دل نہیں ہے]

(۳) نظر بر قدم: اس چیز سے عبارت ہے کہ راستہ چلنے میں نظر قدم پر جمائی جائے اور طرح طرح کے محسوسات کے ساتھ نظر کو پراگندہ نہ کرے تاکہ جمعیت کے زیادہ قریب ہو جائے کیونکہ ابتدا میں دل نظر کے تابع ہے اور نظر کی پراگندگی دل میں اثر کرتی ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

بچہ مشغول کنم دیدہ و دل را کہ مدام　　دل ترا می طلبد دیدہ ترا می جوید

[میں دیدہ و دل کو کس چیز کے ساتھ مشغول کروں کہ ہمیشہ دل تجھ کو طلب کرتا ہے اور آنکھ تجھ کو تلاش کرتی ہے]

نظر بر قدم ۳ (۴) ہوش در دم: اس سے مراد یہ ہے کہ اپنے سانس کا واقف رہے تاکہ وہ غفلت سے باہر نہ آئے

ہوش در دم ۴ تیسرا کلمہ اس تفرقہ کو دور کرنے کیلئے ہے جو کہ آفاق سے اٹھتا ہے اور چوتھا کلمہ انفسی تفرقہ کو دور کرنے کیلئے

(۵، ۶) یادکرد و یادداشت: سالک جب تک طریقت (تکلف و تصنع) میں ہے اور حقیقت و ملکہ حضور کے ساتھ نہیں ملا ہے (اس وقت تک) یادکرد کے مقام میں ہے ؎

دائم ہمہ جا با ہمہ کس در ہمہ کار　　می دار نہفتہ چشم دل جانب یار

[ہمیشہ ہر جگہ ہر شخص کے ساتھ ہر کام میں دل کی آنکھ کو پوشیدہ طور پر یار کی جانب رکھ]

اور جب حضور دائمی ہو جاتا اور "یادکرد" کے تکلف سے رہائی پا لیتا ہے اور ایسا ملکہ ہو جاتا ہے کہ نفی کرنے سے بھی نفی نہیں ہوتا تو (یہ حالت) "یادداشت" ہوتی ہے ؎

www.maktabah.org

۳۲

دارم ہمہ جا با ہمہ کس در ہمہ حال — در دل ز تو آرزو و در دیدہ خیال

[میں ہر جگہ ہر شخص کے ساتھ ہر حال میں دل میں تیری آرزو اور آنکھ میں تیرا خیال رکھتا ہوں]

اور "یاد داشت" کے دوسرے معنی بھی ہیں جو کہ نہایت اعلیٰ ہیں اور وہ معنی اس مکتوب کے لائق نہیں ہیں۔

(۷) وقوفِ قلبی یہ ہے کہ دل کا نگہبان و واقف رہے اور ایک توجہ و نظر اس پر رکھتا ہے اور ذکر کو ترک کرے تاکہ تفرقہ اس میں راہ نہ پائے اور وہ ماسوا کے نقوش کے ساتھ منقش نہ ہو جائے۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ دل بیکار نہیں ہے یا ماسوی کے ساتھ ملا ہوا ہے یا مطلوب کے ساتھ لگا ہوا ہے۔ آدمی جب تک بیدار ہے ظاہری حواس جو کہ جاسوس ہیں عالم (دنیا) کی خبریں دل کو پہنچاتے ہیں اور تفرقہ میں رکھتے ہیں اور جب سو جاتا ہے تو باطنی حواس یہ کام کرتے ہیں اور دل کو پریشان رکھتے ہیں اور جب صاحبِ دل شخص اپنے دل کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے تو گویا اس توجہ سے ایک قلعہ اس کے دل کے گرد پیدا ہو جاتا ہے اور عالم (دنیا) کی خبروں کو دل تک پہنچنے نہیں دیتا، اس وقت میں دل انتہائی مقصد کے ساتھ وابستہ ہو جاتا ہے کیونکہ بیکاری اس کے حق میں ناپید ہے جب اس طرف سے روک دیا گیا تو اس طرف توجہ کے بغیر چارہ نہیں رکھتا، مذکور کے ذکر و توجہ کا محتاج نہیں ہے، دل کو دشمن سے باز رکھ، دوست کو طلب کرنے کی ضرورت نہیں ہے، آئینہ سے زنگ دور کر نور کے ظہور کے سوا کچھ نہیں ہے۔ میں نے حضرتِ عالی (مجدد الفِ ثانی قدس سرہ) سے سنا ہے کہ اگر کسی کو قلبی ذکر اثر نہ کرے اور وہ شخص متاثر نہ ہو تو اس کو ذکر سے روک کر محض وقوفِ قلبی کا امر کیا جائے اور (اس پر) توجہات کرنی چاہئیں تاکہ ذکر اثر کر جائے۔

(۸) وقوفِ عددی سے مراد یہ ہے کہ ذکر نفی اثبات کے عدد پر اس طرح پر جو کہ اس طریقہ میں مقرر ہے واقف رہے تاکہ ہر سانس میں طاق عدد کے جفت نہ ہے۔

(۹) مراقبہ، ترقب سے مشتق ہے ترقب انتظار کو کہتے ہیں پس مطلوب کے انتظار میں ظاہری و باطنی حواس کو جمع کرنا مراقبہ ہے ؎

ہمہ چشیم تا بروں آئی — ہمہ گوشیم تا چہ فرمائی

[ہم سب آنکھ ہیں (یعنی منتظر ہیں) تاکہ تو باہر آ جائے اور ہم سب کان ہیں تاکہ (سنیں کہ) تو کیا فرماتا ہے]

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے مراقبہ بلی سے سیکھا ہے۔ اور مراقبہ کے ایک دوسرے معنی بھی ہیں اور وہ حق سبحانہٗ کی دائمی اطلاع کے ساتھ بندہ کا آگاہ و باخبر ہونا اور اس کو اس تعالیٰ شانہٗ کا حضور ہے۔ خواجہ بزرگ قدس سرہٗ فرماتے تھے کہ مراقبہ کا طریق (راستہ) نفی و اثبات کے طریق سے اعلیٰ ہے اور جذبہ کے زیادہ قریب ہے مراقبہ کے طریق سے وزارت اور ملک و ملکوت میں تصرف کے مرتبہ کو پہنچ سکتا ہے اور

www.maktabah.org

خواطر (دل کی باتوں) پر آگاہی اور موہبت (بخشش) کی نظر سے دیکھنا اور باطن کو منور کرنا مراقبہ کی ہمیشگی سے (حاصل ہوتا) ہے مراقبہ کے ملکہ (مشق) سے دلوں کی دائمی جمعیت (سکون) اور دلوں کی دائمی قبولیت حاصل ۳۲۸
(ہوتی) ہے اور اس معنی کو جمع و قبول کہتے ہیں۔

(۱۰) سلطانِ ذکر یہ ہے کہ ذکر تمام بدن کو محیط ہو جاتا ہے اور ہر عضو دل کی طرح ذاکر اور مطلوب کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے ؎

ہر دم بہوائے تُست دمساز ہر موئے زگیسوم بہ پرواز

[میں ہردم تیری محبت میں سانس لے رہا (جی رہا) ہوں اور میرے گیسو کا ہر بال پرواز میں ہے]

(۱۱) رابطہ (سے مراد) دل میں پیر کی صورت کی حفاظت ہے۔ حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ نے رابطہ کی طرف اشارہ کیا ہے جس جگہ کہ انھوں نے فرمایا ہے ع

سایۂ رہبر بہ است از ذکرِ حق [رہبر کا سایہ ذکرِ حق سے بہتر ہے]

یعنی یہ طریقہ (رابطہ) ذکر سے زیادہ نفع دینے والا ہے، اس کی تشریح یہ ہے کہ مرید بیچارہ چونکہ عالمِ سفلی (دنیا) کا گرفتار ہے (اس لئے) عالمِ علوی (عالمِ بالا) سے مناسبت نہیں رکھتا تا کہ اس (اللہ تعالیٰ کی) بارگاہ سے بلاواسطہ فیوض و برکات حاصل کرے کوئی ایسا واسطہ بننے والا شخص ہونا چاہیے جو دونوں جانب کا مالک ہو کہ عالمِ علوی سے کچھ حاصل کر کے عالمِ سفلی کی طرف دعوت و ارشاد کے لئے رُخ کئے ہوئے ہو اور پہلی مناسبت کی راہ سے عالمِ غیب سے فیض اخذ کر کے دوسری مناسبت کی راہ سے جو کہ وہ عالمِ سفلی کے ساتھ رکھتا ہے اُن فیوض کو صاحبِ استعداد لوگوں تک پہنچائے اور مرید کے حق میں وہ واسطہ پیر ہے کہ جس نے غیب الغیب (ذاتِ حق) کے ساتھ بے کیف اتصال پیدا کر کے عالمِ شہادت (دنیا) کی طرف رجوع کیا ہے پس مرید مناسبت کی جسقدر زیادہ صورتیں پیر کے ساتھ رکھتا ہوگا اس کے باطن سے اسی قدر زیادہ فیض کا اخذ کریگا

؎ زاں روئے کہ چشم تست احول معبود تو پیرِ تست اول

[کیونکہ تیری آنکھ ایک چیز کو دو دیکھنے والی ہے (اس لئے) اول تیرا معبود تیرا پیر ہے]

اور جن چیزوں کے ذریعہ پیر کے ساتھ مناسبت حاصل ہوتی ہے وہ پیر کے ساتھ محبت و خدمت اور ظاہر و باطن میں اُس کے آداب کی رعایت اور عادات و عبادات میں اس کا اتباع اور اپنی مرادوں کو اس کی مرادوں کے تابع کرنا اور اپنے آپ کو اس کے حضور میں کالمیت بین یدی الغسال [مردہ بدست غسال کی مانند] دیکھنا اور پیر میں فانی ہو جاتا ہے اور اسی لئے بزرگوں نے کہا ہے کہ فنا فی الشیخ فنا فی اللہ کا مقدمہ (تمہید) ہے۔ اور رابطہ کا طریقہ ان امور میں سب سے عظیم امر ہے اور (یہ) پیر کے ساتھ بہت ہی زیادہ مناسبت

www.maktabah.org

پیدا کرتا ہے اور ان مذکورہ امور کو آسان کرنے والا ہے جو کہ مناسبت حاصل ہونے کا ذریعہ ہیں اور رابطہ کی نسبت غالب آجاتی ہے تو (سالک) اپنے آپ کو عین پیر پاتا ہے اور اپنے آپ کو اس کے لباس وصفت کے ساتھ موصوف پاتا ہے اور جدھر دیکھتا ہے پیر کی صورت کو دیکھتا ہے ؎

در و دیوار چو آئینہ شد از کثرتِ شوق　　ہر کجا می نگرم روئے ترا می بینم

(کثرتِ شوق کی وجہ سے در و دیوار آئینہ کی مانند ہو گئے ہیں جس طرف بھی دیکھتا ہوں تیرا ہی چہرہ دیکھتا ہوں) ما سوی اللہ کی طرف التفات کرنے اور غیر اللہ کے شہود و شعور سے دل کو یگانہ (خالی) کر دینا توحید[12] ہے ؎

توحید بعرفِ صوفی صاحب سیر　　تخلیص دل از توجہ اوست بغیر

[صاحبِ سیر صوفی کی اصطلاح میں دل کو غیر اللہ کی طرف توجہ کرنے سے آزاد کرنا توحید ہے] ٣٢٩

عدم[13] (کا مطلب) جذبہ کی جہت میں فنا ہے اور یہ اپنے ساتھ اور اپنے اوصاف کے ساتھ شعور نہ ہونے سے عبارت ہے ——— وجودِ عدم[14]، ایک بقا ہے جو کہ اس فنا پر مرتب ہوتی ہے، یہ فنا و بقا چونکہ اس جذبہ کی جہت میں ہے کہ جس کے ساتھ سلوک شامل نہیں ہوا ہے اس لئے وجود بشریت کی طرف عود کرنے سے محفوظ نہیں ہے پس اس کے ساتھ ولایت حاصل نہیں ہوتی، اور فنا و بقائے حقیقی ہی ہے کہ جس کے ساتھ ولایت وابستہ ہے اور عودِ مذکور[15] سے محفوظ ہے اور دوام اس کے لئے ضروری ہے۔ فنائے حقیقی اس (اللہ تعالیٰ کے ما سوا کا نسیان اور غیر اللہ کے علم کا زوال ہے۔ ہمارے حضرت عالی قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ اگر اشیاء کے علمِ حصولی کا زوال ہے تو یہ) فنائے قلبی ہے اور اگر علمِ حضوری کا زوال ہے کہ جس سے مراد نفس حاضر (سالک کی اپنی ذات) ہے تو فنائے نفس[16] ہے ——— اور وجودِ فنا وہ بقا ہے جو کہ اس فنا پر مرتب ہوتی ہے اور (سالک) ولادتِ ثانیہ سے وجودِ موہوب کے ساتھ موجود ہو جاتا ہے۔ حضرت خواجہ نقشبند[17] قدس سرہ نے اسی معنی میں فرمایا ہے کہ وجودِ عدم وجودِ بشریت کی طرف عود کرتا ہے لیکن وجودِ فنا وجودِ بشریت کی طرف عود نہیں کرتا۔ بازگشت[18] سے مراد یہ ہے کہ نفی و اثبات کے ذکر کے بعد مقررہ طریقہ پر زبانِ دل سے یہ کہے کہ "اے اللہ میرا مقصود تو ہی ہے اور میری رضا تجھ ہی سے ہے۔

مکتوب ١٦٦

حافظ عبد الکریم کے نام ان کے احوال کی شرح میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ: برادر عزیز مولانا عبد الکریم کا مکتوب مرغوب پہنچا، مسرت کا

www.maktabah.org

باعث ہوا، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی حمد ہے کہ باطنی جمعیت ولذت اندوزی سے خالی اور فقرا کی یاد سے فارغ نہیں ہیں۔ چاہئے کہ اسی طرح پر احوال لکھتے رہیں اور اوقات کو طاعات ومراقبات کی پابندیوں کے ساتھ آباد رکھیں اور دوال (دلالت کرنے والے امور) وظلال سے اصل اور مدلولِ حقیقی کی طرف رخ کریں اور علم سے حیرت کی طرف اور گفتگو سے خاموشی کی طرف آئیں اور پوست سے مغز کی طرف اور لفظ سے معنی کی طرف مائل ہوں۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

قومے زوجودِ خویش فانی　　رفتہ زحروف درمعانی

[ایک قوم اپنے وجود سے فانی ہے وہ حروف کے معانی کے اندر چلی گئی ہے] اگرچہ مطلوبِ حقیقی جیسا کہ لفظ سے ماوراء ہے (اسی طرح) معنی سے بھی باہر ہے اور پوست ومغز سے بالاتر ہے ؎

لا دھوزاں سرائے روزبہی　　بازگشتند جیب وکیسہ تہی

ص۳۳۰ [لا اور ھو اس مقدس بارگاہ سے اس حال میں واپس لوٹتے ہیں کہ ان کا جیب وکیسہ خالی ہوتا ہے] اصل اس بارگاہِ مقدس سے ظل کی طرح راستہ میں ہے۔ چونکہ آپ نے اس بلند نسبت والوں کے ساتھ فی الجملہ محبت وارادت درست کی ہے امید ہے کہ (اللہ تعالیٰ) اس کے مطابق اس معنی کے جمال سے نقاب اٹھادے اور اس چشمہ سے کچھ شربت عطا فرمادے۔ اور یہ جو آپ نے لکھا تھا کہ "ذکرِ نفی واثبات کے وقت کبھی کبھی اپنے آپ کو لاشئ محض پاتا ہے"۔ لاشئ محض پانے کے دو مقام ہیں ایک یہ کہ وجود اور اس کے توابع کے منتسبات کو اصل کے حوالہ کردے اور اپنے آپ کو عدمِ محض کے ساتھ ملحق دیکھے اور انا کے ساتھ تعبیر نہ کرسکے یہ حالت نہایت عمدہ ہے اور فنائے نفس سے تعبیر کی جاتی ہے اور کعبۂ مقصود تک پہنچنے کی بشارت دینے والی ہے۔ دوسرے یہ کہ ان احوال کے بغیر مذکورہ بالا دید متحقق ہوجائے یہ بھی اچھی حالت ہے کہ پہلی حالت کے مقدمات (مبادیات) سے ہے اگرچہ مقدمات سے مقامات تک بہت فرق ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ "نہ اپنا شعور رہتا ہے اور نہ اپنے عدم کا شعور رہتا ہے"۔ یہ حالت فنائے قلب ہے جس کا مذکرہ بالمشافہ ہوتا تھا حاصل ہے کیونکہ دائمی نسیان کے وقت میں قلب نہ ماسوی کا شعور رکھتا ہے اور نہ عدمِ شعور کا شعور رکھتا ہے اور بظاہر اس حالت کا دائمی ہونا دشوار ہے اور جو چیز دوام نہیں رکھتی وہ اعتبار کے دائرہ سے ساقط ہے، والسلام اولاً وآخراً۔

مکتوب ۱۶۷

www.maktabah.org

یہ بھی حافظ عبد الکریم کے نام مطلوب کی تنزیہ اور ہمت کی بلندی پر رہنمائی کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ ایک ایسے مطلب کا گرفتار بنائے کہ جس سے اس کی عظمت وکبریائی کا دامن تمنّا وآرزو کی آمیزش کے ساتھ آلودہ نہ ہونے پائے اور اس کی طلب میں ایسی ہمت عطا فرمائے کہ جو کچھ اس سے ظاہر ہو ظاہری اور باطنی طور پر اس سے چشم پوشی کرکے اس کی طرف توجہ نہ کرے بلکہ جل جائے اور پگھل جائے اور کوئی چیز نہ چاہے اور کسی امر کی طرف متوجہ نہ ہو اس وقت نہ اس کے ہجر کو چاہے (اور نہ (اس کے) وصل کو، وہ محبوب کا ہجر کس طرح چاہے گا اور اس کے وصل کو اس لئے نہیں چاہتا کہ اس نے یقینِ یقین کے ساتھ جان لیا ہے کہ اس کے ساتھ وصل واتصال اس کے حوصلہ کے لائق ہے اور اس کی استعداد ویافت کے ساتھ مقید ہے اور وہ امر جس کا کہ وہ گرفتار ہے ان پابندیوں سے پاک اور بری ہے اور ان قیود سے خالی ہے، پس بلند ہمتی کی وجہ سے اس وصل کی طرف التفات نہیں کرتا اور جو کچھ اس سے ظاہر ہوتا ہے سب سے منہ موڑ لیتا ہے، اس کی ہمت کا مرکز مطلوبِ حقیقی کے سوا جو کہ ظہورات کے ماوراء اور آرزوؤں سے وراء الوراء ہے اور کچھ نہیں ہے ع

آں لقمہ کہ در دہان نگنجد طلبد [وہ لقمہ طلب کرتا ہے جو کہ منہ میں نہیں سماتا]

۳۳۱ اس کے باوجود مطلوب سے مایوس بھی نہیں ہے کیونکہ یہ معاملہ یاس (ناامیدی) کے معاملہ سے اوپر ہے، عجیب معاملہ ہے کہ نہ مطلوب کے ہجر کو چاہتا ہے اور نہ اس کے وصل کو اور ناامیدی بھی نہیں رکھتا اور اس مقام میں اضداد کا جمع ہونا اور نیز تضادات کا رفع ہونا محال ہونے سے نکل چکا ہے عرفت ربی بجمع الاضداد [یعنی اپنے رب کو اضداد کے جمع کرنے سے پہچانا] یہ کمال محبوبیت کے مقام کے ساتھ وابستہ ہے کیونکہ محب جو کہ ہمیشہ محبوب کے شہود (مشاہدہ) کو چاہتا ہے اور ہمیشہ اس کے وصل واتصال کا آرزومند ہے اس بات کی طاقت کہاں رکھتا ہے کہ محبوب کا کوئی پرتو (ظل) ظاہر ہو اور وہ اپنی نگاہداشت کرسکے، ایک بزرگ فرماتے ہیں

بہوئے تو از جا جہم مست وبیخود زہر سو کہ آواز پائے برآید

[ہر طرف سے کسی پاؤں کی آواز آتی ہے میں تیری بو سے مست وبیخود ہو کر اپنی جگہ سے (تیری طرف) چل پڑتا ہوں] محب محبوب کے جمال وجلال کے آثار وافعال وصفات اور (اس کے) خد وخال کے حسن پر شیفتہ ہے محبوب ہی جو کہ اصل سے کچھ نشان رکھتا ہے اور ذات کا من حیث ہی (جیسی کہ وہ ہی) گرفتار ہے اور اس گرفتاری کے غلبہ کے باعث ان امور کی طرف متوجہ نہیں ہوتا اور توجہ کے قبلہ کو پراگندہ نہیں کرتا والسلام۔

مکتوب ۱۶۸

www.maktabah.org

آغا رشید کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ اس راہ کی پہلی شرط فنا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اللہ تعالیٰ فیوض و ترقیات کے دروازے ہمیشہ کھلے رکھے، آدمی جبتک علم و دانش کی قید میں ہے معرفتِ بسیط سے جو کہ اہل اللہ کے نزدیک معتبر ہے بے بہرہ ہے ماسوا کا نسیان اور غیر اللہ کے علم کا زوال اس راہ کی پہلی شرط ہے خواہ اشیا کا علم حصولی ہو یا علم حضوری ہو کہ جس سے مراد نفسِ حاضر (اپنی ذات) ہے جبتک باطن کا صحن اشیا کے علمی نقوش سے پاک وصاف نہیں ہو جاتا قِدَم (قدیم ہونے) کے انوار کا ظہور صورت پذیر نہیں ہوتا اور جبتک نفسِ حاضر (انانیت) قائم ہے وہ اس حریم (بارگاہ) میں کوئی راستہ نہیں رکھتا ؎

ہیچ کس را تا نگردد او فنا　　　نیست رہ در بارگاہِ کبریا

[جب تک کوئی شخص فنا نہ ہو جائے بارگاہِ کبریا میں اس کے لئے باریابی نہیں ہے]

مکتوب ۱۶۹

میر ضیاء الدین حسین کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ عمل سے مایوسی کرم (خداوندی) پر اعتماد کو مستلزم ہے۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ آپ نے جو مکتوب گرامی قاصد ملا زاہد کے ہمراہ روانہ ۳۳۲ کیا تھا پہنچکر مسرت بخش ہوا ؏　　اے وقتِ تو خوش کہ وقتِ ما خوش کردی

[اے وہ شخص کہ جس نے ہمارے وقت کو خوش کیا تیرا وقت بھی خوش ہو]۔ آپ نے جو مفصل مقدمات اس شخص (آپ) کے عمل سے کامل ناامیدی اور (اللہ تعالیٰ کے) لازوال فضل و کرم پر کلی اعتماد کی خبر دینے والے درج کئے تھے واضح ہوئے، بیشک عمل سے ناامیدی جسقدر زیادہ ہوگی فضل پر اعتماد اسی قدر زیادہ ہوگا، لوگوں نے کسی بزرگ سے پوچھا کہ یہ تمام امید جو کہ آپ رکھتے ہیں کس بنا پر رکھتے ہیں، انھوں نے فرمایا بیاسی من کل عملی [یعنی یہ تمام امید جو کہ میں رکھتا ہوں یہ میرے ہر عمل سے میری ناامیدی کے سبب سے ہے] اور موت و قیامت کو یاد کرنے اور اس (اللہ) تعالیٰ کے ساتھ امید و حسن ظن کی وجہ سے دار اللقاء (آخرت) کے شوق غالب آنے کی بابت جو کچھ درج تھا نیک و مبارک ہے، حدیث نفیس احسن ظنک بربک [اپنے رب کے ساتھ اپنا گمان اچھا رکھ] اور حدیث قدسی انا عند ظن عبدی بی [میرا بندہ مجھ سے جیسا گمان رکھتا ہے میں اس کیلئے ویسا ہی ہوں] اس معنی کی تائید کرتی ہے۔ آپ نے شوق آمیز اور سوز انگیز مقدمات لکھے تھے اور یہ بھی لکھا تھا "یا الٰہی چونکہ تیرا آشنا مخلوق سے بیگانہ ہے اسلئے میں کسی کے ساتھ آشنائی کا خیال نہیں رکھتا الخ" (اس چیز نے امیدوار کیا، حق سبحانہ اس آشنائی کی حقیقت تک پہنچائے۔

www.maktabah.org

اپنے آپ سے اور مخلوق سے کامل رہائی نصیب وقت کرے۔ ع

اے وائے بر آنکہ از خود و از خلق نہ رست [اس شخص پر افسوس ہے جس نے اپنے آپ اور مخلوق سے رہائی حاصل نہیں کی]

یافت و شہود کی رو سے اس انقطاع اور سالک سے عین و اثر کے دور ہو جانے کا کمال تجلیاتِ صفاتیہ بلکہ تجلی ذات تعالیٰ کے بغیر میسر نہیں ہے اور ظلماتِ عدم کے آثار کا جو کہ بُعد و دوری کی اندھیری رات ہیں دور ہو جانا سالک کے خرابہ (قلب پر) غیب الغیب کے افق سے آفتابِ احدیت کے طلوع ہوئے بغیر کہ جس کے سبب سے قرب و وصال کی دولت کو پہنچ سکتا ہے، ممکن نہیں ہے، والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۷

مولانا محمد حنیف کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ ذکر کسی غرض کے ساتھ حتیٰ کہ احوال و مواجید کے ساتھ بھی ملا ہوا نہیں ہونا چاہیے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی۔ ع

از ہر چہ میرود سخنِ دوست خوشتر است [دوست کی جو بات بھی بیان کی جائے پسندیدہ ہے]

میرے مخدوم! احدیتِ ذات کے طالب کو چاہیے کہ ذکر و فکر کو آرزوؤں سے خالص کرے اور اپنی ۲:۱۵۲
اغراض و خواہشات کے ساتھ نہ ملائے بلکہ احوال و مواجید بھی اس میں ملحوظ و منظور نہ ہوں فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ [پس تم مجھے یاد کرو میں تم کو یاد کروں گا] کے وعدہ کے مطابق اس طرف سے بھی یاد کریں گے۔ دیکھیے کہ کس طرز پر یاد فرماتے ہیں اور کس بخشش کے ساتھ نوازتے ہیں بلکہ ذکر میں چاہیے کہ أَذْكُرْكُمْ [میں تم کو یاد کروں گا] کی جانب بھی ملحوظ نہ ہو اور سینہ (دل) کو خالی کر کے یاد کرے۔ اگر یہ کہا جائے کہ آیۂ کریمہ ۳۲:۱۶
يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا [وہ اپنے رب کو خوف اور طمع کے ساتھ پکارتے ہیں] سے اس کے خلاف مفہوم ہوتا ہے، اور بعض بزرگوں نے) کہا ہے کہ ہو سکتا ہے اس سے مراد یہ ہو کہ انقطاع (جدائی) سے خوف کھاتے ہوئے اور وصال میں طمع رکھتے ہوئے (پکارتے ہیں' یہ تاویل) اس شبہ کی تشفی نہیں کرتی کیونکہ اکثر (ایسا ہوتا) ہے کہ ذکر و عبادت میں یہ خوف اور یہ طمع بھی منظور نہ ہو اور وصل و فراق ممنوع نہ ہو — ہم (جواب میں) کہتے ہیں کہ شک نہیں ہے کہ ثواب و عذاب اور قرب و درجات سے قطع نظر وہ سبحانہٗ تعالیٰ محض اپنی ذاتِ اقدس کے ساتھ بھی ذکر و عبادت کا مستحق ہے اور یہ آیۂ کریمہ اس معنی کے منافی نہیں ہے، غایۃ الامر جائز ہے کہ یہ آیۂ کریمہ استحقاقِ صفاتی کے لحاظ سے ہو اور استحقاقِ ذاتی اس کے ماسوا ہو اور وہ دوسری

www.maktabah.org

نصوص ہے جن میں کہ تسبیح و ذکر خوف و رجا کے ساتھ مقید نہیں ہے مستفاد ہوتا ہے مثلاً اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى [مگر اپنے پروردگار اعلیٰ کی رضامندی چاہنے کے لئے (مال خرچ کرتا ہے)] اور آیہ کریمہ وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ [اور تم اللہ کی رضاجوئی کے سوا اور کسی غرض سے خرچ نہیں کرتے] اور ہو سکتا ہے کہ آیہ کریمہ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ الآیہ میں دعا بمعنی سوال ہو جو کہ ذکر کے بالمقابل ہے جیسا کہ حدیث قدسی میں آیا ہے کہ جس کو میرے ذکر نے سوال کرنے سے روک دیا میں اس کو اس سے افضل دیتا ہوں جو سوال کرنے والوں کو دیتا ہوں اور سوال اس حیثیت سے کہ وہ سوال ہے التماس میں خوف و طمع ملحوظ ہے بخلاف ذکر کے۔

مکتوب ۱۷۱

حاجی محمد افغان کے نام نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔

میرے مخدوم! اوقات کو آباد رکھیں اور خلوت و تنہائی کی طرف بہت زیادہ راغب رہیں اور لوگوں کے ساتھ خصوصاً غیر آدمیوں کے ساتھ جو کہ سلسلہ میں داخل نہیں ہیں بہت کم میل جول رکھیں ضرورت کے مطابق ان کے ساتھ نشست و برخاست رکھیں لیکن طالبوں کے حالات میں اچھی طرح مشغول رہیں اور ان کے حالات کی تفتیش اور احوال پرسی جیسی کہ ہونی چاہئے کرتے رہیں اور اہل خانہ کے شرعی حق بھی بجا لائیں اور ان کے ساتھ زیادہ میل جول نہ رکھیں کیونکہ عورتوں کی مصاحبت دنیا کے حقیر و قلیل مال کی طرف رغبت دلاتی ہے اور حق سبحانہ و تعالیٰ سے غافل کرتی اور دور پھینکتی ہے۔

مکتوب ۱۷۲

محمد کاشف کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ کاملین کے حق میں ظاہر بھی باطن کی طرح دائمی حضور کے ساتھ متصف ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اللہ تعالیٰ بالنون والصاد (نون و صاد کے طفیل) ماسوی کی غلامی سے آزاد کرے۔ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا [اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو تم ان کو شمار نہیں کر سکو گے]۔ حق سبحانہ و تعالیٰ کی جانب سے صوری و معنوی ظاہری و باطنی فیض و انعام دائمی ہے کہ اگر ایک ساعت یا ایک لمحہ یہ فیض منقطع ہو جائے تو بندہ کے وجود اور کمالات تابعہ وجود کا

www.maktabah.org

کچھ بھی نشان باقی نہ رہے۔ پس بندہ پر لازم ہے کہ ایک لمحہ یا ایک پلک جھپکنے تک بھی اُس ذاتِ اقدس سے غافل نہ رہے اور دائمی حضور کے ساتھ موصوف رہے عجیب خسارہ اور شرمندگی ہے کہ منعمِ حقیقی انعام کے درپے ہو اور جس پر انعام کیا جائے وہ اس کی طرف کوئی توجہ نہ رکھتا ہو اور (اُس سے) روگردانی کرنے والا ہو۔

کسے کو غافل از حق یک زمان ست — در آں دم کافر است اما نہان ست

[جو شخص کہ حق سے ایک پل بھی غافل ہے وہ اس وقت کافر ہے لیکن پوشیدہ طور پر ہے] (اس میں) شک نہیں ہے کہ باطن کے لحاظ سے دائمی حضور ممکن بلکہ واقع ہے خاص طور پر ہمارے طریقہ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے کرم سے یہ دوام آسانی سے حاصل ہو جاتا ہے اور ابتدا ہی میں میسر ہو جاتا ہے لیکن ظاہر کے ساتھ یہ دوام دشوار ہے کیونکہ ظاہر کو جو کہ کثرت کے ساتھ الجھا رہتا ہے غفلت سے چارہ نہیں ہے اور سونے اور لوگوں کے ساتھ میل جول رکھنے سے چھٹکارا نہیں ہے، ہاں اگر ظاہر کی اس غفلت کو اچھی نیت کے ساتھ ملا لے تو غفلت عین حضور ہو جائے اور عبادت میں سستی دُور ہونے کی نیت سے سونا طاعت میں داخل ہے نوم العلماء عبادۃ [علماء کا سونا عبادت ہے] (یہ مقولہ) آپ نے سُنا ہو گا اور (اسی طرح) لوگوں کے حقوق کی ادائیگی کی نیت سے ان کے ساتھ میل جول رکھنا احکاماتِ شرعیہ میں سے ہے، اور ہر وہ شخص جو کسی امر میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت کرنے والا ہے وہ اللہ کا ذاکر ہے۔ پس ظاہر کے لحاظ سے بھی دائمی حضور ثابت ہو گا اور (اس) لحاظ سے ظاہر و باطن دوامِ آگاہی کے ساتھ موصوف ہونگے کیونکہ باطن تمام کا تمام کسی شرکت کے بغیر خالص حق تعالیٰ جل وعلا ہی کے لئے ہے اور ظاہر جو کہ کبھی حاضر اور کبھی غائب ہے اس کا نصف بھی خالص اُسی (اللہ) تعالیٰ ہی کے لئے ہے اور ظاہر کا دوسرا نصف جو کہ صورت کے لحاظ سے غفلت وغیبت میں ہے چونکہ مولا سبحانہ وتعالیٰ کی طاعت میں ہے (اس لئے) وہ بھی اس بارگاہِ قدس
ھود ۱۲۳ ہی کی طرف لوٹنے والا ہے، اِلَیْہِ یُرْجَعُ الْاَمْرُ کُلُّہٗ فَاعْبُدْہُ وَتَوَکَّلْ عَلَیْہِ [امر تمام کا تمام اسی کی طرف لوٹتا ہے پس اُسی کی عبادت کرو اور اسی پر بھروسہ کرو]۔ جاننا چاہئے کہ یہ دوام جو ظاہر و باطن دونوں کے لحاظ سے ہو
۳۳۵ افرادِ انسانی میں سے کامل ترین افراد کا حصہ ہے جو کہ نفسِ امارہ کی اطاعت سے باہر ہو چکے ہیں بلکہ اطمینانِ نفس کے ساتھ مشرف ہو چکے ہیں اور کامل ترین فنا اور اکمل بقا سے واصل ہو چکے ہیں اور نیت کی تصحیح اور عمل میں اخلاص کی تکلیف سے رہائی پا چکے ہیں جو شخص کہ نیت کی تصحیح اور اخلاص کے تکلف میں ہے وہ مخلِص بکسرِ لام (رہائی پانے والا) ہے اور جو شخص کہ تکلف سے گذر چکا اور حقیقت سے جا ملا ہے وہ مخلَص بفتح لام (رہائی پایا ہوا) ہے جو کہ آیہ کریمہ
یوسف ۲۴ اِنَّہٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِیْنَ [بیشک وہ ہمارے مخلَص (رہائی پائے ہوئے) بندوں میں سے ہے] میں وارد ہے اور مخلِصین (کسرہ لام کے ساتھ) بڑے خطرے پر ہیں، والسلام۔

www.maktabah.org

مکتوب ۱۷۳

خواجہ ابراہیم کے نام اُن کے اس سوال کے جواب میں تحریر فرمایا جو کسی بزرگ کی عبارت کے معنی سے متعلق تھا کہ انھوں نے کہا ہے کہ میں حق تعالیٰ کے علم کو اپنے علم میں گم پاتا ہوں۔

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد عرض کرتا ہے روزمرہ کے امور لائق شکر ہیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے اکابر کے طریقہ پر آپ کی استقامت کی امید کی گئی ہے پس یہی کام کی اصل و بنیاد ہے اور اس کے بغیر بے فائدہ تکلیف اٹھانا ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ ایک بزرگ نے کہا ہے کہ "میں حق تعالیٰ کے علم کو اپنے علم میں گم پاتا ہوں"۔ آپ نے اس بات کے مستبعد ہونے کا اظہار کیا تھا اور لکھا تھا "اس کے برعکس کہنا چاہئے کہ میں اپنے علم کو علم واجبی تعالیٰ میں محو پاتا ہوں"۔ میرے مخدوم! دید (مشاہدہ) پر اعتراض کی گنجائش نہیں ہے لیکن اس دید کے منشا (سبب) کو تلاش کرنا چاہئے۔ جان لیں کہ اس دید کا منشا (سبب) یہ ہے کہ اس نے اپنے علم کو علم واجبی (الٰہی) جل سلطانہ کا آئینہ پایا ہے اور آئینہ کو اس چیز سے زیادہ جامع خیال کیا ہے جو کہ آئینہ میں ہے جیسا کہ آفتاب یا آسمان کی صورت آئینہ میں ظاہر ہو اور کوئی سادہ لوح آفتاب یا آسمان کو آئینہ کا جز تصور کرے، یہ شئی کے نمونہ کا شئی کے ساتھ مشتبہ ہونے کی قسم سے ہے کیونکہ آئینہ میں آفتاب کا نمونہ (عکس) ظاہر ہے نہ کہ عین آفتاب۔ اس بیان سے مولوی معنوی قدس سرہٗ کے اس شعر کے معنی حل ہو گئے جو کہ انھوں نے فرمایا ہے ؎

علمِ حق در علمِ صوفی گم شود   ایں سخن کے باورِ مردم شود

[حق تعالیٰ کا علم صوفی کے علم میں گم ہو جاتا ہے لوگوں کو اس بات کا یقین کب آتا ہے] اور (یہ بات) اس بات کے قریب ہے جو کہ شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہٗ سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا ہے کہ "جمع محمدی جمعِ الٰہی سے اجمع ہے اس لئے کہ جمع محمدی جمعِ الٰہی کے خلاف وجوب و امکان کے مراتب کی جامع ہے"۔ یہ بھی نمونہ کے اصل کے ساتھ مشتبہ ہونے کی قسم سے ہے کیونکہ آئینۂ محمدی میں (جو ظاہر ہے وہ) مرتبۂ وجوب کی صورت ہے نہ کہ اس مرتبہ کا عین۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎ ۳۳۶

تو از خوبی نمی گنجی بعالم   مرا ہرگز کجا گنجی در آغوش

[جب تو خوبی کی وجہ سے عالم میں نہیں سما سکتا تو پھر میری آغوش میں بھلا کہاں سما سکتا ہے]۔ اس فقیر کو بھی یہ دید کبھی کبھی اپنے بارے میں حاصل ہوتی ہے لیکن چونکہ اس کا منشا (سبب) اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے فضل و کرم سے

www.maktabah.org

معلوم ہے (اس لئے) لغزش وخطا سے محفوظ ہے ما للتراب ورب الارباب [خاک کو عالمِ پاک سے کیا نسبت] اس قسم کی چیزیں اس راستہ میں بکثرت رونما ہوتی ہیں (ان سب سے گذر جانا چاہئے اور عاجزی ونادانی میں آنا چاہئے اور بندہ بننا چاہئے اور خواجگی (بزرگی) کا خیال سر سے نکال دینا چاہئے تو بہ وشکستگی کے ساتھ بندگی کے لوازم بجالانے چاہئیں اگر بندگی میں قبول فرمالیں تو زہے عزو شرف ورنہ خسارہ نقد وقت ہے، ممکن کا کمال بندگی میں ہے، خداوندی اس سبحانہ وتعالیٰ کے لئے مسلم ہے ؎

گر ز معشوق خیالے در سر است نیست معشوق آں خیالِ دیگر است

[اگر تیرے سر میں معشوق کا کوئی خیال ہے تو وہ معشوق نہیں ہے (بلکہ) کوئی اور خیال ہے] والحمد للہ اولاً وآخراً والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد وسید وعلیٰ آلہ الکرام واصحابہ العظام الیٰ یوم القیام۔

مکتوب ۱۷۴

خواجہ گدا کے نام اجمال کے طور پر خلاصۂ سلوک کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ: برادرِ گرامی خواجہ گدا محمد اس دور افتادہ سے بہت بہت دعائیں پڑھیں اور اوقات کو ذکر ومراقبہ میں بسر کریں یہانتک کہ دل کو مذکور (اللہ تعالیٰ) کے ماسوا سے کامل انقطاع حاصل ہو جائے اور اشیا کے ساتھ اس کا حبّی اور علمی تعلق زائل ہو جائے اور اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے ساتھ حضور (اس کے) دل کا ذاتی وصف ہو جائے اور یاد کرد کے تصنع وتکلف سے رہائی حاصل کرلے جیسا کہ سننا قوتِ سامعہ کی صفت اور دیکھنا قوتِ باصرہ کی صفت ہے، اس کے بعد کوشش کرے کہ یہ حضوری کی صفت اس بارگاہِ اقدس کی طرف رجوع کرے اور نفس حاضر (ذاتِ ذاکر) درمیان سے اٹھ جائے اور اس کا حضور اغیار (ماسوا) کی مزاحمت کے بغیر خود بخود صورت پذیر ہو جائے حال کا نسخہ اور اہلِ کمال کی تحقیق کا خلاصہ یہ ہے، والسلام۔

مکتوب ۱۷۵

حاجی حسین کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ مشاہدات اور تخیلات کی نفی کرنی چاہیے۔ ص ۳۳۷

جناب مشیخت مآب شیخ حاجی حسین دور افتادہ دوست کو فراموش نہ کریں اور کبھی کبھی دعاؤں میں یاد کرتے رہیں اور اپنے حالات کی اطلاع دیتے اور دوستوں کے احوال معلوم کرنے سے غافل نہ رہیں اور

www.maktabah.org

بدعتوں کی دوری کو دلوں کی دوری کا سبب نہ بنائیں اور فیوض کے دروازوں کو جو کہ قلوب کے راستہ سے ہیں ہمیشہ کھلا رکھیں اور اپنے تمام مشاہدات و تخیلات کو جو کہ حقانیت کے عنوان کے ساتھ ظاہر ہوں نفی کریں اور معلومات و مشہودات کے ماورا کوشش کریں اور مجہول الکیفیت نسبت کے طالب رہیں، ہاں جو مشہود کہ نسبت مذکور کی مانند ہو اور اُس معاملہ کو یاد دلائے اس کی نفی کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور طاعات و عبادات کی پابندیوں پر مستقیم رہیں اور تمام اوقات کو اس میں مستغرق رکھیں، والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۷۶

میرزا لطف اللہ بن سعید خاں کے نام اس بارے میں کہ فنا معرفت کے لئے شرط ہے اور اس اعلیٰ دولت کے حاصل کرنے پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

حضرت حق سبحانہ نبی کریم اور ان کی بزرگ آل علیہ و علیہم الصلوات والبرکات الیٰ یوم التناد کے طفیل ظاہر کو شریعت منورہ کے زیور سے آراستہ اور باطن کو اس کے ثمرات و برکات سے شاداب و سیراب رکھے، میرے مخدوم! چونکہ بنی آدم کی پیدائش سے مقصود حق جل شانہ کی معرفت حاصل کرنا ہے اور معرفت اس بزرگ گروہ کے طریق پر معروف ہیں فنا ہوئے بغیر صورت پذیر نہیں ہوتی ؎

ہیچ کس را تا نگردد او فنا | نیست رہ در بارگاہِ کبریا

[جبتک کوئی شخص فنا نہ ہو جائے اس کو (پہنچنے) بارگاہِ الٰہی میں باریابی نہیں ہے] پس ہم جیسے ہجرت زدوں کیلئے ضروری ہے کہ عمرِ عزیز کو اس مطلوبہ دولت کے راستہ میں خرچ کریں صوری (ظاہری) فنا سے پہلے حقیقی فنا کی طرف جلدی کریں اور وقت کے سرمایہ کو فانی لذتوں کے پورا کرنے کے پیچھے نہ لگائیں اور جس چیز کی تخریب (بربادی) طلب کی گئی ہے اس کی تعمیر (آبادی) نہ کریں۔ بُعد و حرمان کا عذاب جہنم کے عذاب سے بدتر ہے جیسا کہ قرب و وصال کی لذت جنت النعیم کی لذتوں سے زیادہ ہے پس اس شخص پر افسوس ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے روگردانی کی اور اس شخص پر حسرت ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کی حدود سے تجاوز کیا، دنیا میں دوبارہ آنا نہیں ہے مَنْ كَانَ فِي هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا۔

[جو شخص اس (دنیا) میں اندھا رہا پس وہ آخرت میں (بھی) اندھا اور راستہ سے بھٹکا ہوا ہوگا] ؎

ترسم کہ یار با ما نا آشنا بماند | تا دامنِ قیامت ایں غم بما بماند

[میں ڈرتا ہوں کہ مبادا محبوب ہمارے (حال) نا آشنا ہی رہے (اور) قیامت کے دامن تک یہ غم ہمارے ساتھ رہے]

www.maktabah.org

صاحب استعداد توجوانوں پر افسوس ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنی اعلیٰ فطرتوں کو اس کمینی (دنیا) کی طرف لگا دیا ہے اور ظاہر کے ساتھ اس غدار بدکارہ پر فریفتہ ہو گئے ہیں اور قیمتی جواہرات کی بجائے چند ٹھیکریوں پر اکتفا کر رہے ہیں، جمال مطلق چمک رہا ہے اور اس کی طرف آنے جانے کی راہ کھلی ہوئی ہے اور ہم جیسے پست فطرت لوگ اس جمال سے محروم اور اس بلند بارگاہ سے مہجور ہیں ؎

درجہاں شاہدی و ما فارغ　　　　در قدح جرعۂ و ما ہشیار

[دنیا میں ایک شاہد (معشوق) ہے اور ہم بے پرواہ ہیں پیالہ میں کچھ شراب ہے اور ہم ہشیار ہیں] نہایت خجالت و شرمندگی ہے کہ صاحب جود و سخا ذاتِ کریم اُس عزت و جلال کے باوجود نظر اس ذرہ مثال کی طرف رکھے اور اس کے پوشیدہ و ظاہر سے واقف ہو (اور) وہ انتہائی جہالت کی وجہ سے قلب کی توجہ کو دوسروں کی طرف لائے اور نیاز مندی کا سر غیروں کے آگے رکھے۔ رباعی

آمد سحر آں دلبر خونیں جگراں　　　　گفتا کہ تو بر خاطر من بار گراں

شرمت بادا کہ من بسویت نگراں　　　　باشم تو نہی چشم بروے دگراں

[صبح کے وقت وہ خونیں جگر والوں کا دلبر آیا، اس نے کہا کہ تو میرے دل پر بھاری بوجھ ہے، تجھ کو شرم آنی چاہئے کہ میں تیری طرف دیکھ رہا ہوں اور تو دوسروں کے چہروں پر نظر رکھتا ہے] چاہئے کہ ظاہری ملاقات تک خط و کتابت کے طریقہ کو جاری رکھیں تاکہ باطنی فیوضات کا راستہ اور زیادہ کھلا رہے۔

مکتوب ۱۷۷

ملا جمال الدین کے نام اس بارے میں کہ کشوف و وقائع پر اعتماد نہیں رکھنا چاہئے اور قابلِ اعتبار کمال صانع جل وعلا کی معرفت ہے اور فنا کی تحقیق میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ آپ کے مکتوبات شریف نے پے در پے یکے بعد دیگرے پہنچ کر خوشوقت و مسرور کیا۔ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ ہمیشہ ذوق و شوق کے ساتھ رکھے اور اعلیٰ مقامات و ترقیات عطا فرمائے۔ میرے مخدوم! چونکہ کشوف و منامات اور صحیح و صادق بشارات اور ان کے برعکس (یعنی غیر صحیح و صادق بشارات) میں فرق کرنا دشوار ہے (اس لئے) ان پر اعتماد نہیں رکھنا چاہئے اور ان کا چنداں اعتبار نہیں کرنا چاہئے کیونکہ معتدبہ کمال ان کے ساتھ وابستہ نہیں ہے جو کچھ اعتماد کے لائق اور بلاشبہ نجات دینے والا ہے وہ کتاب و سنت ہے۔ چاہئے کہ ہمت اس پر لگا دیں کہ کتاب و سنت کے

www.maktabah.org

مقتضا پر عمل میسر آجائے۔ اور ذکر بھی شرعی احکامات میں سے ہے اس پر ہمیشگی کو ترک نہ کریں اور اوقات کو اس میں مشغول رکھیں اور جس کو اہل اللہ نے کمال قرار دیا ہے وہ صانع (اللہ جل وعلا) کی معرفت ہے اور معرفت سے مراد معروف میں فنا ہو جانا ہے ؎

تو مباش اصلاً کمال این ست وبس ۔۔ رو درو گم شو وصال این ست وبس ۳۳۹

[تو ہرگز نہ رہ کمال یہی ہے اور بس، جا اس میں گم (فنا) ہو جا وصال یہی ہے اور بس] اور فنا ہمارے طریقہ کے مطابق دو طرح پر ہے، پس فنائے قلب اس کا مذکور کے ماسوا کو اس حد تک بھول جانا ہے کہ اگر وہ تکلف کے ساتھ بھی ماسوا کو یاد کرے تو اس کو یاد نہ آئے، ماسوا کے ساتھ اس کا حُبّی و علمی تعلق بالکل منقطع ہو جائے۔ اور فنائے نفس سے مراد یہ ہے کہ نفسِ حاضر (ذاتِ سالک) کی پوری طرح نفی ہو جائے اور عدمِ محض کے ساتھ اس درجہ تک مل جائے کہ خود کو انا سے تعبیر نہ کر سکے، اس مقام میں عارف کو نہ کوئی ذکر ہوتا ہے اور نہ کوئی توجہ کیونکہ عارف سے کوئی اثر (نشان) باقی نہیں رہا ہے ذکر و توجہ کس کے لئے ہوگی، اس کے بعد اگر ذکر و توجہ حضور ہے تو اپنے آپ سے اپنے ساتھ ہے اس فنا سے مقصود حق سبحانہ وتعالیٰ کے ماسوا کے ساتھ گرفتاری کا زائل ہونا ہے خواہ وہ (ماسوا) آفاق ہو یا انفس ہو کہ (یہ) زہرِ قاتل و مرض مہلک ہے اور (نیز اس فنا سے مقصود) ایمان کا روشن و نمایاں ہونا اور احکامِ شرعیہ کا کامل طور پر مطیع ہونا اور اوامر کے بجالانے اور نواہی سے باز رہنے میں آسانی ہونا اور طاعات میں عُجب (خود پسندی) اور ریا کا دور ہونا ہے تاکہ اخلاص پیدا ہو جائے اور نفسِ امارہ کا اطمینان ہے جو کہ ذاتی طور پر احکامِ الٰہی جل وعلا کا مخالف ہے اور حقیقی اسلام کے ساتھ مسلمان ہونا ہے۔ مختصر یہ ہے کہ سیر و سلوک و فنا و بقا سے مقصود بندگی و نیستی کا حاصل کرنا ہے تاکہ بندگی کے احکام و لوازم جیسے کہ وہ ہیں بقدرِ امکان بجالائے اور سرکشی جو کہ نفس و خواہش کی راہ سے پیدا ہے زوال کی طرف رُخ کرے۔ یہ مراد نہیں ہے کہ بندہ بندگی کے حلقے سے سر باہر نکالے اور خواجگی (بزرگی) کا دعویٰ کرے اور غیبی صورتوں اور انوار کا تماشا کرے حسی صورتیں اور انوار کیا کم ہیں کہ کوئی شخص اُن کو چھوڑ کر غیبی صورتوں اور انوار کی ہوس کرے، حسی اور غیبی صورتیں اور انوار دونوں مخلوق ہیں اور حدوث کے داغ سے داغدار ہیں، حق جل سلطانہ کی رویت و مشاہدہ آخرت کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں دنیا میں نہیں ہیں جیسا کہ علمائے کرام و صوفیۂ عظام کا اجماع اس پر واقع ہے اور جو کچھ دنیوی زندگی سے تعلق رکھتا ہے وہ یقین کا حاصل ہونا ہے پس دنیاوی زندگی میں صوفیۂ کرام کے طریقہ کا نتیجہ احکامِ شرعیہ کو پورا کرنا ہے اور وصل و مشاہدہ و قرب ایک ایسا نتیجہ ہے جو کہ آخرت سے تعلق رکھتا ہے۔ چاہیے کہ احکامِ شرعیہ کے بجالانے میں کمرِ ہمت چست رکھیں اور امرِ معروف و نہی منکر کو اپنا شیوہ بنائیں اور متروکہ سنتوں کے

www.maktabah.org

زندہ کرنے کو اہم امور میں سے جانیں اور جو وارد بھی پیش آئے اس کو چھپانے میں کوشش کریں اور واقعات و مقامات پر اعتماد نہ کریں اگر کوئی شخص خواب میں بادشاہ یا قطبِ وقت ہوگیا تو اس سے کیا ہوتا ہے بادشاہ اور قطب وہ شخص ہے جو کہ خارج میں ان دونوں منصبوں پر پہنچ جائے اور اگر خارج میں بھی کوئی شخص بادشاہ ہوگیا یا کائنات کی چیزیں اس کے تابع ہوگئیں تو اس نے کونسی بزرگی حاصل کرلی اور قبر و قیامت کا کونسا عذاب اس سے رفع ہوگیا ؎ ۳۲ن

گر دیو و پری مسخرِ تو گردد زیں ہر دو چہ حاصلِ تو گردد

[اگر دیو اور پری تیرے تابع ہو جائیں تو ان دونوں سے تجھے کیا حاصل ہوگا] بلند ہمت لوگ اس قسم کے امور کی طرف التفات نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ جل شانہ کی مرضیات میں کوشش کرتے رہتے ہیں اور فنا و نیستی حاصل کرنے اور واردات کے چھپانے میں سعی کیا کرتے ہیں، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی حمد ہے کہ آپ بزرگوں کے ساتھ محبت و اعتقاد میں پوری پختگی رکھتے ہیں اور آپ کے اطوار و عادات اچھے سننے میں آئے ہیں، آپ جیسے دوستوں سے ہم امیدوار ہیں کہ اس گنہگار کو دعا سے فراموش نہ کریں گے اور رحمت و مغفرت اور اللہ تعالیٰ کی رضا کو اس فقیر کے حق میں طلب کرتے رہیں گے، والسلام۔

مکتوب ۱۷۸

مولانا حسن علی کے نام علوم شرعیہ کے حاصل کرنے اور حضرت محمد مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی سنت کو زندہ کرنے پر ترغیب دینے اور دیگر نصیحتوں کے بیان میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ اور دعائیں دینے کے بعد سعادت آثار برادر عزیزم مولانا حسن علی، اللہ سبحانہ و تعالیٰ اس کے حال کو اچھا کرے اور اس کی امیدیں پوری فرمائے کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ (اس طرف کے) احوال حمد کے مستحق ہیں اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد و احسان ہے، اللہ تعالیٰ سے اکابر کے طریقہ پر ثابت قدمی اور استقامت کی دعا کی گئی ہے پس بیشک یہی کلام کا سرمایہ اور نجات کا مدار ہے اور اس کے بغیر بے فائدہ رنج اٹھانا ہے اے بھائی! چونکہ آخری زمانہ کے اوقات میں دین (کے معاملہ) میں سستی آگئی ہے اور سنت متروک ہوگئی اور بدعت پھیل گئی ہے اس لئے علوم کا حاصل کرنا اور ان کو پھیلانا اس طرح کے ظلمانی دور میں اہم کاموں میں سے ہے اور سنتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کو زندہ کرنا اعظم مقاصد میں سے ہے، علوم شرعیہ کے حاصل کرنے

www.maktabah.org

اور اُن کی نشر و اشاعت اور سنتِ مصطفوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے زندہ کرنے میں کمرِ ہمت مضبوط باندھیں اور نامرادی کے گوشے اور عاجزی و نیستی کی صفت کے ساتھ بارگاہِ الٰہی عزّ برہانہٗ میں دائمی نگرانی (حضوری) کو ترک نہ کریں، اور احوال و مواجید کی کچھ فکر نہ کریں کیونکہ اُن کا کمال آخرت کے ساتھ وابستہ ہے اور وہ امور جن کے ساتھ صوفیائے وقت خوش ہیں یا وہ کَسَرَابٍ بِقِیْعَۃٍ نور ۳۹ یَحْسَبُہُ الظَّمْاٰنُ مَآءً [جیسا کہ چٹیل میدان میں چمکتا ہوا ریت جس کو پیاسا آدمی (دور سے) پانی سمجھتا ہے] کی قسم ہیں یا ان کی تسلی کے لئے ہیں، ہزاروں میں سے کسی ایک کے لئے ظاہر کرتے ہیں جیسی کسی نے بھی یہ کہا ہے خوب کہا ہے: تلک خیالات تربی بہا اطفال الطریقۃ [یہ وہ خیالات ہیں جن سے طریقت کے بچوں کی پرورش کی جاتی ہے] (یہ گھر (دنیا) عمل کا گھر ہے، طاعات کی ادائیگی میں مردوں کی طرح رہیں اور خلوت و گوشہ نشینی
۳۳۱ ص
کو غنیمت جانیں ظاہری معاش کے کاموں کو حضرت رزّاق ذو القوۃ المتین [نہایت مضبوط قوت والے رزاق یعنی اللہ تعالیٰ] کے سپرد کر دیں اور جمعیت (اطمینان) کو اس کی تدبیر کے ترک میں جانیں کیونکہ تدبیر اور اسباب جمع کرنے کا معاملہ دور و تسلسل کی طرف لے جاتا ہے اور اس سے کامل جمعیت (اطمینان) کا حاصل ہونا عادۃً محال ہے۔ دیگر یہ کہ آپ کے والد بزرگوار کے لئے فاتحہ پڑھی گئی، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ [بیشک ہم سب اللہ تعالیٰ کے ہیں اور ہم سب اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں] حق سبحانہٗ و تعالیٰ اپنی رحمت میں شامل فرمائے اور پسماندگان کو اپنی قضا پر رضا نصیب فرمائے (ان کے ایصالِ ثواب کیلئے) فاتحہ و صدقہ اور (اُن کی مغفرت طلب کرنے کے لئے) استغفار سے ہمیشہ ان کو یاد کرتے رہیں۔

مکتوب ۱۷۹

خواجہ محمد صدیق کے نام شریعت پر استقامت چاہنے اور مرشد کی محبت پر رہنمائی کرنے کے متعلق اور اس بارے میں کہ حصولِ نسبت اور چیز ہے اور اس کا علم ہونا اور چیز ہے اور اس چیز کی وضاحت میں کہ حالت ہو اور اس حال کا علم نہ ہو، تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد عرض کرتا ہے کہ مکتوب پسندیدہ کچھ نیاز (ہدیہ) کے ساتھ یکے بعد دیگرے پہنچا اور اس کے لمبے چوڑے مقدمات واضح ہوئے۔ میرے مخدوم! اس طرف سے کمال صفائی ہے کوئی غبار اپنے دل پر نہ لائیں، مایوسی دشمنوں کو نصیب ہو، اپنے کام میں کوشش کرتے رہیں اور جس حال میں بھی ہوں نیستی کی صفت کی طرف دائمی توجہ کو ہاتھ سے نہ دیں اور حضرت حق سبحانہٗ سے

www.maktabah.org

استقامت طلب کریں، الاستقامۃ فوق الکرامۃ [استقامت کرامت سے افضل ہے] آپ نے سُنا ہوگا، فقیر بھی آپ کی استقامت کے لئے دُعاگو ہے، امید ہے کہ اس کے آثار ظاہر ہوں گے، اگر احوال و مواجید سے کچھ بھی ظاہر نہ ہو اور شریعت پر اور حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) اور ان کے درویشوں کی محبت پر استقامت حاصل ہو تو کوئی خوف نہیں ہے اور حقیقت سے بے نصیب نہیں ہے اور اگر معاملہ برعکس ہے تو استدراج کے سوا کچھ نہیں جاننا چاہیے، اس تعلق کو مضبوط رکھنا چاہیے۔ ہمارے بزرگوں کی نسبت بہت بلند اور عقل کے دائرے سے باہر ہے، مشکل ہے کہ ادراک (سمجھ) کا ہاتھ یکایک (یکدم) اس کے دامن تک پہنچے اگرچہ (یہ نسبت) حاصل ہو کیونکہ حصول اور چیز ہے اور اس (حصول) کا علم دوسری چیز ہے یعنی نسبت کے حصول کا علم باطن کے لئے ہے کیونکہ علم و التذاذ اسی کے نصیب ہے اگرچہ ظاہر کے ساتھ ملا ہوا ہے چنانچہ باطن کا علم و التذاذ ابتدا میں ہمسائیگی کی وجہ سے ظاہر میں بھی سرایت کرتا ہے اور ظاہر بھی واجد و لذت یافتہ ہو جاتا ہے اور جب کام انتہا کو پہنچ جاتا ہے (اور) باطن ظاہر سے جدائی اختیار کر لیتا ہے اور ہمسایہ ہونے کا حق جاتا رہتا ہے تو ظاہر بیچارہ باطنی دولت سے بہت کم ٣٤٢ حصہ لیتا ہے اور اپنے آپ کو خالی اور بے نسبت پاتا ہے بلکہ کبھی (ایسا) ہوتا ہے کہ باطن کے ساتھ کمال بے مناسبتی کی وجہ سے ہدایت یافتہ مبتدی کو جس نے کہ اندراج النہایۃ فی البدایۃ (ابتدا کا انتہا میں درج ہونا) کے حکم کے مطابق انتہا کی چاشنی پائی ہے اور قلب سے جو کہ جذبہ کا مقام ہے نہیں نکلا ہے اور اس کے متقلب (اللہ تعالیٰ) کے ساتھ نہیں ملا ہے اور ظاہر میں ذوق و وجد کے ساتھ موصوف ہے اپنے آپ سے زیادہ کامل جانتا ہے اور اپنے آپ سے نسبت کی نفی کر کے اس کو صاحبِ نسبت جانتا ہے، یہی وجہ ہے کہ طالب اس قسم کے مبتدی اور متوسط کی صحبت میں بظاہر زیادہ رشد و ہدایت سمجھتا ہے اور وجد و التذاذ زیادہ دیکھتا ہے چونکہ اس کا مُرشد شوق و وجد کے ساتھ لذت پا رہا ہے اس لئے مرید میں بھی یہ کیفیت پرتو (عکس) ڈالتی ہے۔ شیخ الاسلام (قدس سرہٗ) نے کہا ہے کہ اگر خرقانیؒ اور محمد قصابؒ موجود ہوتے تو میں تم کو اُن (محمد قصابؒ) کے پاس بھیجتا نہ کہ خرقانیؒ کے پاس، کیونکہ وہ تمہارے لئے خرقانیؒ سے زیادہ فائدہ مند ہوتے یعنی خرقانی منتہی تھے مریداُن سے کم فائدہ حاصل کرتا۔ راقم کہتا ہے یعنی وہ فائدہ جو کہ وجد و دانش سے تعلق رکھتا ہے نہ کہ مطلقاً فائدہ کیونکہ کامل فائدہ وہ ہے جو کہ منتہی کی صحبت سے حاصل ہوتا ہے، پہلے فائدہ کو اس فائدے کے ساتھ کیا نسبت ہے وہ فائدہ کی صورت ہے اور یہ فائدہ کی حقیقت ہے لیکن چونکہ نہایت بلندی کی وجہ سے اس کی نسبت حوصلۂ ادراک سے باہر ہے طالب میں بھی اسی کیفیت کے ساتھ ظہور کرتا ہے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کی نسبت یہی تھی فَلَا تَكُنْ مِنَ الْمُمْتَرِينَ [پس تو شک کرنے والوں میں سے نہ ہو] والسلام۔

www.maktabah.org

مکتوب ۱۸۰

حقائق و معارف آگاہ جامع علوم ظاہری و باطنی شیخ محمد یحییٰ دامت برکاتہٗ کی خدمت میں حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خصوصیات اجمالی طور پر بیان کرنے اور ایک درویش کے احوال کے درپے ہونے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ: میرے مخدوم! (آپ کے) آخری مکتوب میں درج تھا کہ بالمشافہ بھی اُن حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) کے بعض خصوصی معارف ذکر کیے جاتے ہیں، مثلاً معارفِ توحیدی سے گذر جانے اور مقام جذبہ و سلوک سے اوپر جانے کو بے تکلف تسلیم و تصدیق کرتا ہے۔

اے عزیز! حضرت عالی (قدس سرہ) کے فضائل اور وہ خصوصیات جن سے اُن کو دوسروں پر فضیلت ہے جو کہ اس فقیر نے لکھی تھیں دوسرے امور ہیں کہ عقل و وہم کی آنکھ ان کے ادراک میں خیرہ (چکاچوند) اور زبانِ خیال اُن کے بیان کرنے میں گونگی ہے اور یہ کمال جو آپ نے بیان کیا ہے ان کمالات و فضائل کی بلند(یوں) کے زینوں میں سے نیچے کا ایک درجہ ہے بلکہ اس کمال کو جو کہ کمالاتِ ولایت میں سے ہے اُن امور کی نسبت جو کہ کمالاتِ نبوت پر متفرع ہیں کوئی اعتبار و شمار نہیں ہے کاش کہ سمندر کے ساتھ ایک قطرہ کی نسبت ص ۳۴۳
ہی رکھتا ہوتا، یہ کمال لائقِ اظہار علوم کی قسم سے ہے اور وہ امور اُن اسرار میں سے ہیں جن کا پوشیدہ رکھنا لازم ہے ظاہر ہے کہ علوم کو اسرار کے ساتھ کیا نسبت ہے، اور جو معاملہ کہ حضرت عالی قدس سرہٗ کی پیدائش کے ساتھ وابستہ ہے وہ جدا ہے اور جو اسرار و دقائق اور جو نازک باتیں آپ نے ذات و صفات کے بارے میں لکھی ہیں اور عجیب و نادر تحقیقات و مقالات جو کہ بیان فرمائے ہیں علیحدہ ہیں، اور اصالت اور خاتم الرسل علیہ و علیہم وعلی آل کل الصلوات والتسلیمات کی پیدائش کی بقیہ مٹی سے (حضرت عالیؒ کی) طینت کو خمیر کرنے کے معاملے خود کیا بیان کرے اور حضرت عالی (قدس سرہٗ) کی ولایت کا جو کہ محبیت و محبوبیت ذاتی سے پیدا ہوئی ہے کیا پتہ و نشان دے، اور ہویت کے حقائق سے جو کہ ان کے ساتھ خصوصیت رکھتے ہیں اور وہ حقیقت بے انتہا رحمتوں کا مخزن ہے کہ اُس کا ایک چشمہ اس عالم میں پھیلا ہوا ہے اور دوسرا چشمہ دوسرے عالم میں ذخیرہ ہو گیا ہے اور رحمٰن و ارحم الراحمین کی صفت بھی اسی حقیقت سے جاری ہوئی ہے اور انھوں نے تعینِ اول سے بھی ترقی ثابت کی ہے اور دوسروں نے اس سے منع کیا ہے اور سیر و سلوک کی انتہا کو وہاں تک کہا ہے اور اس کے اوپر مرتبہ اطلاق و لاتعین و ذاتِ بحت

www.maktabah.org

تصور کیا ہے کہ سیر و سلوک و علم و معرفت کو اُس بارگاہِ قُدس میں نا ممکن جانتا ہے حضرت عالی (قدس سرہٗ) نے اس سے گذر کر مراتب و تعینات ثابت کیے ہیں اور تعینِ اول کو اس سے کئی مرحلے اوپر لے گئے ہیں خود لاتعین کا تو ذکر ہی کیا ہے اور حقیقتِ محمدی و حقیقتِ قرآنی و حقیقتِ کعبۂ ربانی و حقیقتِ صلوٰۃ اور وہ حقیقت جو کہ ان حقایق سے اوپر ہے کہ حضرت عالی قدس سرہ جن کے بیان کے ساتھ ممتاز ہیں (آپ کے) مکتوبات میں کر رہے ہیں اور کمالاتِ حقیقتِ ولایتِ محمدی و ولایتِ ابراہیمی و ولایتِ موسوی و ولایتِ احمدی و کمالاتِ انبیاء و خصوصیاتِ رُسل و فضائل اولوا العزم اور ان بزرگواروں میں سے ہر ایک کے مبادیٔ تعینات اور خصوصیتِ حضرت روح اللہ (عیسیٰ علیہ السلام) و حضرتِ مہدی موعود و مبادیٔ تعیناتِ ملاءِ اعلیٰ و ولایتِ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اُن کا مبدا تعین (و غیرہ امور) جو کہ انھوں (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) نے بیان فرمائے ہیں کہاں تک لکھے علیٰ نبینا و علیٰ سائر الانبیاء و الملائکۃ الصلوٰت و التسلیمات و علیٰ اتباعھم، اور اسی طرح حقیقتِ صلوٰۃ کے واصلین کے قدموں کے فرق اور اس مقام میں انبیاء علیہم السلام کی فضیلت اور ان اکابر علیہم التحیات کی چار صنفیں[1] اور ان انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ کی خصوصیات کہ جن کے متبرک نام قرآنِ مجید میں مذکور ہیں اور یہ کہ آنسرور انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقام کو ان تمام مقامات پر فضیلت ہے اور جو نصیب (حصہ) کہ حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہٗ)
ص ۲۴۴ کو اس مقام سے ثابت ہے اور اُس مقام سے حضرت مہدی موعود (علیہ السلام) کا جو نصیب (حصہ) ہے اور اُن (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) کی اپنی اصالت و طفیلیت اور حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کی اصالت کا منشا (جائے پیدائش)، (غرضیکہ راقم) کہاں تک تشریح کرے۔ اور آپ (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) نے مرضِ موت میں جو اسرار و دقائق بیان فرمائے ہیں اور آنسرورِ عالم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے اہل بیت کے کمالات اور ان حضرات کے بارے میں آپ نے بعض مناسب مقامات بیان کی ہیں کس طرح سے سمجھائے اور قیومیت کے حقایق اور مقامِ خلت کے دقائق اور محبت کے فضائل اور صباحت و ملاحت کے اسرار اور ان دونوں حسن کے امتزاج کا آپ نے مطالعہ کیا ہوگا اور (آیاتِ) مقطعات کے اسرار کہ جن کا کچھ اشارہ اوپر گذر چکا ہے ایک بے پایاں سمندر ہے جو کہ گفت و شنید میں نہیں آئے اور سربستہ (حضرت عالیؒ کے ساتھ ہی) چلے گئے۔

اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "اپنے مکشوفات کو حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) کے معارف کے برابر جانتا ہے"۔ کلام حضرت عالی (قدس سرہٗ) کے معارف کے سمجھنے میں ہے بلکہ (آپ کی)

---

[1] انبیاء و صدیقین و شہداء و صالحین مراد ہیں۔

www.maktabah.org

سمجھ میں شیخ ابن عربی کی اصطلاح گذری ہے جو اس سے کئی مرحلے دُور ہے، ان کے ساتھ برابری ڈھونڈنا محض خیال ہے جو کہ نادانی اور خام خیالی سے پیدا ہوا ہے، بہت سے نادان ہیں جو کہ جہلِ مرکب کی رو سے اپنے بعض واقعات پر اعتماد کر کے فاسد توہمات میں مبتلا ہو گئے ہیں اور لوگوں کو (صحیح) راستہ سے ہٹا لے گئے ہیں، وہ گمراہ ہیں پس وہ گمراہ کرتے ہیں، وہ برباد ہیں پس دوسروں کو برباد کرتے ہیں، برابری تلاش کرنا ادراک کی فرع بلکہ تصور کی فرع ہے جو کہ وقوع میں نہیں آیا ہے، برابری کہاں اور مساوات کس کی۔ ع

بخواب اندر مگر موشی شتر شد

[شاید کوئی چوہا خواب میں اونٹ ہو گیا]

مکتوب ۱۸۱

مولانا جمال الدین کے نام مقام جمع کے بیان اور فرق بعد الجمع کے حاصل کرنے کی ترغیب میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی۔ آپ کے پاکیزہ گرامی نامہ نے مشرف کیا اذواق و مواجید و اشواق و تلوینات کے مطالعہ سے جو کہ رنگین اشعار اور دلکش عبارات کے ضمن میں تھی بہت محظوظ ہوا۔ ع

اے وقت تو خوش کہ وقتِ ما خوش کردی

[اے شخص تیرا وقت بھی خوشی میں گذرے جیسا کہ تو نے ہمارے وقت کو خوش کر دیا]

میرے مخدوم! اس قسم کے شوق کے ولولے اور عشق کی دیوانگیاں جو کہ سالکوں کو حاصل ہوتی ہیں یہ انجمن جمع کا شگوفہ ہیں جو کہ آفتابِ حقیقی کے استواء (نہایت بلندی پر قرار پکڑنے) کے وقت سویدائے قلب کے غنچہ سے سر باہر نکالتے ہیں (ایسا سالک) نماز کو اس استوا کے وقت میں مرفوع (اٹھا دی گئی) جانتا ہے اور تکالیفِ شرعیہ کو مجنون کے ہاتھ اور پاؤں کی زنجیر پاتا ہے اور (تکالیف شرعیہ) کے ساقط ہونے کا خیال کرتا ہے، ذکر کو بکواس اور گناہ سمجھتا ہے اور کہتا ہے عوام کی توبہ گناہوں سے اور میری توبہ لا الہ الا اللہ کہنے سے ہے، اور نیز کہتا ہے اللہ کا ذکر قلب کو سیاہ کرتا اور گناہوں اور خطاؤں کو بڑھاتا ہے ۳۲۵ اور وہ مذہب و ملت کے تعین سے الگ تھلگ ہے اور اَنَا عَلٰی مَذْھَبِ رَبِّیْ (میں اپنے رب کے مذہب پر ہوں) کا ترانہ گاتا ہے اور کبھی نماز میں بہت کم آتا ہے اور اس کے قیام و قعود کی طرف مائل نہیں ہوتا اور وہ سمجھتا ہے کہ لا صلوٰۃ للمؤمن الا فی قلبہ [مؤمن کی نماز اس کے قلب میں ہی ہے] اور یہ پڑھتا ہے ۔

بکفر و باسلام یکساں نگر کہ ہر یک ز دیوانِ او دفتریست

[کفر اور اسلام کو یکساں دیکھ کیونکہ ان میں سے ہر ایک اس کے دیوان کا ایک دفتر ہے] اگرچہ وہ ظاہر میں شرعی حدود سے تجاوز نہیں کرتا اور نماز اور تمام احکام کا پابند ہے اور اگر وہ ان چیزوں کو بھی ادا نہ کرتا ہو تو

www.maktabah.org

ملحد و مردود ہے جو کہ بحث سے خارج ہے اور سچے اور جھوٹے شخص میں صحیح فرق کرنے والی چیز احکام شرعیہ کا بجالانا اور ملتِ مصطفویہ علی مصدرہا الصلوۃ والسلام والتحیۃ کو لازم پکڑنا ہے، یہ (مقام جمع کی بات تو یہاں ختم ہوئی اور اس فقیر نے اوقات کو معمور رکھنے اور شوق و رغبت کے ساتھ اعمال صالحہ کے بجالانے کے بارے میں جس چیز کی طرف ترغیب دی ہے وہ مقام جمع الجمع اور فرق بعد الجمع کے مناسب ہے جو کہ صحو کا مقام ہے اس وقت میں آرام (سکون) بندگی میں ہے اور حصولِ لذت طاعات میں ہے ارحنی یا بلال [اے بلال مجھے راحت پہنچاؤ الحدیث] اسی معما کا ایک رمز ہے اور قرۃ عینی فی الصلوۃ [میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے، الحدیث] اسی متمنیٰ (مقصود) کی طرف اشارہ ہے، یہ کمال مقام نبوت سے پیدا ہوتا ہے اور جو کچھ اوپر گذرا وہ ولایت کی شطح (خلافِ شرع کلمات) سے پیدا ہوتا ہے یہ اسلامِ حقیقی ہے اور وہ کفرِ حقیقی، اس کو اس کے ساتھ ایسی ہی نسبت ہے جیسی کہ قطرہ کو دریائے محیط کے ساتھ ہے بلکہ ایسی نسبت ہے جیسی کہ چھلکے کو مغز کے ساتھ ہے بلکہ ایسی نسبت ہے جیسی کہ موہوم کو موجود کے ساتھ ہے۔ معاملہ کی حقیقت یہاں ظاہر ہوتی ہے وہاں صورت اور نمونہ سے زیادہ اور کچھ نہیں ہے اور حقیقی سورج سے اس کی تمثال کے سوا اور کچھ حاصل نہیں رکھتا۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

تو از خوبی نمی گنجی بعالم مرا ہرگز کجا گنجی در آغوش

[تو خوبی کی وجہ سے عالم میں نہیں سما سکتا، بھلا تو میری آغوش میں کہاں سما سکتا ہے] جب یہ کمال پرتو (عکس) ڈالتا ہے تو سابقہ کمال پوشیدہ ہو جاتا ہے اور اس کا کوئی نشان باقی نہیں رہتا بلکہ اس سے نادم ہوتا اور استغفار کرتا ہے، نماز اس (ظاہری) صورت پر منحصر نہیں ہے (بلکہ) عالم غیب الغیب میں اپنی ایک حقیقت رکھتی ہے جو بہت سی حقیقتوں کے اوپر ہے جب تک کوئی اس حقیقت کو نہیں پہنچے گا اس (نماز) کے کمال کو کیا پائے گا اور وہ حقیقت (نماز کی) اس صورت ہی کے ساتھ قائم ہے۔ نماز ایک دلربا معشوق ہے گویا اس کی صورتِ زیبا کو عالم مجاز میں ان مخصوص ارکان کے ساتھ نمایاں کیا گیا ہے اور اس کی رعنائی کی اداؤں کو اس قیام و قعود و آداب و خشوع کے ساتھ ظاہر کیا گیا ہے، جو شخص کہ (نماز کی) اس صورت کا والہ و شیدا نہ ہو جائے وہ ان ارکان کی حقیقت کو کیا پائے گا اور جو شخص کہ ان اداؤں کا فریفتہ نہ ہو جائے وہ اس قیام و قعود کی حقیقت کو کیا سمجھے گا ؎

چکد مشکِ تراز دستم چو آں گیسو بچنگ افتد دمد صبح از گریبانم گر آں مہ در کنار آید

[اگر وہ گیسو میرے پنجے میں آجائیں تو میرے ہاتھ سے تر مشک ٹپکنے لگے (اور) اگر وہ محبوب میری آغوش میں آجائے تو میرے گریبان سے صبح طلوع ہو جائے] والسلام علیکم۔

www.maktabah.org

۳۴۶

مکتوب ۱۸۲

میرزا عبید اللہ کے نام احوال کی تشریح، استفسارات کے جوابات اور حضرت خضر علیہ السلام کی حیات و موت کی تحقیق میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی، آپ کے معزز گرامی نامہ کے مطالعہ سے مسرور و خوشوقت ہوا۔ آپ نے لکھا تھا کہ "اس مقام سے رہائی حاصل کر لی ہے (اور) اکثر اوقات میں اپنی طرف منسوب نسبتِ وہمیہ کی جو کہ اصل کے حوالہ ہے ایک مثابصورت سے زیادہ کچھ نظر میں نہیں آتا لیکن بہت ہی کم اوقات میں شبح (مثابصورت) کا علم بھی نہیں رہتا بلکہ علم اس کے عدم کا (ہوتا ہے)"۔ الحمد للہ سبحانہ کہ آپ تنگ کوچے سے شاہراہ پر آگئے ہیں اور ظل سے اصل کی طرف دوڑ رہے ہیں، یہ کمال جو کہ سالک کے معدوم ہو جانے کے ساتھ وابستہ ہے منتسبات (نسبتوں) کے اصل کے ساتھ ملحق ہو جانے کے بعد ہمارے حضرت عالی قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس کے طریق پر تجلی صفات سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اس تجلی کا کمال تجلی ذات کے ساتھ وابستہ ہے کیونکہ ہر مقام کی تکمیل اس مقام سے گذر جانے کے ساتھ وابستہ ہے۔ تجلی ذات کے آثار میں سے یہ بات بھی ہے کہ شبح (صورت) اور جماد (بے جان چیز) جو کہ عارف کی نظر میں منتسبات کے اصل کے ساتھ ملحق ہو جانے کے بعد باقی رہ جاتی ہے وہ بھی زائل ہو جاتی ہے اور عارف بالکل فانی اور محض لاشئے ہو جاتا ہے اور وہ شبح (مثابہ صورت) و جماد ایسا عدم واقع ہوا ہے جو کہ کمالات کے انعکاس کے ذریعے تمام عدمات سے ممتاز ہو گیا تھا اور جب امانتی کمالات اہلِ امانات کے ساتھ ملحق ہو گئے تو وہ چیز نہ رہی جو اس عدم کو ان اعدام سے ممتاز کرتی تھی پس ناچار وہ عدم جو کہ کمالاتِ وجودی کا آئینہ رہا تھا اور یہ مجموع (سب عدمات) ذاتِ ممکن ہو کر عدمِ مطلق کے ساتھ ہو جاتے ہیں اس وقت عارف کا نہ عین رہتا ہے نہ اثر، لَا تُبْقِیْ وَلَا تَذَرُ [نہ باقی رہنے دیگی اور نہ چھوڑے گی۔]

اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "بہت ہی کم اوقات میں شبح (مثابہ صورت) کا علم بھی نہیں رہتا" شاید کہ اس کمال کا مقدمہ ہو، اور یہ جو ہم نے کہا ہے کہ "اس کمال کا مقدمہ ہوگا" یہ اس لئے کہ "ذات جب جلوہ گر ہوتی ہے تو اس کے لئے پوشیدگی نہیں ہے اور نیز اس مقام کی علامات میں سے ذکر و توجہ و حضور کا عارف سے بالکل منتفی ہو جانا ہے اور کلمہ انا کے مورد (مقام) کا قطعاً زائل ہو جانا ہے کمالات کے اصل کے ساتھ ملحق ہو جانے کے بعد اپنا حضور اپنے ساتھ ہے اور اس مقام سے عارف کا نصیب

www.maktabah.org

استہلاک (فنائیت) اور دیدی قیود سے رہائی پانے اور جہل مرکب سے جو کہ خفی شرک اور باطنی مرض ہے نکل جانے کے سوا نہیں ہے۔

اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "وجود اس سے پہلے (تو بہ) ذائقہ پر وحدت کا مزہ دیتا تھا اور (اس کو) اُس (اللہ) تعالیٰ کا عین جانتا تھا آج صفات کی مانند تعینات میں سے نظر آتا ہے۔" (آپ کی یہ کیفیت) بہت بلند ہے اور علمائے اہلِ حق شکر اللہ تعالیٰ سعیھم [اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو مشکور فرمائے] کے قول کے مطابق اور حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہ) کے ذوق کے موافق ہے اور یہ تعینِ وجودی حضرت عالی (قدس سرہ) کے (نزدیک) کے مطابق تعینِ علمی اجمالی کے اوپر ہے جو کہ دوسرے بزرگوں کے طریق کے مطابق تمام تعینات سے اسبق (اول) ہے۔ ص ۳۴۷

اور آپ نے وجود کے معاملہ سے ماوراء (آگے) حیرت و عدم دریافت کا اظہار کیا ہے بیشک اس بارگاہ مقدس جلّت عظمتہ سے جہل و حیرت کے سوا کیا نصیب ہوگا، اگرچہ درک ہوگا لیکن (اُس) درک کا ادراک نہیں ہوگا العجز عن درک الادراک ادراک [ادراک کے درک (حصول) سے عاجز ہونا ہی ادراک ہے] اس مقام کے حال کا نشان ہے، یہ جہل و حیرت جو کہ شہود و معرفت پر ہزاروں درجے فضیلت رکھتی ہے اعلیٰ مقامات سے ہے، ہرگز پستی کی طرف مائل نہ ہوں اور بلندی سے نشیب کی طرف نہ جھکیں اور پانی کی بجائے سراب پر فریفتہ نہ ہوں۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

اگر ندہی بکف دامانِ یارم ‖ گرفتار کسے دیگر مدارم

[اگر تو یار کا دامن میری ہتھیلی (مٹھی) میں نہیں دیتا تو مجھے کسی دوسرے کا بھی گرفتار مت رکھ]۔ ہاں ہستی سے گذر جانا عقل کو ٹھیک نہیں لگتا اور بظاہر نیستی میں کوشش کرتا ہے لیکن کیا کیا جائے عرفت ربی بجمع الاضداد [میں نے اپنے رب کو اضداد کے جمع کرنے سے پہچانا] چونکہ ہستی و نیستی دونوں اعتبارات سے ہیں اس لئے اس بارگاہ سے نیچے کے درجے میں ہوں گے

؎ لا و ھو زاں سرائے روز بہی ‖ باز گشتند جیب و کیسہ تہی

[لا اور ھو (فنا و بقا) اس بارگاہ مقدس سے اس حال میں واپس لوٹتے ہیں کہ جیب اور تھیلی خالی ہوتی ہے]

آپ کا تعجب و تحیر برمحل ہے جبکہ تعینِ علمی جملی کے اوپر سیر و سلوک و علم و معرفت کو جائز نہیں رکھتے، کیونکہ ان بزرگوں کے مطابق بھی یہ تعینِ حضرتِ وجود سے نیچے کا ہے، آپ نے حضرتِ وجود سے اوپر علم کی نسبت کس طرح ثابت کی ہے، اگرچہ ان حضرات کے مطابق یہ حضرت وجود مرتبۂ ذاتِ بحت (محض) ہے اور ہمارے مطابق اس کے تعینات میں سے ایک تعین ہے۔ شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ نے فصوص (الحکم) میں فرمایا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ "ذات کی تجلی متجلی لہ کی صورت میں ہی ہوتی ہے پس متجلی لہ (جس کو تجلی کا مشاہدہ ہو) نے حق کے آئینے میں اپنی صورت کے سوا نہیں دیکھا اور اس نے حق (تعالیٰ شانہ) کو نہیں دیکھا اور یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ اس کو

www.maktabah.org

دیکھے"۔ اس کے بعد فرمایا ہے کہ "یہ تجلی تمام تجلیات کا منتہیٰ (آخری) ہے اور مشاہدات کی انتہا ہے پس تو اس بات کے لئے طمع نہ کر اور اپنے آپ کو اس بارے میں مشقت میں نہ ڈال کہ تو تجلی ذاتی کے اس درجے سے ترقی کریگا" پھر فرمایا ہے" اور اس کے ماوراء (آگے) عدمِ محض کے سوا اور کچھ نہیں ہے"۔ اس لئے کہ عالمِ اسماء و صفات کا ظہور ہے اسماء و صفات سے اوپر جانا اپنے آپ کو عدم میں کھینچتا ہے لیکن جاننا چاہئے کہ المرء مع من احب [آدمی اسی کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے] کے بموجب چونکہ محبوب آفاق و انفس اور نسبت و اعتبارات سے ماوراء ہے خواہ وہ علم کی نسبت ہو یا وجود کی نسبت ہو اس لئے محب کی گذرگاہ اس معیت کے حکم کے مطابق آفاق و انفس سے باہر اور علم و ہستی کی نسبت سے ماوراء ہوگی اور ظل و اصل کے ماوراء نظرگاہ ہوگی (معیت)
۳۳۸ ہر مرتبہ کی فنا و بقا کے ساتھ اس کے اوپر جانے میں مدد کرتی اور طیر بناتی ہے اور اصل کو اس کے ظل کی طرح راستہ میں چھوڑ دیتی ہے، اس سے رک جانے کی کیا صورت ہوگی اور اس ذاتِ بحت کے گرفتار کو اس کے ماسوا کے ساتھ تسلی ہونا کس طرح متصور ہوگا، ظلال و اعتبارات کی چاشنی ذات تعالیٰ کے طالب کی قوتِ ذائقہ پر لذت نہیں دیتی اور بچوں کی طرح اس اضافی (غیر حقیقی) شیرینی اور عارضی حسن پر فریفتہ نہیں ہوتا اور تسنیم (جنت کی ایک نہر) کی شراب کا پیاسا ہونٹ سراب کی موج کے ساتھ سیراب نہیں ہوتا
پ ۳۰ ع ۸ ۲۸ وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ۝ [اور اس (شراب) کی آمیزش تسنیم (کے پانی) سے ہوگی، وہ ایک چشمہ ہے جس سے مقرب بندے پئیں گے] اخص خواص کے درمیان ایک دوسرے پر فضیلت دینے والی چیز اس مقام سے ہے اور کامل ترین بزرگوں کی نظروں کا تفاوت اسی مرتبہ میں ظاہر ہے، طلب کی طمع اور اس کی مشقت کا تحمل بھی اسی بارگاہ میں زیبا ہے، وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ۝ ۲۶ [اور اس میں رغبت کرنے والوں کو رغبت کرنی چاہیے]

میرے مخدوم! اسباب کا استعمال توکل کے منافی نہیں ہے کیونکہ (اگر) تاثیر حق سبحانہٗ کی طرف سے جانے اور اسی پر بھروسہ کرے اور یقینی سبب کو درمیان میں لائے تو عین توکل ہوگا، ہاں اگر موہومہ بعیدہ (غیر یقینی) اسباب کے ارتکاب کو توکل سے بعید کہیں تو گنجائش ہے لیکن یقینی اسباب سے چارہ نہیں ہے آگ کو روشن کرے اور جلانے کی تاثیر حق تعالیٰ سے جانے اور کھانا کھائے اور شکم سیری اس سبحانہٗ و تعالیٰ کی طرف سے سمجھے، اگر کوئی شخص ضرورت کے وقت میں اس قسم کے اسباب کو ترک کرے اور اس وجہ سے (اس کو) تکلیف پہنچے تو گنہگار ہوگا اور اسباب تین قسم کے ہیں: اسبابِ موہومہ (غیر یقینی) ان کا ترک کرنا لازم ہے اور اسبابِ متیقنہ جن کو اختیار کرنا واجب ہے اور اسبابِ مشکوکہ و مظنونہ جو کہ جائز الطرفین ہیں (جن کا اختیار کرنا یا نہ کرنا دونوں جائز ہیں) حق سبحانہٗ نے مشورہ کرنے کا امر فرمایا ہے جو کہ اسباب میں سے ہے

www.maktabah.org

اس کے بعد توکل کا امر فرمایا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ
إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ [اور آپ ان سے کام میں مشورہ کر لیا کیجیے پھر جب آپ اپنی رائے پختہ کر لیں تو اللہ پر آل عمران ۱۵۹
توکل کیجیے بیشک اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے]۔ (البتہ) آخرت کے اعمال میں توکل کرنا کوئی معنی
نہیں رکھتا کیونکہ وہاں (اعمال آخرت میں) ہم سعی و کوشش کے ساتھ مامور ہیں اور اس مقام (معاملات آخرت)
میں خوف و خشیت اور امید محبوب و پسندیدہ چیز ہے (یہ آیت) يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا [وہ اپنے رب کو پ ۲۱ سجدہ ۱۶
(عذاب کے) خوف اور (بخشش) کی طمع رکھتے ہوئے پکارتے ہیں] اس معنی میں کامل تر ہے، اعتماد فضل و کرم پر رکھا
جائے اور ظاہری اعمال یعنی اوامر کو بجا لانے اور ممنوعات سے بچنے کو ہاتھ سے نہ دے (ترک نہ کرے) بندگی
کا طریقہ اور توکل کی حقیقت یہی ہے اور راہِ (حق) اسی میں منحصر ہے۔

آپ نے پوچھا تھا کہ "بندہ کو کوئی ایسا مقام (کہ جس میں) تمام اوقات میں اپنے آپ سے ایسا فارغ ہو جائے کہ ہرگز کوئی مزاحمت باقی نہ رہے حاصل ہوتا ہے یا نہیں"۔ میرے مخدوم! یہ معنی فنا کو ظاہر کرنے والے ہیں کیونکہ اس مقام میں اپنے آپ سے بلکہ تمام ماسوا سے دائمی طور پر فراغت حاصل ہے لیکن فنا و بقا باطن کے احوال سے ہے جبکہ یہ دنیا قائم ہے ظاہر ضروریاتِ بشری کا محتاج ہے اس سے فراغت نہیں رکھتا۔ نیز آپ نے ص ۳۲۹
پوچھا تھا کہ "کیا خواطر (دل کی باتوں) کا کشف اور غیب کی باتوں کا علم اور دعاؤں کا قبول ہونا اس راہ کی قبولیت کی علامت ہے؟" میرے مخدوم! مذکورہ امور اور اس قسم کی اور چیزیں جو کہ خوارقِ عادات میں سے ہیں قبولیت کے دلائل (علامت) نہیں ہیں کیونکہ اہل استدراج بھی ان میں شرکت رکھتے ہیں اور (یہ امور) ریاضت کے ساتھ مشروط نہیں ہیں کہ ریاضت کے بغیر ہرگز حاصل نہ ہوتے ہوں کیونکہ بعض کو ریاضت کے بغیر بھی حاصل ہو جاتے ہیں اگرچہ وہ لوگ قلیل ہیں اور (ان کے) خوارق بھی قلیل ہوں کیونکہ ان کے کثرت سے ظاہر ہونے کو کہہ سکتے ہیں کہ ریاضت کے ساتھ مشروط ہے جیسا کہ ولایت بھی ریاضتوں اور کرامتوں کے ساتھ مشروط نہیں ہے۔ شیخ الشیوخ (شیخ شہاب الدین سہروردی) قدس سرہ نے عوارف (المعارف) میں خوارق و کرامات کے ذکر کے بعد کہا ہے "اور کبھی کوئی بزرگ ان (اہل خوارق) سے اوپر ہوتا ہے جس کو ان (خوارق) سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا الی آخر ما قال" اور اکثر خواص اولیا عُجب (خود پسندی) سے محفوظ ہیں کیونکہ کامل فنا نے عجب کی بنیاد اور ریا کی جڑ کو ان بزرگوں سے اٹھا لیا ہے اور نیز جاننا چاہیے کہ مقبول بندوں سے بعض لغزشیں بشریت کے تقاضہ سے صادر ہو جائیں کیونکہ اولیا لغزشوں سے محفوظ نہیں ہیں لیکن وہ جلدی ہی متنبہ ہو جاتے ہیں اور ان کا تدارک نیکیوں سے کرتے ہیں اور بعض قدرتیں جو کہ نیند یا واقعہ میں حاصل ہوتی ہیں اگر وہ بیداری کی حالت میں ظاہر ہوں تو خوارق میں سے ہیں ورنہ نہیں، اگر وہم و خیال فکر کے ہاتھ میں کوئی عجیب چیز دے

www.maktabah.org

(تو) اگر قلب کا اقرار و یقین اس کا معاون ہو تو وہ اعتماد کے لائق ہے ورنہ نہیں، کسی دوسرے شخص کو توجہ دینے اور دل کو (اس پر) مقرر کرنے میں عمدہ (طریقہ) اس کی جانب ہمت (توجہ و قصد) کو جمع کرنا ہے اور کم کھانا اور کم سونا پسندیدہ امور میں سے ہے ان کے لئے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے لیکن اس حد تک کم نہ ہو کہ طاعات سے روک دے اور دماغ میں خشکی اور فاسد خیالات لائے اور دوسری ریاضتوں اور مشقتوں میں سے جو چیز سنت کے موافق ہو مبارک ہے۔ رہبانیت (ترکِ دنیا) کی قسم سے نہ ہو۔ لا رھبانیۃ فی الاسلام [اسلام میں رہبانیت نہیں ہے] صحیح کشف خیالی احکام میں سے نہیں ہے بلکہ الہامی احکام میں سے ہے کہ جس کا مورد (جائے ورود) قلب ہے، ہاں کوئی کشف ایسا بھی ہوتا ہے جس کا منشا (منبع) خیال ہوتا ہے وہ کشف اس وقت تک اعتماد کے لائق نہیں ہوتا جبتک قلب کی تصدیق اس کے ساتھ شامل نہ ہو جائے جیسا کہ گذر چکا ہے اسقدر ہے کہ وہم و خیال کو غیبی امور کے ادراک میں کامل دخل ہے کہ وہ اس کی مدد سے جلدی پا سکتا ہے۔ وہم (خیال) ہی ہے جو کہ پچاس ہزار سال کے راستہ کو جو کہ رب تعالیٰ اور مربوب (بندہ) کے درمیان ہے آنکھ جھپکنے میں طے کرا دیتا ہے، اور خیال ہی ہے جو کہ باطنی احوال و غیبی امور اور لدنی علوم کو صورت بنا کر اور مثال دیکر اچھی طرح سمجھا دیتا ہے اور جاہلوں کو اہلِ علم بنا دیتا ہے اور اگرچہ (وہم و خیال) از خود استقلال نہیں رکھتے اور ان کے احکام پر جو کہ استقلال کے ساتھ ہوں اعتماد ص۳۵۰
نہیں ہے لیکن ان سے اس راستہ میں عمدہ خدمات وقوع میں آتی ہیں، طے ارض (زمین کو جلدی طے کر لینا) کو جو کچھ لوگ بعض دعاؤں کے ساتھ وابستہ جانتے ہیں تو اس میں کیا تعجب ہے کیونکہ اسمائے الٰہی ان (امور) سے (بھی) زیادہ تاثیر ہے لیکن جائز ہے کہ بعض لوگوں کو (یہ بات) دعاؤں کے واسطے کے بغیر حاصل ہو جائے، نماز (کی حالت) میں جسم کے اعضا جو چھوٹے اور حقیر نظر آتے ہیں اور کبھی اس میں سے کچھ بھی نہیں رہتا بہت اچھی حالت ہے جو حالت کہ نماز میں ظاہر ہوتی ہے وہ نہایت عمدہ حالت ہے اور بغیر نماز کی حالت پر فضیلت رکھتی ہے، کوشش کریں کہ نماز میں لذت پائی اور مزہ بھی پیدا ہو جائے کیونکہ نمازوں میں لذت کا حاصل ہونا خاص کر فرض نمازوں میں انتہا کی علامت ہے نماز کو امرِ عظیم جانیں، مستحب اوقات میں جماعت اور تمام شرائط و مستحبات و تعدیلِ ارکان کے ساتھ سکون و وقار سے ادا کریں۔ آپ نے حدیث کا مضمون سنا ہوگا کہ نماز میں اس حجاب کو جو کہ اس (نمازی) کے اور اس کے پروردگار کے درمیان ہے اٹھا دیتے ہیں اور نیز الساجد یسجد علےٰ قدمی اللہ فلیسأل ولیرغب [سجدہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کے دونوں قدموں پر سجدہ کرتا ہے پس اس کی طلب و رغبت کرنی چاہیے]

آپ نے جو طرح طرح کی مثالی صورتوں کا کشف ہونا اور ان کے ساتھ صحبت رکھنا لکھا تھا

www.maktabah.org

عمدہ حالت) ہے کیونکہ یہ) علم کی بشارت دینے والا ہے لیکن مطلب حقیقی کے ساتھ کچھ تعلق نہیں رکھتا اور چونکہ باطنی نسبت میں خلل ڈالنے والا نہیں ہے (اس لئے) کیا مضائقہ ہے۔ تہر کابل میں پیش آئی ہوئی جو کیفیت آپ نے لکھی تھی اس نے لطف افروز کیا زادکم اللہ سبحانہ ذوقا و شوقا [اللہ سبحانہ آپ کے ذوق و شوق کو زیادہ کرے]۔

(آپ کی طرف سے) حضرت خضر علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں کچھ پوچھا گیا تھا۔

آپ نے لکھا تھا کہ علم کلام (عقائد) کی کتابوں میں ان کی زندگی کو اعتقادی امور میں شمار کیا گیا ہے۔ میرے مخدوم! اس میں علماء کا اختلاف ہے تو پھر کونسی کتاب میں اس کو اعتقادی امور سے کہا ہے، شاذ روایتیں اس بارے میں بہت ہی جو سب اعتماد کے قابل نہیں ہیں اور بعض مشائخ سے اُن حضرت (خضر علیہ السلام) کی ملاقات اور ان سے صحبت رکھنے اور گفتگو کرنے کے متعلق جو کچھ منقول ہے صحیح مان لینے کی صورت میں (یہ چیزیں) حیات کو ثابت کرنے والی نہیں ہیں کیونکہ اگر ان کی روح کو اجسام کے کاموں کی قدرت دیدی گئی ہو اور جو امور کہ اجسام سے وقوع میں آتے ہیں اُن کی روح متجسد ہو کر وقوع میں لائے تو مذکورہ امور ناممکن نہیں ہوں گے اور اگر کوئی ایسی روایت وارد ہوئی ہو جو کہ ان کی حیات پر صریحاً دلالت کرتی ہو یا ہم مان لیں کہ سابقہ روایتیں (اُن کی) حیات کو ثابت کرنے والی ہیں تب بھی کوئی تضاد نہیں ہے، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اس وقت زندہ رہے ہوں اور اب گذر چکے ہوں۔ (عہ یہاں سے "الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ" ج ۱ ص ۴۲۵ کی عبارت شروع ہوتی ہے)

اور یہ جو حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و صحبہ وسلم وفات پا گئے اور تعزیت کا وقت آیا تو اُن (اہل بیت) کے پاس ایک آنے والا آیا کہ لوگ اس کی حس (حرکت کی آواز) سنتے تھے اور اس کی شخصیت کو نہیں دیکھتے تھے پس اس نے کہا "السلام علیکم اهل البیت و رحمۃ اللہ و برکاتہ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ الٰی آخر قولہ"[1] اے اہل بیت! تم پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں نازل ہوں ہر جان موت کا ۳۵۱

مزہ چکھنے والی ہے اور بیشک قیامت کے دن تم کو تمہارا پورا بدلہ دیا جائے گا بیشک اللہ تعالیٰ ہی ہر مصیبت پر صبر دینے والا اور ہر ہلاک ہونے والی چیز کا بدلہ دینے والا اور ہر ضائع ہونے والی چیز کا تدارک کرنے والا ہے پس اللہ تعالیٰ ہی پر اعتماد کرو اور اسی سے امید رکھو لیں (حقیقت میں) مصیبت زدہ وہ شخص ہے جو (صبر نہ کرنے کی وجہ سے) ثواب سے محروم کردیا گیا ہو۔ حضرت علی (کرم اللہ وجہہ) نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ یہ شخص کون ہے؟ یہ خضر (علیہ السلام) ہیں۔ یہ روایت ہمارے قول کی تائید کرتی ہے کیونکہ حس (حرکت) کی آواز کا سنائی دینا

[1] مشکوٰۃ باب وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی کچھ کمی بیشی کے ساتھ یہ روایت ہے ترجمہ مظاہر حق جلد چہارم ص ۹۷

اور شخصیت کا نظر نہ آنا دلالت کرتا ہے کہ وہ (حضرت خضر علیہ السلام) عالم ارواح میں ہیں۔

اور یہ جو بعض روایات میں آیا ہے کہ ایک شخص دراز قد اور کشادہ شانوں والا ایک تہبند اور ایک چادر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی گردنیں پھلانگتا ہوا اُن (حضرت علیؓ وغیرہ اہل بیت) کے پاس آیا یہاں تک کہ اُس نے گھر کے دروازے کے دونوں بازو پکڑ لئے اور رویا پھر صحابہ کرامؓ (رضی اللہ عنہم) کی طرف متوجہ ہوا اور کہا بیشک اللہ تعالیٰ ہی ہر مصیبت پر صبر دینے والا ہے الخ۔ پس ابو بکر (صدیق) رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا غالباً یہ خضر (علیہ السلام) تھے (جو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کی وفات) پر ہم لوگوں سے تعزیت کرنے آئے تھے۔ یہ ان روایتوں میں سے ہے جن کو بخاری نے اور فضیلی نے "الاصابۃ فی معرفۃ الصحابۃ" میں ضعیف کہا ہے۔ ابوبکر نقاش نے اپنی تفسیر میں علی بن موسیٰ الرضا اور محمد بن اسماعیل بخاری سے روایت کی ہے کہ بیشک خضر (علیہ السلام) مر چکے ہیں اور امام بخاری (رحمۃ اللہ) سے خضر (علیہ السلام) کی حیات کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے انکار کیا اور اس حدیث سے استدلال کیا کہ سو سال کے اختتام پر اُن لوگوں میں سے جو روئے زمین پر ہیں کوئی شخص بھی زمین پر باقی نہیں رہے گا اور یہ وہ حدیث ہے جس کو اُنھوں (امام بخاری) نے اپنی صحیح میں حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا ہے اور یہ حدیث اس شخص کے لئے عمدہ ہے جو اس بات کو اختیار کرے کہ وہ (خضر علیہ السلام) مر چکے ہیں اور اس بات کو نہ مانے کہ وہ باقی (زندہ) ہیں۔ اور ابو الحسن ابن المناوی نے اپنی اس کتاب میں جس کو خضر (علیہ السلام) کے حالات میں مرتب کیا ہے ابراہیم الحربیؒ سے نقل کیا ہے کہ خضر (علیہ السلام) مر چکے ہیں۔ اور ابن المناوی شکوریؒ نے اس پر اعتماد کیا ہے اور ابن الجوزیؒ نے اپنے رسالہ میں جو کہ اس بارے میں مرتب کیا ہے ابو یعلی ابن الفراء الحنبلی سے ذکر کیا ہے اُنھوں نے کہا کہ ہمارے کسی صاحب سے خضر (علیہ السلام) کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا وہ مر چکے ہیں تو اُنھوں نے کہا ہاں، اُنھوں نے کہا اور مجھ کو ابو طاہر العباری سے اسی کی مثل پہنچا ہے اور وہؒ دلیل دیتے تھے کہ اگر وہ زندہ ہوتے تو ضرور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ اور ابن الجوزیؒ نے استدلال کیا کہ اگر وہ (خضر علیہ السلام) زندہ ہوتے تو چونکہ وہ موسیٰ علیہ السلام اور اُن سے پہلے کے زمانہ میں تھے تو ضرور اُن (خضر علیہ السلام) کا قد و قامت اُن کے جسموں کے مطابق ہوتا اور ان کے اجسام کی مقدار ہمارے اجسام کی مقدار کے مانند نہیں تھی۔ جو لوگ اپنی تمام روایتوں میں خضر (علیہ السلام) کی رویت (دیکھنے) کا دعویٰ کرتے ہیں وہ (روایتیں) اس بات پر دلالت نہیں کرتیں کہ اُن (خضر علیہ السلام) کا جسم اُن (موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے لوگوں) کے اجسام کی مثل تھا۔ پھر اُنھوں (ابن الجوزی) نے اس چیز سے استدلال کیا کہ جس کو احمد نے المجاہد عن الشعبی عن جابر (رضی اللہ عنہم) کے طریق سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُس ذات کی قسم جس کے

www.maktabah.org

قبضہ میں میری جان ہے کہ بلا شبہ اگر موسیٰ (علیہ السلام) زندہ ہوتے تو ان کو میرے اتباع کے بغیر کوئی چارہ نہ ہوتا۔ انھوں (ابن الجوزیؒ) نے کہا کہ جب موسیٰ علیہ السلام کے حق میں یہ بات ہے تو پھر خضر (علیہ السلام) اگر زندہ ہوتے تو کیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع نہ کرتے۔ پس وہ آپ کے ساتھ جمعہ اور جماعت سے نمازیں پڑھتے اور آپ کے عہ ۳۵۷
جھنڈے کے نیچے جہاد کرتے جیسا کہ ثابت ہے کہ بیشک حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس امت کے امام کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ اور ابو الحسن ابن المناوی (رحمہ اللہ) سے خضر (علیہ السلام) کی طویل زندگی کے بارے میں پوچھا گیا اور یہ کہ آیا وہ ابھی زندہ ہیں یا نہیں؟ انھوں نے کہا کہ اکثر ضعیف (رائے والے) لوگ اُن روایات کی بنا پر جو اس بارے میں مروی ہیں اس بات کے معترف ہیں کہ وہ زندہ ہیں، انھوں (ابن المناویؒ) نے کہا کہ جو مرفوع احادیث اس بارے میں ہیں وہ ضعیف ہیں اور اہلِ کتاب کی طرف (ان کی) سند اعتبار سے ساقط ہے انھوں نے کہا اور اس کے سوا اور سب روایات اخبار سے ہیں پس وہ سب اول و آخر کے اعتبار سے (یعنی بالکل) ضعیف و سست ہیں اُن (روایتوں) کا حال دو امر سے خالی نہیں ہے یا تو ثقہ راویوں پر مجہول کی حالت میں (یہ روایات) داخل ہو گئیں یا ان میں سے بعض نے بالقصد (ان روایات کو بیان) کیا انھوں نے کہا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّن قَبْلِكَ الْخُلْدَ (ہم نے تجھ سے پہلے (بھی) کسی بشر کے لئے دائمی زندگی نہیں بنائی) انھوں نے کہا اور اگر خضر (علیہ السلام) زندہ ہوتے تو اُن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (کی خدمت میں حاضر ہوتے) سے اور ان کی طرف ہجرت کرنے سے پیچھے رہ جانے کی گنجائش نہیں تھی انھوں نے کہا اور ہمارے بعض اصحاب نے مجھ کو خبر دی کہ ابراہیم الحربی سے حضرت خضر (علیہ السلام) کی طویل زندگی کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے اس کا انکار کیا اور کہا وہ مرے ہوئے ہیں تم کلام الاصابہ [کتاب الاصابہ کا کلام ختم ہوا]۔

اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "ایک بزرگ نے خضر کو مقاماتِ سلوک کے ناموں میں شمار کیا ہے (اور کہا ہے) کہ سالکین میں سے جو شخص اس مقام تک پہنچ جاتا ہے وہ خضر کے نام سے موسوم ہو جاتا ہے اور وہ خضر جو کہ سکندر کا رفیق تھا وہ اسی وقت میں گذرا ہے" اور آپ نے لکھا تھا کہ یہ تحقیق حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہ) کی تحقیق کے مطابق ہے اور سلف (قدیم بزرگوں) کے اقوال کی تطبیق کے لئے اس مقام کے نام کو خضر کے ساتھ موسوم کیا ہے۔" (یہ بات) شک و شبہ کے مقام میں ہے کیونکہ اختلاف خضر معین علیہ السلام میں ہے اور ان کی حیات ثابت کرنے والے لوگ جو دلائل اپنے مقصد پر لائے ہیں اور جو حدیثیں انھوں نے نقل کی ہیں اور اُن کا آبِ حیات کو پینا شخص خضر پر دلالت کرتا ہے نہ کہ نوعِ خضر پر جو کہ کلی ہے اور ان دونوں بزرگواروں (حضرت خضر و الیاس علیہما السلام) نے حضرت عالی

www.maktabah.org

(مجدد الف ثانی قدس سرہ) سے ملاقات کے بعد جو یہ فرمایا کہ "ہم عالم ارواح سے ہیں اور ہماری ارواح کو اللہ تعالیٰ جل سلطانہ کے قدرت عطا فرمانے سے اجساد کے کا حکم واقع ہوتے ہیں اور قطبیہ مدار کے اہم معاملات ہماری طرف رجوع رکھتے ہیں" اس تطبیق سے بے نیاز ہے کیونکہ جب یہ (دونوں) حضرات اہم معاملات و خدمات میں مستقل ہیں اور ان کی روح نے جسم کا حکم اختیار کر لیا ہے تو پھر ہم اس بنا پر جو کہ پوشیدہ نہیں ہے دوسرے بہت سے خضر کس لئے ثابت کریں فہذا صلح عن تراضی الخصمین (پس یہ دو جھگڑنے والوں کی رضامندی کی صلح ہے)

دیگر آپ نے ارواح کے مشاہدہ کے بارے میں دریافت کیا تھا کہ "صورت کے بغیر ہے یا صورتوں کے ساتھ ہے الخ" آپ جان لیں کہ ارواح کا مشاہدہ کبھی مثالی صورتوں کے لباس میں ہوتا ہے کیونکہ ۲۵۳
عالم مثال میں ہر چیز کی ایک صورت کائن (موجود) ہے حتیٰ کہ معانی کی بھی وہاں صورتیں ہیں کہ جن کے ساتھ وہ منکشف ہوتے ہیں، یہ دید (مشاہدہ) وہم و خیال سے باہر ہے کیونکہ عالم مثال عالم شہادت کی طرح موجودات میں سے ہے یا ارواح اجسام کے ساتھ متجسم ہو کر صورتوں کے رنگ میں ظاہر ہوتی ہیں اور اس میں محذور (جس سے بچا جائے) نہیں ہے اور کبھی ان (ارواح) کا مشاہدہ صورتوں کے بغیر ہوتا ہے اور وہ روحانی ملاقات کی قسم سے ہوتا ہے جیسا کہ آپ نے خود لکھا ہے اور یہ معنی اور نیز سابقہ معانی فقراء کی جماعت میں کثیر الوقوع ہیں اور کلام کرنا، دیکھنا اور آوازوں کا سننا جیسا کہ روایتوں سے مفہوم ہوتا ہے ثابت ہے اور روحانی ملاقات کی قسم سے ہے یا سابقہ دونوں طریقوں کی قسم سے ہے اور واقعات میں آلات کی ضرورت نہ ہونے کو ماننے کی صورت میں بعض کے لئے صورتوں کا واسطہ بنانا سمجھنے اور سمجھانے کے لئے ہوتا ہے کیونکہ معانی اور باطنی احوال بھی مثالی صورتوں میں ظاہر ہوتے ہیں تاکہ قریب الفہم ہو جائیں۔

میرے مخدوم! ارواح اور برزخ صغریٰ کا معاملہ بہت نازک ہے اس بارے میں ظن و تخمین (اندازے) کے ساتھ جرأت نہیں کر سکتے، جو کچھ نصوص سے ثابت ہو چکا ہے اس پر مجمل ایمان لانا چاہئے اور اس کی تفصیل کو اللہ تعالیٰ کے علم کے حوالہ کرنا چاہئے کیونکہ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا۔ (اور تم کو صرف تھوڑا سا علم دیا گیا ہے) نص قاطع ہے ہم قبر کی فراخی و آسانی اور عذاب و تنگی پر ایمان لائیں اور اس کی تفصیلات میں مشغول نہ ہوں کیونکہ ہم اس پر مامور نہیں ہیں اور اسی طرح اموات (مردوں) کا آپس میں کلام کرنا (روایتوں میں) آیا ہے اور قبر کے عذاب میں مردوں کا چیخنا اور چلانا وارد ہوا ہے کہ جس کو ثقلین (انسانوں اور جنوں) کے سوا ہر وہ چیز جو مشرق و مغرب کے درمیان ہے سنتی ہے (اس کی مان لینا چاہئے) یا تو روح مجرد چیختی ہے کہ ثقلین (انسان و جن) کے سوا سب سنتے ہیں یا جسد کی آلہ

www.maktabah.org

(جسمانی اعضا) کے واسطہ سے کہ جس نے ایک طرح کی حیات پائی ہے پہنچتی ہے۔ اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "اگر وہ (ارواح) آلہ کی محتاج ہوں تو وہ عالمِ حدوث کو ابھی تک اپنے ساتھ رکھتی ہوں گی" میرے مخدوم! ممکن سے حدوث کا داغ زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی ہرگز زائل ہونے والا نہیں ہے۔ ؎

سیہ روئی ز ممکن در دو عالم جدا ہرگز نہ شد واللہ اعلم

[ممکن سے اس کی روسیاہی دونوں جہان میں ہرگز جدا ہونے والی نہیں ہے واللہ اعلم] ممکن اگرچہ اللہ تعالیٰ جل سلطانہٗ کا قُرب پیدا کرلے اور کمال کے درجات حاصل کرلے اپنی روحانیت و جسمانیت کے ساتھ جس عالم میں بھی ہو ممکن و حادث ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ماسوا ہر چیز کے حادث ہونے پر تمام مذاہب کا اجماع منعقد ہوچکا ہے اور انھوں نے اس کے منکر کی تکفیر کی ہے۔ حق جلّ و علا کے ماسوا کے قدیم ہونے کا خیال ہرگز نہ کریں اگرچہ کاملین کی ارواح ہی ہوں اور بنیاد میں خلل نہ ڈالیں۔ آخرت کی نجات علماء کے فتووں سے وابستہ ہے جو کشف کہ علماء کے فیصلے کے برخلاف ہو وہ اعتبار سے ساقط ہے، سیر و سلوک سے مقصود نفس کے پوشیدہ عیوب پر اطلاع ہونا اور احکامِ شرعیہ کے بجالانے میں آسانی کا حاصل ہونا اور شرکِ خفی کی باریکیوں کا زائل ہونا ہے جو کہ اطمینانِ نفس کے ساتھ وابستہ ہے دوسرے امور عمدہ کاموں میں سے نہیں ہیں جو کہ بحث سے خارج ہیں۔ ۳۵۷

آپ نے عدم اور فنا کے درمیان فرق کے بارے میں دریافت کیا تھا، میرے مخدوم! یہ سالکوں کے قدم پھسلنے کا مقام ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ طالب بیچارہ اپنے آپ کے عدم کے وجود کے ساتھ فانیٔ حقیقی سمجھتا اور کامل جانتا ہے مشکل ہے کہ وہ اس فرق کی طرف ہدایت پاسکے، اس وقت میں ایسا کامل و مکمل پیر میسر ہونا چاہئے جو کہ جذبہ و سلوک دونوں طریقوں سے پرورش یافتہ ہوتا کہ اس بیچارہ کو اس گرداب سے نکالے اور اس کے نقصان پر آگاہ کرے اور فنائے حقیقی کی طرف رہنمائی فرمائے۔ اس فقیر نے اس فرق کو کسی مکتوب میں لکھا ہے اور شاید (وہ) برادرم مولانا محمد صدیق کے پاس ہوگا جو کہ تمہارے شاہزادہ کی سرکار سے متعلق ہیں اگر میسر آجائے تو امید ہے کہ مطالعہ کریں گے۔

عدمؔ وہ فنا ہے جو اس جذبہ کی جہت میں ظاہر ہوتی ہے جس کے ساتھ سلوک ملا ہوا نہیں ہے اس وقت میں وہ اپنے آپ کو اور اپنی صفات کو نہیں پاتا اور گم کردیتا ہے۔ وجودِ عدم سے مراد وہ بقاؔ ہے جو کہ اس فنا و عدم پر جہتِ مذکورہ (جذبۂ بے سلوک کی جہت) میں مرتب ہوتی ہے اور فناؔ سے مراد مطلوب کی ہستی کا عارف پر اس قدر غلبہ ہوجاتا ہے کہ عارف اپنے اوصاف و اخلاق کو مطلوب کے اوصاف و اخلاق کا پَرتَو پاتا ہے، اس حد تک کہ سب کو اس بارگاہِ قدس کے بالکل حوالہ کردیتا ہے اور اپنے آپ کو سب سے خالی پاتا ہے پس پہلی صورت (یعنی عدم) میں اوصاف کا استتار (چھپ جانا) ہے جو کہ فنا کرنے والا نہیں ہے اور دوسری

www.maktabah.org

صورت (فنا) میں (اوصاف کا) ازالہ (زائل کرنا) ہے جو کہ فنا کرنے والا ہے۔ عنایتِ ازلی کے بغیر دشوار ہے کہ سالک اس فرق کی طرف ہدایت پا سکے اور استتار کو ازالہ سے جدا کرے۔ اور یہ جو آپ نے لکھا ہے "جو فرق کہ ان میں کیا جا سکتا ہے افاقہ کے بعد ہے کہ عدم وجودِ بشریت کی طرف عود کرتا ہے اور فنا دائمی نہیں ہے" میرے مخدوم! عدم میں حس سے غیبت (احساس نہ رہنا) درکار نہیں ہے جو وہ افاقہ کے بعد وجودِ بشری کی طرف واپس آئے، لوگ کئی کئی سال عدم اور وجودِ عدم میں گذارتے ہیں اور اس فنا و بقا کے ساتھ شیخت (پیری) کی گدی پر (متمکن) رہتے ہیں۔ اور یہ جو آپ نے کہا ہے کہ وجودِ عدم وجودِ بشریت کی طرف عود کرتا ہے اس معنی میں ہے کہ وجودِ فنا والے سالک کے بخلاف وجودِ عدم والا سالک اس عود سے محفوظ نہیں ہے۔ اور نیز صاحبِ عدم کو وجودِ بشریت اور وجودِ موہوب میں فرق کرنا دشوار ہے اور اکثر دفعہ وجودِ بشریت کو وجودِ حق جانتا ہے اور اپنے اوصاف کو اس کے اوصاف سمجھتا ہے اور یہ معنی فنائے حقیقی حاصل ہوئے بغیر مرتبہ کمال کی راہ میں (پیچھے) ہیں۔

۳۵۵ آپ نے مریدوں کے احوال لکھے تھے اس پر اللہ تعالیٰ جل شانہ کا شکر ادا کریں، مریدین آپ کے آئینے ہیں آپ کے ہی معانی ہیں جو کہ ان میں ظاہر (ہو رہے) ہیں، ان کے ساتھ اچھی طرح مشغول ہوں اور توجہات کریں اور ان کی ترقیات کے لئے دعا کرتے رہیں اور آدابِ شرع و آدابِ سلف اور اپنے بزرگوں کے طریقوں میں سے جو کچھ مناسب جانیں ان کے ساتھ برتیں اور وعظ و نصیحت کے طریقہ کو ترک نہ کریں اور آداب کی تعلیم دیں کہ کشادگی اس کے ساتھ وابستہ ہے، کوئی ایک بے ادب بھی خدا تک نہیں پہنچا ہے اور جب آپ واقعات کی تعبیر اور حال کی وضاحت اور نسبت عطا کرنے کے لئے اچھی طرح متوجہ ہوں گے تو امید ہے کہ بتدریج یہ امور حاصل ہو جائیں گے ؎

توکار بگفت کارداں کن ۔۔۔ خود کار بگویدت کہ آں کن

[تو کام جاننے والے تجربہ کار کے کہنے کے مطابق کام کر، کام تجھ کو خود دکھا دے گا کہ ایسا کر]

آپ نے لکھا تھا کہ "قرآن مجید کی تلاوت ان دنوں میں اچھی لگتی ہے" میرے مخدوم! یہ معنی، اور نماز کی حالت دونوں انجام کار (تکمیل) کی بشارت دینے والی ہیں۔ قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا [آپ کہہ دیجئے طٰہٰ ۱۱۴
اے میرے رب میرا علم زیادہ فرما] چاہئے کہ اپنے اوقات کو ان تین چیزوں سے آباد رکھیں، قرآن مجید کی تلاوت طویل قیام و خشوع و خضوع کے ساتھ نماز، اور کلمۂ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کا تکرار، اس کلمہ طیبہ کے لئے معین ورد مقرر کر لیں تو اچھا ہے کہ رات اور دن میں اس تعداد تک پہنچائیں۔

آپ نے اوراد و وظائف طلب کئے ہیں، فقیر نے احادیث کی معتبر کتابوں سے اچھی طرح تلاش کر کے پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اوراد و وظائف کو جمع کیا ہے لیکن ابھی تک مسودات صاف کر کے

www.maktabah.org

نہیں لکھے گئے ہیں کئی سال ہو گئے کہ مسودات ہی پڑے ہیں اُن کو صاف کرنے کی توفیق نہیں ہوئی اگر ہو سکا تو انشاء اللہ تعالیٰ اس میں سے کچھ حصہ لکھ کر بھیج دے گا (فی الحال) اگر حدیث کی کتابوں مثلاً مشکوٰۃ و حصن حصین سے کچھ وظائف انتخاب کر کے عمل میں لائیں تو مستحسن ہے، فقیر ان دنوں میں طالبوں اور ان کے احوال میں مطلقاً مشغول نہیں ہو سکتا معلوم نہیں اس میں کیا حکمت ہے۔ اس بات کی آرزو لگی ہوئی ہے کہ گوشہ میں بیٹھ جائے، شرعی ضرورت کے بغیر کسی شخص کے ساتھ ملاقات کی راہ و رسم نہ ہو۔ رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا (اے ہمارے رب! ہم کو اپنے پاس سے رحمت عطا فرما اور ہمارے کام میں ہمارے لئے ہدایت کا سامان مہیا فرما) دوستوں سے سلامتیٔ خاتمہ کی دعا کی امید رکھی جاتی ہے والسلام علیکم و علی سائر من اتبع الهدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ و علیٰ آلہ و اخوانہ من الانبیاء والملائکۃ والصالحین الصلوات والتسلیمات والبرکات العُلیٰ۔

مکتوب ۱۸۳

اس مقدس درگاہ کے خاک نشینوں میں سب سے کم درجہ فقیر حقیر محمد عبید اللہ عفی اللہ تعالیٰ عن زلاتہ کے نام بعض دقیق اسرار کے ذکر اور اُن شبہات کے حل میں تحریر فرمایا جو کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی بعض تحقیقات پر وارد ہوتے ہیں۔

۳۵۶ الحمد للہ و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، بعض اعلیٰ درجہ کے اسرار اور واضح تحقیقات تحریر کرتا ہے اچھی طرح سُنیں، سب سے آخری چیز جو کہ ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی) قدسنا اللہ بسرہ الاقدس نے لکھی ہے وہ مکتوب ہے جو کہ جلد ثالثؒ کے آخری دو مکتوبات سے پہلے ان کے متصل ہی مولانا حسن دہلوی کے نام ہے اور اس مکتوب میں تعین وجودی کے اوپر تعین حُبی کو ثابت کیا ہے اور اس سے ترقی کا انکار فرمایا ہے۔ دن کے وقت ان بلند معارف کے لکھنے میں مشغول رہے ہیں اور رات کے وقت حضرت عالی (قدس سرہ) کو بخار لاحق ہو گیا کہ اس بخار کے چھٹے روز آپ رحلت فرما گئے حضرت عالیؒ کے رحلت فرمانے کے بعد وہ تحریر معرضِ ظہور میں آئی اور مخلصین اس کے مطالعہ کے شرف سے مشرف ہوئے اور انھوں نے اس کی نقلیں کر لیں، ان بلند معارف کو تحریر کرنے کے بعد مرضِ موت کی شدتوں میں بھی بہت سے معارف و اسرار بیان کئے اور وصیتیں فرمائیں منجملہ ان اسرار کے ایک یہ تھا کہ جس رات کی صبح کو آپ رحلت فرمائیں گے یا اس سے ایک رات پہلے جبکہ حضرت مخدومیؒ ہمانجو سلمہ ربہ

لہ مخدوم زادہ حضرت خواجہ محمد سعید خازن الرحمۃ قدس سرہ العزیز۔

www.maktabah.org

بھی[1] اس وقت میں حاضر تھے اور مرض کا غلبہ تھا اور ضعف کمال درجہ پر تھا، آپ نے فرمایا مجھے بٹھاؤ
بندہ نے اپنی گود میں اُس پیشوائے اکابر کو بٹھایا چنانچہ حضرت عالی کا مبارک وزن اس ذرہ بےمقدار پر تھا
اُس وزن سے میں امید رکھتا ہوں کہ اس خاکسار کی زندگی میں بہت خوشگوار پھل لائیگا اور پوشیدہ رکھنے
کے لائق نہایت بلند اسرار اس دلفگار پر وارد کرے گا۔ قصہ مختصر حضرت عالی (قدس سرہ) نے فرمایا کہ
وصال لایزال کے لئے پکارنے والے نے میرے سر میں ندا دی کہ سلطان تجھ کو طلب کرتا ہے، میری بلند
پرواز ہمت کے مرغ نے بارگاہِ قدس کا رخ کیا حتی کہ پہنچا جہاں تک پہنچا، اس عالی مرتبہ بارگاہ سے
ندا سنی کہ سلطان گھر میں نہیں ہے، اس کے بعد معلوم ہوا کہ یہ مقام حقیقتِ کعبۂ ربانی ہے میں اس کے
ماوراء کی طرف دوڑا اور عروج کیا حتی کہ صفاتِ حقیقیہ کے مقام تک جو کہ وجودِ زائد کے ساتھ موجود ہیں
پہنچا، صفات کا یہ مقام صفات کی علمی صورتوں کے ماوراء ہے جو کہ تعینِ علمی کے مرتبہ میں کائن (موجود) ہیں
اور اُن صفات کی صورتوں کے ماوراء ہے جو کہ تعینِ وجودی و تعینِ تجلّی تعالیٰ و تقدس کے مرتبہ میں ہیں
میں اس مقام سے بھی اوپر متوجہ ہوا یہاں تک کہ ان صفات کے اصول کے ساتھ واصل ہوا جو کہ شیونِ ذاتیہ
ہیں اور ذات عز شانہ میں مجرد اعتبارات ہیں اور تم دونوں بھائی ہر مقام میں میرے ہمراہ ہو، اس مقام سے
اوپر کی طرف لے گئے اور ذاتِ بحت تک جو کہ نسبتوں اور اعتبارات سے مجرد ہے پہنچایا اور حضرت مخدومی[1]
کو فرمایا کہ تو میری امامت کے تعلق کی وجہ سے اس مقام میں میرے ساتھ ہے کیونکہ اس بیماری کے دنوں
میں حضرت عالی قدس سرہ کی امامت وہی کرتے تھے۔ اور فقیر سے فرمادیا تھا کہ تم مسجد میں دوستوں کے ساتھ ۲۵۷
نماز پڑھا کرو اور (وہاں) امامت کیا کرو۔ یہ بے پروبال تعمیل ارشاد کی غرض سے دوستوں کی جماعت کے ساتھ
مسجد میں نماز پڑھ کر باقی اوقات خدمت والا میں موجود رہتا تھا اور روز و شب اسی مکان میں جو کہ محبوب
کی ملاقات کا مقام تھا خدمتِ اقدس میں گذارتا تھا مختصر یہ ہے کہ اس احقر کو دوسرے راستے سے اصالۃً
اس انتہائی درجہ تک پہنچنے کا اشارہ کیا۔ اسی مجلس میں یا کسی دوسری مجلس میں اسی مرضِ موت میں فرمایا
کہ اس درجۂ کمال کا حصول اور اس بلند مرتبہ کا وصول حق سبحانہ و تعالیٰ کے کلام مجید کے ساتھ قوی تعلق
پیدا کرنے سے وابستہ ہے۔ میں قرآن مجید کے طفیل و توسط سے اس مقام کے ساتھ ممتاز ہوا ہوں کہ
قرآن مجید کے حروف میں سے ہر حرف کو ایک ایسا دریا پاتا ہوں جو کہ کعبۂ مقصود تک پہنچانے والا ہے
اسی اثنا میں اس بیت کو زبان شریف پر لائے کہ جس کے سنتے ہی حضرت ابو سعید ابوالخیر قدس سرہ
دور دراز کے فاصلے سے اس کے کہنے والے کی زیارت کے لئے گئے تھے اور وہ بیت یہ ہے ؎

---

[1] حضرت خواجہ محمد سعید قدس سرہ جو کہ ایام مرض الموت میں حضرت عالی کی امامت کے فرائض انجام دیتے تھے جیسا کہ یہاں مذکور ہے۔

www.maktabah.org

اندر غزلِ خویش نہاں خواہم گشت تا بر لبِ تو بوسہ زنم چونش بخوانی

[میں اپنی غزل میں پوشیدہ ہو جاؤں گا تاکہ جب تو اس کو پڑھے تو میں تیرے لب کو بوسہ دوں]

زبان شریعت پر لائے (پڑھا) اور بہت لطف اندوز ہوئے، اس کے بعد فرمایا ہمارے حال کے موافق اس طرح کہنا چاہیے ؎

اندر سخنِ دوست نہاں خواہم گشت تا بر لبِ او بوسہ زنم چونش بخواند

[میں دوست کی بات میں پوشیدہ ہو جاؤں گا تاکہ جب وہ اس کو پڑھے تو میں اس کے لب کو بوسہ دوں]

محب کی بات محبوب کے لب پر کہاں پہنچتی ہے جیسا کہ (خود) اس کی بات کو اس کے ساتھ قرب و منزلت ہے اس کی بات سے اس تک پہنچا جا سکتا ہے نہ کہ اپنی بات سے، کیونکہ اُس (مُحب) کی بات کوتاہ اور راستے ہی میں (رہ جانے والی) ہے، یہ حقیر کہتا ہے من عرف اللہ کل لسانہٗ [جس نے اللہ کو پہچانا اس کی زبان گونگی ہوگئی] اس کے لئے گواہ ہے۔ ع

بس سخن کوتاہ باید والسلام [بس بات مختصر کرنی چاہیے والسلام]

فصل بالخیر: اس مقام میں دو سوال وارد (ہوتے) ہیں: سوال اول یہ کہ حضرت عالی (قدس سرہ) نے اس مکتوب میں جو کہ سب سے آخر میں اس مرض کے متصل لکھا ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا، لکھا ہے کہ تعینِ اول سے جو کہ تعینِ حبی ہے ترقی واقع نہیں ہے کیونکہ اس کے اوپر لاتعین ہے اس مقام میں قدم رکھنا امکان سے باہر نکلنا اور وجوب کے ساتھ متحقق ہونا ہے جو کہ محال ہے اور یہ عروجات جو کہ واقع ہوئے ہیں سب تعینِ حُبّی کے اوپر ہیں اس کی کیا وجہ ہوگی۔ **جواب:** ہو سکتا ہے کہ ممنوع قدمی وصول ہو اور یہاں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ نظری ہو تو اس صورت میں کوئی منافات نہیں ہے شاید کہ اس فقیر نے اس معنی کو حضرت عالی قدس سرہٗ سے اسی مجلس میں استفادہ کیا ہے۔

سوال دوم: یہ کہ حضرت عالی قدس سرہ کی بعض عبارتوں سے مستفاد ہوتا ہے کہ حقیقتِ کعبہ شیون وصفات کے اعتبار سے اوپر ہے اور سابقہ عبارت سے اس کے خلاف مفہوم ہوا ہے۔ **جواب** ۲۵۸
جن صفات و شیون سے حقیقتِ کعبہ اوپر ہے اُن سے مراد صفات کی علمی صورتیں ہیں جو کہ تعینِ علمی کے مرتبہ میں ثابت ہیں کیونکہ قوم (اہلِ تصوف) کی اصطلاح میں صفات و شیون سے مراد یہی علمی تفصیلی صورتیں ہیں جیسا کہ اس مرتبہ کے اجمال کو مرتبۂ ذات کہتے ہیں اور اس کی تجلی کو تجلیٔ ذات جانتے ہیں اور نیز ان صفاتِ حضیض (نیچے درجے کی صفات) سے مراد تعینِ وجودی کے مرتبہ کی تفصیل کے حصے ہیں کہ ہمارے حضرت عالی (قدس سرہ) کو اس تعین کے ثابت کرنے کا امتیاز حاصل ہے اور حضرت شیخ محی الدین ابنِ عربی اور ان کے

www.maktabah.org

متبعین قدس اسرارہم کے نزدیک یہ مرتبہ، مرتبۂ لاتعین اور مرتبۂ اطلاقِ ذات تعالیٰ ہے کیونکہ تعینِ علمی اجمالی کے اوپر جو کہ ان کے نزدیک تعینِ اول ہے مرتبۂ لاتعین اور وجودِ بحت ہے اور ہمارے نزدیک یہ مرتبہ جو کہ مرتبۂ وجودِ بحت ہے تعین کے ساتھ موصوف ہے اور تعیناتِ صفات بھی اس مرتبہ میں ثابت ہیں کہ منجملہ اُن تعینات کے تعین علمی بھی ہے لیکن چونکہ علم صفات میں سب سے زیادہ جامع ہے (اس لئے) اس مقام میں بھی وجود کی طرح صفات و شیوناتِ ذاتیہ کائن (موجود) ہیں اور اس کے لئے بھی وجود کی طرح دو مرتبے ہیں: مرتبۂ اجمال کہ جس کو دوسرے حضرات تعینِ اول اور حقیقتِ محمدی جانتے ہیں اور مرتبۂ تفصیل۔ اس تحقیق سے واضح ہو گیا کہ تعین علمی جملی صفتِ علم کا تعین اول ہے جو کہ صفاتِ حقیقیہ زائدہ سے ہے نہ کہ حضرت ذات تعالیٰ کا تعینِ اول، بلکہ اس کے خاص صفتِ علم کا تعینِ اول ہونے میں بھی کلام ہے کیونکہ اس آخری مکتوب میں انھوں نے تعینِ وجودی کے اوپر تعینِ حُبّی کو ثابت کیا ہے کہ اس مقام میں بھی اجمال و تفصیل ہے۔

ہم اصل بات بیان کرتے ہیں، حقیقتِ کعبۂ ربانی جس طرح کہ صورِ علمیۂ واحدیت کے اوپر ہے جو کہ قوم کے نزدیک شیون و صفات کا مقام ہے اور اجمالِ علم کے اوپر ہے جو کہ ان کے نزدیک وحدت و تجلی ذات کا مقام ہے اسی طرح تفصیلِ کمالات کے اوپر حضرتِ وجود کا مرتبہ ہے کہ ہمارے حضرت عالی (قدس سرہ) کے نزدیک اس کا ہر حصہ حضرتِ ذات کے کمالات میں سے ایک کمال ہے اور اس تعالیٰ شانہ کی صفات میں سے ایک صفت ہے اور نیز اجمال کے اوپر حضرتِ وجود ہے جو کہ حضرتِ عالی قدس سرہ کے قولِ قدیم کے مطابق تعینِ اول و حقیقتِ محمدی ہے اور حضرتِ عالی کے آخری قول میں تعینِ اول و حقیقتِ محمدی کا تعینِ حُبّی ہے جو کہ تعینِ وجودی کے اوپر ہے کیونکہ حُب ہی ہے جس نے کہ وجود و ایجاد کے سلسلہ کو حرکت دی ہے چنانچہ فاحببتُ ان اُعرف [میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں] اس کا ایک رمز ہے، اور حقیقتِ کعبۂ ربانی اس تعینِ حُبّی سے بھی فوقیت رکھتی ہے اور ان حقائق کی اجمال و تفصیل سے بھی برتر ہے جو کہ بشری و ملکی حقائق کا منتہا ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ کعبہ اگرچہ بیت اللہ ہے لیکن مومن کا قلب بھی بمعنی الحدیث کے بموجب
ص ۳۵۹

اس کا حکم رکھتا ہے پس اس کو اس پر فوقیت کس لحاظ سے ہوگی۔ ہم کہتے ہیں وَلِلّٰہِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی [اور اللہ تعالیٰ کے لئے اعلیٰ شان ہے]۔ عالمِ مجاز (دنیا) میں بادشاہوں کے لئے اگرچہ بہت سے مکانات اور نشستگاہیں ہیں لیکن گھر (پھر بھی) گھر ہے کہ وہ اغیار کی مزاحمت سے محفوظ ہے اور محبوب کی آرامگاہ ہے دوسری نشستگاہ کو گھر کے ساتھ کیا نسبت اور کونسی برابری ہے۔ یہ بات تو یہاں ختم ہوئی رہیں صفاتِ حقیقیہ
ط ۱۲/۳۰

زائدہ کہ جن کا ذات تعالیٰ شانہ سے انفکاک (جدا ہونا) ہرگز جائز نہیں ہے وہ اگر بیت اللہ سے اوپر ہوں تو

www.maktabah.org

اس کی گنجائش ہے والعلم عند اللّٰہ سبحانہ [اور اللہ سبحانہ ہی کو علم ہے] پس تضاد دور ہو گیا اور اشتباہ جاتا رہا۔

تنبیہ ❀: سابقہ بیان سے واضح ہو گیا کہ حقیقتِ کعبۂ ربانی حقیقتِ محمدی سے اوپر ہے کیونکہ حقیقتِ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ مراتبِ تعینات سے ناشی اور حقیقتِ کعبہ مراتبِ تعینات سے اوپر ہے، رہی یہ بات کہ حقیقتِ قرآن مجید سبحانی حقیقتِ کعبۂ ربانی کے ساتھ کیا نسبت رکھتی ہے"۔ رسالہ مبدأ و معاد میں جو کہ ہمارے حضرت عالی قدس سرہٗ کی تصنیفات سے ہے یہ ہے کہ حقیقتِ قرآنی و حقیقتِ کعبۂ ربانی (دونوں) حقیقتِ محمدی سے اوپر ہیں اور حقیقتِ کعبۂ ربانی حقیقتِ قرآنی سے اوپر ہے اور مکتوباتِ شریفہ جلد ثالث کے ایک مکتوب میں انھوں نے لکھا ہے کہ حقیقتِ قرآنی حقیقتِ کعبہ سے اوپر ہے اور مذکورۂ بالا تحریر میں جو کچھ حضرت عالی قدس سرہٗ سے منقول ہوا وہ بھی اسی معنی کی خبر دیتا ہے، ان ہر دو تحقیق کے درمیان جو کچھ تطبیق (میرے) ناقص خیال میں آتی ہے وہ تحقیقِ سابق سے پیدا ہوئی ہے جس کو شیون و صفاتِ واجبی تعالیٰ کے بیان میں مفصل ذکر کیا ہے، کیونکہ قرآن مجید اس سبحانہ و تعالیٰ کی صفت یا شان سے ناشی (ظاہر ہوا) ہے اور شیون و صفات میں دو اعتبار بیان ہوئے، اعتبارِ تعین و اعتبارِ اطلاق و لاتعین، پس ان دو اعتبار پر نظر کرتے ہوئے ان دونوں حقیقتوں میں سے ہر ایک کو دوسری پر سبقت کا حکم ہو سکتا ہے ایک حکم ایک اعتبار سے ہو گا اور دوسرا حکم دوسرے اعتبار کے موافق ہو گا پس حقیقت میں کوئی تخالف نہیں ہے۔ اور جو کچھ کہ جلد ثالث کے سویں مکتوب میں درج ہے کہ "کعبۂ ربانی کا معاملہ ان ہر دو ظہور اسمی یعنی ظہورِ قرآنی و ظہورِ محمدی سے بھی عجیب تر ہے کہ وہاں صورتوں اور شکلوں کے لباس کے بغیر حقیقتِ تنزیہی کا ظہور ہے کیونکہ کعبہ جو کہ مخلوق کا مسجود الیہ ہے اس سے مراد پتھر اور ڈھیلے نہیں ہیں اور اسی طرح دیواریں اور چھت (عمارت) نہیں ہے کیونکہ اگر یہ چیزیں نہ بھی ہوں کعبہ تب بھی کعبہ ہی ہے اور مسجود الیہ ہے پس اس ص۳۱۰
مقام میں ظہور ہے لیکن (اس کی) کوئی صورت نہیں ہے اور یہ نہایت ہی عجیب بات ہے انتہیٰ"۔ یہ عبارت حقیقتِ قرآنی پر اس حقیقت (حقیقتِ کعبہ) کی فوقیت پر دلالت نہیں کرتی کیونکہ معنی تنزیہی یا الوہیت و ربوبیت و وجوب و وجود وغیرہا سے جو کچھ اُس بارگاہ جل سلطانہ میں اعتبار کیا جائے، صفاتِ حقیقیہ سے جو کہ وجودِ خارجی کی رنگی سے ملی ہوئی ہے نیچے کے درجے میں ہے جیسا کہ جلد ثانی کے مکتوبِ ثالث میں یہ معنی واضح و شرح بیان کئے ہیں ہاں اس حقیقت کا ظہور صورت کے لباس کے بغیر ہے ظہورِ کلام مجید و ظہورِ محمدی کے برخلاف کہ یہ حرف و آواز اور انسانی صورت کے لباس میں ہے اور یہ عجائب میں سے ہے اور حقیقتِ محمدی چونکہ اسمائے اضافیہ میں سے ہے ناچار ان دونوں حقیقتوں سے نیچے کے درجے میں ہو گی۔

سوال: اس بیان سے لازم آیا کہ کعبۂ مکرمہ ہمارے پیغمبر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے

www.maktabah.org

افضل ہو۔ جواب، ہم کہتے ہیں کہ یہ ممنوع ہے کیونکہ ایک حقیقت کو دوسری پر فوقیت ہونا پہلی حقیقت والے کی دوسری حقیقت والے پر افضلیت کا موجب نہیں ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ نیچے کی حقیقت والے کو اوپر کی حقیقت پر عروجات حاصل ہو جائیں اور قرب کے مراتب پیش آئیں اور اوپر کی حقیقت والا اپنی حقیقت کا پابند رہے اور اپنی حقیقت سے عروج (ترقی) نہ کرے اور مراتب قرب کی کثرت کہ جس پر فضیلت کا مدار ہے حاصل نہ کرے، کیا تو نہیں دیکھتا کہ ملاءِ اعلیٰ (فرشتوں) کی ولایت خواصِ بشر کی ولایت کے اوپر ہے اور (حالانکہ) ملائکہ کے حقایق سے عروج کے اعتبار سے خواصِ بشر کو فضیلت ہے اور ملائکہ کو اپنے حقایق سے عروج نہیں ہے، وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ [اور ہم میں سے ہر ایک کا ایک معلوم (معین) مقام ہے] اور صافات ۱۶۴
اس مسئلہ میں بھی جس کو ہم یہاں بیان کر رہے ہیں یہ معنی ظاہر ہیں۔ اور نیز عالمِ امر عالمِ خلق سے اوپر ہے اور فضیلت عالمِ خلق ہی کو ہے کیونکہ عالمِ خلق کا قرب اصلی ہے اور عالمِ امر کا قرب ظلی ہے، عنصرِ خاک عالمِ خلق و عالمِ امر کے لطائف میں سب سے پست ہے اور اس کی پستی اس کی بلندی کا سبب بن گئی ہے اور جو قرب کہ خاکیوں کو حاصل ہے وہ قدسیوں (ملائکہ) کو نہیں ہے ؎

زمیں زادہ بر آسماں تاختہ   زمین و زماں را پس انداختہ

[زمیں زادہ (انسان، مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) آسمان پر چلے گئے اور زمین و زمان کو پیچھے چھوڑ گئے]۔

فافهم ولا تكن من القاصرين [پس سمجھ لیجئے اور کوتاہی کرنے والوں میں سے نہ ہو جائیے۔]

اگر یہ کہیں کہ حضرت عالی قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس نے اس مکتوب میں جو کہ شیخ طاہر جونپوری کے نام لکھا ہے اور وہ مکتوب مکتوبات قدسی آیات کی جلدوں میں شامل نہیں ہوا ہے لکھا ہے کہ "حقیقت کعبہ سے مراد ذات بیچون واجب الوجود جل سلطانہ ہے کہ ظلیت اور ظہور کی خاک بھی گرد بھی اس کو نہیں پہنچی ہے ۳۶۸
اور مسجود و معبود ہونے کے لائق ہے"۔ اس عبارت سے اس حقیقت کی صفاتِ حقیقیہ و حقیقتِ قرآنی سے مطلقاً فوقیت لازم آتی ہے جو کہ سابقہ تحقیق کے برخلاف ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اولاً چونکہ قوم کے نزدیک مسلم ہے کہ مراتبِ تعینات کے اوپر جو کہ ظلال و ظہورات کے مراتب ہیں اطلاق ذات تعالیٰ کا مرتبہ ہے اسی بنا پر حضرت عالی (قدس سرہ) نے بھی اس مرتبہ کو ذات بیچوں کے ساتھ تعبیر کیا ہوگا اور اس تحقیق و تفصیل کو کہ (حقیقت کعبہ ربانی) تعین علمی و وجودی و حُبی کے اوپر ہے اس کے بعد افادہ فرمایا ہوگا۔ دوسرے یہ کہ ہو سکتا ہے کہ اس حقیقت کو اس تعلق کے اعتبار سے جو کہ صاحب بیت کو بیت کے ساتھ (ہوتا) ہے مجازاً ذات بیچون فرمایا ہوگا کیونکہ حقیقت میں مسجود ذات بیچون تعالیٰ ہے اور بیت (گھر) واسطہ ہے اور حقیقت کہ جس کے متعلق یہاں بات کی جا رہی ہے بیت (گھر) کے معنی اس میں ملحوظ ہیں۔ اور تیسرے یہ کہ ہو سکتا ہے

www.maktabah.org

کہ ذاتِ بیچون سے مراد معبودیت و مسجودیت اور اس کے مانند امور کے اعتبار کے ساتھ مقید ہونا کہ ذاتِ مطلق جو کہ نسبتوں اور اعتبارات سے خالی ہو جیسا کہ لفظ "سلطان گھر میں نہیں ہے" جو کہ اس مکتوب کے شروع میں لکھا جا چکا ہے اس معنی کی خبر دیتا ہے یعنی سلطان کو اس بات سے قطع نظر کرکے کہ وہ گھر کے ساتھ نسبت رکھتا ہے ڈھونڈنا چاہئے اور ان اعتبارات سے باہر طلب کرنا چاہئے اور صفاتِ حقیقیہ کو اور اسی طرح شیونات کو جو کہ ان صفات کے لئے اصول کی مانند ہیں ذات تعالیٰ کے تمام اعتبارات پر فوقیت ہے کیونکہ ذات مقید باعتبار میں ملحوظ وہی اعتبار ہے نہ کہ ذات جیسا کہ اربابِ معقول نے علمِ شئی بوجہ کے بارے میں کہا ہے کہ معلوم وہی وجہ ہے نہ کہ شئی اور حقیقتِ قرآنی تمام کمالاتِ ذاتیہ کی جامع ہے جو کہ اولاً صفات کے مرتبہ میں بلکہ شانِ کلام کے مرتبہ میں فائض ہوتے ہیں پھر وہاں سے عالم کو فائدہ پہنچاتے ہیں اور وہ حقیقت (قرآن مجید) اس شان (شانِ کلام) کے توسط سے لفظی صورت اختیار کرکے جلوہ گر ہوئی ہے جیسا کہ حضرت عالی (قدس سرہ) نے لکھا ہے کہ "مرتبۂ شیونات میں جو کہ اعتبارات کے ساتھ زائد ہونے کے سوا ذات پر زائد نہیں ہیں شانِ کلام اس معنی کے ساتھ مخصوص ہو گئی اور ذات و شیونات کے مرتبہ میں کمالات سے جو کچھ متحقق تھا تمام شانِ کلام میں فائض ہو گیا اور اس شان (کلام) کی تمام حقیقت کا حاصل (نچوڑ) یہی قرآن ہے، اسی عربی عبارت اور مصاحف میں لکھی ہوئی مقررہ ترتیب کے ساتھ ہے اور بس اور جو کتاب بھی جس نبی پر نازل ہوئی ہے اسی قرآن کے اجزا میں سے ایک جز ہے کہ اس کی بعض عبارتوں سے بعض وجوہ کے ساتھ مستفاد ہے اور تمام کائنات کی تخلیق ان کے اول سے آخر تک اسی سے مستفاد ہے کہ

یٰس ۸۲ اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ اِذَآ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ [بیشک جب ہم کسی چیز کا ارادہ کرتے ہیں تو ہمارا اس کو یہ کہنا کافی ہے کہ ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے] اس قول کی تصدیق کرتی ہے وھو سبحانہ اعلم [اور وہی سبحانہ و تعالیٰ بہتر جانتا ہے]

۳۶۲ کئی سال ہو گئے کہ یہ خدشہ دل میں جاگزیں تھا اور کھٹکتا رہتا تھا اور اس کے حل کے ساتھ جیسا کہ ہونا چاہئے ہدایت نہیں پاتا تھا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ اعراف ۴۳ [سب تعریف اللہ کیلئے ہے جس نے ہم کو اس مقام کی طرف ہدایت کی اور اگر اللہ ہم کو ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی بھی ہدایت نہ پاتے] صلوات اللہ تعالیٰ و تسلیماتہ سبحانہ و برکاتہ تعالیٰ علی نبینا و علی جمیع الانبیاء و المرسلین والملائکۃ المقربین و سائر الصالحین اجمعین آمین۔

مکتوب ۱۸۴

www.maktabah.org

ارشاد پناہ میر محمد نعمان کے نام اپنے اعمال کو ناقص دیکھنے اور اُن (مجدد الف ثانی قدس سرہٗ العزیز) کی نسبت کے انکشاف کے بارے میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ اور ارسال تسلیمات کے بعد نقابت و نجابت دستگاہ کے خادموں کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ آپ کے مکتوب گرامی نے ان دنوں میں مشرف کیا۔ آپ نے کسر نفسی کے طور پر کچھ چیزیں لکھی تھیں اور ان فقراء سے دعائیں طلب کی تھیں۔ میرے مکرم! یہ فرقت زدہ کسی چیز کے قابل نہیں ہے اور اپنے آپ کو بزرگوں کے ساتھ کسی قسم کی کوئی نسبت نہیں دے سکتا ہے

من ہیچم و کم ز ہیچ ہم بسیارے وز ہیچ و کم از ہیچ نیاید کارے

[میں ہیچ ہوں اور (بلکہ) ہیچ سے بھی بہت کم ہوں اور ہیچ اور جو ہیچ سے بھی کم ہو اس سے کوئی کام نہیں بنتا]

آپ نے لکھا تھا کہ حزار فایض الانوار میں توجہ کریں کہ طالبوں کو شغل بتانا اور حلقہ کرانا پسندیدہ ہے یا ناپسندیدہ اگر پسندیدہ نہ ہو تو میں اس کام کو ترک کر دوں۔ آپ کے فرمان کے مطابق روضہ منورہ میں جا کر مذکورہ التماس کو آپ کی جانب سے پیش کیا، اس امر عظیم کے ترک کرنے میں حضرت عالی قدس سرہٗ کی مرضی کسی طرح ظاہر نہیں ہوئی اور پورا مبالغہ اس مقصد کے ساتھ مشغول ہونے میں معلوم ہوا۔ اس اثنا میں آپ کی نسبت کی بلندی اور اس کی موجوں کا تلاطم نظر آیا والعلم عند اللہ سبحانہ [اور صحیح علم اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی کو ہے] والسلام علیکم وعلیٰ من لدیکم [اور آپ پر اور آپ کے نزدیک والوں پر سلام ہو]

مکتوب ۱۸۵

میرک عطاء اللہ کے نام سالک کی عدمیت اور ممکن کی ماہیت کے بیان میں تحریر فرمایا۔

حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ دونوں جہان کے مقاصد کے حصول کے ساتھ سربلند رکھے۔ میرے مخدوم! مطلوب کے لطائف بیان سے بالاتر اور محبوب کے نفائس تحریر سے باہر ہیں جب تک وہ ظاہر نہیں ہے اس کا طالب ظاہر اور اس کی طلب میں بےچین ہے، جب وہ ظاہر ہو جاتا ہے تو عاشق بیچارہ ہستی کا سامان درمیان سے اٹھا لیتا ہے (یعنی محبوب میں فنا ہو جاتا ہے) کیونکہ ممکن کی ذات عدم ہے جس نے کمالات وجودی کے انعکاس سے عارضی نمود پیدا کر لی ہے اور اس تخیلی نمود کے ساتھ اپنے آپ کو کامل اور ۳۶۳ بہتر خیال کر لیا ہے اور اس بے بنیاد پر طویل بنیاد رکھی ہے اور جب کرم کی سبقت سے کمالات اصل پر تو ڈالتے ہیں اور معاملہ کی حقیقت کھل جاتی ہے تو انعکاسی کمالات اصل کی طرف لوٹ جاتے ہیں اور امانتیں

www.maktabah.org

اہلِ امانات کے سپرد ہو جاتی ہیں اور عارف صحرائے عدم کی طرف رُخ کر لیتا ہے اور ہستی موہوم سے نکل جاتا ہے اسوقت وہ فنائے حقیقی سے مشرف ہو جاتا ہے ظل بیچارہ کہ مطلوب ہے جس کا حصہ استہلاک و اضمحلال کے سوا اور کچھ نہیں ہے اس کے کمالات سے کیا حاصل کرے اور اس کے حسن و جمال کا کس طرح پتہ لگائے ؎ بقائے

گیرم کہ بغم خانۂ ما یار خرامد کو حوصلہ و طاقت دیدار کہ دارد

[میں مانتا ہوں کہ ہمارے غم خانۂ (دل) میں محبوب خوش خرام ہے لیکن اس کے دیدار کا حوصلہ و طاقت کس کو ہے]

حق سبحانہ تعالیٰ نبی کریم اور آپ کی آل کرام علیہ و علیہم الصلوات والبرکات الی یوم التناد کے طفیل ہم جیسے فرقت زدوں کو اُن معانی کے ساتھ کچھ ایمان نصیب کرے اور اس چشمہ سے کچھ شربت عنایت فرمائے۔

مکتوب ۱۸۶

میرزا امان اللہ کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ اگرچہ قرب ولایت میں اطمینان نفس (کا حصول) ہے لیکن اس کا کمال قُربِ نبوت میں ہے :

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حامداً اللہ سبحانہ ومصلیاً علی رسولہ الکریم۔ حضرتِ حق سبحانہ وتعالیٰ آپ کو کمال و اکمال کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز فرمائے اور نفسِ امارہ کو مطمئنہ بنائے۔ مطمئنہ ہونے سے پہلے نفس شریعت کی صورت کے ساتھ متلبس ہے مثال کے طور پر اگر نماز ادا کرتا ہے تو وہ نماز کی صورت ہے اور اگر روزہ رکھتا ہے تو (وہ) روزہ کی صورت ہے، اور (نفس کے) اطمینان کے بعد شریعت کی حقیقت تک ترقی کرتا ہے اور ایمان و نماز و روزہ و حج و زکوٰۃ وغیرہ کی حقیقت کے ساتھ متحقق ہو جاتا ہے، کمال درجہ کا اطمینانِ نفس قُربِ نبوت پر موقوف ہے قربِ ولایت میں بھی اگرچہ ایک قسم کا اطمینان ثابت ہے لیکن اس کا کمال، کمالاتِ نبوت میں ہے، اہلِ ولایت قربِ ولایت کے اندازے کے مطابق حاصل کرتے ہیں ؎

ہر چند کہ نفس مطمئنہ گردد ہر گز زصفاتِ خود نگردد

[اگرچہ نفس مطمئنہ ہو جائے (پھر بھی) وہ اپنی صفات سے ہرگز نہیں پھرتا] قربِ نبوت حاصل ہونے کے بعد اصالتہً و راثتہً و تبعیتہً بُری اور خراب صفات کا نام و نشان نہیں رہتا اور مخالفت کامل طور پر اور جڑ بنیاد سے اُس سے اٹھ جاتی ہے اور عالمِ امر کے لطائف کی مانند مطلوب میں فانی اور مستغرق ہو جاتا ہے، مستہلک (نیست و نابود) سے مخالفت نہیں ہوتی اور فانی سے خلاف ظاہر نہیں ہوتا پس قربِ ولایت میں اطمینان کے مطابق شریعت کی حقیقت سے حصہ پاتا ہے اور شریعت کی حقیقت کے ساتھ کامل درجہ کا

www.maktabah.org

تحقیق کمالاتِ نبوت کے ثمرات سے ہے یہ وہ کمال ہے کہ جس میں تمام انبیاء علیہم السلام والصلوات والبرکات شریک ہیں جو خصوصیت کہ انبیائے مرسل اور انبیائے اولوالعزم اور خاتم الرسل علیہم التحیات والصلوات والتسلیمات کے درمیان ان کے درجات کے فرق کے مطابق ثابت ہے وہ جدا ہے اور شریعت کی صورت حقیقت سے ماوراء ہے اگرچہ شریعت اصل اور بنیاد ہے۔

مکتوب ۱۸۷

آغا رشید کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ انسان کی پیدائش سے مقصود حق تعالیٰ جل شانہ کی معرفت حاصل کرنا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، اللہ تعالیٰ فیض کے دروازے ہمیشہ کھلے رکھے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۝ (اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا ہے) حق سبحانہ وتعالیٰ نے آدمی کو اپنی عبادت اور بندگی کے لئے پیدا کیا ہے اور وہ عبادت کہ عابد کا وجود جس کے درمیان میں ہو اہل اللہ کے نزدیک اعتبار کے دائرہ سے خارج ہے جو عبادت کہ حضرت بے نیاز (تعالیٰ شانہٗ) کی قبولیت کے لائق ہے وہ یہ ہے کہ عبادت کرنے والا اس کے درمیان میں نہ ہو اور یہ معنی معرفت کو ادا کرنے کے مترادف ہیں کیونکہ معروف میں فنا ہو جانا معرفت ہے جو کہ ادراک بسیط ہے پس معرفت عبادت کے لئے شرط ہوئی اور معرفت کے بغیر عبادت صورت پذیر نہیں ہوتی اور جس چیز کے بغیر مطلوب پورا نہیں ہوتا وہ چیز بھی واجب اور مطلوب ہے پس اللہ تعالیٰ کی معرفت بھی انسان کی پیدائش کا مطلوب ٹھہری اور جو عبادت کہ معرفت حاصل ہونے سے پہلے ہے معرفتِ مطلوبہ کے وسائل میں سے ہے پس وہ عبادت بھی مطلوب ہوئی لیکن یہ عبادت سالک کی ہے اور وہ عبادت عارف کی ان دونوں میں بہت فرق ہے۔ رَبَّنَا أَتْمِمْ لَنَا نُورَنَا وَاغْفِرْ لَنَا إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (اے ہمارے رب ہمارے لئے ہمارا نور (ہدایت) پورا فرما دے اور ہمیں بخش دے بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔)

مکتوب ۱۸۸

خواجہ عبد الصمد کابلی کے نام اس بارے میں کہ مرید پیر کے کمالات کا آئینہ ہے اور نصیحتوں کے بیان میں تحریر فرمایا۔

گرامی نامہ پہنچا، آپ نے سلسلے کے دوستوں کی سرگرمی کے بارے میں لکھا تھا کہ بعض حاضر ہو کر نفی خطرات کی خبر دیتے ہیں، اس پر اللہ تعالیٰ کا بے حد حمد و شکر ہے، آپ کے دوست آپ کے آئینے ہیں آپ کے

www.maktabah.org

۳۶۵ احوال ہیں جو کہ ان کے آئینے میں منعکس ہوتے ہیں اپنے کام میں دل سے مشغول رہیں، دوستوں کے احوال میں بھی متوجہ رہیں اور اپنے احوال میں بھی مصروف رہیں، ایک دو وقت خلوت کے لئے مقرر کریں اور کلمۂ طیبہ کے تکرار کے ساتھ بہت زیادہ رغبت رکھیں اور لا کے ساتھ مرادوں اور مقاصد کی نفی کریں اور اپنی ذات سے وجود اور اس کے توابع کا سلب تلاش کریں تاکہ پوری طرح نفی ہو جائے اور ذاتی عدمیت اور فطری فقر ظاہر ہو جائے اور بندگی کی حقیقت اور اللہ تعالیٰ جل شانہ کا کمال جلوہ گر ہو جائے۔

مکتوب ۱۸۹

مخدوم زادۂ عالی قدر شیخ محمد صبغۃ اللہ سلمہ ربہ کی خدمت میں اس پاکیزہ کلام کی شرح میں تحریر فرمایا جو کہ حضرت مجدد الف ثانی امام ربانی قدس سرہٗ کو الہام کیا گیا ہے کہ میں نے تیری دنیا کو آخرت بنا دیا۔

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وآلہٖ وصحبہٖ اجمعین۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی ہمارے حضرت عالی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ بشارت دی گئی تھی کہ میں نے تیری دنیا کو آخرت بنا دیا۔ چند سطریں اس عبارتِ عالیہ کی شرح اور مکاشفۂ غیبیہ کے حل میں لکھی جاتی ہیں گوشِ ہوش کے ساتھ سماعت فرمائیں۔ آپ جان لیں کہ جو کچھ دنیا میں مشہود ہوتا ہے وہ ظلیت کی آمیزش کے بغیر نہیں ہے کیونکہ دنیا ظلیت کی آمیزش کے بغیر اصل کے ظہور کی طاقت نہیں رکھتی اور اصل کے ظہور کا مقام آخرت ہے اور چونکہ اُن (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ) کی دنیا نے آخرت کا حکم لے لیا ہے اس لئے جس چیز کا وعدہ آخرت میں ہے (وہ اُن کے لئے) اس دنیا میں جلوہ گر ہو گئی اور ظلیت کی آمیزش کے بغیر اصل سے کچھ حصہ حاصل ہو گیا اور نیز ہو سکتا ہے کہ اس فانی دنیا کے بعض منافع جو کہ آخرت کے درجات کی کمی کا باعث ہیں ان کے حق میں اس طرح سے نہ ہوں بلکہ درجات کی ترقی کا باعث ہوں جیسا کہ آخرت کی نعمتیں کہ ان کے ساتھ نفع اٹھانا ترقی کا موجب ہے۔ اس کا بیان یہ ہے کہ بہشت اشجار و انہار اور اسی طرح اس مقام کی حور و غلمان اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے تنزیہی و تحمیدی معانی کے مظاہر ہیں کہ اس دنیا میں وہی معانی حروف کے لباس اور کلمات کی صورتوں میں مثلاً سبحان اللہ اور الحمد للہ میں ظاہر ہوئے ہیں، اور جس طرح کہ ان کلمات کا استعمال اس دار دنیا میں ترقی کا سبب ہے اسی طرح بہشت میں اُن میووں اور پھلوں سے فائدہ حاصل کرنا اور ان لذتوں اور نعمتوں کا استعمال کرنا درجات بلند ہونے اور مقامات کی ترقی کا موجب ہے اور جب اللہ تعالیٰ عم احسانہ کے کرم سے اُن کی

www.maktabah.org

دنیا آخرت ہو گئی تو یقیناً اِس جگہ (دنیا) کی نعمتوں سے فائدہ حاصل کرنا اُس جگہ (آخرت) کی لذتوں کے استعمال کی مانند ہو گیا۔ اور نیز ہو سکتا ہے کہ اس راستہ کا سالک وصول کی خواہ کتنی ہی منازل طے کر لے اور خواہ اصلِ اصول تک پہنچ جائے اور تجلیاتِ ثلاثہ سے مشرف ہو جائے اور باکیف و بے کیف مشاہدات اور ولایت کے تمام لوازم حاصل کر لے لیکن جب تک اس دنیاوی زندگی کی قید میں ہے اور جسم کے کوچے میں مقید ہے وہ خیال کی رسّی میں مقید ہے اور اس دنیا میں خیال سے بالکل رہائی ہونا محال ہے جیسا کہ مولانائے روم قدس سرہ نے مرنے کے قریب فرمایا ہے ؎

من شوم عریاں زتن او از خیال تا خرامم در نہایاتِ وصال

(میں بدن سے عاری ہو جاؤں وہ خیال سے عاری ہو جائے تاکہ میں وصال کی انتہاؤں میں چہل قدمی کروں)

یعنی خیال کی قید سے رہائی جسم کی تنگنائے سے رہائی حاصل ہوئے بغیر ممکن نہیں ہے اور جب اُن کی دنیا نے آخرت کا حکم حاصل کر لیا تو ناچار مطلوب اس دنیا میں خیال کی تراش خراش سے پاک اور وہم کی اختراع سے بری ہو کر جلوہ گر ہوگا اور نیز ہو سکتا ہے کہ جس رویت کا وعدہ آخرت میں کیا گیا ہے اور سرورِ دین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا کسی اور شخص کے لئے اس کا کچھ بھی حصہ دنیا میں نہیں ہے اور ہمارے حضرتِ عالی (قدس سرہ) نے تحقیق کیا ہے کہ جو کمال بھی نبی کو حاصل ہے اس کے کامل متبعین کو بھی تبعیت وطفیل کے طور پر وہ ثابت ہے پس اگر اس خوشگوار نعمت کے دسترخوان کے بچے ہوئے کھانے میں سے بھی کچھ حصہ عنایت فرما دیتے ہوں تو ہو سکتا ہے اگرچہ وہ رویت نہیں ہوگی کیونکہ وہ اجماعِ امت کے مطابق (اس دنیا میں) ہونے والی نہیں ہے کیونکہ اصل چیز کا حاصل ہونا اور چیز ہے اور اس سے کچھ حصہ پانا دوسری چیز ہے جیسا کہ حضرت عالی (قدس سرہ) نے لکھا ہے کہ اگرچہ رویت نہیں ہے لیکن رویت کی مانند ہے پس تو سمجھ لے کیونکہ بیشک ہمارا کلام تیرے لئے اشارات و بشارات ہے اور ہو سکتا ہے کہ اس عبارتِ شریفہ کا مورد یہ ہو کہ دنیا عمل اور کسب کی جگہ ہے اور آخرت جزا و اجر کا مقام ہے پس اس جگہ (دنیا) میں زیادہ نفع دینے والے وہ اعمال ہیں جو کہ مقربات (نزدیک کرنے والے) اور ترقی بخشنے والے ہیں اور افعال کے ثمرات میں سے جو کہ عمل کی جزا ہیں کوئی چیز اس دارِ (دنیا) میں عنایت فرما دیں تو وہ مضر و آخرت کے درجات میں کمی کا باعث ہوگی۔ اور اسی لئے تو دیکھتا ہے کہ بعض بزرگ جن کو اس دنیا میں ثمراتِ اعمال دیئے گئے ہوں موت کے وقت تمنا کرتے ہیں کہ ان کو ان امور میں سے کوئی چیز نہ ملی ہوتی۔ اور صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے زیادہ احوال (کیفیات) ظاہر نہ ہونے میں یہی وہ سِرّ (بھید) تھا حالانکہ وہ ولایت کے بلند درجہ میں ہیں۔

www.maktabah.org

یہ بات تو ختم ہوئی لیکن جب اللہ تعالیٰ نے ان کی دنیا کو آخرت بنا دیا تو ان کو اس عالم میں ثمرات کا حاصل ہونا ان کے آخرت کے درجات میں کمی کا باعث نہیں ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں فرمایا: وَاٰتَیْنٰهُ اَجْرَهٗ فِی الدُّنْیَا وَاِنَّهٗ فِی الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ ۲۹ ع ۲۷
[اور ہم نے اس کو اس کا اجر دنیا میں دیا اور بیشک وہ آخرت میں ضرور صالحین میں سے ہے] اور شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ زمانہ آخرت سے قریب و نزدیک ہونے کی وجہ سے اس دار (آخرت) سے ملحق ہے پس اس میں ۳۶۷
وہ چیز ظاہر ہوتی ہے جو آخرت کے ساتھ مخصوص ہے لیکن یہ حکم اس شخص کے ساتھ مخصوص ہے جو اس سعادتِ عظمیٰ و دولتِ قصویٰ کے ساتھ مشرف ہے اور سوائے اس شخص کے جس کو اس (اللہ تعالیٰ) کے فضل و کرم سے اس حکم میں داخل کر لیا گیا ہو کسی دوسرے شخص کے لئے جائز نہیں ہے کہ اپنے آپ کو اس پر قیاس کرے جیسا کہ حضرت عالی قدس سرہ نے مخدومی و مکرمی شیخ محمد سعید (قدس سرہ) اور اس فقیر کے بارے میں فرمایا ہے کہ تم دونوں کو اس حکم میں داخل کر دیا گیا ہے، الحمد للہ رب العالمین علیٰ ذلک و علیٰ جمیع نعمائہ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً۔

مکتوب ۱۹۰

مخدوم زادہ محمد سیف الدین کے نام اس معرفت کے بیان میں تحریر فرمایا جو کہ حضرت پیر دستگیر (مجدد الف ثانی قدس سرہ) سے سنی گئی تھی۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا کہ میں (ایک روز) چاشت کی نماز پڑھ رہا تھا میں نے دیکھا کہ ایک بہت بڑی بلا میرے سینہ سے نکلی اور اس کا آشیانہ بھی اس جگہ سے باہر کر دیا گیا اور جو ظلمات کہ اس کے اردگرد تھیں وہ بھی دور ہو گئیں اور سینہ کو ایک عجیب انشراح (کشادگی) حاصل ہوا، اس کے بعد معلوم ہوا کہ یہ (بلائے عظیم) وسواس خناس تھا کہ قرآن مجید میں جس کے شر سے پناہ مانگنے کا امر فرمایا ہے جو خطرات و وساوس کہ دین کے اصول میں پیدا ہوتے ہیں ان کا منشا (سرچشمہ) یہی خناس ہے جو کہ سینہ میں آشیانہ رکھتا ہے اور ہر وقت نیش زنی کرتا رہتا ہے اور کمال درجہ کا شرح صدر اس کے دور ہوئے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد آپ (قدس سرہ) نے فرمایا کہ میں حلقہ میں قرآن مجید سن رہا تھا میں نے دیکھا کہ سننے کے دوران بعض نامناسب وساوس میں نے اپنے اندر پائے، میں نے استغفار کیا اور حیران ہوا

www.maktabah.org

کہ خناس جو زائل ہو چکا تھا شاید پھر لوٹ آیا ہے۔ میں نے دیکھا کہ سینہ اسی صفائی ولطافت کے ساتھ ہے اس کے بعد ظاہر ہوا کہ یہ خناس سینہ کے خناس کے علاوہ ہے اور اس کا آشیانہ قلب میں ہے' میں اس کے دُور کرنے میں متوجہ ہوا' میں نے دیکھا کہ یہ خناس بھی بالکل قلب سے باہر ہو گیا۔ والسلام علیکم وعلٰی من لدیکم۔

مکتوب ۱۹۱

فقیر حقیر محمد عبید اللہ عفی عنہ کے نام کامل معرفت والے عارف کی ذات موہوب کے کمالات کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی' ایک عجیب سِر (بھید) اور ایک دقیق رمز (اشارہ) پردۂ بطون سے منصۂ شہود پر پہنچتا ہے پوری طرح متوجہ ہو کر سُنیں۔ چونکہ عالم کو جو اعراض کا مجموعہ ہے اور کوئی ذات اور کوئی جوہر اس میں کائن نہیں ہے کہ جس کے ساتھ اعراض کا قیام ہو اور تام المعرفت عارف ۳۶۸
کی ذات موہوب کو ایک گونہ قیام دیتے ہیں اور اس کو ان کا مقوم (درست رکھنے والا) بنا دیتے ہیں (اس لئے) اس موہوب ذات کو بیچونی سے کچھ حصہ حاصل ہوتا ہے جیسا کہ اس بحث کی تحقیق دوسرے مکاتیب میں کی جا چکی ہے اور جب اس نے بیچونی سے کچھ حصہ حاصل کر لیا' دید و دانش (عقل و سمجھ) سے باہر چلا گیا اور فہم و وہم سے خارج ہو گیا' عقل سلیم خواہ کتنی ہی اس کی جستجو کرے اس سے کچھ نتیجہ حاصل نہیں کرے گی اور وہم تیز رفتاری کے باوجود خواہ کتنی ہی دور تک جائے اس کا کچھ پتہ نہیں لگا سکے گا اور اس کو وراء الوراء پائے گا اور جوہریت و امکان کے باوجود اس میں جوہریت و امکان کا حکم نہیں کر سکتے اور ہستی کے حکم کے سوا دوسرا حکم قبول نہیں کرتا۔ والسلام علٰی من اتبع الھدٰی والتزم متابعۃ المصطفٰی علیہ وآلہ وصحبہ الصلوات والتسلیمات والتحیات والبرکات العلٰی۔

مکتوب ۱۹۲

یہ بھی فقیر حقیر محمد عبید اللہ عفی عنہ کے نام حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالٰی عنہ و حضرت ایشاں سلّمہ اللہ تعالٰی کے بارے میں اصالت کی بشارت کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط الصلوٰۃ والسلام علٰی رسول اللہ' ہمارے حضرت عالی رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے تھے کہ سرور دین و دنیا علیہ وعلٰی آلہ الصلوٰۃ والبرکات العلٰی کی پیدائش سے جو (مادہ) باقی رہ گیا تھا شل

www.maktabah.org

پس خوردہ اس کو آپ کی امت کے بخت آوروں میں سے ایک فرد کو عطا فرمایا ہے اور اس کی طینت (سرشت) کو اس سے خمیر کیا (گوندھا) ہے اور اس کے ذریعہ اس فرد کو اصالت سے بہرہ ور کیا ہے، اس بقیہ سے اس فرد کی طینت کو خمیر کرنے کے بعد بھی کچھ تھوڑا سا بقیہ رہ گیا تھا وہ بقیہ اس فرد کے منتسبین میں سے ایک شخص کے حصہ میں آیا ہے اور اس کی طینت کی تخمیر اس سے کی گئی ہے اور اس نے اس کے اندازے کے مطابق نجم ۳۲
اصالت سے بھی کچھ حصہ پالیا ہے اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ [بیشک تیرا رب وسیع مغفرت والا ہے] شاید کہ اصالت کا جو حصہ حضرت مہدی موعود رضی اللہ عنہ کے لئے ہے حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ سے ہو اور نیز آں عالی حضرت اعلیٰ منقبت نے فرمایا ہے کہ جب محفلِ عالی یعنی انبیائے کرام علیہم السلام کی محفل میں پہنچا تو اہلِ مجلس کے ہجوم کی وجہ سے کسی دوسرے کے بیٹھنے کی گنجائش نہیں تھی، حضرت خلیل علیٰ نبینا وعلیہ الصلوات والتسلیمات نے جو کہ اس جگہ میں خاص شان رکھتے تھے اہلِ مجلس کو خطاب کرتے
ہوئے فرمایا یا ایھا الذین اٰمنوا تفسحوا فی المجالس [اے ایمان والو! مجلسوں میں کشادگی کیا کرو]۔ اہلِ مجلس ۱۱
نے حرکت کی بیٹھنے کے لئے وسیع جگہ میسر آگئی میں اس جگہ بیٹھ گیا۔

تنبیہ: امت کے بعض خاص افراد کو تبعیت و وراثت کے طور پر کمالاتِ نبوت کے حاصل ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ خاص فرد نبی ہو جائے یا نبی کے برابر ہو جائے کیونکہ کمالاتِ نبوت کا حاصل ہونا اور بات ہے اور منصبِ نبوت کا حاصل ہونا اور بات ہے جیسا کہ اس معنی کی تحقیق حضرت عالی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے مکتوباتِ قدسی آیات میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔

مکتوب ۱۹۳

مخدوم زادۂ بلند مرتبہ خواجہ محمد نقشبند سلمہ اللہ تعالیٰ کے نام حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعض کمالات و مکاشفات کے بطریق اجمال بیان کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ: ہمارے حضرت عالی مجدد الف ثانی قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس کو مرضِ وفات سے پہلے کچھ بخار اور کھانسی کی شکایت ہو گئی تھی، چند روز میں اس مرض سے صحت حاصل ہو گئی چنانچہ اصلی حالت پر آ گئے اور بے تکلف مسجد میں حاضر ہوتے تھے، کم و بیش ایک ماہ کے بعد ایک (ایسا) بخار لاحق ہوا کہ اس کے چھٹے روز دار السرور (آخرت) کی طرف رحلت فرما گئے۔ پہلے مرض کی کمزوری کے ایام میں فرماتے تھے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت کے کمالات میں مستغرق ہو رہا

www.maktabah.org

اُن کمزوریوں (کی حالت) میں نہایت بسرت کے ساتھ بیان فرماتے تھے کہ مجھ کو اہلِ بیت۔ کے باغ میں چھوڑ گیا ہے اور اس مقام کے عجائب و غرائب کے ساتھ مشرف کرتے ہیں اور ان میں سے کچھ حصہ کا اظہار بھی فرمایا اور حضرت امیر (علی) کرم اللہ وجہہ کی بعض خصوصیات و کمالات کہ جن کے خیال کرنے سے فکر و وہم کی آنکھ خیرہ و عاجز ہے مفصل بیان فرمائے۔ اسی طرح حضرت فاطمہ زہرا اور حضرات حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے کمالات بیان فرمائے اور علیٰ ہذا القیاس بارہ اماموں کے تمام کمالات کو بیان فرمایا۔ اسی تقریب کے ساتھ حضرات شیخین (سیدنا ابوبکر صدیق و سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما) اور حضرت ذوالنورین (سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ) کے کمالات و خصائص ظاہر فرمائے اور خلفائے اربعہ و اہلِ بیت میں سے ہر ایک کی آنحضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کے ساتھ نسبت و منزلت تفصیل کے ساتھ بیان فرمائی، اور اپنی بعض خدماتِ شایستہ کو جو کہ وقوع میں آئی تھیں بیان فرمایا۔ اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سبحانہ سرہ الاقدس کے بعض کمالات کو بھی بیان فرمایا چنانچہ آخری مرض میں اس ذرۂ حقیر کو ان اسرار میں سے بعض اُن اسرار کو جو کہ اظہار کے قابل تھے لکھنے کی وصیت فرمائی۔ چنانچہ اس فقیر نے وصیت کے مطابق حضرت عالی (قدس سرہ) کے ایامِ غم میں اپنی فہم قاصر کے موافق روتی ہوئی آنکھوں اور زخمی (غمگین) دل کے ساتھ روضۂ منورہ کے سامنے بیٹھ کر ان ناسفتہ (بغیر پروئے ہوئے) موتیوں کو نظم (ترتیب) کی لڑی میں پرو دیا اور حضرت عالی (قدس سرہ) کے مکتوبات قدسی آیات میں شامل کر دیا، چنانچہ جلد ثالث کے مکتوبات کا ختم انہی مرقومات کے ساتھ مقرر ہوا۔ والسلام علیکم وعلیٰ من لدیکم۔

مکتوب ۱۹۴

مولانا محمد افضل کے نام حضرت ایشاں سلمہ اللہ تعالیٰ کے بعض مقاماتِ عالیہ اور اس اشارے کے بیان میں تحریر فرمایا کہ یہ مقام عالی اصالت اور محبوبیت کے ساتھ مربوط ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ [اور بیشک تو اپنے رب کی نعمت کو بیان کر] بتاریخ سوم ماہ شعبان روز سہ شنبہ منگل سنہ ۱۰۴۲ھ کو عصر کی نماز میں نہایت عظیم بسط رونما ہوا اور بلند مقام اور بہت ہی عجیب کیفیت کے ورود سے مشرف ہوا کہ جس کی مثل کبھی بھی پیش نہیں آئی تھی اور خیال و تصور میں بھی نہیں آئی تھی، اور وہ امور پیش آئے جو کہ لا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علیٰ قلب احد [نہ کسی آنکھ نے دیکھے، نہ کسی کان نے سنے اور نہ کسی کے دل پر گذرے] کا مصداق تھے، نہ زبان کو اُن کے بیان کرنے

www.maktabah.org

کی طاقت ہے اور نہ قلم کو اُن کے لکھنے کی مجال ہے ؎

فریادِ حافظ ایں ہمہ آخر بہرزہ نیست　　　ہم قصۂ غریب و حدیثِ عجیب ہست

[حافظ کی یہ تمام فریاد آخر فضول تو نہیں ہے یہ تو نادر قصہ اور عجیب بات ہے]

میں سمجھتا ہوں کہ اس کا حصول عالمِ اصالت و محبوبیت سے ہے، شاید کہ اس مقام کو کاتب کے ساتھ ایک خصوصیت تھی کہ اس بارگاہِ معلّیٰ میں اپنے آپ کو منفرد دیکھا، کلمۂ طیبہ اور ذکر کے تمام الفاظ مثلاً تسبیح و تحمید و تکبیر کے نتائج کے لئے اُس حریمِ قدس میں گنجائش نہیں پائی اگر گنجائش ہے تو قرآن مجید کو ہے اور نماز کو بھی قرآنِ مجید کے تعلق سے گنجائش ہے، قرآن مجید کی تلاوت اور نماز کی ادائیگی کے سوا اس مقام کے ساتھ نسبت کو معطل و بیکار پاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ کسی کسب و عمل کو اس نسبتِ عالیہ کے حصول میں دخل کی گنجائش نہیں ہے (یہ) محض موہبت (بخشش) ہے اور عنایت کا واسطہ ہونا چاہئے اور سب کچھ ہیچ ہے شاید کہ ریاضات و مجاہدات قرب ولایت کے مبادی میں دخل رکھتے ہیں جبتک کہ سیر اصول اور اصولِ اصول میں ہے اعمالِ صالحہ فائدہ مند اور نتائج بخش ہیں کہ ان کے وسیلے سے سالکِ مستعد ترقیات کرتا ہے اور کلمۂ طیبہ نفی و اثبات کے تکرار سے ظل سے اس کے اصل کی طرف راستہ کھلتا ہے اور اصول سے اصولِ اصول کی طرف عروج کرتا ہے اور جو کچھ مذکور ہوا وہ قربِ نبوت سے تعلق رکھتا ہے اس مقام میں اصل کو ظلال کی طرح راستہ میں چھوڑنا چاہئے، سخت ریاضتیں اس بارگاہ معلّیٰ کے آس پاس کوئی راستہ نہیں کھولتیں اور اس مقام تک پہنچنا محض عنایت یا صرف محبت سے ہے، خصوصیت اور کسی کا شریک نہ ہونا جو کہ اوپر بیان ہو چکا ہے جب اچھی طرح غور کیا تو دیکھا کہ (یہ بات) اس راستے میں پیش آئی ہے کہ جو شخص بھی اس مقام تک پہنچا ہے اپنے آپ سے ایک مقام رکھتا ہے کہ کسی دوسرے کو اصالت کے طور پر اس میں شرکت نہیں ہے اگرچہ اس مقام کو پہنچنے والے بہت ہی کم ہیں اُن میں سے حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہ) کو میں نے دیکھا نہایت عظمت اور بیحد شوکت کے ساتھ نظر آئے چنانچہ عقل و وہم اس کے ادراک میں حیران و پریشان ہے اور زبانِ قلم و قلمِ زبان اس کے بیان میں عاجز و قاصر ہیں۔

جاننا چاہیے کہ عالم کو حضرت حق سبحانہ کا ظل جاننا یا اس تعالیٰ شانہ کا آئینہ تصور کرنا اور موہوم دیکھنا اور ظل کے منعکس کمالات کو اصل کے سپرد کرنا اور ظل کو خالی بلکہ معدوم سمجھنا اس کے بعد اس کو اصل کے کمالات کے ساتھ متحقق پانا ان سب کو قرب ولایات میں سمجھتا ہے جو کہ ظل سے اصل کے ساتھ مل جاتا ہے اس کے بعد جبکہ اصل کو ظل کی طرح راہ میں چھوڑ دیتا ہے اور اس حریمِ قدس کے اردگرد پہنچ جاتا ہے تو ان امور میں سے کچھ بھی درکار بلکہ متصور نہیں ہوتا، اس مقام میں ظل کو جاننا نہیں ہے اور اوصاف کو

www.maktabah.org

اصل کے حوالہ کرنا اور اپنے آپ کو فانی و مستہلک دیکھنا نہیں ہے، اصل کے ساتھ بقاو تحقق پیدا کرنا مشہود نہیں ہوتا اور اس مقام تک پہنچنے کا راستہ جدا ہے اس راہ سے اس مقام تک پہنچنا دشوار ہے، وہ ظہورِ جمال و رضا کا مقام ہے اگر اس کی تعبیر ضحک (منہ بند ہنسی جو ذرا سی کھلی ہو) سے کی جائے تو گنجائش رکھتا ہے۔

والعلم عند اللہ سبحانہ [اور علم اللہ سبحانہ ہی کو ہے] والسلام۔

مکتوب ۱۹۵

حضرت مخدوم زادہ خواجہ محمد نقشبند (قدس سرہ) کی خدمت میں حضرت خیر البریہ علیہ الصلوۃ والسلام کے ملتِ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اتباع کرنے کے بھید کو ظاہر کرنے اور بعض پوشیدہ اسرار کے بیان میں تحریر فرمایا۔ یہ معرفت حضرت مجدد الف ثانیؒ کے ملفوظات میں سے ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ والسلام علیٰ رسولہ الکریم، ہمارے پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات ۳۴۲
کو (اللہ تعالیٰ کی جانب سے) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت کے اتباع کا امر ہونے اور آں سرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی صلوات برکات کی مثل صلوات و برکات طلب کرنے سے مقصود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس مقام کا حصول ہے کہ جس مقام تک وصول حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے مقام سے گذرے بغیر میسر نہیں ہے اور حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے مقام تک پہنچنا اُن کی ملت کی متابعت کے ساتھ وابستہ کیونکہ اُن کی ملت کی متابعت کے بغیر اُس مقام کیلئے راہ نہیں ہے اور ان دونوں مقامات میں سے ایک کی نسبت دوسرے کے ساتھ ایسی ہے جیسی کہ محراب کو مسجد کے ساتھ نسبت ہے اور (یہ) یقینی بات ہے کہ محراب تک پہنچنا جو کہ امام کا مقام ہے بقعہ مسجد کی مسافت طے کئے بغیر متصور نہیں ہے کیونکہ پہلا مقام مرکز ہے اور دوسرا مقام اس مرکز کا محیط ہے اور نظرِ کشفی میں اسی قسم کے محیط پر مرکز کو فوقیت ہوتی ہے اور مرکز تک پہنچنا محیط کی مسافت طے کئے بغیر میسر نہیں ہے اور جب اس دعا کی قبولیت کا وقت آیا حضرت سید الاولین والآخرین علیہ افضل الصلوات والتسلیمات نے اس مقام سے کہ جس میں آپ تشریف فرما تھے عروج فرمایا یہاں تک کہ کامل شوق کے ساتھ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقام میں پہنچے اور اس بزرگ مقام میں توقف فرمایا اور وہ امور پیش آئے جو ان اسرار میں سے ہیں جن کا پوشیدہ رکھنا ضروری ہے اس کے بعد آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس مقام میں داخل ہوئے جو کہ ملتِ حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کے ساتھ وابستہ تھا وہ نادر مقام ایک نہایت عجیب مقام ہے کہ کسی رسول کا کوئی مقام اس مقام کی مانند

www.maktabah.org

نہیں ہے، جب اس مقام میں قرار پذیر ہوگئے تو جو نظر کہ پسماندگان کے حال پر رکھتے تھے بہت کم ہوگئی اور کلی طور پر بارگاہِ قدس کی طرف متوجہ ہوگئے اور خاص خلوت خانہ میں محبوب کے ساتھ خلوت پذیر ہوئے، اور نیز محسوس ہوا کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم عروج کے درپے تھے بعض اصحاب کرام علیہم الرضوان بھی آپ کی متابعت کی وجہ سے اس عروج میں شریک تھے، اور جب آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) مقام خاصہ میں داخل ہوگئے اصحاب کرام مقام حضرت ابراہیم علیہ السلام میں اُن علیہ السلام کے زیرِ قدم رہ گئے اور انھوں نے مقام خاصہ میں گنجایش نہ پائی۔ اس کے بعد ظاہر ہوا کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے متوجہ ہو کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقام خاصہ میں داخل فرمالیا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں تردد ہے کہ داخل فرمایا یا نہیں لیکن گمان غالب یہ ہے کہ ان کو بھی مقام خاصہ میں کچھ گنجایش ہوگئی، والسلام۔

۳۷۳

مکتوب ۱۹۶

مخدوم زادہ عالی مرتبہ شیخ محمد صبغۃ اللہ کی خدمت میں اس مقام کے بیان میں تحریر فرمایا جو کہ مقامِ رضا کے اوپر ہے۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہ) نے مکتوبات جلد ثانی کے ایک مکتوب میں تحریر فرمایا ہے کہ مقام رضا کے اوپر کوئی مقام نہیں ہے مگر خاتم الرسل علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے ہے۔ یہ معرفت حضرت عالی (قدس سرہ) کی پہلے کے معارف میں سے ہے اس کے بعد فرماتے تھے کہ میں ایک وقت انبیاء علیہم الصلوات پر درود بھیج رہا تھا میں نے دیکھا کہ انبیاء علیہم السلام باجمعہم نے اپنے مقام سے عروج فرمایا اور ان بزرگوں میں سے ہر ایک چند واسطوں کے ساتھ اس مقام کے ساتھ جا ملا جو کہ مقام رضا سے اوپر تھا اور سرور دین و دنیا علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مقام تک عروج فرمایا جو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت کی متابعت کے ساتھ وابستہ تھا اور اس بزرگ مقام سے جا ملے۔ الحمد للہ رب العالمین، والسلام۔

مکتوب ۱۹۷

ملا سجاول کے نام اُن کے عریضہ کے جواب میں جو کہ واردات پر مشتمل تھا اور بعض سوالوں کے جواب میں جو کہ انھوں نے پوچھے تھے تحریر فرمایا۔

www.maktabah.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد وصلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد عرض ہے کہ برادرِ عزیز کے مکتوبِ مرغوب نے وصول ہو کر خوش وقت کیا، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا حمد وشکر ہے کہ آپ عافیت سے ہیں اور باطنی نسبت ومعنوی رابطہ میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی ہے بلکہ امید ہے کہ روز بروز ترقی میں اضافہ ہوتا ہے، رابطہ قوی ہونے کی وجہ سے ہے کہ آپ حضور وغیبت (موجودگی وعدم موجودگی) میں واردات کا فرق محسوس نہیں کرتے اور یکساں تصور کرتے ہیں، حضور وغیبت میں (واردات کے) فرق کا ہونا اکثر ثابت ہے لیکن نسبت کے قوی ہونے کی صورت میں فرق کم ہوتا ہے اور جسقدر (نسبت میں) قوت زیادہ ہوگی اسی قدر (فرق میں) کمی ہوگی، اگر اس قسم کی کمی معدوم کے عنوان کے ساتھ ظاہر ہو اور حضور وغیبت یکساں معلوم ہو تو بعید نہیں ہے، اگر لوگ کہیں کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ طالب رشید غیبت (عدم موجودگی) میں ترقیاں کرتا ہے اور حالتِ حضور سے زیادہ بلند چلا جاتا ہے پس غیبت کے واردات اس کے حق میں حضور کے واردات سے زیادہ اور کثیر ہوئے (تو) ہم کہتے ہیں کہ اگر وہ حضور میں ہوتا تو ہو سکتا ہے کہ وہ اس سے زیادہ ترقی کر لیتا۔

رابعاً ص ۳۰۴ آپ نے لکھا تھا کہ "میں اس سے پہلے حق جل وعلا کا حضور اپنے باہر پاتا تھا اب اپنے اندر پاتا ہوں" ہاں، اس بزرگ گروہ کے نزدیک معتبر انفسی شہود ہے اور جو شہود کہ اپنے سے باہر ہوتا ہے اتنا معتبر نہیں ہے۔ بزرگوں نے کہا ہے ؎

ہمچو نابینا مبر ہر سوئے دست　　　　با تو در زیر گلیم ست ہر چہ ہست

[نابینا کی طرح ہر طرف ہاتھ مت لیجا جو کچھ بھی ہے وہ تیرے ساتھ کمبل کے نیچے ہے] لیکن اس شہود کا گرفتار نہیں ہونا چاہیئے اور اس کو مطلوب کے ظلال میں سے ایک ظل تصور کرنا چاہیئے۔ حضرت حق سبحانہٗ جس طرح کہ آفاق سے ماوراء ہے (اسی طرح) انفس سے بھی ماوراء ہے، اس (حق تعالیٰ) عز شانہ کو اندر اور باہر کے ماوراء تلاش کرنا چاہیئے اور آفاق وانفس کے باہر طلب کرنا چاہیئے یہ معاملہ محدود عقل کے ساتھ نہیں سمجھا جا سکتا اور ظلی ولایت والوں کے کشف سے مکشوف ومدرک نہیں ہوتا، فراست (دانائی) کا وہ نور جو کہ مشکوٰۃِ نبوت سے مقتبس ہو اس معنی کا ادراک کر سکتا ہے اور آیہ کریمہ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ

ق ۵۰ / ۱۶ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ [ہم اس کی طرف اس کی شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں] اس جملے کے بھید کو کھولتی ہے اور جو حالت (آپ کو) فرض نماز ادا کرنے کے وقت میں پیش آتی ہے عالی واصیل ہے اس کے مطالعے سے محظوظ ہوا۔

فاتحہ بعد فرض نماز کا مسئلہ آپ نے لکھا تھا کہ "اس علاقہ کے لوگ پنجوقتہ نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھتے ہیں اور اس عمل کو اپنے اوپر لازم کر لیا ہے اور اس کے ترک کرنے والے سے اعتراض کے ساتھ پیش آتے ہیں" میرے مخدوم! اس طرح سے فاتحہ پڑھنا ہمارے بزرگوں کا عمل نہیں ہے (اس لئے کہ) پیغمبرِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

www.maktabah.org

اعمال میں (یہ چیز) نظر نہیں آئی ہے۔ خزانۃ الروایات میں خلاصہ سے منقول ہے "قراءۃ الفاتحۃ لاجل المھمات بعد الفرائض بدعۃ" [مہمات کے لئے فرائض کے بعد فاتحہ پڑھنا بدعت ہے]۔

آپ نے نمازِ جمعہ کے بعد مصافحہ کرنے کے متعلق جو وہاں مروج ہے دریافت کیا تھا میرے مخدوم! مصافحہ فی نفسہا مسنون اور اچھا عمل ہے اور اُس وقت کا متعین کرنا بدعت ہے پس یہ عمل (نمازِ جمعہ کے بعد مصافحہ کرنا) وجہ حُسن بھی رکھتا ہے اور وجہ قبح بھی (ایک لحاظ سے اچھا ہے اور ایک لحاظ سے بُرا ہے) اگر اس کا معاملہ زیادہ سے زیادہ مباح ہونے تک ہی پہنچ جائے جیسا کہ بعض نے کہا ہے تو (بھی) غنیمت ہے۔ خزانۃ الروایات میں ہے کہ شیخ محی الدین نووی رحمۃ اللہ نے الاذکار میں کہا ہے کہ "ہر ملاقات کے وقت مصافحہ کرنا مستحب ہے لیکن یہ جو لوگوں نے صبح اور عصر کی نماز کے بعد اس کی عادت کر لی ہے تو اس کی کوئی اصل نہیں ہے ولیکن اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کیونکہ اصل مصافحہ تو سنت ہے اور لوگوں کا بعض مواقع میں اس کی پابندی کرنا اور ان میں سے بعض مواقع میں حد سے تجاوز کرنے والا ہونا یہ بعض حالات اُس کو اس مصافحہ سے خارج نہیں کرتے جو شرع میں وارد ہوا ہے"۔

مکتوب ۱۹۸ ۳۷۵

آغا رشید کے نام اس بارے میں کہ اس طریقۂ عالیہ میں فیض کا اخذ کرنا رابطہ و محبت شیخ سے تعلق رکھتا ہے اور آدابِ شیخ کی رعایت اور دوام ذکر پر ترغیب دینے اور فنائے قلب و نفس کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حامداً للہ ومصلیاً علیٰ رسولہ، اللہ تعالیٰ ماسوا کی غلامی سے آزاد کر کے قرب کے مدارج میں ترقیات عطا فرمائے۔ صحیفۂ گرامی نے مشرف کیا، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی حمد ہے کہ فقرائے دور افتادہ کو بھلایا نہیں ہے اور محبت کی نسبت اور باطنی رابطہ بدستور قائم ہے، اس گروہ سے محبت کرنے والا اس گروہ کے ساتھ ہے المرء مع من احب [آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے] ہمارے طریقہ میں کمال کے درجہ تک وصول کا مدار شیخ مقتدا کے ساتھ محبت کا رابطہ رکھنے سے وابستہ ہے طالبِ صادق شیخ مقتدا سے اس محبت کے ذریعہ سے جو کہ وہ شیخ کے ساتھ رکھتا ہے اس کے باطن سے فیوض و برکات اخذ کرتا ہے اور ساعت بساعت اس کے رنگ میں رنگا جاتا ہے، یہ بات مسلم ہے کہ فنا فی الشیخ فنا فی اللہ کا مقدمہ ہے، ذکر اگرچہ وصول کے اسباب میں سے ہے لیکن غالب طور پر (وصول) رابطہ محبت اور فنا فی الشیخ پر مشروط ہے، اس راستہ کے سالک کے لئے دو چیزیں ضروری ہیں، آدابِ صحبت کی رعایت

www.maktabah.org

کرتے ہوئے شیخ مقتدا کے ساتھ محبت رکھنا اور دوامِ ذکر (ذکرِ قلبی) پر اس قدر پابندی کرے کہ دوام حاصل ہو جائے اور اس کے بعد غفلت نہ رہے اور تکلف کے ساتھ یاد کرنے سے چھوٹ جائے اور حضورِ دل کا ملکہ اور اس کی صفت ہو جائے جیسا کہ سننا قوتِ سامعہ کی اور دیکھنا قوتِ باصرہ کی صفت ہے اس وقت میں ظاہری غفلت باطن کے حضور پر اثر انداز نہیں ہوتی اور ظاہری نیند باطنی توجہ کے ساتھ جمع ہو جاتی ہے جب حضور کی یہ کیفیت غالب آجائے اور قوی ہو جائے تو نفسِ حاضر (ذاتِ سالک) درمیان سے اٹھ جاتا ہے اور صحرائے عدم کی طرف اپنا سامان لیجاتا ہے اس وقت حضور خود بخود ظاہر ہوتا ہے اور ولا یذکر اللہ الا اللہ [اللہ ہی اللہ کا ذکر کرتا ہے] جلوہ گر ہوتا ہے۔ ع

این کار دولت است کنوں تا کرا دہند [یہ نصیب کی بات ہے دیکھیے اب کس کو عنایت کرتے ہیں]

میرے مخدوم! دشمنوں اور حاسدوں کا شر دور ہونے کے بارے میں عاد توجہ کی جاتی ہے امید ہے کہ وہ ذلیل و خوار ہوں گے والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۹۹

حاجی حسین کے نام ان اذواق و مواجید کی شرح میں تحریر فرمایا جو کہ انھوں نے لکھے تھے۔

۳۵۶ بسم اللہ الرحمن الرحیم برادرم حاجی محمد حسین کے گرامی نامے نے وصول ہو کر خوش وقت اور مسرور کیا، آپ نے اپنی فنا و عدمیت کے بارے میں لکھا تھا ؎

بلے ہر جا شود مہر آشکارا سہا را جز نہاں بودن چہ یارا

[بیشک جس جگہ سورج نکلا ہوا ہو وہاں سُہا ستارے کو پوشیدہ ہونے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے]۔ احدیتِ غیب کے انوار طلوع ہونے کے وقت کثرتِ موہوم کے اطوار کے اضمحلال و استہلاک (مضمحل و فنا ہونے) میں کیا شک و شبہ ہے لیکن اس عدمیت (فنائیت) و اضمحلال میں سالکوں کے قدموں میں بہت فرق ہے، ان میں سے محمدی المشرب کو یہ فنا و استہلاک عین و اثر کے دور کر دینے تک پہنچاتی ہے کذا و کذا۔ اور نیز آپ نے لکھا تھا کہ "یہ بات مشخص ہو چکی ہے کہ یہ تمام واردات و حرکات و سکنات عدم پر ہیں جو کہ اس (اللہ) سبحانہ و تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے ظاہر فرمائی ہیں کام (یعنی یہ ظہور) خود بخود ہے اور عجیب و غریب چیزیں اس معدوم پر ظاہر فرمائی ہیں جو کہ تحریر میں نہیں آتیں"۔ ہاں تعلقات کو ساقط کر دینے اور انتسابات کو اس کے اہل کی طرف رد کر دینے کے بعد معاملہ خود بخود ہے، اگر حضور ہے تو حضور خود بخود (اپنا حضور اپنے ساتھ) ہے اور اگر توجہ ہے تو وہ بھی از خود بخود ہے اور عارف کو اس مقام سے استہلاک و اضمحلال و

www.maktabah.org

انعدام کے سوا کچھ بھی نصیب نہیں ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ "ان ایام میں تجددِ امثال ظاہر ہوا ہے (اس طرح پر) کہ ہر آن میں تمام عالم عدم میں جاتا ہے اور اس کی مثل وجود میں آتا ہے اس بارے میں حیرت بڑھ گئی ہے۔" میرے مخدوم! ہمارے حضرت (مجدد الف ثانی) قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس نے اس معاملہ کا حل مکتوبات میں فرمایا ہے اگر آپ اس کا حل چاہیں تو وہاں مطالعہ کریں اور آپ نے جو بعض مقامات سبز رنگ کے اور بعض سورج کے رنگ کے ظاہر ہونا لکھا ہے واضح ہوا مختصر یہ کہ تمام احوال و مواجید درست و پسندیدہ ہیں حق سبحانہ ترقیات عطا فرمائے اور دوستوں سے دعا کی درخواست ہے۔

مکتوب ۲۰

صوفی نور بیگ کے نام دوام ذکر اور خلوت اختیار کرنے پر ترغیب دینے اور ناقص کو طریقہ سکھانے کی اجازت دینے کے بارے میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ جو کچھ واقعات میں ظاہر ہوتا ہے کچھ اعتبار نہیں رکھتا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی۔ اللہ تعالیٰ فتوحات کے دروازے ہمیشہ کھلے رکھے، برادر گرامی مولانا نور محمد کے دو مکتوب مرغوب نے ایک ساتھ پہنچ کر خوش وقت کیا چاہیے کہ آئندہ بھی اسی طرح اپنے ظاہری و باطنی احوال سے دور افتادہ دوستوں کو اطلاع دیتے رہیں آپ نے لکھا تھا کہ "سبق باطنی کی تکرار میں کوشاں ہے اور نفی و اثبات بھی ورد میں ہے" نیک و مبارک ہے، ذکر کے تکرار (مشق) میں اس طرح پابند رہیں کہ مذکور کے ماسوا سب کچھ سینہ کے میدان سے رخصت ہو جائے اور ماسوا کا نام و نشان دل کے آئینے سے محو اور لاشئ ہو جائے، اکثر اوقات نامرادی کے گوشہ میں خلوت سے رہیں اور مخلوق کے ساتھ بہت کم میل جول رکھیں اور قلبی و لسانی ذکر کے ساتھ مشغول رہیں اور ذکر کرنے میں مخلوق میں قبولیت یا احوال و مواجید کا حاصل ہونا (وغیرہ) میں سے کوئی غرض نہ ہونی چاہیے بے غرض ہو کر ذکر کریں اور نشاط (رغبت) کے وقت میں اتنے لوگوں کو جن کی تعداد آپ کو بتائی گئی ہے ذکر کی تلقین کریں، بطریق سفارت (تعلیم دیں) نہ کہ بطریقِ اصالت و خلافت۔ اور جو شرائط آپ نے لکھے تھے وہ تو اس صورت میں ہیں جبکہ بطورِ خود ذکر سکھائیں، اگر بطورِ سفارت چند لوگوں کو ذکر سکھائیں تو یہ شرائط ضروری نہیں ہیں کیونکہ آپ ایک ترجمان کی حیثیت سے زیادہ نہیں ہیں اور یہ ذکر بتانا بھی (آپ پر) جبر نہیں ہے آپ کے اختیار کے ساتھ ہے اگر کسی تکلف کے بغیر دل متوجہ ہو اور شرحِ صدر حاصل ہو جائے تو ذکر بتائیں

www.maktabah.org

ورنہ کوئی ضروری نہیں ہے جو چیز ضروری ہے وہ دائمی ذکر و مراقبہ ہے، کسی دوسرے کی تکمیل اپنے کمال کی فرع ہے اور یہ چند اشخاص کے لئے اجازت اس لئے (دی گئی) ہے کہ چند لوگ جمع ہو کر ذکر میں مشغول ہوں تو بہتر ہے کیونکہ آپس میں ایک کا فیض دوسرے پر منعکس ہوتا ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ "اگر واقعہ (حال) میں پیر کسی سالک کو تلقین (ذکر سکھانے) کی اجازت دیدے اور گزرے ہوئے بزرگوں کی ارواح سے بھی (اجازت) ظاہر ہو تو یہ اس سالک کے لئے تلقین کی اجازت ہے یا نہیں" میرے مخدوم! طریقت کی تعلیم و تلقین کی اجازت ایک اہم معاملہ ہے خواب و واقعہ سے صورت پذیر نہیں ہوتا، تاوقتیکہ بیداری میں اجازت نہ دیں اجازت صورت پذیر نہیں ہوتی، اور اسی طرح احوال و مواجید و قطبیت و فردیت و غوثیت وغیرہ جو کچھ کہ خوابوں اور واقعات (احوال) میں ظاہر ہو، ان اکابر کے نزدیک معتبر نہیں ہے۔ احوال و مواجید میں سے جو چیز بیداری میں رونما ہو شخص اُس کا مالک ہے۔ قطب و غوث وہ شخص ہے جو کہ خارج و بیداری میں ان دونوں منصبوں کے ساتھ سرفراز ہو، اگر کوئی شخص اپنے آپ کو خواب میں بادشاہ دیکھے تو وہ بادشاہ نہیں ہو جاتا تاوقتیکہ خارج میں بادشاہ نہ ہو ؎

چو غلام آفتابم ہمہ از آفتاب گویم ۔۔۔ نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم

[چونکہ میں آفتاب کا غلام ہوں (اسلئے) سب کچھ آفتاب سے کہتا ہوں، میں شب اور شب پرست نہیں ہوں کہ خواب کی بات کہوں] اتنا ہے کہ وقائع و منامات صادقہ مبشرات ہیں اور اولیا کی استعدادات کی خبر دینے والے ہیں، کبھی وہ حقیقت استعدادی ظہور میں آجاتی ہے اور کبھی ظہور میں نہیں بھی آتی، کوشش کرنی چاہیے کہ معاملہ قوت سے فعل ۳۴۸ ص
میں آجائے اور گوش سے آغوش تک پہنچ جائے۔ آپ جن بزرگ کی صحبت میں وقت گذارتے ہیں آپ نے انکی خوبیاں تحریر کی تھیں جو کہ اس زمانہ میں بہت غنیمت ہے اور ان کے بارے میں توجہ و فاتحہ (دعا) طلب کی تھی، ان بزرگ کے بارے میں توجہ کی گئی اور ان کی توفیق کی زیادتی کیلئے دعا کی گئی، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

مکتوب ۲۰۱

مولانا محمد حنیف کے نام ان کی نسبت کے بیان اور نصیحتوں کے ذکر میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفٰی۔ اخوی و اعزی مولانا محمد حنیف کے گرامی نامہ نے پہنچکر خوشوقت کیا، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی حمد ہے کہ آپ عافیت سے ہیں اور دور افتادوں کی یاد سے

www.maktabah.org

فارغ اور مطلب کے شوق سے خالی نہیں ہیں، دل آپ کی طرف متوجہ رہتا ہے نہیں جانتا کہ کس روش سے زندگی بسر کرتے ہیں اور کن طریقوں پر عمل کرتے ہیں ~

خوابم بشد از دیدہ دریں فکر جگر سوز کاغوش کہ شد منزل و آسائش خوابت

[اس جگر سوز فکر میں میری آنکھوں سے نیند اڑ گئی کہ تیری نیند کی منزل و آسائش کس کی آغوش بنی] - ان قریبی دنوں میں اس جانب سے کسی دوست کا ایک مکتوب پہنچا ہے کہ (جس میں) آپ کے اطوار کی شکایت ظاہر کی ہے آپ کا نام نہیں لکھا ہے لیکن غالباً آپ کی مخالفت کی ہے اور شکایت بھی مجمل پیش کی ہے، اس کے پڑھنے سے دل بہت رنجیدہ ہوا کہ اس نے آپ سے کیا دیکھا ہوگا جو لکھا ہے اگرچہ ظاہر کو دیکھنے والے لوگ اہلِ باطن کے متعلق کیا خبر رکھتے ہوں گے لیکن چونکہ طبیعت کو آپ کے ساتھ محبت اور ایک گونہ میلان ہے اور دل آپ کے کمال کا خواہاں ہے (اس لئے) معمولی چیز سے بھی بے چین ہو جاتا ہے اور قلق پیدا ہو جاتا ہے۔ خط لکھنے کے دوران کچھ توجہ آپ کے باطن کی طرف کی گئی حاصل کی ہوئی نسبت سے معمور پایا اور توقع سے زیادہ مفہوم ہوا، کوئی غبار دل میں نہیں رہا الحمد للہ سبحانہ علی ذالک وعلی جمیع نعمائہ [اس بات پر اور اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں پر اسی کی حمد ہے] اہلِ حقوق کی خوشنودی کے لئے ہرگز کوئی ایسا کام نہ کریں جو کہ مالکِ حقیقی (اللہ تعالیٰ) کی ناراضگی کا باعث ہو، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا حق تمام حقوق پر غالب ہے اس کے حق کی پوری طرح رعایت کرتے ہوئے دوسروں کے حقوق میں مشغول ہونا چاہیے اپنے اوقات کو مضبوط رکھیں اور اہلِ غفلت و اہلِ دنیا کے ساتھ حتی الامکان تعلق نہ رکھیں اور طالبین ۳۷۶
کے احوال میں اچھی طرح مشغول ہوں کسی کو ضمنی بنانے اور کسی دوسرے شخص کا مرض سلب کرنے وغیرہ کے بارے میں عمدہ چیز ہمت (توجہ) کا جمع کرنا اور وحدانی التوجہ (توجہ کی یکسوئی والا) ہونا ہے اور اگر اس قسم کے امور درمیان میں نہ ہوں تو کوئی نقص نہیں ہے اور ولایت اس سے وابستہ نہیں ہے یہ زائد خوبیوں میں سے ہیں۔ والسلام۔

مکتوب ۲۰۲

حافظ محمد شریف کے نام نصائح کے بیان میں تحریر فرمایا۔

خدام حافظ جو اس دور افتادہ کا سلام عافیت انجام پڑھیں اور دعائے خیر سے (مجھ کو) نہ بھلائیں اور اس چند روزہ عمر کو اہم امور میں صرف کریں اور راتوں کو عبادت کرنے اور صبح کے وقت کے رونے کو غنیمت جانیں اور تاریک راتوں کو انوار و اذکار کے ساتھ روشن رکھیں اور تجارت میں سچ بولنے اور امانت کو

www.maktabah.org

ملحوظ رکھیں حدیث شریف ان اللہ یحب التاجر الصدوق [بیشک اللہ تعالیٰ سچے تاجر کو پسند فرماتا ہے] آپ نے سنی ہوگی اور عقود فاسدہ و ربویہ (فاسد اور سودی لین دین) سے بچتے رہیں اس بارے میں پورا اہتمام رکھیں کہ یہ علماء کی لغزش کا مقام ہے چہ جائیکہ غیر علماء، اس زمانہ میں ایسا کون عالم ہوگا جو ان عقود (بیع و شراء) سے بچا ہوا ہو، الا من عصمہ اللہ سبحانہ [مگر جس کو اللہ تعالیٰ بچائے]۔ متدین علماء سے ہمیشہ ان عقود کی معلومات حاصل کرتے اور اس مبحث کی تحقیق کرتے رہیں اور حق سبحانہ و تعالیٰ سے اس مہلک گرداب سے نجات کے طالب رہیں۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ [ہدایت کی پیروی کرنے والے پر سلام ہو]

مکتوب ۲۰۳

ارشاد پناہ میر محمد نعمان کے نام فنا و بقا کے پیچیدہ اسرار قیومیت کے دقائق اور انسان کامل کی جامعیت کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اے نقابت دستگاہ! انسانِ کامل کی جامعیت کے بارے میں کچھ تحریر کیا جاتا ہے غور سے سنیں، کوئی عارف فنائے کامل کے بعد جو کہ حقیقتِ عدمیہ کہ اس کی انا کا مورد ہے کے دور ہو جانے سے وابستہ ہے جب اسم الٰہی جل شانہ کے ساتھ بقا پیدا کر لیتا ہے اور حقیقتِ ثبوتیہ حقیقتِ عدمیہ کی جگہ لے لیتی ہے تو اس میں تدبیر و تصرف کرنے والا وہی اسم ہوگا اور وہ اس اسم کے اوصاف کے ساتھ متصف و آراستہ ہو جائے گا اور اس اسم کی حیات و علم و سمع و بصر و کلام و ارادہ و قدرت کے ساتھ حی و عالم و قادر و سمیع و بصیر و متکلم ہو جائے گا کیونکہ ہر اسم الٰہی جل سلطانہٗ اسماء و صفات کو متضمن ہے اور چونکہ وہ اسم دوسرے اسم کا ظل ہے اور اس اسم کی جزئیات میں سے ایک جزئی ہے (اس لئے) عارف ظل کی راہ سے اصل کے ساتھ مل جائے گا اور اسم سابق کی طرح اسم ۳۸۰ لاحق کے اوصاف کے ساتھ متصف ہو جائے گا اور پھر اُس اصل سے اس (اصل) کی اصل کے ساتھ ملحق ہو جائیگا اور دوسری اصل سے تیسری اصل اور تیسری سے چوتھی اور پانچویں اصل تک الیٰ ماشاء اللہ تعالیٰ (اور اس سے آگے جہاں تک اللہ تعالیٰ چاہے گا) متحقق ہو جائے گا اور چونکہ ہر اسم کو دوسرے اسماء کے ساتھ ایک مشارکت ہے (اور یہ) مابہ الاشتراک (جزو مشترک) کی راہ سے دوسرے اسماء کے ساتھ بھی جو کہ اس (اسم) کے اصول سے مختلف ہیں بقا حاصل کرے گا اور یہ تمام بیشمار اور لاتعداد اسماء عارف کے اجزا کی مانند ہو جائیں گے یہاں تک کہ وہ حضرت ذات تعالیٰ و تقدس تک پہنچ جائے گا اور اللہ تعالیٰ کی عادت جاری ہے کہ صدیوں کے بعد

www.maktabah.org

ہزاروں میں کسی ایک کو بقائے ذات کے ساتھ مشرف کرتے ہیں اور اس مرتبۂ مقدسہ سے اس عارف کو ایک ذات جو کہ بیچونی سے کچھ حصہ رکھتی ہے عطا فرماتے ہیں جو کہ عارف کی کنہ (حقیقت، ماہیت) ہوتی ہے اور یہ تمام اوصاف اُس ذات کے ساتھ قائم ہوتے ہیں بلکہ افرادِ عالم بھی اس ذات کے ساتھ قائم ہوتے ہیں کیونکہ افرادِ عالم اس کے بالمقابل ہیں، چونکہ اسماء وصفات کے مظاہر ہیں (اور) کوئی ذات ان میں کائن (کارفرما) نہیں ہے اس لئے وہ عارف خلیفۃ اللہ ہونے کے حکم سے قیومِ عالم ہو جاتا ہے اور وزیر کا حکم حاصل کر لیتا ہے۔ فَانْظُرْ اِلٰٓی اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰہِ کَیْفَ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِھَا [پس تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کی نشانیوں کی طرف دیکھ کہ وہ زمین کو اس کے مردہ ہو جانے کے بعد کس طرح زندہ کرتا ہے]۔ اس وقت وہ ذات حقیقتِ ثبوتیہ کی جگہ قائم ہو جاتی ہے اور مدبر و متصرف (تدبیر و تصرف کرنے والی) ہو جاتی ہے۔

یہاں سے اس عارف کی جامعیت کو سمجھنا چاہئے کہ تمام افرادِ عالم اس کے مقابلہ میں حقیر جزء کا حکم (بھی) نہیں رکھتے قطرہ کو دریا کے ساتھ کوئی نسبت نہیں ہے اور ان (افرادِ عالم) کو اس (عارف) کے ساتھ وہ (نسبت) بھی نہیں کیونکہ اوصاف کو ذات کے ساتھ لاشئ اور مستہلک ہونے کی نسبت ہے، ذکر کرنے کے وقت گویا وہ کئی ہزار زبانوں کے ساتھ ذکر کرتا ہے، ہر ایک اسم اپنی زبان کے ساتھ ذاکر ہے اور عارف ان سب کے کل کی جگہ ہے اور تحریمہ (نماز کی نیت) باندھنے کے وقت گویا کئی ہزار اشخاص تحریمہ باندھتے ہیں اس کے بعد یہ سب اشخاص قرات کرتے ہیں اور رکوع و سجود میں جاتے ہیں اور اس عالمِ امکان کے حقائق میں سے اکثر بھی عارفِ مذکور کے ساتھ ان امور میں شریک ہو جاتے ہیں۔ دوسرے لوگ ایک زبان کے ساتھ ذاکر ہیں اور وہ بھی چونکہ نفسِ امارہ کی انانیت (میں پن) سے پاک نہیں ہے (اس لئے) وہ ذکر بھی اُنہی (لوگوں) کی طرف لوٹنے والا ہے اور بارگاہِ قدس کے لائق نہیں ہے اور یہ عارف چونکہ انانیت سے رہائی حاصل کر چکا ہے (اس لئے) ہزاروں زبان کے ساتھ ذاکر ہے اور کسی میں بھی خود درمیان میں نہیں ہے۔ ظاہر بیں عوام ان دونوں کو ذاکر و عابد جانتے ہیں اور فرق کی حقیقت سے واقف نہیں ہیں بلکہ عارف کامل طور پر حضور ہو گیا ہے اور وہ غفلت میں بھی حاضر ہے کیونکہ علم حضوری میں کسی وقت ۲۸۱ بھی غفلت نہیں پائی جاتی اور غافل لوگ اس سے غافل ہیں، پس عارف مذکور غفلت میں بھی حضور کے ساتھ ہے اور دوسرے لوگ عین حضور میں بھی غافل اور دور ہیں بلکہ امر (گذشتہ بیان کی وجہ سے) اور نیز ان کے حضور کی انتہا حصول میں ہے اور حصول عین غفلت ہے اور عوام اِن لوگوں کو حاضر و ذاکر جانتے ہیں اور اُس کو غافل ھداھم اللہ سبحانہ سواء الصراط [اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان کو سیدھے راستہ کی ہدایت دے]۔

پری نہفتہ رخ و دیو در کرشمہ و ناز ۔۔۔ بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

[پری نے چہرہ چھپا لیا اور دیو کرشمہ و ناز میں مصروف ہے، حیرت سے عقل جل گئی کہ یہ کتنی عجیب بات ہے]۔

www.maktabah.org

ایک نکتہ ہے گوشِ ہوش سے سُنیں کہ جب عارف اپنے آپ کو کلمۂ اَنَا (مَیں ہوں) کے اطلاق سے پاک اور بَری کر لیتا ہے اور نفسِ امارہ کی انانیت سے پوری طرح رہائی حاصل کر لیتا ہے تو ھَلۡ جَزَآءُ الۡاِحۡسَانِ اِلَّا الۡاِحۡسَانُ [کیا احسان کی جزا احسان کے سوا کچھ اور ہے] کے مطابق معشوق کا احسان آپہنچتا ہے اور اس گم شدہ کو اپنی انا میں جگہ دیتا ہے اور وہ عاشقِ صادق غیریت کی کشاکش سے چھوٹ کر ایک معشوق کی اَنا کے خلوت خانہ میں آرام پاتا ہے۔ اس گروہ کی ایک جماعت ہے جو چاہتی ہے کہ معشوق کو اپنی اَنا میں سمولے اور اپنی اَنا کے خرابے اور ویرانے میں مطلوب کو اتارے اور اس کے ساتھ خوش ہو جائے، وہ نہیں جانتے کہ انھوں نے مطلوب کے ظلال میں سے ایک ظل کے ساتھ آرام حاصل کیا ہے اور اس بے پایاں ذات سے سوائے نمونہ کے کچھ حاصل نہیں کیا ہے ؎

تو از خوبی نمی گنجی بعالم مرا ہرگز کجا گنجی در آغوش

[جب تو خوبی کی وجہ سے عالم (دنیا) میں نہیں سما سکتا تو میری آغوش میں بھلا کہاں سما سکتا ہے]

ہم اصل بات بیان کرتے ہیں، تو ذات کہ عارف کو بخشی گئی ہے چونکہ وہ بےچونی سے کچھ حصہ رکھتی ہے اس کی جامعیت ظاہری نگاہوں میں جُزئی سے زیادہ نہیں آتی لیکن حقیقت میں یہ تمام اسماء و صفات سے جو کہ عارف کے اجزا کی مانند ہو گئے ہیں زیادہ جامع ہے بلکہ اس جامعیت کو اس جامعیت کے ساتھ کچھ بھی نسبت نہیں ہے اور اس کے علاوہ یہ سب ہوئے ہیں تو ایسے ہوئے کہ حکم رکھتی ہے سبحان اللہ وبحمدہ اس قسم کی وسیع صفت کو حقیر شخص کی صورت میں ظاہر کیا گیا ہے اور مُلک و ملکوت کے ان تمام خزانوں کو اس طرح کے بے قدر و قیمت ویرانہ میں ودیعت فرما دیا گیا ہے اور ان سب بے رنگ حسن و جمال اور بے کیف انوار و اسرار کو اس ظلمانی ڈھانچہ میں جو کہ ذلیل (گندے) پانی سے پیدا ہوا ہے پنہاں کر دیا گیا ہے۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيۡزٍ [اور یہ بات اللہ تعالیٰ کے لئے کچھ مشکل نہیں ہے] اور اس پنہاں کرنے میں حکمت ابتلاء و اختبار (آزمانا اور جانچنا) لِیَمِیۡزَ الۡخَبِیۡثَ مِنَ الطَّیِّبِ [تاکہ ناپاک کو پاک سے الگ کرے] جس شخص کی نظر نے عارف کے باطن و حقیقت میں نفوذ کیا اس کی برکات سے وہ پُر اور سیراب ہو گیا اور جس کی نظر اس کی صورت پر ہی ٹھہری رہی اور اس نے اپنی بے حقیقت صورت کی طرح تصور کیا وہ اس کی برکات سے محروم رہا اور ابدی خسارہ کے ساتھ داغدار ہو گیا اُس نے یہ نہیں جانا کہ یہ عارف کامل طور پر مغز ہے کہ کوئی چھلکا درمیان میں حائل نہیں ہے اور اس کی چھلکا ہونے کی صفت پوری طرح مغز میں تبدیل ہو گئی ہے اور دوسرے سب لوگ بے مغز چھلکا ہیں لیکن اس تبدیل شدہ چھلکے کو چونکہ اس کے چھلکے والے جسم پر باقی چھوڑ دیا گیا ہے (اسلئے) ہر وقت بے مغز چھلکے کے ساتھ ظاہری مشارکت رکھتا ہے اور اس ظاہری ص ۳۸۲

www.maktabah.org

مشارکت کے ساتھ کہ جسمانی قید سے وابستہ ہے جو کہ جسم کے ٹوٹنے کے بعد باقی ہے محجوبوں کی آنکھوں میں خاک ڈال کر اپنے دوستوں کو بےخود کر کے اپنے ساتھ رکھتا ہے، اولیائی تحت قبائی لایعرفھم غیری [میرے اولیاء میری قبا کے نیچے ہیں ان کو میرے سوا کوئی نہیں پہچانتا] قُلْ هٰذِهٖ سَبِیْلِیْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِیْرَةٍ اَنَا وَ مَنِ اتَّبَعَنِیْ وَ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَ مَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ [آپ کہہ دیجئے کہ یہ میرا راستہ ہے میں اللہ تعالیٰ کی طرف اس طرح پر دعوت دیتا ہوں کہ میں اور میرا اتباع کرنے والے دلیل پر قائم ہیں اور اللہ پاک ہے اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں]۔ یوسف ۱۰۸

مکتوب ۲۰۲

اسد اللہ بیگ کے نام ممکن کے فقر اور واجب تعالیٰ عزوجل کے غنا کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل جو کہ کمالِ عبودیت کے ساتھ متحقق ہیں اور جنھوں نے ربوبیت کے اسرار کو ظاہر فرمایا ہے نیستی و بندگی کے حسن و جمال کو (آپ کے) باطن کے آئینے پر جلوہ گر کرے اور ہمسری و خداوندی کے دعوے سے نجات و رہائی دے، بندہ بندگی کے احکام میں جتنا زیادہ پختہ ہوگا اور ذاتی نیستی اور پیدائشی فقر کی دید اس پر جسقدر غالب ہوگی ہستی اور کمالاتِ وجوبی کا ظہور اس کے حق میں اسی قدر زیادہ ہوگا اذ بضدھا تتبین الاشیاء [کیونکہ چیزیں اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہیں] حسن و جمال و غنا اور تمام کمالات کا بوجہ کمال ہونا ذات لم یزل و لایزال (اللہ تعالیٰ) کا خاصہ ہے، عجز و نیستی و احتیاج و ذلت و فقر و نقص تجھ میں ہونا چاہیئے تاکہ اُس کا ظہور اس کے ساتھ ہو، اُس نے مخلوق کو ذلت و نیستی اور احتیاج کی صفت کے ساتھ پیدا کیا اور اپنے وجودی کمالات کا کچھ پرتو بھی اس میں پنہاں فرمایا، جس شخص نے اپنے آپ کو اس عارضی کمال اور نمود بے بود کے باوجود کامل و خیر خیال کیا وہ نفسِ امارہ کی قید میں پھنس گیا اور قرب کی سعادت سے محروم ہوگیا اور بُعد (دوری) و حرمان (بے نصیبی) کے داغ میں گرفتار ہوگیا پس اس کے لئے پوری طرح ہلاکت ہے اور جس شخص نے عارضی کمالات کو اس کے اہل کے سپرد کیا اور اپنے ذاتی فقر و نیستی کی دید کے ساتھ متحقق ہوا اُس نے قرب و وصال کی دولت کی طرف ہدایت پائی اور اس نے نیستی کے جال کے ساتھ ہستی کو شکار کیا اور ذلت کی راہ سے عزت کے مقام پر پہنچ گیا پس اس کے لئے شادمانی و خوشخبری ہے اور اس کی پیدائش سے جو کچھ مقصود تھا وہ اس نے پورا کر دیا اور نعمت اس کے حق میں پوری ہوگئی۔ اَوَ مَنْ كَانَ مَیْتًا فَاَحْیَیْنٰهُ وَ جَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا یَّمْشِیْ بِهٖ فِی النَّاسِ [کیا ایسا شخص جو مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کیا اور اس کے لیے الانعام ۱۲۲

www.maktabah.org

نور پیدا کیا کہ وہ اس نور کے ساتھ لوگوں میں چلتا ہے اُس شخص کی مانند ہو سکتا ہے جس کا عالم یہ ہے کہ ظلمات میں مبتلا ہے جس سے وہ ہرگز نکلنے والا نہیں] یہ آیت کریمہ اُس شخص کے حال کو بیان کرتی ہے اور حدیث من قتلته فانا دیته [جس شخص کو میں قتل کروں تو اس کی دیت (خونبہا) میں ہی ہوں] اس کی شان کو ظاہر کرتی ہے اور یہ کمال سید کونین علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والسلام کے اتباعِ کامل پر موقوف ہے۔ اللھم ارزقنا کمال متابعتہ و الثبات علی محبتہ ویرحم اللہ عبدا قال امینا [اے اللہ! ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل پیروی اور آپ کی محبت پر ثابت قدمی مرحمت فرما اور اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جس نے آمین کہی]۔ ۳۸۳

مکتوب ۲۰۵

میرزا امان اللہ برہانپوری کے نام حق سبحانہ وتعالیٰ کی وراثت اور ولایاتِ ثلٰثہ صغریٰ وکبریٰ وعلیا کے بعض کمالات وکمالاتِ نبوت اور جو کمال کہ اس سے اوپر ہے ان سب کو مجمل ومختصر بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم حامدًا للہ اولاً وآخرًا ومصلیا علی رسولہ محمد وآلہ دائمًا وسرمدًا اما بعد، صحیفۂ شریفہ نے مشرف کیا آپ نے روشن احوال اور بلند واقعات کے بارے میں جو کچھ لکھا تھا اس نے باطنی ذائقے اور عقلی (ذہنی) لذتیں بخشیں اللہ تعالیٰ مزید در مزید عطا فرمائے اور نورٌ علی نور کرامت فرمائے اور دوستوں کے جو حالات وواقعات آپ نے لکھے تھے ان کے مطالعے سے بھی حظوظ حاصل ہوئے: اللھم اکثر اخواننا فی الدین وثبتنا وایاھم علی متابعۃ سید المرسلین علیہ وعلیھم الصلوات والبرکات الی یوم الدین [اے اللہ! ہمارے دینی بھائیوں کو زیادہ کر دے اور ان کو اور ہم کو سید المرسلین جن پر تاقیامِ قیامت اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں کی متابعت پر ثابت قدم رکھ] امید ہے کہ اسی طریق پر دور افتادہ دوستوں کو یاد کرتے رہیں گے اور تازہ کیفیات وواردات کی اطلاع ارسال کر کے خوشوقت کرتے رہیں گے، ہمت کو بلند رکھیں اور وقائع کو بشارت جانیں جو کچھ بیداری میں حاصل ہو وہ اس شخص کی ملکیت ہے۔ ع

از ہر چہ می رود سخنِ دوست خوشتر است [دوست کی جو بات بیان کی جائے پسندیدہ ہے]

میرے مخدوم! اس فانی دنیا میں ہم سے اور آپ سے جو کچھ طلب کیا گیا ہے وہ حق جل وعلا کی معرفت ہے چونکہ مطلوبِ حقیقی آفاق وانفس سے ماوراء ہے (اس لئے) اس کا طالب جب تک آفاق وانفس سے نہ گذر جائے معرفت کی طرف راہ نہیں پاتا اور آفاق وانفس سے گذرنا ایک وجدانی امر ہے جب تک آدمی اس سے نہ گذرے اس کی حقیقت کو جیسی کہ وہ ہے نہیں سمجھ سکتا من لم یذق لم یدر [جس نے نہیں چکھا اس نے ہرگز نہیں جانا] یہ نسبتِ عالیہ

www.maktabah.org

"نسبتِ جذبہ وسلوک" و "معاملۂ دخول وخروج" و "اتصال وانفصال" و "قرب وبُعد" و "غیبت وحضور" و "توحید واتحاد" و "لفظ ومعنی" اور "وہم وخیال" سے ماوراء ہے پس وہ سبحانہ وتعالیٰ وراء الوراء ثم وراء الوراء ہے اور یہ ورائیت (ماوراء ہونا) قرب کی جانب میں ہے نہ کہ بُعد کی جانب میں، ہر اس چیز سے جو کہ تصور
۳۸۴ کی جاسکتی ہے حتی کہ اس شخص کی ذات سے (بھی) نزدیک تر ہے مشکل ہے کہ محدود عقل اس کا پتہ لگاسکے اور وہم وخیال اس کو محال جانتا ہے اور اپنے آپ سے نزدیک تر تصور نہیں کرسکتا، ورائیت کا بُعد کی جانب ہونا وہم کی جولانگاہ ہے، فالحق تعالیٰ اقرب فی الوجود وابعد من الوجدان [پس حق تعالیٰ وجود میں اقرب اور وجدان سے ابعد ہے] یہ کمال ولایتِ کبریٰ کے کمالات میں سے ہے جو کہ انبیاء علیہم الصلوات والبرکات کی ولایت ہے اور ولایتِ صغریٰ جو کہ اولیا کی ولایت ہے قرب کے مراتب میں منحصر ہے کیونکہ قرب کی غایت (انتہا) متحد ہونا اور دوئی کا رفع ہونا ہے اقربیت کا معاملہ اس سے زیادہ نازک ہے اور اتحاد کو گذر جانا چاہیے تاکہ اقربیت رونما ہو، ع

لذتِ مے نشناسی بخدا تا نہ چشی [خدا کی قسم جبتک تو شراب کو نہیں چکھے گا اس کی لذت کو نہیں پہچان سکے گا]

عالمِ امر کے کمالات اس جگہ ختم ہوجاتے ہیں اور اطمینانِ نفس کی حقیقت اس مقام میں حاصل ہوجاتی ہے اور ولایتِ کبریٰ سے گذرنے کے بعد ولایتِ علیا ہے جو کہ ملاءِ اعلیٰ علیٰ نبینا وعلیہم الصلوات والبرکات کی ولایت ہے اور اس ولایت کے کمالات سے کامل حصہ عنصرِ خاک کے سوا باقی تین عناصر کے لئے ہے کیونکہ اس عنصرِ پاک (خاک) کا حصہ کمالاتِ مرتبۂ نبوت سے ہے، ان تینوں ولایتوں (ولایتِ اولیا وانبیاء وملائکہ علیہم السلام) سے گذرنے کے بعد کمالاتِ انبیا علیہم الصلوات والبرکات میں سیر شروع ہوتی ہے جو کہ اصالت کے طور پر انبیاء علیہم البرکات والصلوات کا حصہ ہے اور تبعیت کے طور پر ان کے وارثین کو (بھی) اس سے حصہ ملتا ہے، اس مقام میں عارف صورتِ شریعت سے حقیقتِ شریعت کی طرف ترقی کرتا ہے اور صورتِ اعمال سے حقیقتِ اعمال تک پہنچتا ہے پہلے ترقیات اعمال کی صورت کے ساتھ وابستہ اور ان کا نتیجہ تھیں اور اس مقام میں عروج (ترقی) اعمال کی حقیقت کے ساتھ وابستہ ہے اور (عارف) حقیقت کے ثمرات ونتائج حاصل کرتا ہے یہاں سے کمالاتِ ولایت اگرچہ وہ ولایت انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات ہی کی ہو اور کمالاتِ نبوت میں فرق معلوم کرلیجئے کہ صورت کا حقیقت کے مقابلہ میں کیا قدر واعتبار ہے پس ہر ایک کے نتائج بھی اسی انداز پر ہوں گے اور اس حالت کے گذر جانے کے بعد ایک ایسا معاملہ پیش آتا ہے کہ جوارح (اعضا) وقلوب کے اعمال اس مقام میں اثر نہیں رکھتے اور صورت وحقیقت (دونوں) راستہ میں رہ جاتی ہیں، ترقی اور کمالات کا افاضہ (حاصل ہونا) اس مقام میں محض فضل واحسان کے ساتھ

www.maktabah.org

وابستہ ہے، یہ نہ کہا جائے کہ اس وقت میں عارف کا شریعت سے استغنا لازم آتا ہے اور (حالانکہ) کوئی شخص کسی وقت میں بھی شریعت سے مستغنی (بے نیاز) نہیں ہے کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ جو کچھ ممنوع ہے وہ تکالیفِ شریعت کا ساقط ہونا ہے اور یہ غیر واقع ہے کیونکہ کامل عارفین (بھی) عوام کی طرح ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے پابند ہیں اور اوامر کے بجالانے اور منہیات سے بچنے کے سوا کوئی چارہ نہیں رکھتے اس ۳۸۵
کے باوجود ہم کہتے ہیں کہ شریعت معاملہ کی اصل و بنیاد ہے اور اصل و بنیاد کی ہر وقت ضرورت ہوتی ہے درخت خواہ کتنا ہی بلند ہو جائے اور عمارت خواہ کتنی ہی اونچی چلی جائے جڑ اور بنیاد سے چارہ نہیں رکھتی، یہ معاملہ بالاصالت انبیاء اولو العزم علیہم الصلوات والتسلیمات کے ساتھ مخصوص ہے اور ان اکابر کی تبعیت (پیروی) کے طفیل میں دیکھئے کس کو اس دولت سے نوازتے ہیں اور جب معاملہ تفضل (فضل و کرم کرنا) سے اوپر چلا جاتا ہے تو کمالات کا افاضہ اس مقام میں محبتِ ذاتیہ کی راہ سے ہوتا ہے اور محبت میں دو کمال ہیں محبیتِ ذاتیہ جو کہ بالاصالت حضرتِ کلیم (موسیٰ) علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حصہ ہے اور محبوبیتِ ذاتیہ جو کہ بالاصالت حضرت خاتم الرسل و شفیع الامم علیہ وعلیٰ جمیع الانبیاء واتباعہم الصلوات والتسلیمات والبرکات کا حصہ ہے، معلوم نہیں کون صاحبِ نصیب ہے کہ ان کے طفیل اُن کے اس کمال سے بہرہ یاب ہو اور اُن کے خاص پس خوردہ (جھوٹے) سے کوئی گھونٹ نوش کرے۔

در قافلہ کہ اوست دانم نرسم ‌‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ایں بسکہ رسد ز دور بانگ جرسم

[میں جانتا ہوں کہ جس قافلہ میں وہ ہے میں وہاں نہیں پہنچ سکتا، یہی کافی ہے کہ دور سے جرس (گھنٹی) کی آواز مجھ تک پہنچ رہی ہے]

مختصر یہ ہے کہ یہ تمام قرب و معرفت کے درجات ہیں جس درجے سے بھی حصہ عنایت فرمائیں بہت بڑی نعمت ہے اور ہمیشہ آنسو بہاتے ہوئے (گریہ وزاری کرتے ہوئے) کریموں کے دسترخوان پر آنکھیں لگا دینی چاہئیں اور صاحبانِ اولش (اہلِ پس خوردہ) سے ہمیشہ امیدوار رہنا چاہئے۔ ع

با کریماں کارہا دشوار نیست ‌ ‌ ‌ [کریموں کے لئے کوئی کام مشکل نہیں ہے]

چشم دارم کہ دہد اشکِ مرا حسنِ قبول ‌ ‌ ‌ آنکہ در ساختہ است قطرۂ بارانی را

[میں امید رکھتا ہوں کہ وہ (اللہ) جس نے بارش کے قطرے کو موتی بنا دیا ہے میرے آنسوؤں کو حسنِ قبول عطا فرمائیگا]

والسلام علیکم وعلیٰ من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات والتحیات والبرکات العلیٰ۔

مکتوب ۲۰۶

www.maktabah.org

حقائق آگاہ خواجہ محمد ہاشم کشمی کے نام اپنے اور اُن قدس سرہ کے بعض کمالات کے متعلق اشارات کے بارے میں صادر ہوا۔

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد حقائق دستگاہ و معارف آگاہ کے خدام سے عرض کرتا ہے کہ اس حدود کے فقراء کے احوال حمد و شکر کے لائق ہیں: المسئول من اللہ سبحانہ سلامتکم واستقامتکم علی جادۃ شیوخکم ظاہراً و باطناً فانہ ملاک الامر و مدار الفیوض و بدونہ خرط القتاد [اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے آپ کی سلامتی اور آپ کے مشائخ کے راستہ پر ظاہری اور باطنی طور پر استقامت کی دعا کی گئی ہے پس بیشک یہ کام کی اصل اور فیوض کا مدار ہے اور اس کے بغیر سب بیکار سر کھپانا ہے]۔

آج اصحاب یسار (بائیں ہاتھ والے) چشم براہ ہیں کہ اصحاب یمین (داہنے ہاتھ والوں) کے ۳۸۹
اسرار سے آگاہی پائیں اور ان خزانوں سے کوئی موتی حاصل کریں، امید ہے کہ از راہ کرم دریغ نہیں فرمائیں گے اور کل پر نہیں چھوڑیں گے اور تلخ دہنوں کو اپنے کریمانہ دستر خوان کی شیرینی سے نوازیں گے ؎

در سرم سودائے شیریں دلبرے ست تلخ کاماں را بشیرینی سرے ست

[میرے سر میں ایک شیریں دلبر کا سودا ہے۔ تلخ کاموں کو شیرینی کا ایک جنون ہے]

امید ہے کہ جب اہلِ یسار کی باری آئے گی اور اس عالم کا معاملہ ظاہر ہو گا سب اس بات کی تمنا کریں گے کہ ان کے راستہ کی گرد کو اپنی چشم بصیرت کا سرمہ بنائیں اور ان کے محسن کے دستر خوان کے نمک کا ایک ذرہ طلب کریں ؎

آں دارد آں نگار کہ آنست ہر چہ ہست آنرا طلب کنید حریفاں کہ آں کجاست

[وہ نگار (معشوق) وہ کیفیت رکھتا ہے کہ جو کچھ بھی ہے بس وہی ہے اے ہم مشربو اس کو طلب کرو کہ وہ کہاں ہے]

مختصر یہ ہے کہ الحسنۃ بعشرۃ امثالھا بل تسعمائۃ [ایک نیکی کا دس گنا بلکہ نو سو گنا اجر ملتا ہے] مسلمہ فیصلہ ہے اس کے بموجب جو کچھ ہو سکے ایثار کریں اور بخل نہ کریں۔ وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ الحشر ۹
خَصَاصَةٌ [وہ اُن کو اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ ان پر فاقہ ہی ہو] ورنہ اصحاب یسار حسبی اللہ [اللہ تعالیٰ میرے لئے کافی ہے] کہتے ہوئے صباحت کی نعیم (نعمت و راحت) اور قلت (قلیل ہونے) کے سرچشمہ سے ملاحت کی نسیم اور محبت کے گھونٹ پر کفایت کر لیں گے ؎

ھنیئاً لارباب النعیم نعیمھا وللعاشق المسکین ما یتجرع

[نعمت والوں کو ان کی نعمتیں مبارک ہوں اور غریب عاشق کیلئے جو گھونٹ دو گھونٹ وہ پیتا ہے وہی کافی ہے]

والسلام اولاً و آخراً

www.maktabah.org

مکتوب ۲۰۷

شیخ عبداللطیف شکرخانی کے نام وعظ و تذکیر اور نصائح کے بیان میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد یہ محب اپنے لئے اور تمام دوستوں کے لئے اکمل المکونات (محمد مصطفیٰ) علیہ افضل الصلوات واشمل التحیات والتسلیمات واتم البرکات کے اتباعِ سنن کے طفیل آفات سے نجات اور تعلقات سے تخلیہ (خالی ہونا) اور قیودات سے قطع تعلق اور سفلیات (پستیوں) سے بلندیوں کی طرف اور بلند درجات سے بارگاہ صفات کی طرف اور ان سے ذات کی بلند بارگاہ کی طرف تخلص (منتقل ہونا) کی دعا کرتا ہے۔ بھائیوں (دوستوں) سے امید ہے کہ وہ ہوا و شیطان کے اتباع کے باعث لقائے رحمٰن کو فراموش نہ کریں گے اور صحت و امن کے زمانہ کو اللہ المنان کے ذکر کی کثرت کے ساتھ غنیمت جانیں گے اور کچھ وقت قرآن مجید کی تلاوت کے لئے مقرر کریں گے اور ان (برادران) کو جان لینا چاہیے کہ نفس بکثرت برائیوں کا حکم کرنے والا ہے اور دنیا ایک بہت بڑی جادوگر محبوبہ ہے اور اس کی لذتیں پسندیدہ ہیں اور آخرت فراموش کی ہوئی چیز ہے اور اس کی نعمتیں پوشیدہ ہیں اور شیطان نقد (حاضر فائدہ) کو رواج دیتا ہے اور مفلسی و محتاجی سے ڈراتا ہے، تو کیا عاقل کو خبر نہیں کہ بیشک دنیا عاجلہ (جلدی ملنے والی) ہے اور اس کا متاع فانی ہے جو واپس نہیں آتا اور آخرت کا فائدہ باقی ہے فوت ہونے والا نہیں ہے كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ [آج کے دن ہر شخص اپنے اعمال کے ساتھ گروی (پھنسا ہوا) ہے] ۳۹۷ اپنے جوڑے (دوست) کے ساتھ ہمنشین ہے (وہ ساتھی) یا تو شیطانِ لعین ہے یا حورِ عین ہے تیرے اعمال پر فریاد ہے پھر اس چیز پر فریاد ہے جس کو تو نے ترجیح دی ہے تو نے تین چیزوں کو تین چیزوں پر ترجیح دے رکھی ہے تو نے تعبِ نفس و شغلِ قلب اور ثقلِ حساب کو راحتِ نفس و فراغِ قلب اور خفتِ حساب پر ترجیح دی ہے، تو فانی جسم کی تعمیر میں مشغول ہے اور ظالم نفس کا پیٹ بھرتا ہے، بارگاہ سبحانی کی جانب روحانی توجہات کرنے کو فراموش کر دیا ہے، تو نے اپنے قلب کو فانی چیزوں کی یاد اور ان کی لذتوں سے پُر کر دیا ہے اور ابھی تک تجھ کو تیری آرزوئیں حاصل نہیں ہوئی ہیں، عقلمند سے یہ بات تعجب خیز ہے کہ وہ امورِ عاجلہ (دنیاوی کاموں) میں تو تدبیر کا اہتمام کرے اور آخرت کے امور کو تقدیر کے سپرد کر دے، کیا اس کو اس بات کا یقین نہیں کہ امورِ دنیا کی تدبیریں تدبیر کو ساقط کر دینے اور امورِ آخرت میں کوشش کرنے اور کوتاہی کو ترک کرنے میں ہے، کیا اس نے یہ نہیں سنا کہ دنیا کی ہر حاجت کو ترک کرنا ہی

www.maktabah.org

اس کا پورا ہونا ہے (اور آخرت کی حاجتوں کا پورا ہونا ان کو حاصل کرنا ہے) پس اس شخص کے لئے ہلاکت ہے جو دار الغرور (دنیا) کے ساتھ مطمئن ہے اور اس پر خوشی کے ساتھ فریفتہ ہے قبور کی وحشت اور یوم نشور (قیامت) کی شدت کو بھول گیا ہے اور باطل میں ڈوبا ہوا ہے اور کتاب مسطور فی رق منشور سے (اس کتاب سے جو کشادہ اوراق میں لکھی ہوئی ہے) اعراض کر رہا ہے لہو و لعب کی طرف چل رہا ہے اور بیت المعمور کی طرف نہیں چلتا۔ اَفَلَا یَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِی الْقُبُوْرِ وَحُصِّلَ مَا فِی الصُّدُوْرِ اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ یَوْمَئِذٍ لَّخَبِیْرٌ (کیا اس وقت کو انسان نہیں جانتا جبکہ قبروں سے مُردوں کو اُٹھایا جائے گا اور ان بھیدوں کو جو سینوں میں چھپے ہوئے ہیں ظاہر کیا جائے گا، بیشک ان کا رب اس دن اُن کے احوال سے باخبر ہے) والسلام علی من اتبع الهدیٰ۔

مکتوب ۲۰۸

محمد یوسف خادم کے نام حضرت مجدد الف ثانی (قدس سرہ) کے مکاشفہ کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ حامداً و مصلیاً، ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بعض ظاہری تفرقوں (عدم حضور) سے جو کہ باہم زندگی بسر کرنے اور مل جل کر رہنے کے لئے لازم ہے تنگ آگئے تو خلوت و گوشہ نشینی کا قصد کیا، فرماتے تھے کہ میں نیت کی تصحیح اور جگہ کے تعین کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا اور تضرع کر رہا تھا، اس اثنا میں اس طرح ظاہر کیا گیا کہ اچھا اور پسندیدہ و زیادہ مناسب و لائق وہی طریقہ ہے کہ جس پر تو ہے نہ کہ گوشہ نشینی و خلوت گزینی۔ اس دوران میں سرہند پر نظر پڑی، میں نے دیکھا کہ گویا یہ مقام ایک گہرا کنواں ہے اس کنوئیں سے کوئی چیز باہر نہیں آتی بس سمجھ لیجئے، والسلام علی سیدنا النبی و آلہ و صحبہ الکرام۔

مکتوب ۲۰۹

میرزا اسماعیل خان بیگ کے نام نصیحت اور طریقہ علیہ نقشبندیہ قدس اسرار اربابہا کی تعریف میں تحریر فرمایا۔

میرے مخدوم! دنیا دار عمل اور کاشتکاری کی جگہ ہے، عیش و فراغت دار آخرت کے لئے تیار کی گئی ہے مقبول بندہ وہ ہے جو کہ اس چند روزہ زندگی کو طاعات کے وظائف سے آباد رکھے اور غفلت کے ساتھ نہ گزارے اور عیش و آرام میں مشغول نہ ہو کیونکہ اس کا نتیجہ آخرت میں بے فائدہ حسرت و ندامت کے سوا نہیں ہوگا، قلبی ذکر کی اس قدر پابندی کرنی چاہئے کہ وہ دائمی ہو جائے اور دل کی صفت لازم بن جائے

www.maktabah.org

جیسا کہ سُننا کان کی صفت اور دیکھنا آنکھ کی صفت ہے اور یہ بات طریقۂ عالیہ نقشبندیہ میں آسان عمل کے ساتھ میسر ہے کیونکہ ان بزرگواروں نے سیر کی ابتدا عالمِ امر سے کی ہے اور اس کی نہایت کو بدایت (ابتدا) میں درج فرمایا ہے پس طالبِ صادق کو اس طریقۂ عالیہ کا اختیار کرنا اولیٰ و انسب ہے اور نیز اس طریقہ کے اکابر نے سنت کے اتباع اور بدعت سے اجتناب کو اختیار کیا ہے جو کہ برکات کا ثمرہ عطا کرنے والا اور محبتِ ذاتیہ کا نتیجہ دینے والا ہے جو کہ اہلِ سلوک کا بلند ترین مقام ہے آیتِ کریمہ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ؕ (آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا) اسی معنی کی شاہد ہے، والسلام اولاً و آخراً۔ آل عمران ۳۱

مکتوب ۲۱۰

میرک عباد اللہ ولد قاضی محمد زاہد کابلی کے نام علم کے دو قسم میں منقسم ہونے اور جو علم واجب سے تعلق رکھتا ہے اور جو علم ممکن سے تعلق رکھتا ہے ان دونوں میں تمیز کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وآلہ اجمعین۔ علم جو کہ انکشاف سے تعبیر کیا جاتا ہے دو قسم پر ہے، ایک قسم یہ ہے کہ انکشاف کے ساتھ احاطہ بھی ہو اور دوسری قسم یہ ہے کہ محض انکشاف ہو اور احاطہ نہ ہو، جو علم ممکن کے ساتھ تعلق رکھتا ہے وہ قسم اول میں داخل ہے اور جو علم واجب سے متعلق ہے وہ دوسری قسم کا ہے اور اس (دوسرے) علم کو "ادراکِ بسیط" کہتے ہیں اور عدمِ احاطہ کی علامت (و شناخت) یہ ہے کہ کیفیت ادراک میں نہ آئے اور رویتِ اخروی (آخرت میں دیدارِ الٰہی ہونا) علم کی قسمِ ثانی کے مماثل (مانند) ہے کہ وہاں کیفیت معلوم ہوئے بغیر محض انکشاف ہے اور (کیفیت) معلوم بھی کیسے ہو کہ اُس
۳۸۹ تعالیٰ شانہٗ وعز برہانہٗ کی بارگاہ میں کوئی کیفیت نہیں ہے (یعنی کیفیت سے منزہ و پاک ہے) والسلام

مکتوب ۲۱۱

میر محمد خافی کے نام نصیحت کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حامداً و مصلیاً۔ برادر عزیز! وقت بہت ہی عزیز ہے، نہایت عزیز اور اشرف چیز میں صرف ہونا چاہئے اور وہ (چیز) مولائے حقیقی جل شانہٗ کی عبادت اور اس کے پسندیدہ

www.maktabah.org

کاموں کو بجالانا اور شرعی محرمات و ممنوعات سے اجتناب کرنا ہے، مالکِ حقیقی کی طاعت و فرمانبرداری کی لذت کو محرمات کی لذت سے زیادہ جاننا چاہیے، کونسی نعمت اس سے زیادہ خوشگوار ہے کہ نعمتوں کا مالک جلّ وعلا اس شخص سے اور اس کے عمل سے راضی ہوجائے اور اس سبحانہ وتعالیٰ کی ناراضگی سے زیادہ اور کونسا رنج و غم ہے، وصال کی لذت جناتِ نعیم کی لذتوں سے زیادہ ہے اور جدائی کا غم دوزخ کے عذاب سے بدتر ہے، فطوبی للموفقین وویل للمسوفین [پس توفیق یافتہ لوگوں کیلئے عیش ہے اور ٹال مٹول کرنے والوں کے لئے افسوس ہے] والسلام اولاً وآخراً۔

مکتوب ۲۱۲

ملا گل محمد مفتی پشاوری کے نام عزائم امور (اہم کاموں) پر رہنمائی کرنے کے بیان میں تحریر فرمایا۔

میرے مخدوم! آپ نے عظیم کام سامنے رکھا ہے اور بڑی خدمت کو اختیار کیا ہے اس کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونا خصوصاً زمانے کے اس حصہ میں بہت ہی مشکل ہے، کمال درجہ کا علم و دانش اور بہت زیادہ تقویٰ و دینداری اور حکام و اہلِ اقتدار کی موافقت اس بزرگ کام میں درکار ہے، اہلِ زمانہ کے دل میں اسقدر سُستی جاگزیں ہوگئی ہے کہ امرِ نہی کو ان کے سامنے بیان کرنا بہت دشوار ہے ڈرتے اور کانپتے رہنا چاہیے ظہر المفتی جسر جھنم [مفتی کی پیٹھ جہنم کا پل ہے] آپ نے سُنا ہوگا۔ حدیث اجرأکم علی الفتویٰ اجرأکم علی النار [تم میں سے فتویٰ پر زیادہ جرأت کرنے والا دوزخ پر زیادہ جرأت کرنے والا ہے] آپ کے کانوں تک پہنچی ہوگی۔ عقلمندوں سے تعجب ہے کہ اس قسم کے نازک کام میں داخل ہوتے ہیں بظاہر ان کی نیت نیک ہوگی اگرچہ ہم نہیں جانتے، اپنے اہل و عیال کی خوراک کے لئے کوئی عقلمند جائز نہیں سمجھتا کہ اس طرح کی عظیم ہلاکت میں اپنے آپ کو ڈالے کوئی اور بات ہوگی، اللہ تعالیٰ استقامت عطا فرمائے۔ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ [اے ہمارے پروردگار! جبکہ تو نے ہمیں ہدایت دی ہے تو اب ہمارے دلوں کو کج نہ کر اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما بیشک تو بہت عطا کرنے والا ہے]۔

مکتوب ۲۱۳

ص ۳۹۰

حاجی محمد عارف کے نام درجاتِ ولایت و لطائفِ عالمِ امر اور ان کے مناسب امور اور لطائفِ عالمِ خلق کے بیان میں تحریر فرمایا۔

www.maktabah.org

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، برادر گرامی حاجی عارف کے مکتوب مرغوب نے پہنچکر خوشوقت کیا، حق سبحانہ و تعالیٰ ہمیشہ ترقیات کے دروازے کھلے رکھے اور اپنی مرضیات کے کسب کے ساتھ سربلند کرے، آپ نے فنائے لطائف حاصل ہونے کے بارے میں لکھا تھا حمد اللہ سبحانہ علیٰ ذلک [اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد ہے]۔

آپ جان لیں کہ ولایت کے پانچ درجے ہیں جو کہ عالمِ امر کے پانچ لطائف کے طے کرنے اور ان لطائف میں سے ہر ایک کے مناسب کمالات تک وصول اور ہر ایک کی فنا و بقا کے حصول سے وابستہ ہیں، اگرچہ نفسِ ولایت ان لطائف میں سے بعض کی فنا کے ساتھ وابستہ ہے لیکن اس کا کمال لطیفۂ اخفیٰ کی فنا پر موقوف ہے، نیز ہو سکتا ہے کہ لطیفۂ قلب و روح کی فنا حاصل ہو جائے اور ولایت حاصل ہو جائے اور لطیفہ سِر فنا کی دولت سے بے بہرہ ہو، اور فنائے سِر حاصل ہو جائے اور فنائے خفی و اخفیٰ حاصل نہ ہو، جب کل کو (قیامت میں) حقائقِ اشیاء ظہور کریں گے تو وہ لطیفہ جو اس عالم (دنیا) میں فنا و بقا کو نہیں پہنچا ہے اُن ثمرات و نتائج سے جو کہ فنا و بقا پر مترتب ہوتے ہیں بے بہرہ رہے گا اور اس کچے دانے کی طرح رہ جائیگا جو کہ پختہ دیگ میں رہ گیا ہو، وَمَنْ كَانَ فِي هٰذِهٖ أَعْمٰى فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمٰى وَأَضَلُّ سَبِيلًا [جو شخص اس دنیا میں اندھا رہا وہ آخرت میں بھی اندھا اور راستے سے بھٹکا ہوا ہوگا] پ ۱۵

آپ نے لکھا تھا کہ "لطیفہ کے رب (مربی، تربیت کرنے والا) کی سیر بھی واضح ہو گئی، قلب سے کہ جس کا رب (مربی) تکوین ہے ظلالِ تکوین کا دائرہ طے کرکے ذات سے واقف کرا دیا گیا، قدرت و ارادت میں (بلکہ) ذاتِ بحت تک اسی طرح ہوا اور جب سیر علم میں واقع ہوئی تو میں نے دائرۂ علم کے عجائب کو پایا کہ تمام اشیاء کو احاطہ کئے ہوئے ہے الخ" میرے مخدوم! آپ نے لطائفِ خمسہ کے اصول میں سے قلب و روح کی اصل میں جو کہ افعال و صفاتِ زائدہ ہیں سیر کی بابت لکھا ہے اور لطیفۂ سِر کی اصل کا بھی جو کہ شیونِ ذاتیہ ہے آپ کی عبارت میں احتمال ہے لیکن چوتھے اور پانچویں لطیفہ جو کہ خفی و اخفیٰ ہے کے اصول میں سیر کی بابت آپ نے کچھ نہیں لکھا ہے، ولایتِ عیسوی لطیفۂ خفی سے تعلق رکھتی ہے اور ولایتِ محمدی علیٰ صاحبہا و سائر النبیین الصلوات والتسلیمات اخفیٰ سے متعلق ہے۔ جان لیں کہ عالمِ امر کے پانچوں لطیفوں میں سے ہر ایک لطیفہ کو عالمِ خلق کے کسی نہ کسی ایک لطیفہ کے ساتھ مناسبت ہے، لطیفۂ اخفیٰ کو خاک کے ساتھ اور خفی کو ص ۳۹۱
آگ کے ساتھ اور سِر کو ہوا کے ساتھ اور روح کو پانی کے ساتھ اور قلب کو نفس کے ساتھ مناسبت ہے جب وہ معاملہ جو کہ لطائف عالمِ امر کے ساتھ وابستہ ہے انجام کو پہنچ جاتا ہے اور سیر ان کے اصول اور اصولِ اصول میں پہنچ جاتی ہے تو عالمِ خلق کے کمالات اور ان کے اصول میں سیر پیش آتی ہے، لطائفِ عالمِ امر کو

www.maktabah.org

کمالاتِ ولایت کے ساتھ مناسبت ہے اور لطائفِ عالمِ خلق کو کمالاتِ نبوت کے ساتھ زیادہ تر مناسبت ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ "تحقیق کے ساتھ جو کچھ اس فقیر کے کشف میں آیا ہے کہ اس فقیر کا مبدأ علم ہے اور میں نے اپنے آپ کو علم میں پایا اور میں نے اسم علم کو اپنے سر کے اوپر لکھا ہوا دیکھا"۔ میرے مخدوم! فقیر نے بھی ایک دفعہ اسی طرح پایا تھا اور لکھا ہوا دیکھا تھا اللہ تعالیٰ اس شانِ عظیم الشان (شان العلم) سے کامل حصہ عنایت فرمائے۔ آپ نے فقیر زادوں کے بارے میں جو بشارت پائی اور لکھی ہے واضح ہوئی، اس (اللہ) سبحانہ کے کرم سے بعید نہیں ہے۔ انہ قریب مجیب [بیشک وہ قریب ہے اور قبول کرنے والا ہے]۔

مکتوب ۲۱۴

مولانا محمد صدیق و مولانا حسن علی کے نام نصیحت کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ برادرانِ کرام! مولانا محمد صدیق و ملا حسن علی کمال و اکمال (کامل ہونے اور کامل بنانے) کے درجات پر ترقی حاصل کریں اور کمال نیستی کے ساتھ موصوف ہوں اور آخرت کے اعمال میں جان سے کوشش کریں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جَاءَتِ الرَّاجِفَةُ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ [قیامت کیلئے ہلچل مچا دینے والی حضرت اسرافیل کی پہلی پھونک آگئی جس کے پیچھے دوسری پھونک ہے] ای جاءت الموت بحذافیرہ [یعنی موت پوری طرح آگئی] حتی الامکان مخلوق سے یکسو رہیں اور نامرادی (عدم خواہشات) کے خزانے کو غنیمت جانیں، بُرے لوگوں کی صحبت اختیار نہ کریں اور نیک لوگوں کی صحبت کیجئے ساتھ اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے قطع تعلق نہ کریں۔

کنج غارے خلوت گزینم از ہمہ خلق گر آں لطیف جہاں یار غار ما باشد

[اگر وہ لطیفِ جہاں ہمارا یارِ غار ہو جائے تو میں ایک غار کے کونے میں تمام مخلوق سے تنہائی اختیار کرلوں] والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۲۱۵

صاحبِ کمالاتِ صوری و معنوی مخدوم زادگی شیخ محمد صبغۃ اللہ سلمہ ربہ کے نام موت اور نیند کی نسبت کو حیات و بیداری پر ترجیح کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی، الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب [موت ایک پل ہے جو دوست کو دوست سے ملاتا ہے] دنیا دارِ عمل ہے، دارِ بقا آخرت ہے اور آخرت کا معاملہ موت سے

www.maktabah.org

شروع ہوتا ہے من مات فقد قامت قیامتہ [جو مر گیا اس کی قیامت قائم ہو گئی] پس جو قرب و حالت کہ موت اور اس کے بعد پیش آتی ہے دنیاوی حالت پر کئی درجہ فوقیت رکھتی ہے بعض کاملین ایسے ہوتے ہیں کہ ان کو النوم اخ الموت [نیند موت کا بھائی ہے] کے مصداق سونے کے وقت میں ایک ایسی حالت پیش آتی ہے جو کہ بیداری کی حالت سے بہتر ہوتی ہے، اگر یہ کہیں کہ نیند تو سراسر غفلت (ہوتی) ہے اس حالت میں اس قرب و حالت کے ظاہر ہونے کے کیا معنی ہیں اور اس کا بیداری کی حالت پر جو کہ عبادت کا وقت ہے فوقیت رکھنا کس طرح درست ہو سکتا ہے (تو) ہم کہتے ہیں کہ خواص کی نیند کا سراسر غفلت ہونا اور عبادت سے خالی ہونا ممنوع (غیر مسلم) ہے، نوم العلماء عبادۃ [علماء کا سونا عبادت ہے] آپ نے سُنا ہو گا من لم یذق لم یدر [جس نے نہیں چکھا اس نے ہرگز نہیں جانا]۔ ۳۹۲ مکـ

جان لیں کہ نسبت باطن جسقدر ظاہر کے ادراک میں نہ آئے اور اس کی آغوش سے جسقدر زیادہ دور ہو اسی قدر زیادہ جلوہ گر ہو گی، باطن ظاہر سے محجوب (پوشیدہ) ہے اور اس کے مطلع ہونے سے حیا کرنے والا ہے اگرچہ اس کو اسی نے امداد پہنچی ہیں لیکن حیا و ناز اور استغنا معشوق کا خاصہ ہے باطن کو ظاہر کے ساتھ وہی نسبت ہے جو معشوق کو عاشق کے ساتھ ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

نہ تنہا آفتم زیبائی اوست　　　بلائے من ز نا پروائی اوست

[صرف اس کی خوبصورتی ہی میرے لئے آفت نہیں ہے (بلکہ) میری مصیبت اس کی لاپرائی کی وجہ سے ہے] ظاہر ہمیشہ باطن سے نالاں و گریاں ہے اور وہ اس کے ناز و استغنا سے جگر کباب اور دیدہ پُرآب ہے اس کے باوجود اس کی خدمت گاری میں جان قربان کرتا رہتا ہے اور نیند کے وقت جب ظاہر کو ایک طرح کی غفلت پیش آتی ہے تو باطنی نسبت میدان خالی پا کر با آسانی ہر چیز سے پوری طرح بے حجاب ہو کر ظاہر ہوتی ہے اور سینکڑوں آب و تاب کے ساتھ پردۂ ناز چہرہ سے اتار کر صحنِ گلشن میں اپنے خرام کا اظہار فرماتی ہے، اگر کہیں کہ (اس سے) نیند کی حالت کو نماز کی حالت پر برتری لازم آتی ہے اور حالانکہ نماز مؤمن کی معراج ہے کہ وہ اس کی ادائگی کے وقت میں دنیا سے آخرت میں چلا جاتا ہے، تو ہم کہتے ہیں کہ (یہ تو) ممنوع کا لزوم ہے کیونکہ نیند کی حالت کی برتری صرف بیداری کی حالت پر ثابت ہوتی ہے نہ کہ نماز یا اس کے مثل پر جبکہ وہ بیداری کے ساتھ جمع ہو جائے۔ والسلام علیکم۔

مکتوب ۲۱۶

www.maktabah.org

عمر خاں کے نام فنا حاصل کرنے پر ترغیب دینے کے بیان میں تحریر فرمایا۔

سعادت آثار میاں عمر خاں نے ان دور افتادوں کو اس طرح فراموش کر دیا ہے کہ کبھی کچھ سلام و پیام کے ساتھ بھی یاد نہیں کرتے، ہر حال میں اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی یاد و فرمانبرداری کے ساتھ رہیں اور اس کے ماسوا سے روگرداں رہیں، کوشش کریں کہ ہمیشہ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کے ساتھ حضور و ۳۹۴
آگاہی اس حد تک پیدا ہو جائے کہ اس کے ماسوا کا ہرگز کوئی خیال نہ آئے اس طرح پر کہ اگر تکلف سے ماسوا کو یاد کرنا چاہیں تب بھی یاد نہ آئے، اس کے بعد اپنے آپ سے حضور کی اس صفت کی بھی نفی کریں، تاکہ مطلوب کا حضور خود بخود میسر ہو جائے اور عارف کا نفس (ذات) درمیان میں نہ رہے، یہ ہے سیر و سلوک کا خلاصہ۔ ع

ایں کار دولت است کنوں تا کرا دہند [یہ نصیب کی بات ہے دیکھئے اب کس کو عنایت کرتے ہیں]

مکتوب ۲۱۷

ارشاد پناہ میر محمد نعمان کے نام عینیت و زیادتیٔ وجود کے بارے میں مذہب علماء و صوفیہ کے بیان میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ اس مسئلہ شریفہ میں ان کا اپنا مختار کیا ہے۔

از ہر چہ میرود سخن دوست خوشتر است [دوست کی جو بات بیان کی جائے پسندیدہ ہے]

میرے مخدوم! حضرتِ وجود اور اس کے تابع کمالات رب معبود جل سلطانہٗ کا خاصہ ہیں اور ممکن میں جو کچھ دیکھتے ہیں اس مرتبۂ عالیہ سے مستعار و مستفاد ہے، ایک جماعت چونکہ ان کمالات کو ممکن میں مشاہدہ کرتی ہے اور اصالت و ظلیت کے تعلق نے ان لوگوں پر پردہ نہیں کھولا ہے (اس لئے) وہ لوگ ان پوشیدہ کمالات کو اس میں اصالت کے طور پر جانتے ہیں اور وجود کو مشترک معنوی اور بعض مشترک لفظی کہتے ہیں اگرچہ اس کو قادر قدیم کی صنعت کے ساتھ مستند سمجھتے ہیں اور دوسرا گروہ جو کہ اہل سلوک و ریاضت ہیں اور انہوں نے صفائیٔ باطن بلکہ محض موہبت (عنایتِ الٰہی) کی وجہ سے وجود اور تمام کمالات کو واجب الوجود تعالیٰ کی بارگاہ کے ساتھ مخصوص سمجھا ہے بلکہ ہر کمال کو اس کا عین جانا ہے اور اس سبحانہٗ و تعالیٰ کو وجود مطلق یقین کیا ہے اور صحیفہ کائنات کو اس مطلق کے ظہورات و تقیدات تصور کیا ہے اور چونکہ مقید عین مطلق ہے (اس لئے) وہ توحید وجودی اور اتحاد ذاتی کے قائل ہوئے ہیں اور ممکنات کی صفات و ذوات کو واجب تعالیٰ کی صفات و ذات کے ساتھ متحد جانتے ہیں اور اطلاق اور تقیید کے ساتھ فرق کرتے ہیں اور کہتے ہیں، رباعی:

www.maktabah.org

بر شکلِ بتاں رہزنِ عشاق حق است　　لا بلکہ عیاں در ہمہ آفاق حق است
چیزے کہ بود ز روئے تقیید جہاں　　واللہ ہماں زروئے اطلاق حق است

[بتوں (محبوبوں) کی شکل میں عشاق کا رہزن (اپنے اوپر فریفتہ کرنے والا) حق ہے، نہیں بلکہ تمام آفاق میں عیاں (ظاہر) حق ہے۔ جو چیز کہ تقیید کی رو سے جہان ہے واللہ اطلاق کی رُو سے وہی حق ہے]۔ وہ حضرات فرماتے ہیں کہ مطلق مقیدات کے مراتب میں عین مقیدات ہیں اور مقیدات مرتبۂ مطلق میں عین مطلق ہیں۔ رباعی

ہستی کہ ظہور می کند در ہمہ شے　　خواہی کہ بری بسوئے او با ہمہ پے
۳۹۲ رو بر سرِ حباب را ببیں کہ چساں　　مے وے بودہ و وے بود اندر مے

[جو ہستی (اللہ تعالیٰ) کہ ہر چیز میں ظہور کرتی ہے (اگر) تو چاہتا ہے کہ اس کی طرف سب (اشیاء) کے ساتھ کھوج لگائے تو جا اور شراب کے اوپر بلبلے کو دیکھ کہ وہ شراب کس طرح بلبلہ بن گئی ہے اور وہ (بلبلا) کس طرح شراب میں ہے]۔

اور ایک اور (تیسرا) گروہ عنایتِ الٰہی کی پیشقدمی اور محض فضل و کرم کے ساتھ وجود اور تمام کمالات کے اختصاص (اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص کرنے) میں دوسرے گروہ کے ساتھ شریک ہے لیکن وہ حضرات اس (وجود) کو عینِ ذات نہیں کہتے اور ذات تعالیٰ کو اس کے علاوہ ثابت کرتے ہیں اور (ذات کو) اس وجود کا محتاج نہیں جانتے جیسا کہ انھوں نے اس کی تحقیق میں تفصیل کی ہے اور (یہ حضرات) ممکن کے وجود و صفات کو اُس وجود اور اُن کمالات کے ظلال کہتے ہیں کہ عدم کے آئینے میں جو کہ ممکن کی ذات کے درجے میں ہے منعکس ہو کر ظاہر ہو گئے ہیں، پس اس تقریر پر ممکن کی ذات عدم ہوئی کہ (جس نے) کمالات کے انعکاس کے واسطے سے تمام اعدام سے امتیاز حاصل کر لیا ہے بلکہ واجب تعالیٰ جل شانہٗ کے علم میں انعکاس سے پہلے بھی ممتاز رہا ہے اور صفاتِ کمال اس میں ایک عاریت سے زیادہ نہیں ہیں، چونکہ خیر و کمال کا مبدأ وجود ہے اور شر و فساد کا مبدأ عدم ہے اس لئے خیر و کمال سب اس عز و جل کی طرف رجوع کرے گا اور شر و نقص تمام ہی ممکن کی طرف راجع ہو گا کہ اس کی ذات کا مقتضا (یہی) ہے آیت کریمہ مَآ اَصَابَكَ مِنْ
۷۹ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ [جو بھی بھلائی تجھ کو پہنچتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جو بھی برائی تجھ کو پہنچتی ہے وہ تیرے نفس کی طرف سے ہے] اس کی تصدیق کرتی ہے اور دوسرے گروہ کے نزدیک شرارتِ ذاتیہ کسی چیز میں موجود نہیں ہے اگر ہے تو صرف نسبتی و اعتباری ہے اور تحقیق یہ ہے کہ عدم لاشئے محض ہے اس کا کمالات کے لئے آئینہ ہونا کس معنی سے ہے۔ (یہ بات) اس مکتوب میں جو کہ مخدوم زادگی خواجہ محمد عبید اللہ کے نام اس احقر نے لکھا ہے درج ہو چکی ہے اگر کوئی شبہ باقی رہ جائے تو وہاں رجوع کریں، پس ان بزرگوں کے طریقہ پر ذاتِ ممکن ذاتِ واجب تعالیٰ کے ساتھ متحد نہیں ہوئی

www.maktabah.org

کیونکہ اتحاد کا منشا ذاتِ واجب تعالیٰ کو اور ذواتِ ممکنات کے وجوداتِ مقیدہ کو وجودِ مطلق کہنا ہے اور ان حضرات کے طریق پر ان دونوں امر میں سے کوئی ایک امر بھی ثابت نہیں ہوا ہے اگرچہ کوئی دوسرا وجود درمیان میں نہیں آیا ہے ایک ہی وجود ہے کہ جس نے ظلیت کے طریق پر اتنی جگہ ظہور فرمایا ہے۔ پس تیسرا گروہ وحدتِ وجود کے قول میں دوسرے گروہ کے ساتھ شرکت رکھتا ہے لیکن وہ حضرات اتحاد کی طرف گئے ہیں اور یہ حضرات اس طرف نہیں گئے، ان کے طریق پر وحدتِ وجود اس معنی میں ہے کہ وجود حضرتِ معبود کا خاصہ ہے ممکن فی نفسہٖ وجود سے خالی ہے ایک عدم ہے کہ جس نے انعکاس کے سبب سے کمالاتِ ظہور پیدا کئے ہیں لیکن چونکہ خداوند تعالیٰ جل سلطانہٗ کی صنع سے ہے (اس لئے) خلل سے محفوظ ہے اور ابدی معاملہ اس کے ساتھ وابستہ ہے اس لئے وحدتِ وجود ہو گا اور ممکن میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کے ساتھ واجب تعالیٰ کے ساتھ متحد نہیں ہوتا، کسی نے خوب کہا ہے ؎

نہ آں ایں گردد و نہ ایں آں شود   ہمہ اشکال گردد بر تو آساں ۲۹۵

(نہ وہ یہ ہو جاتا ہے اور نہ یہ وہ ہو جاتا ہے (یہاں یقین سے) تمام شکوک رفع ہو جاتے ہیں) اور اس عدم سے اتحادِ تغیر (متضاد چیزوں کا متحد ہونا) جو کہ ہمسری کو لازم کرنے والا اور شرکت و مساوات کا موجب ہوتا ہے لازم نہیں آتا کیونکہ نیست کو ہست کے ساتھ کونسی ہمسری ہے اور شر و نقص کو خیر و کمال کے ساتھ کیا شرکت و مساوات ہے اس کی بود (ہونا) نمود (ظہور) میں ہونے کے سوا نہیں ہے اس بود سے کیا حاصل ہوتا ہے اور اس نمود سے کیا کھلتا ہے اگر خیر و کمال اس میں نمودار ہے تو وہ سب بارگاہِ ذوالجلال سے مستفاد و مستعار ہے والسلام علیکم وعلیٰ من لدیکم۔

مکتوب ۲۱۸

ہمت خاں کے نام اس بارے میں کہ عارف کے لئے تمام امور ترقی کا زینہ ہو جاتے ہیں اور آیت کریمہ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ إِذَا نَسِيتَ کی تاویل میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، طاعات و عبادات سے مقصود اور سلوک و ریاضات سے مطلوب حقیقت میں یہ ہے کہ سالک اپنی ذات کے عدم ہونے کو جان لے اور سمجھ لے اور وجدانِ خاص سے یہ بات معلوم کر لے کہ ہستی   اور جو کمالات کہ اس کے تابع ہیں وہ حق جل سلطانہٗ کے سوا کسی اور کے لئے نہیں ہیں اور جہاں کہیں ان کا توہم ہوتا بھی ہے تو وہ اسی (حق تعالیٰ) کا اثر و نمونہ ہے جیسے تیز نگاہ شخص جس جگہ ہستی کو دیکھتا ہے اس کی ہستی کا پتہ نشان دیتا ہے اور جہاں کہیں حسن و کمال پاتا ہے اُس کو

www.maktabah.org

ذاتِ لایزال (جل جلالہ) کے حسن و کمال کا زینہ قرار دیتا ہے بلکہ شرور و نقائص کو بھی اس تعلق کی بنا پر کہ اس کی نمایاں قدرت کا اثر ہے اس کے مؤثر (اثر پیدا کرنے والے یعنی اللہ تعالیٰ) کا زینہ بناتا ہے، اس صورت میں سالک کو کوئی چیز مطلوبِ حقیقی سے روکنے اور ہٹانے والی نہیں ہے اور خطرات جو کہ تفرقہ کا سبب ہیں اثر و مؤثر کے تعلق سے مقصد کی طرف ایک راستہ اور جمعیت کے لئے ایک وسیلہ ہیں ؎

در دلِ ما غمِ دنیا غمِ معشوق بود — بادہ گر خام بود پختہ کند شیشۂ ما

[ہمارے دل میں دنیا کا غم معشوق کا غم بن جاتا ہے، اگر شراب کچی ہو تو ہمارا شیشہ (صراحی) اس کو پختہ کر دیتا ہے]

کہف ۲۴ شاید کہ آیتِ کریمہ وَاذْكُر رَّبَّكَ إِذَا نَسِيتَ [اور اپنے رب کو یاد کر جبکہ تو بھول جائے] میں اس مراقبہ کی طرف اشارہ ہے یعنی جو چیز کہ بھول اور غفلت کا سبب ہے تو اس کو حجابیت کے عنوان کے ساتھ تصور مت کر کہ تو بھولنے والوں اور محروموں میں سے ہو جائے، بلکہ اس کو مذکورہ بالا تعلق کے ساتھ مطلوب کی طرف ترقی کا زینہ بنا، پس اس تقدیر پر إِذَا نَسِيتَ کے معنی اذا باشرت اسباب النسیان [جب نسیان کے اسباب کے ساتھ تیرا سابقہ پڑے] ہوا اور نیز نوم العلماء عبادۃ [علماء کا سونا عبادت ہے] اسی معنی میں ہے، ہو سکتا ہے کہ جو کچھ دوسروں کے لئے سدِّ راہ ہے وہ ان کے لئے ہادی و شاہراہ ہے اور کسی چیز کے ساتھ اس سے ۳۹۶
عاجز نہیں ہوتے اور ہر چیز کو وصول کا زینہ بناتے ہیں۔ آیتِ کریمہ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ
نور ۳۷ عَن ذِكْرِ اللَّهِ [یہ وہ لوگ ہیں جن کو تجارت اور خرید و فروخت اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہیں کرتی] میں ان کے حال کا بیان ہے، اور لَا يُصِيبُهُمْ ظَمَأٌ وَلَا نَصَبٌ وَلَا مَخْمَصَةٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ الآیۃ [ان کو توبہ ۱۲۰ اللہ کی راہ میں پیاس یا محنت یا بھوک کی جو بھی تکلیف پہنچتی ہے یا وہ ایسی جگہ چلتے ہیں کہ کافروں کو غصہ آئے یا دشمنوں سے کوئی چیز لے لیتے ہیں تو ہر بات پر ان کے لئے نیک عمل لکھا جاتا ہے] ان کا پتہ دینے والی ہے، ان کی دنیا نے آخرت کا حکم لے لیا ہے، ان کی آخرت (کے احوال) سے کیا بیان کرے، جہاں تک ہو سکے آپ اس عظیم دولت کو ہاتھ سے نہ دیں اور جہاں کہیں اس عنایت کی بو پہنچے اس کے پیچھے جائیں۔ آج ہر چیز حاصل ہو رہی ہے اور طالب بغلا برآمد و رفت کی راہ کشادہ ہے کل (مرنے کے بعد) جبکہ خوشی کے دروازے فطرت سے کام نہ لینے والے شخص پر مسدود ہو جائیں گے بے فائدہ ندامت کے سوا کچھ اضافہ نہیں ہوگا۔ واللہ یحق الحق وھو یھدی السبیل [اور اللہ تعالیٰ حق کو ثابت کرتا ہے اور وہی سیدھا راستہ کی ہدایت دیتا ہے] کسی نے خوب کہا ہے۔ رباعی

در جہاں شاہدی و ما فارغ — در قدح جرعۂ و ما ہشیار
بعد ازاں دستِ ما و دامنِ دوست — بعد ازیں گوشِ ما و حلقۂ یار

www.maktabah.org

[دنیا میں ایک شاہد (معشوق) ہے اور ہم بے پرواہ ہیں، پیالہ میں کچھ شراب ہے اور ہم ہشیار ہیں، اس کے بعد ہمارا ہاتھ دوست کا دامن پکڑے گا اور ہمارے کان میں معشوق کی غلامی کا حلقہ پڑا ہوا ہوگا] والسلام علیکم وعلی من لدیکم۔

مکتوب ۲۱۹

کمترین درویشاں محمد عبید اللہ کے نام اُن معارف کے بیان میں جو نزول سے متعلق ہیں اور بشر کے شہود کی فرشتوں کے شہود پر فضیلت کے بارے میں تحریر فرمایا۔

جو عارف کہ وصول کی منزلیں طے کر کے اپنے اصول تک پہنچ چکا ہے، جب اس کو دنیا میں واپس لوٹانا اور ہدایت وارشاد کے لئے نزول کے ساتھ مشرف کرنا چاہتے ہیں تو قدم (قدامت) کے انوار کی شعاعوں میں سے ایک نور اس کے قلب میں جو کہ غیب ہویت کا دریچہ ہے رکھتے ہیں اور اس نور کے ساتھ جو کہ مرتبہ وجوب سے مستفاد ہے ایک بقا عطا کرتے ہیں یہاں تک کہ یہ عارف اس نور کے ساتھ پوری طرح منور ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے رنگ کے ساتھ رنگا جاتا ہے اور طالبوں کو بھی اس رنگ کے ساتھ رنگ دیتا ہے اور جب تک یہ عارف اس دنیاوی زندگی کی قید میں مقید اور بدنی تعلقات کے ساتھ متعلق ہے اُس ودیعت کئے ہوئے شعلہ (محبت) کے ساتھ خوش اور کلی سے جزئی کے ساتھ قانع ہے اور المجاز قنطرۃ الحقیقۃ [مجاز حقیقت کا پل ہے] کے مطابق مجاز میں بھی جب عشق انتہائی کمال تک پہنچ جاتا ہے اور عاشق اپنے اندر معشوق کا کوئی نشان پاتا ہے اور معشوق کے آثار (نشانات) عاشق کے ویرانے (باطن) میں ظاہر ہوتے ہیں، ہو سکتا ہے کہ اسی نشان سے وہ خوش ہو جائے اور معشوق سے روگردانی کرلے جیسا کہ مجنوں عامری کے بارے میں نقل کرتے ہیں کہ جب لیلیٰ اس کے نزدیک ہوئی تو اس نے کہا تو مجھ سے دور ہو جا کیونکہ تیری محبت نے مجھ کو تجھ سے بے نیاز کر دیا ہے۔

گفت رو رو کہ آں چنانم من — کہ بجز عشق تو ندانم من مکـ ۳۹۷
عشق تو اے نگار فرزانہ — آں چناں کرد در دلم خانہ
کہ ترا ہم نماند گنجائی — بعد ازیں خوشترم بہ تنہائی

[اُس نے کہا تو چلی جا تو چلی جا کہ (اب) میری یہ حالت ہے کہ میں تیرے عشق کے سوا کچھ نہیں جانتا، اے دانشمند محبوب! تیرے عشق نے میرے دل میں اس طرح گھر کر لیا ہے کہ تیرے لئے بھی اس میں گنجائش نہیں رہی ہے اس کے بعد میں تنہائی میں زیادہ خوش ہوں]۔

www.maktabah.org

ہم اصل بات کی طرف جاتے اور کہتے ہیں کہ اس نزول میں جو کچھ عارف مرجوع کا مقصود ہوتا ہے جب وہ اس کو انجام تک پہنچاتا ہے اور اس کے وصال کا وقت آپہنچتا ہے اور بدن کی رفاقت سے کہ جس کے ساتھ ایک مدت تک الفت اختیار کئے ہوئے تھا روگردانی کرتا ہے اور اللّٰھم الرفیق الاعلیٰ [اے اللہ جو کہ رفیقِ اعلیٰ ہے] کی صدا بلند کرتا ہے اس وقت الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب [موت ایک پل ہے جو دوست کو دوست سے ملاتا ہے] کے مصداق پوری طرح بارگاہِ قدس عظمت جلالہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور شہودِ جزئی کے کوچے سے رہائی پاکر شہودِ کلّی کے میدان میں خرام ناز ہوتا ہے۔

جاننا چاہئے کہ ملائکہ کرام علیٰ نبینا وعلیہم السلام اگرچہ اصل کا مشاہدہ کرنے والے ہیں اور ہمیشہ شہودِ کلّی رکھتے ہیں لیکن جو شہود کہ انسان کو اس مرتبہ میں میسر ہوا ہے فرشتے کے شہود سے بلند ہے بلکہ جو شہود کہ عارف کو دنیا میں (حاصل ہوتا) ہے اگرچہ جزئی ہے لیکن وہ ایک ایسی خصوصیت رکھتا ہے جو کہ فرشتے کو حاصل نہیں ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان کے مشہود جزئی کو جزء کی مانند کر دیا گیا ہے اور انسان کو اس کی ذات سے گذار کر اس جزئی کے ساتھ بقا بخش دی گئی ہے اور فرشتے کا مشاہدہ اس طرح کا نہیں ہے کیونکہ وہ باہر سے نظارہ کرتا ہے اور اپنے مشہود سے کوئی چیز حاصل نہیں کرتا، شتان مابین المشاھدتین [ان دونوں مشاہدوں میں بہت فرق ہے]۔

سنئے، وہ جو اوپر مذکور ہوا کہ انسان کا مشہود جزئی ہے (یہ) مراتب نزول کے مرتبۂ اول میں ہے اگر مراتبِ نزول کے خصائص میں سے کہ انسان جن کے ساتھ ممتاز ہے تھوڑا سا بھی بیان کرے اور انسان جو کہ افضل الخلائق ہے کے پوشیدہ کمالات اور مخصوص اسرار کو نمایاں کرے تو قریب ہے کہ نزدیک والے لوگ دوری تلاش کریں اور واصلین ہجر کی راہ اختیار کریں ؎

ومن بعد ھذا مایدق صفاتہ وما کتمہ احظی لدیہ واجمل

[اور اس کے بعد وہ مقام ہے کہ جس کی صفات کا بیان بہت مشکل ہے اور وہ مقام ہے جس کا چھپانا اس کے نزدیک زیادہ مناسب و بہتر ہے] والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔

مکتوب ۲۲۰

مولانا محمد تقی کے نام۔ اس بیان میں کہ کفار کیلئے دوزخ میں پورا پورا بدلہ ہے اور ان کے حق میں (ایک) بشارت کے ذکر میں تحریر فرمایا۔

۳۹۸ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللہ تعالیٰ کمال و اکمال کے درجات تک پہنچائے (آپ کے) مکتوب مرغوب ملا

www.maktabah.org

درج تھا کہ "اس (اللہ) جل ذکرہ کے فضل و احسان کے مشاہدہ کا غلبہ کفار کی تعذیب (عذاب دینے) پر تعجب کا باعث ہوتا ہے اور تعجب کو دور کرنے کے لئے اس قدر دل میں آتا ہے کہ اس تعذیب میں بھی رحمت ہے کہ تعذیبات سے اوپر عذاب نہیں دیا جائے گا جیسا کہ ایک بزرگ فرماتے ہیں ؎

روم بدوزخ و شکر بہشت باید گفت — کہ ایں بمزد مکافاتِ من بہشتِ من است

[میں دوزخ میں جاتا ہوں اور بہشت کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ یہ میرے بدلے کی مزدوری میں میری بہشت ہے]

میرے مخدوم! حق سبحانہ نے قرآن مجید میں کافروں کے عذابوں کو جزائے وفاق (پورا پورا بدلہ) فرمایا ہے پس جس قدر عذاب و عقاب (سزا) کے یہ بیدین مستحق ہیں ان سے فروگذاشت نہیں ہوگی اور عمل کے موافق سزا کو پہنچیں گے جبکہ حق سبحانہ و تعالیٰ تعذیب کے تمام درجات پر قادر ہے اور یہ لوگ (کفار اس کے) مستحق ہیں اور رحمت سے مایوس ہیں تو پھر وصولِ رحمت اور درجاتِ تعذیب میں سے کسی درجہ کی فروگذاشت کا ہونا کس راستے سے ہوگا ہاں اہلِ توحید کے بارے میں جو کہ دوزخ میں جائیں گے یہ قول بظاہر گنجائش رکھتا ہوگا کیونکہ وہ رحمت سے مایوس نہیں ہیں اور امیدوار ہیں اور جو بزرگ کہ شعر مذکور کے کہنے والے ہیں چونکہ اہلِ توحید میں سے ہیں اور رحمت کے امیدوار ہیں اگر اس طرح کہتے ہیں تو کچھ بعید نہیں ہے، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی حمد ہے کہ آپ (اپنے) خط کے آخر میں متنبہ ہوگئے ہیں اور لکھا ہے کہ "چونکہ شرع کی اصطلاح میں یہ اطلاق جائز نہیں ہے، اس توجیہ اور اس استجاب سے استغفار کرتا ہوں" اور جس واقعہ میں آپ نے رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو خلعت دلوائی ہے اور آپ اچک لینے والی بجلی کی طرح پل صراط سے گذر گئے ہیں اور مخلوق کو پل صراط سے گذارنے کی آپ کو اجازت دی گئی ہے" بہت بلند اور روشن بشارت دینے والا ہے حق سبحانہ و تعالیٰ قوت سے فعل میں لائے، اِنَّہٗ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ [بیشک وہ قریب اور قبول کرنے والا ہے]۔ یہ مکتوب لکھتے وقت متوہم ہوا کہ ایک خلعت اس جانب سے آپ کو پہنچا ہے پورا غور واقع نہیں ہوا کہ یہ خلعت کس بارے میں ہے ظاہر ہے کہ ہدایت و ارشاد کا خلعت ہے لیکن ہدایت و ارشاد جزئی اور ایک بقعہ (حصہ) کیلئے ہوگی دوسرے بقعہ کیلئے نہیں ہوگی نہ کہ مطلق ہدایت و ارشاد۔ والسلام علیکم۔

مکتوب ۲۲۱

ارشاد پناہ میر محمد نعمان کے نام اس عارف کی بلند ہمتی کے بیان میں جو کہ محبوبیت کے ساتھ موصوف ہے اور اس کے مناسب معارف کے بیان میں تحریر فرمایا

www.maktabah.org

ص ۳۹۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بعد الحمد والصلوٰۃ وتبلیغ الدعوات [حمد وصلوٰۃ و تبلیغ دعوات کے بعد]
سیادت ونقابت دستگاہ مخدومی ملاذی کی خدمت میں عرض رساں ہے کہ اس جانب کے فقراء کے احوال
حمد کے لائق ہیں المسئول من اللہ سبحانہ سلامتکم وعافیتکم واستقامتکم [اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے
آپ کی سلامتی وعافیت واستقامت کی دعا کی گئی ہے] جن معاملات کے ساتھ اس عالمِ فانی میں تسلی دیتے
اور خوش رکھتے ہیں اُن میں سے کیا بیان کرے کہ ایک شبح (صورت) سے زیادہ نہیں ہیں اور نمونہ ہونے سے
زیادہ کچھ حصہ نہیں رکھتے اور انتزاعات (نکالی ہوئی چیزوں) کے دائرے سے قدم باہر نہیں نکالا ہے، کوئی بلند
ق ۵۰: ۳۰ ہمت شخص اس قسم کی چیزوں کے ساتھ والہ وشیفتہ نہیں ہوتا اور ھَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ [کیا اور بھی ہے] کہتے
ہوئے منتزع منہ (جس سے نکالی گئی ہے) کی طرف دوڑتا ہے، اگرچہ یہ بھی تعبیری ہے اور وہ سبحانہ وتعالیٰ تعبیرات
۲: ۲۶۸ سے ماوراء ہے لیکن کیا کیا جائے کہ عبارت کا میدان تنگ ہے وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ [اور اللہ تعالیٰ وسعت والا
۲۰: ۱۱۰ والا علم والا ہے] اور چونکہ منتزع منہ کا احاطہ (دائرہ) بشر کی طاقت سے باہر ہے وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِہٖ عِلْمًا
[اور مخلوق علم کے ذریعہ اس کا احاطہ نہیں کر سکتی] پس مجبوراً جو کچھ اس مرتبہ سے حاصل کریگا وہ ضرور اس کی
استعداد ودریافت کے ساتھ مقید ہو گا مطلق ان قیود سے معرا (خالی) ہے اور ان تقیدات سے مبرا
(پاک) ہے پس بلند ہمتی کا تقاضا حصول ووصول کی تمنا کا نہ ہونا ہے کیونکہ وصول بھی واصل کے
حوصلے کے اندازے سے ہے۔ ع

آں لقمہ کہ در دہان نگنجد طلبد [وہ لقمہ طلب کرتا ہے جو منہ میں نہیں سماتا]

اور ظاہر ہے کہ جو چیز ممکن کی استعداد دریافت کے ساتھ مقید ہے وہ مطلق محض نہیں ہے، اگرچہ ممکن
اپنے آپ سے رہائی حاصل کر چکا اور اپنی اصل کے ساتھ مل گیا ہو اور فنا وبقا کے ساتھ متحقق ہو گیا ہو کیونکہ
اس کی اصل بھی تقیید (مقید ہونے) کے بغیر نہیں ہے اور یہی حال اصل الاصل کا ہے، الیٰ ماشاء اللہ تعالیٰ
اور اگر صدیوں کے بعد ہزاروں میں سے کسی ایک کی حقیقت کو آں سرورِ عالم علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام
کی حقیقت کے ساتھ کچھ انطباق واتحاد حاصل ہو جائے اور اس مرتبۂ عالیہ کے ساتھ فنائے اکمل حاصل
کرنے کے بعد کچھ بقا پیدا کرلے تو چونکہ وہ حقیقت بھی اطلاقِ صرف سے نیچے ہے (اس لئے) وہ بھی اطلاق
صرف سے بہت کم حصہ پائے گا کیونکہ آنسرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے اس بزرگی کے باوجود امکانِ
ذاتی سے رہائی نہیں پائی ہے اور وجوب کے ساتھ متحقق نہیں ہوئے ہیں پس لازمی طور پر اُن (صلی اللہ علیہ وسلم)
کی حقیقت واجب لذاتہ کی حقیقت سے نیچے ہو گی اور جسقدر امکان ممکن میں باقی ہے اطلاق محض سے
اسی قدر عدمِ حصول پایا جائے گا۔ چونکہ آنسرورِ عالم علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام بلند ہمتی میں

www.maktabah.org

فردِ کامل تھے اور ان کمالات اور بزرگیوں کے باوجود جو کہ آپ کو حاصل تھیں خوش اور مسرور نہیں تھے شاید اسی لئے آپ کے حال سے اس طرح خبر دی گئی ہے کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وبارک دائم الحزن متواصل الفکر [رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ غمگین اور متواتر فکر مند رہتے تھے] کیونکہ کمالِ محبت کا تقاضا محب و محبوب کے درمیان سے دوئی کا دُور ہو جاتا ہے اور یہ محال ہے اور اس سے قلبِ حقائق (حقیقتوں کا بدل جانا) لازم آتا ہے پس دائمی حزن دامنگیر ہوا۔ شیخ عطار قدس سرہٗ فرماتے ہیں ؎

نمی بینی کہ شاہے چوں پیمبر نیافت او فقرِ کل تو رنج کم بر

[کیا تو نہیں دیکھتا کہ پیغمبر جیسی عظیم ہستی کو کامل فقر حاصل نہیں ہوا اس لئے تو بھی رنجیدہ نہ ہو]۔ فقرِ کل سے مراد بشریت و امکان سے کلّی انخلاع (پوری طرح نکل جانا) ہے۔ سوال: اَوْ اَدْنٰی کے معاملہ میں عدم عین سے اور اثر ممکن سے زائل ہو جاتا ہے اور وجودِ صرف کے سوا اس میں کچھ نہیں رہتا پس چاہیے کہ وجوب کے ساتھ متحقق ہو جائے کیونکہ امکان عدم کی آمیزش کے ساتھ وابستہ ہے"۔ ہم کہتے ہیں کہ مقدمۂ اخیر ممنوع ہے اس لئے کہ صفاتِ واجبی جل سلطانہ عدم کی شان سے پاک ہیں اس کے باوجود چونکہ ذاتِ واجب تعالیٰ کے ساتھ احتیاج رکھتی ہیں (اس لئے) امکانِ ذاتی سے مبرا (پاک) نہیں ہیں اور اس عارف کا وجود صفاتِ اضافیہ کے مرتبہ میں موجود ہے اگرچہ اس کا وجود ممکنات کے تمام افراد سے جدا ہے اور صوری (ظاہری) مشارکت کے سوا ان کے درمیان اور کچھ ثابت نہیں ہے اور اس مقام کی تحقیق یہ ہے کہ عدم کا زوال اور وجوب کا حصول اس عارف کے حق میں چونکہ کسب سے ہے جو کہ سیر و سلوک اور فنا و بقا سے حاصل ہوا ہے وجوب لذاتہٖ نہیں کہ حقیقت کا بدل جانا لازم آئے اور وجوب بالغیر دائرہ امکان میں داخل ہے اور استحالہ (محال ہونا) نہیں رکھتا، یہ کمال اور بلند ہمتی جو کہ اوپر بیان ہوئی مقامِ محبوبی سے وابستہ ہے کیونکہ محب جو کہ ہمیشہ محبوب کے مشاہدہ کا طالب ہے اور اس کے وصل و اتصال (ملاپ) کا ہر وقت متلاشی ہے کہاں اس بات کی طاقت رکھتا ہے کہ محبوب کا کچھ پرتو (سایہ) اس پر ظاہر ہو اور وہ اپنے آپ کو قابو میں رکھ سکے۔ ایک بزرگ کہتے ہیں ؎

ز ہر سو کہ آوازِ پائے برآید ببوئے تو از جا جہم مست و بیخود

[جس طرف سے کسی پاؤں کی آواز آتی ہے میں تیری خوشبو کی مستی میں بیخود ہو کر اپنی جگہ سے اس طرف چل پڑتا ہوں]

محب (محبت کرنے والا) محبوب کے جلال و جمال کے آثار و افعال و صفات پر شیفتہ ہے محبوب ہی ہے جو کہ اصل سے کچھ نشان (پتہ) رکھتا ہے اور اس گرفتاری کے باعث دوسرے امور کی طرف متوجہ نہیں ہے اس قسم کے بزرگ کو عالمِ اخروی میں بہت سی امیدیں ہیں جو کہ دوسروں کو نہیں ہیں۔

www.maktabah.org

ہم اصل بات کی طرف جاتے اور کہتے ہیں کہ آنسرور دین و دنیا علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام
اگرچہ اس عالم میں ہمیشہ غمگین اور متواتر فکر مند رہے ہیں لیکن ہم امیدوار ہیں کہ عالمِ اخروی میں آپکے
ساتھ وہ معاملات پیش آئیں گے جو کہ اس حُزن و فکر کو دُور کر دیں گے کیونکہ وہ مقام حزن واندوہ کا مقام
نہیں ہے حزن واندوہ کا مقام یہ عالمِ فانی ہے، جس قسم کا حزن واندوہ بھی ہو، اس جگہ کا حزن و اندوہ
اس جگہ میں فرحت و سرور کا وسیلہ ہے۔ روایات میں ہے کہ دو حُزن ایک دل میں جمع نہیں ہوں گے یعنی ط ۴۰
ایک حزنِ دنیا میں اور ایک حزن آخرت میں، اگرچہ دونی کا رفع ہو جانا محال ہے لیکن ایک امر عطا
فرماتے ہیں جو اس بلندی ہمت و فطرت کے باوجود آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی تسلی اور رضامندی
کا باعث ہو اگرچہ ہم نہیں جانتے کہ وہ امر کیا ہوگا اور آیۂ کریمہ وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ وَلَسَوْفَ
يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ [اور بیشک آخرت کی زندگی تیرے لئے پہلی زندگی سے بہتر ہے اور عنقریب تجھ کو تیرا پروردگار وہ کچھ دیگا جس سے تو راضی ہو جائیگا] وہ
اس معنی کی شاہد ہے اور اس مقام کی رضا جس کا کہ آیت کریمہ میں وعدہ کیا گیا اور بشارت دی گئی ہے
حزن واندوہ کے منافی ہے اگرچہ مطلق رضا اس کے ساتھ منافات نہیں رکھتی اور (یہ بات) ثابت ہے
کہ ہر وہ کمال جو کہ خاص طور پر نبی کو حاصل ہوتا ہے اس نبی کے کامل متبعین کے لئے اس کمال سے
وراثت کے طور پر حصہ ہے خواہ وہ اس عالم (دنیا) کا کمال ہو یا اُس عالم (آخرت) کا کمال ہو اور
میں سمجھتا ہوں کہ اس معاملہ کی ابتدائی تمہید موت سے (شروع) ہوگی الموت جسر یوصل
الحبیب الی الحبیب [موت ایک پل ہے جو دوست کو دوست سے ملاتا ہے] اور اس معاملہ کا ایک پرتو
اور نمونہ اگر نماز میں بھی جو کہ مومن کی معراج ہے اور دنیا سے قطع تعلق کرنا اور آخرت کے ساتھ مل جانا ہے
متحقق ہو جائے تو گنجائش رکھتا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ وہ حجاب جو بندہ اور اللہ تعالیٰ جل و علا
کے درمیان ہے نماز کی ادائیگی کے وقت میں دُور کر دیا جاتا ہے اور نماز کے باہر گویا بیکار و معطل ہے مگر
یہ کہ نماز کی حالت کا کچھ پرتو نماز کے باہر بھی باقی رہے۔ مختصر یہ ہے کہ وصل اور خوشی کا مقام
آخرت ہے اور تردد و نایافت کا مقام دنیا ہے، اس مقام کا بہترین ساز و سامان درد و اندوہ ہے آرام
یہاں کی بے آرامی میں ہے اور آرام و وصل یہاں طلب کرنا اور اس کے ساتھ خوش رہنا بے حاصلی سے ہے،
ملاقات کا مقام آخرت ہے مَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ اللَّهِ فَإِنَّ أَجَلَ اللَّهِ لَآتٍ [جو شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات عنکبوت ۵
کی تمنا کرتا ہے تو (جان لے کہ) بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی ساعت ضرور آنے والی ہے] یہ عالم اُس عالم کے لئے
کھیتی سے زیادہ نہیں ہے کھیتی میں جس قدر زیادتی اس عالم میں کی جائیگی بے اندازہ ثمرات کی توقع ہے، یہ گھر (دنیا)
عمل کا گھر ہے بدلہ کا گھر آگے آنے والا ہے عمل کے وقت میں جزا طلب کرنا لاحاصل ہے، والسلام علیکم وعلیٰ من لدیکم۔

www.maktabah.org

مکتوب ۲۲۲

یہ بھی ارشاد پناہ میر محمد نعمان کے نام آیہ کریمہ وَقَدِمْنَا الآیہ کی تاویل وغیرہ میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی۔ کریم و تبارک (اللہ تعالیٰ) سے امیدوار ہے کہ اس
۲۰۲ ہیکلِ امکانی (جسم) کی طرف منسوب اخلاق کو احدیتِ جلالت کے طلوع سے ھَبَآءً مَّنْثُوْرًا [خاک کے اڑتے
ہوئے ذرات] کردے اور تجلیاتِ رحمٰن اور وارداتِ منان (اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی کیفیات) کے قدوم (نزول)
سے اس ویرانہ کو رہائش گاہ و آباد بنادے، اور (قرآن پاک میں) وارد ہوا ہے وَقَدِمْنَآ اِلٰی مَا عَمِلُوْا مِنْ
۱۹/۲۵/۲۳ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا [اور ہم اُن کے اعمال کی طرف متوجہ ہوں گے تو ہم اُن (اعمال) کو خاک کے اُڑتے ہوئے
ذرات جیسا کر دیں گے] پس جب وہ نسبتوں سے چھوٹ گیا اور خالی ہو گیا اور اپنے عین کے تخت پر جلوہ گر
ہو گیا اور اُس نے اپنی دلہن کے چھپر کھٹ میں اغیار سے فارغ ہو کر کہا اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ [جنت والوں کیلئے]
یعنی جو کہ اپنی قیود کے مقامات سے خارج ہیں (اور) وصال و اطلاق کی جنّت کا قصد کرنے والے ہیں
یَوْمَئِذٍ [آج کے دن] (یعنی) رہائی اور قطع تعلق کے دن خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا [بہترین ٹھکانا ہے] کیونکہ تختِ عین
پر متمکن ہونا اس کی استعداد کے مراتب میں کمال ہے وَّاَحْسَنُ مَقِيْلًا [اور دوپہر کے قیلولہ (آرام) کے لئے بہترین
جگہ ہے] اپنے حبیبِ متعال (اللہ تعالیٰ) کے ساتھ تنہا ہو کر، پس (قرآن مجید میں) وارد ہوا ہے وَتَحْسَبُهُمْ
۱۵/۱۸/۱۸ اَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ وَّنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ [اور (اے دیکھنے والے) تو خیال کرے گا کہ وہ
جاگ رہے ہیں حالانکہ وہ سو رہے ہیں اور ہم ان کو دائیں طرف اور بائیں طرف کروٹ دلاتے ہیں] پس وہی احوال و افعال
میں تبدیلی لانے اور تصرف کرنے والا ہے پس وہ اس کے ساتھ سنتا اور دیکھتا ہے اور اس کی زبان پر
کلام کرتا ہے جیسا کہ فرمایا ہے يَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ [جس دن آسمان شق ہو جائے گا] (یعنی) طبائع و
موانع کا آسمان بِالْغَمَامِ [بادلوں کے ساتھ] (یعنی) عزت و کبریائی کی قناتوں کے ورود کے ساتھ وَنُزِّلَ
۱۹/۲۵/۲۶ الْمَلٰٓئِكَةُ [اور فرشتے نازل کئے جائیں] (یعنی) وارداتِ وہبیہ اور الہاماتِ غیبیہ تَنْزِيْلًا [بکثرت نازل ہوں گے]
امانتوں کو ان کے اہل کی طرف لوٹانے کے بعد اپنے پاس سے زندگی اور اخلاق عطا کرنے کے لئے۔
حدیث قدسی میں ہے من قتلتہ فانا دیتہ [جس کو میں قتل کروں اس کا خون بہا میں خود ہوں] پس اس وقت
طبائع مختلفہ کی مملکت میں اُس کے سوا کسی کے لئے بھی تصرف نہیں ہے پس وہی فاعل ہے اس کے سوا
اور کوئی فاعل نہیں اور اس کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں جو اس کو کرتا ہو۔ اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ [بادشاہت

www.maktabah.org

قتل کے دن تا (یعنی) مقتول کی دیت کے دن بِالْحَقِّ [حقیقی بادشاہت] بخلاف اس کے کہ اُس کے توی اُس کے نفس کے آلہ کار تھے لِلرَّحْمٰنِ [رحمٰن یعنی اللہ تعالیٰ کیلئے ہے] پس تجلی مفنی (فنا کرنے والی) جس کا ذکر پہلے ہوا جلالی ہے جیسا کہ وارد ہوا ہے اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْا اَعِزَّةَ اَهْلِهَا اَذِلَّةً پ ۱۹ [بیشک والیانِ ملک جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اس کو تباہ و برباد اور اس کے رہنے والوں میں جو عزت دار ہیں ان کو ذلیل کر ڈالتے ہیں] اور یہ تجلی رحمانی ہے حق اور بقا عطا کرنے والی ہے پس پہلی (تجلی) میں علم و عین میں سے ہر ایک دوسرے کے لئے حجاب ہے اور دوسری (تجلی) میں حجاب مرتفع ہو گیا اور لب اللباب کے ساتھ متحقق ہو گیا۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والبرکات العلیٰ۔

مکتوب ۲۲۳

شیخ فیض اللہ بنگالی کے نام ان شبہات کے حل میں جو کہ انھوں نے امام ربانی مجدد الف ثانی (قدس سرہٗ) کے کلام پر کئے تھے اور بیچونی کے معاملات منکشف ہونے کی کیفیت کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ آپ نے دریافت کیا تھا کہ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بعض عبارتوں میں مرتبۂ اصل کے بیان میں یہ جو عہ ۲۰۳ لفظ مرکز و محیط اور اس کے مثل واقع ہوتا ہے کس معنی میں ہے اور اسی طرح حضرتِ عالی کی عباراتِ شریفہ میں واقع ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے مقامات مرتبۂ اصل میں ہیں ہر ایک کا مقام دوسرے سے ممتاز ہے، یہ عبارتیں بھی تجزی (اجزا والا ہونا) کا وہم پیدا کرتی ہیں۔ تعالی اللہ عن ذلک [اللہ تعالیٰ کی شان اس سے بلند ترین ہے]۔

آپ جان لیں کہ مرتبۂ اصل میں جس طرح کہ اجمال اور بساطت (بسیط ہونا) ہے اسی طرح تفصیل و وسعت بھی ثابت ہے لیکن وہ اجمال و تفصیل نہیں جو کہ ہماری سمجھ میں آسکے اور نہ وہ وسعت و بساطت ہے جو ہمارے حوصلے کے لائق ہو تو وہ تجزی و تحدید (اجزا والا اور محدود ہونے) کا باعث ہے بلکہ اس مقام کا اجمال اور اسی طرح اس مرتبہ کی تفصیل ذاتِ اقدس کی طرح بیچون و بیچگونہ (بے کیف و قیاس) ہے، یہ معاملہ نظرِ عقل کے طریقہ سے ماوراء ہے کیونکہ جو کچھ چون کے حوصلے میں سما جائے وہ چون ہو گا اس لئے کہ چون کو بیچون کی طرف راہ نہیں ہے پس (اس سے) دوسرا سوال دور ہو جاتا ہے، رہا پہلے سوال کا جواب، تو جان لیں کہ ہر ایک پیغمبر کا اپنے پروردگار کے ساتھ علیحدہ معاملہ ہے اور جدا بھید ہے کسی دوسرے کو

عہ فارسی مطبوعہ نسخہ میں المنبی ہے اور حاشیہ پر نسخہ المنشار لکھا ہے راقم کے خیال میں یہ لفظ المنفی ہے اسی کے لحاظ سے ترجمہ کیا گیا ہے (مترجم)

www.maktabah.org

اس معاملہ میں اصالت کے طور پر شرکت نہیں ہے مثلاً جو نسبت و قرب کہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کو ہے اُن کے غیر کو میسر نہیں ہے اور اسی طرح جو قرب کہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے ساتھ مخصوص ہے وہ دوسرے کے لئے نہیں ہے وعلیٰ ہٰذا القیاس۔ لیکن اُس نسبت و قرب کی کیفیت کسی کو معلوم نہیں ہے اور جب کسی عارف کے لئے چاہتے ہیں کہ اس نسبت و قرب کے علم سے جو کہ ان اکابر میں سے کسی ایک کے لئے ثابت ہے سرفراز کریں تو اُس قرب و نسبت کو مثالی صورت میں اُس امر (معاملہ) کے ساتھ جو کہ اس قرب کے مناسب اور اس نسبت کے مشابہ ہے ظاہر کرتے ہیں کیونکہ اس نسبت کے حقائق پر مطلع ہونا صورتِ مثالی کے بغیر دشوار ہے پس قرب و اتصال کی غایت کو مرکز کی صورت میں ظاہر کرتے ہیں اور بعد مع قرب کو محیط کی صورت میں، وعلیٰ ہٰذا القیاس۔ لیکن جاننا چاہئے کہ وہ مشہود نفی کے قابل نہیں ہے کیونکہ وہ عارف اس وقت میں جانتا ہے کہ جو کچھ مجھ پر ظاہر کیا گیا ہے وہ اس معاملہ کی مثالی صورت ہے نہ کہ اُس معاملہ کی حقیقت اور جو کچھ اس صورت میں ظاہر ہے نفس امر کے مطابق ہے پس وہ نفی نہیں کر سکتا بخلاف اس شخص کے جو کہ صورت کو عین حقیقت خیال کرتا ہے اور شبح (جسم، قد و قامت) کو صاحبِ شبح کا عین جانتا ہے کہ اس کا مشہود نفی کے قابل ہے، والسلام والاکرام۔

مکتوب ۲۲۴

میرزا عبید اللہ بیگ کے نام بعض مواجید و جد کیفیات کی شرح اور استفسارات کے حل میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین و آلہ وصحبہ اجمعین۔ (آپ کے) مکتوب گرامی کو ملا غازی نے پہنچایا، اس کے مطالعہ سے اذواق و مواجید اور معنوی لذات حاصل کیں، اللہ سبحانہ کی حمد ہے کہ آپ نے شریعتِ منورہ کے مضبوط حلقہ کو ترک نہیں کیا ہے اور اُن اعمال و عقائد پر جو کہ اُس (شریعت) سے ماخوذ ہیں استقامت رکھتے ہیں واردات (کیفیات) کو شرع کی ترازو پر تولتے ہیں اور مغایرت بہت کم واقع ہے۔ ۲۰۴

آپ نے لکھا تھا کہ "واحدیت دیکھنے بلکہ احدیت کی گہرائی میں فنا ہو جانے کے حصول کے باوجود دل کا رُخ عروج کی طلب سے باز نہیں آتا" اور نیز آپ نے لکھا تھا کہ "اس حال میں حوالہ و استہلاک و اسقاط کا امتیاز و فوت اور ظل و اصل کا شعور نہیں ہے"۔ میرے مخدوم! سالک جب تک کہ اسماء و صفات اور اپنے تعینات کے مبادی میں سیر رکھتا ہے وہ (اس وقت تک) اصول اور اصولِ اصول میں سیر رکھتا ہے اور جب

www.maktabah.org

معاملہ اس سے اوپر چلا جاتا ہے اور اصول کو ظلال کی طرح راستہ میں چھوڑ دیتا ہے تو ہو سکتا ہے کہ اصل اور ظل میں شعور کا نہ ہونا اسی وجہ سے ہو کہ اصالت و ظلیت درمیان میں نہیں ہے اصل اس بارگاہ سے ظل کی طرح راستہ میں رہ گئی ہے اور یہ حالت کس طرح کسی اسم کے ساتھ مسمی ہو سکتی ہے جبکہ تمام اسماء و اعتبارات اس مقام سے ساقط ہو گئے ہیں اور چونکہ کلام مجید کو اس بارگاہ میں کامل دخل ہے اس لئے چاہیے کہ تلاوت کے ساتھ یہ حالت طاقت پکڑے۔

آپ نے لکھا تھا کہ "روح و نفس کی حقیقت مراتب کے تعلق سے واضح ہوتی ہے ورنہ حقیقت میں (یہ) دو موجود نہیں ہیں اگر شر کا مصدر (جائے صدور) ہے تو وہ نفس سے موسوم ہے اور اگر خیر (کا مصدر) ہے تو روح کے نام سے موسوم کیا گیا ہے اور اسی قیاس پر سر و خفی ہیں"۔ بیشک بعض اکابر اس طرف گئے ہیں لیکن ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی) قدس اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس کا مختار یہ ہے کہ ان لطائفِ ستہ (چھ لطیفوں) میں سے ہر ایک عناصرِ اربعہ کی طرح جدا حقیقت رکھتا ہے اور یہ ایک دوسرے کے ساتھ حقیقی مغائرت رکھتے ہیں لیکن ہر ایک کے ساتھ معاملہ علیحدہ وابستہ ہے اور نیز عالم امر کے جواہرِ خمسہ (پانچوں لطائف) میں سے ہر ایک کی ولایت جدا اور ہر ایک کا سیر و سلوک و فنا و بقا علیحدہ ہے اور ان (لطائف) میں سے ہر ایک انبیاء متبوعین علیہم الصلوات والبرکات میں سے ہر ایک کے ساتھ ایک خاص خصوصیت ہے، پانچوں لطائف کی ولایات کے طے کرنے کے بعد معاملہ اطمینانِ نفس کے ساتھ واقع ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ، چنانچہ اس کی تفصیل طریقِ جدید کے بیان والے مکتوب سے واضح ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "اضافات کو ساقط کرنے والی یہ نسبت جیسا کہ بیداری میں ہے نیند میں بھی ایسا ہونا لازم ہے کہ نہیں الخ" میرے مخدوم! اگر اضافتوں (نسبتوں) کا اسقاط ورد کسب و تعمل کے ساتھ تعلق رکھتا ہے جس کو طریقت کہتے ہیں تو خواب و بیداری یکساں نہیں ہے اور اگر تعمل (عمل کرنے) و تکلف کے بغیر ہے جو کہ حقیقت کا مقام ہے تو یکساں ہے کیونکہ ہمارے نزدیک فنا و بقا دائمی ہے۔ اور نیز آپ نے لکھا تھا کہ "اولیاءِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولایت اور انبیاءِ سابق علی جمیعہم عموماً و علی افضلہم و خاتمہم خصوصاً الصلوات و التسلیمات و البرکات کی ولایت کے طریقہ میں کیا فرق ہے الخ" میرے مخدوم! اس استفسار کا جواب حضرت پیر دستگیر (مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) کے مکتوبات قدسی آیات سے طلب کریں کیونکہ (ان میں) تفصیل کے ساتھ مذکور ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "بعض لوگ طریقہ نقشبندیہ کے علاوہ دوسرے طریقے کی استدعا کرتے ہیں" میرے مخدوم! اگر کوئی طالب طریقہ قادریہ کی استدعا کرے تو حضرت شیخ عبد القادر (جیلانی بغدادی) قدس سرہ کی روح مبارک کی طرف متوجہ ہو کر اس کو خرقہ دیدیں اور شجرہ بھی دیں، والسلام۔ ص ۴۰۵

www.maktabah.org

مکتوب ۲۲۵

حاجی محمد عارف کے نام بعض حالات و مقامات کی تفصیل میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حامداً و مصلیاً علی رسولہ الکریم ۔ برادر عزیز زائر حرمین شریفین حاجی عارف کے مکتوب مرغوب نے مسرور کیا۔ سرورِ کائنات علیہ و علیٰ آلہ افضل الصلوات واکمل التحیات کی زیارت اور آپ سے بشارت پانا واضح ہوا احمد اللہ سبحانہ علیٰ ذلک حمداً کثیراً [اس بات پر اللہ سبحانہ تعالیٰ کا بہت زیادہ حمد و شکر ہے] ۔ اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "بار بار الہام ہوا کہ ہمارے حضرت عالی قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس کا نام لیکر فرمایا کہ جو شخص قیامت میں اپنی نجات چاہتا ہے وہ اُن کا دامن پکڑ لے"۔ (یہ) حضرتِ عالی کے الہام کے موافق ہے کیونکہ آپ کو الہام کیا گیا ہے کہ میں نے آپ کو اور قیامت تک ہونے والے ہر اس شخص کو بخش دیا جس نے میری طرف تیرے ساتھ بالواسطہ یا بلا واسطہ توسل حاصل کیا۔ اور آپ نے لکھا تھا کہ "حقیقتِ نماز کے متعلق کیا عرض کرے اس کی ادائیگی میں وہ لذت حاصل ہوتی ہے کہ جس کی شرح بیان نہیں کر سکتا، تکبیرِ اولیٰ کے وقت ہی محویت طاری ہو جاتی ہے اور مشاہدۂ حق جل و علا کے سوا شعور باقی نہیں رہتا اور بعض اوقات ایک (ایسا) نور قلب سے ظاہر ہوتا ہے کہ گویا اس نے تمام عالم کو منور کر دیا ہے"۔ میرے مخدوم! نماز میں لذت کا حاصل ہونا بڑی نعمتوں میں سے ہے ہمارے حضرتِ عالی (مجدد الف ثانی) قدسنا اللہ بسرہ الاقدس نے اپنے مکتوبات قدسی آیات میں لکھا[1] ہے کہ نماز میں لذت کا حاصل ہونا غیر منتہی کو میسر نہیں ہے خاص طور پر فرض نمازوں میں، کیونکہ نہایت کی ابتدا میں نفل نماز کی ادائیگی کے ساتھ لذت بخشتے ہیں اور نہایت النہایت (نہایت کی نہایت) میں یہ نسبت فرائض کے ساتھ وابستہ ہو جاتی ہے اور بس۔ ع

این کار دولت است کنوں تا کرا دہند [یہ نصیب کی بات ہے دیکھئے اب کس کو دیتے ہیں]

اور نیز حضرتِ عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہ) نے یہ بھی تحریر فرمایا[2] ہے کہ "جو لذت نماز ادا کرتے وقت حاصل ہوتی ہے نفس کا اس میں ہرگز کوئی حصہ نہیں ہے، عین اس لذت کی حالت میں وہ (نفس) نالہ و فریاد میں ہے"۔ سبحان اللہ کتنا بلند مرتبہ ہے۔ ع

هنيئاً لأرباب النعيم نعيمها [نعمت والوں کو ان کی نعمتیں مبارک ہوں]

---

[1] و [2] مکتوب ۲۶۱ جلد اول۔

www.maktabah.org

اور انھوں (امام محمد الف ثانی) نے یہ بھی لکھا ہے کہ دنیا میں نماز کا رتبہ ایسا ہے جیسا کہ آخرت میں رویت باری تعالیٰ کا۔"
اور یہ بھی لکھا ہے کہ "تمام عبادات نماز کے لئے وسائل ہیں اور نماز مقاصد میں سے ہے" اور آپ نے لکھا تھا کہ
"دوسرے طریق کے اکثر مشائخ مہربانی فرماتے ہیں اور فقیر سب کو اسی جانب سے جانتا ہے اور جہاں
کہیں سے فیض پہنچتا ہے اسی جانب منسوب کرتا ہے۔" بیشک اسی طرح ہونا چاہیے تاکہ قبلۂ توجہ
منتشر نہ ہو جائے "ہر کہ یکجا ہمہ جا" [جو ایک جگہ ہے وہ سب جگہ ہے] آپ نے سنا ہوگا، دوستوں سے
سلامتی خاتمہ کی دعا کا امیدوار ہے۔ والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ
المصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ الصلوات والتسلیمات والبرکات العلی۔

مکتوب ۲۲۶

مولانا محمد صدیق کے نام شیخ (پیر) ہونے کے لئے بعض ضروری امور کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ حامداً للہ ومصلیاً علیٰ رسولہ الکریم اما بعد، تمام احوال لائقِ شکر ہیں اور
اُس (اللہ) سبحانہٗ وتعالیٰ سے آپ کی عافیت اور سنّتِ مصطفویہ علیٰ مصدرہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ پر
استقامت کی دعا کی گئی ہے۔ میرے مخدوم! میاں حمید دوستوں میں سے ہیں دوستی ومحبت کے طریقہ کی
رعایت کریں گے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "صوفی محمد شریف آیا ہے تو" فقیر اس کے بارے میں حضرت حق سبحانہٗ سے
اسی معنی کی استدعا کرتا تھا جو کہ ظاہر ہوا ہے حمد اللہ سبحانہ علیٰ ذٰلک [اس پر اللہ سبحانہٗ کا حمد وشکر ہے]
آپ نے کابلی دوست کے لئے پیراہن طلب کیا تھا بھیجتے وقت استخارہ کیا، بظاہر اس امر کے ساتھ کچھ زیادہ
قلب کا رجحان ظاہر نہیں ہوا اور منع بھی معلوم نہیں ہوا، بہرحال پیراہن آپ کو بھیج دیا ہے، جب وہ دوست ص۲۰
دوبارہ آپ کی صحبت میں پہنچے کچھ عرصہ اس کو رکھیں اور اس کے طور طریقوں میں استقامت معلوم ہو
اور دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی تیاری اُس کے اطوار سے ظاہر ہو طالبین کو اس کی صحبت میں کچھ
نفع حاصل ہو تو مستحق ہیں اور رجحانِ قلب کے بعد پیراہن اس کو دیدیں اور طریقہ کی تعلیم کی اجازت میں جس قدر
تاخیر واقع ہو زیادہ مناسب ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ابتدا میں انتہا کے احوال اندراج کے طریق پر ظاہر ہوتے ہیں لیکن وہ
احوال زوال سے محفوظ نہیں ہوتے اور بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ (وہ احوال) شریعت وطریقت کے طور طریقوں پر استقامت کا
ثمرہ نہیں دیتے اور تاخیر میں لائق نہ ہونے کا امتحان ہو جاتا ہے اور استقامت وعدم استقامت معلوم ہو جاتی ہے۔
الشیخ فی قومہ کالنبی فی امتہ [شیخ اپنی جماعت میں ایسا ہے جیسا کہ نبی اپنی امت میں] آپ نے سنا ہوگا والسلام

ص۲۰ دفتر اول مکتوب ۱۳۷

www.maktabah.org

مکتوب ۲۲۷

میرزا امان اللہ کے نام درد و محبت کی فضیلت اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ جو شخص آخرت کی تعمیر میں مشغول ہے وہ اس درد و الم و محبت کے ساتھ موصوف ہے۔

بسم اللہ حامدا للہ العظیم ومصلیا علیٰ رسولہ الکریمؐ اس ناپائیدار دنیا میں خوشگوار نعمت، شوقِ احدیت کا انتظار و پیاسا رہنا و بے آرامی ہے اور محبوب کی طلب میں درد و حزن و اضطراب ہے، کسی بزرگ نے کہا ہے کہ تصوف اضطراب ہے جب سکون حاصل ہوا تو تصوف نہیں رہا، یہ شوق و اندوہ سعادتوں کا سرمایہ ہے اور یہ اضطراب و بے چینی یافت (یا لیفے) کا سرچشمہ ہے، ع

با درد بساز چوں دوائے تو منم [درد کے ساتھ موافقت کر جبکہ تیری دوا میں ہوں]

جو امتیاز و فضیلت کہ بنی آدم (انسان) کو تمام اقسام موجودات پر ہے وہ عشق و درد کی وجہ سے ہے، ع

درد را جز آدمی درخور نیست [درد کا اہل آدمی کے سوا اور کوئی نہیں ہے]

انسان جسقدر زیادہ درد و محبت کا مورد ہو گا معیت و قرب میں اسی قدر زیادہ کامل ہو گا، المرء مع من احب [آدمی اسی کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے] معیت ذرا سا وقت بھی ایسا باقی نہیں چھوڑتی جبکہ وہ محبِ صادق کو حاصل نہ ہو (یعنی ہر وقت معیت نصیب ہوتی ہے)، سرورِ کائنات مفخرِ موجودات علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والبرکات محبوبیتِ ذاتیہ کے باوجود دائمی حزن اور متواتر فکر کے ساتھ موصوف تھے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے، جو شخص کہ اس درد سے بے نصیب ہے وہ چوپایوں کے حکم میں ہے بلکہ چوپایوں سے بھی زیادہ گرا ہوا اور زیادہ گمراہ ہے کیونکہ اس نے قابلیت کے باوجود استعداد (قابلیت) کی زمین کو معطل و بیکار رکھا اور جس چیز کی ویرانی کے لئے مامور ہے اس کی تعمیر میں مشغول ہوا اور اُس سے اس عالمِ فانی میں جس چیز کا مطالبہ کیا گیا ہے وہ بجا نہیں لایا کل (قیامت کے روز) کس منہ سے اس کی بارگاہ صمدیت میں (اللہ تعالیٰ کے سامنے) پیش ہو گا اور کس تدبیر سے جواب کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو گا ؎ ۴۰۸

فیا ویلتا علیٰ من اعرض عن اللہ ویا حسرتا علیٰ من فرط فی جنب اللہ

[پس اس شخص پر افسوس ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے روگردانی کی اور اس شخص پر حسرت ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے احکام سے تجاوز کیا]

پ ۱۵ ع ۸ دنیا میں دوبارہ آنا نہیں ہے، مَنْ كَانَ فِي هٰذِهٖۤ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا ‎[جو شخص اس دنیا میں اندھا رہا وہ آخرت میں بھی اندھا اور راستے سے بھٹکا ہوا ہو گا] اور درد و محبت اُس چیز میں منحصر نہیں ہے

www.maktabah.org

جو کہ مشہور ہے، جو شخص بھی آخرت کی تعمیر میں مشغول رہتا ہے وہ اس درد و محبت کے ساتھ موصوف ہے کیونکہ اس کے باطن پر محبت کا غلبہ ہی تو ہے کہ جس نے اس کو مرغوبات کے ترک پر آمادہ کیا ہے اور نفس کی مخالفت اور اس کی تخریب پر دلیر بنایا ہے اگرچہ وہ نہیں جانتا کہ وہ کیا رکھتا ہے، پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وعلیٰ
آلہ وسلم نے آیتِ کریمہ اَوَمَنْ کَانَ مَیْتًا فَاَحْیَیْنٰہُ وَجَعَلْنَا لَہٗ نُوْرًا یَّمْشِیْ بِہٖ فِی النَّاسِ [کیا یہ بات نہیں ہے کہ ۱۲۲
جو شخص مردہ تھا ہم نے اس کو زندہ کر دیا اور اس کے لئے نور بنایا جس کے ذریعہ سے وہ لوگوں میں چلتا ہے] کے بارے میں فرمایا النور اذا دخل الصدر انفتح الحدیث [جب وہ نور سینہ میں داخل ہو جاتا ہے تو وہ سینہ کھل جاتا ہے] پس عرض کیا گیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا اس کے لئے کوئی علامت ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ نشانی دار الغرور (دنیا) سے علیحدگی اختیار کرنا اور دار القرار (آخرت) کے لئے تیاری کرنا ہے۔
پس آنسرورِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آخرت کی تیاری اور دنیا سے روگردانی کو نور اور وہ حیات فرمایا جو کہ اس موت پر مرتب ہوتی ہے جو مرنے سے پہلے ہے جس کو کہ معرفت کہتے ہیں کیونکہ معرفت ان حضرات کے نزدیک فنا فی المعروف سے عبارت ہے اور یہ موت و معرفت درد و محبت کا نتیجہ ہے، رزقنا اللہ سبحانہ وایاکم قطرۃ من ھذہ المحبۃ وجرعۃ من ھذا الحزن وتجافیا عن دار الغرور وتاھبا لدار القرار امین۔
[اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو اس محبت کا کوئی قطرہ اور اس غم و حزن کا کوئی گھونٹ اور دار الغرور (دنیا) سے علیحدگی اور دار القرار یعنی آخرت کی تیاری نصیب فرمائے، آمین۔]

مکتوب ۲۲۸

مولانا محمد صدیق کے نام سنت کو زندہ کرنے اور بدعت کو مٹانے پر ترغیب دینے اور الہام کے ظنی ہونے اور بندگی کے پسندیدہ طریقے کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حامداً للہ العظیم و مصلیاً علیٰ رسولہ الکریم۔ اس وقت میں عہدِ نبوت کے بُعد اور قیامت کے قرب کی وجہ سے بدعت شائع ہو گئی ہے اور اس کی ظلمتوں نے دنیا کا احاطہ کر لیا ہے
اور سنت اجنبی (ان جانی) ہو گئی ہے اور اس کے انوار پوشیدہ ہو گئے ہیں، متروکہ سنتوں کو زندہ کرنے ۳۰۹
اور شرعی علوم کو شائع کرنے میں کمر ہمت کو خوب مضبوط باندھیں اور اس امر کو بارگاہِ خداوندی جل سلطانہ کی کمال رضامندی کا وسیلہ بنائیں اور بارگاہِ محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قرب کو اس عمل کے ذریعہ تلاش کریں، حدیث شریف کا مضمون ہے کہ جو شخص میری ایسی سنت کو زندہ کرے گا کہ جس پر عمل متروک ہو چکا ہے

www.maktabah.org

تو اس کے لئے سو شہیدوں کا ثواب ہے۔ احیائے سنت کا پہلا درجہ یہ ہے کہ اس پر خود عمل کرے اور اس سنت کے زندہ کرنے کا اعلیٰ درجہ اس کو رواج دینا اور دوسروں سے اس پر عمل کرانے میں کوشش کرنا ہے۔ خاتمہ کے مبہم ہونے کے درد و غم کا اظہار جو آپ ہمیشہ کرتے رہتے ہیں بجا ہے یہ ابہام کمر شکن ہے آج اس درد سے خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ کوئی شخص خالی نہیں ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ "اپنے بارے میں قبولیت کا کچھ اثر یقین و جزم کے ساتھ مشاہدہ نہیں کرتا ہے"۔ میرے مخدوم! اس قسم کے امور میں جزم و یقین نزولِ وحی کے زمانہ میں حاصل رہا ہے اور اس زمانہ کے علاوہ اور وقت میں علامات و آثار و بشارات جو کہ طمانیتِ قلب کا سبب ہوں ہوتی رہتی ہیں اور چونکہ ابہام (دو معنی ہونے) کا وہم درمیان میں ہے (اس لئے) درد و اضطراب دامنگیر ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "اپنی عبادات و طاعات کو قبولیت کے لائق نہیں جانتا اس بنا پر بعض اوقات اُن کے ادا کرنے سے سستی برتتا ہے"۔ میرے مخدوم! اس عالم (دنیا) میں عمل مطلوب اور ضروری ہے خواہ قبولیت کے قابل جانیں یا نہ جانیں عمل کرنا چاہئے اور اس سے استغفار کرنا چاہئے گریہ و زاری کے ساتھ اس کی قبولیت طلب کرنی چاہئے تاکہ قبولیت کے لائق ہو جائے اور نورانیت پیدا کرلے اعمل و استغفر [عمل کر اور استغفار کر] بندگی کا طریقہ یہی ہے اور اس کے علاوہ شیطانِ لعین کا بہکانا ہے۔ دیگر جو محبت و دلی توجہ کہ فقیر کو آپ کی جانب ہے اس کا کیا اظہار کرے جو محبت کہ آپ کو ہمارے ساتھ ہے وہ اسی کا اثر ہے فرع میں
جو کچھ ہے وہ اصل کی طرف سے آیا ہے، شروع سے اسی طرح ہوتا آیا ہے، آیتِ کریمہ یُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ　پ۶ ع۱۲ ٥/٥٤
[وہ ان سے محبت کرتا ہے اور وہ اس سے محبت کرتے ہیں] اور آیتِ کریمہ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ　پ۳۰ ع۲۸ ٩٨/٨
[اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے] میں اپنی محبت و رضا کو ان کی محبت و رضا پر مقدم رکھا ہے اور حدیثِ قدسی وانا الیھم لاشد شوقا [یقیناً میں ان کی طرف زیادہ شدت کا شوق رکھتا ہوں] میں اپنے اشد شوق کو ثابت کیا ہے۔

مکتوب ۲۲۹

مخدوم زادہ خواجہ محمد اشرف کی خدمت میں اپنے حضرت پیر دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعض الہامات کے بیان میں تحریر فرمایا۔

پ۲۵ ع۱۶ ٤٥/٢٩ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے هٰذَا كِتَابُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ إِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ

www.maktabah.org

[یہ ہماری کتاب ہے تمہارے متعلق سچائی کے ساتھ بول رہی ہے بیشک جو کچھ تم کیا کرتے تھے ہم اس کو لکھوا لیتے تھے] علمائے کرام [۱]
اس استنساخ (لکھ لینے) سے فرشتے کا لکھنا مراد لیتے ہیں اور اسناد کو مجازی کہتے ہیں، ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہ) فرماتے تھے کہ میں ایک دفعہ اس آیت کو بار بار پڑھ رہا تھا، دل میں یہ خیال آیا کہ حق سبحانہ وتعالیٰ لکھنے کی نسبت کو اپنی مقدس ذات کی طرف فرماتا ہے اس کی کوئی حقیقت ہے یا نہیں، مشہود ہوا کہ اس مرتبۂ مقدسہ میں بھی فرشتے کے استنساخ (لکھنے) کے علاوہ ایک طرح استنساخ (لکھائی) ثابت ہے۔ اس فقیر (خواجہ محمد معصوم قدس سرہ) نے عرض کیا کہ کیا اس مرتبۂ عالیہ کا استنساخ بعض اشخاص کے ساتھ مخصوص ہے یا عام ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مخصوص حضرات کے ساتھ مخصوص ہے، ان کے اور حضرت حق سبحانہٗ کے درمیان بعض ایسے امور گزرتے ہیں کہ وہ سبحانہٗ وتعالیٰ نہیں چاہتا کہ فرشتے کو بھی
اس پر اطلاع ہو۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ ۚ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ [یہ اللہ تعالیٰ ۶۲/۴
کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے یہ عنایت فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل والا ہے]۔
شاید کہ یہی بھید ہوگا کہ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ بعض خواص سے اپنے کرم کے ساتھ کاتبین کرام کو دور رکھتا ہے۔ حضرتِ عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہ) کو اپنے بارہ میں (بھی ایسا) الہام ہوا تھا اور اسی طرح حق سبحانہ وتعالیٰ نے آیۂ کریمہ میں توفی (جان قبض کرنے) کو اپنی ذات کی طرف منسوب فرمایا ہے جیسا کہ
اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا [اللہ تعالیٰ نفسوں (جانوں) کو ان کی موت کے ۳۹/۴۲
وقت قبض کرتا ہے] حالانکہ جان قبض کرنے والا ملک الموت (موت کا فرشتہ) ہوتا ہے جیسا کہ اس پر دوسری آیت دلالت کرتی ہے یا یہ احتمال ہے کہ بعض خواص کے لئے (جان کا قبض کرنا) فرشتے کے توسط کے بغیر ہو، اور یہ جو بعض روایات میں (روح کا قبض کرنا) مذکورہ فرشتے کے واسطے سے بعض خواص کے لئے آیا ہے تو اس کا ادنیٰ تاویل و توجیہ کے ساتھ اس معنی پر محمول ہونا ممکن ہے نہ کہ مباشرۃ کے طور پر اور وہ تاویل یہ ہے کہ بعض کاملین کی وفات کے وقت فرشتے کے حضور پر محمول ہو نہ کہ وفات دینے کے اسباب کو اس کے فعل پر حمل کیا جائے، پس غور کر لیجئے۔

مکتوب ۲۳۰

پیرزادہ خواجہ محمد عبید اللہ (صاحبزادۂ خواجہ باقی باللہ قدس سرہما) کی خدمت میں آنجناب کے

[۱] کسی شاعر نے خوب کہا ہے ۔ میانِ عاشق و معشوق رمزیست ÷ کراماً کاتبیں را ہم خبر نیست ۔ مترجم

www.maktabah.org

مکتوب کے جواب میں اور اُس مکتوب کے بعض معاملات پر اعتراض اور حکما کے اس قول کو دُور کرنے میں کہ موجود معدوم نہیں ہوتا اور معدوم موجود نہیں ہو جاتا اور نماز کے کمالات کے ذکر میں اور اس تحقیق میں تحریر فرمایا کہ وجود زائد ہے یا عین ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیمؕ الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ اجمعین۔ حضرت مخدوم زادہ گرامی سلمہ ربہ کے بزرگ عنایت نامۂ عالی نے اس گنہگار کو مشرف وممتاز کیا۔ اشفاق پناہا! مسئلۂ وحدتِ وجود ہمارا موروثی مسئلہ ہے کہ باپ دادا کے واسطے سے یہ بزرگ مسئلہ ہم تک پہنچا ہے ان بے حاصلوں کو بار بار اس کی تلقین کرنا تحصیل حاصل اور زیرہ کو کرمان بھیجنے کا مصداق ہے۔ سابقہ تکلیف دہی سے مقصود یہ تھا کہ معلوم ہو جائے کہ اس معرفت کے علاوہ دوسرا معاملہ بھی ہے کہ ان دونوں کے درمیان وہی نسبت ہے جو چھلکے اور مغز کے درمیان ہے، اُس مشفق کو ملا۲۱
(آپ) کو پسند نہیں آیا اور آپ نے اس کو محال وتخمینی باتیں تصور فرمایا حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ [ہمیں اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے]۔ پ۴ ع۱۸

آپ نے لکھا ہے کہ "تجلّیٔ ذات کے بعد تمام کاروبار تجلیاتِ صفات کے ساتھ ہے کہ جس کی نہایت نہیں ہے۔" تجلی ذات کے بعد عالی ہمت کو چاہیے کہ ذاتِ متجلی کا طالب رہے اور ایک ایسے معاملہ کا گرفتار ہو جو کہ ان تجلیات سے ماوراء ہے وہ تجلیاتِ صفات کی طرف نزول کیوں کرے اور اس بات کی جرأت کرنا کہ کامل نزول کے بعد مطلق حقیقی کمال اطلاق وتنزیہ کے ساتھ ذراتِ وجود کے ہر ذرہ سے ظاہر وروشن ہے بہت گراں ہے آپ نے کہاں سے یقین کر لیا ہے کہ وہ مشہود مطلقِ حقیقی اور ذاتِ حق جل وعلا ہے، وہی معاملہ ہے کہ ؎ ع

بخواب اندر مگر موشے شتر شد [شاید کوئی چوہا خواب میں اونٹ بن گیا]

شرابِ کوثر سے سوائے سراب کے ان کو کچھ حاصل نہیں ہے اور مطلقِ حقیقی کو غیر وغیریت سے تنزیہ کرنا اور غیریت کو تعینات میں منحصر کرنا شاید کہ یہ دونوں مقدمے اس بات پر مبنی ہوں کہ مطلقِ حقیقی کیلئے مقیدات وتعینات کے ضمن میں ہونے کے سوا کوئی وجودِ اصلی نہیں ہے اور یہ معنی ذات کی نفی کو لازم کرتے ہیں تعالیٰ عن ذالک [اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند ہے] کیونکہ اگر وجود حاصل ہو تو دوئی ثابت ہو گی اور الاثنان متغائران [دو چیزیں ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہیں] ثابت شدہ قضیہ (اصول) ہے، اطلاق و تقیید کے قضیہ (اصول) کو ماننے کی صورت میں اس کا حکم تمام اطلاقات وتقییدات سے جدا ہے کیونکہ مطلق کے لئے مقیدات کے ضمن میں ہونے کے سوا وجود نہیں ہے اور اس جگہ ایسا نہیں ہے کیونکہ مطلق وجود

www.maktabah.org

حاصل رکھتا ہے جیسا کہ اس کی تفصیل اُس مخدوم (آپ) کے مکتوب کے جواب میں جو کہ بہت سے مسائل پر مشتمل ہے تحریر ہو چکی ہے اور تنزل (تجلیاتِ صفات میں نزول کرنے) کو مان لینے کی صورت میں جو شخص کہ مطلق کا اس حیثیت سے گرفتار ہے کہ وہ مطلق ہے، مقیدات کے ساتھ ہرگز خوش نہیں ہوگا اگرچہ وہ اس کا عین ہی ہوں۔ مقیدات اگرچہ مطلق ہوں لیکن ہر ایک کے احکام جدا اور معاملات الگ ہیں، ایک کو دوسرے کے ساتھ مخلوط کرنا اور ایک کی گرفتاری کو بعینہ دوسرے کی گرفتاری جاننا نگاہ کی تیزی سے بعید ہے، اگرچہ اس مرتبہ میں تمیز مفقود ہے لیکن اِس گرفتاری سے اُس گرفتاری تک بہت فرق ہے، حیوان کا طالب اس حیثیت سے جیسا کہ وہ (حیوان) ہے ہرگز ماشی (چوپایہ) اور فرس (گھوڑا) سے خوش نہیں ہوتا، ہر چند ان کے درمیان نسبتِ اتحاد موجود ہے، حیوان کے مرتبہ میں تمیز مفقود ہوتی ہے۔ اور جو کچھ کہ حضرت خواجہ بزرگ (خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس سرہٗ) کے کلام کی توجیہ میں آپ نے فرمایا ہے کہ غیر سے مراد مطلوب کا غیر ہے نہ کہ حق (اللہ تعالیٰ) عز برہانہ کا غیر، تو یہ سابقہ بیان کے منافی ہے کیونکہ جب ذرات میں مطلقِ حقیقی کا وجود کمال اطلاق و تنزہ کے ساتھ مشہود ہوگا (وہ) غیر مطلوب کس طرح ہوگا اور نفی کے قابل کس وجہ سے ہوگا اور غیر سے غیر اعتباری مراد لینا خلافِ متبادر (جلدی ذہن میں آنے کے خلاف) ہے، ہاں اگر اُن حضرت (قدس سرہٗ) کا مشرب جزم (یقین) کے ساتھ وحدتِ وجود ہو تو اس قسم کے حیلوں اور تدابیر کی گنجائش ہے ورنہ نہیں۔

اس کے باوجود ہم یہ کہتے ہیں کہ مطلق جو کہ (خواجہ بزرگ کی) عباراتِ شریفہ میں واقع ہے اس سے مراد اگر مرتبۂ لاتعین اور غیب ہویت ہے جیسا کہ عبارتوں سے متبادر (جلدی ذہن میں آتا) ہے کیونکہ مطلقِ حقیقی کمال اطلاق و تنزہ کے ساتھ اسی مرتبہ کے مناسب ہے تو یہ مرتبہ اس بلند مرتبہ گروہ کے طریق پر اس سے زیادہ بلند ہے کہ علم و معرفت و شہود کا متعلق بنے اسی لئے اس مرتبۂ منزہ کے طلب و شوق سے منع کرتے ہیں اور اس کے طلب کرنے کو وقت کا ضائع کرنا سمجھتے ہیں، پس ذرات میں سے ہر ذرہ کے اندر اس کے مشاہدہ کرنے کا قول کوئی معنی نہیں رکھتا اور جس وقت وہ غیریت سے منزہ ہوگا تو تمام مشاہدات اسی کا مشاہدہ ہوں گے پس اس کے شوق و طلب کو منع کرنا صورت پذیر نہ ہوگا اور اگر مراد مرتبۂ وحدت ہے جیسا کہ قوم کا کلام اس کا پتہ دیتا ہے جیسا کہ انھوں نے کہا ہے "اور وہ مشہودِ کل ہے اور وہ تجلّیٔ ذاتی ہے اور اس کے لئے اعلیٰ توحید کا مقام ہے" اگرچہ اس کو مطلق حقیقی کہنا کوئی زیادہ مناسبت نہیں رکھتا کیونکہ یہ ایک لحاظ سے مرتبۂ مطلق ہے کمال اطلاق اوپر کے مرتبہ کے لئے ہے، پس ہم کہتے ہیں کہ مطلوب ابھی تک اس کے ماوراء ہے

www.maktabah.org

اور سالک راستہ میں ہے مطلب سے راستہ میں رک جانا طلبِ کامل کا مقتضی نہیں ہے اگرچہ اس تعین کو متعین پر زائد نہیں جانتے لیکن تعین (بہرحال) تعین ہے، عالی ہمت شخص اس پر فریفتہ نہیں ہوتا اور محمدی المشرب جو کہ محبوبیت کے زیادہ قریب ہے اس کے ساتھ عاجز نہیں رہ جاتا اور تمام اشیاء کے لئے اس تعین کی عینیت کے ساتھ اور غیریت سے اس کے تنزہ کے ساتھ لاتعین کی طلب سے فارغ نہیں بیٹھتا۔

ع فراقِ دوست اگر اندک است اندک نیست [دوست کا فراق اگر معمولی سا ہی تو وہ بھی معمولی نہیں ہے]

اگر کہیں کہ "یہ تعین عین متعین ہے پس ایک کی یافت و شہود بعینہٖ دوسرے کی یافت و شہود ہے" (جواب میں) ہم کہتے ہیں تو پھر اس کے اوپر کے مقام سے کیوں ڈراتے ہیں اور اس کی طلب سے منع کیوں کرتے ہیں کیونکہ اس کی یافت (تو) اس تعین کی یافت کے ضمن میں حاصل ہو گئی۔ پس معلوم ہوا کہ اُس مرتبہ کی یافت اس مرتبہ کی یافت سے جُدا ہے اسی لئے وہ ممنوع ہوا اور یہ ممنوع نہیں ہوا اور اگر وہ لوگ کہیں کہ جب اُس مرتبہ کا وصول و یافت محال ہے تو اس کا گرفتار کیوں ہو اور اس کی طلب میں وقت کیوں ضائع کرے، (جواب میں) ہم کہتے ہیں کہ اس کو مان لینے کی صورت میں عشق و گرفتاری اختیاری امر نہیں ہے کہ مقدماتِ عقلیہ کے ساتھ اس سے منع کیا جائے اور عاشقِ صادق کو ایسے محبوب سے باز رکھا جائے جس تک پہنچنا محال ہو ؎ ۴۱۳

باسرِ زلفِ تو ما را سرِ سودائی ہست وصل ہرچند محال است تمنائی ہست

[تیری زلف کے سرے کے ساتھ ہمیں جنونی خیال ہے اگرچہ وصل محال ہے (لیکن پھر بھی) تمنا ہے] بیچارے عاشق کی تمنا یہ ہے کہ اپنے آپ کو معشوق کی طلب میں جلائے اور برباد کر دے بلکہ اپنا کوئی نام و نشان نہ چھوڑے اور اس کے بغیر نہ رہے اگرچہ معشوق کچھ بھی اس کے ہاتھ نہ آئے اگرچہ عتاب نہ کریں اور خواہ رد کر دیں کہ یہ رد کرنا نہیں ہے بلکہ ناز ہے، کسی نے خوب کہا ہے ؎

اگر ندہی بکف دامانِ یارم گرفتارِ کسے دیگر مدارم

[اگر تو دوست کا دامن میرے ہاتھ میں نہیں دیتا تو مجھے کسی دوسرے کا گرفتار (بھی) مت رکھ]۔ عاشقِ دردمند اس سب کچھ کے باوجود نہایت خوش ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ معشوق اس آوارہ کی طلب سے آگاہ ہے اور اس بیچارہ کے دردِ فراق سے باخبر ہے فان لم تکن تراہ فانہ یراک [پس اگر تو اس کو نہیں دیکھتا تو بلاشبہ وہ تجھ کو دیکھ رہا ہے]۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ عشق سے مقصود محض درد و غم ہوتا ہے اور وصل ہرگز منظور نہیں ہوتا، طلب کے اس درد کو وقت کا ضائع کرنا کس طرح کہا جائے گا کہ اس غمگین مبتلا کی عمر کا سرمایہ یہی درد و اندوہ ہے ؎

www.maktabah.org

بے غم و دردِ تو صد حیف زعمرے کہ گذشت — پیش ازیں کاش گرفتارِ غمت می بودم

[جو عمر تیرے درد و غم کے بغیر گذر گئی اس پر صد افسوس ہے کاش کہ میں — پہلے ہی سے تیرے غم میں گرفتار ہوتا]

اور یہ جو آپ نے فرمایا ہے کہ "اس معرفت کی کچھ خاصیتیں اور علامتیں ہیں" چونکہ توحید حقیقت میں شہودی ہے وجودی نہیں ہے اس لئے اُن علامات کے ساتھ متحقق ہونا ضروری نہیں ہے یہ تمام معاملہ سالک کے شہود (مشاہدہ) میں ہے حقیقت میں اس (سالک) کی صفات پابندی کی اسی حالت پر ہیں واجب تعالیٰ کی صفات نہیں ہو گئی ہیں، قلبِ حقیقت (حقیقت کا بدل جانا) محال ہے اور اگر بلا فرق ممکن کی صفات بعینہ واجب کی صفات ہو جائیں تو چاہیے کہ ہدایتِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ہدایتِ خداوندی جل شانہ میں کوئی فرق نہ ہو پس آیتِ کریمہ اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ [بیشک تو جس کو چاہے ہدایت نہیں دے سکتا لیکن اللہ تعالیٰ جس کو چاہے ہدایت دیتا ہے] پ ۲۰ ع ۹ ۵۶ کس معنی میں ہوگی و نیز حدیث انتم اعلم بامور دنیاکم [تم اپنے دنیا کے کاموں کو بہتر جانتے ہو] کی کیا وجہ ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ عز برہانہ کے علم کے بارے میں اس طرح نہیں کہا جا سکتا، اور آیتِ کریمہ لَوْ کُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ [اگر میں غیب کو جانتا] اور آیہ کریمہ لَا اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِکُمْ [میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا سلوک ہوگا اور نہ یہ جانتا ہوں کہ تمہارے ساتھ کیا سلوک ہوگا] کس اعتبار سے ہوگا اور اس شہود (مشاہدہ) میں صاحب استعداد سالک کو بہت سے منافع ہیں کیونکہ سیر و سلوک اور ریاضات و مجاہدات سے مقصود ماسوی اللہ تعالیٰ کی گرفتاری (تعلق) کا زائل ہونا ہے اس شہود کے ذریعہ حصول سے جا ملتے ہیں، اور اس سعی و کوشش سے مقصود بندگی کا حاصل ہونا اور اپنی عاجزی و احتیاج و گمنامی کا مشاہدہ ہے، نہ یہ کہ بندہ بندگی کے راستہ سے پاؤں کھینچ لے اور خدا ہو جائے اور اس کے کمالاتِ ذاتیہ کے ساتھ ص ۱۴ متحقق ہو جائے کہ ان امور کی تمنا کرنا کمال خودی اور انانیت کا پتہ دیتا ہے۔ حضرت خواجہ بزرگ (خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہ) نے فرمایا ہے کہ "بندگی خواجگی کے ساتھ راست نہیں آتی"۔ اور یہ جو آپ نے لکھا تھا کہ "مرتبہ وحدت میں فنائے حقیقی (کا حاصل ہونا) اس راستہ کی نہایت ہے"، وحدتِ وجود کے قائل حضرات چونکہ ہمیشہ انفس کے گرفتار ہیں، اس گروہ کے لئے کامل طور پر فنا (کا حاصل ہونا) کس طرح کہا جائے کیونکہ فنا ماسوی اللہ تعالیٰ کی گرفتاری کا زائل ہونا ہے اور یہ لوگ ہر وقت ذرات میں سے ہر ایک ذرہ کے ساتھ گرفتار ہیں اگرچہ وہ غیریت کے عنوان کے ساتھ نہیں جانتے لیکن حقیقت میں وہ غیر ہے کمال درجہ کی تجرید و نیستی اس وقت ظاہر ہوگی جب وہ اس بھنور سے نکل جائیں اور آفاق و انفس کے ماوراء دوڑیں۔ اس کے باوجود ہم کہتے ہیں کہ مذکورہ خاصیات و علامات کے ساتھ تحقق اس فنا کی

www.maktabah.org

حالت میں ثابت نہیں ہے کیونکہ یہ تحقق مقامِ بقا میں ہے اس لئے کہ فنا و استہلاک کے وقت میں ممکنات کا ہیولیٰ (مادہ) بن جانا اور جوہریت و عرضیت کی صورتوں کے ساتھ متمثل ہونا نہیں ہے پس اس تقدیر پر جائز ہے کہ مرتبۂ توحید کی نہایت تک پہنچ جائے جو کہ فنائے حقیقی ہوتی ہے اور ان علامات میں سے کوئی چیز بھی اس میں نہ ہو اور اگر ان علامات کے ساتھ متحقق ہونا نہایت و کمال ہو تو پھر فنا کو نہایت کہنا کس طرح درست ہوگا۔

ہم اصل بات کی طرف جاتے ہیں، فنا و بقائے وجودی اس صورت میں ہوگی جبکہ ممکنات کا کوئی وجود ہو، اس (وجود) کا ہونا شہود میں ہونے کے سوا نہیں ہے۔ امانتیں ہمیشہ اہلِ امانات کی ہیں اس جگہ سوائے اس کے نہیں کہ علم بدل جاتا ہے لیکن انا عند ظن عبدی بی [میں اپنے بندہ کے گمان کے نزدیک ہوں] کے مطابق اس کمال کے اندازے سے اس کے ساتھ معاملہ فرماتے ہیں اور مذکورہ آثار و علامات اس میں ظاہر کرتے ہیں اور تسلیم کر لینے کی صورت میں دوسروں سے ان معاملات کی نفی کس طرح معلوم ہوگی اور کہاں سے معلوم کیا جائیگا کہ دوسرے حضرات اس حد تک اس کے حقایق میں غور و فکر کرنے اور اس کے دقائق میں غوطے لگانے کے باوجود کہ اس مسئلہ کی تحقیق کی بلند چوٹی اور تدقیق کے انتہائی درجہ تک پہنچ چکے ہوں اور پھر اللہ تعالیٰ جل شانہ کی امداد سے اس سے گذر چکے اور علوم و راثت حاصل کر چکے ہوں ابھی تک توحید کے راستہ میں ہیں۔

میرے مشفق! معارفِ توحیدِ وجودی کے متعلق جسقدر آپ جانتے ہیں (شوق ہے) لکھیں لہ (یہ) حالِ شریف ہے، کس کو اس مقام میں کلامِ سخن ہے کیونکہ اکابرِ اہل اللہ نے اس کے ساتھ کلام کیا ہے اگرچہ انھوں نے سکر و غلبۂ محبت کی وجہ سے ہی کہا ہو۔ میرے جدِ امجد (حضرت شیخ عبد الاحد قدس سرہٗ) اس مقام (توحیدِ وجودی) میں مضبوط قدم رکھتے تھے اور انھوں نے تصانیفِ عالیہ بھی تالیف فرمائی ہیں لیکن انھوں نے آدابِ شریعت کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا جیسا کہ محققین کا طریقہ ہے لیکن دوسروں کی نفی کرنا اور حق کو اپنے علم میں ہی محصور (محدود) رکھنا اور اس (علم) کے ماسوا کو محال جاننا آپ جیسے حضرات سے بہت زیادہ محلِ تعجب ہے اور اسی طرح شیخ ابنِ عربی کو خاتمِ ولایتِ محمدی متعین کرنا اپنے تمام پیرانِ نقشبندیہ سے اس ولایت کی نفی کرنا ہے، ان امور کی جرأت کرنا بلند فطرت حضرات سے نہایت ہی مستبعد ہے اور (اس سے بھی) زیادہ عجیب یہ ہے کہ آپ نے ابنِ سینا کو کامل محبت کے ساتھ یاد کیا ہے حالانکہ اس کے فاسد عقائد اہلِ حق کے عقائد کے مخالف اور اس کی تکفیر و تضلیل کا باعث ہیں، اور امام غزالی (قدس سرہٗ) نے حکماء کے عقائد بیان کرنے کے بعد کہا ہے پس ان کی

تکفیر و تشنیع (ان کو کافر و برا کہنا) واجب ہے جیسا کہ فارابی و ابن سینا۔ اور آنسرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات واقعہ میں ایک بزرگ کو اس (بو علی سینا) کے بارے میں فرماتے ہیں: رجل اضلہ اللہ علی علمہ [وہ ایک ایسا آدمی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اس کے علم کے باوجود گمراہ کر دیا ہے] اور کسی دوسرے بزرگ کو بھی کسی دوسرے واقعہ میں اسی کے مثل فرمایا ہے۔ اگر غیروں سے اس قسم کے امور مطالعہ کئے جائیں تو چنداں شکایت کا مقام نہیں ہے لیکن اگر آپ جیسے حضرات (کی جانب) سے مخلصوں اور دوستوں کے کان میں اس قسم کے امور کی ذرا سی بھنک بھی پڑے تو اس کی گنجائش ہے کہ شکایات کی جائیں اسی بنا پر یہ سب جرأتیں کرتا ہے، معافی کی امید ہے۔

میرے مخدوم! جبکہ ہمارے خواجہ حضرت قطبِ عرفا مؤید الدین الرضی (قدس سرہ) انجام کار میں فرماتے ہوں کہ یقینِ کامل کے ساتھ معلوم ہو گیا کہ توحید ایک تنگ کوچہ ہے شاہراہ کوئی اور ہی ہے پھر بھی وہ مخدوم (آپ) تحریر فرماتے ہیں کہ وہ حضرت (خواجہ باقی باللہ قدس سرہ) وحدت در کثرت کے مشاہدہ میں رہے ہیں، شاید کہ وہ جائے پناہ (آپ) ان حضرت ربانی قدس سرہ سے اس عبارتِ شریفہ کے صادر ہونے کے قصہ پر مطلع نہیں ہوئے ہیں جو اس کی تاویل میں جلدی کر رہے ہیں، ایسا نہیں ہوا ہے کہ صرف یہی عبارت ان (حضرت قدس سرہ) سے واقع ہوئی ہو تاکہ اس کی تاویل کریں اور ظاہر سے اس کو دوسری طرف لے جائیں اگرچہ وہ تاویل کے قابل نہ ہو، اس عبارتِ عالیہ کا صدور (کچھ) معاملات کی خبر دینا اور (چند) مقدمات پر مبنی ہے ؎

آسودہ شبے باید و خوش مہتابے تا با تو حکایت کنم از ہر بابے

[ایک آرام و راحت کی رات ہو اور چاندنی خوب چھٹکی ہوئی ہو تاکہ میں تجھ سے ہر طرح کی گفتگو کروں]

جبکہ حضرت خواجہ (قدس سرہٗ) اس طرح فرمائیں اور اس مقام میں ہو تو آنجناب ان کی تابعت کے زیادہ حقدار ہیں، آپ اگرچہ مغلوبِ حال ہوں پیر کی تقلید کو ترک نہ کریں۔ اور یہ جو آپ نے فرمایا ہے کہ "عقلی و نقلی دلائل اس معرفت کی تائید کرتے ہیں" ——— جو نقلی دلائل اس بارے میں لوگ لاتے ہیں ان میں سے اکثر متشابہات کی قسم سے ہیں کہ وہ لازمی طور پر ظاہر سے دوسری طرف پھیرے ہوئے اور تاویل کئے گئے ہیں اور دلائل عقلیہ اقناعیات (قانع اور قائل کر دینے والے ہونے) کے سوا جن میں کہ کلام کی اور کیا چیز ہوں گے محقق دوانی (علامہ جلال الدین) رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ یہ مسئلہ طریقۂ عقل سے ماوراء ہے اور مولانا عبد الرحمٰن جامی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ طریقۂ عقل کے علاوہ ایک اور طریقہ ہے کہ جس طریقہ میں مکاشفہ و مشاہدہ کے طریق پر چند چیزیں منکشف ہو جاتی ہیں کہ عقل ان کے ادراک سے عاجز ہے جس طرح کہ حواس معقولات کے ادراک سے جو کہ عقل سے معلوم ہوتے ہیں عاجز ہیں اور اس طریقہ میں یہ ثابت ہو چکا ہے

www.maktabah.org

۲۱۶ کہ حقیقتِ وجود جو کہ عین واجب الوجود ہے نہ کلی ہے نہ جزئی الخ"

اور یہ جو حکماء نے کہا ہے کہ معدوم موجود اور موجود معدوم نہیں ہوتا اور ان دونوں مقدموں میں بدیہی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں ناقابلِ تسلیم ہے اور بدیہی ہونے کا دعویٰ ناقابلِ سماعت ہے کیونکہ (یہ) وہم کا حکم ہے بلکہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی کھلی ہوئی قدرت کا انکار ہے، اگر وہ (اللہ تعالیٰ) معدوم کو موجود کردے اور عالم کو کسی چیز کے بغیر پیدا فرمادے یا سب کو معدوم اور لاشے بنادے تو اس کی قدرت سے کوئی تعجب کا مقام نہیں ہے یہ مقدمہ عالم کے قدیم ہونے کی طرف لے جانے والا ہے کہ جس کا قائل ہونا کفر ہے کیونکہ (تمام) اہلِ مذاہب کا اجماع ہے کہ عالم اپنے تمام اجزاء کے ساتھ محدث (غیر قدیم) ہے، اور یہ آیہ کریمہ اَوَلَا يَذْكُرُ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْـًٔا (کیا انسان اس بات کو یاد نہیں کرتا کہ ہم نے ابتداءً اس کو پیدا کیا حالانکہ وہ کچھ بھی نہیں تھا) کے بھی مخالف ہے (علامہ) بیضاوی (رحمۃ اللہ) نے اپنی تفسیر میں کہا ہے بلکہ وہ عدمِ محض تھا، اور نیز اس سے صانعِ مختار (اللہ) تعالیٰ شانہٗ کا معطل (بیکار) ہونا لازم آتا ہے کیونکہ ان لوگوں کے طریق پر اُس سبحانہٗ وتعالیٰ کی صنعت معدوم کی ایجاد نہیں کرتی اور موجود کو ایجاد کرنا خود محال اور تحصیلِ حاصل ہے، اور دوسرے مقدمہ (یعنی موجود معدوم نہیں بنتا) کے مطابق موجوداتِ ممکنہ کو بقا میں بھی صانع کا محتاج نہیں ہونا چاہئے بلکہ (چاہئے کہ) وہ تعالیٰ شانہٗ اشیاء کے فنا کرنے پر (بھی) قادر نہ ہو۔ اور نیز اعراضِ غیر قارہ (ایک حالت پر قائم نہ رہنے والے اعراض) میں کہ جن کا حدوث بھی مشاہدہ میں آتا رہتا ہے اور ان کا فنا ہونا بھی مشاہدہ میں آتا رہتا ہے یہ لوگ کیا کہیں گے، اس بات کا قائل ہونا حقیقت میں صانعِ مختار (اللہ تعالیٰ) کی نفی کرنا ہے، تعالیٰ عن ذٰلک علوا کبیرا [اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند ہے] اور صفات کا (ذات پر) زائد نہ ہونا بھی ناقابلِ تسلیم ہے کیونکہ اہلِ سنت کے مسلمہ عقیدے کے خلاف ہے۔ صاحبِ تعرف صفات کے بارے میں کہ وہ لا ھو ولا غیرہٗ ہیں [نہ وہ ذات ہیں اور نہ غیر ذات ہیں] صوفیہ کا اجماع بیان کرتا ہے، اور یہ بات مان لینے کی صورت میں اُن (صفات) کے بالمقابل اعدام کو تمیز کرنے کے لئے تمیزِ علمی کافی ہے۔ اور زیادتی وجود کے بارے میں کلام آنجناب (آپ) کے اُس مکتوب کے جواب میں جو کہ بہت سے مسائل پر مشتمل ہے تفصیل کے ساتھ موجود ہے لیکن چونکہ اس جگہ بھی بات آگئی ہے تو کچھ مختصراً لکھا جاتا ہے۔

میرے مکرم! جب یقین کا طالب جو کہ فطرتِ سلیمہ رکھتا ہو اپنے صحیح وجدان کی طرف رجوع کرے اور (اپنی) درست سمجھ کے ساتھ صحیح طور پر غور کرے تو معلوم کرلے گا کہ اللہ تعالیٰ کو ایسا نہیں ہونا چاہئے کہ وہ اپنے موجود ہونے کے لئے اپنی ذاتِ مقدس کے علاوہ کسی اور کا محتاج ہو اور فی نفسہٖ (اپنی ذات میں)

www.maktabah.org

ہستی سے خالی اور وجود کی احتیاج رکھتا ہو اور نیز وہ شخص معلوم کر لے گا کہ اُس تعالیٰ شانہ کی حقیقت و ماہیت عینِ وجود، ہستی نہیں ہوتی ہے کیونکہ ہستی جو کہ فی نفسہٖ مصادر و احداث (جس سے دوسری چیزیں نکلیں اور جو نئی پیدا ہونے والی ہوں) سے ہے اس کو غیر کی جانب عدمِ احتیاج کے واسطہ سے باری تعالیٰ کی حقیقت جاننا اور اس پر اصطلاح باندھنا کوئی معنی نہیں رکھتا اور جو ذات کہ خارج میں وجودِ حقیقی کے ساتھ موجود ہے کیا ضرورت ہے کہ ہم اس پر ایسے لفظ کا اطلاق کریں جو کہ اس معنی کا لغوی مفہوم ہو غیر کے ص ۲۱۷
ساتھ قائم ہو اور عوارض سے ہو اور معقولاتِ ثانویہ سے ہو اور اس کے باوجود شرع اس کے اطلاق کے ساتھ وارد نہ ہوئی ہو صوفیۂ کرام جبکہ تمام نسبتوں اور اعتبارات کی اُس بارگاہِ قدس سے نفی کرتے ہیں تو ان کی ایک جماعت وجود کی بھی نفی کیوں نہیں کرتی اور وجود کی نفی سے عدم کا ثابت ہونا لازم نہیں آتا کہ وہ بھی ایک نسبت ہے اور وہ سبحانہٗ و تعالیٰ نسبتوں اور اعتبارات سے ماوراء ہے اور عینیتِ وجود سے ان بزرگواروں کی مراد اس معنی میں وجود کی نفی نہیں ہے کہ وہ تعالیٰ شانہٗ خود بخود ہے اور وجود ایک تعبیر سے زیادہ نہیں ہے کیونکہ اکابر حق سبحانہٗ کی حقیقت کو وجودِ مطلق جانتے ہیں اس سے وجود کی نفی کی کیا صورت ہے کیونکہ کسی چیز کی اس کی اپنی ذات سے نفی کرنا محال ہے پس حق یہ ہے کہ وجود کے علاوہ اس کی ایک حقیقت اور ایک ذات ہے اور وہ بنفسہٖ اپنے موجود ہونے میں وجود کے عارض ہونے سے بے نیاز ہے بلکہ وہ ایک ایسی شان کے ساتھ ہے کہ یہ عارض ہونا وہاں نہیں پہنچتا اور وہ خود بخود موجود ہے غیر کا محتاج ہونے کی نفی کرنے کے لئے کیا ضروری ہے کہ ہم اس کو عینِ وجود کہیں وجود سے برتر کیوں نہ کہیں اور (لفظ) وجود کے اطلاق (استعمال) کی اس بارگاہِ قدس میں اجازت نہ دیں اور عادت اللہ (اس طرح) جاری ہے کہ جو کچھ عالمِ حقیقت میں ہے اس کا نمونہ اور مثال عالمِ مجاز میں ظاہر کرتا ہے تاکہ وہاں سے حقیقت کی طرف قدم بڑھائیں اور چونکہ اُس ذاتِ مقدس کے لئے ایک خاصیت ہے کہ وہ خود بخود موجود ہے نہ کہ وجود کے ساتھ اور وجود کو اس کا نمونہ بنایا کہ اگر موجود ہے تو خود موجود ہے نہ کہ وجود کے ساتھ، المجاز قنطرۃ الحقیقۃ [مجاز حقیقت کا پل ہے]۔

اور یہ جو ہم کہتے ہیں کہ ذاتِ مقدس خود بخود موجود ہے یہ محض تعبیر ہے نہ یہ کہ وہاں اس کے ساتھ قائم ایک وجود ہے جو اس کے ساتھ قائم ہے، اور یہ جو شیخ امان نے کہا ہے کہ "حق تعالیٰ کی حقیقت وجود ہے اور اس کے علاوہ سوائے عدم کے اور کچھ نہیں ہے، عدم اشیاء کا مبدأ اور ان کی اصل نہیں ہو سکتا کیونکہ اس سے حقیقت کا بدل جانا لازم آتا ہے اس لئے وجود کا ہونا لازمی ہے اور وہ متجزی (اجزاء ہونے والا) نہیں ہے اس لئے تمثیل کے ساتھ ہوگا" (اس قول میں) چند وجوہ کی بنا پر بحث کی گئی ہے: اوّل یہ کہ

www.maktabah.org

وجود کو حق سبحانہ کی حقیقت کہنا اہلِ سنت وجماعت شکر اللہ سعیہم کے عقیدہ کے خلاف ہے۔
دوسرے یہ کہ صفاتِ واجبی جل سلطانہ اہلِ سنت کے طریقہ پر ذات تعالیٰ وتقدس پر زائد ہیں پس اس بنا پر
یہ کہنا کہ اس کے علاوہ عدم کے سوا اور کچھ نہیں ہے" درست نہیں آتا کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس تقدیر
پر صفات مبدأ ہوں۔ تیسرے یہ کہ قلبِ حقیقت (حقیقت کا بدل جانا) اسوقت ہوگا جبکہ عدم وجود
ہو جائے لیکن اگر موجود ہو جائے تو اس میں کیا استحالہ ہے۔ علما نے کہا ہے کہ وجود معدوم ہے اور یعنی
قلبِ حقیقت نہیں ہے۔ چوتھے یہ کہ قلبِ حقیقت اس وقت ہوگی جب عدم موجود ہو جائے لیکن اگر
عدم موجود نما ہو جائے تو قلبِ حقیقت نہیں ہوگی۔ پانچویں یہ کہ لفظ مبدأ جو اس عبارت میں واقع ہوا ہے
شانہ اس کا محمل مادہ و ہیولیٰ ہے اس لئے اس (لفظ) نے اس (تعالیٰ شانہ) کو تجزی و تمثیل میں منحصر کر دیا حق
جل وعلا کو ممکنات کا مادہ و ہیولیٰ کہنا نہایت ہی بری بات ہے، اور مبدأ بمعنی موجد ذاتِ حق سبحانہ کو
یٰسین ۲۳ اور ایجاد میں تجزی و تمثیل کی ضرورت نہیں ہے اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَیْءٍ اِذَآ اَرَدْنٰہُ اَنْ نَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ
[بیشک جب ہم کسی چیز کا ارادہ کریں تو اس کیلئے ہمارا کہنا یہی ہوتا ہے کہ کہہ دیں .... ہو جا تو وہ (فوراً) ہو جاتی ہے]۔
چھٹے یہ کہ ذاتِ حق کو عدم کے مقابل کہنا کوئی معنی نہیں رکھتا، وہ وجود دوسرا ہے کہ جس کے مقابل میں
عدم ہے کہ وہ کون وحصول (ہست ہونا اور پیدا ہونا) کے معنی میں ہے۔ ساتویں یہ کہ وجود عدم کی
نقیض (ضد) نہیں ہے کہ عدم کی نفی کرنے سے وجود لازم آئے بلکہ ان دونوں کے درمیان تضاد کی نسبت
ہے والضدان یرتفعان [اور دو ضدیں مرتفع ہو سکتی ہیں]۔ کسی عارف نے کہا ہے: فوق عالم الوجود
عالم الملک الودود [عالمِ وجود کے اوپر ملک الودود (خدا) کا عالم ہے]۔ اور یہ جو کہا ہے کہ "اعدامِ اضافیہ علم میں
حصول رکھتے ہیں یہ بھی اشیاء کے اصول نہیں ہو سکتے کیونکہ اس سے قطعِ نظر کرتے ہوئے کہ جب علمِ حضوری
ہوگا اعدام کا حصول نہیں ہوگا کہ وہ اصول ہو جائیں۔ یہ اعدام علم میں کہاں سے آئے کیونکہ
معلوم من وجہ ثابت ہونے کے سوا (اور کچھ) نہیں ہوتا یہ کامل طور پر ساقط ہے۔ اول اسلئے کہ علمِ واجبی
کو علمِ حضوری کہیں یا اس کا غیر، اعدامِ اضافیہ سے اللہ تعالیٰ کے علم کی نفی کرنا اُس تعالیٰ شانہ
کے لئے اُن اعدام سے جہل کو ثابت کرنا ہے تعالی اللہ عن ذلک علوا کبیرا [اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے
بلند و بالاتر ہے]۔ دوسرے اسلئے کہ ہم نہیں مانتے کہ معلوم من وجہ ثابت ہونے کے سوا نہیں ہے کیونکہ ہم بلاشبہ
اعدامِ متمائزہ (متضادہ) کو جانتے ہیں اگرچہ وہ ثبوت نہ رکھتے ہوں۔ تیسرے اس لئے کہ اعدامِ متمائزہ کا
کسی بھی لحاظ سے ثابت نہ ہونا ناقابلِ تسلیم اور محلِ نظر ہے۔
حضرت شیخ صدر الدین قونوی قدس سرہٗ نے کہا ہے کہ "شیئیت (شے ہونا) دو طرق پر ہے

www.maktabah.org

شیئیت ثبوتی و وجودی۔ شیئیت وجودی شئی کا مراتب میں سے کسی مرتبہ اور عوالم میں سے کسی عالم میں اپنے آپ کو ظاہر کرنا ہے اور شیئیت ثبوتی شئے کا علم میں ثابت ہونا ہے نہ کہ خارج میں، اور یہ شیئیت بنانے والے کے بنانے سے بنائی نہیں گئی ہے پس معدوم مطلق مطلقاً (کسی اعتبار سے بھی) شئی نہیں ہے نہ ثبوت کے اعتبار سے اور نہ وجود کے اعتبار سے لیکن معدوم ممکن کے لئے وجود عینی سے پہلے شیئیت ثبوتی ہے اور (وہ) امر کن سے اسی شیئیت کے ساتھ مخاطب ہوتا ہے اور امر قبول کرتا ہے اور خارجی وجود میں آجاتا ہے۔" اور کسی دوسری جگہ حضرت شیخ (قدس سرہ) نے فرمایا کہ "علم واجب کا معدومات ممکنہ کے ساتھ وجود خارجی سے پہلے متحقق ہونا حقیقت میں معدوم کے ساتھ تعلق نہیں ہے کیونکہ تمام لامتناہی ممکنات ام الکتاب میں ہیں اور قلم اعلیٰ جوکہ روح قدسی اور عقل کل ہے اس کے بعض کا مجمل ہے اور محو و اثبات کی لوح (لوح محفوظ) جوکہ نفس کل ہے اس مجمل کا مفصل ہے۔" محقق دوانی (جلال الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ) فرماتے ہیں کہ "عدم بھی وجود حقیقی کے مظاہر میں سے ہے۔" چنانچہ امام حجۃ الاسلام (امام غزالی رحمۃ اللہ) کسی رسالہ میں فرماتے ہیں کہ "تمام کائنات کی اصل فنا ہے پس فنا پر بھی ایجاد کے ساتھ رحمت کی گئی ہے کیونکہ ۲۱۹
فنا اصل میں موجود نہیں تھی، وجود فنا کا پہلا درجہ فنا کا پیدا کرنا ہے کیونکہ کائنات کی فنا قدیم نہیں ہے، فنا اصل میں خود فانی تھی جب اس کو وجود کیا گیا تو فنا کا نام اس پر صادق آیا۔ اگر ہم کائنات کی فنا کو قدیم جانیں تو باری سبحانہ وتعالیٰ کی صفت قدم کے ساتھ شریک کرنے والے ہوں گے۔ پس صحیح بات یہ ہوئی کہ فنا قدیم نہیں ہے بلکہ فنا محدث (یعنی پیدا شدہ ہے) پس فنا جوکہ کائنات کی اصل ہے اپنی فنا میں محدث ہے قدیم نہیں ہے اور خاک جوکہ جماد کی اصل ہے اور اپنے جماد و مواد (مادہ) ہونے میں محدث ہے قدیم نہیں ہے، اہل سنت کے قول المعدوم لیس بشیٔ [معدوم کوئی چیز نہیں ہے] کے یہی معنی ہیں۔ امام الاسلام (امام غزالی رحمۃ اللہ) کا قول یہاں تک ہے۔" چوتھے اسلئے کہ بظاہر یہ کلام متناقض (متضاد) ہے کیونکہ اول جس جگہ یہ کہا ہے کہ "اعدام اضافیہ جوکہ علم میں حصول رکھتے ہیں یہ بھی اشیاء کے اصول نہیں ہو سکتے۔" تو اس قول میں اعدام کے حصول کو علم میں مسلم رکھا ہے اور پھر اس کی نفی کی ہے، پہلے علم حضوری کے اثبات کے ساتھ اور پھر اس کے ساتھ کہ معلوم من وجہ ثابت ہونے کے سوا نہیں ہوتا۔ پانچویں اسلئے کہ صوفیہ کرام اعیان ثابتہ کو اعدام اضافیہ کہتے ہیں اور ممکنات کے حقائق تصور کرتے ہیں اور یہ جو اس کے بعد لکھا ہوا ہے کہ معلومات کی اصل (تو) ظاہر ہو گئی کہ علم بلکہ عالم ہے لیکن اعدام کی کونسی اصل ہے۔"

ہم کہتے ہیں کہ اعدام کا منشاء (اصل) کمالات الٰہی ہیں جوکہ بالاتفاق علم میں تمیز رکھتے ہیں اس مقام میں کس کو اختلاف ہے، ہذا (یہ بات تو یہاں ختم ہوئی)۔ اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ

www.maktabah.org

"بندگی کی حقیقت اس کے ساتھ گرفتاری اور اس کے غیر سے گذر جانا ہے جو چیز بھی ہو خواہ دنیا ہو یا آخرت" بیشک اسی طرح ہے لیکن سچا اور جھوٹا اس معنی کا دعویٰ کرنے میں شریک ہیں ان ہر دو فریق کے درمیان انصاف کے ساتھ فرق کرنے والا امر احکام شرعیہ سے آراستہ ہونا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پسندیدہ سنتوں کے ساتھ مزین ہونا ہے اُس (اللہ سبحانہ وتعالیٰ) کے ساتھ کمال گرفتاری اور اس کے غیر کو چھوڑنے کی علامت کامل طریق پر سنت کی پیروی اور بدعت سے پرہیز کرنا ہے جس قدر وہ زیادہ ہوگا یہ بھی زیادہ ہوگا ورنہ اُس گرفتاری (تعلق) کو پسند نہیں کرتے اور اس ترک (چھوڑنے) کو عین گرفتاری شمار کرتے ہیں۔

میرے مکرم! آپ نے جو اعتراضات کہ حضرت خواجہ بزرگ (خواجہ بہاؤالدین نقشبند قدس سرہٗ) کے کلام پر کئے ہیں اگرچہ وہ تمام اعتراضات سندِ خصم پر کلام ہی جو کہ مدفوع (دفع کئے ہوئے) ہیں اس کے باوجود بطریق تنزل (نیچے کے درجہ پر اُتر آنے کے طریق پر) ہم کہتے ہیں کہ چونکہ خطرات ووساوس کا عود (لوٹ آنا) علم کے عود کے بغیر صورت پذیر نہیں ہوتا کیونکہ نسیان کے وقت خطرات ووساوس نہیں ہوتے، اس بنا پر کلام کی بنا اشیاء کے علم اور اشیا کے نسیان پر رکھی گئی ہے کیونکہ ان دونوں کے درمیان تلازم ہے، اس تعلق کی وجہ سے کہ اس (مخلوق) کا وجود اور تمام صفات اس سبحانہ وتعالیٰ کی واضح قدرت کا اثر ہیں مخلوق سے خالق کی ص ۴۲۰
طرف ایک کشادہ راستہ ہے کہ مؤثر حقیقی تک وصول کے بعد قوی بصیرت والوں پر وہ پوشیدہ راستہ اور وہ معنوی تعلق محسوس وظاہر ہو جاتا ہے رہنمائی میں اتحاد کی کیا ضرورت ہے دھوئیں کو آگ کے ساتھ کیا اتحاد ہے جس جماعت نے کہ نسبت کو درست کر لیا ہے اور محبت کو کمال تک پہنچایا ہے وہ لوگ محبوب کے ادنیٰ سے تعلق کے ساتھ کھنچ جاتے ہیں اور کسی چیز کے ساتھ اس سے عاجز نہیں رہ جاتے اور تمام اشیاء کو مذکورہ تعلق کے ساتھ ملاحظہ کرتے ہیں اس صورت میں کوئی چیز عارف کو اپنی طرف نہیں بلاتی بلکہ اپنے ماوراء کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور نظرِ بصیرت عارف کو اپنے سے باہر ڈالتی ہے اتحاد کی صورت کے برخلاف کہ اس میں سالک بیچارہ کو ہر چیز اپنی طرف بُلاتی ہے اور اپنی گرفتاری کی طرف رہنمائی کرتی اور اپنے آپ کو محبوبیت کے عنوان کے ساتھ ظاہر کرتی ہے اور ہر بد شکل اور بدبو (مجھوت) معشوق کے ناز و انداز کے ساتھ سامنے آتا ہے اور سدِ سکندری بن جاتا ہے ؎

پری نہفتہ رخ و دیو در کرشمہ و ناز
بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

[پری نے اپنا چہرہ چھپا لیا اور دیو کرشمہ و ناز میں معروف ہے عقل حیرت سے جل گئی کہ یہ کیا بوالعجبی ہے]

اور نیز اگر ممکنات میں وجود اور تمام کمالات اس مرتبہ مقدسہ کے ظلال ہوں تو ظل سے اصل کی طرف شاہراہ ہے ظل کے لئے اصل کا عین ہونا ممنوع ہے اور اس فقیر نے عارف کے علم کو جو کہ کمال کے بعد اشیاء کا

www.maktabah.org

تعلق رکھتا ہے کمال حضوری نہیں لکھا ہے علمِ حصولی کی نفی سے علمِ حضوری لازم نہیں آتا کیونکہ حق سبحانہ کا علم جو کہ اشیاء سے متعلق ہے حضوری و حصولی سے ماوراء ہے محض انکشافی ہے جو کہ حصولِ صورت کے بغیر معلوم کی تمیز کا سبب ہے اور موجوداتِ علمی اس معنی سے ہیں کہ علم ان کی تمیز کا باعث ہوا ہے اشیاء جس جگہ بھی ہوں اس سبحانہ و تعالیٰ پر منکشف ہیں، اشیاء کے ساتھ علمِ واجب تعالیٰ کو علمِ حضوری یا علمِ حصولی کہنا شاید اہلِ توحیدِ وجودی کے طریق پر درست آتا ہے اور عارف کا علم کمال کے بعد اسی طریق پر ہو جاتا ہے اور اشیاء جس جگہ بھی ہوں عارف کے نفس میں اُن کی صورتوں کے حصول اور تاثر کے بغیر عارف پر منکشف ہو جاتی ہیں یہ علمِ حصولی اور حضوری کے علاوہ ہے اگرچہ محدود عقل کے گرفتار اس کا یقین نہ رکھیں اور قبول نہ کریں کہ یہ لوگ بحث سے خارج ہیں، اس قسم کے امور ذوقی اور وجدانی ہیں الزامی نہیں ہیں، اس معرفت کا نادر ہونا اسی وجہ سے ہے کہ (یہ) علمِ حضوری نہیں ہوتا اور صورت کے حصول سے آزاد و فارغ ہے۔ من لم یذق لم یدر [جس نے نہیں چکھا اس نے نہیں جانا]۔

میرے مخدوم! نماز کو تجلیات و مشاہدات سے بہتر کہنا اس اعتبار سے ہے کہ کامل یقین سے معلوم ہو گیا ہے کہ مطلوب ان تجلیات و مشاہدات سے وراء الوراء ہے ان کے ساتھ گرفتاری ظلال کے ساتھ ۴۲۱
گرفتاری ہے بلکہ شبہ و مثال کے ساتھ (گرفتاری) ہے جو کہ حقیقت میں غیرِ مطلوب ہے اور تمام اشیاء کو مطلوب کا عین ہونے کا حکم لگانا سُکر کی وجہ سے ہے، نماز ہی ہے جو کہ مطلوب کی خبر دیتی ہے اور اُس بے نشان کا کچھ نشان رکھتی ہے، جو قُربِ کہ اُس کی ادائیگی کے وقت (ہوتا) ہے اس کے باہر نہیں ہے حدیثِ نبوی علیٰ مصدرہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ میں آیا ہے کہ نماز میں اُس حجاب کو جو کہ بندہ اور خدا کے درمیان ہے اٹھا دیا جاتا ہے اسی لئے اُس کو معراج فرمایا ہے پس جس قدر کوشش اس (نماز) کی تکمیل ہو سکے یہ اُس نسبت کی تکمیل میں کوشش ہے کہ یہ تجلیات و مشاہدات جس کی گرد کو نہیں پہنچتے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ [یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے عنایت فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل والا ہے]۔ اس معاملۂ نماز کا کمال قُربِ نبوت کے ساتھ وابستہ ہے کہ اکثر اربابِ ولایت کا ہاتھ اس بلند و بالا درخت سے کوتاہ ہے، انھیں تمام ورق پلٹ دینا چاہئے تاکہ معاملہ اس سے اُس تک پہنچ جائے اُس کا قرب جُدا ہے اور اُس کے علوم و اسرار علیحدہ ہیں، اُس (قربِ نبوت) تک پہنچنے کا راستہ اس راستے کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتا (وہ) ایک شاہراہ ہے کہ انبیاءِ کرام علیہم الصلوات والتسلیمات والبرکات اور اُن کے اصحابِ کرامؓ نیز اس امت کے خال خال افراد اس راستے سے مطلوب تک پہنچے ہیں، ہو سکتا ہے کہ ہمارے خواجہ حضرت قطب العرفاء

www.maktabah.org

(خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ) نے اسی راہ کی نشاندہی فرمائی ہے، اس جگہ جہاں انھوں نے فرمایا ہے کہ شاہراہ اور ہی ہے اگرچہ جائز ہے بلکہ واقع ہے کہ ولایت کی راہ سے کوئی شخص اس بلند چوٹی پر پہنچ جائے ؎

بوصلش تا رسم صد بار ازپا افگند شوقم   کہ نو پرواز م و شاخ بلندے آشیاں دارم

[اس کے وصل کو پہنچنے تک میرا شوق مجھ کو سو بار پاؤں سے گراتا ہے کیونکہ میں نیا اُڑنے والا ہوں اور ایک بلند شاخ پر آشیانہ رکھتا ہوں]

نماز کو اس صورت پر مقصور (محدود) نہیں جاننا چاہئے (بلکہ وہ) عالم غیب الغیب میں ایک حقیقت رکھتی ہے جو کہ تمام حقیقتوں سے اوپر ہے جب تک اس حقیقت کو نہ پہنچے اور اس (حقیقت) کے اہل کے ساتھ آشنا نہ ہو جائے نماز کے کمال سے کیا پائے گا، شاید حدیث قدسی قف یا محمد فان اللہ یصلی [اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) ٹھہر جا پس بے شک اللہ تعالیٰ نماز میں ہے] میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہو۔ نماز ایک دلربا معشوق ہے گویا اس کی صورت زیبا کو عالم مجاز میں ان مخصوص ارکان کے ساتھ دکھایا گیا ہے اور اس کی خوبصورتی کی اداؤں کو اس خشوع و آداب کے ساتھ ظاہر کیا گیا ہے جو شخص کہ اس صورت کے ساتھ گرفتار اور فریفتہ نہ ہو وہ ان ارکان کی حقیقت کو کیا پائے گا (اور) جو شخص کہ ان اداؤں کا والہ و شیفتہ نہ ہو جائے وہ اس خشوع و طمانیت کا کیا ادراک کرے گا، مختصر یہ ہے کہ اس کی لطافتیں اس سے کہیں زیادہ بلند ہیں کہ اس فضول گو کی زبان پر جاری ہوں اور اس کی خوبیاں اس سے کہیں برتر ہیں کہ اس بوالہوس کا قلم اس کی ترجمانی کا خیال کرے لیکن اس دولتِ عظمیٰ کے اہل حضرات کے پاکیزہ انفاس سے بہت امید ہے اور ان کی محبت و خدمت کی برکت سے بہت بشارتیں رکھتا ہوں ؎ ۴۲۶

چکد ز خشک ترا ز دستم گراں گیسو بچنگ افتد   دمد صبح از گریبانم گراں مہ در کنار آید

[اگر وہ گیسو میرے پنجے میں آجائیں تو میرے ہاتھ تر و خشک ٹپکنے لگے، اگر وہ محبوب میری آغوش میں آجائے تو میرے گریبان سے صبح طلوع ہو جائے] سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ [تیرا رب جو کہ عزت والا رب ہے ان باتوں سے پاک ہے جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں اور رسولوں پر سلام ہو اور تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے] ۳۷/۱۸۰ آپ بندۂ گنہگار کی عام شفقتوں سے امید ہے کہ اس کے عبد گفتگو کے رد نہ کرنے کو اس فرقت زدہ گنہگار پر بند کر دیں گے اور چھوڑ دیں گے کہ نامرادی کے گوشہ میں اپنے گناہوں کا ماتم اور جدائی کا غم رکھتا رہے۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

مکتوب ۲۳۱

www.maktabah.org

حقائق و معارف آگاہ مخدوم زادہ گرامی شیخ محمد صبغۃ اللہ سلمہ اللہ تعالیٰ کے نام حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے مکاشفہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ عالی حضرت متعالی منقبت ہمارے حضرتِ عالی (مجدد الف ثانی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ میں ایک روز فجر کے حلقہ میں بیٹھا تھا ایک قسم کی خاص فنا ظاہر ہوئی اور جو تعین کہ میں رکھتا تھا زائل ہونے لگا اور اس مشاہدہ نے طول کھینچا یہاں تک کہ میں اسی روز کی نمازِ عصر میں بیٹھا تھا میں نے دیکھا کہ امام ہمام حضرت ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے تمام شاگردوں کے ساتھ بلکہ اُن تمام علماء و مجتہدین کے ساتھ جو کہ اُن کے مذہب میں ہیں میرے گرد جمع ہو گئے اور مجھے گھیر لیا، اور حضرت امام (رضی اللہ عنہ) کے بعض اساتذہ مثلاً حضرت ابراہیم نخعی (رحمۃ اللہ علیہ) وغیرہ بھی اس وقت نظر آرہے تھے، میں دیکھتا ہوں کہ گویا ان سب کے انوار مجھ میں آگئے اور میں نے اُن انوار کے ساتھ تعین اور بقا پائی اور پوری طرح ان اکابر کے انوار کے ساتھ متجسم ہو گیا۔ یہ مکاشفہ تو یہاں ختم ہوا۔ اس واقعہ کے دو تین روز کے بعد آپ نے فرمایا کہ جیسا تعین و بقا علمائے حنفیہ کے ساتھ ہوا تھا اُسی قسم کا تعین و بقا علمائے شافعیہ کے ساتھ بھی متحقق ہوا چنانچہ میں نے دیکھا کہ حضرت امام شافعی (رضی اللہ عنہ) اپنے مذہب کے تمام علماء و مجتہدین کے ساتھ میرے گرد جمع ہیں محسوس ہوا کہ علمائے حنفیہ مجھ سے باہر آگئے اسوقت میں علمائے شافعیہ کے انوار کے ساتھ متحقق ہو گیا جیسا کہ پہلے علمائے حنفیہ کے انوار کے ساتھ متحقق ہوا تھا، اس کے بعد مشہود ہوا کہ جو کچھ مجھ سے چلا گیا تھا یعنی انوار حنفیہ پھر مجھ میں عود کر آیا، اس وقت میں ان دونوں فریق میں سے ہر ایک کے انوار کے ساتھ متحقق ہو گیا، اس لحاظ سے اگر حضرت عالی (قدس سرہ) کو حنفی الشافعی کہیں تو گنجائش ہے۔ فرماتے تھے کہ اسوقت ایسا معلوم ہوا کہ حق ان دونوں اماموں سے باہر نہیں ہے اگر حنفی سے کسی جگہ حق رہ گیا ہے تو امام شافعی نے لے لیا ہے اور امام شافعیؒ سے آگے نہیں بڑھا ہے، اس معنی کو کامل مبالغہ کے ساتھ فرماتے تھے اور نیز فرماتے تھے کہ حق سے دو تہائی یا تین چوتھائی حق امام اعظم کے ساتھ مسلّم ہے اور ایک تہائی یا ایک چوتھائی امام شافعی کے ساتھ ہے، والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

مکتوب ۲۳۲

میر شمس الدین علی خلخالی کے نام کمالات فنائے نفس کی تحقیق میں تحریر فرمایا۔

www.maktabah.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ ہم بے سروسامانوں کو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اتباع کی حقیقت کے ساتھ آراستہ کرکے اس وہمی خلعت کو کہ جس کی طرف التفات و توجہ کرنا اس (اللہ تعالیٰ) کے خاص بندوں کے نزدیک شرک ہے اور وہ ہمارے نفس سے کنایہ ہے جو کہ مطلوب کے لئے حجاب و پردہ ہوگیا ہے بلکہ اپنے آپ کو مطلوب اور معبود ہونا کہتا ہے جیسا کہ کہا گیا ہے انت الغمامۃ علی شمسك فاعرف حقیقتك [تو اپنے سورج پر بادل ہے پس تو اپنی حقیقت کو پہچان] پوری طرح ہم سے الگ کردے تاکہ (یہ بات حاصل) ہوجائے کہ مطلوب حقیقی کو اغیار کی مزاحمت (شرکت) کے بغیر مطلوب ہونے کے ساتھ جانا جائے اور پرستش کی جائے اور اس بادل کے ٹکڑے کو جو کہ اپنے آفتاب کے چہرے پر اپنے لئے پردہ ہوگیا ہے درمیان سے اٹھادے اور آفتاب کے نور کی روشنی کے بالمقابل اس کو محو اور لاشے کردے کہ ڈھونڈنے والا اس کا کوئی نام ونشان نہ پائے اور کلمہ انا (میں) کے لئے کوئی مورد (وارد ہونے کی جگہ) نہ رہے، اس معنی میں نہیں کہ اس وقت میں اپنے آپ کو عین مولا تصور کرے بلکہ اپنے آپ کو درمیان سے نکال لے اور نہ پائے، مولا مولا ہے، غیروں کو دلہن کے چہرے سے نکال، دُلہن دُلہن ہے نہ یہ کہ اغیار کو عین دُلہن تصور کرے اور اغیار کے مشاہدہ کے ساتھ دلہن کے جمال کے مشاہدہ سے محروم وعاجز رہ جائے، اور جب اللہ تعالیٰ بندہ کو اس قسم کی فنا کے ساتھ جو کہ اس راستہ کا پہلا قدم ہے مشرف کرتا ہے اور بندہ آیت کریمہ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ

پ۵ ع۵۸ اِلٰٓی اَھْلِھَا [اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے مالکوں کو دیدو] کے حکم کے مطابق امانات کو اہلِ امانات کے سپرد کردیتا ہے یعنی عاریتی کمالات کو مالکِ کمالات کے حوالہ کردیتا ہے اور عدم مقید کو جو کہ ان کا آئینہ تھا عدم مطلق کے سپرد کردیتا ہے اگرچہ یہ انعکاس وعاریت کی دید بھی فقط وہمی ہونے کے اعتبار سے ہے کیونکہ حقیقت میں کوئی کمال بھی اس بارگاہ سے الگ نہیں ہوا ہے اور عدم حقیقت میں عدم مطلق سے جدا نہیں ہوا ہے اس جگہ علم کا بدل جانا ہے اور بس کیونکہ اس وہمی

۴۴ انعکاس کے ساتھ جو اپنے آپ کو کامل اور اچھا جانتا تھا جب اس کی نظر اپنی اصل پر پڑی اور اچھی طرح ملاحظہ کیا تو دیکھا کہ تمام کمالات وہاں ثابت ہیں اس جگہ وہمی دکھاوے اور قدرت کی نقاشی سے زیادہ کچھ نہیں تھا جیسا کہ وہ صورت جو کہ آئینہ میں منعکس ہے چونکہ اپنی اصل کی طرف نظر نہیں رکھتی (اس لئے) وہ جانتی ہے کہ صورت آئینہ کے باہر ہے آئینہ میں کوئی صورت ثابت نہیں ہے اس وقت اس کا کوئی نام ونشان نہیں رہتا کیونکہ ممکن کی حقیقت بھی وہی علم رہی کہ جو کہ حقیقت میں جہلِ مرکب ہے

ع لے برادر تو ہمیں اندیشۂ [اے بھائی تو یہی وہم وخیال ہے]

www.maktabah.org

پس اس وقت میں آیتِ کریمہ وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا [جو لوگ ہمارے (راستہ) میں مجاہدہ کرتے ہیں تو ضرور ہم ان کو اپنے راستوں کی ہدایت کرتے ہیں] کے مطابق اس لائق ہو جاتا ہے کہ اس کو بارگاہِ قدس میں ایک راستہ دیتے ہیں اور بقا باللہ و تجلیٔ ذات کے ساتھ جو کہ دوسرا قدم ہے مشرف کرتے ہیں اور جبتک وہ عدم کی آمیزش کے ساتھ آلودہ ہے اس بارگاہ کے قرب کی لیاقت نہیں رکھتا بلکہ جبتک عدم کی کچھ بُو اس کی حقیقت کے ساتھ ملی ہوئی ہے اس دولت سے وہ کم نصیب ہے۔

والسلام علی من اتبع الھدیٰ [اور اس شخص پر سلام ہو جس نے ہدایت کی پیروی کی]۔

مکتوب ۲۳۳

شیخ عبد الہادی بدایونی کے نام درویشوں کی خدمت اور ان کے ساتھ صحبت کی فضیلت میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد اشفاق پناہی کے خدمتگاروں کی خدمت میں عرض گذار ہے کہ اس حدود کے فقراء کے احوال حمد کے لائق ہیں المسئول من اللہ سبحانہ سلامتکم واستقامتکم [اللہ تعالیٰ سے آپ کی سلامتی و استقامت مطلوب ہے] مدت ہو گئی کہ آپ نے (اپنے) احوالِ نیک انجام سے کوئی اطلاع نہیں دی ہے (خدا کرے کہ) اس (اطلاع) سے روکنے والے امورِ خیر (بھلائی) والے ہوں، یہ کسقدر (عجیب) نعمت ہے کہ حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ اپنے کسی بندہ کو بڑھاپے کی عمر اور ضعف کے زمانہ میں دوستوں کی قبولیت کے آثار کے ساتھ آراستہ و مزین کرے اور اس کی پیشانی کے نور کو شاہدِ عدل بنائے۔ منقول ہے کہ ایک شخص نے کسی فاسق کو اس کے مرنے کے بعد خواب میں دیکھا اور اس کے حالات دریافت کئے اس نے کہا کہ مجھ کو بخش دیا گیا، سائل نے تعجب کرتے ہوئے پوچھا کہ کس عمل کی وجہ سے؟ اس نے کہا کہ ایک روز حضرت بایزید بسطامی (قدس سرہ) نے نمازِ عصر کے بعد دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تھے میں بھی اس دعا میں شریک تھا اور ہاتھ اٹھا کر آمین کہتا جاتا تھا، اس دعا کے طفیل میں مجھے بخش دیا گیا۔ پس آپ جیسے بزرگوں پر رشک کرنا چاہئے کہ آپ نے اُس (اللہ) تعالیٰ شانہ کے دوستوں کی دوستی کی خدمت میں (اپنے) کالے بالوں کو سفید کیا ہے اور اپنے لئے اُن کے دل میں جگہ بنائی ہے، اس عظیم القدر امر کو تھوڑا خیال نہ کریں اور کسی عمل ۳۲۵
کو اس عظیم اجر والے عمل کے برابر تصور نہ کریں کیونکہ اس عمل کی جزا حق سبحانہ و تعالیٰ ہے اور دوسرے اعمال کی جزا اس کی گرد کو بھی نہیں پہنچتی، دوسرے اعمال کا حاصل اس عمل کی حقیقت سے آگاہی کے بغیر

www.maktabah.org

صورت وقشر (چھلکا) سے تجاوز نہیں کرتا، اس عمل کی حقیقت ہے کہ لُب (مغز) کے ساتھ متحقق کر کے لب الالباب (مغزوں کے مغز) تک پہنچاتی ہے اور وہاں سے اوپر کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور اس امر کی حقیقت ہے جو کہ نفسِ امارہ کو طغیان (حد سے تجاوز کرنا) اور سرکشی سے فرمانبرداری واطمینان و فنا وبقا کے ساتھ مشرف کرتی ہے اور اس عمل کی حقیقت ہے جو کہ دوسرے اعمال مثلاً نماز روزہ زکوٰۃ اور حج وغیرہ ظاہری اعمال کو اعمال کی صورت سے اُن کی حقیقت تک لے جاتی ہے، ابتدا میں جو کچھ اُس سے واقع ہوتا ہے وہ اعمال کی صورت ہے اور حقیقت کار تک پہنچنے کے بعد اعمال کی حقیقت کو بجالاتا ہے مثلاً حقیقتِ نماز و حقیقتِ روزہ بجالاتا ہے علیٰ ہذا القیاس۔ پس اس قسم کی نعمتِ عظمیٰ کا شکر بجالانے میں پوری پوری کوشش ملحوظ رکھنی چاہیے اس کے باوجود اپنے آپ کو اس کا حق ادا کرنے میں قاصر سمجھنا چاہیے اور جو کوتاہیاں کہ ان بزرگوں کی صحبت وخدمت کا حق ادا کرنے میں واقع ہوئی ہیں اُن کی تلافی کامل تضرع وزاری کے ساتھ اُس (اللہ) تعالیٰ شانہٗ کے کرم سے طلب کرنی چاہیے تاکہ قبولیت کا اثر معلوم ہو جائے۔ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ [اے ہمارے رب! ہمارے لئے ہمارے نور (ہدایت) کو پورا کردے اور ہمیں بخش دے بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔] والسلام علیکم وعلٰی سائر من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ وعلی آلہ واصحابہ واخوانہ من الانبیاء والمرسلین والملائکۃ المقربین وسائر الصالحین الصلوات والتسلیمات والبرکات العلیٰ۔

مکتوب ۲۳۴

خواجہ محمد کاظم کے نام ان کے والد خواجہ محمد ہاشم کی تعزیت کے بارے میں اور تحصیل کمالات کی طرف اشارہ اور نصائح کے ذکر میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ قرۃ العینین (آنکھوں کی ٹھنڈک) وسرۃ الاذنین (کانوں کی مسرت) خواجہ محمد کاظم مع ہمشیرگان وبرادران اخیر زمانے کی آفات اور شیطان کے مکر سے حضرت حفیظ منان (اللہ تعالیٰ) کی حفظ وامان میں رہ کر صبر ورضا وتسلیم کے مقام میں رہیں، نہیں جانتا کہ کمالات دستگاہی واقف اسرارِ الٰہی جل شانہٗ برادر مرحوم کی تعزیت کے بارے میں کیا لکھے اور جدائی کے درد وغم اور اس باطنی معاملات کو کھولنے والے کی ظاہری عدمِ ملاقات کو کس طرح ظاہر کرے اس مسکین کے غمگین دل کو اس سریع السیر اور بلند پرواز خواجہ کے ساتھ طبعی محبت اور عزیزداری کا تعلق رہا ہے اور اسی طرح اس کا عکس بھی (یعنی

www.maktabah.org

حضرت خواجہ کو بھی میرے ساتھ ایسا ہی تعلق رہا ہے چنانچہ اس سے پہلے خواجہ کی زندگی کی حالت میں (بھی) خواجہ کی معمولی سی جدائی سے دل مضطرب رہتا تھا اب جبکہ اس قسم کی جدائی واقع ہوئی ہے خیال کرنا چاہئے کہ کس قسم کا غم وسوز دل پر وارد ہوتا ہوگا ؎

میانِ ما کہ پیراہن بود بار دو عالم درمیاں شد چوں شود کار

[ہمارے درمیان تو پیراہن ہی ایک بار تھا (اب جبکہ) دو جہان درمیان میں (حائل) ہو گئے (تو) کام کس طرح چلے گا]

حق تعالیٰ جل سلطانہ کے دوستوں کے غم کو (دوسرے) عام لوگوں کے غم کی طرح نہیں جاننا چاہئے دوسروں کا غم زمین کے ایک جزو میں ہے اور ان حضرات کا غم تمام زمین و آسمان میں ہے، دوسروں کا غم بعض جسمانی مخلوق میں ہے اور ان بزرگوں کا غم جسمانی اور روحانی مخلوقات کو شامل ہے، دوسروں کا غم ظاہر وصورت پر محدود ہے اور ان بزرگوں کا وجود چونکہ فیضِ معنوی اور افاداتِ باطنی کے لئے واسطہ ہے (اس لئے) ان کا غم ظاہر و باطن پر غلبہ رکھتا ہے لیکن اس کے باوجود چونکہ اس قسم کے افعال جمیلِ مطلق کا فعل ہیں (اس لئے) جمیل ہیں ؎

ہرچہ خوباں کنند خوب آید [جو کچھ محبوب کرتے ہیں وہ محبوب ہوتا ہے]

اور محبت کرنے والوں اور مشاہدہ کرنے والوں کی نظر میں اس کا فعل ہر وقت خوبصورت اور اچھا نظر آنا چاہئے جس شخص کو دید (نظر) دی گئی ہے اور اپنے دوستوں کے باطن سے فیوض کے دروازے اس پر کھول دیئے گئے ہیں اور صورت کی قید سے اس کو رہائی دیدی گئی ہے کیونکہ معنی کو معنی کے ساتھ ایک راہ اور باطن کو باطن کے ساتھ ایک نگاہ ہے جو رکاوٹ کہ تھی وہ صورت و ظاہر کے ساتھ اس کی گرفتاری تھی جب حق جل و علا کا فعل و تکوین جلوہ گر ہوا دل جو کہ گرفتاری (تعلقات و انتسابات) کا محل ہے گرفتاری سے چھوٹ گیا کیونکہ فنائے قلب جو کہ برزخ اور حقیقتِ جامعہ ہے تجلی فعل سے وابستہ ہے کیونکہ فعل بھی برزخِ جامعہ ہے قلب کو اس کے ساتھ کامل مناسبت ہے اور اس تجلی فعلی کے ساتھ اس شخص نے یقین سے جان لیا کہ فیوض و برکات کا جاری کرنا اس (تعالیٰ شانہٗ) کا فعل ہے درمیان کے وجود اور واسطے بہانہ سے زیادہ نہیں ہیں درمیانی واسطہ کی موت و حیات یکساں ہے اس وقت اموات (مردوں) سے احیاء (زندوں) کی طرح بہرہ ور ہوتا ہے ع

گر درے بستہ شد اے دل دگرے بکشایند [اے دل اگر ایک دروازہ بند ہوا تو کوئی دوسرا کھول دیتے ہیں]

حقیقت میں فیض دینے والی ذات کوئی دوسری ہے اور زندوں کا واسطہ نہیں ہوگا تو مُردوں کا وسیلہ ہوگا اور جب یہ تجلی کمال کو پہنچ جاتی ہے تو واسطہ کا وجود بالکل نظر سے اٹھ جاتا ہے اور محبوب کے خلوت خانہ

www.maktabah.org

میں اغیار کے مشاہدہ کی روک ٹوک کے بغیر جا بیٹھتا ہے۔ ع

بعد ازیں خوشترم بہ تنہائی [اس کے بعد میں تنہائی میں بہت خوش ہوں]

بات دوسری طرف چلی گئی، مطلب یہ ہے کہ اُس (اللہ) تعالیٰ شانہ کے فعل پر راضی اور خوش رہیں اور راہِ شریعت کو مضبوط پکڑیں اور پیغمبرِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی سنت پر عمل پیرا ہوں اور اپنے والد قدس سرہٗ کے سنجیدہ عادات و اطوار کو ترک نہ کریں اور پانچوں نمازوں کے لئے اول وقت میں حاضر ہوا کریں اور (اپنی) والدہ (ماجدہ) اور تمام اہلِ حقوق کی رضا جوئی میں کوشش کریں اور جوانی کے زمانہ کو غنیمت جانیں اور حق تعالیٰ جل وعلا کی مرضیات کو حاصل کرنے میں پوری پوری کوشش ملحوظ رکھیں جوانی کی قوتوں کو اپنے مالکِ (حقیقی) کی خدمات (طاعات) میں صرف کریں، کمزوری اور بڑھاپے کے دنوں میں کیا کام ہو سکے گا ایسا نہ ہو کہ ان دنوں کو سستی میں گذار دیں اور لہو و لعب میں صرف کر دیں اور عیش و عشرت میں پڑ جائیں کیونکہ عیش کا وقت آگے (آخرت میں) آنے والا ہے۔ اللّٰھم انّ العیش عیش الآخرۃ [اے اللہ بیشک آخرت کا عیش ہی (اصل میں) عیش ہے] یہ وقت کام کرنے کا وقت ہے نیک کاموں کے کرنے میں اچھی طرح کمرِ ہمت باندھیں اور مولیٰ تعالیٰ اور اس کی رضا کے سوا اور کوئی غرض نہ رکھیں، فقر و مسکینی کو جان و دل سے عزیز رکھیں اور نامرادوں اور درد مندوں کی صحبت اختیار کریں اور نیک لوگوں اور درویشوں کو دل و جان کے ساتھ عزیز رکھیں اور ان کے ساتھ ہم نشینی اختیار کریں، وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا [اور اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ پابند رکھئے جو صبح و شام اپنے رب کو محض اس کی رضا جوئی کیلئے یاد کرتے ہیں اور دنیوی] اور اہلِ دنیا اور اس کی جھوٹی آرائش پر گوشۂ چشم سے بھی نہ دیکھیں اور اس کو حقیر و ناچیز جانیں اور زہرِ قاتل تصور کریں اور طالبانِ حق کی خدمت حتی الامکان خود اپنے ذمہ لیں اور جہاں تک ہو سکے دوسروں پر نہ چھوڑیں اگر مرقدِ مطہر (قبر مبارک حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) نورنا اللہ سبحانہ بانوارہٖ السلطعۃ [اللہ سبحانہ ہم کو ان کے بلند و روشن انوار سے منور کرے] کی زیارت کی نیت سے سرہند (شریف) کا سفر کریں تو مبارک جانیں اور اپنا گھر تصور کریں اور کچھ وقت روضۂ منورہ کے قرب میں صرف کریں، اور بعض کمالات کا کسب کریں اور اہلِ غفلت اور طریقہ کے مخالف لوگوں سے ہم نشینی نہ رکھیں اور اہل و عیال کے ساتھ اچھا سلوک اور بھلائی کریں لیکن ان کے ساتھ کامل نسبت پیدا نہ کریں تاکہ اس بارگاہِ مقدس سے روگردانی کا باعث نہ ہو جائے اور اِنَّهٗ كَانَ فِيْٓ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا [بیشک وہ اپنے اہل میں خوش و خرم تھا] کی وعید کا مستحق نہ ہو جائے۔ مختصر یہ ہے کہ جو چیز بھی اللہ تعالیٰ جل سلطانہٗ کی

www.maktabah.org

مقدس بارگاہ کی طرف دائمی توجہ کے منافی ہے وہ نامبارک ہے اور جو چیز ایسی نہیں ہے وہ محمود و مبارک ہے کلیہ (قاعدہ) یہی ہے، دیگر اپنے اور جماعت کے ظاہری و باطنی احوال تحریر کرتے رہیں۔ والسلام علیکم وعلیٰ من لدیکم

مکتوب ۲۳۵

مخدوم زادہ محمد سیف الدین (قدس سرہ) کے نام حق سبحانہ کی نعمت کے بیان کرنے اور اعمال کی کوتاہی کو دیکھنے کے بیان میں تحریر فرمایا۔

۴۲۸ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے نام کے ساتھ شروع کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ جل سلطانہ کے کرم سے اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے طفیل اور پیر دستگیر قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس کی توجہ کی برکت سے سلوک طے کرنے اور تکمیل کا معاملہ نہایت آسان ہو گیا ہے اور وصول الی اللہ کا راستہ بہت ہی قریب ہو گیا اور برسوں کا کام دنوں اور مہینوں میں طے ہونا قرار پا گیا اگرچہ مریدوں کی کمیت (تعداد) کے اعتبار سے یہ معاملہ کمی پر ہے (یعنی بہت کم مرید اس کی صلاحیت رکھتے ہیں) کیونکہ یہ وقت اس کی کثرت کی تاب نہیں رکھتا لیکن کیفیت کے اعتبار سے بکثرت اور بہت ہی زیادہ ہے۔ بالواسطہ مریدوں میں سے ایک شخص تعلیم طریقہ کی ابتداء سے سات روز میں اپنے اندر فنائے قلبی کا پتہ دیتا تھا اور ایسی چیزیں بیان کرتا تھا کہ گویا وہ فنائے نفس کے ارد گرد پہنچ گیا ہے وَمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْزٍ [اور یہ بات اللہ تعالیٰ کے لئے کچھ مشکل نہیں ہے] فقیر کے اکثر صاحبِ اجازت حضرات اپنے مریدوں کے جو احوال بیان کرتے ہیں اور وصول الی اللہ تیزی کے ساتھ ہونے کے واقعات کی وضاحت کرتے ہیں محدود عقل حیران رہ جاتی ہے ؎ عجیب بات

اگر پادشہ بر درِ پیر زن بیاید تو اے خواجہ سبلت مکن

[اگر بادشاہ بوڑھی عورت کے دروازے پر آجائے تو اے خواجہ تو حسد نہ کر]

جاننا چاہئے کہ حقیقت میں تربیت کرنے والا وہ سبحانہ وتعالیٰ ہے۔ ع

ماو شما بہانہ بر ساختہ اند [ہمیں اور تمہیں تو بہانہ بنایا گیا ہے]

تنبیہ: اس قدر انوار کا فیض اور اسرار کا فائدہ پہنچانے کے باوجود اس زخمی دل کا کام روز بروز خرابی میں ہے اور اس کے وقت کا حاصل دوری و محرومی ہے اور غفلت اور گناہوں کے کسب میں اضافہ ہے، حیرت کی گہرائی میں نیچے چلا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ جل شانہ کے مکر سے ڈرتا اور کانپتا ہے، نہیں جانتا

www.maktabah.org

پ۴ کہ کل (قیامت کے روز) اس کے ساتھ کیا معاملہ کرتے ہیں اور کس گروہ میں داخل فرماتے ہیں: رَبَّنَا
ع۱۴۷ اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِیْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ [اے
ہمارے رب ہمارے گناہ اور ہمارے کام میں ہماری زیادتیاں معاف کر دیجئے اور ہمیں ثابت قدم رکھئے اور کافروں کی جماعت پر
ہماری مدد فرمایئے]

مکتوب ۲۳۶

فقیر حقیر محمد عبید اللہ عفی عنہ کے نام حقیقتِ صلوٰۃ کے اسرار کے ایک رمز کو اجمال کے طور پر بیان
کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

پ۱ ع۲/۲۲ سُبْحٰنَکَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا [تو پاک ذات ہے ہمیں اس علم کے سوا جو تونے دیا ہے اور کچھ علم
نہیں ہے] حدیث شریف میں آیا ہے: قف یا محمد فان اللہ یصلی [اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ٹھہر جایئے
پس بیشک اللہ تعالیٰ نماز پڑھ رہا ہے]۔ بلند مرتبہ اور اعلیٰ تعریف والے ہمارے حضرتِ عالی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
نے آخری مرض سے پہلے اور اسی طرح مرضِ موت میں نماز کے حقائق و اسرار اور حقیقتِ صلوٰۃ کے متعلق اور ۴۲۹
انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیائے کاملین (قدس اللہ اسرارہم) کی نماز کے بیان اور اس خصوصیت
کے بارے میں جو کہ انبیاء علیہم الصلوات والبرکات کو دوسرے کاملین پر ہے اور انبیاء و ملائکہ ملاءِ اعلیٰ
علیہم الصلوات والبرکات کی صفوفِ اربعہ (چاروں صفوں) کے بیان میں جنھوں نے (معراج کے واقعہ میں)
اقتدا کی ہے اور بزرگواروں کے صف باندھنے کی کیفیت اور قرب و منزلت کے اعتبار سے آپس میں ان کے
درمیان درجات کا فرق اور یہ کہ صفِ اول میں ان برگزیدوں میں سے کون ہے اور وہ انبیائے کرام جن کا
ذکر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے کلام مجید میں مذکور ہے اس مجمع میں کیا خصوصیت رکھتے ہیں اور سرورِ دین و دنیا
(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا خاص مقام جو کہ دوسروں کے مقامات پر سرداری اور بزرگی رکھتا ہے اور
اس مقام کی وسعت کے بیان میں اور (یہ کہ) اس امت کے سابقین میں سے کون ہے جو طفیل و تبعیت کے
کے طور پر اس مقام کے وصول سے مشرف و سعادت مند ہے اور اپنے مقام کا تعین اور اس کی خصوصیت
کا بیان، اور جو کچھ مخدومی استاذی کے متعلق اس دولت سے کچھ حصہ حاصل ہونے کے بارے میں فرمایا
اور نیز جو کچھ اس گنہگار بیکار کے بارے میں بشارت دی اور اس دولت کے اصالت کے طریق پر اور ضمنیت
کے طریق پر حاصل ہونے میں جو کچھ فرق ظاہر فرمایا اور اس سے مناسبت رکھنے والی بہت سی چیزیں
بیان فرمائیں کہ فکر و عقل و وہم ان کے ادراک سے حیران و پریشان ہوتا ہے۔ چونکہ مذکورہ بالا اکثر امور

www.maktabah.org

کی تفصیل اُن اسرار میں سے تھی جن کا چھپانا لازمی ہے اس بنا پر اس مقام کے ذکر میں اجمال کے ساتھ کفایت کی گئی ہے، والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۲۳۷

مخدوم زادہ خواجہ محمد نقشبند سلمہ ربہ کی خدمت میں حضرتِ ایشاں سلمہ اللہ تعالیٰ کے بعض مقامات کی طرف اشارہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی، حضرت پیرِ دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت مخدوم زادہ کلاں خواجہ محمد صادق علیہ الرحمۃ والرضوان کی حیات کے ایام میں ایک روز فرمایا کہ سابقین کے گروہ میں کہ جن کی شان میں حضرت حق سبحانہ نے ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ [ایک گروہ قرونِ اولیٰ کے حضرات میں سے اور تھوڑے آخر زمانہ کے حضرات میں سے] فرمایا ہے "میں نے نظر کی (تو) اپنے واقعہ ۱۴
آپ کو اس جماعت میں دیکھا اور اپنے منتسبین میں سے بھی ایک شخص کو اس مقام میں اپنے ساتھ پایا" اور اسی کی مثل متشابہات کے اسرار میں بھی اس مخدوم زادہ (خواجہ محمد صادق قدس سرہ العزیز) کے رحلت فرمانے کے بعد لکھا ہے کہ "متشابہات معاملات سے کنایہ ہیں جائز ہے کہ کسی شخص کو معاملہ حاصل ہوا ہو اور اس معاملہ کے متعلق علم نہ ہو" اس معنی کو اپنے منتسبین میں سے ایک فرد میں مشاہدہ کیا ہے تو پھر دوسروں کو تو کیا پہنچا ہے، کسی نے خوب کہا ہے ؎ ۴۳۰ ص

سعادت ہاست اندر پردۂ غیب	نگہ کن تا کرا ریزند در جیب

[پردۂ غیب کے اندر بہت سی سعادتیں ہیں دیکھئے کس کی جیب میں ڈالتے ہیں] اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرٌ [سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے ہم سے غم کو دور کر دیا بیشک ہمارا رب ضرور غفور و شکور ہے] والسلام فاطر ۳۴

مکتوب ۲۳۸

مخدوم زادہ خواجہ محمد اشرف کی خدمت میں حضرتِ ایشاں (خواجہ محمد معصوم قدس سرہ صاحبِ مکتوبات شریفہ) کے بارے میں بعض بشارات حاصل ہونے کے بیان میں تحریر فرمایا۔

www.maktabah.org

بسم اللہ حامداً و مصلیاً۔ ہمارے حضرتِ عالی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اجمیر کے سفر پر روانہ ہونے سے پہلے ایک روز بادشاہِ وقت کے ہمراہ صوبہ پنجاب میں دریائے چناب کے بالائی کنارے پر ایام تشریق میں (جبکہ خریف (خزاں) کا معتدل موسم تھا فنا و بقا کے اسرار اور عین و اثر کے زائل ہونے کے دقائق اپنے خاص طرز میں بیان فرما رہے تھے اور کعبۂ مقصود تک پہنچنے اور اس کی علامت کے متعلق کلام آپ کی زبانِ مبارک پر جاری تھا اور ایک ماہ سے زیادہ گذر چکا تھا کہ اسی قسم کے معارف بیان ہو رہے تھے اور روز بروز اس کے عجائب و دقائق واضح فرما رہے تھے، یہ غرقت زدہ حضرت عالی کی توجہ مبارک سے اس دریا میں غوطہ زنی کر رہا تھا اور حضرتِ عالی ہمیشہ اس عاجز کے وصال (مقصود تک پہنچنے) کی جانچ پڑتال اور اس کے اظہار کے منتظر رہتے تھے اور اس کی ترقی کی امید رکھتے تھے اور اس پر توجہ فرماتے تھے یہانتک کہ جس وقت میں مذکورہ دقایق بیان فرماتے تھے اور اس فقیر کے سوا کوئی دوسرا شخص خدمت شریف میں نہ ہوتا تو اس ناکارہ کے حالات و کیفیات دریافت فرمانے کے بعد اس کے حق میں عنایات ظاہر فرماتے اور مذکورہ بالا معاملات کے حصول کی بشارت فرماتے اور اس کے بارے میں یہ شعر اپنی زبانِ الہام ترجمان پر لاتے ؎

مورِ مسکین ہوسے داشت کہ در کعبہ رسد
دست در پائے کبوتر زد و ناگاہ رسید

[ایک مسکین چیونٹی خواہش رکھتی تھی کہ کعبہ میں پہنچ جائے وہ کبوتر کے پاؤں میں چمٹ گئی اور یکایک پہنچ گئی]

حمد اللہ سبحانہ علیٰ ذالک وعلیٰ جمیع نعمائہٖ تعالیٰ [اللہ تعالیٰ کی اس نعمت اور تمام نعمتوں پر اس کی حمد و شکر ہے] والسلام والاکرام۔

مکتوب ۲۳۹

میرک عباد اللہ ولد قاضی محمد زاہد کابلی کے نام حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ سے سنی ہوئی ایک معرفت کی شرح میں صادر فرمایا۔

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین محمد و آلہٖ اجمعین

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث میں آیا ہے کہ جو عالم اپنے علم کے مقتضا پر عمل نہ کرے ۲۳۱
وہ علم اس پر حجت ہو جاتا ہے اور اسی کے مناسب وہ ہے جو کہ علما نے کہا ہے کہ وہ اس عالم کو جو کہ عمل کا تارک ہے جاہل کی مانند قرار دیتے ہیں، ہمارے حضرتِ عالی اس معنی میں غور و فکر فرماتے تھے

www.maktabah.org

آخر کار اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرتِ عالی پر اس طرح منکشف کیا گیا کہ یہ حکم اُس عالم کے ساتھ مخصوص ہے جس کا علم حال میں تبدیل نہ ہوا ہو لیکن اگر عالم کا علم اللہ تعالیٰ عم احسانہ کے فضل سے حال میں تبدیل ہو جائے تو وہ علم اُس پر حجت نہیں ہوتا اگرچہ وہ کسی قدر اس علم پر عمل نہ بھی کرے انتہی ما سمعت منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ [یہاں تک ہے جو کہ میں نے حضرت عالی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سُنا ہے]۔

یہ فقیر کہتا ہے شاید کہ علم کا حجت نہ ہونا اس معنی میں ہے کہ عمل ترک کرنے والے عالم پر دو مواخذے (گناہ) ہیں، عمل ترک کرنے کا مؤاخذہ اور علم کا مواخذہ، یعنی علم کے باوجود عمل ترک کیا اور علم کے حال میں تبدیل ہونے کے بعد علم پر مؤاخذہ مرفوع (اُٹھا دیا گیا) ہے اور ترکِ عمل کا مؤاخذہ (اللہ تعالیٰ کی) مشیت (مرضی) پر ہے اگر وہ چاہے تو معاف کر دے اور اگر چاہے تو مؤاخذہ کرے اور اس مقام کی تفصیل یہ ہے کہ عارف سے جو گناہ ولایت سے پہلے صادر ہوئے ہیں معرفت حاصل ہونے کے بعد امید ہے کہ وہ گناہ محو ہو جائیں اگرچہ وہ گناہ مظالم وحقوق العباد کی قسم سے ہی ہوں اس لئے کہ مطلق اسلام (لانا) اپنے سے پہلے کے گناہوں کو ختم کر دیتا ہے اور اسلام کی حقیقت اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی معرفت ہی ہے اور مطلق اسلام اگرچہ مظالم اور حقوق العباد کو ختم نہیں کرتا لیکن شئے کی حقیقت اور اس کے کمال کے لئے ایک فضیلت ہے جو اس شئ کے مطلق کیلئے نہیں ہے اور اگر معرفت (حاصل ہونے) کے بعد عارف سے (کبھی کوئی) صغیرہ گناہ صادر ہو جائے کیونکہ اولیاء تو کبائر سے محفوظ ہیں (تو) امید یہ ہے کہ اس کا اس کے ساتھ مؤاخذہ نہیں کریں گے اس معنی میں نہیں کہ وہ گناہ پر اصرار کرے (یعنی بار بار کرے) اور مؤاخذہ نہ ہو کیونکہ یہ ملحدوں اور زندیقوں (بے دینوں) کا مذہب ہے۔ (خذلھم اللہ سبحانہ وتعالیٰ [اللہ تعالیٰ ان کو ذلیل کرے] بلکہ اس معنی میں ہے کہ عارف کو جلدی خبردار کر دیتے ہیں تاکہ توبہ واستغفار کے ساتھ اس کی تلافی کر لے۔ اور یہ جو ہم نے کہا ہے کہ اسلام حقیقی مظالم وحقوق کو بھی مٹا دیتا ہے اسلئے ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ مالک علی الاطلاق (مالک مطلق) ہے، وقلوب العباد بین اصبعین من اصابعہ تعالیٰ یقلبھا کیف یشاء [بندوں کے دل اللہ تعالیٰ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہیں جس طرح چاہتا ہے ان کو پلٹتا ہے] پس امید یہ ہے کہ وہ بندوں کو (ان کے حقوق کا) نعم البدل (اچھا بدلہ) دیکر اُن کو اس عارف سے راضی کر دیگا اور اُن حقوق سے درگذر کرا دیگا۔

(فائدہ) شاید کہ علم کے حال میں تبدیل ہو جانے کے معنی یہ ہیں کہ جس طرح معرفت سے پہلے علوم کا اخذ کرنا شرعی دلائل سے استدلال کے طریق پر ہوتا ہے معرفت حاصل ہونے کے بعد وہ علوم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی جانب سے کشف والقا کے طریق پر ہوتے ہیں۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفےٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والبرکات العلیٰ۔ تمت ھذہ النسخۃ الشریفۃ۔

www.maktabah.org

حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی کا تازہ شاہکار

مکتوباتِ معصومیہ

کا

اُردو ترجمہ

حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا بے انتہا فضل وکرم ہے کہ مخدومی حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی کی جملہ تالیفات کو بڑی مقبولیت حاصل ہے، چنانچہ آپ کی تالیف "عمدۃ السلوک" چوتھی بار شائع ہو چکی ہے جو تصوف کا ایک بیش بہا ذخیرہ اور دستور العمل ہے، "عمدۃ الفقہ" کے دوسرے ایڈیشن کی تیاری ہو رہی ہے اور زبدۃ الفقہ کا دوسرا ایڈیشن آچکا ہے، یہ دونوں کتابیں فقہی مسائل کے اعتبار سے جامع اور قابل قدر ہیں۔ نیز آپ نے اپنے شیخ رحمۃ اللہ کی سوانح "حیاتِ سعیدیہ" کے نام سے اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کی سوانح "حضرت مجدد الف ثانی" کے نام سے شائع کیں۔ یہ دونوں بہت مقبول ہوئی ہیں اور ان کا بھی دوسرا ایڈیشن آچکا ہے —— اب حضرت شاہ صاحب موصوف کا مرکزِ نگاہ حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ کی عالی شخصیت ہے جو امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے صاحبزادۂ عالی تبار اور جانشین ہیں۔ حضرت عروۃ الوثقیٰ کے فارسی عربی مکتوبات تین ضخیم دفتروں میں ہیں جو شریعت وطریقت، حقیقت ومعرفت کے جامع اور ادب وانشاء کا اعلیٰ شاہکار ہیں، ان میں طریقت وشریعت سے متعلق سوالات کے جوابات، مکاشفات ومعارف اور دیگر اصلاحی مضامین بکثرت ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوبات شریفہ کی بعض مشکل عبارات کی شرح بھی ہے۔ اسقدر خوبیوں کے باوجود عجیب اتفاق ہے کہ اب تک کسی نے ان کا ترجمہ کرنے کی جانب توجہ نہ دی۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا جسقدر شکر ادا کیا جائے کم ہے کہ اس نے یہ سعادت مخدومی حضرت شاہ [illegible] کو نصیب فرمائی چنانچہ حضرت شاہ صاحب موصوف نے قلمی اور مطبوعہ نسخوں [illegible] اور کاوش سے کام لیکر شگفتہ ورواں ترجمہ کیا ہے وہ قابلِ تحسین [illegible] ستائش ہے۔ ترجمہ کی خصوصیات میں سے یہ بھی ہے کہ ترجمہ کو اصل سے سرمو تجاوز نہیں ہونے دیا اور ایک ایک لفظ پر پوری طرح غور وفکر کرکے اُسے قلمبند کیا ہے۔ دفتر اول کا ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے امید ہے کہ ناظرین پسند فرمائیں گے، دفتر دوم کے ترجمہ کی کتابت ہو رہی ہے اور دفتر سوم زیرِ ترجمہ ہے۔

احقر محمد علی عفی عنہ

ادارۂ مجددیہ، ناظم آباد ۳، کراچی

www.maktabah.org

www.maktabah.org

"ادارۂ مجددیہ" کی جملہ مطبوعات

- اثبات النبوۃ :- (عربی مع اردو ترجمہ) حضرت مجدد الف ثانی ؒ کا مشہور رسالہ۔
- انوارِ معصومیہ :- حضرت خواجہ محمد معصوم ؒ کی جامع سوانح مع اذکارِ معصومیہ اور حسنات الحرمین۔
- تہلیلیہ :- (عربی مع اردو ترجمہ) حضرت مجدد الف ثانی ؒ کا مشہور رسالہ۔
- حضرت مجدد الف ثانی ؒ :- حضرت مجدد ؒ کی جامع اور مفصل سوانح۔
- حیاتِ سعیدیہ :- حضرت خواجہ محمد سعید احمد پوری ؒ کی جامع سوانح۔
- ریڈیو تقاریر :- حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب ؒ کی جملہ ریڈیائی دینی و اخلاقی تقاریر۔
- زبدۃ الفقہ : خلاصہ عمدۃ الفقہ، حصہ اول کتاب الایمان وکتاب الطہارۃ۔ حصہ دوم کتاب الصلوٰۃ
  حصہ سوم کتاب الزکوٰۃ وکتاب الصوم۔
- طریقہ حج اور دعائیں مع حج کا مختصر بیان اور حج کی دعاؤں کا مفصل مجموعہ مع اردو ترجمہ
- عمدۃ السلوک :- تصوف پر جامع کتاب جو متعدد بار شائع ہو کر مقبولیت حاصل کر چکی ہے۔
- عمدۃ الفقہ : فقہ پر بہت جامع کتاب۔ حصہ اول کتاب الایمان وکتاب الطہارۃ۔ حصہ دوم کتاب الصلوٰۃ۔ حصہ سوم کتاب الزکوٰۃ وکتاب الصوم۔ حصہ چہارم کتاب الحج۔
- گلدستۂ عربی۔ عربی سیکھنے کے لئے بہترین رسالہ۔
- گلدستہ مناجات : عربی فارسی اور اردو مناجات کا بہترین رسالہ۔
- مبدأ و معاد :- حضرت مجدد الف ثانی ؒ کا مشہور رسالہ (فارسی مع اردو ترجمہ)۔
- معارفِ لدنیہ : (فارسی مع اردو ترجمہ) حضرت مجدد الف ثانی ؒ کا مشہور رسالہ۔
- معجم القرآن :- لغات القرآن پر بہترین کتاب۔ الفاظ قرآن ترجمہ اور حوالہ جات۔
- مقاماتِ زواریہ :- حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب ؒ کی جامع سوانح۔
- مکتوباتِ معصومیہ : حضرت خواجہ محمد معصوم ؒ کے مکتوبات ہر سہ دفتر کا اردو ترجمہ
- ہدایت الطالبین :- فارسی مع اردو ترجمہ

ملنے کا پتہ : ادارۂ مجددیہ : ۲/۵ - ایچ - ناظم آباد ۳ کراچی ۱۸

www.maktabah.org

Maktabah Mujaddidiyah
www.maktabah.org

This book has been digitized by
Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org).

Maktabah Mujaddidiyah does not hold the copyrights of this book. All the copyrights are held by the copyright holders, as mentioned in the book.

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah, 2013

Files hosted at Internet Archive [www.archive.org]

We accept donations solely for the purpose of digitizing valuable and rare Islamic books and making them easily accessible through the Internet. If you like this cause and can afford to donate a little money, you can do so through Paypal. Send the money to ghaffari@maktabah.org, or go to the website and click the Donate link at the top.

مکتوباتِ معصومیہ

اردو ترجمہ

دفتر دوم

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہ کے صاحبزادے اور جانشین حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم فاروقی قدس سرہ کے مکتوبات قدسی آیات کا اردو ترجمہ

حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ

زوار اکیڈمی پبلی کیشنز

www.maktabah.org

www.maktabah.org

مکتوباتِ معصومیہ

اردو ترجمہ

دفترِ دوم

حضرت امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہ کے
صاحبزادے اور جانشین حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم فاروقی قدس سرہ
کے مکتوبات قدسی آیات کا اردو ترجمہ

حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

زوّار اکیڈمی پبلی کیشنز

اے۔۴/۱۷، ناظم آباد نمبر۴، کراچی ۱۸۔

فون: ۶۶۸۴۷۹۰

www.zawwaracademy.org
E-mail:zawwaracademy@hotmail.com

www.maktabah.org

فہرست مضامین

	صفحہ
مقدمہ : از مترجم	۱۳
دیباچہ : از مرتب	۱۵
مکتوب ۱: مولانا محمد صدیق و مولانا حسن علی و محمد امین بدخشی کے نام حقیقتِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وحقیقتِ کعبۂ ربانی کے متعلق اُن کے سوالات کے جواب میں اور پہلی حقیقت کی دوسری حقیقت پر افضلیت اور ان دونوں حقیقتوں کے مراتب کے لائق تحقیقات اور ان دونوں کی شان کی معرفت سے متعلق توضیحات اور جو کچھ اُن کے مناسب ہے اس کے بارے میں تحریر فرمایا۔	۲۱
مکتوب ۲: مولانا حسن علی کے نام اُن کے اس سوال کے جواب میں تحریر فرمایا جو انھوں نے مجدد الفِ ثانی کے معنی اور اس کی علامات و آثار کے بارے میں کیا تھا۔	۲۷
مکتوب ۳: خواجہ محمد صدیق پشاوری کے نام ان کے عریضہ کے جواب میں جو کہ جدید کیفیات و ترقیات پر مشتمل تھا نیز کمالاتِ نبوت تک وصول حاصل ہونے کی علامت کے بیان میں تحریر فرمایا۔	۲۸
مکتوب ۴: میرزا ہادی کے نام اُن کے مکتوب کے جواب میں جو بعض احوال پر مشتمل تھا اور نسبتِ فنا کے حصول پر ترغیب اور ضروری نصیحتوں کے بارے میں تحریر فرمایا۔	۲۹
مکتوب ۵: سلطانِ وقت کے نام فنائے قلب و فنائے نفس اور مواعظ و نصائح پر مشتمل حدیث کے بیان میں تحریر فرمایا۔	۳۰
مکتوب ۶: خواجہ محمد حنیف کے نام مفید نصیحتوں اور گوشہ نشینی پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔	۳۳
مکتوب ۷: خواجہ محمد صدیق پشاوری کے نام اُن کے خط کے جواب میں جو کہ قوی واردات پر مشتمل تھا نیز بشارتِ خاصہ اور اصالت کے معنی کی تحقیق میں تحریر فرمایا۔	۳۴
مکتوب ۸: حقائق و معارف آگاہ مولانا محمد حنیف کے نام طریقۂ ارشاد کے بعض لوازم کے بیان میں مع مواعظ و نصائح تحریر فرمایا۔	۳۵
مکتوب ۹: غلام محمد فاروق کے نام واقعۂ روشن کے بیان میں جو انھوں نے دیکھا تھا اور اس استفسار کے جواب میں جو حدیث لاصلوٰۃ الا بحضور القلب کے بارے میں کیا تھا تحریر فرمایا۔	۳۶
مکتوب ۱۰: خواجہ محمد حنیف کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ سیرِ آفاقی جو کہ مقاماتِ عشرہ کے طے کرنے سے عبارت ہے ہمارے بزرگوں کے طریقہ میں سیرِ انفسی کے ضمن میں اجمال کے طور پر طے ہو جاتی ہے اور محب کا معاملہ آفاق و انفس سے باہر چلا جاتا ہے اور نفس و آفاق سے باہر محبوب کے ساتھ بے کیف معیت حاصل کرتا ہے۔	۳۷

www.maktabah.org

مکتوب ۱۱: شمشیر خاں کے نام نفسِ امارہ کی مخالفت پر تحریص اور اہلِ سنت و جماعت کی درست آراء کے موافق عقائد کی تصحیح اور اسلام کے ارکانِ خمسہ کی بجا آوری اور طریقۂ صوفیہ کے سلوک پر ترغیب اور طریقۂ عالیہ نقشبندیہ کی تعریف میں تحریر فرمایا۔ ۳۹

مکتوب ۱۲: محمد صلاح کابلی کے نام استغفار و توبہ میں مشغول ہونے اور طاعات کے وظائف پر ترغیب کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۴۳

مکتوب ۱۳: خواجہ محمد حنیف کے نام اُن کے خط کے جواب میں جو کہ انھوں نے اپنے بعض دوستوں کے حالات کی تعریف میں لکھا تھا اور مشیخت (پیر ہونے) کے ضروری آداب اور ضبطِ اوقات پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۴۴

مکتوب ۱۴: شیخ عبدالکریم کابلی کے نام اُس خط کے جواب میں جو انھوں نے لکھا تھا اور بلندیٔ ہمت و خلوت گزینی پر ترغیب کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۴۵

مکتوب ۱۵: مولانا محمد حنیف کے نام نصیحت اور آخرت کی تیاری پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۴۶

مکتوب ۱۶: خواجہ عبدالرحمٰن نقشبندی کے نام اُن کے آبائے کرام (باپ دادا) کا شکر ادا کرنے اور کمال استغنا کے باوجود اشد شوقِ اصل کی طرف منسوب ہونے اور عارف کی فنا و بقا کے بیان میں تحریر فرمایا۔ 〃

مکتوب ۱۷: خواجہ محمد حنیف کے نام دائمی اضطراب اور متواتر حزن و غم پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۴۹

مکتوب ۱۸: مولانا غازی سرہندی کے نام اس استفسار کے جواب میں تحریر فرمایا جو انھوں نے سلبِ نسبت کے بارے میں لکھا تھا۔ 〃

مکتوب ۱۹: مولانا محمد حنیف کے نام تعمیرِ اوقات کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۵۱

مکتوب ۲۰: نیز مولانا محمد حنیف کے نام اُن کے عریضہ کے جواب میں تحریر فرمایا جو کہ گوشہ نشینی کے شوق اور ان کے دوستوں کے احوال پر مشتمل تھا۔ 〃

مکتوب ۲۱: میرزا غضنفر کے نام نصیحت و تنبیہ اور حفظِ اوقات کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۵۳

مکتوب ۲۲: مولانا محمد حنیف کے نام قناعت و تعمیرِ وقت پر رہنمائی کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ 〃

مکتوب ۲۳: مولانا ابوالفضل کشمیری کے نام مقامِ اخلاص کی تحقیق اور دائمی حضور پر ترغیب کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۵۴

مکتوب ۲۴: مولانا محمد حنیف کے نام تفویض و تسلیم کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۵۵

مکتوب ۲۵: نیز مولانا محمد حنیف کے نام سنت کو زندہ کرنے اور فقر و ورع و تقویٰ پر رہنمائی کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۵۶

www.maktabah.org

مکتوب ۲۶: ملا حامد کے نام شرک خفی کے دقائق سے رہائی پانے اور کلمۂ متعارفہ لا الٰہ الا اللہ کی حقیقت و تحقیق کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۵۶

مکتوب ۲۷: مولانا محمد حنیف کے نام اللہ تعالیٰ جل شانہ کی مقدس بارگاہ میں پوری طرح متوجہ ہونے اور اس تعالیٰ شانہ کے ماسوا سے روگردانی کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۵۹

مکتوب ۲۸: سیادت پناہ محمد امین بخاری کے نام تمکین حاصل ہونے پر دلالت اور کمالِ فنا پر ترغیب کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۶۰

مکتوب ۲۹: شیخ عوب بخاری کے نام گوشہ نشینی اور اغیار سے کنارہ کشی کرنے پر رہنمائی کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۶۱

مکتوب ۳۰: مولانا محمد حنیف کے نام وقت کی محافظت پر ترغیب دینے کے بیان میں تحریر فرمایا۔ "

مکتوب ۳۱: میرزا محمد شاہ کے نام بلند ہمتی پر رہنمائی کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۶۲

مکتوب ۳۲: خواجہ احمد بخاری کے نام اُن کے واقعات کے جواب میں تحریر فرمایا۔ "

مکتوب ۳۳: سید بی بی کے نام وظائف و طاعات پر ترغیب اور بعض ماثورہ دعاؤں کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۶۳

مکتوب ۳۴: سیادت پناہ جامع جلائل حاجی محمد عاشور بخاری کے نام بعض اسرار غامضہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۶۵

مکتوب ۳۵: مولانا محمد صدیق پشاوری کے نام بعض امور کے بارے میں جو کمال فنا پر مرتب (ہوتے) ہیں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ عارف پر ایک ایسا وقت آتا ہے کہ وہ ازل و ابد کو ایک آن واحد پاتا ہے۔ "

مکتوب ۳۶: ملا عبدالرزاق کے نام ان کے سوالوں کے جواب میں تحریر فرمایا۔ ۶۷

مکتوب ۳۷: نیز ملا عبدالرزاق کے نام سوال کرنے کی حرمت اور ضرورت کے وقت اس کے جائز ہونے کے بارے میں اور ان حدیثوں کے بیان میں جو کہ اس کے بارے میں وارد ہوئی ہیں تحریر فرمایا۔ ۷۶

مکتوب ۳۸: ملا ابو الفیض کے نام اس بیان میں تحریر فرمایا کہ سب سے بڑا حجاب طالب کا نفس ہے۔ ۸۱

مکتوب ۳۹: شیخ ابو المظفر و محمد شاہ کے نام تعزیت کرنے اور اپنے شیخ کے طریقے کی محافظت کے بارے میں تحریر فرمایا۔ "

مکتوب ۴۰: شیخ حسین خلوتی رومی مدنی کی طرف اللہ تعالیٰ کی جانب دائمی توجہ رکھنے پر ترغیب دینے کے بارے میں ارسال فرمایا۔ ۸۲

مکتوب ۴۱: اشرف العلماء المحدثین سید زین العابدین مکی کی طرف عارف کی فنا کے بیان میں ارسال فرمایا۔ ۸۳

مکتوب ۴۲: شیخ بایزید ولد شیخ بدیع الدین سہارنپوری کے نام حالتِ نماز کی فضیلت اور ایذائے خلق پر صبر کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۸۴

www.maktabah.org

مکتوب ۴۳: میرزا محمد صادق کے نام اُن کے واقعہ کی تعبیر میں تحریر فرمایا۔ ۸۶

مکتوب ۴۴: میر باقی بخاری کے نام صوفیائے کرام کے طریقے کے بیان میں اور ان اکابر قدس اسرارہم کی تعریف میں تحریر فرمایا۔ ۸۷

مکتوب ۴۵: میرزا محمد شاہ کے نام کمینی دنیا کی مذمت میں اور معرفتِ الٰہی کے حاصل کرنے پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۸۸

مکتوب ۴۶: محمد معین کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ طالب کو ہمیشہ طلب میں بیقرار رہنا چاہیے۔ 〃

مکتوب ۴۷: محمد باقر لاہوری کے نام اُن کے اُن واقعات کی تعبیر میں جو انہوں نے لکھے تھے تحریر فرمایا۔ ۸۹

مکتوب ۴۸: مولانا محسن سیالکوٹی کے نام اس کمال کے ذکر میں جو کہ مقامِ جمع کے مناسب ہے اور جو جمع بعد الفرق کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے اور عین الیقین و حق الیقین کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۹۱

مکتوب ۴۹: سیادت پناہ حاجی حرمین شریفین میر غضنفر کے نام حج کی مبارکباد کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۹۳

مکتوب ۵۰: محمد عارف لاہوری کے نام ان کے عریضہ کے جواب میں تحریر فرمایا جو کہ احوال و کیفیات پر مشتمل تھا۔ ۹۴

مکتوب ۵۱: ایک اہلِ طریقت صالحہ خاتون کی طرف حضرت رسالت خاتمیت علیہ و علیٰ آلہ الصلوات و التسلیمات کی بعض عاداتِ شریفہ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں تحریر فرمایا ۹۵

مکتوب ۵۲: شیخ مصطفےٰ کی طرف ہر اسمِ الٰہی کے تمام اسماء و صفات کا جامع ہونے کی کیفیت کے بیان میں اور مرتبۂ ذات تک وصول کی کیفیت کے بیان میں اور ہمہ اوست و ہمہ از وست کے قول کی تحقیق میں اور اس بیان میں کہ صفتِ ارادہ کا زائل ہونا ولایت کے طریقوں میں مشروط ہے نہ کہ نبوت کے طریقوں میں اور فنائے لطائف اور ان کے انوار کے تعین کے بیان میں اور اس بیان میں کہ قلب جو کہ شعور کا محل ہے اس کی فنائیت کے بعد کون ہے جو صاحبِ شعور ہے اور اسباب کو اختیار کرنے اور رب الارباب (اللہ تعالیٰ) کی طرف امور کو تفویض (سپرد) کرنے کے درمیان تطبیق کی کیفیت اور اس کے مناسب بیان میں تحریر فرمایا۔ ۹۷

مکتوب ۵۳: حاجی شریف خادم کے نام اُن کے سوالوں کے جواب میں تحریر فرمایا۔ ۱۰۵

مکتوب ۵۴: شیخ محمد علیم جلال آبادی کے نام اللہ سبحانہٗ کی طرف ہمیشہ متوجہ رہنے اور ماسواسے قطع تعلق پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۱۰۶

مکتوب ۵۵: حاجی حلیم بلخی کے نام نصیحت کرنے اور اپنے طریقے کا التزام کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ 〃

مکتوب ۵۶: ارشاد پناہ حقائق و معارف آگاہ خواجہ عبد الغفار بلخی کی خدمت میں اُن کے مکتوب کے جواب میں جو کہ بشارت پر مشتمل تھا اور اصل کی سبقت و استقلال اور ظل کی تبعیت و محویت کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۰۷

www.maktabah.org

مکتوب ۵۷: میرزا شاہ کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ ممکنات کی حقیقت عدم ہے اور ممکن کے لئے واجب تعالیٰ کی حقیقت کے پانے سے عاجزی و ناامیدی ناگزیر ہے مگر یہ کہ وجودِ موہوب سے متحقق ہو کر مطلوب کو تلاش کرے۔ ۱۰۹

مکتوب ۵۸: محمد مومن گیلانی برہانپوری کے نام اُن کے عریضے کے جواب میں اور اس بارے میں کہ مقامِ اَوْ اَدْنیٰ کا حاصل ہونا تجلیٔ ذاتی کا اثر ہے اور قابَ قوسین تجلیٔ صفاتی سے تعلق رکھتا ہے اور تحقیقاتِ لاتقد اور اس کے مناسب بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۱۰

مکتوب ۵۹: شیخ آدم ختنی کے نام اس بیان میں تحریر فرمایا کہ مشائخ کی نسبت اُن کے مخترعات میں سے نہیں ہے بلکہ انوارِ نبوت سے اخذ کی گئی ہے اور اس بیان میں کہ نسبتِ نقشبندیہ حضرت صدیقِ اکبرؓ تک اور دوسرے تمام سلسلوں کی نسبت حضرت علی رضی اللہ عنہما تک کس طرح پہنچتی ہے۔ ۱۱۱

مکتوب ۶۰: حاجی سلیم بلخی کے نام اس واردکی شرح میں جو کہ انھوں نے لکھا تھا اور عالمِ امر کے پانچوں لطیفوں کی سیر و عروج کے بیان میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ طالبین کے اجتماع سے ڈرتے اور لرزتے رہنا چاہیے۔ ۱۱۴

مکتوب ۶۱: فضائل مآب حاجی ابو القاسم بن مراد لاہوری کے نام اُن وجوہ کے بیان میں جو علماءِ کرام کی بیان فرمائی ہوئی معرفت اور اس معرفت کے درمیان فرق کرنے والی ہیں جس کے ساتھ صوفیائے کرام ممتاز ہیں اور اس معرفت کو حاصل کرنے کی ترغیب کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۱۷

مکتوب ۶۲: حاجی مصطفےٰ کے نام اس بیان میں کہ ولایات کا حاصل ہونا اور ان کا علم وہبی چیز ہے اور ان کے مقدمات (واردات) کسبی ہیں اور اس کے مناسب امور کے بیان میں تحریر فرمایا ۱۲۰

مکتوب ۶۳: شیخ آدم ختنی کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ نوافلِ موقتہ کے اوقات میں احتیاط کے طور پر قضا نمازیں پڑھنا ان نوافل کی جگہ واقع ہو جائیں گی۔ ۱۲۱

مکتوب ۶۴: شرف الدین حسین لاہوری کے نام اُن کے مکتوب کے جواب میں تحریر فرمایا، انھوں نے لکھا تھا کہ ہمہ اوست کی واردات دل پر غالب آجاتی ہیں۔ ۱۲۲

مکتوب ۶۵: نیز شرف الدین حسین لاہوری کے نام بلند ہمتی کے بارے میں اور جو چیز مشہود ہو اُس کی طرف التفات نہ کرنے اور اس کے مناسب بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۲۳

مکتوب ۶۶: شیخ عرب بخاری کے نام نصیحت کے بارے میں اور واقعات کے جواب میں تحریر فرمایا۔ ۱۲۴

مکتوب ۶۷: صلاح آثار حافظ محمد محسن کے نام اُن کے حال کی شرح میں مع اُن احادیث کے بیان کے جن میں نماز و وضو و تلاوتِ قرآن مجید کے فضائل وارد ہوئے ہیں تحریر فرمایا۔ ″

www.maktabah.org

مکتوب ۶۸: شیخ غازی کے نام اس بیان میں کہ رویتِ قلبی دنیا میں واقع ہے یا نہیں اور سلطان العارفین کے اس کلام کی حقیقت کے بیان میں تحریر فرمایا کہ "جس جگہ سالک کئی سال میں نہیں پہنچا سلطانِ خیال ایک لمحہ میں پہنچا دیتا ہے۔" ۱۲۷

مکتوب ۶۹: محمد باقر فتح آبادی کے نام اس بیان میں تحریر فرمایا کہ عشقِ حقیقی موہبی ہے اور باطن کا حصہ ہے۔ ۱۲۹

مکتوب ۷۰: میر عبدالرحمٰن کے نام حقیقتِ جامعہ و مضغۂ قلبیہ وجوہِ اشتراک کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۳۱

مکتوب ۷۱: شیخ مظفر برہانپوری کے نام مع نصائح و مواعظ، اس بارے میں تحریر فرمایا کہ فرع جو کچھ رکھتی ہے وہ سب اصل سے ہے حتیٰ کہ شوق و محبت بھی۔ ۱۳۲

مکتوب ۷۲: محمد سعید سہارنپوری کے نام بلند ہمت ہونے اور بشارات و مکاشفات کی طرف توجہ کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۱۳۴

مکتوب ۷۳: شیخ بایزید کے نام اس بیان میں تحریر فرمایا کہ باطنی احوال کا علم زائد خوبیوں میں سے ہے نفسِ وصول میں اربابِ علم و اربابِ جہل برابر ہیں۔ ۱۳۵

مکتوب ۷۴: نیز شیخ بایزید کے نام سفرِ حج اختیار کرنے کے بیان میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ تصوف کی حقیقت اضطراب و بیقراری ہے۔ ۱۳۶

مکتوب ۷۵: ایک اہلِ طریقت خاتون کے نام تعزیت و نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۱۳۷

مکتوب ۷۶: فضیلت مآب شیخ آدم ٹھٹھی کے نام اس بیان میں تحریر فرمایا کہ نماز میں صرف نماز کی تکمیل ہی کی کوشش کرنی چاہیے اور خاتم انبیاء علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات کے زمانہ میں قطبیت و قیومیت کا منصب آنسرور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے تھا۔ ۔۔

مکتوب ۷۷: نیز فضائل مآب مخدوم آدم (ٹھٹھی) کے نام اُن کے سوالوں کے جواب میں تحریر فرمایا۔ ۱۳۹

مکتوب ۷۸: شیخ بدرالدین کے نام طالبین کی طرف توجہ کرنے اور امراض و تکالیف کے دفعیہ اور اموات کے درجات کی ترقی کے لئے توجہ کرنے کی کیفیت اور مختلف اشغال کے درمیان ترتیب اور اس کے مناسب بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۴۰

مکتوب ۷۹: محمد بن محمد طیب مجاہد عامری تہامی کی جانب اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرنے کے فضائل اور قلب کے ذکر کے ساتھ منور ہونے اور اس سے حدیثِ نفس کی نفی ہو جانے اور نفس کی فنا و بقا کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۴۲

مکتوب ۸۰: شیخ بایزید کے نام اُن کے واقعات کی تعبیر میں اور اس بیان میں کہ بشری تقاضے ظاہر سے دُور نہیں ہوتے اور استغفار کے فضائل میں تحریر فرمایا۔ ۱۴۴

مکتوب ۸۱: مولانا محمد حنیف کے نام مراقبات کو خاص طرز میں بیان کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۱۴۵

www.maktabah.org

مکتوب ۸۲: حاجی نظام کولابی کے نام اختصار کے طور پر طریقے کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۴۶

مکتوب ۸۳: میرزا محمد صادق کے نام اس بارے میں کہ معاملہ دو چیزوں یعنی صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اتباع اور شیخ مقتدا کی محبت پر موقوف ہے اور قضا وقدر کے مسئلہ کی تشریح میں تحریر فرمایا۔ ۱۴۷

مکتوب ۸۴: مولانا عارف لاہوری کے نام فنائے لطائف کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۵۳

مکتوب ۸۵: شیخ بایزید سہارنپوری کے نام اطمینانِ نفس کی تحقیق اور ان کے واقعات کی تعبیر میں تحریر فرمایا۔ ۱۵۵

مکتوب ۸۶: سیادت پناہ میر مظفر حسین کے نام عشق وشوق اور عدم حصول کے درد کے بیان میں اور محبت جو کہ معیت کا ثمرہ دینے والی ہے اس کی تکمیل پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۱۵۶

مکتوب ۸۷: فقیر حقیر شرف الدین حسین کے نام مطلوب کی حقیقت سے ناامیدی اور غیب وشہود کی تفصیل اور کمالاتِ نماز کے متعلق بعض امور اور اس کی حقیقت کے متعلق اشارات کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۵۹

مکتوب ۸۸: سیادت پناہ سید علی بارہہ کے نام اوقات کو معمور رکھنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۱۶۱

مکتوب ۸۹: میرک معین الدین کے نام اس بیان میں کہ طالب کو (اپنے) شیخ سے طلب کو ظاہر کرنا ناگزیر ہے اور اس سے طریقِ وصول کا تعین کرانا ایک فضول بات ہے اور اہلِ بدعت سے بچنے کے بیان میں تحریر فرمایا۔ 〃

مکتوب ۹۰: صلاح آثار حافظ پیر محمد کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ مقصد کے طالب کو وحدانی ہونا چاہئے۔ ۱۶۳

مکتوب ۹۱: سیادت مآب سید محمد اسرائیل کے نام اس بیان میں کہ نفس کی شرارت عدم کی شرارت اور ابلیس کی شرارت سے زیادہ ہے اور فنا واطمینانِ نفس کی تحقیق اور شیخ اکبر کے قائل ہونے کی توضیح کے بارے میں تحریر فرمایا۔ 〃

مکتوب ۹۲: شیخ حسین منصور کے نام ان کے بلند احوال و اذواق کی شرح میں مع ولایتِ علیا کی بشارت کے تحریر فرمایا۔ ۱۶۶

مکتوب ۹۳: بدر بیگ سمرقندی کے نام ذکر پر ہمیشگی کی ترغیب اور جو کچھ اس پر مرتب ہوتا ہے اس کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۱۶۷

مکتوب ۹۴: خواجگان اشرف خواجہ محمد مومن برہانپوری کے نام فنائے قلب و فنائے نفس کی تحقیق اور لا الٰہ الا اللہ کی حقیقت اور حالتِ نماز کی غیر حالتِ نماز پر فوقیت رکھنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۱۶۸

مکتوب ۹۵: سید علی بارہہ کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ عمل میں اخلاص اور اطمینانِ نفس صوفیائے کرام کی صحبت سے وابستہ ہے۔ ۱۷۰

مکتوب ۹۶: سید نور محمد کے نام معرفت پر رغبت دلانے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۱۷۱

www.maktabah.org

مکتوب ۹۷: مولانا جان محمد دہلی کے نام ولایات سہ گانہ کی تحقیق اور اطمینانِ نفس کی حقیقت اور شرحِ صدر اور عالمِ امر و عالمِ خلق کے لطائف کے کمالات اور ہر شخص کے نصیب کے تعین اور کمالاتِ نبوت کی تحقیق اور (کمالاتِ) ولایت پر اس کی فضیلت کے بارے میں اور اذکار و تلاوتِ قرآن و نماز کے نتیجہ کے بیان اور اس مقام کے بیان میں کہ جس میں کمالات کا افاضہ محض فضل کے ساتھ ہے نہ کہ عمل کے ساتھ اور اس مقام کے بیان میں جو کہ اس کے اوپر ہے تحریر فرمایا۔ ۱۷۱

مکتوب ۹۸: حافظ محمد شریف لاہوری کے نام وعظ و نصیحت کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۷۴

مکتوب ۹۹: سید نور محمد کے نام نصائح اور یادداشت کے معنی کی تحقیق میں تحریر فرمایا۔ ۱۷۵

مکتوب ۱۰۰: سیادت پناہ امیر خان کے نام معرفت حاصل کرنے پر رغبت دلانے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۱۷۶

مکتوب ۱۰۱: سیادت و نقابت پناہ میرزا خان کے نام ارسال کردہ رسالے کے مطالعہ پر ترغیب دینے کے بارے میں جو کہ اذکار و ادعیہ کے فضائل پر مشتمل ہے اور طریقۂ انابت (سلوک) و طریقۂ اجتباء (جذبہ) کے درمیان فرق کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۷۷

مکتوب ۱۰۲: مخدوم زادہ عالی منقبت شیخ ابوالقاسم کے نام بعض ان احوال و اذواق کے جواب میں جو کہ حقیقتِ کعبۂ ربانی سے تعلق رکھتے تھے اور ان دو شبہات کے حل میں تحریر فرمایا جو کہ حضرت مجدد الفِ ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں کئے تھے۔ ۱۷۹

مکتوب ۱۰۳: سیادت پناہ میر مفاخر حسین کے نام اس بیان میں تحریر فرمایا کہ انفس آفاق کی طرح مطلوب کے پانے سے محروم ہے انفس سے بھی گذر جانا چاہئے تاکہ وصل کے گلستان سے کوئی پھول چن سکے ۱۸۱

مکتوب ۱۰۴: سیادت پناہ میرزا خان کے نام اذکار و اوراد و اخذ طریقہ پر رغبت دلانے اور صحبت کی شرائط کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۸۲

مکتوب ۱۰۵: صوفی محمد زاہد جدید الاسلام قدیم کے نام اس شبہ کے حل میں تحریر فرمایا جو کہ انھوں نے واجب تعالیٰ کی صفات کی عینیت و غیریت پر کیا تھا اور یہ کہ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ نے کس کو اختیار کیا ہے ۱۸۳

مکتوب ۱۰۶: مولانا برخوردار کابلی کے نام واقعہ کی تعریف اور غائبانہ طریقہ طلب کرنے کی درخواست اور ضروری نصیحتوں کے بارے میں اور اس بات کے حل میں کہ بیش قیمت لباس پہننا سالک کے شغل کا مانع ہے یا نہیں اور باوجود دیکہ قمیص (ایک عمدہ قسم کا لباس) کو انجانیہ (ایک قسم کا معمولی لباس) سے بدلنے کی حدیث اور جبہ کا تسمیہ بدلنے کی حدیث سے اس (عمدہ لباس) کا منع ہونا مفہوم ہوتا ہے اور اس بیان میں کہ ظالموں اور بدعتیوں کے گھر سے کھانا کھانا جائز ہے یا نہیں اور اس بیان میں کہ اس طریقہ میں پیری و مریدی کرنا بدعت ہے یا نہیں۔ ۱۸۵

مکتوب ۱۰۷: میر محمد نعمان کے نام ان کے احوال و اذواق کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۹۳

www.maktabah.org

مکتوب ۱۰۸: سعادت و نقابت پناہ میر عماد کے نام اس سوال کے جواب میں تحریر فرمایا جو انھوں نے واجب تعالیٰ کے موجود ہونے کی حقیقت اور ممکنات کے ساتھ اس کی نسبت کے بارے میں کیا تھا۔ ۱۹۴

مکتوب ۱۰۹: شیخ حسین منصور کے نام فنائے نفس و تجلیٔ صفات و ذات اور فانی کے رجوع و عدم رجوع کی تحقیق میں اور اس بارے میں کہ فنائے قلب نفسِ امارہ کی اصلاح کو شامل ہے اگرچہ وہ اطمینان تک نہ پہنچے اور نماز کے کچھ کمالات کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۹۸

مکتوب ۱۱۰: صلاح آثار عبد الحکیم (لاہوری) کے نام وعظ و نصائح اور نیک لوگوں کے حالات کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۰۳

مکتوب ۱۱۱: محمد حسین کابلی کے نام درود شریف کی ترغیب کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۱۳

مکتوب ۱۱۲: محمد میرک گزبرداد کے نام اوقات کو معمور رکھنے کا شوق دلانے اور پرہیزگاری و تقویٰ پر رغبت دلانے کے بارے میں تحریر فرمایا ″

مکتوب ۱۱۳: ماہ جیو کے نام طریقہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۱۴

مکتوب ۱۱۴: فضائل مآب مولانا بدر الدین کے نام طریقہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۱۷

مکتوب ۱۱۵: شیخ ولی محمد تہی (جہتی) کے نام دفع نزع کی تعبیر میں تحریر فرمایا۔ ۲۱۹

مکتوب ۱۱۶: محمد امین لاہوری کے نام اُن کے سوالوں کے جواب اور وحیِ قطعی کے نازل ہونے کی تحقیق میں تحریر فرمایا۔ ۲۲۰

مکتوب ۱۱۷: حافظ محمد صادق کابلی کے نام (ان کے) خط کے جواب اور طالبین کو فائدہ پہنچانے کی ترغیب دینے کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۲۳

مکتوب ۱۱۸: حقائق و معارف آگاہ حضرت شاہ جیو کے نام شوق و آلامِ فراق کے اظہار اور محبت کے دقائق سے قدرے آگاہ کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ″

مکتوب ۱۱۹: حقائق و معارف آگاہ مخدوم زادۂ عالی مرتبہ شیخ عبد الاحد کے نام اس بات کے جواب میں کہ سالک نماز کے دوران کس چیز کی طرف متوجہ ہو اور نمازِ وسطیٰ و ساعتِ جمعہ و اسمِ اعظم کے مبہم ہونے اور سرہند کی مسجد کی فضیلت و بزرگی کے بارے میں اور اس بیان میں تحریر فرمایا کہ حقیقتِ قرآنی اور نزول بلا کیف کس چیز سے عبارت ہے۔ ۲۲۵

مکتوب ۱۲۰: شیخ حسین منصور کے نام اُن کے سوالات کے جواب میں تحریر فرمایا۔ ۲۳۱

مکتوب ۱۲۱: مخدوم زادہ شیخ ابو القاسم کے نام خلت اور اس کے لوازم کے درمیان فرق اور بعض کیفیات کے جواب میں جو کہ انھوں نے لکھی تھیں تحریر فرمایا۔ ۲۳۳

مکتوب ۱۲۲: ملا موسیٰ کے نام ان کے واردات و احوال کے جواب میں جو کہ انھوں نے لکھے تھے اور مطلوب کے ماورا ہونے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۳۵

www.maktabah.org

مکتوب ۱۲۳: مخدوم زادہ عالی قدر معدن الحقائق ابوالقاسم کے نام دوستوں کی غلطیوں کو معاف کر دینے اور چغلخور کی بات سننے سے منع کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۳۶

مکتوب ۱۲۴: ہمت خاں کے نام مواعظ و نصائح کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۳۷

مکتوب ۱۲۵: محمد معصوم کے نام ذکر و تفکر کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۳۸

مکتوب ۱۲۶: مولانا فصیح الدین کے نام واقعہ (حال) کی تعبیر اور بعض مقامات لطائف کی تحقیق میں تحریر فرمایا۔ ۲۳۹

مکتوب ۱۲۷: میر محمد امین بخاری کے نام ان کے واقعہ (حال) کی تعبیر کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۴۱

مکتوب ۱۲۸: حضرت ایشاں (عروۃ الوثقیٰ) کے ہمشیرہ زادہ حاجی شیخ محمد فضل اللہ کے نام وعظ و نصیحت کے بیان میں تحریر فرمایا۔ 〃

مکتوب ۱۲۹: مخدوم زادہ گرامی حقائق و معارف آگاہ شیخ ابوالقاسم کے نام نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۴۲

مکتوب ۱۳۰: خواجہ احمد بخاری کے نام قرآن (پاک) کے فضائل اور اس واقعہ (حال) کی تعبیر میں تحریر فرمایا جو انھوں نے لکھا تھا۔ 〃

مکتوب ۱۳۱: خواجہ عبداللہ کلابی کے نام ذکر جہر وغیرہ کی مجلس میں حاضر ہونے کے بارے میں ان کے استفسار کے جواب میں تحریر فرمایا۔ ۲۴۴

مکتوب ۱۳۲: سیادت پناہ حاجی محمد عاشور بخاری کے نام اس بیان میں کہ طالبوں کے اجتماع میں نیت کی تصحیح ضروری ہے اور خالق و مخلوق میں خالق اور مخلوق ہونے کے سوا کوئی نسبت نہیں ہے اور صراطِ مستقیم کی ہدایت کے معنی میں تحریر فرمایا۔ ۲۴۵

مکتوب ۱۳۳: جان محمد بیگ کولابی کے نام اُن کے عریضہ کے جواب میں جو کہ کیفیات و احوال پر مشتمل تھا اور اس بیان میں تحریر فرمایا کہ احوال بشارات میں حصول پر دلالت نہیں رکھتے۔ ۲۴۶

مکتوب ۱۳۴: حقائق آگاہ حاجی حبیب اللہ حصاری ثم البخاری کے نام اس بارے میں کہ ابتداء میں ظاہر باطن کے رنگ میں رنگا ہوا ہوتا ہے اور باطن کی منتقل ہونے کے بعد ظاہر گرد آلودہ نظر آتا ہے اور ممکن کی ذات کے عدم ہونے اور حقیقتِ کعبہ و حقیقتِ خُلت و حقیقتِ صلوٰۃ و حقیقتِ قرآنی و حقیقتِ محمدی اور ان کی تعبیرات اور ان کے مناسب امور کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۴۸

مکتوب ۱۳۵: صوفی سعداللہ کابلی کے نام تحریر فرمایا۔ ۲۵۰

مکتوب ۱۳۶: خواجہ محمد شریف بخاری کے نام تحریر فرمایا۔ ۲۵۲

مکتوب ۱۳۷: شیخ جنید چشتی کے نام ان کے احوال کی تعبیر اور ضروری نصائح و ذکر خاتم عشرہ کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۵۲

مکتوب ۱۳۸: حاجی سلیم بلخی کے نام تحریر فرمایا۔ ۲۵۷

www.maktabah.org

مکتوب ۱۳۹: شیخ بایزید سہارنپوری کے نام اُن کے مکتوب کے جواب میں تحریر فرمایا۔	۲۵۸
مکتوب ۱۴۰: حضرت ایشاں (عروۃ الوثقیٰ) کے برادر زادہ شیخ خلیل اللہ کے نام قربِ فرائض و قربِ نوافل کے بیان میں تحریر فرمایا۔	۲۶۰
مکتوب ۱۴۱: شیخ محمد باقر لاہوری کے نام ان کے مکتوب کے جواب میں تحریر فرمایا۔	۲۶۲
مکتوب ۱۴۲: شیخ ولی چشتی کے نام اُن کے مکتوب کے جواب میں تحریر فرمایا۔	″
مکتوب ۱۴۳: محمد رؤف کابلی کے نام اُن (کے مکتوب) کے جواب میں تحریر فرمایا۔	۲۶۴
مکتوب ۱۴۴: سیادت پناہ سید محمد علی بارہہ کے نام تحریر فرمایا۔	۲۶۵
مکتوب ۱۴۵: مخدوم زادگی جامع کمالاتِ صوری و معنوی نعم الخلف شیخ محمد اشرف کے نام حضورِ قلب کے حاصل ہونے کے بارے میں جو کہ ذکر سے بالاتر اور فنائے قلب سے تعبیر کیا جاتا ہے مع آں سرورِ دین و دنیا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے خاص بشارت کے تحریر فرمایا۔	۲۶۶
مکتوب ۱۴۶: نیز مخدوم زادہ عالی درجہ صاحب کمالاتِ اصلیہ نعم الخلف شیخ محمد اشرف کے نام کمالاتِ نماز اور اس کے فضائل اور عدمِ محض کے ساتھ ملحق ہونے کی بشارت کے بارے میں تحریر فرمایا۔	″
مکتوب ۱۴۷: حافظ محمد شریف لاہوری کے نام تحریر فرمایا۔	۲۶۷
مکتوب ۱۴۸: مولانا محمد حنیف کے نام ان کے اور ان کے دوستوں کے احوال کی شرح میں مع بشارتِ عالی تحریر فرمایا۔	۲۶۸
مکتوب ۱۴۹: سیادت پناہ سید ابوالخیر شاہ آبادی کے نام تحریر فرمایا۔	۲۶۹
مکتوب ۱۵۰: سیادت پناہ میر محمد ابراہیم کے نام تحریر فرمایا۔	۲۷۰
مکتوب ۱۵۱: نیز سیادت پناہ میر محمد ابراہیم کے نام تحریر فرمایا۔	۲۷۱
مکتوب ۱۵۲: نیز سیادت پناہ میر محمد ابراہیم کے نام تحریر فرمایا۔	۲۷۲
مکتوب ۱۵۳: سیادت پناہ میر محمد اسحٰق کے نام تحریر فرمایا۔	۲۷۳
مکتوب ۱۵۴: نیز سیادت پناہ میر محمد اسحٰق کے نام تحریر فرمایا۔	۲۷۴
مکتوب ۱۵۵: فضائل مآب محمد امین حافظ آبادی کے نام تحریر فرمایا۔	۲۷۶
مکتوب ۱۵۶: جان محمد بیگ کولابی کے نام تحریر فرمایا	۲۷۷
مکتوب ۱۵۷: محمد شاہ گرز بردار کے نام تحریر فرمایا۔	۲۷۸
مکتوب ۱۵۸: میرک معین الدین کے نام تحریر فرمایا۔	۲۷۹

تمت

www.maktabah.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

مُقدّمہ

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی انبیائہ المرسلین خصوصاً علی اشرفہم و خاتمہم سیدنا محمدن المصطفیٰ احمد المجتبیٰ وعلیٰ آلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین ۔ اما بعد

کچھ عرصہ قبل حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ کے مکتوباتِ شریفہ کے دفتر اول کا اردو ترجمہ ناظرین کی خدمت میں پیش کیا جا چکا ہے، حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا بیحد شکر و احسان ہے کہ اس نے اس ناچیز کوشش کو عوام و خواص میں شرفِ قبولیت عطا فرمایا اور بزرگوں، دوستوں اور احبابِ اکابر نے اس کی تحسین فرما کر اس عاجز اور ادارہ مجددیہ کی حوصلہ افزائی فرمائی، جزاہم اللہ عنا خیر الجزاء۔

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا مزید فضل و کرم ہے کہ ہم جلدی ہی اس قابل ہو گئے کہ مکتوباتِ معصومیہ کے دفتر دوم کا اُردو ترجمہ بھی قارئینِ کرام کی خدمت میں پیش کر سکیں چنانچہ حسبِ سابق ترجمہ میں زبان کی سلاست و عمدگی کا خاص طور پر خیال رکھا گیا ہے، ترجمے کے الفاظ کو اصل فارسی الفاظ سے ہٹنے نہیں دیا گیا اور حتی الامکان قریب تر الفاظ میں ترجمہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ اُن کا مفہوم من وعن باقی رہے، فارسی مطبوعہ نسخے کے صفحات بھی حاشیہ میں دیدیئے گئے ہیں کہ اگر کوئی صاحب فارسی مکتوبات سے رجوع کرنا چاہیں تو تلاش میں زحمت نہ ہو، مکتوباتِ شریفہ میں آئی ہوئی آیاتِ مبارکہ کی سورت و آیت کا نمبر بھی حاشیہ میں دیدیا گیا ہے، اور ان میں جو احادیثِ شریفہ آئی ہیں ان میں سے جن کا حوالہ مل سکا ہے وہ حاشیہ میں لکھ دیا ہے اور امام ربانی حضرت مجدد الفِ ثانی قدس سرہٗ کے مکتوباتِ شریفہ کی جہاں جہاں عبارتیں آئی ہیں اُن میں سے جن کا حوالہ مل سکا ہے وہ بھی حاشیہ میں درج کر دیا گیا ہے، نیز آیات و اشعار کا ترجمہ بھی سلیس و شگفتہ زبان میں کیا گیا ہے۔ مطبوعہ نسخہ میں اغلاط کی وجہ سے ترجمہ کرنے میں کافی مشکلات پیش آتی رہی ہیں اور اُن کو حل کرنے کی حتی الامکان کوشش کی گئی ہے، اسقدر کوشش کے باوجود اگر اس میں کوئی غلطی ہو گئی ہو تو عاجز معذرت خواہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے بھی عفو و کرم کا امیدوار ہے۔ قارئینِ کرام سے درخواست ہے کہ جہاں کہیں غلطی پائیں اس بے بضاعت کی کم علمی پر محمول کرتے ہوئے صفحہ و سطر کے ساتھ مع تصحیح اس کی نشاندہی سے مطلع فرما کر مشکور فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں اس کی اصلاح کی جا سکے، یہ عاجز ان کا ممنونِ احسان ہوگا اور وہ ثوابِ دارین کے مستحق ہوں گے۔

www.maktabah.org

اگرچہ ہماری یہ کوشش اس قابل تو نہیں ہے کہ آپ حضرات سے دادِ تحسین حاصل کر سکے لیکن ان مکتوباتِ عالیہ کے مضامین اسقدر اعلیٰ و ارفع، جامع و واضح، مستند و نافع اور بابرکت و پرلذت ہیں کہ اُن کے لئے کسی تحسین کرنے والے کی تحسین کی قطعاً ضرورت نہیں ہے کیونکہ ان مکتوباتِ عالیہ میں ہر ایک مکتوب شریعت و طریقت، حقیقت و معرفت، اسرارِ عجیبہ و علوم غریبہ کا بیش بہا خزانہ اور ادب و انشاء کا اعلیٰ شاہکار ہے ؎

ففی کل لفظ منہ روض من المنیٰ　　وفی کل سطر منہ عقد من الدرر

[پس اس کے ہر ہر لفظ میں تمناؤں کا ایک باغ (مضمر) ہے اور اس کی ہر ہر سطر میں موتیوں کا ایک ہار (پرو رہا) ہے]

مکتوباتِ شریفہ کے دفترِ دوم کو حضرتِ عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کے صاحبزادے حضرت خواجہ سیف الدین قدس سرہٗ کے حکم کے مطابق حضرت مولانا شرف الدین حسین بن میر عماد الدین محمد الحسینی الہروی قدس سرہ نے جمع و تدوین کا کام انجام دیا اور اس کا تاریخی نام "وسیلۃ السعادت" رکھا جس سے ان کے جمع و ترتیب کی تکمیل کا سال نکلتا ہے (۱۰۷۲ھ) جیسا کہ ان کے فارسی دیباچے سے ظاہر ہے۔

یہ عاجز جملہ معاونین حضرات خصوصاً جناب ڈاکٹر خان رشید صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ پروفیسر سندھ یونیورسٹی اور جناب مولانا عبدالستار صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ فاضل دیوبند ایم اے اسلامیات اور دیگر معاونین حضرات کا بہت ہی ممنون ہے کہ جنھوں نے اپنے قیمتی مشوروں سے اس ترجمہ کی اصلاح میں اس عاجز کی مدد فرمائی اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر فی الدارین نصیب فرمائے آمین۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس ناچیز مساعی کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہ کی تعلیمات کو سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی سعادت سے ہم سب مسلمانوں کو اور تمام عالمِ اسلام کے مسلمانوں کو بہرہ ور فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم وصلى الله تعالىٰ علىٰ خير خلقه سيدنا ومولانا محمد واله واصحابه اجمعين برحمتك يا ارحم الراحمين ٭ سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين۔

الراجی الی ربہ الرحیم

خاکسار سید زوار حسین عفی عنہ و غفر لہ ولوالدیہ

دوشنبہ یکم رجب المرجب ۱۳۹۹ھ مطابق ۲۸ مئی ۱۹۷۹ء

www.maktabah.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ[1]

١٦ط

اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی بارگاہِ مقدس اس سے بالاتر ہے کہ فکر کا ہاتھ اس کی حمد و ثنا کے دامن تک پہنچ سکے، لا احصی ثناء علیك انت کما اثنیت علی نفسك [میں تیری ثنا کا احاطہ نہیں کرسکتا تو ایسا ہے جیسا کہ تو نے اپنی تعریف خود کی ہے] ممکن واجب سے متعلق کیا جانے اور محدود لامحدود کے بارے میں کیا تلاش کرے پس وہ ذات پاک ہے جس نے اپنی معرفت اور ثنا سے عاجزی کے سوا کوئی راستہ اپنی طرف نہیں بنایا پس یہاں عجز و قصور کا اعتراف ہی کمالِ معرفت اور عینِ ثنا ہے ؎

---

[1] بعض مخطوطات میں یہ دیباچے بھی (زبانِ فارسی) مندرج ہیں:- (۱) حمد بے حد بارگاہِ خداوندی جل جلالہ سلطانہٗ وعم احسانہٗ کے لئے ہے کہ اولین و آخرین کی تعریفیں اس کی تحمید کا دیباچہ ہیں اور ملاءِ اعلیٰ کے مقربین کا تعظیم کرنا اس کی تعظیم کی ابجد ہے، قبولیت کے فرش پر باریابی حاصل کرنے والوں کی دولت اس کے لطف و کرم سے ہے اور کامل عارفوں کی معرفت اس کی معرفت سے عاجز ہوتا ہے، وہ ذات پاک ہے جس نے مخلوق کے لئے اپنی معرفت سے عاجز ہونے کے سوا اپنی معرفت کی طرف کوئی راستہ نہیں بنایا ؎

سبحان خالقی کہ صفاتش زکبریا ... برخاک عجز می فگند عقل انبیاء

گر صد ہزار سال ہمہ خلق کائنات ... فکرت کنند در صفت عزتِ خدا

آخر بعجز معترف آئند کاے الٰہ ... دانستہ شد کہ ہیچ ندانستہ ایم ما

[وہ خالق ایسی ذات پاک ہے کہ جس کی صفات اپنی بزرگی و عظمت کی وجہ سے انبیائے کرام کی عقل کو (بھی) عاجزی کی خاک پر گرادیتی ہیں، اگر تمام کائنات کی مخلوق اللہ تعالیٰ کی عزت کی صفت میں ایک لاکھ سال بھی غور و فکر کرے تو آخرکار عاجزی کے ساتھ اس بات کا اعتراف کرے گی کہ اے الٰہ العالمین! ہم نے جان لیا کہ ہم نے کچھ بھی نہیں جانا ہے]

(۲) بے حد حمد اور بے اندازہ شکر خاص اس منعم کے لئے ہے کہ جس نے حضرت محمد مصطفےٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات کی سنتِ منورہ کو طریقۂ عجیبۂ احمدیہ کے ذریعہ، اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ان کی روح کو تازگی عطا فرمائے اور تمام جہان والوں پر ہمیشہ ان کے فیض کو جاری فرمائے، تجدید فرمائی اور اولین کی نسبت کو آخرین میں اسی تر و تازگی کے ساتھ جلوہ گر کیا اور حضرت محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر صلوات طیبات ہوں جو کہ عمدۂ کائنات اور زبدۂ موجودات ہیں ؎

خواجۂ لولاک و سلطانِ رسل ... مقتدا و رہنمائے جزو کل

[آپ لولاک کے مالک اور رسولوں کے سلطان ہیں اور آپ جزو کل کے پیشوا و رہنما ہیں]۔

www.maktabah.org

ہر کس برہ ثنائے او مرکب راند | بر عجز و قصور معترف درہ ماند
این جاست کہ خاتم رسل خیر بشر | باآں شرف و کمال لا احصی خواند

[جس شخص نے اس کی تعریف کے راستہ پر سواری کو چلایا اپنے عجز و قصور کا اعتراف کرتے ہوئے راستہ میں رہ گیا، یہی وجہ ہے کہ خاتم الانبیاء خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود شرف و کمال کے باوجود لا احصی (میں احاطہ نہیں کر سکتا) فرمایا] اور حضرت فخر مخلوقات علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کے کمال کی چوٹی اس سے بالاتر ہے کہ مرغ فکر آپ کی نعت و تعریف کی چوٹی تک پرواز کر سکے، رب تعالیٰ کی بارگاہ سے لولاک لما خلقت الافلاک [اگر تو نہ ہوتا تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا] آپ کے حال کی تعریف ہے، اور لولاک لما اظہرت الربوبیۃ [اگر تو نہ ہوتا تو میں ربوبیت کو ظاہر نہ کرتا] آپ کے کمال کی شرح ہے، ایجادِ کائنات اس کے لئے ہے اور مخفی چیزوں کو موجود کرنے والا اس کی رضا کا طالب ہے، بیت

شاہی کہ نیست قوتِ بازوئے مرغِ فکر | شائستہ عروج باوجِ کمالِ او
آنرا کہ در کتاب ثنا گفت ذوالجلال | کے آید از من و تو ثنا حسبِ حالِ او
ہر دم صلوٰۃ بے حد و تسلیم بے عدد | از ما بروحِ حضرتِ او باد و آلِ او

[وہ ایسا بادشاہ ہے کہ فکر کے پرندے کی قوتِ بازو اس کے کمال کی بلندی تک عروج کرنے کے قابل نہیں ہے، جس کی تعریف ذوالجلال (اللہ تعالیٰ) نے (اپنی) کتاب (قرآن مجید) میں فرمائی ہے مجھ اور تجھ سے (اور کسی مخلوق سے) اس کے حال کے بموجب تعریف کب ہو سکتی ہے، ہماری طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل کی روحِ مبارک پر ہر وقت بے حد صلوٰۃ (درود) اور بے شمار سلام پیش ہو]

اما بعد، صاحبِ قوت اللہ تعالیٰ کا سب سے ضعیف بندہ شرف الدین حسین بن میر عماد الدین محمد الحسینی الہروی، اللہ سبحانہ ان دونوں کی عاقبت کو بہتر کرے، عرض کرتا ہے کہ جب یہ مکتوبات قدسی آیات کہ جن میں سے ہر ایک مکتوب معرفت کے دفینوں میں سے ایک دفینہ اور رحمت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے، نہایاتِ ولایت کا ایک بیان اور کمالاتِ نبوت کا ایک ترجمان ہے، اصالت کے اسرار اس سے نمایاں اور مقاماتِ قیومیت اس سے ظاہر ہیں ۔۔۔ دفتر اول کی تکمیل کے بعد حضرت قدوۃ الاولیا امام الاصفیا کے قلمِ فیض رقم سے جو کہ محققین کیلئے سند اور مدققین (باریک بینوں) کے لئے دلیل ہیں، قیومیت کی خلعت سے سرفراز اور اصالت کی بزرگی سے مشرف ہیں، ولایتِ اصلیہ کے مالک اور وراثتِ معنویہ کے ساتھ انبیاء کے وارث ہیں، مخلوق کو اللہ تعالیٰ کے راستہ کی طرف رہنمائی کرنے والے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا

www.maktabah.org

بیّن معجزہ ہیں، آیاتِ متشابہات کے اسرار سے واقف اور مقطعات کے رموز کو جاننے والے ہیں: انوارِ الٰہیہ کا مطلع اور ولایتِ احمدیہ سے موصوف ہیں، مرجعِ اوتاد، قطبِ ارشاد، انسانِ کامل اور فردِ جامع، امامِ ہمام، مخلوق میں حضرت خاتم الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خلیفہ، نسباً فاروقی حسباً محمدی اور مولداً سرہندی ہیں ؎

(۱) آنکہ نامش بزبان بردنم از بے ادبی ست — گرچہ ذراتِ تنم جملہ بنامش گویاست

(۲) لیک ازاں جاکہ زبان نیز سعادت طلب ست — گر بایں نامِ شریفش نرسانم زجفاست

(۳) قطبِ حق ہادیٔ دین خواجہ محمد معصوم — آنکہ پیشش بتواضع قدِ افلاک دوتاست

(۴) ظاہرش جملہ بانوارِ شریعت روشن — باطنش جملہ باسرارِ حقیقت داناست

(۵) قطع شد بر قدِ او خلعتِ قیومیت — آرے ایں خلعتِ فاخر بچنیں قد زیباست

[اُے وہ کہ جن کا نام زبان پر لانا میرے لئے بے ادبی ہے، اگرچہ میرے جسم کے ذرات ان کا نام لیتے ہیں۔ (۲) لیکن چونکہ زبان بھی سعادت طلب ہے اس لئے اگر میں اسے ان کے نام مبارک تک نہ پہنچاؤں تو ظلم ہے۔ (۳) وہ قطبِ حق ہادیٔ دین خواجہ محمد معصومؒ ہیں کہ جن کے سامنے افلاک کا قد تواضع کے ساتھ جھکا ہوا ہے۔ (۴) اُن کا ظاہر انوارِ شریعت کے ساتھ روشن، ان کا تمام باطن اسرارِ حقیقت کو جاننے والا ہے۔ (۵) اُن کے قد کے مطابق قیومیت کا خلعت قطع کیا گیا ہے بیشک یہ خلعتِ فاخرہ ایسے ہی قد کے لئے زیبا ہے]۔

اللہ تعالیٰ اُن کے ارشاد کے ظلال کو اہلِ عالمین کے سروں پر ہمیشہ (قائم) رکھے اور سید المرسلین صلوات اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ اجمعین کے طفیل ہمیں اُن کے انوار سے مستفید فرمائے۔ (جب یہ مکتوبات) ضبطِ تحریر میں آئے تو عجیب اسرار اور نادر علوم نے کہ جن کا حاصل ہونا انوارِ نبوت سے اقتباس کے بغیر امکان کے احاطے سے باہر ہے، غیبِ احدیت کے پردہ سے ظہور کے تخت پر جلوہ فرمایا ۱۸ اور سعادت مند مخاطبین اور بلند بخت سامعین کے دل کی قوت اور جان کی خوراک ہو گئے۔ مثنوی

(۱) نامہ ہا بانجوم راہ نماست — تافتہ از سپہرِ مجد و عُلا

(۲) ہر یکے نوگلے زگلشنِ فیض — ہر یکے گوہرے زکانِ عطا

(۳) ہر یکے رشحۂ زابرِ کرم — کردہ سرسبز کشتِ صدق وصفا

(۴) ہر یکے مثلِ آیتِ رحمت — گشتہ نازل زآسمانِ وفا

[(۱) (اُن کے) مکتوبات ستاروں کی مانند راہ نما ہیں (جو) بزرگی اور بلندی کے آسمان سے چمک رہے ہیں (۲) اُن میں سے) ہر ایک فیض کے گلشن کا نیا پھول ہے، ہر ایک بخشش کی کان کا موتی ہے۔ (۳) ہر ایک ابرِ کرم کا ترشح ہو

www.maktabah.org

(جس نے) صدق وصفا کی کھیتی کو سرسبز کر دیا ہے۔ (۴) ہر ایک (مکتوب) آیتِ رحمت کی مانند ہے جو کہ وفا کے آسمان سے نازل ہوا ہے]

حق بات یہ ہے کہ (یہ مکتوبات) ہدایت کی کان کے تابدار جواہرات اور عنایت کے سمندر کے چمکدار موتی ہیں کہ ارباب نہایت وکمال کا ہاتھ اور دامن اُن کے شمل سے خالی ہے اور صاحبانِ کشف وشہود اہلِ نظر واستدلال کی مانند ان کے ادراک سے عاجز وقاصر ہیں، اگرچہ مجھ ہیچمدان کو کسی لحاظ سے بھی اس بات کی لیاقت وقابلیت نہیں ہے کہ میں اُن کے جمع کرنے میں پیش روی اور اس امرِ عظیم میں پیش قدمی کر سکتا لیکن چونکہ مخدوم ومخدوم زادہ بلند مرتبت، عالی منقبت، نورِ اعظم، عارفِ کامل، حاصلِ اولیا، خلاصۂ اصفیاء، مَظہرِ انوارِ ربانی، مَظہرِ اسرارِ سبحانی، حقائق کو کھولنے والے، دقائق کو حل کرنے والے، نہایت کے کمال اور کمال کی نہایت تک پہنچنے والے، تجلیاتِ جلال وجمال کے مظہر ہے

مخزنِ نقدِ معرفت نقدِ خزینۂ شرف — معدنِ گوہرِ صفا گوہرِ معدنِ کمال
موردِ لطفِ ایزدی ہادیٔ راہِ احمدی — مُظہرِ سِرِّ سرمدی مَظہرِ فضلِ ذوالجلال

[معرفت کی نقدی کا خزانہ، شرافت کے خزانہ کی نقدی، پارسائی کے موتیوں کی کان، کمال کی کان کے موتی۔ اللہ تعالیٰ کے لطف کے موردِ راہِ احمدی کے ہادی، سرِّ ابدی کے مُظہر، فضلِ ذوالجلال کے مَظہر]

تعریف کرنے والوں کی تعریف سے بے نیاز، حق، ملت اور دین کی تلوار، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ان کی طویل زندگی کے ساتھ فائدہ پہنچائے (انھوں) نے اُس نظرِ عنایت کی بنا پر جو کہ وہ اس بے حاصل کے بارے میں رکھتے ہیں اور جن کی توجہ شریف اس ناکارہ کے احوال کی اصلاح کے ساتھ وابستہ ہے، ان مکتوبات کے جمع کرنے کو جو کہ دراصل دونوں جہان کا سرمایہ ہیں (اس فقیر کو) تفویض فرمایا اور باربار تاکید فرمائی کہ متفرق مکتوبات کو ضبطِ تحریر میں لا کر دوسری جلد ترتیب دی جائے۔ آں جناب کے تعمیلِ ارشاد کو بسر وچشم قبول کرتے ہوئے اس عظیم الشان کام کو شروع کر دیا، امیدوار ہے کہ اس تعمیلِ ارشاد کی برکات فی الحال وفی المآل اس خود کامی کی تنگی کے گرفتار کی رہنمائے حال ہو کر خودی وخود پرستی کے کوچے سے رہائی دلا دیں گے۔ اور اس کتابِ مستطاب کا جمع کرنا جس کا نام وتاریخ اختتام* وسیلۃ السعادۃ (۱۰۲۸) ہے، سعادتِ حقیقی تک پہنچنے کا وسیلہ ہو جائے گا۔ ۱۹

(اس کتاب کے) پڑھنے اور سننے والوں سے یہ التماس ہے کہ جب ان اسرارِ غیبی کے مطالعہ سے ان کی زندگی سنور جائے تو دعا وفاتحہ سے ان کے جامع کی مدد فرمائیں کیونکہ ان کے جمع کرنے سے مقصود

www.maktabah.org

آخرت کا نفع ہے اور الفاظ کے دقیق ہونے اور معنی کے بلند ہونے کی وجہ سے جو کچھ سمجھ میں نہ آئے اس کے علم کو کہنے والے کی طرف لوٹا دیں اور ردّ و انکار سے پیش نہ آئیں، اور وسیلۃ السعادت کو اپنے حق میں وسیلۃ الشقاوت نہ بنائیں کیونکہ اس بزرگ گروہ کا منکر ابدی ہلاکت میں گرفتار اور دائمی خسارہ میں مبتلا ہے، یہی حق ہے، پس حق کے بعد سوائے گمراہی کے اور کیا ہے۔ مثنوی

(۱) یارب چہ کتاب مستطاب ست — کز ہر ورقیش فتح باب ست
(۲) مفتاح کنوزِ مشکلات ست — تفسیر رموزِ مجملات ست
(۳) گنجے ست مصابح الحکم را — شرحے ست جوامع الکلم را
(۴) جاں بخش تر از زلالِ حیواں — روشن تر از آفتابِ تاباں
(۵) گوئی کہ پری وشیست طنّاز — سرتا بقدم کرشمہ و ناز
(۶) افگندہ ببر شعار مشکیں — تاگشتہ نہاں زچشم بد بیں
(۷) لفظش کہ دقیقہا کند حل — چوں طرۂ مہوشاں مسلسل
(۸) معنیش کہ ہست مایۂ جاں — شیریں چو ادائے خوب رویاں
(۹) ہر صفحۂ او کہ کامِ جان ست — چوں صفحۂ روئے دلبران ست
(۱۰) ہر سطر از و چو گیسوئے حور — از زحمت دستِ ناکساں دُور
(۱۱) ہر بیتے از و کہ دل پسنداست — چوں ابروئے مہوشاں بلنداست
(۱۲) ہست از پے دفع ہر گزندی — ہر نقطہ چو دانۂ سپندی
(۱۳) صاحب نظراں فدائے اویند — جاں باختہ در ہوائے اویند
(۱۴) دلہا شدہ در نظارہ اش مست — جاں بہرِ نثار بر کفِ دست
(۱۵) از نفحۂ ایں گل اہلِ دولت — یابند نسیمِ باغِ جنّت
(۱۶) واں کو نظرِ دانش کوراست — از پرتوِ ایں جمال دُوراست ۲منہ
(۱۷) خفاش بود ہمیشہ نومید — از شعشعۂ جمالِ خورشید
(۱۸) آفاق زمہر شد منوّر — غم نیست اگر ندید شپّر
(۱۹) خورشید اگرچہ بے حجاب ست — از غایتِ نور در نقاب ست
(۲۰) نامش بعقیدت و ارادت — گفتیم "وسیلۃ السعادت"
(۲۱) پرسند اگر زسالِ اتمام — ہم باز تواں شناخت از نام

www.maktabah.org

[اے پروردگار!) یہ کیسی پسندیدہ کتاب ہے کہ جس کے ہر ورق سے (معرفت کا) دروازہ کھلتا ہے۔ (۲) مشکلات کے خزانوں کی کنجی ہے، مجملات کے رموز کی تفسیر ہے۔ (۳) مصابیح حکمت کا خزانہ ہے، جامع کلمات کی ایک شرح ہے۔ (۴) آب حیات سے زیادہ زندگی بخشنے والا ہے، منور آفتاب سے زیادہ روشن ہے۔ (۵) گویا کہ ایک شوخ پری وش ہے (جو) سر سے پاؤں تک کرشمہ ناز ہے۔ (۶) اپنے جسم پر مشکیں بال ڈالے ہوئے ہے تاکہ بد نظر کی نگاہ سے پوشیدہ ہو جائے۔ (۷) اس کے لفظ جو کہ دقیق مسائل کو حل کرتے ہیں حسینوں کی زلف کی مانند مسلسل ہیں۔ (۸) اس کے معنی جو کہ سرمایۂ جان ہیں وہ خوب رووں کی ادا کی مانند شیریں ہیں۔ (۹) اس کا ہر صفحہ جو کہ زندگی کا مقصد ہے دلبروں کے چہرے کا صفحہ ہے۔ (۱۰) اس کی ہر سطر حور کے گیسو کی مانند نااہلوں کی دسترس سے دور ہے۔ (۱۱) اس کا ہر شعر جو کہ دل پسند ہے چاند جیسے حسینوں کی ابرو کی مانند ہے (۱۲) اس کا ہر نقطہ گزند کو دفع کرنے کے لئے رائی کے دانے کی طرح ہے۔ (۱۳) اہل نظر اس کے فدائی ہیں، اس کی آرزو میں جان کی بازی لگائے ہوئے ہیں (۱۴) دل اس کے نظارہ میں مست ہو گئے ہیں، جان نثار کرنے کے لئے ہتھیلی پر رکھے ہوئے ہیں۔ (۱۵) اہل سعادت اس پھول کی خوشبو سے جنت کے باغ کی نسیم پاتے ہیں۔ (۱۶) اور جس کی نظر اس میں اندھی ہے وہ اس جمال کے پرتو سے دور ہے۔ (۱۷) چمگادڑ سورج کے جمال کی روشنی سے ہمیشہ ناامید ہے۔ (۱۸) آفاق سورج سے منور ہو گئے اگر چمگادڑ نے نہیں دیکھا تو غم نہیں ہے۔ (۱۹) آفتاب اگرچہ بے حجاب ہے لیکن کثرتِ نور کے باعث نقاب میں ہے۔ (۲۰) ہم نے اس کا نام عقیدت وارادت کی وجہ سے "وسیلۃ السعادت" رکھا۔ (۲۱) اگر لوگ اس کی تکمیل کا سال دریافت کریں تو بھی اس نام سے پہچان سکتے ہیں۔

www.maktabah.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکتوب ۱

مولانا محمد صدیق و مولانا حسن علی و محمد امین بدخشی کے نام حقیقتِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم و حقیقتِ کعبۂ ربانی کے متعلق اُن کے سوالات کے جواب میں اور پہلی حقیقت کی دوسری حقیقت پر افضلیت اور ان دونوں حقیقتوں کے مراتب کے لائق تحقیقات اور ان دونوں کی شان کی معرفت کے متعلق توضیحات اور جو کچھ ان کے مناسب ہے اس کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ حامدا للہ العظیم ومصلیا علی رسولہ الکریم [اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہوئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو کہ بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے) اَللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ
زمر ۴۶ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْ مَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝ [اے اللہ! اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے! پوشیدہ اور ظاہر کے جاننے والے! آپ ہی (قیامت کے روز) اپنے بندوں کے درمیان اُن امور میں فیصلہ فرمائیں گے جن میں وہ آپس میں اختلاف کرتے تھے]۔

برادران کرام مولانا محمد صدیق و مولانا حسن علی و محمد امین کے مکتوبات شریف یکے بعد دیگرے پہنچ کر اُن کے مضامین واضح ہوئے، دوستوں کو نصیحت کریں کہ جہاں تک ہو سکے فتنے کی آگ کو بجھائیں اور مخالفین کی ایذا رسانی پر صبر کریں اور گستاخی کرنے والوں کو بزرگوں کے باطن کے حوالہ کریں ؂

بادُرد کشاں ہر کہ درافتاد برافتاد　(تلچھٹ (دُرد) پینے والوں کے ساتھ جو شخص بھی اُلجھا اُس نے منہ کی کھائی)

جب اہلِ ارادت ہی سے اس طرح کا ظلم و زیادتی ظاہر ہو تو پھر طریقہ کے مخالفین سے کیا شکایت کی جائے
آل عمران ۱۷۳ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ (ہمیں اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہی اچھا کارساز ہے)۔ اس سے پہلے میاں اللہ داد کے ہمراہ ایک تحریر بھیجی گئی تھی جو کہ ان شاء اللہ تعالیٰ شبہ کے مادہ کو ختم کر دے گی، اس کے پہنچنے پر فتنہ دب جائے گا اور متنازعہ امر باقی نہیں رہے گا، آپ اچھی طرح مطالعہ کریں گے اور حقیقت کو پہنچ جائیں گے، اور (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے) مکتوباتِ جلد اول کا دو سو نواں (۲۰۹) مکتوب جو کہ

www.maktabah.org

۲۱ میر محمد نعمان کے نام ہے اس کا بھی مطالعہ کریں اور تسکین حاصل کریں۔ حاصل کلام چونکہ آپ حضرات نے سوال کیا ہے اس لئے جواب کے بغیر چارہ نہیں رکھتا اور یہ تحریر اس سے خالی نہیں رہنی چاہیئے۔

سوال: ہمارے حضرت عالی قدس سرہٗ نے تحریر فرمایا ہے کہ حقیقتِ کعبۂ ربانی حقیقتِ محمدی کے اوپر ہے، اس سے حقیقتِ کعبہ کا حقیقتِ محمدیؐ سے افضل ہونا لازم آتا ہے، حالانکہ آنسرورِ عالم علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام تمام مخلوقات سے افضل ہیں، لولاہ لما خلق الافلاک ولما اظہر الربوبیۃ [اگر وہ نہ ہوتے تو (اللہ تعالیٰ) آسمانوں کو پیدا نہ کرتا اور (اپنے) رب ہونے کو ظاہر نہ فرماتا] جیسا کہ (حدیثِ قدسی میں) وارد ہوا ہے۔"

جواب: اول یہ کہ حقیقتِ کعبۂ ربانی معبودیت و مسجودیت کے مقام سے پیدا ہوتی ہے اور آنسرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کا کمال عبدیت و عابدیت (بندہ اور بندگی کرنے والا ہونے) کے مقام میں ہے، اس بنا پر ہو سکتا ہے کہ حقیقتِ کعبہ ذاتِ الٰہی جل سلطانہٗ ہو کیونکہ حقیقت میں معبود و مسجود وہی ہے یعنی وہ حقیقت جو اس صورت کی مسجودیت کا منشا (سبب) ہو گئی ہے اور (اس میں) شک نہیں ہے کہ وہ حقیقت ذاتِ حق عز برہانہٗ ہے پس اگر اس حقیقت کو حقیقتِ محمدی پر فوقیت و فضیلت ہو تو کیا خطرے کی بات ہے، اور اس بات کی تحقیق انشاء اللہ تعالیٰ چوتھے جواب میں آئیگی اور معاملہ کی حقیقت واضح ہو جائے گی۔ اور یہ جو (بعض حضرات) کہتے ہیں کہ ممکن جو کہ صورتِ کعبہ ہے اس کی حقیقت بھی ممکن ہی ہونی چاہیئے وہ ذات کس طرح ہو گی۔ **جواب:** ہم کہتے ہیں کہ اس بزرگ گروہ کے طریقہ پر کسی چیز کی حقیقت اس چیز کی ذات اور ما بہ الشیٔ ھو ھو (ماہیت) سے عبارت نہیں ہے بلکہ اس کے وجودی و توابع وجودی فیوض کے مبدأ سے عبارت ہے اور وہ چیز اس کے لئے ظل کی مانند ہے۔ قوم (صوفیائے کرام) کے نزدیک یہ بات مسلّم ہے کہ حقیقتِ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ تعین اول ہے جس کو وحدت کا نام دیا جاتا ہے اور تمام ممکنات کے حقائق کو جو کہ اعیانِ ثابتہ ہیں تعینِ ثانی میں جس کو کہ واحدیت کا نام دیا جاتا ہے ثابت کرتے ہیں اور ان دونوں تعینات کو وجوبی کہتے ہیں اور قدیم جانتے ہیں۔ نقش الفصوص کے مقدمہ میں کہا ہے کہ "ممکن وجودِ متعین ہے پس اس کا ممکن ہونا اس کے تعین کی حیثیت سے ہے اور اس کا واجب ہونا اس کی حقیقت کے اعتبار سے ہے"۔ پس جس جگہ انھوں نے حقیقتِ کعبۂ ربانی کو وجوب کے مراتب میں ثابت کیا ہے وہ قوم (صوفیائے کرام) کی اصطلاح پر مبنی ہے اور جس جگہ یہ لکھا ہے کہ ممکن کی حقیقت ضرور ممکن ہے وہ قوم کی اصطلاح پر نہیں ہے وہ علیحدہ تحقیق اور الگ قول ہے، آپ حضرات نے لکھا تھا کہ "کعبہ کی صورت ہی ظاہری صورت ہے

www.maktabah.org

یا کوئی اور چیز ہے؟ میرے مخدوم! ہمارے حضرت عالی قدسنا اللہ تعالیٰ بسرہٗ نے تحریر فرمایا ہے[1] کہ "صورتِ کعبہ پتھر اور مٹی کے ڈھیلوں سے عبارت نہیں ہے کیونکہ اگر بالفرض پتھر اور مٹی کے ڈھیلے درمیان میں نہ بھی ہوں تب بھی کعبہ کعبہ ہے اور مخلوق کا مسجود الیہ ہے، بلکہ صورتِ کعبہ باوجودیکہ عالمِ خلق میں سے ہے (لیکن دیگر) اشیاء کے خلق کی طرح نہیں ہے بلکہ ایک پوشیدہ امر ہے جو حس و خیال کے احاطہ سے باہر ہے (یہ) عالمِ محسوسات میں سے ہے اور کچھ بھی محسوس نہیں ہے اور (اگرچہ) اشیاء کا متوجہ الیہا (جس کی طرف توجہ کی جائے) ہے اور (اس کے باوجود) کچھ بھی توجہ میں نہیں ہے وہ ایک ہست ہے جس نے نیستی کا لباس پہنا ہوا ہے اور ایک نیست ہے جس نے اپنے آپ کو ہستی کے لباس میں ظاہر کیا ہوا ہے، جہت میں ہو کر بے جہت اور سمت میں ہو کر بے سمت ہے، غرضکہ یہ حقیقت کے مزاج والی صورت ایک ایسی عجیب ترین چیز ہے کہ عقل جس کے تشخص سے عاجز اور عقلمند لوگ جس کو متعین کرنے میں حیران ہیں گویا کہ عالمِ بیچونی و بے چگونی (بے مانند و بے کیف ہونے) کا نمونہ رکھتی ہے اور بے مثل و بے مثال ہونے کا نشان اس میں پوشیدہ ہے انتہیٰ"۔ ص ۲۲

دوسرے یہ کہ ایک حقیقت کا دوسری حقیقت پر فائق ہونا پہلی حقیقت والے کی دوسری حقیقت والے پر فضیلت کا سبب نہیں ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ نیچے کی حقیقت والے کو اوپر کی حقیقت پر ترقیات حاصل ہو جائیں اور قرب کے مراتب میسر ہوں اور اوپر کی حقیقت والا اپنی حقیقت میں ہی رکا ہوا ہو اور اپنی حقیقت سے اوپر ترقی نہ کرے اور قرب کے مراتب کو جن پر فضیلت کا مدار ہے حاصل نہ کرے، کیا تو نہیں دیکھتا کہ ملأ اعلیٰ (فرشتوں کے گروہ) کی ولایت خواصِ بشر کی ولایت سے اوپر ہے اور فرشتے کے حقائق سے ترقی حاصل ہونے کے اعتبار سے فضیلت خواصِ بشری کے لئے ہے اور فرشتے کو اپنے حقائق سے آگے ترقی حاصل نہیں ہے۔ وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ[2] [اور ہم (فرشتوں) میں سے ہر ایک کا ایک معین مقام ہے]۔

شرح مواقف میں ہے کہ "بیشک فرشتے اگرچہ بعض امور میں بشر پر فوقیت رکھتے ہیں لیکن فضیلت جس کا مطلب ثواب کا زیادہ ہونا ہے بشر کے لئے ہے"۔ اور نیز عالمِ امر عالمِ خلق کے اوپر ہے اور فضیلت عالمِ خلق ہی کے لئے ہے کیونکہ عالمِ خلق کا قرب اصلی ہے اور عالمِ امر کا قرب ظلّی ہے، عنصرِ خاک عالمِ خلق و عالمِ امر کے لطائف میں سب سے نیچے درجے کا لطیفہ ہے اور اس کی پستی اس کی بلندی کا سبب بن گئی ہے اور جو قرب کہ خاکیوں (انسانوں) کو (حاصل) ہے وہ قدسیوں (فرشتوں) کو (حاصل) نہیں ہے۔

---

[1] مکتوب ۱۲۲ دفتر سوم مطبوعہ امرتسری ص ۱۴۶ و ۱۴۷ - [2] سورت ۳۷ آیت ۱۶۴

www.maktabah.org

؎ زمین زادہ بر آسمان تاختہ ٭ زمین و زماں را پس انداختہ

[زمین زادہ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (معراج میں) آسمان پر تشریف لے گئے (اور پھر) زمین و زمان کو پیچھے چھوڑ دیا]

تیسرے یہ کہ ہمارے حضرت عالی قدسنا اللہ تعالیٰ بسرہٖ نے لکھا ہے کہ حقیقتِ محمدی تنزیہ و تقدیس کی بلندی سے آنحضرت (محمد مصطفیٰ) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے مقاماتِ نزول کی نہایت ہے اور حقیقتِ کعبہ عروجِ کعبہ کے مقامات کی نہایت ہے، مرتبۂ تنزیہ پر حقیقتِ محمدی کے عروج کرنے کے لئے پہلا زینہ حقیقتِ کعبہ ہے اور آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے عروجات کی انتہا کو حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔[1] پس اس تقدیر پر ہر لحاظ سے فوقیت ثابت نہیں ہوئی تو افضلیت کہاں سے آ گئی۔

چوتھے یہ کہ ہمارے پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام محمد و احمد دونا موں کے ساتھ موسوم ہیں ۲۳
ہر ایک اسم کی ولایت علیحدہ ہے، آپ کے وجودِ عنصری اور آپ کے اس عالمِ ظلمانی کو ہدایت کرنے کے اعتبار سے آپ کا اسمِ مبارک محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم ہے اور اس مبارک اسم کی ولایت اس اسمِ الٰہی سے نشو و نما پانے والی ہے جو اس عالمِ سفلی کی تربیت کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے اور حقیقتِ محمدی کے ساتھ مسمّٰی ہے اور آپ کے روحانی وجود کے اعتبار سے جو کہ عالمِ ملکوت اور روحانیوں کا مربّی (پرورش کرنے والا) ہے اور آپ وجودِ عنصری سے پہلے اسی وجود کے ساتھ نبی تھے اسی لحاظ سے آپ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کنت نبیاً وآدم بین الماء والطین [میں اس وقت بھی نبی تھا جبکہ آدم (علیہ السلام) پانی اور مٹی (گارا) کے درمیان تھے] آپ کا نام پاک احمد ہے اور اس اسم پاک کی ولایت شانِ جامع سے نشو و نما پانے والی ہے جو کہ حقیقتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کا مبدأ اور اصل ہے اور اس نورانی عالم کی تربیت کے لئے مناسب ہے جو کہ حقیقتِ احمدیہ کے ساتھ موسوم ہے اور حقیقتِ کعبۂ ربانیہ سے بھی تعبیر کی جاتی ہے اور جو نبوت کہ عالمِ عنصری سے تعلق رکھتی ہے وہ دونوں حقیقتوں کے اعتبار سے ہے صرف ایک حقیقت کے ساتھ خصوصیت نہیں رکھتی اور اس مرتبہ میں آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کا رب (مربّی) وہ شان (بھی) ہے اور اس شان کا مبدأ بھی اسی لئے اس مرتبہ کی دعوت پہلی دعوت سے کامل ترین ہوئی کیونکہ وہ دعوت عالمِ امر اور روحانیوں تک محدود تھی اور اس مرتبہ کی دعوت عالمِ خلق و امر دونوں کو شامل ہے اور ان دونوں حقیقتوں میں سے ہر ایک حقیقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہر دو اسم مبارک کے اعتبار سے آپ کے فطری مکان کے درجے میں ہے اور ان دونوں حقیقتوں کے اوپر پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے لاتعداد اور بے شمار عروجات ہیں

[1] مکتوب ۲۰۹، دفتر اول مکتوبات مجدد الف ثانی قدس سرہٗ

www.maktabah.org

(جن کی انتہا کو علام الغیوب (اللہ تعالیٰ) ہی جانتا ہے اور فضیلت کا مدار اور برگزیدہ و برتر ہونے کا انحصار اسی پر ہے۔ اس تحقیق سے واضح ہو گیا کہ حقیقتِ کعبہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقتِ جامعہ کا ایک جزو ہے جو کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جسمانی و روحانی و خلق و امر کے کمالات کی جامع ہے" اور یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ یہ فوقیت جس کے بارے میں بحث ہے دراصل آں سرورِ عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعض کمالات کی آپ کے بعض کمالات پر فوقیت ہے۔

جاننا چاہئے کہ حقیقتِ محمدی کے لئے حضرت عالی (قدس سرہٗ) کے کلام میں دو اطلاق ہیں ایک وہ ہے جو حقیقتِ احمدی و حقیقتِ کعبۂ ربانی کے تقابل میں اوپر بیان ہو چکا ہے، دوسرا اطلاق وہ ہے جو دونوں حقیقتوں کے درمیان جامع ہے اور ان دونوں حقیقتوں میں سے ہر ایک اس کا جزو ہے اور اس کو حقیقۃ الحقائق سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

سوال: آپ نے پہلے جواب میں حقیقتِ کعبہ کو مقامِ معبودیت و مسجودیت سے (ہونا) ثابت کیا ہے اور حق جل و علا کی ذات قرار دیا ہے اور کمالِ محمدی کو مقامِ عبدیت میں منحصر کیا ہے اور معبود و مسجود کو عابد و ساجد پر فضیلت و برتری دی ہے اور اس جگہ حقیقتِ کعبہ کو حقیقتِ محمدی کا جزو کہا ہے الخ۔ ص۲۲ بظاہر ان دونوں تحقیقات میں تضاد ہے ان میں توفیق کی صورت کیا ہے؟۔ (جواب) میں کہتا ہوں جو کچھ اس مسکین کے ناقص خیال میں آتا ہے یہ ہے کہ بزرگوں نے حقیقتِ کعبہ کو ذاتِ حق جل شانہٗ کہا ہے، اس مقام میں ذات البتہ شیون میں سے ایک شان اور اعتبارات میں سے ایک اعتبار ہو گا نہ کہ وہ ذات جو تمام نسبتوں سے خالی ہے کیونکہ اس مرتبۂ عالیہ کو تمام عالم کے ساتھ ذاتی استغنا ہے" اور مرتبۂ اطلاق ذات تعالیٰ کو مسجودیت و معبودیت یا اس کی مانند کسی اور اعتبار کا لحاظ کئے بغیر کعبہ کے ساتھ کیا نسبت اور کونسی مناسبت ہے پس حقیقتِ کعبہ کسی اعتبار یا شان کے ساتھ ماخوذ ذات ہونی چاہئے اور جو ذات کسی شان کے ساتھ مقید ہو گی وہ شیون میں سے ایک شان ہے اور مناسب وہ ہے جو معقولات والوں نے کہا ہے کہ علم الشئی بالوجہ میں علم وجہ کے ساتھ ہے نہ کہ شے کے ساتھ، اور یہ بات ثابت ہے کہ حقیقتِ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ تمام شیون کی جامع ہے پس یہ شان بھی جو کہ حقیقتِ کعبۂ ربانی ہے اس حقیقتِ جامعہ میں داخل ہو گی اور اس کا جزو ہو گی اور تضاد دور ہو جائیگا کیونکہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ حقیقتِ محمدی کے لئے دو اطلاق ہیں۔ پہلا جواب کہ جس میں حقیقتِ کعبہ کو حقیقتِ محمدی کا مسجود قرار دیا ہے پہلے اطلاق پر مبنی ہے جو کہ حقیقتِ احمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے مقابل ہے اور یہاں جو حقیقتِ کعبہ کو جزو کہا ہے (یہ) دوسرے اطلاق پر مبنی ہے جو کہ

www.maktabah.org

حقیقۃ الحقایق ہے۔

اگر کہا جائے کہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ حقیقتِ محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ تمام شیون و اعتبارات کی جامع ہے لیکن اُن شیون کے اطلاق کے اعتبار سے نہیں بلکہ علم میں اس کے حاصل ہونے اور اجمالی علم کے تعلق سے اُس کے معین ہونے کے اعتبار سے ہے کیونکہ حقیقتِ محمدی علمِ اجمالی سے عبارت ہے اور حقیقتِ کعبہ نفسِ شان ہے نہ کہ اُس کی صورتِ علمیہ پس اس کا جزو ہونا ممنوع ہے۔

(اس کے جواب میں) میں کہتا ہوں کہ قوم (صوفیہ) کے طریقہ پر شان کی صورتِ علمیہ علم و معلوم کے اتحاد کے اعتبار سے نفسِ شان ہے اور ہمارے حضرتِ عالی قدس اللہ سبحانہ بسرہ کے طریقہ پر جو کہ عینیت کے قائل نہیں ہیں میں کہتا ہوں کہ حضرت عالی ؒ نے لکھا ہے کہ "حقیقتِ احمدی جو کہ حقیقتِ کعبہ ربانی سے تعبیر کی جاتی ہے اس کے یہ معنی ہیں کہ وجودِ اعتباری کا مبدأ شانِ علم ہے اور یہ معنی کہ وہ مبدأ ہے ہو سکتا ہے کہ وہی ذات ہو جو شان سے ماخوذ ہے پس حقیقتِ محمدی دوسرے اطلاق کے اعتبار سے دونوں حقیقتوں کی جامع ہوئی اور حقیقتِ کعبہ اُس کے بعض کمالات ہوں گے، بیشک حقیقتِ محمدی پہلے اطلاق کے ٢٥
اعتبار سے اُس شان کی جامع نہیں ہے بلکہ اس کی صورتِ علمیہ کی جامع ہے پس غور کیجئے اور کوتاہی کرنے والوں میں سے نہ ہو جائیے"۔ اس تحقیق سے قوم کی اصطلاح پر اصل سوال کا پانچواں جواب ظاہر ہوا کیونکہ حقیقتِ کعبہ اگرچہ فوقیت رکھتی ہے لیکن علم کے احاطہ علم و معلوم کے اتحاد کے اعتبار سے حقیقتِ محمدی میں مندرج ہے پس افضلیت ممنوع ہے کیونکہ جزو کو کل پر تقدم و فوقیت ہے جس سے افضلیت لازم نہیں آتی۔ اور یہ جو پہلے جواب میں مذکور ہوا کہ آنسرور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا کمال عبدیت و عابدیت میں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ عبدیت و عابدیت ایک کمال ہے جو آنسرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات و التسلیمات کے تعینِ امکانی سے یا اطلاقِ اول کے ساتھ اس کی حقیقت سے تعلق رکھتا ہے نہ کہ مطلق طور پر۔ اس لئے کہ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ آنسرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی حقیقتِ حقیقی جو کہ دوسرے معنی کے اعتبار سے ہے حقیقتِ کعبہ کو حاوی ہے پس جو کمال حقیقتِ کعبہ کے لئے ثابت ہے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حقیقت کے لئے بھی ثابت ہوگا اور فضیلت اُن (سرورِ کائنات) علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی حقیقت کو ہوگی۔ یا میں کہتا ہوں کہ آپ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کا کمال عابد کی صورت و حقیقت کے اعتبار سے ہے لیکن حقیقتِ کعبہ کا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حقیقت کا معبود و مسجود ہونا اطلاقِ ثانی کے اعتبار سے ممنوع ہے بلکہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے اس مقام میں ایک حقیقت ہے جو حقیقتِ کعبہ کے اوپر ہے: وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ ۝ (اور ہر علم والے کے اوپر علیم ہے)۔

۵۱ ۱۲/۷۶

www.maktabah.org

تنبیہ ۱۲: اس مکتوب میں جو تحقیق درج ہے وہ مکتوب ۳۰۹ جلد اول مکتوبات (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ) کے مطابق ہے اور (حضرت موصوف کے) دوسرے مکاتیب میں بھی اس بارے میں بہت سی باتیں ہیں اور حقیقۃ الامر اللہ سبحانہٗ ہی کے پاس ہے، وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ ۔ والسلام

مکتوب ۲

مولانا حسن علی کے نام اُن کے اُس سوال کے جواب میں تحریر فرمایا جو انھوں نے مجددِ الف ثانی کے معنی اور اس کی علامات و آثار کے بارے میں کیا تھا۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفٰی۔ برادرم مولانا حسن علی کا گرامی نامہ موصول ہو کر اس کا مضمون واضح ہوا۔ آپ نے لکھا تھا کہ "بعض دریافت کرنے والے پوچھتے ہیں کہ مجددِ الف ثانی کی تعریف کیا ہے اور اُس کے آثار و علامات کیا ہیں اور آپ کے حضرتِ عالی میں ان کمالات میں سے کیا ظہور میں آئے ہیں تاکہ حضرتِ عالیؒ کی شان میں آشنا و بیگانہ کو اس اسم کے اطلاق میں کوئی شک و شبہ نہ رہے۔"

میرے مخدوم! مجددِ الف ہونا ایک کشفی اور الہامی امر ہے جو اس معاملہ والے کے وجدان سے تعلق رکھتا ہے کسی ایسے امر کا التزام نہیں ہے کہ آثار و علامات کے ساتھ آشنا و بیگانہ کو قائل کیا جا سکے، جو شخص ۲۶
کہ آشنا ہے اور سعادتِ ازلی رکھتا ہے وہ باطنی مناسبت کے ذریعہ اہل اللہ کے اسرار کو قبول کر لیتا ہے، اور ان اکابر کے فیوض و برکات کا مورد ہو جاتا ہے اور جو شخص بیگانہ و بے سعادت ہے اگر وہ باطنی نامناسبت کی وجہ سے اُن اسرار کی تہ کو نہیں پہنچا تو وہ قبول نہیں کرتا اور اُن حضرات کے فیوض و برکات سے محروم رہتا ہے اگرچہ وہ ظاہر نہ کرے، غیر لوگ بحث سے خارج ہیں ہم کو ان کے ردّ و قبول سے کوئی سروکار نہیں، منکروں نے قرآنِ مجید جیسا روشن معجزہ دیکھا اور انکار کرتے رہے اس کے باوجود جس شخص کو تیز نظری کی قوت عطا کی گئی ہے اگر وہ حضرتِ عالیؒ کے اطوار و عادات میں اچھی طرح غور کرے اور جن فیوض و برکات و کمال و اکمال اور علوم و اسرار سے وہ پیشوائے صالحین ممتاز ہیں مشاہدہ کرے تو وہ بلا تکلف اُن کے مجدد ہونے کا فیصلہ کرے گا۔ ہمارے حضرتِ عالی قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس نے جلد ثانی کے چوتھے مکتوب میں تحریر فرمایا ہے کہ "یہ معارف ولایت کے احاطہ سے باہر ہیں، اربابِ ولایت علمائے ظاہر کی طرح ان کے ادراک سے عاجز اور ان کے سمجھنے سے قاصر ہیں، یہ علوم انوارِ نبوت علیٰ اربابہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے مشکوٰۃ (چراغ دان) سے مقتبس (حاصل کئے گئے) ہیں جو کہ الفِ ثانی کی تجدید کے بعد تبعیت و وراثت کے

www.maktabah.org

طور پر تازہ ہوئے ہیں اور تروتازگی کے ساتھ ظاہر ہوئے ہیں، ان علوم و معارف والا بزرگ اس الف (ہزار سال) کا مجدد ہے جیسا کہ اُس کے ان علوم و معارف میں جو ذات و صفات و افعال سے متعلق اور احوال و مواجید و تجلیات و ظہورات پر مشتمل ہیں غور و فکر کرنے والوں پر پوشیدہ نہیں ہے پس وہ جانتے ہیں کہ یہ تمام علوم و معارف علماء کے علوم اور اولیاء کے معارف سے ماوراء ہیں بلکہ اُن کے علوم ان علوم کے مقابلہ میں پوست کی طرح اور یہ معارف اُس پوست کے مغز کی مانند ہیں، اللہ سبحانہ ہی ہدایت دینے والا ہے۔

جاننا چاہیئے کہ ہر سو سال کے سر پر ایک مجدد گذرا ہے (لیکن) سو سال کا مجدد اور ہے اور ہزار سال کا مجدد اور ہے، سو اور ہزار کے درمیان جسقدر فرق ہے ان دونوں کے مجددوں کے درمیان بھی اسی قدر بلکہ اس سے بھی زیادہ فرق ہے اور مجدد وہ ہوتا ہے کہ اس مدت میں جسقدر فیض امتوں کو پہنچتا ہے اسی کے وسیلے سے پہنچتا ہے خواہ اُس وقت کے اقطاب و اوتاد ہوں اور خواہ ابدال و نجبا ہوں۔ ع

خاص کند بندۂ مصلحت عام را [عام لوگوں کی مصلحت کیلئے وہ کسی بندے کو خاص کر لیتا ہے]

مکتوب ۳

خواجہ محمد صدیق پشاوری کے نام اُن کے عریضہ کے جواب میں جو کہ جدید کیفیات و ترقیات پر مشتمل تھا اور کمالاتِ نبوت تک وصول حاصل ہونے کی علامت کے بیان میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ اور تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ آپ کے پسندیدہ گرامی نامہ نے جو کہ آپ نے فقیر ضعیف کے دوستوں کے ہمراہ بھیجا تھا اور جس میں تازہ کیفیات اور جدید ترقیات و عروجات درج کئے ہوئے تھے بیحد مسرور کیا اور باطنی لذات کا سبب ہوا۔ اللّٰھم زد [اللہ تعالیٰ مزید ترقیات عطا فرمائے]

آپ نے لکھا تھا کہ "بعض خاص الخاص نسبت جو ان دنوں میں ظاہر ہوئی ہے یقین سے جانتا ہے کہ کمالاتِ نبوت سے ہے اور پہلے جو کچھ ظاہر ہوا تھا وہ کمالاتِ ولایت میں داخل تھا الخ" بیشک اُس (حق تعالیٰ) سبحانہ کے کرم سے بعید نہیں ہے۔ کمالاتِ نبوت کے حاصل ہونے کی علامت اس حدیث کا مضمون ہے جو وارد ہوئی ہے کہ لن یؤمن احدکم حتی یکون ھواہ تبعا لما جئت بہ [تم میں سے کوئی شخص بھی اسوقت تک ہرگز کامل مومن نہیں ہو سکتا جبتک کہ اس کی خواہش میری لائی ہوئی شریعت کے تابع نہ ہو جائے] احکام شرعیہ یعنی اوامر و نواہی مقتضائے طبیعت بن جائیں اور خواہشِ نفس ان کے موافقت کرے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "سابقہ نسبت کو اس نسبت کے ساتھ کہ جس پر فخر کرتا ہے عدم و ملکہ کی نسبت ہے سوائے اس کے کہ اُس

www.maktabah.org

گذشتہ نسبت سے استغفار کرے اور کوئی وجہ نہیں دیکھتا، یہاں سب کچھ وہ ہے جو بیان سے بالاتر ہے الخ۔"
بیشک کمالاتِ ولایت کو کمالاتِ نبوت کے ساتھ کیا نسبت، کمالاتِ ولایت کمالاتِ نبوت کے ذریعے اور اُس کے ظلال اور نمونے ہیں، اصل تک پہنچنے کے وقت میں ظل و نمونہ سے استغفار ہے۔ خواجہ رحمت علی کو جو کیفیت ظاہر ہوئی اور خواجہ (مذکور) کو نورِ محمدی سے بھرا ہوا اور اس میں مستہلک (فانی) پایا جو آپ نے لکھا تھا واضح ہوا، اس امر پر اللہ سبحانہٗ کا حمد و شکر ہے، خواجہ کو ہمارے ساتھ خاص مناسبت ہے، حق سبحانہٗ اس کے آثار ظاہر فرمائے اور میرزا رستم بیگ کو بھی اس نسبتِ عالیہ سے بہرہ ور فرمائے۔ اِنَّہٗ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ [بیشک وہ قریب ہے (اور) قبول کرنے والا ہے]۔

مکتوب ۴

میرزا ہادی کے نام ان کے مکتوب کے جواب میں جو بعض احوال پر مشتمل تھا اور نسبتِ فنا کے حصول پر ترغیب اور ضروری نصیحتوں کے بارے میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ اور تسلیمات کے بعد برادرِ گرامی سے عرض ہے کہ ان قریبی دنوں میں جو مکتوب آپ نے بھیجا تھا پہنچا اور مسرت کا باعث ہوا اور اُس عزیز (آپ) کا ایک اور مکتوب بھی اس سے کچھ مدت پہلے جو بظاہر آپ نے اکبر آباد سے لکھا تھا پہنچا تھا لیکن فاصلہ کی دُوری اور کسی قاصد کا علم نہ ہونا جو اُس جانب روانہ ہو رہا ہو جواب نہ لکھنے کا عذر ہے، اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے کہ آپ صحت و عافیت سے ہیں اور فقراء کی یاد و محبت سے خالی و بے نیاز نہیں ہیں اور حاصل کئے ہوئے طریقے کی پابندی رکھتے ہیں۔ ص ۲۸

آپ نے لکھا تھا کہ "نفی اثبات معنی کا لحاظ کرتے ہوئے ایک سانس میں اکیس[۲۱] بار ہو جاتا ہے اور اگر کبھی زیادہ کرنے کا قصد کرے تو ایک سانس میں چالیس بلکہ زیادہ تک پہنچ جاتا ہے۔" نیک و مبارک ہے، حق سبحانہٗ و تعالیٰ اس عالی مرتبہ کام پر نتائج و ثمرات مرتب فرمائے اور تمام مقاصد و خواہشات سے خالی فرمائے چنانچہ باطن میں حق جلّ و علا کے سوا کوئی مقصود و خواہش نہ رہے بلکہ ارادے کی صفت بھی نہ رہے کیونکہ ولایت کے طریقہ پر بندگی کا مقام جو کہ ذلّت و نیستی (فنائیت) و تسلیم و اطاعت ہے، ارادہ کی صفت کو جو کہ انانیت (میں پن) اور ہستی کا پتہ دینے والی ہے گوارا نہیں کرتا اور اس کا زوال ولایت کی شرط ہے، اس نسبت کا حصول (اللہ تعالیٰ کے) کرم کی سبقت کے بغیر ممکن نہیں ہے، باطنی قوی جذبات کے بغیر صرف ظاہری اعمال اس گرداب سے باہر نہیں نکالتے۔ اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "لوگوں کی صحبت کچھ اچھی

www.maktabah.org

نہیں لگتی"۔ (یہ) اس ذکر کے ثمرات میں سے ہے اور اس کا کمال یہ ہے کہ سب سے بیگانہ کر دے اور آفاق و انفس سے رہائی دلا دے اور حقیقی فنا تک پہنچا دے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "(ذکر میں) مشغول ہونے کے وقت جو خطرات و وساوس اس وقت ہوتے ہیں ابتدا میں نہیں تھے، جمعیت پہلے اب سے بہتر تھی اور اب تنہائی کی لذت پہلے سے بہتر ہے، کچھ نہیں جانتا کہ وہ حالت بہتر تھی یا یہ"۔ میرے مخدوم! ہر حالت کے اچھا ہونے کی ایک وجہ ہے لیکن مطلب اس کے ماوراء ہے اُس (مطلب) کے طالب رہیں، ذکر پر اس قدر مداومت کریں کہ مذکور (جس کا ذکر کیا جائے) کے ماسوا ہر چیز سینہ سے رخصت ہو جائے اور اس کے ماسوا سے علمی و حُبّی تعلق ٹوٹ جائے، کیا کیا جائے کہ آپ کی صحبت قلیل تھی اگر کچھ عرصہ صحبت میسر آجائے تو امید ہے کہ ان معانی کا جمال باطن پر پرتو ڈالے اور مطلوب کی کوئی کھڑکی دل میں ظاہر ہو جائے، بہر حال ملاقات حاصل ہونے تک اذکار و طاعات کے معمولات میں مشغول رہیں اور مخالف کی صحبت سے دور رہیں اور ممنوعاتِ شرعیہ سے پرہیز کرتے رہیں اور اللہ تعالیٰ جلّ شانہٗ کی تدبیر سے ڈرتے اور لرزتے رہیں اور اپنے عمل سے مایوس رہیں اور عمل کو ترک نہ کریں اعمل و استغفر [عمل کر اور استغفار کر]۔ اور (اللہ تعالیٰ کے) فضل پر بھروسہ رکھیں اور پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی سنت پر قائم رہیں اور مشائخ کی محبت پر ثابت قدم رہیں تاکہ ہمیشہ ان کے باطن سے فیوض و انوار حاصل کرتے رہیں اور دور افتادہ دوستوں کو دعائے خیر سے فراموش نہ کریں۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۵ ۲۹

سلطانِ وقت کے نام فنائے قلب و فنائے نفس اور مواعظ و نصائح پر مشتمل حدیث کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ ولی الانعام والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ سید الانام وعلی آلہ الکرام وصحبہ العظام (اللہ تعالیٰ کا حمد و شکر ہے جو نعمتوں کا مالک ہے اور سرورِ کائنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی آلِ کرام اور اصحابِ عظام پر درود و سلام ہو) اما بعد احقر فقراء جنابِ والا میں عرض کرتا ہے کہ یہ دعا گو اگرچہ ظاہری اعتبار سے حاضری کی دولت کے حصول سے دور و مہجور ہے اور اس قسم کے عظیم الشان کام اور بہت بڑے جہاد میں کہ ان دنوں میں (آپ کی) توجہ و اقبال کی باگ جس کی طرف پھری ہوئی ہے داخل نہیں ہے لیکن معنوی و باطنی اعتبار سے خدمت و حضور میں ہے اور فتح و نصرت کی دعا کے ساتھ جو کہ فقراء کا وظیفہ (معمول) ہے مشغول و مصروف ہے۔ ع

www.maktabah.org

دیدۂ سعدی و جان ہمراہ تُست [سعدی کی آنکھیں اور جان تیرے ہمراہ ہیں]

حدیث شریف میں آیا ہے: المرء مع من احب [آدمی اسی کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے] چونکہ یہ فقیر، محبت صحیح رکھتا ہے (اس لئے) باطنی لحاظ سے کسی مقام اور معرکہ میں خدمتِ عالی سے جُدا نہیں ہے اور ہر جگہ باطنی معیت رکھتا ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

اندروں شو آشنا و ز بیروں بیگانہ وش ایں چنیں زیبا صفت کم می بود اندر جہاں

[تُو اندر سے آشنا ہو جا اور باہر سے (ظاہر میں) بیگانوں کی طرح رہ، ایسی اچھی صفت والا شخص دنیا میں بہت کم ہوتا ہے] بیشک صوفی کائن بائن ہوتا ہے یعنی ظاہر کے اعتبار سے مخلوق کے ساتھ موجود اور حقیقت و باطن کے اعتبار سے اُن سے جدا ہوتا ہے کیونکہ اُس کا باطن و حقیقت اُس کے ظاہر سے بلکہ اللہ تعالیٰ کے ماسوا ہر چیز سے ٹوٹ کر منزلوں دُور چلا جاتا اور غیب الغیب سے مل جاتا ہے، ظاہر کی غفلت اس کے باطن میں سرایت نہیں کرتی، عوام کا باطن ظاہر کے ساتھ ملا ہوا ہے اور ظاہر کی غفلت (اُن کے) باطن میں سرایت کرتی ہے اور خواص کے لئے کہ جن کا باطن ظاہر سے منزلوں منقطع ہو چکا ہے ایسا نہیں ہے اور ظاہر کی غفلت باطن میں راہ نہیں رکھتی اور اس کے حضور و آگاہی میں کچھ نقصان نہیں لاتی کیونکہ حضور و آگاہی اس کا ملکہ (صفتِ راسخہ) ہو جاتی اور اُس کی صفتِ لازمہ بن جاتی ہے جیسا کہ سنا قوتِ سامعہ کی صفت اور دیکھنا قوتِ باصرہ کی صفت ہوتی ہے کہ کسی وجہ سے بھی اس سے جُدا نہیں ہے، اس راستہ کے بعض سالکوں کو یہ قطع تعلق اور ماسوا کو بھول جانا اس درجہ تک حاصل ہو جاتا ہے کہ اگر وہ تکلف سے بھی ماسوا کو یاد کریں ہرگز ان کو یاد نہ آئے اور اگر بالفرض حضرت نوح علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر اُن کو دیدی جائے (تب بھی) ماسوا کے اس نسیان کے سبب سے جو ان کو حاصل ہو چکا ہے ماسوا کا خیال ہرگز اُن کے باطن میں راہ نہ پائے، یہ کمال ولایت کے کمالات میں سب سے پہلا کمال ہے اور فنائے قلبی سے تعبیر کیا جاتا ہے (ص ۳۰) اور اشیاء کے علمِ حصولی کے زوال سے وابستہ ہے، اگر اس مقام سے ترقی واقع ہو جائے اور علمِ حضوری بھی جو کہ اس مقام میں علم و عالم کا اتحاد ہے علمِ حصولی کی طرح زوال کی طرف رُخ کرلے اور صحرائے عدم کی طرف سامان لے جائے تو (یہ) فنائے نفس ہوتی ہے اس کے بعد نفس اطمینان کے مقام میں آجاتا، احکامِ الٰہی تعالیٰ شانہٗ کا فرمانبردار ہو جاتا، اسلام حقیقی سے مشرف ہو جاتا، راضی و مرضی (خوش و پسندیدہ) ہو جاتا اور آیتِ کریمہ یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْۤ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً [۸۹ ۲۷، ۲۸] (اے اطمینان پائے ہوئے نفس تو راضی و مرضی (پسندیدہ) ہو کر اپنے رب کی طرف لوٹ جا) کا مصداق ہو جاتا ہے اور ان دونوں کمالات کے اوپر دوسرے اور کمالات بھی ہیں جو ان دونوں کمالات کے ساتھ مشروط ہیں

www.maktabah.org

اُن کمالات کو کیا بیان کرے۔ ع

قیاس کن زگلستانِ من بہار مرا (میرے گلستان سے میری بہار کا اندازہ کیجیے)

ومن بعد ھذا مایدق صفاتہ وما کتمہ احظی لدیہ واجمل

(اور اس کے بعد وہ مقام ہے جس کی صفات کا بیان بہت مشکل ہے اور وہ مقام ہے جس کا چھپانا اس کے نزدیک زیادہ مناسب و بہتر ہے)

اور ہم اس مکتوب کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی حدیث پر ختم کرتے ہیں۔ حضرت معاذ بن جبل (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے صبح کی نماز میں ہمارے پاس آنے سے تاخیر کی (یعنی روزمرہ کے وقت پر تشریف نہ لائے) حتیٰ کہ قریب تھا کہ ہم آفتاب کے قرص کو دیکھ لیں پھر آپ جلدی سے نکل کر تشریف لائے پس نماز کے لئے تکبیرِ اقامت کہی گئی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی اور اپنی نماز میں تخفیف کی پھر جب سلام پھیرا اور اپنی بلند آواز کے ساتھ ہمیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ اپنی صفوں میں اسی طرح بیٹھے رہو جس طرح بیٹھے ہو، پھر ہماری طرف مُڑے اور فرمایا اے لوگو! آگاہ رہو بیشک میں تم کو ابھی اس چیز کی خبر دونگا جس نے مجھ کو آج کی صبح تم سے روکا، (وہ یہ ہے کہ) میں رات کو (نمازِ تہجد کے لئے) اٹھا پس میں نے وضو کیا اور جسقدر نماز میرے لئے مقدر تھی پڑھی، پھر مجھے اپنی نماز میں اُونگھ آگئی یہانتک کہ میں بھاری ہوگیا (یعنی مجھ پر نیند غالب آگئی اور میرا بدن وزنی ہوگیا) پس ناگہاں میں نے اپنے پروردگار تبارک و تعالیٰ کو اچھی صورت (صفت) میں دیکھا پس اُس (اللہ تعالیٰ) نے فرمایا اے محمدؐ! میں نے عرض کیا اے میرے رب! میں حاضر ہوں۔ پروردگار نے فرمایا کہ فرشتوں کی جماعت کس چیز کے بارے میں گفتگو کرتی ہے؟ میں نے عرض کیا میں نہیں جانتا۔ اللہ تعالیٰ نے تین بار یہی فرمایا اور میں نے ہر بار یہی جواب دیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا پھر میں نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا کہ (اس نے) اپنا ہاتھ میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا یہانتک کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی انگلیوں کی ٹھنڈک اپنی چھاتی کے درمیان پائی پس مجھ پر ہر چیز ظاہر و روشن ہوگئی اور میں نے پہچان لیا۔ پھر فرمایا اے محمدؐ! میں نے عرض کیا اے میرے رب! میں حاضر ہوں۔ فرمایا فرشتوں کی جماعت کس چیز کے بارے میں گفتگو کرتی ہے؟ میں نے عرض کیا کفارات میں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ کیا ہیں؟ میں نے عرض کیا (نماز کی) جماعتوں کی طرف قدموں سے چلنا اور نمازوں کے بعد مسجدوں میں بیٹھنا اور ناخوشگواریوں کے وقت (بھی) وضو پورا کرنا۔ فرمایا پھر کس چیز میں گفتگو کرتے ہیں؟ میں نے عرض کیا درجات کے بارے میں۔ فرمایا اور وہ کیا ہیں؟ میں نے عرض کیا کھانا کھلانا اور بات میں نرمی کرنا اور رات کے کسی حصہ میں نماز پڑھنا جبکہ لوگ سوئے ہوئے ہوں۔

www.maktabah.org

(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا (جو کچھ چاہے) مانگ۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے یہ دعا کی: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ فِعْلَ الْخَیْرَاتِ وَتَرْکَ الْمُنْکَرَاتِ وَحُبَّ الْمَسَاکِیْنِ وَاَنْ تَغْفِرَ لِیْ وَتَرْحَمَنِیْ وَاِذَا اَرَدْتَ فِتْنَۃً فِیْ قَوْمٍ فَتَوَفَّنِیْ غَیْرَ مَفْتُوْنٍ وَاَسْئَلُکَ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ یُّحِبُّکَ وَحُبَّ عَمَلٍ یُقَرِّبُنِیْ اِلٰی حُبِّکَ [اے اللہ! بیشک میں تجھ سے نیک کاموں کے کرنے اور برے کاموں کے ترک کرنے اور مسکینوں سے محبت کرنے کا سوال کرتا ہوں اور یہ کہ تو مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما اور جب تو کسی قوم میں فتنہ (آزمائش) کا ارادہ فرمائے پس تو مجھ کو فتنہ میں مبتلا کئے بغیر وفات دے اور میں تجھ سے تیری محبت اور اس شخص کی محبت جو تجھ سے محبت کرتا ہے اور اس عمل کی محبت مانگتا ہوں جو مجھے تیری محبت کے نزدیک کر دے)۔ پس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
ص ۳۱ نے فرمایا کہ بلاشبہ یہ حق ہے پس اس کو یاد رکھو پھر اس کو لوگوں کو سکھاؤ۔ اور میں نے محمد بن اسمٰعیل (بخاری قدس سرہ) سے اس حدیث کے متعلق پوچھا تو انھوں نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے، اس حدیث کو احمد و ترمذی نے روایت کیا اور (ترمذی) نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔[1]

مکتوب ۶

خواجہ محمد حنیف کے نام مفید نصیحتوں اور گوشہ نشینی پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد برادر عزیز کی خدمت میں عرض ہے کہ اس حدود کے فقرا کے احوال و اطوار حمد کے لائق ہیں امید ہے کہ وہ برادر عزیز (آپ) بھی عافیت و استقامت کے ساتھ ہوں گے اور اُن (آپ) کا آنے والا دن گذرے ہوئے دن سے بہتر ہوگا۔ آپ نے من استوی یوماہ فھو مغبون (جس شخص کے دو دن ایک حالت پر گذرے وہ خسارے میں ہے) سُنا ہوگا۔ ایک مدت ہوگئی کہ آں عزیز (آپ) کا کوئی خط اور کوئی خبر نہیں پہنچی دل کو تشویش ہے۔ ع

ہر کجا ہست خدایا بسلامت دارش [اے خدا وہ جس جگہ بھی ہیں تو اُن کو سلامت رکھ]

مسافت کی دُوری ایک طرح کا عذر معلوم ہوتی ہے، الحمد للہ کہ (یہاں) مجموعی طور پر جمعیت حاصل ہے، آپ بھی جمعیت کے ساتھ رہیں اور مطلوب کی تلاش و انتظار سے ایک لحظہ بھی بے فکر نہ رہیں اور ہمیشہ نایافت (نہ پانے کے غم) کے درد کی وجہ سے فکرمند و غمگین اور گوشہ نشینی کی طرف راغب رہیں اور مخلوق کے ساتھ میل جول رکھنے سے حتی الامکان

---

[1] المشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ باب المساجد و مواضع الصلوٰۃ۔ (فائدہ) اس حدیث کو حضرت عبد الرحمٰن بن عائش و حضرت ابن عباس و حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم سے بعض الفاظ کے اختلاف اور کمی بیشی کے ساتھ المشکوٰۃ المصابیح و دیگر کتب حدیث میں روایت کیا گیا ہے (مترجم)۔

www.maktabah.org

گریز کریں۔ الاستیناس بالناس من علامات الافلاس [لوگوں کے ساتھ انسیت بڑھانا افلاس کی علامات میں سے ہے] اور ان فقرا کو دعائے خیر سے فراموش نہ کریں اور ظاہری و باطنی کیفیات لکھتے رہیں کیونکہ دل منتظر رہتا ہے، دل کو آپ کے ساتھ خاص تعلق ہے اور آپ کے کمالات کا خواہاں ہے، انہ قریب مجیب۔ [بیشک وہ قریب ہے (اور) قبول کرنے والا ہے] والسلام علیکم و علیٰ من لدیکم۔

مکتوب

خواجہ محمد صدیق پشاوری کے نام اُن کے خط کے جواب میں جوکہ قوی واردات پر مشتمل تھا نیز بشارتِ خاصہ اور اصالت کے معنی کی تحقیق میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ: آپ کے مکتوباتِ گرامی نے یکے بعد دیگرے موصول ہو کر خوش وقت کیا اور اُن کے خون آمیز وجنون انگیز مضامین اور اُن سے ایک دوسرے کے متضاد و مخالف امور کے اجتماع کا تصور واضح ہوا، بیشک عرفت ربی بجمع الاضداد [میں نے اپنے رب کو متضاد چیزوں کے جمع کر دینے سے پہچانا]، اس سے خاص الخاص نسبت ظاہر کی گئی ہے امید ہے کہ آپ کی محبت اور
۳۲ دیوانگیاں کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑیں گی، جب (یہ فقیر) آپ کے باطنی آئینے کو ملاحظہ کرتا ہے تو اُس چاند کی مانند پاتا ہے جو سورج کے بالمقابل بدرِ کامل ہو گیا ہو، والغیب عند اللہ سبحانہٗ [اور غیب کا علم اللہ سبحانہٗ ہی کو ہے] اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "خاص الخاص نسبت ظاہر ہوتی ہے اور ایک طرح کی مخصوص مہربانی نظر آتی ہے" یہاں تک کہ آپ نے لکھا ہے کہ "یہ نسبت عالم سے وخرّ موسیٰ صعقا [اور موسیٰ علیہ السلام بیہوش ہو کر گر گئے] (کی مانند) ہے" نیک و مبارک ہے امید ہے کہ یہ تجلی خلق و امر کے لطائف کو ڈھانپ لے اور ان میں سے کسی ایک کے عین و اثر کو بھی نہ چھوڑے۔ آپ نے اصالت سے کچھ حصہ (حاصل ہونے) کی طلب کی تھی۔

میرے مخدوم! اگر اصالت سے آپ کی مراد وہ نسبت ہے جو ظلال سے ماوراء ہے اور وہ معاملہ مراد ہے جو ولایتِ صغریٰ سے جو کہ اولیاء اللہ کی ولایت ہے باہر ہے جیسا کہ خواجۂ بزرگ (حضرت نقشبند بخاری قدس سرہٗ) نے اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے جیسا کہ انھوں نے فرمایا ہے کہ "میں سات سال مولانا عارف (ریگ گرانی) کے ہمراہ اس کوشش میں رہا کہ اصل سے آگاہی حاصل کروں تین بار حجاز (مقدس) کے سفر پر گیا، اگر میں وہاں مولانا کی مثل یا ان کی باطنی کیفیت کا کچھ بھی مظہر کسی کو پاتا تو ہرگز وہاں سے واپس نہ آتا" تو آپ کا مطالبہ نہایت معقول ہے اور اس کے حصول کی طلب کرنا برمحل ہے اگرچہ یہ آپ کو حاصل ہے اور اگر آپ اصالت سے

www.maktabah.org

حصہ اس معنی میں چاہتے ہیں کہ جس کے ساتھ انبیائے کرام علی نبینا و علیہم الصلوات والسلام ممتاز ہیں اور اصالت کا حصہ اُن بزرگوں کا نصیب وقت ہے اور دوسرے سب طفیلی و پس خوردہ کھانے والے ہیں اگرچہ وہاں برگزیدہ حضرات کی متابعت کے طفیل مراتبِ ظلال کو پس پشت ڈال کر اصل الاصل سے واصل ہو جائیں اس لئے کہ اصل سے حصہ (حاصل کرنا) دوسری بات ہے کما لا یخفی علی اربابہا [جیسا کہ اس کی اہلیت والوں پر پوشیدہ نہیں ہے] پس یہ امر محض موہبت (بخششِ الٰہی) ہے اُس کے حصول کا اِس بے بال و پر سے سوال کرنا محض خیال ہے، کسب و عمل و دعا و توجہ اور جذب کو اس مقام میں کوئی دخل نہیں، (اللہ تعالیٰ کی) عنایت کی پیشقدمی ہونی چاہئے اور بس. جاننا چاہئے کہ یہ جائز بلکہ واقع ہے کہ افرادِ امت میں سے کچھ حضرات کو پیغمبرِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے طفیل اصالت سے حصہ حاصل ہو اگرچہ وہ لوگ قلیل بلکہ اقل ہوں، دو تین آدمیوں سے زیادہ کا اس بندگی کے ساتھ ممتاز ہونا معلوم نہیں ہوتا۔

مکتوب ۸

حقائق و معارف آگاہ مولانا محمد حنیف کے نام طریقۂ ارشاد کے بعض لوازم کے بیان میں مع مواعظ و نصائح تحریر فرمایا۔

الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ، برادرِ عزیز مولانا محمد حنیف کے مکتوبِ گرامی نے موصول ہو کر مسرور و خوش وقت کیا اور بعض اہلِ طریقت (احباب) کے پسندیدہ احوال جو آپ نے لکھے تھے اُن کے مطالعے سے اور بھی خوشی حاصل ہوئی، اے اللہ دین میں ہمارے بھائیوں کو زیادہ کر اور ہمیں اور
ص ۲۳ اُن کو صراطِ مستقیم پر ثابت قدم رکھ۔ آپ کو چاہئے کہ توجہات سے اُن کو محروم نہ رکھیں اور نسبت کی حفاظت اور دائمی ذکر و مراقبہ اور آدابِ طریقت کی طرف اُن کی رہنمائی کریں اور مخالفین کی صحبت سے باز رکھیں اور اتباعِ سنت کا امر کریں تاکہ ترقی کی راہ کھلی رہے اور جو شخص شوق و آرزو کے ساتھ طریقہ سیکھنے کی خواہش کرے اس کو طریقہ کی تعلیم دیں اور سردی (سستی) کو اس امر میں واقع نہ ہونے دیں اور طالبین کے کام میں سرگرم رہیں اور اگر کسی طالب کو ذکر اثر نہ کرے تو اس کو ذکر سے روک کر صرف وقوفِ قلبی کا امر کریں اور توجہات کریں امید ہے کہ ذکر اثر کرے گا، نیز آپ کو چاہئے کہ اہلِ دنیا سے ملاقات کا راستہ حتی الامکان بند کر دیں اور گوشۂ نامرادی کی عادت ڈالیں اور چند روزہ زندگی کو آخرت کا زادِ راہ (توشہ) حاصل کرنے میں مصروف رکھیں اور تمام امور کو حق جل و علا کی بارگاہ کے سپرد کر دیں۔ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ

www.maktabah.org

لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ فَاتَّخِذْہُ وَکِیْلًا[1] [وہ مشرق و مغرب کا پروردگار ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں پس اسی کو کارساز بنالے] اور اگر طبیعت میں صحرا کا شوق ہو تو صحرا کی سیر کے لئے نکل جائیں، حاصل کلام ع

ہر کجا خود نباشی آں جا باش [جس جگہ تو خود نہ رہے وہاں رہ]

والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والبرکات العلیٰ۔

مکتوب ۹

غلام محمد فاروق کے نام، واقعہ روشن کے بیان میں جو انھوں نے دیکھا تھا اور اس استفسار کے جواب میں جو حدیث لا صلوٰۃ الا بحضور القلب کے بارے میں کیا تھا تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ: برادر اعز وارشد میاں غلام محمد فاروق کا مکتوب مرغوب پہنچا، بے اندازہ خوشی بخشی، اللہ تعالیٰ کمال کے درجات پر ترقی عطا فرمائے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "غیب سے ایک آواز کان میں پہنچی کہ تو اللہ تعالیٰ کے اولیا میں سے ہے اور یہ آواز تین چار بار سُنی گئی"۔ اس کے مطالعہ نے مسرور کیا، بہت بڑی بشارت ہے امید ہے کہ شیطانِ لعین کو اس میں کوئی دخل نہیں ہوگا اور (یہ بشارت) رحمانی ہوگی اور یہ جو مراقبہ میں منھ کے سامنے ایک آفتاب کی نہایت منور صورت ظاہر ہوئی اور اس کے گرد مختلف قسم کے رنگ شعلہ مارتے تھے اور بے شمار پانی میں مختلف رنگوں کے ساتھ پرتو ڈالتے تھے، وہ آفتاب نزدیک ہونے لگا یہاں تک کہ آپ کے وجود میں داخل ہوگیا اور غائب ہوگیا۔ (یہ واقعہ) بہت روشن اور قابلِ قدر ہے، یہ واقعہ سابقہ واقعہ کے ساتھ کامل مناسبت رکھتا ہے
کیونکہ ہو سکتا ہے کہ یہ نور آپ کے عینِ ثابتہ کا پرتو ہو کہ جس نے آپ کو اپنے ساتھ بقا بخشی ہے اور ۲۳
عینِ ثابتہ کے ساتھ متحقق ہونا کمالاتِ ولایت سے ہے، آیتِ کریمہ اَوَمَنْ کَانَ مَیْتًا فَاَحْیَیْنٰہُ وَجَعَلْنَا لَہٗ نُوْرًا الآیہ[2] [اور کیا ایسا نہیں ہے کہ جو شخص مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کردیا اور اس کے لئے ہم نے نور بنادیا] کے بارے میں حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ جب نور کسی سینہ میں داخل ہوجاتا ہے تو وہ سینہ کھل جاتا ہے، پس عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا اس کی کوئی علامت ہے؟ آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا "ہاں دار الغرور (دنیا) سے الگ رہنا اور دار القرار (آخرت) کے لئے تیاری کرنا ہے" کوشش کریں کہ اس نور کے کمال کے ساتھ متحقق ہوجائیں وَفِیْ ذٰلِکَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ[3] [اور اس میں

---

[1] سورت ۷۳ آیت ۹ ۔ [2] سورت ۶ آیت ۱۲۳ ۔ [3] سورت ۸۳ آیت ۲۶

www.maktabah.org

رغبت کرنیوالوں کو رغبت کرنی چاہیئے] یہ دونوں واقعے بشارت دینے والے ہیں اور امیدوار بناتے ہیں۔ اور آپ نے حدیث لا صلوٰۃ الا بحضور القلب[1] اور اس جماعت کے بارے میں لکھا تھا جو دائمی حضورِ قلب (حاصل ہونے) اور خطرہ کے نفی ہو جانے کے ساتھ مشرف ہے۔ میرے مخدوم! اگر حدیث شریف میں قلب کی مراد لطیفۂ معین ہے جیسا کہ یہی ظاہر ہے تو جو جماعت حضور کے ملکہ (صفتِ راسخہ) سے مشرف ہے ظاہر ہے کہ وہ لوگ اس نماز سے حصہ رکھتے ہیں اور اگر قلب سے لطیفۂ معین مراد نہ ہو اور کلی طور پر حضور مراد ہو کہ کسی راستے سے بھی غفلت و خطرہ (وارد) نہ ہو تب بھی یہ جماعت اُس نماز سے بہت زیادہ حصہ رکھتی ہے کیونکہ اس معاملہ میں عمدہ چیز قلب ہے اور (وہ) اُس کا منظورِ نظر ہے جب وہ (قلب) حضور کے ساتھ موصوف ہو اگر اس کا غیر غفلت و خطرہ میں ہو تو اس قدر مضرت نہیں رکھتا کیونکہ غفلت وہ (غیرِ قلب) رکھتا ہے، گویا قلب کی غفلت اور خطرہ ذاتی اور باطنی مرض ہے اور حضورِ قلب کے ہوتے ہوئے خیال کی غفلت و خطرہ عارضی و خارجی مرض ہے کیونکہ قلب سے خطرہ دور ہونے کے بعد خطرہ کے وارد ہونے کی جگہ دماغ و خیال ہے، ان دونوں امراض میں بہت فرق ہے: رَبَّنَا أَتْمِمْ لَنَا نُورَنَا وَاغْفِرْ لَنَا إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ[2] (اے ہمارے پروردگار! ہمارے لئے ہمارے نور کو پورا فرما دے اور ہمیں بخش دے بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے)۔

[1] (حضورِ قلب کے بغیر نماز کامل نہیں ہوتی)

[2] تحریم ۸

مکتوب ۱۰

خواجہ محمد حنیف کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ سیرِ آفاقی جو کہ مقاماتِ عشرہ کے طے کرنے سے عبارت ہے ہمارے بزرگوں کے طریقہ میں سیرِ انفسی کے ضمن میں اجمال کے طور پر طے ہو جاتی ہے اور محب کا معاملہ آفاق و انفس سے باہر چلا جاتا ہے اور انفس و آفاق سے باہر محبوب کے ساتھ بے کیف معیت حاصل کرتا ہے۔

حق سبحانہ و تعالیٰ آپ کو اپنے آپ سے رہائی عطا فرما کر اپنی پاک بارگاہ کی بینائی (معرفت) مرحمت فرمائے، اس حدود کے درویشوں کے حالات حمد کے لائق ہیں، امید ہے کہ وہ بزرگ بھائی (آپ) بھی ظاہری و باطنی جمعیت کے ساتھ مزین ہوں گے۔

میرے مخدوم! وصل و شہود کی حقیقت کا وعدہ کل (قیامت) پر رکھا گیا ہے آج (اس دنیاوی زندگی میں) ہم سے اور آپ سے بندگی کے وظائف (اعمال) طلب کرتے ہیں۔ بندگی کے وظائف دو قسم کے ہیں ایک قسم وہ (اعمال) ہیں کہ جن کے حاصل کرنے میں عمدہ چیز ظاہری اعضا ہیں یعنی (وہ اعمال) نماز،

www.maktabah.org

۳۵ روزہ، صدقہ (زکوٰۃ) حج اور جہاد وغیرہ ہیں اور دوسری قسم وہ (اعمال) ہیں جو باطن سے وابستہ ہیں یعنی توبہ، زہد، توکل، تفکر، اخلاص اور رضا وغیرہ اور ان مقامات کا جدا جدا سلوک (طے کرنا) نہایت دشوار ہے بلکہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مطلوب تک پہنچنے سے جیسا کہ اس دنیا کے لئے مناسب ہے باز رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کا جذب دستگیری نہیں فرماتا، پس ایسا طریقہ اختیار کرنا چاہئے جو مطلوب کے مقابل ہو اور مقصود تک پہنچانے میں خلاف ورزی نہ کرے، اور ان مقامات کا خلاصہ اجمال کے طور پر اس کے ضمن میں سہولت کے ساتھ حاصل ہو جائے اور اعضا کے اعمال میں کامل آسانی پیدا کرے اور یہ وہ طریقہ ہے جس کو ہمارے بزرگوں نے اختیار کیا ہے اور اس کی ابتدا کو انفس سے مقرر کیا ہے جو کہ جذب و محبت کو شامل ہے، آفاقی سیر اور مقامات کا سلوک (طے کرنا) اس معاملہ کا طفیلی ہے کیونکہ محبت جب ساعت بساعت غلبہ پا لیتی ہے تو محبوب کے ماسوا سے لمحہ بہ لمحہ انقطاع حاصل ہو جاتا ہے اور اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ نگاہِ باطن میں محبوب کے سوا کچھ نہیں رہتا اور علمی وحبی تعلق غیر سے منقطع ہو جاتا ہے اور اس کے ضمن میں مقاماتِ مذکورہ کی حقیقت متحقق ہو جاتی ہے اور چونکہ محب کے لئے محبوب کی اطاعت لازم ہے (اس لئے) المرءُ مع من احب [آدمی اسی کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے] کے مصداق وہ اعضا کے اعمال کی پابندی میں بھی سرگرم رہے گا، چونکہ محبوب آفاق و انفس سے ماوراء ہے (اس لئے) عارف بھی انفس سے آفاق کی طرح گذر جاتا ہے اور بے اختیار محبوب کے ساتھ بے کیف معیت حاصل کر لیتا ہے اور چونکہ اس دنیا میں قوتِ مدرکہ کو اس قدر طاقت نہیں ہے کہ اس معیت کی کُنہ کو پا سکے کیونکہ وہ (معیت) عالمِ آخرت کے ساتھ موعود (وعدہ کی گئی) ہے اس لئے وہ آج (اس دنیاوی زندگی میں) ظاہری عبادات کے وظائف اور باطنی مراقبات کے لطائف کے ساتھ زندگی گذارتا ہے تاکہ کل (آخرت میں) اس کے مطابق قوتِ باصرہ حاصل ہو جائے اور اس معیت کی حقیقت کو پالے پس چاہئے کہ وہ بھائی (آپ) وظائفِ اعمال کی ادائیگی میں اچھی طرح کمرِ ہمت باندھیں اور اعمال کی کیفیت و کمیت (حالت و مقدار) کے زیادہ کرنے میں پوری پوری کوشش کریں اور باطن کو دائمی توجہ و اقبال سے آباد رکھ کر مطلوب کے ماسوا کی طرف توجہ کرنے سے حتی الامکان باز رکھیں، وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ [ظاہری و باطنی گناہ کو چھوڑ دو] نص قاطع ہے اور اس معنی پر اس حد تک مداومت کریں کہ الانعام ۱۲۱
یہ حالت ملکہ ہو جائے اور تکلف سے رہائی حاصل ہو جائے اور طریقت سے حقیقت میں آجائیں اور یاد کرد سے یادداشت کی طرف مائل ہو جائیں، کتنی بڑی نعمت ہے کہ آپ کا ظاہر وظائفِ اعمال کے ساتھ جو کہ اس ظاہر کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں مشغول رہے اور باطن ماسوا کی دید سے منقطع ہو جائے اور مطلوب میں مستغرق و فانی رہے، والسلام علیکم وعلی سائر من اتبع الہدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتحیات والبرکات العلیٰ۔

www.maktabah.org

جلد ۳۶

مکتوب ۱۱

شمشیر خاں کے نام نفسِ امارہ کی مخالفت پر تحریص اور اہلِ سنت و جماعت کی درست آراء کے موافق عقائد کی تصحیح اور اسلام کے ارکانِ خمسہ کی بجا آوری اور طریقۂ صوفیہ کے سلوک پر ترغیب اور طریقۂ عالیہ نقشبندیہ کی تعریف میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وآلہ الطاہرین۔ اللہ تعالیٰ نبیِ اُمّی اور اُن کی بزرگ آل کے طفیل آپ کی ذاتِ بابرکات کو اپنے الطاف و عنایات میں شامل رکھ کر اتباعِ نبوی و سُننِ مصطفوی علیٰ مصدرہا صنوف الصلوات النامیات کے زیور سے مزین و آراستہ رکھے، اما بعد، حقائق آگاہ مولانا محمد حنیفؒ نے فقراء کے بارے میں آپ کی مہربانیوں کا بہت اظہار کیا اور ایک خط (آپکو) لکھنے کی استدعا کی ہے جو نصیحتوں پر مشتمل ہو، التماس کرنے والے کی بات کو مانتے ہوئے چند نامربوط کلمات لکھنے کی جرأت کی ہے۔

میرے مخدوم! حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے آدمی کو بیکار پیدا نہیں کیا ہے اور اُس کی اپنی مرضی پر نہیں چھوڑا ہے کہ جو کچھ سمجھے کرے اور نفس کی خواہش و طبیعت کے منشا کے مطابق زندگی بسر کرے، اس کو اوامر و نواہی کا مکلف بنایا اور طرح طرح کی تکلیفات (احکام) کے ساتھ مخاطب کیا ہے، اس کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے کہ اُن (احکام) کے مقتضا کے مطابق زندگی بسر کرے اور نفس و طبیعت کی جو خواہش ان (احکام) کے برخلاف ہو اُس کو چھوڑ دے اور اگر وہ ایسا نہیں کریگا تو مولائے حقیقی (اللہ تعالیٰ) کے غیظ و غضب کا مورد ہوگا اور عذاب اور طرح طرح کی سزاؤں کا مستحق ہوگا، وہ لوگ بڑے خوش وقت و خوش نصیب ہیں جنھوں نے اپنی کمرِ ہمت کو مولیٰ تعالیٰ کی بندگی میں خوب اچھی طرح باندھا ہے اور تمام کوششوں کو اُس کی خوشنودیوں کے حاصل کرنے میں صرف کردیا ہے: فطوبیٰ لمن وفق لمرضات اللہ و یا حسرتا علیٰ من فرط فی جنب اللہ فبشریٰ للصالحین والابرار وویل للکفرین من النار سبق المفردون وھلک المسوفون [پس اس شخص کے لئے خوشخبری ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ کاموں کی موافقت کی اور اس شخص پر حسرت و افسوس ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے احکام سے تجاوز کیا پس صالحین و ابرار کے لئے بشارت ہے اور کافروں کے لئے دوزخ کا دردناک عذاب ہے شریعت پر عمل کرنے والے سبقت لے گئے اور آجکل (لیت و لعل) کرنے والے ہلاک ہوگئے] دنیا کھیتی کرنے کی جگہ ہے کھیتی کرنے کے وقت میں عیش و آرام میں مشغول ہونا اور ناپسندیدہ

www.maktabah.org

فانی لذتوں کے ساتھ موافقت کرنا اپنے آپ کو دائمی اور پسندیدہ عیش سے محروم رکھنا ہے، دوراندیش عقل اس کا یقین نہیں رکھتی اور باقی رہنے والی پسندیدہ لذتوں کو چھوڑ کر ناپسندیدہ فانی لذتوں پر فریفتہ نہیں ہوتی، پس علمائے اہلِ سنت و جماعت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم [اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو مشکور فرمائے] کی صحیح آراء کے مطابق دینی عقائد جو کہ کتاب و سنت سے ماخوذ ہیں کی تصحیح کے بغیر چارہ نہیں ہے اور فرض و واجبات کے ادا کرنے اور حرام چیزوں سے بچنے کے سوا گذارا نہیں ہے[1] اور سب سے بہتر عبادت اور سب سے معتبر طاعت نماز ہے جو کہ دین کا ستون اور مسلمان و کافر میں واضح طور پر فرق کرنے والی ہے اور جو قرب الٰہی اس کے ادا کرتے وقت حاصل ہوتا ہے اس (نماز) کے باہر وہ نادر (بہت کم) ہے، پس نماز کو پانچوں وقت جماعت و جمعیت و تعدیلِ ارکان اور کامل وضو کے ساتھ مستحب اوقات میں ادا کرنا چاہئے، م۳۷

حدیث شریف میں وارد ہے کہ جب بندہ نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو اس کے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اس بندے اور اس کے پروردگار کے درمیان کے حجابات اٹھا دیئے جاتے ہیں اور جب تک وہ ناک کی رینٹ نہ ڈالے حورعین اس کے سامنے رہتی ہے، اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ نماز پڑھنے والا بادشاہ کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے اور اس میں شک نہیں کہ جو شخص ہمیشہ دروازہ کھٹکھٹاتا رہتا ہے قریب ہے کہ وہ اس کے لئے کھول دیا جائے، اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ پانچ نمازوں کی مثال میٹھے پانی کی جاری نہر کی مانند ہے جو تم میں سے کسی کے دروازے کے پاس سے گذرتی ہے کہ وہ شخص اس میں پانچ مرتبہ غسل کرتا ہے پس اس سے (اس پر) کچھ بھی میل باقی نہیں رہے گا، اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ بیشک جس شخص نے ان پانچ فرض نمازوں پر جماعت (سے ادا کرنے) میں حفاظت کی وہ ان لوگوں میں سب سے پہلا شخص ہوگا جو پل صراط پر چمکنے والی بجلی کی مانند (تیزی سے) گذریں گے اور اللہ تعالیٰ اس کو سابقین کے پہلے گروہ میں حشر فرمائے گا اور ہر دن اور رات میں ان نمازوں پر حفاظت کرنے والے کو ایک ہزار ایسے شہیدوں کے اجر کے برابر اجر ملے گا جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کئے گئے ہوں، اور بڑھنے والے مالوں اور چرنے والے چوپایوں کی زکوٰۃ اس کے مصارف میں احسان مندی و رغبت کے ساتھ دینی چاہئے، صدقہ دینے سے مال میں کمی نہیں ہوتی اور معاف کر دینے سے اللہ تعالیٰ بندے کی عزت بڑھاتا ہے، اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے لئے تواضع کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو بلند کرتا ہے، اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص سونے چاندی کا مالک ہو اور وہ اس کا حق (زکوٰۃ) ادا نہ کرے تو قیامت کے روز (اس سونے چاندی کو گرم کر کے) اس کے تختے بنائے جائیں گے پھر ان تختوں کو دوزخ کی آگ میں تپایا جائیگا پس ان کے ساتھ اس کے پہلو اور پیٹھ کو داغ دیا جائیگا پھر ٹھنڈا ہونے پر وہ تختے دوبارہ آگ میں ڈالے جائیں گے اور ان کو نکال کر

[1] مشکوٰۃ المصابیح باب وجوب الزکوٰۃ الفصل الاول۔

www.maktabah.org

داغ دیں گے اور اُس دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے بار بار اس کے لئے یہی عمل کیا جائے گا . . . . . حتیٰ کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے گا پس ہر بندہ اپنا راستہ یا جنّت کی طرف دیکھ لے گا اور یا دوزخ کی طرف دیکھ لیگا۔ (اللہ تعالیٰ نے) اپنے نہایت کرم سے (بڑھنے والے مال پر) سال گذرنے اور اپنی ضروریات میں خرچ کرنے کے بعد جو کچھ باقی بچے اس میں سے چالیسواں حصہ (زکوٰۃ دینا) فرض کیا ہے۔ عجیب بے انصافی ہوگی اگر اس کے ادا کرنے میں تساہل کیا جائے اور حیلوں سے اس کو چھوڑ دے، جان و مال سب اُس تعالیٰ شانہٗ کا ہے اگر وہ (اللہ تعالیٰ) تمام مال فقراء کو دینے کا حکم فرماتا اور جان طلب فرماتا تو اس کی بے نیاز بارگاہ کے شیدائی ابرو پر شکن لائے بغیر طرح طرح سے پورے ذوق و شوق کے ساتھ جان و مال قربان کر دیتے اور اپنی سعادت اسی میں جانتے ؎

ان قال لی مت مت سمعا وطاعة وقلت لداعی الموت اهلا ومرحبا

(اگر وہ مجھ سے کہے کہ مرجاؤ میں "سُن لیا اور مان لیا کہتے ہوئے" مرجاؤں اور داعی اجل سے کہوں کہ تیرا آنا مبارک ہو۔)

کسی نے خوب کہا ہے ؎

گر بنقد جان توانستے خریدن وصلِ دوست طالب وصلِ تو بودے ہر کہ جانے داشتے

(اگر دوست کا وصل (ملاپ) جان کی نقدی سے خریدا جا سکتا تو جو شخص بھی جان رکھتا ہوتا تیرے وصل کا طالب ہوتا)۔

۳۸ اور ماہِ مبارک رمضان کے روزے ذوق و شوق کے ساتھ رکھنے چاہئیں اور اپنی سعادت اس بھوکا اور پیاسا رہنے میں سمجھنی چاہیے۔ حدیث شریف میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اولادِ آدم کا ہر نیک عمل (ثواب میں) دس گنا سے سات سو گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے سوائے روزہ کے کہ بلاشبہ یہ میرے لئے ہے اور میں خود اس کا بدلہ دوں گا (یا یہ مطلب ہے کہ میں خود ہی اس کا بدلہ ہوں)، (روزہ دار شخص) اپنی خواہش اور اپنا کھانا (پینا) میری وجہ سے چھوڑ دیتا ہے، روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں ایک خوشی اس کے روزہ افطار کرتے وقت ہے اور دوسری خوشی (آخرت میں) اپنے رب سے ملاقات کے وقت (حاصل ہوگی) اور بےشک روزہ دار کے منھ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مُشک کی خوشبو سے بھی زیادہ خوشبودار ہے، اور روزہ ڈھال ہے پس جب تم میں سے کسی کا روزہ کا دن ہو تو وہ فحش کلامی اور چیخ پکار نہ کرے اور اگر کوئی شخص اس کو گالی دے یا اس سے لڑائی کرے تو اس کو چاہیے کہ یہ کہہ دے میں روزہ دار شخص ہوں۔ متفق علیہ (یعنی اس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے)۔ اور حج کی شرائط پائی جانے کی صورت میں خانہ کعبہ کا حج کرنا چاہئے اور گھر (کے واسطے) سے صاحبِ خانہ (اللہ تعالیٰ) کا قُرب تلاش کرنا چاہیے اور اس کا پتہ لگانا چاہئے۔ اور حدیث شریف میں ہے کہ حج اور عمرہ پے در پے کرو (یعنی اگر عمرہ کیا ہے تو حج بھی کر و یا حج کیا ہے تو عمرہ بھی کرو)

www.maktabah.org

یا قران کرو)۔ پس یہ دونوں تنگدستی اور گناہوں کو اس طرح دُور کردیتے ہیں جس طرح بھٹی لوہا، سونا اور
چاندی کی میل کو دور کردیتی ہے اور جنت میں داخل ہونا ہی حج مبرور کا ثواب ہے ـــــ اور چونکہ مسلمانی
کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے جن میں سے ایک یہ شہادت دینا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور
محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور دوسری چار چیزیں وہ ہیں جو اوپر بیان ہو چکی ہیں
(یعنی نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج) اگر ان پانچ چیزوں میں سے کسی ایک میں خلل واقع ہو جائے تو مسلمانی میں
کہ اس کی بنیاد چار دیواروں اور چھت پر ہوتی ہے اگر ان پانچ چیزوں میں سے ایک بھی نہ ہو تو گھر نامکمل
اور ویران ہے، دینی عقائد کی تصحیح اور ظاہری اعمال کے بعد صوفیائے کرام قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم
کے طریقہ پر چلنا ضروری ہے تاکہ حق جل وعلا کی معرفت حاصل ہو جائے اور خواہشات نفسانی سے نجات
کی صورت بن سکے جو بندہ اپنے مالک کی معرفت نہیں رکھتا اور اس کو نہیں پہچانتا تعجب ہے کہ وہ کس
قسم کی زندگی بسر کرتا ہے اور کس چیز کے ساتھ مانوس اور محبت کرنے والا ہے، کسی نے خوب کہا ہے ؎

بچہ مشغول کنم دیدہ ودل را کہ مدام   دل ترامی طلبد دیدہ ترامی جوید

[میں تمہارے دل کو کس چیز کے ساتھ مشغول کروں کیونکہ ہمیشہ دل تجھ کو طلب کرتا ہے اور آنکھ تجھ کو ڈھونڈتی ہے]

عالم مجاز میں جو نوکر اپنے مالک کے ساتھ معرفت اور راہ سخن نہیں رکھتا وہ کسی شمار میں نہیں اور
اعتبار سے گرا ہوا ہے، اس بلند مرتبہ گروہ کے طریقہ پر معروف میں فنا ہوئے بغیر معرفت حاصل نہیں ہوتی اور
جبتک عارف کا وجود درمیان میں ہے وہ اس معرفت سے محروم ہے ؎

از تست حجاب تو یقین است   شرط ہمہ رہرواں ہمیں است

[یہ یقینی بات ہے کہ تیرا حجاب تجھ ہی سے ہے، تمام راستہ چلنے والوں کی شرط یہی ہے]

فنا و بقا ایک امر ہے جو صاحب فنا و بقا کے وجدان سے تعلق رکھتا ہے اور بیان کرنے میں صحیح ادا نہیں ہوتا۔

مع لذت مے نشناسی بخدا تا نہ چشی   [خدا کی قسم جبتک تو نہیں چکھے گا شراب کی لذت کو نہیں پہچانے گا]

پس عقل و ہوش والوں پر لازم ہے کہ اپنے انجام کار اور نقد روزگار (اعمال) میں غور کریں جس شخص کو
یہ معرفت حاصل ہے اس کے لئے خوشی و بشارت ہے اس کی پیدائش سے جو کچھ مقصود تھا وہ اس کو بجالایا
اور انسانیت کے کمال کو پہنچ گیا۔ مولوی (رومی) قدس سرہ نے کہا ہے ؎

وانکہ دانستی کہ ظل کیستی   فارغی گر مردی و گر زیستی

چوں بدانستی تو خود را از نخست   سوئے آنحضرت نسب کردی درست

[جب تو نے جان لیا کہ تو کس کا ظل ہے تو خواہ تو مردہ ہے یا زندہ (اب) تو فارغ ہے۔ جب تو نے اپنی ابتدا کو
جان لیا تو تو نے اس بارگاہ کی جانب نسبت کو درست کرلیا۔]

www.maktabah.org

اور جس شخص کو یہ دولتِ مطلوب حاصل نہیں ہے اس کو چاہیئے کہ اس کی طلب سے فارغ نہ رہے اور جس جگہ سے بھی اس مطلب کی بُو اس کے دماغ میں پہنچے اس کی طلب میں لگ جائے اور جس چیز کی تخریب مطلوب ہے اس کی تعمیر میں مشغول نہ ہو اور ہمیشہ عدمِ حصول کا رونا روتا رہے اور اپنی جدائی کا ماتم کرتا رہے اور ڈرتا اور لرزتا رہے، ایسا نہ ہو کہ مطلوب کو اپنی آغوش میں لئے بغیر کوچ کی صدا کان میں آپہنچے اور جو کچھ اس دنیا میں اس سے طلب کیا گیا ہے اس کو حاصل کئے بغیر اس سرائے فانی سے سامان باندھ لے کل قیامت کے روز کس منہ سے اس کی بے نیاز بارگاہ میں آئے گا اور کس حیلے سے عذر پیش کرے گا، دنیا میں دوبارہ آنا نہیں ہے۔ ؎

ترسم کہ یار با ما نا آشنا بماند　　　تا دامنِ قیامت ایں غم بما بماند

[ڈرتا ہوں کہ (مبادا) محبوب ہمارے (حال) سے نا آشنا ہی رہے اور یہ غم قیامت تک ہمارے ساتھ رہے]

جاننا چاہیئے کہ راہِ حق جل وعلا کا سلوک طے کرنے اور دوسروں کو کرانے کے لئے سب سے بہتر طریق طریقہ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرار اہلہا ہے کیونکہ اس طریقہ کے اکابر نے سنت پر عمل کرنا اور بدعت سے بچنا اختیار کیا ہے اور (اللہ تعالیٰ سے) ایک ایسا طریقہ طلب کیا ہے جو سب طریقوں سے اقرب ہو اور بلا شبہ (اللہ تعالیٰ کے قُرب تک) پہنچانے والا ہو اور اس کی ابتدا میں انتہا درج ہو اور کمال کے درجے پر پہنچنے کے بعد ان کی آگاہی (حضور و معرفت) دوسروں کی آگاہی سے اوپر ہو۔ ؎

نقشبندیہ عجب قافلہ سالارانند　　　کہ برند از رہِ پنہاں بحرم قافلہ را

[حضراتِ نقشبندیہ عجیب قافلہ سالار ہیں کہ یہ قافلہ کو خفیہ راستے سے حرم میں لے جاتے ہیں]

پس طالبِ حق جل شانہٗ کو اس طریقہ عالیہ کا اختیار کرنا سب سے زیادہ مناسب و اولیٰ ہے کیونکہ یہ راستہ نزدیک تر اور بلاشبہ پہنچانے والا ہے، اللہ تعالیٰ ہم فقرا کو ان اکابر کی برکات سے بہرہ ور کرے اور ان کے سرچشمۂ فیض سے سیراب فرمائے۔ والسلام علیکم و علیٰ سائر من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ و علیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات والبرکات العلیٰ۔

مکتوب ۱۲

محمد صالح کابلی کے نام استغفار و توبہ میں مشغول ہونے اور طاعات کے وظائف پر ترغیب کے بیان میں تحریر فرمایا۔

www.maktabah.org

ص۲۰ برادرم محمد صلاح تقویٰ وصلاح (نیکی) کے ساتھ آراستہ رہیں، جو خط آپ نے لکھا تھا اُس نے موصول ہوکر خوش وقت کیا، آپ نے اپنی شرمندگی وخجالت کے بارے میں لکھا تھا، توبہ کے دروازے کُھلے ہوئے ہیں اور وہ تعالیٰ شانہٗ رؤف ورحیم ہے، گناہوں سے کہ جن سے کوئی شخص بھی خالی نہیں ہے معافی ومغفرت طلب کریں، گریہ وزاری کے ساتھ بخشش طلب کرتے رہیں، ذکر وفکر میں خوب مشغول رہیں، اوقات کو وظائف طاعات اور مقرباتِ اعمال سے معمور رکھیں، اس جانب سے کامل صفائی تصور کریں اور اس لئے آپ کسی قسم کی کدورت اپنے دل میں نہ آنے دیں۔ آپ نے لکھا تھا میں نہیں جانتا کہ مقبول بندوں میں سے ہوں یا مردود بندوں میں داخل ہوں، "(مجھے) بھگاتے ہیں یا بُلاتے ہیں تم" میرے مخدوم! یہ جان کو گھلانے والا غم ہر دل میں لگا رہتا ہے اور کون ہے جو (اس) فکر سے خالی ہے شاید کوئی مردود ہی ہوگا۔ (اللہ) کریم کی بارگاہ سے امیدوار رہیں۔

مکتوب ۱۳

خواجہ محمد حنیف کے نام اُن کے خط کے جواب میں جو کہ انھوں نے اپنے بعض دوستوں کے حالات کی تعریف میں لکھا تھا اور مشیخت (پیر ہونے) کے ضروری آداب اور ضبطِ اوقات پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ: برادرِ عزیز مولانا محمد حنیف کے گرامی نامے جو انھوں نے اِن دنوں میں ارسال کیا تھا پہنچکر مسرور کیا اور اس سے پہلے بھی اس عزیز کا ایک خط پہنچا تھا، آپ نے اپنے مریدوں کے بعض احوال تحریر فرمائے تھے، محمد ہاشم اور فاضل کے احوال سنجیدہ اور عمدہ ہیں، تھوڑے عرصہ میں بہت کم طالبین اس قسم کے احوال کی طرف ہدایت پاتے ہیں اس قسم کے طالبین کو بیکار نہیں چھوڑنا چاہیے اور کام (معمولات) پر پابند کرنا چاہیئے اور ان کی تربیت میں پوری پوری کوشش ملحوظ رکھنی چاہیے، نفیس جوہر کمیاب ہوتا ہے اس کی قدر کرنی چاہیے اور جو شخص شغل (ذکر وغیرہ) طلب کرے اس کو شغل میں لگادیں اور حلقہ کو سرگرم رکھیں اور جس شخص کو ذکر اثر نہ کرے اس کو ذکر کرنے سے روک دیں اور محض وقوفِ قلبی کا امر کریں جب وہ کچھ عرصہ اس طریقہ پر مداومت کریگا امید ہے کہ ذکر سہولت کے ساتھ اثر کریگا لیکن توجہات سے اس کو محروم نہیں رکھنا چاہیے اور احباب طریقہ کو بعض ضروری آداب کی طرف رہنمائی کرتے رہیں، طریقے کے فیوض وبرکات کا حاصل ہونا آداب کی رعایت کے بغیر

www.maktabah.org

میسر نہیں ہے، آپ نے سنا ہوگا کہ کوئی بے ادب خدائے تعالیٰ جل وعلا تک نہیں پہنچا ہے، آداب کی رعایت نہ ہونے پر ضرر کا پلہ غالب ہے (اور) نفع رُک جاتا ہے۔ دیگر چاہئے کہ اوقات کی پابندی میں کوشش کریں اور اہم کاموں میں صرف کریں ایسا نہ ہو کہ فضول کاموں میں صرف ہو جائیں اور لوگوں کے ساتھ زیادہ میل جول رکھنے سے پرہیز کرتے رہیں کیونکہ اس سے باطنی نسبت کی رونق جاتی رہتی ہے، نیک نیتی کے بغیر مخلوق کے ساتھ صحبت رکھنا خالق تعالیٰ سے قطع تعلق کا سبب ہے، کسی بزرگ نے کہا ہے: لا تصحب الاشرار ولا تقطع عن اللہ بصحبۃ الاخیار [یعنی بروں کے ساتھ صحبت مت رکھ اور نیکوں کے ساتھ ایسی صحبت رکھ کر تو حق جل وعلا سے منقطع نہ ہو جائے] اور آپ مریدوں اور طالبوں کے ساتھ ایسا سلوک کریں کہ ان کی نظر میں بارعب اور باوقار معلوم ہوں، اسقدر شوخ و بے باک نہ ہو جائیں کہ جرأت و گستاخی کا سبب بن جائے اور اُن کے معمولات میں خلل آجائے اور دیگر یہ کہ چونکہ حواس پراگندہ ہیں کسی دوسری چیز (مزید لکھنے) میں مشغول نہیں ہو سکتا۔ دوشنبہ کی رات ساتویں تاریخ ماہِ رواں کو جو کہ ذی الحجہ کا مہینہ سن ایک ہزار پچاس ہجری ہے حضرت قبلہ گاہی والدہ ماجدہ جیو نے آخرت کا سفر اختیار کیا ہے اور پسماندگان کو جگر کباب و دیدہ پُرآب چھوڑ گئی ہیں اُن کا وجودِ شریف دونوں جہان کی سعادت کا وسیلہ اور رب المشرقین کی رضامندی کا دریچہ (کھڑکی) رہا ہے کہ اب اس راہ سے اس کے حصول سے محرومی پیدا ہو گئی ہے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۝۱؎ [بیشک ہم سب اللہ تعالیٰ کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں] دوست و احباب ستر ہزار بار کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھ کر اس کا ثواب اُن کی روحانیت کو پیش کر دیں۔ والسلام اولاً و آخراً۔

۱؎ ۲/۱۵۶

مکتوب ۱۴

شیخ عبد الکریم کے نام اُس خط کے جواب میں جو انھوں نے لکھا تھا اور بلندیٔ ہمت و خلوت گزینی پر ترغیب کے بارے میں تحریر فرمایا۔

سعادت آثار مولانا عبد الکریم ہمیشہ ترقی کرتے رہیں آپ کے احوال و اطوار کی استقامت کی خبریں جو سننے میں آتی رہتی ہیں مسرت کا سبب ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہمیں مزید استقامت عطا فرمائے، آپ نے جو خط اپنے احوال و ترقیات پر مشتمل لکھا تھا پہنچا، اس کے مضامین واضح ہوئے اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد و شکر ہے، اپنے کام میں خوب مشغول رہیں اور جو حالت پیش آئے اس کا شکر بجا لائیں اور ھَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ

www.maktabah.org

(کیا اور بھی ہے) کہتے ہوئے اس کے ساتھ خوش رہیں اور اس سے ترقی چاہیں۔ ان اللہ یحب معالی الھمم (اللہ تعالیٰ ہمتوں کے بلند ہونے کو پسند فرماتا ہے) اور گوشہ نشینی و تنہائی کی طرف بہت زیادہ راغب رہیں، اور جن لوگوں کو آپ نے طریقہ بتایا ہے ان کے احوال میں مشغول رہیں، اور آپ کو جتنی تعداد کیلئے طریقہ سکھانے کی اجازت دی گئی تھی اگر وہ تعداد پوری ہو چکی ہے تو مزید اتنے ہی اور لوگوں کو طریقہ سکھائیں۔ والسلام

مکتوب ۱۵

مولانا محمد حنیف کے نام نصیحت اور آخرت کی تیاری پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ اور تسلیمات کے بعد عرض کرتا ہے کہ اس صوبہ کے فقرا کے احوال و اطوار حمد کے لائق ہیں، اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ سے آپ کی سلامتی و عافیت اور طریقہ پسندیدہ و سنتِ عالیہ پر استقامت اور آپ کے باطنی مراتب کی ترقی کے لئے دعا کی گئی ہے۔ میرے مخدوم! موت نے سایہ ڈال دیا اور مقررہ مدت (موت کی گھڑی) آن پہنچی ہے اور اس کے لئے کچھ بھی سامان نہیں ہوا اور اس قسم کے دور و دراز سفر کے اسباب کی تیاری میسر نہیں آئی، جاء الموت بحذافیرہ جاءت الراجفۃ تتبعھا الرادفۃ (موت پوری طرح آگئی، ہلا ہلا دینے والی (قیامت کا پہلا نفخۂ صور) آ پہنچی جس کے بعد دوسرا نفخۂ صور ہوگا)۔ افسوس کہ عمر کا اعلیٰ حصہ ہوا و ہوس میں گذر گیا، معلوم ہے کہ عمر کے ارذل (نہایت کمزور) حصے میں کیا کرے گا اور اس وقت کا کیا ہوا کیا اعتبار رکھے گا شرمندگی کی وجہ سے پانی پانی ہوا جاتا ہے اور عذر کی زبان نہیں رکھتا کسی نے خوب کہا ہے۔

؎ کنوں چہ عذرِ گناہانِ خویشتن خواہم
زشرم خوں چکدم از بدن بجائے عرق

(میں اب اپنے گناہوں کا کیا عذر چاہوں، شرم کی وجہ سے میرے بدن سے پسینہ کی بجائے خون ٹپکتا ہے)

سعادت آثار فضائل بیگ مخلص دوستوں میں سے ہیں کابل کی طرف متوجہ ہیں، امید ہے کہ آپ دوستی کے لوازم بجا لائیں گے، خواجہ محمد رضا بھی یارانِ طریقت میں سے ہیں، ان کے باطن کی طرف بھی توجہ ملحوظ رکھیں۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۶

خواجہ عبد الرحمٰن نقشبندی کے نام اُن کے آباء کرام (باپ دادا) کا شکر ادا کرنے اور کمالِ استغنا کے باوجود

www.maktabah.org

اشد شوق اصل کی طرف منسوب ہونے اور عارف کی فنا و بقا کے بیان میں تحریر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ میرے مخدوم و مخدوم زادہ کی ذات بابرکات کو اپنے الطاف و عنایات میں شامل رکھ کر ظاہری و باطنی ترقیات کے ساتھ ممتاز رکھے اور ان کے بزرگوں کے حقوق ہم فقرا کے ذمہ اس قدر ہیں کہ تحریر و تقریر کے احاطہ میں نہیں آسکتے۔ اہل اللہ کے طریقہ کا سلوک ہم نے ان بزرگوں سے اخذ کیا ہے اور جذبہ کی اقسام کو انہی کی برکات سے استفادہ کیا ہے، فنا و بقا ان کی صحبت میں موجود ہے اور سیر الی اللہ و سیر فی اللہ ان کی مجلس سے ماخوذ ہے، سنت کی پیروی کرنا اور بدعت سے بچنا جو کہ اس کام کا مدار اور اس معاملہ کی بنیاد اور بے اندازہ فیوض و اسرار کا پھل دینے والا ہے ہم نے ولایت کے ان سرچشموں کی ہدایت کے نور سے اقتباس (استفادہ) کیا ہے کیونکہ دوسرے طریقے امور بدعہ سے خالی نہیں ہیں اور ان اکابر کا طریقہ بعینہٖ اصحابِ کرام علیہم الرضوان کا طریقہ ہے اس لئے یہ طریقہ سب طریقوں سے اقرب ہوا اور بلا شبہ (اللہ تعالیٰ سے) ملانے والا ہو گیا اور دوسروں کی انتہا ان کی ابتدا میں درج ہو گئی۔

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار انند ؎ کہ برند از رہِ پنہاں بحرم قافلہ را ۴۳

[حضراتِ نقشبند عجب قافلہ سالار ہیں کہ یہ قافلہ کو خفیہ راستے سے حرم میں لے جاتے ہیں۔]

حاصل کلام، اگر ظاہر ہے تو وہ ان بزرگوں کے اطوار سے آراستہ ہے اور اگر باطن ہے تو وہ بھی انہی کے انوار سے منور ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

شکرِ فیضِ تو چمن چوں کُند اے ابرِ بہار ؎ کہ اگر خار و اگر گُل ہمہ پروردہ تُست

[اے ابرِ بہار! چمن تیرے فیض کا شکر کس طرح ادا کرے کیونکہ کانٹا ہو یا پھول سب تیرے ہی پروردہ ہیں]

یہ خستہ دل درویش اپنے اندر لیاقت نہ ہونے کے باعث بزرگوں کی مجلس کی قابلیت نہیں رکھتا اگر ان (بزرگوں کے) حقوق کی ادائیگی میں کوئی قصور واقع ہو گیا ہو تو وہ معاف فرمائیں گے (اُن کے) حقوق سر سے پاؤں تک ہیں اور ان کا ادا کرنا اس مسکین کے مقدور میں نہیں ہے شاید بزرگ حضرات براہِ کرم معاف فرما دیں اور ایک نا قابل شخص کو اس تمام ناقابلیت کے باوجود قبول فرما لیں۔ ع

با کریماں کارہا دشوار نیست [کریموں کے لئے کوئی کام دشوار نہیں ہے]

بیشک پہلے سے اسی طرح ہوتا آیا ہے اور معیوب ممکن کو واجب الوجود (اللہ) تعالیٰ کی قبولیت کے شرف تک پہنچا دیا ہے جیسا کہ کسی بزرگ نے کہا ہے۔ رباعی

تو بعلمِ ازل مرا دیدی ؎ دیدی آنگہ بعیب بخریدی

تو بعلم آں و من بعیب ہماں ؎ رد مکن آنچہ خود پسندیدی

www.maktabah.org

[تو نے اپنے ازلی علم سے مجھے دیکھا ہے، اس وقت عیب کے ساتھ دیکھنے کے باوجود تو نے خریدا ہے، تو علم کے ساتھ وہی ہے اور میں عیب کے ساتھ وہی ہوں، جس چیز کو تو نے پسند کیا ہے اس کو ردّ نہ فرما۔]

اور زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ اشد شوق کمال عزت و استغنا کے باوجود اُس بارگاہ کی طرف منسوب ہوا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے، کیوں منسوب۔ ہو کہ جو چیز اصل کی طرف رجحان رکھتی ہے اور مرتبۂ وجوب کی طرف منسوب ہے اشد وارجح ہے۔ ع

درخانہ بکد خدائی ماند ہمہ چیز [گھر کی ہر چیز گھر کے مالک ہی کی ہوتی ہے]

ممکن کا شوق واجب تعالیٰ کے شوق کے بالمقابل زائل و لاشئی ہونے کا حکم رکھتا ہے کیونکہ ممکن وجود و توابع وجود سے جو کچھ خیر و کمال کی قسم سے رکھتا ہے وہ سب مرتبۂ وجوب سے مستفاد و مستعار ہے، ظل و پرتوِ ظل کو اصل کے ساتھ کیا مساوات ظل کسی امر میں بھی اپنے ساتھ استقلال نہیں رکھتا اگر عارتی خیر و کمال کو اپنی طرف نسبت کرے تو امانت میں خیانت کرنے والا ہوگا اور اصل کے ساتھ برابری اور شرکت کا دعویٰ ظاہر کرے گا، کمال اُس کے حق میں کمال کی نفی کرنا ہے اور بھلائی کی نفی کرنے میں ہی بھلائی ہے، عارتی کمالات کو اپنی طرف سے جان کر اپنے آپ کو اس فاسد گمان کے ساتھ خیر و کمال تصور کیا ہے اور اس بے بنیاد پر لمبی بنیاد رکھی ہے۔ رباعی

مداحی خود بر غمِ حاسد تا کے ترویج چنیں متاعِ کاسد تا کے
تو معدومی خیالِ ہستی از تو فاسد باشد خیالِ فاسد تا کے

[تو حاسد کے خلاف مرضی اپنی تعریف کب تک کرتا رہے گا اس طرح کی کھوٹی پونجی کو کب تک رواج دیتا رہے گا تو معدوم ہے، تیرا ہستی کا خیال کرنا فاسد (خیال) ہے (تو) یہ فاسد خیال کب تک کرتا رہے گا]

اور جب عنایت کی سبقت کے ساتھ کسی صاحبِ نصیب کو اس دید کے ساتھ نوازتے ہیں اور وہ حال و ذوق کے ذریعہ (یہ بات) معلوم کر لیتا ہے کہ جو کمالات اس کی طرف منسوب ہیں وہ تمام مرتبۂ وجوب سے مستعار و مستفاد ہیں اور اس تعالیٰ شانہٗ کے کمالات کے ظلال ہیں ۔ع

نیاوردم از خانہ چیزے نخست تو دادی ہمہ چیز من چیز تُست

[میں اپنے گھر (عالم عدم) سے کوئی چیز نہیں لایا تو نے ہی ہر چیز دی ہے اور میں (بھی تیری ہی چیز ہوں] (تو) اسوقت سعادت کا مدعا ہاتھ آتا ہے اور جہل مرکب کے گرداب سے نجات کی امید حاصل ہو جاتی ہے، مولوی (روم) قدس سرہٗ نے کہا ہے ۔ع

چوں بدانستی تو خود را از نخست سوئے آنحضرت نسب کردی درست
دانستی کہ ظل کیستی فارغی گر مُردی وگر زیستی

www.maktabah.org

[جب تو نے اپنی ابتدا کو جان لیا تو تو نے اس بارگاہ کی طرف نسبت کو درست کرلیا، اور جب تو نے یہ جان لیا کہ تو کس کا ظل ہے تو خواہ تو مُردہ ہے یا زندہ (اب) تو فارغ ہے]۔

اس مقام سے جب ترقی کرتا ہے تو ہو سکتا ہے کہ کمالاتِ منعکسہ کو صحیح طور پر اصل کے سپرد کردے اور اپنے آپ کو جو کہ ان کمالات کا آئینہ تھا عدم محض کے ساتھ ملا ہوا پائے، اسوقت عارف کا نہ کوئی نام رہتا ہے نہ نشان۔ نفعل معہ ما نفعل (پس اس کے ساتھ جو معاملہ بھی کیا جاتا ہی کیا جاتا ہے] قلم اس جگہ پہنچا اور اس کا سر ٹوٹ گیا۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۷

خواجہ محمد حنیف کے نام دائمی اضطراب اور متواتر حزن و غم پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ حامداً للہ العظیم و مصلیاً علیٰ رسولہ الکریم [عظمت والے اللہ کی حمد کرتے ہوئے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہوئے اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں] میرے پیارے بھائی کا پسندیدہ خط پہنچا خوش وقت کیا، واردات میں سے جو کچھ لکھا تھا عمدہ و اعلیٰ ہے، قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْماً [آپ کہہ دیجئے اے میرے رب میرے علم کو زیادہ کر] اپنے اور مریدوں کے کام میں مشغول اور بے چین رہیں، سرد (سستی) اور لا پرواہی دشمنوں کے نصیب ہو، کسی بزرگ نے کہا ہے کہ تصوف اضطراب (کا نام) ہے جب سکون آ گیا تو تصوف نہیں رہا، طالب اضطراب و بے چینی کے بغیر اور عارف درد و غم کے بغیر نہیں، جب فخرِ موجودات علیہ افضل الصلوات و اکمل التحیات دائمی فکر اور متواتر حزن و غم کے ساتھ موصوف ہوں جیسا کہ (حدیث شریف میں) وارد ہوا ہے تو دوسروں کا کیا ذکر ہے والسلام علیکم و علیٰ اھل بیتکم۔

مکتوب ۱۸

مولانا غازی سرہندی کے نام اس استفسار کے جواب میں تحریر فرمایا جو انھوں نے سلب نسبت کے بارے میں لکھا تھا۔

۴۵ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حامداً و مصلیاً، برادر گرامی مولانا غازی کے خط نے موصول ہو کر مسرور کیا، اللہ سبحانہٗ کا حمد و شکر ہے کہ آپ عافیت سے ہیں اور فقرا کی یاد سے فارغ نہیں ہیں۔ف

ف: اس جگہ کے بعد ایک نسخہ میں یہ اضافہ ہے" ملاقات وقت پر منحصر ہے حق سبحانہٗ مسبب الاسباب قادر ہے کوئی سبب پیدا فرمائے ملاقات ہونے کا ذریعہ ہو۔

www.maktabah.org

آپ نے لکھا تھا کہ "حضرت گنج شکر قدس سرہٗ کی اولاد میں سے ایک بزرگ برہان پور میں آرام فرما ہیں، تین روز اُن کی قبر پر جا کر بیٹھا تین روز کے بعد ظاہر کیا گیا کہ تُو ہر طرف سے ترک کرے تو ہماری طرف سے تیرے لئے کچھ حصہ ہے۔ فقیر نے اس کے بعد اس روضہ (مزار) کی طرف جانا ترک کر دیا لیکن میں نہیں سمجھا کہ اس گفتگو کا مدعا کیا تھا" میرے مخدوم! ہو سکتا ہے کہ اس گفتگو میں آپ کا امتحان مطلوب ہو اور آزمائش کی گئی ہو۔ اور نیز آپ نے لکھا تھا کہ "میں نے ایک بزرگ کی نسبت سلب کر لی لیکن میں نے اس سلب سے اپنے اندر کوئی زیادتی محسوس نہیں کی اور اس بزرگ میں کوئی کمی مفہوم نہیں ہوئی، اس کا سبب کیا ہوگا۔" میرے مخدوم! پہلا مقدمہ کہ اپنے اندر (کوئی زیادتی) نہیں پائی معقول ہے اس لئے کہ سلب جو کہ کسی شخص سے نسبت کی نفی ہے اس سے سلب کی ہوئی نسبت کا سلب کرنے والے کے اندر ثابت ہونا لازم نہیں آتا، لیکن مقدمۂ ثانیہ (اس بزرگ میں کوئی کمی مفہوم نہ ہونا) محلِ تامل ہے کیونکہ سلب سے اُس شخص میں کمی کا آجانا لازم آتا ہے جس سے (نسبت کو) سلب کیا گیا ہے پس یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "کوئی کمی مفہوم نہیں ہوئی" ہو سکتا ہے کہ اس پر محمول ہو کہ عین نسبت سلب ہو جائے اور اس کا اثر ابھی باقی ہو اور آپ نے اس کو بے کم و کاست عین نسبت سمجھ لیا ہو، جیسا کہ اگر کسی چنگاری کو بجھا دیں اور حرارت کا اثر اس میں ابھی باقی رہے تو یہ بھی احتمال ہے کہ آپ نے مقدماتِ سلب کو سلب سمجھ لیا ہو اور در اصل سلب متحقق نہ ہوا ہو۔ آپ نے لکھا تھا کہ "نمازِ تہجد کے بعد جب بیٹھتا ہوں تو اپنے اندر افلاس بکھرا ہوا (؟) کوئی نور اور کوئی شغل کچھ بھی نہیں پاتا" میرے مخدوم! جو چیز ممکن کی ذاتی ہے وہ فقر و افلاس ہے جو کمال بھی اس کے اندر ظاہر ہے وہ عارضی و انعکاسی ہے جس کو ممکن نے اس بے بنیاد دید اور اس بود بے بود (اس وجود جو بمنزلۂ عدم ہے) کی وجہ سے اپنے آپ کو کامل و خیر خیال کیا ہے اور اس بے بنیاد پر بنیاد دراز رکھی ہے اور اپنے مالک کے ساتھ کمالات میں شرکت کا دعویٰ ظاہر کیا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کی عنایت کی سبقت سے وہ جان لیتا ہے کہ اس کی ذات عدم ہے اور یہ تمام کمالات عارضی اور امانتی ہیں تو وہ ضرور کمالات کو اصل کے ساتھ ملا ہوا پائے گا اور امانت کو اہلِ امانت کے سپرد کر دے گا اور اپنے ذاتی فقر اور پیدائشی افلاس کے ساتھ متحقق ہو جائے گا۔

آپ نے لکھا تھا کہ "نماز میں خاص حضور رکھتا ہے کہ جس میں کوئی سُستی نہیں ہے۔" میرے مخدوم! یہ حالت اچھی (عمدہ) ہے اور نماز کے اندر کی کیفیت نماز سے باہر کی کیفیت پر فوقیت رکھتی ہے۔ والسلام

www.maktabah.org

مکتوب ۱۹

مولانا محمد حنیف کے نام تعمیر اوقات کے بارے میں تحریر فرمایا۔

برادرِ گرامی مولانا محمد حنیف اس خستہ دل درویش (کی جانب) سے سلام عافیت انجام پڑھیں۔ ایک مدت ہو گئی کہ اس بھائی کی کوئی خبر نہیں پہنچی دل منتظر رہتا ہے، میرے مخدوم! کام کرنے کا وقت ہے نہ کہ باتیں کرنے کا، اندھیری راتوں کو گریہ و استغفار کے ساتھ منور رکھیں اور کلمۂ طیبہ و کلمۂ توحید کے تکرار (بار بار پڑھنے) سے ہمیشہ زبان کو تر رکھیں اور کلام مجید کی تلاوت سے وقت و حال کے موافق جو حصہ حاصل کریں اور طویل قیام کے ساتھ نماز (نوافل) ادا کرنے سے محروم نہ رہیں اور علم سیکھنے اور سکھانے پر حریص رہیں جاءت الراجفۃ تتبعھا الرادفۃ (پہلا نفخ صور آپہنچا جس کے بعد دوسرا نفخ صور ہوگا)

مکتوب ۲۰

نیز مولانا محمد حنیف کے نام اُن کے اس عریضہ کے جواب میں تحریر فرمایا جو کہ گوشہ نشینی کے شوق اور ان کے دوستوں کے احوال پر مشتمل تھا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی، آپ کا گرامی نامہ پہنچا مسرور و خوش وقت کیا اللہ سبحانہ کا حمد و شکر ہے کہ آپ عافیت سے ہیں اور محبت کا رشتہ اور باطنی رابطہ ہمیشہ ترقی پر ہے، آپ نے احوال و معارف و حقائق کی تفصیل کے جاننے اور طالبین کے احوال کی تفصیل منکشف ہونے وغیرہ کے بارے میں بعض آرزوؤں کے حاصل ہونے کی درخواست کی تھی، امیدوار رہیں اور جو کچھ اس وقت حاصل ہے اس کا شکر ادا کرتے رہیں لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ (اگر تم شکر ادا کرو گے تو یقیناً میں تمہیں اور زیادہ دوں گا) ابراہیم ۷ بندہ کو آرزو سے کیا کام، اکثر ایسا ہوتا ہے کہ وہ کسی ایسے امر کی تمنا کرتا ہے جو اس کے مقدر میں نہیں ہے، حضرت کلیم (موسیٰ) علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام نے (اللہ تعالیٰ کے) دیدار کی طلب کی وہ بالفعل (اس وقت) وقوع میں نہیں آیا اور حکم ہوا يٰمُوسٰى إِنِّي اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِي وَبِكَلَامِي فَخُذْ مَا آتَيْتُكَ وَكُنْ مِنَ الشّٰكِرِينَ (اے موسیٰ! بیشک میں نے تجھ کو اعراف ۱۴۴ لوگوں پر اپنی پیغام رسانیوں اور اپنے کلام کے ساتھ منتخب کر لیا ہے پس جو چیزیں میں تجھ کو دیتا ہوں اس کو لے لے

www.maktabah.org

اور شکر کرنے والوں میں سے ہو جا۔]

آپ نے لکھا تھا "تقریباً ایک سال ہو گیا ہے کہ یہ خیال بہت زیادہ بڑھ گیا ہے کہ لوگوں کی آمد و رفت بند کر دے بلکہ گھر بار اور ساز و سامان کو چھوڑ کر کسی کونے میں جا بیٹھے اور اپنے گناہوں کا ماتم کرتا رہے لیکن آپ سے ڈرتا ہے"۔ میرے مخدوم! آپ کس لئے ڈرتے ہیں، کون ہے جو یہ آرزو دل میں نہیں رکھتا، گوشہ نشینی مسعود و مبارک ہے بشرطیکہ مخلوق کے حقوق ضائع نہ ہوں اور بیشک فی اللہ صحبت اگر کبھی کبھی واقع ہو جائے تو وہ گوشہ نشینی کے مقصد کے منافی نہیں ہے، العزلۃ تمنیۃ الصدیقین [گوشہ نشینی صدیقین کی تمنا ہے] آپ نے سنا ہوگا۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

بکنج غارے خلوت گزینم از ہمہ خلق گر آں لطیفِ جہاں یارِ غارِ ما باشد

[اگر وہ لطیفِ جہاں ہمارا یارِ غار ہو جائے تو میں کسی غار کے کونے میں تمام مخلوق سے تنہائی اختیار کر لوں]

آپ نے جو ملا علی محمد و ملا عبد السلام کے احوال لکھے تھے اور یہ بھی لکھا تھا کہ "جو نسبت مجھ سے ظاہر ہوتی ہے اُن سے بھی ظاہر ہوتی ہے وغیرہ وغیرہ" اس کے مطالعے نے بہت زیادہ مسرت بخشی، یہ احوال اعلیٰ اور پسندیدہ ہیں اور کام کی تکمیل کا پتہ دینے والے ہیں۔ جو خط ملا پایندہ محمد نے اپنے احوال کے اظہار میں لکھا تھا وہ بھی پہنچا اس نے بے کیفی و بے رنگی کی نسبت کے حصول اور اس پر لذت کے مرتب ہونے اور نفسِ امارہ کے متشکل ہونے اور اس نسبت کے تمام وجود کو گھیر لینے اور احاطہ کرنے اور سب سے پہلے پوست (کھال) میں محویت و فنائیت سرایت کرنے اور اس سے گذر کر گوشت میں پھر ہڈیوں میں اور اس کے بعد ظاہر سے باطن میں سرایت کرنے اور بے چین ہو جانے اور نعرہ مارنے کہ یا الٰہی! میں نے کیا کیا ہے کہ تو نے مجھ کو نیست و نابود کر دیا اور یہ الہام سننے کہ ھذا جذبۃ من جذبات الحق [یہ حق تعالیٰ کے جذبات میں سے ایک جذبہ ہے] خوش ہو جا، اگرچہ میں نے تجھ کو نیست کر دیا ہے لیکن تیرا معاملہ اچھا کر دیا ہے، اس کے بعد یہ الہام ہونے کہ ھذا لطف من الطاف الحق و ھذا مقام جمع الجمع لا وصف لہ ولا بیان لہ [یہ حق تعالیٰ کے الطاف میں سے ایک لطف ہے اور یہ جمع الجمع کا مقام ہے اس کا کوئی وصف و بیان نہیں ہے] اور عدم و فنائیت کے عرش سے فرش تک تمام موجودات کو احاطہ کرنے اور ناگاہ کے لاتعین میں سرایت کرنے اس کے بعد پھر شعور میں آجانے اور یہ آواز سننے کہ تیرے معاملے کی انتہا یہاں تک ہو گئی، میں نے تجھ کو بندگی اور آزادی کی نسبت کے درمیان اختیار دیدیا ہے اور ان عروجات سے نزول میں آنے کے بعد آنسرور دین و دنیا (نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام (کی بارگاہ) سے بندگی اختیار کرنے کی بشارت پانے اور واقعہ کے دیکھنے کی بابت جو کچھ لکھا ہے وہ سب واضح ہوا، اعلیٰ اور دل پسند چیزیں ہیں۔ والسلام اولاً و آخراً۔ ف

ف اس کے بعد ایک نسخہ میں یہ اضافہ ہے: "آپ نے لکھا تھا کہ "ملا علی محمد نے جو خط فقیر کے نام لکھا تھا وہ کسی شخص کے ہاتھ بھیجا ہے" وہ خط یہاں نہیں پہنچا تاکہ اس کا مضمون واضح ہو جاتا۔

www.maktabah.org

مکتوب ۲۱

میرزا غضنفر کے نام نصیحت و تنبیہ و حفظِ اوقات کے بارے میں تحریر فرمایا۔

نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ اس حدود کے فقرا کے احوال و اطوار حمد کے لائق ہیں، امید ہے کہ وہ عزیز (آپ) عافیت و جمعیت کے ساتھ ہوں گے اور شریعتِ عالیہ و سنّتِ مصطفویہ علیٰ مصدرہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ پر استقامت و استدامت (ہمیشگی) رکھتے ہوں گے، قشر (چھلکے) سے مغز تک آئیں اور لفظ سے معنی کی طرف مائل ہوں، مراقبہ کی ہمیشگی اور خطرات کی نفی میں پوری پوری کوشش کریں تاکہ حضور مع اللہ دل کا ملکہ ہو جائے اور اس کی لازمی (طبعی) صفت ہو جائے اور وہ حضور کہ جس کے پیچھے غیبت ہو ہمارے طریقہ میں کچھ زیادہ معتبر نہیں ہے۔ حاصل کلام چند روزہ زندگی بہت غنیمت ہے، پیدائش سے جو کچھ مقصود ہے وہ اس تھوڑی فرصت میں حاصل کرنا چاہیے ورنہ حسرت و ندامت کے سوا کچھ نہیں ہے، کام کرنے کا وقت گذرا جا رہا ہے، علم ہونا شرط ہے، امید ہے کہ اس دور افتادہ کو سلامتیٔ خاتمہ کی دعا کے ساتھ یاد کرتے رہیں گے۔ والسلام

ص ۴۸

مکتوب ۲۲

مولانا محمد حنیف کے نام قناعت و تعمیرِ وقت پر رہنمائی کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

میرے بزرگ بھائی مولانا محمد حنیف اس دور افتادہ (کی جانب) سے دعا پڑھیں روزمرہ کے امور شکر کے لائق ہیں، امید ہے کہ آں برادرِ عزیز (آپ) بھی عافیت و جمعیت کے ساتھ ہوں گے اور جو چیز کہ باطنی جمعیت کے منافی ہے اس سے فارغ ہوں گے، اپنی روزانہ کی خوراک (روزی) کی سعی میں اپنے آپ کو پریشان نہ کریں، حق سبحانہٗ و تعالیٰ بندوں کے رزق کا کفیل ہے، اگر تھوڑی کوشش سے کوئی چیز حاصل ہو جائے تو اچھا ہے ورنہ اس کے پیچھے نہ دوڑیں اور اہلِ غفلت کی صحبت سے باطن کے کارخانہ میں خلل نہ ڈالیں اور بارگاہِ قدس میں دائمی توجہ و اقبال کو بلا وجہ ہاتھ سے نہ دیں، اور اگرچہ باطن کو دائمی اقبال (توجہ) حاصل ہو تاہم ظاہر کو بھی اس سے جدا نہ کریں۔ والسلام

www.maktabah.org

مکتوب ۲۳

مولانا ابوالفضل کشمیری کے نام مقامِ اخلاص کی تحقیق اور دائمی حضور پر ترغیب کے بیان میں تحریر فرمایا۔

گرامی نامہ پہنچکر مسرت کا باعث ہوا، اللہ سبحانہٗ کی حمد و شکر ہے کہ آپ عافیت سے ہیں اور نیز فقرا کی یاد سے فارغ اور بے مثل مطلوب کے شوق سے خالی نہیں ہیں، حق سبحانہٗ اس شعلۂ شوق کو بھڑکائے اور محبت کی آگ کو باطن میں روشن کرے تاکہ ماسوی اللہ سے کلی طور پر رہائی دلائے اور قرب و معرفتِ بسیط کے مراتب تک پہنچائے۔ آپ نے کتابوں کے مطالعہ اور علوم کے درس میں مشغول ہونے کی بابت لکھا تھا نیک و مبارک (کام) ہے اللھم زد [اے اللہ اور زیادہ فرما] لیکن اس قسم کے نیک اعمال کو وسیلے سے زیادہ نہ جانیں اور مقصدِ اعلیٰ کو اس کے ماورا تصور کریں۔ شریعت کے تین جزو ہیں: ۴۹
علم، عمل اور اخلاص، علم و عمل کے ذمہ دار علمائے ظاہر ہیں اور اخلاص کی حقیقت جو کہ تیسرا جزو ہے معرفت سے مربوط اور صوفیائے کرام سے وابستہ ہے جو کہ علمائے باطن ہیں۔ اور یہ جو ہم نے کہا ہے کہ "اخلاص کی حقیقت الخ" یہ اس لئے کہ اخلاص کی صورت عوام کو بھی حاصل ہے، اخلاص کی صورت یہ ہے کہ عمل میں تصنع و تکلف کا محتاج ہو اور نیت کے حاضر کرنے پر موقوف ہو، اس اخلاص کے لئے دوام نہیں کیونکہ اس (اخلاص) کا حامل کبھی اخلاص کے ساتھ ہے اور کبھی اخلاص کے بغیر مخلِص (بکسرِ لام) ہے، و المخلِصون علیٰ خطرٍ عظیم [اور مخلِص بہت بڑے خطرہ میں ہیں] آپ نے سنا ہوگا۔ اخلاص کی حقیقت یہ ہے کہ (وہ عمل) کسب و تصنع سے خالی ہوتا اور تکلف سے بے نیاز ہو کر دوام حاصل کر لیتا ہے، اس اخلاص کا حامل جو کہ لام کی زبر کے ساتھ مخلَص ہے نیت کے صحیح کرنے کا محتاج نہیں ہے اور اس کی نیت فنا و بقا کے ساتھ درست ہو چکی ہے، اس کا نفسِ امارہ جو کہ صفاتِ ذمیمہ (بری صفات) کا مقام ہے اپنے مولا پر قربان ہو چکا ہے اور اطمینان کے ساتھ جا ملا ہے۔

میرے مخدوم! آپ نے اپنے باطنی سبق کے بارے میں کچھ نہیں لکھا اور اس کے شکر و شکایت کے بارے میں کوئی حرف تحریر نہیں کیا، اس نعمتِ عظمیٰ کو ہاتھ سے نہ دیں، ذکرِ قلبی پر اسقدر مداومت
کریں کہ ذکر دل کی صفت و ملکہ ہو جائے اور یاد کرد کے تکلف سے چھوٹ جائے اور ظاہر کی غفلت اس میں سرایت نہ کرے اور نیند و بیداری اس حصول میں یکساں ہو جائے۔ ع ۱

این کار دولت است کنوں تا کرا دہند [یہ بہت بڑی نعمت ہے دیکھئے اب کس کو دیتے ہیں]۔

www.maktabah.org

ہمت کو بلند رکھیں اور مطلب اعلیٰ کے سوا کسی اور چیز کے ساتھ خوش نہ ہوں، ان اللہ یحب معالی الھمم۔ [بیشک اللہ تعالیٰ ہمتوں کے بلند ہونے کو پسند فرماتا ہے] والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۲۴

مولانا محمد حنیف کے نام تفویض و تسلیم کے بارے میں تحریر فرمایا۔

حامداً و مصلیاً علی رسولہ الکریم اما بعد، روزمرہ کے امور لائقِ شکر ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے آپ کی سلامتی و ثابت قدمی اور استقامت کے لئے دعا کی گئی ہے، آپ کے گرامی نامے یکے بعد دیگرے پہنچے اللہ تعالیٰ آپ کو مقاصد کی انتہا تک پہنچائے اور صباحت و ملاحت کے کمالات سے کچھ حصہ میسر فرمائے اور صباحت کو ملاحت کی چاشنی کے ساتھ مرکب فرمائے۔ انہ قریب مجیب [بیشک وہ قریب (اور) دعا قبول کرنے والا ہے]۔

آپ نے اس طریقہ کی ترویج اور سنتِ عالیہ کی تجدید اور بدعتِ ناپسندیدہ کو مٹانے کی آرزو کی تھی، اس کو عالم الغیب و حکیم مطلق کی بارگاہ میں تفویض کیا ہوا رکھیں جو کچھ اس کی حکمت و ارادہ کا مقتضا ہے ظہور پذیر ہو جائے گا، قربِ قیامت کا زمانہ ہے اس طرح کے پُرفتن وقت میں ایمان سلامت لیجانا بہت غنیمت ہے۔ حاصل مطلب یہ ہے کہ دعا و توجہ اس امر میں تفویض کے منافی ۵۰
نہیں ہے، منافی تفویض ماسوا کے ساتھ ہونے کی التجا کرنا ہے آزار کا وہم جو آپ نے اس جانب سے خیال کیا ہے محض توہم ہے، یہاں پوری طرح صفائی ہے۔ ملا عوض اور الغ بیگ کی تحریر کی نقل جو آپ نے بھیجی تھی اس کے مطالعہ سے لطف اندوز ہوا، صحیح احوال ہیں، اگر استخارہ کے بعد الغ بیگ کو لوگوں کی ایک معینہ تعداد کو طریقہ سکھانے کی اجازت دیدیں تو گنجائش ہے، صحبت کی تاثیر و استقامت اور ترقی ظاہر ہونے کے بعد اس تعداد پر اضافہ کریں اور صوفی نظر کے احوال بھی بہت عمدہ ہیں اور ایک دوسرے دوست کے خطرات کی نفی اور توجہ کی تاثیر کے متعلق جو آپ نے لکھا تھا اور اس کو تعلیم طریقہ کی اجازت دینے کے بارے میں دریافت کیا تھا واضح ہوا، اگر استخارے رہنمائی کریں اور اس کے احوال و اطوار کی استقامت ظاہر ہو جائے تو استقامت کی شرط کے ساتھ اجازت دیدیں۔ والسلام علیکم وعلیٰ سائر من لدیکم من اھل طریقتکم۔ [آپ پر اور اہل طریقہ میں سے جو لوگ آپ کے پاس ہیں ان سب پر سلام ہو۔]

www.maktabah.org

مکتوب ۲۵

نیز مولانا محمد حنیف کے نام سنت کو زندہ کرنے اور فقر و ورع و تقویٰ پر رہنمائی کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ اور تسلیمات بھیجنے کے بعد عرض ہے کہ اس حدود کے فقرا کے احوال و اطوار حمد کے لائق ہیں، ایک مدت ہو گئی ہے کہ آپ کا کوئی خط نہیں پہنچا دل منتظر رہتا ہے، اللہ تعالیٰ ظاہری عافیت اور باطنی جمعیت کے ساتھ رکھے اور تفرقہ ڈالنے والے لشکروں (اسباب) کے تفرقہ سے مامون و محفوظ فرمائے، پیغمبر علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی سنت کو زندہ کرنے میں کمر ہمت باندھیں، بدعت کے اندھیروں میں کہ جنھوں نے دنیا کو گھیرا ہوا ہے خاص طور پر ایسے وقت میں سنت کو زندہ کرنا ایک بہت بڑا کام ہے، من احیا سنتی بعد ما امیتت فلہ اجر مائۃ شہید [جس نے میری کسی سنت کو جو مردہ ہو چکی ہے زندہ کیا تو اس کے لئے سو شہیدوں کا اجر ہے] آپ نے سنا ہوگا اور مالداروں کی صحبت کی طرف راغب نہ ہوں اور فقر و نامرادی کو عزیز جانیں اور ورع و تقویٰ (پرہیزگاری) کو جان کے ساتھ طلب کریں اور گناہ کو تھوڑا نہ جانیں اور اس دور افتادہ کو دعائے خیر سے نہ بھلائیں۔ ع

این کار دولت است کنوں تاکرا دہند [یہ نصیب کی بات ہے دیکھئے اب کس کو عنایت کرتے ہیں]

والسلام علیکم

مکتوب ۲۶

ملا حامد کے نام شرکِ خفی کے دقائق سے رہائی پانے اور کلمۂ متعارفہ لا یذکر اللہ الا اللہ کی حقیقت و تحقیق کے بیان میں تحریر فرمایا۔

۵۱ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے وَتَحْسَبُهُمْ أَيْقَاظًا وَهُمْ رُقُودٌ وَنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِينِ

۱۵/۱۸ وَذَاتَ الشِّمَالِ [اور تو ان کو جاگتا ہوا گمان کرے گا حالانکہ وہ سو رہے ہیں اور ہم ان کو دائیں اور بائیں کروٹ پر پلٹ دیتے ہیں] ممکن کے آئینے میں وجود اور اس کے توابع یعنی اوصافِ کمال کے ظہور نے ممکن کو اس کی ظاہر بینی کی وجہ سے خیر و کمال کے وہم میں ڈال دیا ہے اور اس وہم کی وجہ سے اس نے اپنی ذاتی عدمیت اور پیدائشی نقص و شرارت کو فراموش کر دیا ہے اور اس بے بود نمود پر بنیادِ دراز رکھی ہے اور

www.maktabah.org

اپنے مالک کے ساتھ کمالات اور اس کے مخصوص اوصاف میں شرکت و ہمسری کے دعوے کا مالیخولیا (جنون) پیدا کر لیا ہے، تیز نگاہ والا شخص ہمیشہ اپنی عدمیت اور ذاتی شرارت کو مشاہدہ کرنے والا ہے اور کمال و جمال کو اصل سے دیکھتا ہے اور عاریت و امانت سے زیادہ تصور نہیں کرتا اور (جملہ) امور میں تدبیر و تصرف کرنے والا حق تعالیٰ کو پاتا ہے، بندگی کی حقیقت کا حاصل ہونا اسی مقام میں ہے اور نفسِ امارہ کی انانیت (میں پن) جو کہ ابلیسی جزء (ناری جزم) سے پیدا ہوتی ہے اس سے رہائی اسی مقام میں ہے، اس راہ کے سالک کے لئے ضروری و لازمی ہے کہ پہلے اپنے بندہ ہونے کو ثابت کرے اور نفس کی بندگی (فرمانبرداری) اور خواہش کی پرستش سے باہر ہو جائے اور آقا ہونے کی شرکت اور ہمسری کا دعوے کرنے کے مالیخولیا سے رہائی حاصل کرے تاکہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کے الطاف اور بے انتہا عنایات کا مورد (محلِ ورود) ہو جائے جسقدر وہ (بندگی) زیادہ ہوگی اسی قدر یہ (الطاف و عنایات) زیادہ ہوں گی، جس عارف کو یہ نفی و رہائی حاصل ہو گئی ہے وہ یہ خیال نہ کرے کہ اس نے نفی کے کام کو پورا کر لیا ہے اور رہائی کی حقیقت کو پہنچ گیا ہے، (ابھی) اسقدر گھاٹیاں اور رکاوٹیں درمیان میں ہیں کہ شمار سے باہر ہیں، سالک بیچارہ پہلے قدم سے ہی اپنی عدمیت (فنائیت) کے ساتھ لب کشائی کرتا ہے اور اس رہائی کا ترانہ گاتا ہے اور بشریت کے وجود کی نفی کرتا ہے اور جہانتک وہ جاتا اور عروج حاصل کرتا ہے اس نفی و عدمیت کے مراتب طے کرتا ہے، دیکھیں کون صاحبِ نصیب ہے جو اس معاملہ کے انجام تک پہنچے اور اس رہائی کی حقیقت سے واصل ہو جائے ؎

کیف الوصول الی سعاد ودونھا　　قلل الجبال ودونھن حتوف

[میں سعاد (محبوبہ) تک کس طرح پہنچ سکتا ہوں (کیونکہ) میرے اور اس کے درمیان پہاڑوں کی چوٹیاں اور غار حائل ہیں]

اجتباء و اصطفاء (جذب) کے بغیر اس انتہائی درجے تک پہنچنا بہت ہی دشوار ہے اہلِ انابت (اہلِ سلوک) کو اس مقصد کا حاصل ہونا دشوار ہے، جس قدر یہ رہائی اور فنائیت حاصل ہو جائے غنیمت ہے اور اسی قدر قرب کے مدارج اور انبساط کے مراتب حاصل ہیں، اہل اللہ کے قدموں کا ایک دوسرے سے بڑھ کر ہونا اس نسبتِ عالیہ کے تفاوت (کے اعتبار) سے ہے، اس راستہ کا سالک اس رہائی کی حقیقت اور اس نسبتِ عالیہ کو پہنچنے سے پہلے کلمۂ نفی و اثبات کے تکرار سے گویا اپنی الوہیت (معبود ہونے) کا اثبات کرتا ہے اور چونکہ وہ نفی کے مراتب ابھی اپنے سامنے رکھتا ہے اور ابھی (انھیں) انجام کو نہیں پہنچا پایا ہے (اس لئے) اس کا اثبات بھی راستہ ہی میں (ناقص) ہے اور مختصر یہ کہ (اس کا اثبات) مثبتِ حقیقی (اللہ تعالیٰ) تک پہنچنے کے لائق نہیں ہے اور اس کے کہنے والے میں معلق ہے لا یذکر اللہ

www.maktabah.org

۵۲ الا اللہ [اللہ کا ذکر اللہ ہی کرتا ہے] کی حقیقت (کے حصول) کے بغیر اس گرداب سے رہائی کی کوئی صورت نہیں ہے، اور یہ جو ہم نے کہا ہے کہ "لا یذکر اللہ" (الا اللہ) کی حقیقت کے بغیر" (یہ) اس لئے ہے کہ اس کی صورت تو سالک کو ابتدا میں بھی حاصل ہو جاتی ہے اور جہاں تک جاتا ہے گویا اس کلمہ کے ساتھ جاتا ہے، اگر فنا سے پہلے اس کلمہ کے ساتھ متکلم ہے جیسا کہ تجلی صوری والے اصحاب تو اس کا اللہ کہنا تعین امکانی پر واقع ہے کہ جس کو اُس نے حقیقت کے عنوان سے جانا ہے اور یہ تعین نفی کے قابل ہے اور اگر فنا کے بعد اسماء و صفات و شیونات کے مراتب میں اس کلام کے ساتھ متکلم ہے تو اس کا اللہ کہنا ان مراتب پر واقع ہے اور یہ سالک کے اصول کے مراتب ہیں جو کہ وجوب و امکان کے درمیان برزخ ہیں دونوں طرف کے اعتبار سے ایک لحاظ سے نفی میں داخل ہیں اور ایک لحاظ سے اثبات میں داخل ہیں ایک لحاظ سے مقاصد ہیں اور ایک لحاظ سے مقاصد نہیں ہیں، مثبت اور آخری مقصد ان مراتب کے ماوراء ہے اور لا یذکر اللہ الا اللہ کی حقیقت اس آخری درجے تک پہنچنے سے وابستہ ہے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ جب تک عالم دنیوی قائم ہے سالک نفی کے مقام میں ہے اور نفی سے چارہ نہیں رکھتا، مرتبۂ اثبات کا کامل طور پر حاصل ہونا عالم آخرت میں ہے ہاں جس کی دنیا کو آخرت بنا دیا گیا ہو اس کے لئے اس عالم میں مرتبۂ اثبات سے وافر حصہ حاصل ہونا جائز ہے ؎

اگرچہ ایں لحظہ ممکن کارِ شب نیست زبختِ مقبلاں ایں ہم عجب نیست

[اگرچہ اس وقت رات کا کام ممکن نہیں ہے لیکن اقبال مندوں کے نصیب سے یہ بھی عجب نہیں ہے]

تنبیہ: کوئی سادہ لوح نفی کے معاملہ کے انجام سے (یہ) خیال نہ کرے کہ ممکن امکان سے نکل جاتا ہے اور وجوب کے ساتھ جا ملتا ہے اور حقیقت تبدیل ہو جاتی ہے، ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ خواہش و تعلق کو چھوڑ دیتا ہے اور شرکِ خفی کے دقائق اور نفسانی خداؤں سے رہائی پا لیتا ہے اور نفس رذائل سے پاک صاف ہو جاتا ہے، اور بزرگوں نے کہا ہے کہ جو کچھ تیرا مقصود ہے وہ تیرا معبود ہے پس جب تک ان دقائق میں سے کوئی دقیقہ باقی ہے اپنی الوہیت (خدا ہونے) کے گرداب سے پوری طرح باہر نہیں آتا، اس رہائی کی دشواری ہی کے باعث بزرگوں نے کہا ہے کہ ؎

ہر چند کہ مطمئنہ گردد ہرگز ز صفاتِ خود نہ گردد

[اگرچہ نفس مطمئنہ ہو جائے (پھر بھی) وہ اپنی صفات سے ہرگز نہیں پھرتا]۔

اور یہ واقعہ بھی اسی مقام کی نزاکت سے ہے جو کہ منقول ہے کہ (ایک دفعہ) جب لوگوں نے محمد معشوق طوسی کو زبردستی نماز کے لئے کھڑا کر دیا، جب وہ آیتِ کریمہ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ [ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں]

www.maktabah.org

پر پہنچے تو اُن کے جسم کے ہر بال کی جڑ سے خون (کا) فوارہ (جاری) ہوگیا، اس کے بعد انھوں نے کہا کہ میرا حکم حائضہ عورت کی مانند ہے یعنی حائضہ عورت ظاہری نجاست سے آلودہ ہے اور اس وجہ سے نماز اس سے ساقط ہے میں بھی باطن کی نجاست سے آلودہ ہوں اور میری عبادت خالص نہیں ہے اور چونکہ انھوں نے اپنے حال و وجدان کے برخلاف اس کلام کے ساتھ تکلم کیا (اس لئے) اس کی ہیبت سے (اُن کے) ہر بال کی جڑ سے خون جاری ہوگیا اور (ان کا) ظاہر بھی نجاست سے آلودہ ہوگیا اور حائضہ عورت کی طرح نماز کا مانع ہوگیا۔ والسلام

مکتوب ۲۷

۵۳

مولانا محمد حنیف کے نام اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی مقدس بارگاہ میں پوری طرح متوجہ ہونے اور اس تعالیٰ شانہٗ کے ماسوا سے رُوگردانی کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغِ دعوات کے بعد عرض ہے کہ اس حدود کے فقرا کے احوال حمد کے لائق ہیں اس تعالیٰ شانہٗ سے آپ کی سلامتی واستقامت کی دعا کی گئی ہے، معلوم نہیں کہ آپ کس وضع کے ساتھ زندگی گذار رہے ہیں اور کن لوگوں کے ساتھ نشست و برخاست رکھتے ہیں اور وقتِ عزیز کس چیز میں صرف ہو رہا ہے ایسا نہ ہو کہ ایام جدائی کی درازی نے کوئی تاثیر کی ہو اور کوئی فتور پیدا کیا ہو اس فقیر کو یہ فکر لاحق ہے ؎

خوابم شد از دیدہ دریں فکرِ جگر سوز کاغوشِ کہ شد منزلِ آسائشِ خوابت

[اس جگر سوز فکر میں میری آنکھوں سے نیند اُڑ گئی کہ تیری نیند کی منزل و آسائش کس کی آغوش بنی]

(اپنے) والد کے پس ماندگان کو نزدیک کرنے کے ساتھ اپنے آپ کو بلا (آزمائش) میں نہ ڈالیں اور منعم حقیقی جل سلطانہٗ سے دوری تلاش نہ کریں اور بزرگانِ طریقت کی شرم کو ملحوظ رکھیں، الحیاء شعبۃ من الایمان [حیاء (شرم) ایمان کا ایک جزو ہے] آخر کار آپ ہر چیز سے اس سبحانہٗ کی طرف رُخ کریں گے اور سب کو اس تعالیٰ شانہٗ کے سپرد کریں گے اور بے فائدہ حسرت اپنے ساتھ لیجائیں گے جو چیز آخر کار بے اختیار ہونے والی ہے اس کو آج ہی اپنے ساتھ لازم کیوں نہیں کر لیتے اور سب سے دست کش ہو کر عزت واستغنا کے دامن کو مضبوطی سے کیوں نہیں پکڑتے، نامرادی کے گوشہ کے برابر کونسا گوشہ ہوسکتا ہے، کسی نے خوب کہا ہے ؎

www.maktabah.org

اگر ہزار غم ہست از جہانیاں بر دل — ہمیں بس است کہ او غمگسارِ ما باشد
بکنج غارے خلوت گزینم از ہمہ خلق — گر آں لطیفِ جہاں یارِ غارِ ما باشد

[اگر دنیا والوں (کی طرف) سے ہزاروں غم دل پر ہوں تو یہی کافی ہے کہ وہ (تعالیٰ شانہٗ) ہمارا غمگسار ہے، اگر وہ لطیفِ جہاں ہمارا یارِ غار ہو جائے تو میں کسی غار کے کونے میں تمام مخلوق سے تنہائی اختیار کر لوں۔]

بعض ضروری امور تھے جو اس مکتوب میں درج کرنے تھے چونکہ وقت تنگ تھا تحریر نہ کر سکا حاصل کلام یہ ہے کہ دعا سے غافل نہ رہیں اور احوال لکھتے رہیں اور خط کا لانے والا ملا فتا جو کہ حضرت مخدومی و ملاذی میاں جیو (خواجہ محمد سعید خازن الرحمہ قدس سرہٗ) کے خاص خدمت گاروں میں سے ہے، امورِ خیر میں اس کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ والسلام

مکتوب ۲۸

سیادت پناہ محمد امین بخاری کے نام تمکین حاصل ہونے پر دلالت اور کمالِ فنا پر ترغیب کے بیان میں تحریر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ فیوض کے دروازے ہمیشہ کھلے رکھے، گرامی نامہ نے مشرف کیا، آپ نے دل جمعی کی کمی اور ۵۴
واردات (کیفیات) کے نہ ہونے کی شکایت کی تھی۔ میرے مکرم! اگر چہ ظاہری دل جمعی میں فتور ہے لیکن امید ہے کہ باطن کا معاملہ ترقی و زیادتی میں ہے، واردات کا بکثرت ہونا اور احوال میں تلوّن رنگا رنگی مقامِ تلوین کی خبر دینے والا ہے اور ما سوا کا نسیان اور قلب کے خطرات (خیالات) کا دور ہونا جس کا آپ یہاں کی حاضری میں پتہ دیتے تھے مقامِ تمکین سے ہے، اس مقام میں واردات و احوال کی کمی کوئی نقصان نہیں رکھتی کیونکہ یہ مقام مطلوب تک پہنچنے کی کھڑکی ہے، جو امور کہ (سلوک کے) راستہ میں ظاہر ہوتے ہیں وہ اگر اس جگہ میں نہ ہوں تو کچھ فکر نہ کریں جو امر آپ کے سامنے ہے اس میں مصروف رہیں اور تلاوت و اذکار و مراقبات کے وظائف میں مشغول رہیں، اور کلمۂ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کے ساتھ ارادوں اور مقاصد کی نفی کریں اور اپنی ذات بے وجود اور اس کے تابع کمالات کی نفی کریں تا کہ عدمیت ذاتی (ذات کا فنا ہو جانا) جلوہ گر ہو جائے اور نفسِ امارہ کی انانیت زائل ہونے لگے اور ہمسری کے دعوے اور شرکِ خفی سے رہائی حاصل کرے ممکن فی نفسہٖ عدم ولاشئے ہے، اس نے جہلِ مرکب کی وجہ سے اپنے آپ کو خود کامل تصور کیا ہے اور اس بے بنیاد خیال پر بنیاد دراز رکھی ہے، کسی نے خوب کہا ہے ؎

وستائی خود بر غمِ حاسد تا کے — ترویج چنیں متاعِ کاسد تا کے

[تو حاسد کے خلاف مرضی اپنی تعریف کب تک کرتا رہے گا، تو ایسی کھوٹی پونجی کو کب تک رواج دیتا رہے گا۔]

www.maktabah.org

بد نصیبی ہے اگر (اللہ تعالیٰ کی) رحمت دستگیری نہ فرمائے اور اس بیچارہ کو ہلاکت کے گرداب سے باہر نہ نکالے۔ والسلام اولاً و آخراً

مکتوب ۲۹

شیخ عرب بخاری کے نام گوشہ نشینی اور اغیار سے کنارہ کشی کرنے پر رہنمائی کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

جناب برادرِ عزیزم شیخ عرب اس خستہ دل درویش کا سلام عافیت انجام پڑھیں، احوال حمد کے لائق ہیں، اللہ تعالیٰ سے آپ کی ظاہری و باطنی استقامت کی دعا کی گئی ہے۔ میرے مخدوم! آپ کا رہنا اور آنا آپ کی مرضی پر موقوف ہے، استخارہ کے بعد دل کا رجحان جس طرف بے تکلف ہو اس کے مطابق عمل کریں، گوشہ نشینی کی طرف بہت زیادہ راغب رہیں اور حتی الامکان مخلوق سے الگ تھلگ رہیں مگر جو طالب حق اللہ تعالیٰ جل وعلا کے لئے آئے اس کے ساتھ صحبت رکھیں اور طالبین کے آنے سے ڈرتے اور کانپتے رہیں، ایسا نہ ہو کہ حبّ جاہ و ریاست پیدا ہو جائے اور خفیہ طمع جگہ پا لے اور مقصد عظیم میں خلل ڈال دے اور اس راہ سے بہت ڈرتے رہیں اور دعا و استغفار کرتے رہیں، اس کے باوجود اُن کے احوال میں مشغول رہیں اور ان کے ساتھ ہمنشینی رکھیں کیونکہ نیک کام کو بُرے خطرے کے ڈر سے ترک نہیں کر سکتے، اعمل واستغفر [عمل کر اور استغفار (بھی) کر]۔

مکتوب ۳۰

مولانا محمد حنیف کے نام وقت کی محافظت پر ترغیب دینے کے بیان میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد عرض ہے کہ اس حدود کے فقرا کے احوال و اطوار حمد کے لائق ہیں، اللہ سبحانہ سے آپ کی عافیت اور شریعتِ مقدسہ و سنتِ عالیہ مصطفویہ علیٰ مصدرہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ پر استقامت کی دعا کی گئی ہے، امید ہے کہ وقت کی نگہداشت کرتے رہیں گے اور وقت و حال سے گذر جائیں گے اور احوال کے بدلنے والے (اللہ تعالیٰ) کی طرف دوڑیں گے اور مطلوب بے مثال سے ملنے کے لئے مستعد رہیں گے اور جو چیز کہ فنا ہو جانے اور قائم نہ رہنے والی ہے خواہ وہ ظاہری ساز و سامان سے ہو یا باطنی معاملات سے ہو اُس سے یہ کہتے ہوئے روگرداں رہیں گے: اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ؕ [بیشک

www.maktabah.org

میں نے سب سے یکسو ہو کر اپنا منہ اس ذات کی طرف کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو بنایا اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔ والسلام علیکم وعلیٰ من لدیکم من اخوان الدین [تم پر اور تمہارے دینی بھائیوں پر سلام ہو جو تمہارے پاس ہوں]

مکتوب ۳۱

میرزا محمد شاہ کے نام بلند ہمتی پر رہنمائی کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اللہ تعالیٰ اپنے ماسوا کی غلامی سے آزاد فرمائے، میرے مخدوم! حق جلّ و علا کے ماسوا کی گرفتاری شدید ترین قلبی امراض میں سے ہے اس کے ازالہ کی فکر بھی نہایت اہم کاموں میں سے ہے، ع

درخانہ اگر کس است یک حرف بس است [اگر گھر میں کوئی ہے تو ایک حرف (بھی) کافی ہے]

اُس برادرِ بزرگ (آپ) کے مکتوبِ مرغوب نے موصول ہو کر خوش وقت کیا، حق جلّ و علا کی یاد میں مشغول رہیں اور فنائیت کی صفت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دائمی حضور رہیں کہ اس مقام میں حضور خود بخود ہے آپ نے لکھا تھا کہ اَذْکُرْکُمْ [میں تم کو یاد کروں گا] کا نتیجہ جو کہ اسم المتکلم کے ساتھ حق سبحانہٗ کی تجلی سے عبارت ہے شاید اُس پر مرتب ہو جائے۔ میرے مخدوم! ہمت کو بلند رکھیں اور اسم و صفت سے ذات تعالیٰ کے سوا اور کچھ نہ چاہیں اور بلندی سے پستی کی طرف مائل نہ ہوں اور اَذْکُرْکُمْ (میں تم کو یاد کرونگا) کو عموم (حکمِ عام) کے باوجود ایک اسم کی تجلی کے ساتھ خاص نہ کریں ان اللہ یحب معالی الھمم (بیشک اللہ تعالیٰ ہمتوں کے بلند ہونے کو پسند فرماتا ہے) والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۳۲

خواجہ احمد بخاری کے نام ان کے واقعات کے جواب میں تحریر فرمایا۔ ص۵۶

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ اللہ تعالیٰ آپ کو النون الصاد (حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے طفیل اپنے ماسوا کی غلامی سے آزاد فرمائے، آپ کے گرامی نامہ نے مسرور و خوشوقت کیا آپ نے جو روشن (واضح) واقعہ دیکھا تھا اور اس واقعہ میں بشارت پائی تھی کہ ہم آپ کو اولیاء اللہ کے مراتبِ کبریٰ سے گذار کر انبیائے کرام کے مراتبِ علیا تک لے آئے۔ پھر دوسرے واقعہ میں آپ نے

www.maktabah.org

حضرتِ عالی (مجدد الفِ ثانی) قدسنا اللہ سبحانہٗ بسرہ العزیز کو دیکھا ہے اور سابقہ واقعہ کو اُن عالی جناب کی خدمت میں عرض کیا ہے بہت خوب اور اعلیٰ ہے اس کے مطالعہ نے بہت زیادہ لطف اندوز کیا۔ ؎

آنکہ در ساختہ است قطرۂ بارانی را — می تواند کہ دہد اشکِ مرا حسنِ قبول

[جس (اللہ) نے بارش کے قطرہ کو موتی بنا دیا ہے وہ میرے آنسوؤں کو بھی قبولیت کا شرف بخش سکتا ہے]۔

لیکن جان لیں کہ اس قسم کے واقعات مبشرات ہیں، امیدوار رہیں کہ (اللہ تعالیٰ) اس معنی کو قوت سے فعل میں لے آئے اور گوش سے آغوش میں پہنچا دے اور دوسرا واقعہ جو آپ نے دیکھا ہے کہ "گویا آپ کسی دیو (شیطان) سے جنگ کر رہے ہیں آخر آپ اس پر غالب آ گئے ہیں" یہ بھی عمدہ ہے، اللہ تعالیٰ دشمنِ لعین پر غالب کرے اور اسلامِ حقیقی تک پہنچائے۔ آپ نے لکھا تھا کہ میں نے ذکر نفی اثبات کو ایک سو ایک تک پہنچایا ہے اگر حکم ہو تو اس پر اضافہ کروں۔ میرے مخدوم! آپ نے بہت محنت کی ہے حق تعالیٰ اس پر اثر مرتب فرمائے، اگر آپ تکلف کے بغیر اضافہ کر سکتے ہیں تو اضافہ کریں بعض دوست اس سے زیادہ کہتے ہیں آپ نے لکھا تھا ایک شخص کہتا ہے کہ تیری کشادگی دل کی ولایت سے ہے دل کی جانب صرف ہو جاؤ۔ آپ جان لیں کہ انسان کا دل حقیقتِ جامع ہے اور عالمِ خلق و عالمِ امر کے لطائف کے درمیان برزخ ہے اور عالمِ خلق و عالمِ امر کے کمالات کا جامع ہے جو فیض کہ مبدأ فیاض سے وارد ہوتے ہیں پہلے دل میں آتے ہیں اور اس کے واسطے سے عالمِ خلق (کے لطائف) میں پہنچتے ہیں اور زبان ان کی ترجمانی کرتی ہے اس کے باوجود عالمِ امر کے پانچوں لطائف میں سے ہر ایک کے لئے مخصوص کمالات اور الگ معاملات ہیں اور ہر ایک کی ولایت دوسرے سے ممتاز ہے، بظاہر آپ کو حقیقتِ جامعۂ قلبیہ کے ساتھ بہت زیادہ مناسبت ہو گی مقصد حق تعالیٰ تک وصول ہے خواہ کسی راستے سے بھی ہو، ملاقات کے وقت تک عبادات کے وظائف و مراقبات کے اذکار میں مشغول رہیں اور دُور افتادہ دوستوں کو دعائے خیر سے یاد کریں۔

والسلام

۵۷

مکتوب ۳۳

سیدہ بی بی کے نام وظائفِ طاعات پر ترغیب اور بعض ماثورہ دعاؤں کے بیان میں تحریر فرمایا۔

عصمت پناہ عفت دستگاہ ہمشیرۂ دینی سیدہ بی بی اس جانب سے سلام عافیت انجام پڑھیں، اس ہمشیرہ کو معلوم ہو کہ دنیا عیش و آسائش کی جگہ نہیں ہے کھیتی اور کام کرنے کی جگہ اور طاعت و عبادت کا مقام ہے، عیش و آسائش آخرت کے لئے تیار کی گئی ہے اس جگہ کی محنت کا نتیجہ وہاں کی

www.maktabah.org

راحت ہے، پس چاہئے کہ طاعات وعبادات کے وظائف میں خوب مشغول رہیں اور اوقات کو ذکر وفکر سے
آباد رکھیں، ذکر قلبی پر اس قدر مداومت کریں کہ دل کو ماسوائے حق سبحانہ سے کامل قطع تعلق پیدا ہو جائے اور
ذکر وحضور دل کی صفت لازم بن جائے کہ ہرگز اس سے جدا نہ ہو، کلمہ لا الہ الا اللہ کو دل کی حضوری
کے ساتھ زبان سے بکثرت کہیں تسبیح کے ساتھ ہو یا تسبیح کے بغیر، اگر تسبیح وشمار کے ساتھ کہیں تو
ایک ہزار سے پانچ ہزار تک جس قدر کہہ سکیں کہیں اور اگر زیادہ کریں تو بہتر ہے اور نماز تہجد واشراق وقبل
زوال ونماز اوابین و(نماز) قیام اللیل ادا کرتی رہیں اور ہر فرض کے بعد اور نیز سوتے وقت آیۃ الکرسی
پڑھیں اور نیز تینتیس ۳۳ بار سبحان اللہ اور تینتیس ۳۳ بار الحمد للہ اور چونتیس ۳۴ بار اللہ اکبر پڑھیں اور
تین بار أَسْتَغْفِرُ اللهَ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ پڑھیں اور سورۃ
اخلاص ومعوذتین (سورۃ الفلق وسورۃ الناس) بھی پڑھیں اور ہر صبح وشام سو سو دفعہ سبحان اللہ
وبحمدہ پڑھیں اور نیز (ہر صبح وشام) سو سو بار سبحان اللہ اور سو سو بار الحمد للہ اور سو سو بار
لا الہ الا اللہ اور سو سو بار اللہ اکبر پڑھیں اور نیز (ہر صبح وشام) دس دس بار درود شریف اور
دس دس بار لاحول ولا قوۃ الا باللہ اور سوتے وقت بھی دس بار لاحول ولا قوۃ الا باللہ کہیں
اور غروب آفتاب کے وقت ستر بار سبحان اللہ کہیں اور نیز ہر صبح کو اللھم ما اصبح بی من نعمۃ او
باحد من خلقك فمنك وحدك لا شريك لك فلك الحمد ولك الشكر کہیں اور شام کے
وقت (مذکورہ دعا میں) ما اصبح کی بجائے ما امسیٰ کہیں اور ہر روز یہ کلمات ایک بار پڑھیں سبحان
القائم الدائم سبحان الحی القیوم سبحان الحی الذی لا یموت سبحان اللہ العظیم وبحمدہ
سبوح قدوس رب الملائکۃ والروح سبحان العلی الاعلیٰ سبحانہ وتعالیٰ، اور نیز ہر روز
۵۵ سو بار لا الہ الا اللہ الملک الحق المبین کہیں اور نیز پچیس ۲۵ یا ستائیس ۲۷ بار اللھم اغفر للمؤمنین
والمؤمنات کہیں اور یہ استغفار بھی پچیس ۲۵ بار ہر روز کہیں استغفر اللہ الذی لا الہ الا ھو الرحمٰن
الرحیم الحی القیوم الذی لا یموت واتوب الیہ رب اغفرلی، بزرگوں نے اس جلیل القدر استغفار کی
روز وشب مداومت کی ہے اور اس کے منافع وفوائد کو بہت زیادہ مشاہدہ کیا ہے، حدیث شریف میں
آیا ہے کہ جو شخص اس استغفار کو ایک دن میں پچیس بار کہے گا وہ اپنے گھر میں اور اپنے آپ سے
اور اپنے شہر سے کوئی ناپسندیدہ بات نہیں دیکھے گا اور حاجات برآری وحل مشکلات کے لئے کلمہ
لاحول ولا قوۃ الا باللہ پانسو بار کہیں اور اس کے اول وآخر درود شریف پڑھیں جو سو بار سے
کم نہ ہو۔

www.maktabah.org

مکتوب ۳۴

سیادت پناہ جامع جلد ثالث حاجی محمد عاشور بخاری کے نام بعض اسرارِ غامضہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ، سرورِ کائنات فخرِ موجودات علیہ افضل الصلوات و اکمل التحیات اور (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی) صحبت کی برکت سے صحابۂ کرامؓ کمال درجہ کے زہد و تبتل (مخلوق سے قطع تعلق کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا) توکل، انقطاع، ترک، صبر، قناعت اور ان کے مانند دیگر اوصافِ کمال سے موصوف ہوئے ہیں اور ان کی صورت و حقیقت (ظاہر و باطن) و قلب و قالب میں یہ نسبت اور یہ کمال پورے طور پر سرایت کئے ہوئے تھا، تمام اُمتیں خواہ کتنی ہی کوشش و سعی کریں اس بلند درجہ تک نہیں پہنچ سکتیں اور ان عظیم امور میں صحابۂ کرامؓ کی برابری نہیں پا سکتیں، حاصل کلام مشائخِ کاملین کے اعلیٰ طبقہ کا قلب و قالب ظاہری اتباع کے ذریعہ سے اس نسبتِ عالیہ پر ہے اور انھوں نے کامل جدو جہد سے اکابر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ ظاہری مشارکت بہم پہنچائی ہے، اور ہمارے حضرت عالی قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس کے لئے یہ کمال صورت و حقیقت و قلب و قالب کے ساتھ ثابت ہے اور ان کے قلب کو طبقۂ اعلیٰ و خیر القرون کے قلب کے ساتھ ظاہری و باطنی مشارکت کمال اتباع کی وجہ سے بلکہ محض فضل و عنایت سے حاصل ہے اور حضرتِ عالیؒ کے بعض اصحاب بھی اس نسبتِ عالیہ کے امیدوار ہیں اور اُن کے قلب و قالب کی صورت و حقیقت کو اس کمال کی بشارت دی گئی ہے۔ ع

با کریماں کارہا دشوار نیست (کریموں کے لئے کوئی کام دشوار نہیں ہے)

۶۲ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے عنایت فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے)۔

مکتوب ۳۵

۵۹ مولانا محمد صدیق پشاوری کے نام بعض امور کے بارے میں جو کامل فنا پر مترتب (ہوتے) ہیں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ عارف پر ایک ایسا وقت آتا ہے کہ وہ ازل و ابد کو ایک آنِ واحد پاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کمال کے اعلیٰ مرتبہ پر ترقی عطا فرمائے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "میں دیگر (عصر) کی نماز سے کچھ پہلے

www.maktabah.org

بیٹھا تھا کہ اس شخص کو اس شخص سے لے گئے (یعنی مجھے خود سے وارفتہ کر دیا) وہ اُس وقت میں نہ اپنے آپ کو جوہر پاتا تھا نہ عرض، نہ جسم پاتا تھا نہ جسمانی اور نہ محدود پاتا تھا نہ غیر محدود، نہ اپنے آپ کو عالم میں داخل پاتا تھا نہ (اس سے) خارج، کان آنکھ بن گئے تھے اور آنکھ کان، بلکہ تمام اعضا آنکھ بن گئے تھے ہستی کا مطلق کوئی اثر معلوم نہیں ہوتا تھا اور وجود و لوازم وجود سے کوئی چیز ظاہر نہیں ہوتی تھی اور عالم کو اپنا ظل دیکھتا تھا۔" میرے مخدوم! اس قسم کے معاملات بقائے کامل کی خبر دینے والے ہیں جو کہ فنائے کامل پر مرتب ہوتی ہے اور بقائے ذات سے تعبیر کی جاتی ہے اور چونکہ وہ مرتبۂ مقدسہ امکان کے اوصاف سے منزہ و پاک ہے (اس لئے) عارف بھی اس مقام میں اپنے آپ کو امکان کے اوصاف مثلاً جوہریت و عرضیت و جسم و جسمانیت سے بری پاتا ہے اور ذات تعالیٰ کی مانند اپنے آپ کو نہ عالم میں داخل دیکھتا ہے اور نہ عالم سے خارج، اور ذات تعالیٰ کا مرتبہ اگرچہ صفات کے مراتب سے ماوراء ہے لیکن صفات کے اصول کہ جن کو شیونِ ذاتیہ کہتے ہیں اس بارگاہ میں موجود ہیں اور چونکہ اس مرتبۂ عالیہ میں تمیز مفقود ہے (اس لئے) یہ شیون ذاتِ اقدس سے متمیز نہیں ہیں اور عین ذات ہیں اور اسی طرح ایک دوسرے سے بھی تمیز نہیں رکھتے اور ایک دوسرے کے عین ہیں اور نیز مرتبۂ ذات تعالیٰ میں تبعض و تجزی (ٹکڑے اور جزا ہونا) نہیں ہے اس لئے ذات عز برہانہٗ خود کامل طور پر ان شیونات میں سے ہر ایک کے رنگ میں ظاہر ہوتی ہے۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات بتمامہ علم بتمامہ قدرت (اور) بتمامہ ... ہے۔ جو عارف متخلق (جو اس صفت کے ساتھ متصف ہو جاتا ہے) بھی اس مقام میں اپنے آپ کو صفات میں سے ہر ایک کا عین دیکھتا ہے مثلاً اپنے آپ کو بتمامہ علم اور بتمامہ ارادہ پاتا ہے، تمام صفات کو اسی پر قیاس کر لیجئے اور صفات میں تمیز کرنا بھی مفقود پاتا ہے مثلاً علم کو عین سمع دیکھتا ہے اور سمع کو عین بصر پاتا ہے اور نیز اس مقام میں عارف عالم کو اپنا ظہور اور تفصیل پاتا ہے اور خود کو اس کا کل اور اجمال سمجھتا ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ "ابتدا و انتہا اور ازل و ابد کے درمیان تناقض و منافات (تضاد) مطلقاً مفہوم نہیں ہوتا۔" میرے مخدوم! مطلوبِ حقیقی چونکہ زمان و مکان کی قید سے بالاتر ہے اگر اس کا طالبِ صادق بحکم تخلق (اس کی صفات کے ساتھ متصف ہونے کے اعتبار سے) اپنے آپ کو زمان کی قید سے خارج پائے اور ماضی و مستقبل اس کی نگاہ میں یکساں دکھائی دے تو کیا تعجب ہے، ہمارے حضرت عالی قدس اللہ سبحانہٗ بسرہٗ نے لکھا ہے کہ ممکن جب اللہ تعالیٰ جل سلطانہٗ کے قرب کے مقامات میں زمان کے دائرہ سے باہر پاؤں رکھتا ہے تو ازل و ابد کو متحد پاتا ہے الیٰ آخرہ۔

www.maktabah.org

مکتوب ۳۶

ملا عبد الرزاق کے نام اُن کے سوالوں کے جواب میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ، صلاح آثار برادرم ملا عبد الرزاق نے چند سوالات کیے تھے وقت کی گنجایش کے مطابق ان کے جواب میں کچھ لکھا جاتا ہے وباللہ العصمۃ والتوفیق۔ [اور اللہ تعالیٰ ہی غلطی سے بچانے والا اور (حق کی) توفیق دینے والا ہے]۔

پہلا اور چھٹا سوال کا حاصل یہ ہے کہ بعض اوراد اور قرآن مجید کی سورتیں کہ اس طریقۂ عالیہ میں داخل ہونے سے پہلے جن کے پڑھنے کا معمول تھا اب اُن اوراد کو عمل میں لائے یا نہ لائے، اور نمازِ تہجد و نمازِ ضحیٰ (اشراق و چاشت) وغیرہ پڑھے یا نہ پڑھے اور قبض کے اوقات میں کتبِ فقہ و کلام کے مطالعہ اور قرآن مجید کی بعض سورتوں کے حفظ میں مشغول ہو یا نہ ہو؟۔ جواب: اس طریقہ کے بزرگ، مبتدی طالب کو اجازت نہیں دیتے کہ وہ ماخوذ ذکر کے علاوہ غیر از فرض وسنتِ مؤکدہ کسی اور امر میں مشغول ہو، اور یہ فقیر مبتدیوں کے لئے قدرے توسع (گنجائش) کر دیتا ہے، اور آپ کو جو کہ ابتدائی معاملہ سے کئی منزل ترقی کر چکے ہیں بطریقِ اولیٰ اجازت ہے کہ بعض مسنون اوراد پڑھتے رہیں اور نمازِ تہجد و ضحیٰ (اشراق و چاشت) و اوابین وغیرہ سننِ زوائد میں سے بھی ادا کیا کریں، (نمازِ تہجد و قیام لیل (کے متعلق) کہہ سکتے ہیں کہ صوفیۂ عالیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے طریقہ کی ضروریات میں سے ہے اور تعلیم و تعلم (پڑھنا اور پڑھانا) ہمارے طریقہ کے خلاف نہیں ہے بلکہ نیتِ صالحہ کے ساتھ باطنی نسبت کا مددگار ہے، دینی کتابوں کے مطالعہ میں مشغول رہیں اور اُن کے سیکھنے اور سکھانے میں راغب رہیں، اس عظیم کام کے لئے ایک وقت مقرر کر لیں اور باقی اوقات کو ذکر و فکر کے ساتھ آباد رکھیں اور اگر قرآن پاک کی بعض سورتیں یاد کر لیں تو گنجایش ہے۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ عوام میں مقرر ہے کہ فرائض وسنن کے ماسوا کسی عمل میں کسی بزرگ کی اجازت کے بغیر ہاتھ نہیں ڈالنا چاہیے، حقیقت میں اسی طرح ہے یا نہیں؟۔ جواب: چونکہ اعمال آنسرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام سے منقول ہیں اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا معمول رہے ہیں اور وہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) سے خصوصیت نہیں رکھتے اُن کو آخرت کے ثواب کی نیت سے بجالانے میں اجازت کی ضرورت نہیں ہے پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کا عمل ہی اجازت ہے

www.maktabah.org

اور اُمت کے لئے سند ہے، ہاں بعض اعمال و اذکار و ادعیہ و رقیات (منتر و تعویذ) حاجات برآری اور حلِ مشکلات کے لئے ہیں کہ اُن کی تاثیر استاد و مرشد کی اجازت پر موقوف ہے۔

تیسرا سوال: "سرورِ کائنات علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوات واکمل التحیات کی صحبت آپ[1] کے رحلت فرما جانے کے بعد بیداری کی حالت میں واقع ہے یا نہیں؟ اور واقع ہونے کی صورت میں مقبرۂ مقدسہ (روضۂ اطہر) کا جسدِ مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے خالی ہونا لازم آتا ہے اور یہ محال ہے"۔ جواب: اول یہ کہ خالی ہونا غیر مسلّم ہے اس لئے کہ مشائخِ اُمت ایک آن میں متعدد جگہوں میں حاضر (موجود) ہوئے ہیں جیسا کہ خواجۂ بزرگ حضرت نقشبند بخاری قدس سرہٗ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ افطار کے وقت سات جگہ حاضر ہوئے اور ہر جگہ افطار کیا اور (حضرت) شاہ کمال (قدس سرہ) کے متعلق بھی نقل کرتے ہیں کہ نماز کے وقت جس جگہ بیٹھے تھے وہیں بیٹھے رہے یہاں تک کہ نماز کا وقت گذر گیا لوگوں نے خیال کیا کہ انھوں نے نماز نہیں پڑھی (لیکن) اسی وقت دوسری جگہ لوگوں نے دیکھا کہ انھوں نے نماز پڑھی۔ دوسرے یہ کہ مذکورہ امر کا محال ہونا غیر مسلّم ہے کیونکہ جسدِ مبارک (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے خالی ہونے کی صورت میں روضۂ منورہ میں روحی حضور پایا جاتا ہے اور اس مقام کی تحقیق یہ ہے کہ جسم سے خالی ہونا جس کا اوپر ذکر ہوا اسوقت لازم آتا ہے جبکہ جسدِ مبارک کا وہاں سے منتقل ہونا واقع ہو، جو چیز کہ واقع ہوتی ہے وہ روحانی ملاقات ہے اگرچہ جسم کی صورت میں ظاہر ہو اور روح جسد اختیار کرلے، واللہ سبحانہ اعلم بحقیقۃ الحال (حقیقتِ حال کو اللہ سبحانہ ہی بہتر جانتا ہے)۔

چوتھا سوال: "انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات قبور کے اندر حیات رکھتے ہیں یا نہیں؟ اور اگر رکھتے ہیں تو کیا ایسی حیات رکھتے ہیں جیسی کہ دنیا میں رکھتے تھے یا کسی اور طرح کی ہے"؟ ۔جواب: حیات رکھتے ہیں، الا ان اولیاء اللہ لا یموتون ولکن ینتقلون من دار الی دار [آگاہ رہو کہ اولیاء اللہ مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہوتے ہیں] لیکن (وہ حیات) دنیوی حیات کی طرح نہیں ہوتی کیونکہ وہ دنیا سے انتقال کر کے آخرت سے جا ملتے ہیں اور قرب کے درجات میں لطف اندوز و خوش ہیں الانبیاء یصلون فی قبورھم [انبیاء اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں] آپ نے سنا ہوگا اور (روایات میں) جہاں کہیں ان بزرگوں پر موت کا لفظ استعمال ہوا ہے اُن کے اس دارِ فانی سے انتقال فرمانے کے اعتبار سے ہے اور شہداء اس بارے میں سبقت رکھتے ہیں اور ان کی حیات (کا ثبوت) زیادہ قوی ہے، انبیاء علیہم الصلوٰۃ

---

[1] اس سوال کی کیفیات واحوال کی مزید توضیح وتشریح کے لئے مکتوباتِ معصومیہ دفتر سوم مکتوب ۵ ملاحظہ ہو، اور اس کے جواب کیلئے دفتر سوم مکتوب ۳۲ ملاحظہ فرمائیں اس میں صریح ہے کہ "یہ جزئی فضیلت کی طرف راجع ہے اس میں کوئی اشکال نہیں ہے...... اور کلی فضیلت انبیاء علیہم السلام اور علماء کیلئے ہے"۔ نیز دفتر سوم کا مکتوب ۳۲ بھی ملاحظہ فرمائیں۔ (مترجم)

www.maktabah.org

والبرکات پر (لفظ) اموات کا اطلاق (استعمال) وارد ہوا ہے اور اللہ کے راستہ میں شہید ہونے والوں پر ۹۲
(اس لفظ کا استعمال) وارد نہیں ہوا ہے وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْیَآءٌ
وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ۝ [اور جو لوگ اللہ کے راستے میں قتل (شہید) کئے جاتے ہیں اُن کو مُردہ مت کہو بلکہ وہ ۱ پ ۲ ۱۵۴
زندہ ہیں لیکن تم اس (زندگی) کا شعور نہیں رکھتے۔]

پانچواں سوال:۔ اگر ختم کا ثواب کسی شخص کی روح کو بخشنا چاہیں تو پہلے سرورِ کائنات علیہ افضل الصلوات والتحیات کی روحِ مطہر کو پیش کرنا چاہئے اس کے بعد میت کی روح کو بخشیں اور اگر اس طرح نہ کریں تو جس شخص کی نیت سے پڑھا ہے اس کو ثواب نہیں پہنچتا اور نیز چاہئے کہ تمام اہلِ ایمان کی ارواح کو بخشیں ورنہ جس کی نیت سے پڑھا ہے اس کے ثواب کو تقسیم کریں گے۔ کیا فی الواقع اسی طرح ہے یا نہیں؟ اور اگر فی الواقع اسی طرح ہے تو حضرات خواجگان کے ختم میں اس طرح کیوں نہیں کرتے؟۔ جواب:۔ صدقہ کے ثواب کو اول پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی روح مبارک کو پیش کرنا اور میت کو آنسرور (صلی اللہ علیہ وسلم) کا طفیلی بنانا مستحسن امور میں سے ہے اور قبولیت کی امید بہت زیادہ ہو جاتی ہے اور قبولیت کے زیادہ قریب ہو جاتا ہے، ایسا کرنا صدقہ کے ارکان وواجبات میں سے نہیں ہے کہ اس کے بغیر صدقہ ہرگز قبول ہی نہ ہو، اور اگر آپ اس بارے میں کوئی قابلِ اعتماد نقل رکھتے ہیں تو اس کو ظاہر کرنا چاہئے اور عمل (نیکی) کا ثواب تمام مؤمنین ومؤمنات کی ارواح کو پیش کرنا بھی مستحسن ہے کہ ہر ایک کو پورا ثواب پہنچتا ہے اور جس کی نیت سے پڑھا ہے اس کے ثواب سے کچھ کم نہیں ہوتا۔ اور یہ جو آپ نے لکھا ہے "ورنہ جس کی نیت سے پڑھا ہے اس کے ثواب کو تقسیم کرتے ہیں" اس بارے میں کوئی نقل (روایت) ظاہر نہیں ہے اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "خزانۃ الروایۃ میں اسی طرح ہے" میرے مخدوم! خزانۃ الروایۃ کو جب دیکھا گیا تو مقدمہ ثانیہ نظر نہیں آیا، تعجب ہے کہ آپ نے کہاں سے لکھا ہے، اور حضرات خواجگان کے ختم میں اگر پہلے آنسرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کا اسم مبارک لیں تو نیک و مستحسن معلوم ہوتا ہے لیکن بزرگوں سے اسی طرح سُنا گیا ہے اور اسی طرح کیا جاتا ہے۔ اور پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو اس ختم میں شریک نہ کرنے کی ایک اور عمدہ وجہ ہے اور وہ وجہ ہمارے حضرتِ عالی (قدس سرہ) کے مکتوباتِ شریفہ کی تیسری جلد کے ستائیسویں مکتوب سے واضح وظاہر ہے اگر آپ اس مکتوب کا مطالعہ کریں تو اکثر شبہات کا حل ہو جائے اور یہ ختم (ختم خواجگان) حاجات کے بر آنے اور مشکلات کے حل ہونے اور آفات کے دور ہونے کے لئے اس طریقہ والوں میں معمول و منقول ہے۔

www.maktabah.org

ساتواں سوال:- جسمانی معراج پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے علاوہ کسی دوسرے کے لئے واقع ہے یا نہیں؟ اور روحی عروج (معراجِ روحانی) مراقبہ میں (ہوتی) ہے یا کھلی آنکھ کے ساتھ؟

۶۳ جواب: جسمانی معراج کسی دوسرے کے لئے نہیں ہے اور روحی عروج بیداری اور کھلی آنکھ سے واقع ہے؟ اور جو کچھ خواب میں (واقع ہوتا) ہے وہ دائرۂ اعتبار سے خارج ہے۔

ہم از

چو غلامِ آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم　　نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیثِ خواب گویم

[چونکہ میں آفتاب کا غلام ہوں (اس لئے) آفتاب ہی کی کہتا ہوں، نہیں شب ہوں اور نہ شب پرست ہوں کہ خواب کی بات کہوں]

آٹھواں سوال:- یہ جو شرح دیوان اور کتبِ تواریخ میں مذکور ہے کہ جب حضرت امیر (علی المرتضیٰ) کرم اللہ وجہہ نے بعض لوگوں کی عداوت کو دیکھ لیا تو پانچوں نمازوں کے بعد پانچ اشخاص پر کہ (حضرت) معاویہ (رضی اللہ عنہ) وغیرہ ہیں لعنت کرتے تھے اور وہ لوگ بھی اس خبر کے سننے کے بعد پانچ شخصوں پر کہ حضرت امیر (علی المرتضیٰ) و حضرات حسنین و عبداللہ بن عباس و مالک اشتر رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں پانچوں نمازوں کے بعد لعنت کرنے لگے یہاں تک کہ خلفائے بنی امیہ میں یہ مذموم فعل ہمیشہ (جاری) رہا اور وہ لوگ خطبہ میں اہلِ بیت پر لعنت کرتے تھے یہاں تک کہ عمر بن عبدالعزیز (رضی اللہ عنہ) نے اس کو دور
۱۶/۹۰ کیا اور آیۂ کریمہ إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ الآیۃ [بیشک اللہ تعالیٰ عدل و احسان کا حکم دیتا ہے] کو اس کی جگہ مقرر فرمایا۔ آیا یہ ناپسندیدہ واقعہ حقیقت میں ہوا تھا یا نہیں؟ جواب: حضرت امیر کرم اللہ وجہہ جو کہ سراپا رحمت تھے ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ کسی ادنیٰ مسلمان کو لعنت کریں، چہ جائیکہ (حضرت) معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو لعنت کریں جو کہ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) کے اصحاب میں سے تھے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے ان کے حق میں دعائے خیر فرمائی ہے اور حضرت امیر (رضی اللہ عنہ) نے ان کی اور ان کی جماعت کی شان میں فرمایا ہے: اخواننا بغوا علینا لیسوا کفرۃ ولا فسقۃ لما لھم من التاویل [وہ ہمارے بھائی ہیں انھوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی، وہ نہ کافر ہیں نہ فاسق کیونکہ ان کے لئے کچھ تاویل ہے] جب وہ (حضرت علی رضی اللہ عنہ) اس جماعت سے کفر و فسق کی نفی فرماتے ہیں تو وہ کسی مسلمان کو لعنت کیوں کرتے۔ دینِ اسلام میں کسی شخص حتیٰ کہ کافر فرنگ کو بھی لعنت کرنا عبادت کا کام نہیں ہے پس حضرت امیر (رضی اللہ عنہ) اس لعنت کو پانچوں نمازوں کے بعد جو کہ محلِ ذکر و دعا ہے اپنی دشمنی کی وجہ سے اپنا ورد کیوں بناتے۔ ان لوگوں نے حضرت امیر (رضی اللہ عنہ) کے نفس کو جو کہ نہایت کامل فنا و اطمینان کے ساتھ متصف تھا اور انانیت و خودی سے رہائی حاصل کر چکا تھا اپنے امّارہ (سرکش) نفسوں کی طرح جو کہ کینہ و بغض و عداوت کے ساتھ موصوف ہیں خیال کر لیا ہے کہ اس قسم کا

www.maktabah.org

بہتان وافتراء اُن حضرت کی طرف منسوب کرتے ہیں، حضرت امیرؓ فنا فی اللہ و فنا فی محبۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کے اعلیٰ درجہ تک پہنچے ہوئے تھے اور اپنی جان ومال کو آنسرور (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) پر فدا کر چکے تھے وہ خدا تعالیٰ جل وعلا کے دشمنوں اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے دشمنوں پر کہ جنھوں نے طرح طرح کی سختیاں اور ایذائیں آنسرور دین ودنیا (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پہنچائی ہیں لعنت کرنے کو اپنا ورد کیوں نہ بناتے اور اپنے دشمنوں کو لعنت کیوں کرتے حالانکہ "لما لھم من التاویل [اُن کے لئے کچھ تاویل ہے] کا جملہ دشمنی کی نفی کرتا ہے اور اس بات پر دلیل ہے کہ یہ لڑائیاں اور ۲۲
جھگڑے عداوت وبغض کی وجہ سے نہیں تھے بلکہ تاویل واجتہاد کی رو سے تھے جو کہ ملامت کا مقام نہیں ہیں چہ جائیکہ لعنت کا مقام ہو، اگر کسی کو سبّ (گالی دینا) ولعنت کرنے میں حسنِ عبادت کے معنی ہوتے تو ابلیس لعین وابوجہل وابولہب وکفارِ قریش کو جنھوں نے قسم قسم کے ظلم وایذا رسولِ خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کو پہنچائیں اور دین متین کی طرح طرح کی اہانت کی ہے لعنت کرنا اسلام کے واجبات میں سے ہوتا، جب یہ بات نہیں ہے تو وہ بات بھی نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا جب تو شیطان کو لعنت کرتا ہے تو وہ کہتا ہے تو نے ملعون کو لعنت کی اور جب تو اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہے تو وہ کہتا ہے تو نے میری پیٹھ توڑ دی۔ اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ شیطان کو سبّ (گالی) مت کرو اور اس کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو۔ پس معلوم و واضح ہوگیا کہ یہ بات حضرت امیرؓ پر بہتان وافتراء ہے، پس نقل کرنے والے نے جو حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے حضرت امیر وحضرات حسنین وغیرہم (رضی اللہ عنہم) پر لعنت کرنے کو اس لعنت پر متفرع کیا ہے حضرت معاویہؓ پر بھی یہ افتراء ہے۔ پس یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ آیا حقیقت میں یہ واقعہ ہوا تھا یا نہیں؟ اگر ہوا تھا تو معاویہؓ وغیرہ پر لعنت کرنا کیوں جائز نہیں ہوگا اور اگر ایسا نہیں ہوا تو کشاف کی عبارت کا محمل کیا ہوگا؟ میں کہتا ہوں کہ ایسا نہیں ہوا کیونکہ اہل سنت وجماعت کا مذہب یہ ہے حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے حق میں طعن جائز نہیں ہے اور یہ افتراء اُن کے حق میں طعن ہے، کوئی صحیح روایت بھی اس بارے میں نہیں ہے، اہلِ تاریخ کا قول ثابت ہو جانے کی صورت میں اس بارے میں کیا سند ہے، دین کا مدار اہلِ تاریخ کے قول پر نہیں رکھا جا سکتا، اس جگہ امام ابوحنیفہؒ اور اُن کے اصحاب رحمہم اللہ کا قول معتبر ہے نہ کہ اہلِ تاریخ کا قول۔ اور کشاف کی عبارت جو کہ نقل کی ہے، حضرت امیرؓ یا حضرت معاویہؓ کا نام اس عبارت میں لکھا ہوا نہیں ہے اور وہ عبارت ہرگز اس بات پر دلالت نہیں کرتی کہ ان دونوں بزرگوں میں سے کسی ایک نے دوسرے پر لعنت کی ہو، عبارت

www.maktabah.org

بالکل واضح ہے، ہمارے مطلب کے ساتھ کچھ بھی تضاد نہیں رکھتی جو اس کا محمل تلاش کیا جائے، ہاں خلفائے بنی اُمیہ نے کئی سال تک بر سرِ منبر اہلِ بیت کو سب و لعن کیا اور عمر بن عبد العزیز (رضی اللہ عنہ) نے اس کا قلع قمع کیا، جزاہ اللہ سبحانہ عنا خیر الجزاء [اللہ سبحانہ ان کو ہماری طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے] لیکن (حضرت) معاویہ (رضی اللہ عنہ) کا ان میں شامل ہونا ناقابلِ تسلیم ہے، کسقدر قباحت ہوگی! اگر معاویہ (رضی اللہ عنہ) ملعون و مطعون ہوں گے تو صحابۂ کرام (رضی اللہ عنہم) کی ایک بہت بڑی جماعت جو ان مخالفتوں اور لڑائیوں میں ان کے ساتھ شریک تھی اور ان میں سے بعض عشرہ[1] مبشرہ میں ملعون و مطعون ہوں گے اور ان اکابر کو طعن کرنا اُس نصف دین میں طعن کا موجب ہوگا جو اُن کے واسطے سے ہم تک پہنچا ہے اور کوئی بھی مسلمان اس کو جائز قرار نہیں دیگا۔

میرے مخدوم! جس مسئلہ کو ہم بیان کر رہے ہیں اس میں دو مذہب ہیں: مذہب اہلِ سنت وجماعت ومذہب شیعہ، مذہبِ شیعہ خلفائے ثلاثہ و معاویہ وغیرہم (رضی اللہ عنہم) کو سب کرنا (برا کہنا) ہے، اور وہ کہتے ہیں کہ پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد چند ایک کے سوا تمام اصحابِ پیغمبر مرتد ہوگئے، اور اہلِ سنت وجماعت کا مذہب یہ ہے کہ پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے تمام اصحاب کو خوبی کے بغیر یاد نہیں کرنا چاہئے اور (اُن میں سے) کسی ایک کے ساتھ بھی بُرا نہیں ہونا چاہئے، من احبھم فبحبی احبھم ومن ابغضھم فببغضی ابغضھم [جس نے اُن سے محبت کی اس نے میری محبت کے باعث اُن سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا تو اُس نے میرے ساتھ بغض رکھنے کی وجہ سے اُن سے بغض رکھا] اُن کے آپس کے لڑائی جھگڑوں کو نیک وجوہ پر محمول کرنا چاہئے اور اُن کو خواہشِ نفس و تعصب سے پاک سمجھنا چاہئے۔ امام نووی (رضی اللہ عنہ) شارحِ مسلم نے کہا ہے کہ اصحابِ کرام (رضی اللہ عنہم) ان باہمی لڑائی جھگڑوں میں تین گروہ تھے، ایک جماعت نے اجتہاد کے ذریعہ حقیقت کو حضرت امیر علی (رضی) کی جانب پایا تھا اُن کے لئے اپنے اجتہاد پر عمل کرنا اور حضرت امیرؓ کی امداد کرنا واجب تھا اور دوسری جماعت نے اجتہاد کے ذریعہ حقیقت کو مخالف جانب میں معلوم کیا تھا اس جماعت کے لئے اجتہاد کے موافق دوسری جانب کی امداد کرنا لازم تھا، اور ایک جماعت اجتہاد کے ذریعہ توقف میں رہی اُن کے لئے توقف ہی واجب تھا، پس ہر ایک نے اپنے اجتہاد کے موافق عمل کیا اور طعن وملامت ان سب سے دور کر دیا گیا ہے، ھذا (یہ ہے اس مسئلہ کی تفصیل) لیکن حضرت امیرؓ اور ان کے موافقین اجتہاد میں صحیح رائے پر تھے دوسری جانب کے حضرات خطا پر تھے مگر چونکہ یہ خطا اجتہادی

۶۵

[1] دس صحابی جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی تھی۔ (مترجم)

www.maktabah.org

خطا ہے (اس لئے) ملامت وطعن سے پاک ہے اور ایک درجہ ثواب رکھتی ہے اور صحیح رائے والا مجتہد دو درجہ (ثواب کا) مستحق ہے)۔ امام شافعیؒ نے فرمایا ہے تلك دماء طهر الله عنها ایدینا فلنطهر عنها السنتنا [یہ وہ خون ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھوں کو پاک رکھا ہے پس ہمیں چاہئے کہ اپنی زبانوں کو اُن سے پاک رکھیں] یہ عبارتِ شریفہ دلالت کرتی ہے کہ خطا کا لفظ بھی نہیں کہنا چاہئے اور (ان کو) اچھائی کے بغیر یاد نہیں کرنا چاہئے، جب دونوں مذہب معلوم ہوگئے تو جو لوگ کہ (حضرت) معاویہؓ کے ساتھ بُرے ہیں اور طعن کرتے ہیں اگرچہ وہ دوسرے اصحاب کے ساتھ اچھے ہوں وہ اہل سنت وجماعت سے خارج ہیں اور اگر اس مسئلہ میں اہل سنت کے مذہب کے بارے میں کوئی شبہ ہو تو ان کے عقائد کی جو معتبر و مستند کتابیں ہیں ان کی طرف رجوع کریں اور شاذ و ضعیف اقوال کی طرف توجہ نہ کریں اور شیعہ بھی اس جماعت سے اس وقت تک خوش نہیں ہوتے جب تک یہ لوگ خلفائے ثلاثہ کو سب نہ کریں پس یہ لوگ نہ سُنی ہیں نہ شیعہ، انھوں نے تیسرا مذہب اختراع کیا ہے۔

نواں سوال: عقیدہ یہ ہے کہ خاتمہ مبہم ہے اگر کوئی شخص اپنے پیر و مرشد کے حق میں کہ جس سے اس نے استفادہ کیا ہے خلوصِ اعتقاد کی وجہ سے اس کے حسنِ خاتمہ کا حکم کرے تو صحیح ہے یا نہیں؟ جواب: قطعی حکم نہیں لگانا چاہئے کیونکہ (ایسا حکم) وحی سے وابستہ ہے، اگر اکابرِ دین کی سلامتیٔ خاتمہ کا ظنِ غالب اور علمِ اطمینان رکھے تو گنجائش ہے اور اسی طرح الہام سے خاتمہ کے اچھا یا بُرا ہونے کا قطعی حکم نہیں کیا جاسکتا کیونکہ الہام ظنی دلیل ہے لیکن ایک ظن سے دوسرے ظن تک آسمان و زمین کا فرق ہے۔

۶۶ دسواں سوال سیرِ آفاقی و سیرِ انفسی کے بارے میں پوچھا گیا تھا۔ جواب: سلوک سیرِ آفاقی اور جذبہ سیرِ انفسی ہے، حضرت خواجہ احرار (قدس سرہٗ) نے فرمایا ہے کہ "سیرِ آفاقی بُعد در بُعد اور سیرِ انفسی قُرب در قُرب ہے، سیرِ آفاقی مطلوب کو اپنے سے باہر ڈھونڈتا ہے اور سیرِ انفسی اپنے آپ میں آتا اور اپنے دل کے گرد پھرتا ہے، بزرگوں نے کہا ہے یافت (پانا) انفس پر موقوف ہے اپنے سے باہر ہرگز یافت نہیں ہے ؎

چوں جلوۂ آں جمال بیروں ز تو نیست　　پا در دامان و سر بجیب اندر کش

[چونکہ اُس جمال کا جلوہ تجھ سے باہر نہیں ہو (اس لئے تو) پاؤں اپنے دامن میں اور سر اپنے گریبان میں کھینچ لے]

؎ ہمچو نابینا مبر ہر سوئے دست　　با تو در زیر گلیم است ہر چہ ہست

[تو اندھے کی طرح ہر طرف ہاتھ مت لیجا، جو کچھ بھی ہے وہ تیرے ساتھ کمبل کے نیچے ہی ہے]

اور اس مقام کے بارے میں ہمارے حضرت عالی (قدس سرہ) کا ایک منفرد قول ہے وہ فرماتے ہیں کہ

www.maktabah.org

مطلوب کی یافت آفاق وانفس کے ماوراء ہے اور انفس آفاق کی طرح راستے میں ہے (یہ) سیر آفاقی و سیرِ انفسی سے باہر اور جذبہ وسلوک سے ماوراء ایک معاملہ ہے ع

لذتِ مے نہ شناسی بخدا تا نہ چشی (خدا کی قسم جبتک تو چکھے گا نہیں شراب کی لذت نہیں پہچانے گا)

گیارھواں سوال: اس کی تقریر جواب سامنے موجود ہونے سے تعلق رکھتا ہے۔

بارھواں سوال: لکڑی، طمانچہ اور جوتا اپنے سر پر مارنا مقصود کے حاصل ہونے کا سبب ہے یا نہیں؟ جواب: مطلب تک پہنچنے کا اعلیٰ رکن ذکر اور شیخِ مقتدا کے ساتھ محبت کا رابطہ ہے، اس قسم کے امور جو آپ نے لکھے ہیں ضروری نہیں ہیں اور بے نفع بھی نہیں ہیں۔

تیرھواں سوال: ذکر میں حبسِ دم (سانس روکنا) بدعت ہے یا نہیں اور اگر بدعتِ حسنہ کہیں تو حضرتِ عالی قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ کے مطابق کسی بدعت میں حُسن (خوبی) نہیں ہے پس بدعت ہونے سے یہ عمل کس طرح باہر ہو سکتا ہے۔ جواب: ذکر فی حد ذاتہ مسنون وحَسن ہے اس میں سانس کا روکنا اس وقت بدعت ہو گا جبکہ یہ ثابت ہو جائے کہ یہ عمل صدرِ اول (شروع زمانۂ اسلام) میں نہیں تھا اور یہ ایسا ثابت ہونا ناقابلِ تسلیم ہے، اور نیز اس طریقہ حبسِ (دم) کو حضرت خضر (علیہ السلام) نے حضرت خواجہ عبدالخالق کو جو کہ حضرات خواجگان کے سردارِ سلسلہ ہیں تعلیم کیا ہے اور اُن کے عمل کو بدعت کا حکم نہیں دے سکتے، ہمارے حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند قدس سرہ کے ملفوظات میں منقول ہے انھوں نے فرمایا کہ سلسلۂ چشتیہ وسہروردیہ میں حضرت رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم سے خرقہ کے بارے میں معنعن سند بیان کرتے ہیں اور انھوں نے ذکر کی سند معنعن بیان نہیں کی ہے لیکن سلسلۂ نقشبندیہ وکبرویہ میں حضرت رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت صدیق اکبر وحضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہما کے واسطے سے ہمارے اس آج کے دن تک ذکر معنعن پہنچا ہے اور ان واسطوں میں کوئی فتور واقع نہیں ہوا ہے۔ اسی اثنا میں حاضرین میں سے کسی شخص نے سوال کیا کہ یہ جو لوگ کہتے ہیں کہ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ میں رابطہ کا طریقہ حضرت صدیق اکبرؓ سے اور ذکر کا طریقہ حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہما سے پہنچا ہے (تو) یہ کس طرح پہنچا ہے؟ آپ نے فرمایا جو ذکر کہ اس سلسلۂ (عالیہ) میں ہے جس کو وقوفِ عددی کہتے ہیں مقررہ طریقے مثلاً حبسِ دم اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اُس کے ساتھ ملانے کا طریقہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے معنعن پہنچا ہے اور طریقِ صحبت بھی اُن سے پہنچا ہے کیونکہ وہ (حضرت صدیقؓ) سفر وحضر میں آنسرور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ رہتے تھے اور صحبت کے ذریعہ فیض حاصل کرتے تھے۔

چودھواں سوال: کعبہ اولیاء کی زیارت کے لئے آتا ہے یا نہیں؟ اور اگر آتا ہے تو یہ اشکال

www.maktabah.org

لازم آتا ہے کہ وہ زمین اس عرصہ میں کعبہ کی دیواروں سے خالی رہے گی الخ۔ جواب: (کعبہ زیارت کیلئے) آتا ہے اور (اس میں) کوئی اشکال نہیں ہے۔ ہمارے حضرت عالی قدسنا اللہ بسرہٗ نے تحریر فرمایا ہے کہ "کعبہ پتھر اور ڈھیلوں سے عبارت نہیں ہے چھت اور دیواریں (مراد) نہیں ہیں کیونکہ اگر چھت اور دیواریں درمیان میں نہ رہیں تب بھی کعبہ کعبہ ہے اور مخلوق کا مسجود الیہ ہے[۱]" پس اس تقدیر پر کعبہ اولیاء کی زیارت کے لئے آتا ہے اور اس کی دیواریں اپنی جگہ پر رہتی ہیں۔

پندرھواں[۱۵] سوال: اس طرز کا ذکر و افاضہ (فیض پہنچانا) و توجہ جو کہ اس طریقہ میں معہود (مقرر) ہے سب سے پہلے کن مشائخ سے شروع ہوا ہے، حضرت صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) کے وقت میں بھی تھا یا نہیں، اور اگر نہیں تھا تو پھر یہ طریقہ اُن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف کیوں منسوب ہو گیا۔ جواب: حضرات خواجگان قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے سرسلسلہ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی (قدس سرہٗ) ہیں اور ان بزرگوں کا جذبہ جو کہ صفتِ قیومیت میں فنا ہو جانے کے ذریعے سے پیدا ہوتا ہے اور اس کو اس طریقہ میں جذبۂ قیومیت کہتے ہیں حضرت صدیق (رضی اللہ عنہ) سے حضرت خواجہؒ کو پہنچا ہے اور اُن کو اس جذبہ کے حاصل ہونے کے لئے ایک طریقہ منقول ہے اور وہ طریقہ وقوفِ عددی ہے پس اصل نسبت حضرت صدیقؓ سے ہے اور اس کے وصول کا طریقہ حضرت خواجہ سے ہے اور اس نقل کے مطابق جو کہ ہمارے حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند) قدس سرہٗ کے ملفوظات سے بیان ہو چکی ہے ذکر بھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پہنچا ہے اور ہو سکتا ہے کہ حضرت خضر (علیہ السلام) کو حضرت صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) سے پہنچا ہو اور اُن سے حضرت خواجہ عبدالخالق (غجدوانی قدس سرہٗ) کو پہنچا ہو جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، اور دوسرا جذبہ جو کہ معیتِ ذاتیہ کے واسطے سے پیدا ہوتا ہے اور اُس کو اس طریق میں جذبۂ معیت کہتے ہیں اس کے ظہور کا مبدا حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ ہیں اور حضرت خواجہ علاؤالدین عطار (قدس سرہٗ) نے جو کہ حضرت خواجہ نقشبند (قدس سرہٗ) کے سب سے پہلے خلیفہ ہوئے ہیں اور اپنے وقت کے قطب بھی تھے اس جذبہ کے حاصل ہونے کے لئے ایک طریقہ وضع کیا ہے اور اس کو طریقۂ عالیہ علائیہ کہتے ہیں، ان کی عبارات میں آتا ہے کہ طریقوں میں سب سے اقرب طریقۂ عالیہ علائیہ ہے، اس جذبہ کی اصل حضرت خواجہ بزرگ سے ہے اور اس کے حصول کا طریقہ حضرت خواجہ علاؤالدینؒ سے ہے۔ ۶۸

سولھواں[۱۶] سوال:- نبی اگرچہ ولی سے افضل ہے لیکن کیا یہ ضروری ہے کہ جو معارف ولی جانتا ہے وہ نبی کو بھی معلوم ہوں یا یہ ضروری نہیں؟ اور نیز جو معارف کہ نبی کو حاصل ہوں کیا ان کا مرسل (رسول) کو بھی حاصل ہونا ضروری ہے یا نہیں؟ الخ۔ جواب: کلی فضیلت تو انبیائے کرام علیہم الصلوات

---

[۱] مکتوبات شریفہ دفتر سوم مکتوب ۱۲۷

www.maktabah.org

والتسلیمات کو اولیاء اللہ پر ہے اور کوئی ولی کسی نبی کے مرتبہ کو نہیں پہنچا لیکن جزئی فضیلت میں کوئی تنازع نہیں ہے، اگر بعض فضائل و معارف ولی ہی کے لئے خاص ہوں تو وہ کلی فضیلت کا باعث نہیں ہوتے (یہ) جائز بلکہ واقع ہے، جب ولی و نبی میں جزوی فضیلت واقع ہوتی ہے تو اگر نبی بعض فضائل و معارف میں رسول کی بہ نسبت مخصوص ہو تو یہ بطریق اولیٰ جائز ہوگا اگرچہ کلی فضیلت رسول کے لئے ہوگی جیسا کہ حضرت موسیٰ و حضرت خضر علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کا قصہ آپ نے خود لکھا ہے۔

سترھواں سوال: حضرت خضر علیہ السلام نبی ہیں یا نہیں؟ **جواب:** اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے لیکن راجح یہ ہے کہ وہ نبی ہیں۔

اٹھارھواں سوال: انبیاء و رسل کی تعداد کا تعین درست ہے یا نہیں؟ اس بارے میں صوفیائے کرام کیا فرماتے ہیں؟ **جواب:** صوفیائے کرام سے کوئی نقل اس بارے میں نظر سے نہیں گذری لیکن علماء نے انبیائے کرام کی تعداد کے تعین کا انکار کیا ہے کیونکہ دلیل قطعی سے یہ تعین معلوم نہیں ہوا ہے، اگر وارد ہوا ہے تو وہ ظنی دلائل ہیں، پس اگر ہم دلیل کے بغیر تعداد کے تعین کا حکم کریں تو بظاہر غیر نبی کو نبی اور نبی کو غیر نبی بنانے کے مرتکب ہوں گے اور انبیاء علیہم الصلوات والبرکات میں سے رسولوں کی تعداد تین سو تیرہ (۳۱۳) مشہور و معروف ہے اور سابقہ اعتراض اس جگہ لازم نہیں آتا کیونکہ رسول انبیاء سے خارج نہیں ہیں۔

آپ نے لکھا تھا کہ "اگر اس فقیر کو پیدا نہ کرتے تو بہتر ہوتا" یہ عبارت نہیں کہنی چاہئے جو کچھ حق تعالیٰ کرتا ہے بہتر ہے اور جنون جو کہ تکالیف (احکام شرعیہ) کو ساقط کرنے والا ہے کی دعا نہیں کرنی چاہئے اور حق تعالیٰ سے عافیت طلب کرنی چاہئے اور تکالیف (احکام شرعیہ) کے بجالانے کی توفیق طلب کرنی چاہئے۔

٦٩

مکتوب ۳۷

نیز ملا عبد الرزاق کے نام سوال کرنے کی حرمت اور ضرورت کے وقت اس کے مباح ہونے کے بارے میں اور ان حدیثوں کے بیان میں جو کہ اس بارے میں وارد ہوئی ہیں تحریر فرمایا۔

سعادت آثار ملا عبد الرزاق نے پوچھا تھا کہ "یہ بات ثابت ہے کہ جو شخص ایک رات کی خوراک نہ رکھتا ہو اس کو سوال کرنا حلال ہے، آیا یہ حکم رخصت کے طور پر ہے اور عزیمت اس کے ماسوا ہے یا ایسا نہیں ہے؟" میرے مخدوم! یہ حکم رخصت کے طور پر ہے اور عزیمت سوال (مانگنے) کے ترک میں ہے، حتی الامکان

www.maktabah.org

سوال کی طرف اقدام نہ کریں، زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ شدید ضرورت کے وقت سوال کرنا مباح (جائز) ہے مردار اور خنزیر کا گوشت کھانے کی طرح کہ اضطرار کی حالت میں مباح ہے۔ احیاء العلوم میں ہے کہ "البتہ جس سوال کی طرف کوئی شخص مضطر (مجبور) ہوتا ہے تو وہ بھوکے شخص کا اپنی جان پر موت یا مرض لاحق ہونے کے وقت سوال کرنا ہے، برہنہ اور کھلے ہوئے بدن والے کے لئے جبکہ اُس کے پاس کوئی ایسی چیز نہ ہو جس سے وہ بدن کو ڈھانپ سکے، سوال کرنا اس وقت مباح ہے جبکہ باقی شرطیں (بھی) پائی جائیں یعنی مسئول (جس چیز کا سوال کیا جائے) میں اُس کے مباح ہونے کی شرط اور مسئول منہ (جس سے سوال کیا جائے) میں اس کے دل سے راضی ہونے کی شرط اور سائل میں اس کے کسب سے عاجز ہونے کی شرط پائی جائے، پس بیشک کسب پر قدرت رکھنے والا شخص جبکہ نکما و کاہل ہے تو اُس کے لئے سوال کرنا جائز نہیں لیکن جبکہ اس کے اوقات علم کی طلب میں مصروف ہوں (تو سوال جائز ہے) اور ہر وہ شخص جو کہ خطاط ہے تو وہ کتابت کے ذریعے کسب پر قادر ہے۔" شرح مشکوٰۃ میں ہے "اور البتہ نفلی صدقہ کا سوال کرنا تو جو شخص اپاہج یا کسی اور علت (بیماری وغیرہ) والا ہے اس کو ایک دن کی خوراک کا سوال کرنا جائز ہے اور وہ ذخیرہ نہ کرے اور اگر وہ (کسب پر) قادر ہے اور اس نے علم میں مشغول ہونے کی وجہ سے اس (کسب) کو ترک کر دیا تو اس کو زکوٰۃ (لینا) یعنی مالِ زکوٰۃ و نفلی صدقہ کا سوال کرنا جائز ہے، اور اگر کسی نے نفلی نماز نفلی روزہ میں مشغول ہونے کی وجہ سے اس (کسب) کو ترک کیا تو اس کیلئے زکوٰۃ (مانگنا) جائز نہیں ہے اور اس کے لئے نفلی صدقہ (مانگنا) مکروہ ہے پس ایک شخص یا ایک جماعت کسی مکان (خانقاہ وغیرہ) میں بیٹھ گئی اور عبادت اور نفوس کی ریاضت اور قلوب کے تصفیہ کے ساتھ مشغول ہوئی تو ایک شخص کے لئے مستحب ہے کہ اُن سب کیلئے نفلی صدقات اور روٹی کے ٹکڑے اور لباس کا سوال کرے۔"

سوال (مانگنا) تین چیزوں کو شامل ہے کہ اُن میں سے ہر ایک چیز بُری ہے: اوّل حق تعالیٰ سے شکایت کا اظہار ہے اور اُس سبحانہ سے اُس کی نعمت کی کمی کا بیان کرنا ہے اور یہ حرام ہے سوائے ضرورت کے وقت کے جیسا کہ مردار کا کھانا (ضرورت کے وقت جائز ہے)۔ دوم غیر اللہ کے لئے اپنے آپ کو ذلیل کرنا ہے اور مومن کو زیب نہیں دیتا کہ اپنے آپ کو اپنے مولا کے سوا کسی اور کے سامنے بلا ضرورت ذلیل کرے۔ سوم جس سے سوال کیا جائے غالب طور پر اس کو ایذا دینا ہے اور بلا ضرورت ایذا دینا حرام ہے اس لئے اہلِ تقویٰ نے سوال کو مطلقاً ترک کیا ہے۔ اور (حضرت) بشر (حافی) قدس سرہٗ سوائے (حضرت) سری (سقطی) قدس سرہٗ کے کسی اور شخص سے کوئی چیز نہیں لیتے تھے اور انھوں نے کہا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ وہ (سری سقطی قدس سرہٗ) مال کے اپنے ہاتھ سے نکل جانے پر خوش ہوتے ہیں پس

احیاء ج ۴ ص ۲۰۰

ع منہ

www.maktabah.org

جس چیز کو وہ پسند کرتے ہیں میں اُس پر ان کی مدد کرتا ہوں۔ اور (حضرت) بشر (قدس سرہٗ) فرماتے تھے فقرا تین قسم کے ہیں، ایک[1] وہ فقیر ہے جو سوال نہیں کرتا اور اگر اُس کو دیا جائے تو وہ ہرگز نہیں لیتا پس وہ علیین میں روحانیوں کے ساتھ ہے اور ایک[2] فقیر وہ ہے جو سوال نہیں کرتا اور اگر اس کو دیا جائے تو لے لیتا ہے پس یہ جنات النعیم میں مقربین کے ساتھ ہے اور ایک[3] وہ فقیر ہے جو ضرورت اور فاقہ کے وقت سوال کرتا ہے پس یہ اصحاب یمین میں سے صادقین کے ساتھ ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ بلا ضرورت سوال کرنا حرام و مذموم ہے، ضرورت، حاجت اور فاقہ کے وقت مباح ہے لیکن مرتبہ و درجہ کی کمی کا باعث ہے۔ یہ جو کچھ بیان ہوا اس وقت ہے جبکہ معاملہ موت تک نہ پہنچا ہو، اور جب معاملہ موت تک پہنچ جائے تو اب سوال کرنا حلال بلکہ عزیمت (اور) بلکہ واجب ہو جائے گا۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان من تکفل لی ان لا یسأل الناس شیئا فاتکفل لہ بالجنۃ [جو شخص مجھ سے عہد کرے کہ وہ لوگوں سے کچھ نہیں مانگے گا تو میں اس کے لئے جنت کا ضامن ہوں] کے بیان میں شرح مشکوٰۃ شریف میں مذکور ہے "پس ثوبان رضی اللہ عنہ نے کہا میں (یہ عہد کرتا ہوں) پس ثوبان کسی سے کچھ نہ مانگتے تھے یعنی اگرچہ وہ اس کے لئے محتاج ہوتے"۔ اور جب اپنی جان پر موت کا خوف ہو تو وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہے پس بیشک ضروریات ممنوعات کو مباح کر دیتی ہیں بلکہ اگر وہ (ایسی حالت میں) کسی سے سوال نہیں کرے گا یہاں تک کہ (اس کی وجہ سے مر) جائے تو وہ گنہگار ہو کر مرے گا۔

اب چند احادیث سوال (مانگنے) کی مذمت میں تحریر کی جاتی ہیں، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ داؤد علیہ السلام نے فرمایا تیرا اژدہے کے منھ میں ہاتھ داخل کرنا یہاں تک کہ وہ (اس کے منھ میں) کہنی تک پہنچ جائے پھر وہ (اژدہا) اس کو چبا ڈالے یہ تیرے سوال کرنے سے بہتر ہے (رواہ فی الحلیہ)۔ اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے[1] کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) کی طرف اپنا کوئی عطیہ بھیجا تو عمر (رضی اللہ عنہ) نے اس کو واپس کر دیا پس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُن کو فرمایا کہ تو نے اسے کیوں واپس کیا، انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ نے ہمیں یہ خبر نہیں دی کہ ہم میں سے ہر ایک کے لئے بہتر یہ ہے کہ ہم کسی سے کوئی چیز نہ لیں، پس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اُن سے فرمایا بیشک یہ حکم تو سوال کرنے کے متعلق ہے لیکن جو چیز سوال کئے بغیر ملے تو بلاشبہ وہ رزق ہے جو اللہ تعالیٰ تجھ کو دیتا ہے پس (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری

---

[1] المشکوٰۃ المصابیح میں دوسرے الفاظ کے ساتھ یہ روایت ہے۔ مظاہر حق ج ۲ ص ۱۱۳۔

www.maktabah.org

جان ہے کہ میں کسی سے کوئی چیز نہیں مانگونگا اور بغیر مانگے جو چیز بھی میرے پاس آئے گی میں اس کو ضرور لے لونگا، اس کو امام مالکؒ نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے[1] کہ جو شخص لوگوں سے ان کے اموال (میں سے اس لئے) مانگے کہ اپنا مال زیادہ کرے تو بلاشبہ وہ آگ کا انگارا مانگتا ہے پس خواہ وہ کم مانگے یا زیادہ مانگے (ہر حال میں اس کے لئے مضر ہے) یعنی وہ مانگنے کا مستحق نہ ہونے کے باوجود مانگے خواہ زبانِ قال سے مانگے یا زبانِ حال سے یعنی اپنی مقدارِ خوراک سے زیادہ مانگے۔ اور نیز حدیث[2] شریف میں آیا ہے[3] کہ ایک آدمی ہمیشہ لوگوں سے مانگتا رہے گا یہاں تک کہ قیامت کے دن وہ اس حالت میں آئے گا کہ اس کے منہ پر گوشت کی بوٹی نہیں ہوگی، اس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے، اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے[4] کہ سوال کرنا زخم ہے کہ جس کے سبب سے آدمی اپنے چہرہ کو زخمی کرتا ہے (یعنی اپنی آبرو ضائع کرتا ہے) پس جو شخص (اپنی آبرو کو باقی رکھنا) چاہے وہ اس کو اپنے منہ میں باقی رکھے (یعنی سوال ترک کرے) اور جو شخص (اس کو باقی نہ رکھنا) چاہے وہ اس (آبرو) سے دست کش ہو جائے (یعنی سوال کرکے اپنی آبرو ضائع کردے) مگر یہ کہ آدمی حاکم سے سوال کرے یا اس امر میں سوال کرے کہ جس کے لئے سوال کرنا ناگزیر ہو (یعنی اس صورت میں اس کی آبرو ضائع نہیں ہوگی) اس کو ابوداؤد وترمذی ونسائی نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے[5] کہ جس شخص کو فاقہ لاحق ہوا (یا کوئی اور شدید ضرورت پیش آئی) پھر اس نے اس کو لوگوں پر ظاہر کیا (یعنی شکایت کے طور پر ذکر کیا اور ان سے حاجت روائی چاہی) تو اس کے فاقہ کا سدِ باب نہیں کیا جائے گا۔ اور جس نے اس کو اللہ تعالیٰ سے عرض کیا تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ جلدی موت دیکر یا دیر سے دولتمند بنا کر اس کو مستغنی کردے گا۔ اس کو ابوداؤد وترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے[6] انہوں نے فرمایا کہ اے لوگو! تم جان لو کہ بیشک طمع فقر ہے اور بلاشبہ (لوگوں سے) ناامید ہونا تونگری (بے نیازی) ہے اور تحقیق جب آدمی کسی چیز سے ناامید ہو جاتا ہے تو اس سے بے نیاز ہو جاتا ہے اس کو رزین نے روایت کیا ہے۔ اور حضرت ابوذر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے[7] انہوں نے کہا کہ مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے بلایا اور آپ نے مجھ پر یہ شرط عائد کی کہ تو لوگوں سے کبھی کچھ نہ مانگے۔ میں نے عرض کیا بہت اچھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر تیرا کوڑا (بھی تیرے ہاتھ) سے گر پڑے تو وہ بھی کسی سے نہ مانگ حتیٰ کہ تو اس کی طرف اتر اور خود اس کو اٹھا، اس کو احمد نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں[8] آیا ہے کہ

---

[1] المشکوٰۃ کتاب الزکوٰۃ (مظاہر حق ج ۲ ص ۱۱۱ [2] ایضاً ج ۲ ص ۱۱۱ [3] ایضاً ج ۲ ص ۱۱۳ [4] ایضاً ج ۲ ص ۱۱۵
[5] ایضاً ج ۲ ص ۱۱۶ [6] ایضاً ج ۲ ص ۱۱۷ [7] ایضاً ج ۲ ص ۱۱۹ -

www.maktabah.org

فراسی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا میں (لوگوں سے) سوال کر سکتا ہوں تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا سوال مت کر اور اگر تجھ کو اس کے بغیر چارہ نہ ہو تو نیک لوگوں سے سوال کر، اس کو ابوداؤد و نسائی نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص بھوکا ہوا یا اس کو کوئی ضرورت لاحق ہوئی پھر اس نے اس کو لوگوں سے چھپایا اور اس حاجت کو اللہ تعالیٰ کی طرف پیش کیا تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اس کے لئے ایک سال کی خوراک حلال ذریعے سے کھول دے، اس کو طبرانی نے اوسط و صغیر میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے[1] کہ جس شخص نے کسی چیز کا سوال کیا اور اس کے پاس اسقدر ہے جو اس کو غنی کر دے تو بلاشبہ وہ جہنم کے انگارے جمع کرتا ہے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ کسقدر چیز سے غنی ہو جاتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسقدر ہو جو اس کے لئے صبح یا شام کی خوراک ہو سکے۔ اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے[2] کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے مانگا وہ ملعون ہے اور جس شخص سے اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے مانگا گیا تو اس نے اس سائل کو جبکہ وہ بدکلامی کے ساتھ نہ مانگے منع کیا (یعنی جھڑکا) تو وہ (بھی) ملعون ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ بیشک قیامت کے روز ایک قوم آئیگی جن کے چہروں پر گوشت نہیں ہوگا انھوں نے دنیا میں مانگنے کے باعث اس (گوشت) کو ختم کر دیا ہوگا پس جس نے اپنی ذات پر سوال کا دروازہ کھولا حالانکہ وہ اس سے مستغنی تھا تو اللہ تعالیٰ اس پر فقر کا دروازہ کھول دے گا، یہ حدیث حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں[3] آیا ہے کہ اے لوگو! تمہارے لئے ضروری ہے کہ سوال کرنے سے بچو، بیشک جو سوال کرنے سے بچتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو (ممنوع چیز دی) بچاتا ہے (اور محتاج نہیں کرتا) اور جو شخص بے نیازی ظاہر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس (کے دل) کو بے نیاز کر دیتا ہے، اُس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جان ہے بندوں کو صبر سے زیادہ وسیع کوئی رزق نہیں دیا گیا، اگر تم اس طرح سے آتے کہ مجھ سے سوال نہ کرتے تو جو کچھ میں پاتا تم کو دیتا (حل عن ابی سعید) اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے: "بیشک (بعض دفعہ) کوئی شخص میرے پاس آتا ہے اور (مستحق نہ ہونے کے باوجود) البتہ مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں اُس کو (سائل کو رد نہ کرنے کی عادت شریفہ کے باعث) دیدیتا ہوں سو وہ اپنے کپڑے میں آگ رکھ لیتا ہے اور اپنے اہل کی طرف دوزخ کی آگ کے ساتھ لوٹتا ہے۔" عن ابی سعید۔

[1] یہ حدیث شریف مشکوٰۃ شریف میں لفظوں کی کمی بیشی کے ساتھ آئی ہے مظاہر حق ج ۲ ص ۱۴۰ [2] جمع الفوائد ج ۱ ص ۱۴۰۳
[3] اس حدیث کا کچھ حصہ مشکوٰۃ شریف میں بھی ہے مظاہر حق ج ۲ ص ۱۱۲

www.maktabah.org

مکتوب ۳۸

ملا ابو الفیض کے نام اس بیان میں تحریر فرمایا کہ سب سے بڑا حجاب طالب کا نفس ہے۔

اللہ تعالیٰ فیوض و برکات کے دروازے کھلے رکھے، طالب و مطلوب کے درمیان سب سے بڑا حجاب طالب کا نفس ہے، دع نفسك وتعال لنت الغامة على تمسك فاعرف حقيقتك [تو اپنے نفس کو چھوڑ دے اور آجا تو اپنے سورج پر (خودی) ابر ہے پس تو اپنی حقیقت کو پہچان لے] سالک کے نفس کا درمیان سے دور ہو جانا ایک ذوقی و وجدانی امر ہے جو تقریر و تحریر میں نہیں آسکتا اور پڑھنے اور مطالعۂ کتب سے حاصل نہیں ہوتا اور اللہ جل شانہٗ کی عنایت و جذب کی سبقت اور عالم اسباب میں کسی شیخ کامل مکمل کی صحبت اُس (شیخ) میں فنا ہونے کی شرط کے ساتھ ہونی چاہیے، آپ کو صحبت کم ملی ہے اسقدر موقع نہیں ملا کہ بعض ضروری امور بیان کیے جاتے اور اگر باطنی رابطہ قوی اور محبت درست ہے تو امید ہے کہ اس کے مطابق فیض دینے والے (شیخ) کے باطن سے فیوض و برکات اخذ کرنا حاصل ہو جائے اور جن کمالات کی امید کی گئی ہے عکس انداز ہوں "المرء مع من احب" [آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے محبت کرتا ہے] نبی کریم علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث ہے ؎

چشم دارم کہ دہد اشک مرا حسنِ قبول آنکہ در ساختہ است قطرۂ بارانی را

[وہ (اللہ) کہ جس نے بارش کے قطرہ کو موتی بنا دیا ہے میں امید رکھتا ہوں کہ وہ میرے آنسوؤں کو حُسنِ قبول عطا فرمائیگا] والسلام

مکتوب ۳۹

شیخ ابو المظفر محمد شامی کے نام تعزیت کرنے اور اپنے شیخ کے طریقے کی محافظت کے بارے میں تحریر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ برادرانِ طریقت کو اس ہولناک واقعہ سے صبرِ جمیل و اجرِ عظیم عطا فرمائے، اہل اللہ کا وجود زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی رحمت ہے، جن فیوض و برکات کا اُن کی زندگی میں افادہ و استفادہ کیا جاتا تھا اُن کی وفات کے بعد بھی اُن کا امیدوار رہنا چاہیے اور جاننا چاہیے کہ یہ فیوض و برکات اس وقت تک جاری رہتے ہیں جبتک کہ شیخ کے طریقہ میں کوئی نئی بات واقع نہ ہوئی ہو اور جب طریقے میں نئے امور پیدا ہو جائیں جو کہ شیخ کی زندگی میں نہیں تھے تو فیض کا راستہ بند ہو جاتا ہے اُس بدعت کی طرح

www.maktabah.org

جو دین میں پیدا ہو جائے اور اس کی وجہ سے سنّت کے انوار میں کمی واقع ہو جائے پس اُس جگہ کے دوستوں کے لئے لازم ہے کہ اپنے شیخ کے طریقہ کی حفاظت کریں اور اس میں کوئی نئی بات پیدا نہ کریں اور اس طرح پر زندگی گذاریں کہ ایک دوسرے میں فانی ہوں اور ذکر کے حلقہ کو سابقہ طریقوں پر اچھی طرح قائم رکھیں اور اوقات کو (اوراد و وظائف سے) آباد رکھیں اور نیکیوں کے حصول میں جلدی کریں اور طاعات کے بجالانے میں ایک دوسرے پر سبقت کریں، سَابِقُوْا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ الآیہ [تم اپنے رب سے مغفرت اور جنت طلب کرنے کی طرف سبقت کرو] اور ان کے صاحبزادوں کی خدمت کو اپنی سعادت سمجھیں اور مشروع طریقہ پر ان کی خوشنودی حاصل کرنے کو بہت بڑا امر جانیں اور اس فقیر کو ایمان کی دعا کے ساتھ یاد کرتے رہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ ماہ ذی الحجہ (۱۰۶۷ھ) میں اس جگہ سے حجاز (مقدس) کے سفر پر روانگی واقع ہوگی والباقی عند التلاقی انشاء اللہ الباقی، والسلام اولاً و آخراً۔ ۵۷/۲۱

مکتوب ۴۰

شیخ حسین خلوتی رومی مدنی کی طرف اللہ تعالیٰ کی جانب دائمی توجہ رکھنے پر ترغیب دینے کے بارے میں ارسال فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد، آپ کا گرامی نامہ اس مسکین کی طرف پہنچا، آپ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور اس تعالیٰ شانہٗ کی جانب دائمی توجہ و تضرع اور ما سوی اللہ سے (دائمی) انقطاع میں رہیں۔ عارفین کے قلوب اُس کی محبت کی آگ میں جلتے رہتے ہیں اور محبین کے جگر اُس کی تمنا میں پیاسے رہتے ہیں، پس اس شخص کے لئے خوشخبری ہے جس کو اُس تعالیٰ شانہٗ کے ماسوا اور کوئی غم و فکر نہ ہو اور اس شخص کے لئے بشارت ہے جس کو اُس (تعالیٰ شانہٗ) کے علاوہ کسی اور کا شعور نہ ہو پس اُس شخص پر افسوس ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے روگردانی کی اور اُس شخص پر حسرت ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے احکام سے تجاوز کیا۔ تُو اس کی طلب میں وحدانی (یگانہ) اور اُس کی طاعت میں اور اس کی خوشنودی طلب کرنے میں اوحدی (منفرد) ہو جا اور مجلسوں اور خلوتوں میں اُس کے ذکر پر مداومت کر تاکہ تُو انتہائی مقاصد حاصل کرلے اور افضلِ موجودات پر صلوٰۃ وسلام ہو۔

٭ ٭ ٭

www.maktabah.org

مکتوب ۳۱

اسوۃ العلماء المحدثین سید زین العابدین مکی کی طرف عارف کی فنا کے بیان میں ارسال فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حامداً للہ العظیم ومصلیاً علی رسولہ الکریم، جنابِ عالی ستارۂ نورانی روز و شب کی شادمانی، سید و فاضل، کامل و محدث و عالم و عامل نہایت عزت و احترام کے ساتھ کامل و مکمل سلام و کثیر تسلیمات کے ساتھ مخصوص ہیں اُن کی ہدایت کے آفتاب ہمیشہ طلوع ہوتے رہیں اور ان کے فیض رسانی کے انوار ہمیشہ چمکتے رہیں۔ اما بعد، پس جبکہ آپ نے ازراہِ مہربانی ہمارا حال دریافت کیا ہے اور ہماری آرزوؤں کی جستجو کے ساتھ نوازش فرمائی ہے تو (جواباً عرض ہے کہ) ہم خیر و عافیت سے ہیں اور دوستوں کی ملاقات کا شوق رکھتے ہیں اور اپنے آپ کو محبت کی آگ میں غوطہ زن ہیں اور اللہ کریم سے دعا کرتے ہیں کہ آپ کی درازیٔ عمر (کی برکات) سے مسلمانوں کو مستفید فرمائے اور ہمیں دوبارہ آپ کی ملاقات کے شرف سے مشرف فرمائے، آپ کے فضلِ عمیم سے امید کی جاتی ہے کہ ہمیں اپنے دل سے خارج اور اپنی دعاؤں سے فراموش نہیں فرمائیں گے، ہم محتاج فقراء ہیں اور (محتاج و فقیر) کیوں نہ ہوں جبکہ (عالمِ) امکان سب کا سب فقر و حاجت ہے، ممکن کا فقر ذاتی ہے اور اس کا فاقہ دائمی ہے مطلوبِ حقیقی سے اس کا نصیب استہلاک (فنا) ہے اور اس بلند بارگاہ سے اُس کا حصہ فنا و اضمحلال ہے پس وہ اس کے کمال کو کیسے پا سکتا ہے اور اس (بارگاہِ مقدس) کے جلال (بزرگی) کی حقیقت کی طرف اس کے لئے کہاں راستہ ہے اور بلاشبہ یہ عدم ہے اور اس کی حقیقت خیر (بھلائی) کی نفی رہا ہے اور کمال اس کے حق میں عارضی ہے اور حسن و جمال اس کے اندر ظلی و انعکاسی ہے اور وہ اس مستعار (عارضی) کمال اور مستعار (انعکاسی) جمال کی وجہ سے خیالِ فاسد کے ساتھ اپنے آپ کو کامل خیال کرتا ہے اور دعویٰ باطل کے ساتھ اپنے لئے خیر و جمال کا دعویٰ کرتا ہے اور اس نے اس فاسد بنیاد پر بلند عمارت بنا لی ہے اور درخت پھل کی خبر دیتا ہے پس اگر (اللہ تعالیٰ کی) رحمت اس کا تدارک نہ کرے اور (اللہ تعالیٰ کے) کرم و لطف کی سبقت اس کے شاملِ حال نہ ہو تو اس کے لئے نہایت افسوس ہے پس کمال اس کے حق میں کمال کی نفی کرنا ہے اور خیریت (بھلائی) خیریت کے سلب (نفی) میں ہے، اگر وہ خیر و کمال کو اپنی ذات کی طرف منسوب کرے تو خائن ہوگا اور اپنی اصل کے ساتھ خیر گفتا کا مدعی ہوگا لیکن اگر (اس کو) عدم (فنائیت) کے بعد وجودِ موہوب کے ساتھ

www.maktabah.org

موجود کیا جائے اور ولادتِ ثانیہ کے ساتھ پیدا کیا جائے تو اُس وقت یہ نسبت و دعویٰ درست ہے (لا یحمل عطایا الملک الا مطایاہ (بادشاہوں کے عطیات اُنہی کی سواریاں اُٹھاتی ہیں) اللہ سبحانہٗ اپنے نبی اُمّی اور اُن کی آلِ کرام علیہ وعلیہم الصلوات والتحیات والبرکات کے طفیل آپ کی دعائے خیر سے ہمیں ان معانی کے ساتھ ایمان اور اس مشرب سے کچھ قربت عطا فرمائے۔

مکتوب ۴۲

شیخ بایزید ولد شیخ بدیع الدین سہارنپوری کے نام حالتِ نماز کی فضیلت اور ایذائے خلق پر صبر کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

ص حمد و صلوٰۃ و تبلیغ دعوات کے بعد عرض رساں ہے کہ آپ کے مکتوباتِ گرامی موصول ہوئے چونکہ پسندیدہ احوال پر مشتمل اور جمعیتِ باطن کی خبر دینے والے تھے (اس لئے) مسرت و شادمانی کا باعث ہوئے، وہ حالت جو آپ کی نماز میں میسر ہوتی ہے اور اُس کا حضور و لذت نسبت کے اصلی ہونے کی خبر دیتا ہے اور کام کے انجام کا پتہ دینے والا ہے، اس نعمت کا شکر بجا لائیں اور اس کی کیفیت و کمیت (مقدار) کے زیادہ ہونے میں کوشش کریں اور نماز کو طولِ قیام اور اس کے آداب و شرائط کے ساتھ بجا لائیں اور اس نعمتِ عظمٰی کے حاصل ہونے پر شکر گذار رہیں اور تمام مافات (فوت شدہ امور) کا عوض اس کو جانیں اور زمانہ کی تلخیوں (تکلیفوں اور سختیوں) کا علاج اس شیرینی کے ساتھ کریں ؎

بر شکر غلطید اے صفرائیاں — از برائے کوری سودائیاں

[اے صفراوی مزاج والو! تم سوداوی مزاج والوں کے اندھے پن کیلئے یعنی ان کی طبیعت کے برخلاف شکر پر لوٹو یعنی خوب استعمال کرو]

وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى طٰہٰ ۱۳۲

[اپنے اہل و عیال کو (بھی) نماز کا حکم کرتے رہیے اور خود بھی اس کے پابند رہیے ہم آپ سے رزق نہیں مانگتے، ہم ہی آپ کو رزق دیتے ہیں اور عاقبت (اچھا انجام) پرہیزگاروں کے لئے ہے]۔

آپ نے لکھا تھا کہ "نماز کے باہر اُس خوبی کے ساتھ نسبت ظاہر نہیں ہوتی اس کا کیا سبب ہے؟"

میرے مخدوم! جس مکتوب میں ہمارے حضرت عالی (قدس سرہٗ) نے تحریر فرمایا ہے کہ "نماز کے باہر گویا معطل و بیکار رہے"۔ اگر آپ اس کا مطالعہ کریں تو بظاہر کامل تشفی ہو جائے گی اور حلقۂ ذکر میں کبھی دوستوں کی طرف متوجہ ہوں اور کبھی اپنے احوال کے ساتھ مشغول ہوں تاکہ خودی (انانیت) سے

www.maktabah.org

پوری طرح نکل جائیں۔ مختصر یہ ہے کہ مقتضائے وقت کے مطابق عمل کریں۔ آپ نے قرابت داروں کی ایذا اور اہلِ شہر کی جفا کے متعلق لکھا تھا، املاک (جائیدادوں) کے تبدیل ہو جانے اور رزقوں (آمدنیوں) کے کم ہو جانے کے بارے میں (بھی) لکھا ہے (یہ امر) دوستوں کی تکلیف کا باعث ہوا، حق سبحانہٗ ظالموں کے شر سے محفوظ رکھے اور اپنے پاس سے فراخی عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا
۳/۱۸۶ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ [تم اپنے مالوں اور اپنی جانوں میں ضرور آزمائے جاؤ گے اور ان لوگوں سے جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی ہے اور ان لوگوں سے جو کہ مشرک ہیں بہت سی دل آزاری کی باتیں ضرور سنو گے اور اگر تم صبر کرو گے اور پرہیزگاری اختیار کرو گے تو بیشک یہ بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے]

مصیبت اسی کی طرف سے آئی ہے اور مصیبت کا دور ہونا بھی اُسی سے ہے، ہر چیز کا وقت معین ہے کہ اس سے تقدیم و تاخیر کی گنجائش نہیں ہے۔ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ [ہر زمانہ کے لئے مخصوص احکام ہیں] بے چینی
۱۳/۳۸ کوئی فائدہ نہیں رکھتی۔ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ۭ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ [اگر اللہ تعالیٰ تجھ کو کوئی تکلیف لاحق کرے تو
۱۰/۱۰۷ اُس کے سوا اور کوئی اُس کو دور کرنے والا نہیں ہے اور اگر وہ تجھ کو کوئی بھلائی پہنچانا چاہے تو اس کے فضل کو ہٹانے والا کوئی نہیں وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے اپنا فضل نصیب کر دیتا ہے۔] اگر غمگسار وہ ہے تو تمام غم ہیچ ہیں اور اگر نہیں ہے تو اس غم کی فکر کرنی چاہئے جو کہ تمام غموں سے بڑھ کر ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

اگر ہزار غم است از جہانیاں بر دل
ہمیں بس است کہ او غمگسارِ ما باشد

[اگر دنیا والوں (کی طرف) سے دل پر ہزار غم ہیں تو یہی کافی ہے کہ وہ (اللہ تعالیٰ) ہمارا غمگسار ہے]

کاش وہ شیریں (راضی) ہو جائے اگرچہ دنیا تمام تلخ (ناراض) ہو، وہ مراد (مطلوب) بن جائے اور تمام دنیا نامراد (غیر مطلوب) ہو جائے۔ ؎

لیتک تحلوا والحیات مریرۃ
ولیتک ترضی والانام غضاب

ولیت الذی بینی وبینک عامر
وبینی وبین العالمین خراب

اذا صح الود منک یا غایۃ المنی
فکل الذی فوق التراب تراب

۶۲ [کاش تو شیریں ہو جائے اگرچہ زندگی تلخ ہو اور کاش تو راضی ہو جائے اگرچہ مخلوق ناراض ہو اور کاش جو میرے اور تیرے درمیان ہے وہ آباد ہو اور جو میرے اور جہانوں کے درمیان ہے وہ برباد ہو، اے آرزوؤں کی انتہا (محبوب)! جب تجھ سے محبت درست ہو گئی تو پھر جو کچھ مٹی کے اوپر ہے وہ مٹی ہے]۔

www.maktabah.org

اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ پریشانی کے ان تمام اسباب کے باوجود باطنی جمعیت میں کوئی خلل نہیں ہے بلکہ جب (ان) سب کو خدائے تعالیٰ (کی طرف) سے دیکھتا ہے اور اس کے فعل کو ان کے درمیان میں جلوہ گر پاتا ہے تو شوق اور زیادہ ہو جاتا ہے اور دل جمعی میں ترقی رونما ہو جاتی ہے اور اس شوق و جمعیت کو بھی اسی سے جانتا ہے اور اپنے آپ کو خالی محض دیکھتا ہے۔" اس کے مطالعہ نے بہت مسرور کیا اور تمام تکلیفوں کو زائل کرنے والا ہوگیا، حق سبحانہٗ اس دید کے کمال تک پہنچائے اور نیستی (فنائیت) کی حقیقت تک متحقق کرے۔ اور آپ نے شاہجہاں آباد کے سفر کے بارے میں لکھا تھا اس بارے میں چند بار استخارہ کریں اور التجا و تضرع بجا لائیں شرح صدر حاصل ہونے کے بعد اگر متوجہ ہوں تو گنجائش ہے۔

مکتوب ۴۳

میرزا محمد صادق کے نام اُن کے واقعہ کی تعبیر میں تحریر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ ماسوا کی غلامی سے آزاد فرمائے، اور اپنی بارگاہِ مقدس کی طرف راستہ کھول دے جو گرامی نامہ آپ نے اس مسکین کے نام لکھا تھا اس کے صادر ہونے سے مسرور ہوا، اس میں لکھا ہوا تھا کہ" میں ایک روز اس بات کی فکر میں تھا کہ روح کس طرح کی ہوگی، میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص بندہ کے نزدیک بیٹھا ہے، اس کے ہاتھ میں سرخ رنگ کی چمکتی ہوئی کوئی چیز ہے جو بعینہٖ لعلِ بدخشاں ہے کہ جس کو بادشاہ اپنے سر پر رکھتے ہیں، وہ شخص مجھ سے کہتا ہے کہ روح یہ ہے، فقیر کے منہ کے قریب لایا ہے اور کہتا ہے کہ یہ اس طرح پھیل کر وجود کے اندر آجاتی ہے اور کھینچ جانے کے وقت پھر اسی طرح سمٹ جاتی ہے۔" میرے مخدوم! آپ کا یہ خواب درست ہے بزرگوں نے روح کے نور کو سُرخ قرار دیا ہے اس کی سرخی اسی لحاظ سے ہے اور اس کی چمک اس کی نورانیت کی وجہ سے ہے، روح بے چونی (بے کیفی) سے کچھ حصہ رکھتی ہے اس کا پھیلنا اور سمٹنا اس کے تمثل کی رو سے ہے، بزرگوں نے کہا ہے کہ روح نہ بدن میں داخل ہے اور نہ اس سے خارج ہے اور نہ متصل ہے نہ منفصل، اس کو بدن کے ساتھ تدبیر و تصرف کا تعلق ہے، روح کی حقیقت کو جاننے والا علام الغیوب (اللہ تعالیٰ) ہے، وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا (اور تم کو اس کا محض تھوڑا سا علم دیا گیا ہے)۔ ۸۵

اور ذکرِ نفی اثبات کی تعداد و وقت معین نہیں ہے جس وقت چاہے کرے اور جب تک سانس (روکنا) ساتھ دے کہتا رہے خواہ کسی عدد تک پہنچے لیکن طاق ہو جفت نہ ہو اور اسی وجہ سے

www.maktabah.org

اس ذکر کو وقوفِ عددی کہتے ہیں اور اگر کسی وقت حبسِ دم (سانس روکنا) نہ کر سکے تو حبسِ دم کے بغیر کہے کیونکہ حبسِ دم لازمی شرط نہیں ہے اس ذکر پر اس قدر مداومت کریں کہ سینہ کی وسعت میں حق سبحانہٗ کے سوا کوئی مراد و مقصود نہ رہے اور اس تعالیٰ شانہٗ کے مقصود ہونے کے سوا کوئی اور مراد نہ ہو تاکہ بندگی کی حقیقت ظاہر ہو جائے، وبدونہ خرط القتاد [اور اس کے علاوہ بیفائدہ کوشش کرنا ہے] والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۴۲

میر باقی بخاری کے نام صوفیائے کرام کے طریقہ کے بیان میں اور ان اکابر قدس اسرارہم کی تعریف میں تحریر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ عافیت و جمعیت کے ساتھ رکھے اور شرعِ محمدی و سنتِ احمدی علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے راستہ پر استقامت و دوام عطا فرمائے اور دنیا کے تعلقات اور ماسویٰ کی گرفتاری سے آزاد کر کے اپنی معرفت کے شامیانوں اور قرب کے سراپردوں میں اُنس و الفت نصیب فرمائے اور یہ حقیقت عالَمِ اسباب میں صوفیائے کرام کے طریقہ پر چلنے کے ساتھ وابستہ ہے، یہ اکابر حق جل و علا کی محبت میں اپنے آپ سے (بھی) اور اپنے علاوہ دوسروں سے (بھی) قطع تعلق کر چکے ہیں اور اس کے عشق (کی وجہ) سے آفاق و انفس سے گذر کر (اور) ماسوی اللہ کو اس کی راہ میں قربان کر کے اس کے ساتھ موافقت کر لی ہے اگر حاصل رکھتے ہیں تو اسی کو رکھتے ہیں اور اگر واصل ہیں تو اسی کے ساتھ واصل ہیں، اُن کے باطن کو ماسویٰ اللہ تعالیٰ سے اس حد تک انقطاع حاصل ہو گیا ہے کہ (اگر) وہ سالہا سال (بھی) ماسوا کو یاد کریں تو وہ ان کو یاد نہ آئے اور وہ نفس کی انانیت (میں پن) سے اس قدر آزاد ہو چکے ہیں کہ اپنے اوپر کلمۂ اَنَا (میں) کے اطلاق کو شرک جانتے ہیں، رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ [یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اللہ تعالیٰ ۳۳/۲۳
کے ساتھ کئے ہوئے عہد کو پورا کر دیا] اور رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ [یہ وہ ۲۴/۳۷
لوگ ہیں جن کو تجارت و خرید و فروخت اللہ تعالیٰ کے ذکر سے نہیں روک سکتی] اے اللہ! مجھے اس قوم میں سے کر دے یا اس قوم کے دیکھنے والوں میں سے کر دے کہ میں دوسری قوم کی طاقت نہیں رکھتا۔ جو شخص بھی اس راستہ کی خواہش رکھتا اور اس فکر کا بیج (اپنے) دل میں بوتا ہے اُس کو چاہیے کہ ہر چیز کو چھوڑ کر ان اکابر کی صحبت اختیار کرے اور جان کو طلبگاری کے لوازم (شرائط) پر نثار کرے اور جس جگہ سے اس نعمت کی خوشبو دماغ میں پہنچے اس کے لئے کوشش کرے، کسی نے خوب کہا ہے ؎

www.maktabah.org

بعد ازیں مصلحتِ کار دراں می بینم کہ روم بر درِ میخانہ و خوش بنشینم

(اس کے بعد کام کی مصلحت اس بات میں دیکھتا ہوں کہ میں میخانہ کے دروازے پر جاؤں اور (وہاں) خوش و خرم بیٹھ جاؤں)

دوستوں سے سلامتیٔ خاتمہ کے لئے دعا کی امید کی جاتی ہے، والسلام علیکم و علی سائر من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ و علیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات العلیٰ۔

مکتوب ۴۵

میرزا محمد شاہ کے نام کمینی دنیا کی مذمت میں اور معرفتِ الٰہی کے حاصل کرنے پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ العلی الاعلیٰ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ المصطفیٰ ونبیہ المجتبیٰ وعلیٰ آلہ وصحبہ البررۃ التقیٰ، آپ کا گرامی نامہ پہنچ کر مسرت کا باعث ہوا، میرے مخدوم! دنیا بظاہر شیریں ہے، ظاہر کے اعتبار سے تر و تازگی رکھتی ہے حقیقت میں ایک زہرِ قاتل اور ایک متاعِ باطل اور ایک بے فائدہ تعلق ہے، اس کا قتل کیا ہوا ذلیل اور اس پر فریفتہ دیوانہ ہے، یہ ایک سونے میں لپٹی ہوئی نجاست اور ایک شکر آلود زہر ہے، عقلمند وہ ہے جو اس قسم کی کھوٹی پونجی پر فریفتہ نہ ہو اور اس قسم کے بیکار ساز و سامان کے ساتھ گرفتار نہ ہو اور اس قلیل فرصت میں مولائے حقیقی جلّ شانہٗ کی رضامندی حاصل کرے اور آخرت کا زادِ راہ تیار کرے، اس عالمِ فانی میں مقصود بندگی کے وظائف (اعمال) کا بجالانا اور معرفتِ الٰہی کا حاصل کرنا ہے، افسوس ہے کہ جو کچھ اس دنیا میں اس شخص سے طلب کیا گیا ہے بجا نہ لائے اور دوسرے امور میں مشغول ہو جائے ؎

ترسم کہ یار با ما نا آشنا بماند تا دامنِ قیامت ایں غم بجا بماند

(ڈرتا ہوں کہ (مبادا) محبوب ہمارے (حال) سے نا آشنا ہی رہے اور یہ غم دامنِ قیامت تک ہمارے ساتھ رہے) والسلام

مکتوب ۴۶

محمد معین کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ طالب کو ہمیشہ طلب میں بے قرار رہنا چاہئے۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، آپ نے جو کچھ لکھا تھا واضح ہوا، ذکرِ قلبی میں بکثرت مشغول ہونا

www.maktabah.org

بہت ہی بڑی نعمت ہے اس کا شکر بجالائیں: لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ [اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں ضرور تم کو اور زیادہ دونگا] امید ہے کہ یہ ذکر مذکور (جس کا ذکر کیا جائے) کے لئے وسیلہ بن جائے اور معرفت کی کوئی کھڑکی کھول دے اور ذکر وذاکر کو درمیان سے ہٹادے اور حضور خود بخود ظاہر ہو جائے ولا یذکر اللہ الا اللہ [اللہ کا ذکر اللہ ہی کرتا ہے] پردہ کھول دے۔ طالب کو چاہئے کہ طلب میں اپنے آپ کو آرام نہ دے اور ہمیشہ بے چین اور پیاسا رہے۔ کسی بزرگ نے کہا ہے کہ تصوف اضطراب ہے جب سکون آگیا تو تصوف نہیں رہا۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ مرید کو اس صفت کا ہونا چاہئے جو کہ اس آیت کریمہ میں مذکور ہے: حَتّٰى إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ أَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوا أَنْ لَا مَلْجَأَ مِنَ اللّٰهِ إِلَّا إِلَيْهِ [یہاں تک ۱۱۸
کہ جب زمین اپنی فراخی کے باوجود ان پر تنگ ہوگئی اور وہ خود اپنی جان سے تنگ آگئے اور انھوں نے گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ (کی گرفت) سے اسی (کی طرف رجوع کرنے) کے سوا کہیں پناہ نہیں ہے] جب محب صادق اس صفت کا ہو جائے تو امید ہے کہ دریائے رحمت جوش میں آجائے اور ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا [پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر خاص توجہ فرمائی تاکہ وہ آئندہ بھی رجوع رکھیں] کی خوشخبری کے ساتھ نوازے اور کام انجام کو پہنچ جائے۔
والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الھدیٰ۔

مکتوب ۴۷

محمد باقر لاہوری کے نام اُن کے اُن واقعات کی تعبیر میں جو انھوں نے لکھے تھے تحریر فرمایا۔

الحمد للہ العلی الاعلیٰ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ کما یحب ویرضیٰ وعلیٰ آلہ وصحبہ البررۃ التقیٰ۔

ہرچہ جز عشقِ خدائے احسن است　　　گر شکر خوردن بود جان کندن است

[خدائے احسن کے عشق کے سوا جو کچھ بھی ہے اگرچہ شکر (مٹھائی) کا کھانا ہی وہ بھی جان کو ہلاک کرنا (یعنی زہر قاتل) ہے]

میرے مخدوم! حق جل وعلا کے ماسوا کی گرفتاری (محبت وتعلق) دل کے شدید ترین امراض میں سے ہے اس کے زائل کرنے کی فکر اہم کاموں میں سے ہے۔ ع

درخانہ اگر کس است یک حرف بس است　　　[اگر گھر میں کوئی ہے تو ایک حرف (ہی) کافی ہے]

دو واقعے جو آپ نے دیکھے اور اُن کی تعبیر دریافت کی تھی، اول یہ کہ "گویا ایک بچے سے جو دو دن سے ایک چوپایہ پر چڑھا ہے کہ جس کے ابھی تک دانت بھی نہیں نکلے ہیں، سرورِ کائنات علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوات واکمل البرکات اس کے سرہانے کھڑے ہیں، فرماتے ہیں کہ یہ بچہ دوزخی ہے، ایک لمحہ نہیں گذرا تھا

www.maktabah.org

کہ وہ بچہ حرکت میں آیا اور اس کے دونوں پہلو جنبش میں آئے، اُس نے اپنا رُخ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جانب کیا اور (آپؐ کے) روئے مبارک پر ٹکٹکی باندھ کر دیکھتا رہا، اُس سے ایک تبسم ظاہر ہوا اور ہنسی تک نوبت آگئی شاید کہ جمال و کمال کے شہود سے لذت اندوز ہوا۔ ایک لمحہ بعد آنسرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے پھر فرمایا کہ یہ بہشتی ہے، تمام لوگ حیرت زدہ رہ گئے الخ۔" آپ جان لیں کہ ہو سکتا ہے بچہ نفسِ انسانی سے عبارت ہو، النفس کالطفل [نفس بچہ کی مانند ہے] آپ نے سنا ہوگا اور چونکہ نفس فی نفسہٖ آسمانی (خداوندی) احکام کا منکر ہے اور حق جل شانہٗ کی دشمنی پر قائم ہے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے عاد نفسك فانها انتصبت بمعاداتی [تو اپنے نفس کو دشمن سمجھ کیونکہ وہ میری دشمنی میں کمربستہ ہے] اور وہ اس اعتبار سے دوزخ کا مستحق ہے (اس لئے) آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس کو دوزخی فرمایا، جب اُس بچے نے آنکھ کھولی اور غفلت و گمراہی کے پردے سے نکل گیا اور جمال و کمالِ سروری پر نظر ڈالی اور اس مشاہدہ سے لذت اندوز ہو کر ہنسا اور کھِلا یعنی رضامند ہوا اور ظاہر و
۸۰ باطن کی فرمانبرداری کے ساتھ پیش آیا تو اس کو بہشت کی بشارت دی گئی بیشک نفس جب تک امارہ ہے خائب و خاسر ہے قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا [یقیناً وہ کامیاب ہوا جس نے اس نفس کو پاک کیا اور وہ ناکام ہوا جس نے اس نفس کو (گناہوں میں) دبا دیا] اور جب (نفس) مطمئنہ ہو گیا اور راضی و مرضی (پسندیدہ) بن گیا تو اس کو جنت و قرب و وصال کی بشارت دی گئی، یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ [اے نفسِ مطمئنہ اپنے پروردگار کی طرف اس حالت میں جا کہ تو اس سے خوش ہو اور وہ تجھ سے خوش ہو پھر تو میرے بندوں میں شامل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا] شاید کہ یہ بچہ جو کہ نفس کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے آپ کا لطیفہ ہو اور آپ کے (نفسِ) امارہ نے اطمینان کی خوشخبری پائی ہو اور بُعد (دُوری) کی دوزخ سے وصال کی جنت کے ساتھ بشارت دیا گیا ہو۔ لیکن جاننا چاہئے کہ خواب استعداد (قابلیت) کی خبر اور قوت کی بشارت دینے والا ہے جو کہ فعل کے قریب ہے، سخت محنت کرنی چاہئے تاکہ اس کی استعداد ظاہر ہو جائے اور قوت سے فعل میں اور گوش سے آغوش میں آ جائے ؎

می تواند کہ دہد اشک مرا حسنِ قبول ۔۔۔ آنکہ دُرساختہ است قطرۂ بارانی را

[جس (ذات) نے بارش کے قطرہ کو موتی بنایا ہے وہ میرے آنسوؤں کو بھی شرفِ قبولیت بخش سکتا ہے]

اور دوسرے واقعہ کی تعبیر جو کہ اُس (خط) میں لکھا ہوا ہے (یعنی یہ کہ) "فقیر آپ سے کہتا ہے کہ اے فلاں شخص! ہمارا دل و جان تیری طرف متوجہ ہے" ظاہر ہے کہ دونوں کے مابین مناسبتِ کاملہ کی خبر دینے والا ہے حق سبحانہٗ اس کے آثار کو ظہور میں لائے، انہ قریب مجیب [بیشک وہ قریب (اور) قبول کرنے والا ہے]۔

www.maktabah.org

مکتوب ۴۸

ملا محسن سیالکوٹیؒ کے نام اس کمال کے ذکر میں جو کہ مقام جمع کے مناسب ہے اور جو جمع بعد الفرق کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے اور عین الیقین و حق الیقین کے بیان میں تحریر فرمایا۔

نحمد اللہ علیٰ نعمائہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ افضل رسلہ وانبیائہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسائر اولیائہ

آپ کے مکتوبِ گرامی نے وصول ہو کر خوش وقت و لطف اندوز کیا، وجود کی نفی اور عدمیتِ ذاتیہ کے وجدان کی بابت لکھا ہوا تھا نیک و مبارک ہے، حق تعالیٰ اس دید کو اور زیادہ فرمائے اور اس سے (وجود کے) عین و اثر کو دور کرے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "اپنے احوال لکھنا وجود کا اثبات بخشتا ہے" اور یہ بھی لکھا تھا کہ "اپنے آپ کو کچھ نہیں پاتا دوست کا نشان کس طرح پائے، اگر ہے تو اپنے آپ کو ہستیٔ حق کا نشان پاتا ہے اور اگر نہیں ہے اور عدمِ محض اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ سے صورت پذیر ہے تو کیا پائے، وہ پاک ذات اور میں مخلوق میں اپنے کاروبار سے حیران ہوں، میں کسی چیز کو سمجھنا چاہتا ہوں (لیکن) جو کچھ میں سمجھتا ہوں حق تعالیٰ اس سے پاک اور ماوراء ہے پس میں، ہیچ کیا کروں" میرے مخدوم! جو کچھ آپ نے لکھا ہے سب درست و سنجیدہ ہے، سالک ہستیٔ حق کے ظہور و غلبہ کے وقت اپنی ہستیٔ موہوم کو لاشیٔ و ناچیز پاتا ہے جس بیچارے نے اپنے آپ کو گم (فنا) کر دیا ہے اپنی ہستی سے خبر نہیں رکھتا، وہ ہستیٔ مطلق سے کیا خبر رکھے گا ۹۱ اور اس کے جمال و کمال سے کیا حصہ حاصل کرے گا، کمال اس کے حق میں کمال کی نفی کرتا ہے اور بھلائی (اس کے لئے) بھلائی کی نفی میں ہے، اُس بارگاہِ عالی سے اُس کا نصیب استہلاک و بے نصیبی ہے، ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے فرمایا ہے ؎

از حضرتِ ذات بہرہ ما استہلاک است   استہلاکے کہ از تصور پاک است

[حضرتِ ذات سے (صرف) استہلاک نصیب (ہوتا) ہے، استہلاک (بھی) وہ جو کہ تصور سے پاک ہے]

بیچارہ سالک اس وقت میں کیا کرے اور مطلوب کا علم کہاں سے لائے کہ علم عین کے منافی ہے۔ جاننا چاہیے کہ یہ کمال مقامِ جمع کے مناسب ہے اور جب عارف اس مقام سے ترقی کرتا ہے اور فرق بعد الجمع (کے مقام) تک پہنچتا ہے اور بقا و شعور کے ساتھ مشرف ہو جاتا ہے اُس وقت علم و عین دونوں جمع ہو جاتے ہیں اور ایک دوسرے کے منافی نہیں ہوتا اس وقت باقی کے علم کے ساتھ بیگانہ زمانی کے علم کے ساتھ بمن قتلہ فانا دیتہ [جس کو میں قتل کرتا ہوں تو میں (خود) اس کا خون بہا ہوتا ہوں] ؎

www.maktabah.org

گر بر سرِ کوئے عشقِ من کشتہ شوی — شکرانہ بدہ کہ خونبہائے تو منم

[اگر تو میرے عشق کے کوچے میں قتل ہو جائے تو شکرانہ ادا کر کیونکہ تیرا خونبہا میں ہوں]

عین فنا میں باقی اور عین بقا میں فانی ہے، آپ نے لکھا تھا کہ "حق الیقین کس کو کہتے ہیں اور عین الیقین کیا ہے اور میں بندہ کون ہوں اور کیا ہوں"۔ میرے مخدوم آپ عدم ہیں اور بندہ ہیں کہ اس (تعالیٰ شانہ) کے پرتو کی وجہ سے تمام عدمات سے جدا ہو گئے ہیں اور عدمِ مطلق سے ممتاز ہو کر وجود نما ہو گئے ہیں اور جب ہستیٔ مطلق اس وجود نما عدم پر غلبہ پا لیتی ہے اور یہ موہوم ہستی اس کے پرتو میں پوشیدہ و ناچیز ہو جاتی ہے اور اس نے شہود و تجلی میں مدہوش و حیرت زدہ ہو جاتی ہے، نہ اپنا علم رہتا ہے اور نہ مطلوب کا علم رہتا ہے تو (یہ) عین الیقین اور کفرِ طریقت ہوتا ہے ؎

حسنِ تو چناں ساخت مرا زیر و زبر — کز خال و خط و زلفِ توام نیست خبر

[تیرے حسن نے مجھ کو ایسا تہ و بالا کر دیا کہ مجھ کو تیرے خال و خط اور زلف کی (بھی) خبر نہیں ہے]

اسلام کی خوبی اور کفر کی برائی اسوقت میں پوشیدہ ہو جاتی ہے، اس مقام میں کسی سالک نے کہا ہے ؎

بکفر و با سلام یکساں نگر — کہ ہر یک ز دیوانِ او دفتریست

[تو کفر و اسلام کو یکساں دیکھ کیونکہ (دونوں میں سے) ہر ایک اس کے دیوان کا ایک دفتر (باب) ہے]

اس مقام سے جب ترقی واقع ہوتی ہے اور جس چیز میں کہ وہ گم ہوا تھا اس کے ساتھ متحقق ہو جاتا ہے اور اس (تعالیٰ شانہ) کے اخلاق و اوصاف کے ساتھ متخلق ہو جاتا ہے تو حق الیقین پیدا ہوتا ہے، اسوقت اسلام کا حسن جلوہ گر ہو جاتا ہے اور اسلامِ حقیقی تک جو کہ زوال اور کفر کی برائی سے محفوظ ہے پہنچ جاتا ہے اور حیرت و مدہوشی سے نکل آتا ہے اور علم عود کر آتا ہے اور عین کا حجاب نہیں رہتا جیسا کہ گذرا، اس وقت میں اُس کو اُس کے ساتھ پائے گا نہ کہ اپنے ساتھ اور اپنے علم کے ساتھ جو کہ فانی ہو گیا ہے۔

۹۲ آپ جان لیں کہ عین الیقین و حق الیقین قوم (صوفیہ) کے نزدیک شہودِ انفسی میں داخل ہے کیونکہ یافت (پایا) ان کے نزدیک انفس تک محدود ہے اپنے باہر شہود نہیں ہے اور شہودِ آفاقی معتبر نہیں ہے اور ہمارے حضرتِ عالی قدسنا اللہ سبحانہ بسرہٖ کے نزدیک شہودِ انفسی شہودِ آفاقی کی طرح احاطۂ اعتبار سے ساقط ہے کیونکہ حق سبحانہٗ جس طرح کہ آفاق سے ماوراء ہے (اسی طرح) انفس سے بھی ماوراء ہے، اس جل وعلا کو آفاق و انفس کے ماوراء ڈھونڈنا چاہیے پس جو کچھ کہ عین الیقین و حق الیقین میں سالک کو مشہود ہوتا ہے وہ ذاتِ حق تعالیٰ و تقدس نہیں ہے، وہ تعالیٰ شانہٗ اس آئینے سے پاک اور اس شہود سے منزہ و بلند ہے۔ ع

www.maktabah.org

درکدام آئینہ درآید او [وہ کونسے آئینہ میں سماتا ہے]

بلکہ یہ شہود اُس عزیز جل شانہٗ کے وجود پر دلالت کرنے والی آیات (نشانیوں) میں سے ہے اور آیات کا شہود وشانہٗ ہونا علم الیقین میں داخل ہے کیونکہ یہ اثر سے مؤثر کی طرف استدلال ہے پس جو کچھ قوم کے نزدیک عین الیقین وحق الیقین ہے وہ حضرتِ عالی (قدس سرہ) کے نزدیک علم الیقین کی قسم میں داخل ہے اور عین الیقین وحق الیقین اس کے ماوراء ہے جب تک آفاق وانفس کی قید سے کلی طور پر آزاد نہ ہوجائے اور شہود سے غیب میں نہ آجائے (اس وقت تک) اس کمال کا جمال پرتو نہیں ڈالتا اور مشکل ہے کہ وہ ان معانی کے ساتھ کچھ ایمان (یقین) حاصل کرے، عین الیقین و حق الیقین کے بارے میں کیا لکھے اور کون سمجھے گا يَضِيقُ صَدْرِي وَلَا
۲۶ : ۱۳ يَنْطَلِقُ لِسَانِي [میرا سینہ تنگ ہوجاتا ہے اور میری زبان نہیں چلتی] - ع ۔

سخن از لبِ تو گفتم بلبم سخن گرہ شد [میں نے تیرے ہونٹ کی بابت بات کی تو بات میرے ہونٹ پر گرہ بن گئی]

یہ نسبتِ عالیہ جو کہ نہایت نادر ہونے کی وجہ سے عنقائے نادر کا حکم رکھتی ہے آج حضرت پیر دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار فائض الانوار سے افاضہ واستفاضہ کی جاتی ہے اور اس بقعہ مبارک کے زائرین کہ جن کی بصیرت کی آنکھ اس بارگاہِ عالی کی خاک پاک کے ساتھ سرمہ آلود ہے اس قسم کے معانی اُن پر ظاہر و نمایاں ہیں اور وہ ان اسرار کے انوار سے مستفیض ومحظوظ ہیں رَبَّنَا أَتْمِمْ لَنَا نُورَنَا وَاغْفِرْ لَنَا
۶۶ : ۸ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ [اے ہمارے پروردگار ہمارے لئے ہمارے نور کو کامل فرمادے اور ہمیں بخش دے بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے]

مکتوب ۴۹

سیادت پناہ حاجی حرمین شریفین میر غضنفر کے نام حج کی مبارکباد کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ ذی الشان عظیم البرھان والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ المبعوث الی الانس والجان وعلیٰ آلہ وصحبہ ذوی الاکرام والاحسان [سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو بڑی شان اور عظیم برہان والا ہے اور صلوٰۃ وسلام اس کے رسول پر ہو جو کہ انسانوں اور جنوں کی طرف بھیجے گئے ہیں اور ان کی آل اور ان کے اصحاب پر بھی جو بزرگی اور نیکی والے ہیں]۔ آپ کے مکتوب گرامی نے مسرور و خوش وقت کیا، اللہ سبحانہ کی حمد ہے کہ آپ سعادتِ عظمیٰ کو پہنچے اور حج کا فریضہ (حج) اور عمرۂ واجبہ ادا کیا اور متبرک مقامات اور مزاراتِ مقدسہ سرورِ کائنات علیہ افضل الصلوات والتحیات کی زیارت سے مشرف ہوئے اور اس مقام کے انوار و برکات سے بہرہ ور ہوگئے پھر عافیت سے جماعت کے ساتھ واپس آگئے اور بدایت (ابتداء)

www.maktabah.org

کی طرف جو کہ نہایت کی خبر دینے والی ہے رجوع واقع ہوا، آپ جلدی تشریف لائیں کہ مشتاقین زیر بار انتظار ہیں اور کعبۂ مقصود کے زائرین کی برکات کے امیدوار ہیں۔ ع

نشانِ آشنا داری بیا نزدیک من بنشیں [تو دوست کی نشانی رکھتا ہے آجا اور میرے نزدیک بیٹھ جا] والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۵

محمد عارف لاہوری کے نام اُن کے عریضہ کے جواب میں تحریر فرمایا جو کہ احوال و کیفیات پر مشتمل تھا۔

الحمد للہ ذی الانعام والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ سید الانام وآلہ الکرام وصحبہ العظام (آپ کے) مکتوب شریف نے جو کہ ملاقات کے شوق کی خبر دینے والا اور غمہائے جدائی کا پتہ دینے والا تھا [illegible] خوش وقت و لطف اندوز کیا، اللہ سبحانہ و تعالیٰ آپ کے ذوق و شوق کو زیادہ کرے، آپ نے اپنے پسندیدہ احوال میں سے جو یہ لکھا تھا کہ اپنے آپ کو ذات و صفات و افعال سے اس حد تک خالی پاتا ہے کہ اس مقام میں اَنَا کا اطلاق مفقود ہے اور آپ نے علمِ حضوری کے جو کہ نفسِ حاضر سے عبارت ہے زائل ہونے کا بھی اظہار کیا تھا اس کے مطالعہ نے مسرور و لطف اندوز کیا اور نیز شہودِ معیت و احاطۂ ذاتی اور اس کا آیاتِ متشابہات کی مانند پانا بھی واضح ہوا۔ اور یہ جو آپ نے لکھا تھا کہ "حق تعالیٰ کے ماسوا کے لئے ذات و صفات و افعال عاریت کے طور پر ہیں" (یہ) قابلِ غور ہے کیونکہ ممکن کے لئے ذات نہیں ہے سب کے سب وجوہ و اعتبارات ہیں اور اگر ذات ہے تو عدم ہے جو کہ لاشئی ہے ممکن ذاتِ اقدس تعالیٰ کے مرتبے ہیں قدم حصر رکھتا ہے، بیشک صفات و افعال جو منزلہ اس کی ذات کے ہیں عاریتی ہیں، ہاں جائز ہے کہ کسی کامل عارف کو کامل فنا حاصل ہونے کے بعد اپنے پاس سے ایک ذات عطا فرمائیں کہ افرادِ عالم کا قیام اس ذات کے ساتھ ہو اور اس قسم کے عارف ایک زمانہ میں متعدد نہیں ہوتے بلکہ کئی قرنوں اور طویل زمانوں کے بعد کوئی ایک ظہور میں آتا ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "حق ہر خیر کا منشا ہے اور ماسوائے حق ہر شر کا منشا ہے کیونکہ وہ معدوم مطلق ہے اور معدوم مطلق سے شر کے سوا اور کچھ صادر نہیں ہوتا" یہ بھی غور طلب ہے
۸۴ اس لئے کہ ممکنات تمام کے تمام عدماتِ مقیدہ ہیں معدوم مطلق نہیں ہیں، ہاں عارفِ کامل اُن اعدام کے اصول کی طرف اپنے تعلقات کے بقدر اور کمالاتِ مقیدہ کے اطلاق کے ساتھ مل جانے کے مطابق اپنے عدمِ مقید کو پاتا ہے جو کہ اس کی ذات کے طور پر عدمِ مطلق اور نفیِ محض جو کہ غیر مقید ہے کے ساتھ ملحق ہے اور اعتبار اس میں ایک لحاظ سے ہے اس لئے کہ اس عدم کا تمام اعدام سے متمیز ہونا اس میں منتسبات کے

www.maktabah.org

ظہور اور کمالات کے انعکاس کی وجہ سے تھا پس جب کمالات اپنے اصول کے ساتھ جاملے تو عدمِ مقید کیلئے تمام اعلام سے امتیاز دینے والی کوئی چیز نہ رہی اور وہ عدمِ محض کے ساتھ مل گیا، صفاتِ ذمیمہ سے نکل جانے اور صفاتِ حمیدہ میں داخل ہونے کے جو واقعات آپ نے دیکھے اور لکھے تھے اور ایک دوسرے واقعہ میں جو آواز آپ نے سُنی تھی کہ میں تجھ سے جُدا نہیں ہوں اور تو مجھ سے جدا نہیں ہے، اس کی تعبیر یہی احوال ہیں جو کہ آپ نے لکھے ہیں، اور دوسرا واقعہ کہ تم آپ نے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرما رہے ہیں "تیرا شیخ (پیر) میرے ہمراہ کھانا کھاتا ہے" مبارک ہے اور چونکہ اس ناکارہ کے لئے بھی بشارت ہے (اس لئے) اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کا شکر بجالایا۔ الحمد للّٰہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللّٰہ لقد جاءت رسل ربنا بالحق علیھم وعلیٰ اٰل کل الصلوات والتسلیمات والبرکات [اللہ تعالیٰ کی حمد ہے کہ جس نے ہمیں اس چیز کی طرف ہدایت دی اور اگر اللہ تعالیٰ ہم کو ہدایت نہ دیتا تو ہم ہرگز ہدایت نہ پاتے۔ بیشک ہمارے رب کے رسول حق بات کے ساتھ آئے ہیں اُن سب پر اور اُن سب کی آل پر درود و تسلیمات و برکات ہوں]

مکتوب ۵۱

ایک طالبِ طریقت صالحہ خاتون کی طرف حضرت رسالت خاتمیت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کی بعض عاداتِ شریفہ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد للّٰہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ! سوال: اپنی زندگی میں قبر تیار کرالینا مسنون طریقہ ہے یا نہیں؟ جواب: یہ عمل حضرت رسالت خاتمیت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیماتُ خلفائے راشدین اور تمام اکابر صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے ثابت نہیں ہوا ہے ہاں بعض سلف مثلاً (حضرت) عمر بن عبد العزیزؒ وغیرہ سے منقول ہوا ہے کہ انھوں نے اپنی زندگی میں قبر تیار کرائی ہے اور علماء کا بھی اس بارے میں اختلاف ہے بعض کراہت کے قائل ہیں اور بعض بلا کراہت جواز کے اور بعض مستحب ہونے کے قائل ہیں۔

سوال: کھانا کھانے میں حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی عادتِ شریفہ کیا تھی؟ جواب: آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) بقدرِ ضرورت اور اسقدر کہ جس سے بدن قائم رہے تناول فرماتے تھے پیٹ بھر کر نہیں کھاتے تھے اور (حضرت) عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) کی روایت سے ثابت ہوا ہے کہ حضرت (رسول اللہ) علیہ الصلوٰۃ والسلام کبھی شکم سیر نہیں ہوتے اور آنحضرت

www.maktabah.org

علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ اپنے اہل میں (اس طرح رہتے) تھے کہ آپ اُن سے کسی کھانے کا سوال نہیں کرتے تھے اگر وہ لوگ کھانا لے آتے تو آپ کھا لیتے اور جو کچھ لے آتے آپ قبول فرما لیتے تھے اور مشروبات میں سے جو کچھ یہ لوگ دے دیتے آپ پی لیتے تھے اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزدیک سب سے مرغوب کھانا وہ ہوتا تھا کہ جس پر بہت سے ہاتھ (داخل) ہوں یعنی جماعت کے ساتھ کھاتے تھے تنہا نہیں۔ اور معدی کرب کی روایت سے ثابت ہے کہ آنحضرت علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے فرمایا کہ اولادِ آدم (انسان) کے لئے وہ چند لقمے کافی ہیں جو اس کی پیٹھ کو درست (قائم) رکھیں، پس اگر اس پر صبر نہ کر سکے تو اس کے پیٹ کا ایک تہائی حصہ اس کے پانی کے لئے ہو اور تہائی حصہ سانس لینے کے لئے ہو، کھانے کے شروع میں بسم اللہ کہتے تھے اور یہ عمل سنت مؤکدہ ہے اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جو شخص کھانا کھائے اور اس کے بعد کہے "الحمد للہ الذی اطعمنی ھذا الطعام ورزقنیہ من غیر حول منی ولا قوۃ" تو اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اور ایک روایت میں پچھلے اور اگلے کا لفظ آیا ہے، اور آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کا سونا حدِ اعتدال پر اور قلیل تھا اس کے باوجود آپ کا دلِ مبارک نہیں سوتا تھا بلکہ آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ الف الف صلوٰۃ والتحیہ کی آنکھ سوتی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خون کم کرنے (فصد لے جانے) کی تاریخ مہینے کی سترہ یا انیس یا اکیس تاریخ تھی، اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والتحیہ کا لباس چند قسم کا ہوتا تھا نفیس بھی پہنا ہے یعنی رد نہیں فرمایا ہے اور اس کے علاوہ بھی پہنا ہے اور روئی کا سوتی کپڑا اکثر پہنا ہے اور پشمینہ (اونی کپڑا) بھی پہنا ہے۔ مختصر یہ ہے کہ لباس کے بارے میں آپ کی عادتِ شریفہ تکلف کی نہیں تھی جس قسم کا حاضر ہو جاتا قبول فرما لیتے اور کپڑا کاٹنے کے لئے کسی دن کا معین ہونا ثابت نہیں ہوا ہے، اور خیر البریہ علیہ الصلوٰۃ والتحیہ کا یومِ پیدائش و یومِ وفات دوشنبہ (پیر) ہے، اس دن کے آخری حصہ میں وفات پائی اور اس روز جو کہ سہ شنبہ (منگل) تھا اُن (کے جسدِ مبارک) کی حفاظت کی گئی اور بدھ کی نصف شب اور ایک روایت میں اخیر شب میں آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوٰۃ واکمل البرکات کو دفن کیا گیا۔ رباعی:-

يَا خَيْرَ مَنْ دُفِنَتْ فِي التُّرَابِ أَعْظُمُهُ ... فَطَابَ مِنْ طِيبِهِنَّ الْقَاعُ وَالْأَكَمُ

رُوحِي الْفِدَاءُ لِقَبْرٍ أَنْتَ سَاكِنُهُ ... فِيهِ الْعَفَافُ وَفِيهِ الْجُودُ وَالْكَرَمُ

[اے وہ ذات جو ان لوگوں میں سب سے بہتر ہے جن کی ہڈیاں مٹی میں دفن ہو گئیں اور ان کی خوشبو سے میدان اور پہاڑیاں معطر ہو گئیں، میری روح اس قبر (مبارک) پر فدا ہو جس میں آپ سکونت پذیر ہیں اس میں (درحقیقت) پاکیزگی سخاوت اور بزرگی (مدفون) ہے]

آپ نے حضرت حبیب رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی عمرِ مبارک کے بارے میں

www.maktabah.org

پوچھا تھا، آپ جان لیں کہ اس بارے میں چند قول ہیں، ایک قول کے مطابق ساٹھویں سال کے اوائل ٨٦
میں وفات پائی اور ایک قول کے مطابق تریسٹھ سال میں اور یہ قول سب اقوال سے زیادہ صحیح ہے اور ایک
قول کے مطابق پینسٹھ سال کی عمر میں، اور علماء نے ان اقوال میں اس طرح تطبیق کی ہے کہ جس نے تریسٹھ
سال کہا ہے اس نے سالِ پیدائش اور سالِ وفات کو حساب میں نہیں لیا اور جس نے پینسٹھ سال کہا اس نے
سالِ ولادت و سالِ وفات کو بھی شمار کیا ہے اور جس نے ساٹھ سال کہی ہے اس نے عشرات (دہائیوں) کو
شمار کیا ہے اور کسور (اکائیوں) کو شمار نہیں کیا۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

مکتوب ۵۲

شیخ مصطفےٰ کی طرف ہر اسم الٰہی کے تمام اسماء و صفات کا جامع ہونے کی کیفیت کے بیان میں اور
مرتبۂ ذات تک وصول کی کیفیت کے بیان میں اور ہمہ اوست و ہمہ از وست کے قول کی تحقیق میں
اور اس بیان میں کہ صفتِ ارادہ کا زائل ہونا ولایت کے طریقوں میں مشروط ہے نہ کہ نبوت (کے طریقوں)
میں اور فنائے لطائف اور ان کے انوار کے تعین کے بیان میں اور اس بیان میں کہ قلب جو کہ شعور کا محل
ہے اس کی کفایت کے بعد کون ہے جو صاحبِ شعور ہے اور اسباب کو اختیار کرنے اور رب الارباب
(اللہ تعالیٰ) کی طرف امور کو تفویض (سپرد) کرنے کے درمیان تطبیق کی کیفیت اور اس کے مناسب بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اما بعد، پس برادرِ اعز وارشد کا مکتوب مرغوب موصول ہوا اور اس کے
وصول نے مجھ کو مسرور کیا اور وہ (مکتوب) چند سوالات پر مشتمل تھا پس ہم ان کے جوابات شروع کرتے
ہیں اور اللہ سبحانہ ہی درست جواب کا الہام کرنے والا ہے۔

آپ نے مجھ سے پوچھا ہے کہ "(حضرت مجدد الفِ ثانی قدس سرہٗ کے) بعض مکتوبات میں واقع ہے کہ
ہر اسم الٰہی اسماء و صفات کا جامع ہے اگر اس سے مراد یہ ہے کہ ہر اسم اسماء و صفات
کے ساتھ متصف ہے تو اس سے ذات کا متعدد ہونا یا عرض کا عرض کے ساتھ قائم ہونا لازم آتا ہے اور یہ
بھی لازم آتا ہے کہ اس اسم کا اسم بھی اسماء و صفات کا جامع ہو اور اسی طرح اسم الاسم کا اسم (بھی اسماء و
صفات کا جامع ہو) اسی طرح بے انتہا درجہ تک لے جایئے پس اس سے تسلسل لازم آتا ہے۔" اور جواب
یہ ہے کہ بلاشبہ صفت اور صفتِ صفت دونوں کا ذاتِ واجبی تعالیٰ و تقدس کے ساتھ قائم ہونا جائز ہے
پس اس سے انقلاب (تسلسل) لازم نہیں آتا اور نہ ہی عرض کا عرض کے ساتھ قائم ہونا لازم آتا ہے

www.maktabah.org

جیساکہ (علمائنے) اعراض کے بقار کے بارے) میں کہا ہے کہ بیشک اعراض اور بقا جو کہ اس کی صفت ہے دونوں جوہر کے ساتھ قائم ہیں اور (یہ بھی) کیوں نہ جائز ہو کہ اسمار سے مراد وہ اسمار ہیں جو کہ علم واجبی تعالیٰ میں جدا جدا ہیں اور مخلوقات کے مبادی تعینات ہو گئے ہیں نہ کہ وہ اسمار جو ان میں مندرج ہیں اس کے علاوہ ص۸۷
ہم کہتے ہیں کہ کمالاتِ الٰہیہ لاتناہی ہیں پس اس بارے میں بھی کوئی دشواری نہیں ہے کہ اسمارِ مندرجہ بھی جامع ہوں اور تسلسلِ محال لاتناہی امور کا مجتمع ہونا ہے اور وہ یہاں مفقود ہے اور نیز اسم کے اسمار وصفات کا جامع ہونے سے مراد اُس (سالک) کا اُن کے ساتھ موصوف ہونا نہیں ہے بلکہ اُن کا اس میں ملحوظ ہونا ہے یا اُس کا اُن کے ساتھ متعلق ہونا یا اُس کا اُن کے ساتھ مشروط ہونا ہے جیساکہ بلاشبہ (صفتِ) علم تمام اسمار کے ساتھ اس کا تعلق ہونے کی وجہ سے تمام اسمار سے زیادہ جامعیت رکھتی ہے اور (صفتِ) تکوین صفاتِ کمال یعنی علم وقدرت وارادہ وغیرہا کے ساتھ مشروط ہونے کے اعتبار سے جامع ہے (کہ) ان کے بغیر وہ کامل نہیں ہوتی پس گویا کہ وہ صفات اس (تکوین) میں ماخوذہ ہیں اور قدرت وارادہ (دونوں) حیات وعلم کے ساتھ مشروط ہیں اور اسی طرح سمع وبصر دونوں حیات کے ساتھ مشروط ہیں اور علم کی تابع وملزوم ہیں، پس علم کی جامعیت ان صفات میں ماخوذ ہے اور (کلام ان (صفات) پر مشتمل ہونے کے اعتبار سے جامع ہے اور صوفیائے موحدہ (توحید وجودی والے حضرات) کہتے ہیں کہ ذات تعالیٰ و تقدس اپنے تمام اسمار وصفات کے ساتھ تمام اعیانِ علمیہ وخارجیہ میں ساری ومتجلی (سرایت کرنے والا اور جلوہ فرما) ہے اور اسی لئے وہ کہتے ہیں کُلُّ شَیْءٍ فِیْ کُلِّ شَیْءٍ [ہر چیز ہر چیز میں ساری ہے]

آپ نے مجھ سے یہ بھی پوچھا ہے کہ (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے) مکتوب شریف میں یہ بھی واقع ہے کہ "سالک کے لئے فنا وبقا حقیقت میں بلاشبہ اس اسم میں ہے جو کہ سالک کا مبداِ تعین ہے یا اس اسم کے اصول میں ہے نہ کہ ذاتِ بحت میں" تو پھر ذاتِ بحت کا طالب ذات کے بغیر کس طرح مطمئن ہوگا اور اس کو صبر وقرار کیسے ہوگا؟ جواب :- طالب مذکور کی کوشش کا کمال یہ ہے کہ وہ ظلمانی ونورانی حجابات سے نکل جائے اور اس کی بصیرت سے پردے اٹھا دیئے جائیں یہاں تک کہ اس کو وصلِ عریانی حاصل ہو جائے نہ یہ کہ وہ عنقا کو شکار کر لے اور جس چیز کی نہایت کو حاصل نہیں کیا جا سکتا اس کا احاطہ کر لے، اور اس کے بارے میں فارسی شعر میں کسی نے کیا اچھا کہا ہے ؎

عنقا شکارِ کس نشود دام باز چیں ۔۔۔ کایں جا ہمیشہ باد بدست است دام را

{عنقا کو کوئی شکار نہیں کر سکتا تو اپنا جال اٹھا لے کیونکہ یہاں ہمیشہ ایسا ہے جیسا کہ ہوا کو ہاتھ میں لینا یعنی اس کو کچھ حاصل نہیں ہوتا}

اور یہاں ایک سِر (بھید) ہے جو بالمشافہ گفتگو سے تعلق رکھتا ہے۔

www.maktabah.org

نیز آپ نے مجھ سے پوچھا ہے کہ "سالک کے لئے مقصدِ اعلیٰ اور انتہائی مطلب یہ ہے کہ ماسوی اللہ کو رہائی اور اس (تعالیٰ شانہٗ) کے علاوہ ہر چیز کی غلامی سے آزادی حاصل کرے اور اس کو ذات تعالیٰ کے ساتھ استہلاک و اضمحلال حاصل ہو جائے یہاں تک کہ وہ شرکِ خفی کے گرداب سے نکل جائے اور اسی لئے اکثر صوفیائے عالیہ کلمہ ہمہ اوست (سب کچھ وہ ہے) کے قائل ہو گئے اور ہمارے شیخ و امام (حضرت مجدد الف ثانیؒ) کلمہ ہمہ از وست (سب کچھ اس سے ہے) کے قائل ہو گئے اور حق یہ ہے کہ اس مقصد کے حاصل ہونے میں یہ کافی ہے کہ سالک اپنے آپ کی اور اپنے ماسوا کی نفی کر دے اور اس کے شہود و شعور میں حق تعالیٰ و تقدس کے ص ۸۸
سوا کچھ باقی نہ رہے اور اس کے لئے اس بات کی کوئی ضرورت نہیں ہے کہ وہ معدومِ محض پر موجودِ محض کا حکم لگائے اور ہمہ اوست کہے، اور لیکن میرے دل میں یہ بات کھٹکتی ہے کہ بلاشبہ اس مقام کے مناسب یہ ہے ہمہ نیست موجود اوست (سب نہیں ہیں موجود وہی ہے) کا کلمہ کہے کیونکہ ظلال جب اصول کے ساتھ مل گئے تو اس کو یہ کہے بغیر چارہ نہیں ہے کہ ہمہ نیست موجود اوست۔ پس ہمہ از وست کا قول اگرچہ شرکِ خفی سے خارج ہے لیکن وہ شرکِ اخفیٰ کے دائرے سے خارج نہیں ہے جیسا کہ بلاشبہ علماء شرکِ خفی سے بچے ہوئے نہیں ہیں مگر یہ کہ ہم یہ کہیں کہ یہ قول بتدریوں کی نسبت سے ہے۔" جواب: استہلاک و اضمحلالِ مذکور کو توحیدِ شہودی کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے اور یہ فنا اور حق جل و علا کے ماسوا کے شہود و وجود کے شعور کے زائل ہو جانے کا مقام ہے پس اس حال والے کے لئے کلمہ ہمہ اوست اور ہمہ از وست کہنے کی گنجائش نہیں ہے جبکہ وحدتِ حقیقی کے مشاہدہ کے باعث کثرت و افرادِ عالم اس کی نظر سے بالکل دور ہو جاتے ہیں تو پھر وہ کیسے حکم لگاتا ہے کہ بلاشبہ یہ افراد حق تعالیٰ کا عین ہیں یا اس سبحانہٗ کا غیر ہیں، یہ تو جہل و حیرت کا مقام ہے اور اس قسم کے کلمات کہنا علم و تمیز کا مقتضی ہے اور صاحبِ فنا کو اپنی فنا کا شعور نہیں ہے بلکہ اس کو اپنے مطلوب کا (بھی) ادراک نہیں تو اس کو اپنے مطلوب کے ماسوا کا شعور کیسے ہو گا۔

آں معرفتے ست نامش ادراکِ بسیط — آنجا چہ محلِ دانش و ادراک است

(وہ ایک ایسی معرفت ہے جس کا نام ادراکِ بسیط (بسیط کو پانا) ہے، اس جگہ دانش و ادراک کا کیا موقع ہے)۔

بیشک "ہمہ نیست موجود اوست" اگرچہ اُس کے حال کے قریب ہے لیکن اس کے لئے مذکورہ وجہ کی بنا پر اس قسم کے کلمات کہنے کی گنجائش نہیں ہے اور اگر وہ کہتا ہے تو اس کے حال میں نقص ہے اور اس کے اطوار میں شرک ہے کیونکہ یہ عین الیقین کا مقام ہے اور قوم (صوفیہ) کے مسلمہ اصول کی بنا پر اس مقام میں علم (الیقین) و عین (الیقین) دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کے لئے حجاب ہے

www.maktabah.org

اور یہاں سے آپ نے معلوم کرلیا کہ صاحبِ ہمہ اوست علم الیقین کے دائرے سے نہیں نکلا اور اُس نے کثرت کے شہود سے رہائی نہیں پائی اور وہ فنا و عین الیقین کے ساتھ متحقق نہیں ہوا اور اگرچہ اُس نے کثرت کو حقانیت کے عنوان کے ساتھ تصور کیا ہے لیکن اس کا مشہود کثرت ہے وحدت نہیں ہے اور آپ کا یہ حکم لگانا کہ "مقصدِ اعلیٰ اور انتہائی مطلب فنا اور اُس (تعالیٰ شانہٗ) کے ماسوا کے شعور کا زائل ہونا ہے" تو سوائے اس کے نہیں کہ یہ مقصدِ اعلیٰ تک پہنچنے کے لئے شرط ہے اور مقصدِ اعلیٰ کا حاصل ہونا نہ

ہیچ کس را تا نگردد او فنا نیست رہ در بارگاہِ کبریا

[جبتک کوئی شخص (مقامِ) فنا حاصل نہ کرلے اس کے لئے بارگاہِ کبریا میں باریابی نہیں ہے]

۲۶ بزرگوں نے کہا ہے کہ جبتک تو (ماسوی اللہ سے) رہائی حاصل نہیں کرے گا نہیں پائے گا۔ وَفِي ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ [اور اس میں رغبت کرنے والوں کو رغبت کرنی چاہیے]۔

م۸۹ تنبیہ۔ جب سالک اس فنا اور عین الیقین سے عروج کرتا ہے اور بقا اور حق الیقین کے ساتھ متحقق ہو جاتا ہے اور سکر و عدمِ شعور سے صحو و شعور کی طرف ترقی کرتا ہے تو علم و عین میں سے کوئی ایک دوسرے کے لئے حجاب نہیں ہوتا اور وہ (سالک) ولادتِ ثانیہ کے ساتھ پیدا اور وجودِ موہوبی حقانی کے ساتھ موجود ہو جاتا ہے اس مقام میں عالم کا شہود حق جلّ و علا سے جدا ہو جاتا ہے پس اس وقت ہمہ از وست کا حکم لگایا جاتا ہے اور اس حکم میں اقسامِ شرک سے بری ہوتا ہے کیونکہ وہ فنا کے ساتھ اُس (جلّ شانہٗ) کے ماسوا کی محبت سے بے تعلق اور اُس کے غیر کی غلامی سے آزاد اور نفسِ امارہ کے مکر و فریب سے باہر ہو چکا ہے بلکہ اس کا (نفسِ) امارہ مطمئنہ ہو گیا ہے اور وہ اللہ عزّ و جلّ کے اخلاق (صفات) کے ساتھ متخلق ہو چکا ہے اور وہ تکمیل و ارشاد کے لئے عالم کی طرف لوٹ چکا ہے اور عالم کو اُس تعالیٰ شانہٗ کا مصنوع (اور) اُس سبحانہٗ کے کمالات کا مظہر دیکھتا ہے اور چونکہ مظاہر کا صدور اس سبحانہٗ سے ہے اس لئے وہ ہمہ از وست کا حکم لگاتا ہے۔ اور یہ جو آپ نے کہا ہے کہ "مبتدیوں کے اعتبار سے ہے" بیشک اسی طرح ہے لیکن کیا آپ نے نہیں سنا کہ نہایت ابتدا کی طرف رجوع کرنا ہی ہے، پس یہ قول مبتدیوں اور منتہیوں (دونوں) کی نسبت سے ہے اور عالم کا شہود ان دونوں کا حصہ ہے اور متوسطین جو کہ مغلوب الحال ہیں اپنے استغراق و استہلاک کی وجہ سے عالم کے شہود سے عار رکھتے ہیں اُن کو اُس (تعالیٰ شانہٗ) کے ماسوا کا علم اور اس کے غیر کا شعور نہیں ہے اور وہ نہیں جانتے کہ عالم حق عزّ و جلّ کے لئے معلوم اور اس تعالیٰ کے لئے مشہود ہے اور اس کا علم و شہود صفاتِ کمال میں سے ہے ہاں اس (عالم) کی محبت اور اس کے ساتھ تعلق نقص و شرکِ خفی ہے اور اس بات سے عوام (مبتدیوں) کے شہود عالم اور

www.maktabah.org

اخص الخواص کے شہودِ عالم کے درمیان فرق ظاہر ہو گیا پس عوام کا شہود اور اُن کا علم اُس (عالم) کیلئے
تعلق و محبت کے ساتھ ملا ہوا ہے پس ناچار وہ محجوب و محروم ہو گئے اور اخص الخواص (منتہیوں) کا شہود
اس تعلق و محبت سے خالی ہے پس انھوں نے (دنیا کی) محبت کے مرض سے نجات حاصل کر لی ہے اور وہ صفتِ
کمال کے ساتھ جو کہ علم و شعور ہے متحقق ہو گئے ہیں اور خواص (متوسطین) اگرچہ تعلق کے مرض سے رہائی پا چکے
ہیں لیکن صفتِ کمال سے خالی ہیں، اس کے علاوہ یہ ہے کہ ہمارے شیخ و پیشوا بھی کلمہ "ہمہ نیست موجود دست"
کے قائل ہیں جیسا اُن کے کلام میں غور کرنے والے پر مخفی نہیں ہے۔ اور یہ جو آپ نے کہا ہے "جیسا کہ بالا تبر
علمائے ظواہر شرکِ خفی سے بچے ہوئے نہیں ہیں" اس (قول) سے تعجب ہے، بیشک علماء بھی ہمہ از وست کے
قائل ہیں پس ان پر یہ حکم لگانا کہ وہ شرکِ خفی میں ہیں اور ہمہ از وست کے قائل پر شرکِ اخفی کا حکم لگانا
دعویٰ بلا دلیل ہے اور (یہ) اعتراض حقیقتِ حال کو نہ جاننے اور بات کی کنہ تک نہ پہنچنے کی وجہ سے پیدا ہوا ہے
اور اللہ تعالیٰ ہی مددگار ہے اور اسی کا فیض و کرم ہے، رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا اے ۹۰
ہمارے رب! اگر ہم سے نسیان و خطا ہوئی ہے تو تو ہمیں نہ پکڑ۔
نیز آپ نے مجھ سے دریافت کیا ہے کہ "صفتِ ارادہ کا زوال نبی اور ولی دونوں کے حق میں ہے
یا صرف ولی کے حق میں ہے الخ" جواب:۔ صفتِ ارادہ کے زائل ہونے سے مقصود اُس (ارادہ) کے
بُرے متعلقات کا دُور ہونا ہے اور چونکہ صفتِ ارادہ کی بقا کے باوجود اُس کے متعلقات کا دُور ہونا طریقہ ولایت
میں مشکل بلکہ دشوار ہے اس لئے اہلِ ولایت نفسِ ارادہ کے زوال میں کوشش کرتے ہیں بلکہ اس (ارادہ)
کا زوال ولایت کے طریقوں میں شرط ہے اور یہ اس لئے کہ قربِ ولایت ظلی ہے اور قربِ ظلی اتنا قوی نہیں
ہوتا کہ نفسِ ارادہ کی بقا کے باوجود اُس کے بُرے متعلقات کو دُور کر دے اور طریقہ (قرب) نبوت میں اس کے
بُرے متعلقات کو دور کرنے میں کوشش کرتے ہیں نہ کہ نفسِ ارادہ کے دُور کرنے میں اس لئے کہ وہ فی نفسہٖ کمال کی
صفت ہے اور برائی وہ ہے جو کہ اس میں اُس کے بُرے متعلقات سے آئی ہے پس جب اس کے بُرے
متعلقات دُور ہو گئے تو نفسِ ارادہ کے دور ہونے کی ضرورت باقی نہیں رہی کیونکہ قربِ نبوت اصلی ہے اور
یہ قرب اتنا قوی ہے کہ اس (ارادہ) کی ذات کے بقا کے باوجود اس کے متعلقات کو دور کر دیتا ہے پس طریقہ ولایت
میں ارادہ کا زوال مطلوب و مقصود ہے طریقۂ نبوت میں نہیں اور یہ جو سائل (آپ) نے کہا ہے کہ ارادہ کا
باقی رہنا رضا و بندگی کے مقام کے منافی ہے تو یہ غیر مسلّم ہے اس لئے کہ منافی ہونا اس کے بُرے متعلقات
کے لئے ہے اس طرح کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے خلاف ارادہ کرتا ہے نہ کہ نفسِ ارادہ کے لئے، پس اگر ارادے کی
بقا کے باوجود اس کے مقاصد حق تعالیٰ کی مرضیات کے موافق ہوں تو کوئی منافات نہیں ہے۔

www.maktabah.org

نیز آپ نے مجھ سے جواہر خمسہ کی فنا کے بارے میں دریافت کیا ہے جو کہ عالمِ امر کے لطائف ہیں اور اُن کے انوار کے تعین کے بارے میں بھی پوچھا ہے پس آپ جان لیں کہ پانچوں لطائف میں سے ہر لطیفہ کے لئے مراتب وجوب میں ایک اصل ہے اور ان میں سے ہر لطیفہ کی فنا اُس لطیفہ کے اپنی اصل تک پہنچنے اور اس میں فنا ہو جانے سے وابستہ ہے اور قلب کی اصل صفاتِ افعال سے ہے پس اس کی فنا تجلی افعال سے وابستہ ہے، اور روح کی اصل صفاتِ حقیقیہ سے ہے پس اس کی فنا تجلی صفات سے متعلق ہے اور سِر کی اصل شیونات سے ہے جو کہ صفات کے اصول ہیں پس اس کی فنا تجلی شیونات پر موقوف ہے اور خفی کی اصل صفاتِ تنزیہیہ (سلبیہ) سے ہے پس اس کی فنا اس درجۂ عالیہ تک پہنچنے سے ہے اور اخفیٰ کی اصل مقامِ جہل و حیرت سے ہے جو کہ تجلی ذاتی (عمومی) سے پیدا ہوتا ہے پس اس کی فنا اس تجلی کے ساتھ مربوط ہے اور باقی رہے لطائف کے انوار تو (وہ یہ ہیں کہ) صوفیہ کے قول پر قلب کا نور زرد اور روح کا نور سرخ اور سِر کا نور سفید اور خفی کا نور سیاہ اور اخفیٰ کا سبز ہے۔ ۹۷

اور نیز آپ نے پوچھا تھا کہ "طالب وصال تو سالک کا قلب ہے پس اس کو فنائے کامل حاصل ہونے کے بعد مطلوب سے وصل کونسی چیز ہے اور اس کے عدم شعور کے بعد وہ کون ہے جو صاحب شعور ہے پس اگر ہم یہ کہیں کہ فنائے کامل کے بعد طالب کو اس قلب و ادراک و شعور کے علاوہ ایک اور قلب و ادراک و شعور دیا جاتا ہے اور یہ دوسرا قلب واصل و واقف ہوتا ہے تو اس صورت میں طالب مطلوب تک ہرگز نہیں پہنچا"۔ جواب: مثلاً واصل وہی قلب ہے جو کہ طالب تھا اور جس کو فنا حاصل ہوئی ہے اور صاحبِ شعور بھی وہی معدوم ہے پس اس کا عدم شعور مطلوب کے ماسوا کے اعتبار سے ہے اور اس کا شعور مطلوب کے ساتھ ہے یعنی اس کے ساتھ ادراکِ بسیط ہے اور بقا کے بعد اس کو ادراکِ مرکب حاصل ہوتا ہے، اور یہ سوال صاحبِ نزہت کے اعتراض کے قریب ہے جو اس نے فنا کی بات کرتے ہوئے قوم (صوفیہ) پر کیا ہے جیسا کہ اس نے فارسی اشعار میں کہا ہے ؎

گویند عنانِ خود چہ تابی | گم شو کہ چو گم شوی بیابی
این نکتہ نمود ناصوابم | چوں گم شوم آنکہے چہ یابم
یابندہ اگر کسے دگر خواست | از گم شدنم پس او چہ میخواست

[لوگ کہتے ہیں کہ تو اپنی باگ کیا موڑتا ہے (بلکہ) تو گم ہو جا کہ جب تو گم ہو جائیگا تو پائیگا، مجھ کو یہ نکتہ درست معلوم نہیں ہوتا (کیونکہ) جب میں گم ہو جاؤں گا تو اس وقت میں کیا پاؤں گا، پانے والا اگر کسی دوسرے کو چاہتا تھا تو پھر وہ میرے گم ہونے سے کیا چاہتا تھا۔] اور میں نے اپنے کسی مکتوب[1] میں اس شبہ کے حل میں کچھ لکھا ہے پس وہاں سے طلب کیا جائے۔

[1] دفتر اول مکتوب ۲۱۱

www.maktabah.org

اور آپ نے مجھ سے یہ بھی پوچھا ہے کہ "مؤثر حقیقی (اللہ تعالیٰ) پر نظر اور ظاہری اسباب و وسائل پر نظر ایک ہی وقت میں ہوتی ہے پس فقدان اکمل (فنائیت) کے ساتھ وجدان اتم (کامل طور پر پالینا) کس طرح جمع ہوگا۔" جواب: یہ ہے کہ جب وہ (سالک) دیکھتا ہے کہ تمام اشیاء میں مؤثر حقیقی تو حق عزّ وجلّ ہی ہے اور وہ دیکھتا ہے کہ اسباب علل عادیہ ہیں جن کے وجود میں آنے کے بعد اللہ تعالیٰ (ان میں) اثر پیدا فرما دیتا ہے پس یہ وجدان کے منافی نہیں ہیں اور (ان کی وجہ سے) فقدان (گم شدگی) ہرگز حاصل نہیں ہوا اور کیسے ہو سکتا ہے جبکہ بعض اسباب وہ ہیں جن کا استعمال کرنا واجب ہے اگر ان کو ترک کرے گا تو گنہگار ہوگا۔

آپ نے مجھ سے پوچھا ہے کہ "ذکر نفی اثبات کے فوائد کچھ عرصہ تک اسم ذات کے ساتھ وابستہ ہوگئے تھے اور نفی اثبات سے میری احتیاج زائل ہوگئی تھی اور اب اسم ذات سے بھی احتیاج زائل ہوگئی ہے اور محض توجہ و مراقبہ اس کا قائم مقام ہوگیا ہے۔" جواب یہ ہے کہ یہ سب طریقے موصل (اللہ جل شانہ تک پہنچانے والے) ہیں پس جس طریقے سے بھی شرح صدر ہو جائے اور ترقی حاصل ہو جائے اسی میں مشغول رہے لیکن نفی و اثبات کی تکرار ترک نہ کرے اس لئے کہ اس کے فائدے بعد میں بھی متوقع ہیں اور وہ پوشیدہ نہیں ہوتے۔

۹۳ آپ نے مجھ سے یہ دریافت کیا ہے کہ "ذات واجبی تعالیٰ اور اس سبحانہ کی صفات و اسماء سے حیرت و حسرت اور غم و سوز کے سوا اور کچھ نصیب نہیں ہے۔" جواب: معاملہ اسی طرح ہے ممکن واجب کی کنہ کو کس طرح پا سکتا ہے اور حادث کے لئے قدیم کا احاطہ کرنا محال ہے پس لامحالہ اس کی محرومی اسی ہے ما للتراب و رب الارباب [چہ نسبت خاک را با عالم پاک]، اس مرتبۂ مقدسہ سے اس کا نصیب اس کی استعداد کے مطابق مقدر ہوتا ہے اور اس کا حصول و وصول اس کے تعین کی قید کے ساتھ مقید ہے اور (ذات) مطلق اس تقدیر سے پاک اور اس تقیید سے بالا ہے اور کسی نے فارسی شعر میں کیا اچھا کہا ہے

تو از خوبی نمی گنجی بعالم — مرا ہرگز کجا گنجی در آغوش

(جب) تو عالم میں خوبی کی وجہ سے نہیں سما سکتا (تو پھر) میری آغوش میں کہاں سما سکتا ہے)

اور یہ اس مکتوب کا آخر ہے۔

والحمد للہ اولاً و آخراً والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ دائماً و سرمداً و علیٰ آلہ الکرام و صحبہ العظام و علیٰ سائر الانبیاء والملائکۃ والصالحین۔

www.maktabah.org

مکتوب ۵۳

حاجی شریف خادم کے نام اُن کے سوالوں کے جواب میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی، برادرم حاجی محمد شریف نے چند سوالات کیے تھے ہر ایک کے جواب کو گوشِ ہوش کے ساتھ سماعت فرمائیں، دوامِ آگاہی کے لیے بیداری و خواب (نیند) اور تلاوت و نماز وغیرہ یکساں ہیں، اس مقام میں حضور و آگاہی دل کا ملکہ (صفتِ راسخ) اور اس کی صفتِ لازمہ ہو جاتی ہے جو کہ جدا ہونے والی نہیں ہے۔ حضرت موسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو فَاَخَافُ اَنْ یَّقْتُلُوْنِ[1] (پس میں ڈرتا ہوں کہ کہیں وہ اس کے بدلے میں مجھ کو قتل نہ کر دیں) فرمایا یہ تبلیغ سے عذر و انکار نہیں تھا بلکہ حال کا بیان تھا اور نیز اس طرف اشارہ ہے کہ میرے قتل کر دیئے جانے کے بعد رسالت کی تبلیغ جیسا کہ اس کا حق ہے مجھ سے ادا نہیں ہو گی (یعنی تبلیغ کا کام نامکمل رہ جائے گا) میں اس بات سے ڈرتا ہوں، اور اگر عذر و انکار ہوتا تو یہ کیوں فرماتے: وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ یَفْقَهُوْا قَوْلِیْ وَاجْعَلْ لِّیْ وَزِیْرًا مِّنْ اَهْلِیْ هٰرُوْنَ اَخِی اشْدُدْ بِهٖۤ اَزْرِیْ وَاَشْرِكْهُ فِیْۤ اَمْرِیْ[2] ط [اور میری زبان کی گرہ کھول دے تاکہ لوگ میری بات سمجھ سکیں اور میرے اہل میں سے ایک شخص یعنی ہارون کو جو کہ میرا بھائی ہے میرا معاون مقرر فرما دے اس کے ذریعہ میری قوت کو مضبوط کر دے اور اس کو میرے کام میں شریک کر دے] اور دعائے اللھم اغفر لمحمد اور اللھم اجعلہ من اکرم عبادک [اے اللہ! (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مغفرت فرما اور اے اللہ! اُن کو اپنے بزرگ ترین بندوں میں سے بنا دے] کا ثمرہ محض دعا کرنے والے کے لئے ثواب و درجات کا حاصل ہونا ہے، کیا تو نہیں دیکھتا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ[3] [بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبیؐ پر درود بھیجتے ہیں] اس کے بعد مومنوں کے لئے حکم ہے کہ یہ کہیں اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ [اے اللہ! محمدؐ پر رحمت نازل فرما] اور نیز اذان کے بعد یہ کہنا حدیث شریف میں آیا ہے وابعثہ مقاما محمودا الذی وعدتہ انک لا تخلف المیعاد [اور ان کو مقامِ محمود عطا فرما جس کا تو نے اُن سے وعدہ فرمایا ہے بیشک تو وعدہ کے خلاف نہیں کرتا]۔ ۹۳
اور حقیقت یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے جس چیز کا وعدہ فرمایا ہے وہ ضرور واقع ہو گی۔ اور غایۃ العمال میں جو حدیث وارد ہوئی ہے وہ اس پر دلیل ہے (اور وہ یہ ہے) اے لوگو! بلاشبہ قیامت کے روز اس کے احوال و مقامات میں سے تم کو سب سے زیادہ

---

[1] ۲۶/۱۴ ۔ [2] ۲۰/۲۷ تا ۳۰ ۔ [3] ۳۳/۵۶ ۔

www.maktabah.org

نجات دلانے والی چیز تمہارا دنیا میں مجھ پر کثرت سے درود بھیجنا ہے اگرچہ اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کا (درود بھیجنا) ہی کافی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ الآیہ [بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں] پھر بھی مومنوں کو اس بات کا حکم دیتا تاکہ ان کو اس پر ثواب عطا فرمائے، اس کو دیلمی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ممکن اگرچہ ہستی کا وجود مستقل نہیں رکھتا اور جو کچھ رکھتا ہے عاریتی رکھتا ہے لیکن حق تعالیٰ نے اس عاریتی ہستی کو اپنی قدرتِ کاملہ سے ثبات و قرار دیدیا ہے اور احکامِ صادقہ اس پر مرتب فرمادیئے اور احکامِ شرعیہ بھی مرتب بیں فرمائے اور دائمی عذاب و ثواب اُن کے ساتھ وابستہ کردیا ہے کہ جو شخص ان کا انکار کرے وہ ملحد و زندیق (بے دین) ہے اور تمام اشیاء کا مالکِ حقیقی وہ تعالیٰ شانہ ہے لیکن ظاہر میں اپنے بندوں میں سے ہر شخص کو مالک بنادیا ہے اس کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے کو اس میں تصرف کرنا حرام قرار دیا ہے اور اس پر مواخذہ (گرفت) مرتب کردیا ہے فلا تکن من القاصرین [پس تو قصور کرنے والوں میں سے نہ بن] تمام انبیائے کرام علیٰ نبینا و علیٰ سائر الانبیاء الصلوات والتسلیمات کے درمیان (اس درود شریف) کما صلیت علیٰ ابراھیم [جیسا کہ تو نے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) پر رحمت بھیجی] سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تخصیص ان کی بزرگی کی وجہ سے ہے جو نبی بھی اُن (حضرت ابراہیم علیہ السلام) کے بعد آیا وہ اُن حضرت کی متابعت پر مامور ہوا ہے: اِتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا[1] [آپ ابراہیم حنیف کی ملت کی پیروی کیجئے] اس معنی پر شاہد ہے اور اس بارے میں تفصیل ہمارے حضرت عالی (قدس سرہٗ) کے مکتوبات میں تلاش کرنی چاہئے۔ ایمان و اسلام حقیقت میں ایک ہی چیز ہے لیکن جہاں کہیں اسلام کا عطف ایمان پر آیا ہے وہاں ایمان سے مراد تصدیقِ قلبی قرار دینی چاہئے اور اسلام سے ظاہری فرمانبرداری (مراد ہونی چاہئے) جو کہ اعضائے بدن سے تعلق رکھتی ہے کیونکہ اطلاقاتِ شرع میں ایمان و اسلام اسی معنی میں بھی آیا، آیتِ کریمہ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ[2] [اور بلاشبہ بدر کی لڑائی میں اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرچکا ہے حالانکہ تم بے سروسامان تھے] سے مقصود اپنے بندوں پر اپنی نعمتوں کا بیان اور اُن پر احسان رکھنا اور ان سے شکر طلب کرنا ہے جیسا کہ آیت فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ[3] [پس تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تاکہ شکر گذار ہو] اس پر دلالت کرتی ہے نہ کہ خبر یا فائدہ خبر ہے۔ دوامِ حضور کے وقت میں اگر ظاہر سے غفلت ہوجائے یا گناہ سرزد ہوجائے تو ممکن بلکہ واقع ہے اس سے باطن کی حضوری میں کوئی کمی نہیں آتی۔

---

[1] ۳۳/۵۹ ۔ [2] ۳/۱۲۳ ۔ [3] ۳/۱۲۳ ۔

www.maktabah.org

مکتوب ۵۴

شیخ محمد علیم جلال آبادی کے نام اللہ سبحانہٗ کی طرف ہمیشہ متوجہ رہنے اور ماسوا سے قطع تعلق پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۹۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، خصوصاً علیٰ سید الوریٰ صاحب قاب قوسین او ادنیٰ وعلیٰ آلہ وصحبہ البررۃ التقی اما بعد، آپ کی جانب سے ہماری طرف مکتوب گرامی پہنچا ایسا مکتوب جو کہ لذاتِ بہشت کی طرف بُلانے والا ہے، اللہ تعالیٰ کی عنایات اور اللہ کی طرف دائمی توجہ اور ماسوی اللہ سے انقطاع ہمیشہ آپ کے شاملِ حال رہیں، عاشقوں کے دل اس کی محبت کی آگ سے جلتے ہیں اور محبین کے جگر اس کی تمنا میں پیاسے ہیں پس اس شخص کے لئے خوشخبری ہے جس کو اُس (حق تعالیٰ) کے سوا اور کوئی فکر نہیں ہے اور اُس شخص کے لئے بشارت ہے جس کو اس کے ماسوا کے ساتھ شعور باقی نہیں ہے، پس وہ شخص خوش نصیب ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ کاموں سے موافقت کی اور اس شخص پر افسوس ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے احکام سے تجاوز کیا۔ اللہ تعالیٰ سے آپ کیلئے (اعلیٰ) درجات پر پہنچنے اور مقاصد کی انتہا کے شہود کے متعلق رسولوں میں افضل اور مخلوقات میں اکمل علیہ وعلیٰ آلہ اتمّ الصلوات واعلیٰ البرکات کے طفیل دعا کی گئی ہے۔ میرے مخدوم! برادرِ دینی ملا شاہ حسین چند روز یہاں رہے ہم اُن کی صحبت سے نہایت بہرہ مند و لطف اندوز ہوئے اور آپ کی اجازت کی موافقت پر ہم نے بھی (ان کو) اجازت دی وفقہ اللہ سبحانہٗ لمرضیاتہ [اللہ سبحانہٗ ان کو اپنی خوشنودی کے کاموں کی توفیق عطا فرمائے] چونکہ آپ کا محب و خادم ہے (اس لئے) اس کے ساتھ شفقت و عنایت کے طریقہ کی زیادہ سے زیادہ رعایت رکھیں۔

مکتوب ۵۵

حاجی سلیم لحجی کے نام نصیحت کرنے اور اپنے طریقہ کا التزام کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام الاتمان الاکملان علیٰ سید المرسلین محمد وآلہٖ وصحبہٖ اجمعین۔ میرے برادرِ عزیز حاجی حرمین شریفین اس دُور افتادہ مسکین سے سلام و دعا مطالعہ کریں اور

www.maktabah.org

اذکار و طاعات کے وظائف میں مشغول رہیں اور موت کی تیاری سے فارغ نہ رہیں اور آخرت کا زادِ راہ تیار کریں، مختصر یہ ہے کہ دنیا سے روگرداں اور آخرت کی طرف متوجہ رہیں اور خط و کتابت کا راستہ کھلا رکھیں کیونکہ یہ غائبانہ توجہ کا ذریعہ ہے اور طریقہ کے دوستوں کو عزیز رکھیں اور ایک دوسرے میں فانی رہیں، آپ نے رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ [وہ آپس میں بہت مہربان ہیں] پڑھا ہوگا، اور اپنے طریقہ کو لازم پکڑیں اور طریقہ میں کوئی نیا امر پیدا نہ کریں طریقہ کے فیوض و برکات اس وقت تک جاری ہیں جب تک کہ طریقہ میں کوئی نیا امر پیدا نہ ہو ورنہ فیض کا راستہ بند ہو جاتا ہے اور طریقہ سکھانے کی اجازت بھی طریقہ میں نئی بات پیدا نہ کرنے اور اتباعِ سنت اور مشائخ (سلسلہ کے پیروں) کی محبت پر استحکام کے ساتھ مشروط ہے، یہ محبت جس قدر زیادہ ہوگی شیخ کے باطن سے فیض کا اخذ اسی قدر زیادہ ہوگا چونکہ جہر (بلند آواز سے ذکر کرنا) ہمارے طریقہ میں نہیں ہے (اس لئے) دوستوں کو جہر کی طرف رہنمائی نہیں کرنی چاہئے اور ذکرِ جہر کا حلقہ منعقد نہیں کرنا چاہئے۔ والسلام علیکم وعلی سائر من اتبع الھدی والتزم متابعۃ المصطفٰی و علی آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات والتحیات والبرکات العلی۔

مکتوب ۵۶

ارشاد پناہ حقائق و معارف آگاہ خواجہ عبد الغفار بلخی کی خدمت میں ان کے مکتوب کے جواب میں جو کہ بشارت پر مشتمل تھا اور اصل کی سبقت و استقلال اور ظل کی تبعیت و محبوبیت کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ العلی الاعلیٰ والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد خیر الوری صاحب قوسین او ادنی وعلی صحبہ البررۃ التقی، اما بعد، (یہ) ذرۂ احقر ولایت پناہ ارشاد و افادت دستگاہ کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ آپ کا عنایت نامۂ نامی و مکتوبِ گرامی جو کہ شفقت و مہربانی کی وجہ سے اس بے مایہ کے نام ارسال فرمایا تھا اس کے صادر ہونے سے سعادت مند و سربلند ہوا، ع

بوسیدم و بر سر و بر دیدہ نہادم (میں نے اس کو بوسہ دیا اور آنکھ کی پتلی پر رکھا)

امیدوار ہے کہ اسی طرح اس ناکارہ کو بھی کبھی (اپنے) آفتاب کی طرح منور دل کے حاشیہ میں راہ دیتے رہیں گے اور خاص کیفیات کے ساتھ نوازش فرماتے رہیں گے، اس عنایت نامہ کا وارد ہونا جو کہ خط و کتابت کی سبقت کے بغیر عینِ کرم سے تھا ایک نعمتِ غیر مترقبہ تھا اس کے پہنچنے سے کشائشوں اور ترقیوں کا امیدوار ہوا حق یہ ہے کہ سبقت بزرگوں (کی طرف) سے ہونی چاہئے اور کرم کریموں ہی کو زیب دیتا ہے ع

www.maktabah.org

درخانہ بکد خدائی ماند ہمہ چیز [گھر کی ہر چیز گھر کے مالک کی ہوتی ہے]

پہلے سے اسی طرح ہوتا آیا ہے اور اشد شوق اصل کی طرف منسوب ہوا ہے، ابتدا امید اکی طرف سے
اور شروع اصل کی جانب سے ہے، یُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ [وہ اُن سے محبت کرتا ہے اور وہ اس سے محبت کرتے ہیں] مائدہ ۵۴
جو خیر و کمال کہ ظل رکھتا ہے وہ سب اصل سے مستعار و مستفاد ہے اور ظل کسی چیز میں بھی اپنے ساتھ استقلال نہیں رکھتا اور اگر وہ خیر و کمال کی نسبت اپنی طرف کرتا ہے تو خائن ہے اور اصل کے ساتھ برابری کا دعویٰ کرتا ہے، کمال اس کے حق میں کمال کی نفی کرنا ہے اور خیریت (بھلائی) خیریت کے سلب میں ہے، مکتوب ۹۶
ظل جو حصہ کہ اصل سے رکھتا ہے وہ منتسبات کو اس (اصل) کی طرف لوٹا دینے کے بعد محو (فانی) و لاشی ہوتا ہے جسقدر اصل کا ظہور زیادہ ہوگا ظل کا محو و لاشی ہونا (بھی) اسی قدر زیادہ ہوگا ؎

معشوق اگرچہ ہست ہمخانۂ ما ویران تر از اول است ویرانۂ ما

[معشوق اگرچہ ہمارا ہمخانہ ہے (لیکن) ہمارا ویرانہ پہلے سے بھی زیادہ ویران ہے]

بیچارہ (ظل) نفی ہو جانے کے سوا اصل سے کچھ حصہ نہیں رکھتا، وہ اس کے کمال کی کیا خبر پائے گا اور اس کے جمال کا کس طرح سُراغ لگائے گا ؎

گیرم کہ بغمخانۂ ما یار خرامد کو حوصلہ و طاقتِ دیدار کہ دارد

[میں مانتا ہوں کہ ہمارے غمخانۂ دل میں محبوب خوش خرام ہے لیکن اُس کے دیدار کا حوصلہ و طاقت کس کو ہے]

زبدۃ العارفین قدوۃ المحققین حضرت مخدومی اعظم قدس سرہ کی تسبیح اور عصائے مبارک جو کہ آپ نے ازراہِ مہربانی ارسال فرمایا تھا اور اس مسکین کو اس کے ساتھ نوازا تھا پہنچا سر اور آنکھوں پر رکھ کر ان کی برکات سے بہرہ مند و مستفیض ہوا، الٰہی! یہ سلامت رہیں۔ آپ نے جو اس مسکین کے بارے میں قطبیت کی بشارت دیکھی اور قلمِ مشکیں رقم سے تحریر فرمائی ہے اس کا مطالعہ باعثِ فخر و ناز ہوا، اس ناکارہ کے لئے اسی قدر بہت ہے کہ آپ کے دریا صفت دل میں راہ پائی ہے اور (آپکے) حضورِ پُر نور میں ذکر کیا جاتا ہے، اس معنی کو کتنی ہی بشارتوں کے برابر تصور کرتا ہے اور جسقدر خوشی و مسرت کہ اس سے حاصل ہوئی ہے اس سے زیادہ ہے جو کہ بشارت سے حاصل ہوتی ہے ؎

ما سرنی تبشیرکم لی مثلما قد سرنی انی خطرت ببالکم

[آپ کے بشارت دینے کی مجھے اتنی خوشی نہیں ہوئی جتنی کہ اس بات سے خوشی ہوئی ہو کہ آپ کے دل میں میرا گذر ہوا]

نبی اُمی اور اُن کی بزرگ آل علیہ و علیہم الصلوات والتسلیمات والتحیات والبرکات کے طفیل شفقتوں اور ہدایات کے سائے دوستوں اور خیر خواہوں کے سروں پر دراز و فراخ رہیں۔

www.maktabah.org

مکتوب ۵۷

میرزا شاہ کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ ممکنات کی حقیقت عدم ہے اور ممکن کیلئے واجب تعالیٰ کی حقیقت کے پانے سے عاجزی و ناامیدی ناگزیر ہے مگر یہ کہ وجودِ موہوب سے متحقق ہو کر مطلب کو تلاش کرے۔

الحمد للّٰہ ذی الانعام والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ سید الانام وعلیٰ آلہ الکرام وصحبہ العظام
الیٰ یوم القیام۔ میرے مخدوم! انسان اور تمام ممکنات کی حقیقت عدم ہے جو کہ لاشئ محض ہے اور وجود اور
اس کے تابع کمالات ربِ معبود کے لئے خاص ہیں، ممکن کا وجود واجب کے وجود کے بالمقابل موہومات و متخیلات
(وہم و خیال کی باتوں) کا حکم رکھتا ہے، معدوم موجود کی حقیقت کو کیا پائے اور موہوم ثابت و محقق کی کُنہ
(حقیقت) کو کیا حاصل کرے پس ناچار معرفت سے عاجز ہونا ہی معرفت ہوگی اور ناامیدی ہمیشہ دامنگیر ص۹۷
رہے گی، کسی نے خوب کہا ہے ؎

کو غبارِ ناقۂ لیلیٰ کہ مجنوں سالہا چشم بر رہ داشت گردِ از بیاباں برنخاست

[لیلیٰ کی اونٹنی کا غبار کہاں ہے کہ مجنوں برسوں چشم براہ رہا لیکن صحرا سے کوئی گرد نہ اٹھی]

اس بیچارہ کی انتہائی کوشش یہ ہے کہ اپنے عدم ہونے کی حقیقت پر آگاہ ہو جائے اور ہستیٔ موہوم سے خالی ہو جائے لیکن وہ واجب تعالیٰ و تقدس کی حقیقت کے ادراک کا کس طرح سراغ لگائے اور مایوسی و عاجزی کے سوا کیا حصہ پائے ؎

عاشقاں را نصیب از معشوق جز خرابی و جاں گدازی نیست

[عاشقوں کو معشوق سے سوائے خرابی اور جان کو پگھلانے کے اور کچھ نصیب نہیں ہے]

ہاں عارف کے عدم (فنا) ہو جانے اور اس کے اس موہوم ہستی سے خالی ہو جانے کے بعد آیت کریمہ
اَوَمَنْ کَانَ مَیْتًا فَاَحْیَیْنٰہُ وَجَعَلْنَا لَہٗ نُوْرًا یَّمْشِیْ بِہٖ الآیہ [کیا (ایسا نہیں ہے کہ) جو شخص مُردہ تھا ۹۶/۶/۱۲۲
پھر ہم نے اس کو زندہ کیا اور اس کے لئے ایک نور بنایا جس کے ساتھ وہ چلتا ہے] کے مطابق ہو سکتا ہے کہ اُس
وجودِ موہوب اور نورِ مذکور کے ذریعہ طلبِ اعلیٰ کا سراغ لگائے اور عزت و جلال کے سراپردوں میں
داخل ہو جائے، لایحمل عطایا الملک الا مطایاہ [بادشاہوں کے عطیات بادشاہوں کی سواریاں
ہی اٹھاتی ہیں] والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الھدیٰ۔

www.maktabah.org

مکتوب ۵۸

محمد مومن گیلانی برہانپوری کے نام اُن کے عریضہ کے جواب میں اور اس بارے میں کہ مقامِ اَوْ اَدْنیٰ کا حاصل ہونا تجلیٔ ذاتی کا اثر ہے اور قابَ قوسین تجلیٔ صفاتی سے تعلق رکھتا ہے اور تحقیقاتِ لائقہ اور اس کے مناسب بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی، میرے پیارے بھائی کے مکتوبِ مرغوب نے موصول ہو کر خوش وقت کیا، اللہ سبحانہٗ کا حمد و شکر ہے کہ آپ عافیت و استقامت کے ساتھ ہیں اور فقراء کی یاد سے خالی نہیں ہیں، آپ نے وجودِ موہوب کے ساتھ کہ جس سے صفات کا قیام ہے متحقق ہونے کے بعد صفات سے عاری ذاتی عدمیت اور فطری نیستی کے ظہور کے متعلق لکھا تھا، واضح ہوا، بیشک ممکن کی ذات عدم ہے کہ صفاتِ کمال کے انعکاس کے ذریعے اس (کمال) کے مراتب میں وجود نما ہو گیا ہے، جب صاحبِ استعداد سالک کی نظر عدمیتِ ذاتیہ پر پڑتی ہے اور کمالاتِ منعکسہ کو پوری طرح ان کمالات کے مالک کے سپرد کر دیتا ہے تو وہ فنا و نیستی کے ساتھ موصوف ہو جاتا ہے اور اس موت کے ساتھ جو کہ موت سے پہلے ہے مشرف ہو جاتا ہے اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا الآیہ [کیا (ایسا نہیں ہے کہ) جو شخص مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کر دیا اور اس کے لئے ایک نور بنایا] کے موجب اگر اس مردے کو زندگی بخشنا اور محبت کی شراب کے اس مدہوش کو ہوش میں لانا چاہیں تو اس کو اپنے پاس سے حیات و علم وغیرہ صفاتِ کمال عطا فرماتے ہیں پس اس وقت وہ اس کی حیات کے ساتھ زندہ اس کے علم کے ساتھ عالم، اس کی قدرت و ارادہ کے ساتھ قادر و مرید (ارادہ کرنے والا) ہو جاتا ہے۔ ۹۸

یہاں ایک نکتہ ہے، جاننا چاہیے کہ ممکنات کے حقائق عدماتِ مقیدہ ہیں جو کہ کمالاتِ وجود کے انعکاس کے ساتھ متمیز ہو گئے ہیں اور ہر ایک عدم دوسرے عدم سے جدا ہو گیا ہے اور جب کمالاتِ وجود کو اپنے اصول کی طرف رجوع کرتے ہیں اور عدم کے آئینے کو خالی چھوڑ دیتے ہیں تو اس کو تمام اعدام سے امتیاز دینے والی چیز نہیں رہتی اور عدم بھی اپنی اصل کے ساتھ جو کہ عدمِ مطلق ہے مل جاتا ہے اس وقت کامل و مکمل طور پر عارف سے نہ عین رہتا ہے نہ اثر لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ [نہ باقی رہنے دے گی اور نہ چھوڑے گی] کمالاتِ وجودیہ جس طرح اس سے رخصت ہوئے تھے اور اس کو عدم کے حوالہ کر دیا تھا عدم بھی (اسی طرح) اس سے جدا ہو گیا اور عدمِ مطلق کے ساتھ جا ملا، شاید کہ یہ کمال اَوْ اَدْنیٰ کا ہے اور تجلیٔ ذاتی کا اثر ہے

www.maktabah.org

جیسا کہ سابقہ کمال کہ (جس میں) عارف کمالات کے اپنی اصل کے ساتھ مل جانے کے بعد اپنے آپ کو جماد و عدم پاتا تھا قَابَ قَوْسَیْنِ سے تھا اور تجلیٔ صفات کے ساتھ تعلق رکھتا تھا، اگر یہ کہا جائے کہ جب عدم کی تمیز صفات کے ظہور کے ساتھ ہے تو جب صفات اپنے اصول کی طرف راجع ہو جائیں عدم کو بھی عدمِ مطلق کی طرف لوٹ جانا چاہئے کیونکہ عدم کو امتیاز دینے والی چیز نہیں رہی پس دونوں کمال ایک دوسرے کے ساتھ لازم ہوں گے اور (ان کا) جدا ہونا مفقود ہوگا تو پھر کیوں ایک کمال تو تجلیٔ صفات سے متعلق ہوا اور دوسرا کمال تجلیٔ ذات سے ظاہر ہوا؟ میں کہتا ہوں کہ اپنی صفات و کمالات کو حق تعالیٰ تقدس کی صفات و کمالات کے ظلال دیکھنا تجلیٔ صفات سے ہے اور اس تجلی کا کمال یہ ہے کہ یہ ظلال اپنے اصول کی طرف لوٹ جائیں اور عارف اپنے آپ کو صفاتِ کمال سے خالی پائے اور صحرائے عدم کی طرف سامان لے جائے لیکن جس وقت کہ سالک کی سیر صفات کے دائرے میں ہے اگرچہ ظلال اصل کے ساتھ مل جائیں اور عدم کا آئینہ کمالات سے خالی نظر آئے (پھر بھی) اُس عدم کے عدمِ مطلق کے ساتھ مل جانے کا مانع ہوتا ہے جب وہ دائرہ صفات کو آخری نقطہ تک پہنچا لیتا ہے تو تجلیٔ ذات پرتَو ڈالتی ہے کیونکہ ہر مقام کی انتہا تک پہنچنے کی علامت اس کے اوپر کے مقام کا ظہور ہے اس وقت مذکورہ تعلق جو کہ مذکورہ لحوق کا مانع تھا نہیں رہتا اور عدمِ مقید عدمِ مطلق کے ساتھ مل جاتا ہے پس اس لئے مطلق طور پر دونوں کمالوں کے درمیان تلازم اور جُدا نہ ہونا مطلقاً غیر مسلّم ہے بلکہ دائرہ صفات کے نقطہ آخر تک وصول کے ساتھ مقید ہے۔ جاننا چاہئے کہ یہ معاملہ تجلیٔ ذات کے پرتَو سے ہے اور اس کا اثر ہے اور تجلیٔ ذات کا معاملہ ایک ذوقی امر ہے جو کہنے اور لکھنے میں درست نہیں آتا جس نے نہیں چکھا اس نے نہیں جانا۔ ع

قلم ایں جا رسید و سر بشکست {قلم یہاں تک پہنچا اور (اس کی) نوک ٹوٹ گئی}

ص ۹۹ آپ نے لکھا تھا کہ نماز میں کبھی ایسا حضور پیش آتا ہے کہ اس (نماز) کے باہر پیش نہیں آتا؟ میرے مخدوم! جو حالت کہ نماز میں پیدا ہوتی ہے اس کو غیر نماز (کی حالت) پر فضیلت ہے اور یہ حضور اصل ہونے کی خبر دیتا ہے۔ والسلام

مکتوب ۵۹

شیخ آدم نصّتی کے نام اس بیان میں تحریر فرمایا کہ مشائخ کی نسبت اُن کے مخترعات میں سے نہیں ہے بلکہ انوارِ نبوت سے اخذ کی گئی ہے اور اس بیان میں کہ نسبتِ نقشبندیہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

www.maktabah.org

اور (دوسرے) تمام سلسلوں کی نسبت حضرت علی رضی اللہ عنہ تک کس طرح پہنچتی ہے۔

اے اللہ! تو پاک ہے اور سب تعریف تیرے لئے ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تیرے بندے اور رسول ہیں۔ اے اللہ! تو اُن پر اور اُن کی آل واصحاب وازواج واہل بیت پر اپنی معلومات کی تعداد کے مطابق اپنی سب سے افضل رحمت اور بکثرت برکت و سلامتی بھیج۔ آپ کے گرامی نامے ہمیں موصول ہوئے جو دوستوں کی سلامتی اور پسندیدہ طریقہ پر آپ کی استقامت اور مشائخ کی محبت اور فانی المشائخ ہونے کی خبر دینے والے تھے، اُس پر اور ہر حال پر اللہ سبحانہٗ کا کامل ترین حمد وشکر ہے۔

آپ نے ہم سے دریافت کیا ہے کہ "اس طریقۂ نقشبندیہ میں جو تمام اوقات میں احدیتِ صرفہ کی طرف متوجہ رہنا پھر ذکرِ نفی واثبات ومراقبہ کرنا اگر آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہٖ من الصلوۃ افضلہا ومن التسلیمات اکملہا اور اصحابِ کرام علیہم الرضوان کے زمانہ میں ہوتا تو اُن کے بعد کے حضرات آنحضرتؐ کی سنتوں اور آپ کے بعد خلفائے راشدین مہدیین کی سنتوں پر مشتمل مدوّنہ کتابوں میں ان امور کو ضرور نقل کرتے کیونکہ یہ حضرات ان (مسنون) امور کی طرف از حد راغب تھے اس لئے یہ امور محض اولیائے عظام کی اختراعات میں سے ہیں، پس اس طریقۂ علیہ میں ہر قسم کی بدعت سے اجتناب کا دعویٰ کرنا اور یہ کہنا کس طرح صحیح ہے کہ بدعت میں نہ کوئی خوبی ہے اور نہ کوئی نور ہے اور نہ اس میں بیمار کے لئے کوئی شفا ہے اور نہ اس میں کسی بیماری کا علاج ہے، اور سلسلۂ نقشبندیہ کے سوا (تمام) سلسلوں کا انتساب (حضرت) علی کرم اللہ وجہہ کی طرف اور اس سلسلۂ عالیہ کا انتساب (حضرت) صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف کس معنی کر ہے"۔

پس ہم پہلے سوال کے جواب میں کہتے ہیں کہ بلا شبہ ظاہری کمالات اور باطنی مقامات سب کے سب بارگاہِ نبوی علیہ وعلیٰ آلہ الصلوۃ والسلام سے مستفاد ہیں پس بدنی (ظاہری) احکام واعمال ہم تک علمائے کرام کی روایت سے پہنچے ہیں اور اسرار وباطنی معاملات صوفیائے عظام کی روایت سے پہنچے ہیں ؎

فکلّھم من رسول اللہ ملتمس　　　غرفا من البحر او رشفا من الدیم

[پس سب انبیاء علیہم السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ہی) سے سمندر کے کچھ چلّو یا بارش کا کچھ پانی مانگتے ہیں]

(حضرت) ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے (علم کے) دو ظروف یاد کئے پس البتہ اُن میں سے ایک کو تو میں تم لوگوں میں پھیلاتا ہوں اور دوسرے کو اگر میں پھیلاؤں تو یہ (میرا) گلا کاٹ دیا جائے، اس کو امام بخاریؒ نے روایت کیا ہے، اور روایت کیا گیا ہے کہ جب (حضرت) عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وفات پاگئے تو اُن کے صاحبزادہ

www.maktabah.org

عبداللہ (رضی اللہ عنہ) نے اُن کی ماتم پرسی کے ایام میں صحابہؓ کی مجلس میں کہا کہ دس میں سے نو حصے علم مرگیا۔ پھر جب انھوں نے بعض کی طرف سے اس بارے میں توقف دیکھا تو کہا میری مراد علم باللہ (باطنی علم) ہے سے حیض ونفاس کا علم مراد نہیں۔ پس تمام سلسلے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف منسوب (اور) آپ ہی تک پہنچتے ہیں، پس مشائخ واہلِ سلاسل نے نسبتِ باطنی اپنے شیوخ کے واسطے سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے حاصل کی ہے پس اُن کی نسبت اُن کی خود ساختہ نہیں ہے البتہ اس نسبت کو فنا وبقا وجذبہ
ص۹۹ سلوک اور سیر الی اللہ وغیرہ سے موسوم کرنا صوفیہ کی اختراعات میں سے ہے۔ نفحاتؒ میں ہے کہ سب سے پہلے جس نے فنا وبقا کے الفاظ استعمال کئے ابوسعید الخراز قدس سرہ ہیں، پس اصل نسبت مشکوٰۃِ نبوت سے لی گئی ہے اور اس نسبت کے لئے نام کا وضع کرنا بعد کی اختراع ہے اور ذکرِ قلبی بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مروی ہے جیسا کہ روایت کیا گیا ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام بعثت سے پہلے ذکرِ قلبی میں مشغول رہتے تھے۔ اور ہم یہ بات تسلیم نہیں کرتے کہ احدیتِ صرفہ کی طرف متوجہ رہنا اور نفی واثبات ومراقبہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں نہیں تھا اور نہ صحابۂ کرام (علیہم الرضوان) کے زمانہ میں تھا بلکہ ظاہر یہ ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سکوت (تفکر) ان امور سے ہرگز خالی نہیں تھا اگرچہ وہ ان ناموں سے موسوم نہیں تھا، آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کا کلام ذکر اور آپ کا سکوت فکر ہے اور توجہ ومراقبہ وغیرہ فکر میں داخل ہے، تفکر (کے معنی) باطل سے حق کی طرف جانا ہے، ایک ساعت (تھوڑی دیر) کا تفکر ہزار سال کی عبادت سے بہتر ہے پس تعجب ہے کہ ان امور کے صدرِ اول میں ہونے کی نفی کس طرح کی گئی ہے اور اس پر کیا دلیل ہے پس اُس (مکتوب الیہ) کا یہ کہنا کہ یہ امور محض اولیاء کے مخترعات میں سے ہیں ناقابلِ تسلیم ہے۔ اور نقل کیا گیا ہے کہ حبسِ دم (سانس روکنا) کے ساتھ
ص۱۰۱ نفی واثبات کا ذکر جو ہمارے طریقہ میں معروف ہے اس کو حضرت خضر علیہ السلام نے خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہ کو سکھایا تھا اور ظاہر ہے کہ وہ (حضرت خضر) علیہ السلام ایسی بدعت کی چیز نہ سکھاتے جس میں نہ کوئی نور وضیا ہو اور نہ اس سے بیمار کے لئے کوئی شفا ہو پھر اگر یہ کہا جائے کہ جب تمام نسبتیں آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات کے انوار سے ماخوذ اور آپ کے اسرار سے مترشح ہوں تو اولیاء کے اندر ان نسبتوں میں اختلاف اور صحو وسکر وتلوین وتمکین اور خلافِ شرع باتوں کا کہنا یا نہ کہنا وغیرہ (امور) کے ساتھ طریقوں کے مختلف ہونے کی کیا وجہ ہے؟ ہم کہتے ہیں کہ اس اختلاف کی وجہ اصحو کا مختلف ہونا اور محلِ واردات کا الگ الگ ہونا اور ظروف ومظاہر (جائے ظہور) کا جدا جدا ہوتا ہے اور ان امور کے مختلف ہونے کی وجہ سے ماخوذہ نسبت کے آثار کمیت (مقدار) وکیفیت کے اعتبار سے

www.maktabah.org

مختلف ہوتے ہیں۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ ایک ہی غذا اور ایک ہی دوا کے اثرات لوگوں اور مزاجوں کے اختلاف کی وجہ سے مختلف ہوتے ہیں اور (اسی طرح) ایک شخص کے عادات و اطوار مظاہر (مواقع) اور آئینوں (مقامات) کے اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں۔ ع

بقدرِ آئینہ حسنِ تو می نماید روئے [تیرا حسن بقدرِ آئینہ رونما ہوتا ہے]

پس ہر شخص مشکوٰۃِ نبوت سے کمال اخذ کرتا ہے لیکن اپنی استعداد کے مطابق (اخذ کرتا ہے) اور اس کا اثر مظہر و محل (جائے ظہور) کے مطابق ظاہر ہوتا ہے اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم استعداد کے مطابق اور ظروف کے موافق معانی و اسرار کا افادہ و القا فرماتے تھے، کلموا الناس علی قدر عقولھم [لوگوں سے اُن کی عقلوں کے مطابق بات کرو]۔ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام والتسلیمات سے روایت کیا گیا ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) (حضرت) ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اسرار کی باتیں فرما رہے تھے پس جب (حضرت) عمرؓ آگئے تو آپؐ نے بات کرنے کا طرز بدل دیا اور اسرار کی تشریح کو تبدیل فرما دیا اور جب (حضرت) عثمانؓ آئے تو اس طرز کو بھی بدل دیا اور جب (حضرت) علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین آئے تو دوسرے طریقے سے کلام فرمایا اور یہ استعداد کے اختلاف اور فطرت کے مختلف ہونے کی وجہ سے تھا۔

اور دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ مشائخ (کرام) کے سلسلے امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب ہیں اور امام (موصوف) کے لئے دو نسبتیں ہیں، ایک نسبت آپ کے آبائے کرام کی طرف سے ہے جو (حضرت) علی کرم اللہ وجہہ الکریم تک پہنچتی ہے اور ایک نسبت ماں کی جانب سے اُن کے اجداد (ننہیال کے واسطے سے) حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ماخوذ ہے اور ظاہری و باطنی دونوں ولادتوں کے اعتبار سے امام (موصوف) نے کہا ہے کہ مجھ کو ابوبکر (صدیق اکبر رضی اللہ عنہ) نے دو دفعہ جنا ہے اور (یہ) دونوں نسبتیں امام (موصوف) میں ممتاز ہیں اور امام (موصوف) سے مشائخ نقشبندیہ تک صدیق اکبرؓ کی نسبت پہنچی ہے اور (دوسرے) تمام سلاسل کے مشائخ کیلئے اُن (امام موصوف) سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اخذ کی ہوئی نسبت پہنچی ہے۔ وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد وآلہ واصحابہ وسلم۔

مکتوب ۶۰ ص۱۰۲

حاجی سلیم بلخی کے نام اس وارد کی شرح میں جو کہ انھوں نے لکھا تھا اور عالمِ امر کے پانچوں لطیفوں کی سیر و عروج کے بیان میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ طالبین کے اجتماع سے ڈرتے اور لرزتے رہنا چاہئے۔

www.maktabah.org

حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض کرتا ہے کہ اس حدود کے فقراء کے احوال و اطوار حمد کے لائق ہیں اور اللہ تعالیٰ سے آپ کی عافیت و استقامت کی دعا کی گئی ہے، آپ کا مکتوب مرغوب جو کہ پسندیدہ احوال پر مشتمل تھا اس کے مطالعہ نے فرحت و خوشی بخشی۔ آپ نے لکھا تھا کہ "ایک جوان کی تقریب سے جس کو میں نے حلقۂ ذکر میں خانقاہ کے دروازے پر دیکھا تھا میں آپ کی جانب متوجہ ہوا، اچانک آپ مسجد کی محراب میں ظاہر ہوئے (اور) میری طرف متوجہ ہوئے، نسبتِ عالی نے مجھ پر پرتو ڈالا، اس اثنا میں (ایک) دائرہ نظر آیا جو چودھویں رات کے چاند کی مانند بلکہ اس سے زیادہ روشن و درخشاں تھا، میں نے اپنے آپ کو اس دائرہ میں اس حد تک فنا پایا کہ میں نے اپنے وجود کا کوئی نشان نہیں پایا۔" میرے مخدوم! ہو سکتا ہے کہ یہ نورانی دائرہ اُس اسمِ الٰہی سے عبارت ہو جو کہ آپ کا مبدأ تعین ہے، اور یہ جو آپ نے اپنے وجود کا کوئی نشان نہیں پایا (یہ) اُس اسم میں فنا کی علامت ہے۔ جاننا چاہیے کہ اس اسم تک وصول اور اس کمال میں فنا ہونا انسان کا مرتبہ ہے اور ولایت اس کے ساتھ مربوط ہے لیکن اس اصول میں بہت سے مراتب ہیں اور اس اسم کے بہت سے ظلال ہیں ہر ظل تک پہنچنے کے وقت وہ ظل اصل کے عنوان سے ظاہر ہوتا ہے اور سالک کو اصل ہونے کے گمان میں مبتلا کر دیتا ہے۔ دیکھئے کون صاحبِ نصیب ہے جو کہ اصل کے ساتھ واصل ہو جائے اور ظلال سے پوری طرح رہائی حاصل کرے، یہ سالکوں کے قدم ڈگمگا جانے اور اُن کے غلطی میں مبتلا ہو جانے کا مقام ہے، حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ میں سات سال تک مولانا عارفؒ (دیگ گرانی) کے ہمراہ اس کوشش میں رہا کہ اصل سے آگاہی حاصل کروں تین بار حجاز کے سفر پر گیا اگر میں وہاں مولانا کی مثل یا مولانا کے مقامات کا ذرا سا مظہر بھی کسی کو پاتا تو وہاں سے ہرگز واپس نہ آتا۔"

آپ نے لکھا تھا کہ "اس کے بعد میں حاضر ہوا، میں نے دیکھا کہ فقیر کے تمام لطیفے مقام اخفیٰ میں جمع ہو گئے اور سینہ کو چیر کر عالمِ علوی کی طرف پرواز کر گئے اور فقیر کا جسم مسجد میں خالی رہ گیا تھا اور آسمانوں کے طبقات سے ترتیب کے ساتھ گذر گئے اور عرش کے کنگرہ (چوٹی) تک پہنچ کر بیٹھ گئے لیکن عرش کی طرف توجہ نہیں رکھتے تھے، اور پھر وہاں سے پرواز کی اُسی قدر راہ عرش سے اوپر اڑے، میں نے سمجھا کہ یہ عالم لامکانی ہوگا اور وہاں اس حد تک فنا ہو گئے کہ ان کا کوئی اثر معلوم نہیں ہوا وغیرہ وغیرہ اس کے بعد پھر عالمِ سفلی کی طرف واپس ہوئے اور بدن کی طرف متوجہ ہوئے اور مقام اخفیٰ میں اکٹھے ہو گئے، اس کے بعد ہر لطیفہ نے اپنے مقام میں قرار پکڑا۔" میرے مخدوم! لطائف کا عروج اور اُن کا بدن سے پرواز کرنا اور بدن کو خالی چھوڑ دینا اعلیٰ درجے کے احوال میں سے ہے اور اُس کو فنائے جسدی

www.maktabah.org

تعبیر کیا جاتا ہے جیسا کہ اس کی تفصیل حضرت عالی (قدس سرہٗ) کے رسائل میں مذکور ہے۔ میرے مخدوم! عالمِ امر کے پانچوں لطیفے جو کہ عالمِ صغیر کے اجزا ہیں کہ انسان ہے ان کے اصول عالمِ کبیر میں ہیں جو کہ انسان کے سوا علویات و سفلیات میں اور ان اصول کا ظہور عرش کے اوپر ہے جو کہ لامکانیت سے کچھ حصہ رکھتا کر اور بیچونی کی آمیزش لئے ہوئے ہے، ان لطائفِ پاک کو اس بدنِ حادث کے ساتھ عشق و گرفتاری دی گئی ہے اور اس سبب سے اُن نورانی لطائف کو اس ظلمانی پیکر کے ساتھ خاص تعلق ہو گیا ہے جیسا کہ ان لطائف میں سے ہر لطیفہ کو انسان کے جسم میں معین مقام اور جدا جدا آشنا مقرر ہو گیا ہے اور اعلیٰ علیین سے اسفلِ سافلین میں نزول کیا ہے، افسوس ہے اگر وہ اس قفس میں قید رہے اور عالمِ سفلی کی گرفتاری کے جال سے رہائی حاصل نہ کرے اور اس پُر خطر سفر سے رجوع نہ کرے، اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ (وہ چوپایوں کی مانند بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں، وہی لوگ غافل ہیں) ۱۷۹
اور سعادتِ ازلی جس شخص کی دستگیری فرماتی ہے وہ اس کو اس ظلمت کدہ کی قید سے رہائی دلاتی ہے اور اصل کا شوق اس کا دامنگیر ہو جاتا ہے اور کشاں کشاں اپنے ساتھ لیجاتا ہے ؎

ہر کسے کو دور ماند از اصلِ خویش ... باز جوید روزگارِ وصلِ خویش

(جو شخص اپنی اصل سے دور رہ گیا ہو، وہ اپنے وصل کا زمانہ پھر سے ڈھونڈے)

لطائف کا یہ عروج جو آپ نے لکھا ہے اسی کشش کا نتیجہ ہے اور اصل کے جذب کر لینے کے باعث ہے اور چونکہ ان لطائف کے فطری مقامات اور ان کا ظہور عرش کے اوپر ہے اس لئے ان کا عروج عرش سے اوپر ہو گا جو کہ ان کے ظہور کا مقام ہے، دائرۂ امکانی ان لطائف کے اصول کی نہایت پر ختم ہوتا ہے اور سالک اُن کے منتہا تک پہنچنے کے ساتھ فنا حاصل کرتا ہے جو کہ دائرۂ امکانی کے طے ہونے سے وابستہ ہے اور سیر الی اللہ کو انجام تک پہنچاتا ہے اور سلوک کو پورا کرتا ہے اس کے بعد معاملہ جذبہ سے تعلق رکھتا ہے جس کو سیر فی اللہ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور سالک کا مبدأ تعین اس سیر میں شامل ہے ؎

بوصلش نا رسم صد بار از پا افگند شوقم ... کہ نو پروازم و شاخِ بلندے آشیاں دارم

[اس کے وصل تک رسائی سے پہلے میرا شوق مجھ کو سینکڑوں بار پاؤں سے گرا دیتا ہے کیونکہ میں نیا نیا اُڑنے والا ہوں اور ایک بلند شاخ پر آشیاں] مک ۱۰۲

آپ نے طالبین کی کثرتِ ہجوم کے بارے میں لکھا تھا اور اُن سے عجیب و غریب احوال ظاہر ہونے کی بابت اظہار فرمایا تھا، اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لائیں اور اُن کے احوال میں اچھی طرح مشغول رہیں اور ان کے حق میں توجہات کرتے رہیں اور حلقۂ ذکر کو آباد رکھیں لیکن اس ہجوم و اجتماع سے ڈرتے اور لرزتے رہیں اور ہمیشہ التجا و عاجزی کرتے رہیں کہ (کہیں) اس اجتماع میں اس شخص کی خرابی نہ چاہتے ہوں اور

www.maktabah.org

ظاہر کی یہ کثرت باطن کی وحدت میں اثر انداز نہ ہو جائے اور بعض نفسانی وسوسے جو اس اجتماع میں پیدا ہوں اُن سے توبہ و استغفار لازمی جانیں۔ مختصر یہ ہے کہ اس کام میں سرگرم بھی رہیں اور ڈرتے اور استغفار بھی کرتے رہیں۔ بزرگوں نے کہا ہے اعمل واستغفر [عمل کر اور استغفار کر] اوقات کو ذکر و فکر سے معمور رکھیں اور خلوت کی طرف راغب رہیں اور نفی و اثبات کی اس قدر تکرار کریں کہ وجود و توابعِ وجود کچھ اثر باقی نہ رہے اور حضورِ خود بخود ظاہر ہو جائے اور لا یذکر اللہ الا اللہ [اللہ ہی اللہ کو یاد کرتا ہے] پرتو ڈالے، اس معنی میں نہیں کہ اس وقت میں بندہ حق جل وعلا ہو جاتا ہے بلکہ اس معنی میں کہ بندہ ہستی موہوم سے خالی ہو جاتا ہے اور نفسِ امارہ کی انانیت (میں میں) جڑ سے اُکھڑ جاتی ہے اور معشوق خود بخود اپنے اوپر جلوہ گر ہو جاتا ہے، دوستوں سے سلامتئ خاتمہ کی دعا کی امید کی جاتی ہے والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات والبرکات العلیٰ۔

مکتوب ۶۱

فضائل مآب حاجی ابو القاسم بن مراد لاہوری کے نام اُن وجوہ کے بیان میں جو علماء (کرام) کی بیان فرمائی ہوئی معرفت اور اس معرفت کے درمیان فرق کرنے والی ہیں جس کے ساتھ صوفیائے کرام ممتاز ہیں اور اس معرفت کو حاصل کرنے کی ترغیب کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ گرامی نامہ نے مشرف کیا اور مسرت بخشی کہ قصور کی دید اور ماضی و حال کے احوال و اطوار پر افسوس کرنے کی خبر دینے والا تھا اور مطلب تک پہنچنے کی آرزو کی طرف اشارہ رکھتا تھا (اس لئے) مزید مسرت کا باعث ہوا، حق سبحانہٗ اس دید کو اور زیادہ کرے اور خود پسندی و غرور سے نجات دے اور دل میں شوق کی آگ بھڑکائے تاکہ وصول سے روکنے والے امور سے یکسو کر دے اور اس کی طلب و محبت میں یک جانب و یک رُخ بنا دے۔ انہ قریب مجیب [بیشک وہ قریب ہے (اور) قبول کرنے والا ہے] میرے شفقت آثار مخدوم! اس فانی دنیا میں مقصدِ اعلیٰ حق جل وعلا کی معرفت حاصل کرنا ہے اور معرفت دو قسم کی ہے، قسمِ اول وہ معرفت ہے جس کو علمائے عظام نے بیان فرمایا ہے اور قسمِ دوم وہ (معرفت) ہے کہ جس کے ساتھ صوفیائے کرام ممتاز ہیں، پہلی قسم نظر و استدلال کے ساتھ وابستہ ہے اور دوسری قسم کشف و شہود سے مربوط ہے پہلی ۱۰۵
قسم دائرۂ علم میں داخل ہے جو کہ تصور و تعقل (تفکر) کی قسم سے ہے اور دوسری قسم دائرۂ حال میں داخل

www.maktabah.org

اور تحقق (متصف ہونے) کی جنس سے ہے، پہلی قسم عارف کے وجود کو فنا کرنے والی نہیں ہے اور دوسری قسم سالک کے وجود کو فنا کرنے والی ہے کیونکہ معرفت اس طریقہ میں معروف (اللہ تعالیٰ) میں فنا ہونے سے عبارت ہے۔

قُرب نے بالا و پستی رفتن است　　　قرب حق از قیدِ ہستی رَستن است

[اوپر اور نیچے جانے کا نام قرب نہیں ہے، حق تعالیٰ کا قرب ہستی (وجود) کی قید سے رہائی پانا ہے]

پہلی قسم علمِ حصولی کی قسم سے ہے اور ادراکِ مرکب ہے اور دوسری قسم علمِ حضوری کی قسم سے ہے اور ادراکِ بسیط ہے کیونکہ اس مقام میں حاضر حق سبحانہ ہے بجائے نفسِ سالک کے کہ وہ فنا حاصل کر چکا ہے، قسم اول نفس کی مخالفت و انکار کے باوجود معرفت کا حصول ہے کیونکہ نفس اس مقام میں اپنی صفاتِ رذیلہ پر قائم ہے، امارگی اور سرکشی سے جو کہ اس کی ذات میں ہے نہیں نکلا ہے اور ظلم و سرکشی سے جو کہ اس کی فطرت میں ہے باز نہیں آیا ہے اس مقام میں اگر ایمان ہے تو (وہ) ایمان کی صورت ہے اور اگر اعمالِ صالحہ ہیں تو اعمال کی صورت ہیں کیونکہ نفس ابھی تک اپنے کفر پر ہے اور اپنے آقا کی مخالفت پر قائم ہے، حدیثِ قدسی میں ہے: عاد نفسك فانها انتصبت بمعاداتی [تو اپنے نفس کی مخالفت کر کیونکہ بلاشبہ وہ میری مخالفت پر (کمربستہ) ہے] اس لئے اس ایمان کو مجازی ایمان کہتے ہیں، یہ ایمان زوال و خلل سے محفوظ نہیں ہے المجاز ینفی [مجاز کی نفی ہو جاتی ہے]۔ اور معرفت کی دوسری قسم چونکہ سالک کے وجود کو فنا کرنے والی ہے اور نفس کے مطیع ہو جانے کا ثمرہ دینے والی ہے اس لئے اس مقام کا ایمان زوال سے محفوظ اور خلل سے مامون ہے، ایمان کی حقیقت اس جگہ ہیں ہے اور اعمالِ صالحہ کی حقیقت اس مقام میں ثابت ہے حقیقت کی نفی نہیں ہوتی اور بقا اس کے لئے لازم ہے گویا حدیث شریف میں اللھم انی اسئلك ایمانا لیس بعدہ کفر [اے اللہ! میں تجھ سے ایسا ایمان مانگتا ہوں جس کے بعد کفر نہ ہو] اور آیتِ کریمہ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (الآیہ) [اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ] میں اسی ایمان کی طرف اشارہ ہے، امام احمد حنبل (رضی اللہ عنہ) اس معرفت کے طالب رہے ہیں کہ اسقدر علم و اجتہاد کے باوجود بشر حافی (رضی اللہ عنہ) کے ہمرکاب جاتے تھے، لوگوں نے ان سے سبب پوچھا، انھوں نے فرمایا کہ (وہ خدا (تعالیٰ) کو مجھ سے بہتر پہچانتے ہیں، شاید کہ امام اعظم کوفی قدس سرہٗ نے عمر کے آخری دو سال میں جو اجتہاد و استنباط ترک کر کے خلوت اختیار کی جیسا کہ انھوں نے خواب میں دیکھی ہے) فرمایا لولا السنتان لھلك النعمان [اگر یہ دو سال نہ ہوتے تو نعمان ہلاک ہو جاتا] وہ (آخری دو سال میں) اسی معرفت کی تحصیل و تکمیل اور اسی ایمان کے مکمل کرنے میں (مصروف) رہے جو کہ اس معرفت کا ثمرہ ہے ورنہ وہ اعمال میں بہت بلند درجہ رکھتے تھے، کونسا عمل ہے جو اجتہاد و استنباط کے درجہ کو پہنچتا ہے

www.maktabah.org

اور کونسی عبادت ہے جو تدریس و تعلیم کے مرتبہ تک جاتی ہے، اور جاننا چاہئے کہ کامل طور پر اعمال کی قبولیت کمالِ ایمان کے مطابق ہے اور اعمال کی نورانیت کمالِ اخلاص سے ہے ایمان جسقدر زیادہ کامل اور اخلاص جتنا زیادہ مکمل ہوگا اعمال کا نور و قبول و کمال کچھ اور ہی ہوگا، اور اس ایمان کا کمال اور اخلاص کی تکمیل معرفت کے ساتھ وابستہ ہے اور چونکہ یہ معرفت اور ایمانِ حقیقی فنا اور موت قبل الموت سے وابستہ ہے اس لئے جس شخص کا قدم فنا میں جتنا زیادہ راسخ ہوگا وہ ایمان میں اُسی قدر زیادہ کامل ہوگا اسی لئے (حضرت) صدیقِ اکبر (رضی اللہ عنہ) کا ایمان اُمت کے ایمان پر فوقیت لے گیا، لو اتزن ایمان ابی بکر مع امتی لرجح ایمان ابی بکر [اگر ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے ایمان کو میری امت کے ایمان سے وزن کیا جائے تو ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کا ایمان بڑھ جائے گا (الحدیث)] کیونکہ وہ فنائیت میں فردِ کامل تھے۔ من اراد ان ینظر الی میت یمشی علی وجہ الارض فلینظر الی ابن ابی قحافہ (الحدیث) [جو شخص زمین پر چلتی پھرتی لاش کو دیکھنا چاہے تو اس کو چاہئے کہ ابو قحافہ کے بیٹے (ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) کو دیکھ لے]۔ یہ حدیث اس معنی کی تائید کرتی ہے کیونکہ تمام صحابۂ کرام (رضی اللہ عنہم اجمعین) میں حصولِ فنا کے باوجود (حضرت) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی حصولِ فنا میں تخصیص بھی ان رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں اس معنی (فنائیت) کے کمال پر دلیل ہے۔ اس تحریر سے مقصود اور طول کلامی سے مطلوب یہ ہے کہ عقلمندوں اور ذہین لوگوں پر ضروری و لازمی ہے کہ اپنے انجامِ کار (مستقبل) اور زمانۂ حال کے بارے میں اچھی طرح غور کریں، جس کسی کو مذکورہ معرفت حاصل ہے تو اس کے لئے خوشی و خوشخبری ہے جو کچھ اس کی پیدائش سے مقصود تھا وہ بجا لایا، اور آیت وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ای لیعرفون [اور میں نے جنّوں اور انسانوں کو محض اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے یعنی تاکہ میری معرفت حاصل کریں] کے مطابق اپنی زندگی بسر کی کیونکہ عبادت کا کمال معرفت سے وابستہ ہے اور جس شخص کو یہ معرفت حاصل نہیں ہے اس کو چاہئے کہ اس کی طلب میں جان کے ساتھ کوشش کرے اور جس جگہ سے مطلوب کی بُو پائے اس کا پیچھا کرے، افسوس ہے کہ اس دنیائے فانی میں جس چیز کا اس شخص سے مطالبہ کیا گیا ہے اس کو بجا نہ لائے اور دوسرے امور میں مشغول ہو جائے اور جس چیز کی تخریب کے لئے (اس کو) امر کیا گیا ہے اس کی تعمیر کرے، کل (قیامت کے روز) کس منہ اور کونسے حیلے سے عذر کی زبان کھولے گا۔ ؎

ترسم کہ یار با ما نا آشنا بماند   تا دامنِ قیامت ایں غم بما بماند

[میں ڈرتا ہوں کہ (مبادا) محبوب ہمارے (حال) سے نا آشنا ہی رہے (اور) یہ غم دامنِ قیامت تک ہمارے ساتھ رہے]

www.maktabah.org

مکتوب ۶۲

حاجی مصطفےٰ کے نام اس بیان میں کہ ولایات کا حاصل ہونا اور اُن کا علم وہبی چیز ہے اور ان کے مقدمات (واردات) کسبی ہیں اور اس کے مناسب امور کے بیان میں تحریر فرمایا۔

حامداً للہ العظیم و مصلیاً علیٰ رسولہ الکریم، اللہ تعالیٰ فیوض کے دروازے ہمیشہ کھلے رکھے، مکتوب مرغوب پہنچکر مسرت کا سبب ہوا اور اس کی بعض کیفیات کے مطالعہ نے ذوق بخشا، آپنے بعض ظاہری مطالب کے حاصل نہ ہونے کے بارے میں لکھا تھا الخیر فیما صنع اللہ سبحانہ [اللہ سبحانہٗ جو کچھ کرتا ہے اس میں بہتری ہے] تمام امور کو حق جل وعلا کے سپرد کردیں اور ان کے حصول میں رنج نہ اٹھائیں ۱۰
۹ ۲۴ اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ [کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے لئے کافی نہیں ہے] ہم لوگوں کی عزت ایمان و معرفت سے ہے نہ کہ مال و جاہ سے، ایمان کی تکمیل میں کوشش کریں اور معرفت کے مراتب حاصل کرنے میں سعیٔ کامل ملحوظ رکھیں، اس اعلیٰ مطلب کے حاصل کرنے میں جسقدر مشقت اٹھائیں مناسب و عمدہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ "جس شخص نے اپنے غموں کو ایک غم یعنی آخرت کا غم بنالیا تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام غموں سے کفایت کرے گا اور جس شخص کو دنیوی حالات کے غموں نے پراگندہ کیا اللہ تعالیٰ کو کوئی پرواہ نہیں کہ وہ اُن (غموں) کی کسی بھی لدی میں مرے"۔ اگر کوئی شخص حصولِ معاش میں صبر نہ کر سکے تو وہ کسی قدر کوشش کرلے اگر کامیاب ہوگیا تو اچھا ہے ورنہ اس کے پیچھے نہ پڑے کہ اس چکر میں پھنس جائیگا اور پریشانی لاحق ہوگی۔

آپ نے لکھا تھا کہ "اس بات کا علم کہ مرید صغریٰ یا کبریٰ یا علیا وغیرہ کونسی ولایت میں ہے الخ"۔

میرے مخدوم! ان اشیاء کا علم خود ان اشیاء کی طرح وہبی ہے اگرچہ ان کے مقدمات (واردات) کسبی ہیں، صاحبِ معاملہ اگر صاحبِ تفصیلِ علم ہے تو اپنے وجدان سے ان ولایتوں کو پہچانتا ہے اور ایک ولایت سے دوسری ولایت میں اپنا منتقل ہونا پاتا ہے اور اسی طرح صاحبِ علم پیر (بھی) مرید کی ولایت کو اور اس کے ایک ولایت سے دوسری ولایت میں منتقل ہونے کو مشاہدہ کرتا ہے، اور اگر مرید صاحبِ علم نہیں ہے تو اس کو پیر کا علم کافی ہے، مختصر یہ ہے کہ ولایت حاصل ہونی چاہیے اگر اس کا علم (بھی) دیدیں تو ایک نعمت ہے ورنہ (عدمِ علم) نفسِ ولایت میں کچھ نقص نہیں رکھتا فمنا من علم ومنا من جھل [پس ہم میں سے وہ لوگ بھی ہیں جن کو علم ہے اور وہ بھی ہیں جن کو علم نہیں ہے]۔

آپ نے لکھا تھا کہ "اگر یہ علم وہبی ہے تو توجہ کریں تاکہ اس سے کچھ حصہ نصیب ہوجائے" انشاء اللہ تعالیٰ

www.maktabah.org

توجہ کی جائیگی، یہ علم ارشاد و تکمیل کے لئے شرط نہیں ہے اگرچہ مستحسن ہے لیکن جس صاحبِ کمال نے ان ولایتوں (ولایاتِ ثلاثہ وغیرہ) کی سیر کی ہے اور نزول کی طرف لایا گیا ہے اور تکمیل و ارشاد پر مقرر ہوا ہے اگر پوری ہمت کے ساتھ اس امرِ عظیم کی طرف متوجہ ہو جائے اور توجہات کرے اگرچہ وہ صاحب تفصیلِ علم نہ ہو اغلب یہ ہے کہ وہ طالبوں کے نقص و کمال اور ان کی ترقی اور ایک ولایت سے دوسری ولایت میں منتقل ہونے کے احوال سے بے خبر نہیں رہے گا اگرچہ اجمالی طور پر ہو اور اگرچہ بعض علامات کے ذریعہ سے ہی واقف ہو اور (اگرچہ) بعض اُن امور سے جو کہ اس امرِ عظیم میں لازمی ہیں اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کے علم کرانے سے ہی مطلع ہو جائے۔

شعر
تو کار بگفتِ کاردان کُن　　خود کار بگویدت کہ آں کن

(تو کام جاننے والے کے کہنے کے مطابق کام کر کام خود تجھ کو بتائے گا کہ یوں کر)

والسلام علیکم و علیٰ سائر من اتبع الہدیٰ۔

مکتوب ۶۳

۱۰۵

شیخ آدم ٹھٹھی کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ نوافلِ موقتہ کے اوقات میں احتیاط کے طور پر قضا نمازیں پڑھنا ان نوافل کی جگہ واقع ہو جائیں گی۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ آپ نے ہم سے دریافت کیا ہے کہ جس مریض کی بیماری کے کچھ دنوں کی فرض نمازیں قضا ہو گئی ہوں اور وہ ان کو بعد میں ادا کرے اور اپنی اُن قضا نمازوں کی تعداد نہیں جانتا اور نیز اگر تہجد و اشراق کے اوقات میں ان دونوں نمازوں کے بدلے میں اور سننِ مؤکدہ کے علاوہ جو نوافل بعض اوقات میں پڑھنے مروی ہیں ان کے بدلے میں ان قضا نمازوں کو پڑھتا رہے اور اپنی تمام عمر اسی طرح کرتا رہے حالانکہ وہ جانتا ہے کہ اس کی بیماری کے دن ایک سال تک نہیں پہنچے تو اس صورت میں کیا اس کو ثوابِ عظیم حاصل ہو گا جو ان (نوافل) نمازوں (کے پڑھنے) کے بارے میں وارد ہوا ہے یا نہیں حاصل ہوگا؟ پس ظاہر قول یہ ہے کہ قضا نمازیں پوری ہونے کے بعد (کی نمازوں میں یہ ثواب) حاصل ہوگا اس لئے کہ (اب) یہ نمازیں نفل میں تبدیل ہو جائیں گی اور نوافلِ موقتہ میں تعینِ نیت شرط نہیں ہے پس وہ نمازیں نوافلِ موقتہ کی جگہ واقع ہوں گی۔

www.maktabah.org

مکتوب ۶۴

شرف الدین حسین لاہوری کے نام ان کے مکتوب کے جواب میں تحریر فرمایا انھوں نے لکھا تھا کہ ہمہ اوست کی واردات دل پر غالب آجاتی ہیں۔

فیوض کے دروازے ہمیشہ کھلے رہیں (آپ کے) مکتوب شریف کے مطالعہ نے شادمان و مسرور کیا آپ نے لکھا تھا کہ "ہمہ اوست کی کیفیت دل پر چھا جاتی اور غالب آجاتی ہے۔ اور اس عاجز نے شریعت کو ملحوظ رکھتے ہوئے عرض کردیا ہے تا کہ جو کچھ حکم فرمائیں حتی الوسع اس پر قائم رہے، ع

بمے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغاں گوید [اگر تجھ کو پیر مغاں کہے تو اپنے مصلے کو شراب کے ساتھ رنگین کرلے]

میرے مخدوم! یہ وارد اور اس قسم کی دوسری کیفیات محبت کے غلبہ کے باعث ہیں محبت کے نشہ (کی وجہ) سے محب کی نظر میں محبوب کے سوا کچھ نہیں آتا اور شوق کی زیادتی کے باعث کثرت کو جمال وحدت کا آئینہ پاتا ہے ؎

در و دیوار چو آئینہ شد از کثرت شوق ہر کجا می نگرم روئے ترا می بینم

[چونکہ کثرت شوق کی وجہ سے در و دیوار آئینہ کی مانند ہوگئے ہیں (اس لئے) میں جس طرف بھی دیکھتا ہوں تیرا (ہی) چہرہ دیکھتا ہوں]

اور قاعدہ ہے کہ آئینہ شہود سے پوشیدہ ہو جاتا ہے ظاہر وہی صورت ہے اس لئے اُس وقت میں وحدت وجود کا حکم کرتا ہے اور کثرت مخفی و پوشیدہ ہو جاتی ہے اس وقت سالک کو چاہیئے کہ شریعت کو ہاتھ سے نہ جانے دے اور اپنے آپ کو تکلف کے ساتھ بندگی (شریعت) کے احکام پر (قائم) رکھے، باطن کے ساتھ وحدت میں فنا رہے اور ظاہر میں احکام شرعیہ کے ساتھ آراستہ رہے، ع

ایں کار بدولت است کنوں تا کرا دہند [یہ نصیب کی بات ہے دیکھئے اب کس کو عنایت فرماتے ہیں]

جب سکر سے صحو میں آجائے اور جمع سے فرق کی طرف مائل ہو جائے تو اس وقت اسلام حقیقی کے ساتھ مشرف ہو جاتا ہے اور دعوت و ارشاد کے لائق بن جاتا ہے۔

مکتوب ۶۵

نیز شرف الدین حسین لاہوری کے نام بلند ہمتی کے بارے میں اور جو تیر مشہور ہوا اس کی طرف

www.maktabah.org

التفات نہ کرنے اور اس کے مناسب بیان میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ آپ نے جو مکتوب مرغوب حافظ محمد صفی کے ہمراہ ارسال کیا تھا موصول ہو کر مسرت کا باعث ہوا، آپ نے لکھا تھا کہ "جو کچھ دید و دانش تھا سب کو وہم و خیال پایا اور جو کچھ یافت و بینش رکھتا تھا سب کو نقص دیکھا الخ" اللہ سبحانہ کی حمد ہے کہ آپ صراطِ مستقیم کی ہدایت پا گئے ہیں اور انبیاء علیہم السلام کی شاہراہ پر آ گئے ہیں، ایک بزرگ نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا، عرض کیا یا رسول اللہ! توحید کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا جب بھی تیرے دل میں کوئی تصور آئے یا تیرے خیال میں کوئی بات آئے تو اللہ سبحانہٗ اس سے ماوراء ہے، ہمت کو بلند رکھیں اور جو کچھ اس راستہ میں حاصل ہو (اس پر) قناعت نہ کریں، اس راستہ کا ہر خس و خاشاک انی انا اللہ [بیشک میں ہی اللہ ہوں] کی صدا لگاتا ہے اور سالک بیچارہ کو اپنی پرستش کی طرف بلاتا ہے کوئی ایسا بلند پرواز شاہباز چاہیے جو نگاہ کی کجی میں مبتلا نہ ہو اور لَآ أُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ۔ [میں غروب ہو جانے والوں سے محبت نہیں کرتا] کا ترانہ گاتا ہو اور آیت کریمہ اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ
پ ۷ الْاَرْضَ حَنِیْفًا الآیہ [بیشک میں نے اپنا منہ کسی کو شریک کیے بغیر خالص اس ذات کی طرف کیا جس نے آسمانوں اور زمین
پ ۲۷ کو پیدا کیا] کو اپنا پیشوا بنائے، مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی [اس کی آنکھ نے نہ کجی کی اور نہ وہ حد سے آگے بڑھی] حبیب کی صفت ہے اور لَآ أُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ [میں غروب ہونے والوں سے محبت نہیں کرتا] خلیل علیہما الصلوٰۃ والسلام کا مقولہ ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ تمہاری اور اس تعالیٰ شانہٗ کی محبت میں فرق نہیں دیکھتا ؎

بنشینم و با غمِ تو سازم ۔۔۔ پنہاں ز تو با تو عشق بازم"

[میں بیٹھ جاتا ہوں اور تیرے غم کے ساتھ موافقت کرتا ہوں تجھ سے پوشیدہ و بے خبر ہوں (اور) تیرے ساتھ محبت کرتا ہوں]

بیشک حق جل و علا کی محبت ہے جو کہ پیر و مرشد کے واسطے سے متعلق ہے، حدیث شریف من احبھم فبحبی احبھم [جس نے اُن سے محبت کی تو اُس نے میری محبت کی وجہ سے اُن سے محبت کی] اس معنی کی شاہد ہے کسی نے خوب کہا ہے ؎

یک نغمہ نشستہ در دو پردہ ۔۔۔ یک نشأۃ دو جا ظہور کردہ

[ایک نغمہ (راگ) دو پردوں (سُروں) میں جاگزیں ہے، ایک وجود نے دو جگہ ظہور کیا ہے]

منہ آپ نے جو پیغمبرِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور لکھا ہے اس کے مطالعہ نے بہت خوش وقت کیا، حق سبحانہٗ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے کمالاتِ خاصہ سے بہرہ مند فرمائے۔

www.maktabah.org

مکتوب ۶۶

شیخ عرب بخاری کے نام نصیحت کے بارے میں اور واقعات کے جواب میں تحریر فرمایا۔

میرے برادرِ عزیز شیخ عرب اس خستہ دل درویش کا سلام عافیت انجام پڑھیں، آپ کے ارسال کئے ہوئے مکتوب نے موصول ہو کر خوش وقت کیا، اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے کہ آپ ظاہری عافیت و باطنی جمعیت کے ساتھ ہیں اللہ تعالیٰ ترقیات نصیب فرمائے اور بیش از بیش عطا کرے و من استوی یوماہ فہو مغبون (جس شخص کے دو دن یکساں گذرے (یعنی اس نے ترقی نہ کی) تو وہ نقصان میں ہے) بہترین اوقات (جوانی کے اوقات) کو عبادات کے معمولات میں صرف کریں اس قلیل فرصت میں باطن کی تعمیر و تنویر میں مشغول رہیں، افسوس در افسوس ظاہر کی تعمیر باطن کی تخریب کا سبب ہے اور اسی طرح اس کے برعکس ہے (یعنی ظاہر کی تخریب باطن کی تعمیر کا سبب ہے) اور ہم ہوس پرست ظاہر کی تعمیر کے درپے ہیں پس ہمیں باطن کی کیا خبر ہوگی۔ حدیث شریف میں آیا ہے فانی بعثت لخراب الدنیا و لم ابعث لعمارتہا (پس بیشک میں دنیا حق تعالیٰ سے ہٹانے والی چیز (دل) کی بربادی کے لئے بھیجا گیا ہوں اور اس کی تعمیر کے لئے نہیں بھیجا گیا)۔ آپ نے لکھا تھا کہ "پنجوقتہ نمازوں کے دوران عجیب کیفیت ظاہر ہوتی ہے اور نیستی (فنائیت) کا دیکھنا دوام کے طور پر ہے بالخصوص ذکر و مراقبہ کے وقت نہ وجود کا کوئی نشان نظر میں آتا ہے اور نہ عدم کا، کسی امر کا ارادہ دل میں نہیں آتا"۔ میرے مخدوم! یہ احوال نجیدہ و پسندیدہ ہیں جو حالت کہ نماز ادا کرتے وقت ظاہر ہوتی ہے بہت ہی عمدہ ہے اور اس کی کیفیات انتہا کی خبر دینے والی ہیں۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۶۷

صلاح آثار حافظ محمد محسن کے نام ان کے حال کی شرح میں معانی احادیث کے بیان کے جن میں نماز و وضو و تلاوتِ قرآن مجید کے فضائل وارد ہوئے ہیں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ و تبلیغ دعوات کے بعد عرض ہے آپ کا مکتوب مرغوب جو کہ آپ نے محبت کی وجہ سے اس مسکین کے نام ارسال کیا تھا اس کے صادر ہونے سے شادمان و مسرور ہوا چونکہ

www.maktabah.org

اعلیٰ احوال اور بلند کیفیات پر مشتمل تھا مسرت میں اضافہ کیا۔ آپ نے لکھا تھا کہ "اس سے پہلے جبکہ معاملہ ۱۱۱
فنا و بقا سے وابستہ تھا عجیب و غریب احوال و اذواق رونما ہوتے تھے اور نادر قسم کے حالات و واردات
ظاہر ہوتے تھے اب جبکہ معاملہ جہل تک پہنچ گیا ہے عجز و انکسار کے سوا کچھ نہیں رہا اور جو عمل بھی واقع
ہوتا ہے اس کو ردّ و دفع کے لائق جانتا ہے اور اپنے آپ کو کسی وجہ سے بھی اس بارگاہِ مقدس کے لائق
نہیں پاتا اور خالق و مخلوق ہونے کی نسبت کے سوا نہیں جانتا۔" آپ جان لیں کہ جبتک سالک کا
معاملہ اصول اور اصولِ اصول میں ہے الیٰ ما شاء اللہ تعالیٰ۔ (اس وقت تک) فنا و بقا و اصالت و
ظلیت و مرآتیت (آئینہ ہونا) وغیرہ متصور ہے اور اشواق و اذواق، لذات و کیفیات، وصل و اتصال،
موجود و ثابت ہے اور جب معاملہ اصول سے اوپر جاتا ہے اور اصل ظل کی طرح راہ میں رہ جاتی ہے اور
کمالاتِ نبوت پر توڈالتے ہیں اور تمیز جاتی رہتی ہے تو جہل و نادانی ظاہر ہوتی ہے اور حیرت و عجز پیدا
ہے، شوق و ذوق راہ میں رہ جاتا ہے اور وصل و اتصال کا خیال سر سے نکل جاتا ہے اور اتحاد و ظلیت و
مرآتیت کی نسبت پوشیدہ ہو جاتی ہے خالص خالقیت و مخلوقیت کی نسبت جلوہ گر ہوتی ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ "کبھی کبھی ایک نسبت وارد ہوتی ہے اور نورِ صرف ظاہر ہوتا ہے اور اپنے
آپ کو اس نور میں مضمحل (فنا) اور لاشے پاتا ہے اور اس وقت اپنے آپ سے کوئی نام و نشان نہیں سمجھتا
اور اس مرتبہ پر نور کا اطلاق اس کی حقیقت کو نہ پانے کی وجہ سے ہے ورنہ وہ ایک ایسا امر ہے جو احاطہ
تحریر و تقریر سے باہر ہے اور اس کو کسی چیز کے ساتھ تعبیر نہیں کر سکتا اور اس مرتبہ مقدسہ سے عجز و حیرت
کے سوا کچھ حاصل نہیں ہے۔" میرے مخدوم! ہمارے حضرتِ عالی قدسنا اللہ سبحانہ بسرہٖ نے مراتب
تعینات کے اوپر ایک مرتبہ تحریر فرمایا ہے اور اس کو نورِ صرف سے تعبیر کیا ہے اور اس کو حقیقت کعبہ
فرمایا ہے،[1] جو کچھ آپ نے لکھا اور پایا ہے اگر وہی حقیقت ہے جو حضرتِ عالی (قدس سرہٗ) نے فرمائی ہے
تو بہت بڑی سعادت ہے فطوبیٰ لک و بشریٰ [پس آپ کے لئے خوشی و بشارت ہے] اور اگر اس
حقیقت کے ظلال میں سے کوئی ظل تھا تو بھی غنیمت ہے مختصر یہ ہے کہ اس نسبت کے اصل اور اعلیٰ ہونے
کی وجہ سے جو کچھ ہے کبریتِ احمر (سرخ گندھک یعنی نادر) ہے۔ یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ اکثر اوقات
یہ نسبت نماز میں وارد ہوتی ہے خاص طور پر اس فرض نماز میں جو کہ جماعت سے ادا کرتا ہے اور (نماز سے)
فارغ ہونے کے بعد جبتک نماز کی جگہ میں پابند بیٹھا رہتا ہے وہ حالت بھی باقی رہتی ہے اس کے
بعد پوشیدہ ہو جاتی ہے۔" میرے مخدوم! نماز جو کہ مومن کی معراج ہے اصل کے ظہور کا مقام اور حالت
معراجیہ کا نمونہ ہے۔ حدیث السّاجد یسجد علیٰ قدمی اللہ فلیسأل و لیرغب (سجدہ کرنے والا

[1] [illegible]

www.maktabah.org

اللہ تعالیٰ کے دونوں قدموں پر سجدہ کرتا ہے پس اس مطلب و شوق کو پانا چاہئے آپ نے سنا ہوگا اور نیز حدیث
شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بندہ کی کوئی حالت اس سے زیادہ پسندیدہ نہیں ہے کہ وہ ۱۱۱
(اللہ تعالیٰ) اس (بندہ) کو اپنا چہرہ و ناک آلود کر کے سجدہ کرتے ہوئے دیکھے۔ اور نیز حدیث شریف میں آیا
ہے کہ جب بندہ اپنی نماز میں داخل ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی ذات سے اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے
پس اس (بندہ) سے رخ نہیں پھیرتا یہاں تک کہ وہ بندہ اپنا رخ پھیر لے یا کوئی بُری بات کہے۔ پھر
فرض نمازوں کی خصوصیت تو علیحدہ ہے اور جماعت نور علیٰ نور ہے۔ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
نے فرمایا ہے بیشک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے لئے جو اندھیروں میں مسجد کی طرف جاتے ہیں قیامت کے
روز ایک پورے نور کے ساتھ روشنی کرے گا۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ اندھیروں میں مساجد کی
طرف چلنے والے وہی لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رحمت میں داخل ہونے والے ہیں۔ اور نیز حدیث شریف
میں ہے کہ جب کوئی بندہ جماعت میں نماز پڑھتا ہے پھر وہ کسی حاجت کا سوال کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ
غیرت کرتا ہے کہ وہ (بے مراد) واپس لوٹے یہاں تک کہ اس کی حاجت پوری کر دیتا ہے۔ اور نیز
حدیث شریف میں ہے کسی شخص کا اپنے گھر میں نماز پڑھنے کا ثواب ایک نماز کے برابر ہے اور محلہ کی
مسجد میں نماز پڑھنا پچیس نمازوں کے برابر ہے اور جامع مسجد میں نماز پڑھنا پانسو نمازوں کی برابر ہے
اور مسجدِ اقصیٰ میں نماز پڑھنا پانچ ہزار نمازوں کے برابر ہے اور میری اس مسجد میں نماز پڑھنا پچاس ہزار
نمازوں کے برابر ہے اور مسجدِ حرام میں نماز پڑھنا ایک لاکھ نماز کے برابر ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں
ہے کہ جس شخص نے ان پانچ نمازوں کو جماعت کے ساتھ ادا کرنے پر محافظت کی وہ پل صراط پر سے
چمکنے والی بجلی کی مانند گذرنے والوں میں سب سے پہلا شخص ہوگا اور اللہ تعالیٰ اس کا حشر سابقین
کے پہلے گروہ میں فرمائے گا اور ہر روز و شب میں ان نمازوں پر محافظت کرنے والے کے لئے ایسے ہزار
شہیدوں کی مانند اجر ہوگا جو اللہ کے راستہ میں قتل کئے گئے ہوں۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے "تم میں
سے جو شخص وضو کرتا ہے پس اچھی طرح وضو کرتا ہے اور اس کو پوری طرح کرتا ہے پھر وہ مسجد میں
آتا ہے اس کا مقصد نماز کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس کو خوشخبری دیتا ہے جیسا کہ
ان لوگوں کو جن کا کوئی آدمی گم ہو گیا ہو اپنے غائب کے آجانے سے خوشی ہوتی ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ "جو ترقی کہ قرآن مجید کی تلاوت میں مفہوم ہوتی ہے (ایسی ترقی) دوسری
چیزوں میں کم ہے خاص طور پر وہ تلاوت جو کہ نماز میں طویل قیام کے اندر کی جاتی ہے"۔ بیشک جب
معاملہ اصول سے اوپر چلا جاتا ہے اور تیز پائی رہتی ہے تو اس مقام میں ترقی قرآن مجید کی تلاوت

www.maktabah.org

اور نماز کے ساتھ ہوتی ہے، کلام صفتِ حقیقیہ ہے اور اپنے موصوف سے کسی قسم کی علیحدگی و جدائی نہیں رکھتی اور اس کے ساتھ مل جانا اور اس کو اختیار کرنا اس کے موصوف کے ساتھ کمال تقرب کا سبب ہے، حدیث شریف میں آیا ہے اهل القرآن اهل الله وخاصته (اہلِ قرآن اہل اللہ اور اس کے خاص بندے ہیں) ہو سکتا ہے کہ اہلِ قرآن سے مراد یہی لوگ ہوں جو کہ اس درجہ تک پہنچے ہیں اور اصول سے گذر چکے اور فنا و بقا کی حقیقت کے ساتھ پاک (غیر اللہ سے خالی) ہو گئے ہوں اور جب تک ماسوا سے اس طرح پاک و مطہر ہو جائے اہلِ قرآن اور اس کی تلاوت کے لائق نہیں ہوتا اور
113ص
تلاوت کہ اس حالت سے پہلے واقع ہوتی ہے ابرار کے اعمال میں داخل ہے نہ کہ مقربین کے اعمال میں، اُس مقام میں کلمہ طیبہ کا تکرار فائدہ دینے اور ترقی بخشنے والا ہے، اور جب اس کلمہ مبارکہ کی برکت سے باطن کی طہارت حاصل ہو جاتی ہے تو وہ تلاوت کے قابل ہو جاتا ہے، آیت کریمہ لَا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ[1] (اس کو پاکیزہ لوگ ہی چھوتے ہیں) اس معنی کی طرف اشارہ کرتی ہے، یعنی قرآن کو وہی لوگ پڑھتے ہیں جو (ماسوا کے) تعلقات کی میل کچیل سے پاک ہو چکے ہیں، قرآنِ کریم کی قرأت کو مبالغہ کے طور پر چھونے سے تعبیر کیا۔ حدیث شریف میں آیا ہے، آگاہ رہو کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف اشتیاق رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ اللہ کا کلام سنا کرے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے، جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اپنے رب سے بات کرے تو اس کو قرآن پڑھنا چاہیے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے قرآن کے حاملین (اٹھانے والے) اولیاء اللہ ہیں، پس جس نے ان سے دشمنی کی تو اُس نے اللہ تعالیٰ سے دشمنی کی اور جس نے اُن سے دوستی کی تو بیشک اس نے اللہ تعالیٰ سے دوستی کی۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے، اللہ عزوجل (قرآن مجید کی) جس آیت کو بھی نازل فرماتا ہے اس کا ظاہر و باطن ہوتا ہے اور ہر حرف کے لئے حد ہے اور ہر حد کے لئے مُطَّلَع[2] ہے۔ والسلام

مکتوب ۶۸

شیخ غازی کے نام اس بیان میں کہ رویتِ قلبی دنیا میں واقع ہے یا نہیں اور سلطان العارفین کے اس کلام کی حقیقت کے بیان میں تحریر فرمایا کہ "جس جگہ سالک الٰہی سال میں نہیں پہنچتا سلطانِ خیال ایک لمحہ میں پہنچا دیتا ہے"۔

---

[1] پ۲۷ع۱۹ اس آیت کی مزید تشریح مکتوباتِ امام ربانی قدس سرہٗ جلد سوم کے مکتوب ۴۲ میں ملاحظہ فرمائیں۔
[2] اس حدیث کی شرح مکتوباتِ امام ربانی قدس سرہٗ دفتر سوم مکتوب ۱۱۰ میں ملاحظہ فرمائیں۔

www.maktabah.org

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ، برادر عزیز شیخ غازی نے چند سوال کیے تھے اُن کے جواب میں چند سطریں لکھی جاتی ہیں واللہ الھادی الی سبیل الرشاد (اللہ تعالیٰ سیدھے راستہ کی طرف ہدایت دینے والا ہے) آپ جان لیں کہ متاخرین صوفیائے کرام دنیا میں مشاہدہ کے وقوع کے قائل ہیں جو کہ رویتِ قلبی سے عبارت ہے اور اس عالمِ فانی میں اسے تسلیم کرتے ہیں اور (اس کا) وقوع مانتے ہیں، اور صاحبِ تعرف فرماتے ہیں ”اور اس بات پر اجماع ہے کہ اُس تعالیٰ شانہٗ کو دنیا میں نہ آنکھ سے دیکھا جا سکتا ہے اور نہ قلب سے“۔ شاید کہ اس اجماع سے مراد صوفیائے متقدمین کا اجماع ہے پس صوفیائے متقدمین دنیا میں رویتِ قلبی کے قائل نہیں ہیں اور ہمارے حضرت عالی قدسنا اللہ بسرہٖ کا مذہب بھی اس اجماع کے موافق ہے اس معنی میں کہ مشاہدہ ذاتِ حق جل وعلا کا نہیں ہے کہ وہ آخرت کی رویت سے متعلق ہے بلکہ ظلال میں سے کسی ظل کے مشاہدہ سے تعلق رکھتا ہے کہ جس کے ساتھ گرفتاری غیر کے ساتھ گرفتاری ہے، ذات عز برہانہٗ کا طالب اس میں پھنسا نہیں رہتا اور بلندی سے پستی کی طرف نہیں آتا۔ اور یہ جو حضرت ص۱۱۲
خواجہ نقشبند قدس سرہٗ سے منقول ہے کہ انھوں نے فرمایا جو کچھ کہ دیکھا، سُنا اور جانا گیا ہے وہ سب غیر ہے کلمہ لا کی حقیقت کے ساتھ اس کی نفی کرنی چاہیے، یہ بھی اس اجماع کے مطابق ہے اور اس کی تائید کرنے والا وہ واقعہ بھی ہے جو نفحات میں بیان کیا گیا ہے کہ کسی بزرگ نے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا، عرض کیا یا رسول اللہ! توحید کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا جب بھی تیرے دل میں کوئی تصور آئے یا تیرے خیال میں کوئی بات آئے تو اللہ تعالیٰ اس سے ماوراء ہے، اور بعض اکابر سے مشاہدہ کے اثبات میں جو کچھ نقل کیا گیا ہے کہاں سے (ثابت) ہے کہ ان کو اس مقام سے ترقی واقع نہیں ہوئی ہے اور وہ آخر تک اس مشاہدہ میں رُکے رہے ہیں۔

آپ نے لکھا تھا کہ ”ایک روز اس فقیر کو الہام ہوا کہ اگر تو جنید صفت (ہونا) چاہتا ہے تو اپنے آپ میں مشغول ہو جا۔ اپنے آپ میں مشغول ہونا کیا چیز ہے؟ اور جنید صفت کس معنی میں ہے؟ میرے مخدوم! ہو سکتا ہے کہ اپنے آپ میں مشغول ہونے سے مراد سیرِ انفسی ہو جس کو جذبہ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور سلوک سیرِ آفاقی ہے یعنی تو سلوک سے جذبہ میں آجا اور آفاق سے انفس میں داخل ہو جا کیونکہ یافت (پانا) اپنے سے خارج میں نہیں ہے ؎

ہمچو نابینا مبر ہر سوئے دست　　با تو در زیرِ گلیم است ہر چہ ہست

[تو نابینے کی مانند ہر طرف ہاتھ نہ پھیلا، جو کچھ ہے وہ تیرے ساتھ ہی کمبل کے نیچے ہے]

اور یہ سیرِ انفسی ولایت کے طریقوں میں نہایت ہے اور جنید صفت (سے مراد) اُن قدس سرہ کے کمالات

www.maktabah.org

ساتھ متصف ہوتا ہے جو کہ سیرِ انفسی ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "سلطان العارفین بایزید بسطامی قدس سرہٗ
نے فرمایا ہے کہ جس جگہ سالک کئی سال میں نہیں پہنچتا سلطانِ خیال ایک لمحہ میں پہنچا دیتا ہے اور آپ نے
اس قول پر تعجب کیا کہ خیال کیا چیز ہے جو کسی شخص کو کسی جگہ پہنچائے اور اگر بالفرض وہ کوئی چیز سالک
کے سامنے لائے تو وہ اُس پر کس طرح اعتماد کرے، خواب و خیال کا کیا اعتبار ہے"۔ میرے مخدوم! جو
کچھ سلطان العارفین نے فرمایا ہے وہ حق ہے اس معنی میں کہ سلطانِ خیال کی مدد سے برسوں کا راستہ
ایک لمحہ میں طے ہو جاتا ہے، غیب الغیب کا راستہ وہم (خیال) کی مدد سے طے ہوتا ہے اور بیچونی
(بے کیفی) کے معاملات خیال کی مدد سے صورت پذیر ہوتے اور ادراک میں آجاتے ہیں۔ ہمارے
حضرت عالی قدسنا اللہ سبحانہٗ بسرہٖ نے لکھا ہے کہ "اس راستہ کے طے کرنے کا مدار توہم و تخیل
پر ہے احوال و مواجید (کیفیات) جو کہ اس راستہ کے جزئی معانی ہیں وہم ہی کے ساتھ ادراک
میں آتے ہیں اور سالکوں کی تجلیات و تلوینات خیال کے آئینے میں مشہود ہوتی ہیں پس اگر وہم نہ ہوتا تو
فہم قاصر رہ جاتی اور اگر خیال نہ ہوتا تو حال پوشیدہ رہ جاتا۔ اس راستہ میں وہم و خیال سے زیادہ نفع
دینے والی کوئی چیز نہیں پائی گئی اور اُن کا اکثر ادراک و انکشاف واقع کے مطابق ظاہر ہوا۔ وہم
(خیال) ہی ہے جو کہ پچاس ہزار سال کی راہ کو جو کہ بندہ اور رب کے درمیان ہے اللہ تعالیٰ کے کرم سے ص ۱۱۵
تھوڑی مدت میں طے کرا دیتا ہے اور وصول کے درجات تک پہنچا دیتا ہے اور خیال ہی ہے جو کہ غیب الغیب
کے دقائق و اسرار کو اپنے آئینہ میں منکشف کرتا ہے اور صاحبِ استعداد سالک کو مطلع کر دیتا ہے"۔
یہ اُن (مجدد الف ثانی) قدس سرہٗ کا کلام ہے۔ والسلام

سہ مکتوب ۱۰۹ دفتر سوم از مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ

مکتوب ۶۹

محمد باقر فتح آبادی کے نام اس بیان میں تحریر فرمایا کہ عشقِ حقیقی موہبی ہے اور باطن کا حصہ ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ "حضرت حق سبحانہٗ کا عشق دیکھنے کے طور پر ہے یا جاننے کے طور پر؟ دیکھنے کے طور پر نہیں ہے کیونکہ دیدار کا آخرت میں وعدہ کیا گیا ہے بلکہ سننے اور جاننے کے طور پر ہے ؎

تنہا عشق از دیدار خیزد بسا کیں دولت از گفتار خیزد

[عشق صرف دیدار ہی سے پیدا نہیں ہوتا (بلکہ) اکثر یہ دولت گفتار سے بھی پیدا ہوتی ہے]

آپ نے لکھا تھا اگر جاننے کے طور پر ہے تو ہم خدائے تعالیٰ پر ایمان لائے ہیں اور ہم نے اس کو پہچانا ہے

www.maktabah.org

جیسا کہ وہ اپنے اسماء و صفات کے ساتھ ہے پس کیا (سبب) ہے اور کیا مصیبت ہے کہ یہ سب کچھ جاننے اور پہچاننے کے باوجود ہماری طبیعت میں عشقِ مجازی کے برابر کامل بیقراری و بے آرامی پیدا نہیں ہوتی اور شوق کی آگ ہمارے دلوں میں نہیں بھڑکتی" (اس کا) جواب دو طرح پر ہے، ایک وجہ یہ ہے کہ محض جاننا عشق و گرفتاری کا سبب نہیں ہے، اگر عشق میں محض جاننا کافی ہو تو تمام مومنوں کو شیدا و عاشق ہونا اور اپنے آپ سے اور اپنے ماسوائے آزاد ہونا چاہیے کہ (یہ) عشق کا لازمہ ہے بلکہ عشق و محبت حق جل و علا کا عطیہ ہے جو کہ جاننے پر مرتب (ہوتا) ہے اور عالمِ اسباب میں سلوک و ریاضت اور شیخِ مقتدا کی صحبت پر کہ جس نے سلوک و جذبہ کے مقامات کو طے کیا ہے موقوف ہے اور علم و معرفت کہ صوفیائے کرام جس سے ممتاز ہیں اس عشق و ولولہ کا نتیجہ ہے اور اس کا ثمرہ حق الیقین ہے جو کہ بقا کا مقام ہے (حدیثِ قدسی) من قتلتہ فانا دیتہ [جس کو میں قتل کروں تو اس کا خونبہا میں خود ہوں] اس بات کی گواہ ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جو عشق و محبت بیچونی سے تعلق رکھتا ہے وہ بے کیفی سے کچھ حصہ رکھتا ہے اور وہ باطن کا حصہ ہے کیونکہ جو سراسر چون (بیمثل) ہے اُس کا ظاہر میں سرایت کرنا کمیاب ہے اور عشقِ مجازی جو کہ چون و چند سے تعلق رکھتا ہے ظاہر کا حصہ ص۱۱۶
ہے اس لئے اس کے آثار یعنی بیقراری و بے آرامی و آہ و نعرہ اور لاغر و زرد ہو جانا ظاہر میں بہت زیادہ ہیں، عشقِ حقیقی کے برخلاف جو کہ بے کیف ہے اور یہ آثار اس میں بہت کم ہیں، اس کا اثر معشوق میں فنا ہونا اور ماسوائے آزاد ہو جانا ہے یہ عشق کی حقیقت ہے علاوہ عشق کی صورت ہے، لوگوں نے شبلی (قدس سرہٗ) سے کہا کہ آپ محبت کا دعویٰ کرتے ہیں اور حالانکہ فربہی اس کے منافی ہے، حضرت شبلیؒ نے فرمایا ؎

احب قلبی وما دری بدنی
ولو دری ما اقام فی السمن

[میرے دل نے محبت کی اور میرا بدن بے خبر ہے اور اگر وہ جانتا تو فربہ نہ رہتا]

مختصر یہ ہے کہ عشقِ مجازی میں چونکہ عاشق و معشوق کے درمیان ظاہری مناسبت موجود ہے (اس لئے) اس کے آثار ظاہر میں زیادہ نمایاں ہیں اور عشقِ حقیقی میں چونکہ یہ مناسبت مفقود ہے اس لئے اس کا اثر ظاہر میں بہت کم پایا جاتا ہے اور فنا و بقا تک جو کہ باطن کی صفات میں سے ہے پہنچتا ہے بیشک ظلال کے مقامات میں اصالت و ظلیت کی مناسبت محب اور محبوب کے درمیان موجود ہے (پس) اگر اس کے آثار ظاہر ہوں اگرچہ اجمالاً ہوں تو گنجائش رکھتا ہے اور نالہ و فغاں وغیرہ واقع ہوتا ہے، جب معاملہ ظلال سے اوپر چلا جاتا ہے بلکہ اصل بھی ظل کی مانند راستہ میں رہ جاتی ہے اور معاملہ غیب الغیب سے پڑتا ہے تو محبت کی سوزش و بے چینی بہت کم ہو جاتی ہے اس لئے کمالاتِ نبوت

www.maktabah.org

ہیں محبت کے معنیٰ ارادۂ طاعت کے ہیں نہ کہ اس کے علاوہ کچھ اور کہ جو بے چینی کا باعث ہو، یہ محبت اس محبت کی مانند ہے جو کہ ہر شخص کو اپنی ذات کے ساتھ ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ نازک ہے کیونکہ وہ تعالیٰ شانہٗ بندہ کے اس کی ذات سے بھی زیادہ قریب ہے اور (اس میں) کوئی شک نہیں ہے کہ اپنے سے زیادہ محبوب کوئی نہیں ہے الا ماشاء اللہ تعالیٰ [مگر جو کچھ اللہ تعالیٰ چاہے] اور کوئی بے چینی اس محبت میں ثابت نہیں ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ "حق جل وعلا کی عبادت کی توفیق میں اپنے آپ کو بہت قاصر و عاجز پاتا ہے اور آخرت کے کاموں کو سرانجام دینے کی قدرت اپنے اندر بہت کم دیکھتا ہے ناچار اپنی بیماری کا علاج طلب کرتا ہے" میرے مخدوم! آپ نے جو کچھ لکھا ہے فقیر کی زبان سے لکھا ہے۔ (یہ فقیر) اپنی توفیقِ مقبول کا کیا اظہار کرے اس ناکارہ سے علاج طلب کرنے کی جستجو عارضی مالک سے مستعار مانگنے اور محتاج فقیر سے سوال کرنے کی مانند ہے، مرض الاطباء (طبیب خود ہی بیمار ہیں) اس جگہ صادق آتا ہے، حق سبحانہٗ و تعالیٰ ہمیں اور آپ حضرات کو اپنی خوشنودیوں کے حصول کی توفیق عطا فرمائے اور کمال کے مراتب کی طرف ہدایت نصیب

مکتوب

میر عبدالرحمٰن کے نام حقیقتِ جامعہ و مضغۂ قلبیہ و وجوہِ اشتراک کے بیان میں تحریر فرمایا۔

حامداً للہ العظیم و مصلیاً علیٰ رسولہ الکریم۔ اللہ تعالیٰ فیوض کے دروازے ہمیشہ کھلے رکھے، گرامی نامہ جو آپ نے اس ناکارہ کے نام ارسال کیا تھا اس کے وارد ہونے سے مشرف و مسرور ہوا، آپ نے طلب کے درد اور طلب کے شوق کا اظہار کیا تھا، حق سبحانہٗ اس درد کو اور زیادہ کرے اور شوق کی چنگاری کو اور بھڑکائے یہاں تک کہ ماسویٰ سے بالکل رہا کر دے اور علمی و حبی تعلقات کو اس کے ساتھ بالکل جلا دے اور فنا و نیستی تک پہنچا دے ؎

ہیچ کس را تا نگردد او فنا   نیست رہ در بارگاہِ کبریا

[جب تک کوئی شخص فنا نہ ہو جائے اس کیلئے بارگاہِ الٰہی میں باریابی نہیں ہے]

میرے مخدوم! کبھی (لفظ) قلب بولتے ہیں اور (اس سے) قلب کی حقیقتِ جامعہ مراد لیتے ہیں جو کہ عالمِ امر سے ہے اور ذکر و تاثر و التذاذ و سکر و فنا و استہلاک جو کہ یکے بعد دیگرے آتے ہیں (یہ سب) اس کا کام ہے اور کبھی (یہ لفظ) بولتے ہیں اور (اس سے) وہ مضغۂ گوشت کا ٹکڑا کہ عالمِ خلق سے ہے مراد لیتے ہیں جو بائیں پہلو میں واقع ہے اور قلب کی حقیقتِ جامعہ کو اس مضغہ کے ساتھ خاص تعلق ہے کہ گویا اس کا

www.maktabah.org

آشیانہ و مسکن اور ٹھکانا ہے اور ایک قسم کا اتحاد ان کے درمیان موجود ہو گیا ہے کہ امتیاز گویا مفقود ہو گیا ہے اور بعض احکام میں شرکت حاصل ہو گئی ہے اور حقیقتِ جامعہ کے ذکر سے مضغہ میں بھی حرکت پیدا ہو گئی ہے روح کی طرح جو کہ عالمِ امر سے ہے اور بیچونی سے کچھ حصہ رکھتی ہے۔ (اور دہ) بدن کے ساتھ عشق و محبت ہونے کی وجہ سے بدن میں فانی ہو گئی ہے اور بدن کے احکام کے ساتھ ہم رنگ و ہم صفت ہو گئی ہے اور بدن کے توسط سے سمیع و بصیر و متکلم ہو گئی ہے اور بدن کی لذت کے ساتھ لذت یاب اور اس کے غم کے ساتھ غمزدہ اور اس کی حرکت و سکون کے ساتھ متحرک و ساکن ہو گئی ہے، پس جو ذکرِ قلبی کہ بندوں کو حاصل ہوتا ہے وہ حقیقتِ جامعہ کا ذکر ہے شروع میں اس کے وسیلہ و ہمسائیگی کی وجہ سے مضغہ (جسمانی دل) بھی ذاکر و متحرک ہو جاتا ہے۔ مختصر یہ ہے کہ ایک ذکر ہے جو کہ دونوں سے منسوب ہے اور ان کے اتصال و اتحاد اور عدمِ امتیاز کی وجہ سے ایک کا ذکر دوسرے کی طرف منسوب ہو گیا اور ایک کی حرکت کے ساتھ دوسرا متحرک ہو گیا۔ مولوی معنوی قدس سرہٗ نے فرمایا ہے ؎

چونکہ او شد گوش و چشم و دست و پائے　　　خیرہ ام در چشم بندیٔ خدائے

[چونکہ وہ کان، آنکھ، ہاتھ اور پاؤں ہو گیا ہے (اس لئے) میں خدائے تعالیٰ کی نظر بندی میں حیرت زدہ ہوں]

جس وقت بندہ کو حق جل و علا کے ساتھ یہ دید حاصل ہو جاتی ہے اگر روح و قلب کو جو کہ بیچونی سے کچھ حصہ رکھتے ہیں یہ معاملہ پیش آ جائے تو گنجائش ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "ذکرِ معدہ جو کہ بعض اکابر کی
۱۱۸ عبارت میں آیا ہے کس معنی میں ہے اور دل کا ذکر کونسا ہے اور ان دونوں (قسم کے) ذکر میں امتیاز کیا ہے؟"
میرے مخدوم! معدہ کا ایک مقام ہے اور دل کا مقام دوسرا ہے اور جو ذکر و حرکت کہ مقامِ معدہ سے ظاہر ہوتی ہے وہ ذکرِ معدہ سے منسوب ہے اور جو ذکر کہ دل کے مقام سے ظاہر ہوتا ہے وہ دل کا ذکر ہے پس ان دونوں میں امتیاز مقام کے امتیاز سے ہے۔

مکتوب ۱۷

شیخ مظفر برہانپوری کے نام مع نصائح و مواعظ کے اس بارے میں تحریر فرمایا کہ فرع جو کچھ رکھتی ہے وہ سب اصل سے ہے حتیٰ کہ شوق و محبت بھی

الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اللہ تعالیٰ فیوض کے دروازے ہمیشہ کھلے رکھے گرامی نامہ پہنچ کر خوشی کا باعث ہوا۔ آپ نے ملاقات کے شوق کا اظہار کیا تھا اس طرف کے دوستوں کو بھی

www.maktabah.org

مشتاق جانیں وانا الیھم لاشد شوقاً [اور میں اُن کی طرف زیادہ شدید شوق والا ہوں] آپ نے سنا ہوگا، عظمت و استغنائے ذاتی کے باوجود شدِ شوق اُس طرف منسوب ہوا کیونکہ جو کچھ اصل کی طرف منسوب ہے اصالت و غلبہ رکھتا ہے فرع طفیلی ہے جو کچھ رکھتی ہے اصل سے رکھتی ہے (اور) کسی معاملہ میں اپنے ساتھ استقلال نہیں رکھتی، اس کا شوق و محبت اُس جانب کے شوق و محبت کا پَرتو ہے اور اس عزّ برانہٗ کے شوق کے بے انتہا سمندر کا ایک قطرہ ہے ؎

ادائے حقِ محبت عنایتے است ز دوست — وگرنہ عاشقِ مسکیں بہیچ خورسند است

[محبت کا حق ادا کرنا دوست کی طرف سے ایک عنایت ہے ورنہ مسکین عاشق کچھ نہ ہونے کے باوجود خوش ہے]

فرع کے شوق کو اصل کے شوق و محبت کے ساتھ کیا نسبت اور کونسی مساوات ہے، اس کی محبت کا اثر ہے کہ ساری کائنات کو پردۂ عدم سے نکال کر اور وجود ایجاد کے سلسلہ کو حرکت دیکر اور غیب ہویت کے پردہ والوں کو ظہور کے میدان میں لاکر اپنے کمال و جمال کا آئینہ بنایا، اس کی محبت کی کشش ہی ہے جو کہ بے پروبال محب کو تعلقات کے گرداب سے نکال کر عظمت و کبریائی کے سراپردوں میں پہنچاتی ہے اور پچاس ہزار سال کے راستہ کو تھوڑے عرصہ میں قطع کرادیتی ہے ورنہ محب بیچارے کی سعی و کوشش سے کیا بنتا اور اس کی محبت سے کیا حاصل ہوتا ہے ؎

مرا گر توسنِ دل نیست در راہ — کمندِ زلفِ اُو ہم نیست کوتاہ

[اگر میرے دل کا گھوڑا راستہ میں نہیں پڑ (تو کیا ہوا) اس کی زلف کی کمند بھی تو کوتاہ نہیں ہے]

بات دوسری طرف چلی گئی۔ آپ نے نصیحتیں طلب کی تھیں، میرے مخدوم! سنت کی اتباع میں جان (و دل) کے ساتھ کوشش کریں، جزوی و کلی (امور) اور عادات و عبادات میں سرورِ دین و دنیا علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مشابہت پیدا کرنے کو بہت بڑی سعادت جانیں اور برکات کا پھل اور بلند درجات کا نتیجہ دینے والا تصور کریں، محبوب کی مشابہت کرنے والے محبوب اور اس کی
(ص ۱۹، پ ۳ ع ۱۲، ۳۱) پیروی کرنے والے بہت پسندیدہ (ہوتے) ہیں، آیتِ کریمہ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ [آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا] اس معنی کی شاہد ہے، اوقات کو (ذکر سے) آباد رکھیں اور خلوت کی طرف راغب رہیں اور نماز کو طول قیام کے ساتھ ادا کریں اور اندھیری راتوں کو گریہ و استغفار کے ساتھ منور رکھیں، کلمۂ طیبہ کی تکرار اسقدر کریں کہ تمام خواہشات سے خالی ہوجائیں اور حق جل و علا کے ارادہ کے ساتھ قائم ہوجائیں اور وجود اور وجود کے تابع کمالات کی اپنے آپ سے نفی کریں یہانتک کہ سب کی نفی ہوجائے اور ذاتی عدمیت رونما

www.maktabah.org

ہو جائے اور (نفسِ) امارہ کی انانیت (سرکشی) جڑ سے اکھڑ جائے اور تمام کمالات اصل کی طرف لوٹ جائیں یہاں تک کہ ذکر و حضور بھی نہ رہے، ولاین کر اللہ الا اللہ [اور اللہ ہی اللہ کو یاد کرتا ہے] درمیان میں آجائے جو واقعات کہ آپ نے دیکھے اور لکھے ہیں نیک و واضح ہیں اور خوشخبریاں ہیں۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۷۲

محمد سعید سہارنپوری کے نام بلند ہمت ہونے اور مشاہدات و مکاشفات کی طرف توجہ نہ کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

حامداً للہ العظیم و مصلیاً علیٰ رسولہ الکریم۔ اللہ تعالیٰ فیوض کے دروازے ہمیشہ کھلے رکھے، آپ کے مکتوباتِ گرامی یکے بعد دیگرے پہنچ کر مسرت بخش ہوئے، آپ نے ملاقات کے شوق اور جدائی کے درد کا اظہار کیا تھا امید ہے کہ اس شوق کی آگ سر بلند ہوگی اور عشق کا شعلہ اور زیادہ بھڑکے گا تاکہ ماسوا سے پوری طرح رہائی دلائے اور اس تعالیٰ شانہٗ کے ماسوا کے ساتھ علمی و حبی تعلقات کو بالکل جلا دے اور موہوم ہستی جو کہ حقیقی نیستی (فنا) کے لئے حجاب ہے دور ہو جائے اور حقیقی فنا و تحقیقی نیستی ظاہر ہو جائے اور اس نیستی کے جال سے ہستی کو شکار کرے۔ میرے مخدوم! ہمارے بزرگوں کے طریقہ میں فائدہ پہنچانا اور فائدہ حاصل کرنا انعکاسی و انصباغی (عکس قبول کرنے اور رنگا جانے کے طور پر) ہے مریدِ صادق اس رابطہ محبت کی وجہ سے جو کہ وہ شیخِ مقتدا کے ساتھ رکھتا ہے ساعت بساعت اس کے رنگ میں رنگا جاتا ہے اور حضور و غیبت میں اس عشق کی کشش سے اس کے پوشیدہ معانی (اسرار) کو حاصل کر لیتا ہے خواہ وہ اس حقیقت کو جانے یا نہ جانے لیکن حضور و صحبت کی تاثیر زیادہ قوی ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ "نفی و اثبات سے گزر کر (ایسا) معلوم ہوتا ہے کہ (معاملہ) مذکور کے مشاہد تک پہنچتا ہے" میرے مخدوم! اس قسم کے مکاشفات و تجلیات (اس) راستہ کے سالکوں کو پیش آتے ہیں انجام کار ان سب سے گذر جانا چاہئے اور جہل و حیرت میں آجانا چاہئے، بلند ہمت کو چاہئے کہ ان ظہورات پر فریفتہ نہ ہو جائے اور اس قسم کے مشاہدات کے ساتھ مطلبِ اعلیٰ سے رک نہ جائے حضرت
ص۱۲۰ خواجہ نقشبند قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ "جو کچھ دیکھا سنا اور جانا گیا ہے وہ سب غیر (ماسوی اللہ) ہے" کلمہ "لا" کی حقیقت کے ساتھ اس کی نفی کرنی چاہئے جس قدر ہو سکے نفی و اثبات کا تکرار کرتے رہیں اور تمام مشہودات و متخیلات کو "لا" کے تحت میں لائیں اور جب آپ مغلوب ہو جائیں اور ورد پر غالب آجائے اور آپ کو اپنے آپ سے بیخود کر دے تو اور بات ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "میں اس کو غیبت کہوں یا حضور یا

www.maktabah.org

(یہ) شوقی صورت اور ذوقی لذت ہے" چونکہ اس وقت میں ماسویٰ سے غیبت اور حق جل وعلا کا حضور ہے اور شوق کی صورت اور ذوق کی لذت اس غیبت و حضور میں لے آئی ہے (اس لئے) جو کچھ کہا گیا گنجائش رکھتا ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "اکثر اوقات سُکر لاحق ہے" اس انعام کا بھی شکر بجا لائیں اور "ھل من مزید" (کیا اور ہے) کہتے ہوئے اس سے آگے کوشش کریں اور صحو و بندگی کا مقام تلاش کریں۔

مکتوب ۳

شیخ بازید کے نام اس بیان میں تحریر فرمایا کہ باطنی احوال کا علم زائد خوبیوں میں سے ہے، نفسِ وصول میں اربابِ علم و اربابِ جہل برابر ہیں۔

اللہ تعالیٰ فیوض کے دروازے ہمیشہ کھلے رکھے، مکتوب شریف نے پہنچکر خوش وقت کیا، آپ نے حرمان و یاس آمیز واردات لکھی تھیں کیا کیا جا سکتا ہے آپ (نسبت کے) علم سے بہت کم حصہ رکھتے ہیں، آپ کا باطن اخذ کی ہوئی نسبت سے معمور ہے اور قرب کے درجات میں محو پرواز ہے۔ ہمارے حضرت عالی قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ نے تحریر فرمایا ہے کہ "نسبت جسقدر زیادہ بلند ہو جاتی ہے جہالت (عدمِ علم) سے زیادہ نزدیک ہو جاتی ہے"۔ آپ غم نہ کھائیں اور ذکر و فکر میں ہمیشہ مشغول رہیں اور (ان کے ساتھ) نسبتِ باطن کو قوی کریں کیونکہ باطن کی ترقی اعمالِ ظاہر کے ساتھ وابستہ ہے، اربابِ علم و اربابِ جہل نفسِ وصول و قرب میں برابر ہیں فرق صرف وصول و قرب کے علم کے ہونے یا نہ ہونے کا ہے جو کہ زائد خوبیوں میں سے ہے اگر آپ کو (نسبت کا) علم کم ہے تو کسی دوسرے کے علم کو کافی جانیں اور خواب و خیال کے عدم اور استخارہ میں کسی امر کے ظاہر نہ ہونے سے غمزدہ نہ ہوں کیونکہ ولایت و قرب ان کے ساتھ وابستہ نہیں ہے اور ان میں سے کسی ایک کے نہ ہونے سے کمال میں نقصان نہیں آتا اور ہمت بلند رکھیں اور مقصدِ اعلیٰ میں لگ جائیں زائد خوبیاں اگرچہ نہ پائی جائیں ؎

تو مباش اصلا کمال این ست وبس　　رو در و گم شو وصال این ست وبس

[تو ہرگز نہ رہ، کمال یہی ہے اور بس۔ جا اس میں گُم (فنا) ہو جا، وصال یہی ہے اور بس]

اور اگر آپ کام کی حقیقت کے متعلق پوچھتے ہیں (تو جواب یہ ہے کہ) تمام لوگ ذاتِ اقدس کے مرتبہ (تک رسائی) سے محرومی و جہل کے ساتھ موصوف ہیں اور اربابِ علم و جہل کو اس بلند بارگاہ (کی رسائی) سے مایوسی دامنگیر ہے علم و شہود اور تمام گفتگو ظلال کے مراتب اور صفات و افعال کے مراتب میں ہے ص (۳۱)

www.maktabah.org

اور ذاتِ مقدس کے مرتبہ میں حیرت و جہل کے سوا کوئی چیز نہیں ہے اعرفھم باللہ اشدھم تحیراً فیہ [اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پہچاننے والا اُس (اللہ) کے بارے میں سب سے زیادہ حیرت میں ہے] ؎

ازیں خانہ آوازے پائے نخاست ہمیں دستِ من حلقہ بردر شکست

[اس گھر سے کسی پاؤں کی آواز نہیں آئی میرے ہی ہاتھ نے دروازے کی زنجیر توڑدی] والسلام اولاً و اٰخراً۔

مکتوب

نیز شیخ بایزید کے نام سفرِ حج اختیار کرنے کے بیان میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ تصوف کی حقیقت اضطراب و بیقراری ہے۔

اللہ تعالیٰ ماسویٰ کی گرفتاری سے آزاد کرے اور باطنی جذبات (کیفیات) کے ساتھ لذت اندوز و خوشوقت رکھے، گرامی نامہ پہنچ کر مسرت کا باعث ہوا۔ میرے مخدوم! ہم امید رکھتے ہیں کہ اس مہینے کے آخری دنوں میں جو کہ ماہِ ذی الحجہ ہے بائیس ۲۲ سے انتیس ۲۹ تاریخ تک کسی روز سرہند سے روانگی واقع ہو جائے تو سورت کی بندرگاہ سے کعبۂ مقصود تک پہنچنا حاصل ہو جائے۔ ع

تا درمیانہ خواستۂ کردگار چیست [دیکھنا اس میں اللہ تعالیٰ کی کیا مرضی ہے]

اگرچہ محدود عقل عالمِ اسباب پر نظر کرنے کی پابند ہوتی ہے لیکن عشق کے راستے میں عقل کی پابندی سے قدرے باہر آجانا چاہئے اور نگاہ اسباب پیدا کرنے والے حق تعالیٰ پر مرکوز کردینی چاہئے کسی نے خوب کہا ہے ؎

دل اندر زلفِ لیلیٰ بند و کار از عقلِ مجنوں کن کہ عاشق را زیاں دارد مقالاتِ خردمندی

[دل کو لیلیٰ کی زلف کا اسیر بنا اور مجنوں کی عقل سے کام کر کیونکہ عقلمندی کی باتیں کرنا عاشق کے لئے نقصان دہ ہے]

جو واقعہ کہ آپ نے دیکھا اور لکھا تھا نیک و واضح ہے حق سبحانہٗ متوقع امور کو قوت سے فعل میں لائے اور طلب میں ذوق و شوق عطا فرمائے تاکہ ماسوا سے رہا کر دے انہ قریب مجیب [بیشک وہ قریب ہے (اور) قبول کرنے والا ہے] کسی بزرگ نے کہا ہے کہ تصوف اضطراب ہے جب سکون آگیا تو تصوف نہیں رہا۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ سالک کو اس صفت کے ساتھ ہونا چاہئے جو کہ اس آیت کریمہ میں مذکور ہے۔ حَتّٰی اِذَا ضَاقَتْ عَلَیْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَیْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّا اِلَیْهِ الآیہ [یہاں تک کہ جب زمین اپنی وسعت کے باوجود توبہ ۱۱۸
اُن پر تنگ ہوگئی اور ان کی جانیں (بھی) ان پر تنگ ہوگئیں اور انھوں نے گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی جائے پناہ نہیں ہے]

www.maktabah.org

دیگر یہ کہ ہم نے آپ کو خدائے تعالیٰ کے سپرد کیا آپ کہاں زحمت اٹھائیں گے آپ ہمیں بھی خدائے جل وعلا کے سپرد کر دیں اور خاتمہ کی سلامتی کی دعا کے ساتھ یاد کرتے رہیں ؎

گر بماندیم زندہ بر دوزیم — دامنے کز فراق چاک شدہ

۱۲۶ ور بمردیم عذرِ ما بپذیر — اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

[اگر ہم زندہ رہے تو اس دامن کو جو جدائی سے پھٹ گیا ہے سی لیں گے اور اگر ہم مر گئے تو ہمارا عذر قبول کر کیونکہ بہت سی آرزوئیں ہیں جو خاک ہو گئی ہیں] والسلام اولاً و آخراً

مکتوب ۷۵

ایک اہلِ طریقت خاتون کے نام تعزیت و نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ و تبلیغ دعوات کے بعد ہمشیرۂ عفیفہ محترمہ سے عرض کرتا ہے کہ خبرِ وحشت اثر سننے (کی) سے کیا لکھے کہ کس قدر غم و اندوہ پیدا ہوا لیکن چونکہ مولائے حقیقی جل شانہٗ کی تقدیر و ارادے سے ہے (اس لیے) صبر و شکیبائی کے بغیر چارہ نہیں ہے اور تسلیم و رضا کے سوا گذارہ نہیں ہے، اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ؁ ۲/۱۵۶
[بلاشبہ ہم اللہ کے ہیں اور اسی کی طرف رجوع کرنے والے ہیں] چونکہ آپ کی دنیا چلی گئی ہے حق سبحانہٗ آپ کو آخرت نصیب فرمائے اور اپنی محبت عطا فرمائے اور اپنے ساتھ آشنائی اور ما سوا سے رہائی نصیب کرے اور آپ کے اوقات کو اُس تعالیٰ شانہٗ کی یاد کے ساتھ آباد رکھیں اور اموات کو دعا و فاتحہ کے ساتھ یاد کریں۔ آجکل میں ہم بھی اُس جماعت کے ساتھ ملنے والے ہیں اور مال و اسباب سے جدا ہو جائیں گے اور اولاد و اقارب کو رخصت کریں گے آخرت کا توشہ تیار کریں اور قبر و قیامت کو نصب العین بنائیں حق سبحانہٗ آپ کو اجرِ عظیم عنایت فرمائے اور ظاہر و باطن کا اطمینان عطا فرمائے، انہ قریب مجیب [بے شک وہ قریب ہے اور قبول کرنے والا ہے]۔

مکتوب ۷۶

فضیلت مآب شیخ آدم مفتی کے نام اس بیان میں تحریر فرمایا کہ نماز میں صرف نماز کی تکمیل ہی کی کوشش کرنی چاہیے اور خاتم انبیاء علیہ و علیہم الصلوات والتسلیمات کے زمانہ میں قطبیت و قیومیت کا منصب آنسرور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے تھا۔

www.maktabah.org

حامداً للہ العظیم و مصلیاً علیٰ رسولہ الکریم، اللہ تعالیٰ فیوض کے دروازے ہمیشہ کھلے رکھے (آپ کے) گرامی نامے یکے بعد دیگرے پہنچ کر مسرت کا باعث ہوئے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "مقتدی امام کے پیچھے ذکرِ نفی اثبات کے ساتھ مشغول ہو یا نہ ہو؟" میرے مخدوم! مقتدی و غیر مقتدی (سب) کو چاہیے کہ نماز میں نماز کے ارکان کے ساتھ پابند رہے اس کے آداب و سنن میں کوشش کرے، ذکرِ نفی و اثبات کے لئے اوقات بہت ہیں
۱۲۳ نماز کے اندر نماز کی تکمیل میں مشغول ہوں کہ (یہ) اعمال میں افضل اور مقربات میں اکمل ہے ہاں اگر حضورِ دل
وقوفِ قلبی میں کوشش کریں تو مستحسن معلوم ہوتا ہے لاصلوٰۃ الا بحضور القلب [حضورِ قلب کے بغیر نماز نہیں ہے] وارد ہوا ہے ———— اور نیز آپ نے لکھا تھا کہ "کسی عبارت میں وارد ہوا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے وقت کے قطبِ ارشاد ہوئے ہیں کیا اُس وقت میں قیومیت کی نسبت کوئی رکھتا تھا؟ اگر آنسرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام رکھتے تھے تو آپ کو قیوم ہونے کے باوجود قطبِ ارشاد کیوں کہتے ہیں اور کونسا فائدہ اس میں ہے حالانکہ قطبیت کی نسبت قیومیت کی نسبت سے نیچے ہے؟" آپ جان لیں کہ لفظ قطبِ ارشاد و مدار وغیرہ اہلِ شرع کی زبان میں وارد نہیں ہیں اور صوفیائے کرام کی اصطلاحات و مکشوفات میں سے ہیں، اور نسبتِ قیومیت حضرتِ عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہ) کا مکشوف ہے، معلوم نہیں ہے کہ اُن حضرت عالیؒ سے ۔ اولیاء اللہ میں سے کسی نے یہ بات کہی ہو (لوازم) اس کے اسرار کے ساتھ متحقق ہوا ہو صوفیہ کے مطابق ولایت کے طریقوں میں کمال الکمال قطبیتِ ارشاد ہے جس کو بزرگوں نے آنسرور (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے ساتھ نسبت دی ہے۔ نسبتِ قیومیت جبکہ اُس زمانہ میں ظاہر نہیں ہوئی تھی وہ حضرات کہاں سے (اس کا) اطلاق کرتے، اب جبکہ ظاہر ہو گئی ہے، ہم کہتے ہیں کہ یہ نسبتِ عالیہ آنسرور (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے زمانہ میں آنسرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کو تفویض ہوئی تھی اور شایان نہیں ہے کہ نسبتِ قیومیت اس وقت میں آپ کے علاوہ کسی اور کے لئے ہو اور کسی دوسرے سے منسوب ہو ———— اور نیز آپ نے لکھا تھا کہ "میں مراقبہ میں بیٹھا ہوا تھا یہ عبارت ظاہر ہوئی کہ تجلی ذاتی اس سے عبارت ہے کہ متجلی لہٗ (جس کے لئے تجلی ظاہر ہوئی ہو) کو بیچونی سے کچھ حصہ دیدیں" میرے مخدوم! جو کچھ ظاہر ہوا ہے بہت اعلیٰ ہے، آپ کی موجودہ حالت سے وہ بلند معلوم ہوتا ہے بشارت ہے امیدوار رہیں ؎

اگر ایں لحظہ ممکن کارِ شب نیست
ز بختِ مقبلاں ایں ہم عجب نیست

[اگرچہ اس وقت رات کا کام ممکن نہیں ہے لیکن اقبال مندوں کے نصیب سے یہ بھی عجب نہیں ہے]

والسلام

www.maktabah.org

مکتوب ۲

نیز فضائل مآب مخدوم آدم (ٹھٹھی) کے نام ان کے سوالوں کے جواب میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ اور ارسالِ تسلیمات کے بعد (عرض ہے) کہ آپ کا مکتوب شریف جو کہ دوستوں کی سلامتی اور ان کی دلجمعی کی خبر دینے والا تھا پہنچا اور اس سے خوشی و شادمانی حاصل ہوئی۔ آپ نے مجھ سے یہ دریافت کیا ہے کہ "جو شخص اموات کی ارواح کے لئے کلمۂ توحید ستر ہزار مرتبہ پڑھے کیا اس کے لئے جائز ہے کہ اس (کلمۂ توحید کے) تکرار سے اس کے ارادوں کی نفی ہو جائے اور اس کو وہ معنی جو صوفیہ نے مراد لئے ہیں (یعنی لا مقصود الا اللہ) ملحوظ ہوتے ہیں یا نہیں اور علماء کے نزدیک جو معنی مسلم ہیں (یعنی لا معبود الا اللہ) ان کے ملحوظ ہونے کی صورت میں ان دونوں کا جمع کرنا جائز ہے یا نہیں؟" میں کہتا ہوں کہ اس کے جواز میں کوئی کلام نہیں ہے بلکہ اس سے ارادوں کی نفی ہو جاتی ہے وہ قبولیت کے زیادہ قریب اور آفاتِ نفس سے زیادہ دور ہے اور اس (نفس) کی فنا میں زیادہ دخیل ہو جاتا ہے۔ کسی عارف نے کہا ہے کہ وجودِ بشریت کی نفی میں ایک ساعت کوشش کرنا تکلف کے ساتھ عبادت کرنے والوں کی کئی سال کی عبادت سے بہتر ہے اور علماء اس معنی کی نفی نہیں کرتے بلکہ قریب ہے کہ وہ اس (معنی) کو پسند کریں اور وہ (علماء) اس معنی کی نفی کس طرح کریں گے (یعنی نہیں کریں گے) حالانکہ وہ معنی (وجودِ بشریت کی نفی میں کوشش کرنا) خلاصۂ عبادت و مقصودِ طاعت اور جہادِ اکبر کے لئے مستعمل اور حصولِ اخلاص کا ذریعہ ہے جو کہ شریعت کا تیسرا جزو ہے اور جو معنی علماء نے مراد لئے ہیں وہ صوفیہ نے بھی مراد لئے ہیں اور وہ (صوفیہ) مقصود و معبود دونوں کی نفی کرتے ہیں لیکن مقامات کے اختلاف کے ساتھ۔

نیز آپ نے دریافت کیا ہے کہ "جو لوگ اپنے باپ دادا جو کہ مرشد (پیر) تھے کے مقلد و مرید ہیں بغیر اس کے کہ ان کے طریقہ پر چلیں ان کی جانشینی کی پگڑیاں باندھتے ہیں کیا ان کے لئے اپنے بزرگ باپ دادا کی طرح اپنی خلوت میں مصافحہ کے ساتھ لوگوں کو مرید بنانا اور توبہ کی تلقین کرنا جائز ہے؟" پس ہم کہتے ہیں کہ ہمارے طریقہ میں مرید کرنا سیکھنے، سکھانے اور تکمیل کے ساتھ ہے، پس جو شخص کہ (خود) کامل نہیں ہے وہ دوسروں کی تکمیل کیسے کرے گا۔ جبکہ تکمیل کمال کی فرع ہے اور اس کو تقلیداً[1] مرید بنانا کس طرح جائز ہوگا؟

[1] اس عربی مکتوب میں یہ لفظ المتعلمین یا تعلماً مبہم چھپا ہوا ہے غالباً تعلماً مبہم یا تعلماً مبہم صحیح ہوگا کیونکہ عام سکی جمع ... آئی ہے ہم نے اسی لحاظ سے ترجمہ کیا ہے اور یہاں حاشیہ پر نسخہ المتعلمین یا تعلماً مبہم درج ہے اس لحاظ سے ترجمہ یہ ہوگا: ان ... کے اعمال تصنع کے طور پر از خود سیکھتے ہیں بغیر اس کے کہ ان کے طریقہ پر چلیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (مترجم)

www.maktabah.org

مکتوب ۸

شیخ بدرالدین کے نام طالبین کی طرف توجہ کرنے اور امراض و تکالیف کے دفعیہ اور اموات کے درجات کی ترقی کے لئے توجہ کرنے کی کیفیت اور مختلف اشغال کے درمیان ترتیب اور اس کے مناسب بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد للّٰہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ: اما بعد پس بیشک برادرِ اعز و اکرم صاحبِ کمالات واصلِ درجاتِ عالیہ، ہدایت کے سورج ہمیشہ اس پر طلوع کرتے رہیں اور اس کے افادے کے انوار طالبوں پر چمکتے رہیں، آپ نے چند امور کے متعلق پوچھا ہے پس میں اپنی فہم و ادراک کے مطابق ان کے جوابات شروع کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ مددگار ہے اور اسی پر بھروسہ ہے۔ پس ذکر و شغل کے اقسام جیسا کہ (نظم) مکتوب میں تفصیل کے ساتھ ذکر کئے گئے ہیں پس آپ اس سے استفادہ کریں، اور البتہ توجہ کی کیفیت ذکرِ اسمِ ذات تعالیٰ وغیرہ مختلف اشغال میں ایک ہی ہے اور اس بارے میں بہتر یہ ہے کہ توجہ کرنے والا شخص بھلائی کی طرف (دیکھیں) ہو جائے اور جس امر کی طرف توجہ کرنی ہے اس کو اپنا مطمحِ نظر بنا لے اور یہی طریقہ امراض و تکالیف ۱۲۵
کو دفع کرنے اور مراد کے پانے اور مقصد کے حاصل کرنے کے لئے توجہ کرنے میں ہے اور رہا ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف سالک کی ترقی میں توجہ کرنا تو وہ یہ ہے کہ مذکورہ طریقہ کے ساتھ اس کو اس مقام کی طرف کھینچے جو سالک چاہتا ہے اور اگر اس کی ترقی چاہے لیکن کوئی معین مقام ملحوظ نہ ہو تو اس کو اوپر (عروج) کی طرف کھینچے اور اسی طرح اموات کی طرف توجہ کرے اور اگر ان کی ترقی چاہے تو ان کو بھی اسی طرح (عروج کی جانب) کھینچے، اور البتہ (طالبین کی) صلاحیتوں کا پہچاننا اور یہ پہچاننا کہ ہر استعداد کو ذکر و شغل وغیرہ میں سے کونسی قسم کے ساتھ مناسبت ہے تو ان امور کا تفصیلی علم اور ان میں تمیز کرنا بلاشبہ صاحبِ علم ہی کی شان ہے جس کو کہ اپنے احوال اور اپنے مریدوں کے احوال کا تفصیل کے ساتھ علم دیا گیا ہو لیکن اجمالی علم والا اور (یا) جس کو کہ بالکل علم نہیں ہے تو اس کے حال کے مناسب اس طریقہ پر ذکر کی تعلیم دینا ہے جو اس نے اپنے شیخ سے سنا ہے اور اپنے شیخ کے طریقوں سے سمجھا ہے اور ہمارا طریقہ اکثر حالات میں اسمِ ذات کو مقدم کرنا ہے، پس اگر طالب اس سے متاثر نہیں ہوتا تو ہم اس کو محض وقوفِ قلبی کا امر کرتے ہیں اور اس کی طرف توجہ کراتے ہیں یہاں تک کہ جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اثر قبول کر لیا ہے، پھر نفی و اثبات اور تمام اشغال (مراقبات وغیرہ) بتاتے ہیں۔ سالک کے اشغال (مراقبات) کا طریقہ سیکھنے کے بعد اس کو کہہ دیا جاتا ہے کہ توجہ کو ان (مراقبات) میں اختیار ہے پس جس شغل سے توجہ کو تفرقہ سے دوری

www.maktabah.org

اور جمعی سے نزدیکی حاصل ہوتی ہے تو اس میں مشغول ہو جا لیکن نفی و اثبات میں مشغول ہونا ترقی میں زیادہ دخل رکھتا ہے اور باطن کو منور کرنے اور تعلقات و حدیث نفس (خیالات و وساوس) سے رہائی دلانے کے زیادہ قریب ہے اور جب سالک پر حضور و استغراق غالب آجاتا ہے تو جبتک وہ اس حالت میں رہے اس کو اس کی حفاظت کرنے اور ذکر ترک کرنے کا امر کیا جاتا ہے، اور جن چیزوں کا جاننا ضروری ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ ہمارے شیخ و امام (حضرت مجدد الف ثانی) قدسنا اللہ بسرہ الاقدس نے اگرچہ اپنے کسی رسالہ میں تحریر فرمایا ہے کہ شیخ کو چاہیے کہ طالب کو ذکر و شغل کے طریقوں میں سے وہ طریقہ سکھائے جو اس کے حال کے مناسب اور اس کی استعداد و قابلیت کے لائق ہو لیکن آخری زمانہ میں آن (قدس سرہٗ) کا طریقہ تمام طالبین کے لئے اسمِ ذات کی تعلیم کو مقدم کرنا تھا اُن کی صلاحیتوں کے اختلاف کے باوجود ان میں کوئی فرق نہیں کرتے تھے الّا ما شاء اللہ تعالیٰ، اور اس میں راز یہ تھا جو پہلے کسی مکتوب میں لکھا جا چکا ہے کہ آپ (قدس سرہ) کے ابتدائے حال میں آپ کی سیر اطوارِ ولایت میں تھی اس لئے کہ ولایت کا کمال جذبہ و سلوک کے ساتھ وابستہ ہے اور یہ دونوں ولایت کے جزو رکن ہیں ولایت ان دونوں کے بغیر متحقق نہیں ہوتی، پس کمالاتِ ولایت میں شیخ کے لئے ضروری ہے کہ مرید کے حال کا لحاظ رکھے اور اس کو اس کی استعداد کے مناسب طریقہ سکھائے اور جو طریقہ اس کی استعداد کے خلاف ہو وہ نہ سکھائے اس کے لئے سلوک کو آسان کرے تاکہ اس کے کام میں خلل نہ پڑے مثلاً جب کسی کی استعداد جذبہ کے مناسب ہو تو اس کو وہ طریقہ سکھائے جو جذبہ کے مناسب ہو اور اگر وہ اس کو ایسا طریقہ سکھائے گا جو سلوک کے مناسب

ص ۱۲۶ ہوگا تو اس کے کام میں خلل واقع ہوگا اور دیر لگے گی یا سلوک میں دشواری پیش آئے گی اور شیخ و سالک (دونوں) کو اس (سالک کے) امر کی اصلاح میں مشقت اٹھانی پڑے گی۔ اور جب (حضرت عالی) قدسنا اللہ تعالیٰ بسرہ نے اطوارِ ولایت سے ترقی کی اور تبعیت و وراثت کے ذریعہ کمالاتِ نبوت تک پہنچے تو وہ جذبہ و سلوک کے دائرہ سے نکل گئے کیونکہ کمالاتِ نبوت ان دونوں (جذبہ و سلوک) سے وابستہ نہیں ہیں بلکہ ان دونوں سے اوپر ہیں اور اس طریق میں سالک کی ترقی محض شیخ کی صحبت و محبت اور شریعت عالیہ و سنت نبویہ مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے اطوار کے اتباع کے ساتھ اُس (شیخ) کے آداب کو ملحوظ رکھنے سے ہے، پس طالب اس شیخ کی صحبت میں بتدریج اپنی استعداد کے کمال تک بلکہ اپنے شیخ کے کمالات تک بھی پہنچ جاتا ہے اور شیخ کو اس بات کی ضرورت نہیں رہتی کہ اس کو اس کی استعداد کے مناسب طریقے کی طرف رہنمائی کرے، اس وقت طالب کو ذکر کی تعلیم کرنا تسلّی کے لئے ہے اور اگرچہ ذکر فی نفسہٖ مفید بھی ہے لیکن وصول کا مدار نہیں ہے، بیشک مدارِ (وصول) وہ صحبت ہے جو

www.maktabah.org

صاحبِ صحبت میں فنا ہونے (یعنی فنافی الشیخ ہونے) کے ساتھ ہو جیسا کہ صدرِ اول (ابتدائے اسلام) میں تھا جبکہ صحابہ اور تابعین (رضی اللہ عنہم اجمعین) محض صحبت سے لا انتہا کمالات تک پہنچتے تھے، یہ بات تو یہاں ختم ہوئی۔ اور اس مکتوب کا مضمون لکھنے کے بعد دل میں خیال آیا کہ ماہ جیو کے نام والے مکتوب کو عربی میں ترجمہ کردوں اور اس میں دوسرے فوائد کا اضافہ کروں اور اس (اضافہ) کو اُس مکتوب کا تتمہ بنادوں کیونکہ وہ مکتوب فارسی زبان میں ہے اور اہلِ عرب اس کے سمجھنے سے قاصر ہیں عربی کے علاوہ کسی اور زبان سے کم ہی فائدہ اٹھاتے ہیں اور جب میں نے اس مکتوب کو تلاش کیا تو میں نے اس کو عربی میں پایا جس کو کسی دوست نے عربی میں ترجمہ کردیا ہے پس اُس نے ہم کو عربی ترجمہ کرنے کی محنت سے بے نیاز کردیا پس ہم اس کو کسی دوسرے پرچے میں ارسال کررہے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ وہ آپ کے مطالعہ میں آجائے گا۔

مکتوب ۷۹

محمد بن محمد طیب مجاہد عامری تہامی کی جانب اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرنے کے فضائل اور قلب کے ذکر کے ساتھ منور ہونے اور اس سے حدیثِ نفس کی نفی ہوجانے اور نفس کی فنا و بقا کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی اما بعد، پس آپ کا مکتوب گرامی جو شوق و محبت کی خبر دینے والا ہے پہنچا ہے اور اسی طرح ہم بھی دوستوں کی ملاقات کی طرف شوق و رغبت رکھتے ہیں۔ الا طال شوق الابرار الی لقائی وانا الیہم لاشد شوقا [آگاہ رہو کہ ابرار کا شوق میری ملاقات کے لئے بہت بڑھ گیا ہے اور میں ان (کی ملاقات) کے لئے بہت زیادہ شوق رکھتا ہوں، حدیثِ قدسی]۔ آپ کا مکتوب اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے لئے آپس میں محبت کرنے والوں کے ذکر کے ساتھ حُبّ فی اللہ کو برانگیختہ کرنے والا ہے، یہ وہ لوگ ہیں جن کے چہروں میں کامیابی ہے اور ان کے لئے قیامت کے روز نور کے منبر رکھے جائیں گے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے، کائنات کی کوئی چیز اس محبت کے برابر نہیں ہے پس محبت ہی کے ذریعہ قرب و معیت حاصل کی جاتی ہے اور محبت ہی کے ساتھ بارگاہِ صمدیت کے اسرار منکشف ہوتے ہیں محبت ہی سے فنا حاصل کی جاتی ہے اور محبت ہی سے بقا کا مشاہدہ کیا جاتا ہے اور محبت ہی سے مریدِ صادق ص ۱۲۷
اپنے شیخ (پیر) کے کمالات اور اس کے مخفی معانی کو اخذ کرتا ہے اور محبت ہی سے اس کے روشن انوار اور بلند اسرار کے ساتھ متحقق ہوتا ہے، (چاہیے کہ) تُو اس محبت کے سمندر میں ہمیشہ غوطہ زن اور شوق و وجد کے جذبات کے ساتھ رقص کُناں رہے پس اے بھائی! تجھ پر لازم ہے کہ ذکر و مراقبہ پر ہمیشگی کرے

www.maktabah.org

یہاں تک کہ قلب ذکر سے منور ہو جائے اور حضور (اس کی) لازمی صفت ہو جائے جو اُس سے ہرگز کبھی زائل نہ ہو جیسا کہ سننا قوتِ سامعہ کے لئے اور دیکھنا قوتِ باصرہ کے لئے (لازمی صفت) ہے اور تجھ پر اذکار و مراقبات کی مدد سے باطن سے خطرات و حدیثِ نفس (وساوس) کی نفی کرنا لازم ہے یہاں تک کہ باطن کی کتاب سے ماسوائے رحمٰن (غیر اللہ) محو ہو جائے اور اس (اللہ تعالیٰ) کے ماسوا سب کچھ ایسا ہو جائے گویا کہ نسیان (بھول) کی مکڑیوں نے اس پر جالے تن دیئے ہیں، اور تجھ پر کلمہ نفی و اثبات کے ذریعہ مقاصد اور ارادوں کی نفی کرنا لازم ہے یہاں تک کہ حق تعالیٰ) کے سوا تیرا کوئی مقصد نہ رہے اور اس (تعالیٰ شانہ) کی مراد و رضا طلب کرنے کے سوا اور کوئی مراد نہ رہے اور وجود و کمالاتِ تابع وجود میں سے جو کچھ تیری طرف منسوب ہے اس کی نفی کرنے میں اس کلمہ طیبہ کی مدد سے کوشش کر یہاں تک کہ اُن کا تیری طرف منسوب ہونا جاتا رہے اور تو کمال و حُسن و جمال سب کو مِلکِ جبار صاحب حسن و کمال (اللہ تعالیٰ) کی طرف راجع دیکھے اور تو اپنے نفس کو ان سب سے خالی اور ان کے لباس سے عاری دیکھے پس اس وقت ان کی حقیقت منکشف ہو جاتی اور ان کی ماہیت جلوہ گر ہوتی ہے کیونکہ ممکن کی حقیقت عدم ہے اور وجود و حیات اور تمام کمالات اس میں مرتبہ وجوب تعالیٰ سے مستفاد و مستعار ہیں پس عاریتی کمالات کا اپنی ذات کے لئے دعویٰ کرنا باطل ہے اور غیر سے عاریتاً لئے ہوئے کمال کے لحاظ سے اس (نفس) کے کامل ہونے کا خیال کرنا ایک فاسد تخیل ہے، کسی نے فارسی شعر میں کیا اچھا کہا ہے رباعی

وصافیِ خود برغمِ حاسد تا کے   ترویجِ چنیں متاع کاسد تا کے
تو معدومی خیالِ ہستی از تو   فاسد باشد خیالِ فاسد تا کے

[تو حاسد کے خلاف مرضی اپنی تعریف کب تک کرتا رہے گا تو ایسی کھوٹی پونجی کو کب تک رواج دیتا رہے گا تو معدوم (نیست) ہے تیرا اپنی ہستی کا خیال کرنا فاسد ہے تو یہ خیالِ فاسد کب تک کرتا رہے گا]۔ اور نفس اس دعویٰ و تخیل و انانیت (خودی) کے ساتھ اپنے رب سے دشمنی اور اس کے کمالات میں شرک کرنے والا ہو جائے گا، حدیث شریف میں وارد ہوا ہے تو اپنے نفس کو دشمن سمجھ کیونکہ وہ میری دشمنی پر کمر بستہ ہے ۔ پس جب (نفس) کمالات کو صاحب کمالات کی طرف راجع اور اپنی ذات کو اُن (کمالات) سے خالی (اور) عدم کے ساتھ بلا سواد دیکھے تو اُس وقت اُس کو فنا حاصل ہو جاتی ہے اور وہ شرکِ خفی اور مرضِ باطنی کے گرداب سے رہائی پا لیتا ہے پھر جب وہ فنا کے بعد بقا کے ساتھ متحقق اور عدم کے بعد وجودِ موہوبِ حقانی کے ساتھ موجود ہو جاتا اور مَن قتلتہ فانا دیتہ (جس کو میں قتل کرتا ہوں اس کا خونبہا میں ہوں) کے مطابق ولادتِ ثانیہ کے ساتھ پیدا ہو جاتا ہے تو وہ اسلام حقیقی سے مشرف ہو جاتا ہے اور اس کا نفس مطمئنہ ہو جاتا ہے جس کے حق میں رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً [تو اس سے خوش یہ وہ تجھ سے خوش ہے] وارد ہوا ہے۔ والسلام اولاً و آخراً۔

www.maktabah.org

مکتوب ۸۰ ۱۲۸

شیخ بایزید کے نام اُن کے واقعات کی تعبیر میں اور اس بیان میں کہ بشری تقاضے ظاہر سے دور نہیں ہوتے اور استغفار کے فضائل میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد عرض کرتا ہے کہ مکتوب مرغوب پہنچکر باعثِ مسرت ہوا، چند واقعات جو آپ نے دیکھے اور تحریر فرمائے ہیں مطالعہ کئے، پہلا واقعہ بہت واضح ہے اور خوشخبری دلاتا ہے
پ ۱۹ س ۲۵ اس قسم کے بزرگوں کی امامت ایک بلند مرتبہ ہے وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا۔ [اور ہم کو متقیوں کا امام بنا] اور اسی طرح (یہ جو) فقیر آپ کو خطاب کر کے کہتا ہے کہ میں کچھ لوگوں کو طریقہ بتاتا ہوں اس سب کا مقصود تو ہی ہے اور اس سے میں تجھ کو چاہتا ہوں (یہ واقعہ) ایک بہت بڑی بشارت ہے (ہمارے) ساتھ کامل اتحاد اور استعداد کی جامعیت کی خبر دینے والا ہے، دوسرا واقعہ جو کہ (حضرت) غوث الاعظمؒ کے طریقہ کی اجازت کو شامل ہے، سامنے موجود ہونے کے ساتھ تعلق رکھتا ہے جو کچھ وقت و استعداد کے مناسب ہو استخارہ کے بعد عمل میں لایا جائے۔ تیسرا واقعہ مجمل ہے آپ نے اس کو تفصیل سے نہیں لکھا ہے
پ ۲۸ مختصر یہ ہے کہ تینوں واقعات واضح ہیں، رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔
[اے ہمارے پروردگار! ہمارے لئے ہمارے نور کو کامل فرما دے اور ہمیں بخش دے بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے]۔

آپ نے لکھا تھا کہ "حکام وغیرہ کی جانب سے (جو) ظلم و تشدد پہنچتا ہے سب کو حق کی طرف سے جانتا ہے بلکہ اُس تعالیٰ شانہٗ کا فعل یقین کرتا ہے اس کے باوجود طبیعت اس سے رنجیدہ ہوتی ہے اور غم لاحق ہو جاتا ہے حیرت رونما ہوتی ہے شاید یہ دید وہمی ہے کیونکہ اگر کچھ حقیقت رکھتی ہوتی تو غم و غصہ کا باعث کیوں ہوتی"۔ میرے مخدوم یہ دید حقیقی ہے وہمی نہیں ہے لیکن بشریت کے لوازم بندہ سے منقطع نہیں ہو جاتے والقلب یحزن والعین تدمع وانا بفراقك یا ابراھیم لمحزونون۔ [دل غمگین ہوتا ہے اور آنکھیں آنسو بہاتی ہیں اور اے ابراہیم! بیشک ہم تیری جدائی میں غمگین ہیں] (یہ حدیث) آپ نے سُنی ہوگی، آخرت کا اجر اور باطن کی نورانیت اسی غم و اندوہ کے ساتھ وابستہ ہے، یہ دید اور حق جل وعلا کے فعل سے فرحت و مسرت ہونا باطن کا کام ہے اور غم و اندوہ ظاہر سے وابستہ ہے جو باطن سے
پ ۲ س ۱۲۸ منزلوں دور ہے۔ لِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ۔ [ہر شخص کے لئے ایک قبلہ ہے جس کی طرف وہ منہ کرتا ہے پس نیکیوں میں سبقت کرو]۔ دیگر یہ کہ مصائب و شدائد کے دور کرنے کیلئے استغفار

www.maktabah.org

(پڑھنا) نفع بخش و مجرب ہے (اس کو) لازم پکڑنا چاہیے۔ پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے جس شخص نے استغفار کو لازم پکڑا اور ایک روایت میں ہے کہ جس نے استغفار کی کثرت کی اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر تنگی سے نکلنے کا اور ہر غم سے کشادگی کا راستہ بنا دے گا اور وہ اس کو بے گمان جگہ
ص ۱۲۹ سے رزق عطا فرمائے گا۔ یہ فقیر فرض نمازوں کے بعد ستر بار استغفار پڑھتا ہے اور حدیث شریف کے مطابق تین بار استغفر اللہ الذی لا الہ الا ھو الحی القیوم واتوب الیہ، باقی استغفر اللہ استغفر اللہ۔ شیخ علی بن ابی بکر قدس سرہ نے معارج الہدایہ میں کہا ہے "اور ماثور و مشہور استغفار کی قسم میں سے وہ ہے جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ آپ نے فرمایا جس شخص نے استغفر اللہ الذی لا الہ الا ھو الرحمٰن الرحیم الحی القیوم الذی لا یموت واتوب الیہ رب اغفر لی پچیس مرتبہ کہا وہ اپنے گھر، اپنے اہل و عیال، اپنے محلے، اپنے شہر اور جس خطۂ زمین میں وہ رہتا ہے ان میں کوئی ناپسندیدہ امر نہیں دیکھے گا پس اس استغفار پر صبح و شام مداومت کرنی چاہیے پس ہمارے مشائخ و علماء میں سے ایک جماعت آپس میں ایک دوسرے کو اس کی تلقین کرتے تھے اور اپنے شاگردوں، اولادوں، خادموں اور اصحاب کو اس کی وصیت کرتے تھے اور اس پر مداومت و ہمیشگی کی ترغیب دلاتے تھے کیونکہ انہوں نے اس میں بہت زیادہ نفع اور بڑی برکت اور مصائب کا بہت زیادہ دفعیہ دیکھا ہے۔

مکتوب ۸۱

مولانا محمد حنیف کے نام مراقبات کو خاص طرز میں بیان کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ العلی الاعلیٰ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ المصطفیٰ وعلیٰ الہ وصحبہ البررۃ التقی، مدت ہوئی کہ آپ نے اپنے ظاہری احوال اور باطنی کیفیات کے متعلق کچھ نہیں لکھا ہے (خدا کرے) موانع خیریت والے ہوں، میرے مخدوم! ع

از ہر چہ می رود سخن دوست خوشتر است (دوست کی جو بات بھی بیان کی جائے پسندیدہ ہے)

بزرگوں نے کہا ہے کہ مراقبہ (سے مراد) بندہ کے بارے میں حق سبحانہ و تعالیٰ کی دائمی اطلاع کا اور اس (بندہ) کو اس تعالیٰ شانہ کے علم و حضور کا علم ہے، جاننا چاہیے کہ (مراقبہ کا) یہ مرتبہ چند پے در پے مراقبات کا مقتضی ہے۔ پہلا مراقبہ یہ ہے کہ جب سالک اس نسبت شریفہ کی مشق کے لئے تیار ہوتا ہے

www.maktabah.org

اور اس مراقبہ کو اپنا نصب العین بنا لیتا ہے یہاں تک کہ سالک اس مراقبہ کے اثر میں آجاتا ہے اور یہ مراقبہ ملکہ (صفتِ راسخہ) کا رنگ اختیار کر لیتا ہے تو اس وقت اس تعلقِ علم کو اپنے شاملِ حال پاتا اور وجود کے ذرات میں سے ہر ذرہ کے ساتھ محیط دیکھتا ہے اور اس کا ظاہر و باطن میں سرایت کرنا محسوس کرتا ہے اور فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝ (پس بیشک اللہ تعالیٰ کا گروہ ہی غالب ہے) کے مصداق ۵/۵۶
اس صفت کا زور اس کے وجود پر غالب آجاتا ہے اور اس کے بالمقابل سالک کا وجود ضعیف و ناچیز معلوم ہوتا ہے۔

دوسرا مراقبہ یہ ہے کہ اس تعلق سے غلبۂ محبت و کمال درجہ کی کشش کے باعث علم کی صفت میں آجائے اور جزئی (ظلی) علم سے کلی (اصلی) علم کی طرف مائل ہو جائے اور نمونہ سے حقیقت کی طرف بڑھے اور اس صفت کو بھی اُس تعلق کی طرح وجود کے ذرات کو محیط اور ظاہر و باطن میں سرایت کیا ہوا دیکھے۔ صفحہ ۱۳۰

تیسرا مراقبہ یہ ہے کہ (اللہ تعالیٰ کی) بے حد عنایت سے اس صفت سے ترقی کر کے حضورِ ذاتی میں کہ جس مقام میں ذاتِ عزبرہانہٗ خود بخود حاضر ہے عروج کرے اور صفت کی راہ سے موصوف تک جائے اور اُس حضور میں گذر پانے کے بعد محو و فانی ہو جائے اور اپنے پُر نفرت حضور سے نکل کر اس حضور کے ساتھ جو سراسر نور ہے متحقق ہو جائے۔ دوستوں سے دعا کی امید ہے، والسلام

مکتوب ۸۲

حاجی نظام کولابی کے نام اختصار کے طور پر طریقہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ خصوصاً علیٰ سید الوریٰ صاحب قاب قوسین او ادنیٰ وعلیٰ آلہٖ واصحابہ البررۃ التقیٰ، برادرِ عزیز حاجی ابوتراب نے ان فقراء کے ساتھ اُس عزیز (آپ) کے محبت و اخلاص کا اظہار فرمایا اور باطنی تعلقات کو واضح کیا۔ میرے مخدوم! اس گروہ سے محبت کرنے والا اس گروہ کے ساتھ ہے اور ان کے فیوض و برکات سے بہرہ مند ہے المرءُ مع من احب [آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے] نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کی حدیث ہے، جو طریقہ کہ آپ نے اخذ کیا ہے اس کی قدر کریں، اس پر اتنی مداومت کریں کہ یہ نسبتِ شریفہ دل کا ملکہ (صفتِ راسخہ) ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ حضور اس کی صفتِ لازمہ بن جائے جو نفی کرنے سے نفی نہ ہو سکے جیسا کہ سننا قوتِ سامعہ کی صفت اور دیکھنا قوتِ باصرہ کی صفت ہے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی بے انتہا عنایت سے دل کو مطلوبِ حقیقی کے ماسوا سے اس قدر بے تعلقی پیدا ہو جاتی ہے کہ اس کو ہرگز

www.maktabah.org

یاد نہیں آتا حتی کہ اگر تکلف کے ساتھ ماسوا کو یاد کرنا چاہے تب بھی اس کو یاد نہیں آتا۔ اس نسیان کی وجہ سے جو کہ دل کو ماسوا سے حاصل ہو گیا ہے وہ نہ کسی خوشی کے ساتھ خوش ہوتا ہے اور نہ کسی غم کے سبب غمگین ہوتا ہے اس حالت کو فنائے قلبی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جاننا چاہیے کہ اس فنا میں اگرچہ اشیاء دل کی وسعتِ سینہ سے رخصت ہو چکا ہے اور اس کا علمی و حبی تعلق ماسوا سے ختم ہو چکا ہے لیکن اس کا نفس حاضر اور علم حضوری (اپنی ذات کا علم) ابھی تک موجود ہے (اور) ہمسری کا دعویٰ اور انانیت (میں پن) قائم ہے جب عنایتِ (الٰہی) کی سبقت سے عارف اپنی ذات کے عدم ہونے کو معلوم کر لیتا اور دیکھ لیتا ہے اور جان لیتا ہے کہ وجود اور توابع وجود خاص رب معبود کے کمال کے اوصاف میں سے ہے اگر ممکن میں ہیں تو اسی مقدس بارگاہ سے مستعار و مستفاد ہیں تو اس وقت بلاشبہ سعادت کی گھڑی اُس پر کھل جاتی ہے اور مطلوب کی خوشبو اُس کے دماغ میں جا پہنچتی ہے ؎

چوں بدانستی کہ ظلِ کیستی فارغی گر مُردی و گر زیستی

(جب تو نے جان لیا کہ تو کس کا سایہ ہے تو پھر خواہ مردہ ہو یا زندہ تُو بے فکر ہے)

یہ دید تجلیِ صفات سے ہے جب یہ دید غالب آ جائے تو ہو سکتا ہے کہ آیت کریمہ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا (بیشک اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے مالکوں کو واپس دو) کے اشارے کے مطابق ان عاریتی کمالات یعنی توابع وجود اور تمام صفات کمال کو پوری طرح اُن کے اہل کے سپرد کر دیتا ہے اور ظلال کو اصول کے ساتھ ملا ہوا پاتا ہے اور اپنے آپ کو جو کہ اُن کمالات کا آئینہ تھا خالی اور عدم محض کے ساتھ ملحق دیکھتا ہے، اس کی پیدائش سے جو کچھ مقصود تھا اُس وقت حاصل ہو جاتا ہے اور اسلام حقیقی کی طرف راہ پا لیتا ہے، یہ کمال فنائے نفس کے ساتھ وابستہ ہے۔ یہ ہے سیر و سلوک کا خلاصہ اور اہلِ کمال کے حال کا ثمرہ، اس طریقہ کا سلوک سنتِ عالیہ کی پیروی اور ناپسندیدہ بدعت سے اجتناب کے ساتھ وابستہ ہے اور شیخ مقتدا (پیر) کی محبت پر کامل استحکام کا ہونا ہے، مرید محبت کے رابطہ کے ذریعہ جو کہ وہ شیخ مقتدا کے ساتھ رکھتا ہے لمحہ بہ لمحہ اس کے رنگ میں رنگا جاتا اور اس کے کمالات کے ساتھ رنگین ہو جاتا ہے۔

مکتوب ۸۳

میرزا محمد صادق کے نام اس بارے میں کہ معاملہ دو چیزوں یعنی صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اتباع اور شیخ مقتدا کی محبت پر موقوف ہے اور قضا و قدر کے مسئلہ کی تشریح میں تحریر فرمایا۔

www.maktabah.org

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد عرض کرتا ہے کہ مکتوب مرغوب جو آپ نے قاصد کے ہمراہ ارسال کیا تھا پہنچا چونکہ دوستوں کی عافیت و سلامتی پر مشتمل تھا مسرت و شادمانی کا باعث ہوا، اللہ تعالیٰ شریعتِ عالیہ اور سنّتِ منورۂ مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کے راستہ پر استقامت و مداومت نصیب فرمائے پس بلا شبہ یہی کام کی اصل ہے اور اسی پر نجات کا مدار ہے اور اس کے علاوہ بے فائدہ زحمت اٹھانا ہے۔ میرے مخدوم! اگر دو چیزوں یعنی صاحبِ شریعت صلی اللہ علیہ وسلم
۱۳۲ کا اتباع اور شیخ مقتدا (پیر) کی محبت میں استقامت و استحکام ہے اور احوال و مواجید (کیفیات) میں سے کچھ بھی نہیں ہے تو غم نہیں ہے، آخرکار اس کو سب کچھ دیدیں گے اور اکابر کے احوال و مواجید سے اس کو محروم نہیں چھوڑیں گے، اور اگر ان دو چیزوں میں سے کسی ایک میں خلل ہے اور اس کو احوال و مواجید حاصل ہیں تو خرابی کے سوا کچھ نہیں ہے اور وہ جو کچھ رکھتا ہے استدراج کی قسم سے ہے اس مقصد کو اچھی طرح ملحوظ رکھنا چاہیئے، ملاقات حاصل ہونے تک ذکر و فکر میں مشغول رہیں، اور غیر جنس اور طریقہ کے مخالف کی صحبت سے بچتے رہیں فرمنھم اکثرما تفرمن الاسد [جتنا تو شیر سے بھاگتا ہے اس سے زیادہ ان سے بھاگ]

یہ جو آپ نے لکھا تھا کہ "اسی دن سے ان کی خدمت سے پرہیز کیا اور اس کلام کے سننے سے توبہ کی" اس پر اللہ سبحانہٗ کا شکر ہے، حق سبحانہٗ اس پر استقامت عطا فرمائے، اگر آپ اکابر کے کلام کا شوق رکھتے ہیں تو ہمارے حضرتِ عالی (قدس سرہٗ) کے مکتوب و رسائل کا مطالعہ کریں۔ میرے مخدوم آپ نے جو چار سوال وہاں کے شیوخ کے بارے میں کئے ہیں واضح ہوئے، پہلا سوال قضا و قدر کے مسئلہ سے تعلق رکھتا ہے اگر آپ نے اس جماعت کے امتحان کی راہ سے لکھا ہے اور مقصود ان کو الزام دینا ہے تو بات کرنے کی گنجائش نہیں ہے اور اگر اس بارے میں کوئی شک و شبہ دل میں راہ پا گیا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ قضا و قدر کا مسئلہ اللہ جل شانہٗ کے اسرار میں سے ایک سر ہے اس مسئلہ میں باہم گفتگو کرنا اور چھان بین کرنا ممنوع ہے اس معاملہ میں ممانعت کی حدیثیں بہت ہیں جو کچھ ہم پر لازم ہے وہ اوامر کو بجا لانا اور نواہی سے بچنا ہے اس مسئلہ میں غور کرنے کے لئے فرمایا نہیں گیا ہے بلکہ منع کیا گیا ہے اس معاملہ کی حقیقت کو حق جل و علا کے علم کے حوالہ کرنا چاہیئے، جس چیز کے ساتھ (ہمیں) مکلف کیا گیا ہے تندہی و احسانمندی کے ساتھ اس کے بجا لانے میں کوشش کرنی چاہیئے، یہ ہے سب سے زیادہ سلامتی کا راستہ۔ میرے مخدوم! اس مسئلہ میں جو کچھ اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے اس کے موافق اعتقاد درست رکھنا چاہیئے اور شک میں ڈالنے والی باتوں اور چون و چرا میں نہیں جانا چاہیئے کہ (یہ) منع ہے۔

www.maktabah.org

آپ جان لیں کہ اہلِ سنت وجماعت کا مذہب یہ ہے کہ بندہ کے تمام افعال خیر ہوں یا شر سب حق سبحانہ کی تقدیر وارادہ سے ہیں، والقدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ [اور اس کے خیر وشر کا مقدر ہونا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے] اور تقدیر خلق وایجاد سے عبارت ہے اور (یہ بات) معلوم ہے کہ خالق وموجد اُس تعالیٰ شانہٗ کے سوا اور کوئی نہیں ہے، لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ [اُس کے سوا کوئی معبو نہیں وہ ہر چیز کا خالق ہے پس اسی کی عبادت کرو] اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ [اور اللہ نے تم کو اور تمہارے اعمال کو پیدا کیا] معتزلہ وقدریہ نے نہایت جہالت وحماقت کی وجہ سے قضا وقدر کا انکار کر کے بندہ کے افعال کو بندہ کی قدرت واختیار سے منسوب کیا ہے اور بندہ کو افعال کا خالق کہا ہے ضلوا فاضلوا [وہ خود بھی گمراہ ہوئے پس انہوں نے دوسروں کو بھی گمراہ کیا] علما نے کہا ہے کہ مجوس اُن سے بہتر حالت والے ہیں کہ وہ ایک شریک کہتے ہیں اور یہ لوگ لاتعداد وبیشمار شریک ثابت کرتے ہیں۔ ص ۱۳۳

ع ۶ / ۶ / ۱۰۲

ع ۷ / ۳۷ / ۹۶

ہم اصل بات کی طرف جاتے اور کہتے ہیں کہ خیر وشر کی تقدیر اور نسبتِ خلق حق تعالیٰ کی طرف منسوب ہونے کے باوجود بندہ کے ارادہ واختیار کو بھی اس کے وجودِ فعل میں دخل دیا گیا ہے، اول صرف ارادہ بندہ کی جانب سے ہوتا ہے اس کے بعد اس کے موافق حق تعالیٰ خلق (پیدا) فرماتا ہے اور ارادہ کے اس استعمال ہی کو کسب کہتے ہیں پس خلق حق جل وعلا کا فعل ہے اور اس کا کسب بندہ کی طرف سے ہے۔ اور یہ جو آپ نے لاتتحرک ذرۃ الا باذنہ [اس (اللہ تعالیٰ) کی اجازت کے بغیر کوئی ذرہ حرکت نہیں کرتا] وغیرہ لکھا ہے تو یہ حق تعالیٰ کے پیدا کرنے کے اعتبار سے ہے اور مقتول کے عوض میں قاتل کو قتل کرنا اور گنہگار کو ملامت کرنا اور اس کو سزا کا عذاب دینا کسب کے اعتبار سے ہے اور (فرقہ) جبریہ ارادہ واختیار کو بندہ سے نفی کرتے ہیں اور اس کو افعال کے صادر ہونے میں مجبور جانتے ہیں جیسا کہ درخت کی شاخوں کو کوئی شخص ہلائے بلکہ فعل کی نسبت بندہ کی طرف نہیں کرتے اور ان افعال کا فاعل حق (تعالیٰ) کو جانتے ہیں اور یہ کفر ہے اور ایسا اعتقاد رکھنے والا کافر ہے، وہ لوگ کہتے ہیں کہ نیک فعل پر ثواب (حاصل) ہوگا اور بُرے فعل پر عذاب نہیں ہوگا اور کافر وگنہگار لوگ معذور ہیں ان سب کے لئے کوئی پرسش اور کوئی سزا نہیں ہے کیونکہ تمام افعال حق (تعالیٰ) کی طرف سے ہیں اور یہ لوگ مجبور ہیں اور یہ (عقیدہ) کفر ہے، حق تعالیٰ فرماتا ہے وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ ۝ [اُن کو ذرا ٹھہراؤ بیشک ان سے پوچھا جائے گا] فَوَرَبِّكَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ [پس آپ کے رب کی قسم ہم ان سے ان کے اعمال کے متعلق ضرور پوچھیں گے]۔ (فرقہ) مرجیہ یہی لوگ ہیں جو کہ ستر پیغمبروں کی زبان سے لعنت کئے گئے ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے، ان بداطواروں کا مذہب

ع ۳ / ۳۷ / ۲۴

ع ۶ / ۱۵ / ۹۲-۹۳

www.maktabah.org

ظاہری عقل سے بھی باطل ہے کیونکہ رعشہ والے کی حرکت میں کہ جس کا ہاتھ اس کے اختیار کے بغیر ہلتا ہے
اور (اس شخص کی حرکت میں) جو (اپنا) ہاتھ خود ہلاتا ہے واضح فرق ہے کہ پہلی حرکت اختیاری نہیں ہے
اور دوسری حرکت اختیاری ہے اور نصوصِ قطعیہ (آیاتِ قرآنی و احادیثِ متواترہ) اس مذہب کی
نفی کرتی ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ [یہ ان کے اعمال کا بدلہ ہے] اور اللہ سبحانہٗ ۱۷
فرماتا ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ۙ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا ۙ اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ۲۹
[پس جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کافر رہے، بیشک ہم نے ظالموں کے لئے آگ تیار کر رکھی ہے کہ جس
کے سراپردے اُن کو گھیرے ہوئے ہوں گے]۔ اگر بندوں سے اختیار بالکل چھین لیا گیا ہوتا تو حق تعالیٰ ظلم کی نسبت
ان کی طرف کیوں فرماتا، وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝ [اور اللہ تعالیٰ نے ان پر ۳۳
ظلم نہیں کیا لیکن وہ خود ہی اپنے اوپر ظلم کر رہے تھے]۔ بہت سے ملحد (بے دین لوگ) چاہتے ہیں کہ اپنے اختیار کے
سلب کے بہانے سے احکامِ شرعیہ کی پابندی سے چھوٹ جائیں اور آخرت کی پرسش و جزا سے جو حرام امور
کے ارتکاب پر موعود ہے اپنے آپ کو آزاد کر لیں اور اپنے آپ کو معذور و مجبور جانیں، (یہ بات ظاہر ہے
کہ بندہ کو اسقدر اختیار و طاقت (حاصل) ہے کہ اوامر و نواہی کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو سکے اس لئے کہ
(کسی چیز کو) پکڑ کر ہلانے اور رعشہ کی حرکت میں فرق واضح ہے جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے، حق تعالیٰ کریم
ہے، بندوں کو ان کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں کیا ہے اسی قدر (افعال) کا مکلف کیا ہے کہ جس کو وہ ۱۳۲
پورا کر سکیں لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۝ [اللہ تعالیٰ ہر شخص کو اس کی طاقت و اختیار کے مطابق ہی مکلف ۲۸۶
بناتا ہے]۔ اس جماعت کا عجیب معاملہ ہے کہ جو لوگ اس جماعت کی اطاعت نہیں کرتے اور ان کو ایذا
پہنچاتے ہیں یہ ان کو برا قرار دیتے ہیں اور انتقام کے درپے ہوتے ہیں اور اپنے بیٹوں اور اپنی لونڈی اور
غلام کو مارتے اور سزا دیتے ہیں اور اگر کسی غیر آدمی کو اپنی عورت کے ساتھ دیکھتے ہیں تو بگڑ جاتے ہیں
اور (اس کو) اذیت پہنچاتے ہیں اور معذور و مجبور کہہ کر (اس سے) چشم پوشی نہیں کرتے اور (ان باتوں
کے باوجود) وہ اس بہانہ (عذرِ مجبوری) سے آخرت کے عذاب سے جو نصوص (دلائل) قطعیہ سے ثابت
ہو چکا ہے چاہتے ہیں کہ رہائی حاصل کریں اور جو کچھ چاہیں کریں، حق تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ عَذَابَ
رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۝ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ ۝ [بیشک آپ کے رب کا عذاب ضرور آکر رہے گا کوئی اسے ٹال نہیں سکتا] اگر لوگ ۸
کسی دیوانہ کو گھر میں دیکھتے ہیں تو معذور قرار دیتے ہیں اور اسی طرح جو گناہ بھی دیوانہ کرتا ہے کوئی شخص اس سے
باز پرس نہیں کرتا سب کہتے ہیں کہ دیوانہ ہے اور عقل و اختیار سے خارج ہے۔ ع

عیب نبود گر گناہے می کند دیوانہ [اگر کوئی دیوانہ کوئی گناہ کرے تو عیب نہیں ہے]

www.maktabah.org

اور جو شخص دیوانہ نہیں ہے اس سے باز پرس کرتے ہیں اور سزا دیتے ہیں اور (اس کو) معذور قرار نہیں دیتے اور
یہ صرف اس وجہ سے ہے کہ یہ (غیر دیوانہ) صاحبِ اختیار ہے اور وہ (دیوانہ) اختیار سے خارج ہے پس
ثابت ہوا کہ قدریہ جو کہ قضا و قدر کے منکر ہیں اور جبریہ جو کہ بندہ سے اختیار کی نفی کرتے ہیں دونوں حق سے دور
جا پڑے ہیں اور اہلِ بدعت اور خود گمراہ اور گمراہ کرنے والے ہیں اور حق معتدل وہ ہے کہ جس کی طرف اہلِ سنت
وجماعت نے ہدایت پائی ہے۔ مروی ہے کہ امام ابوحنیفہ نے امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے
پوچھا اے ابن رسول اللہ! کیا اللہ تعالیٰ نے امر بندوں کے حوالہ کر دیا ہے؟ تو انھوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ
کی شان اس بات سے بہت ارفع ہے کہ وہ (اپنی) ربوبیت بندوں کے حوالہ کرے۔ پھر انھوں نے کہا کیا
(اللہ تعالیٰ) اس پر بندوں کو مجبور کرتا ہے؟ انھوں (حضرت امام جعفر صادق رض) نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی
یہ بات بہت بعید ہے کہ وہ بندوں پر جبر کرے پھر اُن کو عذاب دے۔ انھوں نے کہا تو پھر کیا معاملہ ہے؟
آپ نے فرمایا، ان دونوں باتوں کے بین بین ہے نہ جبر ہے نہ تفویض اور نہ زبردستی ہے نہ (مکمل) خود مختاری
کافر اور مشرک لوگ دلیل لائے تھے کہ ہمارا کفر و شرک حق تعالیٰ کے مشیت و ارادہ سے ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ
نے فرمایا ہے سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِن شَيْءٍ ۸/۶/۱۴۸
[یہ مشرک لوگ عنقریب یوں کہیں گے کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم شرک نہ کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا (شرک کرتے) اور نہ ہم کسی چیز کو
حرام ٹھہراتے] حق تعالیٰ نے اس عذر کو اُن سے قبول نہیں کیا اور ان کے قول کو ان کی جہالت پر محمول کیا
اور ان کی تکذیب کی دلیل قرار دیا جیسا کہ فرمایا كَذَٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ حَتَّىٰ ذَاقُوا بَأْسَنَا
قُلْ هَلْ عِندَكُم مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوهُ لَنَا الآیۃ [اسی طرح ان (کافر) لوگوں نے بھی جو ان سے پہلے گذر چکے ہیں ۸/۶/۱۴۸
(رسولوں کو) جھٹلایا تھا یہاں تک کہ انھوں نے ہمارا عذاب چکھا۔ آپ کہہ دیجئے کہ کیا تمہارے پاس کوئی علم (دلیل) ہے
تو اس کو ہمارے روبرو ظاہر کرو] اگر وہ لوگ یہ کہیں کہ خیر و شر سب حق جل و علا کی تقدیر سے اس سبحانہٗ کے
ارادہ و مشیت کے ساتھ ہے پس کافروں کا شرک بھی اس تعالیٰ شانہٗ کی مشیت و ارادے سے ہے اور یہ
لوگ اس قول میں حق پر ہیں تو ان کا قول مقبول کیوں نہیں ہوا۔ جواب، ہم کہتے ہیں کہ سرکشوں کا یہ ۱۳۵
قول معذرت کے طور پر نہیں ہے کہ ہم اُس برے عمل میں مشیت کے تابع ہیں کیونکہ وہ لوگ اپنے کردار کو بُرا
نہیں جانتے بلکہ اُن کا مقصود اس فعل کے بُرا ہونے کی نفی کرنا ہے اس لئے کہ جو کچھ حق جل شانہٗ کا چاہا ہوا
اور اس تعالیٰ شانہٗ کی مشیت کے متعلق ہے وہ اس سبحانہٗ کا پسندیدہ ہے کیونکہ اگر پسندیدہ نہ ہوتا تو وہ
نہ چاہتا پس ہمارا یہ شرک پسندیدہ ہے اور اس فعل کا فاعل عذاب کا مستحق ہونے سے دور ہے، حق تعالیٰ نے
اس قول و اعتقاد کو تکذیب کے ساتھ ذکر کیا ہے كَذَٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ [اسی طرح ان سے پہلے ۸/۶/۱۴۸

www.maktabah.org

لوگوں نے رسولوں کی تکذیب کی تھی) کیونکہ حق تعالیٰ نے اپنے کلام (قرآن مجید) میں اور اپنے انبیاء علیہم السلام کی زبان پر کفر کو ناپسندیدہ اور بُرا فرمایا ہے اور کافروں کو ملعون اور اپنی رحمت سے مایوس قرار دیا ہے اور دائمی عذاب جو کہ ختم ہونے والا نہیں ہے ان کی جزا ٹھہرائی ہے اور نیز اس اعتقاد کو جہالت ٹھہرایا ہے، کسی چیز کے ارادہ سے رضامندی لازم نہیں آتی کیونکہ کفر و گناہ حق جلّ وعلا کے ارادہ سے ہیں (مگر) اس کے پسندیدہ نہیں ہیں جیسا کہ قرآن مجید سے واضح و روشن ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ مشرکوں کا یہ قول (جو آیت مذکورہ میں ہے) جبریہ کے مذہب کے موافق ہے اور ان کی غرض اس فعل میں اپنے آپ سے اختیار کی نفی کرنا ہے تو بعید نہیں ہے، حق تعالیٰ نے ان لوگوں کا رد فرمایا ہے کیونکہ یہ اعتقاد باطل ہے جیسا کہ گذر چکا ہے اور نیز ہو سکتا ہے کہ ان مردودوں کا یہ قول استہزا (ہنسی مذاق) کے طور پر ہو نہ کہ اعتقاد کی رو سے جیسا کہ مفسرین نے کہا ہے اور اس سے جو کہ ہم نے آیۂ کریمہ کے بارے میں بیان کیا ہے معتزلہ کا استدلال جو کہ انھوں نے اس آیت سے اپنے مذہب پر کیا ہے ساقط ہو گیا کیونکہ اُن کا استدلال یہ ہے کہ "حق تعالیٰ نے کافروں کی معذرت کو قبول نہیں کیا جو انھوں نے کی ہے کہ ہمارا شرک اللہ تعالیٰ کے ارادہ و مشیت سے ہے اور اُن کو اس قول کے ساتھ عذاب کا مستحق ٹھہرایا اور فرمایا حَتّٰى ذَاقُوْا بَاْسَنَا [یہاں تک کہ وہ ہمارا عذاب چکھیں گے] پس معلوم ہوا کہ تقدیر خیر و شر حق سبحانہٗ کی طرف سے نہیں ہے بلکہ بندہ اپنے فعل کی ایجاد میں مستقل (بااختیار) ہے"، اور اس استدلال کے ساقط ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کلام سے ان کی غرض اپنے فعل سے معذرت کرنا نہیں ہے کیونکہ وہ اُس کو بُرا نہیں جانتے تھے بلکہ ان کا مطلب اپنے فعل کو سراہنا ہے کہ ہمارا فعل حق تعالیٰ کے ارادہ کے مطابق اور اس کا پسندیدہ ہے اور یہ اعتقاد باطل ہے کیونکہ ارادہ کے مطابق تو ہوگا لیکن پسندیدہ نہیں ہوگا جیسا کہ گذر چکا ہے۔ اگر کہا جائے کہ "جب بندوں کے افعال حق تعالیٰ کے ارادہ سے ہیں اور خیر و شر کا مقدر ہونا ازل میں طے ہو چکا ہے تو بندہ کو اختیار نہیں رہا اور ان (بندوں) سے خیر و شر کے افعال کا صادر ہونا واجب ہو گیا" تو ہم کہتے ہیں کہ ازل میں چاہا اور مقدر کیا ہے کہ بندہ اپنے اختیار سے یہ فعل کریگا زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ یہ تقدیر اختیار کا باعث ہے اور یہ معنی اختیار کو ثابت کرنے والے ہیں نہ کہ اختیار کی نفی کرنے والے۔ اور نیز ہم کہتے ہیں کہ اگر قضائے ازلی اختیار کے منافی ہو تو چاہیے کہ حق تعالیٰ اپنے افعال میں روزانہ پیش آنے والے واقعات کی ایجاد میں مختار نہ ہو کیونکہ ان افعال کا ضرور تقدیر و ارادہ کے موافق واقع ہونا ۱۳۶
چاہیے جب ویسا نہیں ہے تو ایسا بھی نہیں ہے، والسلام علی من اتبع الہدیٰ والتزم متابعۃ المصطفٰی علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات والتحیات والبرکات العلیٰ۔

www.maktabah.org

مکتوب ۸۴

مولانا عارف لاہوری کے نام فنائے لطائف کے بیان میں تحریر فرمایا۔

حمد وصلوات وارسالِ تسلیمات کے بعد عرض کرتا ہے کہ جو مکتوب مرغوب آپ نے اِن دنوں میں بھیجا تھا پہنچ کر مسرت کا باعث ہوا، اثر کے زائل ہونے اور عین کے زوال کے آغاز کے بارے میں آپ نے لکھا تھا کہ آپ نے میرے حق میں ایسی ہی بشارت دی تھی۔ میرے مخدوم! عین کا زائل ہونا اثر کے زائل ہونے کی نسبت زیادہ آسان ہے پس عین کا زائل ہونا مقدم ہوگا اسی لئے بعض کو عین کے زوال کے بعد اثر کا زوال بھی ہوتا ہے اور بعض کو نہیں ہوتا اس لئے اثر کے زائل ہونے میں مشائخ کا اختلاف ہے۔ سالک کو فنا حاصل ہونے کے بعد بعض عین واثر (دونوں) کے زائل ہونے کے قائل ہو گئے ہیں اور بعض نے اثر کے زائل ہونے کو جائز نہیں رکھا اور حق اس بارے میں یہ ہے کہ اگر سالک کا مبدأ تعین مرتبۂ شیون سے ہے تو اس کے عین ثابتہ تک وصول اور اس میں فنا حاصل ہونے کے بعد اس کے حق میں عین واثر کا زائل ہونا واقع ہے کیونکہ شیون کو عالم کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے اس لئے کہ عالم صفات کا ظل ہے نہ کہ شیون کا ظل، پس کسی شان میں فنا حاصل ہونے سے مطلق فنا لازم آئے گی اور عین واثر کو زائل کرنے والی ہوگی، اور اگر سالک کا عین ثابتہ مقامِ صفات سے ہے تو صفت میں سالک کا وصول و فنا ہونا اس کے وجود کو بالکل محو (فنا) کرنے والا نہیں ہوتا اور اس کا اثر زائل نہیں ہوتا کیونکہ سالک کا وجود اُسی صفت کا اثر و ظل ہے۔ آپ نے جو کچھ بشارت اس فقیر سے نقل کی ہے آپ کے دل سے بھول ہوئی ہے، فقیر نے اس طرح سے ہرگز نہیں کہا ہوگا۔ اور شیخ ابو سعید ابو الخیر (قدس سرہٗ) عین واثر کے زوال کے قائل ہیں جیسا کہ انھوں نے اثر کے زوال کے متعلق سوال کے جواب میں فرمایا ہے وَلَا تُبْقِي وَلَا تَذَرُ [اور نہ باقی رکھے گی اور نہ چھوڑے گی] عین نہیں رہتا اثر کہاں سے رہے گا۔ رباعی

جسمم ہمہ اشک گشت چشمم بگریست — در عشقِ تو بے جسم ہمی باید زیست
از من اثرے نماند ایں عشق از چیست — چوں من ہمہ معشوق شدم عاشق کیست

[میرا تمام جسم آنسو بن گیا اور میری آنکھ نے گریہ کیا، تیرے عشق میں جسم کے بغیر ہی زندہ رہنا چاہیے، مجھ سے کوئی اثر باقی نہیں رہا (تو پھر) یہ عشق کس چیز سے ہے، جب میں سراسر معشوق ہو گیا تو عاشق کون ہے]

لیکن اس رباعی کے آخری مصرع میں کلام کی گنجائش ہے کیونکہ عاشق اس وقت میں صحرائے عدم کی طرف

www.maktabah.org

کوچ کر چکا ہے اور اس کا کوئی نشان باقی نہیں رہا اور وہ انانیت کو روبزوال لا چکا ہے اَنَا الحق [میں حق ہوں] کون کہے اور من ہمہ معشوق شدم [میں سراسر معشوق ہو گیا] کی کیا گنجائش ہے، اس مقام سے عارف کا نصیب فنا و نیستی ہے اور اہلِ امانات کو امانتیں واپس کرنا ہے اور کلمہ اَنَا (میں) کے مورد کا زائل ہونا ہے ؎ ص ۱۳۷

تو او نشوی ولیک گر جہد کنی　　جائے برسی کز تو توئی برخیزد

[تُو وہ تو نہیں ہو جائے گا لیکن اگر کوشش کرے تو ایسی جگہ پہنچ جائے گا کہ تجھ سے تیرا ہونا جاتا رہے گا]

آپ نے لکھا تھا کہ حضرتِ عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہ) کے مکتوبات میں واقع ہے کہ "یہ تمام راستہ پانچ قدم ہے تین عالمِ امر کے اور دو عالمِ خلق کے۔ تین (قدم) جو عالمِ امر کے ہیں کونسے ہیں اور عالمِ خلق کے دو (قدم) کیا چیز ہیں؟" میرے مخدوم عبارت کے نقل کرنے میں فرق ہو گیا ہے مکتوبات میں اس طرح پر ہے کہ "یہ راہ کہ ہم جسے طے کرنے کے درپے ہیں کُل سات قدم ہے دو عالمِ خلق سے اور پانچ عالمِ امر سے" آپ جان لیں کہ عالمِ امر کے پانچ قدم (لطائف) قلب و روح و سر و خفی و اخفیٰ ہیں اور عالمِ خلق کے دو (قدم) قالب و نفس ہیں۔ آپ نے پوچھا تھا کہ "فنائے روح کس چیز سے عبارت ہے اور اس کی علامت کیا ہے اور وہ فنائے نفس پر مقدم ہے یا نہیں؟" آپ جان لیں کہ ہر لطیفہ کی فنا اس لطیفہ کے اپنی اصل تک پہنچنے سے وابستہ ہے اور چونکہ روح کی اصل صفات بلکہ ظلالِ صفات کے مقام سے ہے کیونکہ عالمِ امر کے پانچوں لطائف کے اصول اسماء و صفات کے ظلال کے دائرہ میں داخل ہیں کہ ان میں سیر واقع ہونا ولایتِ صغریٰ ہے جو کہ اولیاء اللہ کی ولایت ہے، پس فنائے روح صفات کے ظلال تک وصول سے عبارت ہے جیسا کہ قلب کی اصل افعالِ واجبی تعالیٰ کے مقام سے ہے اور اس کی فنا اس کے اس مقام تک وصول سے وابستہ ہے اس دائرہ ظلال سے گذر جانے کے بعد اسماء و صفات و شیون و تنزیہات کا دائرہ ہے کہ اس میں سیر (واقع ہونا) ولایتِ کبریٰ ہے جو کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کی ولایت ہے، عالمِ امر کے پانچوں جواہر (لطائف) کے عروج کی انتہا اس دائرہ کی نہایت تک ہے اور اس دائرہ سے گذرنے کے بعد ان کے اصول کا دائرہ ہے اور اس سے گذرنے کے بعد ان اصول کے اصول کا دائرہ ہے اور اس سے گذرنے کے بعد دائرہ کی ایک قوس (نصف دائرہ) ہے جو کہ ان سب (تینوں) دائروں کی اصل ہے۔ ہمارے حضرت عالی قدسنا اللہ سبحانہ بسرہٖ نے تحریر فرمایا ہے کہ "ان تینوں قسم کے کمالات کا حصول نفسِ مطمئنہ کے ساتھ مخصوص ہے اور اُس (نفس) کو اطمینان کا حصول اس مقام میں میسر ہوتا ہے الخ" اور اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ نفس کا کمال عالمِ امر کے کمالات سے اوپر ہے اور اس کا کامل طور سے فنا ہو جانا ان تینوں قسم کے

www.maktabah.org

اصول تک وصول سے وابستہ ہے پس فنائے نفس فنائے روح کے بعد بلکہ عالم امر کے لطائف کی فنا کے بعد ہوگی، اور یہ جو ہم نے اس کا کامل طور سے فنا ہونا کہا ہے یہ اس لئے ہے کہ فنائے نفس ص ۱۳۸
اور اس کے اطمینان کی ابتداء اسماء و صفات کے ظلال کے دائرہ سے ہے جو کہ ولایت صغریٰ ہے لیکن اس مقام میں فنا کی صورت ہے فنا کی حقیقت ان تینوں قسم کے اصول کے ساتھ وابستہ ہے ارباب ولایتِ صغریٰ بھی نفس کے فنا اور مطمئنہ ہو جانے کی خبر دیتے ہیں لیکن چونکہ اس مقام میں فنا کی حقیقت نہیں ہے اس لئے کہتے ہیں ؎

ہر چند کہ مطمئنہ گردد　　ہرگز ز صفاتِ خود نہ گردد

[اگرچہ نفس مطمئنہ ہو جائے (پھر بھی) اپنی صفات (عادات) سے ہرگز باز نہیں آتا]

اور جو شخص کہ فنا کی حقیقت کو پہنچ چکا ہے وہ کہتا ہے کہ فنا و اطمینان کے بعد اس میں بال بھر مخالفت (بھی) نہیں رہتی اطاعت و تسلیم کے سوا اس کا کوئی کام نہیں ہے، والسلام۔

مکتوب ۸۵

شیخ بایزید سہارنپوری کے نام اطمینانِ نفس کی تحقیق اور اُن کے واقعات کی تعبیر میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، آپ کا مکتوب مرغوب پہنچ کر مسرت بخش ہوا، آپ نے لکھا تھا کہ "عین و اثر کا زائل ہونا ولایتِ کبریٰ کا کمال ہے اور جو فنائے نفس کہ ولایتِ صغریٰ میں پیش آتی ہے ان دونوں میں فرق واضح نہیں ہوتا امیدوار ہے کہ اس فرق کی بابت رہنمائی فرمائیں"۔

میرے مخدوم! فنائے نفس عین و اثر کے زائل ہونے سے وابستہ ہے لیکن ایک کو ولایتِ کبریٰ کے ساتھ اور دوسرے کو ولایتِ صغریٰ کے ساتھ خاص کرنا آپ نے کہاں دیکھا ہے اور کس سے سنا ہے فقیر نے خود نہیں کہا ہے اور حضرت عالی (قدس سرہ) کے مکتوبات میں (بھی) نہیں ہے جس شخص سے آپ نے سنا ہے اسی سے اس کا حل طلب کریں، ہاں اگر اس معنی میں کہیں کہ فنائے نفس کی ابتداء ولایتِ صغریٰ میں ہے اور اس کا کمال ولایتِ کبریٰ تک پہنچنے سے بلکہ عناصر اربعہ کے اعتدال کے ساتھ وابستہ ہے جو کہ کمالاتِ نبوت سے تعلق رکھتے ہیں تو درست ہے کیونکہ ولایتِ صغریٰ میں اگرچہ ایک گونہ فنا و اطمینان حاصل ہو جاتا ہے لیکن اس حد تک نہیں کہ نفس اپنے بُرے اوصاف سے بالکل مبرا ہو جائے اور اخلاق ذمیمہ سے پوری طرح خالی ہو جائے اسی لئے اس ولایت والے حضرات کہتے ہیں ؎

www.maktabah.org

ہر چند کہ مطمئنہ گردد   ہرگز ز صفاتِ خود نگردد

[اگرچہ نفس مطمئنہ ہو جائے (پھر بھی) اپنی صفات (عادات) سے ہرگز باز نہیں آتا]

۱۳۹ حضرت عالی (قدس سرہ) جو کہ ولایتِ کبریٰ تک پہنچے ہیں بلکہ کمالاتِ نبوت کے ساتھ مشرف ہوئے ہیں فرماتے ہیں کہ نفس کو فنا و اطمینان (حاصل ہونے) کے بعد مخالفت کی مجال نہیں رہتی اور اس سے بال بھر بھی (اللہ کی) مرضی کے خلاف متصور نہیں ہے اور وہ مستہلک و مستغرق ہے کیونکہ وہ اپنے آپ کا اور اپنے ماسوا کا کوئی شعور نہیں رکھتا۔ جس واقعہ میں آپ نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہٖ وسلم کو دیکھا ہے اور حضرت امیر (علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو بھی دیکھا) نیک و مبارک ہے بظاہر آپ کو حضرت امیر المومنین (کرم اللہ وجہہ) سے حصہ ہے اور دوسری مرتبہ جو آپ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ الصلوات والسلام کو ازواج مطہرات کے ساتھ دیکھا ہے اور اُن امہات المومنینؓ کی جانب سے عنایات مشاہدہ کی ہیں گویا آپ ان کے فیوض و برکات سے بھی بہرہ مند ہوئے ہیں اور کمالاتِ ولایت کو اس کمال کے ساتھ جو کہ کمالاتِ نبوت کے مناسب ہے جمع کیا ہے اور دوسرے واقعات ہیں کہ فقیر نے آپ کو ایک خاص گھوڑا دیا اور سوار کیا اور اپنے ساتھ لے گیا اور حضرت میکائیل سے مہربانی و عنایت کا مشاہدہ کرنا اور ان کا یہ کہنا کہ میرا بھائی جبرئیل تیرے ساتھ بہت ملاقات کرتا ہے اور یہ محبوبیت کے سبب سے ہے یا آپ میں محبوبیت کی شان ہے اور فرشتوں کو حسین صورتوں اور شاندار لباس میں دیکھنا اور آسمان سے چاند کی چاندنی کی مانند کسی چیز کا نیچے آکر آپ کے سامنے گر پڑنا اور روئے زمین کا اس کی چمک سے روشن ہو جانا بہت واضح و بلند واقعات ہیں اور ان میں سے بعض بظاہر اس سے زیادہ بلند ہیں جو کچھ کہ آپ کو اس وقت حاصل ہے۔ مختصر یہ ہے کہ (یہ) واقعات بشارات ہیں امیدوار رہیں؛

چشم دارم کہ دہی اشکِ مرا حسنِ قبول   اے کہ دُر ساختہ قطرۂ بارانی را

[اے وہ (اللہ) کہ جس نے بارش کے قطرہ کو موتی بنا دیا ہے میں امید رکھتا ہوں کہ وہ میرے آنسوؤں کو حسنِ قبول عطا فرمائے گا]

والسلام اولاً و آخراً

مکتوب ۸۶

سیادت پناہ میر مظفر حسین کے نام عشق و شوق اور عدمِ حصول کے درد کے بیان میں اور محبت جو کہ معیت کا ثمرہ دینے والی ہے اس کی تکمیل پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، اے سیادت پناہ! آپ نے عشق کے شوق اور شوق کے

www.maktabah.org

ولولے کے بارے میں جو کچھ تحریر فرمایا تھا اور عدمِ حصول کے درد کا اظہار فرمایا تھا واضح ہوا اور لذت بخش و مسرت افزا ہوا، ؎

خوش آنکہ براہِ عشق جان داد عشق است کہ جان با و تواں داد

[وہ شخص خوش نصیب ہے جس نے کہ عشق کے راستہ میں جان دی، عشق ایسی ہی چیز ہے جس کیلئے جان دی جا سکتی ہے]

اللہ تعالیٰ شوق کے شعلہ کو بلند کرے اور عشق کی آگ کو بھڑکائے تاکہ آفاق و انفس کی قید سے پوری ص۱۴۰
طرح رہا کر دے اور مطلوب کے ساتھ خاص معیت پیدا کر دے محبت کوئی لمحہ ایسا نہیں چھوڑتی جو کہ محب صادق کے نصیب نہ ہو، المرء مع من احب [آدمی اسی کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے] محبت جسقدر زیادہ قوی ہوگی معیت اسی قدر زیادہ کامل ہوگی، محبت کا زیادہ ہونا حسن و جمال کے علم کی فراوانی کے مطابق ہے، حسن کے دقائق اور جمال و کمال کی باریکیوں کا علم جسقدر زیادہ ہوگا اسی قدر شوق کی آگ زیادہ اور محبت کا شعلہ تیز ہوگا ؎

آنرا کہ بحسن دیدہ تیز است ایں عشق بلائے خانہ خیز است

[جس شخص کی آنکھ حُسن کے ساتھ تیز ہے، یہ عشق (اس کیلئے) گھر سے اُٹھنے والی بلا ہے]

عشق کو حُسن کے ساتھ موافقت ہے اور اول (ازل) ہی سے ہم صحبت ہونے کا عہد موجود ہے، حدیث کنت کنزا مخفیا [میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا الخ] اس پر دلالت کرتی ہے۔ ؎

ہر کجا حُسن می نماید روے می نہد سر بسجدہ عشق آں سوے

[جہاں بھی حُسن اپنا جلوہ دکھاتا ہے عشق اسی طرف سربسجدہ ہو جاتا ہے]

اُس کے حُسن کی شہرت سے دنیا مالامال ہے اس لئے اس کے عشق کا دروازہ ہمیشہ کھُلا ہوا ہے ؎

افسانۂ عشقِ او بہر سوے دیوانۂ حُسنِ او بہر کوے

[اس کے عشق کا چرچا ہر طرف ہے، اس کے حسن کا دیوانہ ہر کوچے میں ہے]

عدمِ حصول کے درد سے غمگین نہ ہوں، ع

بتاریکی دروں آبِ حیات است [آبِ حیات تاریکی میں ہے]

اُس مقام کا حصول عین عدمِ حصول ہے اور جہل عین معرفت ہے اعرفھم باللہ اشد تحیراً فیہ [اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پہچاننے والا اس کے بارے میں سب سے شدید حیرت زدہ ہے] بیشک معروف کی تہ کو پانے اور احاطہ کرنے کی حقیقت بشری طاقت سے باہر ہے اور سب ہی لوگ اس عدمِ حصول کے درد میں مبتلا ہیں، بشریت سے نکل جانا اور ذاتِ مطلق کے ساتھ متحقق ہونا ممکن نہیں ہے کہ وہ ذاتِ مطلق کے

www.maktabah.org

سی بہرہ مند ہو جاتا۔ شیخ عطار قدس سرہ فرماتے ہیں ؎

می بینی کہ شاہے چوں پیمبر نیافت او فقرِ کل تو رنج کم بر

[کیا تو نہیں دیکھتا کہ پیغمبر جیسی عظیم الشان ہستی کو کامل فقر (بشریت کی کلی انقطاع) حاصل نہیں ہوا واسطے تو بھی رنج کم کر]

ممکن واجب (کی حقیقت) سے اور مقید مطلق (کی حقیقت) سے کیا پائے اور کیا حاصل کرے، اس سے جو کچھ حاصل کرے اور پائے گا وہ ذاتِ مطلق کی بلند بارگاہ سے نیچے اور قید کی پستی میں داخل ہے، اس کے طالب کو اس کے سوا چارہ نہیں ہے کہ اپنے آپ کو مایوسی میں رکھے، اس بیچارہ کی نہایت یہی ہے کہ اپنے آپ کو گم و محو کر دے اور اپنا کوئی نام و نشان باقی نہ رکھے نہ یہ کہ عنقا کو شکار کرے اور سیمرغ کو جال میں پھنسائے ؎

عنقا شکار کس نہ شود دام باز چیں کا ینجا ہمیشہ باد بدست است دام را

[عنقا کو کوئی شکار نہیں کر سکتا تو اپنا جال اٹھا لے کیونکہ یہاں ہمیشہ جال لگا لیا ہے جیسا کہ ہوا کو ہاتھ میں لینا یعنی کچھ حاصل نہیں]

ص ۱۲۱ اس جدائی کی شام کے لئے وصال کی صبح کی کوئی امید نہیں کی گئی ہے، افسوس در افسوس کہ اس غم کی کوئی حد نہیں ہے اور اس درد کا کوئی علاج نہیں ہے ؎

ہمہ صبح وصل جویان من و شام نا امیدی کہ سیاہ بخت ہجرم شب من سحر ندارد

[سب لوگ وصل کی صبح تلاش کر رہے ہیں (لیکن) میں ہوں اور شام نا امیدی ہے کیونکہ میں ہجرت کا مارا ہوا سیاہ بخت ہوں (اسلئے) میری رات]

آپ نے عاشق کی آرزو مندی اور معشوق کی بے نیازی کی بابت لکھا تھا، بیشک یہ دونوں صفتیں عاشقی و معشوقی کے لوازم میں سے ہیں یہ جدا نہیں ہوتیں درد مند عاشق جب تک جان رکھتا ہے آرزو کے بغیر نہیں رہتا کہ (یہ) اس کی جان کے ساتھ وابستہ ہے اور اس کے ساز و سامان کے ساتھ پیوستہ ہے اور معشوق ہر وقت بے نیازی کی صفت کے ساتھ ہے (جو کہ) زائل ہونے والی نہیں ہے ؎

بنازم ایں چہ استغنا و ناز است گدازم ایں چہ امیدِ دراز است

[میں ناز کرتا ہوں (کہ) یہ کیا بے نیازی و ناز ہے، میں پگھل رہا ہوں، یہ کیسی طویل امید ہے]

معشوق کی جانب سے جسقدر بے نیازی و لاپرواہی زیادہ ہوگی عاشق کی جانب سے عشق کا جوش اور آرزو مندی میں گھلنا اسی قدر زیادہ ہوگا۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

نہ تنہا آفتم زیبائی اوست بلائے من ز نا پروائی اوست

[محض اس کی خوبصورتی ہی میرے لئے آفت نہیں ہے (بلکہ) میرے لئے اس کی لاپرواہی کی وجہ سے (بھی) مصیبت ہے]

آپ نے اس بے پروبال سے کمال کی درخواست کی تھی یہ ناکارہ خود کس قابل ہے جو کچھ ہے بزرگوں کے باطن سے ہے مختصر یہ ہے کہ جن بعض کمالات کی آپ کو بشارت دی گئی ہے ان کا شکر بجا لائیں

www.maktabah.org

اور دوسرے مراتب جن کی امید کی گئی ہے اُن کے امیدوار رہیں فان المرء مع من احب [پس بیشک آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے] محبت کو زیادہ کرنے میں کوشش کریں تاکہ سالی درجہ کی معیت حاصل کریں۔ والسلام علیکم وعلی سائر من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفےٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات والبرکات العلیٰ۔

مکتوب ۸۷

فقیر حقیر شرف الدین حسین کے نام مطلوب کی حقیقت سے ناامیدی اور غیب و شہود کی تفصیل اور کمالاتِ نماز کے متعلق بعض امور اور اس کی حقیقت کے متعلق اشارات کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفےٰ۔ میرے مخدوم! آپ نے احوال کی شرح اور کیفیات کے اظہار میں جو کچھ تحریر فرمایا تھا واضح ہوا اور باطنی لذات کا سبب ہوا۔ اللہ تعالیٰ ترقیات کے دروازے ہمیشہ کھلے رکھے، ہمت کو بلند رکھیں جو کچھ میسر ہو اس پر قانع نہ ہوں۔ ع

آں لقمہ کہ در دہاں نگنجد طلبد [وہ لقمہ طلب کرتا ہے جو منہ میں نہیں سماتا]

ص ۱۴۲ ممکن واجب تعالیٰ سے کیا پائے اور مقید مطلق سے کیا حاصل کرے، مقید جو کچھ مطلق سے حاصل کرتا ہے یا مشاہدہ و ادراک کرتا ہے درجۂ اطلاق سے نیچے ہے اور اس کی استعداد و ادراک کے ساتھ مقید ہے۔ مطلق ان قیود سے پاک اور اس ادراک و شہود سے میرا ہے پس اس مرتبۂ مقدسہ کے ناامیدی کے سوا کچھ نصیب نہیں ہے۔

عاشقاں را نصیب از معشوق جز خرابی و جاں گدازی نیست

[عاشقوں کو معشوق سے بربادی و جاں گدازی کے سوا اور کچھ نصیب نہیں ہوتا]

شہود و مشاہدہ ظلال کے ساتھ وابستہ ہے اور درک و وصل اس جگہ تک ہے کہ جس پر ظل کا اطلاق ہو اور جب معاملہ ظلال سے بڑھ جاتا ہے اور اصل بھی ظل کی مانند راہ میں رہ جاتی ہے تو معاملہ غیب الغیب سے جا پڑتا ہے اور سابقہ معاملات پراگندہ ہو جاتے ہیں اور ایمانِ شہودی ایمان بالغیب کے ساتھ بدل جاتا ہے اور لذت و حلاوت، ذوق و شوق کی بجائے بے کیفی اور درد و غم آجاتا ہے، کان رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دائم الحزن متواصل الفکر [رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ مغموم اور متواتر فکرمند رہتے تھے] ان بزرگوں کی لذت محبوب کی اطاعت میں ہے اور بس اور اُن کا انس اس کی بندگی پر موقوف ہے ارحنی یا بلال [اے بلال مجھے راحت پہنچا] اسی کی طرف اشارہ ہے اور قرۃ عینی فی الصلوٰۃ

www.maktaban.org

[میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے] اسی کا ایک رمز ہے، دوسرے حضرات شہود کی لذت کے ساتھ لطف اندوز ہوتے ہیں اور وصال کے خیال پر فریفتہ ہیں اور ان حضرات نے اس شہود سے آنکھ بند کی ہوئی ہے اور اسی وصال کو خیال تصور کر کے غیب کے ساتھ جو کہ شہود پر ہزاروں درجے فضیلت رکھتا ہے مطمئن ہیں اور کمر ہمت اس کی بندگی پر چست باندھے ہوئے ہیں۔ تحریمۂ اولیٰ (تکبیر اولیٰ) کو جسے وہ امام کے ساتھ پاتے ہیں تجلیات و ظہورات سے بہتر جانتے ہیں اور خشوع (عاجزی) اور سجدہ کی جگہ پر نگاہ جمانے کو کہ حدیث شریف منتہٖ بصرک بموضع سجودک [تو اپنی نگاہ کو اپنے سجدوں کی جگہ پر رکھ] جس پر دال ہے اور آیت کریمہ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ [وہ مومنین کامیاب ہوئے جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں] جس کی مخبر ہے س ۲۳ ع ۱
شہود و مشاہدہ سے زیادہ تصور فرماتے ہیں، نماز اسی (ظاہری) صورت پر موقوف نہیں ہے (بلکہ) عالم غیب الغیب میں ایک حقیقت رکھتی ہے جو کہ تمام حقیقتوں سے اوپر اور مشاہدات و تجلیات سے بالاتر ہے شاید کہ حدیث شریف (قدسی) قف یا محمد فان اللہ یصلی [اے محمد ٹھہر جائیے پس بیشک اللہ تعالیٰ نماز میں ہے] میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے، جسقدر اس (نماز) کی (ظاہری) صورت کی تکمیل میں کوشش کی جائے اور خشوع و آداب کو کامل طور پر ادا کرنے میں جدوجہد کی جائے اس حقیقت کے ساتھ (اسی قدر) مناسبت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ اس کی برکات سے بہت زیادہ بہرہ ور ہو جاتا ہے اور جو شخص کہ شہود کی بندش اور ظہورات کی قید میں ہے اس حقیقت سے محروم دستور ہے اسی بنا پر اس کی صورت کی تکمیل کو جو کہ حقیقت کی طرف ایک راستہ رکھتی ہے مشاہدات و تجلیات سے بہتر سمجھا ہے ص ۱۴۳
اور بلند ہمتی کے باعث ان پر قناعت نہیں کرتا۔

بات دوسری طرف چلی گئی، ہم (اصل) مطلب پر آتے ہیں جو احوال کہ آپ نے لکھے ہیں سب مقبول و اعلیٰ ہیں اور لذات کا نہ ہونا، سابقہ احوال و مواجید کو پراگندہ پانا اور عالم (دنیا) اور صانع عالم (دنیا کو بنانے والے) کے درمیان خالق و مخلوق اور صانع و مصنوع ہونے کی نسبت کے علاوہ کسی اور نسبت کا ثابت نہ ہونا یہ سب کمالات مرتبۂ نبوت سے ظاہر ہوئے ہیں اور اس مقام سے کامل مناسبت رکھتے ہیں، حق سبحانہٗ ہم جیسے محروموں کو ان کمالات سے کامل حصہ عطا فرمائے انہ قریب مجیب [بیشک وہ قریب (اور) قبول کرنے والا ہے] والسلام علیکم و علیٰ سائر من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ و علیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات و التحیات والبرکات العلیٰ،

www.maktabah.org

مکتوب ۸۸

سیادت پناہ سید علی بارہہ کے نام اوقات کو معمور رکھنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی، جناب سیادت و نقابت پناہ! (اس) دور افتادہ کے سلام عافیت انجام پڑھیں، اس حدود کے فقراء کے احوال حمد کے لائق ہیں، اللہ سبحانہٗ سے آپ کی عافیت اور حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم والتحیۃ کی شریعتِ عالیہ اور سنتِ منورہ کے راستہ پر استقامت کی دعا کی گئی ہے، اوقات کو ذکر و فکر کے ساتھ آباد رکھیں اور مولائے حقیقی جل شانہٗ کی خوشنودیوں کے حاصل کرنے میں جان (و دل) سے کوشش کریں، اندھیری راتوں کو گریہ و استغفار کرنے سے منور رکھیں اور اس قلیل مدت میں آخرت کا زاد راہ تیار کریں اور دور افتادہ دوستوں کو خاتمہ کی سلامتی کی دعا کے ساتھ یاد رکھیں، والسلام علیکم وعلی سائر من اتبع الھدیٰ۔

مکتوب ۸۹

میر کرم معین الدین کے نام اس بیان میں کہ طالب کو (اپنے) شیخ سے طلب کو ظاہر کرنا ناگزیر ہے اور اس کے طریق وصول کا تعین کرانا ایک فضول بات ہے اور اہلِ بدعت کی صحبت سے بچنے کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ ذی الجلال والاکرام والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ سید الانام وعلیٰ آلہ الکرام وصحبہ العظام، (آپ کا) گرامی نامہ پہنچکر مسرت بخش ہوا چونکہ شوق کا مخبر اور درد و طلب پر مشتمل تھا (اس لئے) مزید خوشی حاصل ہوئی حق سبحانہٗ اس شوق کی آگ کو شعلہ زن بنائے اور طلب کے شعلہ کو سر بلند کرے تاکہ ماسوا سے بالکل رہا کر دے اور مطلوب کی خوشبو دماغ میں پہنچائے، ؎

عشق آں شعلہ است کہ چوں برفروخت ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

[عشق وہ شعلہ ہے کہ جب وہ بھڑک اٹھتا ہے تو معشوق کے علاوہ باقی سب کو جلا دیتا ہے]

اس تمام مشغولیت کے باوجود جسقدر طلب و شوق بھی میسر ہو غنیمت اور امید بخش ہے، ایک بزرگ[۱] نے کہا کہ اگر (اللہ تعالیٰ) دینا نہ چاہتا تو طلب نہ دیتا۔" آپ نے گم شدہ نسبت کے حاصل ہونے کی خواہش

---

۱ ان سے مراد خواجہ عبد اللہ انصاری قدس سرہٗ ہیں۔

www.maktabah.org

ظاہر کی تھی، میرے مخدوم! جو کچھ طالب کے لئے ضروری ہے وہ یہ ہے کہ طلب اور لوازم طلب کا اظہار شیخ سے کرے اور وصول کے طریقہ کا متعین کرنا شیخ کے سپرد کر دے، مریض کو حکیم حاذق سے مرض کا بیان کرنا ناگزیر ہے اس سے ازالۂ مرض کے طریقہ کا تعین طلب کرنا فضول بات ہے جو فیض کہ شیخ مرحوم سے پہنچا بمقادہ شیخ کے سیر و سلوک و مبدأ تعین کے موافق تھا اگر دوسری جگہ سے (فیض) پہنچے گا تو وہ اس (دوسرے شیخ) کے سیر و سلوک کے مطابق ہوگا اور اس کی ولایت کی حقیقت کے سرچشمہ سے جوش مارے گا ہر چشمہ کا مزہ دوسرا ہے اور ہر حقیقت کے اثرات جدا ہیں ؎

ہر خوش پسرے را حرکاتے دگر است [ہر اچھے بیٹے کی حرکات دوسری ہیں]

اگرچہ اصل سرچشمہ ایک ہی ہو لیکن جگہوں کے مختلف ہونے کی وجہ سے اثرات مختلف ہو جاتے ہیں، ہر لحاظ سے اتحاد محال ہے، میرے مکرم! ہمارے طریقہ میں افادہ و استفادہ کا مدار صحبت پر ہے، صاحبِ استعداد طالب صحبت کی برکت سے اپنی استعداد و محبت کے موافق شیخ مقتدا کے باطن سے فیضیاب ہوتا ہے، ہر وقت صفاتِ رذیلہ سے خالی ہو کر شیخ کے رنگ میں رنگا جاتا ہے، فنا فی الشیخ ہونا فنا فی اللہ کا مقدمہ ہے، ؎

زاں روے کہ چشمِ تست احول معبودِ تو پیرِ تست اول

[چونکہ تیری آنکھ بھینگی (ایک کو دو دکھانے والی) ہے اس لئے اول تیرا معبود تیرا پیر ہے]

اگر پیر کی صحبت میسر نہ ہو تو محض محبت سے بھی شیخ کی توجہ کے مطابق فیضیاب ہو جاتا ہے لیکن (ان دونوں میں) بہت فرق ہے شتان ما بینہما۔ اویس قرنیؓ اگرچہ آنسرور علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام کے باطن سے فیضیاب ہوئے ہیں اور ولایت کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہوئے ہیں لیکن صحابۂ کرام (رضی اللہ عنہم) کے مرتبہ کو نہیں پہنچے اور خیر التابعین [تابعین میں بہتر] ہو گئے ہیں، جو محبت کہ آپ فقراء سے رکھتے ہیں اس کو بہت بڑی نعمت تصور فرمائیں اور اس نعمت میں اضافہ طلب کریں، المرء مع من احب ۱۲۵
[آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے] آپ نے سنا ہوگا، امید ہے کہ ان کے باطن سے کامل حصہ حاصل کریں گے اور فیضیاب ہوں گے، یہ حقیر اپنے اندر اس بات کی قابلیت نہیں پاتا کہ اس سے بہت بڑے کام کی درخواست کریں لیکن چونکہ آپ نے حسن ظن کی وجہ سے لکھا ہے امید ہے کہ اس ظن کے مطابق آپ کے ساتھ معاملہ فرمائیں گے اور ویرانہ سے کوئی خزانہ نکالیں گے، حدیث قدسی ہے انا عند ظن عبدی بی [میں اپنے بندہ کے گمان کے ساتھ ہوں] بہرحال انشاء اللہ تعالیٰ غائبانہ توجہ سے متعلق اپنی جانب سے دریغ نہیں کرے گا، اوقات کو طاعات کے معمولات کے ساتھ استوار رکھیں اور لہو و لعب سے بچتے رہیں اور دنیا کی بے وفائی اور قبر و قیامت کے احوال کو مدنظر رکھیں اور نجات کو سنت کی پیروی

www.maktabah.org

اور بدعت سے بچنے میں یقین کریں اور بدعتیوں اور ملحدوں کے ساتھ صحبت نہ رکھیں کہ وہ دین کے چور ہیں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کی حدیث ہے اهل البدع کلاب اهل النار [اہل بدعت اہل دوزخ کے کتے ہیں] جو فقیر کہ شرعی طریقوں پر نہیں ہے اور سنت کے زیور سے آراستہ نہیں ہے اس کو اپنی مجلس میں نہ دیں
۵۹/۷ مختصر یہ ہے کہ وَمَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ (الآیۃ) اور رسول جو کچھ تم کو دے تم اس کو لے لو اور جس چیز سے منع کرے تم اس سے باز رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ والسلام علیکم وعلی سائر من اتبع الہدی۔

مکتوب ۹۰

صلاح آثار حافظ پیر محمد کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ وحدت کے طالب کو وحدانی ہونا چاہیے۔

الحمد للہ العلی الاعلی والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ المصطفیٰ وعلی آلہ وصحبہ البررۃ التقی،

مکتوب شریف پہنچا چونکہ اشواق و کیفیات پر مشتمل تھا اس لئے مسرت و شادمانی کا باعث ہوا، حق سبحانہٗ اس شوق کے شعلہ کو بھڑکائے اور محبت کی آگ کو سربلند کرے تاکہ کثیر در کثیر تعلقات سے کامل رہائی میسر آئے اور وحدت حقیقی کا جمال پردہ کھول دے۔ وحدت اور کثرت ایک دوسرے کی ضد ہیں، سالک اگرچہ حجابات کثرت اپنے ساتھ رکھتا ہے اور کثرت کے احکام میں الجھا ہوا ہے، وحدت سے دور و محروم ہے، وحدانی ہونا چاہیے طلب و محبت کی راہ سے بھی اور دید و دانش کی رو سے بھی تاکہ وحدت ذاتی سے زیادہ قریب ہو جائے اور حقیقی توحید تک پہنچ جائے، التوحید اسقاط الاضافات [توحید اضافات کو ساقط کرنا ہے] والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۹۱

سیادت مآب سید محمد اسرائیل کے نام اس بیان میں کہ نفس کی شرارت عدم کی شرارت اور ابلیس کی شرارت
ص ۱۳۶ سے زیادہ ہے اور فنا و اطمینان نفس کی تحقیق اور عین و اثر کے زائل ہونے کی توضیح کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ ذی الانعام والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ سید الانام وعلی آلہ الکرام وصحبہ العظام امابعد گرامی نامہ نے مشرف کیا، اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے کہ آپ عافیت کے ساتھ ہیں اور فقرا کی محبت روز افزوں ہے اور ہمت کے پیش نظر اعلیٰ مطلب ہے، آپ نے شوق کی بات لکھی تھی، فقرا کو بھی مشتاق جانیں بلکہ حدیث وانا الیھم لاشد شوقا [اور میں ان کی طرف بہت زیادہ شوق رکھتا ہوں] کے حصہ

www.maktabah.org

کیونکہ جو کچھ اصل کی طرف منسوب ہے وہ زیادہ شدید اور زیادہ قوی ہے، فرع (شاخ) جو کچھ رکھتی ہے وہ اصل (جڑ) سے حاصل کئے ہوئے کمال کی قسم سے ہے، خود کسی چیز میں مستقل نہیں ہے اور اصل کے ساتھ کسی طرح کی برابری نہیں کر سکتی ہاں عدم ہے جو کہ اصل کے واسطے کے بغیر فرع کو نصیب ہے اور وہ شر و نقص ہے اور بذاتِ خود خیریت (بھلائی) کی ذرا بھی بو نہیں رکھتا اور اگر خیریت ہے تو وہ انعکاسی و عاریتی ہے کہ اس نے اپنے آپ کو اس عاریتی کمال کے باوجود خیر و کامل تصور کیا ہے اور امانت میں خیانت کی ہے اور شرارت پر شرارت بڑھائی ہے پس نفس کی شرارت (برائی) عدم کی شرارت سے بھی زیادہ ہے کیونکہ عدم ذاتی شرارت رکھتا اور اپنی نیستی و نامرادی کے ساتھ موافقت کئے ہوئے ہے اور نفس نے اس ذاتی شرارت کے باوجود جو کہ عدم کے واسطے سے اس کی ذات کی مانند ہو گئی ہے خیانت مذکورہ کے باعث انانیت (خودی) اور سرداری کا جنون اور اصل کے ساتھ شرکت کا دعویٰ پیدا کیا ہے اور اس رستے سے مولائے حقیقی تعالیٰ کی دشمنی پر قائم ہوا ہے، نفسِ امارہ کی حقیقت بھی اگرچہ عدم ہے اور شرارت کو اس سے کسب کر کے اس کا جانشین بیٹا بن گیا ہے لیکن جہلِ مرکب اور سرداری کے جنون کے ذریعہ سے جو کہ عدمِ مطلق سے اس کے امتیاز کا سبب ہے شرارت میں اپنے باپ اور مبداء سے سبقت لے گیا ہے اور شریر ہونے کا حق ادا کر دیا ہے، عدم بیچارہ اگر برسوں اس کی شاگردی کرے اس حد تک نہیں پہنچ سکتا اور نیز اس شرارت و سرکشی میں اس کا استاد ابلیسِ لعین ہے لیکن وہ شرارت میں آگے نکل گیا اور سرکشی و انانیت
۱۲ (خودی) میں ابلیس سے کئی منزل آگے چلا گیا، ابلیس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کی اور اَنَا خَیۡرٌ مِّنۡهُ [میں اس سے بہتر ہوں] کی صدا اس کے باطن سے نکلی اور بنی آدم کو بہکانے کے بعد اُن سے (اپنی) برئیت
۱۶ ظاہر کی اور کہا اِنِّیۡ بَرِیۡٓءٌ مِّنۡكَ اِنِّیۡۤ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۝ [بیشک میں تجھ سے بری ہوں بلاشبہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو کہ تمام جہانوں کا پروردگار ہے] اور اس (نفس) نے خدائی کا دعویٰ کیا اَنَا رَبُّكُمُ
۲۴ الۡاَعۡلٰی [میں تمہارا رب اعلیٰ ہوں] کہا، شتان ما بینہما [ان دونوں کے درمیان بہت فرق ہے]۔ ابلیس اس کا استاد ہونے کے باوجود اس کی شاگردی کے لائق ہے اور اس کا پیشوا ہونے کے باوجود اس کی پیروی کے قابل ہے۔ سبحان اللہ یہی (نفس) لَمّہ اس شرارت اور برائیوں کے باوجود اطمینان و شرح صدر حاصل ہونے کے بعد
۱۴۷ عالمِ امر کے لطائف کا جو کہ پاکی اور بلندی کے ساتھ موصوف ہیں سردار ہو جاتا ہے اور قرب و معرفت کے مدارج میں اُن پر فوقیت پیدا کر لیتا ہے۔ ہمارے حضرت عالی قدس اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس نے لکھا ہے کہ "(نفس) مطمئنہ شرحِ صدر حاصل ہونے کے بعد جو کہ ولایتِ کبریٰ (یعنی ولایتِ انبیائے کرام) کے لوازم سے ہے

عہ دفتر اول مکتوب ۲۶۰ حصہ چہارم فارسی ص ۹۰۔

www.maktabah.org

اپنے مقام سے عروج کر کے تختِ صدر[1] (سینہ) پر ترقی حاصل کر لیتا ہے اور وہاں تسلط قائم کر لیتا ہے اور قریب کے ممالک (مقامات) پر غلبہ حاصل کر لیتا ہے، یہ تختِ صدر حقیقت میں مرتبۂ ولایتِ کبریٰ کے عروج کے تمام مقامات سے برتر ہے اس تخت پر متمکن ہونے والے کی نظر ابطنِ بطون (اصل الاصل) تک نفوذ کر جاتی ہے۔ اس (نفس مطمئنہ) کے لئے (اب) مخالفت کی گنجائش اور سرکشی کی مجال نہیں رہی ہے (کیونکہ اب) وہ کلی طور پر مطلوب کی طرف متوجہ اور پوری طرح مقصود میں مشغول ہے اس کا ارادہ پروردگار جل سلطانہٗ کی خوشنودی حاصل کرنے کے سوا نہیں ہے اور اس کا مطلب اس تعالیٰ شانہٗ کی طاعت و عبادت کے علاوہ کچھ نہیں ہے[2]" یہ ہے حضرت (قدس سرہ) کا کلام شریف۔

آپ نے لکھا تھا کہ "بعض وقت اپنے آپ کو اس طرح گم پاتا ہے کہ گویا بکھرا ہوا موہوم غبار ہے باطن جو کہ ظاہر کے لباس میں ملبوس ہے محض وہم و خیال کے سوا ادراک میں نہیں آتا، بعض اوقات (یہ فقیر) اگرچہ آنکھ کو ملتا ہے کہ شاید خیرگی کا اثر ہو اور نیز اسی طرح پر تکلم و استماع الخ" میرے مخدوم! یہ عدمیت کی دید جو اصل ذظل ہونے کے تعلق سے ہے مبارک و مسعود ہے اور وصول (پہنچنے) کی تمہید ہے بلکہ نفس وصول ہے کیونکہ جب تک نہیں پائے گا اس وقت تک رہائی (فنائیت) حاصل نہیں کرے گا، کسی بزرگ نے کہا ہے کہ میں ایسا عدم چاہتا ہوں کہ پھر کبھی واپس نہ آؤں۔ ذکر و فکر کا نتیجہ اور سیر و سلوک کا ثمرہ یہ ہے کہ سالک اپنی ذات کے عدم ہونے سے واقف ہو جائے اور (اپنی) ہستی اور اس کے تابع کمالات کو بالکل اصل سے جانے اور اصل کے سپرد کر دے، مولوی (معنوی) قدس سرہٗ نے کہا ہے ؎

چوں بدانستی کہ ظلِ کیستی — فارغی گر مُردی و گر زیستی

[جب تو نے جان لیا کہ تو کس کا سایہ ہے تو پھر خواہ مردہ ہو یا زندہ ہو تو بے فکر ہے]

آپ نے عین واثر کے زائل ہونے کے بارے میں جو یہ لکھا تھا کہ "یہ زوال و فنا کا معاملہ صفاتِ نفس کے ساتھ تعلق رکھتا ہے نہ کہ اس کی ذات کے ساتھ کیونکہ اس کی ذات باقی ہے اور رذائل و تبدیل ہونا صفات میں ہوتا ہے اور بس، اور صفات کی اس تبدیلی سے اس کی ذات کا تزکیہ و طہارت ہو جاتی ہے اور اطمینان تک پہنچ جاتی ہے" بیشک تحقیق یہ ہے کہ فنا و بقا بری صفات تبدیل ہو جاتا ہے لیکن اس تحقیق کی صورت میں کہ افرادِ عالم سب کے سب اسماء و صفات کا ظہور ہیں کوئی ذات ان کے درمیان موجود نہیں ہے پس ذات کے بغیر ان سب کا وجود کلی طور پر وجوہ و اعتبارات ہوگا

---

[1] تزکیہ سے قبل نفس کی مرکزیت دماغ میں ہوتی ہے اور مطمئنہ ہونے کے بعد تختِ سینہ پر متمکن ہو جاتا ہے اور رضائے الٰہی کے مقام سے مشرف ہو جاتا ہے اور تمام مقدراتِ خداوندی کو برضا و رغبت قبول کر لیتا ہے (شرح مکتوبات قدسی آیات مولانا نصر اللہ خان صاحب)

[2] مکتوب مذکورہ میں یہ عبارت چند سطور کے بعد ہے۔

www.maktabah.org

۱۲۸ صفات کی فنا کی صورت میں عین واثر کا زائل ہونا حقیقت کے طور پر ہونا چاہئے نہ کہ مجاز کے طور پر، جیسا کہ آپ نے لکھا ہے، شیخ محی الدین بن عربی (قدس سرہ) نے بھی عالم کو اعراضِ مجتمعہ (ایسے وجودوں کا مجموعہ جو جوہر کے بغیر قائم ہیں) کہا ہے پس ان کے مذہب پر بھی افرادِ عالم کے لئے ذات نہیں ہوگی اور اگر ہوگی تو اطلاق و تقیید کے طور پر اسی ذات جل و علا کا وجود ہوگا پس افرادِ ممکنات یا محض اعراض ہیں یا ان اعراض سے اخذ کی ہوئی ذات ہیں، اگر (یہ) کہیں کہ نفس جیسا کہ صفاتِ رذیلہ رکھتا ہے ایسے ہی علم و قدرت و ارادت وغیرہ صفاتِ حمیدہ بھی رکھتا ہے پس صفاتِ ردّیہ کے زائل ہو جانے کی صورت میں صفاتِ حمیدہ باقی ہیں جو کہ عین واثر کے زائل ہونے کے منافی ہیں"۔ ہم (جواب میں) کہتے ہیں کہ جو چیز نفس کی ذاتی ہے وہ شرارت ونقص ہے اس میں صفاتِ کمال کا ہونا اس کا اپنا نہیں ہے بلکہ مرتبۂ وجوب سے مستعار ہے کہ اس نے ان کمالات کو جہالت کی وجہ سے اپنے ذاتی تصور کر لیا ہے اور اپنے آپ کو اس واسطے سے خیر و کمال اور خیرات (بھلائیوں) کا مبدا گمان لیا ہے اور اپنے مالک کے ساتھ شرکت کا دعویٰ پیدا کیا ہے اور امانت میں خیانت کی ہے پس اس کی حقیقت وہی جہلِ مرکب و علم کاذب ہے جو کہ اس کی شرارت و انانیت کا سبب بنا ہے۔ مولوی (رومی قدس سرہ) نے کہا ہے، ع

اے برادر تو ہمیں اندیشۂ [اے بھائی! تو یہی وہم و خیال ہے]

بھلائی کی کچھ بھی بو اس کی ذات میں نہیں ہے پس جہلِ مرکب وغلبۂ وہم عاریت کے فنا اور زائل ہونے کے بعد اس کا کوئی اثر نہیں رہتا اور حقیقت گویا بدل جاتی ہے اور امارگی (سرکشی) سے اطمینان تک پہنچ جاتا ہے اور اکابر کے اس کلام سے جو کہ عین واثر کے فنا و زوال کے بارے میں آیا ہے یہی معنی قریب الفہم ہیں اور نصوص (آیات واحادیث) بھی اس کی نشاندہی سے خالی نہیں ہیں، من قتلتہ فانا دیتہ [جس کو میں قتل کرتا ہوں اس کا خون بہا میں خود ہوں] اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ [کیا ایسا نہیں ہے کہ جو شخص مردہ تھا ہم نے اس کو زندہ کر دیا] والسلام ۱۲۲

مکتوب ۹۲

شیخ حسین منصور کے نام ان کے بلند احوال و اذواق کی شرح میں مع ولایتِ علیا کی بشارت کے تحریر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ مدارجِ قرب میں بے اندازہ ترقیات عطا فرمائے، مکتوب مرغوب جو آپ نے اس مسکین کے نام ارسال کیا تھا پہنچ کر مسرت کا باعث ہوا، آپ نے توجہات کی تاثیر کے بارے میں جو کہ طالبین کی بابت واقع ہوتی ہے اور اس امرِ عظیم پر قدرت و قوت کے بارے میں لکھا تھا، واضح ہو اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کا شکر

www.maktabah.org

بجالائیں اس کو نادر نعمت جانیں اور آیت کریمہ مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ [جو اللہ چاہے اللہ کے سوا کوئی قوت نہیں ہے] پڑھیں، لکھا ہوا تھا کہ "پہلے جب میں اپنے احوال کی چھان بین کرتا تھا اپنے آپ کو ولایتِ کبریٰ میں پاتا تھا اور اگرچہ فوق کی طرف متوجہ ہوتا تھا (لیکن) ہو نہیں سکتا تھا، مدتِ دراز تک اسی حال میں رہا اب جو متوجہ ہوتا ہوں تو اپنے آپ کو ولایتِ علیا میں پاتا ہوں بارہا غور کیا اور بار بار سوچا (لیکن) اس امر میں کوئی شک و شبہ پیش نہیں آتا۔" میرے مخدوم! یہ حال اور یہ دید اعلیٰ ہے بزرگوں نے کہا ہے کہ حال کے صحیح ہونے کی علامت کامل درجہ کا یقین حاصل ہونا ہے فقیر بھی جب متوجہ ہوا تو آپ ہی کی دید کے مطابق پایا اور آپ کو اس ولایت میں ملاحظہ کیا اس پر اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی تمام نعمتوں پر اس کی حمد ہے، اور نیز آپ نے لکھا تھا کہ "پہلے عالمِ امر کے لطائف کا عروج واقع ہوتا تھا اب عالمِ خلق کے لطائف میں بھی جو کہ نفس و عناصرِ اربعہ ہیں عروج معلوم ہوتا ہے۔" میرے مخدوم! یہ عروج جو کہ عالمِ خلق کے لطائف کے لئے ہے سابقہ دید (یعنی ولایتِ علیا) کی تائید کرنے والا ہے کیونکہ عالمِ خلق کے لطائف کا عروج ولایتِ علیا کے مناسب ہے سوائے لطیفۂ خاک کے کہ اس کا کمال کمالاتِ نبوت سے وابستہ ہے اور لطیفۂ نفس عالمِ امر کے لطائف کی طرح ولایتِ کبریٰ میں فنا و بقا کے ساتھ مشرف ہو جاتا ہے اور اطمینان کے کمال تک پہنچ جاتا ہے۔ مختصر یہ ہے کہ ولایتِ علیا میں ترقی بلا واسطہ طور پر عالمِ خلق کے لطائف میں سے تین عنصر یعنی عنصرِ آبی، عنصرِ ہوائی، عنصرِ ناری کا خاصہ ہے، دوستوں سے دعا کی امید کی جاتی ہے، والسلام اولاً و آخراً۔ ۱۸/۳۹

مکتوب ۹۳

بدر بیگ سمرقندی کے نام ذکر پر ہمیشگی کی ترغیب اور جو کچھ اس پر مرتب ہوتا ہے اس کے بارے میں تحریر فرمایا۔

حامداً للّٰہ العظیم و مصلیاً علیٰ رسولہ الکریم: اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے ساتھ رکھے اور ایک لحظہ بھی اپنے بغیر نہ چھوڑے، جو مکتوب آپ نے محبت کی راہ سے ارسال کیا تھا اس نے پہنچ کر خوش وقت کیا، آئندہ بھی اسی طریق پر احوالِ نیک انجام لکھتے رہنا چاہئے کہ یہ غائبانہ توجہ کا سبب ہے، — بیوگان کے بارے میں آپ جو کچھ سعیٔ جمیل کرتے ہیں وہ ثواب کا مقام ہے، حق سبحانہٗ جزائے خیر عطا فرمائے، جو واقعات آپ نے دیکھے اور لکھے تھے سب واضح اور اچھے ہیں، بشارات ہیں، اپنے کام میں مشغول رہیں، آپ نے باطن کے احوال اور ذکر و فکر اور جو کچھ اس پر مرتب ہوتا ہے اس کے بارے میں کچھ نہیں لکھا، پہلے اس کو

www.maktabah.org

لکھنا اور دوسری چیزوں کو تابع بنانا چاہیے۔ ع ۱۵۰

طفیلِ دوست باشد ہر چہ باشد [جو کچھ ہوتا ہے دوست کے طفیل میں ہوتا ہے]

مختصر یہ ہے کہ ذکر پر اس قدر ہمیشگی کریں کہ ذکر و حضورِ دل کا ملکہ ہوجائے اور اس کی صفتِ لازمہ (طبیعتِ ثانیہ) بن جائے کہ نفی کرنے سے بھی اس کی نفی نہ ہو اور ماسوائے مذکور (ماسوی اللہ) سینہ کی وسعت سے رخصت ہوجائے اور حق سبحانہٗ کے سوا اور کوئی مراد و مقصد نہ رہے۔ ع

ایں کارِ دولت است کنوں تا کرا دہند [یہ نصیب کی بات ہے دیکھیے اب کس کو عنایت کرتے ہیں]

دوستوں سے سلامتیٔ خاتمہ کی دعا کی امید کی گئی ہے۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۹۴

خواجہ امان اللہ خواجہ محمد مومن برہان پوری کے نام فنائے قلب فنائے نفس کی تحقیق اور لا یذکر اللہ الا اللہ کی حقیقت اور حالتِ نماز کے غیر حالتِ نماز پر فوقیت رکھنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفٰی، سعادت آثار خواجہ امان اللہ نے، اللہ سبحانہٗ اس کو اپنی رضامندیوں کی توفیق بخشے، جس کاغذ (مکتوب) میں اپنے احوال و اذواق و واقعات و مقامات تحریر کرکے اس مسکین کو بھیجا تھا اس نے پہنچ کر خوشوقت کیا اور اسی طرح جو کاغذ (مکتوب) کہ محبت اطوار خواجہ محمد مومن، اللہ تعالیٰ اس کی امیدوں کو پورا فرمائے کے احوال و واقعات پر مشتمل تھا وہ بھی مسرت افزا ہوا۔ دونوں عزیزوں کے احوال عمدہ اور کیفیات پسندیدہ اور واقعات و خواب واضح و مبارک ہیں، آپ حضرات نے فنائے قلب فنائے نفس اور قلب و دماغ و وہم و خیال سے خطرہ (وسوسہ) کے دور ہونے اور نیستی و عدمیت کی دید اور کلمۂ انا کے مقام ورود کے زائل ہونے اور ذکر اور اس کے اثر کے نفی ہوجانے اور مذکور کے نہ پانے اور لا یذکر اللہ الا اللہ [اللہ کو اللہ ہی یاد کرتا ہے] کا مقام حاصل ہونے کے بارے میں جو کچھ لکھا تھا واضح ہوا، آپ جان لیں کہ لا یذکر اللہ الا اللہ کو وحدتِ وجود والے بھی کہتے ہیں اور فنائے اکمل کے بعد بھی یہ حالت پیش آتی ہے لیکن ان دونوں مقاموں میں زمین و آسمان کا فرق ہے، وحدتِ وجود والے تعینِ امکانی کو حق کہتے ہیں اور اللہ ان کے نزدیک اسی تعین پر اطلاق پاتا ہے اس تعین کو اس حالت کے تحقق (پائے جانے) سے پہلے کسی دوسرے عنوان سے جانتے تھے اور اس حالت کے تحقق کے بعد اسی کو حقانیت کے عنوان کے ساتھ مشاہدہ کرتے ہیں کسی نے خوب کہا ہے

ع بخواب اندر مگر موشے شتر شد [شاید کوئی چوہا خواب میں اونٹ ہو گیا]

اور ہم جس تعین کی گفتگو کر رہے ہیں اس میں فنائے اکمل کے بعد اس تعینِ (امکانی) کا کوئی اثر باقی نہیں رہا ہے اور ذکر و توجہ و حضور سب اس بارگاہِ قدس کی طرف منسوب ہو گئے ہیں اور ذکر کرنے والا بھی صحرائے عدم کی طرف کوچ کر گیا ہے، ان دونوں میں بہت فرق ہے لا یذکر اللّٰہ الا اللّٰہ [اللہ کو اللہ ہی یاد کرتا ہے] کی حقیقت اس مقام میں صورت پذیر ہوتی ہے نہ کہ اس مقام میں کہ (وہاں) ذاکر کا وجود درمیان میں ہے اور لا اللہ کا اطلاق دوسرے پر اور نفی عنوان کی طرف راجع ہے اور آپ نے جو دماغ و وہم و خیال سے خطرہ دور ہو جانے کی بابت لکھا ہے غور طلب ہے، یہ تمام واقعات و احوال جو کہ آپ نے لکھے ہیں وساوس ہیں جو کہ وہم و خیال کی راہ سے (پیدا) ہو کر کاغذ کی سطح پر آئے ہیں یا کوئی اور چیز ہیں؟ جب تک یہ دنیا قائم ہے وہم و خیال کے چنگل سے رہائی پانا مشکل ہے البتہ جب اس عالم میں خلل آ جاتا ہے اور موت کی ابتدائی حالت پیش آ جاتی ہے تو احتمال ہے کہ وہم و خیال کے چنگل سے نجات میسر آ جائے جیسا کہ مولوی روم قدس سرہٗ فرماتے ہیں ؎ ۱۵۱

من شدم عریاں زتن او از خیال می خرامم در نہایات الوصال

[میں بدن سے عاری ہو گیا اور وہ خیال کے دور ہو گیا اب) میں وصال کی انتہاؤں میں محوِ خرام ہوں]

ہاں کاملین میں سے بعض ایسے ہوتے ہیں جو کہ اس عالمِ فانی میں خیال کی قید سے رہائی اور وہم کے جال سے نجات پا لیتے ہیں اور مطلوب کو خیال سے نزاشے بغیر آغوش میں لے لیتے ہیں، جو کچھ دوسروں کے لئے کل (قیامت) پر وعدہ کیا گیا ہے ان بزرگوں کو آج (اس دنیا میں) حاصل ہے اور ایسے لوگ کم ہی ہیں ؎

اگر ایں لحظہ ممکن کارِ شب نیست زبختِ مقبلاں ایں ہم عجب نیست

[اگرچہ اس وقت رات کا کام ممکن نہیں ہے (لیکن) اقبال مندوں کے نصیب سے یہ بھی عجب نہیں ہے]

ہاں خطرہ کا قلب سے رفع ہونا ممکن بلکہ واقع ہے اس مقام میں خطرہ قلب سے ایک طرح پر منتفی ہو جاتا ہے کہ اگر ایسے قلب والے کو ہزار سال کی عمر دیدیں تو اس نسیان کی وجہ سے جو کہ (اس کے) دل کو ماسوا سے حاصل ہو گیا ہے ہرگز کوئی خطرہ (اس کے) دل پر نہ آئے اور دنیا کی خوشی و رنج اس میں نہ سمائے، جاننا چاہئے کہ فنائے قلب تجلیٔ افعال کا نتیجہ ہے اور فنائے نفس تجلیٔ صفات پر موقوف ہے اور اس فنا کا کمال تجلیٔ ذات سے وابستہ ہے کیونکہ ہر مقام کا کمال اس مقام سے گذر جانے اور اوپر کے مقام تک پہنچ جانے سے مربوط ہے ان تجلیاتِ ثلاثہ (صفاتِ اضافیہ و صفاتِ ثبوتیہ و شیونِ ذاتیہ) میں سے ہر ایک کے

www.maktabah.org

آثار و علامات جدا ہیں، اور ہر فنا کے احکام علیحدہ ہیں، اور ہر فنا میں امرِ معتبر و قدرِ مشترک یہ ہے کہ دائمی ہو جو فنا کہ دائمی نہ ہو وہ احاطۂ اعتبار سے ساقط ہے۔ اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "اسی روز سے جو نماز کہ یہ
۱۵۲ فقیر ادا کرتا ہے (اس میں) حلاوت و محبت و خشوع و خضوع پیدا ہوتا ہے خاص طور پر فرض نماز میں اور کبھی کبھی ایسی حالت پیش آتی ہے کہ بیان میں نہیں آسکتی" بہت عمدہ اور بلند حالت ہے، نماز کی حالت کو غیرِ نماز کی حالت پر فوقیت ہے نماز مؤمن کی معراج ہے اور اس کی حالت معراج کی حالت کے ساتھ مناسبت رکھتی ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب بندہ نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو اس کے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اس کے اور اس کے پروردگار کے درمیان کے پردے اٹھا دیئے جاتے ہیں الحدیث۔ اور یہ جو آپ فنا حاصل ہونے کے بعد اپنے آپ کو نور پاتے ہیں اور نورانی دیکھتے ہیں (یہ) بقا کے آثار میں سے ہے، آیت کریمہ اَوَمَنْ کَانَ مَیْتًا فَاَحْیَیْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا یَّمْشِیْ بِهٖ فِی
۶/۱۲۲ النَّاسِ الآیۃ [کیا ایسا نہیں ہے کہ جو شخص مردہ تھا تو ہم نے اس کو زندگی دی اور اس کے لئے ایک نور بنایا جس کے ساتھ وہ لوگوں میں چلتا ہے] میں اس کی طرف اشارہ ہے، والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الھدیٰ و التزم متابعۃ المصطفیٰ علیه وعلیٰ آله الصلوات اتمّ التسلیمات والتحیات والبرکات العلیٰ۔

مکتوب ۹۵

سید علی بارہہ کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ عمل میں اخلاص اور اطمینانِ نفس صوفیائے کرام کی صحبت سے وابستہ ہے۔

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغِ دعوات کے بعد شرافت آثار کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ اس نواح کے فقراء کے احوال حمد کے لائق ہیں، اللہ سبحانہٗ سے آپ کی عافیت اور شریعتِ عالیہ و سنتِ منورہ کے طریقہ پر آپ کی استقامت کے لئے دعا کی گئی ہے۔ گرامی نامہ پہنچ کر مسرت بخش ہوا، آپ نے شوقِ ملاقات کا
۱۳/۳۸ اظہار کیا تھا، وقت آنے پر موقوف ہے لِکُلِّ اَجَلٍ کِتَابٌ [ہر کام کا وقت معین ہے] دنیا جدائی کی جگہ ہے؟ دعا کریں کہ حق سبحانہٗ آخرت میں جمع کرے اور اس تعالیٰ شانہٗ کے دیدار کا بھی آخرت میں وعدہ کیا گیا ہے
۲۹/۵ مَنْ کَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ [جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی تمنا رکھتا ہے تو وہ جان لے کہ بیشک اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی وعدہ (یعنی موت) ضرور آنے والی ہے] موت آخرت کے مقدمات میں سے ہے جس چیز کا آخرت کے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے موت اس کی کھڑکی ہے، دنیا کھیتی سے زیادہ نہیں ہے عمل کی جگہ ہے

www.maktabah.org

جسقدر عمل میں اخلاص کے ساتھ کوشش کی جائے اسی قدر آخرت کے ثمرات و نتائج زیادہ ہونے کی توقع اور قرب کے درجات بیشتر ہونے کی امید کی جاتی ہے عمل کتب شرعیہ کے مطابق ہونا چاہئے اور اخلاص عمل کی حقیقت جو کہ حقیقی اسلام و اطمینانِ نفس پر موقوف ہے صوفیائے کرام کی صحبت کے ساتھ وابستہ ہے، اخلاص کے بغیر عمل بے روح کے جسم کی مانند ہے، والسلام علیکم وعلی سائر من اتبع الہدیٰ۔

مکتوب ۹۶

سید نور محمد کے نام معرفت پر رغبت دلانے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

۱۵۳ الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ جناب سیادت پناہ اس مسکین (کی جانب) سے سلام عافیت انجام پڑھیں، جو مکتوب کہ آپ نے ازراہِ محبت ارسال کیا تھا اس نے پہنچ کر خوش وقت کیا چاہئے کہ اسی طریق پر اپنے ظاہر و باطن کے احوال لکھتے رہیں کیونکہ یہ غائبانہ توجہ کا باعث ہے۔ میرے مخدوم! عمر کا بہترین حصہ جو کہ جوانی کا زمانہ ہے گذر رہا ہے اور عمر کا سب سے زیادہ ناقص حصہ قریب آرہا ہے افسوس ہے کہ اشرف چیز کو جو کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت ہے عمر کے سب سے ناقص حصہ کے حوالہ کیا جائے اور عمر کا اشرف حصہ سب سے ناقص چیز میں کہ ہوا و ہوس اور زینت دنیا ہے صرف ہو چاہئے کہ اوقات کو ذکر و فکر کے ساتھ آباد رکھیں اور آخرت کا زادِ راہ تیار کریں۔ والسلام علیکم وعلی سائر من اتبع الہدیٰ۔

مکتوب ۹۷

مولانا جان محمد ورسکی کے نام ولایات سہ گانہ کی تحقیق اور اطمینانِ نفس کی حقیقت اور شرح صدر اور عالم امر و عالم خلق کے لطائف کے کمالات اور ہر شخص کے نصیب کے تعین اور کمالاتِ نبوت کی تحقیق اور (کمالات) ولایت پر اس کی فضیلت کے بارے میں اور اذکار و تلاوتِ قرآن و نماز کے نتیجے کے بیان اور اس مقام کے بیان میں کہ جس میں کمالات کا افاضہ محض فضل کے ساتھ ہے نہ کہ عمل کے ساتھ، اور اس مقام کے بیان میں جو کہ اس کے اوپر ہے تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، فضائل مآب برادرم مولانا محمد جان ورسکی جان لیں کہ فنائے نفس اور اس کا اطمینان کہ اسلام حقیقی جس کے ساتھ وابستہ ہے اگرچہ اس کی ابتداء ولایت صغریٰ

www.maktabah.org

ہے لیکن اس کا کمال ولایتِ کبریٰ کے کمالات حاصل ہونے کے ساتھ وابستہ ہے بلکہ اصولِ سہ گانہ جو کہ دائرۂ اسماء و صفات و شیون و اعتبارات سے اوپر ہیں کہ ولایتِ کبریٰ ان اصولِ سہ گانہ کے مجموعہ اور اس دائرہ سے عبارت ہے اور یہ دائرہ عالمِ امر کے پانچوں لطائف کے عروج کا منتہا ہے اس سے اوپر عالمِ امر کو اصالت کے طور پر (یعنی بلا واسطہ) گذر نہیں ہے، نفس ان سہ گانہ (اصول کے) کمالات سے امیدوار ہے، حقیقتِ اطمینان و شرحِ صدر اس مقام میں حاصل ہوتا ہے۔ ہمارے حضرتِ عالی قدس اللہ سبحانہٗ بسرہ الاقدس نے لکھا ہے کہ "نفس مطمئنہ شرحِ صدر حاصل ہونے کے بعد جو کہ ولایتِ کبریٰ (یعنی ولایتِ انبیائے کرامؑ) کے لوازم سے ہے اپنے مقام سے عروج کر کے تختِ صدر (سینہ) پر ترقی کرتا ہے اور اس جگہ (لطائفِ عالمِ امر میں) تسلط قائم کر لیتا ہے اور قرب کے ممالک (مقاماتِ قرب) پر غلبہ حاصل کر لیتا ہے اور یہ تختِ صدر حقیقت میں مرتبۂ ولایتِ کبریٰ کے عروج کے تمام مقامات سے برتر ہے" اگر کہا جائے کہ نفس کا مقام دماغ میں ہے اور اس کو صدر (سینہ) پر فوقیت ہے اس کا صدر پر نیچے آنا بظاہر تنزل ہے اس کو ارتقا کس طرح کہہ سکتے ہیں؟ ہم جواب دیتے ہیں کہ دماغ کو اگرچہ صدر (سینہ) پر صورت و ظاہر کے اعتبار سے فوقیت ہے لیکن حقیقت میں معاملہ برعکس ہے اور معنوی طور پر سینہ کو دماغ پر فوقیت ہے کیونکہ سر غرور و خودی و انانیت (سرکشی) کا محل ہے اور بڑائی، تکبر اور خیالاتِ فاسدہ کا مقام ہے اور سینہ ایمان و الہام و واردات کا محل اور انوار و اسرار کا مقام ہے، آیتِ کریمہ

۳۹/۲۲ اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ [کیا پس جس شخص کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لئے کھول دیا تو وہ اپنے رب کی طرف سے نور (ہدایت) پر ہے] اور حدیث النور اذا دخل الصدر انفتح الحدیث [جب نور سینہ میں داخل ہوجاتا ہے تو وہ کھل جاتا ہے] اس پر دلیل ہے اور نفس جب اوصافِ رذیلہ سے پاک ہو جاتا ہے تو ہمسری اور انانیت (سرکشی) کے دعویٰ سے بری اور تائب ہو جاتا ہے اور

۴/۷۵ مطمئنہ و مقبول ہو جاتا ہے اور آیتِ کریمہ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا الآیۃ [اے ہمارے رب! ہمیں اس ظالموں کی بستی سے نکال دے] کے مقتضا کے مطابق اپنی جگہ چھوڑ دیتا ہے اور گناہ کی زمین سے ہجرت کر جاتا ہے اور نیکوں کی ہمسائیگی جو کہ عالمِ امر کے لطائف ہیں اختیار کر لیتا ہے، خیارکم فی الجاھلیۃ خیارکم فی الاسلام اذا فقھوا [تم میں سے جو لوگ جاہلیت میں بہتر ہیں وہ اسلام میں (آنے کے بعد بھی) بہتر ہیں جبکہ انہوں نے دین کو سمجھ لیا ہو] کے مطابق عالمِ امر کے لطائف کا سردار ہو جاتا ہے اور تختِ صدر (سینہ) پر قرار پکڑ کر تسلط قائم کر لیتا ہے، جب (نفس) اپنی ہستی و انانیت سے غربت و نیستی میں آیا اور خواہشات و تعلقات سے خالی و یکسو ہو گیا اور ان چیزوں کو ان کے اہل کے سپرد کر دیا

مکتوب ۹۰ حصہ چہارم فارسی ص ۱۵۴

www.maktabah.org

اور موت اور عدم ہونے کے ساتھ موافقت کرلی تو حق تعالیٰ نے اُس کو اس عزت کے ساتھ نوازا اور خلعتِ سلطنت کے ساتھ مشرف کر دیا فَانظُرْ إِلَىٰ آثَارِ رَحْمَتِ اللَّهِ كَيْفَ يُحْيِي الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا (روم ۵۰) [پس تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کی نشانیوں کی طرف دیکھ کہ وہ زمین کو اس کے مردہ ہو جانے کے بعد کس طرح زندہ کرتا ہے] اس وقت اوصافِ ذمیمہ اخلاقِ سیئہ (برے اخلاق) کی بجائے اوصافِ حمیدہ و اخلاقِ حسنہ اس کو عطا ہو جاتے ہیں کہ اس سے نیکی کے سوا اور کوئی چیز ظاہر نہیں ہوتی اور وہ حق کی طرف بلاتا ہے فَأُولَٰئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ ۗ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا (فرقان ۷۰) [یہ وہ لوگ ہیں جن کی برائیوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں سے بدل دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے اور رحم کرنے والا ہے]۔

میرے مخدوم! یہ جو کچھ بیان ہوا انبیاء علیہم الصلوات والبرکات کی ولایت کے کمالات ہے؟ اور جو معاملہ کہ ان بزرگواروں کی نبوت سے تعلق رکھتا ہے وہ اس سے ماوراء ہے اور ان دونوں کمالات کے درمیان ایسی نسبت ہے جیسی کہ قطرہ کو دریائے محیط (سمندر) کے ساتھ ہے کیونکہ کمالاتِ ولایت اگرچہ وہ انبیاء علیہم الصلوات ہی کی ولایت ہو کمالاتِ نبوت کے مقابل کسی شمار میں نہیں ہیں، (۵۵) سب سے پہلے انبیاء کو دعوت دی گئی اور مقصود و خلاصۂ تخلیق بھی یہی بزرگ ہیں، جو نعمت بھی آتی ہے انہی حضرات علیہم التسلیمات کے لئے آتی ہے، اولیاء اللہ ان کے طفیلی اور اُن کا پس خوردہ کھانے والے ہیں، اولیاء کے حق میں کمال یہ ہے کہ اپنے ایمان کو انبیاء (علیہم السلام) کے ساتھ درست کریں تاکہ کل کو (قیامت کے روز) نجات پا جائیں اور ان کے جھنڈے کے سایہ میں جگہ حاصل کرلیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ ۝ إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنصُورُونَ ۝ وَإِنَّ جُندَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ ۝ (صافات ۱۷۱ تا ۱۷۳) [اور البتہ تحقیق ہمارے ان بندوں کے لئے جو کہ پیغمبر ہیں ہمارا یہ قول پہلے ہی سے مقرر ہو چکا ہے کہ بیشک وہی مدد کئے گئے ہیں اور بیشک ہمارا ہی لشکر غالب رہتا ہے] پس ان کی افضلیت نبوت کے تعلق سے ہونی چاہئے اور نبوت کو ولایت سے افضل ہونا چاہئے اگرچہ ان بزرگوں ہی کی ولایت ہو، نبوت کے لئے ایک عروج ہے جو کہ حق تعالیٰ کی طرف رخ رکھتا ہے اور ایک نزول ہے کہ اس کا رخ مخلوق کی جانب ہے، جیسا کہ ولایت کیلئے (بھی) ایک عروج اور ایک نزول ہے، نہ یہ کہ ولایت رو بحق ہے اور نبوت رو بخلق، جیسا کہ اکثر گمان کیا جاتا ہے اے بھائی! کمالاتِ نبوت سے بہت زیادہ حصہ عالمِ خلق کے لئے ہے، عالمِ امر نے کمالاتِ ولایت سے اپنا پورا حصہ حاصل کر لیا ہے اور فنا و بقا کو پہنچ گیا ہے اب عالمِ خلق کی باری آئی ہے اور اس کی پستی اس کی بلندی کا سبب بن گئی ہے ؎

خاک شو خاک تا بروید گل　　کہ بجز خاک نیست مظہرِ گل

[بالکل مٹی ہو جا تاکہ پھول اُگیں کیونکہ مٹی کے بغیر پھول پیدا نہیں ہوتا]

www.maktabah.org

جاننا چاہیے کہ عالمِ خلق کی کامل طہارت اور اس کا اعتدال اس کمال کے ساتھ وابستہ ہے اگرچہ ان لطائف میں سے بعض کو ولایتِ کبریٰ و ولایتِ علیا میں بھی طہارت حاصل ہو جاتی ہے لیکن مجموعی طور پر تمام لطائف کو اس عجیب مقام میں اعتدال حاصل ہوتا ہے اور ناری عنصر کہ جس کی طینت سے اَنَا خَیْرٌ مِّنْہُ (میں اس سے بہتر ہوں) کی صدا نکلتی ہے اور خاکی عنصر جو کہ دنائت و خست کے ساتھ متصف ہے (دونوں) ان رذائل سے پاک ہو جاتے اور اعتدال پر آجاتے ہیں۔ میرے مخدوم! قرآن مجید کی تلاوت اور نمازوں (نوافل) کا ادا کرنا اس مقام میں ترقی بخشنے والا اور فائدہ مند ہے جیسا کہ دوسرے اذکار یعنی کلمۂ طیبہ کا تکرار اور ذکرِ قلبی و مراقبہ سابقہ مقامات میں جو ولایتِ ثلاثہ (ولایاتِ اولیا و انبیا و ملائکہ) سے تعلق رکھتے ہیں نفع دینے اور نتیجہ بخشنے والے ہیں، جب اس اعلیٰ مقام سے ترقی واقع ہوتی ہے تو اُس مقام میں کمالات کا حاصل ہونا محض (اللہ تعالیٰ کے) فضل و احسان سے ہوتا ہے اس مقام میں نہ عمل کا کوئی اثر ہے نہ اعتقاد کا، عارف اس مقام میں اپنے آپ کو شریعتِ منورہ کے دائرہ سے باہر دیکھتا ہے لیکن چونکہ شریعت اصل و بنیاد ہے (اس لئے) اس سے بے نیازی متصور نہیں ہے کیونکہ اگر بنیاد میں خلل واقع ہو جائے تو اس کے درخت اور اس کی عمارات میں خلل اثر کرے گا اور جب معاملہ اس مقام سے ۱۵۶
بھی اوپر چلا جاتا ہے تو معاملہ فضل سے محبت کی طرف مائل ہو جاتا ہے اور کمالات کا حاصل ہونا محبت (کی راہ) سے ہوتا ہے، تفضل و احسان اور بات ہے اور عشق و محبت اور بات ہے، ع

قلم ایں جا رسید و سر بشکست　　[قلم اس جگہ پہنچا اور (اس کی) نوک ٹوٹ گئی]

کوشش کریں کہ ان معانی کے ساتھ کچھ ایمان (یقین) حاصل کریں اور ہمت اس بات پر صرف کریں کہ مخدوموں کے پس خوردہ سے (اپنی) استعداد کے مطابق حصہ پائیں، والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الہدیٰ۔

مکتوب ۹۸

حافظ محمد شریف لاہوری کے نام وعظ و نصیحت کے بیان میں تحریر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ درجاتِ قرب میں بے اندازہ ترقیات نصیب فرمائے، گرامی نامہ نے پہنچ کر خوش وقت کیا اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے کہ آپ عافیت سے ہیں اور ضعف سے آرام ہے امید ہے کہ کلی طور پر آرام ہو جائیگا دل اکثر اوقات منتظر ہے۔ میرے مخدوم! مطیع و منقاد ہونا اور گردن جھکا دینا اور اپنے ارادہ سے پوری طرح رہائی حاصل کر لینا اور اس تعالیٰ شانہٗ کی مراد کے ساتھ قائم ہونا بندگی ہے، محبوب سے جو کچھ پہنچے

www.maktabah.org

(وہ) محبوب و مرغوب ہے خواہ انعام ہو یا رنج و الم ہو، محب (اپنے) محبوب پر فدا ہے (محبوب کے) تمام افعال و کردار محب کی نظر میں حسین و عمدہ ہیں اور اس کی وفا و جفا لذت بخشنے والی ہے جو تلخی کہ اس (محبوب) کی طرف سے پہنچتی ہے (محب) اس کو قند کی طرح چباتا ہے اور شیریں کام ہو جاتا ہے ؎

مے تلخ ست جورِ گلعذاراں — کہ ہر چندش خوری باشد گواراں

[حسینوں کا ظلم تلخ شراب (کی مانند) ہے کہ تو اس کو جسقدر پئے پسندیدہ ہے]

حدیث شریف میں ہے کہ "میں مومن کے لئے اللہ تعالیٰ کی قضا سے تعجب میں ہوں کہ اگر اس کو کوئی بھلائی پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب کا حمد و شکر ادا کرتا ہے اور اگر اس کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب کی حمد کرتا اور اس پر صبر کرتا ہے، مومن کو ہر چیز پر اجر (اچھا بدلہ) دیا جاتا ہے حتیٰ کہ اس لقمہ پر بھی (اجر دیا جاتا ہے) جس کو وہ اپنی عورت کے منھ کی طرف اٹھاتا ہے"، والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۹۹

سید نور محمد کے نام نصائح اور یادداشت کے معنی کی تحقیق میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، سیادت پناہ کا مکتوب مرغوب پہنچ کر مسرت افزا
۱۵۵ ہوا، اللہ سبحانہ کی حمد ہے کہ اوقات ذکر سے معمور ہیں اور ذکرِ نفی و اثبات پچیسؓ (بار) تک پہنچ جاتا ہے، اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کا شکر بجالائیں اور زیادہ کے طالب رہیں اور ذکر و مراقبہ پر اسقدر مداومت کریں کہ ذکر دل کا ملکہ ہو جائے اور حضور اس کی صفتِ لازمہ ہو جائے اس حد تک کہ نفی کرنے سے نفی نہ ہو سکے اور یاد کرد کے تکلف سے رہائی پاکر یادداشت کی صورت پیدا ہو جائے، اور یہ جو کہا ہے کہ یادداشت کی صورت پیدا ہو جائے یہ اس لئے ہے کہ یادداشت کی حقیقت مقاماتِ سلوک کی تکمیل سے تعلق رکھتی ہے اور کام کے نہایت تک پہنچنے سے مربوط ہے اور اس صورت کو جو کہ اندراج النہایت فی البدایت کا مقام بھی ہے یادداشت کہا گیا ہے جو کہ یاد کرد کے بالمقابل ہے۔ ؎

دارم ہمہ جا با ہمہ کس در ہمہ حال — در دل ز تو آرزو و در دیدہ خیال

[میں ہر جگہ ہر شخص کے ساتھ ہر حال میں دل کے اندر تیری آرزو اور آنکھ میں تیرا خیال رکھتا ہوں]

سنت کی پیروی میں کوشش کرتے رہیں اور بدعت و اہلِ بدعت سے دور رہیں اور صالحین، درویشوں اور پابندِ شرع لوگوں کی صحبت کی طرف راغب رہیں اور جس جگہ خلافِ شرع (امر) دیکھیں اس سے گریز کریں اور الگ ہو جائیں۔

www.maktabah.org

؎ با عاشقاں نشین و ہمہ عاشقی گزین — باہر کہ نیست عاشق ہرگز مشو قرین

[عاشقوں کے ساتھ بیٹھ اور پوری طرح سے عاشقی اختیار کر، جو شخص کہ عاشق نہیں ہے تو ہرگز اس کے قریب نہ جا] اور عاشقِ صادق وہ شخص ہے جو پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت پر راسخ ہے آیۂ کریمہ قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ [آپ کہہ دیجیے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا] اس معنی کی تائید کرتی ہے۔ والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الہدیٰ۔ آلِ عمران ۳۱

مکتوب ۱۰۰

سیادت پناہ امیر خاں کے نام معرفت حاصل کرنے پر رغبت دلانے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ سید البشر علیہ وعلیٰ آلہ من الصلوٰۃ افضلہا ومن التسلیمات اکملہا کے طفیل جو کہ آنکھ کی کجی سے پاک ہیں آپ کا مرتبہ بلند فرمائے اور آپ کے سینہ کو کھول دے اور آپ کے کام کو آسان کردے، ع

از ہر چہ می رود سخنِ دوست خوشتر است [دوست کی جو بات بھی بیان کی جائے پسندیدہ ہے]

میرے مخدوم و مکرم! ہم اور آپ سے اس دنیائے فانی میں جو کچھ مطالبہ کیا گیا ہے وہ بندگی کے وظائف کا ادا کرنا اور عبادات و طاعات کا حاصل کرنا اور سرِ تسلیم خم کردینا ہے اور اہل اللہ کے نزدیک مسلم ہے کہ عابد کا وجود جس عبادت کے درمیان ہے وہ ناقص ہے اور قبولِ خاص کے لائق نہیں ہے، ص۱۵۸ قبولیت کے لائق وہ عبادت ہے کہ عابد کا وجود جس کے درمیان میں نہ ہو، اور یہ معنی معرفت کے ترادف ہیں کیونکہ معرفت فنا فی المعروف سے عبارت ہے پس عبادت کی حقیقت معرفت کے پائے جانے کے بغیر صورت پذیر نہیں ہے اور کمالِ طاعت فنا کے حاصل ہوئے بغیر ثابت نہیں ہے پس عقلمندوں اور داناؤں کے لئے ناگزیر ہے کہ معرفت حاصل کرنے میں دل و جان سے کوشش کریں اور جس جگہ سے بھی اس نعمت کی بو ان کے دماغ میں پہنچے اس کی طرف رجوع کریں ؎

از تست حجابِ تو یقین است — شرطِ ہمہ رہ رواں ہمیں است

[یہ یقینی بات ہے کہ تیرا حجاب تجھ ہی سے ہے تمام راستہ چلنے والوں کی شرط یہی ہے]

افسوس ہے کہ جس چیز کا اس شخص سے اس قلیل فرصت میں مطالبہ کیا گیا ہے وہ بجا نہیں لاتا اور دوسرے امور میں مشغول ہوتا ہے اور اس چیز کی تعمیر کرتا ہے جس کی تخریب (بربادی) مطلوب ہے، کل

www.maktabah.org

(قیامت) کے روز کس منہ سے اس کی بے نیاز بارگاہ میں حاضر ہوگا اور کس حیلہ کے ساتھ عذر کی زبان کھولے گا، دوبارہ دنیا میں آنا نہیں ہے، ؎

ترسم کہ یار با مانا آشنا بماند تا دامنِ قیامت ایں غم بما بماند

(میں ڈرتا ہوں کہ (مبادا) محبوب ہمارے حال سے ناآشنا ہی رہے (اور) یہ غم قیامت کے دامن تک ہمارے ساتھ رہے)
نبی کریم اور آپ کی بزرگ آل علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات والتحیات والبرکات کے طفیل ظاہری وباطنی نعمت ترقی پذیر رہے۔

مکتوب ۱۰۱

سیادت ونقابت پناہ میر تراخاں کے نام ارسال کردہ رسالے کے مطالعہ پر ترغیب دینے کے بارے میں جوکہ اذکار وادعیہ کے فضائل پر مشتمل ہے اور طریقۂ انابت (سلوک) وطریقۂ اجتبار (جذبہ) کے درمیان فرق کے بیان میں تحریر فرمایا۔

حمد وصلوٰۃ وارسالِ تحیات کے بعد سیادت ونقابت پناہ نجابت ومعالی دستگاہ کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ اس نواح کے فقرا کے احوال واطوار حمد کے لائق ہیں اللہ تعالیٰ سے آپ کی سلامتی اور شریعتِ عالیہ وسنتِ منورۂ مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوۃ والسلام کے طریقہ پر آپ کی استقامت اور آپ کے ظاہری وباطنی درجات کی ترقی کے لئے دعا کی گئی ہے، نامۂ نامی ومکتوب گرامی کے ورود سے شرف ہوا، آپ سلامت رہیں۔ میرے مکرم! جن دعاؤں اور اذکار کی فقیر نے رہنمائی کی تھی اس عنوان کے ساتھ نہیں تھے کہ اس طریقہ کی شرائط میں سے ہیں اور طریقہ کا سلوک ان کے ساتھ وابستہ ہے بلکہ اس لئے
۱۵۹ تھے کہ آپ خالی نہ رہیں اور وجمعیت حاصل ہونے تک اوقات آباد رہیں غفلت میں نہ گذریں۔ اس فقیر نے اذکار وادعیۂ ماثورہ موقتہ وغیر موقتہ اور ان میں سے بعض کے فضائل کے بارے میں ایک رسالہ احادیث کی معتبر کتابوں سے لکھا ہے اس کی نقل بھجوائی ہے آپ مطالعہ فرمائیں گے اور اس میں سے جسقدر کر سکیں عمل میں لائیں گے، رسالہ کافی بڑا ہے فارسی زبان میں بہت سے فوائد پر مشتمل ہے اگر تمام رسالہ کو مطالعہ فرمائیں تو بہت بہتر ہوگا قرب کے سراپردوں کے اسرار کا ایک خزانہ ہے بارگاہِ قدس کی کی منازل تک پہنچانے والا ایک سمندر ہے، کوئی غوطہ خور چاہیے جو کہ اس کی گہرائی سے جواہرِ نفیسہ نکالے اور کوئی تیراک چاہیے جو کہ اس میں تیر کر مطلوب کے شہر تک پہنچ جائے۔

www.maktabah.org

اور آپ نے تحریر فرمایا تھا کہ "اگرچہ اس کام کا مدار صحبت پر ہے لیکن اس سلسلۂ عالیہ میں غائبانہ بھی افادہ و استفادہ کا سلسلہ جاری رہا ہے جیسا کہ حضرت عالی (مجدّد الفِ ثانی قدس سرہٗ) اور حضرت خواجہ جیو[1] قدسنا اللہ سبحانہ باسرارہما کے درمیان ارادت درست کرنے کے بعد افادہ و استفادہ کا طریقہ مراسلت (خط و کتابت) کے ذریعہ رہا اور وہی تحریریں ان کے سلوک کا باعث ہوتی تھیں"۔

میرے مشفق! ہمارے حضرت عالی (قدس سرہٗ) کے لئے مقاماتِ ولایت کے سلوک اور منازلِ قرب کے وصول کے بارے میں جو کچھ درکار تھا وہ سب خواجہ جیو کی خدمت میں رہتے ہوئے حاصل ہو گیا تھا اور کمال و تکمیل کے مراتب کا حصول اُن کی صحبتِ پُر نور میں میسر ہو گیا تھا جیسا کہ یہ بات اُن حضرتِ عالی (قدس سرہٗ) کے طریق قدیم کے بیان والے مکتوب سے واضح و روشن ہے، القصہ حاصل مطلب یہ ہے کہ سلوک پورا ہونے کے بعد جب گھر جانے کی اجازت فرمائی تو آپس میں خط و کتابت کا سلسلہ قائم ہوا تھا اور سوال و جواب ہوتے تھے کہ اس ضمن میں افادہ و استفادہ بھی پیش آتا ہوگا (جو) بحث سے خارج ہے کیونکہ (یہ سلسلہ) کمال اور مراتبِ سلوک حاصل ہونے کے بعد ہے لیکن اہل کمال حاصل ہونے اور سلوک کی منزلیں طے کرنے کے لئے صحبت لازمی ہے ان دونوں بزرگوں کے درمیان طرفین سے یہ افادہ و استفادہ مراتبِ کمال کے حصول کے بعد رہا ہے جیسا کہ ان حضرات کے مکتوبات سے واضح ہے، اس کے باوجود ہمارے حضرتِ عالی محبوبیت کی نسبت رکھتے تھے اگر وہ صحبت کے بغیر غائبانہ طور پر بھی فیوض و برکات اخذ کریں تو گنجائش ہے، محبوبوں کا معاملہ جدا ہے ان کو اجتباء (جذبہ) کی راہ سے لیجاتے ہیں اور کشاں کشاں منزل پر پہنچا دیتے ہیں، ع

گر نہ آید بخوشی موئے کشانش آرند [اگر وہ خوشی سے نہیں آتا تو اس کو بال کھینچ کر لاتے ہیں]

اگر ظاہر میں پیر کا واسطہ نہ بھی ہو تب بھی) ان کو لیجاتے ہیں اور راستہ میں نہیں چھوڑتے مریدین انابت (توبہ و سلوک) کے راستہ سے جاتے ہیں اور وہ ظاہر میں پیر کی صحبت کے محتاج ہیں، خود جانے اور لیجانے میں بہت فرق ہے اور حضرتِ عالی (قدس سرہٗ) کی نسبتِ محبوبیت حضرت خواجہ جیو (باقی باللہ قدس سرہٗ) کے حضور میں تسلیم پا چکی تھی، حضرت خواجہؒ حضرتِ عالیؒ کے بارے میں یہ اشعار پڑھتے تھے ؎

عشقِ معشوقاں نہاں ست و ستیر — عشقِ عاشق با دو صد طبل و نفیر متن ۱۶۰

لیک عشقِ عاشقاں تن زہ کند — عشقِ معشوقاں خوش و فربہ کند

[معشوقوں کا عشق کرنا خفیہ و پوشیدہ ہے (اور) عاشق کا عشق کرنا دو سو ڈھول اور نفیریوں کے ساتھ ہے]

---

[1] حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ۔

www.maktabah.org

لیکن عاشقوں کا عشق بدن کو کمان (کی طرح کمزور و ٹیڑھا) کر دیتا ہے (اور) معشوقوں کا عشق خوش اور موٹا کر رہا ہے] ۔

اور یہ جو کچھ اس فقیر نے صحبت کی ترغیب پر لکھا ہے (یہ) انابت (سلوک) کے راستہ میں ہے کہ مرید کا راستہ یہی ہے اسی لئے لکھا ہے کہ ترقی غالب طور پر اس کے ساتھ وابستہ ہے ۔ اے میرے ملجا و مشفق وسعادت آثار! برادرم ملا عبد الخالق کو مستقبل قریب میں وطن روانہ کر دیا جائے گا انشاء اللہ تعالیٰ، آپ طرفین کے استخارہ کی موافقت کے بعد مشار الیہ کے ساتھ مجلس رکھیں اور وہ جس چیز کی طرف رہنمائی کریں آپ اس پر عمل کریں، زبانی اوراد و اذکار ان کے مشورہ سے کریں، ہمارے طریقہ اوقات کو ذکر اور باطنی شغل میں جو کہ طریقہ کے استاد (پیر) سے اخذ کیا ہے مشغول رکھتے ہیں اور فرض و سنت کے علاوہ اجازت نہیں دیتے کہ اس شغل کے ماسوا کسی دوسری چیز میں مشغول ہو، اُس مہربان (آپ) کی عنایاتِ کریمانہ سے یہ امید کی جاتی ہے کہ اس ناکارہ کو سلامتی خاتمہ کی دعا سے یاد کرتے رہیں گے ۔ والسلام علیکم وعلی سائر من اتبع الھدی والتزم متابعۃ المصطفٰی علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات والبرکات العلیٰ،

مکتوب ۱۰۲

مخدوم زادۂ عالی منقبت شیخ ابو القاسم کے نام بعض اُن احوال و اذواق کے جواب میں جو کہ حقیقت کعبہ ربانی سے تعلق رکھتے تھے اور اُن دو شبہات کے حل میں تحریر فرمایا جو کہ حضرت مجدد الفِ ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں کئے تھے ۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفٰی، فرزندی ابو القاسم نے لکھا تھا کہ "میں ان دنوں میں اپنے آپ کو محض نور پاتا ہوں اور وہ نور اس قسم کی چمک و روشنی رکھتا ہے کہ باطن کی آنکھ اس کے مشاہدہ سے خیرہ ہو جاتی ہے دیکھ نہیں سکتی جیسا کہ ظاہری آنکھ آفتاب کے دیکھنے سے خیرہ (ہو جاتی) ہے اور اسی نور کو مخلوقات کا مسجود سمجھتا ہے ۔" اُس فرزند (آپ) کو معلوم ہو کہ یہ دید بقا کے آثار میں سے ہے جو کہ کامل فنا پر مترتب ہوتی ہے، آیتِ کریمہ اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي
النَّاسِ، [کیا ایسا نہیں ہے کہ جو شخص مردہ تھا تو ہم نے اس کو زندگی دی اور اس کے لئے ہم نے نور بنایا جس کے ساتھ ۶ ۱۲۲
وہ لوگوں میں چلتا ہے] میں اس کی طرف ایک اشارہ ہے اور یہ بات کہ آپ اس نور کو مسجود الیہ جانتے ہیں اسم کے مسمّٰی کے ساتھ مشتبہ ہو جانے کی قسم سے ہے کیونکہ بقا اسم کے ساتھ ہوتی ہے اور (یہ) اصالت و ظلیت

www.maktabah.org

تعلق سے اصول کے ساتھ متحقق ہوتا ہے اور مسجود الیہ مسمّٰی ہے اور ایک مرتبہ ہے کہ وہاں سے اصل (بھی) ص ۲۱
ظل کی طرح راستہ میں ہے لیکن چونکہ اسم مسمّٰی کا آئینہ ہے اور شہود کے وقت میں آئینہ پوشیدہ ہے اور
ظاہر وہی (مسمّٰی) ہے جو کہ آئینہ میں ہے (اس لئے سالک) اسم کے ساتھ متحقق ہونے کو ذات و مسمّٰی کے ساتھ
متحقق ہونا سمجھتا ہے اور اسی اشتباہ اور آئینہ کے پوشیدہ ہو جانے کی وجہ سے صوفیہ کی ایک بہت بڑی
جماعت نے صفت کو عینِ ذات کہا ہے اور زیادتی کو علم کی طرف لوٹایا ہے اور حق یہ ہے کہ صفات خارج میں
وجود زائد کے ساتھ موجود ہیں جیسا کہ اہلِ حق شکر اللہ تعالیٰ سعیہم [اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو مشکور فرمائے]
کا مذہب ہے۔ اور اس کے بعد آپ نے علیحدہ کاغذ پر جو یہ لکھا ہے کہ "میں حیرت میں تھا کہ اس دید کا منشا
(باعث) کیا ہے، آواز دی گئی کہ اس دید کا سبب یہ ہے کہ چونکہ تجھ کو حقیقتِ کعبہ کے ساتھ جو کہ نورِ صرف
اور مخلوقات کا مسجود الیہ ہے فنا و بقا حاصل ہو گئی ہے یہی وجہ ہے کہ تو اپنے آپ کو اس کا عین پاتا ہے
اور اس کی صفت کے ساتھ متصف سمجھتا ہے۔" واضح ہوا۔ جاننا چاہئے کہ یہ معاملہ اور یہ دید شہود سے
تعلق رکھتی ہے لیکن اس شہود پر بہت سے آثار مرتب ہوتے ہیں اور اس حقیقت کے ساتھ متحقق ہونا بہت
اعلیٰ بات ہے، اس تعالیٰ شانہٗ کے کرم سے بعید نہیں ہے کہ کسی نامراد کو اس مراد تک پہنچا دے اور اس دید
کے ساتھ مشرف فرما دے، ؎

می توانی کہ دہی اشکِ مرا حسنِ قبول   اے کہ دُر ساختۂ قطرۂ بارانی را

[اے وہ ذات کہ تو نے بارش کے قطرہ کو موتی بنایا تو میرے آنسوؤں کو شرفِ قبولیت بخش سکتا ہے]

آپ نے لکھا تھا کہ "حضرت مجدد الف ثانی (قدس سرہٗ) نے مکتوباتِ جلد ثالث کے ایک مکتوب
میں تحقیق فرمائی ہے کہ جب عارف کا معاملہ ذاتِ بحت سے پڑتا ہے (تو) رویت کا تخیل سر کی آنکھ یا قلب
کی آنکھ سے نہیں ہوتا ہے انتہیٰ پس اس صورت میں چاہئے کہ ذات تک وصول کا علم بھی نہ ہو کیونکہ علم کا
طریقہ ان دو امر سے باہر نہیں ہوگا" جواب، علم کے طریقہ کا آنکھ کی رویت یا دل کی رویت میں منحصر ہونا
غیر مسلم ہے (بلکہ) جائز ہے کہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ کسی شخص کو اس بے کیف وصول سے مشرف کرے اور اس وصول
کا ضروری علم اس میں پیدا کر دے اور کوئی رویت درمیان میں نہ آئے، بہت سے علوم بدیہی طور پر ہمارے
اندر پیدا ہوتے ہیں مثلاً بھوک، پیاس، حرارت، برودت (ٹھنڈک) اور صحت و بیماری کا علم اور ان کی
رویت قطعاً نہیں پائی جاتی، جو نابینا شخص کہ مکہ کے سفر پر جائے اور مکہ میں پہنچ جائے اس کو مکہ کا وصول
حاصل ہے اور رویت حاصل نہیں ہے، بیشک رویت علم کے طریقوں میں سے ایک طریقہ ہے لیکن (اسی پر)

ؔ فارسی نسخہ میں یہ عبارت درج ہے شاید یہ لفظ بداہت ہو۔ (مترجم)

www.maktabah.org

انحصار نہیں ہے علم کے اسبابِ رویت کے علاوہ (بھی) ہیں جیسا کہ علم کلام کی کتابوں میں واضح کیا گیا ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ "حضرت عالی قدسنا اللہ بسحانہ بسرہ نے تحریر فرمایا ہے کہ حقیقتِ صلوٰۃ سے اوپر مرتبہ ذاتِ بحت ہے قدم کی وہاں گنجائش نہیں ہے لیکن اللہ سبحانہٗ کی حمد و ثنا ہے کہ نظر کو اس جگہ سے منع نہیں کیا گیا ہے اور استعداد کے مطابق گنجائش دی گئی ہے" اس تحریر اور سابقہ تحقیق کے درمیان مطابقت کی کیا صورت ہے" جان لیں کہ اس مقام میں نظر کا اطلاق تمثیل و تشبیہ و تنظیر کے طور پر ہے حقیقت کے طور پر نہیں ہے جیسا کہ اسی جلد کے ایک مکتوب میں انھوں (حضرت عالی قدس سرہ) نے لکھا ہے کہ "یہ جو اوپر مذکور ہوا کہ نظری وصول اصالت کے طور پر حضرت خلیل (علیہ السلام) کا حصہ ہے اور قدمی وصول اصالت کے طور پر حضرت حبیب علیہما الصلوٰۃ والسلام کا حصہ ہے اس معنی میں نہیں ہے کہ وہاں شہود و مشاہدہ ہے اور یا قدم کی گنجایش ہے وہاں بال کی بھی گنجائش نہیں ہے قدم تو کیا ہوگا بلکہ ایسا وصول ہے جس کی کیفیت معلوم نہیں ہے اگر صورتِ مثالیہ میں نظر کے اندر منقش ہوگیا تو (اس کو) وصولِ نظری کہتے ہیں اور اگر قدم کے ساتھ (ظاہر ہوا) تو وصولِ قدمی ہے ورنہ نظر و قدم اس بارگاہ سے دونوں بےخود و حیران ہیں۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ"

مکتوب ۱۰۳

سیادت پناہ میر مفاخر حسین کے نام اس بیان میں تحریر فرمایا کہ انفس آفاق کی طرح مطلوب کو پانے سے محروم ہے انفس سے بھی گذر جانا چاہئے تاکہ وصل کے گلستانوں سے کوئی پھول چن سکے۔

حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ جو مکتوب سیادت پناہ میر مفاخر حسین نے اس مسکین کے نام ارسال کیا تھا پہنچ کر مسرت بخش ہوا، جدائی کی روداد اور اشتیاق کی بات جس کی آپ نے اطلاع دی تھی واضح ہوئی، اللہ تعالیٰ اس شوق کے شعلہ کو مشتعل کرے تاکہ آفاق و انفس کی قید سے کلی طور پر رہا کر دے اور منتہائے مقصد تک پہنچا دے، مطلوب چونکہ آفاق و انفس سے ماوراء ہے اسلئے اس کے طالب کو بھی چاہئے کہ آفاق و انفس سے گذر جائے اور اپنے حصولی و حضوری علم سے باہر ہو جائے اس معنی میں نہیں کہ اپنے آپ کو حق تعالیٰ پائے کیونکہ یہ معاملہ (کیفیت) انفس کے ساتھ وابستہ ہے اور علم حضوری ابھی اپنی جگہ ہے لیکن اُس نے اس کو حقانیت کے عنوان کے ساتھ جانا ہے انفس کو راستہ میں چھوڑ دینا اور علمِ حضوری (اپنی ذات کا علم) سے باہر ہو جانا عقل و خیال و فکر کی سوچ میں درست نہیں آتا اور مُدرِک (ادراک کرنے والے) پر مُدرَک (جس کا ادراک کیا جائے یعنی ادراک کرنے والے کی اپنی ذات)

www.maktabah.org

کا عدم حضور محال معلوم ہوتا ہے اسی لئے صوفیائے کرام نے مطلوب کے حصول کو انفس میں منحصر جانا ہے اور اس کی سیر کو قرب در قُرب فرمایا ہے اور انفس سے ماورا بات نہیں کی ہے، انھوں نے کہا ہے ؎

چوں جلوۂ آں جمال بیروں زتو نیست پا در داماں و سر بجیب اندر کش

[چونکہ اُس جمال کا جلوہ تجھ سے باہر نہیں ہے (اس لئے) تو پاؤں دامن میں اور سر گریبان کے اندر کھینچ لے]

اور شہود آفاقی کا اعتبار نہیں کیا اور اس کی سیر کو بُعد در بُعد کہا ہے اور انفس سے باہر کو آفاق میں شمار کیا ہے ۱۹۳ بیشک انفس سے باہر بُعد کی جانب میں آفاق کے دائرے میں ہے لیکن دوسرا (یعنی اقربیت کا) معاملہ انفس سے باہر قرب کی جانب میں ہے اور آیتِ کریمہ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ [ہم اس کے زیادہ قریب ہیں] میں اس کی طرف اشارہ ہے کہ انفس اس معاملہ (اقربیت) کی بہ نسبت بُعد میں آفاق کا حکم رکھتا ہے، یافت (پانے) کی حقیقت اس مقام میں ہے انفس میں یافت کی صورت اور اس کا نمونہ ہے لیکن اس کا تصور کرنے میں عقل حیران ہے اور وہم و خیال اس کے تصور میں پریشان ہے اپنے سے زیادہ نزدیک کو نہیں پا سکتے اور قریب ہے کہ اس کے محال ہونے کا حکم لگائیں، آفاق و انفس وہم کی جولانگاہ ہیں مشکل ہے کہ اس مقام کا شہود وہم کی تراش خراش سے نجات پائے اور اس معاملہ میں وہم کے پر و بال شکستہ ہیں اور خیال راستہ میں رہ جاتا ہے، بیشک جب تک عقل کی سواری سے نیچے نہ اترے اور وہم و خیال کا ساتھ نہ چھوڑے اور محال ہونے کے دامن کو مضبوطی سے نہ پکڑے مطلوب کی خوشبو نہیں پائے گا اور وصل کے گلستانوں سے کوئی پھول نہیں چُنے گا۔

آپ نے توجہ کی درخواست کی تھی، چونکہ باطنی رابطہ اور محبت کا رشتہ مضبوط ہے مشیتِ ایزدی سے حصول فیض کا راستہ کھلا ہوا ہے خاص طور پر جبکہ توجہ اس کے علاوہ ہو تو نورٌ علیٰ نور ہوگی، والسلام اولاً و آخراً، دوستوں سے دعا کی امید ہے۔

مکتوب ۱۰۲

سیادت پناہ میرزا خان کے نام اذکار و اوراد و اخذ طریقہ پر رغبت دلانے اور صحبت کی شرائط کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفٰی، میرے ملجا و مشفق! برادرم مولانا عبدالخالق کے پہنچنے اور باہم صحبت میسر آنے تک آپ کلمۂ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کے ذکر میں بہت زیادہ مشغول رہیں اور کوشش کریں کہ حضور کے ساتھ کہا جائے کم از کم اس قدر حضور ہو جائے کہ (لا کہنے والا دیہ) جانے کہ میری

www.maktabah.org

زبان سے کیا نکل رہا ہے ایک ہزار سے پانچ ہزار تک جسقدر ہو سکے کہیں۔ اور جو رسالہ بھیجا گیا ہے اگر ہو سکے تو اس کو اول سے آخر تک مطالعہ فرمائیں اور اس کے مواعظ و نصائح کو اچھی طرح غور کریں اور جسقدر بھی ہو سکے اور ہمت ساتھ دے عمل میں لائیں مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ [جو چیز پوری حاصل نہ ہو سکے اس کا بالکل ترک نہیں کر دینا چاہیے] اوقاتِ معینہ کے اذکار پر سُرخ نقطے لگا دیئے گئے ہیں اگر ہو سکے تو ان کو عمل میں لائیں اور اگر اس سے بھی زیادہ اختیار کریں تو آپ مختار ہیں، اوقاتِ معینہ کے ان اذکار کے فضائل اختصار کے پیشِ نظر اس رسالہ میں ذکر نہیں کیے گئے ہیں، دوسرا رسالہ کہ جس میں اذکار اوقاتِ معینہ و غیر معینہ کے فضائل مذکور ہیں اگر مل گیا تو اس کی نقل بھی بھیج دیں گے، اوقاتِ غیر معینہ کے اذکار کے فضائل اس رسالہ میں مذکور ہیں، مطالعہ کے بعد اُن میں سے جسقدر ہو سکے عمل میں لائیں آپ کو اختیار ہے، جب برادرم مشار الیہ (مولانا عبد الخالق) پہنچ جائیں تو اُن کے ساتھ مجلس رکھیں اور وہ جو شغل باطن بتائیں فقیر کی زبان ہی سے تصور فرمائیں اور ان کی پُر تاثیر صحبت و توجہ کو مؤثر و غنیمت جانیں اور صحبت کی شرائط کو اچھی طرح ملحوظ رکھیں اور طریقہ حاصل کرنے کے بعد کچھ عرصہ زبانی وظائف بند کر دیں اس کے بعد برادرم (مذکور) کے مشورہ سے تھوڑا تھوڑا پھر عمل میں لائیں، چند روزہ زندگی بہت قیمتی ہے چاہیے کہ اہم کاموں میں صرف ہو اور طالب ہونے کے لوازم کو بجا لائیں تاکہ مطلب کی طرف کوئی راستہ کھل جائے۔ ~~~~ صـ ۱۶۴

مصلحت دید من آنست کہ یاران ہمہ کار
بگذارند و سر طرۂ یارے گیرند

[میں مصلحت اس بات میں دیکھتا ہوں کہ یار دوست سب کام چھوڑ دیں اور ایک دوست کی زلف کے خیال میں لگ جائیں]

والسلام

مکتوب ۱۰۵

صوفی محمد زاہد حبیب الیمنی قدیم کے نام اُس شبہ کے حل میں تحریر فرمایا جو کہ انھوں نے واجب تعالیٰ کی صفات کی عینیت و غیریت پر کیا تھا اور یہ کہ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ نے کس کو اختیار کیا ہے۔

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد (یہ فقیر) عرض کرتا ہے کہ آپ نے جو مکتوب مرغوب ان دنوں میں بھیجا تھا اس نے پہنچ کر مسرور کیا، آپ نے باطنی حلاوت و جمعیت و درستیٔ احوال اور روشن واقعات کے بارے میں لکھا تھا واضح ہوا، حق جل و علا کا شکر بجا لائیں، لَئِن شَكَرۡتُمۡ لَأَزِيدَنَّكُمۡ (اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں تم کو اور زیادہ دوں گا) ہمت کو بلند رکھیں اور جو کچھ حاصل ہو جائے (اس پر) قناعت نہ کریں۔ پ ۱۳ ع ۱۶

آپ نے لکھا تھا کہ جو کچھ ذات کے ماسوا ہے وہ نفی کے تحت میں منتفی ہو جاتا ہے اور ذات میں

www.maktabah.org

تصور ممنوع ہے پس اس تعالیٰ شانہٗ کی صفات یعنی علم و قدرت وغیرہما کو عینِ ذاتِ واجب جانے یا ذات سے خارج جانے، اگر عینِ ذات ہوں تو مرکب ہونا لازم آتا ہے اور اگر خارجِ ذات ہوں تو ذات کا محتاج ہونا لازم آتا ہے اور وہ عز برہانہٗ ان دونوں سے مبرا ہے "میرے مخدوم! صوفیائے کرام یعنی شیخ محی الدین ابنِ عربیؒ اور ان کے متبعین صفات کو عینِ ذات کہتے ہیں اس معنی میں نہیں کہ دو چیزیں ہیں جو کہ آپس میں مرکب ہیں کہ ر ۱۶۵
اس میں مرکب ہونا لازم آئے بلکہ اس معنی میں ہیں کہ خارج میں موجود ذات تعالیٰ ہے اور صفات کا وجود ذات سبحانہٗ کے وجود پر زائد نہیں ہے اور جو کچھ صفات پر مترتب ہے وہ ذات پر مترتب ہے اور ذات عز شانہٗ جاننے دیکھنے اور سننے وغیرہ میں کافی ہے یعنی وہ اپنی ذات کے ساتھ جاننے والا اور اپنی ذات کے ساتھ دیکھنے والا سننے والا، ارادہ کرنے والا، قدرت رکھنے والا، زندہ کرنے والا اور کلام کرنے والا ہے، نہ کہ صفات کے ساتھ اور اس تحقیق پر مرکب ہونا ہرگز لازم نہیں آتا۔ اور اہلِ سنت وجماعت کا مذہب یہ ہے کہ صفات عینِ ذات نہیں ہیں بلکہ ذات تعالیٰ کے وجود پر وجودِ زائد کے ساتھ موجود ہیں اور اس مذہب پر احتیاج کا شبہ وارد ہوتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ کسی دوسرے کا محتاج ہونا (اللہ تعالیٰ کے حق میں) ناقابلِ تسلیم ہے اور صفات غیرِ ذات نہیں ہیں جیسا کہ عینِ ذات تعالیٰ (بھی) نہیں ہیں کیونکہ ان کا ذات سے جدا ہونا محال ہے، اور حضرت عالی (قدس سرہٗ) نے اسی کو اختیار کیا ہے کہ حق جل وعلا کی صفات اس سبحانہٗ کی ذات پر زائد ہیں اس کے باوجود صفات کے لئے ایک مرتبہ ہے کہ اس مرتبہ میں جو کچھ صفات پر مترتب ہے ذات پر بھی مترتب ہے، اس مرتبہ میں صفات ذاتِ تعالیٰ میں محض اعتبارات ہیں اور وہ (حضرت مجدد رحمۃ اللہ) ان اعتباراتِ ذاتیہ کو شیونِ ذاتیہ فرماتے ہیں اور یہ شیون صفات کے اصول ہیں اس بات کو مان لینے کی صورت میں صفات کا اثبات بھی ہو جاتا ہے اور احتیاج کا شبہ بھی بالکل ہٹ جاتا ہے، اور صوفیہ کے مذہب پر صفات کی نفی لازم آتی ہے اور علماء کے مذہب پر احتیاج کا شبہ پوری طرح زائل نہیں ہوتا کیونکہ صفات سے غیریت کی نفی اصطلاحی معنی میں ہو جاتی ہے جو کہ جدا ہونے کا جواز ہو گی نہ مطلق غیریت، اگر کہیں کہ جب صفات پر جو کچھ مترتب ہے ذات پر بھی مترتب ہے اور صفات کے آثار مترتب ہونے میں ذات کافی ہے تو پھر ہم صفاتِ زائدہ کا اثبات کیوں کریں اور بلا ضرورت ذواتِ قدیم کے تعدد کے قائل کیوں ہوں۔ ہم کہتے ہیں کہ اس معاملہ میں عمدہ چیز کشف والہام ہے جو کہ وحیِ خفی ہے اور اہل اللہ اس کے ساتھ ممتاز ہیں، (یہ کشف والہام) وحی واجتہاد سے ماوراء ہے اور حدیث اتقوا فراسۃ المؤمن فانہ ینظر بنور اللہ [تم مومن کی فراست سے ڈرو پس بیشک وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے] میں اس کی طرف اشارہ ہے، اس کے باوجود ہم کہتے ہیں کہ صفات کے اثبات سے چارہ نہیں ہے تاکہ اہلِ سنت وجماعت کی مخالفت نہ ہو، انھوں (اہلِ سنت وجماعت) نے

www.maktabah.org

کہلاتے کہ حق تعالیٰ نے اپنے آپ کو قادر و علیم فرمایا ہے اور مشتق کو شئے مقتضی پر محمول کرنا اُس شئے کے
اشتقاق کے ماخذ کا ثبوت ہے پس علم و قدرت کے ثبوت سے چارہ نہیں ہوگا اگرچہ یہ دلیل اعتراض سے خالی نہیں
لیکن ان کا مذہب اس دلیل پر مبنی نہیں ہے (بلکہ) مشکوٰۃ نبوت علیٰ اربابہا الصلوات والتسلیمات و
البرکات کے انوار سے لیا گیا ہے اور کمالاتِ ذاتیہ کا اثبات بھی جو کہ شیونِ ذاتیہ ہیں ناگزیر ہے تاکہ مرتبہ ذاتِ
اقدس کا ان کمالات سے خالی ہونا لازم نہ آئے اور احتیاج کی بُو سے پاک ہو۔ ہمارے حضرت عالی (قدس سرہٗ) ۱٦٦
نے لکھا ہے کہ علم جو کہ زائد صفت ہے اس کا متعلق ماسوائے ذات تعالیٰ ہے پس وہ ذات سبحانہٗ کے مرتبہ
تک نہیں پہنچ سکتا اس لئے کہ جس چیز نے زیادتی کا نام پیدا کیا ہے وہ اس مقدس مرتبے کے لائق نہیں ہے
اور اُس بارگاہ عالی سے متعلق نہیں ہو سکتی اور جو علم کہ ذاتِ مقدس و مبارک کا کمال ہے وہ اس علم
سے بہت برتر ہے جو کہ ماسوائے متعلق ہے اور کوئی مناسبت عالم کے ساتھ نہیں رکھتا افسوس در افسوس
جبکہ ذاتِ واجب کا علم جو کہ قدم کے ساتھ موصوف ہے مرتبۂ ذات کے لائق نہیں ہوتا اور اس بارگاہِ
قدس سے متعلق نہیں ہو سکتا (تو) ممکن کا علم جو کہ حدوث کے داغ سے داغدار ہے کس طرح اس مرتبہ مقدسہ
سے متعلق ہوگا اور کونسی مناسبت رکھتا ہوگا اور جہل و یاس کے سوا کیا نصیب ہوگا، کسی نے خوب کہا ہے

کو غبارِ ناقۂ لیلیٰ کہ مجنوں سالہا چشم بر رہ داشت گردے از بیاباں بر نخاست

[لیلیٰ کی اونٹنی کا غبار کہاں ہے کیونکہ مجنوں کئی سال تک چشم براہ رہا (لیکن) صحراسے کوئی گرد نہیں اُٹھی]

مگر یہ کہ بندہ پروری کے طریق پر فنائے کامل کے بعد علم کے ساتھ متحقق ہونے کے باعث انتشار
ذاتی کے ساتھ بقا حاصل ہو جائے اور (سالک کو) ظلال اور اصل کے مراتب طے کرا دیئے جائیں اور وہ اس وقت
اس انکشاف کی طرح اس مرتبۂ عالیہ کے ساتھ بے کیف تعلق پیدا کرلے اور اس جگہ پہنچ جائے کہ عقل
وہاں سے پیچھے رہ جائے۔

مکتوب ۱۰٦

مولانا برخوردار کابلی کے نام واقعہ کی تعریف اور غائبانہ طریقہ طلب کرنے کی درخواست اور
ضروری نصیحتوں کے بارے میں اور اس بات کے حل میں کہ بیش قیمت لباس پہننا سالک کے شغل کا
مانع ہے یا نہیں اور باوجودیکہ خمیصہ (ایک عمدہ قسم کا لباس) کو انبجانیہ (ایک قسم کا معمولی لباس)
سے بدلنے کی حدیث اور چپل کا تسمہ بدلنے کی حدیث سے اس (عمدہ لباس) کا منع ہونا معلوم

www.maktabah.org

ہوتا ہے اور اس بیان میں کہ ظالموں اور بدعتیوں کے گھر سے کھانا کھانا جائز ہے یا نہیں اور اس بیان میں کہ اس طریقہ میں پیری و مریدی کرنا بدعت ہے یا نہیں۔

الحمد للہ العلی الاعلیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ خصوصاً علیٰ سید الورٰی صاحب قاب قوسین او ادنیٰ وعلیٰ الہ وصحبہ البررۃ التقی نجوم الھدیٰ، اما بعد، آپ نے جو مکتوب مرغوب اس مسکین کے نام ارسال کیا تھا اس کے موصول ہونے سے مشرف و شادماں ہوا، آپ نے مطلب اعلیٰ کی طلب اور مقصدِ اقصیٰ کے شوق کا جو اظہار کیا تھا وہ نیک و مبارک ہے اللہ تعالیٰ طلب ص ۱۲۷
کی آگ کو بھڑکائے اور شوق کے شعلہ کو بلند کرے تاکہ ماسوا سے پوری طرح رہائی دلا دے اور قرب و معرفت کے سراپردے تک پہنچائے انہ قریب مجیب [بیشک وہ قریب ہے (اور) قبول کرنے والا ہے] آپ نے جو واقعہ دیکھا اور لکھا تھا واضح ہوا، روشن ہے اور باطنی مناسبت کا پتہ اور فیض کے پہنچنے کی خبر دینے والا ہے آپ نے ذکر کی استدعا کی تھی تاکہ ملاقات حاصل ہونے تک اس میں مشغول رہیں۔ میرے مخدوم ہمارے طریقہ کا مدار صحبت پر ہے بہرحال ملاقات حاصل ہونے تک کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے تکرار میں مشغول رہیں اور اس ذکر کو جسقدر بھی کہہ سکیں دل کی موافقت کے ساتھ کہیں اگر خلوت میں کہا جائے تو بہتر ہے یہ کلمہ مبارک باطن کو پاک کرنے میں بہت بڑی تاثیر رکھتا ہے اس کا ایک جزو حق جل وعلا کے ماسویٰ کی نفی کرتا ہے اور دوسرا جزو معبودِ حقیقی کا اثبات کرتا ہے جو کہ سیر و سلوک کا حاصل ہے، حدیث شریف میں آیا ہے افضل الذکر لا الہ الا اللہ [سب سے افضل ذکر لا الہ الا اللہ ہے]، گوشہ نشینی کی طرف رغبت رکھیں اور عبادت پر حریص رہیں اور نبی کریم علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت کو مضبوطی سے پکڑیں اور بدعت سے بچتے رہیں اور خلافِ شرع امور سے دور رہیں، کسی بزرگ نے کہا ہے کہ اعمالِ خیر تو اچھا اور بُرا (ہر شخص) کرتا ہے اور گناہوں سے صرف صدیق (بہت سچا آدمی) بچتا ہے اور اس مسکین کو خاتمہ کی سلامتی کی دعا کے ساتھ یاد رکھیں۔

آپ نے لکھا تھا کہ "لباس میں تکلف کرنا اگرچہ حلال طریقہ سے ہو سالک کے شغل کا مانع ہوتا ہے یا نہیں اور خمیصہ (ایک قسم کا قیمتی کپڑا) کو انبجانیہ (ایک قسم کا معمولی کپڑا) کے ساتھ بدلنے کی حدیث اور چپل کا تسمہ بدلنے کی حدیث اس کے مانع ہونے پر صراحتاً دلالت کرتی ہے کیونکہ جب (ماسوی اللہ سے) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کلی عدم تعلق کے باوجود آپ کی توجہ کا مانع ہو تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غیر کے حق میں کیسے (جائز) ہوگا۔" آپ جان لیں کہ جو سالک اکمل فنا کے ساتھ مشرف ہو چکا ہے اور ماسوا کو کلی طور پر بھلا چکا ہے ظاہر میں مشغول ہونا اور قیمتی لباس پہننا اس کے حق میں باطن کے شغل کا

www.maktabah.org

مانع نہیں ہے کیونکہ باطن اس وقت میں ظاہر سے منقطع ہو چکا ہے اور اس (ظاہر) کا غافل و مشغول ہونا اس (باطن) میں اثر نہیں کرتا اور نیند و بیداری باطن کے حضور و آگاہی میں یکساں ہو جاتی ہے اس وقت دل کو ماسوا سے اس قسم کا نسیان ہو جاتا ہے کہ اگر کسی سال تک ماسوا کو یاد کرے تو اس استغراق و فنائیت کے واسطے سے جو کہ اس نے مطلوب میں پیدا کرلی ہے اس کو یاد نہ آئے اور دل میں اس (ماسوا) کا خیال نہ گذرے ہاں جس سالک نے کہ اس کے حضور و دوام کا ملکہ حاصل نہیں کیا ہے اگر اس کے حق میں شغل (حضورِ قلب) کا مانع ہو تو گنجائش رکھتا ہے کیونکہ اس کا ظاہر باطن کے ساتھ ملا ہوا ہے اور ایک کی غفلت دوسرے میں سرایت کرتی ہے، قیمتی لباس کو مطلق طور پر شغل کا مانع کس طرح کہا جا سکتا ص ۱۶ ہے اور حالانکہ اکابرِ دین اور سلفِ صالحین مثل ائمہ اہلِ بیت و امام ابو حنیفہ و شیخ عبد القادر جیلانی وغیرہم (رضی اللہ عنہم) نے قیمتی لباس پہنا ہے اور سرورِ کائنات فخرِ موجودات علیہ و علیٰ آلہ الصلوات و التسلیمات سے بھی منقول ہے، خزانۃ الروایۃ و مطالب المؤمنین میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ کسی بزرگ سے دنیا کی زینت و تجمل کے بارے میں پوچھا گیا انھوں نے کہا کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم اس حال میں باہر تشریف لائے کہ آپ کے اوپر ایک چادر تھی جس کی قیمت ایک ہزار درہم تھی اور اکثر آپ (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) نماز کے لئے کھڑے ہوئے (اور) آپ کے اوپر چار ہزار درہم قیمت کی چادر ہوتی تھی اور ایک روز آپ کے اصحاب میں سے کوئی شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کے اوپر ایک قیمتی چادر تھی پس آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندہ کو کوئی نعمت دیتا ہے تو چاہتا ہے کہ اس بندہ پر اس کی نعمت کے آثار دیکھے جائیں اور (امام) ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ایسی چادر اوڑھتے تھے جس کی قیمت چار سو دینار ہوتی تھی اور (امام) ابو حنیفہؒ اپنے شاگردوں سے فرماتے تھے کہ جب تم اپنے وطنوں کو واپس جاؤ تو تم پر لازم ہے کہ نفیس لباس پہنا کرو اور تم پر حقیر لباس سے پرہیز کرنا ضروری ہے ورنہ لوگ تمہاری طرف (غریب سمجھ کر) ترس کی نظر سے دیکھیں گے پس وہ (امام ابو حنیفہؒ) اپنے زہد و تقویٰ کے باوجود ان (شاگردوں) کو اس بات کی وصیت کرتے تھے۔ ابنِ حجر مکی نے رسالہ مناقب امام ابو حنیفہؒ میں لباس کی فصل میں بیان کیا ہے کہ نضر نے کہا (امام) ابو حنیفہؒ نے جب ایک دفعہ سوار ہونے (سفر) کا ارادہ کیا تو مجھ سے فرمایا کہ تو اپنی چادر مجھے دیدے اور میری چادر لے لے پس میں نے ایسا کیا پھر جب وہ واپس آئے تو مجھ سے فرمایا کہ تو نے اپنی موٹی چادر کے ساتھ مجھ کو شرمندہ کیا اور (اس) (چادر) پانچ دینار کی تھی پھر میں نے ان کے اوپر ایک چادر دیکھی جس کی قیمت تیس دینار تھی اور ان کی

۱؎ مظاہر حق جلد ۳ ص ۵۲۵ پر اسی معنی کی حدیث ہے۔

www.maktabah.org

چادر و قمیص کی قیمت کا اندازہ چار سو درہم کیا گیا ہے۔ مطالب المومنین میں شرعۃ الاسلام سے منقول ہے کہ لباس فاخرہ کے پہننے میں مضائقہ نہیں ہے جبکہ وہ اس کی وجہ سے تکبر و فخر نہ کرے کیونکہ تکبر حرام ہے اور اس (تکبر نہ کرنے) کی تفسیر یہ ہے کہ اس (لباس) کے ساتھ بھی وہ ایسا ہی ہو جیسا کہ اس (کے پہننے) سے پہلے تھا۔ خزانۃ الروایۃ میں ہے کہ آنحضرت علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم میرے پاس راہبوں (تارک الدنیا لوگوں) کے کپڑوں میں آتے ہو اور (حالانکہ) تمہارے دل بھیڑیوں کے دلوں جیسے (سخت) ہیں، بادشاہوں کے لباس[1] پہنو اور اللہ تعالیٰ کے خوف کے ساتھ اپنے دلوں کو نرم کرو۔ ابن سلمہ نے ابو سعید خدری (رضی اللہ عنہ) سے کہا کہ لوگوں نے لباس و پینے اور سواری اور کھانے کی چیزوں کے بارے میں جو کچھ اختیار کیا ہوا ہے اس میں آپ کی کیا رائے ہے تو انھوں نے مجھ سے فرمایا، اے میرے بھائی! اللہ کے لئے کھا اور اللہ تعالیٰ کے لئے پی اور اللہ کے لئے پہن اور ان میں سے جس چیز میں فخر یا دکھانے یا سنانے کے لئے کرنا پایا جائے تو یہ گناہ ہے، اور محمد بن حسن (رضی اللہ عنہما) نفیس کپڑے پہنتے تھے پس ان کو اس کے بارے میں کہا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ میری بیویاں نو عمر ہیں پس میں اپنے آپ کو زیب و زینت میں رکھتا ہوں تاکہ وہ میرے سوا کسی غیر کی طرف نظر نہ کریں۔ اور (یہ) حدیث شریف "بیشک اللہ[2] جمیل ہے اور جمال کو پسند فرماتا ہے، اور چاہتا[3] ہے کہ اس کی نعمت کا اثر اس کے بندہ پر ۱۶۹
دیکھا جائے" قادر ہونے کی صورت میں مستحب ہونے پر دلالت کرتی ہے
اور حدیث خمیصہ[4] کی انبجانیہ سے تبدیلی والی حدیث نماز کے بارے میں وارد ہوئی ہے اور نماز میں ظاہر کا خشوع بھی جو کہ مثلاً نظر کو سجدہ کی جگہ پر ٹھہرانے سے عبارت ہے مطلوب ہے اس بنا پر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے

---

[1] و تنعم باقیل، درویش صفت باش و کلاہ تتری دار۔ [2] مظاہر حق جلد ۴ ص ۱۷۷۔
[3] مظاہر حق جلد ۳ ص ۵۳۷ و ۵۴۵ پر اسی معنی کی حدیث ہے۔
[4] پوری حدیث کا اردو ترجمہ یہ ہے "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خمیصہ (ایک منقش چادر) اوڑھ کر نماز پڑھی اس خمیصہ میں نقش و نگار تھے پس نماز کی حالت میں آپ کی نظر ان نقش و نگار پر پڑی جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا میری اس خمیصہ کو ابوجہم کے پاس لے جاؤ اور اس کی انبجانی (ایک قسم کی سادہ کملی) میرے پاس لے آؤ کیونکہ تحقیق اس (خمیصہ) نے مجھ کو اس وقت میری نماز میں حضور قلب سے باز رکھا اس حدیث کو امام بخاری و امام مسلم رحمہما اللہ نے روایت کیا ہے اور امام بخاری کی روایت میں ہے کہ میں اس کے نقش و نگار کو دیکھتا تھا اور میں نماز میں تھا پس میں نے خوف کیا کہ یہ مجھ کو (یعنی میرے حضور قلب کو) خلل میں نہ ڈال دے۔ خمیصہ اونی یا ریشم کی سیاہ رنگ کی چادر کو کہتے ہیں جس میں خطوط یا نقش و نگار ہوتے ہیں یہ چادر ایک صحابی نے جن کا نام ابوجہم ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ہدیۃً پیش کی تھی اس کو اوڑھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نماز پڑھی اور انبجانیہ ایک سادی کملی تھی جس میں بیل بوٹے وغیرہ نہیں تھے یہ انبجان شہر میں بنی تھی جو شام میں ہے اور اسی شہر کی طرف منسوب ہے، ابوجہم رضی اللہ عنہ سے انبجانیہ کو اس لئے طلب فرمایا تاکہ ان کا ہدیہ واپس ہونے سے ان کی دل شکنی نہ ہو (واللہ اعلم بالصواب) مترجم

www.maktabah.org

خمیصہ کو (انبجانیہ کے ساتھ) تبدیل فرمایا کہ مبادا اس خشوع کا مانع ہو۔

جاننا چاہیے کہ اس حدیث کے راویوں نے (اس کو) دو طرح پر روایت کیا ہے، پہلے طریق میں فانھا الھتنی انفا عن صلوتی [پس بیشک اس نے مجھ کو اس وقت میری نماز (میں حضور قلب) سے باز رکھا] آیا ہے اور دوسرے طریق میں اخاف ان یفتننی [میں ڈرتا ہوں کہ یہ مجھ کو (یعنی میرے قلب کو) خلل میں نہ ڈالدے] وارد ہوا ہے۔ شارحینِ حدیث نے کہا ہے کہ یہ روایت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ کوئی چیز واقع نہیں ہوئی بلکہ واقع ہونے کا خوف تھا، پس پہلی روایت کو اس روایت کی طرف لوٹانا چاہیے اور لہو (عدمِ توجہ) کو خوفِ لہو پر محمول کرنا چاہیے تاکہ دونوں روایتوں میں مطابقت حاصل ہو جائے۔

ابنِ حجر شارحِ بخاری فرماتے ہیں "اور اس کو خمیصہ دیکر ابو جہم کے پاس بھیجنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ اس کو نماز میں استعمال کرے اور احتمال ہے کہ یہ آپ کے اس قول کی طرح ہو کہ "تو کھا پس بیشک میں اُس ذات (اللہ یا فرشتہ) سے سرگوشی کرتا ہوں جس کے ساتھ تو سرگوشی نہیں کرتا" یہ توجیہ اس بات پر مبنی ہے کہ یہ آنسرور علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام کی خصوصیات میں سے ہے جیسا کہ پہلی توجیہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اس کا پہننا اگر مکروہ تھا تو نماز میں تھا نہ کہ نماز کے علاوہ، اسی لئے (فقہا نے) کہا ہے کہ اس حدیث سے رنگ و نقش و نگار وغیرہ ہر چیز کے مکروہ ہونے کا استنباط کیا جاتا ہے جو کہ نماز (میں حضورِ قلب) سے باز رکھے۔ بعض شارحین نے کہا ہے کہ ابن حجرؒ نے ہمارے بعض ائمہ سے نقل کیا ہے کہ جو شخص اس (نقش و نگار کی جگہ) میں یا اس کی طرف یا اس پر نماز پڑھے تو اس کے لئے مسنون یہ ہے کہ وہ اپنی آنکھوں کو بند رکھے تاکہ وہ اس کے خشوع و حضور میں خلل انداز نہ ہو۔ میں کہتا ہوں کہ اُن (ابن حجر) کا بیان پہلے گذر چکا ہے کہ اس (نقش و نگار کی جگہ) میں یا اس کی طرف یا اس پر نماز پڑھنا مکروہ ہے اور نماز میں آنکھوں کو بند رکھنا (بھی) مکروہات میں سے ہے تو مکروہ کو دُور کرنے کے لئے مکروہ (کا ارتکاب) کیسے مسنون ہوگا جبکہ مکروہ اس کے ساتھ (بھی) دُور نہیں ہوگا۔

سوال:۔ حدیث کے لفظ سے جو کہ دوسری روایت میں آیا ہے کہ "میں اُس کے نقش و نگار کی طرف دیکھتا تھا اور میں نماز میں تھا پس ڈرتا ہوں کہ یہ مجھ کو خلل میں ڈالدے"۔ معلوم ہوتا ہے کہ خلل میں ڈالنا باطن کے میلان اور قلب کی محبت کی وجہ سے ہے کہ اس کے واقع ہونے کے خوف کی خبر دی ہے اور جبکہ باطن فنا کو پہنچ گیا ہو اور دل ماسوا کو دیکھنے اور جاننے سے رہائی حاصل کر چکا ہو تو اس کے حق میں خلل میں ڈالنا کس طرح متصور ہو سکتا ہے۔ جواب:۔ میلان و محبت دو قسم کا ہے ایک وہ محبت جو ظاہر و باطن دونوں کو شامل ہے اور وہ عوام کا حصہ ہے، صوفیائے کرام کے طریقہ پر چلنا اس آفت سے

www.maktabah.org

رہائی پانے کے لئے ہے تاکہ شرکِ خفی سے رہائی حاصل کریں اور اسلامِ حقیقی کے ساتھ کہ آیتِ کریمہ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اٰمِنُوْا [اے ایمان والو! (حقیقی) ایمان لے آؤ] میں جس کی طرف اشارہ ہے متحقق ہو جائے اور آیتِ کریمہ وَذَرُوْا ظَاھِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ [اور تم ظاہری اور باطنی گناہ کو چھوڑ دو] اس تعالیٰ شانہٗ کے ف:
ماسوا کی طرف متوجہ ہونے سے باطن کو خالی کرنے کا پتہ دیتی ہے، جو دل کہ غیر اللہ کا گرفتار ہے اس سے خیر کی کیا امید ہے جو روح کہ ماسوا کی طرف مائل ہے وہ بارگاہِ صمدیت (الٰہی) میں خوار اور بے سروسامان ہے اور جو محبت کہ ظاہر تک محدود ہے اور اس نے باطن میں جو کہ فنا و محویت کے ساتھ متصف ہے سرایت نہیں کیا ہے اور اس میلان (محبت) کو طبعی میلان کہتے ہیں اور یہ محبت بیرونی محبت ہے نہ کہ اندرونی، اس کا سبب عناصر کی خاصیتیں ہیں، اس قسم کی محبت و میلان جائز ہے کہ اہلِ فنا اور افرادِ انسانی میں سے کاملین کو ماسوا کے ساتھ پیدا ہو جائے بلکہ ایسا ہوتا ہے جیسا کہ وارد ہوا ہے کہ پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ٹھنڈی اور میٹھی چیز کو پسند فرماتے تھے اور حدیث شریف "تمہاری دنیا سے تین چیزوں کی محبت مجھ کو دی گئی ہے" مشہور ہے، اور شمائل میں روایت کیا گیا ہے کہ[۳] "رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے نزدیک اُن لباسوں میں جن کو آپ پہنتے تھے سب سے پسندیدہ لباس حبرہ چادر تھی" شارح نے ہروی سے نقل کیا ہے کہ حبرہ منقش و مخطط ہوتی ہے، اور ابن بطال سے روایت کی گئی ہے کہ حبرہ یمنی چادر ہے جو روئی یا کتان (السی کا درخت) سے بنائی جاتی ہے اور وہ اہلِ عرب کے نزدیک بہترین لباس تھی اور بعض علماء سے منقول ہے کہ حبرہ یمنی کپڑا ہے جو کہ مزین و منقش ہوتا ہے کہا جاتا ہے ثوب محبرہ یعنی مزین و عمدہ کپڑا، اور نیز اس نے کہا ہے کہ حدیث میں مزین و منقش لباس کا پہننا مستحب ہونے اور مخطط کے جائز ہونے پر دلیل (موجود) ہے اور اس بات پر اجماع ہو چکا ہے ہذا (یہ بات تو ختم ہوئی)۔ اور اس جگہ باطن سے مراد عالمِ امر کے پانچوں لطائف ہیں جو کہ انسان کے اجزاء ہیں اور نفس جب فنا سے مشرف ہو جاتا ہے اور مقامِ اطمینان میں آجاتا ہے تو وہ بھی عالمِ امر کا حکم اختیار کر لیتا ہے اور مطلوب میں فنا ہو جانے کی وجہ سے ماسوا کی دید و دانش سے رہائی پا لیتا ہے اس وقت جاد کا معاملہ عناصر کے ساتھ جا پڑتا ہے اور حکمتوں اور مصلحتوں کے باعث بشری صفات اور مخالفت کی صورت ان (عناصر) میں باقی رکھی جاتی ہیں اور جس شخص کو اُس فرق پر جس کی طرف مجھے رہنمائی ہوئی ہے اور جس کو میں نے واضح کیا ہے اطلاع نہیں ہوئی اس نے کہا کہ حدیث شریف میں اس بات سے آگاہ کیا گیا ہے کہ ظاہری صورتوں اور چیزوں کے لئے پاکیزہ قلوب اور تزکیہ یافتہ نفوس میں (بھی) تاثیر ہے ان کے علاوہ دوسروں کا تو کیا ذکر ہے

له ۶/۱۳۶ سه ۶/۱۲۱ ته مظاہر حق جلد ۳ ص ۵۲۶۔

اور کسی دوسرے (شارح) نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کچھ اثر نہیں لیا اور آپ نے امت کی تعلیم کے لئے اور اُن پر نقش و نگار کی طرف متوجہ ہونے کا خطرہ محسوس کرتے ہوئے ایسا کیا، لیکن امت میں سے جس شخص نے یہ گمان کیا کہ اس کا قلب اس سے متاثر نہیں ہوتا تو وہ سلوک کے طریقہ سے ناواقف ہے اس لئے کہ لوہاروں کو بادشاہوں پر قیاس نہیں کیا جاتا اور البتہ ابن حجر (رضی اللہ عنہ) کا یہ وثوق کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قلبِ مبارک اس سے متأثر ہوا تو یہ صحیح نہیں ہے" یہاں تک اس (کسی دوسرے شارح) کا قول ہے اور سابقہ تحقیق سے ظاہر ہو گیا کہ اس بات کا قائل سلوک کے طریقہ سے ناواقف ہے ص ۱۷۱
اور تحقیق کے کمال تک نہیں پہنچا ہے اور تعجب ہے کہ اس نے سیر و سلوک کے عارفوں کی طرف جو کہ بادشاہوں کی مجلسوں میں پہنچنے کے باعث لوہار ہونے کی صفت سے باہر ہو چکے ہیں کس طرح جہالت کی نسبت کی ہے کیونکہ کامل تابعداروں کے لئے متبوع کے کمالات میں سے حصہ ہے۔ ع

وللارض من کاس الکرام نصیب [بزرگوں کے پیالے سے زمین کیلئے بھی حصہ ہوتا ہے]

حدیث کے بعض شارحین کہتے ہیں کہ یہ نماز میں خمیصہ پر نظر کرنا بغرضِ عبرت تھا اور معلوم ہے کہ عبرت تفکر ہے اور ایک ساعت کا تفکر ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے اور اپنی طرف مشغول کرنے سے مشغول کرنے کا خدشہ مراد لیا ہے تاکہ دونوں روایتوں میں تطبیق ہو جائے اور عبرت کے لئے مناسب ہو اور یہ بیان امت کی تعلیم کیلئے تھا اور خود آپؐ نے اثر نہیں لیا تھا۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ یہ لباس آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی توجہ کا مانع نہیں تھا بلکہ عبرت کا سبب تھا اور اس نے تفکر کے عبادت ہونے کی طرف دلالت کی۔ اور چپل کا تسمہ تبدیل کرنے کی حدیث صحیح ہونے کی صورت میں ہو سکتا ہے کہ یہ تبدیل کرنا تواضع کی وجہ سے ہو یا کسی اور غرض سے ہو کیونکہ یہاں التہاء (توجہ ہٹانا) یا خوفِ فتنہ کا لفظ نہیں آیا ہے اور جو مسئلہ ہمارے زیرِ بحث ہے اس کے ساتھ (یہ حدیث) بہت کم تعلق رکھتی ہے، امام حجۃ الاسلام نے اس حدیث کو کیمیائے سعادت[1] میں بخل کے علاج میں ذکر کیا ہے اور تسلیم کر لینے کی صورت میں (اس) مقام کی تحقیق وہی ہے جو کہ پہلی حدیث میں بیان ہوئی۔ مختصر یہ ہے کہ اس قسم کے امور اگر ثابت ہو جائیں تو نماز کے ساتھ مخصوص ہیں جو کہ کمالِ قُرب کا مقام ہے اور اگر تخصیص نہ ہو تو یہ حدیث اُس حدیث سے معارض (ٹکراتی) ہے جس کو ابن عساکر نے ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت کیا ہے اور بیان نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں جمال کو پسند کرتا ہوں حتیٰ کہ اپنی چپل اور اپنے

[1] پوری حدیث کا اردو ترجمہ یہ ہے: رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار نعلین شریفین میں نیا تسمہ ڈالا نماز میں اس پر نظر پڑی، آپ نے فرمایا کہ وہی پرانا لاؤ، نیا تسمہ نکال کر وہی پرانا تسمہ ڈال دیا۔ (کیمیائے سعادت اردو ترجمہ کیمیائے سعادت ص ۳۶۶)

www.maktabah.org

کپڑے لٹکانے کی کھونٹی میں بھی (خوبصورتی کو پسند کرتا ہوں) تو کیا یہ تکبر سے ہے؟ پس آنحضرت علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا بیشک اللہ جمیل ہے اور جمال کو پسند فرماتا ہے اور اس بات کو پسند فرماتا ہے کہ اس کی نعمت کا اثر اس کے بندہ پر دیکھا جائے (اور) تکبر حق کی ناقدری کرنا اور لوگوں کے اعمال میں عیب نکالنا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ تکبر حق سے ناواقف ہونا اور لوگوں کو اپنی آنکھوں سے حقیر دیکھنا ہے۔

جاننا چاہیے کہ بعض حدیثیں اور روایتیں زیب و زینت کی کراہت پر دلالت کرتی ہیں اور سابقہ احادیث اور آیت کریمہ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ[1] [آپ کہہ دیجیے کہ جس زینت اور پاکیزہ رزق کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے نکالا ہے اس کو کس نے حرام کر دیا ہے] اور اکابر کا عمل اس کے مکروہ نہ ہونے بلکہ مستحب ہونے پر دلالت کرتے ہیں اور حدیث مرفوع اور ابن عباس[2] کے قول کے ساتھ جو کہ اس بارے میں وارد ہوا ہے (ان میں) تطبیق دے سکتے ہیں۔ مشکوٰۃ میں حضرت ۱۰۲
ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انھوں نے فرمایا جو چیز کہ تو چاہے کھا اور جو چیز کہ تو چاہے پہن جبتک کہ تجھ کو دو چیزیں فضول خرچی اور تکبر نہ پہنچیں اس کو امام بخاری (رحمہ اللہ) نے ترجمہ باب میں روایت کیا ہے۔ اور عمرو ابن شعیب[3] سے روایت ہے وہ اپنے باپ سے اور وہ اس (عمرو) کے دادا (یعنی اپنے باپ) سے روایت کرتے ہیں انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم نے فرمایا (مباحات میں سے جو کچھ چاہو) کھاؤ، پیو، صدقہ کرو اور پہنو جبتک اس میں فضول خرچی اور تکبر داخل نہ ہو جائے۔ اس کو امام احمد و نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ بدعتی اور رشوت لینے والے اور مختلف قسم کے فسق و گناہ کا کام علی الاعلان کرنے والے شخص کے گھر جانا اور اس کا کھانا کھانا اور عُشر وصول کرنے والے کا کھانا مباح ہوگا یا نہیں؟ میرے مخدوم! اس میں شک نہیں ہے کہ اس قسم کے کھانے اور ایسے شخص کے گھر جانے سے بچنا اولیٰ و انسب ہے بلکہ طریقت کے طالبوں کے لئے کہا جا سکتا ہے کہ لازم ہے اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً[4] [مگر یہ کہ تم اُن سے پوری طرح بچتے رہو] ضرورت کے مواقع مستثنیٰ ہیں یا کسی ضرورتمند کے کام کے لئے ہو۔ رہی لقمہ کے بارے میں شرعی اباحت (تو) اگر معلوم ہو جائے کہ یہ لقمہ حرام ذریعے سے ہے تو اس کا کھانا حرام ہے اور اگر معلوم ہو کہ حلال ذریعے سے ہے تو حلال ہے اور اگر کچھ معلوم نہ ہو تو وہ لقمہ مشتبہ ہے اور اس کا کھانا جائز اور ترک کرنا اولیٰ ہے۔

---

[1] پ ۸ / ۳۲ [2] و [3] مظاہر حق جلد ۳ ص ۵۴۵ ۔ [4] ۳/۲۸

www.maktabah.org

آپ نے لکھا تھا "بعض منکرین کہتے ہیں کہ اس مخصوص طریقے کے ساتھ مرید کرنا بدعت ہے" اے میرے مخدوم! حق جل و علا کی طلب کرنا اور راستہ جاننے اور بتانے والا پیر پکڑنا اور اس سے عقیدت رکھنا شرعی احکام میں سے ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ [اور اس (اللہ تعالیٰ) کی طرف وسیلہ تلاش کرو] (مائدہ ۳۵) اور باطنی افادہ و استفادہ کا طریقہ جس کا نتیجہ پیری و مریدی ہے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے زمانہ سے اس وقت تک جاری ہے کوئی ایسا امر نہیں ہے کہ جس کو مشائخ نے اختراع کیا ہو، ان کا سلسلہ آنسرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام تک پہنچتا ہے، سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ (حضرت) صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے واسطے سے پہنچتا ہے اور (باقی) تمام سلسلے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے وسطے سے پہنچے ہیں تو یہ بدعت کس طرح ہوں گے، بیشک پیری و مریدی کا لفظ نیا ہے اور الفاظ کا کوئی اعتبار نہیں ہے اگر یہ لفظ درمیان میں نہ ہو تب بھی معنوی رابطہ اور باطنی فیض کا جاری ہونا اپنی جگہ پر ہے۔ اور یہ جو آپ نے کہا ہے کہ اس طریقے سے مرید بنانا بدعت ہے معلوم نہیں کہ آپ نے کونسا طریقہ دیکھا ہے، ہمارے طریقہ میں ذکر کا سکھانا اور سیکھنا ہے اور ذکر شرعی احکام میں سے ہے اور ذکر خفی ذکر جہر سے افضل ہے حدیث شریف میں ہے کہ جس ذکر کو حفظہ (حفاظت کرنے والے فرشتے) نہیں سنتے اس ذکر سے ستر درجہ افضل ہے جس کو حفظہ سنتے ہیں اور معلوم ہے کہ وہ ذکر باطن یعنی قلب اور تمام لطائف کا ذکر ہے، مروی ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم بعثت سے پہلے قلبی ذکر میں مشغول رہتے تھے، یہ بدعت ایسی ہی ہے جیسا کہ کوئی کہے کہ صحیح بخاری پڑھنا اور پڑھانا اور اس کا درس دینا بدعت ہے والسلام علیکم وعلےٰ سائر من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ وعلےٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات والتحیات والبرکات العلیٰ۔ (۱۷۳)

مکتوب ۱۰۷

میر محمد زماں کے نام ان کے احوال و اذواق کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ خصوصاً علےٰ سید الوریٰ صاحب قاب قوسین او ادنیٰ وعلیٰ آلہ وصحبہ نجوم الھدیٰ، آپ نے جو مکتوب کمال شوق و محبت کے باعث ارسال کیا تھا پہنچ کر مسرت بخش ہوا چونکہ بلند احوال و کیفیات پر مشتمل تھا اس لئے خوشی میں اضافہ ہوا، اور آپ نے جدائی کے رنج و غم کا اظہار کیا تھا دنیا جدائی کا مقام ہے حق سبحانہ دوستوں کو دار السلام (جنت) میں جمع کرے اندرونہ ملاقات کہ جس کے بعد جدائی نہ ہو عطا فرمائے انہ قریب مجیب [بیشک وہ قریب ہے اور دعا قبول کرنے والا ہے]

www.maktabah.org

آپ نے لکھا تھا کہ" میں ایک روز مراقبہ میں لطیفۂ قلبیہ کی طرف متوجہ تھا، ایسا ظاہر ہوا کہ صنوبری دل کے اندر ایک اور دل ہے اور اس دل کے اندر دوسرا دل ہے اسی طرح پانچ چھ دل آئینہ کے عکس کی مانند جو کہ دوسرے آئینہ میں نظر آتا ہے نمودار ہوئے اور چھٹے قلب میں ایک ایسی وسعت پائی کہ اگر زمین و آسمان اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کو اس میں ڈال دے تو ہرگز اس میں کوئی تنگی نہ ہوگی اور خاص الخاص تجلی شہود ہوئی اور اسی طرح ایک ایسی فنا بھی لاحق ہوئی کہ جس سے اوپر (اور فنا) متصور نہیں ہے۔"

جان لیں کہ یہ دید بہت اعلیٰ ہے اور آپ یہاں موجود ہوتے تو واضح طور پر اس (مقام) کی بعض خصوصیات بیان کی جاتیں، اس کے مطالعہ سے بہت محظوظ ہوا، اللّٰھم زِد [اے اللہ اور زیادہ کر] اور تجلی خاص خاص میں کیا کلام ہے کہ یہ قلب ولکن یسعنی قلب عبدی المؤمن [اور لیکن میں اپنے مومن بندے کے دل میں سما جاتا ہوں] کے شرف کے ساتھ مشرف ہے اور فنا تجلی کے موافق ہے جس قدر تجلی خاص ہوگی فنا میں بھی خصوصیت ہوگی۔ اور آپ نے اپنی والدہ کے حالات میں سے خطرۂ دل کے دور ہو جانے اور اس کے دماغ میں ظاہر ہونے کی بابت جو کچھ لکھا تھا واضح ہوا۔ عورتوں کے گروہ میں اس قسم کے احوال غنیمت ہیں وہ اپنے کام میں مشغول رہیں اور ترقی کی طالب رہیں، والسلام اولاً و آخراً۔ ۲ے

مکتوب ۱۰۸

سیادت و نقابت پناہ میر عمار کے نام اس سوال کے جواب میں تحریر فرمایا جو انھوں نے واجب تعالیٰ کے موجود ہونے کی حقیقت اور ممکنات کے ساتھ اس کی نسبت کے بارے میں کیا تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ العلی العلام والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ حبیبہ سید الانام وعلی آلہ الکرام وصحبہ العظام، اما بعد، سیادت و نقابت پناہ میر عمار نے اس دلفگار درویش سے واجب الوجود جل شانہ کے موجود ہونے کی حقیقت اور ممکنات کے ساتھ اس کی نسبت کے بارے میں دریافت کیا تھا، اس بارے میں جو کچھ معلوم تھا قیدِ تحریر میں لایا گیا ہے اچھی طرح غور فرمائیں۔

موجودِ حقیقی تعالیٰ و تقدس ایک سے زیادہ نہیں ہے اور ماسوا جو کہ عالم سے موسوم ہے موجود تھا معدوم ہے؟ یعنی افرادِ عالم کے حقائق عدمات ہیں جو کہ کمالاتِ وجوبی کے انعکاس کے ذریعہ ان کے آئینوں میں ایسے دکھائے جاتے ہیں (گویا) کہ موجود ہیں وَتَحْسَبُهُمْ أَيْقَاظًا وَهُمْ رُقُودٌ [اور تو ان کو جاگتا ہوا گمان کرتا ہے حالانکہ وہ سوئے ہوئے ہیں] یہ امر مسلّم ہے کہ وجود ہر خیر و کمال کا مبدا ہے اور عدم ہر شر و نقص کا منبع ہے پس خیر و کمال ۱۸/کہف

سب اس تعالیٰ شانہٗ کی بارگاہِ قدس کی طرف لوٹتا ہے (اور) شر و نقص سب کا سب ممکن کی طرف راجع ہے آیتِ کریمہ مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ۴ / ۷۹ [جو بھلائی تجھ کو پہنچتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جو برائی تجھ کو پہنچتی ہے وہ تیرے نفس کی طرف سے ہے] اس معنی کی تائید کرتی ہے، آپ سُن لیں کہ جب ممکنات کے حقائق کی حقیقت وہ عدمات ہیں جو کہ وجود کے کمالات کے انعکاس سے موجود نما بن گئے ہیں تو عالم کا وجود ایک ایسے مرتبہ میں ہوگا جو کہ مرتبۂ وہم کے مشابہ ہوگا اور اس کا وجود واجب تعالیٰ کے وجود کے بالمقابل موہومات و متخیلات میں داخل ہوگا آیت کریمہ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ۲۸ / ۸۸ [ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے سوائے اس (اللہ تعالیٰ) کی ذات کے] اس پر دلیل ہے، اور یہ جو میں نے کہا کہ مرتبۂ وہم کے مشابہ ہے یہ اس لئے ہے کہ وہم کے دور ہو جانے سے دور نہیں ہوتا اور ابدی معاملہ اور دائمی ثواب اس کے ساتھ وابستہ ہے پس واجب جل و علا کے ساتھ عالم (کائنات) کی نسبت موجود کے ساتھ موہوم کی نسبت کی مانند ہے اور (یہ) معلوم ہے کہ موہوم کے موجود کے ساتھ کوئی تصادم نہیں ہے اور موہوم سے موجود کے لئے کوئی حد و نہایت ثابت نہیں ہے کیونکہ موجود ایسے مرتبہ میں ہے کہ موہوم کا اس مرتبہ میں کوئی نام و نشان نہیں ہے ؎ ۵

خوشتر آں باشد کہ سرِّ دلبراں گفتہ آید در حدیثِ دیگراں

[بہتر یہ ہے کہ محبوبوں کا راز دوسروں کے الفاظ میں کہا جائے]

جو موہوم دائرہ کہ نقطۂ جوالہ (گھومنے والے نقطے) سے پیدا ہوا ہے اس دائرے کے حدوث (پیدا ہونے) سے اس نقطے کے لئے کوئی حد و نہایت ظاہر نہیں ہوتی ہے، نہیں کہہ سکتے کہ نقطہ دائرے کے دائیں جانب ہے یا اس کے بائیں جانب یا اس کے اوپر یا اس کے نیچے یا آگے یا پیچھے ہے اور نہیں کہہ سکتے کہ نقطہ عینِ دائرہ ہے یا اس میں داخل ہے یا اس سے خارج ہے متصل ہے یا منفصل ہے کیونکہ نقطہ کیلئے یہ نسبتِ مذکورہ اُن اشیاء کے ساتھ ہے جو کہ نقطہ کے مرتبہ میں موجود ہیں اور دائرہ کا اس مرتبہ میں ہرگز کوئی وجود نہیں ہے اگر وجود ہے تو وہم میں ہے اور بس اور نقطہ موجود ہے پس دائرہ کا حدوث (پیدا ہونا) نقطہ کی تجدید کا سبب نہیں ہوگا اور ان دونوں کے درمیان تصادم دور ہو جائے گا اور جب تو اچھی طرح غور کرے (تو معلوم ہو جائے گا کہ) دائرہ روشنی و تابانی اور تمام صفات سے جو کچھ رکھتا ہے اگرچہ وہم (کے درجے) میں ہو نقطے سے رکھتا ہے ؎

نیاوردم از خانہ چیزے نخست تو دادی ہمہ چیز و من چیزِ تست

[میں ابتداء میں گھر (عالمِ عدم) سے کوئی چیز نہیں لایا تو نے ہی ہر چیز دی ہے اور میں (بھی) تیری ہی چیز ہوں]

www.maktabah.org

ان کے درمیان بُعد و مسافت مفقود ہے اور قُرب کے بارے میں تو جو کچھ کہے دائرہ کا نقطہ اس سے بھی زیادہ قریب ہے سہ

اے کمان و تیرہا بر ساختہ صید نزدیک و تو دُور انداختہ

[اے وہ شخص کہ جس نے کمان اور تیروں کو اٹھایا ہوا ہے شکار نزدیک ہے اور تو نے تیر دور پھینکا ہے]

پس قرب و معیت و احاطہ ثابت ہوگا لیکن (یہ) موجود کو موہوم کے ساتھ معیت و احاطہ کی قسم سے ہوگا اور اس احاطہ و معیت میں کوئی محذور (ایسی بات جس سے بچا جائے) نہیں ہے البتہ محذور موجود کے لئے اور موجود کے ساتھ اس نسبت کے اثبات میں ہے۔ اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "بعض حضرات اس بات ہیں کہ ان اللہ بکل شئ محیط [بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو احاطہ کئے ہوئے ہے] کے اعتبار سے ہر جگہ وہی ہے" میرے مخدوم! اگر انھوں نے اس احاطہ سے جسم کا احاطہ جسم کے ساتھ سمجھا ہے جیسا کہ لفظ "ہر جگہ وہی ہے" سے اس کا پتہ چلتا ہے تو بہت غلط ہے کیونکہ اس سے مکان کا اثبات ہوتا ہے، اور اگر احاطہ سے ان کی مراد وہ ہے جو اوپر بیان ہو چکی ہے اور "ہر جگہ وہی ہے" سے "ہر جگہ اس کا ظہور ہے" مراد لیتے ہیں تو قابلِ تسلیم ہے اور یہ جو انھوں نے بعض سے نقل کیا ہے کہ "وہ تعالیٰ و تقدس عالم سے ماسوا ہے اور عالم اُس سے خالی ہے" یہ بھی خدشہ سے خالی نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں لازم آتا ہے کہ حق تعالیٰ عالم سے ص ۱۰۶
خارج ہو اور حالانکہ یہ بات مسلّم ہے کہ وہ عزّ برہانہٗ نہ عالم میں داخل ہے اور نہ اس سے خارج ہے نہ متصل ہے نہ منفصل ہے۔ اور انھوں نے احاطۂ علمی پر جو یہ اعتراض کیا ہے کہ آیت کریمہ فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ الآیۃ [پس جس وقت جان حلق تک آپہنچی ہے] میں علم کا نام نہیں ہے تو یہ محلِ کلام ہے کیونکہ آیتِ کریمہ میں اگرچہ علم کی تصریح نہیں ہے لیکن علم پر محمول کر کے وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ [ہم اس کی رگِ جان سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں] باعتبارِ علم مراد لے سکتے ہیں۔

اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "علمِ الٰہی کو مخلوق کی بصارت کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں ہے تو پھر وَلٰکِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ [اور لیکن تم نہیں دیکھتے ہو] کس طرح درست ہوگا" (جواباً) ہم کہتے ہیں کہ احاطۂ علمی مان لینے کی صورت میں ولکن لا تبصرون درست ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا علم مخلوق کے دیکھنے میں نہیں آتا اس لئے کہ شئ کا شئ سے سلب ثبوت کے ممکن ہونے کا تقاضا نہیں کرتا ـــــ آپ نے لکھا تھا کہ "ایک جماعت یہ اعتقاد رکھتی ہے کہ اس تعالیٰ و تقدس کی ذات ایک دریا ہے اور عالم اُس دریا کا حباب (بلبلہ) ہے الخ" اس عبارت سے ذہن بلا تکلّف اس طرف جاتا ہے کہ واجب تعالیٰ کی حقیقت ممکن کی حقیقت کے ساتھ متحد ہے کیونکہ حباب (بلبلہ) کی حقیقت پانی ہے اور دریا کی حقیقت بھی پانی ہے اور دونوں ایک ہی مرتبہ میں موجود ہیں، حباب کے وجود کی وجہ دریا کے وجود کے مرتبہ میں ہے اور اسی طرح یہ جو اوپر مذکور ہوا

www.maktabah.org

کہ بعض حضرات اس بات پر ہیں کہ ہر جگہ وہی ہے تو یہ حضرات وحدت (وجود) کے قائل اور اتحاد کی خبر دینے والے ہیں۔ میرے مخدوم! جو لوگ کہ وحدتِ وجود کے قائل ہیں وہ حق جل وعلا کو مطلق کہتے ہیں اور مخلوق کو اس مطلق کی تقییدات کہتے ہیں (اور اس میں) شک نہیں کہ مقید و مطلق کے درمیان حملِ (وجود) کو صحیح ماننے کی صورت میں ان دونوں کے درمیان اتحاد کی نسبت موجود ہے لیکن یہاں ایک اشکال وارد ہوتا ہے کیونکہ اگر مطلق کو مقیدات کے مراتب میں منحصر جانتے ہیں اور اس کے لئے جدا وجود ثابت نہیں کرتے جیسا کہ کثر ملحد لوگ اس کے قائل ہیں تو لازم آتا ہے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ وجود اور تمام صفات کمال میں ممکن کا محتاج ہو جیسا کہ کلی طبیعی جو کہ اپنے افراد میں منحصر ہے وہ اپنے وجود میں افراد کی طرف محتاج ہے بلکہ حقیقت میں یہ واجب تعالیٰ کی نفی ہے۴ اور اگر یہ حضرات مرتبۂ اطلاق کو مراتبِ تقییدات کے ماوراء ثابت کرتے ہیں اور مطلق کو وجودِ اصلی کہتے ہیں تو ان کے درمیان دوئی کی نسبت ثابت ہو جاتی ہے اور وحدتِ وجود باطل ہو جاتی ہے لانّ الاثنین متغائران (اس لئے کہ دو چیزیں مختلف ہوتی ہیں) اشکال کی دوسری صورت کو اختیار کئے بغیر اس اشکال کی تہ کو نہیں پہنچ سکتے اور اس صورت میں وحدتِ وجود کا حکم لگانا وجود کے ظہورات کے مختلف ہونے کے اعتبار سے ہے جیسا کہ کوئی شخص آئینہ میں زید کی منعکس ہونے والی صورت دیکھتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے زید کو آئینہ میں دیکھا۔ خلاصہ یہ ہے کہ کسی چیز کے مظہر کو مختلف ہونے کے باوجود آئینہ داری (عکس وصورت) کے تعلق سے عین شئی کہہ سکتے ہیں پس ہمہ اوست (سب کچھ وہی ہے) کے معنی ہمہ ظہور اوست (سب کچھ اسی کا ظہور ہے) ہوں گے، اور چونکہ شئی کے مظاہر ایک وجہ سے عین شئی ہیں اور ایک وجہ سے غیر شئی ہیں (اس لئے) محب کی نظر میں غلبۂ محبت کے باعث عینیت کی وجہ نظر آتی ہے اور غیریت کی وجہ چھپ جاتی ہے اس لئے وہ عینیت کا حکم لگا دیتا ہے اور نیز وحدتِ وجود کے مسئلہ پر لازم آتا ہے کہ جب ممکن کی حقیقت حق تعالیٰ اور وجودِ صرف ہو تو پھر شر و نقص جو کہ امکان کو لازم ہے اس کا منبع کیا ہوگا اور بغاوت و سرکشی جو کہ نفسِ امارہ کی فطرت میں موجود ہے کہاں سے آئی کیونکہ وجود (تو) خیر محض اور کمالِ صرف ہے وہ شر و نقص کا مبدأ کس طرح ہوگا۔ اگر (یہ) کہیں کہ کسی چیز میں شرارت و نقص ذاتی نہیں ہے اگر ہے تو نسبتی و اعتباری ہے کفر و معاصی ایمان و طاعات کے اعتبار سے برے ہیں جیسا کہ بزرگوں نے کہا ہے ؎ ص۱۷۷

کفر و با سلام یکساں نگر		کہ ہر یک ز دیوانِ او دفتریست

[تو کفر اور اسلام (دونوں) کو یکساں دیکھ کیونکہ ہر ایک اس کے دیوان کا ایک دفتر ہے]

اور یہ فی نفسہٖ کمال کی صفات سے ہیں جیسا کہ کسی نے کہا ہے ؎

۴ [illegible]

www.maktabah.org

پس بدی مطلق نباشد در جہاں　　بد بہ نسبت باشد آں راہم بداں

[پس دنیا میں برائی مطلقاً نہیں ہے، بُرا نسبت سے ہوتا ہے تو اس کو بھی جان لے]

میں کہتا ہوں کہ یہ قول بظاہر نصوص کے مخالف ہے حق تعالیٰ نے کفر و معصیت کو سیئہ (برائی) فرمایا ہے اور اس پر سار و بئس (بُرا و خراب) کے لفظ کا اطلاق کیا ہے اور برائی سے عام مراد ذاتی برائی ہے نہ کہ نسبتی و اعتباری اور نیز اگر کفر میں ذاتی حُسن ہوتا تو اس کا مرتکب اشد عذاب کا مستحق کیوں ہوتا اور مغفرت کا نہ ہونا اور رحمت سے مایوسی جو کہ نصوص میں آئی ہے اس کے حق میں کس طرح ہوگی اور کفر و اہل کفر کے ساتھ حق تعالیٰ کی ذاتی عداوت کس وجہ سے ہوگی، اس کفر و معصیت کا ذاتی حُسن آخر کار فائدہ کیوں نہیں پہنچاتا اور رحمت و مغفرت کی طرف کیوں نہیں لاتا اور ذاتی دشمنی کے ملازم کیوں نہیں آتا جس شخص نے قرآن مجید کا تھوڑا سا بھی مزہ چکھا ہے اور اس کے اسلوب سے ذرا بھی مناسبت حاصل کی ہے کفر کے اچھا ہونے کا حکم اگرچہ ایک وجہ سے ہی ہو ہرگز نہیں کرے گا اور (اس کی) ذاتی برائی و شر کا حکم لگائیگا کیونکہ نفرت و لعنت و ناراضگی و غصہ اور رحمت سے مایوسی (کفر کے) بُرا ہونے کی دلیل ہے اور (یہ چیزیں) حُسن کے ساتھ جمع نہیں ہوتیں، اگر اربابِ سُکر اس قسم کی خلافِ شرع باتیں کریں تو بظاہر معذور ہونگے لیکن مقلد کے لئے گرفت کا مقام ہے، والسلام اولاً و آخراً۔

۱۲۸

مکتوب ۱۰۹

شیخ حسین منصور کے نام فنائے نفس و تجلّی صفات و ذات اور فانی کے رجوع و عدم رجوع کی تحقیق میں اور اس بارے میں کہ فنائے قلب نفسِ امارہ کی اصلاح کو شامل ہے اگرچہ وہ اطمینان تک نہ پہنچے اور نماز کے کچھ کمالات کے بیان میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد عرض کرتا ہے کہ مکتوب مرغوب پہنچکر مسرت کا سبب ہوا! چونکہ دوستوں کی سلامتی اور صحیح و سنجیدہ احوال و کیفیات پر مشتمل تھا اس لئے مزید خوشی بخشی۔ ع

اے وقتِ تو خوش کہ وقت ما خوش کردی　　[اے وہ شخص کہ جس نے ہمارے وقت کو خوش کیا تیرا وقت بھی خوشی میں گذرے]

آپ نے لکھا تھا کہ "فنا کا معاملہ اس مقام تک پہنچ گیا ہے کہ وجود و توابع وجود کو اصل کے سپرد کر دیا ہے اور عدم کے احکام عدم کو بھیج دیئے ہیں اور عین و اثر زائل ہو گئے ہیں فی الحال جو نسبت کہ اس میں ہے وہ کان اللہ ولم یکن معہ شیٔ والاٰن کما کان [اللہ تعالیٰ تھا جبکہ اس کے ساتھ کوئی

چیز نہیں تھی اور اب بھی ویسا ہی ہے جیسا کہ پہلے تھا) پر ہے، اس حالت اور باطن کی مغلوبی کے باوجود ظاہر پوری طرح شریعتِ منورہ کے مطابق ہے، احکام کے دائرہ سے باہر نہیں جانے دیا جاتا" ____

میرے مخدوم! آپ نے جو کچھ لکھا ہے صحیح احوال ہیں اور اس حال کے غلبہ کے اوقات میں شرعی احکام و آداب پر استقامت اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی بہت بڑی نعمتوں میں سے ہے اس عنایت کا شکر بجا لائیں اور یہ جو بزرگوں نے کہا ہے ع

می باش و مباش شکل ایں است [رہ اور مت رہ مشکل یہ ہے]

اسی معنی میں ہے یعنی ظہورِ فنائیت وعدمیت کے وقت بندگی کے احکام کو ترک نہ کرے، لوازمِ بندگی کے ظہور اور احکامِ شرعی کی بجا آوری کے لئے رہ اور اپنے لئے مت رہ اور اپنی ذات کے عدم ہونے پر مطلع ہو جا اور اپنی نفی کر دے۔ ایک بزرگ نے کہا ہے کہ ہر چیز میں رحمت ہے لیکن عشق میں رحمت نہیں ہے قتل کرتے ہیں اور مقتول سے دیت طلب کرتے ہیں یعنی عاشق بیچارہ کو قتل کرتے ہیں اور اس کو اسیر لے لیتے ہیں اور بندگی کے احکام کو اس سے معاف نہیں کرتے۔ یہ حالت کہ جس کی آپ نے خبر دی ہے فنائے انفس سے تعبیر کی جاتی ہے اور تجلیٔ صفات کا نتیجہ ہے اگرچہ اس کی تکمیل تجلیٔ ذات کے پرتو کے بغیر نہیں ہے کیونکہ عدمِ مقید کا عدمِ مطلق کے ساتھ ملحق ہونا تجلیٔ ذات کا اثر ہے جیسا کہ عدم کے آئینہ میں منعکس ہونے والے کمالات وصفات کا اپنے اصول کے ساتھ الحاق تجلیٔ صفات کے
ف۱۲۹ کمال سے ہے کیونکہ تجلیٔ صفات کی اصل یہ ہے کہ اپنے صفات و کمالات کو صفات و کمالاتِ واجب تعالیٰ کے ظلال جانے۔ جاننا چاہئے کہ ہر کمال کی تکمیل اوپر کے مقام کے ظہور کے ساتھ ہے پس تجلیٔ صفات کی تکمیل تجلیٔ ذات کے پرتو کے بغیر صورت پذیر نہیں ہوتی اور فنائے نفس جو کہ تجلیٔ صفات کا نتیجہ ہے اس کا کمال تجلیٔ ذات کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔ اور بزرگوں نے کہا ہے کہ یہ تجلی برق خاطف (نگاہ کو خیرہ کر دینے والی بجلی) کی مانند ہے یعنی اربابِ تجلیٔ صفات کے منتہیوں کو ذرا دیر کے لئے تجلیٔ ذات صفات کے پردہ کے بغیر ظاہر ہوتی ہے اور سالک کو آفاق و انفس کی قید سے رہائی دیتی ہے پھر صفات کے پردہ میں آجاتی ہے۔ شیخ علاؤ الدولہ قدس سرہٗ اس مقام کی طرف اشارہ فرماتے ہیں جیسا کہ وہ فرماتے ہیں۔ رباعی

آں وہم بود کز تو دوئی برخیزد — امکان و حدث ہر دو گوئی برخیزد
گر لطفِ خدا در رسد از راہِ وہب — شاید کہ دمے از تو دوئی برخیزد

[یہ وہم ہے کہ تجھ سے دوئی (پوری طرح) اٹھ جائے، امکان وحدوث دونوں تجھ سے اٹھ جائیں، اگر از راہِ عنایت اللہ تعالیٰ کا لطف آپہنچے تو شاید کچھ دیر کے لئے تجھ سے دوئی اٹھ جائے]۔

www.maktabah.org

اور ہمارے حضرت عالی قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس کے نزدیک یہ تجلی برقی دائمی ہوجاتی ہے اور جو دوسروں کے لئے بجلی کی مانند ہے ان کے لئے دائمی ہے بلکہ تجلیٔ برقی حقیقت میں تجلیٔ ذات تعالیٰ نہیں ہے شیوناتِ ذات میں سے کسی شان کی تجلی ہے جو کہ جلدی چھپ جانے والی ہے اور ذات جب تجلی فرماتی ہے تو اس کے لئے چھپنا نہیں ہے۔ دراصل معاملہ کی حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ صفات کے مقام میں قرار رکھتے ہیں اور اس کی انتہا تک نہیں پہنچے ہیں یہ تجلی ان کے حق میں برقی ہے کبھی صفات کا پردہ درمیان سے اُٹھ جاتا ہے اور کبھی پردہ میں آجاتی ہے لیکن جس شخص نے کہ صفات کے مقام سے پوری طرح نکل کر اس سے اوپر کے مقام میں قرار پالیا ہے اس کے حق میں یہ تجلی دائمی ہے، اور یہ جو کہا گیا ہے کہ تجلیٔ ذات کا اثر ہے کیونکہ اصل تجلیٔ ذات اس کے ماوراء ہے حق سبحانہٗ اس دولت سے بھی بہرہ مند فرمائے بلکہ تجلیات سے گذار کر ذاتِ متجلی کا گرفتار بنائے۔

آپ نے لکھا تھا کہ "جو لذت کہ نمازوں میں پیش آتی ہے (اس کو) کیا لکھے" اس کے بعد آپ نے لکھا ہے "جو معانی کہ اس وقت فرض نمازوں میں ظاہر ہوتے ہیں نفل نمازوں میں ان کا کوئی نام و نشان نظر نہیں آتا"۔ میرے مخدوم! جو حالت کہ نماز میں پیش آتی ہے غیر حالتِ نماز پر فوقیت رکھتی ہے اور جو لذت کہ نماز میں حاصل ہوتی ہے خاص طور پر فرض نماز میں وہ کمال کی بشارت دینے والی ہے۔ نماز کو کامل طور پر ادا کرنے میں پوری کوشش ملحوظ رکھیں اور اس کے سنن و آداب کے حاصل کرنے میں سعی بلیغ کریں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو حجاب کہ بندہ اور خدا کے درمیان ہے وہ نماز ادا کرتے وقت دور کر دیا جاتا ہے اور اگر امام نہ ہوں تو اس کے قیام و رکوع و سجود کو طویل کرنے میں راغب رہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ سب سے فضیلت والی نماز وہ ہے جس میں قنوت یعنی قیام طویل ہو اور قنوت (قیام طویل) سکرات موت کو ہلکا کرتا ہے اور اگر امام ہوں تو امام کے لئے جو مقدار مسنون ہے اس پر اکتفا کریں اور مقتدیوں کا لحاظ کریں۔ ایک رکعت میں سورت کے تکرار کو نوافل میں جائز کیا گیا ہے اور رکوع و سجود کی تسبیحات کی تعداد کی حد سات تک ہے اور بعض روایتوں میں نو اور گیارہ تک بھی آئی ہیں اور اگر اس سے بھی طویل کرنا چاہیں تو رکوع و سجود کی جو دعائیں روایات میں آئی ہیں پڑھیں اور جس قدر بھی تکرار کریں گنجائش ہے۔ عوف بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے ساتھ (نماز میں) کھڑا ہوا پس جب آپ نے رکوع کیا تو سورۂ بقرہ (پڑھنے) کے بقدر ٹھہرے رہے اور اپنے رکوع میں سبحان ذی الجبروت و الملکوت والکبریاء کہتے رہے اور ایک روایت میں ہے کہ پھر آپ نے سجدوں میں بھی اس کی مانند کہا اور امام نوویؒ نے ذکر کیا کہ صحیح مسلم میں (حضرت) حذیفہ (رضی اللہ عنہ) کی حدیث سے ثابت ہو چکا ہے کہ

ص۱۸۱

www.maktabah.org

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اپنے طویل رکوع میں جو کہ سورۂ بقرہ و آل عمران و نساء کی قرأت کے قریب تھا سبحان ربی العظیم پڑھا اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اس (رکوع) میں سبحان ربی العظیم کا تکرار فرماتے رہے جیسا کہ سنن ابوداؤد وغیرہ میں واضح طور پر آیا ہے اور صحیح مسلم سے بھی ثابت ہے۔ میں کہتا ہوں کاش کہ میں جان لیتا کہ اس حدیث کی اس وضاحت اور اُن علماء کے قول میں تطبیق کی کیا صورت ہے جنھوں نے حکم کیا ہے کہ (رکوع و سجود میں) تسبیحات کی زیادہ سے زیادہ تعداد سات سے گیارہ تک ہے اور انھوں نے کہا کہ یہ اکمل (درجہ) ہے اور ظاہر یہ ہے کہ ان (علماء) کے نزدیک اس حکم میں کوئی بڑی وجہ اور معتبر سند ہے۔"

آپ نے پوچھا تھا کہ "کسی بزرگ سے منقول ہے ما رجع من رجع الا من الطریق ومن وصل لا یرجع [جو شخص لوٹا سوائے اس کے نہیں کہ وہ راستہ سے لوٹا اور جو پہنچ گیا وہ نہیں لوٹتا] لیکن اگر کوئی سالک فنائے قلبی سے مشرف ہو گیا ہو تو اس کے لئے رجوع جائز نہیں ہے یا ہے اور اسی طرح فنائے روحی اور اس سے اوپر اخفیٰ تک"؟ میرے مخدوم! صاحبِ فنائے قلب سیر الی اللہ کو پورا کر کے اپنی اصل کے ساتھ واصل ہو گیا ہے اور تلوین سے (گذر کر) تمکین کے ساتھ جا ملا ہے، امید ہے کہ اس بزرگ کے قول کے بموجب رجوع سے محفوظ ہو جائے یہی حال تمام لطائف کی فنا کا ہے البتہ صاحبِ عدم کے لئے کہ (عدم) جذبہ کی جہت میں فنا ہے جائز ہے کہ رجوع کرے کیونکہ وہ ابھی راستہ میں ہے اور اس کا جذبہ سلوک کے ساتھ ضم نہیں ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت خواجۂ بزرگ (نقشبند بخاری قدس سرہٗ) نے فرمایا ہے کہ وجودِ عدم وجودِ بشریت کی طرف عود کرتا ہے اور فنائے قلب ایک ایسی فنا ہے جو جذبہ و سلوک پر مترتب ہوتی ہے اسی لئے صنہ ۱۸۱ ہمارے حضرت عالی قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس نے اپنے مکتوبات کی تیسری جلد میں لکھا ہے کہ یہ فنا اولیاء کو نصیب ہے اور معلوم ہے کہ ولایت جذبہ و سلوک کے بغیر صورت پذیر نہیں ہوتی کیونکہ یہ دونوں اس کے اجزا ہیں۔ اور نیز اُن حضرت عالی (قدس سرہ) نے متعدد جگہوں میں لکھا ہے کہ اگر اس قلب والے کو حضرت نوح علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر دیدی جائے اور بعض جگہ لکھا ہے کہ اگر اس کی عمر ہزار سال کو پہنچ جائے تو اس نسیان کی بدولت جو کہ اس کے دل کو ماسوا سے حاصل ہو گیا ہے اس کے دل میں ماسوا کا خیال ہرگز نہ آئے۔ اس عبارت سے یہ بھی مفہوم ہوتا ہے کہ اس صاحبِ فنا کے لئے رجوع روا نہیں ہے، اور نیز فرماتے تھے اس فنا والا تلوینات سے گذر کر تمکین سے جا ملتا ہے، ہاں حضرت عالی (قدس سرہٗ) نے مکتوباتِ جلد اول میں کسی ارادت مند کو لکھا ہے کہ "تو دل کی اس سلامتی پر ہرگز دھوکا نہ کھا کیونکہ (یہ) رجوع کا احتمال رکھتی ہے۔" اس عبارت سے ڈرتے رہنا چاہئے اگرچہ ہو سکتا ہے کہ حضرت عالی (قدس سرہٗ) نے مکتوب ۱۱۶ جلد اول

www.maktabah.org

معلوم کر لیا ہو کہ وہ شخص اس سلامتی کی حقیقت کو نہیں پہنچا ہے اور اس (کی فنا) کے ناقص ہونے اور عدم وصول پر نشانی کی ہوگی اور نیز ہو سکتا ہے کہ اس وقت میں اس فانی شخص کا عدم رجوع یقینی طور پر ظاہر نہ ہوا ہو اور رجوع کا احتمال ہو، اس کے بعد اس کے برخلاف ثابت ہو گیا ہو اور ہو سکتا ہے کہ حضرت عالی (قدس سرہ) نے مکتوب الیہ کے دنیاوی امور میں کثرت سے مشغول ہونے کی بابت اطلاع پائی ہو اور اس سے باز رکھنے کے لئے لکھا ہو کہ رجوع کا احتمال رکھتا ہے اور احتمال سے وقوع لازم نہیں آتا اور احتمال کا دائرہ وسیع ہے اس سے باز رہنے کے لئے احتمال کو بھی گنجائش دیدی ہو، اگر یہ کہیں کہ جو فنائے قلب فنائے نفس کے بغیر ہوگی (چونکہ) نفس اس مقام میں ابھی تک اپنی رعونت و خودی و امارگی اور تمام رذائل پر (قائم) ہے تو پھر سلامتی کس طرح ہوگی اور رجوع سے تحفظ کہاں ہوگا۔ (جواباً) ہم کہتے ہیں کہ قلب کی فنا و سلامتی کو (مان لیجئے) کی صورت میں نفس کی امارگی اور اس کی تمام برائیاں اس میں اثر نہیں کرتیں اور اس کے نسیان میں خلل نہیں ڈالتیں، اور یا ہم یہ کہتے ہیں کہ فنائے قلب کے بعد نفس کا امارگی اور تمام رذائل پر (قائم) ہونا غیر مسلم ہے کیونکہ محسوس ہوتا ہے کہ اس فنا کے بعد نفس اپنی تیزی و تندی سے رہ جاتا ہے اور قلب کے حال کے مشاہدہ اور اس کے مطلوب میں فنا و مستغرق ہو جانے سے اور نیک ہمنشین کی صحبت حاصل ہونے کی برکت سے اپنی بہت سی بری عادتوں سے نادم ہو جاتا اور اصلاح کی طرف آجاتا ہے اگرچہ (صحبت قلب صالح نفس کو) فنائے اطمینان (نفس مطمئنہ) کی حد تک نہیں پہنچاتی، اصلاح ۱۸۲
کی طرف کیوں نہ آئے جبکہ فنائے قلب کے ضمن میں قلب کے کمال کے ساتھ متحقق ہو گیا اور اصلاح پا چکا ہے اور یہ جو ہم نے کہا ہے کہ فنائے قلب کے ضمن میں، یہ اس لئے ہے کہ قلب انسان کے لطائف کا جامع ہے بزرگوں نے کہا ہے کہ جو کچھ عالم کبیر (کائنات) میں ہے وہ عالم صغیر میں کہ انسان ہے ثابت ہے اور جو کچھ عالم صغیر میں ہے صرف قلب میں کہ جس کو عالم اصغر کہتے ہیں موجود ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ بیشک ابن آدم (انسان) کے جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے جب وہ درست ہو جاتا ہے تو اس کا تمام جسم درست ہو جاتا ہے اور جب وہ خراب ہو جاتا ہے تو اس کا تمام جسم خراب ہو جاتا ہے آگاہ رہو کہ وہ قلب ہے اور
۱۲/۷۶ غیب (کا علم) اللہ سبحانہ ہی کے پاس ہے وَفَوْقَ کُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ ۝ [اور ہر علم والے سے اوپر سب سے زیادہ علم والا ہے]۔

آپ نے پوچھا تھا کہ "فنائے قلبی و روحی وغیرہا کے لئے خواب و بیداری میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ حضور دائمی ہونا لازم ہے یا نہیں" جواب:۔ لازم ہے کیونکہ فنا و بقا ہمارے نزدیک دائمی ہے اور جو دوام نہیں رکھتی وہ دائرہ اعتبار سے خارج ہے فنا و استہلاک کا معاملہ حضور سے برتر اور بالاتر ہے

www.maktabah.org

جس جگہ کہ استہلاک و اضمحلال (فنائیت) ہے وہاں حضور کا اطلاق شرم ہے فنا میں ماسوا کا نسیان اور اس کا خیال نہ آنا ضروری ہے اور دائمی حضور میں ماسوا کا نسیان اور اس کا خیال نہ آنا کچھ بھی ضروری نہیں ہے، دائمی حضور ماسوا کے حضور کے ساتھ جمع ہو جاتا ہے جیسا کہ پانی جاری ہو اور خس و خاشاک بھی اس کے اوپر بہتے رہیں اور اس (پانی) کے بہنے میں خلل انداز نہ ہوں۔

آپ نے لکھا تھا کہ "آپ کی سرہند کی جانب روانگی کے وقت ایک خاتون نے آپ کے متعلق خواب میں ایسا دیکھا ہے کہ آپ نے اچھا لباس پہنا ہوا ہے اور جواہرات جڑی ہوئی سونے کی زنجیر آپ کے دونوں پاؤں میں پڑی ہے اور اس نے (آپ کو) قید کیا ہوا ہے، اس خاتون نے آپ سے کہا کہ تو کیفیت میں تھا اور تو نے مجھ سے کہا کہ یہ پیغمبروں کا لباس ہے جو کہ پہنا ہوا ہے اور یہ زنجیر کہ (جس نے) تجھ کو قید کیا ہے پیغمبران علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کی ہے"۔ آپ جان لیں کہ پیغمبروں کا لباس گویا ان بزرگوں کی نسبت ہے کہ جس کے حاصل ہونے کی بشارت نہ پہنچی ہے اور زنجیر ان کی شریعت ہے تاکہ آپ کو قید میں رکھے اور اس کی حدود سے باہر نہ چھوڑے۔ اور ہو سکتا ہے کہ یہ زنجیر اس سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ سے عبارت ہو کہ جس میں آپ داخل ہوئے ہیں اور اس کی قید میں آئے ہیں اور اس سلسلہ کو سلسلۃ الذہب کہتے ہیں اور چونکہ یہ سلسلہ حضرت صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) تک پہنچا ہے اور انھوں نے نسبت کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے اخذ کیا ہے
۹۳ (اس لئے یہ بات) صادق آتی ہے کہ یہ زنجیر (سلسلہ) پیغمبروں کی ہے علیہم الصلوات والتحیات اور اس صورت میں لباس کی تعبیر انبیا علیہم الصلوٰۃ والبرکات کی شریعت کے ساتھ بھی کر سکتے ہیں اور یہ اس مکتوب کا اختتام ہے دوستوں سے سلامتی خاتمہ کی دعا کی امید کی جاتی ہے، والسلام علیکم و علی سائر من اتبع الہدیٰ و التزم متابعۃ المصطفےٰ علیہ و علی آلہ الصلوات والتحیات والبرکات العلیٰ۔

مکتوب ۱۱۰

صلاح آثار عبد الحکیم (لاہوری) کے نام دخط و نسخ محو اور نیک لوگوں کے حالات کے بارے میں تحریر فرمایا۔

اے بھائی! ناجنس اور طریقہ کے مخالف کی صحبت سے پرہیز کر اور بدعتی کی مجالس سے گریز کر۔ یحییٰ معاذ رازی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ تین قسم کے لوگوں یعنی غافل علما، اور غیر محتاط قاریوں اور جاہل

؎ کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

این سلسلہ از طلائے ناب ست — این خانہ تمام آفتاب ست

[یہ زنجیر خالص سونے کی ہے، یہ گھر سب کا سب آفتاب ہے]

صحبت سے اجتناب کر" اور جس شخص نے اپنے آپ کو بزرگی کی گدی پر بٹھایا ہے اور اس کا عمل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی سنت کے موافق نہیں ہے اور وہ شریعت منورہ کے زیور سے آراستہ نہیں ہے قطعی طور پر اس سے دور رہ، بلکہ جس شہر میں وہ ہو اُس میں مت رہ، ایسا نہ ہو کہ دنوں کے گذرنے کے ساتھ دل کو اس سے کچھ رغبت پیدا ہو جائے اور مقصدِ اعظم میں خلل ڈال دے کیونکہ وہ اقتداء کے لائق نہیں ہے وہ ایک چھپا ہوا چور اور شیطان کا ایک جال ہے اگرچہ تُو اس سے مختلف قسم کے خوارقِ عادات دیکھے اور تُو اُس کو ظاہر میں دنیا سے بے تعلق پائے، جسقدر تو شیر سے بھاگتا ہے اس کی صحبت سے اُس سے بھی زیادہ بھاگ۔ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ (اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے) سب طریقے بند کر دیئے گئے ہیں سوائے اس شخص کے طریقہ کے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے نقشِ قدم پر چلے اور نیز فرمایا جس شخص نے نہ قرآن (مجید) حفظ کیا ہو اور نہ حدیث لکھی ہو اس کام (طریقت) میں اس کی پیروی نہیں کی جائیگی کیونکہ ہمارا علم (معرفت) کتاب وسنت کا پابند ہے۔ اور انھوں نے یہ بھی فرمایا ہے کہ مقربین صادقین سابقین بزرگانِ دین کے طریقے درحقیقت کتاب وسنت کے پابند ہیں پس وہ (بزرگانِ دین) صوفیا اور علماء ہیں جو شریعت وطریقت پر عمل کرتے ہیں اور وہ نبی کریم علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے وارث ہیں وہ اُن (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اقوال واخلاق وافعال واحوال میں ان کا اتباع کرنے والے ہیں، اللہ سبحانہٗ ان کی برکات سے ہمیں بھی مستفیض فرمائے۔

(یہ فقیر) دوبارہ لکھتا ہے کہ آدابِ نبوی میں سستی کرنے والے اور سنتِ مصطفوی علیٰ مصدرہا الصلوٰۃ والسلام کے ترک کرنے والے کو ہرگز عارف خیال نہ کریں اور اُس کے ترکِ دنیا، قطع تعلق اور خوارقِ عادات پر فریفتہ نہ ہوں اور اس کے زہد وتوکل اور معارفِ توحیدی کے شیدائی نہ بنیں کیونکہ باطل فرقے مثلاً یہود ونصاریٰ اور جوگی اور برہمن ان امور میں حقانی فرقوں کے ساتھ شرکت رکھتے ہیں۔ ابو عمر بن نجید السلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے ہر وہ حال جو علم کا ثمرہ نہ ہو اگرچہ وہ بہت بڑا ہو تو بلا شبہ اس کے صاحب پر اس کا ضرر اس کے نفع سے بہت زیادہ ہے۔ اُن سے دریافت کیا گیا کہ تصوف کیا ہے؟ اُنھوں نے کہا "امر ونہی کے تحت صبر کرنا ہے" کام کا مدار شریعت کے اتباع پر ہے اور نجات کا معاملہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے نقشِ قدم پر چلنے سے وابستہ ہے، حق وباطل میں صحیح فرق کرنے والی چیز بھی پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا اتباع ہے، زہد وتوکل اور دنیا سے قطع تعلق آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام (کی پیروی) کے بغیر مقبول نہیں ہے اور اذکار وافکار واشواق واذواق آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے توسل کے بغیر بے نتیجہ ہیں، خوارقِ عادات کا مدار بھوکا رہنے اور ریاضت پر ہے معرفت سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے

www.maktabah.org

(حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے جس شخص نے آداب میں سستی کی اس کو سنتوں سے محرومی کی سزا دی گئی اور جس نے سنتوں میں سستی کی اس کو فرائض سے محرومی کی سزا دی گئی اور جس نے فرائض میں سستی کی اس کو معرفت سے محرومی کی سزا دی گئی اور اسی لئے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا گناہوں سے کفر میں زیادتی ہوتی ہے۔ لوگوں نے سلطانِ وقت شیخ ابو سعید ابوالخیر سے کہا فلاں شخص پانی پر چلتا ہے، آپ نے فرمایا آسان ہے ایک تنکا بھی پانی پر چلتا ہے، انھوں نے کہا فلاں شخص ہوا میں اُڑتا ہے، فرمایا ایک چیل اور مکھی بھی ہوا میں اڑتی ہے، انھوں نے کہا فلاں شخص ایک لمحہ میں ایک شہر سے دوسرے شہر میں چلا جاتا ہے، فرمایا شیطان بھی ایک سانس میں مشرق سے مغرب تک جاتا ہے، اس قسم کی چیزوں کی کوئی زیادہ وقعت نہیں ہے۔ مردِ (حق) وہ ہے جو مخلوق کے درمیان بیٹھے، لین دین کرے اور شادی کرے اور مخلوق کے ساتھ میل جول رکھے اور ایک لحظہ اپنے خدا عزّ وجلّ سے غافل نہ ہو۔ ———

——— لوگوں نے امام اولیاء ابو علی رودباری (قدس سرہٗ) سے ایک ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا جو لہو و لعب کی چیزیں (گانا بجانا) سنتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ میرے لئے حلال ہے کیونکہ میں ایسے درجہ تک پہنچ گیا ہوں کہ احوال کا مختلف ہونا مجھ میں تاثیر نہیں کرتا، آپ نے جواب میں فرمایا ہاں پہنچ گیا ہے لیکن جہنم میں پہنچا ہے۔

——— ابو سلیمان دارانی قدس سرہٗ فرماتے ہیں "اکثر قوم (صوفیہ) کے نکتوں میں سے کوئی نکتہ میرے دل میں آتا رہتا ہے تو میں اس کو دو عادل گواہوں یعنی کتاب و سنت کے بغیر قبول نہیں کرتا" ——— حدیث شریف
۱۸۵ میں آیا ہے کہ بدعتی لوگ دوزخیوں کے کتے ہیں ——— اور نیز (حدیث شریف میں) آیا ہے کہ جس شخص نے کسی بدعت پر عمل کیا شیطان عبادت میں اس کے ساتھ تخلیہ کرتا ہے اور اس پر خشوع و گریہ طاری کر دیتا ہے اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ صاحبِ بدعت کا نہ روزہ قبول کرتا ہے نہ نماز، نہ صدقہ، نہ حج، نہ عمرہ، نہ جہاد، نہ کوئی اور فرض اور نہ کوئی نفل قبول کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے جیسا کہ گوندھے ہوئے آٹے سے بال نکل جاتا ہے ——— شیخ علی بن بکر قدس سرہٗ نے معراج الہدایہ میں فرمایا کہ "تو اس بات کو حق جان لے اور سچی سمجھ لے کہ ہر انسان کا حُسن و کمال و زینت و جمال تمام امور میں بیجا نا ظاہر و باطن اصول و فروع، عقل و فعل، عادت و عبادت، اخلاق و اطوار حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے کامل اتباع میں ہے کیونکہ تمام سعادتیں سنت کے اتباع یعنی اخلاص کو ملحوظ رکھتے ہوئے اوامر کے بجالانے اور خوف کو ملحوظ رکھتے ہوئے منہیات کو بُرا جاننے (یعنی اُن سے بچنے) میں ہیں بلکہ اپنے تمام افعال و اطوار حرکات و سکنات میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے نقوشِ قدم پر چلنے میں ہیں یہاں تک کہ نفس کو شریعت کی لگام دی جائے اور قلب میں حقیقت کے حقائق جلوہ نما ہوں، اور یہ بات اس کے بغیر

www.maktabah.org

حاصل نہیں ہوتی کہ بُری عادتوں سے سنت کے قانون کے مطابق قلب کی صفائی کی جائے اور ذکر و تلاوت
و معرفت اور اچھے اخلاق کے ساتھ اُس (قلب) کو منور کیا جائے اور اس میں اس طرح اعتدال پیدا کیا جائے
کہ اعضا کی تمام حرکات اعتدال کے طریقہ پر جاری ہوں یہاں تک کہ اس میں ان (امور) کے ساتھ اعتدال
کی ہیئت پیدا ہو جائے وہ حقائق کو قبول کرنے کے لئے تیار ہو جائے اور عنایاتِ الٰہی کی ہوا کے جھونکوں
کی صلاحیت پیدا کر لے جو کہ احسن طریق کے سلوک کے لئے مخصوص ہیں"۔ یہ ہے جو انھوں نے کہا ہے،
اور اگر کوئی گناہ واقع ہو جائے تو تُو جلدی اس کا تدارک توبہ و استغفار کے ساتھ کر، پوشیدہ گناہ کے لئے
توبہ پوشیدہ کر اور علانیہ گناہ کے لئے توبہ علانیہ کر اور توبہ کو دوسرے وقت پر نہ رکھ ـــ اور منقول ہے
کہ کراماً کاتبین (اعمال لکھنے والے فرشتے) گناہ کے لکھنے میں تین ساعت تک توقف کرتے ہیں، اگر گناہ کرنے
والے نے اس عرصہ میں توبہ کر لی تو وہ اس گناہ کو نہیں لکھتے ورنہ نامۂ اعمال میں درج کر دیتے ہیں ـــ
جعفر بن سنان قدس سرہٗ فرماتے ہیں جس گناہ کا تو نے ارتکاب کیا ہے اس سے توبہ کرنے سے تیرا غفلت کرنا
اُس کے ارتکاب سے زیادہ بُرا ہے اور اگر اس قدر جلدی سے توبہ میسر نہ ہو تو غرغرہ (موت کے وقت حلق
سے نکلنے والی آواز) کا معاملہ پہنچنے سے پہلے پہلے جب بھی توبہ کر لے مقبول ہے ـــ حدیث شریف میں
آیا ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ رات کے وقت اپنا ہاتھ دراز فرماتا ہے تاکہ دن کے وقت گناہ کرنے والے کی
قبول کرے اور دن کے وقت اپنا ہاتھ دراز فرماتا ہے تاکہ رات کے وقت گناہ کرنے والے کی توبہ قبول کرے
ـــ چاہیے کہ پرہیزگاری و تقویٰ کو اپنا شعار بنائے، ممنوعات و مشتبہات میں قدم نہ رکھے کیونکہ اس ۱۸۶
راستہ میں منہیات کے ارتکاب سے پہلے اُن سے باز رہنا اور اوامر کو بجا لانا ترقی بخشنے اور فائدہ دینے والا کر
ـــ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ نیک اعمال ہر نیک و بد آدمی کرتا ہے لیکن گناہوں سے صدیق ہی بچتا ہے ـــ
(حضرت) معروف کرخی قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ تم اپنی آنکھوں کو بند رکھو اگرچہ ایک مادہ بکری کی ہو ـــ
حدیث شریف میں آیا ہے کہ کل (قیامت کے روز) اللہ تعالیٰ کے جلیس وہ لوگ ہیں جو دنیا میں پرہیزگاری
اور زہد کرنے والے ہیں ـــ اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ پرہیزگار آدمی کے پیچھے نماز پڑھنا مقبول ہے اور
پرہیزگار آدمی کی طرف ہدیہ بھیجنا مقبول ہے اور پرہیزگار آدمی کے ساتھ بیٹھنا عبادت ہے اور اس کے
ساتھ بات چیت کرنا نیکی ہے ـــ اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے پرہیزگار آدمی کی دو رکعت مخلط (گڈمڈ
کرنے والا یعنی غیر متقی) کی ہزار رکعت سے افضل ہیں، اور جس امر میں کہ تیرا دل توقف کرے تو اس کو چھوڑ دے
اور اس کا مرتکب نہ ہو اور نفس کے فتوی پر مت چل اور تردد والے امور میں دل کو مفتی بنا ـــ اور حدیث شریف
میں آیا ہے نیکی وہ ہے جس کی طرف نفس کو سکون نہ ہو اور قلب کو اس کی طرف اطمینان ہو اور گناہ وہ ہے

www.maktabah.org

جس کی طرف نفس کو سکون ہو اور قلب کو اس کی طرف اطمینان نہ ہو اگرچہ مفتی صاحبان تجھ کو فتویٰ دیدیں۔ اور حدیث شریف میں آیا ہے: حلال (بھی) ظاہر ہے اور حرام (بھی) ظاہر ہے پس تو اس چیز کو جو تجھے شک میں ڈالے اس چیز کے لئے چھوڑ دے جو تجھے شک میں نہ ڈالے —— اس حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس جگہ شک آجائے اور دل توقف کرے اس کو چھوڑ دینا چاہئے اور اگر شک نہ آئے تو (اُس کا) ارتکاب معاف ہے —— حدیث شریف میں آیا ہے حلال وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب (قرآن مجید) میں حلال کردیا ہے اور حرام وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حرام کردیا ہے اور جس سے سکوت فرمایا وہ ان چیزوں میں سے ہے جن کو معاف کردیا گیا ہے جو شخص کہ مشتبہ امور میں مبتلا ہو جائے اس کے لئے تمیز کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اپنے ہاتھ کو اپنے سینہ یا دل پر رکھے اگر (اُس کو) ساکن پائے تو اس امر پر عمل کرے اور اگر مضطرب پائے تو اپنے آپ کو اس سے باز رکھے —— حدیث نبوی علیٰ مصدرہا الصلوٰۃ والسلام میں آیا ہے کہ تیرا نفس تجھ کو فتویٰ دیتا ہے تو اپنا ہاتھ اپنے سینہ پر رکھ پس بیشک وہ حلال کے متعلق سکون حاصل کرے گا اور حرام کے متعلق اضطراب پائے گا، تو اس چیز کو جو تجھے شک میں ڈالے اس چیز کے لئے چھوڑ دے جو تجھے شک میں نہ ڈالے اگرچہ مفتی صاحبان تجھ کو فتویٰ دیدیں، بیشک مؤمن صغیرہ گناہ کو اس خوف سے چھوڑ دیتا ہے کہ مبادا وہ کبیرہ گناہ میں مبتلا ہو جائے —— اور دوسری روایت میں آیا ہے کہ تو اپنا ہاتھ اپنے دل پر رکھ پس بیشک دل حلال کے متعلق سکون پاتا ہے الیٰ آخرہ۔

—— اپنی تمام طاعات و عبادات کو قابلِ تہمت جانے اور اپنے آپ کو اس کا حق ادا کرنے سے قاصر سمجھے۔

—— ابو محمد بن منازل قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ کا ذکر ہر قسم کی عبادات ہیں پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔ اَلصّٰبِرِیْنَ وَالصّٰدِقِیْنَ وَالْقٰنِتِیْنَ وَالْمُنْفِقِیْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِیْنَ بِالْاَسْحَارِ ۝ آل عمران ۱۷

[وہ لوگ صبر کرنے والے، سچ بولنے والے، عاجزی کرنے والے، خرچ کرنے والے اور آخر شب میں گناہوں کی معافی چاہنے والے ہیں] - (اس آیتِ کریمہ میں) اللہ تعالیٰ نے تمام مقامات کو استغفار کے مقام پر ختم فرمایا ہے تاکہ بندہ اپنے تمام افعال و احوال میں اپنا قصور دیکھے پس اس کو چاہیے کہ ان سب افعال سے معافی طلب کرے —— (حضرت) جعفر بن سنان قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ عبادت گذاروں کا اپنی عبادت کی وجہ سے گنہگاروں پر تکبر کرنا اُن کے گناہوں سے زیادہ بُرا اور ضرر رساں ہے —— لوگوں نے حضرت مرتعش قدس سرہٗ کو رمضان المبارک کے عشرۂ اواخر میں جامع مسجد کے باہر دیکھا پس ان سے کہا گیا کہ وہ کیا چیز ہے جس نے آپ کو مسجد سے نکالا؟ آپ نے فرمایا: فقرا اور اُن کے پاس اُن کی عبادت کی تعظیم کے مشاہدہ نے —— ۱۸۹

اور اگر اپنی اور اپنے اہل و عیال کی روزی کے لئے کوئی کسب مثلاً تجارت وغیرہ اختیار کرے تو کوئی مضائقہ

نہیں ہے بلکہ مستحسن ہے کیونکہ سلف نے اس کو اختیار کیا ہے اور احادیث میں کسب کے فضائل بکثرت ہیں اور اگر توکل اختیار کرے تو (یہ) بھی اچھا ہے لیکن بشرطیکہ کسی سے طمع نہ رکھتا ہو — محمد بن سالم سے ایک شخص نے پوچھا کیا ہم کسب کے ساتھ بندگی میں لئے جاتے ہیں یا توکل کے ساتھ؟ تو انھوں نے فرمایا "توکل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا حال ہے اور کسب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی سنت ہے اور بیشک کسب اس شخص کے لئے سنت ہے جس کو توکل کی حالت سے کمزوری لاحق ہو جائے اور کمال کے اس درجہ سے گر جائے جو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حال ہے پس جو شخص توکل کی طاقت رکھتا ہے اس کے لئے کسب مباح نہیں ہے لیکن وہ کسب معاونت کرے کسب پر اعتماد نہ کرے، اور جو شخص توکل کے اس حال سے جو کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا حال ہے کمزور ہو جائے اس کے لئے معاش و کسب کا طلب کرنا مباح کر دیا گیا ہے تاکہ آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت کے درجہ سے نہ گر جائے جیسا کہ وہ آپ کے حال سے گر گیا ہے — ابو محمد بن منازل فرماتے ہیں کسب کے ساتھ تفویض (اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا) اس (کسب) کے اس (تفویض) سے خالی ہونے سے بہتر ہے، اور کھانا کھانے میں اعتدال کا خیال رکھے نہ اس قدر کھائے کہ عبادت میں سستی پیدا ہو اور بے مزہ کر دے اور نہ اس قدر کمی کرے کہ اذکار وطاعات سے عاجز رہ جائے — حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ نے فرمایا "اچھی غذا کھا اور کام کو اچھی طرح کر" مختصر یہ کہ مدار عبادت پر ہے جس قدر (خوراک) کہ اس کی مددگار ہے مبارک ہے اور جو چیز اس معاملہ میں خلل ڈالنے والی ہے منع ہے اور جن افعال وحرکات کا قصد کرے ان سب میں نیت کو ملحوظ رکھے کسی بھی کام میں جب تک اچھی نیت حاصل نہ ہو جہاں تک ممکن ہو پیشقدمی نہ کرے اور گوشہ نشینی وخاموشی کی طرف راغب رہے — اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ حکمت کے دس حصے ہیں ان میں سے نو حصے گوشہ نشینی میں ہیں اور ان میں سے ایک خاموشی میں ہے" اور لوگوں کے ساتھ میل جول ضرورت کے مطابق رکھے اور تمام اوقات کو مراقبہ واذکار میں بسر کرے، کام کرنے کا وقت ہے صحبت رکھنے (مجلس قائم کرنے) کا وقت آگے آنے والا ہے، سوائے اس صحبت کے جو فائدہ پہنچانے اور فائدہ حاصل کرنے کے لئے ہو کہ وہ محمود بلکہ ضروری ہے اور اسی طرح اہلِ طریقہ کے ساتھ صحبت رکھنا بھی ایک دوسرے میں فانی ہونے اور بیکار باتیں درمیان ۱۸۸ میں نہ لانے کی شرط کے ساتھ مستحسن بلکہ بعض اوقات میں گوشہ نشینی سے افضل ہے اور طریقہ کے مخالف کے ساتھ صحبت نہیں رکھنی چاہئے اور ہر نیک وبد کے ساتھ کشادہ پیشانی سے پیش آنا چاہئے، باطن خواہ (اس سے) خوش ہو یا ناخوش ہو، اور جو شخص عذر کے ساتھ پیش آئے اس کا عذر قبول کرے اور اچھا اخلاق رکھے کسی پر اعتراض کرنے سے پرہیز کرے اور نرم و مناسب بات کہے اور خدائے عزوجل کے (حق کے) علاوہ

www.maktabah.org

کسی شخص کے ساتھ سختی سے پیش نہ آئے ــــ شیخ عبداللہ بابانی قدس سرہ نے کہا ہے کہ درویشی نہ نماز و روزہ ہے اور نہ راتوں کو جاگنا ہے، یہ تو سب بندگی کے اسباب ہیں، درویشی کسی کو رنج نہ پہنچانا ہے، اگر تو یہ حاصل کرلے تو واصل ہو جائے ــــ لوگوں نے محمد بن سالم (رحمۃ اللہ) سے پوچھا مخلوق میں سے اولیاء اللہ کو کس چیز سے پہچانا جاتا ہے انھوں نے فرمایا اُن کی زبان کی نرمی، حُسنِ اخلاق، کشادہ روئی، سخاوتِ نفس، قلتِ اعتراض، عذر والوں کا عذر قبول کرنے اور تمام مخلوق پر خواہ وہ نیک ہوں یا بد، کامل شفقت سے (پہچانا جاتا ہے) ــــ ابو عبداللہ احمد مقری قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ "جوانمردی یہ ہے کہ جس شخص سے تُو بُغض رکھتا ہے اس کے ساتھ حُسنِ اخلاق سے پیش آئے اور جسے تو ناپسند کرتا ہے اس کے لئے مال خرچ کرے اور جس شخص سے تیرا دل نفرت کرتا ہے اس کے ساتھ خوب میل جول رکھے" اور بات کرنے میں کم گوئی کو ملحوظ رکھنا چاہئے اور زیادہ سونا اور زیادہ ہنسنا نہیں چاہئے کہ (یہ) دل کو مردہ کرتا ہے اور اپنے تمام امور کو حق تعالیٰ کے سپرد کردے اور خود بندگی میں مشغول رہے تاکہ تُو امور کی تدبیر سے فارغ رہے ــــ اور سید الطائفہ (حضرت جنید بغدادی قدس سرہٗ) نے کیا اچھا فرمایا ہے کہ دنیا کی ہر حاجت کا حصول اس کا ترک ہے اور جب تیرا دل ایک (اللہ تعالیٰ کی) جانب ہو گیا وہ تیرے تمام امور کو کفایت کرے گا ــــ حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص نے اپنی فکروں کو ایک فکر (اللہ کی یاد) بنا لیا اللہ تعالیٰ اس کی دنیا و آخرت کی فکروں کے لئے کافی ہوگا اور نیز اپنے بندوں کو تجھ پر مہربان کردے گا تاکہ وہ تیرے کاموں کو درست کریں ــــ یحییٰ معاذ رازی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ تُو جسقدر اللہ تعالیٰ سے محبت کرے گا مخلوق اسی قدر تجھ سے محبت کریگی اور تُو جسقدر اللہ تعالیٰ سے خوف کریگا مخلوق اسی قدر تجھ سے خوف کریگی اور تُو جس قدر اللہ عزوجل کے ساتھ مشغول رہے گا مخلوق اسی قدر تیرے کام میں مشغول رہے گی ــــ اور نیز آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے جو شخص اللہ تعالیٰ کی بندگی سے خوش ہوا، اشیاء اس کی خدمت سے خوش ہوئیں اور جس کی آنکھ کی ٹھنڈک اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے تمام اشیاء کی آنکھوں کی ٹھنڈک اس کی طرف دیکھنے سے ہے۔ مختصر یہ کہ اس (اللہ تعالیٰ) کے لئے رہ ورنہ مت رہ اور اپنے نفس کی تدبیر میں مشغول مت ہو اور پروردگار کے فضل پر اعتماد کرنے کے علاوہ کسی پر اعتماد نہ کر ــــ ابو محمد راشی رحمۃ اللہ نے کہا ہے کہ "تیرے اور حق (جل وعلا) کے درمیان بہت بڑا حجاب تیرا اپنے نفس کی تدبیر میں مشغول ہونا اور تیرا اپنے اسباب میں اپنے جیسے عاجز پر بھروسہ کرنا ہے، صوفی اُسی وقت صوفی بنتا ہے جبکہ زمین اس کو برداشت نہ کرے اور آسمان اس کو سایہ نہ کرے اور اس کے لئے مخلوق کے نزدیک قبولیت نہ ہو اور تمام احوال میں اس کا مرجع خالق تبارک (وتعالیٰ) کی طرف ہو، اہل وعیال کے ساتھ اچھا سلوک کرنا چاہئے ۱۸۹ر

www.maktabah.org

اور میل جول بقدرِ ضرورت رکھنا چاہیے تاکہ اُن کا حق ادا ہوجائے اور ان کے ساتھ کامل اُنس پیدا نہیں کرنا چاہیے تاکہ بارگاہ مقدس سے دور گردانی کا باعث نہ ہوجائے اور باطنی احوال کو نااہل سے بیان نہیں کرنا چاہیے اور جہاں تک ممکن ہو نااہلوں کے ساتھ صحبت نہیں رکھنی چاہیے اور تمام حالات میں سنت کو اختیار کرنا چاہیے اور حتی الامکان بدعت سے بچنا چاہیے اور بسط (احوال وواردات کی کثرت) کے زمانہ میں حدودِ شرعیہ کو اچھی طرح ملحوظ رکھنا چاہیے اور حدود سے تجاوز نہیں کرنا چاہیے اور قبض (احوال وواردات کی بندش) کے وقت پُر امید رہنا چاہیے، رنجیدہ و مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا [پس بیشک تنگی کے ساتھ فراخی ہے بیشک تنگی کے ساتھ فراخی ہے] غنی اور تنگی میں ارادہ کرے کہ یکساں رہے اور وجود و عدم (کسی چیز کے ہونے یا نہ ہونے کی حالت) میں ایک ہی روش پر رہے بلکہ عدم میں راحت پائے اور وجود میں مضطرب رہے ـــــ لوگوں نے ابو سعید اعرابی قدس سرہٗ سے فقراء کے اخلاق کے بارے میں پوچھا انھوں نے کہا کہ "فقراء کا اخلاق فقر (افلاس) کے وقت سکون اور وجود (فراخی) کے وقت اضطراب اور غموں کے ساتھ اُنس اور خوشیوں کے وقت وحشت ہے"۔ اور مصائب میں نہ گھبرائے اور لوگوں کے عیبوں پر نظر نہ کرے اور اپنے عیبوں کو ہمیشہ نگاہ میں رکھے اور اپنے آپ کو کسی مسلمان پر فضیلت نہ دے اور سب کو اپنے سے افضل جانے ـــــ (حضرت) سری سقطی قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ مجھ کو کسی شخص پر فضیلت نہیں ہے اُن سے کہا گیا کہ کیا مخنثوں پر بھی نہیں ہے تو فرمایا اور مخنثوں پر بھی نہیں ہے ـ اور ہر مسلمان کے بارے میں یہ اعتقاد رکھے کہ میرے کام کا حل اس کی ذات کی برکت اور دعا سے ہوسکتا ہے، اور اہلِ حقوق کا پابند رہے ـــــ اہل اللہ کے کلام میں آیا ہے کہ "بیشک مومن صاحبِ حق کے لیے پابند ہے الحدیث" ـــــ اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس شخص نے تین چیزوں سے ناک بھوں نہیں چڑھائی تو وہ سچا مومن ہے، اہل و عیال کی خدمت، فقراء کے ساتھ بیٹھنا اور خادم کے ساتھ کھانا، یہ افعال اُن مومنین کی نشانیوں میں سے ہیں جن کی صفت اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بیان فرمائی ہے، أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا [وہی لوگ سچے مومن ہیں] اور اسلاف کی سیرتوں کو ہر وقت ملحوظ رکھے اور غرباء، فقراء و مساکین کی صحبت کی طرف راغب رہے اور کسی شخص کی غیبت نہ کرے بلکہ غیبت کرنے والے کو حتی الامکان منع کرے اور نیکی کا کہنے اور برائی سے روکنے کو اپنا شیوہ بنالے اور مال خرچ کرنے پر حریص رہے اور نیکیوں کے ادا کرنے سے مسرور ہوا کرے اور برائیوں کے ارتکاب سے دور رہے ـــــ لوگوں نے محمد بن علیان قدس سرہٗ سے پوچھا کہ بندے سے اللہ تعالیٰ کے راضی ہونے کی علامات کیا ہیں انھوں نے فرمایا عبادات میں اس کو سرور حاصل ہونا اور

www.maktabah.org

گناہوں سے اس کو گرانی ہوتا ـــ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس شخص کو کسی گناہ نے غمگین کیا اور کسی ص ۹۰
نیکی نے خوش کیا تو وہ مومن ہے اور افلاس کے خوف سے بخل نہ کرے، اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ ع۲ ۶۸
وَیَاْمُرُکُمْ بِالْفَحْشَآءِ [شیطان تم سے افلاس کا وعدہ کرتا ہے اور تم کو برائیوں کا امر کرتا ہے) روزی کی
کمی سے غمگین نہ ہو کیونکہ عیش کا وقت آگے آنے والا ہے، اللھم ان العیش عیش الاٰخرۃ
[اے اللہ بیشک عیش تو آخرت کا عیش ہے) اس جگہ (دنیا) کی تنگی وہاں (آخرت) کی فراخی کا باعث ہے۔
ـــ پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس شخص کا رزق قلیل اور کنبہ کثیر ہو اور
اس کی نماز اچھی طرح ادا ہوئی اور اس نے مسلمانوں کی غیبت نہیں کی تو قیامت کے روز وہ اس حال میں
آئے گا کہ میرے ساتھ ان دو (انگلیوں) کی طرح ہوگا ـــ اور نیز آنحضرت علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام
نے فرمایا کہ اس شخص کے لئے خوشخبری ہے جو حج کرتے ہوئے مرا اور جس نے غازی ہو کر صبح کی، ایسا
شخص جس کا حال (لوگوں پر) پوشیدہ ہو، عیال دار ہو، پاکباز ہو، تھوڑی سی دنیا پر قانع ہو،
دنیا والوں کے پاس ہنستے ہوئے جاتا ہو اور ان کے پاس سے ہنستا ہوا واپس آتا ہو۔ پس اس
ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے یہ وہی لوگ ہیں جو حاجی ہیں اور غازی ہیں،
. . . . . اور فقرا اور دینی بھائیوں کی خدمت کرنے میں اپنے آپ کو یاد نہیں رکھنا چاہیے ـــ
منصور (فضل) رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ شرفا کی کوشش اپنے بھائیوں کے لئے ہے نہ کہ اپنی ذات کے لئے ـــ ابو عبد اللہ
خفیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ دوستوں میں سے ایک دوست میرا مہمان ہوا اتفاق سے اس کو پیٹ
کی بیماری (اسہال) لاحق ہو گئی اور میں نے اس کی خدمت کو اپنے ذمہ لیا اور میں اس کی خدمت کرتا تھا اور
طشت (تھال) اس کے سامنے سے اٹھاتا تھا ایک دفعہ مجھ کو اونگھ آگئی اس نے مجھ سے کہا
لعنک اللہ یعنی تو سو گیا خدائے تعالیٰ تجھ پر لعنت کرے، لوگوں نے مجھ سے پوچھا کہ جس وقت اس نے
لعنک اللہ [اللہ تعالیٰ تجھ پر لعنت کرے] کہا تو نے اپنے نفس کو کیسا پایا۔ میں نے کہا کہ میں نے ایسا پایا
جیسے اس نے مجھ کو رحمک اللہ [اللہ تعالیٰ تجھ پر رحمت فرمائے] کہا ہے"۔ اور جس حال کو تو نہیں پہنچا ہے بلا وجہ اس
کا منکر ـــ ابو عمر زجاجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے ایسے حال کے بارے میں
جس تک وہ نہیں پہنچا ہے تو اس کا کلام فتنہ ہے پس جو شخص اس کو سنتا ہے اور دعویٰ اس کے
پیدا ہوتا ہے وہ اس حال کی طرف پہنچنے اور اس تک وصول سے محروم رہتا ہے ـــ اور صوفیہ کی
صحبت ادب کے ساتھ کرنا کہ تو ان کی برکات سے بہرہ ور ہو جائے، الطریقۃ کلھا ادب [طریقت تمام
ادب ہے] یہ قول آپ نے سنا ہوگا کہ کوئی بے ادب خدائے تعالیٰ تک نہیں پہنچا ہے، ارادہ ہے کہ اس

---

۱ خفیف تعالیٰ ہے بفتح خائے معجمہ و تشدید ذال معجمہ (نفحات) حاشیہ ص۲۲۵ ۔ ۲ یہ واقعہ نفحات ص۲۲۳ پر ذرا مختلف طریقے سے درج ہے۔ مترجم

www.maktabah.org

بزرگ گروہ کے بعض آداب علیحدہ کاغذ پر لکھوں[۱]، ہمارے حضرت عالی قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس نے اس بارے میں ایک رسالہ تحریر فرمایا ہے اور پیر کے بعض ضروری آداب اس میں درج فرمائے ہیں اگر مل جائے تو اس کا مطالعہ کریں۔ مختصر یہ ہے کہ ہیچ و بے نفس ہو کر ان (بزرگوں) کی خدمت میں پوری طرح پیشقدمی کرے ورنہ ان بزرگوں کی ہم نشینی کی ہوس نہ کرے کیونکہ اس صورت میں ضرر کا احتمال غالب ہے اور نفع موقوف ۱۹۱
ہے ـــــ ابوبکر بن سعدان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے[۱] "من صحب الصوفیۃ فلیصحبھم بلا نفس ولا قلب ولا ملک فمتی نظر الی شیء من اشیائہ قطعہ ذالک عن بلوغ مقصدہ" یعنی جو شخص صوفیہ کی صحبت کو اختیار کرے تو اس کو چاہیے کہ بے نفس و بے قلب اور بے ملکیت ہو کر ان کی صحبت اختیار کرے پس جب وہ اپنی چیزوں میں سے کسی چیز کی طرف نظر کرتا ہے تو وہ اس کو مطلوب تک پہنچنے سے روک دیتی ہے"۔ اور حق جل وعلا کی طلب میں اپنے آپ کو آرام مت دے اور بے چین رہ ـــــ ابوبکر طمستانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تصوف اضطراب ہے، جب سکون آگیا تو تصوف نہیں رہا۔ محب کو محبوب کے بغیر آرام اور ماسوا کے ساتھ انس و الفت نہیں ہے اور ہمیشہ اس کے باطن سے یہ آواز نکلتی ہے ؎

بچہ مشغول کنم دیدہ و دل را کہ مدام دل ترا می طلبد دیدہ ترا می خواہد

(میں آنکھ اور دل کو کس چیز میں مشغول کروں کہ ہمیشہ دل تجھ کو طلب کرتا ہے اور آنکھ تجھ کو چاہتی ہے)

مرید کو اس صفت کا ہونا چاہیے جو کہ اس آیتِ کریمہ میں مذکور ہے: حَتّٰۤى اِذَا ضَاقَتْ عَلَیْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَ ضَاقَتْ عَلَیْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَ ظَنُّوْۤا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّاۤ اِلَیْهِ[۲] (یہاں تک کہ جب زمین اپنی فراخی کے باوجود ان پر تنگ ہوگئی اور وہ ان پر ان کی اپنی جانیں تنگ ہوگئیں اور انھوں نے گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ سے سوائے اسی کی طرف رجوع کرنے کے کوئی جائے پناہ نہیں) جب اس کی تشنگی اس درجہ کو پہنچ جائے اور تمام روئے زمین فراخ ہونے کے باوجود اس پر تنگ و تاریک ہو جائے تو امید ہے کہ رحمت کا سمندر جوش میں آئے اور اس گھر بار وساز و سامان برباد کرنے والے عاشق کو اس سے وارفتہ کردے اور اپنی وحدت کے خلوت خانہ میں جگہ دیدے۔

؎ دادیم ترا ز گنج مقصود نشان گر ما نرسیدیم تو شاید برسی

(ہم نے تجھ کو مقصود کے خزانہ کی نشان دہی کردی ہے اگر ہم نہیں پہنچے تو شاید تو پہنچ جائے)

آپ دوستوں سے اس مسکین کی التماس یہ ہے کہ اس فرقت زدہ گنہگار کو اپنی مقبول دعاؤں سے فراموش نہ کریں اور اُس تعالیٰ کے کرمِ عام سے درخواست کریں کہ یہ گنہگار تباہ کار قیامت کے روز رحمت کئے ہوئے گنہگاروں کی قطار میں داخل ہو جائے۔ ؎

---

[۱] نفحات ص ۱۸۰۔ [۲] سورت ۹ آیت ۱۱۸

www.maktabah.org

کجا ما و کجا زنجیرِ زلفش　　　　عجب دیوانگی اندر سر افتاد

[کہاں ہم اور کہاں اس کی زلف کی زنجیر، سر میں ایک عجیب دیوانگی پیدا ہو گئی ہے۔]

سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ [آپ کا رب جو بڑی عزت والا ہے ان باتوں سے پاک ہے جو یہ کافر، لوگ بیان کرتے ہیں اور رسولوں پر سلام ہو اور تمام تعریف اللہ تعالیٰ کیلئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے]

مکتوب ۱۱۱

محمد حسین کابلی کے نام درود شریف کی ترغیب کے بیان میں تحریر فرمایا۔

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم، اللہ تعالیٰ شریعتِ عالیہ و سنتِ منورہ کے طریقہ پر استقامت عطا فرما کر باطنی ترقیات کے ساتھ معزز رکھے۔ میرے مخدوم! اس عالمِ فانی میں خوشگوار نعمت تشنگی اور انتظار ہے اور شوقِ احدیت کی آگ کی شعلہ زنی اور معیت کی طلب میں درد و غم اور بے چینی ہے۔ کسی بزرگ نے کہا ہے کہ تصوف اضطراب ہے جب سکون آگیا تو تصوف نہیں رہا۔ یہ شوق اور غم سعادت کا سرمایہ ہے اور یہ اضطراب اور سوز حصول کا سرچشمہ ہے۔ مصرع ۱۹۲

بادرد بساز چوں دوائے تو منم　　　　[جبکہ تیری دوا میں ہوں تو درد کے ساتھ موافقت کر]

انسان کو موجودات پر فضیلت عشق و درد کی وجہ سے ہے۔ مصرع

درد را بجز آدمی در خورد نیست　　　　[درد کے لائق آدمی کے سوا کوئی نہیں ہے]

آدمی جس قدر زیادہ درد و محبت کا مورد ہوگا معیت و قرب میں (اسی قدر) زیادہ کامل ہوگا المرء مع من احب [آدمی اسی کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے] معیت کوئی لمحہ ایسا نہیں گذرنے دیتی کہ محبِ صادق کو نصیب ہو، وللمنۃ لخالق الوریٰ [اور احسان خالقِ کائنات کا ہے] والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔

مکتوب ۱۱۲

محمد میرک گرز بردار کے نام اوقات کو معمور رکھنے کا شوق دلانے اور پرہیزگاری و تقویٰ پر رغبت دلانے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ اس حدود کے فقراء کے احوال و اطوار حمد کے لائق ہیں اور

www.maktabah.org

اللہ تعالیٰ سے آپ کی عافیت اور ظاہری و باطنی استقامت کے لئے دعا کی گئی ہے۔ میرے مخدوم! یہ چند روزہ زندگی بہت غنیمت ہے چاہیے کہ اہم امور میں صرف ہو اور (امور کی) اہمیت لوگوں کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہے، بندی کے لئے کوئی امر مناسب ہے اور متوسط کیلئے کوئی امر اور منتہی کے لئے کوئی دوسرا امر، اگر ان تینوں امور میں سے کوئی امر بے موقع بجا لایا جائے تو معطلی و بیکاری میں داخل ہے اور نہ ابرار کے اعمال میں داخل ہے نہ مقربین کے اعمال میں، وقت و حال کے مطابق مشغول رہیں اور ترقیات کے دروازوں کو کھلا رکھیں اور توشۂ آخرت کو مولائے حقیقی جل شانہ کی خوشنودی کے لئے تیار کریں، وَلْتَنظُرْ
پ ۲۸ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ [اور ہر شخص کو دیکھنا چاہیے کہ اس نے کل (قیامت) کے لئے کیا بھیجا ہے] اور سب سے بہتر توشہ (زاد راہ) پرہیزگاری و تقویٰ ہے، گناہوں سے بچنے کے مقابلہ میں نیک اعمال کا بجا لانا نفس پر زیادہ آسان ہے اور ہر وہ عمل جو نفس پر زیادہ شاق ہے اس کا اجر کئی گنا زیادہ ہے، پرہیزگاری کے برابر کا سا نات
۱۹۳ کی کوئی چیز نہیں ہے۔ کسی بزرگ نے کہا ہے کہ اعمالِ خیر سب ہی نیک و بد آدمی کرتے ہیں اور گناہوں سے صرف صدیق ہی بچتا ہے — حدیث شریف میں آیا ہے کہ کل (قیامت کے روز) اللہ تعالیٰ کے ہم نشین وہ ہوں گے جو دنیا میں اہلِ ورع و زہد ہیں (ابن لال عن سلمان) — اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ پرہیزگار آدمی کی دو رکعت (نماز) مخلط (غیر متقی) کی ہزار رکعت سے بہتر ہیں (فر عن انس) — اور نیز آنحضور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ پرہیزگار آدمی کے پیچھے نماز مقبول ہے، اور پرہیزگار آدمی کی طرف ہدیہ بھیجنا مقبول ہے اور پرہیزگار آدمی کے ساتھ بیٹھنا عبادت ہے اور اس کے ساتھ مذاکرہ کرنا صدقہ (نیکی) ہے (فر عن البراء) — اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ مومن گناہ صغیرہ کو اس خوف سے چھوڑ دیتا ہے کہ گناہ کبیرہ میں مبتلا نہ ہو جائے (الحکیم عن عثمان بن عطاء عن ابیہ مرسلا) دوستوں کی سلامتی خاتمہ کی دعا کی تمنا کی جاتی ہے۔ والسلام

مکتوب ۱۱۳

ماہ جیو کے نام طریقہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ: اما بعد، ہمشیرۂ عفیفہ نے اس ناکارہ سے درخواست کی ہے کہ اس طریقۂ عالیہ کے ذکر اور باطنی شغل کا طریقہ احاطۂ تحریر میں لائے۔ درخواست کو قبول کرتے ہوئے لکھا جاتا ہے، غور سے سنیں کہ باطنی شغل ہمارے طریقہ میں چند قسم کا ہے۔ قسم اول ذکرِ اسمِ ذات ہے اور اس ذکر کا طریقہ یہ ہے کہ طالب کو چاہیے کہ اپنی زبان کو تالو سے لگا لے اور پوری توجہ

www.maktabah.org

کیساتھ قلبِ صنوبری کی طرف متوجہ ہوجائے جوکہ بائیں پہلو میں واقع ہے اور یہ قلبِ صنوبری قلبِ حقیقی کا آشیانہ ہے جوکہ عالمِ امر سے ہے اور اس کو حقیقتِ جامعہ بھی کہتے ہیں اور لفظ مبارک اللّٰہ کو دل میں خیال کے طور پر گذارے اور دل کی زبان سے اس بزرگ لفظ کو دل کی صورت کا تصور کئے بغیر کہے اور سانس کو نہ روکے اور ذکر کہنے میں زبان کو کسی طرح کا دخل نہ دے، سانس حسبِ معمول آتا رہے اور لفظِ مبارک اللہ سے بے مثل ذات مراد لے اور اس کی کسی صفت کو ملحوظ نہ رکھے تاکہ ذات کی بلندی سے صفات کی پستی میں نہ آجائے اور تنزیہ سے تشبیہ کی طرف مائل نہ ہوجائے۔

جاننا چاہیے کہ جس طرح قلب بائیں ہاتھ کی جانب سے تعلق رکھتا ہے جیسا کہ اوپر بیان ہو
(لطیفہ) روح دائیں ہاتھ (کی جانب) سے تعلق رکھتا ہے وہ بھی ذکر کا مقام ہے اور سینہ کا درمیانی حصہ ۱۹۰
سِر و خفی و اخفی کا مقام ہے وہ بھی ذکر کا مقام ہے اور نفس و حواسِ باطنہ کی جگہ دماغ ہے اور وہ بھی ذکر کا مقام ہے اور جب ذکر غالب آجاتا ہے تو تمام بدن کا احاطہ کرلیتا ہے اور بدن کا ہر جزو دل کی طرح ذاکر ہوجاتا ہے اور اس کو سلطان الذکر کہتے ہیں، طالب کو چاہیے کہ ذکر پر اسقدر ہمیشگی کرے کہ ذکر و حضور دل کا ملکہ ہوجائے اور اس کی صفتِ لازمہ بن جائے جیسا کہ سننا، قوتِ سامعہ کی صفت اور دیکھنا قوتِ باصرہ کی صفت ہے چنانچہ اگر ذکر و حضور کو تکلف کے ساتھ بھی دل سے دور کرے تو دور نہ ہو۔

قسمِ دوم، ذکرِ نفی و اثبات یعنی لا الٰہ الا اللّٰہ کا ذکر ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ زبان کو تالو سے لگائے اور سانس کو ناف کے نیچے روکے اور کلمۂ لا کو ناف سے کھینچے اور سر کے وسط تک پہنچائے اور آلٰہ کو وسطِ سر سے دائیں کندھے پر لائے اور الا اللّٰہ کو دائیں کندھے سے دلِ صنوبری پر جو بائیں پہلو میں واقع ہے لائے، اس مجموعہ کا نقش لائے معکوس کی صورت پر (ﻻ) ہوجاتا ہے اور ان کلمات کو ایک مقام سے دوسرے مقام تک لے جانا خیال کے ساتھ ہونا چاہیے اور اعضا اور سانس کو حرکت نہ دے اور سانس ناف کے نیچے رُکا رہے، اور سانس کو جب تک روک سکے اس کلمہ کو کہتا رہے لیکن ہر سانس میں طاق عدد کہے جفت نہ کہے اسی لئے اس ذکر کو وقوفِ عددی کہتے ہیں اور جب سانس میں تنگی محسوس ہو اس کو چھوڑ دے اس کے بعد پھر سانس روکے اور سابقہ طریقوں کے مطابق ذکرِ مذکور کہے پھر اسی طرح کرے پھر اسی طرح کرے (اور) پھر اسی طرح کرے اور اس کلمہ کے معنی کو اس طرح تصور کرے کہ ذات پاک (اللہ تعالیٰ) کے سوا اور کچھ مقصود نہیں ہے۔ اس ذکر کو اولاً حضرت خواجہ خضر علیہ السلام نے حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی (قدس سرہٗ) کو جو کہ حضرات خواجگان قدس اسرارہم کے سرِ سلسلہ ہیں تعلیم کیا ہے۔ حضرت خضر علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت خواجہ سے فرمایا کہ آپ پانی میں غوطہ لگائیں انھوں نے پانی میں ذکر تعلیم کیا شاید پانی میں غوطہ لگانا اسلئے ہوگا کہ سانس برقرار رہے اور جنبش نہ کرے

www.maktabah.org

قسم سوم وقوفِ قلبی ہے اور یہ اس سے عبارت ہے کہ سالک ذکر کئے بغیر دل کی طرف متوجہ و واقف رہے اور اس (دل) پر نگاہ رکھے تاکہ ماسوا کا خیال دل پر گذرنے کا راستہ بند ہو جائے اور پراگندگیٔ خیال اس میں راہ نہ پائے اس کے بعد دل کو مطلوبِ حقیقی کی طرف توجہ پیدا ہو جائے گی کیونکہ دل کے حق میں بیکار رہنا مفقود ہے، جب ماسوا کا راستہ اس سے بند ہو جائے تو اس کے لئے بارگاہِ مقدس کی طرف متوجہ ہونے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ دل کو دشمن سے خالی رکھو دوست کو طلب کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

قسم چہارم مراقبہ ہے اور مراقبہ ترقب سے مشتق ہے اور وہ انتظار ہے پس مراقبہ مطلوب کے انتظار میں ظاہری و باطنی حواس کو جمع کرنا ہے، اور مراقبہ کے ایک اور معنی (بھی) ہیں اور وہ ظاہر و باطن پر حق سبحانہ کے ہمیشہ مطلع ہونے پر بندہ کی آگاہی و علم ہے یعنی سالک تصور کرے کہ حق تعالیٰ ہمیشہ اس کے ظاہر و باطن پر مطلع ہے۔ حضرت خواجہ نقشبند (قدس سرہٗ) نے فرمایا ہے کہ (سالک) مراقبہ سے وزارت اور ملک و ملکوت میں تصرف کے مرتبہ تک پہنچ سکتا ہے اور دلوں کی باتوں پر مطلع ہونا اور باطن کا منور ہونا اور وساوس سے سکون اور دلوں کا دائمی قبول مراقبہ سے حاصل ہوتا ہے۔ ۱۹۵

قسم پنجم رابطہ ہے (یعنی) دل میں پیر کی صورت کا تصور کرے، بزرگوں نے کہا ہے ع

سایۂ رہبر بہ است از ذکرِ حق [رہبر (پیر) کا سایہ ذکرِ حق سے بہتر ہے]

یعنی پیر کی صورت کو ذہن میں رکھنا مرید کیلئے ذکر سے زیادہ فائدہ مند ہے کیونکہ پیر مرید کے لئے حق سبحانہ کی بارگاہ تک پہنچنے کا وسیلہ ہے پس مرید پیر کے ساتھ مناسبت کے جسقدر زیادہ اسباب رکھتا ہوگا اس کے باطن سے اسی قدر زیادہ فیض اخذ کریگا اور بہت جلد مطلب کو پہنچ جائیگا مرید کو چاہئے کہ اول پیر میں فنا (فنا فی الشیخ) ہو جائے اس کے بعد وہ فنا فی اللہ کو پہنچے گا۔ ؎

زاں روئے کہ چشمِ تست احول معبودِ تو پیرِ تست اول

[کیونکہ تیری آنکھ احول (بھینگی یعنی ٹیڑھا دیکھنے والی) ہے اس لئے تیرا پہلا معبود تیرا پیر ہے]

اور رابطہ کے طریقے سے پیر میں فنا (فنا فی الشیخ) حاصل ہوتی ہے اور نیز پیر کی محبت اور اس کے آداب کی رعایت اور عادات و عبادات میں اس کی متابعت اس معنیٰ (فنا فی الشیخ) کو قوت دینے والی اور (پیر کے ساتھ) مناسبت اور پیر میں فنائیت کے حصول کا ذریعہ ہیں۔

❖ ❖ ❖

❖ ❖

❖

www.maktabah.org

مکتوب ۱۱۴

فضائل مآب مولانا بدرالدین کے نام ہر ایک کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ جان لیں کہ ہمارے طریقہ میں باطنی شغل چند قسم کا ہے: اوّل ذکرِ اسمِ ذات ہے، اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ طالب اپنی زبان کو تالو سے لگالے اور پوری کوشش کے ساتھ قلبِ صنوبری کی طرف متوجہ ہوجائے جو کہ بائیں پہلو میں واقع ہے اور وہ قلبِ حقیقی کا مکان ہے جو کہ عالمِ امر سے ہے اس کو حقیقتِ جامعہ کہا جاتا ہے اور لفظِ مبارک اللہ کو دل میں گذارے، وہ (ذاکر) زبان کو اس پر ڈال کر لفظ کو دل کی صورت یا تصور کے بغیر کہے اور سانس نہ روکے کیونکہ اس ذکر میں سانس کو کوئی دخل نہیں ہے بلکہ سانس کو اپنی حالت پر جاری رہنے دے اور لفظِ مبارک اللہ سے ذاتِ محض (بیچون) مراد لے، یعنی اس لفظِ مبارک سے ذات کے ساتھ صفات میں سے کوئی صفت ملحوظ نہ رکھے تاکہ ذات کی بلندی سے صفات کی پستی کی طرف نہ آجائے اور تنزیہ سے تشبیہ کی طرف مائل نہ ہوجائے۔ جان لیں کہ جس طرح قلب کا تعلق بائیں جانب کے ساتھ ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوچکا ہے پس (اسی طرح) روح کا تعلق دائیں جانب کے ساتھ ہے اور وہ بھی ذکر کا مقام ہے اور درمیانِ سینہ جو کہ سِر و خفی و اخفیٰ کی جگہ ہے وہ بھی ذکر کا مقام ہے اور نفس و حواسِ باطنہ کا مقام دماغ ہے اور وہ بھی ذکر کا مقام ہے اور ذکر ان چاروں مقامات سے ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف منتقل ہوتا ہے اور جب ذاکر پر ذکر کا غلبہ ہوجاتا ہے تو اس کے تمام بدن کو احاطہ کرلیتا ہے یہاں تک کہ بدن کے اجزا میں سے ہر جزو اور اس کے بالوں میں سے ہر بال قلب کی مانند ذاکر ہوجاتا ہے اور اس حالت کو سلطان الذکر سے موسوم کیا جاتا ہے، پھر طالب پر واجب ہے کہ ذکر پر مداومت کرے یہاں تک کہ ذکر و حضور اس کے دل کا ملکہ اور اس کی صفتِ لازمہ ہوجائے جیسا کہ سننا قوتِ سامعہ کی صفت اور دیکھنا قوتِ باصرہ کی صفت ہے یہاں تک کہ اگر ذکر و حضور کو تکلف کے ساتھ بھی دور کیا جائے تب بھی دور نہ ہو۔

اور دوسرے ذکرِ نفی و اثبات یعنی کلمہ لا الٰہ الا اللہ کا ذکر ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ زبان کو تالو سے لگالے جیسا کہ پہلے بیان ہوا اور سانس کو ناف کے نیچے روکے، کلمہ لا کو ناف سے دماغ تک کھینچے اور کلمہ الٰہ کو اُس (دماغ) سے دائیں کندھے تک لائے اور کلمہ الا اللہ کو اس (کندھے) سے قلبِ صنوبری پر ضرب کرے پس اس مجموعہ کا نقش لائے معکوس کی صورت پر ( ) ہوجائے گا اور کلماتِ مذکورہ ایک

www.maktabah.org

مقام سے دوسرے مقام تک محض خیال کے ساتھ جاری کئے جائیں یہاں تک کہ ان میں اعضاء اور سانس کی حرکت کا دخل نہ ہو اور سانس ناف کے نیچے رکا رہے اور جب تک سانس روکا جا سکے کلمہ کے تکرار میں مشغول رہے اور ضروری ہے کہ ذکر کا عدد ہر سانس میں طاق ہو اور اسی لئے اس ذکر کو وقوفِ عددی کہتے ہیں، پھر جب سانس میں تنگی محسوس ہو تو اس کو چھوڑ دے، اس کے بعد پھر سانس روکے اور سابقہ طریقہ کے مطابق ذکر کرے پھر اسی طرح کرے (اور) پھر اسی طرح کرے، اس کلمہ کے معنی کو اس طرح تصور کرے کہ ذاتِ مقدس کے سوا اور کچھ مقصود نہیں ہے۔ پھر جان لے کہ ابتداءً اس ذکر کی تعلیم (حضرت) خضر علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام ص ۱۹۷
نے (حضرت) خواجہ عبد الخالق غجدوانیؒ کو ہوئی ہے جو کہ خواجگان قدس سرہم کے سر سلسلہ ہیں، اُن (حضرت خضر) علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب یہ ذکرِ مذکور اُن کو سکھایا تو فرمایا کہ پانی میں غوطہ لگائیں اور اس ذکر کے ساتھ مشغول ہوں گویا کہ اُن کو پانی میں غوطہ لگانے کا امر اس لئے کیا تاکہ سانس کو قرار حاصل ہو جائے اور حرکت و جنبش نہ ہو۔

سوم وقوفِ قلبی ہے، اور یہ اس سے عبارت ہے کہ سالک ذکر کے بغیر اپنے قلب پر واقف اور اپنے دل پر متوجہ اور اس کی طرف نگراں رہے یہاں تک کہ اس پر مطلوب کے ماسوا کا خیال گذرنے کی راہ بند ہو جائے اور پراگندگیٔ خیال کے لئے قلب کی طرف کوئی راستہ نہ رہے پس (اس سے) قلب میں مطلوبِ حقیقی کی طرف توجہ پیدا ہو جائے گی کیونکہ بیکار رہنا قلب کے حق میں مفقود ہے پس جب اس پر مطلوب کے ماسوا کا خیال گذرنا بند ہو گیا تو لازمی طور پر وہ مطلوب کی طرف متوجہ ہو گا، اور بعض اکابر نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے جیسا کہ کہا ہے دل کو دشمنوں سے خالی رکھ تو پھر دوستوں کو طلب کرنے کی ضرورت نہیں۔

چہارم مراقبہ ہے اور وہ ترقب سے مشتق ہے اور وہ (ترقب) انتظار ہے پس مراقبہ مطلوب کے انتظار میں ظاہری و باطنی حواس کو جمع کرنا ہے اور اس (مراقبہ) کے لئے ایک اور معنی (بھی) ہیں اور وہ ظاہر و باطن پر حق سبحانہٗ کے ہمیشہ مطلع ہونے پر بندہ کا علم و شعور ہے یعنی سالک تصور کرے کہ بلا شبہ اللہ تعالیٰ اس کے ظاہری و باطنی احوال پر ہر وقت اور ہر جگہ مطلع ہے۔ شیخ اجل خواجہ نقشبند قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ سالک کا وزارت اور ملک و ملکوت میں تصرف کے مرتبہ تک پہنچنا مراقبہ کے ساتھ ممکن ہے اور اس (مراقبہ) سے دلوں کی باتوں پر مطلع ہونا اور باطن کا منور ہونا اور وساوس سے سکون اور دلوں کا دائمی قبول حاصل ہوتا ہے۔

پنجم رابطہ ہے اور یہ دل میں شیخ (پیر) کی صورت کا تصور کرنے سے عبارت ہے، فارسی میں کہا گیا ہے۔

ع سایۂ رہبر بہ است از ذکرِ حق (رہبر (پیر) کا سایہ ذکرِ حق سے بہتر ہے)

یعنی پیر کی صورت کو ذہن میں رکھنا مرید کے لئے ذکر سے زیادہ فائدہ مند ہے کیونکہ پیر (مرید کے لئے) حق سبحانہٗ کی

www.maktabah.org

بارگاہ تک پہنچنے کا وسیلہ ہے پس شیخ (پیر) کے ساتھ مناسبت کے اسباب جسقدر زیادہ ہوں گے اس کے باطنی فیوض کا اخذ کرنا اسی قدر زیادہ ہوگا اور وہ اپنے مطلب و مراد کو پہنچ جائے گا۔ پھر تو جان لے کہ مرید کے لئے ضروری ہے کہ وہ شیخ (پیر) میں فنا (فنا فی الشیخ) ہو جائے یہاں تک کہ وہ فنا فی اللہ تک پہنچ جائے۔ ؎

زاں روئے کہ چشمِ تست احول
معبودِ تو پیرِ تست اول

[کیونکہ تیری آنکھ بھینگی ہے (اس لئے) تیرا پہلا معبود تیرا پیر ہے]

اور رابطہ کا طریقہ فنا فی الشیخ کے حصول کا ذریعہ ہے اور شیخ سے محبت اور اس کے آداب کی رعایت اور عادات و عبادات میں اس کی متابعت اس معنی (فنا فی الشیخ) کو قوت دینے والی ہیں۔

۱۹۸ # مکتوب ۱۱۵

شیخ ولی محمد تہی (جتی) کے نام وقائع کی تعبیر میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم، الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی، مکتوب مرغوب جو آپ نے اس مسکین کے نام ارسال کیا تھا پہنچکر مسرت بخش ہوا، آپ نے رابطہ کی نسبت کے دائمی ہونے کی بابت لکھا تھا اور لکھا تھا کہ "وقائع (حال) میں اس طرف سے کچھ چیزیں اُس عزیز (آپ) کو پہنچتی ہیں اور نیز آپ نے واقع میں دیکھا ہے کہ لقمہ اُس کھانے میں گر پڑا اور نسبت ہو گیا الخ" اس جانب سے کمال مناسبت کی خبر دیتا ہے (اور) فیوض کے حصول اور اس کا راستہ کھلنے کی خبر دینے والا ہے اللھم زد [اے اللہ! اور زیادہ فرما] اوقات کو اذکار و عبادات کی پابندی کے ساتھ معمور رکھیں اور فنائیت کی صفت کے ساتھ اس بارگاہِ قدس کی جانب دائمی توجہ کو ترک نہ کریں اور شب بیداری کو غنیمت جانیں اور پچھلی رات کے وقت استغفار کرنے کو اہم کاموں میں سے جانیں اور کلمہ طیبہ کے تکرار سے اپنی خواہشات اور ارادوں کی نفی کریں تاکہ وسعتِ سینہ میں حق سبحانہ کے سوا کوئی مراد و مقصود نہ رہے، دیگر مرادات و مقاصد مطلوب کے راستہ کی رکاوٹ اور حجابات ہیں، مقاصدِ بندگی صفتِ ارادہ کی تاب نہیں رکھتے، اپنے ارادہ سے نکل کر اُس تعالیٰ شانہٗ کے ارادہ کے ساتھ قائم ہونا چاہیے، والسلام علی من اتبع الھدیٰ [ہدایت کی پیروی کرنے والے پر سلام ہو]۔

یہ جو آپ نے واقعہ (حال) میں دیکھا ہے کہ "آفتاب نکل آیا تو (خواجہ محمد معصوم) کہتا ہے کہ آفتاب نکلنے پر نماز پڑھ سکتے ہیں پھر تو خود کہتا ہے کہ پڑھ سکتے ہیں، تو نے امامت کی اور ہم نے نماز پڑھی" میرے مخدوم! یہ آفتاب کا نکلنا گویا تجلیاتِ رحمانی میں سے ایک تجلی ہے اور نماز چونکہ خضوع و تسلیم سے عبارت ہے

www.maktabah.org

اس وقت میں مناسب و زیبا ہے، ان اللہ اذا تجلّٰی بشیٔ خضع لہٗ [بیشک جب اللہ تعالیٰ کسی چیز پر تجلی نازل فرماتا ہے تو وہ چیز اس کے لئے جُھک جاتی ہے۔ اور یہ جو آپ نے دوسرے واقعہ میں دیکھا ہے کہ کسی شخص نے آپ کی دونوں آنکھوں کی روشنی کے لئے جو کہ خیرہ ہو گئی تھیں آپ کی دونوں آنکھوں سے پانی نکالا ہے الخ یہ بھی مبارک ہے، امید ہے کہ دل کی آنکھ روشن ہو جائے اور آپ کی بصیرت کھل جائے اور ملکوت و جبروت کی سیر کرے۔ آپ جان لیں کہ واقعات بشارات ہیں، دیکھنے والے کی استعداد اور قوت سے فعل کے قریب ہونے کی خبر دیتے ہیں کچھ محنت کرنی چاہئے تاکہ معاملہ قوت سے فعل میں آ جائے (اور) گوشِ دل آغوش میں آ پہنچے ؎

چو غلامِ آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم ... نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم

[چونکہ میں آفتاب کا غلام ہوں اس لئے سب کچھ آفتاب کہتا ہوں، نہ میں شب ہوں، نہ شب پرست ہوں کہ خواب کی بات بیان کروں]

مکتوب ۱۱۶ ۱۹۹

حافظ آبادی محمد امین لاہوری کے نام ان کے سوالوں کے جواب اور عین و اثر کے زائل ہونے کی تحقیق میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہ سید المرسلین و آلہ الطیبین وصحبہ الطاہرین اجمعین۔ صلاح آثار برادرم مولانا محمد امین نے چند سوالات پوچھے تھے ان کے جوابات میں فقیر اپنی سمجھ کے مطابق لکھتا ہے، سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ۝ سلہ ۳۲ [تو پاک ہے ہمیں کوئی علم نہیں ہے مگر جو علم تو نے ہمیں عطا فرمایا ہے بیشک تو خوب جاننے والا (اور) حکمت والا ہے]

پہلے اور دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ جب سالک سلوک کی منزلیں طے کرنے کے بعد اس اسم تک جو کہ اس کا مبدءِ تعین ہے پہنچتا ہے اور اس اسم میں فانی (و) مستہلک ہو جاتا ہے عین کا زائل ہونا اس کے حق میں ثابت ہو جاتا ہے، اس کے بعد دیکھنا چاہئے اگر سالک غیر محمدی المشرب ہے تو اس کا مبدءِ تعین مقام صفات سے ہے پس اس کا اثر باقی ہے کیونکہ وہ اس کی اصل ہے اور اگر محمدی المشرب ہے تو (اس کا) مبدءِ تعین مقامِ شیون سے ہے اور عین و اثر کا زائل ہونا اس کے حق میں ثابت ہے کیونکہ علم ظلالِ صفات کا ہے نہ کہ ظلالِ شیون کا، ہاں اگر غیر محمدی المشرب سالک محمدی المشرب شیخ کی صحبت و توجہ کی کشش سے اپنے مقام سے ترقی کرے اور اپنی اصل کو چھوڑ کر شیونِ ذاتیہ سے واصل ہو جائے تو عین و اثر کا زائل ہونا اس کے حق میں صورت پذیر ہوگا، اگر یہ کہا جائے کہ اثر جبکہ عینِ ثابتہ ہو جو کہ مقام صفات سے ہے تو اس کا زوال محال ہوگا ورنہ علم جہل میں تبدیل ہو جائے گا۔ (جواباً) ہم کہتے ہیں کہ یہاں ظل کا جو کہ صفت کے

www.maktabah.org

کہ جس کے ساتھ سالک نے بقا حاصل کی ہے اصل کے ساتھ لحوق ہے جو کہ شان ہے اور یہ لحوق زائل ہونا نہیں ہے جو کہ نقص و انقلاب کا سبب ہے بلکہ کمال کا سبب ہے کیونکہ ظل کے حق میں کمال اس کا اصل کے ساتھ لحوق ہے، اس کے باوجود ہم کہتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ عین واثر کا فنا و زائل ہونا شہودی ہو نہ کہ وجودی پس (اس سے علم کا جہل میں تبدیل ہونا لازم نہیں آتا۔ اور عین واثر کے زائل ہونے کے ایک اور معنی بھی ہیں عین شئی کی حقیقت و ماہیت سے عبارت ہے اور اثر ان آثار سے عبارت ہے جو کہ اس ماہیت پر مرتب ہوتے ہیں، جیسا کہ روشنی و چمک اور جلانا آگ کی ماہیت پر مرتب ہوتے ہیں۔ صوفیۂ موحدہ (توحیدِ وجودی کے قائلین) ان خارجی آثار کو عین ذات کہتے ہیں کیونکہ وہ خارج میں ذاتِ احدیت کے سوا کچھ موجود نہیں جانتے، اور یہ جو شیخ ابو سعید ابو الخیر قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ "جب عین نہیں رہتا تو اثر کہاں سے ۲۰۰ رہتا ہے" یہ اسی معنی کے لحاظ سے ہے کیونکہ اس عبارت سے دونوں زوالوں (عین واثر کے زوال) کے درمیان تلازم مفہوم ہوتا ہے جو کہ دوسرے معنی سے مناسبت رکھتا ہے نہ کہ پہلے معنی سے۔ اور یہ جو ہمارے حضرت عالی قدسنا اللہ سبحانہ بسرہٖ نے جلد ثالث کے مکتوب ترپن (۵۳)[1] میں تحریر فرمایا ہے "اس کی مثال اس انسان جیسی ہے جس کو نمک کی کان میں ڈال دیا جائے حتیٰ کہ وہ بتدریج نمک کی خصوصیات کے ساتھ متصف ہو جائے یہاں تک کہ وہ سب کا سب نمک بن جائے نہ اس کا کوئی عین باقی رہے نہ اثر، تو لامحالہ اس کا کاٹنا اور ٹکڑے کرنا مباح ہو جاتا ہے اور اس کا کھانا اور اس کی خرید و فروخت حلال ہو جاتی ہے اور اگر اس کا کچھ عین واثر باقی رہتا تو یہ باتیں جائز نہ ہوتیں" ـــــــ اور اسی طرح انھوں نے اس کے (چند سطر) بعد یہ جو تحریر فرمایا ہے "مگر یہ کہ اس حکمی نمک کو اس انسان کی شبح (جسم) کی مقدار کے ساتھ انداز کیا گیا ہے اور اس کی صورت پر تصور کیا گیا ہے نہ یہ کہ اس انسان کا شبح باقی ہے اس لئے اس کا اثر بھی باقی ہے"۔ یہ دونوں عبارتیں دوسرے معنی کے مطابق ہیں جیسا کہ پوشیدہ نہیں ہے۔ پوشیدہ نہ رہے کہ اگر ہم آثار کی تخصیص آثارِ مترتبہ کے ساتھ کریں بلکہ زیادہ عام مراد لیں جو کہ اصالت و ظلیت کے تعلق کو بھی شامل ہو تو دوسرے معنی پہلے معنی میں شامل ہو جاتے ہیں کیونکہ عین ثابتہ جو کہ مرتبۂ صفات سے ہیں وہ بھی ماہیت کے آثار سے ہیں لیکن شیخ ابو سعید ابو الخیرؒ کی عبارت جو کہ دونوں زوالوں کے درمیان تلازم کا پتہ دیتی ہے وہ اس تعمیم سے انکاری ہے، ظاہر ہے (کہ) آثار مرتبہ کے ساتھ تخصیص ہی ہے۔

تیسرا سوال یہ ہے کہ حضرت عالی قدس سرہٗ نے رسالہ مبدأ و معاد میں تحریر فرمایا ہے کہ "اس آخری عروج میں جو کہ اصل کے مقامات میں عروج ہے حضرت غوث اعظمؒ کی روحانیت سے مدد الخ" کیا اس

[1] فارسی مطبوعہ نسخہ میں ۵۲ لکھا ہوا ہے جو غلط ہے، ۵۳ صحیح ہے۔ (مترجم)

www.maktabah.org

اصل سے مراد وہی ہے کہ جس کو بزرگوں نے ولایت کبریٰ سے تعبیر کیا ہے یا اس کے علاوہ ہے"۔ میرے مخدوم جس وقت میں کہ رسالہ مبدأ و معاد جمع ہوا ہے ولایتِ صغریٰ و کبریٰ ہرگز نہیں تھی اس کے ایک مدت بعد ولایتِ کبریٰ کے کمالات ظاہر ہوئے ہیں اور یہ اصطلاح واقع ہوئی ہے، اس بارے میں غور کرنے کے بعد اگر توفیق پائی تو کچھ لکھے گا۔

چوتھا سوال یہ ہے کہ جب عارف کا معاملہ فضل و کرم یا محض محبت سے پڑتا ہے تو اس مقام میں عارف کے لئے ظاہری اعمال یعنی ذکرِ لسانی و تلاوت وغیرہ زیادہ فائدہ مند یا ترقی بخش ہیں یا نہیں ؟۔

جواب: فائدہ مند ہیں اور آخرت کے درجات بلند کرتے اور گناہوں کا کفارہ ہو جاتے ہیں اور بشری کدورتوں اور جسمانی ظلمتوں کا ازالہ کرتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ "بیشک میرے قلب پر کچھ غبار آجاتا ہے اور بیشک میں اللہ تعالیٰ سے دن اور رات میں ستر مرتبہ مغفرت طلب کرتا ہوں"۔ لیکن جس مقام میں کہ وہ پہنچا ہے ص۲۰ ترقی ان اعمال کے ساتھ وابستہ نہیں ہے درجات کے فرق کے مطابق محض فضل یا صرف محبت کے ساتھ وابستہ ہے۔

پانچواں سوال: "یہ جو صوفیہ کے نزدیک مسلم ہے کہ اسلامِ حقیقی چونکہ اطمینانِ نفس کے ساتھ وابستہ ہے زوال و خلل سے محفوظ ہے اور حالانکہ جملہ عقائد میں سے ایک بات یہ ہے کہ ایمان خوف اور امید کے درمیان ہے اور رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خدا کی قسم میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہونے کے باوجود یہ نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا معاملہ ہوگا اور نہ یہ جانتا ہوں کہ تمہارے ساتھ کیا معاملہ ہوگا"۔

جواب:۔ الہام ظنی چیز ہے قطعی حکم کا موجب نہیں ہے پس خاتمہ کا مبہم ہونا باقی ہے اور خوف و امید اپنی جگہ پر ہے۔ جاننا چاہئے کہ نفسِ مطمئنہ نصِ قطعی کے مطابق راضی و مرضی ہے اور جنت کی بشارت دیا گیا ہے لیکن کسی شخص کے بارے میں اطمینان حاصل ہونے کا علم آثار و علامات سے ہے یا الہام سے جو کہ ظنی امور میں سے نہ کہ قطعی، قطعی امر ہونا وحی اور انبیاء علیہم السلام کے خبر دینے پر موقوف ہے اور اسی طرح یہ جو اس طائفہ کے نزدیک مسلّم ہے کہ الفانی لا یرد [فانی واپس نہیں لوٹتا] خاتمہ کے مبہم ہونے کو دور نہیں کرتا کیونکہ یہ مقدمہ ظنی ہے یقین حاصل ہونے کا موجب نہیں ہے اور یہ جو پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ نے فرمایا کہ "میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہونے کے باوجود نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا معاملہ ہوگا اور نہ یہ جانتا ہوں کہ تمہارے ساتھ کیا معاملہ ہوگا"۔ خاتمہ کے مبہم ہونے کی وجہ سے نہیں ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اطمینانِ نفس و حسنِ خاتمہ قطعی ہے اور اس میں شک کرنا کفر ہے بلکہ اس معنی میں ہے کہ جو کچھ دنیا و آخرت میں میرے اور دوسروں کے ساتھ کریں گے اس کی تفصیل نہیں جانتا کیونکہ علم غیب حق سبحانہٗ کے ساتھ مخصوص ہے جیسا کہ مفسرین نے کہا ہے فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (پس کسی شخص کو معلوم نہیں کہ ان لوگوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا کیا کیا سامان خزانۂ غیب میں موجود ہے، یہ ان کے لئے ان کے اعمال کا صلہ ہے) سورہ ۳۲ / ۱۷

www.maktabah.org

مکتوب ۱۱۷

حافظ محمد صادق کابلی کے نام ان کے خط کے جواب اور طالبین کو فائدہ پہنچانے کی ترغیب دینے کے بیان میں تحریر فرمایا۔

مکتوبِ مرغوب پہنچکر مسرت کا سبب ہوا، آپ نے اشتیاق کی بات لکھی تھی اس جانب کے دوستوں کو بھی مشتاق جانیں بلکہ حدیث لانا اشد شوقا [البتہ میں زیادہ شدید شوق رکھتا ہوں] کے بموجب چاہئے کہ یہ شوق بیش از بیش ہو کیونکہ جو کچھ اصل کے ساتھ منسوب ہے زیادہ ہے، فرع بھلائی کی صفات سے جو کچھ رکھتی ہے وہ اصل سے مستفاد ہے اللہ تعالیٰ شوق کے شعلہ کو بھڑکائے اور محبت کی آگ کو ص ۳۰۲
بلند کرے تاکہ المرء مع من احب [آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے] کے حکم کے مطابق معیتِ ذاتیہ تک پہنچادے اور شان و اعتبار سے گذار دے۔ دیگر یہ کہ جو شخص خلوص دل کے ساتھ آئے اُسے طریقہ سکھا دیں اور توجہات کریں اور فقیر کے دوستوں میں سے جو شخص ... بااشارات طلب کرے اس کو سکھا دیں، آپ نے ایک عزیز کے احوال جو کہ گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے ہیں لکھے تھے واضح ہوئے مبارک ہیں، استخاروں کے بعد اُن کو شریعت پر استقامت اور مشائخ (پیروں) کی محبت پر پختگی کی شرط کے ساتھ کسی معین جماعت ... کی اجازت دیدیں اور آنے میں جلدی نہ کریں اور چونکہ ایک جماعت آپ کی صحبت میں راہِ راست پر ہے اور طالبان فائدہ حاصل کرتے ہیں اس لئے کچھ عرصہ قیام کریں، حضرت پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت امیر (علی) کرم اللہ وجہہ کو فرمایا البتہ یہ بات کہ ... تعالیٰ تیرے ذریعہ ایک آدمی کو ہدایت کردے اس سے بہتر ہے کہ تیرے لئے سرخ اونٹوں کا گلہ ہو متفق علیہ۔ جس وقت آئیں برادرم محمد صبر کے مشورہ سے آئیں اور ان کو رنجیدہ نہ کریں، جانا اپنے ارادہ سے اور آنا اجازت سے (ہوتا ہے)۔ دوستوں سے خاتمہ کی سلامتی کی دعا کی امید کی جاتی ہے۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۱۸

حقائق و معارف آگاہ حضرت شاہ جیو کے نام شوق اور آلام فراق کے اظہار اور محبت کے دقائق سے قدرے آگاہ کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ العلی الاعلیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ: اخوت پناہ کمالات دستگاہ اس فرقت زدہ

www.maktabah.org

مشتاق کی جانب سے تحیت وسلام خیر انجام مطالعہ فرمائیں، (جملہ) احوال ہر طرح سے حمد کے لائق ہیں اللہ تعالیٰ سے آپ کی سلامتی وعافیت اور ظاہر وباطن میں استقامت کی دعا کی گئی ہے۔ آخری گرامی نامہ جو آپ نے شہر دہلی سے بھیجا تھا اور دوسرا جو کہ خواجہ محمد افضل کے ہاتھ ارسال کیا تھا پہنچکر مسرت بخش ہوئے، اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے کہ آپ عافیت سے ہیں اور خلیفۂ وقت (بادشاہ) سے عنایات دیکھی ہیں، سب دوستوں کی خوشی کا سبب ہوا آپ نے اشتیاق کی بات لکھی تھی اور جدائی کے غموں کا اظہار کیا تھا اس دور افتادہ کے اس سے زیادہ تصور فرمائیں اور حدیث شریف ألا طال شوقہم وانی الیہم لاشد شوقا [البتہ میں زیادہ شوق رکھتا ہوں] پڑھیں کیوں زیادہ نہ ہو کیونکہ آپ کا شوق تقسیم شدہ ہے ایک شوق ہے جو آپ کو کشاں کشاں لیجاتا ہے اور غالب آگیا ہے اور ایک شوق ان پسماندگان کا ہے اور اس جانب کا شوق غیر منقسم ہے، امید ہے کہ شوق کا شعلہ بھڑک جائے اور محبت کی آگ بلند ہو جائے تاکہ المرء مع من احب [آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے] کے حکم کے مطابق آفاق وانفس سے رہائی دلائے اور شان واعتبار سے گذار دے اور محبتِ ذاتیہ تک پہنچادے، اگرچہ صفت وشان کو ذات تعالیٰ سے کسی وقت جدائی وعلیحدگی نہیں ہے لیکن ذات سبحانہٗ سے محبت کرنے والے کو محبتِ ذاتیہ کے باعث ذاتِ محض کے ساتھ معیت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہاں شان واعتبار سے کچھ ملحوظ نہیں ہے، یہ محبت کی خصوصیات وعجائبات میں سے ہے کہ محبوب کو اس کی صفات وشیونِ ذاتیہ سے خالی کر دیتی ہے اور محب کو اسی راہ سے داخل (واصل) کر دیتی ہے۔ مشہور ہے کہ ہنس نام کا ایک جانور ہے اگر دودھ اور پانی کو ملا کر اس کے سامنے رکھ دیں تو وہ اس میں سے صرف دودھ کو پی لیتا ہے اور پانی الگ رہ جاتا ہے، اور جس مسئلہ میں ہم گفتگو کر رہے ہیں وہ اس سے بھی نازک تر ہے کیونکہ دودھ اور پانی دو مختلف ماہیتیں ہیں جو کہ آپس میں ملی ہوئی ہیں اور صفات کو جن کا کہ ذات تعالیٰ سے ازل وابد کے اعتبار سے جدا ہونا واقع بلکہ ممکن نہیں ہے یہ انسان کامل معیت ومحبت کی راہ سے جدا کر دیتا ہے حدیث شریف میں ہے کہ حضرت علی (کرم اللہ وجہہ) کو برا مت کہو پس بیشک وہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں محو ہو چکے ہیں عن کعب ابن عجرہ اعطا۔ اس قسم کی محبت محض عنایت ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت کا اثر ہے کیونکہ سبقت اس جانب سے ہے کہ یُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهٗ [وہ ان سے محبت کرتا ہے اور وہ اس سے محبت کرتے ہیں] کسی نے خوب کہا ہے ؎ مائدہ ۵

ادائے حقِ محبت عنایتے ست زدوست　　　وگرنہ عاشقِ مسکیں بہیچ خورسند است

[محبت کے حق کا ادا ہونا دوست کی ایک عنایت ہے ورنہ عاشقِ مسکین کچھ نہ ہونے سے بھی خوش ہے]

حضرت امیر (علی کرم اللہ وجہہ) جو کہ محبت ذاتیہ تک پہنچے ہیں اور ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی ذات میں محویت والی حدیث وارد ہوئی ہے یہ حق جل وعلا کی محبت کا اثر تھا کہ ان کو اس درجہ تک

www.maktabah.org

پہنچا دیا۔ حدیث شریف میں آیا ہے "اے علیؓ! بیشک جبرئیل (علیہ السلام) کا گمان ہے کہ وہ آپ سے محبت کرتے ہیں، انھوں نے کہا اور کیا آپ کو (وحی) پہنچی ہے کہ بیشک جبرئیل مجھ سے محبت کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں اور جو جبرئیل سے بہتر ہے (یعنی) اللہ عزوجل آپ سے محبت کرتا ہے الحسن بن سفیان عن ابی الصعالیک الانصاری۔ دیگر یہ کہ اللہ سبحانہ کے کرم سے فقیر کو ان دنوں میں آرام ہے۔ یہ چند غیر مربوط کلمات لرزتے ہوئے ہاتھ گریاں آنکھ اور خستہ دل کے ساتھ لکھے ہیں۔ حق سبحانہ آپ کو اپنی امان میں رکھے۔ ع

اے غائب از نظر بخدا می سپارمت [اے وہ شخص جو نگاہ سے اوجھل ہے میں تجھ کو خدا کے سپرد کرتا ہوں]

یقین ہے کہ اس ناکارہ کو مقاماتِ متبرکہ میں دعائے خیر سے فراموش نہیں کریں گے اور اس مسکین کے فقیرانہ سلام کو رسالت پناہ علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہِ پُرجاہ میں پہنچا دیں گے۔ دیگر یہ کہ خادم الفقراء شیخ عزیز اللہ خدمت میں مستعد و مشغول ہے (یہ اس لئے لکھا) تاکہ واضح رہے، والسلام اولاً و آخراً۔

۲۰۳

مکتوب ۱۱۹

حقائق و معارف آگاہ مخدوم زادۂ عالی مرتبہ شیخ عبد الاحد کے نام اس بات کے جواب میں کہ سالک نماز کے دوران کس چیز کی طرف متوجہ ہو اور نمازِ وسطیٰ و ساعتِ جمعہ و اسمِ اعظم کے مبہم ہونے اور مدینہ کی مسجد کی فضیلت و بزرگی کے بارے میں اور اس بیان میں تحریر فرمایا کہ حقیقتِ قرآنی اور تنزل بلا کیف کس چیز سے عبارت ہے۔

الحمد للہ العلی الاعلیٰ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ! آگاہ رہیں کہ آنجناب فرزند ارجمند شیخ عبد الاحد نے اس مسکین سے پوچھا تھا کہ "سالک نماز کے دوران کس چیز کی طرف متوجہ ہو، یعنی ذاتِ بحت کی طرف جو کہ حقیقی مسجود و معبود ہے یا قرآن مجید کی طرف جو کہ متلوِ نماز ہے یا کعبہ کی طرف جو کہ مسجود الیہ ہے، یا خشوع و خضوع و تعدیلِ ارکان کی طرف کہ جن کا اس کو حکم دیا گیا ہے یا ان سب امور کی طرف ایک ساتھ (مشغول ہونا چاہئے) اور لوگوں سے ان سب صورتوں میں سے ہر ایک پر شبہات (قائم ہوگئے) ہیں"۔ اے سعادت آثار! نمازی کے لئے جو کچھ ضروری ہے اور جن امور کا اس کو حکم دیا گیا
پ ۱۸ ہے وہ نماز کے ارکان و قومہ و جلسہ و طمانیت و خشوع و خضوع کی طرف متوجہ ہونا ہے؛ قَدْ اَفْلَحَ
۲۳ / ۲۰۱ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ [وہ مومنین کامیاب ہوگئے جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں] اور نماز میں خشوع مثلاً قیام میں سجدہ کی جگہ پر نگاہ لگا دینا وغیرہ اور نیز قرآن پاک کی قراءت کی طرف

www.maktabah.org

متوجہ ہونا اور اگر وہ اہلِ حقیقت میں سے ہے تو اس کے معانی و اسرار میں غور و فکر کرنا ہے ورنہ استغفار سمجھے کہ یہ حق جلّ و علا کا کلام ہے اور ذاتِ بحت کی طرف متوجہ ہونا نماز کے مامورات میں سے نہیں ہے اس کے باوجود ہم کہتے ہیں کہ ان امور کی طرف متوجہ ہونا عین ذاتِ مسجود کی طرف متوجہ ہونا ہے کیونکہ ذاتِ بحت اسماء و صفات کا لحاظ کئے بغیر جیسا کہ آپ نے لکھا ہے توجہ و مراقبہ و تصور و تعقل سے بالاتر ہے، رہا وہ عارف جو کہ ذاتِ بحت سے واصل ہے اور وصلِ عُریانی کے ساتھ ممتاز ہے اس کا معاملہ جدا ہے، نماز ادا کرتے وقت خاص طور پر اُس کے باطن کو اُس بارگاہِ عالی کے ساتھ اتصال اور ظاہر سے انقطاع پیدا ہو جاتا ہے اس کا ظاہر ارکان کی طرف متوجہ ہے اور اس کا باطن وصلِ عُریاں میں (رہتا ہے اور اس میں) کوئی تضاد نہیں ہے اور جو شخص کہ اس وصل (عُریاں) کے ساتھ مشرف نہیں ہے اس کی ارکان کی طرف توجہ ہی ذاتِ بحت کی طرف توجہ ہے اور ذاتِ بحت کو صفات کے لحاظ کے بغیر مسجود قرار دینا محلِ تامل ہے ذات جامعِ صفات مسجود کیوں نہ ہو کیونکہ ذات کو کسی وقت بھی صفات سے علیحدگی و جدائی نہیں ہے اور عارفِ کامل کا معاملہ کہ جس کی توجہ کا قبلہ احدیتِ مجردہ کے سوا نہیں ہے (اس سے) مستثنیٰ ہے جیسا کہ بیان ہوا اگرچہ صفات کو ذات سے علیحدگی نہیں ہے لیکن اس عارف کو محبت ذاتی کے باعث ذاتِ بحت کے ساتھ ایک ایسی معیت ہے کہ صفات میں سے اس مقام میں کچھ بھی ملحوظ نہیں ہے پس (ذات سے صفات کی) یہ علیحدگی محبت و گرفتاری میں ہے اور بس اور یہ معیت المرء مع من احب [آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے] کے حکم کے مطابق اس محبت کے باعث ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ "اگر کعبہ یا قرآن مجید کی طرف متوجہ ہو تو ان کی حقیقت کی طرف متوجہ ہو یا ان کی صورت کی طرف ہو، اگر اُن کی حقیقت کی طرف متوجہ ہو تو جو شخص کہ ان کی حقیقت تک نہیں پہنچا ہے وہ کس طرح ان کی حقیقت کی طرف متوجہ ہوگا، اگر ان کی صورت کی طرف متوجہ ہو تو یہ بات قرآن مجید کے بارے میں تو درست آسکتی ہے کیونکہ وہاں الفاظ و معانی و قصص ہیں لیکن کعبہ میں ذرا بھی درست نہیں آتی کیونکہ محض سنگ و کلوخ کو قبلہ نہیں بنا سکتے خاص کر اس کے سامنے نہ ہونے کے وقت بھی۔"

سعادت آثار! نمازی کو چاہیئے کہ اس کی صورت کی طرف متوجہ ہو، اگر وہ اہلِ حقیقت میں سے ہے تو وہ صورت سے حقیقت کی طرف چلا جاتا ہے اور حقیقت کو صورت میں دیکھتا ہے اور اگر وہ اہلِ حقیقت میں سے نہیں ہے تو صورت کی طرف متوجہ ہونا بھی اس کے لئے غنیمت ہے، اور یہ جو لوگوں نے پتھروں اور ڈھیلوں کو کعبہ کی صورت قرار دیا ہے ایسا نہیں ہے کیونکہ اگر پتھر اور ڈھیلے درمیان میں نہ ہوں اور چھت اور دیواریں نہ ہوں کعبہ تب بھی کعبہ ہے اور مخلوقات کا مسجود الیہ ہے بلکہ صورت کعبہ ایک ایسا

www.maktabah.org

معنی ہے کہ عقلیں اس کو سمجھنے سے عاجز ہیں، یہ صورت حقیقت کی صفت رکھتی ہے اور حقیقتِ کعبہ اس سے
ماوراء ہے جبکہ عقلیں اس کی صورت کو سمجھنے سے عاجز ہیں تو وہ حقیقت تک کیا پہنچیں گی، اور نیز ہم کہتے ہیں
کہ کعبہ کی طرف متوجہ ہونا یہی ہے کہ کعبہ کی جانب نماز پڑھے، اس توجہ کے سمجھنے اور کعبہ کو خیال میں لانے کی
کیا ضرورت ہے اس کی جہت کی طرف توجہ کرنے سے ہی کعبہ کی برکات سے فیض یاب ہو جاتا ہے اور اس
کی حقیقت سے بہرہ مند ہو جاتا ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ صلوٰۃِ وسطیٰ و ساعتِ جمعہ و اسم اعظم کے تعین میں اخبار و آثار (احادیث و
روایات) میں بہت تضاد ہے اور جو کچھ تیرے کشف میں آیا ہو اور جو اُس سے مفہوم ہوتا ہو تو تعین کرتا کہ
خدشہ دل سے دُور ہو جائے اور لوگوں کو بہت سے فوائد حاصل ہوں۔ اے عزیز! جس چیز کو کہ حق تعالیٰ نے
مبہم چھوڑا ہو اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے امت پر اس تمام شفقت اور اس کی خیرخواہی
کے باوجود بیان نہ فرمایا ہو، ہمیں اور تمہیں (حق) نہیں پہنچتا کہ اس بارے میں لب کشائی کریں اور اپنے خواب و ص ۲۰۶
خیال سے اس معما کو حل کریں ابھموا ما ابھم اللہ [جس کو اللہ تعالیٰ نے مبہم رکھا تم بھی اس کو مبہم رکھو] آپ نے
سنا ہوگا، بظاہر اس ابہام میں بندوں کی مصلحتیں اور اُن کے فائدے منظور ہوں گے مثلاً یہ کہ لوگ اسماءِ
(الٰہی) کی تعظیم کریں۔ یہ ابہام شبِ قدر و بعثتِ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے روزِ پیدائش و
وفات کے ابہام کی طرح ہے اور ہر کسی سے برکات حاصل کریں اور جمعہ کے پورے دن کو جمعیت و حضور،
تضرع و دعا کے ساتھ معمور رکھیں اور تمام نمازوں کی پوری حفاظت کریں، بظاہر دل میں اس تردد کا
قرار پکڑنا اس کے رفع سے بہتر ہے۔ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ
نے کچھ فرائض فرض کئے ہیں پس تم ان کو ضائع مت کرو اور کچھ حدیں مقرر کی ہیں پس تم ان سے تجاوز نہ کرو
اور کچھ چیزوں کو حرام کیا ہے پس تم اُن کا ارتکاب نہ کرو اور تم پر رحمت کی خاطر کسی بھول کے بغیر بعض
چیزوں سے سکوت فرمایا ہے پس تم اُن کی کرید مت کرو۔

آپ نے لکھا تھا کہ حضرت جیو[1] قدس سرہ نے فرمایا تھا کہ میں نے ایک روز ملائکہ عظام کو دیکھا
مساجدِ متبرکہ کو درجہ بدرجہ لکھتے ہیں پہلے انھوں نے مسجدِ حرام عظمہا اللہ تعالیٰ لکھی اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ
علیہ و آلہ وسلم کی مسجد اس کے بعد (مسجدِ) اقصیٰ کو لکھا اس کے بعد چوتھے درجہ میں سرہند کی مسجد کو لکھا
اس مسجد کی بزرگی اس بشارت سے معلوم ہوئی لیکن چونکہ ان مساجدِ متبرکہ کے ذیل میں واقع ہوئی ہے جو ہیں
نیکیوں کا کئی گنا ہونا منصوص ہے امید ہے کہ یہاں بھی اس کے درجہ کے مطابق کئی گنا ثواب ہوگا
اگر تو اس بارے میں متوجہ ہو تو بظاہر بشارت پائے گا جو کہ طالبین و عاملین کے لئے بہت زیادہ شوق دلانے کا

[1] غالباً حضرت خواجہ محمد عبید اللہ مروج الشریعۃ مراد ہیں (مترجم)

www.maktabah.org

باعث ہوگی"۔ میرے مخدوم! نیکیوں کا کئی گنا ہونا کوئی ایسا امر نہیں ہے کہ جس میں گمان اور اندازے سے حکم کیا جاسکے یا خواب و حال سے تعین کرسکیں جبتک کہ نص وارد نہ ہو جیسا کہ تینوں مسجدوں کے بارے میں ہے ورنہ اس مسجد (مسجد سرہند) کی فضل و بزرگی و شان و عظمت اور اس میں نیکیوں کے کئی گنا ہونے کے بارے میں لوگوں نے بہت سی باتیں دیکھی اور مشاہدہ کی ہیں کہ جن کی تفصیل کی وقت اور کاغذ میں گنجائش نہیں ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ "مکتوبات شریف (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ) میں مذکور ہے کہ کسی چیز کی حقیقت اس کے فیضِ وجودی و توابعِ وجودی کے مبدأ سے عبارت ہے اور وہ چیز اس (حقیقت) کے ظل کی مانند ہے تو حقیقتِ قرآنی کس چیز سے عبارت ہوگی اور اس سے اوپر جانا کس طرح متصور ہوگا۔ میرے مخدوم! (یہ) کوئی بعید از فہم مقام نہیں ہے (یہ) اس طرح پر ہے کہ شیوناتِ ذاتیہ صفاتِ حقیقیہ کے فیضِ وجودی کے مبادی ہیں اور صفات اُن شیونات کے ظلال کی مانند ہیں اور شیونِ ذاتیہ سے ترقی جائز بلکہ واقع ہے کما لا یخفی علی اربابہ [جیسا کہ اس کے مقام والے حضرات پر مخفی نہیں ہے]۔ مکتوب

آپ نے پوچھا تھا کہ "مکاتیبِ عالیہ میں واقع ہوا ہے کہ جب معاملہ اصل اور اصل (الاصل) سے گذر جاتا ہے اور ذاتِ بحت تعالیٰ تک جا پہنچتا ہے تو اس مقام میں ذکر کو ترقی میں کوئی دخل نہیں ہے اور قرآن مجید کے سوا ترقی کا کوئی وسیلہ و سبب نہیں ہے یہاں تک کہ اگر کلمۂ طیبہ کو قرآن مجید کی نیت سے پڑھا جائے تو فائدہ بخشتا ہے اور ترقی کا باعث ہوتا ہے اور انھوں (حضرت عالی قدس سرہ) نے دوسرے مکتوب میں تحریر فرمایا ہے کہ جب نظر و قدم (دونوں) پیچھے رہ جاتے ہیں اور پر و بال ہمت ہار دیتے ہیں اور معاملہ غیبِ صرف کے ساتھ جا پڑتا ہے تو اس مقام میں کلمۂ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے پاؤں کے بغیر نہیں جا سکتا اور اس کلمۂ مقدسہ کی آغوش میں آئے بغیر اس مسافت کو طے نہیں کرسکتا الخ۔ ان دونوں کلاموں کے درمیان تطبیق کی صورت کس طرح ہوگی"۔ اس سوال کا جواب بھی حضرت عالی (قدس سرہ) کے کلام سے ہی نکل آتا ہے جس جگہ کہ انھوں نے تحریر فرمایا ہے کہ "اگر کلمۂ طیبہ کو بھی قرآن مجید کی نیت سے پڑھے تو فائدہ بخشتا ہے کیونکہ یہ دونوں مبارک کلمے قرآن مجید سے ہیں پس اگر قرآن مجید کی نیت سے پڑھا تو مفید اور ترقی بخش ہوگا۔ مکتوب ۲۲

دوسرا جواب یہ ہے کہ (ان) دونوں کلاموں میں کوئی تضاد نہیں ہے کہ جو تطبیق دی جائے کیونکہ پہلے کلام میں مذکور ہے کہ "معاملہ ذاتِ بحت سے جا پڑتا ہے" اور یہ جو دوسرے کلام میں مذکور ہے کہاں سے معلوم ہوا ہے کہ معاملہ ذاتِ بحت کے ساتھ ہے، ہوسکتا ہے کہ شیون و اعتبارات کے ساتھ متعلق ہو یا ذات سے مراد کوئی شان یا اعتبار ہو، غیبِ صرف کو شیون سے خالی ذات کے ساتھ مخصوص کرنا ممنوع (ناقابلِ تسلیم) ہے اور لفظ "نتواں رفت" (نہیں جا سکتا) اور "قطع مسافت نتواں نمود" (مسافت طے نہیں کرسکتا)

www.maktabah.org

اس شخ کی مؤید ہے کیونکہ ذاتِ بحت میں جانا اور قطع مسافت کرنا مناسبت نہیں رکھتا (یعنی ممکن نہیں ہے) اور یہ جو پہلے کلام میں مذکور ہے کہ قرآن مجید کے سوا ترقی کا کوئی وسیلہ اور سبب نہیں ہے، یہ ترقی قطع مسافت کے باعث نہیں ہے بلکہ اس جگہ ترقی نسبت و رابطے کے زیادہ ہونے کے معنی میں ہے اور نیز جو کچھ ہمارے حضرتِ عالی (قدس سرہ) کے نزدیک تحقیق ہے وہ یہ ہے کہ نظر کو کسی جگہ کوتاہی نہیں ہے اور وہ ہر جگہ گذر رکھتی ہے اور وصولِ نظری مرتبۂ ذاتِ بحت میں ثابت ہے پس نظر کا پیچھے رہ جانا جو کہ دوسرے کلام

ص ۲۰۸ میں مذکور ہے حقیقت پر محمول نہیں ہے اور جب قدم اس مقام میں نظر کے قریب ہے تو ہو سکتا ہے کہ اس کی کوتاہی بھی حقیقت پر (محمول) نہ ہو اور نظر و قدم دونوں کی کوتاہی شہود پر محمول ہو نہ کہ وجود پر یعنی عارف کے شہود میں قدم پیچھے رہ جائے، پس ہو سکتا ہے کہ حقیقت میں ایسا نہ ہو اور اس اعتبار سے یہ مرتبہ ذاتِ بحت سے نیچے ہو اگر کہیں کہ رویتِ بصری و مشاہدۂ قلبی دونوں دنیا میں واقع نہیں ہیں تو اُس بارگاہ میں وصولِ نظری کس معنی میں ہوگا، ہم کہتے ہیں کہ یہ نظر رویت و مشاہدہ سے ماوراء ایک بے کیف امر ہے جب تک تو اس کو نہ پہنچے اس کے معنی کو نہیں سمجھ سکے گا، گویا کہ متشابہات کی قسم سے ہے۔

ہمارے حضرت عالی (قدس سرہ) نے تحریر فرمایا ہے کہ "وصولِ نظری اور وصولِ قدمی اس معنی میں نہیں ہے کہ وہاں شہود و مشاہدہ ہے یا قدم کی گنجائش ہے اس جگہ تو بال کی (بھی) گنجائش نہیں ہے قدم کی کیا ہو گی بلکہ ایک مجہول کیفیت والا وصول ہے، اگر صورتِ مثالیہ میں نظر کے ذریعے سے منقش ہوا تو (اس کو) وصولِ نظری کہتے ہیں اور اگر قدم کے ذریعے سے ہے تو وصولِ قدمی ہے ورنہ نظر و قدم دونوں اس بارگاہ سے بیخود و حیران ہیں۔" تحقیق مطلب یہ ہے کہ ایک مقام کا کئی مواقع پر ظہور ہوتا ہے سب سے آخری ظہور اس مقام کی اصل ہے اور دوسرے ظہورات اس کے نمونے ہیں اور اصل و نمونہ میں سے ہر ایک کے احکام مختلف ہیں اگرچہ سالک نمونہ تک پہنچنے کے وقت اس کو اصل سمجھتا ہے لیکن اصل تک پہنچنے کے بعد سابقہ ظہورات کو ظلال اور نمونے سمجھے گا، پس ہو سکتا ہے کہ قرآن مجید کے ساتھ ترقی ہونے کی خصوصیت مقامِ اصل کا خاصہ ہو جو کہ حقیقت میں مرتبۂ احدیتِ ذات تعالٰی ہے اور اس کے نمونوں میں ترقی کلمۂ طیبہ کے ساتھ وابستہ ہو پس شبہ جاتا رہا۔

آپ نے پوچھا تھا کہ "نزول بلا کیف کس چیز سے عبارت ہے، اس تجلّی سے ہے جو کہ عالمِ خلق سے تعلق رکھتی ہے یا اس تجلّی سے ہے جو کہ عالمِ امر سے متعلق ہے، اگر عالمِ خلق سے تعلق رکھتی ہے تو چاہیے کہ حاسۂ بصر (دیکھنے والی حس) سے ہو اور یہ مسلّمہ امر کے خلاف ہے کیونکہ رویت دنیا میں واقع نہیں ہے اور اگر عالمِ امر سے تعلق رکھتی ہے تو چاہیے کہ جو شخص عالمِ امر میں سیر رکھتا ہو اس کو یہ امرِ عظیم پیش آئے

www.maktabah.org

اور یہ نہایت بعید ہے۔" جواب: ہم نہیں مانتے کہ جو چیز عالمِ خلق سے تعلق رکھتی ہے حاسۂ بصر کے
۲۰۹ ساتھ اس کا ادراک ہو۔ اہلِ ریاضت و صفا پر عالمِ خلق کی بہت سی چیزیں منکشف ہوتی ہیں اور ملک اور
اہلِ زمانہ کے انقلاب کو مختلف شہروں میں مشاہدہ کرتے ہیں اور کعبہ اور اس کا طواف کرنے والوں کو دیکھتے
ہیں اور قوتِ باصرہ کو اس مقام میں کوئی دخل نہیں ہے ورنہ چاہیے کہ اندھا شخص غیبی امور کی اس دید و
مشاہدہ سے محروم ہو کیونکہ وہ قوتِ باصرہ نہیں رکھتا اور حالانکہ اہلِ صفا میں سے اندھا اور آنکھوں والا
غیبی امور کے کشف میں برابر ہیں اور نیز چاہیے کہ جو انبیا و ولایت کے درجۂ کمال کو پہنچ گیا ہے اس تجلی
سے جو کہ عالمِ خلق سے تعلق رکھتی ہے بے بہرہ ہو۔ اور یہ جو (آپ نے) دوسری شق میں لکھا ہے کہ "جو شخص
عالمِ امر میں سیر رکھتا ہو اس کو یہ امرِ عظیم یعنی اس تجلی کا مشاہدہ پیش آنا چاہیے" یہ بھی غیر مسلم ہے کیونکہ
عالمِ امر کے پانچ لطیفے ہیں اور ہر لطیفہ ایک عالم ہے جو عالمِ خلق سے کئی گنا زیادہ ہے مثلاً جو تجلی کہ ایک
لطیفہ سے تعلق رکھتی ہو دوسرے لطیفہ والا شخص کہ جس کی سیر اس لطیفہ میں ہے کیا ضروری ہے کہ
وہ اس تجلی سے باخبر ہو بلکہ اسی لطیفہ کی سیر والے کو (بھی) اس تجلی کا علم ہونا کیا ضروری ہے، ہم اور تم
کہ عالمِ خلق میں اقامت رکھتے ہیں جو کہ عالمِ امر کے ہر لطیفہ سے تنگ اور چھوٹا ہے اور بہت سی چیزیں
اس عالم میں گذرتی ہیں اور عرش و کرسی اور آسمانوں میں عجیب و غریب امور ظاہر ہوتے ہیں بلکہ بعض
انقلابات روئے زمین پر وارد ہوتے ہیں بلکہ اس شہر اور علاقے میں پیش آتے ہیں اور ہم کو ان کی اطلاع
نہیں (ہوتی) ہے اور نیز جو تجلی کہ عالمِ خلق سے تعلق رکھتی ہے اس کی رویت ذاتِ حق جل و علا کی رویت
نہیں ہے کہ جو دنیا میں واقع نہ ہو بلکہ ظلال میں سے کسی ظل کی رویت ہے کہ جس کی رویت میں کوئی مانع
نہیں ہے۔ آپ کی یہ عبارت کہ "نزول بلاکیف کسی چیز سے عبارت ہے تجلی سے ہے جو کہ عالمِ خلق سے تعلق
رکھتی ہے الخ" بعض دوستوں نے کہا کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اس تجلی سے (عبارت) ہے جس کا ادراک عالمِ
خلق کے ساتھ تعلق رکھتا ہے جو کہ حاسۂ بصر ہے یا اس کا ادراک عالمِ امر کے ساتھ ہے، اگرچہ یہ معنی اس
عبارت سے بعید ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ نزول متشابہات کی قسم کا ایک امر ہے کہ اس پر ایمان لانا چاہیے
اور اس کی کیفیت اللہ تعالیٰ کے علم کے سپرد کرنی چاہیے، تمثل و تشکل (مثل ہونا اور شکل اختیار کرنا) کی قسم
سے نہیں ہے۔ اور جب یہ امر بعض خاص الخاص حضرات پر منکشف ہوگا تو حاسۂ بصر کے بغیر ہوگا، اگر یہ ادراک
عالمِ امر سے تعلق رکھتا ہو تو ضروری نہیں ہے کہ جس شخص کی سیر عالمِ امر تک پہنچ گئی ہو وہ اس معما کو پالے
یا بظاہر کوئی مانع ہوگا یا اس انکشاف کو اس میں پیدا نہیں کیا گیا ہوگا جس طرح کہ جن اور فرشتے اور تمام
لطیف اجسام ہماری نگاہوں کے سامنے ہوتے ہیں اور محسوس نہیں ہوتے۔ یا ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ ادراک

www.maktabah.org

حاسۂ بصر اور حاسۂ قلب وغیرہ عالمِ امر کے ماوراء ثابت ہے اور وہ انسانِ کامل کی ہیئتِ وحدانی ہے جو کہ عالمِ خلق و عالمِ امر کے مجموعے سے حاصل ہوئی ہے اور ہیئتِ وحدانی اس کو لاحق ہوئی ہے یا (اللہ تعالیٰ) ص۲۱
اُس کا علمِ ضروری عارف میں پیدا کر دیتا ہے، یہ شبہ اُن مقامات و درجات کے انکشاف میں عارض ہوتا ہے جو کہ اہل اللہ کو حاصل ہیں اور وہ اہل اللہ ظل سے اصل تک جاتے ہیں اور صفات سے شیونات و صفاتِ سلبیہ تک اور اس سے ذات تعالیٰ و تقدس تک ترقی کرتے ہیں، ان امور کا ادراک اگر حاسۂ بصر سے تعلق رکھتا ہو تو لازم آتا ہے کہ ذات تعالیٰ دنیا میں نظر آ جائے، اور صفات جو کہ معانی (پوشیدہ امور) ہیں کس طرح نظر آئیں گے اور شیون و اعتبارات ذاتیہ اور امورِ سلبیہ کی رویت کا کیا امکان ہوگا اور اگر (ان امور کا ادراک) عالمِ امر سے تعلق رکھتا ہو تو جس شخص کی سیر عالمِ امر تک پہنچ جائے اگرچہ اس نے دائرۂ امکان کو پورا نہ کیا ہو اور فنا تک نہ پہنچا ہو یہ تمام درجات اس پر منکشف ہو جانے چاہئیں اور کوئی ذرا سی بات بھی اس پر پوشیدہ نہیں رہنی چاہیے۔ اور جو امور تمام اولیاء و انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات پر منکشف ہوئے اس پر بھی منکشف ہونے چاہئیں اور اس کا فساد اظہر من الشمس (بالکل واضح) ہے فما جوابکم فھو جوابنا (پس جو تمہارا جواب ہے وہی ہمارا جواب ہے)۔

آپ نے لکھا تھا کہ جو سالک کسی قدر نقص کے ساتھ متصف ہو (اگر) وہ اس تجلی کے ساتھ مشرف ہو جائے (تو کیا) اس کی تصدیق کی جا سکتی ہے۔ اے سعادت آثار! یہ یافت اور یہ دید کامل و مکمل حضرات کے ساتھ مخصوص ہے اگر یہ سالک اس کمال تک پہنچ گیا ہے اور نقص کی بات اس نے کسرِ نفسی کے طور پر کہی ہے تو اس کی تصدیق کی جا سکتی ہے۔ الحمد للہ اولاً و آخراً والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ دائماً سرمداً و علیٰ آلہ الکرام و صحبہ العظام۔

مکتوب ۱۲۰

شیخ حسین منصور کے نام اُن کے سوالات کے جواب میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، الحمد للہ علیٰ نوالہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ نبیہ و آلہ۔ مکتوبِ مرغوب پہنچ کر مسرت بخش ہوا، آپ نے دو مکتوب اس سے پہلے ارسال کیے تھے (اور) اُن کا جواب مانگا تھا، میرے مخدوم! ایک مکتوب نہیں مل سکا اور ایک مل گیا جو کہ چند سوالات پر مشتمل تھا، اس کا جواب لکھتا ہوں۔ آپ نے حزن و بے مزگی اور بے حلاوتی کے بارے میں جو کہ پیش آتی ہے لکھا تھا اور اس کا سبب دریافت کیا تھا۔ اے سعادت آثار! واجب تعالیٰ سے ممکن کا حصہ عجز و انکسار و خرابی و نایافت (نہ پانا) ہے

www.maktabah.org

ص۲۱۱ ؎ عاشقاں رانصیب از معشوق جز خرابی وجاں گدازی نیست

{عاشقوں کو معشوق سے خرابی اور جاں گدازی کے سوا اور کچھ نصیب نہیں ہے}

مقید مطلق کو کیا پائے اور محدود لا محدود کو کس طرح احاطہ کرے، جہاں کہیں جاتا ہے قید یا بندش اپنے ساتھ رکھتا ہے اطلاق صرف کے لائق نہیں ہے اس لئے بے حلاوتی و بے مزگی ہر وقت اس کی دامنگیر ہوگی اور وہ غم واندوہ کا نشانہ بنے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم دائمی حزن اور متواتر فکر میں رہتے تھے ؎

مے وصل نیست وحشی بخمار ہجر خوکن کہ شراب ناامیدی غم درد سر ندارد

{اے وحشی! وصل کی شراب نہیں ہے جدائی کے خمار کی عادت کر لے کیونکہ ناامیدی کی شراب درد سر کا غم نہیں رکھتی}

دیگر یہ کہ طالبین میں سے جس کسی کو ظہور کامل حاصل ہو جائے تو اس کو ذکر سے روک کر اسی حضور کے ساتھ رہنے دیں اور اگر اس نے اس حضور میں ترقی پیدا کی تو بہتر ہے ورنہ پھر ذکر میں لے آئیں تاکہ ترقی کی راہ کھل جائے، جس سالک کو نماز ادا کرنے کے دوران استغراق اس قدر غالب آجائے کہ نہ اس کو قرأت سننے کا شعور رہے اور نہ ارکان ادا کرنے کا ہوش رہے اس کے باوجود تمام ارکان اس سے ادا ہو جائیں اگر وہ پورے رکن میں شعور نہ پائے تو اس کی نماز فاسد ہونی چاہیے، يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ {اے ایمان والو! تم ایسی حالت میں نماز کے نزدیک نہ جاؤ کہ تم نشہ میں ہو یہاں تک کہ تم سمجھنے لگو کہ تم کیا کہہ رہے ہو} نسآء ۴۳ اس سالک کا سکر اگرچہ محبت کے باعث ہے لیکن شرح شریف کی رو سے کچھ فرق نہیں ہے جس وقت یہ استغراق نماز کے جائز ہونے میں خلل ڈالے تو اس حالت کے باقی رہنے میں کوشش نہ کریں بلکہ اس حالت کو دور کرنے میں کوشش کرنا لازم ہے۔

نیز پوچھا گیا تھا کہ اگر کسی سالک کو ایسی دائمی حالت پیدا ہو جائے کہ اپنے آپ کو اور ماسوا کو معدوم پائے اور اس تعالیٰ شانہٗ کے سوا کچھ موجود نہ پائے لیکن کمالات کی ظلیت اور اس کا اصول کے ساتھ لاحق ہونا نہ پائے تو کیا اس حالت والا صوفیائے کرام کی اصطلاحی فنا تک پہنچا ہوگا یا نہیں۔ جواب: وہ فنائے جزیہ کو پہنچا ہوا ہے فنائے مطلق کو اس وقت پہنچتا ہے جبکہ یہ عدمیت کا حصول ظلیت کے علم اور اصل کے ساتھ لحوق کی راہ سے پیدا ہوا ہو اس معنی کو صاحب علم خود پائے یا کوئی دوسرا عارف کشف یا فراست سے اس کی صفات کے لحوق کو معلوم کر لے اور دیکھ لے اور اس کی فنا کا حکم کرے، فنائے مطلق اس اسم تک وصول اور اس اسم میں فنائیت کے ساتھ وابستہ ہے جو کہ سالک کا مبدأ تعین ہے اور عدمیت وصول میں استہلاک نہیں ہے، حاصل مطلب یہ کہ اسم مذکور کی ہستی نے سالک کی قوت ادراک پر غلبہ پالیا ہے سالک نے اپنی ہستی کو اس کے سامنے پوشیدہ پایا اور اپنے آپ کو معدوم دیکھا ہے اور جب اس اسم میں

www.maktabah.org

فانی ہو جاتا ہے اور وجود اور وجود کے تابع کمالات کو اس سے دیکھتا ہے اور اس کے ساتھ ملحق پاتا ہے تو فنائے مطلق کو پہنچ جاتا ہے۔ دیگر یہ کہ جائز ہے کہ جو سالک محمدی المشرب نہ ہو وہ اپنے شیخ (پیر) کی صحبت و توجہ سے جو کہ محمدی المشرب ہے کمالاتِ ولایتِ محمدی تک پہنچ جائے اور اس ولایت کی خصوصیات سے مشرف ہو جائے لیکن اس کو محمدی المشرب یا صاحبِ ولایتِ محمدی نہیں کہہ سکتے کیونکہ یہ کمال اس میں قسری (کسی کے زبردستی کھینچنے سے) و تبعی (کسی کی پیروی کا) ہے نہ کہ ذاتی و طبعی، اس کی ولایت اسی نبی کی ولایت ہے کہ وہ بالذات جس کے قدم پر ہے اور یہ جو ہمارے حضرت عالی قدس اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس کے کلام میں پایا جاتا ہے کہ انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کلی طور پر خلقت کی طرف رخ رکھتے ہیں اس معنی میں ہے کہ وہ ظاہر و باطن میں مخلوق کی طرف متوجہ ہیں اور صورت و معنی کے اعتبار سے خلقت کو (اللہ تعالیٰ کی طرف) دعوت فرماتے ہیں نہ اس معنی میں کہ ان کا ظاہر خلقت کے ساتھ ہے اور باطن حق جل و علا کے ساتھ جیسا کہ دوسرے حضرات کہتے ہیں اور کاملین اولیاء میں سے جو تابع اور وارث ہونے کے طور پر کمالاتِ نبوت تک پہنچے ہیں نزول کے وقت وہ بھی ظاہر و باطن کے ساتھ مخلوق کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور عروج نماز کے علاوہ اوقات میں بھی پیش آسکتا ہے اور منتہی مرجوع (واپس لوٹے ہوئے) کے لئے ضروری نہیں کہ نماز میں لذت کا حاصل ہونا دائمی طور پر ہو یعنی اس کے ظاہر کے لئے، اس لئے کہ اس کا باطن اس (نماز) کے ادا کرنے کے دوران ظاہر سے منقطع ہو کر مرتبہ بیچونی کے ساتھ خاص اتصال پیدا کر لیتا ہے اور خاص قرب اور بے کیف لذت حاصل کرتا ہے اور ظاہر بھی باطن کے رنگ میں رنگا جاتا ہے اور لذت اندوز ہوتا ہے اور کبھی بعض عوارض کے پیش آنے کی وجہ سے اس رنگا جانے کو نہیں سمجھتا اور لذت اندوز ہونے کو نہیں پاتا۔ عین واثر سے مراد وجود و توابع وجود ہے یا ان کا غیر، اس کی تحقیق کو فقیر نے کسی مکتوب میں بیان کیا ہے وہاں سے معلوم کریں، ولی سے صغیرہ (گناہ) سرزد ہونے کا امکان ہے، وہ اس کے ارتکاب کی وجہ سے ولایت سے معزول نہیں ہو جاتا اور آپ نے طریقۂ قادریہ کی تعلیم کی اجازت کے بارے میں جو کچھ لکھا تھا یہ سامنے موجود ہونے سے تعلق رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ کی مشیت سے جب آپ آئیں تو یاد دلائیں اور جو واقعہ کہ آپ نے لکھا تھا مبارک اور واضح ہے۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۲۱

مخدوم زادہ شیخ ابوالقاسم کے نام خُلت اور اس کے لوازم کے درمیان فرق اور بعض کیفیات کے

www.maktabah.org

جواب میں جو کہ انھوں نے لکھی تھیں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ علی ما انعم وجعلنا من امۃ حبیبہ المبعوث الی العرب والعجم وجعل امتہ
خیرالامم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اما بعد، جو مکتوب کہ میرے نہایت نیک فرزند نے بھیجا تھا
پہنچکر باعثِ مسرت ہوا، آپ نے خُلت اور اس کے لوازم کے درمیان فرق کی بات پوچھی تھی، آپ جانتے ہیں کہ ص ۲۱۳
خلت بہت بلند مقام ہے جو کہ اصالت کے طور پر حضرت خلیل علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے نصیب ہے
امتیوں میں سے تبعیت و وراثت کے طور پر جس شخص کو چاہیں اس نعمت سے نوازدیں۔ اور یہاں لوازم خلت
اس کے مبادی و مقدمات سے کنایہ ہے اور نفسِ خلت کے حاصل ہونے کی بشارت جو کہ آپ نے دیکھی ہے،
مبارک ہو حق سبحانہٗ اس کے آثار ظہور میں لائے۔ —— آپ نے لکھا تھا کہ نماز میں عجیب وغریب نسبتیں
رونما ہوتی ہیں، جو نسبت و قُرب کہ نماز میں ظاہر ہوتی ہے اصالت کی خبر دینے والی ہے اس عالم میں ظلال
کے شعبدوں (کیفیات) سے رہائی شاید نماز میں میسر آجائے جو کہ مومن کی معراج ہے، جو قرب کہ اس کی
ادائیگی کے وقت (ہوتا) ہے اس (نماز) سے باہر بہت ہی کم ظاہر ہوتا ہے —— آپ نے لکھا تھا
اس سے پہلے جو اپنے آپ کو نورِ صرف پاتا تھا جو کہ حقیقتِ کعبہ کے ساتھ متصف ہونے سے عبارت ہے ۱۰
اب نہیں پاتا اور مرتبۂ وجوب کی وسعتِ بیچونی اور امتیاز بے کیفی کی نسبت کے سوا نہیں سمجھتا اور حیرت
میں ہے کہ اس نہ پانے کا کیا راز ہے" کچھ حیرت کا مقام نہیں ہے کیونکہ وسعت بے کیفی جو کہ حقیقت
قرآن مجید ہے کی نسبت کے طلوع ہونے کے وقت میں اگر سابقہ نسبت پوشیدہ ہو جائے تو گنجائش
رکھتا ہے اور جبکہ دونوں نسبتوں کے درمیان تضاد نہیں ہے وہ حق کے نور کے ساتھ متصف ہو کر اس
وسعت کا پتہ لگاتا ہے اور ادراک کے نور سے بے کیفی کا امتیاز کرتا ہے، اس وقت میں اس تحقق کی عدم
یافت ہے نہ کہ اس تحقق کا علم —— آپ نے جس بشارت کی طلب کی تھی وہ سامنے موجود ہونے پر
موقوف ہے۔ دیگر یہ کہ دوستوں کی لاپرواہی سے دل برداشتہ نہ ہوں اور سب کچھ حق تعالیٰ کی جانب
سے جانیں، بندوں کے دل اس سبحانہٗ کے تصرف میں ہیں جس طرح چاہتا ہے پھیر دیتا ہے ؎

از خدا داں خلافِ دشمن و دوست — کہ دلِ ہر دو در تصرفِ اوست

[دشمن اور دوست کی مخالفت کو خدا کی طرف سے جان کیونکہ دونوں کے دل اس کے تصرف میں ہیں]

جو شخص کہ آپ کے ساتھ دوستی کرتا ہے آپ کو حق جل وعلا سے باز رکھ کر اپنے ساتھ مشغول کرتا ہے اور جو شخص
کہ آپ کے ساتھ دوستی نہیں کرتا وہ آپ کو حق جل شانہٗ کے ساتھ چھوڑ دیتا ہے، حق سبحانہٗ کے ساتھ تو
بہتر ہے یا مخلوق کے ساتھ؟ کسی نے کیا خوب کہا ہے، (رباعی):۔

www.maktabah.org

یارب ہمہ خلق را زمن بدخو کُن ‌ ‌ ‌ ‌ ورجملہ جہانیاں مرا یکسو کُن

روئے دلِ من صرف کن از ہر جہتے ‌ ‌ ‌ ‌ درعشقِ خودم یکجہت ویکرو کُن

[اے خدا! تمام مخلوق کو مجھ سے بدظن کردے اور تمام دنیاوالوں سے مجھ کو یکسو کردے، میرے دل کا رُخ ہر طرف سے پھیر دے، مجھے اپنے عشق میں یک سمت ویک رُو کردے] ان دو ستوں کو دو کلمے شکوہ اور آزردگی کے طور پر لکھے گئے ہیں تاکہ واضح ہو جائے۔ والسلام اولاً وآخراً۔ ۲۱۲

مکتوب ۱۲۲

ملا موسیٰ کے نام اُن کے واردات واحوال کے جواب میں جو کہ انھوں نے لکھے تھے اور مطلوب کے ماوراء ہونے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم دینی بھائی ملا موسیٰ اس مسکین کی طرف سے سلام عافیت انجام پڑھیں، ذوق وشوق پر مشتمل مکتوب نے پہنچ کر خوش وقت کیا، حلاوت وذوق جو کہ ذکر ومراقبہ میں ظاہر ہوتا ہے جذبہ کے آثار میں سے ہے اور فنا ومحویت کا دیکھنا نیک ومبارک ہے اور انوار کا ظاہر ہونا کہ جس سے تمام گھر روشن ہو جاتا ہے اور جسم کی بجائے کوئی اور چیز دکھائی دیتا ہے یہ گویا بقا ہے کہ جس پر فنا مرتب ہوئی ہے لیکن یہ فنا اور یہ بقا جذبہ کے ساتھ مقید ہے، اس بات کی کوشش کریں کہ فنائے مطلق حاصل ہو جائے اور جو کچھ انسان کی پیدائش سے مقصود ہے میسر آجائے۔ اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے کہ آپ اس حالت کی فکر میں ہیں اور اس سے ترقی چاہتے ہیں جیسا کہ آپ نے لکھا ہے کہ "اس کا مطلب جسم کا فنا ہونا نہیں ہے، مقصد یہ ہے کہ شاہدِ غیبی (ذات حق جلّ وعلا) ہمیشہ ظاہری معشوق کی مانند نظر میں رہے اور غیر کی طرف متوجہ نہ ہونے دے"۔ — جاننا چاہئے کہ شاہدِ غیبی اس سے بالاتر ہے کہ دید ودانش میں آئے اور ... وہم متخیل ہو جائے، حضرت خواجہ نقشبند قدسنا اللہ تعالیٰ بسرہ نے فرمایا ہے کہ جو کچھ دیکھا گیا اور سنا گیا اور جانا گیا وہ سب غیر ہے کلمہ "لا" کی حقیقت کے ساتھ نفی کرنی چاہئے اس کلمہ کا ظاہر جو کہ نظر میں ہو گا حقیقت پر محمول نہیں ہے مثال بیان کرنے کے طور پر ہے یعنی گویا نظر میں ہے کہ وہ دائمی طور پر متوجہ الیہ (جس کی طرف توجہ کی جائے) ہے، خلاصہ یہ ہے کہ جس حالت کی آپ آرزو کرتے ہیں اس کا آپ کی موجودہ حالت پر فوقیت رکھنا محلِ غور ہے ع

آں لقمہ کہ در دہاں نگنجد مطلب ‌ ‌ ‌ ‌ [وہ لقمہ طلب کر جو منہ میں نہ سمائے]

www.maktabah.org

اور یہ جو آپ نے اس کے بعد لکھا ہے کہ "جب کبھی اُن انوار کے علاوہ کچھ مکاشفات اُس جانب سے نظر میں آتے ہیں متوجہ نہیں ہوتا اور دفع کر دیتا ہوں" مبارک اور اعلیٰ ہے اور سابقہ آرزو کی تلافی کرتا ہے۔ آپ نے خلوت و تنہائی کی خواہش کی تھی نیک و مبارک ہے العزلۃ تمنیۃ الصدیقین [خلوت صدیقین کی تمنا ہے] لیکن جان لیں کہ جو صحبت فائدہ پہنچانے اور فائدہ حاصل کرنے کیلئے ہو تنہائی سے بہتر ہے والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۲۳ ص ۲۱۵

مخدوم زادہ عالی قدر معدن الحقائق ابوالقاسم کے نام دوستوں کی غلطیوں کو معاف کر دینے اور چغلخور کی بات سننے سے منع کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ، آپ کے مکتوبات شریفہ پہنچکر مسرت بخش ہوئے آپ نے صلح اور صفائی حاصل ہونے کی بابت لکھا تھا اچھا ہوا فتنہ کی آگ جتنی بھی بجھ جائے بہتر ہے، دوستوں سے بشریت کے تقاضے سے کوئی لغزش واقع ہوتی ہے اور کوئی امر جو کہ دوستی کے خلاف ہوتا ہے ظاہر ہو جاتا ہے آپ کو درگذر کرنا چاہیئے اور ان کی خوبیوں کو نظر میں رکھنا چاہیئے ع

أحسن الی من اساء [اگر تو مرد ہے تو جو شخص برائی کرے اس کے ساتھ بھلائی کر]

کہا گیا ہے کہ کسی شخص نے کسی شخص کے پاس کسی شخص کی بابت ناپسند بات ذکر کی تو اُس نے کہا ہم نے اس کی بھلائیوں میں جو ہماری جانب میں نظر کی تو (دیکھا کہ) یہ اس کی برائیوں سے زیادہ ہیں پس ہم نے اس کی بھلائیوں کو دے دیا اور اس کی برائیوں سے درگذر کیا، اسی طرح آقا غلام کے ساتھ کرتا ہے پس غلام غلام کے ساتھ ایسا کیوں نہ کرے ــــ آپ نے لکھا تھا کہ "بعض صالحین نے کچھ باتیں پہنچائی تھیں حسن ظن کے مطابق ان کے قول پر اعتماد کر کے رنجیدہ دل ہوا" ہم نے لکھا تھا کہ اہل علم سے یہ بات محل تعجب ہے آپ نے حسن ظن کی وجہ سے ان کے قول کو قبول کیا اور دوسری جانب جو کہ حسن ظن کے قابل تھی حسن ظن نہیں کیا جو شخص چغلخوری کرے اُس کی بات ماننے کے قابل نہیں ہے اور (اس کا) رد کرنا لازم ہے اور کنز المخفی میں ہے کہ خالد بن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا چغلی کا قبول کرنا چغلی سے بھی بدتر ہے کیونکہ چغلی کرنا دلالت (رہنمائی) ہے اور اس کو قبول کرنا اجازت (صحیح قرار دینا) ہے اور جس نے کسی چیز پر دلالت کی وہ اس شخص کی مانند نہیں ہے جس نے اس کو قبول کیا اور صحیح قرار دیا، پس چغلخور کو چغلخوری پر ذلیل کرو اگرچہ وہ سچا ہو اس برائی کی وجہ سے کہ اس نے پردہ دری کی اور حرمت کو ضائع کیا اور اگر وہ

www.maktabah.org

جھوٹا ہو تو اس کو سزا دو کیونکہ اس نے جھوٹی بات اور بہتان کے ساتھ رحمٰن (خدا) سے جنگ کی اور شیطان کی
تابعداری کی ہے۔ پس جب تیرے پاس کوئی شخص آئے اور تجھ کو خبر دے کہ فلاں شخص نے تیرے بارے میں ایسا
ایسا کہا ہے یا تیرے حکم یا تیرے ساتھ ایسا ایسا کیا ہے تو بیشک تجھ پر چھ چیزیں واجب ہیں ان میں سے ایک یہ کہ اس
کی تصدیق نہ کر کیونکہ اہل اسلام کے نزدیک چغلخور کی شہادت قابل قبول نہیں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یَا اَیُّھَا
پ۲۶ ع۱۳ ۶ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنْ جَآءَکُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْٓا اَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًاۢ بِجَهَالَةٍ الآیہ (اے ایمان والو! اگر تمہارے
پاس کوئی فاسق شخص کوئی خبر لائے تو خوب تحقیق کر لیا کرو ایسا نہ ہو کہ تم نادانی سے کسی قوم کو کوئی ضرر پہنچا دو) اور دوسرے
یہ کہ اس کو چغلخوری سے منع کر کیونکہ یہ برائی ہے اور برائی سے روکنا واجب ہے اور اللہ عزوجل نے فرمایا کُنْتُمْ
پ۴ ع۲ ۱۱۰ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ الآیہ (تم ایک اچھی امت ہو جو کہ لوگوں کے لئے نکالی گئی ہے) اور تیسرے یہ کہ اس سے
۲۱۶ خالص اللہ کے لئے بغض رکھ کیونکہ وہ گناہ کرنے والا فاسق ہے اور گناہ کرنے والے کے ساتھ بغض رکھنا واجب ہے
اور چوتھے یہ کہ اپنے غیر موجود بھائی کے ساتھ بدگمان نہ رکھ کیونکہ مسلمان کے ساتھ بدگمان رکھنا حرام ہے
اور حرام سے بچنا واجب ہے۔ پانچویں یہ کہ جس چیز کی تجھ کو چغلخور خبر دے اس کا تجسس ترک کر دے کیونکہ
پ۲۶ ع۱۴ ۱۲ بیشک اللہ تعالیٰ نے تجسس سے منع فرمایا ہے جیسا کہ اس عزوجل نے فرمایا ہے وَلَا تَجَسَّسُوْا (اور تجسس مت کرو)
اور چھٹے یہ کہ اس چغلخور کی جس بات کو تو پسند نہیں کرتا تو بھی اس کو مت کر (یعنی اس کی چغلی کو دوسری جگہ
بیان نہ کر) پس جو چیز چغلخور تیرے پاس لائے تو کسی کو اس کی خبر نہ دے اور بعض علماء نے کہا کہ جو شخص
چاہتا ہے کہ اس زمانہ میں گناہ سے بچا رہے اور اس کے دوست باقی رہیں تو اس کو چاہئے کہ اپنے نفس کو قاضی
(فیصلہ کرنے والا) بنائے اور وہ قاضیوں کی طرح فیصلہ کرے گواہوں اور ان کی جرح و تعدیل کے بغیر کسی کے
بارے میں کسی کا قول قبول نہ کرے اور کسی شخص پر کسی شخص کی تصدیق نہ کرے پس بیشک ہم نے بعض لوگوں
کے کہنے پر بعض سے محبت کی اور بعض سے بغض رکھا، پھر ہم اپنے کئے پر نادم ہوئے۔

مکتوب ۱۲۴

ہمت خاں کے نام مواعظ و نصائح کے بیان میں تحریر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ ماسوا کی غلامی سے آزاد کر کے اپنے پسندیدہ کاموں کو حاصل کرنے کے ساتھ معزز و
سعادت مند رکھے۔ میرے مخدوم! حق سبحانہ نے آدمی کو بیکار نہیں پیدا کیا ہے اور اس کی مرضی پر نہیں چھوڑا کہ
پ۲۹ ع۱۹ ۳۶ جو کچھ سمجھے کرے اور جس طرح چاہے زندگی گذارے اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَکَ سُدًی

www.maktabah.org

یا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ اس کو یونہی مہمل چھوڑ دیا جائے گا] اس کی پیدائش سے مقصود بندگی کے وظائف بجا لانا ہے اور اس سے مطلوب اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی معرفت ہے اس کو بعض چیزوں کا امر کیا گیا ہے اور بعض چیزوں سے منع کیا گیا ہے اور وہ شخص اس کے سوا چارہ نہیں رکھتا کہ اس (اللہ تعالیٰ) کے اوامر و نواہی کے مقتضا کے مطابق زندگی بسر کرے ورنہ وہ باغی ہوگا اور بہت زیادہ عذاب کا مستحق اور غضب کا مورد ہوگا، آخرت کی وعیدیں بیشک پوری ہونے والی ہیں خواب خرگوش کب تک رہے گا، اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ [بیشک تیرے رب کا عذاب ضرور آنے والا ہے اس کو کوئی ٹالنے والا نہیں ہے] اللہ تعالیٰ نے کمال اہتمام سے اس انسان کے بارے میں کیا ہے کتنے ہی موکل (فرشتے وغیرہ) ہر فرد کے اوپر مقرر کئے ہیں تاکہ اس کے افعال و اقوال اور حرکات و سکنات کی نگہداشت کرتے رہیں اور لکھتے رہیں۔ نامراد آدمی کی جان پر افسوس ہے کہ بادشاہ کا ایک جاسوس جو کسی صوبہ میں جاتا ہے تو اس صوبہ کو زلزلہ طاری ہو جاتا ہے اور وہ برے اعمال سے پرہیز کرتے ہیں اور اس جگہ امین موکل (فرشتے) دن کے اعمال ناموں کو شام کے وقت لیجاتے ہیں اور رات کے اعمال ناموں کو صبح کے وقت لیجاتے ہیں اور اعمال پیش ہونے کے وقت اس (انسان) کو حضرت ذوالجلال تعالیٰ کے سامنے پیش ہونا ہے ہم جیسے غافل ذرا بھی تنبہ حاصل نہیں کرتے اور گناہوں کے ارتکاب میں زیادہ دلیر ہوتے جاتے ہیں۔ میرے مخدوم! چند روزہ عمر بہت عزیز ہے اور فرصت غنیمت ہے چاہئے کہ اہم کاموں میں صرف ہو، افسوس ہے کہ بیہودہ اور بیکار کاموں میں گذر رہی ہے، تھوڑی کوشش سے ابدی (دائمی) ملک ہاتھ آتا ہے اور تھوڑی سی لاپرواہی سے چلا جاتا ہے اور کثرت سے ذکر کرنا اہم کاموں میں سے ہے اور پرہیزگاری و تقویٰ عزیمت کے کاموں میں سے ہے دیکھئے کون جوانمرد ہے جو اسباب عیش کے مہیا ہونے اور بقدر نوکر چاکر اور شان و شوکت ہونے کے باوجود حق بات کو قبول کے کانوں سے سنے اور بے غرض کی معیت کو زندگی کا نصب العین بنالے ؎

دادیم ترا زگنج مقصود نشاں گر ما نرسیدیم تو شاید برسی

[ہم نے تجھ کو مقصود کے خزانے کی نشاندہی کر دی ہے اگر ہم نہیں پہنچے تو شاید تو ہی پہنچ جائے]

مکتوب ۱۲۵

محمد معصوم کے نام ذکر و تفکر کے بیان میں تحریر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کی حمد اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ کی آل و اصحاب پر جو کہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ

www.maktabah.org

مخصوص ہیں صلوٰۃ و سلام کے بعد عرض ہے کہ مکتوب مرغوب جو کہ آپ نے محبت کے باعث ارسال کیا تھا مسرت بخش ہوا۔ آپ نے ضعفِ دماغ کے غلبہ کی بابت لکھا تھا، اللہ تعالیٰ شفائے عاجل عطا فرمائے اور قوت بخشے، اگر اس ضعف کی وجہ سے ذکرِ لسانی اور حبسِ دم میں اچھی طرح مشغول نہیں ہو سکتے تو قلبی ذکر و مراقبہ و تفکر میں زیادہ مشغول رہیں، ایک ساعت کا تفکر ایک سال کی عبادت یا ہزار سال کی عبادت سے بہتر ہے، آپ نے سنا ہوگا۔ آپ جانتے ہیں تفکر کیا ہے ع

تفکر رفتن از باطل سوئے حق

[تفکر، باطل سے حق کی طرف جانا ہے]

اہل اللہ کی عبادتیں اور ان کے مراقبے سب اس بات کا تفکر ہیں کہ علمِ اسفل سے علمِ اعلیٰ کی طرف جاتے ہیں اور دال سے مدلول تک چلے جاتے ہیں اور ظلال سے اصول کی طرف مائل ہوتے ہیں اور صفت سے شان کی طرف عروج فرماتے ہیں اور شان سے شان والے کی طرف گامزن ہوتے ہیں۔ مختصر یہ ہے کہ ذکر غفلت کے دور ہونے سے عبارت ہے[1] جس چیز کے ساتھ غفلت سے دور ہے ذکر میں داخل ہے اور خرید و فروخت وغیرہ میں سے جو کام کہ نیتِ صالحہ کے ساتھ ملا ہوا ہو ذکر ہے دنیاوی کام اس نیت کے ساتھ ذکر ہو جاتے ہیں اور دوام آگاہی (ہمیشہ کی حضوری) حاصل ہوتی ہے ؎

در دلِ ما غمِ دنیا غمِ معشوق شود بادہ گر خام بود پختہ کند شیشہ ما

[ہمارے دل میں دنیا کا غم بھی معشوق کا غم ہو جاتا ہے، اگر شراب کچی ہو تو ہماری صراحی اس کو پختہ کر دیتی ہے]

بحرمۃ نون وصاد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ترقی کا دریچہ ہمیشہ کھلا رہے۔

۲۱۹
مکتوب ۱۲۶

ملا فصیح الدین کے نام واقعہ (حال) کی تعبیر اور بعض مقاماتِ لطائف کی تحقیق میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حامداً و مصلیاً، اللہ تعالیٰ قرب کے درجات میں ترقیات مرحمت فرمائے آپ نے جو مکتوب مرغوب اس مسکین کے نام موسوم کیا تھا اس کے مطالعے سے مسرور و خوشوقت ہوا حق سبحانہٗ شوق کی آگ کو اور زیادہ تیز کرے اور محبت کی آگ کے شعلہ کو بھڑکائے تاکہ ماسوا سے پوری طرح رہائی دلا دے اور حریمِ قدس کے قرب میں پہنچا دے، انہ قریب مجیب [بیشک وہ قریب ہے اور قبول کرنے والا ہے] —— اور یہ جو آپ نے دیکھا ہے کہ حضرت خواجۂ بزرگ (قدس سرہٗ) نے آپ کو کئی قسم کے

[1] یہ مضمون مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی دفتر دوم کے مکتوب نمبر ۴۶ میں بقدرے تفصیل کے ساتھ درج ہے (مترجم)

www.maktabah.org

کھانوں سے بھرا ہوا طشت بھیجا ہے الخ مبارک اور واضح ہے شاید کہ انھوں نے اپنی خاص نسبت سے عطا کیا ہے اور کوئی آنے والا تعجب کے باعث تمہاری زیارت کے لئے آیا ہے۔ اور اسی طرح آپ نے جو یہ دیکھا کہ "ابلیس لعین (شیطان) اپنے تابعین و متعلقین و معاونین و ناصرین کے ساتھ آپ کے قلب اور تمام لطائف تک پہنچا ہے جب دل اور دوسرے لطائف کو ذکر سے معمور پایا تو وہاں مقامات میں نہیں ٹھہر سکا اور مایوس و ذلیل ہو کر واپس لوٹا ہے اور اس نے کہا ہے کہ اس کے لطائف ذکر سے معمور ہیں مجھ کو ان میں کسی طرح راستہ نہیں ہے انتہیٰ"۔ بیشک جس جگہ حضرت خواجۂ بزرگ (قدس سرہٗ) کے کھانے میں سے پس خوردہ پہنچ جائے اس جگہ شیطانِ لعین کو کس طرح راستہ ہو۔

آپ نے پوچھا تھا کہ "حق سبحانہٗ نے روح کے بارے میں فرمایا ہے: قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ [آپ کہہ دیجئے کہ روح میرے رب کے امر سے ہے] اور دوسرے لطائف بھی اسی طریق پر ہیں، پس عالمِ امر کے پانچوں لطائف کے مقامات کا تعین جو کہ اس سلسلۂ عالیہ میں ثابت ہے کس معنی میں ہوگا"۔ آپ جان لیں کہ عالمِ امر کو لامکانی کہتے ہیں اور وہ بیچونی سے کچھ حصہ رکھتا ہے اور اس (عالمِ امر) کے پانچوں لطائف کے ظہور کا محل عرش کے اوپر ہے جو کہ لامکانیت کے ساتھ موصوف ہے۔ جاننا چاہئے کہ عالمِ امر کی لامکانیت و بیچونی عالمِ خلق کی نسبت سے ہے جو کہ مکانیت اور چندیں و چونی کے ساتھ داغدار ہے (لیکن) بیچونِ حقیقی جلّت عظمتہٗ کی نسبت سے عین چون ہے اور اس کی لامکانیت عین مکانیت ہے پس عالمِ امر مکانی و لامکانی اور چون و بیچون کے درمیان گویا برزخ ہے اور دونوں طرف کی خصوصیت رکھتا ہے اور دونوں طرف سے بہرہ مند ہے، اس رتبہ کے باوجود جو کہ عالمِ ارواح رکھتا ہے حق تعالیٰ نے اپنی حکمتِ کاملہ سے اس کو عالمِ خلق کے ساتھ ایک عشق دیا ہے اور اسی وجہ سے اس کو بدنِ عنصری کے ساتھ ایک خاص تعلق میسر ہوا ہے اور لامکان نے کے باوجود برزخ ہونے کے باعث ایک مکان میں آرام لیا ہے، قلب کو بائیں ہاتھ کی جانب کے ساتھ جو کہ قلب کے گوشت کے ٹکڑے کا مقام ہے تعلق ہے اور روح کو دائیں ہاتھ کی جانب کے ساتھ اور اسی طرح دوسرے لطائف کے مقامات معین ہیں اور اس تعلق سے اس کی لامکانیت میں کوئی نقص نہیں آتا اور جب حقیقی بیچون ولامکان (اللہ تعالیٰ) فرماتا ہے ولکن یسعنی قلب عبدی المؤمن [اور لیکن میرے مومن بندے کا دل میری وسعت رکھتا ہے] روح میں جو کہ برزخ ہے کیوں بعید ہو اگرچہ یہ وسعت بیچونی ہے اور متشابہات کی قسم سے ہے کہ اس پر ایمان لانا چاہئے اور اس کی کیفیت کو اللہ تعالیٰ کے علم کے حوالہ کرنا چاہئے، اور عالمِ امر جو کہ بیچونی سے کچھ حصہ رکھتا ہے عالمِ خلق کے ساتھ اس کے اس تعلق کو بھی اسی پر قیاس کرنا چاہئے اور (یہ) اجسام اجسام کے ساتھ تعلق اور وسعت کے ماوراء ہے، والسلام اولاً و آخراً۔ ص ۲۱۹

www.maktabah.org

مکتوب ۱۲۷

میر محمد امین بخاری کے نام اُن کے واقعہ (حال) کی تعبیر کے بیان میں تحریر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ ماسوا کی غلامی سے آزاد کر کے کلی طور پر (اپنی) بارگاہِ مقدس کا گرفتار رکھے، جو مکتوب مرغوب اس مسکین کے نام موسوم کیا تھا پہنچا چونکہ شوق و تمنا کے کلام پر مشتمل تھا اس لئے خوش وقت کیا اور شوق کو بڑھانے والا ہوا۔ آپ نے لکھا تھا کہ "ذکر کے اس عرصہ میں محویت نے غلبہ کیا جیسا کہ کبھی وجود کا علم نہیں رہتا اور پھر وہی علم اپنے حال پر لوٹ آتا ہے اور اس حال میں کوئی شخص کہتا ہے کہ ابھی تجھ کو کمالات کی مصلحتیں چاہئیں میرے مخدوم! یہ محویت نیک و مبارک ہے حق سبحانہٗ اس کو اس طرح پر غالب کرے کہ عود مذکور سے محفوظ ہو۔ ایک بزرگ نے کہا ہے کہ "میں ایسا عدم چاہتا ہوں کہ کبھی واپس نہ لوٹوں" اور یہ جو کہا ہے کہ (تجھ کو) کمالات کی مصلحتیں چاہئیں یعنی بشریت کی فنا و محویت کے بعد اللہ عزوجل کے اخلاق کے ساتھ متصف ہونے کا مقام ہے اس کی آمادگی اور استعداد کا اظہار کرنا چاہیے، یہ آمادگی اور استعداد بھی اسی کی دین ہے وہی عطا کرتا ہے اور اس کی استعداد بھی دیتا ہے ؎

نیاوردم از خانہ چیزے نخست تو دادی ہمہ چیز من چیز تُست

(میں پہلے سے گھر سے کوئی چیز نہیں لایا تو نے ہی سب چیزیں دی ہیں میں بھی تیری ہی چیز ہوں)

اوقات کو عبادات کے ساتھ معمور رکھیں اور آخرت کی تعمیر میں کوشش کریں اور اندھیری راتوں کو گریہ و استغفار کے ساتھ روشن رکھیں ؎

دادیم ترا ز گنج مقصود نشاں گر ما نہ رسیدیم تو شاید برسی

(ہم نے تجھ کو مقصود کے خزانے کی نشاندہی کر دی ہے اگر ہم نہیں پہنچے تو شاید تو ہی پہنچ جائے) والسلام اولاً و آخراً

ص ۲۲۰ مکتوب ۱۲۸

حضرت ایشاں (عروۃ الوثقیٰ) کے ہمشیرہ زادہ حاجی شیخ محمد فضل اللہ کے نام وعظ و نصیحت کے بیان میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ و تبلیغِ دعوات کے بعد عرض کرتا ہے کہ مکتوب مرغوب پہنچ کر مسرت بخش ہوا، اللہ تعالیٰ دونوں جہان کے مقاصد میں کامیاب کرے اور کمال کے اعلیٰ مرتبہ تک پہنچائے، دل آپ کی طرف متوجہ رہتا ہے

www.maktabah.org

انہ المیسر لکل عسیر [بیشک وہ ہر مشکل کو آسان کرنے والا ہے] آنے والوں کے ذریعہ عافیت کی خبر اور احوال کی کیفیات لکھتے ہیں، دنیاوی کاموں میں بقدر ضرورت مشغول ہوں اور باقی اوقات اشغال و اذکار میں صرف کریں اور باطن کی تعمیر میں کوشش کریں اور مقصد اعلیٰ میں لگے رہیں اور ہمت کو آخرت کی تعمیر میں صرف کریں اور دور افتادہ دوستوں کو دعائے خیر میں یاد رکھیں، باقی احوال بخیر ہیں، والسلام علیکم وعلی سائر من اتبع الہدیٰ۔

مکتوب ۱۲۹

مخدوم زادہ گرامی حقائق ومعارف آگاہ شیخ ابو القاسم کے نام نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ، فرزند گرامی اس جانب سے سلام خیر انجام پڑھیں اس حدود کے احوال حمد کے لائق ہیں امید ہے کہ وہ فرزند (آپ) بھی عافیت سے ہوگا اور ہمیشہ ترقی میں رہے گا جو مکتوب کہ اس سے پہلے بھیجا تھا فقیر کی بیماری کے دنوں میں پہنچا تھا اس وجہ سے جواب میں تاخیر ہوگئی اِس وقت اُس مکتوب کی جس قدر جستجو کی نہیں پایا تا کہ اس کے مطابق لکھتا الخیر فیما صنع اللہ سبحانہ [جو کچھ اللہ سبحانہ کرتا ہے اس میں بھلائی ہے] جو کام کہ آپ کو در پیش ہے اس کے حاصل کرنے میں پوری کوشش ملحوظ رکھیں، جبکہ آپ وہاں ہیں غنیمت ہے دینی علوم پر بہت زیادہ راغب رہیں، ان میں سے ایک سبق بھی ہو جائے تو بہتر ہے جو وقت کہ سبق سے بچ رہے (اس میں) ذکر و فکر میں مشغول رہیں اور اندھیری راتوں کو رونے اور مغفرت طلب کرنے کے ساتھ روشن رکھیں، زندگی کے دن بہت غنیمت ہیں چاہیے کہ اہم کاموں میں صرف کئے جائیں، والسلام اولاً وآخراً۔

مکتوب ۱۳۰ ۲۲۱

خواجہ احمد بخاری کے نام قرآن (پاک) کے فضائل اور اس (کے حفظ) کی تعریف میں تحریر فرمایا جو انہوں نے لکھا تھا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ، مکتوب مرغوب پہنچ کر مسرت بخش ہوا، آپ نے جمعی اور اوقات کی نگہداشت کے بارے میں لکھا تھا اُس کے مطالعہ سے خوشوقت ہوا، اللھم زد [اے اللہ! اور زیادہ فرما] آپ نے قرآن مجید حفظ کرنے کا شوق ظاہر کیا تھا اگر میسر ہو جائے تو اس سے بہتر کیا ہے، نیک و مبارک ہے، حدیث نبوی علی مصدرہا الصلوٰۃ والسلام میں آیا ہے، قرآن والے

www.maktabah.org

اہل اللہ ہیں۔ فاعتہ ابن جنزی، اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ حاملینِ قرآن اولیاء اللہ ہیں پس جس نے ان سے دشمنی کی تو بیشک اس نے اللہ سے دشمنی کی اور جس نے ان سے دوستی کی تو اس نے اللہ سے دوستی کی، فر، اور نیز حدیث شریف میں ہے حاملینِ قرآن کی فضیلت غیر حاملینِ قرآن پر ایسی ہے جیسی کہ خالق کو مخلوق پر فضیلت ہے، فر۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ حاملینِ قرآن کا اکرام کرو، جس نے ان کا اکرام کیا تو اُس نے اللہ کا اکرام کیا۔ خبردار! حاملینِ قرآن کے حقوق میں کمی مت کرو پس بیشک وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسے مقام میں ہیں کہ قریب ہے کہ حاملینِ قرآن انبیاء ہوتے مگر ان کی طرف وحی نہیں کی جاتی، الدیلمی۔

جو واقعہ (حال) کہ سعادت اطوار محمد زاہد نے دیکھا تھا وہ آپ نے لکھا تھا، بہت مبارک اور واضح ہے، اور یہ جو اس نے صحرا میں سفید بلند گنبد کہ جس کا اندرونی حصہ شفاف ہے دیکھا تھا وہ گنبد گویا عینِ ثابتہ سے عبارت ہے کہ سالک کا مبدأ تعین ہے اور ولایت اُس تک واصل ہونے کے ساتھ وابستہ ہے۔ اور یہ جو چار فرشتوں نے کہا ہے کہ یہ واصلین کے وصل کی بشارت ہے اس معنی کی تائید کرتی ہے اس کے بعد یہ جو (اس) فقیر نے اُسی واقعہ میں کہا ہے کہ "وہ گنبد چار درجے رکھتا ہے پہلا درجہ اس گنبد میں داخل ہوتا ہے دوسرا درجہ وہ ہے جو کہ نصف زینوں تک پہنچتا ہے تیسرا درجہ وہ ہے جو کہ اس کے اوپر پہنچتا ہے، چوتھا درجہ وہ ہے جو کہ اوپر سے نیچے آکر دروازے سے باہر نکل کر دوسرے گنبد میں داخل ہو جاتا ہے" آپ جان لیں کہ سالک جب اُس اسم سے جو کہ اس کا مبدأ تعین ہے واصل ہو جاتا ہے تو اپنے کمال کو پہنچ جاتا ہے (یہ راستہ) چار درجے رکھتا ہے پہلا درجہ یہ ہے کہ دائرہ امکانی کو قطع کر کے اس کے ساتھ واصل ہو جائے، فنا کا حاصل ہونا اس درجے کے ساتھ وابستہ ہے دوسرا درجہ یہ ہے کہ اس اسم میں سیر کرے اور اس کے کمالات کے ساتھ متصف ہو جائے اور یہ جو واقعہ میں کہا ہے کہ نصف زینوں تک پہنچتا ص ۲۲۳
ہے اس بات سے تعبیر کیا گیا ہے کہ اس درجہ میں بقا حاصل ہو گئی ہے تیسرا درجہ یہ ہے کہ اسم کے منتہا تک پہنچ جائے اور اسم کے ساتھ بقا حاصل کر کے مسمیٰ کا پتہ لگائے، یہ تینوں درجے سیر الی اللہ اور سیر فی اللہ سے تعلق رکھتے ہیں کہ (یہ) کمالات میں عروج ہے اور چوتھا درجہ نزول سے تعلق رکھتا ہے جو کہ سیر عن اللہ باللہ ہے اور سیر فی الاشیاء ہے، اور یہ جو واقعہ میں کہا ہے کہ اوپر سے نیچے آکر اور گنبد سے باہر ہو کر دوسرے گنبد میں آگیا ہے اس میں ان دونوں سیروں کی نشاندہی کی گئی ہے علاوہ دوسرا گنبد عالمِ امکان کا گنبد ہے یا سالک کے قالب کا گنبد ہے، اور آپ کو اور خواجہ شریف کو نزول کی بشارت ہے اور محمد زاہد کے لئے ابھی وقت نہیں پہنچا اور یہ جو اُن چار فرشتوں نے کہا کہ تیرے باطن کا خانہ یہی ہے یہ بھی اس تعبیر کی تائید کرتا ہے، اس واقعہ کی تعبیر جو آپ نے دریافت کی تھی اس کے بارے میں جو کچھ کہ میرے ناقص خیال میں آیا ہے یہ ہے، والسلام اولاً و آخراً۔

www.maktabah.org

مکتوب ۱۳۱

خواجہ عبداللہ کولابی کے نام ذکر جہر وغیرہ کی مجلس میں حاضر ہونے کے بارے میں ان کے استفسار کے جواب میں تحریر فرمایا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تحیات کے بعد عرض کرتا ہے کہ گرامی نامہ پہنچ کر مسرت بخش ہوا، آپ نے شوق کا اظہار کیا تھا اس طرف کے دوستوں کو بھی مشتاق جانیں اور حدیث (قدسی) وانا الیہم لاشد شوقا [اور میں ان کی طرف زیادہ شدت کا شوق رکھتا ہوں] مطالعہ کریں حق سبحانہٗ شوق کی آگ کو بھڑکائے تاکہ آفاق و انفس سے پوری طرح رہائی دلائے اور شیون و اعتبارات سے گذار دے اور معیتِ ذاتیہ تک پہنچائے انہ قریب مجیب [بیشک وہ قریب (اور) قبول کرنے والا ہے]۔ آپ نے پوچھا تھا کہ "جس مجلس میں کہ سلسلۂ کبرویہ وغیرہ کے لوگ اوراد فتحیہ پڑھتے ہیں اس میں بیٹھنا چاہیے یا اس مجلس کو ترک کرنا چاہیے" میرے مخدوم! ان کے ذکرِ جہر کرنے کی صورت میں چونکہ ذکر فی نفسہٖ اچھا اور نتیجہ بخش ہے اگر آپ بیٹھیں اور اپنے طریقہ میں مشغول رہیں تو گنجائش رکھتا ہے اور مستحسن ہے اگر اس نظریہ سے کہ ذکر میں جہر کرنا بدعت ہے خود کو علیحدہ رکھیں تو بھی آپ کے لئے مناسب ہے اور آپ مختار ہیں، مختصر یہ ہے کہ اس قسم کی جگہوں میں حکمت کی رعایت کریں اور وقت و حال کا لحاظ رکھیں اور دل کے فتوی پر عمل کریں، حدیث شریف میں آیا ہے کہ نیکی وہ ہے جس کی طرف نفس کو تسکین ہو جائے اور قلب اس کی طرف مطمئن ہو جائے اور گناہ وہ ہے جس کی طرف نفس کو تسکین نہ ہو اور قلب اس کی طرف مطمئن نہ ہو اگرچہ مفتی صاحبان تجھ کو فتوی دیدیں۔ دیگر یہ کہ مرشد (پیر) کا طالب کی طرف توجہ کرنا اسم ذات (اور) نفی و اثبات کے ذکر میں یکساں ہے اس کے باطن پر توجہ کرنی چاہیے توجہ کرنے والے کو ذکر کرنے کی کیا ضرورت ہے اور جس کی طرف توجہ کی جائے اس کو جس طریقہ پر امر کیا گیا ہے اس میں مشغول رہنا چاہیے۔ ۳۲ اور یہ جو آپ نے حال میں دیکھا ہے کہ فقیر نے آپ کو ایک بڑا کاغذ دیا ہے اور اس کاغذ میں ایک طرف حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی تصویر ہے اور ایک جانب اس مسکین کی تصویر ہے اور ایک ساعت کے بعد دیکھا کہ اس مسکین کی تصویر آنحضرت علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام کی تصویر ہے واضح ہو اور بشارت کا باعث ہوا، گویا پہلا حصہ قاب قوسین کے قرب سے (تعلق رکھتا) ہے اور جو کچھ آپ نے اس کے بعد دیکھا ہے وہ او ادنیٰ سے (مناسبت رکھتا ہے)، والسلام اولاً و آخراً۔

لہ اسی معنی کی حدیث مسند احمد دارمی میں ہے اس کے الفاظ یہ ہیں قال علیہ الصلوٰۃ والسلام لوابصۃ جئت تسأل عن البر والاثم قال نعم قال فجمع اصابعہ فضرب بہا صدرہ وقال استفت قلبک ثلاثا البر ما اطمئنت الیہ النفس واطمأن الیہ القلب والاثم ما حاک فی النفس وتردد فی الصدر وان افتاک الناس (خلاصۃ الاحکام لجمعات العوام ص ۳۰)

www.maktabah.org

مکتوب ۱۳۲

سیادت پناہ حاجی محمد عاشور بخاری کے نام اس بیان میں کہ طالبوں کے اجتماع میں نیت کی تصحیح ضروری ہے اور خالق و مخلوق میں خالق اور مخلوق ہونے کے سوا کوئی نسبت نہیں ہے اور صراطِ مستقیم کی ہدایت کے معنی میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ علیٰ ما انعم والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ سید العرب والعجم الذی صار امتہ خیر الامم وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ ذوالفضل والکرم، آپ نے جو محبت نامہ صدق و محبت کے باعث ارسال کیا تھا اس نے پہنچ کر مسرور کیا، اللہ تعالیٰ کی حمد و احسان ہے کہ آپ عافیت سے ہیں اور اوقات دلجمعی کے ساتھ گذر رہے ہیں اور ذکر کے دو حلقے قائم ہیں ؎

آسماں سجدہ کند بہر زمینے کہ درو
یک دو کس یک دو نفس بہر خدا بنشیند

[آسماں اس زمین کیلئے سجدہ کرتا ہے کہ جس میں ایک دو آدمی ایک دو لمحہ خدا کیلئے بیٹھتے ہیں)

لیکن نیت کو صحیح رکھنے میں کوشش کرنی چاہئے اور نفس و شیطان کے شر سے بے فکر نہیں رہنا چاہئے ایسا نہ ہو کہ یہ اجتماع دوری و محرومی کا سبب ہو جائے اس وجہ سے ڈرتے اور کانپتے رہنا چاہئے اور ہمیشہ بارگاہِ قدس میں التجا و تضرع کرتے رہنا چاہئے۔ آپ چونکہ فقراء کی صحبت میں رہے ہیں اس لئے امید ہے کہ اس قسم کے شر سے محفوظ رہیں گے لیکن ہر حال میں التجا و استغفار سے چارہ نہیں ہے، آیتِ کریمہ
ع ۱۲ / ۵۳ وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ الآیۃ (اور میں اپنے نفس سے بری نہیں ہوں) آپ نے پڑھی ہوگی۔

آپ نے لکھا تھا کہ "عالم کو حق سبحانہٗ کے ساتھ خالق و مخلوق ہونے کی نسبت کے سوا کچھ نظر میں نہیں آتا اور اپنے آپ کو اس سے زیادہ اور کچھ ثابت نہیں کرتا کہ میں اس سبحانہٗ کی مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہوں"۔ بیشک صانع کی ذات کو مصنوعات کے ساتھ یہی خالق ہونے کی نسبت ہے اور بس،
۲۲۴ء اگر اصل اور ظل ہونے کی نسبت ہے تو اسماء و صفات کی صورتوں کے ساتھ ہے نہ کہ ذات عز برہانہٗ کے ساتھ، اِنَّ اللّٰہَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ (بیشک اللہ تعالیٰ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے) یہ دید اصل ہے اور نسبت
ع ۲۹ / ۶ کے اصل ہونے کی خبر دینے والی ہے، یہ دید یا عوام کے لئے ہے یا خاص الخاص حضرات کے لئے ہے جو کہ ظلال سے اصل تک پہنچ گئے ہیں اور شہود سے غیب کو جا ملے ہیں، خاص حضرات اصالت و ظلیت کی دید کے ساتھ خوش ہیں اور شہود و مشاہدہ کے ذوق کے ساتھ لذت اندوز ہیں، یہ جو آپ نے لکھا ہے . . .
. . . . . . "اور یقین کے ساتھ معلوم ہوتا ہے کہ محرومی و نیستی (فنائیت) کے سوا کچھ حاصل

www.maktabah.org

نہیں کیا گیا اور مطلوب سے نایافت کے سوا کچھ معلوم نہیں ہوتا اور رنج و بے چینی اور دائمی غم لاحق ہے۔ یہ ایسی دید بلوغ کے اور ہمت کا بلند ہونا اور جو کچھ حاصل کیا اس پر اکتفا نہ کرنا بھی اس دید کے شعبوں میں سے ہے اور احکام شرعیہ اور تمام سننِ نبویہ علیٰ مصدرہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کے بجا لانے اور بدعت اور اُن امور سے جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہیں پرہیز کرنے پر ثابت قدم رہنا بھی اس (مقام) کے مناسب ہے اور یہ جو آپ نے قضائے الٰہی پر راضی رہنے اور غم و مصیبت سے جو کچھ اُس تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے پہنچا ہے اس کے متعلق شرح صدر کے لوازم کے بارے میں لکھا ہے، بہت بڑی نعمت ہے اللّٰھم زد [اے اللہ اور زیادہ فرما] صراطِ مستقیم پر ہدایت سے مراد اس تعالیٰ شانہٗ کے افعال کے ساتھ یہی شرح صدر اور اُس سبحانہٗ و تعالیٰ کے مقتضیات (احکام) میں سینہ کی تنگی کا دور ہونا ہے فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ پ ۸ سورۂ انعام ۱۲۵ [پس جس شخص کو اللہ تعالیٰ ہدایت دینا چاہتا ہے اس کے سینہ کو اسلام کے لئے کھول دیتا ہے] وَاِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّاۤ اَجْرًا عَظِيْمًا وَّلَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا پ ۵ سورۂ نساء ۶۷ [اور اس وقت ہم ضرور ان کو خاص اپنے پاس سے اجر عظیم دیتے ہیں اور ضرور ہم ان کو سیدھے راستے کی ہدایت کرتے ہیں]۔

مکتوب ۱۳۳

جان محمد بیگ کولابی کے نام ان کے عریضہ کے جواب میں جو کہ کیفیات و احوال پر مشتمل تھا اور اس بیان میں تحریر فرمایا کہ احوال و اشارات ہی حصول پر دلالت نہیں رکھتے۔

یہ فقیر حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد عرض کرتا ہے کہ مکتوب مرغوب نے جو اس مسکین کے نام مرقوم کیا تھا پہنچ کر مسرت بخشی چونکہ پسندیدہ احوال و واقعات پر مشتمل تھا مزید مسرت کا باعث ہوا۔ پس اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ آپ کے شوق و ذوق کو زیادہ کرے اور ترقی و توفیق عطا فرمائے۔ آپ نے لکھا تھا اس سے پہلے ایسا تھا کہ مخلوقات میں سے ہر ایک مخلوق کے سامنے اپنے آپ کو ذلیل و بے اعتبار پاتا تھا حتیٰ کہ کافرِ فرنگ کو بھی اپنے سے بہتر جانتا تھا اور جو فعل کہ اس فقیر سے واقع ہوتا تھا اس کو شر محض جانتا تھا۔ میرے مخدوم! یہ حال اصل ہے اور یہ نقص کی دید اور اپنے ہر فعل کو شر محض سمجھنا بہت بڑی ص ۲۲۵ نعمتوں میں سے ہے اور فنا و نیستی کی خبر دینے والی ہے کیونکہ ہستی اور اس کے توابع جب اپنی اصل کی طرف رجوع کرتے ہیں تو سالک میں نیستی اور شر ہونے کے سوا کچھ نہیں رہتا اور اچھائی کی ذرا بھی بُو اپنے اندر محسوس نہیں کرتا۔ ممکن کی ذات عدم ہے جو کہ ہر شر و فساد کے نشو و نما کی جگہ ہے، وجود اور تمام کمالات اس میں

www.maktabah.org

مستعار و امانت ہیں، اور امانت اس کے مالک کو واپس کر دینے کے بعد اپنے افعال کو شرِ محض سمجھنے اور قصور کی دید کے سوا جو کہ اس کی ذات کا مقتضا ہے اس کو کچھ نصیب نہیں ہوگا، بڑے بڑے دریا جو کہ نظر آتے ہیں اور آپ ہر ایک کو الگ الگ عبور کرتے ہیں بہت خوب ہے، سلوک کے راستے میں اس قسم کے بہت سے دریا عبور کرنے پڑتے ہیں۔ اور یہ جو حضرت ابراہیم علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ سے فرماتے ہیں کہ تو ہماری ملکیت سے ہے بہت بڑی بشارت ہے، شاید کہ آپ اُن کی ولایت سے حصہ حاصل کریں گے ــــ اور یہ جو آپ نے دیکھا ہے کہ "آپ جل گئے اور کوئلہ ہو گئے ہیں اور اس کوئلہ کو لوگوں نے سیاہی بنا لیا ہے اور لوگ اس سے الگ الگ لکھتے ہیں اس کے بعد معلوم ہوا کہ قرآن لکھتے ہیں" اس کی تعبیر ظاہر ہے، جونہی سالک کا وجودِ بشریت محبت کی آگ سے جل جاتا اور فانی ہو جاتا ہے اور الفاظِ قرآنی کے ساتھ بقا حاصل کرتا ہے حق تعالیٰ (کا کلام) تم سے ظہور پاتا ہے کیونکہ عشق کی آگ کے جلائے ہوئے لوگوں کا مونس اس کا کلام ہے کہ اس عالم میں اس کی مانند کوئی مظہر نہیں ہے اور اس کی صفتِ حقیقی بنفسہٖ جلوہ گر ہوئی ہے اور صفت سے موصوف کا راستہ کھلا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے "آگاہ رہو کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف اشتیاق رکھتا ہے تو اس کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام سنے" ــــ اور اسی طرح یہ جو آپ نے دیکھا ہے "کہتے ہیں کہ معدوم ہو جا، فقیر (خواجہ محمد معصومؒ) کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے قدموں میں، اسی وقت قدمِ مبارک نظر آئے اور میں مبارک قدموں کے نیچے معدوم (نیست) ہو گیا" یہ ایک بشارت ہے خاص الخاص فنا کی طرف ایک اشارہ ہے قدمِ مبارک کے نیچے جو فنا ہوتی ہے وہ خاص امتیاز رکھتی ہے ــــ اور یہ جو آپ نے دیکھا ہے کہ "ایک عظیم بے پایاں صحرا کو ایک ساعت میں طے کیا ہے" یہ بھی نیک و بشارت ہے ــــ اور جس واقعہ میں کہ آپ نے اپنے آپ کو آدمی کی ہتھیلی کی مقدار بے حس و حرکت گوشت کا ٹکڑا دیکھا ہے وہ فنا اور عدمیت ذاتیہ کے ظہور کی خبر دینے والا ہے جو کہ بے حس و حرکت جماد (بے جان چیز) کے عنوان سے ظاہر ہوا ہے جیسا کہ ہمارے حضرت عالی قدس اللہ سبحانہ سرہ الاقدس نے تحریر فرمایا ہے اور برادرِ دینی دوست بیگ کے جو احوال و واقعات آپ نے لکھے ہیں یعنی فنائے قلبی کی بشارت کا حصول اور اولیاء کے گروہ میں شمولیت ۲۲۶
اور خود کو غائب پانے کا مراقبہ اور معرفت کے مرتبہ کا ظہور اور اس سے حصہ پانا اور اس کے بارے میں حضرت عالی (قدس سرہٗ) کا دعا کرنا اور مصافحہ کرنا اور آیتِ کریمہ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ الآیۃ (اور ان کو یہی حکم دیا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو کہ تمام باطل ادیان سے یکسو ہو کر دین کو بینہ ۵
اسی کے لئے خالص کرنے والے ہو جاؤ) پڑھنے کی نصیحت کرنا سب واضح ہوا، اچھے واقعات اور بشارات ہیں اور آیۂ کریمہ پڑھنے کا امر کرنا نماز قائم کرنے پر ترغیب ہے جو کہ دین کا ستون ہے اور کمال درجہ کے

www.maktabah.org

قرب کا مقام ہے اور زکوٰۃ دینے پر (ترغیب ہے) جو کہ مال کو پاک کرتا ہے اور نیز اخلاص حاصل کرنے پر ترغیب ہے کیونکہ عبادات کے اعمال اور اذکار کی قبولیت اس سے وابستہ ہے اور (یہ) سیر و سلوک کا نتیجہ ہے۔ اور جاننا چاہیے کہ واقعات و خواب مبشرات سے زیادہ نہیں ہیں کہ استعداد ہونے کی بشارت دیتے ہیں اور قوت کی خبر دینے والے ہیں نہ کہ فعل کی، کچھ جان کھپانی چاہیے تاکہ معاملہ قوت سے فعل میں آجائے اور گوش سے آغوش میں آپہنچے، جو کچھ بیداری میں ظاہر ہوتا ہے وہ اس شخص کی ملکیت ہے کسی نے خوب کہا ہے۔

چو غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم
نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم

[چونکہ میں آفتاب کا غلام ہوں اسلئے سب کچھ آفتاب ہی کی کہتا ہوں میں نہ شب ہوں نہ شب پرست ہوں کہ خواب کی بات بیان کروں] والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۳۴

حقائق آگاہ حاجی حبیب اللہ حصاری ثم البخاری کے نام اس بارے میں کہ ابتدا میں ظاہر باطن کے رنگ میں رنگا ہوا ہوتا ہے اور باطن کے منقطع ہونے کے بعد ظاہر مکدر و آلودہ نظر آتا ہے اور ممکن کی ذات کے عدم ہونے اور حقیقت کعبہ و حقیقت قرآنی و حقیقت صلوٰۃ و حقیقت قرآنی و حقیقت محمدی اور ان کی تعبیر اور ان کے مناسب امور کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ علیٰ نوالہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ محمد و آلہ اما بعد، جو مکتوب مرغوب آپ نے پشاور سے بھیجا تھا پہنچ کر مسرت بخش ہوا، نقص و قصور کی دید اور وجود بشری کے نگاہ میں برا لگنے خاص طور پر طاعات اور متبرک مقامات میں ایسا ہونے کی بابت آپ نے لکھا تھا واضح ہوا میرے مخدوم! ظاہر جو کہ نفس ظلمت و کدورت ہے باطن سے ملتے وقت اس کے ساتھ روشن اور تر و تازہ نظر آتا ہے باطن کے اذواق و انوار کے ساتھ ظاہر بھی منور اور ذوق و شوق کے ساتھ متصف ہو جاتا ہے جب باطن ترقیات کے سبب ظاہر سے منقطع ہو جاتا ہے اور دونوں کے درمیان بُعد مشرقین پیدا ہو جاتا ہے تو باطن کے انوار و اذواق ظاہر تک بہت کم پہنچتے ہیں اس لئے مکدر و آلودہ نظر آتا ہے اور غم و اندوہ کے ساتھ متصف ہو جاتا ہے اور نیز کمالات اصل کے ساتھ لاحق ہونے کے بعد عدم کے سوا جو کہ ہر شر و نقص کا مقام اور منشا کہا جاتا ہے اس سے بھی بدتر ہے کچھ نہیں رہے گا اور طاعات و متبرک مقامات میں ذاتی ظلمت و کدورت بہت زیادہ ظاہر ہوتی ہے اذ بضدھا تتبین الاشیاء [کیونکہ چیزیں اپنی ضد کے ساتھ پہچانی جاتی ہیں] ——— اور یہ جو آپ نے لکھا تھا کہ مراقبہ ۲۲۷ میں ایک بہت بلند حال ظاہر ہوا، ایک بہت بڑی چیز کو اٹھا کر فقیر کے سامنے ڈال دیا گیا اس کے اوپر پردہ تھا

www.maktabah.org

کہا گیا کہ یہ سب تیری نسبتیں ہیں پردہ کو اٹھایا گیا تو وہاں سے ایک نور بلند ہوا اس نے مجھ کو اور تمام عالم کو احاطہ کر لیا ایسا خیال آیا کہ (یہ) حقیقتِ قرآنی ہوگی (پھر) دوسرا پردہ پہلے پردہ سے زیادہ زینت والا ظاہر ہوا وہ پردہ بھی (اٹھا دیا گیا تو ایک نور وہاں سے) بلند ہوا جو پہلے نور پر چھا گیا خیال ہوا کہ یہ حقیقتِ صلوٰۃ ہوگی ۱؎ اس کے بعد دوسرا پردہ ظاہر ہوا جب اس کو بھی اٹھا دیا گیا تو ایک بہت بڑا نور ظاہر ہوا کہ جس نے مجھ کو اور تمام عالم کو احاطہ کر لیا، میں نے اپنے آپ کو بہت نور اور زینت کے ساتھ آراستہ دیکھا اس وقت میں خیال ہوا کہ (یہ) دائرہ خلت ہوگا اور اس وقت میں ایک اور حال ظاہر ہوا کہ یہ سابقہ انوار واحوال گویا نور میں لاشئ ہو گئے ہیں اور اپنے آپ کو بھی اس نور میں پایا تھا، خیال آیا کہ حقیقتِ محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اور محبوبیت یہی ہوگی۔ میرے مخدوم! جو کچھ آپ نے لکھا ہے سب بیحد نورانی اور نہایت اعلیٰ ہے لیکن (یہ سب) مبشرات ہیں حق تعالیٰ قوت سے فعل میں لائے اور گوش سے آغوش میں پہنچائے، اتنا ہے کہ آپ کو ولایتِ ابراہیمی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں پایا ہے اور اس وجہ سے مقامِ خلت کے ساتھ کچھ مناسبت حاصل ہے، اگر اس عجیب مقام سے کچھ نسبت حاصل کر لی ہو اور اس کے گلزاروں سے پھول چن لئے ہوں تو کیا تعجب ہے۔ محبت جو کہ محبوبیت کا باعث ہے وہ بھی خلت کے شعبوں میں سے ہے جب یہ خلت غالب آجاتی ہے اور بیقراری کا نشہ پیدا کرتی ہے تو محبت سے موسوم ہوتی ہے نفسِ خلت سراسر اُنس و الفت ہے، محبت ہے جو کہ خلت کے تمام افراد سے گرفتاری کے نشے کے ساتھ ممتاز اور علیحدہ ہو گئی اور زمانہ کی عجیب چیز بن گئی ہے اور کچھ اور ہی ثمرہ دیا ہے ۔ ؎

ازاں افیون کہ ساقی در مے افگند حریفاں را نہ سر ماند و نہ دستار

[اس افیون کی وجہ سے جو کہ ساقی نے شراب میں ڈال دی ہے ہم مشربوں کو نہ سر کا ہوش رہا ہے نہ پگڑی کا]

اے محبت کی نشانیوں والے! جاننا چاہیے کہ حقیقتِ قرآنی تک پہنچنا انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حقائق سے عبور اور ان کے کمالات کے حصول کے بعد صورت پذیر ہوا اس لئے کہ انبیاء اور خاتم الانبیاء علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والبرکات بھی مخلوق ہیں اور قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام غیر مخلوق ہے پس اس کی حقیقت تک وصول ان حقائق سے گذرنے کے بعد ہوگا، حدیث شریف میں ہے کہ "حاملینِ قرآن کی غیر حاملینِ قرآن پر فضیلت ایسی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی فضیلت اس کی تمام مخلوق پر ہے" قرآن اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز سے افضل ہے اور تمام کلاموں پر قرآن کی فضیلت ایسی ہے ۳۲۸ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی فضیلت اس کی تمام مخلوق پر ہے اور یہ جو آپ نے حال میں رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ المؤمنین کو دیکھا ہے کہ ان کے انوار آسمان تک پہنچے ہوئے ہیں اور تمام عالم پر چھائے ہوئے ہیں، مبارک ہے، حق سبحانہٗ ان کے انوار و برکات سے بہرہ مند کرے، والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الھدیٰ۔

۱؎ غالباً کچھ الفاظ سہو کتابت سے رہ گئے ہیں جن کا ترجمہ اضافہ کیا گیا ہے مترجم

www.maktabah.org

مکتوب ۱۳۵

صوفی سعد اللہ کابلی کے نام تحریر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کمال و اکمال کے مراتب تک ترقی عطا فرمائے۔ مکتوب مرغوب جو آپ نے اس مسکین کے نام موسوم کیا تھا پہنچکر مسرت بخش ہوا، آپ نے ملاقات کے شوق کا اظہار کیا تھا، دوستوں کو بھی مشتاق جانیں اور حدیث شریف وانا الیھم لاشد شوقا [اور میں ان کی طرف البتہ زیادہ شدید شوق رکھتا ہوں] پڑھیں ــــ یہ جو آپ نے حال میں دیکھا ہے کہ " بلند مقام انتہائی صفائی میں ظاہر ہوا ہے اور بعض دوستوں نے کچھ باتیں کہیں اور تم کہتے ہو کہ حقیقتِ قرآنی (جو) مجھ پر ظاہر ہوئی تھی اب خوب واضح ہو گئی اور یہ تم دوستوں سے کہتے ہو کہ دوسرا مقام میری نظر میں آیا تم نے اس کو دیکھا یا نہیں دیکھا دوستوں سے کچھ ہاں یا نہیں نہ نکلی اور نیز تم نے دیکھا ہے کہ گویا تمہارے چہرہ کو نقش کیا گیا تھا اور اُس پر حقیقتِ قرآنی کی مہر کردی گئی اور تم نے کوئی نسبت اپنے اوپر پائی تین روز تک وہی کیفیت رہی" میرے مخدوم! دونوں واقعے روشن اور اعلیٰ ہیں اور حصول کی استعداد کی خبر دینے والے ہیں، امیدوار ہیں کہ قوت سے فعل میں آئے اور گوش سے آغوش تک پہنچے ؎

می تواند کہ دہد اشکِ مرا حسنِ قبول | آنکہ دُر ساختہ است قطرۂ بارانی را

[وہ ذات جس نے بارش کے قطرہ کو موتی بنا دیا ہے ہو سکتا ہے کہ وہ میرے آنسوؤں کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے]

آپ نے دوسرا حال لکھا تھا کہ " ایک عزیز ابلق (چتکبرا) گھوڑے پر سوار ہے مجھ کو بھی اپنے پیچھے سوار کر لیا ہے ہم ایک مجلس میں آئے ایک دیوار ظاہر ہوئی اور درمیان سے دو ٹکڑے ہو گئی، ایک بلند مقام ظاہر ہوا پھر اس مقام سے بلند تر دوسرا مقام ظاہر ہوا پھر اس مقام سے بلند تر مقام نظر آیا، کہا گیا کہ اس مقام میں کوئی حجاب نہیں رہا، میں اس کے سننے سے بیہوش ہو گیا میں دو تین گھڑی تک پڑا رہا اگرچہ لوگ جگاتے تھے لیکن ہوش میں نہیں آتا تھا ہوش میں آنے کے بعد میں نے اپنے اوپر عجیب حال مشاہدہ کیا تین روز تک مجھ پر یہ حالت رہی" اے سعادت آثار! ہو سکتا ہے کہ جس سوار نے تم کو ابلق گھوڑے پر اپنے پیچھے بٹھایا وہ تمہارا رہبر ہو جو کہ عالم معنی میں تمہارے سیر و سلوک کا ذمہ دار ہے اور ابلق گھوڑا روح کی سواری ہو جو کہ عالمِ چون و عالمِ بیچون کے درمیان برزخ ہے اور دونوں رنگ رکھتی ہے اور دیوار جو کہ دو ٹکڑے ہو گئی وہ تمہارا وجودِ بشری تھا جو کہ ظلمت و کدورت سے پُر ہے حقیقت کا آفتاب

www.maktabah.org

طلوع ہونے کے وقت ٹکڑے ہوکر الگ ہوگیا ہے اور ظلمت و کدورت سے جو کہ اُس کا ذاتی (وصف) تھا چھٹکارا پالیا ہے، اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْا اَعِزَّةَ اَهْلِهَا اَذِلَّةً وَكَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ۝ [بیشک بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اس کو تہ و بالا کر دیتے ہیں اور وہاں کے عزت دار لوگوں کو ذلیل کر دیتے ہیں اور یہ لوگ بھی ایسا ہی کریں گے] ___ اور یہ جو دیوار کے دو ٹکڑے ہونے کے بعد بلند مقام ظاہر ہوا ہوسکتا ہے کہ تمہارا مبدأ تعین ہو (جو کہ) اسم الٰہی کا ظل ہے اور یہ جو اس سے بلند تر دوسرا مقام ظاہر ہوا اسم الٰہی ہو جو کہ مبدأ تعین کی اصل اور اسم کلی ہے کہ مبدأ تعین اس کلی کی جزئیات میں سے ایک جزئی ہے اور تیسرا مقام جو کہ سابقہ مقام سے بلند تر نظر آیا شانِ ذاتی ہو جو کہ اس کلی کی اصل ہے اور ذات تعالیٰ و تقدس میں محض اعتبار ہے اور چونکہ شان اور ذات کے درمیان اسم کے سوا پردہ نہیں ہے اس لئے آپ نے سُنا کہ حجاب نہیں رہا۔ یہاں ایک نکتہ ہے، جاننا چاہئے کہ بیہوشی حجاب چاہتی ہے جب حجاب بالکل اُٹھ جائے تو بیہوشی نہیں رہتی۔ ع

تو عین ذات می نگری در تبسمی [تو مسکراتے ہوئے عین ذات کو دیکھتا ہے]

آپ نے لکھا تھا کہ میں حلقہ میں بیٹھا تھا کہ صاحبزادہ گرامی فرماتے ہیں اکثر دوستوں نے مقام بنی اسرائیل سے عروج کیا، پھر فرمایا کہ عرش کے اوپر ایک مقام ہے دوستوں نے اس سے عروج کیا، آپ لکھیں کہ عرش کے اوپر کونسا مقام ہے "میرے مخدوم! یہ سوال اس شخص سے کرنا چاہئے کہ جس نے اس وار دات کی خبر دی ہے، بہر حال ہم کہتے ہیں کہ عرش کے اوپر جو کہ لامکانیت کے ساتھ موصوف ہے عالم ارواح کا مقام ہے اور عالمِ ارواح مکانی و لامکانی کے درمیان برزخ ہے اور دونوں کا رنگ رکھتا ہے اس عالم میں قلبؔ و روحؔ و سرؔ و خفیؔ و اخفیؔ پانچ لطیفے ہیں اور ان پانچوں میں سے ہر ایک لطیفہ ایک عالم ہے جو اس عالم سے جو کہ عرش سے نیچے ہے کئی گنا زیادہ ہے اور دائرۂ امکان ان پانچوں لطیفوں پر منتہی ہو جاتا ہے اور سیر " ان پانچوں لطائف کے طے کرنے پر فنا کے ساتھ متحقق ہو جاتا ہے اس کے بعد کمالاتِ الٰہی جل شانہٗ میں شروع ہوتا ہے جو کہ بقا کا مقام ہے اور اس سیر کی انتہا کو علام الغیوب تعالیٰ شانہٗ جانتا ہے اور یہ جو کہا ہے کہ انہوں نے مقامِ بنی اسرائیل سے عروج کیا، ہوسکتا ہے کہ مقام بنی اسرائیل مقام سرو خفی سے کنایہ ہو کیونکہ بنی اسرائیل دو اولوالعزم پیغمبروں حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ علی نبینا و علیہما الصلوات والسلام کے تابع ہیں اور یہ دونوں لطیفوں کو ان دونوں پیغمبروں علیہما السلام کے ساتھ ایک خاص خصوصیت ہے، ولایت موسوی سر کی ولایت ہے اور ولایتِ عیسوی خفی کی ولایت ہے اور ان دونوں ولایتوں سے گذرنے کے بعد اخفی کا مقام ہے

www.maktabah.org

جو کہ ہمارے پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہے کیونکہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولایت اخفیٰ کی ولایت ہے اور یہ جو اس کے بعد کہا کہ عرش کے اوپر ایک مقام ہے انھوں نے اس سے عروج کیا ان دونوں کا نتیجہ ایک ہی ہوا کیونکہ یہ دونوں ولایتیں بھی جو کہ مقام نبی اسرائیل سے کنایہ ہیں عرش کے اوپر ہیں اور ان سے عروج ممکن بلکہ واقع ہے۔ والسلام اولاً وآخراً۔

مکتوب ۱۳۶

خواجہ محمد شریف بخاری کے نام تحریر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کمال والکمال (کامل ہونے اور کامل کرنے) کے اعلیٰ مرتبہ پر ترقی عطا فرمائے۔ مکتوب مرغوب پہنچکر مسرت بخش ہوا چونکہ اعلیٰ کیفیات پر مشتمل تھا خوشی میں اضافہ کیا۔ آپ نے لکھا تھا کہ "ستائیسویں شب کو تراویح میں قرآن مجید کا ختم سن رہا تھا کہ عظیم فیض و برکات نازل ہوئے، انھوں نے وجودِ بشری کو پوری طرح خالی کر دیا کہ اس کا کوئی اثر باقی نہ رہا۔ اسقدر فیض و برکات نازل ہوئے کہ تمام خالی جسم و جو ہر یا احاطہ میں نہیں سماتے تھے، اتنا جانتا ہوں کہ جس وقت انوار کا ظہور ہوا تو انھوں نے بائیں جانب سے شروع کیا میں جسقدر گہری نظر سے دیکھتا تھا نورِ محض کے سوا کچھ نظر نہیں آتا تھا اس نور نے آفتاب کے طلوع ہونے کی مانند عالم کو احاطہ کر لیا" میرے مخدوم! اس جگہ کے بعض درویشوں نے بھی اسی رات میں عجیب چیزیں مشاہدہ کیں اور اس رات کے فیوض و برکات سے بہرہ مند ہوئے اور ترقیات حاصل کیں، اللہ سبحانہ کی حمد ہے کہ آپ بھی فیضیاب ہوئے اور انوارِ تجلی کے پرتو میں محو و مستہلک ہو گئے ؎

بلے ہر جا شود مہر آشکارا سُہا را جز نہاں بودن چہ یارا

[بیشک جس جگہ سورج ظاہر ہو جائے سہا (ایک ستارہ کا نام) چھپ جانے کے سوا اور کیا کر سکتا ہے]

تجلیِ احدیت کا طلوع صفاتِ بشریت کو فنا کرنے والا ہے اذا تجلی اللہ بشئ خضع لہ [جب اللہ تعالیٰ کسی چیز پر تجلی نازل فرماتا ہے تو وہ اس کے لئے جُھک جاتی ہے] اور پھر آپ نے اُن انوار کے ساتھ بقا حاصل کیا اور عدم (فنائیت) کے بعد آپ وجودِ موہوب کے ساتھ متحقق ہو گئے اور اُسی نور نے عالم کو احاطہ کر لیا۔

ع شکرانہ بدہ کہ خوں بہائے تو منم [شکرانہ ادا کر کہ تیرا خوں بہا میں ہوں]

اس معنی کی تائید کرنے والا وہ مضمون ہے جو کہ اس آیت کریمہ میں ہے اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ [کیا ایسا نہیں کہ وہ شخص جو مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ بنا دیا اور ہم نے اس کو ایک ایسا

www.maktabah.org

نور (یعنی ایمان) دیا کہ جس کے ساتھ وہ لوگوں میں چلتا پھرتا ہے] — کہتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہے چنانچہ (حدیث مبارک) الحق ینطلق علی لسان عمر [حق عمر (رضی اللہ عنہ) کی زبان پر جاری ہوتا ہے] اس بات کی علامت ہے اور (آیت مبارکہ) کَمَنْ مَّثَلُهٗ فِی الظُّلُمٰتِ لَیْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا [کیا اس شخص کی مانند ہو سکتا ہے جس کی صفت یہ ہے کہ وہ اندھیروں میں ہے جن سے وہ نکلنے والا نہیں ہے] ابو جہل لعین کے بارے میں ہے۔ الحمد للہ سبحانہ کہ آپ نے ابو جہل کی ظلمتوں سے نکل کر انوارِ فاروقی کا سہارا پکڑا ہے۔ والسلام

مکتوب ۱۳۷

شیخ جنید چشتی کے نام ان کے احوال کی تعبیر اور ضروری نصائح و ذکرِ لطائف عشرہ کے بارے میں تحریر فرمایا۔

(یہ فقیر) حمد و صلوٰۃ کے بعد عرض کرتا ہے کہ آپ نے جو مکتوب محبت کے طور پر بھیجا تھا اس نے خوش وقت کیا۔ آپ نے جو یہ حال دیکھا (اور) لکھا ہے کہ حضرت گنج شکرؒ نے تمہارے لئے دعا کی ہے کہ اللہ تعالیٰ تیری توبہ قبول فرمائے اور تیرے گناہوں کو بخش دے اور تم کو گود میں لیا ہے اور ملاقات کا سبب پوچھا ہے اور تم نے ان سے کچھ چیزوں کی درخواست کی ہے اور انھوں نے حکیمانہ طریقے سے جواب دیا ہے تم کو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے ہیں اور تم ان کے گرد سات چکر لگا کر آں علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کے قدموں میں گر پڑے ہو اور انھوں (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دستِ مبارک کو تمہارے سر پر ملا ہے اور تم نے آنسرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں بھی چند چیزوں کی درخواست کی ہے انھوں (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بھی جواب پردہ رکنایہ میں دیا ہے "سب نیک و مبارک ہے، اپنے کام میں لگے رہیں اور ہر روز ترقی کے طالب رہیں اور آپ نے اسی حال میں جو کچھ جہت کے قاضی کے بارے میں التماس کی ہے اور کہا ہے کہ نیک ہے اور نہایت سخی ہے، آنحضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ بیشک اللہ تبارک و تعالیٰ سخاوت کو پسند کرتا ہے پھر آپ نے قاضی مذکور کے بارے میں دعا کی اور اس کے لئے دین و دنیا کی بھی طلب کی، آنسرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جس شخص نے اسلام اور احکام شریعت کی عمدہ طریقے پر تعمیل کی اس کے لئے دین و دنیا واجب ہو گئی" یہ دونوں اس قاضی کے لئے بڑی بشارتیں ہیں اور ان کی استقامت احکامِ شرعیہ کے بجالانے اور حسنِ اسلام پر موجب ہیں اگر وہ ایسا کرے دین و دنیا دونوں اس کی

www.maktabah.org

ملکیت ہیں، اللہ تعالیٰ قاضی کو جزائے خیر دے اور دونوں جہان کی ترقیات سے نوازے کہ آپ جیسے درویش دل کی دلجوئی خدائے جل وعلا کے لئے کرتا ہے — آپ نے مشارٌ الیہ کے بارے میں فاتحہ کی درخواست کی تھی، پڑھی گئی، امید ہے کہ نتیجہ بخش ہوگی — اور یہ جو آپ نے سابقہ مکتوب میں لکھا تھا کہ ۲۳۲
(راقم) نفی اثبات کے ذکر میں مشغول ہے پچیس[۲۵] مرتبہ تک تکلف کے ساتھ کہتا ہے اور کبھی کبھی بے تکلف بھی کہا جاتا ہے" میرے مخدوم! جس قدر تکلف و تشویش کے بغیر کہا جائے کہیں کمیت (تعداد) سے کیفیت اور حصولِ اثر کی طرف زیادہ مشغول ہوں جو کہ ماسوا کی نفی ہونا ہے کیونکہ نفی کرنے کا نتیجہ نفی ہونا ہے اسقدر ہے کہ ذکر کہنے میں رکیں نہیں جلدی جلدی کہیں اور تیزی کے ساتھ خیال کریں، خیال ایک لمحہ میں زمین سے سات آسمانوں تک پہنچ جاتا ہے اس صورت میں سہولت کے ساتھ بہت زیادہ کہا جاتا ہے۔ بعض دوست ایک سانس میں ہزاروں تک پہنچاتے ہیں لیکن مدار کیفیت اور اثر کے حاصل کرنے پر ہے، دیگر آپ نے ذکر کے وقت خطرۂ قلب کے دور ہونے کے بارے میں لکھا تھا، آپ جان لیں کہ ہر وقت اور ہر حال کہ جس میں خطرہ نہ آئے ایک نعمت ہے خاص طور پر ذکر کے وقت بہت بڑی نعمت ہے لیکن فنائے قلب میں معتبر یہ ہے کہ خطرہ مطلق طور پر تمام اوقات میں دل سے دور ہوجائے اور ماسوا کو اس حد تک بھلادے کہ اگر تکلف کے ساتھ ماسوا کو دل میں لائے اور سالہا سال تک ماسوا کو یاد کرے تو یاد نہ آئے، اُس نسیان کی وجہ سے جو کہ دل کو ماسوا سے حاصل ہوتا ہے خوشی و غم و فکر و اندیشہ کچھ دل تک نہ پہنچے مستہلک کو کیا خبر اور مستغرق کو کیا شعور —

آپ نے پوچھا تھا کہ "نفس کیا چیز ہے جو کہ یہ سب صفات یعنی امارہ و لوامہ و ملہمہ و راضیہ و مرضیہ رکھتا ہے اور بزرگوں نے کہا ہے کہ نفس کو مارنا چاہیئے، نفس کو مارنے کے بعد کیا چیز باقی رہتی ہے کہ (جس سے) آدمی کو اللہ تعالیٰ کی معرفت نصیب ہو کیونکہ معرفت نفس سے تعلق رکھتی ہے اور روح و نفس متحد ہیں یا نہیں اور دونوں جانب بزرگوں نے شبہات (قائم) کئے ہیں، ومن عرف نفسہ فقد عرف ربہ [اور جس نے اپنے نفس کو پہچانا تو ضرور اس نے اپنے رب کو پہچان لیا] اس سے مراد نفس کا پہچاننا ہے یا نفس کا مرنا؟" آپ جان لیں کہ آدمی دس لطیفوں سے مرکب ہے پانچ لطیفے عالمِ خلق سے اور پانچ عالمِ امر سے ہیں اُن لطیفوں میں سے ایک نفس ہے اور نفس عالمِ خلق سے شمار کیا گیا ہے اور لطیفۂ روح عالمِ امر سے، پس (یہ) دونوں لطیفے مختلف ہوئے اور ان میں سے ہر ایک کے ساتھ تمام لطائف کی طرح جدا معاملہ ہے اور ہر ایک کی ولایت و سیر و سلوک جدا ہے اور جس کسی نے متحد کہا ہے وہ کام کی حقیقت سے آگاہ نہیں ہے اور نفس امارگی کی حالت میں بھی اور اطمینان کی حالت

www.maktabah.org

میں بھی لطائف کا سردار ہے اور لفظ اَناسے بھی ہر شخص کی مراد وہی ہے اور وہ بالذات آسمانی احکام کا منکر ہے اور انانیت (مَیں پن) و خودی و رفعت پسندی اور تکبر کرنا اس کی ذات میں ودیعت ہیں اور وہ بُرائی اور بدکاری کی طرف بہت ہی زیادہ امر کرنے والا ہے حدیثِ قدسی میں آیا ہے عاد نفسك فانها انتصبت بمعاداتی [تو اپنے نفس سے دشمنی کر پس بیشک وہ میری دشمنی پر کمربستہ ہے] صوفیائے کرام کے طریقہ پر چلنا اور اہل اللہ کی خدمت کرنا، اس (نفس) کی اصلاح اور اُسے مطیع کرنے کے لئے ہے، جب
ص ۲۳۳ اللہ جل شانہٗ کے فضل سے نفس اپنی صفاتِ رذیلہ سے خالی ہونے لگتا ہے اور اسلام (فرمانبرداری) قبول کر لیتا ہے تو لوامہ ہو جاتا ہے اس کے بعد ملہمہ پھر بتدریج فنائے کامل و بقائے اکمل کے واسطے سے مطمئنہ ہو جاتا ہے اس وقت وہ اپنے مولا (اللہ تعالیٰ) سے راضی اور مولا اس سے راضی ہو جاتا ہے اور وہ اپنے جہلِ مرکب سے جو کہ وہ رکھتا تھا نکل کر اللہ جل شانہٗ کی معرفت و قرب تک پہنچ جاتا ہے پس یہ سب نفس کی صفات ہیں جو کہ اس پر بدلتی ہیں اور نفس کا مارنا اور اُس کا مر جانا اس کا صفاتِ رذیلہ سے نکل جانا ہے پس وہی نفس ہے جو کہ بُعد و دُوری کے بعد قرب و معرفت سے مشرف ہو جاتا ہے اور یہ جو وارد ہوا ہے من عرف نفسہ فقد عرف ربہ [جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا] (اس سے) مراد نفس کا پہچاننا ہے اور نفس سے مراد ذاتِ انسان ہے جو کہ دس لطائف سے مرکب ہے اور ہو سکتا ہے کہ لطیفۂ نفس (مراد) ہو جو کہ انسان میں عمدہ ہے یعنی جس شخص نے اپنے آپ کو یا اپنے لطیفۂ نفس کو اس کی عدمیتِ ذاتی کے عنوان کے ساتھ پہچان لیا یعنی (یہ کہ) اس کی ذات عدم ہے اور کمالاتِ وجودی اس میں عارضی اور مرتبۂ وجوب سے استفادہ کئے ہوئے ہیں اور اس تعالیٰ شانہٗ کی صفات و کمالات کے ظلال ہیں پس جس شخص نے اپنے آپ کو ظلیت کی صفت کے ساتھ (اور) اصل کو اصالت کے عنوان کے ساتھ پہچانا وہ ظل سے اصل کی طرف دوڑا (اور) اُس نے معرفت کی طرف راستہ پایا کیونکہ ظل سے اصل کی طرف شاہراہ ہے اسوقت وہ انسانی کمال کو پہنچا اور جو کچھ اس کی پیدائش سے مقصود تھا اس نے دیکھ لیا۔ مولوی (رومی) قدس سرہٗ کا شعر ہے ؎

چوں بدانستی کہ ظلِ کیستی   فارغی گر مُردی و گر زیستی

[جب تو نے جان لیا کہ تو کس کا ظل ہے تو خواہ تو مردہ ہو یا زندہ ہو تو بے فکر ہے]

ہو سکتا ہے کہ من عرف نفسہ سے مراد نفس کا مرنا ہو یعنی جو شخص کہ اپنے نفس کو فنائے حقیقی کے ساتھ فانی کر دیتا ہے وہ حق جل وعلا کی معرفت کو پہنچ جاتا ہے اس لئے کہ معروف میں فنا ہونا ہی معرفت ہے۔

آپ نے پوچھا تھا کہ شرع شریف میں بندہ کو فاعلِ مختار کہا گیا ہے اور حالانکہ نصوص

www.maktabah.org

(آیات) واحادیث میں آیا ہے: مَنْ یَّهْدِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ یُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِیَ لَهٗ [جس
شخص کو اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے تو اس کو گمراہ کرنے والا کوئی نہیں ہے اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ گمراہ کرتا ہے تو اس کو
ہدایت دینے والا کوئی نہیں ہے] یُضِلُّ بِهٖ كَثِیْرًا وَّیَهْدِیْ بِهٖ كَثِیْرًا [اس کے ساتھ بہت سے لوگ گمراہ بقرہ ۲۶
ہوتے ہیں اور اس کے ساتھ بہت لوگ ہدایت پاتے ہیں] ایمان رحمٰن (اللہ تعالیٰ) کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں
کے درمیان ہے، اور اس کا قدر خیر و شر ہونا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے پس اُس ذات کی قسم ہے جس کے
سوا کوئی معبود نہیں کہ بیشک تم میں سے کوئی شخص ضرور اہلِ جنت کے عمل کے مطابق عمل کرتا رہتا ہے یہاں تک
کہ اس کے اور اُس (جنت) کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے پھر اس پر کتاب (نوشتہ تقدیر)
سبقت کرے گی تو وہ اہلِ جنت کے مطابق عمل کرے گا اور اس میں داخل ہوگا۔"

میں کہتا ہوں کہ سوال کا حاصل یہ ہے کہ اہلِ شرع بندہ کے لئے اختیار کو ثابت کرتے ہیں اور
یہ آیات واحادیث اس کے خلاف حکم کرتی ہیں اور اختیار کا سلب ہونا ظاہر کرتی ہیں اس لئے باہم تضاد ۲۳۲ ص
ثابت ہوا۔ جواب: کوئی تضاد نہیں ہے، اس کی وضاحت یہ ہے کہ شک نہیں کہ ہدایت دینا اور
گمراہ کرنا خاص اُس تعالیٰ شانہٗ کا فعل ہے، خیر و شر، ایمان و کفر، طاعات و معاصی میں سے جو کچھ بھی
ہے سب اس سبحانہٗ کے ارادہ کی تقدیر سے ہے جیسا کہ آیات واحادیث اس پر دلیل ہیں اور وَاللّٰهُ
خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ [اور اللہ تعالیٰ نے تم کو اور تمہارے اعمال کو پیدا کیا] کی دلیل سے بندہ کے افعال صفت ۳۷ / ۹۶
کا خالق حق جل وعلا ہے نہ کہ بندہ جیسا کہ معتزلہ نے گمان کیا ہے اور وہ گمراہی کے بیابان میں (سرگرداں)
رہ گئے ہیں، اور نیز ہم بدیہی طور پر جانتے ہیں کہ بندہ اپنے فعل میں مجبور نہیں ہے جیسا کہ جبریہ نے کہا ہے
اور وہ گمراہ ہو گئے ہیں کیونکہ حرکتِ برائے گرفت اور حرکتِ رعشہ میں فرق ضروری ہے (کہ پہلی اختیاری
اور دوسری غیر اختیاری ہے) اور مکلف بنانے اور دائمی ابدی عذاب دینے کا حکم جبر (مجبور ہونے) کی نفی
کرتا ہے اس کے باوجود کہ حق تعالیٰ نے عذاب و ثواب کو بندوں کے عمل کے ساتھ وابستہ فرمایا ہے
اور فرمایا ہے جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ [یہ اُن کے اعمال کا بدلہ ہے] پس معلوم ہوا کہ بندہ کو اپنے فعل میں احقاف ۱۴
کچھ دخل ہے اور اس کو کسب کہتے ہیں اگرچہ فعل کا پیدا کرنا حق تعالیٰ (کی طرف) سے ہے، بندہ کو ارادہ
و اختیار دیا گیا ہے لیکن بندہ کو اس کے ارادہ کے ساتھ آزاد نہیں چھوڑا گیا ہے (بلکہ احکامِ شرعیہ کا
مکلف بنایا گیا ہے) مکلف بنانے اور عذاب و ثواب دینے کا مدار اسی ارادہ کے استعمال پر ہے بندہ
کے ارادہ کو استعمال کرنے کے بعد فعل کی پیدائش حق تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے۔ پس (مذکورہ) آیات و
احادیث (افعال کی) پیدائش کے اعتبار سے ہیں اور اہلِ شرع کا قول کسب کے اعتبار سے ہے جو کہ

www.maktabah.org

ارادہ کے استعمال سے عبارت ہے۔ اگر لوگ یہ کہیں کہ حق سبحانہ نے ازل میں علم قدیم سے جان لیا ہے کہ فلاں شخص فلاں وقت میں طاعت و معصیت کا فلاں کام کریگا تو چاہیئے کہ اس شخص سے وہ کام ضرور وقوع میں آئے اور وہ مجبور ہو کیونکہ اگر وقوع میں نہ آئے تو اللہ عز و جل کا علم جہل میں بدل جائے اور یہ محال ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ علم وقوع کے تابع ہے (علم نے) وقوعِ ازلی کے مطابق اس کے ساتھ تعلق پکڑا ہے اور یہ اختیار کے منافی نہیں ہے، اگر کہیں کہ طاعت و معصیت سب ازلی تقدیر و ارادہ سے ہے تو پھر اختیار کہاں ہے؟ میں کہتا ہوں کہ ازل میں تقدیر و ارادہ (الٰہی) اس طرح جاری ہوا ہے کہ فلاں شخص اپنے اختیار سے یہ کام کریگا یہ اختیار کو ثابت کرنے والا ہے نہ کہ اس کی نفی کرنے والا، اتنا ہے کہ یہ اختیار اس سے وقوع میں آنا چاہیئے تاکہ تقدیر ازلی کے خلاف واقع نہ ہو جیسا کہ حدیث فیسبق علیہ الکتاب فیعمل الخ [پس کتاب (نوشتۂ تقدیر) اس پر سبقت کرتی ہے پس وہ عمل کرتا ہے الخ] اس معنی پر دلالت کرتی ہے یعنی ارادہ قدیمہ اس (بندہ) کے اختیار کے ساتھ اس (بندہ) پر سبقت کرتا ہے انتہٰی، اور یہ جواب پہلے سوال کا جواب ہے جو کہ علم قدیم سے ٹکراتا تھا، یہ ہے اس مقام میں کلام کی غایت اور غیب کا علم العزیز العلام (اللہ تعالیٰ) کو ہے۔

میرے مخدوم! قضا و قدر کا مسئلہ دقیق مسائل میں سے ہے ہر شخص کی سمجھ اس مسئلہ تک نہیں پہنچی بلکہ اس مسئلہ کی حقیقت کو جیسی کہ ہے حضرت علام الغیوب (اللہ تعالیٰ) ہی بہتر جانتا ہے مجمل طور پر اس قدر ایمان لانا چاہیئے کہ اس (بندہ) کی قدر خیر و شر اللہ تعالیٰ (کی طرف) سے ہے اور لوگوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا اگر (وہ اعمال) خیر ہیں تو (بدلہ) خیر ہوگا اور اگر شر ہیں تو (بدلہ) شر ہوگا، اس پر ہمیں زیادہ غور کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اس کے علم کو حق سبحانہ کے سپرد کرنا چاہیئے اور اس کے اوامر و نواہی کے مطابق زندگی بسر کرنی چاہیئے، اگر ایسا نہ کرے تو بندہ سرکش ہوگا اور مختلف قسم کی سزاؤں کا مستحق ہوگا۔ ہم بدیہی طور پر اپنے وجدان سے یہ پاتے ہیں کہ ہم کو اسقدر قدرت دی ہے کہ اوامر و نواہی کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو سکتے ہیں اور گناہ کو بغاوت و سرکشی سمجھتے ہیں، رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّ هَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا

مکتوب ۱۳۸

حاجی سلیم بلخی کے نام تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ العلی الاعلیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ خصوصًا علی سید الوریٰ امام التقی صاحب قاب قوسین او ادنیٰ و علیٰ آلہ وصحبہ البررۃ التقی،

www.maktabah.org

مکتوب مرغوب جو کہ آپ نے حاجی احمد ترک کے ہمراہ اس مسکین کے نام ارسال کیا تھا پہنچکر مسرت بخش ہوا، آپ نے آتش شوق کی شدت کے بارے میں لکھا تھا واضح ہوا، اللہ تعالیٰ اس آگ کو مشتعل کرے اور محبت کے شعلے کو سربلند کرے تاکہ آفاق وانفس سے پوری طرح رہا کردے اور ذات وصفات کی اقربیت تک پہنچائے ــــ آپ نے لکھا تھا کہ "ایک مدت ہوئی کہ ہم یک رنگی کے سمندر میں مستغرق ہو گئے ہیں جو کہ بیرنگ ہے اور تمام موجودات اس میں مثل حباب ظاہر ہوئی ہیں، اُس تعالیٰ شانہٗ کی بارگاہِ قدس بے پایاں سمندر ہے کہ تمام اشیاء اس میں فانی ہیں ان سب کا دیکھنا اور سننا اسی سے ہے کوئی دوسرا نظر میں نہیں آتا"۔ میرے مخدوم! یہ حال اعلیٰ ہے اور جمع کے مقام سے پیدا ہوا ہے، اس عنایت کا شکریہ بجالائیں اور ہمت کو بلند رکھیں اور جمع سے فرق بعد الجمع تک آئیں تاکہ مخلوق کو حق (تعالیٰ) سے جدا دیکھیں اور حادث کو قدیم سے جدا پائیں ظل سے اصل کی طرف آئیں بلکہ اصل کو بھی ظل کی طرح چھوڑ دیں اور شہود سے غیب کی طرف جائیں، احوال لکھتے رہیں اور دوستوں کو ایمان کی سلامتی کی دعا کے ساتھ یاد رکھیں، اوقات ۲۳۶
کو ذکر و فکر کے ساتھ آباد رکھیں، کمر ہمت کو طاعات وعبادات کے معمولات کی ادائیگی میں چست باندھیں، اور قبر وقیامت کا زادِ راہ تیار کریں، اندھیری راتوں کو گریہ واستغفار سے منور رکھیں اور اس تھوڑی فرصتِ عمر میں مولائے حقیقی کو راضی کریں، طالبوں کی طرف توجہ سے دریغ نہ رکھیں اور ان کی ترقیات کے خواہاں رہیں لیکن اُن کے آنے سے ڈرتے اور کانپتے رہیں ایسا نہ ہو کہ اس ضمن میں اس شخص (آپ) کی خرابی چاہی گئی ہو، بارگاہِ قدس میں التجا وآہ وزاری کرتے رہیں اور خود بینی وغرور سے پناہ چاہیں۔ والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الھدیٰ۔

مکتوب ۱۳۹

شیخ بایزید سہارنپوری کے نام اُن کے مکتوب کے جواب میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حمد وصلوٰۃ وارسالِ تسلیمات کے بعد عرض کرتا ہے کہ مکتوب مرغوب پہنچکر مسرت کا سبب ہوا، اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے کہ آپ عافیت کے ساتھ ہیں اور دلجمعی کے ساتھ زندگی گذار رہے ہیں اور حالات قابلِ اطمینان ہیں۔ آپ نے جو قرآن مجید حفظ کرنے کا ارادہ ظاہر کیا ہے مبارک ہے، حق سبحانہٗ تکمیل کو پہنچائے اور اس کے فیوض وبرکات سے بہرہ مند کرے، حفظ کرنے میں آیات کا جس قدر تکرار ہو تلاوت میں داخل ہے ــــ آپ نے لکھا تھا کہ لذت یابی وشوق ودلجمعی گویا تلاوت میں

www.maktabah.org

محدود ہوگئی ہے، ذکرِ نفی و اثبات اتنی لذت نہیں دیتا لیکن چونکہ ذکر کرنے کا حکم دیا گیا ہے ہر روز پانچ چھ ہزار بار کہہ لیتا ہوں "میرے مخدوم! کلام مجید کی تلاوت کیوں لذت نہ بخشے اور شوق کو زیادہ نہ کرے جبکہ قرآن اس تعالیٰ شانہٗ کی حقیقی صفت ہے کہ جس نے پردۂ غیب سے تختِ ظہور پر جلوہ فرمایا ہے اور ہجرت زدہ مشتاقوں کو وصال کی بُو عطا فرما کر الا من اشتاق الی اللہ فلیستمع کلام اللہ [آگاہ ہو کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف اشتیاق رکھتا ہے پس اس کو چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام سنے] کی خوشخبری کے ساتھ اور من ارادان یحدث ربہ فلیقرء کلام اللہ [جو شخص اپنے رب سے بات کرنے کا خواہاں ہے تو اس کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام پڑھے] کے مژدہ کے ساتھ بشارت دی گئی ہے صفت سے موصوف کی طرف راہ ہے اور کلام کو متکلم سے جدائی نہیں ہے ؎

اندر سخنِ دوست نہاں خواہم گشت　　تا بر لبِ او بوسہ زنم چونش بخواند

[میں دوست کے کلام میں پوشیدہ ہو جاؤں گا تاکہ جب وہ اس کو پڑھے تو میں اس کے لبوں کو بوسہ دے لوں]

اور کلمۂ نفی و اثبات جو کہ کلمۂ توحید ہے دوسرے فائدے رکھتا ہے، باطن کو پاک کرتا ہے اور متفرق تعلقات کا جو کہ بشریت کے لوازم سے ہیں ازالہ کرتا ہے بلکہ وجودِ بشریت کو جڑ سے اکھاڑتا ہے اور فنا تک پہنچاتا ہے اور بقا تک رہنمائی کرتا ہے اور ظل سے اصل تک لیجاتا ہے اور اصل سے دوسری اصل تک اور اُس اصل سے تیسری، چوتھی اور پانچویں اصل تک۔ (اور) الی ماشاء اللہ (جہاں تک اللہ تعالیٰ چاہے) متحقق کر دیتا ہے۔ اور آپ نے مطلوب کی عظمت و کبریائی کے متعلق اور اپنی بے استعدادی و ناامیدی و عاجزی و حیرت کے بارے میں لکھا تھا واضح ہوا بیشک ممکن واجب سے کیا پائے اور مقید سے مطلق کو پانے کی استعداد کہاں سے لائے جہاں تک بھی جائے قید سے رہائی نہیں پاتا اور امکان کے داغ سے داغدار ہے مابالذات لاینفک عن الذات [جو ذات کے ساتھ ہے وہ ذات سے جُدا نہیں ہوتا ہے] قُرب و وصل کے لئے مناسبت کا پایا جانا ضروری ہے اور ہم جس کے درپے ہیں وہ تمام مفقود ہے پس ناامیدی ہر حال میں نقدِ وقت ہوگی اور عاجزی و نادانی حاصل (ہوگی)، کسی نے خوب کہا ہے ؎

ہمہ صبحِ وصل جویاں من و شام ناامیدی　　کہ بہ بخت ہجرم شبِ من سحر ندارد

[سب لوگ وصل کی صبح کو تلاش کرتے ہیں (لیکن) میں ہوں اور ناامیدی کی شام ہے کیونکہ میں ہجرت کا مارا ہوا سیاہ بخت ہوں میری رات صبح نہیں رکھتی]۔ والسلام علیکم و علی سائر من اتبع الھدیٰ۔

www.maktabah.org

مکتوب ۱۴۰

حضرت ایشان (عروۃ الوثقیٰ) کے برادر زادہ شیخ خلیل اللہ کے نام قربِ فرائض و قربِ نوافل کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ فرزند اعز شیخ خلیل اللہ استقامت کے ساتھ رہیں اور ہمیشہ ترقی میں ہوں، چند سطریں قربِ فرائض و قربِ نوافل کے بیان اور بعض شبہات کے حل میں جو کہ اس مقام میں کھٹکتے تھے لکھی جاتی ہیں، ہوش کے کان سے سُنیں، حدیثِ قدسی میں وارد ہوا ہے کہ جس نے میرے کسی دوست کے ساتھ دشمنی کی تو میں اُس سے جنگ کا اعلان کرتا ہوں اور میرا بندہ میری طرف اور کسی چیز سے قرب حاصل نہیں کرتا جو اس چیز سے زیادہ محبوب ہو جس کو میں نے اس پر فرض کیا ہے اور بندہ ہمیشہ نوافل کے ساتھ میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہانتک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں، پس جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کا کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں ہو جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں ضرور اس کو عطا کرتا ہوں اور اگر وہ میری پناہ مانگتا ہے تو میں ضرور اس کو پناہ دیتا ہوں۔ اس کو امام بخاریؒ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

اگر کہا جائے کہ "صوفیائے کرام جنھوں نے کہ اذکار و اشغال اختیار کئے ہیں اور ریاضتوں اور چلوں کو انتخاب کیا ہے اور ترقیوں کے حصول اور مقامات و معرفت و فنا و بقا تک پہنچنے کو اس سے وابستہ کیا ہے اور طالبوں کی تربیت اور مریدوں کو سلوک طے کرانا ان امور کے ذریعہ کرتے ہیں اور ان کے ساتھ وابستہ تصور کرتے ہیں اور اسی طرح توجہات جو کہ وہ مریدوں پر کرتے ہیں اور صحبت کی ترغیب ۲۳۸ م اور آداب کی رعایت پر شوق دلاتے ہیں اور انھوں نے کام کا مدار ان امور پر رکھا ہے یہ سب نوافل کی قسم سے ہے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ صوفیہ کے طریقہ کا اختیار کرنا اور پیر و مرشد کی طلب جو قرب و وصل کا ذریعہ ہے یہ بھی نوافل کے دائرہ میں داخل ہے پس مقامات کا حاصل ہونا اور معرفت کے درجات تک پہنچنا نوافل پر موقوف ہے نہ کہ فرائض پر کیا کسی نے دیکھا ہے کہ کوئی شخص مذکورہ امور کو بجالائے بغیر محض فرائض کے ادا کرنے سے قرب و معرفت کو پہنچا ہو ورنہ چاہیئے کہ عوام بھی جو کہ فرائض کے ساتھ توفیق دیئے گئے ہیں عارفین و مقربین ہوں حالانکہ حدیثِ قدسی اس پر دلالت کرتی ہے کہ وہ

www.maktabah.org

محبوب ترین اعمال جو قرب بخشتے ہیں فرائض ہیں پس جو قرب کہ فرائض پر مرتب ہوگا وہ قربِ نوافل سے زیادہ کامل و مکمل ہوگا اور صوفیہ کے طریقہ پر چلنے اور ان کے اذکار و اشغال کی کوئی ضرورت نہ ہوگی۔

جواب: ہم کہتے ہیں کہ شک نہیں ہے کہ قربِ فرائض قربِ نوافل سے زیادہ کامل و مکمل ہے لیکن فرائض اس وقت قرب بخشنے اور ترقیات کا پھل دیتے ہیں جبکہ مذکورہ امور بجالائے جائیں ورنہ فرائض ابرار کے اعمال میں داخل ہوں گے نہ کہ مقربین کے اعمال ہیں پس ان نوافل کا ادا کرنا قربِ فرائض کے ظہور کے لئے شرط ہوگا جیسا کہ وضو نماز کے لئے (شرط ہے) جب تک اذکار و اوراد اور ظاہری پیرو اختیار کرنا اور اس کے آداب کی رعایت وغیرہ جو کہ سلوک کے راستہ میں ضروری ہیں نہ بجالائے اور باطن کی پاکی ان کے وسیلے سے حاصل نہ ہو جائے قربِ فرائض کی لیاقت پیدا نہیں کرتا اور ولایتِ خاصہ سے مشرف نہیں ہوتا، اگر کہا جائے کہ طہارتِ باطن فنا کے ساتھ وابستہ ہے اور اس گروہ کے نزدیک قربِ نوافل فنا کرنے والا نہیں ہے تو ہم کہتے ہیں کہ کمالِ طہارت جو کہ ماسوا سے کلی انقطاع ہے اگرچہ فنا سے وابستہ ہے لیکن اس کے مبادیات جو کہ تعلقات کا منقطع کرنا ہیں ان نوافل کے ساتھ وابستہ ہیں اور اس قطعِ تعلقات کو سلوک کہتے ہیں اور سیر الی اللہ سے موسوم کرتے ہیں اور جب سیر الی اللہ آخری نقطہ تک پہنچ جاتی ہے اور وہ ماسوا کی غلامی سے آزاد ہو جاتا ہے تو فنا حاصل ہو جاتی ہے اور سیر فی اللہ کہ جس کو جذبہ کہتے ہیں کی ابتدا حاصل ہو جاتی ہے اور وہ ولایت میں پہلا قدم رکھتا ہے اگر کہا جائے کہ " اونچے کمالات کا حصول اور ولایت کے درجات اور قرب کے دقائق میں ترقی بھی اعمالِ صالحہ یعنی کلمۂ طیبہ و تلاوتِ قرآن وغیرہ کے بجالانے سے وابستہ ہے جو کہ نفلی اعمال میں سے ہیں پس ان اعمال کا کمال سیر الی اللہ تک پہنچنے پر ختم نہیں ہو جاتا، یہی کلمۂ طیبہ ہے کہ جس کے توسط سے اصول کو طے کرتے ہیں اور ایک اصل سے دوسری اصل تک اور وہاں سے اوراد پر تک ترقی کرتے ہیں اور ص ۲۳۹
ولایتِ صغریٰ سے ولایتِ کبریٰ تک اور ولایتِ کبریٰ سے ولایتِ علیا تک ترقی کرتے ہیں" ہم کہتے ہیں کہ یہ اذکار و اعمال ولایت کے درجات کے لئے تمہیدات و مبادیات ہیں پس یہ اذکار جیسا کہ نفسِ ولایت کے لئے تمہیدات ہیں درجاتِ ولایت کے لئے بھی مبادیات و تمہیدات ہیں۔ نیز یہ سوال کہ " ولایت محض وہبی چیز ہے اور اس کے مبادیات کسبی ہیں جیسا کہ بزرگوں نے کہا ہے پس فنا و بقا کہ ولایت جس سے عبارت ہے وہبی چیز ہوگی اس لئے فرائض و نوافل دونوں مبادیات میں داخل ہوں گے کیونکہ کسبی امور میں اس صورت میں قربِ فرائض کو فنا کرنے والا کہنا کس اعتبار سے ہوگا اور اگر اس اعتبار سے کہیں کہ اس عطیۂ الٰہی کا پھل دینے والے ہیں تو دونوں قربوں کے درمیان کیا فرق ہوگا کیونکہ قربِ نوافل

www.maktabah.org

جو کہ مبادیات سے ہے اس عطیۂ الٰہی کا پھل دینے والا ہے"۔ **جواب**: نوافل مقدماتِ بعیدہ سے ہیں اور فرائض مقدماتِ قریبہ سے ہیں، وہ (نوافل) موانع کے دور کرنے کی مانند ہیں کہ تعلقات کو قطع کرتا ہے اور یہ (فرائض) ولایت کے حصول کا ذریعہ ہیں جو کہ عطیۂ الٰہی ہے یعنی اُن (فرائض) کے بعد متصل ولایت حاصل ہوتی ہے) یہ (نوافل) استطاعت کی مانند ہیں جو کہ فعل سے پہلے ہے اور یہ (فرائض) اس استطاعت کی مانند ہیں جو فعل کے متصل ہے۔

مکتوب ۱۴۱

شیخ محمد باقر لاہوری کے نام ان کے مکتوب کے جواب میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ مکتوبِ مرغوب پہنچکر مسرت کا سبب ہوا، اس میں مندرج تھا کہ اس زمانہ میں اپنے وجدان سے ایسا پاتا ہے کہ اسم الباطن مثلاً علیم و قدیر کی سیر میں ابتدا واقع ہوئی اور قلب کو ایک وسعت حاصل ہوئی ہے" میرے مخدوم! جواب لکھتے وقت اس معاملہ میں کچھ توجہ کی گئی اس کے ساتھ آپ کی کچھ مناسبت پائی، آپ کے عروج کا قصد کیا دیکھا کہ آپ نے اس اسم کے ساتھ کچھ اتصال پیدا کر لیا ہے اور اُس ولایت تک جو کہ ولایتِ علیا ہے کچھ وصول حاصل ہو گیا ہے اللہ تعالیٰ اس ولایت سے جو کہ ملاءِ اعلیٰ کی ولایت ہے کامل حصہ عطا فرمائے یہ مقام اگرچہ ولایت کا اعلیٰ مقام ہے حتیٰ کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ولایت پر فوقیت رکھتا ہے اور
ص۲۴۰ اُن (انبیائے کرام) کی افضلیت نبوت کے راستہ سے ہے اور قلب کی وسعت اس مقام میں اس وسعت سے زیادہ ہے جو کہ سابقہ مقام میں تھی کیونکہ وہ وسعت ذات کو ملحوظ رکھے بغیر اسماء و صفات و شیون و اعتبارات کی وسعت کے مطابق ہے اور اس وسعت میں ذات تعالیٰ ان کمالات کے ساتھ ملحوظ ہے، ان دونوں وسعتوں میں بہت فرق ہے اسماء و صفات کو ذات تعالیٰ کے بالمقابل کیا نسبت اور کیا شمار ہے۔ یہ جو آپ نے کبھی کبھی اپنے اعضا کو فقیر کے اعضا کا ظل پایا (فقیر سے) آپ کی کامل مناسبت کی خبر دینے والا ہے، والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۴۲

شیخ ولی چشتی کے نام ان کے مکتوب کے جواب میں تحریر فرمایا۔

www.maktabah.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ یہ فقیر حمد و صلوٰۃ کے بعد عرض کرتا ہے کہ مکتوب مرغوب پہنچکر مسرت بخش ہوا آپ نے نماز کے اندر بدن میں ذکر سرایت کرنے کی بابت لکھا تھا بہت خوب ہے اس کو سلطان الذکر کہتے ہیں ہمت اس بات پر صرف کریں کہ ذکر سے مذکور تک پہنچ جائیں اور وسائل سے مقصد کی جستجو کریں — آپ نے لکھا تھا کہ میں جمعہ کی راتوں میں سوتا نہیں ہوں، ان راتوں میں سے ایک رات دو تین گھڑی وقت باقی رہ گیا تھا کہ نیند آ گئی، دیکھتا ہوں کہ ایک سفید ریش شخص ظاہر ہوا اس نے کہا من عرف نفسہ فقد عرف ربہ [جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا]۔ اس نے یہ کہا اور پوشیدہ ہو گیا اور میں بیدار ہو گیا اور سہم گیا۔ اور آپ نے دوسرے جمعہ کی رات میں دیکھا کہ کوئی شخص کہتا ہے وَفِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ [اور کیا تم اپنی جانوں میں نہیں دیکھتے ہو] لایعرف بہ غیر اللہ [اسے کوئی اللہ کے سوا نہیں پہچانتا]۔ ایک اور حال میں جو آپ نے بہت سی چیزیں دیکھی ہیں اس دوران میں کوئی بزرگ فرماتے ہیں" اس کلام قدسی پر عمل کرو کہ بیشک ابنِ آدم (انسان) کے جسم میں گوشت کا لوتھڑا ہے اور اس لوتھڑے میں فواد (دل) ہے اور فواد میں سر ہے اور سر میں خفی ہے اور خفی میں اخفٰی ہے اور اخفٰی میں انا (نفس) ہے"۔ اے سعادت آثار! یہ احوال مذکور کا پتہ دیتے ہیں اور انسانی کمال کی طرف دعوت دیتے اور معرفت کی طرف راستہ دکھاتے ہیں اور پہلے واقعہ میں گویا اثر سے موثر کی طرف جانے اور نفس کے انقلابات سے اُس کے مقلّب کی جستجو کرنے اور باطل سے حق کی جانب تفکر کرنے کی طرف اشارہ ہے اور دوسرا واقعہ شہودِ انفسی کی طرف اشارہ کرتا ہے خواہ ذاتِ مطلوب کا شہود ہو یا مطلوب کی نشانیوں کا شہود ہو اور نیز عارف کی کُلّی فنا کی طرف اشارہ ہے۔ معرفت وہی ہے کہ اپنے آپ سے اپنے ساتھ ہو اور عارف کو فنائیت کے سوا اس سے کچھ نصیب نہ ہو، کسی نے خوب کہا ہے ؎

از حضرتِ ذات بہرہ استہلاک است [بارگاہ ذاتِ حق سے حصہ فنائیت ہے]

اور یہ جو کہا ہے کہ تم اس کلام قدسی پر عمل کرو یعنی عالمِ امر کے لطائف میں سے ہر ایک کے کمالات کے ساتھ متحقق ہونا چاہیے کہ جن کی انتہا عالمِ امکان پر ختم ہوتی ہے، اس کے بعد عالمِ وجوب کے کمالات میں آغاز (ہوتا) ہے اور "اخفٰی میں انا (نفس) ہے" میں اس طرف اشارہ ہے یعنی اخفٰی سے گذرنے کے بعد کمالاتِ وجوب ہیں (پہلے) دو احوال میں سیرِ انفسی کی طرف اجمالی طور پر اشارہ ہے اور اس آخری حال میں اس اجمال کی تفصیل کی طرف اشارہ ہے یعنی عارفِ کامل وہ شخص ہے جو کہ ان لطائف میں سے ہر ایک کے کمالات تک پہنچے اور ہر ایک کو طے کر کے عالمِ وجوب کی طرف پرواز کرے۔ اگر کہا جائے کہ عالمِ امر کے لطائف پانچ ہیں کہ جن میں سے ایک روح ہے اور اس حدیثِ قدسی میں روح کا ذکر

www.maktabah.org

نہیں آیا۔ ہم کہتے ہیں کہ ہو سکتا ہے فواد روح سے کنایہ ہو اور گوشت کا لوتھڑا جو کہ قلب کی حقیقتِ جامعہ کا محل ہے اس کا بیان قلب کے بیان کی بجائے کافی سمجھ لیا گیا ہو والعلم عند اللہ تعالیٰ، [اور صحیح علم اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے]۔

ایک مکتوب سیادت مآب سید مبارک کے نام لکھ کر بھیجا ہے انشاء اللہ تعالیٰ پہنچے گا۔ دوسرا حال جو آپ نے دیکھا ہے اس کی تعبیر ظاہر ہے اور سلطان ذکر کی خبر دینے والا ہے کہ جس کی علامت آپ اپنے اندر بتا رہے ہیں ان محبت اطوار اسابقہ احوال باوجودیکہ کمال کی طرف دعوت دینے اور معرفت کی طرف بلانے والے ہیں مبشرات ہیں اور نیز ان کمالات کی استعداد کا پتہ دینے والے ہیں، امیدوار رہیں اور کوشش کریں کہ معاملہ قوت سے فعل میں اور گوش سے آغوش تک آجائے۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

مکتوب ۱۴۳

محمد مؤذن کابلی کے نام ان کے مکتوب کے جواب میں تحریر فرمایا۔

نحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، مکتوب مرغوب جو آپ نے محبت کی وجہ سے بھیجا تھا بہ جملہ مسرت بخش ہوا، آپ نے اس کیفیت کی خواہش کی تھی جو ظلال سے ماوراء ہے چونکہ آپ کی محبت کا رابطہ اس نسبت عالیہ والوں کے ساتھ درست ہے (اس لئے) امیدوار رہیں، فان المرء مع من احب [پس بیشک آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے] آپ نے لکھا تھا کہ "امیدوار ہے کہ ظلال سے نکل آئے اور مطلوبِ حقیقی تک پہنچ جائے اور ایمانِ شہودی کے شرف سے مشرف ہو جائے اور اس آگاہی سے جو کہ خواجہ نقشبند قدس سرہٗ نے حضرت مولانا سعد الدین کاشغریؒ سے حاصل کی تھی واقف ہو جائے"۔ آپ جان لیں اول یہ کہ بندہ کو آرزو سے کیا کام، بندگی اس وقت درست ہوتی ہے کہ کوئی آرزو و خواہش نہ رہے اور کوئی مراد و مقصود سینہ کی وسعت میں نہ رہے اور حق جل وعلا کی مراد کے ساتھ قائم ہو جائے یعنی حق تعالیٰ شانہٗ کی مراد کے علاوہ سالک کی مراد نہ ہو اور ارادہ کی صفت اس میں نہ رہے اگرچہ درجات و مقاماتِ قرب ہی کا ارادہ ہو۔ ایک بزرگ نے ایک سالک سے پوچھا ما ترید [یعنی تو کیا چاہتا ہے] اُس نے جواب میں کہا ارید ان لا ارید [میں چاہتا ہوں کہ میں کچھ نہ چاہوں] اُس بزرگ نے کہا یہ خود عین ارادہ ہے۔ دوسرے یہ کہ طالب کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کا فضل طلب کرے اور اپنی استعداد کے کمال کا خواہاں ہو، لیکن کمال تک پہنچنے سے پہلے معین شخص کے کمال کی خواہش کرنا فضول بات ہے ہاں اپنی استعداد کے

www.maktabah.org

مراتب حاصل کرنے کے بعد اگر دوسروں کے کمالات طلب کرے تو گنجائش رکھتا ہے جیسا کہ ماثورہ درود وں میں جو کما صلیت علی ابراھیم و علی آل ابراھیم انک حمید مجید [جیسا کہ تو نے (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) اور آل ابراہیم (علیہم السلام) پر رحمت بھیجی ہے بیشک تو تعریف اور بزرگی والا ہے] وارد ہوا ہے وہ بھی اس بات کا پتہ دیتا ہے اور یہ جو قرآن مجید میں ہے، وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ [اور جس چیز میں اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے تم اس کی آرزو مت کرو] مفسرین نے اس آیت کریمہ کی تفسیر دنیاوی مال و متاع سے کی ہے۔ تیسرے یہ کہ مولانا سعد الدین کاشغری درمیان کے دو واسطوں سے حضرت خواجہ نقشبند (قدس سرہ) کے مرید ہیں حضرت خواجہ کا مولانا سے نسبت و آگاہی اخذ کرنا کس طرح ہوگا۔ چوتھے یہ کہ آپ نے دو مختلف آرزوئیں کی ہیں، آپ آرزو کرتے ہیں کہ ظلال سے نکل آئیں (اور) مطلوب حقیقی تک پہنچ جائیں اور پھر ظلال کی) آرزو کرتے ہیں (اور) لکھتے ہیں کہ ایمان شہودی کے ساتھ مشرف ہو جائے کیونکہ ایمان شہودی مراتب ظلال سے وابستہ ہے مطلوب حقیقی شہود و مشاہدہ سے برتر ہے اس دائرہ عالیہ تک وصول ایمان غیب سے تعلق رکھتا ہے شہود و مشاہدہ سب ظلال سے متعلق ہیں والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۴۴

سیادت پناہ سید محمد علی بارہہ کے نام تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ فی المبدأ والمعاد والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ والہ الامجاد اما بعد، مکتوب گرامی نے مشرف کیا چونکہ دوستوں کی سلامتی پر مشتمل تھا اس لئے مسرت کا باعث ہوا، اوقات کو منضبط کرنے کی کوشش کریں اور باطن کی تعمیر اور اندرون کو ماسوا سے خالی کرنا ضروری امور میں سے شمار کریں اور مولائے حقیقی کی رضا مندی کو اہم مطالب میں سے سمجھیں اور وجود بشریت کی نفی کرنا اس راستے کے واجبات سے جانیں اور اللہ جل و علا کی رضا مندی کا دریچہ تصور فرمائیں، کلمہ طیبہ پر اسقدر ہمیشگی کریں کہ اپنا کوئی نام و نشان نہ دیکھیں اور لا یذکر اللہ الا اللہ [اللہ کو اللہ ہی یاد کرتا ہے] کا مطالعہ کریں اس معنی میں نہیں کہ بندہ حق تعالیٰ ہو جاتا ہے بلکہ بندہ نہیں رہتا اور ذکر کی نسبت کی اس سے نفی ہو جاتی ہے۔ کسی بزرگ نے کہا ہے کہ وجود بشریت کی نفی میں ایک ساعت کوشش کرنا تکلف کے ساتھ عبادت کرنے والوں کی کئی سال کی عبادت سے بہتر ہے کیونکہ وجود بشریت کی نفی کرنا ایمان کا کمال ہے اور اعمال کی ایمان کے بالمقابل کچھ مقدار نہیں ہے، دوستوں سے دعا کی امید کی جاتی ہے والسلام علیکم و علی سائر من اتبع الہدیٰ

www.maktabah.org

مکتوب ۱۴۵

مخدوم زادہ جامع کمالات صوری و معنوی نعم الخلف شیخ محمد اشرف کے نام حضور قلب کے حاصل ہونے کے بارے میں جو کہ ذکر سے بالاتر ہے اور فنائے قلب سے تعبیر کیا جاتا ہے مع آں سرور دین و دنیا علیہ الصلوۃ والسلام سے خاص بشارت کے تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حمد و صلوۃ و تبلیغ دعوات کے بعد عرض کرتا ہے کہ مکتوب مرغوب نے پہنچکر خوش وقت کیا۔ آپ نے ذکرِ قلبی کے جاری نہ ہونے اور یادداشت کے حصول اور اس کے زائل نہ ہونے کے بارے میں لکھا تھا واضح ہوا۔ حضور و توجہ قلبی ذکر سے بالا و الطف ہے اس (ذکر) سے اس کا ماحصل تو یہ ہے کہ مذکور کا حضور ملکہ (صفتِ راسخہ) ہو جائے اور وہ یاد کرنے یادداشت میں آجائے اگر اس وقت میں ذکر مفقود ہو جائے تو کیا ڈر ہے خاص طور پر جبکہ معاملہ فنائے قلب تک جا پہنچے تو ذکر کا جاری ہونا درکار نہیں ہوگا کیونکہ ذکر مذکور کا وسیلہ ہے جب مذکور آگیا تو ذکر کی ضرورت جاتی رہی اور یہ فنا مذکور کا دریچہ اور معرفت کی دہلیز ہے اور فنائے نفس میں ذکر و توجہ و حضور کا زوال لازمی ہے اور تمام نسبتوں سے خالی ہونا ضروری ہے نسبتوں کے زائل ہونے اور صفات کے اصل کے ساتھ مل جانے کے بعد اگر حضور و توجہ ہے تو خود بخود ہے عارف کو منعدم (نیست) ہونے کے سوا اس وقت میں کچھ نصیب نہیں ہے ذکر کہاں اور حضور کس کو ہے۔ اور آپ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ کا ہاتھ پکڑ کر اپنی جانب کھینچا اور آپ فریاد کرتے ہیں یا رسول اللہ خذ بیدی یا شفیع المذنبین خذ بیدی [یا رسول اللہ میرا ہاتھ پکڑ لیجئے اے شفیع المذنبین میرا ہاتھ پکڑ لیجئے] مبارک و بشارت ہے امید ہے کہ یہ دستگیری آخرت کی نجات کا وسیلہ ہو جائے اور درجات کے حاصل ہونے کا دریچہ بن جائے۔ والسلام

مکتوب ۱۴۶ ۲۴۳

یہ مخدوم زادہ عالی درجہ صاحب کمالات اصلیہ نعم الخلف شیخ محمد اشرف کے نام کمالات نماز اور اس کے فضائل اور عدم محض کے ساتھ ملحق ہونے کی بشارت کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حمد و صلوۃ و ارسال دعوات کے بعد عرض ہے کہ مکتوب مرغوب پہنچکر مسرت بخش ہوا

www.maktabah.org

چاہیے کہ اسی طرح پر ظاہر و باطن کے احوال کے متعلق لکھتے رہیں کہ غائبانہ توجہ کا باعث ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "نماز فرض و نماز تہجد میں کبھی ایک گونہ حلاوت و کیفیت پیدا ہوتی ہے اور تمام اعضا کو احاطہ کر لیتی ہے اس حال میں جی چاہتا ہے کہ نماز کو طویل ادا کرے اور صبح کے حلقہ میں بھی اکثر یہ کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔" اے سعادت آثار! جو حلاوت و کیفیت کہ نماز کی ادائگی کے دوران خاص کر فرض نماز میں پیش آتی ہے بہت اعلیٰ ہے اور اس (حلاوت و کیفیت) پر جو کہ نماز سے باہر پیش آتی ہے کئی درجہ فضیلت رکھتی ہے، نماز کو طولِ قنوت (طویل قیام) کے ساتھ ادا کریں اور رکوع و سجود کو بھی طویل کریں اور کبھی زمین پر (مصلیٰ وغیرہ) کسی چیز کے حائل ہوئے بغیر نماز ادا کریں اور پیشانی کو مٹی کے ساتھ لگا دیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ "بندہ کی کوئی حالت اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے زیادہ پسندیدہ نہیں ہے کہ وہ اُسے سجدہ کرتے ہوئے دیکھے اور اس کا چہرہ خاک آلود ہو۔" اور کبھی صحرا کی طرف نکل جائیں اور جس جگہ کہ کوئی شخص نہ دیکھے خاک کے اوپر نماز کو طول اور خشوع و رغبت کے ساتھ پڑھیں، اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ سجدہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کے دونوں قدموں پر سجدہ کرتا ہے پس اس کی طلب و رغبت کرنی چاہیے اور کلمۂ طیبہ کے تکرار پر حریص رہیں اور مرادات و تعلقات کی نفی کریں اور ظلال سے اصول کی طرف مائل ہو جائیں۔ اور یہ جو آپ خود کو محض خالی پاتے ہیں اور قلبی ذکر کم محسوس ہوتا ہے اور اپنے آپ کو میلا اور مردود دیکھتے ہیں شاید کہ حقیقتِ عدمیہ کے ظہور سے ہے کہ تعلقات کو ردّ (نفی) کرنے کے بعد سالک عدم صرف دیکھتا ہے اور خالی محض ہو جاتا ہے اپنے اندر ذکر و حضور کا احساس نہیں کرتا اور بھلائی کی بُو نہیں دیکھتا، میلا اور مردود جو کچھ (بھی) خود کو ثابت کرتے ہو بر محل ہے کیونکہ کمال! اہلِ کمال کی طرف لوٹ جاتا ہے اور شر و نقص باقی (رہتا) ہے، والسلام

مکتوب ۱۴۷

۲۲۵

حافظ محمد شریف لاہوری کے نام تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ اس حدود کے فقراء کے احوال و اطوار حمد کے لائق ہیں، اللہ تعالیٰ سے آپ کی عافیت اور ظاہری و باطنی استقامت کی دعا کی گئی ہے، مکتوب گرامی پہنچ کر مسرت بخش ہوا، فقیر ان دنوں میں دردِ مفاصل کی وجہ سے بیمار تھا اب اللہ سبحانہٗ کے کرم سے رو بصحت ہے اور پہلے سے بہتر ہو کر ضروری فوائد حاصل ہوئے ہیں۔ میاں محمد باقر چند روز صحبت میں رہا

www.maktabah.org

بہت خوش کیا، اس راستہ کے بعض ضروری فوائد اخذ کئے اور تھوڑے عرصہ میں خوب ترقی کی ہے حق سبحانہٗ کمال کے اعلیٰ مرتبہ تک پہنچائے۔ والسلام اولاً و آخراً۔ میرے مخدوم و مکرم! سعادت آثار میاں محمد باقر کی درخواست پر کچھ توجہ ساری جانب کی گئی اس نواح کو آپ کے انوار کی شعاعوں سے روشن و منور پایا، اور دیکھا کہ وہاں کی مخلوق آپ کی طرف کچھ توجہ رکھتی ہے اسی ضمن میں ایک خلعت نے بھی آپ کو احاطہ کر رکھا ہے شاید کہ اس جگہ کے مدار ہونے کا خلعت ہو، والغیب عند اللہ سبحانہ [اور غیب اللہ سبحانہٗ کے پاس ہے] ربنا اتنا من لدنک رحمۃ و ھیئ لنا من امرنا رشدا۔

مکتوب ۱۴۸

مولانا محمد حنیف کے نام اُن کے اور اُن کے دوستوں کے احوال کی شرح میں مع بشارت عالی تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم، تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو ہر اس چیز کو جانتا ہے جو زمین میں داخل ہوتی ہے اور جو اس میں سے نکلتی ہے اور جو آسمان سے اترتی ہے اور جو اس میں چڑھتی ہے اور وہ نہایت مہربان اور معاف کرنے والا ہے اور اس کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر جن کی کتاب (قرآن مجید) تورات و انجیل و زبور سے افضل ہے اور ان کی آل و اصحاب پر اٹھائے جانے اور جمع کئے جانے (یعنی قیامت) کے دن تک صلوٰۃ و سلام ہو، اما بعد، گرامی نامہ جو آپ نے اس مسکین کے نام لکھا تھا پہنچکر مسرت بخش ہوا، اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے کہ آپ عافیت سے ہیں اور دوستوں کی یاد سے فارغ نہیں ہیں۔ آپ نے نسبت خاصہ کی خواہش کی ہے اور حاضری میں رہنے والے دوستوں پر رشک کا اظہار کیا ہے، میرے مخدوم! ہم نے آپ سے کسی چیز سے دریغ نہیں کیا ہے اور جن امور کی قدرت رکھتا ہوں ان میں کوئی کوتاہی نہیں ہوئی ہے اس کے باوجود دل آپ کی طرف متوجہ اور آپ کی ترقی کا طالب ہے۔ خط لکھنے کا ارادہ کرتے وقت کچھ آپ کی جانب خدرے توجہ واقع ہوئی اور آپ بیش قیمت اعلیٰ خلعت کے ساتھ ظاہر ہوئے اور آپ کے انوار تمام عالم پر چھا گئے اور آپ نے ایک گونہ اتصال و الحاق فقیر کی حقیقت کے ساتھ پیدا کیا ہے اور ترقیاں حاصل کی ہیں جن آئینوں (ظہورات) کے امیدوار ہوئے ہیں۔ آپ نے جو دوستوں کے بارے میں رشک کیا ہے، رشک خود محمود ہے لیکن آپ (بھی) کم درجہ نہیں رکھتے اور دوستوں میں ممتاز ہیں ہاں جو خصوصیات کہ بعض کو ان کی استعداد کی وجہ سے حاصل ہیں وہ دوسری بات ہے اور بحث سے خارج ہے ہر شخص استعداد کی خصوصیت کی وجہ سے کسی امر کے ساتھ مخصوص ہے۔ ع

www.maktabah.org

ع ہر خوش پسرے را حرکاتِ دگر است [ہر اچھے بیٹے کی حرکات مختلف ہیں]

جو چیزیں کہ اسوقت آپ کو حاصل ہیں اکثر طالبوں کا ہاتھ اُن کے دامن تک نہیں پہنچا اور جن امور میں احباب بسر دوست رغبت رکھتے ہیں اور جد وجہد کے ساتھ ان کے حاصل ہونے کے خواہاں ہیں مدت ہوگئی کہ آپ ان کے ساتھ متصف ہیں بلکہ اُن سے گذر کر اُن سے زیادہ نازک اسرار سے جاملے ہیں اور جو خصوصیت کہ آپ (اپنے) ساتھیوں کے باعث رکھتے ہیں ممتاز ہے جو فیوض و برکات آپ کی صحبت میں ہیں ان میں کسی دوسرے کا شریک ہونا معلوم نہیں ہوتا، احباب و مریدین آپ کے کمالات کے آئینے ہیں اور آپکے معانی ہیں جو کہ مختلف صورتوں میں جلوہ گر ہیں اور آپ کا حُسن ہے کہ اس نے اس لباس میں ظہور کیا ہے دوستوں میں دو شخصوں کے احوال جو آپ نے اس مکتوب میں درج کئے تھے ان کے مطالعہ نے بہت لطف اندوز و مسرور کیا اور باطنی لذتیں بخشیں اللھم زد [اے اللہ! اور زیادہ فرما]۔ میر عبداللہ کے احوال دوسرے دوست کی بہ نسبت بلند و برتر ہیں لیکن اسقدر جاننا چاہئے کہ اس قسم کے امور جو طالبوں کو پیش آتے ہیں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ان کی استعداد کے مطابق ہوتے ہیں اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ انعکاس کے ذریعے سے آتے ہیں ان کی استعداد اس جگہ تک نہیں پہنچی، جو کچھ بھی ہے بہت بڑی نعمت ہے، والسلام علیکم وعلی سائر من اتبع الھدی۔

مکتوب ۱۴۹

سیادت پناہ سید ابوالخیر شاہ آبادی کے نام تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حامداً و مصلیاً، مکتوب شریف پہنچ کر مسرت بخش ہوا۔ آپ نے لکھا تھا کہ اس سے پہلے ظاہر ہوتا تھا کہ ایک طرح کی ہستی باقی رہتی ہے اب یہ ظاہر ہوتا ہے کہ نہ عین باقی رہتا ہے نہ اثر

ع چوں من ہمہ معشوق شدم عاشق کیست [جب میں تمام معشوق ہو گیا تو عاشق کون رہا]

اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کا شکر بجا لائیں اور عین و اثر کے زائل ہونے کو بہت بڑی سعادت سمجھیں اور اسلام حقیقی و اطمینانِ نفس کا وسیلہ جانیں، انسان کا کمال اسی محویت و فنائیت میں ہے سالک کی ہستی سے جسقدر باقی ہے اور کمال و خیر کو جسقدر اپنے اندر ثابت کرتا ہے اُسی قدر نقص و شر کے ساتھ موسوم ہے اس کا کمال نیستی اور کمال کی نفی کرنے میں ہے اُس کی بھلائی، بھلائی کے سلب میں ہے لیکن زوال و فنا کا کمال اس سے انانیت کے پوری طرح سلب ہونے میں ہے اس وقت میں وہ

www.maktabah.org

انا الحق نہیں کہہ سکتا کیونکہ یہ (ایسا کہنا) انانیت کے باقی رہنے کی خبر دیتا ہے، پس "میں تمام معشوق ہوگیا" کیا گنجائش رکھتا ہے، بیچارہ جو کہ تمام تعلقات سے خالی ہوگیا ہے اور مراتب میں سے کسی مرتبہ میں ثابت نہیں ہے اور عدمِ محض اور نفی خالص کے ساتھ جا ملا ہے، وہ اپنے معشوق ہونے کا اثبات کس طرح کرے اور اپنے آپ کو عین مولیٰ کس طرح تصور کرے، وہ نفی و عدمیت کی ایک قسم کے ساتھ مطمئن ہے کیونکہ وہ اپنی بندگی کے ثابت کرنے سے ڈرا ہوا ہے جو کہ ثبوت کی آمیزش رکھتی ہے اور اپنی مولویت (مولا سے نسبت ہونے) کے ثابت کرنے پر کس طرح جرأت کرے اور ذاتی نقص و شر کے باوجود اپنے آپ کو معشوق کس طرح تصور کرے جو کہ ذاتی حسن و جمال کے ساتھ موصوف ہے، آپ نے لکھا تھا کہ کسی بزرگ نے کہا ہے ع

قلندر آنکہ فوق الوصل جوید [قلندر وہ ہے جو کہ وصل سے اوپر تلاش کرے]

"وصل سے اوپر" سے کیا مراد ہوگی؟ میرے مخدوم! وصل دو ہونے اور دوئی کے باقی رہنے کی خبر دیتا ہے پس وصل سے گذر جانا چاہیے اور نفی صرف اور حیرت کی طرف آنا چاہیے جیسا کہ آپ نے خود کسی بزرگ سے نقل کیا ہے اور (اس کی) تعریف کی ہے ع

چوں وصل در نگنجد ہجراں چہ کار دارد [جب وصل کی گنجائش نہیں ہے تو جدائی کا کیا کام ہے] والسلام

مکتوب ۱۵۰

سیادت پناہ میر محمد ابراہیم کے نام تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حامداً و مصلیاً، اللہ تعالیٰ نبی کریم اور ان کی بزرگ آل علیہ وعلیہم الصلوات والبرکات کے صدقے ہمیشہ ترقیات میں رکھے، گرامی نامہ جو کہ شوق و آرزومندی کے اظہار پر مشتمل تھا خوشی بڑھانے اور شوق کو مشتعل کرنے والا ہوا، اپنے کام میں خوب مشغول اور ترقی کے امیدوار رہیں۔ جو حال کہ آپ نے دیکھا تھا اچھا ہے، شکر کریں کہ حق تعالیٰ نے آپ کو لعین (شیطان) کے جال سے محفوظ رکھا بلکہ غالب کیا امید ہے کہ اور بھی زیادہ محفوظ رکھے گا شیطانِ آفاقی کے شر سے بھی اور شیطانِ انفسی (کے شر) سے بھی۔ فرزندی محمد اسحٰق عافیت کے ساتھ پہنچ گیا اور دوستوں کو مسرور و خوش وقت کیا، نوجوانی میں عجیب ہمت حاصل کی ہے حق سبحانہٗ اپنے کرم سے صلحا کے گروہ میں داخل فرمائے اور اس کی صحبت و محبت کی برکت سے ہم ہوس پرستوں کو ہوا و ہوس کی قید سے رہائی بخشے اِنَّہٗ قریبٌ مجیبٌ [بیشک وہ قریب ہے اور قبول کرنے والا ہے] اور چونکہ آپ فقرا کے ساتھ محبت استوار رکھتے ہیں (اس لئے) جہاں کہیں میں اُن کے

www.maktabah.org

فیوض و برکات سے امیدوار ہیں المرء مع من احب [آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے] اوقات کو معمور رکھنے میں کوشش کریں اور باقیاتِ صالحات (باقی رہنے والی نیکیوں) کے حاصل کرنے میں حریص رہیں دوستوں سے دعا کی امید کی گئی ہے۔ والسلام علیکم و علیٰ سائر من اتبع الہدیٰ۔

مکتوب ۱۵۱

نیز سیادت پناہ میر محمد ابراہیم کے نام تحریر فرمایا۔

الحمد للہ و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، سیادت پناہ! اس فقیر (کی جانب) سے سلام عافیت انجام پڑھیں جو مکتوب کہ آپ نے محبت کے باعث بھیجا تھا اس نے پہنچ کر خوش وقت کیا، اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے کہ آپ سلامتی کے ساتھ پہنچ گئے اور خلیفۂ وقت کو خیریت سے دیکھا، آپ نے اہلِ زمانہ کی نامناسبی و غفلت کے بارے میں لکھا تھا، میرے مخدوم! اپنے آپ کو اچھی طرح رکھنا چاہئے اور مولائے حقیقی جل علاہ کی خوشنودیوں میں کوشش کرنی چاہئے، لوگ کسی طرح رہیں اگر آپ راہ راست پر رہیں تو اُن کی غفلت و گمراہی آپ میں سرایت نہیں کریگی، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا یَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَیْتُمْ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ [اے ایمان والو! تم اپنی فکر کرو، جب تم نے ہدایت پالی تو جو شخص گمراہ رہا اس سے تمہارا کوئی نقصان نہیں، تم سب کو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف واپس جانا ہے] ہاں بیشک ترک کرنا اور تنہائی اختیار کرنا اولیٰ ہے لیکن حکمت اور فتنہ کو برانگیختہ نہ کرنے کی رعایت کے ساتھ ہو، آپ نے اکثر اوقات میں اپنے اندر خاص کیفیت کے پانے اور شرح صدر کی طرح جو کہ آپ اس سے پہلے رکھتے تھے اطمینانِ نفس معلوم کرنے کے بارے لکھا تھا بہت لطف اندوز ہوا، اللّٰھم زد [اے اللہ اور زیادہ فرما] معلوم ہوتا ہے کہ ولایتِ کبریٰ انجام کو پہنچ گئی ہے اور اوپر کے مقام کے انوار و کمالات نے پرتو ڈالا اور رنگین کر دیا ہے ہم امیدوار ہیں کہ عنقریب اس مقام میں کامل طور پر دخول حاصل ہو جائے گا اور وہاں کے گلشنوں سے تازہ پھول حاصل ہو جائیں گے اور اطمینان نفس اور اس مقام کے جو کہ معصوم بندوں (فرشتوں) کا مقام ہے اور آیتِ کریمہ لَا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَ یَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ [جو کچھ ان کو اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے وہ اس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے اور جس چیز کا ان کو حکم دیا جاتا ہے وہ اس کو بجا لاتے ہیں] ان کی شان میں ہے، حاصل ہونے کی علامت گناہوں کا کم سرزد ہونا اور طاعات و عبادات کی توفیق اور دار الغرور (دنیا) سے کنارہ کشی اور دار القرار (آخرت) کی تیاری ہے۔

پ ۷ ع ۵

۲۳۹

پ ۲۸ ع ۲۰

www.maktabah.org

برادر دینی محمد باقر نے آپ سے رضامندی کا بہت زیادہ اظہار کیا تھا ہم بہت مسرور ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے فقراء کی خدمت اور اہل اللہ کی دلجوئی و رضامندی بہت بڑی سعادت ہے، دیکھئے کون صاحبِ نصیب (اس کی طرف) ہدایت پاتا ہے، والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۵۲

نیز سیادت پناہ میر محمد ابراہیم کے نام تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ و تبلیغ دعوات کے بعد عرض ہے کہ مکتوب مرغوب پہنچکر مسرت افزا ہوا، سلامت اور استقامت کے ساتھ رہیں، آپ نے خاتمہ کے خوف کے بارے میں لکھا تھا، میرے مخدوم! یہ خوف ایک بہت بڑی نعمت ہے دیکھئے کون سعادت مند ہے کہ جس کو اس خوف کے ساتھ نوازتے ہیں اور اس درد میں مبتلا کرتے ہیں، اس (اللہ تعالیٰ) کے دوست اس درد میں گرفتار ہیں اور یہ ابہام (خاتمہ کا مبہم ہونا) اُن سے آرام و آسائش چھین لیتا ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "اکثر اوقات نماز میں عجیب لذت حاصل (اور) خاص کیفیت محسوس ہوتی ہے"۔ کیوں ایسا نہ ہو جبکہ نماز مؤمن کی معراج اور دنیا سے آخرت میں جانا ہے، جو حالت کہ معراج کی رات میں پیش آئی تھی اس کا نمونہ نماز میں ہے، قرب کا کمال یہاں (نماز میں) ہے اور حجابات کا دور ہونا اس مقام میں ہے جیسا کہ (حدیث شریف میں) وارد ہوا ہے، یہ لذت یابی منتہیوں کی کیفیت ہے، آپ نے لکھا تھا کہ "جو لذت و کیفیت قرآن مجید کی تلاوت کے وقت میں پیش آتی ہے اس کیفیت سے زیادہ ہے جو کہ لسانی ذکر میں پیش آتی ہے اور بعض اوقات ایسا خیال میں آتا ہے کہ پڑھنے والا کوئی دوسرا شخص ہے میں طفیلی ہوں"۔ میرے مخدوم! تلاوت کے وقت قلب صفتِ کلام کے ساتھ متصف ہوتا ہے جو کہ اُس تعالیٰ شانہٗ کی حقیقی صفت ہے اور معلوم ہے کہ صفت کو اپنے موصوف کے ساتھ کس قسم کا قرب و اتحاد ہے پس یہ کیفیت و لذت تمام کیفیات سے ممتاز ہے، کسی نے خوب کہا ہے۔

اندر سخن دوست نہاں خواہم گشت تا بر لب اُو بوسہ زنم چونش بخواند ۲۵۰

(میں دوست کے کلام میں پوشیدہ ہو جاؤں گا تاکہ جب وہ اس کو پڑھے تو میں اس کے لب پر بوسہ دوں)

کبھی تلاوت کے وقت میں تلاوت کرنے والا اپنی زبان کو حضرت موسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درخت کی مانند پاتا ہے، تلاوت کرنے والا گویا کوئی اور ہے اور اس کی زبان آلے سے زیادہ نہیں ہے جیسا کہ وارد ہوا ہے کہ حق، حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کی زبان پر جاری ہوتا ہے، نیز وارد ہوا ہے کہ

www.maktabah.org

(حضرت) عمر (رضی اللہ عنہ) کے غصے سے ڈرو پس بیشک اللہ تعالیٰ اُس کے غصے کے ساتھ غصہ کرتا ہے
آپ نے لکھا تھا کہ "ولایتِ کبریٰ کی کیفیت کے علاوہ ایک اور کیفیت اپنے اندر پاتا ہوں اور دونوں کیفیتوں میں نمایاں فرق ظاہر ہوتا ہے۔ اے سعادت آثار! فقیر نے اس سے پہلے ولایتِ کبریٰ کے ماسوا آپ کے بارے میں لکھا تھا اور اب بھی اوپر کی ولایت سے کچھ حصہ معلوم ہوتا ہے یہ یافت (پایا) اسی سے ہے اور چونکہ یہ ولایت ملاءِ اعلیٰ کی ولایت ہے جو کہ معصوم ہیں، کوشش کریں کہ پاکوں (معصوموں) کی صفت کے ساتھ موصوف ہوجائیں اور عصمت (پاکدامنی) سے بہرہ ور ہوں ——
آپ نے اپنے مبداءِ تعین کے متعین کرنے اور نیز اپنی ولایت کے تعین کے بارے میں کہ آپ کس نبی کے زیرِ قدم ہیں دریافت کیا تھا نیز لکھا تھا کہ "اپنے آپ کو لطیفۂ اخفیٰ کے انوار کے فیوض میں نہایت کامل مناسبت پاتا ہے اور اپنی ولایت کو اخفیٰ کی ولایت پاتا ہے اور اس بات کے پانے میں ہرگز اور مطلق شک نہیں ہے" میرے مخدوم! یہ فقیر بھی آپ کی مناسبت اخفیٰ کے ساتھ مخصوص سمجھتا ہے اور آپ کی ولایت کو (لطیفۂ) اخفیٰ کی ولایت تصور کرتا ہے اس لئے اس صورت میں آپ اپنے پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے زیرِ قدم ہوئے اور آپ کا مبداءِ تعین صفتِ اجمالِ علم ہوا والعلم عند اللہ سبحانہ [اور علم اللہ سبحانہٗ کے پاس ہے] —— آپ نے میر اسحٰق کی نوکری کے ترک کے بارے میں لکھا تھا الخیر فی ما صنع اللہ سبحانہ [حق سبحانہٗ جو کچھ کرتا ہے اس میں بھلائی ہے] حق تعالیٰ فقرا کے عادات و اطوار پر استقامت عطا فرمائے، آپ بے چین نہ ہوں اَلتَّاَنِّیْ مِنَ الرَّحْمٰن [تاخیر رحمٰن (اللہ) کی طرف سے ہے] فقر اور اس پر استقامت بہت بڑی سعادت ہے، صابر فقرا کل قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے جلیس ہوں گے، لیکن ہر وہ چیز جو کہ حکمت اور اہلِ حقوق کی رضا کی رعایت سے واقع ہو وہ زیادہ بہتر و مناسب ہے۔ والسلام

مکتوب ۱۵۳

سیادت پناہ میر محمد اسحٰق کے نام تحریر فرمایا۔

حامداً و مصلیاً، دلی دوستوں کا محبت آمیز و شوق انگیز مکتوب مسرت افزا اور لذت بخش ہوا، آپ نے لکھا تھا کہ "جو محبت اس طرف منسوب ہے وہ اس محبت سے اوپر ہے جو کہ اس تعالیٰ شانہٗ کی مقدس بارگاہ سے منسوب ہے، اور اس کی وجہ سے اکثر خوف و خشیت میں رہتا ہے" اے سعادت آثار! ۲۵۱
جو کچھ آپ نے لکھا ہے تین توجیہات رکھتا ہے پہلی توجیہ ابتدائی حالت کے مناسب ہے اور دوسری توجیہ

www.maktabah.org

متوسط حال والوں کے مناسب ہے اور مبتدیوں کے ساتھ خصوصیت نہیں رکھتی اور تیسری توجیہ منتہیوں کا حال ہے۔ پہلی توجیہ یہ ہے کہ جو محبت پیرو مرشد کے ساتھ ہے وہ حق جل وعلا کی محبت کا وسیلہ ہے اس معنی میں کہ جبتک اس محبت کو درست نہ کرے اس محبت تک جوکہ اصلی مقصود ہے نہیں پہنچا کیونکہ ابھی وہ اس محبت کے قابل نہیں ہے پس اگر مطلب تک پہنچنے سے پہلے وسیلہ کو قوی تر پائے تو گنجائش رکھتا ہے اور اس محبت سے مراد وہ محبت ہے جو سالک کے وجود کو فنا کرنے والی ہے اس لئے بزرگوں نے کہا ہے کہ فنا فی الشیخ فنا فی اللہ کی تمہید ہے اور شک نہیں ہے کہ فنا محبت کا نتیجہ ہے۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ جو محبت عالم چون کے ساتھ متعلق ہے وہ عالم چون سے ہے اور جو محبت کہ بیچون سے تعلق رکھتی ہے وہ محبت بھی بیچون ہے کہ ایک دم سے چون کے ادراک میں نہیں آتی پس اگر چون کی محبت کو بیچون پر غالب پائے تو گنجائش رکھتا ہے اگرچہ حقیقت میں بیچون کی محبت غالب ہو، کیا تو نہیں دیکھتا کہ شوق و جوش اور چلانا چیخنا اور رونا جو عشقِ مجازی میں ہے وہ عشقِ حقیقی میں کم ہوتا ہے کیونکہ وہ بیچوں سے کچھ حصہ اور بے کیفی سے کچھ نشہ رکھتا ہے۔ تیسری توجیہ یہ ہے کہ مرتبۂ ذاتِ بحت تعالیٰ میں کسی چیز کے ثابت کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور اس مرتبۂ عالیہ سے سلب کے سوا عارف کا کچھ حصہ نہیں ہے، پس محبت کا ثابت کرنا بھی راہ میں رہ جاتا ہے جو کہ مرتبۂ صفات میں ہے اور اس بات کی تفصیل رسالہ مبدأ و معاد سے معلوم کرنی چاہیے جو اس معرفت میں ہے جو کہ (حضرت عالی قدس سرہٗ نے) اپنی بات اور رابعہ بصری کی بات کے درمیان فرق کے بارے میں تحریر فرمائی ہے۔ آپ نے اپنے باطنی احوال کے بارے میں کچھ نہیں لکھا، ہم امیدوار ہیں کہ ولایتِ کبریٰ کا معاملہ انجام کو پہنچ گیا ہوگا اور اوپر کی ولایت کے انوار و اسرار روشن اور فائض ہو گئے ہوں گے، اس بارے میں غائبانہ توجہ کی گئی اور آپ نے محسوس کی ہوگی۔ والسلام

مکتوب ۱۵۲

نیز سیادت پناہ میر محمد اسحٰق کے نام تحریر فرمایا۔

الحمد للہ رب العلمین والسلام علی رسولہ محمد وآلہ اجمعین اما بعد، مکتوب شریف
پہنچکر مسرت بخش ہوا، آپ نے تعلق نوکری کے ترک ہو جانے کے بارے میں لکھا تھا ہزار شکر ہے کہ سہولت و عافیت ۲۵۲
کے ساتھ میسر ہوا، نیک و مبارک ہے، حق سبحانہٗ استقامت عطا فرمائے۔ آپ نے استقامت کے لئے فاتحہ دعا
چاہی تھی فاتحہ پڑھی گئی اور توجہ کی گئی۔ آپ نے قلب کی وسعت کے بارے میں لکھا تھا وسیع کیوں نہ ہو جبکہ

www.maktabah.org

وہ یسعنی [میری گنجائش رکھتا ہے] کے شرف سے مشرف ہوا ہے اور رحمٰن کا عرش بنا اور برزخِ جامع کہلایا اور مولیٰ جل شانہٗ کا مقام نظر قرار پایا ہے، انسان جو کہ نسخۂ جامعہ ہے جو کچھ اس کی کلیت میں ثابت ہے وہ تنہا قلب میں ثابت ہے ـــــ آپ نے لکھا تھا کہ "جو لذت و حضور و جمعیت کہ فرض نماز میں ہے وہ فرض کے علاوہ میں نہیں ہے خاص طور پر سجدوں میں کہ ان سے سر اٹھانا اچھا نہیں لگتا" بیشک نماز مؤمن کی معراج اور کمالِ قرب کا مقام ہے رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی راحت کو نماز میں تلاش کیا ہے اور قرۃ عینی فی الصلوٰۃ [میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے] فرمایا ہے اور جو لذت کہ فرض نماز میں پیش آتی ہے غیر فرض پر کامل فضیلت رکھتی ہے، سجدہ کے بارے میں کیا لکھے، سجدہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کے دونوں قدموں پر سجدہ کرتا ہے پس اس کی طلب کرنا اور اس پر حریص ہونا چاہئے اور نیز آیا ہے کہ "بندہ کی کوئی حالت اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے زیادہ پسندیدہ نہیں ہے کہ وہ اسے سجدہ کرتے ہوئے دیکھے اور اس کا چہرہ خاک آلود ہو" اور نیز وارد ہوا ہے کہ "بندہ سجدہ کی حالت میں اللہ کے زیادہ قریب ہوتا ہے" کبھی کبھی چاہئے کہ نماز مٹی پر کسی واسطہ (مصلیٰ وغیرہ) کے بغیر ادا کی جائے اور سجدہ کیا جائے اور نماز میں طویل قیام، طویل رکوع اور طویل سجدوں پر راغب رہیں اور نوافل میں اگر چاہیں تو رکوع و سجود و قومہ و جلسہ میں ماثورہ دعائیں پڑھیں، فقیر نے بھی ان دعاؤں کو احادیث کی کتابوں سے ایک رسالہ میں جمع کیا ہے اگر وہاں سے یاد کرلیں تو مناسب ہے۔

اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "اگر حقیقتِ کعبہ معبودیت و مسجودیت کے اعتبار کے ساتھ مقید ہو تو چاہئے کہ اس حقیقت تک وصول کمالاتِ نبوت کے حاصل ہونے سے پہلے ہو کیونکہ کمالاتِ نبوت شیون و اعتبارات سے اوپر ہیں اور حالانکہ معاملہ برعکس ہے" میرے مخدوم! اس سوال کا جواب ایک سر ہے کہ جس کا ظاہر کرنا فی الحال مصلحت سے دور ہے مختصر طور پر اتنا لکھا جاتا ہے کہ کمالات کا فوقیت رکھنا ان اعتبارات سے ہے جو کہ ولایتِ کبریٰ میں داخل ہیں اور صفات کے اصول ہیں نہ کہ مطلق اعتبارات، حضرت عالی (قدس سرہٗ) نے حقیقتِ کعبہ کو ایک جگہ سرادقاتِ عظمت و کبریائی (عظمت و کبریائی کے سراپردے) لکھا ہے اور ایک جگہ نورِ صرف اور کسی جگہ اسی کو حقیقتِ احمدی قرار دیا ہے اور یہ سب تعبیرات اعتباراتِ متنزلہ (نیچے درجے میں) ہیں اور کمالاتِ نبوت ان سے بھی متنزلہ (نیچے کے درجے میں) ہیں۔ آپ نے اپنے مبدأ تعین کی تشخیص اور اپنی ولایت کے تعین کے بارے میں پوچھا تھا ان شاء اللہ تعالیٰ (یہ فقیر) اس بارے میں غور کرے گا۔ اگر معلوم ہوا تو ان شاء اللہ تعالیٰ اطلاع دیگا۔

مکتوب ۲۵۳
آپ کے والد شریف کی روحانیت کے لئے فاتحہ پڑھی اور ختم قرآن مجید کا ثواب بھی بخشا اور

www.maktabah.org

لیت کا اثر ظاہر ہوا اور کچھ فرحت اُن میں ظاہر ہوئی اور نسبت کے دینے میں بھی توجہ کی اور اس کا اثر
ں ظاہر ہوا، والغیب عند اللہ سبحانہ [اور غیب (کا حال) اللہ سبحانہ جانتا ہے]
آپ نے اپنے آنے کے بارے میں پوچھا تھا کیا مانع ہے، آپ کا گھر ہے لیکن دوستوں کے مشورہ و
ملحت اور اہلِ حقوق کی مرضی سے آئیں اس طرح پر کہ فتنہ کے بیدار ہونے کا باعث نہ ہو۔ اور جو حال
بنے دیکھا ہے روشن و مبارک ہے۔ (یہ) سطور لکھنے کے بعد معلوم ہوا کہ آپ کو ولایتِ موسوی علیٰ نبینا
لیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مناسبت ہے اور (آپ کا) مبدأ تعین صفتِ کلام ہے، پھر بھی اس امر میں
ہ کی جائے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔

مکتوب ۱۵۵

فضائل مآب محمد امین حافظ آبادی کے نام تحریر فرمایا۔
الحمد للہ کہ احوال ہر طرح سے خیریت کے ساتھ گذر رہے ہیں، دوستوں کی خیریت و جمعیت و استقامت
للوب و مامول ہے، جو مکتوب آپ نے محبت کی راہ سے بھیجا تھا اُس نے پہنچ کر خوش وقت کیا۔ آپ نے
فتِ علم اور حقیقتِ کعبہ کے ساتھ کچھ مناسبت لکھی تھی، صفتِ علم کے ساتھ کیوں مناسبت نہ ہو جبکہ آپ
ِ شیخ کا مربی وہی صفت ہے اور اسی ذریعے سے فیوض و برکات ہمیشہ پہنچتے ہیں اور ترقیاں پاتے ہیں اگر آپ
، ذاتی مناسبت کے بارے میں لکھا ہے تو نیک و مبارک ہے فقیر بھی انشاء اللہ تعالیٰ غور کرے گا اور ہم امید
ے ہیں کہ آپ حقیقتِ کعبۂ ربانی سے بہرہ مند ہو جائیں اور اس کے انوار کے ساتھ متحقق و متنور ہو جائیں۔
آپ نے لکھا تھا کہ مولانا احمد برکی نے حضرت عالی (قدس سرہ) کی خدمت میں لکھا تھا "بعض اکابر نے
مایا ہے کہ "آدمی جو کچھ کرے صاحبِ زماں کے حکم سے کرے تاکہ فائدہ دے اگرچہ شرع کے موافق کام ہو۔"
یہ بات صحیح ہے تو تمام شرعی کاموں میں (آپ کے) فرمان کا امیدوار ہے۔ حضرت عالیؒ نے ان کو تحریر فرمایا کہ

۱ یہ عبارت حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے مکتوبات شریفہ دفتر اول کے مکتوب ۲۵۱ میں درج ہے: "عارف صاحبِ زمان بمنزلہ
مد ہوتا ہے اور لوگوں کی استعدادیں مختلف ہوتی ہیں اس لئے وہ لوگوں کو ان کی استعداد کے مطابق امور شرعی نافلہ کی اجازت
یا ہے"۔ حضرت موصوف کی اس عبارت سے مفہوم ہوتا ہے کہ انہوں نے مکتوب الیہ کے لئے کسی دوسرے شخص سے جو اس وقت صاحبِ زمان
ما اجازت حاصل کر کے اُن کو اجازت دی ہے، اس کے مطلب میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ اس وقت تک حضرت صاحب موصوف خود
ذی صاحبِ زمان نہیں تھے بلکہ کوئی دوسرا شخص تھا جس سے حضرتؒ نے ان کیلئے اجازت حاصل کی ہے، دوسرا احتمال یہ ہے کہ حضرت
وقت بھی صاحبِ زمان تھے لیکن حضرت موصوف نے اولیائے کرام و صاحبِ زمان کے طریقے کے مطابق حق تعالیٰ شانہ کی بارگاہ سے
ذریعہ استخارہ یا القا یا الہام وغیرہ اجازت حاصل کی ہوگی، واللہ اعلم بالصواب (مستفاد از شرح مولانا ضیاء اللہ خان کابلی) اور یہی دوسرا احتمال قوی
معلوم ہوتا ہے۔ (مترجم)

www.maktabah.org

"آپ کے لئے اجازت حاصل کر کے آپ کو اجازت دیدی، لیکن جان لیں کہ فائدہ سے مراد خاطر خواہ فائدہ ہے نہ کہ مطلقاً" اور آپ نے بھی اس حقیر سے اجازت طلب کی تھی میرے مخدوم! اگرچہ فقیر کی اجازت کو کوئی دخل نہیں ہے (پھر بھی) ہم نے آپ کو اجازت دی[1]۔ والسلام

۲۵۴ مکتوب ۱۵۶

جان محمد بیگ کولابی کے نام تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ، جو مکتوب کہ آپ نے محبت کی راہ سے بھیجا تھا پہنچکر خوش وقت کیا، آپ نے لکھا تھا کہ "جو کچھ دید و دانش میں آ رہا وہ سب اس کا غیر تھا، مطلوب حقیقی سے کوئی چیز ہاتھ نہیں آئی ہمیشہ عمر بے چینی میں گذرتی ہے اور رنج و اضطراب ہر وقت دامنگیر ہے"۔ بیشک اسی طرح ہے ممکن واجب سے اور حادث قدیم سے اور چون بیچون سے کیا پائے، مقید مطلق سے کیا حاصل کرے، ممکن و مقید جہاں تک جائے اور ترقیات حاصل کرے قید و امکان سے نہیں نکلتا اور وجوب و اطلاق کے ساتھ متحقق نہیں ہوتا۔ ؎

سیہ روئی ز ممکن در دو عالم　　　جدا ہرگز نشد واللہ اعلم

[ممکن سے اس کی سیاہ روئی دونوں جہان میں ہرگز جدا ہونے والی نہیں ہے اور اللہ بہتر جانتا ہے]

اس لئے نقصان (کم کرنا) ہر وقت دامنگیر ہوا اور جدائی و ناامیدی نقد وقت ہوئی، کسی نے خوب کہا ہے ؎

سر پیوند ما ندارد یار　　　چوں تواں شد ز عمر برخوردار

[دوست ہمارے ملنے کا خیال نہیں رکھتا، عمر سے کس طرح بہرہ اندوز ہوا جا سکتا ہے]

شیخ عطار فرماتے ہیں۔ ؎

نمی بینی کہ شاہے چوں پیمبر　　　نیافت او فقر کل تو رنج کم بر

[کیا تو نہیں دیکھتا کہ جب پیغمبر جیسی عظیم الشان ہستی کو فقر کامل (بشریت کا کلی انقطاع) حاصل نہیں ہوا (اسلئے) تو بھی اس کا رنج نہ کر]

فقر کل سے مراد بشریت و امکان کی قید سے رہائی پانا اور (واجب تعالیٰ کے ساتھ) متحقق ہے جو کہ محال ہے پس نایافت و فقدان ہر وقت حاصل زندگی اور عجز و حیرت شامل حال ہے، پس وصل و اتصال کس طرح اور وجد و حال کہاں ہے سیر و سلوک سے مقصود حجابات کا دور ہونا ہے خواہ امکانی ہوں یا وجوبی جو کہ اسماء و صفات و شیون و اعتبارات ہیں نہ یہ کہ مطلوب کو قید میں لے آئیں اور عنقا کو شکار کر لیں

---

[1] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہ کو بھی عارف صاحب جان کو اجازت ... لیکن کسر نفسی کی بنا پر صراحتاً اظہار نہیں فرمایا (مترجم)

www.maktabah.org

افسوس وا افسوس ہم کبتک آب نما سراب سے تسلی حاصل کریں اور پری صورت دیو پر فریفتہ رہیں سے

بوقتِ صبح شود ہمچو روز معلومت — کہ باکہ باختۂ عشق در شبِ دیجور

[تجھ کو صبح کے وقت دن کی طرح معلوم ہو جائیگا کہ تونے اندھیری راتاں میں کس کے ساتھ عشق بازی کی ہے] والسلام

مکتوب ۱۵۷

محمد شاہ گرز بردار کے نام تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ اور ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ جو مکتوب مرغوب آپ نے اس مسکین کے نام تحریر کیا تھا پہنچکر مسرت بخش ہوا عافیت و دلجمعی کے ساتھ رہیں اور شریعت و سنت کے دامن پر قائم رہیں اور ظل سے اصل کی طرف آئیں اور صفت سے ذات کی طرف مائل ہوں۔ آپ نے کسی چیز کے ساتھ بھی دل کا تعلق نہ ہونے اور اپنے آپ کو تمام ماسوا سے بیگانہ پانے اور غیروں کی محبت سے پورے طور پر منقطع ہو جانے کے بارے میں لکھا تھا واضح ہوا کتنی بڑی نعمت ہے کہ دل غیروں کی محبت سے منقطع ہو جائے اور غلبۂ احدیت کثرت کے زنگار کو باطن کے آئینے سے پوری طرح دور کر دے اور اپنی محبت میں یکسو و یکرو بنا دے اور یہ بے تعلقی معرفت حاصل ہوئے بغیر صورت پذیر نہیں ہوتی، بزرگوں نے کہا ہے "جبتک نہ پلٹے رہائی نہیں پاتا" معرفت ہی ہے جو کہ اس کے بے تعلقی اور رہائی کا ذریعہ بنتی ہے اور وصل ہی جو کہ ماسوا کے جدا ہونے کا سبب بنتا ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ "اس سب مایوسی و فراموشی و بیگانگی کے باوجود جو کچھ کہ حاصل رکھتا تھا اس کو بھی اپنے اندر نہیں پاتا، خلوت خانہ اغیار سے خالی اور شاہی تخت آراستہ ہے بادشاہ کی ضرورت ہے میں اس کو بھی نہیں پاتا ہوں۔ غرض یہ ہے کہ اگر ہم اس طرف ہیں تو خود یہ نسیان کیا چیز ہے اور اگر اس طرف ہیں تو معشوق کہاں ہے۔" میرے مخدوم! معشوق ہماری دید و دانش سے باہر ہے اور ہماری گفت و شنید سے برتر ہے جو کچھ ہمارے ادراک و فہم میں آتا ہے اور وہم و خیال میں سماتا ہے وہ نہیں ہے۔ حضرت خواجہ نقشبند (قدس سرہ) نے فرمایا ہے کہ جو کچھ دیکھا، سُنا اور جانا گیا ہے یہ سب غیر ہے، کلمہ لا کی حقیقت کے ساتھ اس کی نفی کرنی چاہیے، کسی نے خوب کہا ہے سے

گر ز معشوقت خیالے در سر است — نیست معشوق آں خیالِ دیگر است

[اگر تیرے سر میں معشوق کا کوئی خیال ہے تو وہ معشوق نہیں ہے (بلکہ) دوسرا خیال ہے]

اکابر کے طریقہ کا سلوک طے کرنے سے مقصود حجابات کا دور ہونا ہے تاکہ اسلامِ حقیقی صورت پذیر ہو جائے

www.maktabah.org

اور شرک کے دقائق سے کچھ نجات حاصل ہو جائے اور نفسِ امارہ کی انانیت و بغاوت و سرکشی جو کہ اس کی ذات میں ودیعت کی گئی ہے زائل ہو جائے اور حقیقی فنا کے ساتھ مشرف ہو جائے اور اطمینان تک پہنچ جائے اور راضی و مرضی ہو جائے نہ یہ کہ مطلوب کو جال میں لائے اور عنقا کو شکار کرے۔ ع

عنقا شکارِ کس نہ شود دام باز چیں

[عنقا کو کوئی شکار نہیں کر سکتا تو اپنا جال اٹھا لے]

دوست چاہتے ہیں کہ معشوق کو آغوش میں لے لیں اور سیمرغ کو شکار کر لیں (یہ) مشکل کام ہے حادث قدیم کا کیا ادراک کرے اور مقید مطلق کا کیا احاطہ کرے، مقید جہاں تک جائے قید کو اپنے ساتھ لے جائیگا اور یہ عیب ہمیشہ اس کا دامنگیر ہوگا اور مطلق قیود سے پاک اور عیوب سے بری ہے پس اس کا طالب ہر وقت عجز و ناامیدی کے ساتھ موصوف ہے۔ ؎

سر پیوندِ ما ندارد یار چوں تواں شد بہ بخت برخوردار

[دوست ہمارے ملانے کا خیال نہیں رکھتا بخت سے کس طرح بہرہ اندوز ہوا جا سکتا ہے]

جو حصہ کہ عارف کو اس بارگاہِ عالی سے حاصل ہے وہ استہلاک و اضمحلال (فنا) ہے۔ ع

از حضرتِ ذات بہرہ استہلاک است

[حضرتِ ذات تعالیٰ شانہٗ سے حصہ فنائیت کا حصول ہے]

اس کے حق میں کمال اپنے آپ سے کمال کی نفی کرنا ہے اور بھلائی کے سلب (نفی) میں بھلائی ہے اگر کمال یا بھلائی کو اپنی طرف نسبت کرے تو خائن ہوگا اور (اپنے) مولا کے ساتھ ہمسری و شرکت کا دعوی کریگا۔ بیچارہ کہ جس کا کمال اور بھلائی کمال اور بھلائی کے سلب میں ہے اپنے صاحب کے کمال و جمال سے کیا ادراک کرے اور کیا پائے ؎

گیرم کہ بغم خانۂ ما یار خرامد کو حوصلہ و طاقتِ دیدار کہ دارد

[میں مانتا ہوں کہ ہمارے غم خانہ دل میں یار خوش خرام ہے (لیکن) اس کے دیدار کا حوصلہ و طاقت کس کو ہے] والسلام اولاً و آخراً

۲۵۶ ## مکتوب ۱۵۸

میر کمعین الدین کے نام تحریر فرمایا۔

حمد و صلوۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے، کام کی ذمہ داری یہ ہے کہ باطن ماسوا کی محبت و گرفتاری سے بلکہ غیر اللہ کی دید و دانش سے رہائی حاصل کرے اور ظاہر شرعی احکام سے آراستہ ہو، اس نعمت کا حاصل ہونا صوفیائے کرام کی خدمت کے ساتھ وابستہ ہے اور ان کی صحبت میں یہ مطلب سہولت کے ساتھ میسر ہے اور اس کے بغیر مشکل ہے، شرعی احکام کے ساتھ پوری طرح آراستہ ہونا اور طاعات کی ادائیگی

www.maktabah.org

اور شبہات سے اجتناب میں آسانی ہونا فنائے نفس کے ساتھ وابستہ ہے جبتک نفس بغاوت و سرکشی اور امارگی کی انانیت سے جو کہ اس کی فطرت میں ودیعت کی گئی ہے خالی نہ ہو جائے اور فرمانبرداری و اطمینان تک نہ پہنچے شریعت کی حقیقت کا حاصل ہونا صورت پذیر نہیں ہوتا اطمینان سے پہلے شریعت کی صورت اور اطمینان کے بعد حقیقت ہے اور صورت و حقیقت کے درمیان زمین و آسمان کا بلکہ اس سے بھی زیادہ فرق ہے، شریعت کی صورت اہلِ ظاہر کے نصیب ہے اور اس کی حقیقت اہلِ حقیقت کے نصیب ہے، ایمان کی صورت جو کہ عوام کو نصیب ہے اور اس کو ایمان مجازی کہتے ہیں زوال و خلل سے مامون نہیں ہے المجاز ینفی [مجاز کی نفی ہو جاتی ہے] آپ نے سنا ہوگا اور ایمانِ حقیقی جو کہ خواص و اہلِ حقیقت کا ایمان ہے زوال سے محفوظ اور خلل سے مامون ہے آیتِ کریمہ یَاۤ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ الآیہ سورہ نساء ع ۱۳۶ (اے ایمان والو! اللہ اور رسول پر ایمان لاؤ) میں گویا اس ایمان کی طرف اشارہ ہے اور فنا میں قدم جس قدر راسخ ہوگا ایمان اسی قدر کامل ہوگا۔ (حضرت) صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایمان تمام امت کے ایمان پر زیادہ ترجیح والا ہوا جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے کیونکہ ان کی فنا اکمل تھی اور ان کا تقویٰ بہت زیادہ تھا حق تعالیٰ نے ان کو قرآن مجید میں اَتْقٰی (بہت زیادہ متقی) فرمایا جو شخص اتقی ہے وہ نص کے مطابق اللہ کے نزدیک اکرم اور جو شخص کہ اکرم ہے وہ قرب کے مراتب میں سب سے زیادہ ہے اور نفسِ ایمان قرب کے اندازے سے ہے اور رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم نے اُن (حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ) کی شان میں فرمایا "جو شخص یہ چاہے کہ کسی ایسے مُردے کی طرف دیکھے جو سطحِ زمین پر چل رہا ہو تو اس کو چاہیے کہ ابنِ ابی قحافہ (ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) کی طرف دیکھے" بیشک وہ میت کامل تھے ورنہ تمام صحابہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کے شرف سے اُس موت کے ساتھ جو کہ موت سے پہلے ہے مُردہ تھے پس اُن (صدیقِ اکبرؓ) کی تخصیص اس صفت میں ان کے کمال پر دلالت کرتی ہے اور ان کے ایمان کے کامل ہونے پر یہ بھی دلیل ہے کہ انھوں نے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے) محض سنتے ہی تصدیق کی اور دلیل و معجزہ کے لئے احتیاج نہیں کیا، اُن کی شان میں وارد ہوا "ما ظنک باثنین اللہ ثالثهما [تیرا ان دو (رسول اللہؐ و ابوبکرؓ) کے بارے میں کیا گمان ہے جن کا تیسرا اللہ ہے] والسلام

تمت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشاریہ

مکتوب الیہم مکتوباتِ معصومیہ ہر سہ دفتر

مکتوباتِ معصومیہ ہر سہ دفتر کے مکتوب الیہم کی فہرست حروفِ تہجی کے اعتبار سے پیش کی جاتی ہے امید ہے کہ قارئینِ کرام پسند فرمائیں گے۔ (مترجم)

الف

(۱) آدم تنوی (شیخ) دوم ۵۹-۹۳-۷۶-۷۷
(۲) ابراہیم (خواجہ) اول ۱۴۳
(۳) ابو اسحٰق (حافظ) سوم ۲۲-۱۱۹-۱۹۷
(۴) ابو الخیر شاہ آبادی (سید) دوم ۱۳۹
سوم ۷۳-۲۰۱
(۵) ابو الفضل کشمیری (مولانا) دوم ۴۳
(۶) ابو الفیض کابلی۔ دوم ۳۸
(۷) ابو القاسم (مخدوم زادہ) دوم ۱۰۲-۱۲۱-
۱۲۳-۱۳۹-
(۸) ابو القاسم بن محمد مراد لاہوری۔ دوم ۶۱
(۹) ابو محمد لاہوری (ملا) سوم ۳۰
(۱۰) ابو المظفر برہانپوری (شیخ) دوم ۳۹-۷۱-
سوم ۵۴-۹۰-۱۲۵-۲۳۹-
(۱۱) ابو المعالی (مرزا) سوم ۱۷-۵۶- دوم ۱۰۱-۱۰۳
(۱۲) ابو المکارم (شیخ) سوم ۱۵۳۔
(۱۳) احمد بخاری (خواجہ) دوم ۳۲-۱۳۰-
سوم ۶۸-۱۰۹-۱۲۴-۱۳۲-
(۱۴) اسد اللہ افغان (شیخ) اول ۵۰
(۱۵) اسد اللہ بیگ۔ اول ۲۰۴
(۱۶) اسرائیل (سید) دوم ۹۱- سوم ۱۰۷-۱۱۶-۲۰۳
(۱۷) اسمٰعیل خاں بیگ (مرزا) اول ۲۰۹
اسلام خاں: ملاحظہ ہو میر ضیاء الدین حسین
(۱۸) اللہ داد (مولانا) اول ۵۸۔
(۱۹) الیاس (شیخ) اول ۱۹۵۔
(۲۰) امام الدین پنجابی (شیخ) سوم ۹۲
(۲۱) امان اللہ نبیرہ شیخ حمید بنگالی (شیخ)
سوم ۳۴-۸۱
(۲۲) امان اللہ برہانپوری (مرزا) اول ۴۴۔
۴۷-۱۸۶-۲۰۵-۲۲۷-
(۲۳) امان اللہ قاضی زادہ برہانپوری (خواجہ)
دوم ۹۴- سوم ۹۳-۱۲۶-۱۸۵-
(۲۴) امان بیگ بدخشی
سوم ۱۶۷-۲۳۷
(۲۵) امیر خان (سیادت پناہ) دوم ۱۰۰
(۲۶) امین قدیم۔ دوم ۱۰۵
(۲۷) انور نور سرائی (شیخ) سوم ۱۳۱-
۱۵۵-۲۰۳۔

www.maktabah.org

ب

(۲۸) باقی بخاری (میر) دوم ۴۴
(۲۹) بایزید (شیخ) ولد بدیع الدین سہارنپوری۔
دوم ۴۲-۷۳-۷۴-۸۰-۸۵-۱۳۹
سوم ۸-۱۰-۱۵۲۔
(۳۰) بختاور خاں۔ سوم ۴
(۳۱) بدر بیگ سمرقندی دوم ۹۳۔ سوم ۹۶
(۳۲) بدرالدین سلطان پوری (شیخ) اول ۳۵۔
دوم ۷۸۔ ۱۱۴۔ سوم ۶۵۔
(۳۳) برخوردار کابلی (مولانا) دوم ۱۰۶۔

پ

(۳۴) پیر بزرگوار والد ماجد حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ
اول ۱۔ تا ۷۔
(۳۵) پادشاہ بلخی (خواجہ) سوم ۸۳
(۳۶) پایندہ محمد کابلی (صوفی) سوم ۱۸ - ۱۹ -
۱۷۸ - ۲۰۲ - ۲۱۲
(۳۷) پیر محمد (حافظ) دوم ۹۰

ت

(۳۸) تربیت خاں۔ اول ۱۶۳
(۳۹) تیمور بیگ کلابی۔ سوم ۸۳۔ ۱۸۶۔

ج

(۴۰) جان محمد بیگ (خان محمد بیگ) کولابی دوم ۱۳۳، ۱۵۴
سوم ۳۶-۷۸-۱۱۴-۱۳۸-۱۴۸۔
(۴۱) جعفر خاں (خواجہ جہان الملکی) سوم ۹۴-۹۸
۱۱۱-۱۲۳۔
(۴۲) جمال الدین (ملا) اول ۱۷۷- ۱۸۱
(۴۳) جنید چشتی (شیخ) دوم ۱۳۷

ح

(۴۴) حامد (ملا) دوم ۲۶
(۴۵) حبیب اللہ حصاری ثم البخاری (حاجی)
دوم ۱۳۴- سوم ۵۷- ۱۶۰- ۲۳۰
(۴۶) حسن (شیخ) اول ۱۵۹-
(۴۷) حسن علی پشاوری (ملا) اول ۳۹ - ۶۱-۶۵
۷۳ - ۹۸ - ۱۲۵ - ۱۳۴-۱۳۵- ۱۳۹-
۱۷۸- ۲۱۴- دوم ۱- ۲- سوم ۱۱۵-
(۴۸) حسین (حاجی) اول ۲۶- ۱۵۳ - ۱۷۵-
۱۹۹ -
(۴۹) حسین الخلوتی الرومی المدنی (شیخ) دوم ۳۰
(۵۰) حسین منصور جالندری (شیخ) دوم ۹۲- ۱۰۹-
۱۲۰- سوم ۳۰- ۳۵- ۹۹- ۱۳۰- ۱۶۴- ۲۰۰
(۵۱) حمید احمدی (شیخ) اول ۹۲
(۵۲) حیدر لاہوری (قاضی) سوم ۳۲

خ

(۵۳) خالد سلطان پوری (شیخ)
سوم ۲۰۸
خان محمد، ملاحظہ ہو جان محمد
خلیل اللہ، ملاحظہ ہو محمد خلیل اللہ

د

(۵۴) درویش محمد برکی جالندری (شیخ) سوم ۵۵
(۵۵) دوست محمد بیگ۔ سوم ۱۹۰ - ۲۲۸
(۵۶) دینار (خواجہ) اول ۱۰- ۹۰

www.maktabah.org

ر

(۵۷) رشید (آغا) اول ۱۶۸ - ۱۸۷ - ۱۹۸ -
(۵۸) رعایت خاں۔ سوم ۸۷
(۵۹) رفعت بیگ اول ۳۸ - ۴۰ - ۸۱ - سوم ۵۲ - ۷۶

ز

(۶۰) زاہد برق انداز (صوفی) سوم ۶۱
(۶۱) زین العابدین علی (سید) دوم ۴۱

س

(۶۲) سجاول (ملا اخوند عبد الحق) اول ۱۹۷ -
(۶۳) سرانداز خاں۔ سوم ۱۷۵ -
(۶۴) سعادت اللہ کابلی (صوفی) دوم ۱۳۵ - سوم ۳۶، ۵۹ - ۶۲ - ۶۰ - ۵
(۶۵) سلطان وقت مدظلہ (عالمگیر) اول ۶۳ - دوم ۵
سوم ۶ - ۱۲۲ - ۲۲۱ - ۲۲۷
(۶۶) سلیم بلخی (حاجی) دوم ۵۵ - ۶۰ - ۱۳۸ -
(۶۷) سید علی بارہہ۔ دوم ۸۸ - ۹۵ - ۱۳۳ - سوم ۷۱
۱۱۳

ش

(۶۸) شاہ جیو (حضرت) دوم ۱۱۸
(۶۹) شاہ خواجہ ترمذی۔ اول ۳۵ - ۱۳۶
شاہ مراد قلی پشاوری (ملاحظہ ہو مراد قلی)
(۷۰) شرف الدین حسین لاہوری (میر) دوم ۶۴ - ۶۵ -
۸۷ - سوم ۱۰۵ - ۱۷۴ -
(۷۱) شرف الدین سلطانپوری (شیخ) سوم ۱۳۳ - ۲۲۳
(۷۲) شمس الدین علی خلخالی (میر)۔ اول ۲۳۲
(۷۳) شمس الدین خویشگی۔ اول ۳۶
(۷۴) شمشیر خاں۔ دوم ۱۱ (غالباً میر محمد یعقوب) سوم ۱۹۳
(۷۵) شہداد (ملا) اول ۱۱۷

ض

(۷۶) ضیاء الدین حسین (میر) ملقب با سلام خاں ورنہ جات
اول ۱۵ - ۱۴۹ - سوم ۱۴ - ۱۵ - اول ۲۱۸ دوم ۱۲۴
(۷۷) ضیائی مودودی (خواجہ) سوم ۶۷ -

ط

(۷۸) طاہر بدخشی جونپوری (شیخ) اول ۹۱
(۷۹) طاہر بیگ (مرزا)۔ اول ۷۵ -

ع

(۸۰) عادل بیگ پسر کامل بیگ۔ سوم ۱۳۵
(۸۱) عارف کشمیری (قاضی) سوم ۵
(۸۲) عارف لاہوری (مولانا) دوم ۸۴
(۸۳) عباد اللہ ولد قاضی محمد زاہد کابلی (میر کر) اول ۲۱۰ - ۲۳۹
(۸۴) عبد الاحد وحدت (حضرت شاہ گل) دوم ۱۱۹ -
سوم ۲۳ - ۱۴۰ - ۱۶۸ - ۲۰۵ - ۲۴۸
(۸۵) عبد الجلیل دہلوی (حافظ) سوم ۱۴۱ - ۱۹۱ -
(۸۶) عبد الحکیم لاہوری۔ دوم ۱۱۰
(۸۷) عبد الحمید برہانپوری (شیخ)۔ اول ۷۷
(۸۸) عبد الحی یمنی (شیخ) اول ۹۳
(۸۹) عبد الخالق بنگالی (شیخ)۔ سوم ۱۹۹
(۹۰) عبد الرحمن بلخی (سلطان) سوم ۷۱ - ۱۳۹ - ۱۳۵
(۹۱) عبد الرحمن نقشبندی (خواجہ) دوم ۱۶
(۹۲) عبد الرحمن برادر شیخ عرب بخاری (شیخ) سوم ۴۸
(۹۳) عبد الرحمن (میر) دوم ۷۰
(۹۴) عبد الرزاق (ملا)۔ دوم ۳۶ - ۳۷
(۹۵) عبد الرشید (حافظ) اول ۱۹
(۹۶) عبد السلام کابلی (خواجہ)
سوم ۱۷۷ -

www.maktabah.org

(۹۷) عبدالصمد کابلی (خواجہ)۔ اول ۴۳-۸۳-۱۸۸-
سوم ۳۱-۱۵۶-۲۱۴
عبدالعلیم جلال آبادی۔ ملاحظہ ہو محمد علیم
(۹۸) عبدالغفار بلخی (خواجہ) دوم ۵۶ -
(۹۹) عبدالغفور (حافظ) اول ۱۲۸
(۱۰۰) عبدالغفور سمرقندی (مولانا) اول ۱۵۷-
(۱۰۱) عبدالفتاح پسر میر محمد نعمان (میر) سوم ۲۵
(۱۰۲) عبدالکریم (حافظ) اول ۳۴-۱۶۶-۱۶۷-
(۱۰۳) عبدالکریم کابلی (شیخ) دوم ۱۴
(۱۰۴) عبداللطیف ہمشیرہ زادہ (شیخ) سوم ۵۳
(۱۰۵) عبداللطیف لشکر خانی (شیخ) اول ۹-۱۱۵-
۱۶۰-۲۰۷-
(۱۰۶) عبداللہ اسلام خانی (خواجہ) سوم ۸
(۱۰۷) عبداللہ بخشی کابلی (میر) سوم ۳۷
(۱۰۸) عبداللہ پشاوری (میر) سوم ۱۷۶
(۱۰۹) عبداللہ سندی (حافظ) سوم ۱۷۱
(۱۱۰) عبداللہ یا عبیداللہ کولابی (خواجہ)۔ دوم ۱۳۱ -
سوم ۳۳-۴۴-
(۱۱۱) عبدالہادی بدایونی (شیخ) اول ۲۳۳
(۱۱۲) عبیداللہ بیگ (مرزا) اول ۲۵-۲۹-۵۷-۱۰۴-
۱۲۹-۱۲۳-۱۳۷-۱۴۱-۱۵۴-۱۸۲-۲۲۴-
(۱۱۳) عثمان کولابی (میر) سوم ۱۶۳-۲۳۶-
(۱۱۴) عرب بخاری (شیخ) اول ۱۵۵-دوم ۲۹-۶۶-
(۱۱۵) عزیز (میر) سوم ۱۸۰-
(۱۱۶) عطاء اللہ (میرک) اول ۱۸۵-
(۱۱۷) عطاء اللہ سورتی (ملا) سوم ۲۷-۸۸
(۱۱۸) عماد (سید میر) دوم ۱۰۸-
(۱۱۹) عمر الحضرمی (شیخ) سوم ۲۵۲
(۱۲۰) عنایت اللہ (قاضی) سوم ۹

غ

(۱۲۱) غازی سرہندی (مولانا)۔ دوم ۱۸-۶۸
(۱۲۲) غضنفر (مرزا حاجی) دوم ۲۱-۴۹-سوم ۲۳
(۱۲۳) غلام محمد افغان۔ اول ۳۷-سوم ۳۸
(۱۲۴) غلام محمد فاروقی۔ دوم ۹

ف

(۱۲۵) فاضل کابلی (ملا) سوم ۸۰
(۱۲۶) فتح خان شیرپوری۔ اول ۱۵۲
(۱۲۷) فصیح الدین (مولانا) دوم ۱۳۶ - سوم ۲۱۹
(۱۲۸) فضل اللہ برہانپوری (شاہ)۔ اول ۱۰۷
(۱۲۹) فقیر اللہ بنگالی (شیخ) سوم ۹۷
(۱۳۰) فیض اللہ بنگالی (شیخ) اول ۲۲۳
(۱۳۱) فیض محمد فتح آبادی (ملا)۔ سوم ۷۹

ق

(۱۳۲) قاسم بلخی (خواجہ)۔ سوم ۲۱۳
(۱۳۳) قاسم پسر صوفی مغربی (ملا)۔ سوم ۲۳۵
(۱۳۴) قاسم روپڑی (ملا) سوم ۵۸
(۱۳۵) قلیچ اللہ خان۔ اول ۱۱

گ

(۱۳۶) گدا محمد (خواجہ) اول ۱۷۳
(۱۳۷) گل بہاری (مرزا) سوم ۶۲
(۱۳۸) گل محمد مفتی پشاوری (ملا) اول ۲۱۲

ل

(۱۳۹) لطف اللہ بن سعید خان (مرزا) اول ۱۰۰ - ۱۴۶-
(۱۴۰) لطیف بخاری (مرزا) سوم ۱۰-۱۶۱-۲۳۱-

www.maktabah.org

م

ماہ (خواجہ) ملاحظہ ہو محمد صدیق پسر خواجہ عبدالرحمٰن
(۱۴۱) محب علی ملتانی۔ سوم ۱۸۹۔ ۲۲۴
(۱۴۲) محسن سیالکوٹیؒ (مولانا)۔ دوم ۴۸
(۱۴۳) محسن کشمیری (شیخ)۔ اول ۱۴۳۔
(۱۴۴) محمد ابراہیم (میر) ولد میر محمد نعمانؒ۔ اول ۷۸
(۱۴۵) محمد ابراہیم (میر) ولد شیخ میر۔ دوم ۱۵۰۔ ۱۵۱۔
۱۵۲۔ سوم ۱۵۹۔ ۱۷۳۔ ۱۹۲۔ ۲۲۵۔
(۱۴۶) محمد اسحٰق (میر) ولد شیخ میر۔ دوم ۱۵۳۔ ۱۵۴۔
سوم ۱۵۹۔ ۱۶۵۔ ۲۲۶
محمد اسرائیل (سید) ملاحظہ ہو اسرائیل۔
(۱۴۷) محمد اشرف (مخدوم زادہ خواجہ)۔ اول ۲۲۹۔ ۲۳۸۔
۱۴۵۔ ۱۴۶۔ سوم ۲۵۳
(۱۴۸) محمد افضل (ملّا)۔ اول ۷۰۔ ۱۹۴۔
(۱۴۹) محمد افغان (حاجی)۔ اول ۳۳۔ ۱۷۱۔
(۱۵۰) محمد امین بخاری (مولانا) دوم ۱۔ ۲۸۔ ۱۲۷۔
سوم ۲۹۔ ۱۷۰۔
(۱۵۱) محمد امین حافظ آبادی (مولانا) دوم ۱۵۵۔
سوم ۱۰۲۔ ۱۹۶۔
(۱۵۲) محمد امین لاہوری (مولانا) اول ۱۱۹۔ دوم ۱۱۶
(۱۵۳) محمد اشرف بکھا سرہندی (شیخ) سوم ۱۰۴۔
محمد اورنگ زیب دین پناہ سلطان عالمگیرؒ۔
(ملاحظہ ہو سلطانِ وقت)
(۱۵۴) محمد باقر فتح آبادی۔ دوم ۶۹
(۱۵۵) محمد باقر لاہوری (شیخ) دوم ۴۷۔ ۱۳۱۔ سوم ۱۱۔
۱۰۰۔ ۱۰۱۔ ۱۲۸۔ ۱۵۰۔ ۱۵۷۔ ۱۹۴۔ ۲۱۸۔
۲۳۸۔ ۲۴۹۔
(۱۵۶) محمد بن محمد طیب النہامی۔ دوم ۷۹۔
(۱۵۷) محمد بیگ بلخی (سید)۔ سوم ۸۴
(۱۵۸) محمد جان اکبرآبادی (شیخ) اول ۲۱
(۱۵۹) محمد جان طالقانی (حاجی) اول ۲۰
(۱۶۰) محمد جان دہسکی (ملا) یا محمد خان، دوم ۹۴۔ سوم ۱۵۸
(۱۶۱) محمد حسین کابلی (صوفی) دوم ۱۱۱۔ سوم ۱۳۶۔ ۲۱۰
(۱۶۲) محمد حکیم ولد قاضی اسلم (خواجہ) اول ۱۳۰۔
(۱۶۳) محمد حنیف کابلی (خواجہ)۔ اول ۱۳۔ ۲۲۔ ۴۷۔
۵۵۔ ۷۹۔ ۸۶۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۱۲۰۔ ۱۵۸۔ ۱۶۰۔
۲۰۱۔ دوم ۶۔ ۸۔ ۱۰۔ ۱۳۔ ۱۵۔ ۱۷۔ ۱۹۔ ۲۰۔
۲۲۔ ۲۳۔ ۲۵۔ ۲۷۔ ۳۰۔ ۸۱۔ ۱۴۸۔
سوم ۴۳۔ ۷۷۔ ۱۵۴۔
(۱۶۴) محمد خاقی (میر) اول ۴۸۔ ۴۹۔ ۱۴۷۔ ۲۱۱۔
(۱۶۵) محمد خلیل اللہ برادر زادہ شیخ دوم ۱۴۰۔ سوم
۳۔ ۱۹۵۔ ۲۱۶۔
(۱۶۶) محمد رضا پسر رعایت خاں۔ سوم ۸۶۔
(۱۶۷) محمد رؤف کابلی۔ دوم ۱۴۳۔
(۱۶۸) محمد زاہد جدید (صوفی) دوم ۱۰۵۔
(۱۶۹) محمد زماں پسر رعایت خاں۔ سوم ۸۵
(۱۷۰) محمد زماں (میر)۔ دوم ۱۴۷
(۱۷۱) محمد سعیدؒ برادر بزرگ شیخ سوم ۱۔ ۴۶
(۱۷۲) محمد سعید فاروقی (شیخ)۔ سوم ۳۰
(۱۷۳) محمد سعید سارنگپوری۔ سوم ۷۴
(۱۷۴) محمد سعید سہارنپوری۔ دوم ۷۲
(۱۷۵) محمد سیف الدینؒ (مخدوم زادہ خواجہ) اول ۱۹۰
۲۳۵۔ سوم ۲۲۰۔ ۲۳۲۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔
(۱۷۶) محمد شاہ گرز بردار (میرزا) دوم ۳۱۔ ۳۹۔ ۴۵۔ ۱۵۷
(۱۷۷) محمد شریف خادم (حاجی) یا حاجی شریف۔ دوم
۵۳۔ سوم ۱۳۷۔ ۲۰۶۔
(۱۷۸) محمد شریف بخاری (خواجہ) دوم ۱۳۶۔ سوم ۶۹۔ ۱۵۱

www.maktabah.org

(۱۷۹) محمد شریف (سیادت پناہ) سوم ۲۱۷
(۱۸۰) محمد شریف کابلی (شیخ)- اول ۴۱-۱۱۲-۱۵۰-
(۱۸۱) محمد شریف لاہوری (حافظ)- اول ۱۳- ۱۳۱-
۱۳۲-۴۲-دوم ۹۸-۱۴۷-سوم ۱۲-۱۳
(۱۸۲) محمد صادق بخاری ثم المدنی (خواجہ)- اول ۴۴
سوم ۶۴-۱۱۰-
(۱۸۳) محمد صادق پسر نصیر خاں (میرزا) دوم ۴۳-۸۳
سوم ۱۶-۴۷-۱۹۸-۲۱۵-
(۱۸۴) محمد صادق پٹنی- سوم ۱۴۳-
(۱۸۵) محمد صادق کابلی (حافظ) دوم ۱۱۷-سوم ۲۴۱-
(۱۸۶) محمد صالح تھانیسری (شیخ) اول ۱۰۵
(۱۸۷) محمد صالح کولابی (خواجہ) اول ۶۹
(۱۸۸) محمد صبغۃ اللہ (مخدوم زادہ شیخ) اول ۶۳-۱۸۹
۱۹۶-۲۱۵-۲۳۱- سوم ۲۵۴-
(۱۸۹) محمد صدیق (مخدوم زادہ شیخ) سوم ۷-۴۰
(۱۹۰) محمد صدیق بدخشی ملقب بہ ہدایۃ (خواجہ) سوم ۹۱
(۱۹۱) محمد صدیق سوم ۱۰۳
(۱۹۲) محمد صدیق پشاوری (مولانا)- اول ۱۸-۵۶-
۵۹-۷۶-۸۴-۱۱۱-۱۱۴-۱۱۸-۱۲۳-۱۳۳
۱۲۹-۱۳۳-۱۳۸-۱۳۹-۱۴۴-۱۴۶-۱۴۹
۱۷۹-۲۱۴-۲۲۰-۲۳۹-۲۲۸- دوم ۱-۳
۷-۳۵- سوم ۷۵-۱۲۰-
(۱۹۳) محمد صدیق کشمی (خواجہ)- اول ۶۹-۱۶۱
(۱۹۴) محمد صدیق ملقب بخواجہ ماہ- سوم ۱۲۹-۱۸۱-۲۰۷
(۱۹۵) محمد صلاح کابلی- دوم ۱۲
(۱۹۶) محمد عارف (حاجی) اول ۲۱۳-۲۲۵-
دوم ۵۰
(۱۹۷) محمد عاشور بخاری (حاجی) اول ۱۴۵-
دوم ۳۴-۱۳۲- سوم ۴-۲۵۱

(۱۹۸) محمد عبید اللہ (مخدوم زادہ شیخ) اول ۶۸-
۱۱۰-۱۸۳-۱۹۱-۱۹۲-۲۱۹-۲۳۶-
سوم ۱۱۷-۱۱۸-
(۱۹۹) محمد عبید اللہ (پیرزادہ خواجہ) اول ۸۵-۱۲۱-
۱۵۶-۲۳۰-
محمد علی بارسہ
(ملاحظہ ہو سید علی بارسہ)
(۲۰۰) محمد علیم جلال آبادی (شیخ) اول ۲۸-۱۳۰-
دوم ۵۴- سوم ۹۵-۱۱۳-۱۲۱-۱۴۷-
(۲۰۱) محمد فاروق (خواجہ) اول ۹۰-۹۹-۱۰۶
۱۰۸-۱۰۹-
(۲۰۲) محمد فاروق (میرزا) اول ۸۰
(۲۰۳) محمد فضل اللہ (حاجی) ہمشیرزادہ- دوم ۱۲۸
سوم ۲۵۰-
(۲۰۴) محمد قلی (ملا) اول ۶۲
(۲۰۵) محمد کاشف- اول ۸۳-۱۴۲-۱۷۲
(۲۰۶) محمد کاظم (خواجہ) اول ۹۶-۲۳۴
(۲۰۷) محمد محسن (حافظ) دوم ۶۷
(۲۰۸) محمد مسافر (ملّا) اول ۷۲
(۲۰۹) محمد معصوم- دوم ۱۲۵
(۲۱۰) محمد معین- دوم ۴۶
(۲۱۱) محمد مقیم- اول ۵۱
محمد مکی جعفر خاں (خواجہ)
(۲۱۲) محمد منصور (میر) اول ۸۷
(۲۱۳) محمد موسیٰ (شیخ میر) سوم ۱۷۹-
(۲۱۴) محمد مومن گیلانی ثم برہانپوری (شیخ) دوم ۵۸
۹۴- سوم ۱۴۴-
(۲۱۵) محمد میرک بیگ بدخشی گرزبردار- دوم ۱۱۴
سوم ۴۹-۶۰-۲۴۰-

www.maktabah.org

(۲۱۶) محمد نعمان (میر) اول ۸-۱۶-۵۲-۹۷-۱۰۱-۱۰۲-۱۰۳-۱۴۸-۱۶۲-۱۶۳-۱۸۴-۲۰۳-۲۱۷-۲۲۱-۲۲۲

(۲۱۷) محمد نقشبند (مخدوم زادہ خواجہ) اول ۷۷-۱۱۳-۱۹۳-۱۹۵-۲۲۷-سوم ۲۲۵-۲۲۶-۲۲۷-

(۲۱۸) محمد نقی سوم ۱۰۶-

(۲۱۹) محمد وفا حصاری (خواجہ) اول ۴۲-سوم ۲۳۴

(۲۲۰) محمد ہادی (میرزا) یا میرزا ہادی دوم ۴-سوم ۵۱

(۲۲۱) محمد ہاشم کشمی (خواجہ) اول ۵۳-۲۰۶

(۲۲۲) محمد یار خادم حضرت خواجہ نقشبندؒ سوم ۹۳

(۲۲۳) محمد یحییٰ (حضرت خواجہ) برادر ایشان-اول ۱۸۰-سوم ۱۳۴

(۲۲۴) محمد یحییٰ پسر قاضی چوکی کابلی-سوم ۱۶۹-۱۸۳-

(۲۲۵) محمد یعقوب (سیادت پناہ میر) سوم ۱۹۳ شیخ زینا سوم ۱۱

(۲۲۶) محمد یوسف خادم-اول ۲۰۸

(۲۲۷) محمد یوسف گردیزی-سوم ۱۶۲-۱۸۸-۲۲۳-

(۲۲۸) مراد قلی (شاہ) سوم ۲۰۹-۲۳۳

(۲۲۹) مسافر (ملا) اول ۷۲

(۲۳۰) مزاری (خواجہ) سوم ۶۴ و ۲۲۴

(۲۳۱) مشتاق برکی (ملا)-سوم ۲۴-۳۶-

(۲۳۲) مصطفیٰ بنگالی (حاجی) دوم ۵۴-۶۲-سوم ۵۰

مظفر پانیپتی (شیخ) ملاحظہ ہو ابو المظفر

(۲۳۳) مظفر حسین (میر) دوم ۸۶

(۲۳۴) معصوم (میر) اول ۱۶

(۲۳۵) معقول (میاں) سوم ۷۲

(۲۳۶) معین الدین (میرک) دوم ۸۹-۱۵۸-

(۲۳۷) مغل (میر) اول ۴۶

(۲۳۸) مفاخر حسین (میر) دوم ۱۰۳

(۲۳۹) ممریز خان-اول ۲۱۶

(۲۴۰) موسیٰ (ملا) دوم ۱۲۲-

(۲۴۱) مومن بیگ کابلی-اول ۷۱

(۲۴۲) مومن جبزی (خواجہ) اول ۱۲-۹۵-

(۲۴۳) مومن (خواجہ) قاضی زادہ-سوم ۱۲۷-۱۸۵

(۲۴۴) میر دہلوی (شیخ) سوم ۱۳۶

(۲۴۵) میر بیگ کولابی-سوم ۱۳۹

میرزا خان ملاحظہ ہو میرزا ابا

(۲۴۶) میر کی شیخ (سیادت دستگاہ) اول ۳۰-۱۲۷

ن

(۲۴۷) نصیر خان-سوم ۲۱۱

(۲۴۸) نظام الدین کولابی (حاجی) دوم ۸۲

(۲۴۹) نعمت اللہ بنگالی (سید)-سوم ۱۳۴-۱۷۲

(۲۵۰) نعمت اللہ قادری (شاہ)-اول ۲۷-۴۳

(۲۵۱) نعمت اللہ شادی (ملا) اول ۱۳۶-۱۳۹-۱۵۱

(۲۵۲) نور محمد بہار (سید) دوم ۹۶-۹۹-سوم ۴۵-۱۶۶

(۲۵۳) نور بیگ (صوفی)-اول ۲۰۰-سوم ۲۱

(۲۵۴) نور محمد پٹنی (شیخ) اول ۹۳

(۲۵۵) نور محمد سورتی (شیخ)-دوم ۲۸

(۲۵۶) نوروز بخشا وراثی (میر) سوم ۱۸۲-

و - ہ - ی

(۲۵۷) ولی محمد جیبتی (شیخ جیلی جیبتی) دوم ۱۱۵-۱۴۲

(۲۵۸) ہمت خان-اول ۲۱۸-دوم ۱۲۴

(۲۵۹) یار محمد-اول ۳۲-

بغیر نام کے: اول ۱۴-۳۱-سوم ۲۵۵

خواتین کے نام

(۲۶۰) بیگم جیو-سوم ۸۹

(۲۶۱) جانان بیگم-اول ۲۳-۵۴

(۲۶۲) حاجی بیگم-سوم ۱۸۴-

(۲۶۳) سیدہ بی بی-دوم ۳۳

(۲۶۴) ماہ جیو-دوم ۱۱۳-

بغیر نام کے خواتین کے نام: دوم ۵۱-۷۵-سوم ۱۸۷

تمت

www.maktabah.org

حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی کے دو تاریخی شاہکار

"حضرت مجدد الفِ ثانیؒ"

(حضرت مجدد الفِ ثانیؒ اور اُن کے اسلاف و اجداد کے حالات میں)

حضرت شاہ صاحب مدظلہ العالی کی یہ وہ معرکۃ الآرا تالیف ہے جس کا دوسرا ایڈیشن بھی قریب الختم ہے۔ یہ کتاب بالخصوص زبدۃ المقامات، حضرات القدس اور روضۃ القیومیہ کے رکنِ اول سے استفادہ پر مبنی ہے نیز حضرت مجدد الفِ ثانیؒ سے متعلق جسقدر سوانح لکھی جا چکی ہیں ان سب کی جامعیت اس کتاب میں آگئی ہے علاوہ ازیں اور بھی بہت سی کتابوں کا نچوڑ ہے۔ کتاب کی خوبیوں کا اندازہ مندرجہ ذیل فہرستِ مضامین سے ہو سکتا ہے۔

فہرستِ مضامین ۱۵ صفحات، تعارف، پیش لفظ، مقدمہ ۲۲ صفحات۔ سلسلۂ نسب ۲۹ صفحات۔ سلسلۂ طریقت ۴۸ صفحات۔ حیاتِ مبارکہ ۹۰ صفحات، وفات ۱۱ صفحات۔ معمولات ۲۲ صفحات۔ کشف و کرامات ۹۱ صفحات ملفوظات ۵ صفحات۔ دعوت و تجدید کا پس منظر ۵۳ صفحات مجددیت ۴۴ صفحات، تجدیدی کارنامے ۷۵ صفحات شواہدِ تجدید ۷ صفحات معترضین اور ان کی تردید ۱۰ صفحات۔ تعلیمات ۸۹ صفحات۔ تصانیف ۱۲ صفحات۔ اولاد امجاد ۲۶ صفحات خلفاء ۷ صفحات مکتوب الیہم ۲۶ صفحات۔ کل تعداد ۸۳۲ صفحات۔ اعلیٰ درجہ کا کاغذ، آفسٹ طباعت، مضبوط جلد، خوبصورت گرد پوش، سائز ۸/۲۳×۱۸ قیمت ۴۲ روپے

"انوارِ معصومیہ"

(حضرت مجدد الفِ ثانیؒ کی اولاد در اولاد کے حالات میں)

یہ کتاب حضرت مجدد الفِ ثانیؒ کے خلیفہ و جانشین و فرزند حضرت خواجہ محمد معصومؒ کی سوانح حیات ہے جو خصوصاً روضۃ القیومیہ رکن دوم، سوم اور چہارم نیز اویسیت سے متعلقہ کتابوں سے استفادہ پر مبنی ہے۔ حضرت عروۃ الوثقیٰ ہی کی ذاتِ گرامی ہے جنہوں نے حضرت مجدد الفِ ثانیؒ کے تجدیدی کارناموں کو زندہ و باقی رکھنے کا فریضہ انجام دیا، اور آپ ہی تعلیماتِ مجددی کے اصل شارح ہیں اور عہدِ حاضر کے علماءِ حق بالواسطہ یا بلاواسطہ آپ ہی سے مستفید ہیں۔ نیز کتاب "حضرت مجدد الفِ ثانیؒ" اگر حضرت مجددؒ کے اسلاف و اجداد کے حالات پیش کرتی ہے تو زیرِ نظر کتاب آپ کی اولاد کی تفصیل سامنے لاتی ہے اس طرح یہ کتاب حضرت مجدد الفِ ثانیؒ ہی کا تکملہ ہے خصوصیات کا اندازہ ذیل کے عنوانات سے ہو سکتا ہے۔

حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کی حیاتِ مبارکہ، سفر نامۂ حج، اوراد و معمولات، کشف و کرامات، احباب کے خواب اور ان کی تعبیریں، احباب کے مکاشفات اور ان کے حل، بعض اہم سوالات اور ان کے جوابات۔ تعلیمات۔ اولاد امجاد۔ خواجہ سیف الدینؒ خواجہ محمد نقشبندؒ، خواجہ محمد زبیرؒ، خلفاء۔ شاہانِ مغلیہ ایک نظر، مکتوب الیہم، شجرہ وغیرہ ضخامت

سائز ۸/۲۳×۱۸ قیمت

شائع کردہ: ادارۂ مجددیہ، ناظم آباد ۳، کراچی

www.maktabah.org

www.maktabah.org

زوار اکیڈمی پبلی کیشنز کی اہم مطبوعات

اثبات النبوۃ (اردو ترجمہ)	حضرت مجدد الف ثانیؒ	صفحات ۱۱۲
احسن البیان (۱ تا ۶)	سید فضل الرحمٰن	
انوارِ معصومیہ	مولانا سید زوار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ	صفحات ۴۶۴
حضرت مجدد الف ثانیؒ	مولانا سید زوار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ	صفحات ۸۳۲
حیاتِ سعیدیہ	مولانا سید زوار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ	صفحات ۲۵۴
عمدۃ السلوک	مولانا سید زوار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ	صفحات ۳۹۲
عمدۃ الفقہ (چار حصے مکمل)	مولانا سید زوار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ	صفحات ۲۰۰۰
فرہنگ سیرت	سید فضل الرحمٰن	صفحات ۳۲۸
مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی،	مترجم مولانا سید زوار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ	صفحات ۱۷۳۶
مکتوبات معصومیہ	مترجم مولانا سید زوار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ	صفحات ۱۱۱۲
مقالات زواریہ	ترتیب سید فضل الرحمٰن	صفحات ۵۶۸
مقامات زواریہ	حاجی محمد اعلیٰ	صفحات ۳۵۲
ہادی اعظم ﷺ	سید فضل الرحمٰن	صفحات ۸۰۸

www.maktabah.org

Maktabah Mujaddidiyah
www.maktabah.org

This book has been digitized by
Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org).

Maktabah Mujaddidiyah does not hold the copyrights of this book. All the copyrights are held by the copyright holders, as mentioned in the book.

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah, 2013

Files hosted at Internet Archive [www.archive.org]

We accept donations solely for the purpose of digitizing valuable and rare Islamic books and making them easily accessible through the Internet. If you like this cause and can afford to donate a little money, you can do so through Paypal. Send the money to ghaffari@maktabah.org, or go to the website and click the Donate link at the top.

مکتوبات معصومیہ

اُردو ترجمہ

دفتر سوم

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہ کے صاحبزادے اور جانشین حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم فاروقی قدس سرہ کے مکتوبات قدسی آیات کا اردو ترجمہ

حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ

زوار اکیڈمی پبلی کیشنز

www.maktabah.org

www.maktabah.org

مکتوبات معصومیہ

اردو ترجمہ

دفتر سوم

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہ کے
صاحبزادے اور جانشین حضرت عروۃ الوثقی خواجہ محمد معصوم فاروقی قدس سرہ
کے مکتوبات قدسی آیات کا اردو ترجمہ

حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

زوار اکیڈمی پبلی کیشنز

اے۔۴/۱۷، ناظم آباد نمبر ۴، کراچی ۱۸۔

فون: ۶۶۸۴۷۹۰

www.zawwaracademy.org
E-mail:zawwaracademy@hotmail.com

www.maktabah.org

فہرست مضامین

مقدمہ : از مترجم ۱۹

دیباچہ : از جامع مکتوبات حصہ سوم ۲۱

مکتوب ۱ : اپنے برادر بزرگ پیشوائے کاملین امام عارفین زبدۂ علمائے راسخین وارث کامل، شیخ اکمل، مظہر اسرار رب مجید حضرت شیخ محمد سعید قدس اللہ سرہ الاقدس کے نام حدیث شریف مَنْ اَحَبَّ اَخَاہُ فَلْیُعْلِمْہُ اِیَّاہُ (جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی سے محبت کرتا ہو تو اس کو چاہئے کہ اسے بتادے) کے بموجب شوق و محبت کے لوازم اور حقیقت قبول کی طرف اجمالی اشارہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۵

مکتوب ۲ : مخدوم زادۂ گرامی شیخ عبد الاحد کے نام اس بارے میں کہ افضلیت عالم خلق و عالم امر کے درمیان دائر ہے (پھر تی ترقی ہے) لیکن کلی فضیلت عالم خلق کیلئے ہے اور حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عبارت کی شرح میں جو ایک مکتوب میں آئی ہے کہ تکمیل بعد موت میں آنسرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت حق جل وعلا کی محبت پر غالب ہو جاتی ہے اور اس بارے میں کہ جو حضرت خواجۂ بزرگ (خواجہ بہاؤ الدین نقشبند) قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ سیر و سلوک سے مقصود یہ ہے کہ اجمال (ایمان) استدلالی کشفی ہو جائے اور اجمالی تفصیلی بن جائے نیز یہ اور ابو جہل کی نسبت کس طرح درست ہوگا اور اس بیان میں کہ حقیقت محمدی کا اپنے مقام سے عروج اور اس کا حقیقت احمدی تک پہنچنا کس معنی میں ہے اور اس کے مناسب بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۶

مکتوب ۳ : مخدوم زادۂ گرامی شیخ محمد خلیل اللہ کے نام اپنے برادر بکلاں امام العارفین قدوۃ الواصلین واقف اسرار کلام مجید حضرت شیخ محمد سعیدؒ کے بعض مناقب و محاسن کے بیان میں تحریر فرمایا جو کسی تقریب سے لکھا گیا۔ ۳۱

مکتوب ۴ : ان مکتوبات قدسی آیات کے جامع فقیر حقیر محمد عاشور بخاری کے نام اہل اللہ کا طریق فنا اور ان کے سیر و سلوک کا اختلاف اور لطائف عالم امر کی فنا اور ان کی بقا کو مفصل طور پر بیان کرنے اور عالم خلق کے لطائف کی ان لطائف عالم امر میں سے ہر ایک کے ساتھ مناسبت کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۳۳

مکتوب ۵ : قاضی عارف کشمیری کے نام حدیث اَرْوَاحُ الشُّہَدَاءِ فِیْ اَجْوَافِ طَیْرٍ خُضْرٍ کی علما و صوفیہ کے طریقہ پر شرح اور اس پر لازم ہونے والے شبہات کو دور کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۳۵

مکتوب ۶ : سلطان وقت (حضرت اورنگ زیب عالمگیرؒ) کے نام نصیحتوں کے بیان اور مَنْ لَّمْ یَشْکُرِ النَّاسَ لَمْ یَشْکُرِ اللّٰہَ (جس شخص نے لوگوں کا شکر ادا نہیں کیا اس نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کیا) کے بموجب امن و امان کی نعمت کا شکر ادا کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۳۹

www.maktabah.org

مکتوب ۷: شیخ محمد صدیق سرہندی کے نام اُس شبہ کو دور کرنے کے بیان میں کہ انھوں نے کلمہ طیبہ کے اس معنی پر وارد کیا تھا جو صوفیہ کے نزدیک لا موجود الا اللہ سے عبارت ہے۔ ۴۱

مکتوب ۸: خواجہ عبداللہ اسلام خانی کے نام شیخ کے اس قول لا انکر اللہ الا اللہ جو کہ مالک کے وجود کی نفی کرنے والا ہے کے معنی اور آیات کریمہ کی سبحانک ما عرفناک حق معرفتک اور حدیث کی لو تعلمون ما اعلم جو کہ قرب کے وجود کو ثابت کرنے والی ہے کے معنی میں تطبیق دینے کے متعلق ان کے سوال کے حل میں تحریر فرمایا۔ ۴۳

مکتوب ۹: قاضی عنایت اللہ کے نام ضروری نصیحتوں اور طریقۂ عالیہ کی تعلیم میں تحریر فرمایا جو کہ انھوں نے حضرت والا سے غائبانہ طلب کیا تھا۔ ۴۴

مکتوب ۱۰: مرزا لطیف بخاری کے نام ذکر کی مداومت پر ترغیب دینے اور فنائے قلبی حاصل کرنے پر تحریص دلانے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۴۵

مکتوب ۱۱: محمد باقر لاہوری کے نام بعض ضروری نصائح کے بیان میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ اجازت کی بعض اقسام مجاز کے کمال پر موقوف نہیں ہیں۔ ۴۶

مکتوب ۱۲: حافظ محمد شریف لاہوری کے نام نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۴۷

مکتوب ۱۳: نیز حافظ محمد شریف لاہوری کے نام نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔ "

مکتوب ۱۴: اسلام خاں کے نام عشق کے اسرار اور اس کے خواص کے بیان میں تحریر فرمایا ۴۸

مکتوب ۱۵: نیز اسلام خاں کے نام اس بیان میں تحریر فرمایا کہ آدمی کے لئے یہ غور کرنا ناگزیر ہے کہ کل (قیامت) کے لئے کیا تیار کیا ہے۔ ۴۹

مکتوب ۱۶: محمد صادق پسر نصیر خاں کے نام اُن کے سوالوں کے جواب اور اُن لوگوں کے رد میں جو کہ مسند مشیخت پر بیٹھ گئے اور گمراہی کے جنگل میں پھنس گئے ہیں اور ان کے اعتقادات شریعت منورہ کے موافق نہیں ہیں اور وحدت وجود کی تحقیق اور کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کے فوائد اور اس کے مناسب بیان میں تحریر فرمایا۔ ۵۰

مکتوب ۱۷: مرزا ابوالمعالی کے نام بعض ضروری نصائح کے بارے میں اور اس بیان میں تحریر فرمایا کہ ترقی و وصول کا مدار بدرجۂ غالب صحبت پر ہے۔ ۵۸

مکتوب ۱۸: صوفی پائندہ محمد کابلی کے نام ان کے لئے نصائح کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۶۰

مکتوب ۱۹: ملا پائندہ محمد کابلی کے نام اُن سوالوں کے جواب میں تحریر فرمایا جو کہ انھوں نے کئے تھے۔ "

مکتوب ۲۰: شیخ محمد سعید فاروقی کے نام اُن کی بعض کیفیات کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۶۲

مکتوب ۲۱: صوفی نور بیگ کے نام اُن کو نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۶۳

مکتوب ۲۲: حافظ ابو اسحاق کے نام صوفیۂ عالیہ کی تعریف کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۶۴

مکتوب ۲۳: مرزا غضنفر کے نام کیفیات کی شرح اور اُن واردات کی تعبیر میں جو کہ انھوں نے لکھے تھے تحریر فرمایا۔ ۶۵

مکتوب ۲۴: ملا مشتاق بیرگی کے نام اس شبہ کے حل میں جو کہ آیۂ کریمہ واتبع ملۃ ابراہیم حنیفا سے پیدا ہوتا ہے اور حدیث لا تفضلونی علی یونس بن متی کی تحقیق میں اور الایمان لا یزید ولا ینقص کی شرح میں ۶۶

www.maktabah.org

اور عوام کے ایمان کی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مساوات کا توہم دور کرنے اور شہداء جو کہ بعض فضائل کے ساتھ مخصوص ہیں ان کی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر فضیلت کے توہم کو دور کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۶۶

مکتوب ۲۵: میر عبد الفتاح ولد خواجہ آقا و میر محمد نعمان کے نام طلبگاری کے لوازم ادا کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۷۱

مکتوب ۲۶: صوفی سعد اللہ کابلی کے نام اُن کے وقائع کی تعبیر اور احوال کی شرح کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۷۲

مکتوب ۲۷: ملا عطاء اللہ سورتی کے نام نصیحت کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۷۳

مکتوب ۲۸: شیخ نور محمد سورتی کے نام نصیحت کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۷۳

مکتوب ۲۹: میر محمد امین بخاری کے نام آیۂ کریمہ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون اور آیۂ کریمہ انا عرضنا الامانۃ علی السموات والارض کی شرح و تفسیر میں تحریر فرمایا۔ ۷۴

مکتوب ۳۰: شیخ حسین منصور جالندھری کے نام فنائے کامل کے حصول کے متعلق اُن کے احوال کی شرح میں تحریر فرمایا۔ ۷۶

مکتوب ۳۱: خواجہ عبد الصمد کابلی کے نام اپنے اطوار پر افسوس کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۷۷

مکتوب ۳۲: قاضی حیدر لاہوری کے نام معرفت اور ایمانِ حقیقی حاصل کرنے پر ترغیب دلانے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۷۸

مکتوب ۳۳: خواجہ عبد اللہ کولابی کے نام اس بارے میں کہ کثرت کے آئینہ میں وحدتِ حقیقی مشہود نہیں بلکہ اس کے ظلال میں سے ایک ظل ہے اور اس بیان میں تحریر فرمایا کہ ارواح کا شہود کمال میں داخل نہیں ہے۔ ۷۹

مکتوب ۳۴: شیخ امان اللہ اور شیخ حمید بنگالی کے نام ان کو نصیحت کرنے اور حصولِ معرفت پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۸۱

مکتوب ۳۵: شیخ حسین منصور جالندھری کے نام فنا و بقا اور اطمینانِ نفس کی حقیقت اور تجددِ امثال کے فنا کی طرف اشارہ کے بیان میں اور اس بارے میں کہ تجلی ذات کا آں سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ خاص ہونا کس معنی میں ہے اور کیا زوالِ عین و اثر (حقیقتِ) محمدی کے ساتھ مخصوص ہے؟ اور عالمِ امر و نفسِ مطمئنہ و عناصرِ اربعہ کے منتہائے عروج کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۸۲

مکتوب ۳۶: ملا مشتاق برکی کے نام اس بارے میں کہ محبت باطنی کیفیات کو جذب کرتی ہے اور معمولات عبادات اور گوشہ نشینی و قطعِ تعلق پر ترغیب دینے میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ سیر و سلوک سے مقصود شیخ و پیر بننا اور مرید بنانا نہیں ہے بلکہ فنائیت و محویت کا حاصل ہونا ہے۔ ۸۵

مکتوب ۳۷: میر عبد اللہ بخشی کابلی کے نام طلبِ حق جل و علا پر ترغیب دلانے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۸۶

مکتوب ۳۸: غلام محمد افغان کے نام ایک حال کی تعبیر میں جو انھوں نے دیکھا تھا کہ فنا فی اللہ ہو جا اور بقا باللہ نہ ہو اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ اس عالمِ فانی میں مطلوب یہی درد و شوق ہے۔ ٭

مکتوب ۳۹: صوفی سعد اللہ کابلی کے نام ان کی کیفیات و احوال کی شرح میں جو کہ انھوں نے لکھے تھے اور اس بیان میں تحریر فرمایا کہ جو کچھ قوم (صوفیائے کرام) کے نزدیک مسلم ہے یہ ہے کہ مطلوب کی یافت نفس میں منحصر ہے اور ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی) قدس اللہ سبحانہ سرہ کے نزدیک یافت کی حقیقت انفس سے باہر ہے ۸۹

www.maktabah.org

مکتوب ۴۰: ملا ابو محمد لاہوری کے نام انسان کی عدمیتِ ذاتیہ کی تحقیق میں تحریر فرمایا۔ ۹۰

مکتوب ۴۱: سلطان عبدالرحمن کے نام حق جل وعلا کی خوشنودیاں حاصل کرنے پر ترغیب دینے کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۹۱

مکتوب ۴۲: صوفی سعد اللہ کابلی کے نام ان کے روشن احوال کے جواب میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ نسبت جس جگہ سے بھی پہنچے (اس کو) اپنے پیر (کی جانب) سے جاننا چاہیے۔ ۹۲

مکتوب ۴۳: خواجہ محمد حنیف کابلی کے نام حوادث کو اللہ تعالیٰ کے ارادہ (ومشیت) کی طرف لوٹانے اور اس کے متلون نہ ہونے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۹۳

مکتوب ۴۴: خواجہ عبداللہ کولابی کے نام کمالاتِ فنا وبقا کی شرح میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ کام کا مدار فضل پر ہے لیکن عمل سے چارہ نہیں ہے۔ ۹۴

مکتوب ۴۵: سید نور محمد بار ہہ کے نام نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۹۵

مکتوب ۴۶: جان محمد بیگ کولابی کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ ہستیٔ حقیقی کو نیستی (فنائیت) کے جال کے بغیر شکار نہیں کر سکتے۔ ۹۶

مکتوب ۴۷: میرزا محمد صادق پسر نصیر خاں کے نام طریقۂ خواجگان کے حقائق وخصائص اور جس چیز کے ساتھ ہمارے حضرت عالی (مجدد الفِ ثانی) ممتاز ہیں اس کی طرف اشارہ اور طریقۂ نفی اثبات کی کیفیت کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۹۷

مکتوب ۴۸: شیخ عبدالرحمن برادر شیخ عرب بخاری کے نام زمینِ ہند کی برکات اور نسبت کی حفاظت کی ہمیشگی پر ترغیب دلانے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۹۸

مکتوب ۴۹: محمد میرک بیگ بدخشی کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ چونکہ مطلوبِ حقیقی آفاق وانفس سے ماوراء ہے (اسلئے) اس کے طالب کو چاہیے کہ آفاق وانفس سے گزر جائے اور اس کے ماوراء جد وجہد کرے۔ ۹۹

مکتوب ۵۰: حاجی مصطفیٰ بنگالی کے نام نصیحت اور دریافتِ احوال کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۰

مکتوب ۵۱: میرزا محمد ہادی کے نام اس بیان میں کہ وحدت کے طالب کیلئے کثرت کا ترک کرنا ناگزیر ہے اور سنت کی اتباع اور بدعت سے اجتناب پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۱۰۰

مکتوب ۵۲: رفعت بیگ کے نام اپنے آپ سے اعراض کرنے اور اصل کی طرف متوجہ ہونے اور فنا و نیستی کے حصول پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا تاکہ بقائے کامل اس پر مترتب ہو۔ ۱۰۱

مکتوب ۵۳: حضرت والا (عروۃ الوثقیٰ) سلمہ اللہ تعالیٰ کے خواہرزادہ (بھانجہ) شیخ عبداللطیف کے نام لا یذکر اللہ الا اللہ کی تشریح میں اور اس بیان میں تحریر فرمایا کہ کلام مجید کے ساتھ متصف ہونا اس دید کے آثار سے ہے۔ ۱۰۲

مکتوب ۵۴: شیخ مظفر برہانپوری کے نام اس بیان میں کہ جب تک سالک کا واسطہ صفات واعتبارات سے ہے علم وتمیز کی گنجائش ہے (اور) جب معاملہ غیب ذات سے پڑتا ہے تو جہل وعدمِ تمیز بڑھ جاتا ہے اور بعض نصائح کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۰۳

www.maktabah.org

مکتوب ۵۵: مشیخت پناہ شیخ درویش محمد بیگ جالندھری کے نام کفار کے ساتھ محبت و دوستی کے احکام اور تقیہ کے احکام اور اللہ تعالیٰ کے لئے محبت و دشمنی کی فضیلت اور اس جماعت کے اعتقادات کے رد میں تحریر فرمایا جو کہتے ہیں کہ فقیری کسی شخص کے ساتھ بُرا نہ ہونا ہے۔ ۱۰۵

مکتوب ۵۶: مرزا ابوالمعالی کے نام اُن کے خط کے جواب میں کہ جس میں انہوں نے شوق و محبت کی طلب کا اظہار کیا تھا اور شیخ عبدالخالق کے بعض احوال کے بیان میں تحریر فرمایا جو کہ احباب میں سے ہیں اور اس مکتوب کو ایک جلیل القدر حدیث کے ساتھ ختم فرمایا۔ ۱۱۲

مکتوب ۵۷: حاجی حبیب اللہ حصاری کے نام ان کے احوال کی تعبیر میں تحریر فرمایا جو کہ انہوں نے دیکھے اور لکھے تھے۔ ۱۱۴

مکتوب ۵۸: مُلّا قاسم رودہڑی کے نام اس بیان میں کہ فنا و بقا ظلیت و اصالت کے تعلق سے ہے جب معاملہ غیب سے پڑتا ہے اور یہ تعلق نہیں رہتا تو فنا و بقا کا معاملہ ختم ہو جاتا ہے اور اس بیان میں کہ وجہ کو وجہ کی طرف راستہ ہے نیز ذات تعالیٰ کی طرف اور نماز سے متعلق بعض کمالات کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۱۶

مکتوب ۵۹: صوفی سعد اللہ کابلی کے نام ان کے احوال کی تعبیر اور ان کی کیفیات کی تعریف کے بارے میں اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے متبعین کے بعض فضائل کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۱۸

مکتوب ۶۰: محمد میرک بیگ بدخشی کے نام اس بیان میں کہ فرع جو کچھ رکھتی ہے وہ اصل سے ماخوذ ہے تحریر فرمایا۔ ۱۱۹

مکتوب ۶۱: صوفی زاہد بیقا مذانی کے نام اس حال کی تعبیر میں جو انہوں نے دیکھا تھا تحریر فرمایا۔ ۱۲۰

مکتوب ۶۲: خواجہ میرزائے گل بہاری کے نام ایک شبہ کے حل کے جواب میں جو کہ انہوں نے ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی) قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ کے کلام پر کیا تھا اور معتزلہ کے استدلال کے جواب میں جو کہ انہوں نے نفی رویت کے بارے میں کیا ہے نیز اس اعتراض کے جواب میں جو انہوں نے لمعات کی عبارت پر کیا تھا تحریر فرمایا۔ ۱۲۱

مکتوب ۶۳: محمد یار خادم حضرت خواجہ محمد نقشبند (قدس سرہ) کے نام ان کے خط کے جواب میں تحریر فرمایا جو کہ فنا و بقائے اتم کی خبر دینے والا تھا۔ ۱۲۵

مکتوب ۶۴: خواجہ محمد صادق بخاری مدنی کے نام رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے روضۂ مقدس پر افلاس و انکسار کے اظہار کے بارے میں اور ان اذکار و اعمال کے بیان میں جو کہ ولایات ثلاثہ میں سے ہر ایک ولایت اور کمالاتِ نبوت اور اس سے اوپر کے مقامات کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں اور ان مقامات کی طرف اشارہ کے بیان میں تحریر فرمایا کہ جہاں ترقی اعمال سے وابستہ نہیں ہے بلکہ فضل یا صرف محبت پر موقوف ہے۔ ۱۲۶

مکتوب ۶۵: فضائل مآب شیخ بدیع الدین سلطان پوری کے نام شوقِ ملاقات کے اظہار اور حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے روضۂ منورہ کے فیوض و برکات کی طرف اشارہ کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۱۲۷

مکتوب ۶۶: گرامی قدر قدوۃ الکاملین امام العارفین زبدۃ الواصلین مظہر اسرار رب مجید حضرت شیخ محمد سعید برادرِ کلاں خود کے نام شوق کے بیان و غم دوری کے اظہار میں تحریر فرمایا۔ ۱۲۸

www.maktabah.org

مکتوب ۷۷: خواجہ عبیداللہ محمدی کے نام اللہ دوں کی نفی پر ترغیب دینے کے بارے میں جو کہ صفت ارادہ کے زائل ہونے پر موقوف ہے اور ان احوال کی تعبیر میں جو انہوں نے دیکھے تھے اور کمال فنا کے حصول اور اخلاق رذیلہ کے زائل ہونے کے بارے میں تحریر فرمایا۔	۱۲۹
مکتوب ۷۸: خواجہ احمد بخاری کے نام اس بیان میں کہ تعلقات میں ظاہری جمعیت باطنی نسبت کا اثر ہے اور خود پسندی و خود بینی سے بیزاری پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔	۱۳۰
مکتوب ۷۹: خواجہ محمد شریف بخاری کے نام ان کے لئے نصیحتوں کے بارے میں تحریر فرمایا۔	۱۳۱
مکتوب ۸۰: مخدوم زادہ عالی تبار شیخ محمد صدیق کے نام حقائق آگاہ میرزا امان اللہ بیاپوری کے بعض احوال کے بیان میں اور حضرت (خواجہ محمد معصوم) سلمہ اللہ سبحانہ کی برکات سے ان کے استغنا ذات کی طرح میں آنے سے متعلق حکمت و مصلحت کے لئے تحریر فرمایا۔	۱۳۲
مکتوب ۸۱: سید علی بادرسی کے نام کمالات محبت اور اس کے دقائق کے بیان میں تحریر فرمایا۔	۱۳۵
مکتوب ۸۲: میاں معقول کے نام حرمین شریفین کی زیارت پر رغبت و شوق دلانے کے بارے میں تحریر فرمایا۔	۱۳۶
مکتوب ۸۳: سید ابوالخیر شاہ آبادی کے نام لطائف عالم امر کی فنا اور ان کی بقا اور فنا و فنائے فنا کے درمیان فرق اور وحدت وجود کے معنی کے بیان میں اور اس بارے میں کہ توحید شہودی وجودی سالک کے وجود کی نفی پر بنا نہیں اور تجلی ذات و صفات کے بیان میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ تجلی نوری ذات تعالیٰ کی تجلی نہیں ہے بلکہ تجلی صوری ہے جو کہ تجلیات میں سب سے نیچے درجے کی تجلی ہے۔	۱۳۷
مکتوب ۸۴: محمد سعید سارنگپوری کے نام ان کے حال کی تعبیر میں اور اس بیان میں کہ مطلوب کی یافت آفاق و انفس کے ماوراء ہے۔	۱۴۰
مکتوب ۸۵: خواجہ محمد صدیق پشاوری کے نام آیہ کریمہ وخذوا ظاہر الاثم وباطنہ کے بیان میں تحریر فرمایا	۱۴۲
مکتوب ۸۶: رفعت بیگ کے نام ان کے احوال کی تعریف اور کلمہ لا الہ الا اللہ کے فوائد کے بیان میں تحریر فرمایا	۰
مکتوب ۸۷: خواجہ محمد حنیف کابلی کے نام عمر رفتہ پر افسوس کے اظہار میں تحریر فرمایا۔	۱۴۳
مکتوب ۸۸: خان محمد بیگ کولابی کے نام اس بیان میں تحریر فرمایا کہ اس راہ میں کیا نصیب عجز و عدم یافت ہے۔	۱۴۴
مکتوب ۸۹: ملا فیض محمد فتح آبادی کے نام ان کے احوال کی تعبیر اور مقام شرح صدر اور مقام قبض و بسط کی تحقیق میں تحریر فرمایا۔	۱۴۵
مکتوب ۹۰: ملا فاضل کابلی کے نام اُن کے احوال کی تعریف اور بلندیٔ ہمت پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا	۱۴۶
مکتوب ۹۱: شیخ امان اللہ پسر شیخ حمید بنگالی کے نام بعض دوستوں کے احوال اور حضرت پیر دستگیر (مجدد الف ثانی) قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ کے روضہ منورہ کے مناقب و فضائل کے بیان میں تحریر فرمایا۔	۱۴۷
مکتوب ۹۲: تیمور بیگ کولابی کے نام سلطان ذکر کے بیان میں اور عبدیت اور جو معاملہ کہ اس کے اوپر ہے اس کی حصول اور ارادوں کی نفی کرنے پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔	۱۴۸
مکتوب ۹۳: خواجہ بادشاہ بلخی کے نام اہل دنیا کی بیوفائی کے متعلق اور احکام شریعت پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا	۱۴۹

www.maktabah.org

مکتوب ۸۴: سید محمد بیگ بلخی کے نام عبادت اور تحصیلِ فنا کی ترغیب میں تحریر فرمایا۔ ۱۴۹

مکتوب ۸۵: میرزا محمد زماں پسر رعایت خاں کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ ظاہری پریشانیاں باطنی ترقیات کا سبب ہیں۔ ۱۵۰

مکتوب ۸۶: میرزا محمد رضا پسر رعایت خاں کے نام محبتِ شیخ پر ترغیب دینے اور یادکرد و یادداشت کے معنی کی طرف اشارہ کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۱۵۱

مکتوب ۸۷: رعایت خاں کے نام قضا پر راضی رہنے کے بیان میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ حوادث کا پھیر دینا اس سبحانہ وتعالیٰ کے ارادہ کے ساتھ ہے نہ کہ عقلِ فعّال کے ساتھ۔ 〃

مکتوب ۸۸: ملا عطاء اللہ سورتی کے نام سلوک کے بعض درجات کے بیان میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ نیت صالحہ کے ساتھ حلال روزی کمانا ذکر میں داخل ہے۔ ۱۵۳

مکتوب ۸۹: ایک صالحہ عورت کے نام جو کہ اہلِ حقوق میں سے تھیں اور اس کے حال کی تعبیر میں تحریر فرمایا ۱۵۴

مکتوب ۹۰: شیخ ابوالمظفر برہانپوری کے نام صحبت کے فوائد اور حضرت عالی (مجددالف ثانی) قدسنا اللہ بسرہٖ العزیز الاقدس کے روضۂ منورہ کی برکات کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۱۵۵

مکتوب ۹۱: حقائق و معارف آگاہ خواجہ محمد صدیق بدخشی ملقب بہ ہدایت کے نام حضرت مجدد الف ثانی رح کے فراق کے اظہار اور حضرت موصوف کے کچھ کمالات کے بیان میں تحریر فرمایا۔ یہ مکتوب بہت طویل تھا اس کے بعض اوراق گم ہوگئے ان اوراق میں سے جو باقی رہ گئے تھے ان کو نقل کر لیا گیا۔ ۱۵۶

مکتوب ۹۲: شیخ امام الدین پنجابی کے نام نصیحت کے بیان میں اور معرفت حاصل کرنے پر ترغیب دینے اور حاجی محمد شریف خادم کے بعض احوال کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۱۵۸

مکتوب ۹۳: خواجہ امان اللہ قاضی زادہ برہانپوری کے نام ان کے حال کی شرح اور کمالاتِ نماز کے بیان میں تحریر فرمایا ۱۵۹

مکتوب ۹۴: خواجہ علی جعفر خاں کے نام قصور کی دید اور معرفت حاصل کرنے پر رغبت دلانے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۱۶۱

مکتوب ۹۵: شیخ علیم جلال آبادی کے نام ظاہری و باطنی نعمتوں کا شکر ادا کرنے پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۱۶۳

مکتوب ۹۶: بدر بیگ سمرقندی کے نام ان کی کیفیات کی وضاحت اور احوال کی شرح میں تحریر فرمایا۔ 〃

مکتوب ۹۷: شیخ فقیر اللہ بنگالی کے نام نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۱۶۵

مکتوب ۹۸: خواجہ علی کے نام فنائیت کے حاصل کرنے اور وقت کو معمور رکھنے پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا 〃

مکتوب ۹۹: شیخ حسین منصور جالندھری کے نام ان کے احوال کی شرح میں مع بشارتِ عالی کے تحریر فرمایا۔ ۱۶۶

مکتوب ۱۰۰: ملا محمد باقر لاہوری کے نام ان کے خطوط کے جواب میں تحریر فرمایا جو کہ اُن کے اور ان کے احباب کے بلند احوال اور مبارک کیفیات پر مشتمل تھے۔ ۱۶۷

مکتوب ۱۰۱: نیز ملا محمد باقر لاہوری کے نام اُن احوال کی شرح میں جو کہ انھوں نے لکھے تھے تحریر فرمایا۔ ۱۶۹

مکتوب ۱۰۲: ملا محمد امین حافظ آبادی کے نام ان کے خط کے جواب میں مع بشارت کے تحریر فرمایا۔ ۱۷۰

www.maktabah.org

مکتوب ۱۰۳: محمد صدیق ولد شیخ محمد صالح تھانیسری کے نام ان کے خواب کی تعبیر میں تحریر فرمایا۔ | ۱۷۰
مکتوب ۱۰۴: شیخ محمد اللہ بکھا سرہندی کے نام نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔ | ۱۷۱
مکتوب ۱۰۵: میر شرف الدین حسین اندجانی کے نام اس معاملہ کے بارے میں جو کہ ظلال و اصول کے ماوراء ہے مع آیۂ کریمہ یسقون من رحیق مختوم الآیہ کی تاویل کے تحریر فرمایا۔ | ۱۷۱
مکتوب ۱۰۶: مرزا محمد تقی کے نام بلند ہمتی اور محبوب حقیقی جلت عظمتہ کے ماسوا کی طرف متوجہ نہ ہونے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ | ۱۷۲
مکتوب ۱۰۷: سیادت مآب سید اسرائیل کے نام مطلب کی بلندی اور طالب کے عجز کے بارے میں تحریر فرمایا۔ | ۱۷۳
مکتوب ۱۰۸: شیخ بابجیو بہار نہری کے نام لا الٰہ الا اللہ کی حقیقت اور اس چیز کے بارے میں تحریر فرمایا جو مقام نفی و اثبات سے تعلق رکھتی ہے۔ | ۱۷۴
مکتوب ۱۰۹: خواجہ احمد بخاری کے نام ایمانِ غیب کو ایمانِ شہودی پر ترجیح دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ | ۱۷۶
مکتوب ۱۱۰: خواجہ محمد صادق البخاری ثم المدنی کے نام لا الٰہ الا اللہ کی حقیقت کے بیان میں تحریر فرمایا۔ | ۱۷۷
مکتوب ۱۱۱: خواجہ مکی جعفر خان کے نام محبت کے اسرار اور مخلوق خدا کے ساتھ نیکی کرنے کے فضائل میں تحریر فرمایا۔ | ۱۷۸
مکتوب ۱۱۲: شیخ عبد العلیم جلال آبادی کے نام ان کے عریضے کے جواب میں تحریر فرمایا جو کہ انہوں نے اپنے حالات کی وضاحت میں لکھا تھا۔ | ۱۷۹
مکتوب ۱۱۳: سید علی بارہہ کے نام ایمانِ غیب کی ایمانِ شہود پر ترجیح کے بیان میں تحریر فرمایا۔ | ۱۸۰
مکتوب ۱۱۴: خان محمد بیگ کولابی کے نام اس بیان میں تحریر فرمایا کہ تمام احوال پر اعتبار نہیں کرنا چاہیے | ۱۸۱
مکتوب ۱۱۵: ملا حسن پشاوری کے نام استقامت کی فضیلت کے بیان میں تحریر فرمایا۔ | ۱۸۱
مکتوب ۱۱۶: فضیلت مآب سید اسرائیل کے نام فنائے اتم اور شرکِ خفی کے دقائق سے پوری طرح رہائی پانے کی حقیقت کے بیان میں تحریر فرمایا۔ | ۱۸۲
مکتوب ۱۱۷: مخدوم زادہ عالی رتبہ جامع علوم ظاہری و باطنی صاحب کمالات اکمل مخدوم و مخدوم زادہ عالی جاہ خواجہ محمد عبید اللہ کے نام ان کی صحبت طالبان کو فیوض و برکات سے فیضیاب کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ | ۱۸۳
مکتوب ۱۱۸: نیز مخدوم زادہ بلند درجہ صاحب کمالات علیہ اقعد اسرار لی مع اللہ حضرت خواجہ عبید اللہ کے نام دیدِ قصور اور ان کمالات کی شرح میں جو کہ کمالاتِ ولایت و نبوت سے اوپر ہیں اور صفتِ علم کے کچھ کمالات کے بیان میں تحریر فرمایا۔ | ۱۸۴
مکتوب ۱۱۹: حافظ ابو اسحاق کے نام نصائح اور تغیر احوال کے بیان میں تحریر فرمایا۔ | ۱۸۶
مکتوب ۱۲۰: مولانا محمد صدیق پشاوری کے نام کمالِ بغادینی اور حضرت صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) میں اس معنی کے کمال کے حصول اور اس کمال کے باعث ان کے ایمان کے اس امت کے ایمان پر فضیلت رکھنے اور اس (بغادینی) سے اوپر کے معاملات کی طرف اشارہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔ | ۱۸۷

www.maktabah.org

مکتوب ۱۲۱: شیخ عبد العلیم جلال آبادی کے نام محبت ذاتیہ کی علامت اور قبض و بسط کی شرح اور سالک کے کام میں رکاوٹ اور اس کے باطن کی بے رونقی اور اس کا علاج اور پیر کی صحبت اور مرید کی محبت کے فوائد اور اس طریقے کے دوسرے طریقوں سے اقرب ہونے کے بیان میں اور نیز اس بیان میں کہ یہ طریقہ ضرور موصل ہے اور اس طریقۂ عالیہ نقشبندیہ کی تعریف میں تحریر فرمایا۔ ۱۸۸

مکتوب ۱۲۲: سلطانِ وقت مدظلہ کے نام سجدہ کے فضائل اور ذکر سے مذکور کی طرف ترقی کرنے پر ترغیب دینے اور اس تعالیٰ شانہٗ کی تنزیہ و تقدیس کے بیان میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ اس تعالیٰ سبحانہٗ کو تجلیات و مشاہدات اور اسماء و صفات کے ماوراء ڈھونڈنا چاہیے۔ ۱۹۳

مکتوب ۱۲۳: خواجہ بکی جعفر خان کے نام عاشق و معشوق کے راز اور عارف کے قلب کی جامعیت کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۹۵

مکتوب ۱۲۴: خواجہ احمد بخاری کے نام اُن کے دوست کے حال کی شرح اور واقعہ کی تعبیر میں تحریر فرمایا۔ ۱۹۶

مکتوب ۱۲۵: شیخ ابو المظفر برہانپوری کے نام نماز کے بعض خاص اسرار اور احوال کی تعبیر میں تحریر فرمایا۔ ۱۹۷

مکتوب ۱۲۶: خواجہ امان اللہ قاضی زادہ برہانپوری کے نام حال کی تعبیر اور حدیث معراج یا محمد انا وانت الحدیث کی شرح میں تحریر فرمایا۔ ۱۹۸

مکتوب ۱۲۷: خواجہ مومن قاضی زادہ برہانپوری کے نام نماز کی خصوصیات کے بارے میں اور آثارِ بشریت کے دُور ہونے اور محبت کے اسرار اور ان کے احوال کی شرح میں تحریر فرمایا کیونکہ انھوں نے لکھا تھا کہ قرآن مجید کی تلاوت میں جو الفاظ کہ زبان سے نکلتے ہیں وہ بعینہٖ تمام اعضا سے نکلتے ہیں گویا رُواں رُواں ایک زبان ہے اور بہت لذت پیدا ہوتی ہے اور حرکات و سکنات اکثر اوقات اس بارگاہِ اقدس کی جانب راجع ہو جاتی ہیں۔ ۲۰۰

مکتوب ۱۲۸: محمد باقر لاہوری کے نام اُن کے احوال کی شرح اور ان کو بلند مقامات اور روشن اسرار کے حصول کی بشارت دینے کے بارے میں اور اس بیان میں کہ لطائفِ عالمِ امر کا عروج کہاں تک ہے اور عناصرِ اربعہ کا حصہ کہاں سے ہے اور اس شبہ کے حل میں جو کہ حقیقتِ قرآنی کے کمالاتِ نبوت پر فوقیت رکھنے کے بارے میں کیا تھا اور اس بیان میں کہ جو شخص صاحبِ قیومیت نہ ہو اس کو ذات سے حصہ اور غیر محمدی المشرب کا حقیقۃ الحقائق سے محض شیخ کی ضمنیت سے ممکن بلکہ واقع ہے اور ان کے دوستوں کے احوال کی شرح اور حق جل و علا کے طالبین کی خدمت پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۰۲

مکتوب ۱۲۹: خواجہ محمد ماہ پسر خواجہ عبد الرحمن نقشبندی کے نام تعزیت و نصیحت کرنے اور شریعتِ عالیہ و سنتِ منورہ اور دوامِ ذکر پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۰۵

مکتوب ۱۳۰: شیخ حسین منصور جالندھری کے نام ان کے بلند و روشن احوال کی تعریف میں مع بعض بشاراتِ عالیہ کے اور اس بارے میں کہ غیر قطب قطب کے مددگاروں میں سے ہوتا ہے اگر وہ اپنے آپ کو فیض کا واسطہ پائے تو گنجائش رکھتا ہے اور اس شبہ کے حل میں تحریر فرمایا جو ۲۰۶

www.maktabah.org

انھوں نے لکھا تھا کہ حقیقتِ قرآنی مرتبۂ صفات میں ہے اس کا تفوق کمالاتِ نبوت پر جو کہ مرتبۂ ذات ہے کس طرح ہوگا؟

مکتوب ۱۳۱: شیخ انور نوبد سرائی کے نام اُن کے احوال و کیفیات کی تعریف میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ تجلی ذات کے لئے دوام ناگزیر ہے۔ ۲۰۹

مکتوب ۱۳۲: خواجہ احمد بخاری کے نام اس بیان میں کہ جو کچھ محبوبِ حقیقی سے پہنچے وہ محبوب و مرغوب ہے، اور رزق کی تنگی و فراخی اس تعالیٰ شانہٗ کا خاص فعل ہے اور ان کے دوستوں کے احوال کی شرح میں تحریر فرمایا۔ ۲۱۰

مکتوب ۱۳۳: شیخ شرف الدین سلطانپوری کے نام مریدوں کے احوال میں مشغول ہونے پر ترغیب دینے اور صحیح نیت پر تاکید کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۱۳

مکتوب ۱۳۴: سید نعمت اللہ بنگالی کے نام ان کے احوال کی شرح اور واقعہ کی تعبیر میں تحریر فرمایا۔ "

مکتوب ۱۳۵: عادل بیگ پسر کامل بیگ کے نام آخرت کی تعمیر اور کمینی دنیا کی مذمت کے بارے میں تحریر فرمایا ۲۱۴

مکتوب ۱۳۶: محمد حسین کابلی کے نام ان کے خط کے جواب میں تحریر فرمایا۔ ۲۱۵

مکتوب ۱۳۷: حاجی محمد شریف خادم کے نام اُن کے خط کے جواب میں تحریر فرمایا جو کہ عجیب معارف اور نادر تحقیقات پر مشتمل ہے۔ "

مکتوب ۱۳۸: خان محمد بیگ کولابی کے نام ان کے احوال کی شرح میں اور اس بیان میں تحریر فرمایا کہ مطلوب کے بے نہایت ہونے کے باوجود (سالک کو) منتہی کہنا کس معنی میں ہے۔ ۲۲۰

مکتوب ۱۳۹: سلطان عبدالرحمٰن بلخی کے نام قلبِ انسانی کے کمالات کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۲۱

مکتوب ۱۴۰: حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ کے برادر زادہ مخدوم زادہ عالی مرتبہ شیخ عبدالاحد سلمہ اللہ تعالیٰ کے نام حقیقتِ صلوٰۃ کے حقیقتِ قرآنی پر فوقیت رکھنے اور اس شبہ کے حل میں جو کہ اس جگہ وارد ہوتا ہے اور یہ کہ حقائقِ ثلثہ کا معاملہ فضلِ الٰہی میں داخل ہے اور حقیقۃ الحقائق کے ساتھ انطباق کی تحقیق کے بارے میں اور اس بیان میں کہ قطبِ مدار قطبِ ارشاد اور صاحبِ نسبتِ قیومیت کے علاوہ ہوتا ہے اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ ذاتِ موہوب کے عطا ہونے کے بعد غالباً معاملہ نزول کے ساتھ ہوتا ہے۔ ۲۲۲

مکتوب ۱۴۱: مشیخت مآب حافظ عبدالجلیل دہلوی کے نام اس بیان میں تحریر فرمایا کہ ممکن خیر و کمال کی جنس سے جو کچھ رکھتا ہے وہ سب مرتبۂ وجوب سے مستفاد و مستعار ہے ۲۲۳

مکتوب ۱۴۲: حقائق و معارف آگاہ جامع علوم ظاہری و باطنی شیخ محمد یحییٰ دامت برکاتہ کی خدمت میں جدائی کے غم و الم کے اظہار اور حضرت پیر دستگیر (مجدد الف ثانی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرقد مطہر ۲۲۴

www.maktabah.org

فیوض وبرکات سے متعلق اشارہ کے بارے میں تحریر فرمایا۔

مکتوب ۱۴۳: محمد صادق پٹنی کے نام ان کے سوال کے حل میں کہ فنا و بقا کس معنی میں ہے آیا وجود کا زائل ہونا ہے یا کوئی اور چیز ہے؟ اور فلک کا اسرار و دقائق کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۔۔۔ ۲۲۶

مکتوب ۱۴۴: شیخ محمد مومن گیلانی ثم برہانپوری کے نام ان کے احوال کی تعبیر اور بعض مقاماتِ عالیہ کے حصول کی بشارت اور اس سوال کے حل میں جو انھوں نے کیا تھا مع اشاراتِ عالیہ کے تحریر فرمایا ۔۔۔ ۲۲۷

مکتوب ۱۴۵: سلطان عبد الرحمٰن بلخی کے نام ذکر کی فضیلت اور ان کے احوال کی شرح میں تحریر فرمایا۔ ۔۔۔ ۲۹

مکتوب ۱۴۶: شیخ میر دہلوی کے نام ان کے احوال کی شرح اور بشارت کی طرف ایک اشارہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۔۔۔ ″

مکتوب ۱۴۷: شیخ عبد العلیم جلال آبادی کے نام ان کے خط کے جواب میں تحریر فرمایا۔ ۔۔۔ ۳۰

مکتوب ۱۴۸: خان محمد بیگ کولابی کے نام ان کے احوال کی شرح میں تحریر فرمایا۔ ۔۔۔ ۳۱

مکتوب ۱۴۹: میر بیگ کولابی کے نام عدمیتِ ذاتیہ کے ظہور اور عدم کی ذات میں شر و نقص ہونے کے باوجود اس کے کمال ہونے کی تحقیق میں تحریر فرمایا۔ ۔۔۔ ۳۲

مکتوب ۱۵۰: شیخ محمد باقر لاہوری کے نام ان کے اور ان کے دوستوں کے احوال کی شرح میں تحریر فرمایا۔ ۔۔۔ ۳۳

مکتوب ۱۵۱: خواجہ محمد شریف بخاری کے نام ان کے احوال کی شرح میں تحریر فرمایا۔ ۔۔۔ ۳۴

مکتوب ۱۵۲: شیخ بایزید سہارنپوری کے نام اس حال کی تعبیر میں جو انھوں نے دیکھا تھا اور ایک دوست کے احوال کی شرح میں جو کہ انھوں نے لکھا تھا تحریر فرمایا۔ ۔۔۔ ۳۵

مکتوب ۱۵۳: شیخ ابو المکارم کے نام مطلب پر ترغیب اور صحبت کے فوائد کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۔۔۔ ۳۶

مکتوب ۱۵۴: حقائق و معارف آگاہ خواجہ محمد حنیف کابلی کے صاحبزادگان کے نام خواجہ مرحوم کی تعزیت اور ضروری نصائح کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۔۔۔ ۳۷

مکتوب ۱۵۵: شیخ انور نور سرائی کے نام ان کے حال کی تعبیر میں جو انھوں نے دیکھا تھا اور حقائق ثلاثہ کی طرف اشارہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۔۔۔ ۳۸

مکتوب ۱۵۶: شرافت و نجابت پناہ خواجہ عبد الصمد کابلی کے نام دینی نصیحتوں اور دنیائے دنی کی بیوفائی کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۔۔۔ ۳۹

مکتوب ۱۵۷: شیخ محمد باقر لاہوری کے نام ان کے احوال کی شرح میں تحریر فرمایا جو کہ بعض اسرار پر مشتمل تھے۔ ۔۔۔ ۲۴۰

مکتوب ۱۵۸: ملا محمد خان ورسکی کے نام ان کے خط کے جواب میں جو بعض کیفیاتِ عالیہ پر مشتمل تھا تحریر فرمایا۔ ۔۔۔ ۲۴۱

مکتوب ۱۵۹: سیادت پناہاں میر محمد ابراہیم و میر محمد اسحاق کے نام ان کے احوال کی شرح میں تحریر فرمایا۔ ۔۔۔ ۲۴۲

مکتوب ۱۶۰: حاجی حبیب اللہ حصاری کے نام ان کے احوال کی تعبیر میں تحریر فرمایا۔ ۔۔۔ ″

www.maktabah.org

مکتوب ۱۶۱: میرزا لطیف بخاری کتاولی کے نام فنا و نیستی کی حقیقت کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۴۳

مکتوب ۱۶۲: شیخ محمد یوسف گردیزی پیرزادہ ملتان کے نام ان عبارات کے بیان میں جو کسرِ نفسی کی خبر دینے والی ہیں اور افادہ کے معاملہ میں خود کو نہ دیکھنے اور ممکن کی حقیقت اور اس کی خلق کے بارے میں اور اس بیان میں کہ افادہ و استفادہ کا مدار صحبت پر ہے تحریر فرمایا۔ ۲۴۴

مکتوب ۱۶۳: میر عثمان کولابی کے نام فنائے قلب کی حقیقت اور فنائے نفس پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۴۶

مکتوب ۱۶۴: شیخ حسین منصور جالندھری کے نام ان کے واردات و کیفیات کی شرح اور احوال کی تعبیر میں جو کہ انھوں نے لکھے تھے اور استفسارات کے جواب میں تحریر فرمایا۔ ۲۴۷

مکتوب ۱۶۵: سیادت پناہ میر محمد اسحاق کے نام محبت کے اسرار میں تحریر فرمایا۔ ۲۴۹

مکتوب ۱۶۶: سید نور بجیر (بارہہ) کے نام ان کے استفسارات کے جواب میں تحریر فرمایا۔ ″

مکتوب ۱۶۷: امان بیگ بدخشی کے نام ان کے حال کی تعبیر و شرح میں تحریر فرمایا۔ ۲۵۰

مکتوب ۱۶۸: حضرت صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے برادرزادہ حقائق و معارف آگاہ شیخ عبد الاحد کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ مبدأ فیاض سے فیض کا آنا دائمی ہے اگر کمی و نقصان ہے تو وہ اس (مخلوق) کی جانب سے ہے۔ ۲۵۱

مکتوب ۱۶۹: محمد یحییٰ پسرِ قاضی چوکی کابلی کے نام ان کے احوال کی شرح میں تحریر فرمایا۔ ″

مکتوب ۱۷۰: میرزا محمد امین بخاری کے نام اس سوال کے جواب میں تحریر فرمایا جو انھوں نے کیا تھا کہ انبیا علیہم الصلوات والبرکات مقامِ رضا میں تھے تو پھر آیہ کریمہ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ کس معنی میں ہے۔ ۲۵۲

مکتوب ۱۷۱: حافظ عبد اللہ سندی کے نام نصیحت کرنے اور حال کی تعبیر کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۵۴

مکتوب ۱۷۲: سید نعمت اللہ بنگالی کے نام ان کے واردات کی شرح اور حال کی تعبیر میں تحریر فرمایا۔ ″

مکتوب ۱۷۳: سیادت پناہ میر محمد ابراہیم کے نام کمالاتِ محبت اور ان پر شوق دلانے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۵۵

مکتوب ۱۷۴: میر شرف الدین حسین اندجانی ثم لاہوری کے نام فقر و استغنا کی فضیلت میں مع جلیل القدر حدیث کے ذکر کے تحریر فرمایا۔ ۲۵۶

مکتوب ۱۷۵: میر امان خاں کے نام نصیحت اور ان کے احوال کی تعبیر میں تحریر فرمایا۔ ۲۵۷

مکتوب ۱۷۶: میر عبد اللہ پشاوری کے نام نصیحت اور شیخِ طریقت کے طریقے کی حفاظت اور اہلِ حقوق کی خدمت کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۵۸

مکتوب ۱۷۷: خواجہ عبدالسلام کابلی کے نام طریقۂ پسندیدہ کی تعلیم اور اس شبہ کے حل میں جو انھوں نے آیۂ کریمہ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون سے پیدا کیا ہے اور حال کی تعبیر میں تحریر فرمایا۔ — ۲۵۹

مکتوب ۱۷۸: ملا پاینده محمد کابلی کے نام خواجہ مرحوم (خواجہ محمد حنیفؒ) کی تعزیت اور اہلِ حقوق کی خدمت کی ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ — ۲۶۰

مکتوب ۱۷۹: شیخ میر محمد مومنی کے نام ان کے احوال کی شرح اور ان کے فنائے نفس کی حقیقت کے بیان میں تحریر فرمایا — ۲۶۱

مکتوب ۱۸۰: میر عزیز کے نام طلب و اضطراب پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ — ۲۶۲

مکتوب ۱۸۱: خواجہ محمد صدیق ملقب بخواجہ باباہ پسر خواجہ عبدالرحمٰن نقشبندی کے نام ان کے احوال کی شرح اور فنائے جذبیہ جو کہ مقامِ حیرت ہے اور فنائے حقیقی کے درمیان فرق کے بارے میں تحریر فرمایا۔ — 〃

مکتوب ۱۸۲: میر نوروز بختیار اوشی کے نام اس بات کے بیان میں کہ اصل کو ظل کی مانند پیچھے چھوڑ دینا چاہیے تاکہ ذات تک وصول میسر آجائے۔ — ۲۶۳

مکتوب ۱۸۳: محمد یحییٰ پسر قاضی چوکی کابلی کے نام ان کے حال کی ستائش اور آیۂ کریمہ وفضلناهم علیٰ کثیر ممن خلقنا تفضیلا کے متعلق ان کے سوال کے جواب وغیرہ امور کے بارے میں تحریر فرمایا۔ — 〃

مکتوب ۱۸۴: حاجی بیگم کے نام جو کہ اہلِ حقوق میں سے ایک ہیں فنا و عدمیتِ ذاتی کے حاصل کرنے پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ — ۲۶۶

مکتوب ۱۸۵: خواجہ لسان اللہ و خواجہ مومن بیانچوری کے نام مطلب کی بلندی کے بارے میں اور اس بیان میں تحریر فرمایا کہ تجلیات و ظہورات ظلال سے وابستہ ہیں کامل طور پر وصال کا وعدہ آخرت کیلئے ہے۔ — 〃

مکتوب ۱۸۶: تیمور بیگ کولابی کے نام حالتِ عدمیت کے دوام کے حصول پر ترغیب دینے اور کوتاہیِ اعمال کی دید کی تعریف میں تحریر فرمایا۔ — ۲۶۸

مکتوب ۱۸۷: ایک صالحہ عورت کی طرف وعظ و نصیحت کے بارے میں تحریر کیا گیا۔ — ۲۶۸

مکتوب ۱۸۸: سیادت پناہ شیخ محمد یوسف گردیزی کے نام ان کے خط کے جواب میں جو کہ انھوں نے مجلس کی رونق کے بارے میں لکھا تھا تحریر فرمایا۔ — ۲۶۹

مکتوب ۱۸۹: محب علی ملتانی کے نام اُن کے احوال کی شرح میں اور خود پسندی و دنیا کی باریکیوں کی رہائی حاصل کرنے پر ترغیب دینے اور قرآن مجید کی تلاوت کے کچھ کمالات اور ذکر و ذاکر کے مذکور میں محو ہو جانے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ — ۲۷۰

مکتوب ۱۹۰: دوست محمد بیگ کے نام نصیحت اور بعض کمالاتِ نماز کے بیان میں تحریر فرمایا۔ — ۲۷۱

مکتوب ۱۹۱: مشیخت مآب حافظ عبدالجلیل کے نام ان کے خط کے جواب میں اور بے شک مطلوب کی طلب پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ — ۲۷۲

www.maktabah.org

مکتوب ۱۹۲: سیادت پناہ میر محمد ابراہیم کے نام ان کے خط کے جواب میں جو کہ انھوں نے نماز میں لذت حاصل ہونے کے بارے میں لکھا تھا اور محبت و اخلاص کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۷۳

مکتوب ۱۹۳: سیادت پناہ میر محمد یعقوب کے نام ذکر و طاعات پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۷۴

مکتوب ۱۹۴: شیخ محمد باقر لاہوری کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ مکان کو صاحب مکان کے ساتھ نسبت ہوتی ہے۔ "

مکتوب ۱۹۵: مخدوم زادہ معالی جاہ شیخ محمد خلیل اللہ کے نام ان کے احوال کی شرح میں تحریر فرمایا۔ ۲۷۵

مکتوب ۱۹۶: ملا محمد امین حافظ آبادی کے نام بعض کمالاتِ نماز کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۷۶

مکتوب ۱۹۷: حافظ ابو اسحٰق ستہ آبی کے نام خواب کی تعبیر اور فنائے قلب و نفس کی حقیقت کے بیان میں تحریر فرمایا "

مکتوب ۱۹۸: مرزا محمد صادق پسر نصیر خاں کے نام فنائے قلب کی علامت اور صفات کے بدل جانے کی حقیقت اور اس واقعہ کی تعریف میں تحریر فرمایا جو کہ انھوں نے دیکھا تھا۔ ۲۷۷

مکتوب ۱۹۹: شیخ عبد الخالق بنگالی کے نام طالبین کے آنے سے خوش اور ان کا منتظر رہنے اور اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی تدبیر سے غافل نہ رہنے اور بعض کمالاتِ محبت کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۷۸

مکتوب ۲۰۰: شیخ منصور جالندھری کے نام اُن کے احوال کی شرح میں تحریر فرمایا جو کہ بعض اسرار پر مشتمل ہیں۔ ۲۷۹

مکتوب ۲۰۱: سعادت پناہ سید ابو الخیر شاہ آبادی کے نام حضرت پیر دستگیر (مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ) کی نسبت کی بعض خصوصیات کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۸۰

مکتوب ۲۰۲: صلاح آثار صوفی پاینده محمد کابلی کے نام ان کے احوال کی شرح میں تحریر فرمایا۔ ۲۸۱

مکتوب ۲۰۳: میر سید اسرائیل کے نام اس بیان میں کہ حقیقی دیدار کا آخرت میں وعدہ کیا گیا ہے اور دنیاوی مشاہدات سب ظلال سے وابستہ ہیں اور نماز کے بعض کمالات کے بیان میں تحریر فرمایا۔ "

مکتوب ۲۰۴: شیخ انور نور سرائی کے نام ان کے احوال کی تعبیر میں تحریر فرمایا۔ ۲۸۳

مکتوب ۲۰۵: مخدوم زادہ عالی منقبت شیخ عبد الاحد کے نام ان امور کے بارے میں تحریر فرمایا جو کہ ولایتِ احمدی و تعینِ محبی سے تعلق رکھتے ہیں۔ "

مکتوب ۲۰۶: حاجی محمد شریف خادم کے نام اس بات کے حل میں تحریر فرمایا کہ رضا بقضا طلبِ دعا کے منافی ہے۔ ۲۸۴

مکتوب ۲۰۷: خواجہ شاہ پسر خواجہ عبد الرحمٰن نقشبندی کے نام قوم صوفیہ کے بعض اصطلاحی کلمات کی شرح میں تحریر فرمایا۔ ۲۸۵

مکتوب ۲۰۸: شیخ خالد سلطانپوری کے نام رضا بقضا پر ترغیب دینے اور فقر کی فضیلت میں تحریر فرمایا۔ ۲۸۷

مکتوب ۲۰۹: ملا شاہ مراد قلی پشاوری کے نام طالبین کے احوال میں مشغول ہونے پر رغبت دلانے اور تدبیرِ خداوندی جل شانہٗ سے ڈرانے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۸۸

www.maktabah.org

مکتوب ۲۱۰: صوفی محمد حسین کابلی کے نام ان کے احوال کی شرح میں تحریر فرمایا۔ ۲۸۸

مکتوب ۲۱۱: نصیر خاں کے نام پند و نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۸۹

مکتوب ۲۱۲: صلاح آثار صوفی پاینده محمد کابلی کے نام ان کے خط کے جواب میں جو کہ بلند و روشن احوال پر مشتمل تھا اور فنائے نفس و فنائے قلب کے درمیان فرق کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۹۰

مکتوب ۲۱۳: خواجہ قاسم چشتی کے نام ان کے احوال کی شرح اور کمالات وصل کے ساتھ ملحق ہونے کے بعد عدم کے عدم مطلق کے ساتھ ملحق ہو جانے کے اسرار اور ایک محوق کے دوسرے محوق سے جدا ہونے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۹۱

مکتوب ۲۱۴: خواجہ عبد الصمد کابلی کے نام ان کے خط کے جواب میں جو کہ بعض کیفیات اور قصور کی دید پر مشتمل تھا اور بشارت کی طرف اشارہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۹۲

مکتوب ۲۱۵: میرزا محمد صادق پسر نصیر خاں کے نام نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۹۳

مکتوب ۲۱۶: مخدوم زادہ عالی جاہ شیخ خلیل اللہ کے نام گوشہ نشینی پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۹۴

مکتوب ۲۱۷: سیادت پناہ سید محمد شریف کے نام ان کے سوالوں کے جواب میں جو کہ انہوں نے پوچھے تھے تحریر فرمایا۔ ۲۹۵

مکتوب ۲۱۸: محمد باقر لاہوری کے نام ان کے احوال کی تعریف اور کمالات معیت کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۹۶

مکتوب ۲۱۹: ملا فصیح الدین کے نام احوال کی تعبیر اور حضرت شیخ عبد القادر قدس سرہ کے قول کی توجیہ میں تحریر فرمایا کہ انہوں نے فرمایا ہے مغرب سے مشرق تک اللہ تعالیٰ کے مردوں میں کوئی ان کے سوا کوئی ولی حنفی مذہب نہیں ہے۔ ۲۹۸

مکتوب ۲۲۰: مخدوم زادہ عالی درجات صاحب تکمیل و ارشاد صاحب وقار و تمکین شیخ سیف الدین محمد کے نام عروج و نزول کے احکام اور سیر مریدی و مرادی کے دقائق کے بیان اور بادشاہ دین پناہ سلمہ ربہ کے کچھ احوال کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۹۹

مکتوب ۲۲۱: سلطان وقت اورنگ زیب عالمگیر سلمہ ربہ کے نام محبتوں اور باطنی واسطوں کے اظہار میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ جب تلافی مافات کے باعث دل روتا ہے تو وہ یافت کے باعث ہنستی ہے۔ ۳۰۱

مکتوب ۲۲۲: ملا شرف الدین سلطانپوری کے نام سالک کے کسی مقام میں رک جانے کے اسرار اور اس کے علاج کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۳۰۳

مکتوب ۲۲۳: شیخت مآب محمد یوسف گردیزی کے نام ان کے احوال کی تعبیر اور حلقہ ذکر اور طالبین کے ساتھ صحبت رکھنے پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۳۰۴

مکتوب ۲۲۴: محب علی ملتانی کے نام ان کے عمدہ احوال کی شرح میں تحریر فرمایا۔ ۳۰۵

مکتوب ۲۲۵: سیادت پناہ میر محمد ابراہیم ولد شیخ میر کے نام ان کے احوال کی شرح میں تحریر فرمایا۔ ۳۰۶

مکتوب ۲۲۶: سیادت پناہ میر محمد اسحاق ولد شیخ میر کے نام بشارت کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۳۰۷

مکتوب ۲۲۷: سلطان وقت (عالمگیر) مدظلہ العالی کے نام ان معارف کے بیان میں تحریر فرمایا جو کہ فنا سے تعلق رکھتے ہیں ۔ ۰

www.maktabah.org

مکتوب ۲۲۸: دوست محمد بیگ کے نام نماز کے فضائل اور اس بارے میں تحریر فرمایا۔ جو لذت فرض نماز کے ادا کرنے میں پیش آتی ہے اصل ہے۔ ۳۱۰

مکتوب ۲۲۹: خواجکلاں خواجہ مزاری نقشبندی پسر خواجہ عوض فزاری بخاری کے نام اس بارے میں کہ نفل جو کچھ رکھتا ہے اصل سے رکھتا ہے لیکن کمال نادانی کے باعث اس نے اپنی اصل کو فراموش کو دیا ہے اور ان کے حال کی شرح میں تحریر فرمایا۔ 〃

مکتوب ۲۳۰: حاجی حبیب اللہ حصاری کے نام ان کے احوال اور خوابوں کی تعبیر اور ان کے دوستوں کے احوال کی شرح اور اس کے مناسب امور کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۳۱۲

مکتوب ۲۳۱: میرزا لطیف بخاری کے نام اس بارے میں کہ سلطان ذکر اختراعات میں سے نہیں بزرگوں سے ہوتا آیا ہے اور کسر نفسی کے مقدمات اور قصور کی دید کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۳۱۴

مکتوب ۲۳۲: مخدوم زادہ عالی مرتبہ شیخ سیف الملۃ والدین کے تحریر کردہ احوال کی شرح کے ضمن میں بعض اسرار کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۳۱۶

مکتوب ۲۳۳: ملا شاہ مراد پشاوری کے نام فیضیاب طالبین پر توجہات قائم رکھنے کی ترغیب کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۳۱۷

مکتوب ۲۳۴: خواجہ محمد وفا حصاری کے نام حوادث کو اللہ تعالیٰ کے ارادہ کی طرف لوٹانے اور حال کی تعبیر کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۳۱۸

مکتوب ۲۳۵: ملا قاسم پسر صوفی مغربی کے نام اُن کے حال کی شرح میں تحریر فرمایا۔ ۳۱۹

مکتوب ۲۳۶: میر عثمان کولابی کے نام اُن کے اس سوال کے حل میں تحریر فرمایا کہ ابتدا میں ظاہر (بھی) باطن کی مانند مشغول ہے اس کے بعد رفتہ رفتہ پہلے والی سرگرمی ظاہر میں نہیں رہتی۔ 〃

مکتوب ۲۳۷: امان بیگ کے نام اس بارے میں کہ ظاہری پریشانیوں کی وجہ سے اس بارگاہ مقدس سے محجوب نہیں ہونا چاہیے اور اس حال کی تعبیر میں تحریر فرمایا جو انھوں نے دیکھا تھا۔ ۳۲۰

مکتوب ۲۳۸: شیخ محمد باقر لاہوری کے نام ان کے احوال کی شرح میں تحریر فرمایا تھا۔ ۳۲۱

مکتوب ۲۳۹: شیخ ابو المظفر برہانپوری کے نام ان کے خط کے جواب اور روضۂ منورہ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسرار و انوار کے بیان اور حضرت موصوف کے دوستوں کے مختصر احوال و مقامات کے ذکر اور اپنے مخصوص کمالات پر مطلع کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۳۲۲

مکتوب ۲۴۰: محمد میرک بیگ سبز خشی گرز بردار کے نام حافظ محمد صادق کابلی کے احوال کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۳۲۳

مکتوب ۲۴۱: حافظ محمد صادق کابلی کے نام ان کے خط کے جواب میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ دوستوں کی مقررہ تعداد کو بیعت کرنے کی محدود اجازت خلافت میں داخل نہیں ہے۔ ۳۲۴

www.maktabah.org

مکتوب ۲۴۲: مخدوم زادہ عالی مرتبہ شیخ سیف الدین سلمہ اللہ وابقاہ کے نام سلطانِ وقت (اورنگ زیب عالمگیر) سلمہ ربہٗ کے احوال کی شرح میں ان کے مناسب بعض معارف کے بیان کے تحریر فرمایا۔ ۳۲۵

مکتوب ۲۴۳: نیز مخدوم زادہ با اعتصام شیخ سیف الدین سلمہ اللہ وابقاہ کے نام تحریر فرمایا۔ ״

مکتوب ۲۴۴: بختاور خان کے نام کلمہ ما عندکم ینفد وما عند اللہ باق کے بعض اسرار کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۳۲۶

مکتوب ۲۴۵: مخدوم زادہ عالی درجہ صاحبِ کمالاتِ اصلیہ واصلِ اسرار و معاملاتِ عالیہ حضرت خواجہ محمد نقشبند کے نام آن مخدوم زادہ کے بعض احوال و اذواق کے جواب میں جو کہ انھوں نے زبانِ قلم سے آنجناب (خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ) کی خدمت میں عرض کیے تھے ان امورِ عالیہ کے حصول کی بشارت میں تحریر فرمایا۔ ۳۲۷

مکتوب ۲۴۶: نیز راہِ طریقت پر مستقیم مخدوم زادہ حضرت خواجہ محمد نقشبند کے بعض اسرار کی تصدیق میں تحریر فرمایا جو کہ انھوں نے زبانِ قلم سے عرض کیے تھے۔ ״

مکتوب ۲۴۷: نیز مخدوم زادہ برگزیدہ صاحبِ مقاماتِ عالیہ حضرت خواجہ نقشبند سلمہ اللہ وابقاہ کے نام حصولِ صحت کی بشارت کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۳۲۸

مکتوب ۲۴۸: راہِ طریقت پر مستقیم مخدوم زادہ شیخ عبد الاحد کے نام بعض اسرار اور معاملات کی مناسبت حاصل ہونے کی بشارت کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ״

مکتوب ۲۴۹: شیخ محمد باقر لاہوری کے نام ان کے عریضے کے جواب میں تحریر فرمایا۔ ۳۲۹

مکتوب ۲۵۰: حاجی شیخ محمد فضل اللہ کے نام ان کے اس عریضے کے جواب میں تحریر فرمایا جو اُن کے اور ان کے دوستوں کے احوال پر مشتمل تھا۔ ״

مکتوب ۲۵۱: ان مکتوباتِ شریف کے جامع فقیر حقیر حاجی محمد عاشور بخاری احمدی معصومی نقشبندی کے نام توجہ کے طریقہ اور نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۳۳۰

مکتوب ۲۵۲: شیخ عمر حضرمی کے نام بشارت کے طور پر نصیحت و دعا کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۳۳۱

مکتوب ۲۵۳: مخدوم زادہ عالی درجہ جامع کمالاتِ صوری و معنوی بہترین خلف محمد اشرف کے نام، مفید پند و نصائح کے بارے میں اور مشربِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ میں بشارتِ غالب کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ״

مکتوب ۲۵۴: راہِ طریقت پر مستقیم مخدوم زادہ عارف باللہ شیخ صبغۃ اللہ کے نام طالبین کی تربیت کی ترغیب اور برادرانِ طریقت کی رضامندی کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۳۳۲

مکتوب ۲۵۵: (مکتوب الیہ کا نام درج نہیں)۔ ״

تمت

www.maktabah.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

الحمد للہ العلی العلام ذی الانعام والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ وحبیبہ سید الانام و علی آلہ الکرام وصحبہ العظام الی یوم القیام اما بعد اللہ تعالیٰ کا انعام واحسان ہے کہ ان ایام فرخندہ فرجام میں کتاب مستطاب مکتوبات عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم فاروقی مجددی سرہندی قدس سرہ کے دفتر سوم کا ترجمہ بھی دفتر اول ودوم کے ترجمہ کی طرح سہل وسلیس اردو زبان میں ادارۂ مجددیہ کی جانب سے طبع ہو کر ہدیۂ ناظرین ہے۔ اس دفتر کے ترجمہ میں بھی پہلے دونوں دفتروں کے ترجمہ کی طرح زبان کی سلاست عمدگی اور تسہیل کا اہتمام قائم رہا ہے اور مطبوعہ امرتسری فارسی نسخہ کے صفحات بھی حسب سابق حاشیہ پر دیئے گئے ہیں تاکہ مطابقت کے لئے فارسی نسخہ سے رجوع کرنے میں سہولت ہو۔ ان مکتوبات میں آئی ہوئی آیاتِ مبارکہ کا سورت وآیت نمبر بھی حاشیہ پر لکھ دیا گیا ہے، نیز جن احادیث شریفہ کا حوالہ مل سکا وہ بھی حاشیہ پر درج کر دیا گیا ہے، اسی طرح مکتوباتِ امام ربانی حضرت مجدد الفِ ثانی قدس سرہ العزیز سے ان مکتوباتِ معصومیہ میں جہاں کہیں عبارتیں مذکور ہیں ان میں سے جن کا حوالہ مل سکا وہ بھی حاشیہ پر درج کر دیا گیا ہے تاکہ اصل کی طرف رجوع کرنے میں سہولت ہو۔ آیات واشعار کا ترجمہ متن ہی میں آسان وسلیس اردو نثر میں لکھ دیا گیا ہے غرضیکہ جن محاسن کا پہلے اور دوسرے دفتر کے ترجمے میں اہتمام کیا گیا تھا ان سب کا دفترِ سوم کے ترجمہ میں بھی پورا پورا لحاظ رکھا گیا ہے اس طرح اب حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہٗ کے مکتوبات شریفہ کے کامل ہر سہ دفتر کا ترجمہ پہلی مرتبہ طبع ہو کر ہدیۂ ناظرین ہے۔ امید ہے کہ جس طرح عوام وخواص نے ترجمۂ دفترِ اول ودوم کو پسند فرمایا اور مترجم وناشر کی حوصلہ افزائی فرمائی تھی ترجمۂ دفترِ سوم کو بھی اسی طرح حُسنِ قبول سے سرفراز فرمائیں گے۔ دفتر اول ودوم کی طرح دفتر سوم بھی بے شمار مسائلِ شریعت وطریقت، حقیقت ومعرفت اور پند ونصائح کا ایک بے بہا خزانہ اور ادب وانشا کا ایک اعلیٰ شاہکار ہے۔

اس دفتر کو مخدوم ومخدوم زادہ ارجمند حضرت خواجہ محمد نقشبند صاحبزادہ حضرت خواجہ محمد معصوم قدس اللہ تعالیٰ اسرارہما کے ارشاد کے مطابق جناب حاجی محمد عاشور بن حاجی محمد البخاری قدس سرہٗ خلیفۂ مجاز حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہٗ نے سن ہجری ایک ہزار تہتر (۱۰۷۳ھ) میں جمع کرنا شروع کیا شکر اللہ تعالیٰ سعیہم مشکوراً "مکاتباتِ قطبِ زماں" سے دفترِ سوم کے جمع کی تاریخ نکلتی ہے

www.maktabah.org

جیسا کہ جامع مکتوبات کے فارسی دیباچہ سے ظاہر ہے، اور تاریخ تکمیل مکتوبات زقطب زمان ہے

اس دفتر کو حتی الامکان لفظی ترجمہ کے قریب رکھتے ہوئے سلیس و با محاورہ اردو زبان میں ترجمہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور نہایت غوص و خوض کے ساتھ صحیح مفہوم تک پہنچنے اور دوسروں کو بھی صحیح مفہوم ذہن نشین کرانے کی سعی کرتے ہوئے خطوطِ وحدانی میں بعض الفاظ کا اضافہ کرکے مطلب کو واضح کر دیا گیا ہے۔ فارسی نسخہ میں کتابت کی غلطیوں اور نقل میں تصحیف و تسامح کے باعث اس دفتر کے ترجمہ میں بھی دقت کا سامنا رہا ہے تاہم حتی الوسع ان کو حل کرنے میں کافی حد تک کامیاب کوشش کی گئی ہے، اس کے باوجود بعض کتابت کی غلطیوں کے حل نہ ہو سکنے اور کچھ اپنی کم علمی، کم فہمی اور بے بضاعتی کے باعث غلطیوں اور خامیوں کا رہ جانا ایک فطری امر ہے۔ یہ عاجز قارئینِ کرام سے معذرت خواہ اور ربِ کریم سے عفو و کرم کا امیدوار ہے اور ناظرین سے درخواست ہے کہ جہاں کہیں غلطی پائیں اس عاجز کی کم علمی و بے بضاعتی پر محمول فرماتے ہوئے صفحہ و سطر وغیرہ کے ساتھ اس کی تصحیح کی نشاندہی فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں اس کی اصلاح کی جا سکے، یہ عاجز ممنون اور وہ حضرات ثوابِ دارین کے مستحق ہوں گے

آخر میں یہ عاجز معاونین حضرات کا بے حد ممنون ہے کہ انھوں نے اپنے قیمتی وقت اور قیمتی مشوروں سے اس عاجز کی رہنمائی و امداد فرمائی ہے اور دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کو جزائے خیر فی الدارین سے نوازے اور اس عاجز اور ادارہ مجددیہ کی ان ناچیز مساعی کو شرفِ قبولیت عطا فرما کر سب مسلمانانِ عالم کو حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم قدس سرہ العزیز کی تعلیمات سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی سعادت سے بہرہ ور فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین وآلہ واصحابہ المتقین علیہ وعلیہم الصلوات والتحیات والتسلیمات والبرکات العلے۔ ربنا تقبل منا انك انت السمیع العلیم وتب علینا انك انت التواب الرحیم ۞ سبحان ربك رب العزۃ عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العلمین ۞

الراجی الی عفو ربہ الکریم

احقر العباد خاکسار سید زوار حسین عفا اللہ عنہ وغفر لہ ولوالدیہ

جمعۃ المبارک یکم محرم الحرام سنہ ۱۴۰۰ھ مطابق ۲۲ نومبر ۱۹۷۹ء

www.maktabah.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

سب تعریف اللہ تعالیٰ کیلئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے، ایسی تعریف جو ہر لحاظ سے اکمل ہے اور سید المرسلین و خاتم النبیین پر اتم و اکمل صلوٰۃ و سلام ہو جبتک کہ ذکر کرنے والے اس رب تعالیٰ شانہٗ کا ذکر کرتے رہیں اور جب بھی غافل لوگ اس کے ذکر سے غفلت کریں، اے اللہ! آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور ان کی آل اور تمام انبیاء اور ان سب کی آل اور تمام صالحین پر ایسی رحمت بھیج جو کہ سوال کرنے والوں کے سوال کرنے کی انتہائی حد تک ہو اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سب سے ضعیف بندہ حاجی محمد عاشور بن حاجی مرزا محمد بخاری حسینی اللہ تعالیٰ ان دونوں کی عاقبت بہت اچھی کرے، عرض کرتا ہے کہ یہ متفرق موتی ہیں جو کہ فضل و کرم کے ابر سے سچائی کے باطن کے سیپ میں ٹپک کر جمع ہوئے ہیں اور منتشر جواہر ہیں جو کہ حکمت و ہدایت کے سمندر کی تہ سے گویائی کے ساحل پر آپڑے ہیں نظم

(۱) بنام ایزد چہ خرم نو بہارے ست — کز و باغ ارم را افتخارے ست
(۲) ہزاراں تازہ گل در وے شگفتہ — دو صد نرگس بخوابِ ناز خفتہ
(۳) خطِ مشکینِ او بر لوحِ کافور — چو در پائے درختاں سایۂ نور
(۴) ہر آں حرفے کہ در وے چشم وارست — ز معنی موج زن صد چشمہ سارست
(۵) درونش ہمچو غنچہ از ورق پُر — بقیمت ہر ورق زاں یک طبق دُر
(۶) زیک رنگی ہمہ ہم روئے و ہم پشت — گرا ایشاں را نہد کس بر لب انگشت
(۷) بتقریرِ لطافت لب کشایند — ہزاراں گوہرِ معنی نمایند
(۸) گہے اسرارِ قرآں باز گویند — گہ از قولِ پیمبر راز گویند
(۹) گہے باشند چوں صافی درونان — بانوارِ حقائق رہنمونان
(۱۰) گہے آرند در طے عبارت — ز رحمتہائے ربانی بشارت

[(۱) اللہ تعالیٰ کے اسم مبارک کی قسم کہ (یہ متفرق موتی و منتشر جواہرات یعنی مکتوبات معصومیہ) کیسے عمدہ و نو بہار ہیں کہ ارم (شداد کی جنت) کا باغ سوچ اور فکر میں ہے۔ (۲) اس (کتاب) میں تازہ پھول کھلے ہوئے ہیں، دو سو (گل) نرگس خوابِ ناز میں سوئے ہوئے ہیں۔ (۳) کافور کی تختی پر اس کا مشکین خط ایسا ہے جیسا کہ درختوں کے

www.maktabah.org

بیچے نور کا سایہ ہو۔ (۴) ہر حرف جو کہ اس (کتاب) میں ہے وہ آنکھ کی مانند ہے اور معنی (کے اعتبار) سے سینکڑوں چشموں کی مانند موجزن ہے۔ (۵) اس (کتاب) کا اندرونی حصہ غنچہ کی مانند ورق سے پُر ہے، اس (کتاب) کا ہر ورق قسمت سے موتیوں کا ایک طشت ہے۔ (۶) یکرنگی کے اعتبار سے سب (اوراق) ہم رُو وہم پُشت (یکساں چہرے اور پیٹھ والے یعنی نہایت خوبی وکمال والے) ہیں اگر کوئی ان کے لئے انگلی ہونٹ پر رکھے تو (۷) یہ (اوراق) پاکیزہ تقریر کے ساتھ لب کشائی کریں (اور) معنی کے ہزاروں موتی ظاہر کریں، (۸) کبھی قرآن (مجید) کے اسرار سنائیں اور کبھی پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حدیث کا راز بیان کریں (۹) کبھی صاف باطن لوگوں کی مانند حقائق کے انوار کی طرف رہنمائی کرنے والے ہوں (اور) کبھی مختصر عبارت میں پروردگار کی رحمتوں کی بشارت لائیں۔]

یہ (موتی وجواہرات) امام بزرگ، ہادیٔ مخلوق، قبلۂ ابدال واوتاد، مرجع اقطاب وافراد، سلطانِ عارفین، سندِ محققین، تمام جہانوں کی جائے پناہ، برگزیدۂ عابدین، برہانِ ملّت ودین، قدوۃ علمائے راسخین، واقفِ اسرارِ متشابہات، مُظہرِ رموزِ مقطعات، منبأ فاروقی، حبّ محمدی، شیخ الاسلام والمسلمین ہمارے شیخ وامام شیخ **محمد معصوم** اللہ تعالیٰ ان کی ہدایت کا سایہ تمام جہانوں کے سروں پر دراز فرمائے اور ان کی برکات کے سمندروں سے قیامت تک مسلمانوں کی مدد فرمائے۔ قطعہ

(۱) بخت نشانے زسرا فگندگی — تاجِ سرش خاکِ درِ بندگی
(۲) جیبِ دلش مشرقِ انوارِ غیب — نور بکف کردہ چو موسیٰ ز جیب
(۳) زندگیِ دل چو مسیح از دمش — سبزۂ جان چوں خضر از مقدمش
(۴) طلعتِ او نورِ سعادت فشاں — خلعتِ او دامنِ دولت کشاں
(۵) صحبتش اکسیرِ مسِ ہر وجود — ہمتش ایثار کنِ بحرِ جود

[(۱) وہ ایک ایسا خوش نصیبی کے نشان والا ہے کہ بندگی کے دروازے کی خاک جس کے سر کا تاج ہے۔ (۲) اس کے دل کا گریبان انوارِ غیب کے طلوع ہونے کی جگہ ہے، وہ گریبان سے (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) کی طرح ہتھیلی میں نور لئے ہوئے ہے۔ (۳) اس کی پھونک سے مسیح (علیہ السلام) کی مانند دل کی زندگی ہے خضر (علیہ السلام) کی مانند اس کے قدم رکھنے کی جگہ سے جان کا سبزہ ہے (۴) اس کے چہرے کا دیکھنا سعادت کا نور بکھیرنے والا ہے اس کا خلعت دولت کشوں کا دامن ہے۔ (۵) اس کی صحبت ہر وجود کیلئے تانبے کو سونا بنانے والی اکسیر ہے اور اس کی ہمت (توجہ) سخاوت کے سمندر کی (طرح) ایثار کرنے والی ہے]

آپ امام ربانی مجدد الفِ ثانی کاشفِ اسرارِ سبع مثانی، ہدایت کے خزانوں کے خزانچی، رحمت کی کان کے تقسیم کرنے والے معراجِ وصول منہاجِ قبول اسرارِ محبت ومحبوبیت ذاتیہ سے متصف،

www.maktabah.org

خلافت وقیومیت کے مناصب سے سعادتمند ہیں۔ سردار و قبلہ شیخ احمد بن شیخ عبد الاحد قدس اللہ تعالیٰ سرہما وافاض علینا وعلی العالمین برکاتہما کے فرزند ہیں۔ قطعہ

(۱) رُخ او مطلع صبح صباحت — لب او گوہر کانِ ملاحت
(۲) جمال نیکواں در پیش او گم — چناں کز پرتو خورشید انجم
(۳) مہے بود از سپہر آشنائی — دو کون و مکان را روشنائی
(۴) نہ مہ ہیہات روشن آفتابے — کہ از وے بر فلک افتادہ تابے
(۵) چہ می گویم چہ جائے آفتاب ست — کہ رخشاں چشمۂ اش آنجا سراب ست
(۶) مقدس نورے از قیدِ چہ و چوں — سر از جلبابِ چون آوردہ بیروں

[ان (حضرت مجدد الف ثانیؒ) کا چہرہ صباحت (حسن و جمال) کی صبح کے طلوع ہونے کی جگہ ہے اور ان کے لب ملاحت (خوبصورتی) کی کان کے موتی ہیں، حسینوں کے جمال ان کے سامنے گم ہیں جس طرح سورج کے سایہ سے ستارے گم ہو جاتے ہیں (۳) وہ آشنائی کے آسمان کا چاند تھے اور اُن سے دونوں جہان کی نورانیت ہے
(۴) حیرت ہے کہ وہ چاند نہیں بلکہ ایک روشن آفتاب ہیں کہ جن سے آسمان پر روشنی پڑتی ہے۔
(۵) میں کیا کہہ رہا ہوں آفتاب کہنے کا بھی کیا موقع ہے کیونکہ آفتاب کا چمکتا ہوا چشمہ بھی وہاں سراب ہے۔
(۶) کیا اور کیوں (کمیت و کیفیت) کی قید سے پاک ایک نور ہے، جو اُن کے چون (کیفیت) کی چادر سے سر باہر نکالا ہے]

اگرچہ اس ذرہ احقر کو اس خورشید انور کے انوار کو جمع کرنے کی قابلیت نہیں تھی لیکن اس انتہائی کرم و عنایت کے باعث جو کہ وہ قبلۂ دوجہاں اس غریب کے بارے میں فرماتے تھے اور اکثر ان آیاتِ ظاہرہ و مستورہ کی نقل سے کہ ان میں سے ہر ایک دریائے ہویت کا موتی ہے سرفراز فرماتے تھے۔ رباعی

من بے تو دمے قرار نتوانم کرد — احسان ترا شمار نتوانم کرد
گر بر تنِ من زبان شود ہر موئے — یک شکر تو از ہزار نتوانم کرد

[میں تیرے بغیر ذرا دیر بھی قرار نہیں پا سکتا ہوں اور تیرے احسان کو شمار نہیں کر سکتا ہوں۔ اگر میرے بدن کا ہر بال زبان بن جائے تو میں تیرے شکر کا ہزارواں حصہ بھی ادا نہیں کر سکتا۔]

دیگر مخدوم زادہ و صاحبزادۂ جہاں نہنگِ بحرِ عرفاں، نورِ حدیقۂ انس و جان، مظہرِ آیاتِ رحمٰن من عرف اللہ طال لسانہ کے مقام کے واصل، اسرارِ مقطعات قرآن کے واقف، جنت میں داخل ہونے کی شفاعت کرنے والے مخدوم و مخدوم زادۂ ارجمند حضرت خواجہ محمد نقشبند قدس سرہٗ قطعہ

اے قدِ تو سروِ چمنِ دل جوئی — از سر تا بقدم لطافت و نیکوئی
از رشتۂ جان دوختہ استادِ ازل — بر سرو قدِ تو جامۂ نیکوئی

[اے وہ ذات کہ جس کا قد دلجوئی کے چمن کا سرو ہے اور جو سر سے قدم تک خوبصورتی و خوبروئی ہے، استادِ ازل حق تعالیٰ نے تیرے سرو قد پر جان کے دھاگے سے خوبصورتی کا لباس سی دیا ہے]

اُن کے ارشاد کے مطابق سنہ ایک ہزار ستر جو کہ "مکاتباتِ قطبِ زماں" کے لفظ سے ظاہر و نمایاں ہے

www.maktabah.org

ان کو جمع کرنے کے درپے ہوا۔ بیت

زہے خجستہ کتابے کزاں سپہرِ ہُدا | بسالک رہِ حق نجم رہنما آمد
کتاب نے کہ زلالے زلطفِ سبحانی | چو آبِ خضر بقا بخش و جانفزا آمد
چو خواستم ز دلِ خود حسابِ تاریخش | "مکاتباتِ قطبِ زماں" ندا آمد

۱۰۷۳

[یہ ایک مبارک کتاب ہے جو آسمانِ ہدایت کی جانب راہِ حق کے سالک کیلئے راستہ بتانے والا ستارہ بن کر آئی ہے۔ ایک کتاب ہی نہیں بلکہ حق سبحانہ کی مہربانی سے بقا بخشنے اور زندگی بڑھانے والے آبِ خضر (آبِ حیات) کی مانند صاف و شیریں پانی بن گیا ہے۔ جب میں نے اپنے دل سے اس کی تاریخ کا حساب چاہا تو "مکاتباتِ قطبِ زماں" کی آواز آئی۔] بیت

اگر ہر موئے من گردد زبانے | زتو رانم بہر یک داستانے
نیارم گوہرِ شکرِ تو سفتن | سرِ موئے ز احسانِ تو گفتن

[اگر میرا ہر بال ایک زبان ہو جائے تو میں تجھ کو ہر ایک سے کوئی داستان بیان کروں۔ میں تیرے شکر کے موتی میں سوراخ نہیں کر سکتا (اور) تیرے احسان کا ایک بال کی برابر بھی شکر ادا نہیں کر سکتا۔]

شاید کہ واحدِ بے مثل (اللہ) جل و علا کی عنایت سے یہ فائدہ کامل اور خوانِ نعمتِ عام اہلِ دل حضرات کے منظورِ نظر اور مقبولانِ بارگاہِ الٰہی کے مقبولِ خاطر ہو جائے اور یہ حضرات اچھے وقت میں جامع کے حق میں دعا فرمائیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نبی امی اور ان کی آلِ امجاد علیہ و علیہم الصلوات والتسلیمات والبرکات والتحیات العلیٰ کے طفیل طالبانِ صادق کو ان فوائد کے دسترخوانوں سے بہرہ مند فرمائے اور اس حقیر کو اس جلیل القدر خدمت کے وسیلے سے سعادت مند بنائے (آمین)

---

۱ اس مصرع کا وزن صحیح نہیں ہے جیسا کہ فارسی نسخہ کے حاشیہ میں بھی لکھا ہوا ہے، شاید کہ یہ بتکمیل کے لحاظ سے یوں ہو "مکاتبات زقطبِ زماں ندا آمد" (مترجم)

www.maktabah.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکتوب ۱

اپنے برادرِ بزرگ، پیشوائے کاملین، امام عارفین، زبدۂ علمائے راسخین، وارثِ کامل، شیخ مکمل، مظہرِ اسرارِ ربِ حمید حضرت شیخ محمد سعید قدس اللہ سرہ الاقدس کے نام حدیث شریف[1] مَنْ أَحَبَّ أَخَاهُ فَلْيُعْلِمْهُ إِيَّاهُ [جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی سے محبت کرتا ہو تو اس کو چاہئے کہ اسے بتا دے] کے بموجب شوق و محبت کے لوازم اور حقیقتِ وصل کی طرف اجمالی اشارے کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ [شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے] ع

آمد از آں جناب صحیفہ بسوئے من [اس بارگاہ سے میری جانب مکتوب آیا]

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ [سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جس نے ہم سے غم کو دور کر دیا] مراسمِ عقیدت و نیازمندی کی ادائیگی کے بعد عرض ہے کہ عنایت نامۂ نامی و مکتوبِ گرامی جو کہ آپ نے نہایت لطف و مہربانی سے ملا طاہر کے ہمراہ اس مسکین بے تسکین کے نام ارسال فرمایا تھا اس کے موصول ہونے سے سعادتمند ہوا جس میں مہربانی و بندہ پروری کے باعث شوق آمیز واردات اور عشق انگیز فقرے درج تھے اس کے مطالعہ نے اہلِ اشتیاق کی آگ کو دو چند اور اُن کے شعلۂ شوق کو سربلند کیا۔ ع

آب آتش را مدد شد ہمچو نفط [پانی روغنِ نفط (ایک قسم کا تیل) کی مانند آگ کا مددگار ہو گیا]

بیشک لطفِ محبوب اس کی بے نیازی کی طرح عشق افزا اور آتش انگیز ہے، مشتاقوں کی حالتِ سوختہ کو یہ ہندی مصرع واضح کرتا ہے، ع

چونے کی سی کانکری جب چھڑکوں تب آگ [یعنی عاشق بن بجھے چونے کی کنکری کی مانند ہے کہ جب اس پر پانی چھڑکا جاتا اسی وقت آگ کی طرح ہو جاتا ہے]

عاشقِ مسکین کو نہ ناراضگی کی تاب ہے، نہ عنایت کی طاقت اور نہ غصے کی برداشت ہے، نہ مہربانی کا حوصلہ، ع

کہ وصل از ہجر باشد جاں ستاں تر [کیونکہ وصل ہجر سے زیادہ جان لیوا ہے]

---

[1] مشکوٰۃ شریف میں ابوداؤد و ترمذی سے اس طرح روایت ہے: عن المقدام بن معد یکرب عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال اذا احب الرجل اخاہ فلیخبرہ انہ یحبہ۔ اور حصن حصین میں اس طرح ہے: اذا احب احدکم اخاہ فلیعلمہ ذلک۔

www.maktabah.org

حدیث شریف علیہ السلام لو کشفھا لاحرقت سبحات وجھہ ما انتھی الیہ بصرہ من خلقہ [اگر وہ اس پردہ کو کھول دے تو اس کی مخلوق میں جہاں تک اس تعالیٰ شانہ کی صفتِ بصر پہنچے اس کی ہر چیز کو جلا دے] اس معنی کی شاہد ہے۔ [1]

گیرم کہ بغم خانۂ ما یار خرامد — کو حوصلہ و طاقتِ دیدار کہ دارد

[میں مانتا ہوں کہ ہمارے غم خانۂ دل میں یار خوش خرام ہے لیکن اس کے دیدار کا حوصلہ و طاقت کس کو ہے]

بیشک لا یحمل عطایا الملک الا مطایاہ [بادشاہ کی بخششوں کو اس کی باربردار سواریاں ہی اٹھا سکتی ہیں] عاشق کی ہستی جتنک درمیان میں ہے سینکڑوں آزمائشوں کی مورد ہے، اس کی بھلائی نیست ہونے میں ہے اور اس کی کامیابی ہستی کو ترک کرنے میں ہے، ممکن سے زیادہ بے مراد معلوم نہیں کہ کوئی ہو، کمال کی نفی کرنا اس کے حق میں کمال ہے اور اچھائی کی نفی کرنے میں اس کی اچھائی ہے، جس شخص کا کمال (اپنے) کمال کی نفی کرنے میں ہو اور اس کی بھلائی (اس کی) نیستی میں ہو وہ اپنے مولا (جل شانہ) کے کمال کی کیا خبر رکھتا ہوگا اور اس تعالیٰ شانہ کی ہستی کے جمال کو کس طرح معلوم کرے گا مگر وہ شخص جو کہ (اپنی) نیستی کے جال میں (اس کی) ہستی کا شکار کرے اور وجودِ موہوب کے ساتھ موجود ہو جائے پس (اس اعتبار سے) عارف ہی معروف ہوگا اور واجد ہی موجود ہوگا۔ بات طویل ہو گئی ع

بندہ باید کہ حدِّ خود داند — [بندہ کو چاہیے کہ اپنی حد کو پہچانے]

آپ نے اس مسکین کی آمد کا انتظار ظاہر فرمایا ہے ع

از دوست یک اشارہ از ما بسر دویدن — [دوست کا ایک اشارہ ہمارے لئے سر کے بل دوڑنے کا باعث ہے]

فقیر کیلئے سعادت ہے کہ (آپ کی) خدمت میں پہنچے اور بے حد فرحت و شادمانی والی صحبت کی برکات سے مستفید و سعادتمند ہو سکے۔

مکتوب ۲

مخدوم زادہ گرامی شیخ عبدالاحد کے نام اس بارے میں کہ افضلیت عالم خلق و عالم امر کے درمیان دائر ہے (پھرتی رہتی ہے) لیکن کلی فضیلت عالم خلق کے لئے ہے، اور حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عبارت کی شرح میں جو ایک مکتوب میں آئی ہے کہ تکمیل و دعوت میں آنسرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت حق جل و علا کی محبت پر غالب ہو جاتی ہے اور اس بارے میں کہ یہ جو حضرت خواجۂ بزرگ (خواجہ بہاؤالدین نقشبند) قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ سیر و سلوک سے مقصود یہ ہے کہ (ایمانِ) استدلالی کشفی

---

[1] یہ ایک طویل حدیث کا ٹکڑا ہے جس کو امام مسلم نے روایت کیا ہے اور اسی ٹکڑے سے پہلے حجابہ النور ہے۔

www.maktabah.org

ہو جائے اور اجمالی تفصیلی بن جائے (یہ) ارباب جہل کی نسبت کس طرح درست ہوگا اور اس بیان میں کہ حقیقتِ محمدی کا اپنے مقام کی عروج اور اس کا حقیقتِ احمدی تک پہنچنا کس معنی میں ہے اور اس کے مناسب بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد و صلوٰۃ اور ارسالِ دعوات کے بعد عرض ہے کہ آپ کا مکتوبِ مرغوب پہنچکر مسرت کا باعث ہوا۔ اللہ تعالیٰ عافیت و استقامت کے ساتھ رکھے اور اس کے احسان و کمالِ کرم سے کامیابیوں کے دروازے ہمیشہ کھلے رہیں۔ آپ نے لکھا تھا کہ حضرت مجدد الفِ ثانی (رضی اللہ عنہ) کے مکتوبات میں آیا ہے کہ عالمِ خلق عالمِ امر سے افضل ہے، اور کسی دوسری جگہ لکھا ہے کہ ولایتِ احمدی ولایتِ محمدی سے اوپر ہے کیونکہ اسم احمد میں عبدیت کا ایک طوق ہے اور اسم محمد میں دو طوق ہیں، پس اول (یعنی اسمِ احمدی دوسرے یعنی اسمِ محمدی سے فضیلت میں) حضرت اطلاق (ذات جل و علا) سے ایک قدم زیادہ نزدیک ہے اور نیز مکتوبات شریف میں آیا ہے کہ ولایتِ احمدی عالمِ امر سے تعلق رکھتی ہے اور ولایتِ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ عالمِ خلق سے تعلق رکھتی ہے، یہاں سے عالمِ امر کی عالمِ خلق پر فوقیت مفہوم ہوتی ہے (ان دونوں اقوال میں) تطبیق کی کیا صورت ہے؟

اے سعادت آثار! تفوق افضل ہونے کی دلیل نہیں ہے اور جائز ہے کہ کسی ایک شخص کا مکانِ طبیعی کسی دوسرے شخص سے اوپر ہو اور وہ دوسرا شخص اپنے مکانِ طبیعی کے نیچا ہونے کے باوجود افضل ہو جیسا کہ فرشتہ ص ۹
چونکہ مکان طبیعی کے اعتبار سے انسان سے اوپر ہے، یہ (انسان) زمین پر ہے اور وہ (فرشتہ) آسمان پر، یہ ولایتِ صغریٰ و کبریٰ میں ہے اور وہ ولایتِ علیا میں، اس کے باوجود فضیلت انسان کو ہے۔ پس (حضرت مجددؒ کے ہر دو اقوال میں) کوئی تضاد نہیں ہے۔ حقیقتِ معاملہ یہ ہے کہ عالمِ امر کو عالمِ خلق پر فوقیت ہے اور وہ بالذات عالمِ قدس کے زیادہ قریب ہے، اور عالمِ خلق جب تزکی و مُطہّر ہو جاتا ہے اور اپنے کمال کو پہنچ جاتا ہے تو عالمِ امر سے اوپر چلا جاتا ہے اور اس جگہ پہنچ جاتا ہے کہ عالمِ امر کا عروج بھی وہاں نہیں پہنچتا۔ پس حال اور مکانِ طبیعی کے اعتبار سے فوقیت عالمِ امر ہی کے لئے ہے اور عروج و انجام کے اعتبار سے افضلیت عالمِ خلق ہی کے لئے ہے، ان دونوں اعتبارات کے لحاظ سے تفوق و افضلیت کا حکم ان ہر دو عالم کے درمیان کسی تضاد و ٹکراؤ کے بغیر دائر ہوتا ہے (اور ان سے باہر نہیں جاتا) لیکن حقیقی فضیلت عالمِ خلق کے لئے ہے کیونکہ فضیلت کا مدار قرب پر ہے اور جو قرب عالمِ خلق کو کمال (حاصل ہونے) کے بعد ہے وہ عالمِ امر کو نہیں ہے اگرچہ وہ (عالمِ امر) اپنے کمال کو پہنچ جائے۔ اگر یہ کہا جائے کہ عالمِ امر کی مُربّی (تربیت کرنے والی) ولایتِ احمدی ہے اور اس ولایت کو ولایتِ محمدی پر فضیلت ہے جو کہ آنحضور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے عالمِ خلق کی مربی ہے کیونکہ اس کو تفوق اور حضرت ذات تعالیٰ کے ساتھ اقربیت ہے پس مُربّی کی فضیلت کے اعتبار سے عالمِ امر کو فضیلت ہوئی۔

www.maktabah.org

(اس کے جواب میں) ہم کہتے ہیں کہ تفوق افضلیت کی دلیل نہیں ہے جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے اور اسے تسلیم کر لینے کی صورت میں جو فضیلت کہ مُربّی کے واسطے سے ہوئی ہے اس سے فضیلتِ کلی لازم نہیں آتی، بعض وجوہ سے فضیلت ہونے کے لئے بھی کافی ہے اور شک نہیں ہے کہ عالمِ امر کو کئی وجوہ سے عالمِ خلق پر فضیلت ہے اگرچہ فضلِ کلی کا معاملہ برعکس ہے۔

آپ نے دریافت کیا تھا کہ (مکتوباتِ مجدد الفِ ثانی قدس سرہٗ کی) جلد اول کے مکتوبات میں سے ایک مکتوب میں آیا ہے کہ تکمیل و دعوت (کے مرتبہ) میں آنسرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت حق جل وعلا کی محبت پر غالب ہو جاتی ہے، یہ کس معنی میں ہے؟ (جواب) آپ جان لیں کہ یہ بات اُس بات کی مانند ہے جو حضرتِ عالی (مجدد الفِ ثانی قدس سرہٗ) نے رسالۂ مبدأ و معاد میں لکھی ہے اور انھوں نے آنسرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت کے غلبہ کی خبر دی ہے کہ "میں حق سبحانہٗ وتعالیٰ کو اس لئے دوست رکھتا ہوں کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ربّ ہے" اور انھوں نے اس کا حل اسی جگہ فرما دیا ہے آپ اس رسالہ کی طرف رجوع فرمائیں۔ انھوں (حضرت مجدد علیہ الرحمہ) نے (اس رسالہ میں) لکھا ہے کہ محبت و معرفت مرتبۂ صفات میں ہے اور بس، مرتبۂ ذات تعالیٰ میں اس قسم کی محبت کی گنجائش نہیں ہے الخ اگر کہا جائے کہ مغلوبیت اصل محبت کا تقاضا کرتی ہے اور مرتبۂ ذات میں جو کہ نسبتوں اور اعتبارات کے ساقط ہونے کا مرتبہ ہے جس وقت محبت کی نسبت ساقط ہو جائے گی تو چاہیے کہ مغلوب محبت بھی نہ ہو (اس کے جواب میں) ہم کہتے ہیں کہ عروج کے وقت میں جو کہ استہلاک (فنائیت) کا وقت ہے محبت کی نسبت دیگر تمام نسبتوں کی مانند ساقط ہے لیکن نزول کے وقت جو کہ شعور کا زمانہ ہے اور (سالک) رُو بخلق ہے اگر نسبتِ محبت کسی تعلق کے واسطے سے پیدا ہو جائے تو گنجائش ہے جیسا کہ مثلاً اس تعلق سے کہ (حق سبحانہٗ) محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ربّ ہے وغیرہ۔

نیز آپ نے پوچھا تھا کہ حضرتِ عالی (مجدد علیہ الرحمہ) نے لکھا ہے اور حضرت خواجہ بزرگ (بہاء الدین نقشبند قدس سرہٗ) سے بھی منقول ہے کہ سیر و سلوک سے مقصود یہ ہے کہ استدلالی (ایمان) کشفی اور اجمالی (ایمان) تفصیلی ہو جائے، یہ قول اہلِ کشف اور اربابِ علم کے حق میں درست ہے لیکن اربابِ جہل جو کہ تفصیلی کشف و فہم سے بہرہ ور نہیں ہیں اُن کے بارے میں کس طرح درست ہوگا اور یہ لوگ کیا چیز طلب کریں گے۔ (جواب) آپ جان لیں کہ یہ قول سب کے بارے میں درست اور حقیقت کے مطابق ہے لیکن اگر کوئی شخص مفہوم تک نہ پہنچے تو قول کا کیا قصور ہے، یا یہ کہ ہم کہتے ہیں یہ حکم لگانا کہ اربابِ جہل مطلق طور پر کشف و تفصیل سے بہرہ ور نہیں ہیں ناقابلِ تسلیم ہے کیونکہ ان میں سے جو شخص کمال کو پہنچ گیا اس کا باطن حجابات سے

www.maktabah.org

نکل چکا ہے اور اُس نے حجاب اتحاد یا اور ادراکِ بسیط حاصل کر لیا ہے کیونکہ وہ غیر اللہ کی غلامی سے آزاد ص۱۱
ہو چکا ہے اور فنا و بقا کو پہنچ گیا ہے۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ جبتک نہ پائے رہائی نہیں پاتا اور یافت (پالینا) عین کشف و شہود ہے اور وہ استدلال و اجمال کی تنگی سے نکل چکا ہے اور اس بات کو تسلیم کرنے کی صورت میں کہ کشف و شہود معرفت اور یافت (پانا) سے ماوراء ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ قول حصر (تحدید) کا موجب نہیں ہے کہ سیر و سلوک سے اس کے سوا اور کوئی مقصد نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی معرفت سیر و سلوک کا اعلیٰ مقصد ہے اور جو کچھ اس قول (قولِ مجدد و نقشبند قدس سرہما) میں مذکور ہے وہ بھی مقاصد میں سے ہے بعض کو حاصل ہوتا ہے اور بعض کو نہیں لیکن معرفت کا حصول سب کے لئے ضروری ہے کیونکہ ولایتِ خاصہ اس کے بغیر واقع نہیں ہوتی اور اس تقدیر پر اگر ہم حصر کہیں تو وہ اس چیز کی نسبت سے حصرِ اضافی ہو گا جو کہ عوام کے ذہنوں میں منقش ہو گئی ہے کہ طریقۂ صوفیہ کے سیر و سلوک سے مقصود غیبی الوان و انوار کا مشاہدہ اور مخلوقات کے احوال کا کشف اور خوارق و کرامات کا ظہور ہے۔ اسی بنا پر فرمایا ہے کہ اس سے مقصود ایمان کی تکمیل ہے نہ کہ غیبی صورتوں کی سیر کرنا جو کہ عبث میں داخل ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

کرامات تو اندر حق پرستی ست
جز ایں کبر و ریاو عُجب و ہستی ست

[تیری کرامت حق تعالیٰ کی عبادت میں ہے، اس کے سوا تکبر و ریاء (خود بینی اور ہستی (اپنا وجود سمجھنا) ہے)

یعنی کشف و خوارقِ عادات میں سے جس چیز کو تو نے کرامت خیال کیا ہے وہ کرامت نہیں ہے کرامتِ حقیقی اس پر موقوف ہے کہ تو حق پرست بنے اور شرک کے دقائق سے باہر ہو جائے اور معرفت کی طرف راستہ پالے اور فنا و نیستی حاصل کرے کہ انسان کا کمال اسی میں منحصر ہے اور جب تو یہ چاہے کہ کرامت و خرقِ عادت کا اظہار کرے اور مخلوق کو اپنا معتقد بنائے اور اس کے ذریعہ لوگوں سے ممتاز ہو جائے تو لازماً تکبر و ریا و عُجب و ہستی ظاہر ہو گا اور قُرب سے بُعد کے سوا (اور کچھ) اضافہ نہ ہو گا اور معرفت سے بے نصیبی حاصل ہو گی۔ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا [ہم اپنے نفسوں کے شر اور اپنے اعمال کی برائیوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں]۔

آپ نے لکھا تھا کہ "یہ قول تینوں گروہوں کی نسبت سے ہے یا خاص مبتدی و متوسط کی نسبت سے ہے" اے سعادت اطوار! یہ قول منتہی کی نسبت سے ہے استدلالی (ایمان) کا کشفی اور اجمالی (ایمان) کا تفصیلی ہو جانا منتہی کا معاملہ ہے مبتدی و متوسط اس کمال سے دور ہیں ـــــ آپ نے لکھا تھا کہ جب
ص۱۲ حقیقتِ محمدی اپنے مقام سے عروج کر کے حقیقتِ احمدی کے ساتھ متحد ہو گئی اور وہ مقام (حقیقتِ محمدی کا مقام) خالی رہ گیا تو چاہیے کہ ان ایام میں قیامت کے دن تک حقیقتِ محمدی کے (اپنے مقام میں) معدوم ہونے کی وجہ سے

www.maktabah.org

اُس تک پہنچنا محال ہو اور حقیقتِ موسوی جو کہ محبیت صرف ہے اور حقیقتِ احمدی جو کہ محبوبیتِ محض
ہے کا حائل کوئی مقام نہیں ہوگا (کیونکہ حقیقتِ محمدی حائل تھی اور وہ معدوم و منتقل ہو چکی ہے)
اور محبیتِ خالص و محبوبیتِ خالص کے سوا نہیں ہے اور چاہیئے۔ دائرہ کے بغیر مرکز موجود ہو اور یہ
باعتبارِ ظاہر محال ہے (اس لئے کہ مرکز دائرے کے عین وسط کے نقطہ کو کہتے ہیں) اور چاہیئے کہ محمدی المشرب
دنیا میں پیدا نہ ہو کیونکہ ولایتِ محمدی موجود نہیں ہے کہ اُس تک پہنچا جا سکے۔ (جواب) آپ
جان لیں کہ حضرت عالی (مجدد الفِ ثانی) قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ نے جلد اول کے مکتوب ۲۰۹ میں وضاحت
فرمائی ہے کہ اس جگہ حقیقتِ احمدی و حقیقتِ محمدی سے مراد آنحضرت علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے
عالمِ خلق و عالمِ امر کا تعین امکانی ہے نہ کہ تعینِ وجوبی کہ آپ کا تعینِ امکانی جس کا ظل ہے کیونکہ
تعینِ وجوبی کے عروج کے کوئی معنی نہیں ہیں اور اس تعین کے ساتھ متحد ہونا معقول نہیں ہے تم کلامہ
(آپ کا کلام ختم ہوا)۔ اس صورت میں تمام شبہات نیست و نابود ہو جاتے ہیں کیونکہ شبہات کی جائے
پیدائش تعینِ وجوبی کا عروج اور اس کے ساتھ متحد ہونا ہے جیسا کہ (اہلِ عقل پر) پوشیدہ نہیں ہے، اور
جب ایسا نہیں ہے تو وہ[1] بھی نہیں ہے۔ تعجب ہے کہ آپ نے (حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے) بعض کلام کا مطالعہ
کیا ہے اور بعض کلام کو نہ دیکھتے ہوئے شبہات وارد کئے ہیں، تسلیم کر لینے کی صورت میں ہم کہتے ہیں کہ ظل کا اصل
کے ساتھ مل جانا ظل کے معدوم ہو جانے کا باعث نہیں ہے اس جگہ (یعنی اس محوق میں) صفات کا
تبدیل ہونا ہے (نہ کہ حقیقت و ذات کا تبدیل ہونا) فنا و بقا جو کہ ولایت کے دو رکن ہیں وہاں بھی صفات
کا تبدیل ہونا ہے (کیونکہ) سالک فنا کے ساتھ معدوم نہیں ہو جاتا، حقیقت کا تبدیل ہونا محال ہے
آپ نے خُلِقْتُمْ لِلْاَبَدِ (تم ہمیشہ ہمیشہ کے لئے پیدا کئے گئے ہو) سنا ہوگا۔ تعجب ہے کہ آپ نے حقیقت کا معدوم
ہو جانا کہاں سے سمجھ لیا ہے اور شبہات کی بنیاد اس پر رکھی ہے، اس سے زیادہ نہیں ہے کہ پیغمبر
۱۳ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس حقیقت سے عروج فرما کر اوپر والی حقیقت تک پہنچے اور اُس کے اوصاف
سے بھی متصف ہوئے ہیں، سابقہ حقیقت اپنی جگہ پر قائم ہے اور اس تک وصول واقع ہے اور اُس
(حقیقتِ محمدی) کا ان دونوں حقیقتوں (حقیقتِ موسوی و حقیقتِ احمدی) کے درمیان حائل ہونا اپنے
حال پر موجود ہے اور مرکز و دائرہ قائم ہے بلکہ اس کو حقیقتِ محمدیہ کہنا مَا کَانَ (اول حال) کے اعتبار
سے جائز ہے اور یہ جو حضرتِ عالی (مجدد الفِ ثانی قدس سرہٗ) نے لکھا ہے کہ "مقامِ حقیقتِ محمدی خالی
رہ گیا" یہ بھی اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ مقام آنسرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عروج کے بعد اپنے

---

[1] یعنی جب تعینِ وجوبی مراد نہیں ہے جو کہ شبہاتِ سابقہ کی جائے پیدائش ہے تو شبہات کا وجود بھی نیست و نابود ہوگیا۔

حال پر ہے پس جو کچھ اس کے لوازم ہیں یعنی محبوبیت و محبیت اور مرکزیت و عدم مرکزیت وہ بھی اپنے حال پر رہیں گے، اور جو شخص کما استعداد کے باعث اس مقام کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے وہ محمدی المشرب ہے کیونکہ یہ مقام حقیقت مقام محمدی کا مقام ہے۔ والسلام علیکم وعلی سائر من اتبع الھدیٰ۔

مکتوب ۳۰

مخدوم زادۂ گرامی شیخ محمد فضل اللہ کے نام اپنے برادر کلاں امام العارفین قدوۃ الواصلین واقف اسرار کلام مجید حضرت شیخ محمد سعیدؒ کے بعض مناقب و محاسن کے بیان میں تحریر فرمایا جو کسی تقریب سے لکھا گیا۔

نحمدہ ونصلی علی حبیبہ والہ ونسلم، شیخ محمد سعیدؒ سے بچپن ہی سے قبول و کرامت کے آثار ظاہر تھے اور لڑکپن ہی سے ولایت و بزرگی کے اطوار نمایاں تھے حضرت قطب الولایت خواجہ محمد باقی رضی اللہ عنہ کے زمانۂ حیات میں آپ کم عمر تھے اور حضرت خواجہؒ کی ظاہری خدمت میں نہیں پہنچے تھے لیکن حضرت خواجہؒ نے اُن کے حق میں فرمایا تھا کہ محمد سعید ہمارا ہم پیشہ و ہم کار ہے اُس نے ہم سے غائبانہ صہ ۱۴۳ نسبت حاصل کر لی ہے۔ ع

فی المھد ینطق عن سعادۃ جدہٖ [یہ بچہ گہوارہ میں اپنی سعادتِ بخت کو بیان کرتا ہے یعنی اس میں نیک بختی کے آثار موجود ہیں] — اور انھوں نے ظاہری و باطنی کمالات اپنے والد بزرگوار (مجدد علیہ الرحمہ) کی خدمت میں حاصل کئے ہیں اور سترہ سال کی عمر میں معقولہ و منقولہ ظاہری علوم کو کمال کے درجے تک پہنچایا ہے اور وہ اپنے والد بزرگوار کی مانند کمال درجہ کی پابندیٔ شریعت و تقویٰ سے آراستہ اور سنت کی متابعت اور عزیمت پر عمل کے ساتھ مزین ہیں، نرم کلامی، کامل تواضع، مہمانوں کی خبر گیری کا اہتمام، حاضر چیز کو خرچ کرنا، اپنے وجود کی نفی کرنا ان کا پسندیدہ طریقہ ہے، قرآن مجید کو سندِ عالی کے ساتھ تجوید سے سیکھا ہے اور حدیث نبوی علی مصدرہا الصلوٰۃ والسلام میں جید سند اور انتہائی اعلیٰ مرتبہ اور فقہی مسائل میں اعلیٰ درجہ کی استعداد رکھتے ہیں، حضرتِ عالی (مجدد علیہ الرحمہ) کو جب کسی فقہی مسئلہ کی تحقیق کی ضرورت پیش آتی تو اکثر اوقات اُن (محمد سعیدؒ) سے اس کی وضاحت طلب کرتے تھے اور جس وقت کہ وہ مسائل کی مشکلات کا حل کر دیتے تھے اور بعض دشوار مقامات سے رہائی کی راہ نکال دیتے تھے تو حضرت عالی (مجدد علیہ الرحمہ) بہت خوش ہوتے اور ان کے حق میں دعا فرماتے تھے، اور وہ حضرتِ والا کی زندگی ہی میں کمال و تکمیل کے مراتب کو پہنچ گئے تھے اور نیز ان کی زندگی ہی میں ان سے خلافت حاصل کر کے طریقہ کی

www.maktabah.org

تعلیم دیتے اور طالبین کو راہِ حق جل وعلا کی رہنمائی کرنے لگے تھے اور عقلِ معاد (معاملات آخرت کی سمجھ) کے کمال کے ساتھ ساتھ عقلِ معاش (دنیاوی کاموں کی سمجھ) میں بھی درجۂ کامل رکھتے تھے چنانچہ حضرتؒ الا اکثر امور میں ان سے صلاح و مشورہ لیا کرتے اور ان کی رائے کو پسند فرماتے تھے اور باطنی امور میں بھی یہ حضرتِ عالی کے رازدار تھے، حضرتِ والا جو اسرار اُن سے بیان فرماتے تھے ان میں کوئی دوسرا شخص کم ہی شریک ہوتا تھا اور ان کو حضرت ؒ ای کے پوشیدہ اسرار اور خاص معاملات کی بشارت دی گئی ہے اور وہ اُن میں موجود ہیں، ظاہری ' س والے لوگ ان کی توجہ سے شفا طلب کرتے ہیں اور باطنی امراض والے حضرات اُن کے تصرف سے جمعیتِ (قلب) کی راہ اختیار کرتے ہیں، مختصر یہ ہے کہ قطب المحققین وارث المرسلین حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ کے قول کا مصداق ہیں جیسا کہ انھوں نے فرمایا ہے کہ "ہم فضلی ہیں" یہ نقل اُن کی بزرگی کے بارے میں کافی ہے جو کہ بیان کی گئی ہے کہ وہ مکاشفہ میں دیکھتے ہیں کہ اصحابِ رضی اللہ عنہم اور ہمارے پیغمبر آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام جمع ہیں اور وہ (خواجہ محمد سعید قدس سرہٗ) بھی حضرتِ عالی (مجدد الفِ ثانی قدس سرہٗ) کے چند اصحاب کے ساتھ اس مجلس میں حاضر ہیں اسی اثناء میں اصحابِ کرام (رضی اللہ عنہم) ایک کاغذ طلب کرتے ہیں تاکہ آنسرور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں عریضہ لکھیں کاغذ حاضر کیا گیا اور انھوں (اصحاب کرامؓ) نے اس مضمون کا عریضہ لکھا کہ یہ لوگ (یعنی یہ جماعت جس میں خواجہ محمد سعید شامل ہیں) اور ہم (صحابۂ کرامؓ) اللہ جل سلطانہٗ کی عنایت میں برابر ہیں اور (حالانکہ) ہم نے یہ سب محنتیں اور سخت مشقتیں (آپ کی معیت میں) اٹھائی ہیں اور انھوں نے نہیں اُٹھائیںؑ اس کی کیا وجہ ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں یہ آیتِ قرآنی تحریر فرمائی ہے: ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ[۲] (یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل والا ہے) اور وہ (خواجہ محمد سعیدؒ) معارف و حقائق کی توضیح اور اسرار و دقائق کی تشریح میں اعلیٰ درجہ کی زبان اور اطمینان بخش بیان رکھتے ہیں اور چونکہ اہلِ معنی (اہلِ حقیقت) کے نزدیک سب سے اعلیٰ کمال اور سب سے بہتر کرامت ذاتِ تعالت و تقدست کے دقائق اور صفاتِ تعالت و تقدست کے حقائق میں گفتگو کرنا ہے جو کہ اُن کی جوشِ ذوق و نعرۂ شوق ص ۱۵

---

[۱] اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس کو رزینؒ نے ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انھوںؓ نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا ہم سے بہتر کوئی شخص ہے ہم اسلام لائے اور ہم نے آپ کی معیت میں جہاد کیا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں ایک قوم ہے جو تم سے بعد میں ہوگی وہ مجھ پر ایمان لائیں گے حالانکہ انھوں نے مجھ کو نہیں دیکھا ہوگا اور ایک حدیث میں ہے جس کو امام احمدؒ نے روایت کیا ہے کہ اس شخص کے لئے خوشی ہے جس نے مجھ کو دیکھا اور اس شخص کے لئے سات مرتبہ خوشی ہے جس نے مجھ کو نہیں دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا (المشکوٰۃ) [۲] سورت ۶۲ آیت ۴

www.maktabah.org

سے صادر ہوئی ہے اس لئے اُن کے کمالات کی شرح اور ان کی کرامات کی وضاحت سے لب بند کر کے اُن کے ملفوظات و مکتوبات کے حوالہ کرتا ہے تاکہ لوگ اس سے اس کی طرف سراغ لگائیں اور معنی سے صورت کی طرف مائل ہوں، کسی نے خوب کہا ہے ع

قیاس کن زگلستانِ من بہارِ مرا (میرے گلستان سے میری بہار کا اندازہ کرلیں)

مکتوب ۴

ان مکتوباتِ قدسی آیات کے جامع فقیر حقیر محمد عاشور بخاری کے نام اہل اللہ کا طریقہ اور اُن کے سیر و سلوک کا خلاصہ اور لطائفِ عالمِ امر کی فنا اور اُن کی بقا کو مفصل طور پر بیان کرنے اور عالمِ خلق کے لطائف کی ان لطائفِ عالمِ امر میں سے ہر ایک کے ساتھ مناسبت کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۱۶

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی حبیبہ الصلوٰۃ والسلام، آپ جان لیں کہ فنائے قلب اس سبحانہٗ و تعالیٰ کے ماسوا کے نسیان اور غیر اللہ کا خیال دل میں نہ آنے سے عبارت ہے یہاں تک کہ اگر تکلف کے ساتھ بھی غیر اللہ کا خیال دل میں لائے تو وہ دل میں نہ آئے، اُس (قلب) کی بقا اس چیز کے ساتھ ہے کہ جس کے ظہور سے اس (قلب) کی فنا حاصل ہوئی ہے اور وہ چیز دل پر حق سبحانہٗ کی تجلیٔ فعل کا ظہور ہے، اگر کہا جائے کہ فنا کے بعد اُس تجلی کا ظہور ہوتا ہے یا اُس تجلی کے بعد فنا (حاصل ہوتی) ہے تو ہم کہتے ہیں کہ (یہ دونوں) لازم و ملزوم بھی ہیں، وہی شیخ الاسلام[1] انصاری (قدس سرہ) کا قول ہے کہ "جبتک تو (اس کو) نہیں پائے گا رہائی نہیں پائے گا اور جبتک رہائی نہیں پائے گا (اس کو) نہیں پائے گا میں نہیں جانتا کہ (ان دونوں میں) کون مقدم ہے توڑنا یا جوڑنا"۔

جب تجلیٔ فعل کے ظہور سے قلب فانی ہو جاتا ہے اور اس فنا میں سالک کے فعل کی نفی ہو جاتی ہے اور وہ اپنے آپ کو مسلوب الفعل پاتا ہے اس کے بعد حق سبحانہٗ کے فعل کے ساتھ باقی ہو جاتا ہے اور اپنے فعل کو حق سبحانہٗ کا فعل پاتا ہے، اس کے بعد فنائے روح ہے اور فنائے روح اس تعالیٰ شانہٗ کی تجلیٔ صفات کے ظہور سے حاصل ہوتی ہے اور بقائے روح بھی انہی صفاتِ قدس کے ساتھ ہوتی ہے، اس کے بعد فنائے سر ہے کہ جس کو فنا کرنے والے شیونات و اعتباراتِ صفات ہیں اور اس کی بقا اُن شیونات و

---

[1] یعنی ابو اسمٰعیل، یہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہٗ کی اولاد میں سے اور اکابر محدثین میں سے ہوئے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں نے تین سو اساتذہ سے حدیث لکھی ہے جو سب محقق تھے

www.maktabah.org

عبارات میں اس کی فنا کے بعد حاصل ہوتی ہے، اس کے بعد فنائے خفی ہے جس کو فنا کرنے والی صفاتِ ثبوتیہ ہیں اور اس کی بقا اُن (صفات سلبیہ) کے ساتھ ہے، اس کے بعد فنائے اخفیٰ ہے اور اس کو فنا کرنے والا وہ مرتبہ ہے جو کہ مرتبہ تنزیہی اور (مرتبہ) احدیتِ مُجرّدہ کے درمیان برزخ (حدِ فاصل واسطہ) کی مانند ہے اور بقائے اخفیٰ اس مرتبۂ مقدسہ میں فنا کے بعد ہے، جب سیر یہاں تک پہنچ جاتی ہے تو ولایتِ عالمِ امر کے درجات اپنی انتہا کو پہنچ جاتے ہیں کہ یہ لطائفِ خمسہ مرتبۂ ولایت میں ہیں، اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا فضل مدد فرمائے تو عالمِ خلق کے لطائفِ خمسہ کے کمالات میں سیر شروع ہو جائیگی جو کہ نفسِ انسانی اور عناصرِ اربعہ ہیں اور عالمِ خلق کے یہ لطائفِ خمسہ عالمِ امر کے لطائفِ خمسہ کی اصل ہیں لطیفۂ نفس کا معاملہ قلب کے معاملہ کی اصل ہے اور لطیفۂ باد (ہوا) کا معاملہ لطیفۂ روح کے معاملہ کی اصل ہے اور لطیفۂ آب (پانی) کا معاملہ لطیفۂ سر کے معاملہ کی اصل ہے اور لطیفۂ نار (آگ) کا معاملہ لطیفۂ خفی کے معاملہ کی اصل ہے اور لطیفۂ خاک کا معاملہ لطیفۂ اخفیٰ کے معاملہ کی اصل ہے۔ جاننا چاہیے کہ فنا کا فائدہ صفاتِ بشریہ کا زائل اور شرکِ خفی کا رفع ہونا ہے اگرچہ سر، خفی اور اخفیٰ شرعی احکام کے ساتھ مکلّف نہیں ہوئے ہیں اور ان کے شرک کا اسلام میں کوئی اعتبار نہیں کیا گیا ہے لیکن ولایت خاصہ کے مرتبہ میں اس شرکِ خفی کے رفع سے چارہ نہیں ہے اور جس قدر یہ (لطائف) زیادہ لطیف و نورانی ہوں گے ان کا شرک اسی قدر زیادہ خفی ہوگا اور اس شرک کا رفع کرنا اسی قدر زیادہ دقیق ہوگا اور ہو سکتا ہے کہ بعض اشخاص کو فنائے قلب و روح حاصل ہو جائے اور فنائے سر حاصل نہ ہو اور بعض کو فنائے سر حاصل ہو جائے اور ان دونوں لطیفوں (خفی و اخفیٰ) کی فنا حاصل نہ ہو جو کہ اس کے بعد ہیں اور اس کو انہی (تین لطیفوں) لطیفۂ قلب، روح اور سر پر اکتفا ہوا ور وہ شخص اولیاء اللہ میں سے ہو لیکن جب کل (قیامت کے روز) ان لطائف میں سے ہر ایک لطیفے کے حقائق جلوہ گر ہوں گے تو جو لطائف کہ اس دنیا میں فنا و بقا کی دولت سے مشرف نہیں ہوئے ہونگے وہ (وہاں پر) اس فنا و بقا کے مناسب ثمرات و نتائج سے کامل فائدہ حاصل نہیں کریں گے وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ أَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ أَعْمٰى وَأَضَلُّ سَبِيْلًا[1] (جو شخص اس دنیا میں اندھا رہا تو وہ آخرت میں بھی اندھا اور راستے سے بہت بھٹکا ہوا ہوگا) والسلام

م ۱۷

بیان فنا و بقا

---

[1] سورت ۱۷ آیت ۷۲۔

www.maktabah.org

مکتوب ۵

قاضی عارف کشمیری کے نام، حدیث اَرْوَاحُهُمْ اَیِ الشُّهَدَآءِ فِیْ اَجْوَافِ طَیْرٍ خُضْرٍ الخ
کی علماء و صوفیہ کے طریقہ پر شرح اور اس پر وارد ہونے والے شبہات کو دور کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ نعمًا اسبغ من افضالہ والصلوۃ والسلام علی نبی ۱۸
الرحمۃ وقائد الخیر والسو علی جمیع الانبیاء وآل کل وسائر الصالحین نہایۃ سؤل السائلین
وغایۃ امل الآملین، اللہ سبحانہ وتعالیٰ آپ جیسی صاحبِ کمالات وفضائل واوصافِ فاضلہ ہستی کو
اپنی عنایات میں شامل فرماکر درجاتِ قرب میں بے اندازہ ترقیات مرحمت فرمائے، آپ نے دریافت کیا
تھا کہ یہ جو حدیث شریف میں آیا ہے کہ شہداء کی ارواح سبز پرندوں کے پوٹوں میں (رہتی) ہیں، یہ کس معنی
میں ہے اور یہ کونسی بزرگی ہے کہ کاملین کی ارواح جانوروں کے پوٹوں میں رہیں۔

(جواب) میرے مخدوم! پہلے ہم حدیث کو اس کی شرح کے ساتھ بیان کرتے ہیں اس کے بعد
ان شبہات کو جو آپ نے وارد کئے ہیں لکھتے ہیں اور ہر ایک شبہ کا جواب بیان کرتے ہیں:۔ حضرت مسروق
رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جو کہ جلیل القدر تابعی ہیں انھوں نے فرمایا کہ ہم نے (حضرت) عبداللہ بن مسعود
(رضی اللہ عنہ) سے اس آیت وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَ۔ ۱۹
[جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کردیئے گئے ہیں تم اُن کو مردہ گمان نہ کرو بلکہ وہ اپنے پروردگار کے نزدیک زندہ ہیں اُن کو روزی
دی جاتی ہے] کے بارے میں دریافت کیا، ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ البتہ ہم نے (اس کے بارے میں)
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اُن یعنی اللہ تعالیٰ
کے راستے میں قتل (شہید) ہوجانے والوں کی ارواح سبز پرندوں کے پوٹوں میں رہتی ہیں۔ حدیث شریف
میں جو لفظ طَیْرٌ ہے وہ طائر کی جمع ہے اور واحد کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے اور خُضْرٌ خ کی پیش
اور ض کی جزم سے اَخْضَرُ کی جمع ہے یعنی اُن (شہداء) کی ارواح جب اپنے بدنوں سے جدا ہو جاتی ہیں
تو ان کیلئے اس ہیئت (سبز پرندوں کی شکل) کے جسم پیدا کردیئے جاتے ہیں وہ روحیں ان جسموں سے
تعلق حاصل کرلیتی ہیں اور یہ جسم ان (سابقہ) بدنوں کے نائب وقائم مقام وبدل ہوجاتے ہیں اور
اللہ تعالیٰ کے ارشاد بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ میں اسی کی طرف اشارہ ہے پس شہداء کی ارواح ان

لہ یہ حدیث مشکوۃ شریف کتاب الجہاد میں ابو داؤد سے مروی ہے ؎۲ مشکوۃ شریف کتاب الجہاد ؎۳ سورۃ ۳ آیت ۱۶۹

www.maktabah.org

اجسام کے وسیلے سے لذاتِ حسیہ میں سے اس چیز کے حصول کی طرف پہنچتی ہیں جس کی وہ خواہش کرتی ہیں۔ اور
حق جل وعلا کا ارشاد یُرْزَقُوْنَ فَرِحِیْنَ بِمَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ الخ [اُن کو رزق دیا جاتا ہے وہ اس چیز کے پ۴ ع۸
ساتھ خوش وخرم ہیں جو اللہ تعالیٰ اُن کو اپنے فضل سے دیتا ہے الخ] اس معنی کی طرف رہنمائی کرتا ہے، اُن پرندوں یا اُن
ارواحِ شہداء کے لئے عرش کے ساتھ قندیلیں لٹکی ہوئی ہیں جو کہ پرندوں کے گھونسلوں کی مانند ہیں وہ پرندے
سیر کرنے اور چُگنے ہیں اور جنت سے اس کے پھل اور اس کی لذتیں جہاں سے چاہتے ہیں کھاتے اور چکھتے ہیں
پھر انہی قندیلوں کی طرف واپس آجاتے ہیں پھر اُن کا پروردگار اُن کی طرف ایک خاص عنایت اور مخصوص
تجلی کے ساتھ نظر فرماتا ہے اور فرماتا ہے کیا تم کو کسی چیز کی خواہش ہے؟ تو وہ کہتے ہیں ہم اب کس چیز کی خواہش
کریں جبکہ ہم جنت میں جہاں چاہیں سیر کرتے اور کھاتے پیتے ہیں پس اللہ تعالیٰ اُن سے تین دفعہ یہی دریافت
فرمائے گا، جب وہ دیکھیں گے اور جان لیں گے کہ اُن کو سوال کرنے سے چھوڑا نہیں جائے گا تو وہ کہیں گے کہ
اے ہمارے پروردگار! ہم چاہتے ہیں کہ ہماری ارواح کو ہمارے (سابقہ) اجسام میں لوٹا دیا جائے (اور ہمیں دنیا
میں واپس بھیج دیا جائے) حتیٰ کہ ہم آپ کے راستے میں دوسری مرتبہ قتل (شہید) کردیئے جائیں پس جب اللہ تعالیٰ
دیکھے گا کہ اُن کو (جنت میں) اور کوئی حاجت نہیں ہے تو اُن کو چھوڑ دیا جائیگا۔ اس کو مسلمؒ نے روایت کیا ہے۔

آپ نے اس جگہ (حدیث) میں دو شبہے وارد کئے ہیں، پہلا شبہ یہ کہ یہ تو ارواح کا درجہ کم کرنا اور اُن کا
مرتبہ گھٹانا ہے کہ انسانی اجسام سے نکال کر حیوانی اجسام میں داخل کیا جائے، دوسرا شبہ یہ ہے کہ جو لوگ
تناسخ (آواگون) اور روح کے تبدیل ہونے کے قائل ہیں وہ اس حدیث کو سند بناتے ہیں۔ ان شبہات کا
جواب چند وجہ سے ہے، پہلی وجہ یہ ہے کہ ان ارواح کو پرندوں کے پوٹوں میں رکھنا ان پرندوں کے بدنوں کو زندہ کرنے منہ
کے لئے نہیں ہے کہ تناسخ کا وہم پیدا ہو بلکہ اس طرح پر ہے جیسا کہ موتی یا قیمتی چیز کو اس کی قدر و قیمت کے
باعث صندوق میں رکھتے ہیں، اگرچہ یہ ارواح اُن اجسام کو زندہ کرنے والی نہیں ہوں گی لیکن جائز ہے کہ اُن
اجسام کے واسطے سے نعمتیں اور لذتیں حاصل کریں حتیٰ کہ کسی انسان کے بدن میں (بھی) تصرف کرتی ہیں اگرچہ وہ انسان
کو زندہ کرنے والی نہیں ہیں لیکن انسان کے غم و لذت کے ساتھ لذت یاب اور غمزدہ ہوتی ہیں، پس پرندوں
کے یہ اجسام اُن ارواح کے لئے آلات اور سواریوں کی مانند ہیں یہاں تک کہ اُن اجسام کے ذریعے بہشت میں
جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں اور سیر و تفریح کرتی ہیں اور پھول اور خوشبوئیں وغیرہ جو کچھ بہشت میں ہیں ان کا
مشاہدہ کرتی ہیں اور حق جل وعلا کے قرب اور مقرب فرشتوں کی ہمسائگی سے خوش و خرم اور لذت یاب ہوتی ہیں۔
دوسری وجہ یہ ہے کہ کہا گیا ہے کہ ہو سکتا ہے یہ ارواح سبز پرندوں کی صورتوں میں متشکل ہو جائیں جیسا
کہ فرشتہ آدمی کی صورت میں متشکل ہو جاتا ہے پس وہ اجسام ارواح کے ماسوا نہیں ہیں بلکہ جسم اختیار کی ہوئی

www.maktabah.org

ارواح ہیں اور یہ جو صحیح احادیث میں آیا ہے کہ شہداء کی ارواح سفید پرندے ہیں اور بعض طرق میں آیا ہے کہ پرندوں کی صورت میں ہیں اور بعض طرق میں ہے کہ شہدا کی ارواح اللہ تعالیٰ کے نزدیک سبز پرندوں کی مانند ہیں[1]، ان سب سے بھی اس توجیہ کی تائید ہوتی ہے، اور وجہ تائید یہ ہے کہ بظاہر یہ حدیثیں ان ارواح کے پرندوں کی صورت میں متشکل ہونے سے مطابقت رکھتی ہیں، پس ہم جس حدیث کی تشریح کر رہے ہیں وہ بھی اسی پر محمول ہوگی، کیونکہ بعض حدیثیں بعض حدیثوں کی تفسیر کرتی ہیں۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ یہ اجسام انسانی اجسام کی صفت پر ہیں اور اگرچہ پرندوں کی شکل میں ہیں لیکن پرندوں کی صفات پر نہیں ہیں اور قابلِ اعتبار صفات و معانی ہیں نہ کہ صورت و ظاہر۔ جعفر طیار رضی اللہ عنہ[2] ط۲۱
دو بازو رکھتے ہیں اور اڑتے ہیں (اُن کے متعلق) یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ انسانی بدن سے نکل کر پرندوں کے بدن میں آگئے ہیں اور بعید نہیں ہے کہ ان (ارواح) کا نام پرندے اس لئے ہو کہ وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ پرندوں کی ہیئت پر منتقل ہوتی ہوں نہ کہ قدموں پر چل کر جیسا کہ آدمی دنیا میں پھرتا ہے پس ان کے درجہ میں کوئی پستی و کمی لازم نہیں آتی، اور تناسخ کا گمان بھی باطل ہے کیونکہ یہ اجسام ارواح کا دائمی ٹھکانا نہیں ہیں کہ جس سے حشر و نشر کی نفی لازم آئے جیسا کہ اہلِ تناسخ اس کے قائل ہیں بلکہ (اُن کے) یہ اجسام حشر کے دن تک کیلئے ہیں جیسا کہ دوسری حدیث میں آیا ہے "یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اجساد کو اٹھانے کے لئے اُس (شہید کی روح) کو اس کے جسم کی طرف لوٹا دے گا" بعض (اہلِ علم) کہتے ہیں کہ تناسخ اہلِ تناسخ کے نزدیک اس دنیا میں ارواح کا دوسرے اجسام میں لوٹانا ہے نہ کہ آخرت میں، کیونکہ یہ جماعت (قائلینِ تناسخ) آخرت اور بہشت و دوزخ کی منکر ہے۔

چوتھی وجہ وہ ہے جو قاضی بیضاویؒ نے کہی ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ "حدیث اُن کے حال کی اور اُس فرحت و سعادت کی تمثیل ہے جو اُن پر وارد ہوگی اُن کی شادمانی و تر و تازگی و قرار و اطمینان کو طرح طرح کی خواہشات سے لذت یاب ہونے اور جنت میں جہاں چاہیں قیام کرنے اور اللہ تعالیٰ سے ان کے قرب اور عرشِ رحمن کے ارد گرد ملاءِ اعلیٰ کو آباد کرنے والے فرشتوں کی جماعت میں منسلک ہونے کو اس چیز سے تشبیہ دی گئی ہے

---

[1] اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو مشکوٰۃ شریف کی کتاب الجنائز میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلاشبہ مومن کی روح پرندہ بن کر جنت کے درخت میں معلق رہتی ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن اس کے جسم میں لوٹا دے گا۔ اس کو امام مالک و نسائی و بیہقی نے روایت کیا ہے۔

[2] حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ ابن ابی طالب ان کی کنیت ابو عبداللہ ہے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بڑے بھائی تھے جنگِ موتہ میں علم بردار تھے اُن کے دونوں ہاتھ   کافروں نے کاٹ دیئے اور شہید کر دیا تھا۔ اُن کے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے ان کے دونوں ہاتھوں کو دو بازوؤں میں تبدیل کر دیا ہے وہ ان کے ذریعہ جنت میں جہاں چاہیں اُڑ کر جا سکتے ہیں اس لئے اُن کو جعفر ذو الجناحین کہا گیا ہے۔

www.maktabah.org

کہ جب وہ سبز پرندوں کے پوٹوں میں ہوں گی تو جنت میں جہاں چاہیں گی گھومیں پھریں گی اور کھائیں پئیں گی اور ان قندیلوں میں واپس آجائیں گی جو عرش کے ساتھ لٹکی ہوئی ہوں گی۔

پانچویں وجہ جو اس مسکین کے جانبِ قلب میں (اپنے ذوق کے مطابق) آئی وہ یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ سبز پرندہ لطائفِ خمسۂ عالمِ امر میں سے جو کہ قلب روح سر خفی اخفیٰ ہیں لطیفۂ اخفیٰ سے کنایہ ہو، اخفیٰ لطائفِ عالمِ امر میں سب سے اعلیٰ اور ان سب سے اوپر ہے، اور حدیثِ قدسی میں کہ جس کو (صوفیہ) نقل کرتے ہیں آیا ہے وَفِي الْأَخْفَىٰ أَنَا [اور لطیفۂ اخفیٰ میں میں خود موجود ہوں] اور اس لطیفہ کی تعبیر پرندہ کے ساتھ اس لئے ہے کہ یہ عالمِ قدس کی طرف پرواز کرتا ہے اور ان تمام لطائف سے اوپر جاتا ہے کیونکہ اس کی اصل مراتبِ وجوب میں لطائفِ عالمِ امر کے اصول کے اوپر ہے سبز کے ساتھ (اس کی تعبیر) اس لئے ہے کہ حضراتِ صوفیہ نے اخفیٰ کا نور سبز قرار دیا ہے جو کہ بہترین رنگ ہے اور روح کا مقامِ اخفیٰ میں پہنچنا جو کہ اس سے چند یعنی دو مرتبہ اوپر ہے پہنچنا اور اخفیٰ کے ضمن میں اس کی پرواز اس کا کمال ہے اور وہ اس پرواز کے ذریعہ ایک ایسی جگہ پہنچ جاتی ہے کہ اپنی اصل سے گذر جاتی ہے اور اپنی استعداد سے (اوپر) ترقی کر لیتی ہے اور ان تمام لطائف سے اوپر چلی جاتی ہے اور مَنْ فِي الْأَخْفَىٰ [جو اخفیٰ میں ہے] کی ہمسائیگی کا حق پیدا کر لیتی ہے اور فِي الْأَخْفَىٰ أَنَا [اخفیٰ میں میں ہوں] وارد ہوا ہے، کسی نے خوب کہا ہے ؎

مورِ مسکیں ہوسے داشت کہ در کعبہ رسد ۔۔۔ دست در پائے کبوتر زد و ناگاہ رسید

[ایک مسکین چیونٹی خواہش رکھتی تھی کہ کعبہ میں پہنچ جائے اس نے کبوتر کے پنجے کو پکڑ لیا اور اچانک پہنچ گئی]

اور جب اخفیٰ کے لئے یہ قرب و مرتبہ ہو کہ اس کے حق میں عرش کے ساتھ لٹکی ہوئی قندیلیں کہا جا سکے اور روح اخفیٰ کے پوٹہ میں پہنچنے کے بعد قرب و وصال کی جنت میں جہاں چاہے سیر کرتی اور کھاتی پیتی ہے پھر ان قنادیل کی طرف واپس آجاتی ہے اور جزئی مقامِ کلی کی طرف عروج کرتی ہے اور آثار کو مٹانے والے اطلاق میں قید کو مٹا دیتی ہے پس وہ قرب کے آخری درجہ اور وصال کے انتہائی مقام میں پہنچ جاتی ہے گویا کہ اول (یعنی جنت میں کھانا پینا) فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ کی طرف اشارہ ہے اور دوسرا (قندیل کی طرف لوٹنا) أَوْ أَدْنَىٰ کی طرف اشارہ ہے اور روح کو یہ حالت اخفیٰ کی مصاحبت سے حاصل ہوتی ہے اور علیحدہ اثر کا زائل ہونا اخفیٰ کے آثار میں سے ہے اور یہ فقیر ہم نے بعض ایسے سالکین میں جن کی ولایت غیر ولایتِ اخفیٰ ہو مشاہدہ کیا ہے کہ ان کو ایسے شیخ کی صحبت میں جو کمالاتِ اخفیٰ سے متحقق ہو اور ولایتِ محمدیہ تک جو کہ ولایتِ اخفیٰ ہے واصل ہو کمالاتِ اخفیٰ حاصل ہو جاتے ہیں اور وہ شیخ کی صحبت کے جاذبہ سے اس ولایت کے ساتھ متحقق ہو جاتا ہے اور اپنے شیخ کی برکت سے اپنی استعداد سے اوپر عروج کرتا ہے، کسی نے خوب کہا ہے ؎

www.maktabah.org

اگر از لحظ ممکن کار شب جست [illegible] قبان ایں ہم عجب نیست

[اگرچہ [illegible] وقت [illegible] کا کام ممکن [illegible] ہے [illegible] جیسے [illegible] بھی عجب نہیں ہے]

اور جن امور کا جاننا ضروری ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ ان ارواح کے اخفیٰ کے پوتوں میں ہے اور [illegible] درجۂ عالیہ تک ترقی کرنے کو اس کے ظاہر پر اور اس کی حقیقت پر محمول کرنا جائز ہے اور اس بنا پر کہ اخفیٰ حدیث شریف کے مطابق محلِ قرب و مقامِ وصل ہے یہ جائز ہے کہ یہ اس کے لئے مراتبِ قرب کے حصول اور درجاتِ وصل تک وصول سے کنایہ ہو خواہ اس کو یہ بات مقامِ اخفیٰ تک وصول اور اس کے کمالات کے ساتھ متحقق ہونے کے ذریعے حاصل ہو یا کسی اور طریقے سے حاصل ہو کیونکہ [illegible] سے کما لا یخفیٰ علیٰ اربابہ [جیسا کہ اس کے اہل پر مخفی نہیں ہے] پس بیشک ہر ایک لطیفہ مطلوب کی طرف پہنچنے والا طریقہ ہے اگرچہ وہ طریقے اس بلندی و پستی کے مختلف ہونے کے باعث جو ان کے درمیان ہے پہنچنے اور پہنچانے میں مختلف ہوں پس اگر (یہ) کہا جائے کہ اس (تعالیٰ شانہٗ) کے قول فی الاخفیٰ انا کا مقتضی یہ ہے کہ سب طریقے اخفیٰ تک منتہی ہوتے ہیں (جواب میں) ہم کہتے ہیں کہ اس (تعالیٰ شانہٗ) کے قول و فی الاخفیٰ انا سے بظاہر مراد وراء الاخفیٰ انا [اخفیٰ کے ماوراء میں ہوں] ہے اس طرح پر کہ اخفیٰ اور مطلوب کے درمیان کوئی [illegible] نہیں ہوگا بخلاف دوسرے طریقوں کے جو دوسرے لطائف سے تعلق رکھتے ہیں کیونکہ ان کے اور مطلوب کے درمیان حائل اور واسطے موجود ہیں جیسا کہ ذوق و وجدان اس کی شہادت دیتا ہے۔ ٢٣

مکتوب ٦

سلطانِ وقت (حضرت اورنگ زیب عالمگیرؒ) کے نام نصیحتوں کے بیان اور من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ [جس شخص نے لوگوں کا شکر ادا نہیں کیا اس نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کیا] کے بموجب امن و امان کی نعمت کا شکر ادا کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اے اللہ! تو پاک ہے تیری شان نہایت بلند ہے اور تیری برہان نہایت واضح ہے تو ہر آنکھ میں موجود ہے اور آنکھ تجھ کو مشاہدہ نہیں کرتی پس تو ہر چیز کے اس کی ذات سے زیادہ قریب ہے اور درمیان میں پردے حائل ہیں۔ (اے اللہ!) اپنی طرف ہدایت کرنے والے پر کہ جس کی ہدایت سے جہالت کی تاریکی چھٹ گئی اور گمراہی کے اندھیرے دور ہو گئے یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور

ے یہ حدیث مرفوع میں وارد ہوا ہے۔

www.maktabah.org

اُن کی آل اور اُن کے اصحاب پر جو کہ پاکیزہ نفوس والے ہیں رحمت نازل فرما جبتک زمانے گردش کرتے رہیں اور حساب اور حسابوں کے معاملے جاری رہیں

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور کچھ دور چلے پھر فرمایا اے معاذ! میں تجھ کو اللہ تعالیٰ سے تقوی اختیار کرنے (ڈرنے) سچ بولنے، عہد کو پورا کرنے، امانت ادا کرنے، خیانت نہ کرنے، یتیم پر رحم کرنے، ہمسایہ کی خبرگیری کرنے غصہ کو ضبط کرنے، نرمی سے بات کرنے، سلام کی کثرت، امام کو لازم پکڑنے، قرآن مجید میں غور و فکر کرنے، آخرت کی محبت، حساب آخرت سے ڈرنے، آرزوؤں میں کمی کرنے اور حسنِ عمل کی وصیت کرتا ہوں اور اس بات سے منع کرتا ہوں کہ تو کسی مسلمان کو بُرا بھلا کہے، یا کسی جھوٹے کی تصدیق کرے، یا کسی سچے کی تکذیب کرے، یا امامِ عادل کی نافرمانی کرے اور یہ کہ زمین میں فساد پھیلائے۔ اے معاذ! ہر شجر و حجر کے قریب اللہ تعالیٰ کا ذکر کر، ہر گناہ کے لئے توبہ کر، پوشیدہ گناہ کے لئے پوشیدہ طور پر اور علانیہ گناہ ۲۳ کے لئے علانیہ طور پر[1]، اس کو بیہقی نے کتاب الزہد میں روایت کیا ہے — حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں خادم کو کتنی بار معاف کروں؟ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے سکوت فرمایا، اُس شخص نے پھر عرض کیا میں خادم کو کتنی بار معاف کروں؟ آپ نے فرمایا ہر دن میں ستر بار، اس حدیث کو مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

کمترین دعاگویان نیازمند حضرت سلطان الاسلام امیر المؤمنین انار اللہ برہانہ کی خدمتِ اشرف میں جو کہ مخلوق پر اللہ تعالیٰ کا سایہ اور عدل و انصاف کا گہوارہ اور ظلم و ستم کی بنیاد کو اکھیڑنے والے ہیں عرض کرتا ہے ؎

خَلِيفَةٌ مَلَكَ الْآفَاقَ سَطْوَتُهُ ... وَالْحَقُّ كَانَ مَدَاهُ أَيَّةَ سَلَكَا
يَحُومُ حَوْلَ ذُرَاهُ الْعَالَمُونَ كَمَا ... تَرَى الْحَجِيجَ بِبَيْتِ اللهِ مُعْتَرِكَا

[وہ ایسا خلیفہ (بادشاہ) ہے جس کا غلبہ وحملہ تمام آفاق کا مالک ہے اور وہ جس طرف جاتا ہے حق اس کا منتہائے مقصد ہوتا ہے، اہلِ عالم اس کی چوکھٹ کے گرد گھومتے ہیں جیسا کہ تو بیت اللہ کا حج کرنے والوں کو دیکھتا ہے تو وہ ہجوم کرتے ہیں]

اور نیازمندی و خاکساری کا اظہار اور امن و امان کی نعمت اور اسلام کی رونق اور اس کے شعائر کی قوت کا شکر و ثنا ادا کرتا ہے اور گوشۂ نامرادی و شکستگی میں درویشوں کی ایک جماعت کے ساتھ آپ کی

---

[1] علانیہ توبہ کرنے کا امر استحبابی ہے وہو المختار عند ارباب۔

www.maktabah.org

عمر و شان و شوکت اور فتح و نصرت کی زیادتی کے وظیفۂ دعا پر جس کے ساتھ سرت دراز سے اس والف کو میسر ہے مشغول رہتا ہے ــــــــ چونکہ یہ دعا خلوص دل سے ہے اور پس پشت ہے اس لئے امید ہے کہ قبولیت کے قریب ہوگی، نبی امی اور ان کی آل امجاد علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات و التحیات والبرکات العلی کے طفیل آپ کی حکومت و سلطنت کا آفتاب بزرگی و بلندی کے افق پر چمکتا رہے۔

مکتوب

شیخ محمد صدیق سرہندی کے نام اُس شبہ کو دور کرنے کے بیان میں جو کہ انھوں نے کلمہ طیبہ کے اس معنی پر وارد کیا تھا جو صوفیہ کے نزدیک لا موجود الا اللہ سے عبارت ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی. گرامی نامہ پہنچکر باعث مسرت ہوا چونکہ احباب کی سلامتی و طمانیت پر مشتمل تھا اس لئے مزید خوشی کا باعث ہوا، امید ہے کہ اسی طریق پر احوال خیر انجام ارسال فرما کر محظوظ و مسرور کرتے رہیں گے۔

۲۵ آپ نے لکھا تھا کہ کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ دو جزو پر مشتمل ہے ایک نفی دوسرے اثبات، کیا اس نفی سے ماسوی اللہ کی نفی مراد ہے یا باطل خداؤں کی نفی مراد ہے، میرے مخدوم دونوں معنی جائز و درست ہیں! اس راستے کے سالکین زیادہ تر پہلے معنی کا تکرار کرتے ہیں اور وہ اس کلمہ طیبہ کے ذریعہ اپنے آپ سے وجود اور اس کے تابع کمالات کی نفی کرتے ہیں اور ہستی موہوم سے خالی ہو کر نیستی و عدمیت ذاتی کے ساتھ متصف ہو جاتے ہیں اور فنا کو جو کہ ولایت کا رکن اعظم ہے حاصل کر لیتے ہیں ــــــــ آپ نے لکھا تھا کہ اگر ماسوی اللہ کی نفی مراد ہو تو کوئی مضائقہ نہیں ہے! میرے مخدوم! جو شبہ کہ آپ نے دوسری شق پر وارد کیا ہے وہ یہاں بھی وارد ہوتا ہے اور محل مضائقہ ہو جاتا ہے کیونکہ اگر ماسوی اللہ موجود ہے تو ہمارے نفی کرنے سے اس کی نفی نہیں ہوگی اور اگر موجود نہیں ہے تو اس کی نفی کرنا تحصیل حاصل ہے۔ ہم جواب میں کہتے ہیں کہ سالک اس کلمہ کا تکرار لَا مَقْصُوْدَ اِلَّا اللہُ کے عنوان سے کرتا ہے اور اس تکرار کے ساتھ اپنے مقاصد اور ارادوں کی نفی کرتا ہے (کیونکہ) ہر مراد و مقصود اس راستے کے لئے سدِ سکندری (بڑی رکاوٹ) ہے، سالک جب تک نفی مرادوں سے باہر نہ آجائے اور حق سبحانہ کے ماسوا کوئی مقصود اس کی وسعت سینہ میں نہ رہے اور اشیاء سے اس کا حبی و علمی تعلق منقطع نہ ہو جائے بارگاہ عزت (جل شانہ) کے گرد راستہ نہیں پاتا۔ ع

در تو یک بت آرزو ابلیس تست

(تیرے اندر ہر ایک آرزو تیرا ابلیس ہے)

www.maktabah.org

اور اس صورت میں کوئی اشکال نہیں ہے اور (ب) اگر ہم لا کو موجود کے عنوان سے کہیں تب بھی اشکال مذکور دور ہوجاتا ہے کیونکہ اس صورت میں ہم کہتے ہیں کہ ماسوی اللہ موجود نہیں ہے معدوم ہے لیکن موجود نما ہے۔

ع ماعدمہا ئیم ہستیہا نما [ہم ہستی نما عدم ہیں]

جیسا کہ دائرہ موہومہ جو کہ نقطہ جوالہ کی گردش سے پیدا ہوتا ہے اس (موجود نما ہونے کی) بنا پر عوام کے ذہن اور سالک کے خیال میں موجود کے عنوان سے قرار پاگیا ہے، سالک اس کلمہ کی تکرار سے اس کے وجود کی نفی کرتا ہے تاکہ حس کی غلطی سے نکل جائے اور جہلِ مرکب (اپنی جہالت کو نہ جاننا) سے رہائی پائے اور اس کی بصیرت کی نگاہ میں ایک موجود (حق تعالیٰ) کے سوا نہ رہے اور اس تعالیٰ شانہ کی صفتِ خاص میں جو کہ وجود ہے کسی دوسرے کی شرکت نہ رہے ——— آپ نے لکھا تھا کہ اگر (نفی سے) مراد اُن معبودوں کی نفی ہے جن پر کفار کا اعتقاد ہے پس جبکہ باطل معبود نہ ہمارے ذہن میں ہیں اور نہ خارج میں تو ہمارے لئے یہ نفی اثبات کہنا کیا فائدہ رکھتا ہے؟ میرے مخدوم! اس کا فائدہ کفر سے برات اور شرک سے بیزاری اور ص ۳۶
ایمان کی تجدید اور توحید کا اثبات ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ لا الٰہ الا اللہ کہنے کے ساتھ اپنے ایمان کی تجدید کیا کرو۔ اس کے ہر دفعہ کہنے پر بہت سی نیکیاں اس کے نامۂ اعمال میں لکھ دی جاتی ہیں اور اس کے بہت سے گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں اور حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص نے لا الٰہ الا اللہ کہا اور مُس (کے مد) کو کھینچا اور دراز کیا تو اس کے چار ہزار کبیرہ گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں۔ اور اوپر گذر چکا ہے کہ اس راستہ کے سالکین زیادہ تر پہلے معنی (یعنی لا موجود) کے ساتھ تکرار کرتے ہیں ——— آپ نے لکھا تھا "اگر واقع میں باطل معبود موجود نہیں ہیں تو ان کی نفی کرنا تحصیلِ حاصل ہے (جو کہ جائز نہیں ہے) اور اگر موجود ہیں تو اس کے نفی کرنے سے نفی نہیں ہوتے اور جو نفس الامر (حقیقت) میں موجود ہو وہ معدوم نہیں ہوتا اور اسی طرح جو نفس الامر میں معدوم ہو وہ موجود نہیں ہوتا" میرے مخدوم! یہ شبہ اس صورت میں (ہو سکتا) ہے جبکہ ہم لا الٰہ سے لا موجود مراد لیں اور معبودوں کے وجود کی نفی کریں لیکن اگر ان کے عبادت کا مستحق ہونے کی نفی کریں اور کلمہ طیبہ کے معنی لا مستحق للعبادۃ و لا معبود بالحق الا اللہ [عبادت کا مستحق اور معبود برحق اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں] کہیں جیسا کہ علماء نے کہا ہے تو کوئی شبہ وارد نہیں ہوتا ———
اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "نفس الامر میں جو موجود ہے وہ معدوم نہیں ہوتا اور جو معدوم ہے وہ موجود نہیں ہوتا" یہ دونوں مقدمے قابلِ تسلیم نہیں ہیں اور اسلامی اصول پر درست نہیں آتے، یہ حکما کا مذہب ہے جب کہ اس کے مقام میں تحقیق کی گئی ہے۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ و علیٰ آلہ من الصلوات والتسلیمات افضلہا و اکملہا۔

www.maktabah.org

مکتوب ۸

خواجہ عبداللہ اسلام خانی کے نام صادر فرمایا۔ اس قول لاابد کہ لاالہ الا اللہ جو کہ سالک کے وجود کی نفی کرنے والا ہے کے معنی اور آیت کریمہ کَیْ نُسَبِّحَكَ كَثِيرًا وَّنَذْكُرَكَ كَثِيرًا جو کہ ذاکر کے وجود کو ثابت کرنے والی ہے کے معنی میں تطبیق دینے کے متعلق ان کے سوال کے حل میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ آپ نے لکھا تھا کہ اکابر کے کلمات میں آیا ہے مَا قَالَ اللّٰهَ اِلَّا اللّٰهُ [اللہ نہیں کہتا مگر اللہ] اور لَا يَذْكُرُ اللّٰهَ اِلَّا اللّٰهُ [اللہ کا ذکر نہیں کرتا مگر اللہ] وغیرہ سے ذاکر کے وجود کی نفی مفہوم ہوتی ہے اور آیہ کریمہ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ [اور اپنے رب کو یاد کر جب تو بھول جائے] اور آیہ کریمہ کَیْ نُسَبِّحَكَ كَثِيرًا وَّنَذْكُرَكَ كَثِيرًا [تاکہ ہم بکثرت تیری پاکی بیان کریں اور بکثرت تجھے یاد کریں] سے ذاکر کا وجود ثابت (ہوتا) ہے (ان دونوں میں) تطبیق کس طرح ہوگی۔ آپ جان لیں کہ بندہ سیر و سلوک کے ذریعے حق (تعالیٰ) ہرگز نہیں ہو جاتا اور کسی وقت میں (بھی) وہ قید امکانی سے رہائی نہیں پاتا ہے

سیہ روئی ز ممکن در دو عالم جدا ہرگز نہ شد واللہ اعلم

[ممکن سے اس کی روسیاہی دونوں جہان میں ہرگز جدا ہونے والی نہیں واللہ اعلم] لیکن سالک محویت و فنائیت کے وقت میں اپنے تعینِ امکانی کو وجودِ حقانی کے ساتھ متحقق اور اس تعالیٰ شانہٗ کے اخلاق کے ساتھ متصف پاتا ہے اور عبادات و اذکار وغیرہ میں اپنے وجود کو درمیان میں نہیں دیکھتا اور لَا مَذْكُوْرَ اِلَّا اللّٰهُ وغیرہ (کلمات) کو زبان پر لاتا ہے پس یہ معاملہ سالک کے شہود میں ہے اور بس ع

کسے کو در خدا گم شد خدا نیست [جو شخص کہ خدا میں گم ہو وہ خدا نہیں ہے]

پس جو کچھ (محولہ بالا) آیہ کریمہ سے معلوم (ہوتا) ہے حقیقت اور نفس الامر ہے اور یہ جو اکابر کے کلام میں آیا ہے مَا قَالَ اللّٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یہاں اللہ سے مراد مرتبہ وجوب ہے جو کہ اسماء و صفات اور شیونِ اعتبارات جامع ہو اور فنا و بقا ان مراتب میں ہے اور جو کچھ آیات قرآنی میں آیا ہے اس سے مراد مرتبہ ذات ہے پس مرتبہ صفات و اعتبارات میں جو کہ سالک کے وجود کی نفی (ہوتی) ہے (اس لئے) فنا و استہلاک کے اعتبار سے مَا قَالَ اللّٰهَ اِلَّا اللّٰهُ صحیح و درست ہے اور مرتبہ ذات میں اعتبارات میں سے کسی اعتبار کا لحاظ کئے بغیر فنا و بقا متصور نہیں ہے اس لئے ذاکر کو اس مقام میں مذکور کے ساتھ دوئی کی نسبت (ہوتی) ہے اگرچہ وہ اپنے اصول کے ساتھ فنا و بقا پاچکا ہو پس یہاں وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اور کَیْ نُسَبِّحَكَ صادق آئے گا۔

www.maktabah.org

مکتوب ۹

قاضی عنایت اللہ کے نام ضروری نصیحتوں اور طریقۂ عالیہ کی تعلیم میں تحریر فرمایا جو انہوں نے حضرت ایشاں سے غائبانہ طلب کیا تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ العلی الاعلیٰ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد و آلہ کما یحری۔ امابعد گرامی نامہ جو آپ نے اس مسکین کے نام ارسال کیا تھا اس کے صادر ہونے سے مسرور و مشرف ہوا، میرے مخدوم! حق جل و علا کے ماسوا کی محبت شدید ترین امراضِ قلبیہ میں سے ہے اس کے ازالہ کی فکر کرنا اہم ضروریات میں سے ہے۔ ع

در خانہ اگر کس است یک حرف بس است [اگر گھر میں کوئی ہے تو اس کے لئے ایک حرف کافی ہے]

آپ کا مکتوب شریف پہنچنے اور مطالعہ کرنے کے بعد گم ہو گیا اس کے جواب میں توقف اسی لئے ہوا کہ جس وقت بھی مل جائے دوبارہ نظر ڈالنے کے بعد اس کا جواب لکھا جائے ابھی تک نہیں ملا ہے اس لئے مجبوراً چند کلمے سے کے ساتھ تکلیف دی جا رہی ہے۔ آپ نے شوق کا اظہار کیا تھا اور دردِ طلب کی خبر دی تھی، اس شوق کو نعمتِ عظمیٰ جانیں اور اس درد کو سرمایۂ سعادت تصور فرمائیں۔ کسی بزرگ نے کہا ہے کہ اگر وہ (اللہ تعالیٰ) دینا نہ چاہتا تو طلب نہ دیتا۔ حق سبحانہ اس شوق کی آگ کو بھڑکائے اور شعلۂ طلب کو سربلند کرے تاکہ ما سوی اللہ سے بالکل بیگانہ کر دے اور بے فائدہ غم و الم سے پوری طرح رہائی دلا دے۔

آپ نے طریقہ کی خواہش کی تھی۔ میرے مخدوم! کام کا مدار ہمارے طریقہ میں صحبت پر ہے پیرِ کامل کی صحبت و توجہ سے طالبِ صادق ترقیات حاصل کرتا ہے اور مدارجِ قرب میں عروج کرتا ہے یہ معاملہ نامہ و پیام سے درست نہیں ہوتا، بہرحال طریقہ لکھا جاتا ہے عمل میں لائیں خالی رہنے سے بہتر ہے، ؎

گر ندارم از شکر جز نام بہر   زیں بسے بہتر کہ اندر کام زہر

[اگر میں شکر سے سوائے نام کے کچھ حصہ نہیں رکھتا تو اس سے کہیں زیادہ بہتر ہے کہ میرے حلق میں زہر ہو]

آپ جانیں کہ اس راستہ کی پہلی شرط توبہ ہے توبہ کریں اور کہیں، اے اللہ! جو گناہ و قصور مجھ سے سرزد ہوئے ہیں دانستہ طور پر ہوئے ہوں یا نادانستہ طور پر میں نے اُن سب سے توبہ کی اور (آپ کی طرف) رجوع کیا اور تین بار یہ استغفار پڑھیں أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ الَّذِيْ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ وَأَتُوْبُ إِلَيْهِ[1]

---

[1] حدیث شریف میں ہے کہ جس نے یہ کلمہ پڑھا اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اگرچہ اس کے گناہ سمندر کے جھاگ کی مانند ہوں حصن حصین مختصراً

www.maktabah.org

اس کے بعد زبان کو تالوے لگالیں اور ہونٹوں کو بند کرلیں اور قلبِ صنوبری کی طرف جو کہ قلب کی حقیقتِ جامعہ کا آشیانہ ہے اور اس کا مقام بائیں پہلو میں بائیں پستان کے نیچے ہے متوجہ ہوجائیں اور دل کی زبان سے لفظ مبارک اللہ اللہ کی تکرار کریں جس طرح کہ دل میں کوئی بات گزارتے ہیں اس ذکر میں سانس نہ روکیں اور نہ ذکر میں سانس کا دخل ہونے دیں اور سانس اپنے طور پر آتا رہے اور زبان کو ہرگز حرکت نہ دیں اور اس ذکر پر ہمیشگی کریں، بیٹھتے اٹھتے، کھاتے، سوتے کی حالت میں اور وضو ہو یا نہ ہو، ہر وقت ذکر کرتے رہیں، بزرگوں نے کہا ہے "دست بکار دل بیار" (ہاتھ کام میں اور دل یار میں ہو) مولیٰ (جل شانہ) کا محلِ نظر دل ہے، دل کو پاک رکھنا چاہئے اور حق سبحانہٗ کے ماسوا کی طرف متوجہ ہونے سے بے تعلق کردینا چاہئے ؎

٣٩ ذکر گو ذکر تا ترا جان ست   پاکیٔ دل ز ذکرِ رحمان ست

[جب تک تیری زندگی ہے ہر وقت ذکر کرتا رہ، دل کی پاکیزگی رحمٰن (اللہ تعالیٰ) کے ذکر سے حاصل ہوتی ہے]

والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الھدیٰ۔

مکتوب ۱۰

مرزا لطیف بخاری کے نام ذکر کی مداومت پر ترغیب دینے اور فنائے قلبی حاصل کرنے پر تحریص دلانے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ العلی الاعلیٰ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد سید الوریٰ وعلیٰ آلہ وصحبہ البررۃ التقی، اس نواح کے فقراء کے احوال و اطوار حمد کے لائق ہیں امید ہے کہ آں عزیز گرامی بھی سلامت و عافیت سے رہ کر شریعتِ عالیہ و سنتِ منورہ کے راستہ پر استقامت و ملازمت رکھتے ہوں گے اور پوست سے مغز کی طرف آرہے ہوں گے اور لفظ سے معنی کی طرف مائل ہوں گے کسی نے خوب کہا ہے ؎

قومے ز وجودِ خویش فانی   رفتہ ز حروف در معانی

[ایک قوم اپنے وجود سے فانی (بے خبر) ہے وہ حروف سے معانی کے اندر چلی گئی ہے]

اوقات کو ذکر و فکر سے معمور رکھیں اور مولائے حقیقی جل شانہ کی خوشنودیوں کو حاصل کرنے میں جان لگا کر کوشش کریں اور فرصت کو غنیمت جانیں اور آخرت کا زادِ راہ تیار کریں۔ قلبی ذکر پر اس قدر مداومت

www.maktabah.org

نزدیک کردے ضرور دل جملہ ذرات کی ... ہی صفت ہو جائے۔ نفی کرتے رہے یہاں تک کہ نفی نہ ہو جیسا کہ سنت نوٹ ماسوا کی صحبت ہے ورد کیجئے خوب مانند کی صحبت ہے اور دل کو ماسوا کی ... تعلق حاصل ہو جائے دل اس تعالیٰ شانہٗ سے، ہو اگر اس ترتیب بعد دل کو تکلف کے ساتھ بھی ماسوی اس کو یاد دلائیں تو یاد نہ آئے اس حالت کو فنائے قلبی سے تعبیر کیا جاتا ہے اور (یہ) منازل وصول کی پہلی منزل ہے ع

این کار دولت است کنون تا کرا دہند　　(یہ نصیب کی بات ہے دیکھئے کس کو دیتے ہیں)

میرے مخدوم! بدیں اصلاح آثار وتقوی شعار شیخ عبد الرحمٰن عزیز ... اور دلی دوستوں میں سے ہیں مشارٌ الیہ کے حال پر جسقدر رعایت وعنایت فرمائیں گے اسی قدر ہم فقرا کی خوشی کا سبب ہوگا۔

مکتوب ۱۱

ملا اقبال لاہوری کی طرف بعض ضروری نصائح کے بیان میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ اجازت کی بعض اقسام مجاز کے کمال پر موقوف نہیں ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ رب العالمین الحمد علی کل حال والصلوٰۃ والسلام الاتمان الاکملان علی سید المرسلین وخاتم النبیین وآل کل وسائر الصالحین۔ گرامی نامہ جو آپ نے محبت کے باعث ارسال فرمایا تھا اس نے پہنچ کر مسرور کیا، اسی طرح اپنے حالات لکھتے رہا کریں کہ یہ غائبانہ توجہ کا ذریعہ ہے، آپ نے اپنی سرگذشت ومقدمات طلب اور اوہام وسواس کا ہجوم اور پھر ہجوم کی کمی ہو جانے اور ذکر کی حلاوت اور شوق وذوق کے ظہور کے بارے میں جو کچھ لکھا تھا یہ سب امور واضح ہوئے، کسی نے خوب کہا ہے ؂

بوصلش تا رسم صد بار از پا افگند شوقم　　کہ نو پروازم وشاخ بلند است آشیان ارام

[اس کے وصل تک رسائی سے پہلے میرا شوق مجھ کو سینکڑوں بار پاؤں پر گرا دیتا ہے کیونکہ میں نیا نیا اڑنے والا ہوں اور ایک بلند

جب آپ اس راستہ میں آئے ہیں تو مردانہ وار آئیں اور طلبگاری کے لوازم کو بجا لائیں اور شریعت منورہ کے مضبوط حلقے کو ہاتھ سے نہ دیں، سنن نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کو خوب مضبوط پکڑیں، بدعت اور بدعتی کی صحبت سے بچتے رہیں اور کمر ہمت کو مولائے حقیقی جل سلطانہ کی اطاعت میں کس لیں اور اس تعالیٰ شانہٗ کی بارگاہِ قدس کی جانب دائمی توجہ پیش قدمی کو بہت بڑی نعمت جانیں وسعتِ مطلقہ میں فانی ومضمحل ہونے کو سب سے بڑا مقصد شمار کریں اور جو کچھ اس نعمت کا مانع ومنافی ہو اس سے

www.maktabah.org

سے شغل کو نہ چھوڑ بیٹھیں اور شیوخ (پیروں) کی محبت و اطاعت پر استقامت رکھیں کیونکہ اس راستہ کا مدار اسی پر ہے، بزرگوں نے کہا ہے کہ فنا فی الشیخ فنا فی اللہ کی تمہید ہے۔ جس قسم کی اجازت آپ کو دی گئی ہے اس کے موافق عمل کریں، اس قسم کی اجازت اس لئے (دی گئی) ہے تاکہ چند اشخاص ایک جگہ بیٹھ کر ذکر میں مشغول رہیں ہمارے طریقہ میں تنہا بیٹھنے سے یہ روش بہتر ہے تاکہ ایک دوسرے کا فیض آپس میں ایک دوسرے پر منعکس ہو، اس قسم کی اجازت مجاز لہٗ (جس کو اجازت دی گئی ہے) کے کمال پر موقوف نہیں ہے، صرف استعداد ہے کہ وہ سرِ حلقہ ہو جاتا ہے، اس ضمن میں خود اس کی تربیت بھی ہے اور اس کے مریدوں کی تربیت بھی۔ حق سبحانہٗ کمال (کامل ہونے) و اکمال (کامل کرنے) کے درجات میں ترقیاں عطا فرمائے اور خود بینی و خود ستائی سے رہائی عطا کرے والسلام علیکم و علیٰ سائر من اتبع الهدیٰ والتزم متابعة المصطفیٰ علیه و علیٰ آله الصلوات والتسلیمات والبرکات العلیٰ،

مکتوب ۱۲

حافظ محمد شریف لاہوری کے نام نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حمد و صلوٰة اور تبلیغ دعوات کے بعد عرض ہے کہ اس نواح کے احوال و اطوار حمد کے لائق ہیں اور اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ سے آپ کی عافیت اور حضور انور علیہ الصلوٰة والسلام والتحیة کی شریعتِ عالیہ و سنتِ منورہ کے طریقے پر استقامت کے لئے دعا کی گئی ہے پس بیشک یہ (شریعت و سنت کا طریقہ) ہی کام کی اصل اور نجات کا مدار ہے اور اس کے علاوہ بے فائدہ رنج و تکلیف اٹھانا ہے، حالات لکھتے رہا کریں اور آخرت کا زادِ راہ تیار کریں اور صبح کی گریہ و زاری کو غنیمت جانیں اور بہت بہتر ہیں، مَنِ اسْتَوٰی یَوْمَاهُ فَهُوَ مَغْبُوْنٌ، [جس شخص کے دو دن یکساں حالت میں گذریں وہ خسارے میں ہے] دوستوں کو سلامتی خاتمہ کی دعا کے ساتھ یاد کریں۔ والسلام علیکم و علیٰ سائر من اتبع الهدیٰ والتزم متابعة المصطفیٰ علیه و علیٰ آله الصلوات والتسلیمات والبرکات العلیٰ۔

مکتوب ۱۳

نیز حافظ محمد شریف لاہوری کے نام نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حمد و صلوٰة اور تبلیغ دعوات کے بعد عرض ہے کہ مکتوب شریف جو آپ نے ان دنوں میں ارسال کیا تھا پہنچ کر مسرت کا باعث ہوا، ہمیں بھی کے ساتھ رہیں اور ہمیشہ ترقی میں رہیں

www.maktabah.org

مَنِ اسْتَوٰی یَوْمَاہُ فَھُوَ مَغْبُوْنٌ [جس شخص کے دو دن یکساں حالت میں گذریں وہ خسارے میں ہے] چونکہ ان اکابر کے ساتھ آپ کی نسبت مضبوط ہے اس لئے بہت سی امیدیں ہیں۔ مختصر یہ ہے کہ جو اس وقت حاصل ہے اس کو فخر کے ساتھ قائم رکھیں اور اس کا شکر بجا لائیں، لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ [اگر تم شکر کروگے تو ضرور میں تمہیں اور زیادہ دونگا] اور جو کچھ اُدھار ہے اس کے حاصل ہونے کے منتظر رہیں فَاِنَّ الْمَرْءَ مَعَ مَنْ اَحَبَّ [پس بیشک آدمی اس کے ساتھ ہے جس کے ساتھ وہ محبت کرتا ہے] صبح کے وقت کی گریہ وزاری کو غنیمت جانیں اور آخرت کے لئے زادِ راہ تیار کریں، جَآءَتِ الرَّاجِفَۃُ تَتْبَعُھَا الرَّادِفَۃُ جَآءَ الْمَوْتُ بِمَا فِیْہِ جَآءَ الْمَوْتُ بِمَا فِیْہِ[1] [ہلادینے والی چیز صور اسرافیل کی پہلی پھونک آگئی جس کے بعد ایک پیچھے آنے والی چیز (دوسری پھونک) آجائیگی تو پوری طرح آگئی موت ان چیزوں کے ساتھ آگئی جو کہ اس میں ہیں] دوستوں سے سلامتیٔ خاتمہ کی دعا کی امید کی جاتی ہے۔ والسلام

مکتوب ۱۲ ۳۲

اسلام خان کے نام عشق کے اسرار اور اس کے خواص کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ العلی الاعلیٰ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ المجتبیٰ وعلیٰ سائر عبادہ الذین اصطفیٰ، التفات نامۂ گرامی جو آپ نے بذریعہ ڈاک چوکی ارسال کیا تھا پہنچا چونکہ آں شفیق (آپ) اور آپ کے متعلقین کی سلامتی کی اطلاع دینے والا تھا بہت زیادہ خوشی کا باعث ہوا، آپ نے (میری طرف سے) کم خطوط بھیجے جانے کی شکایت کا اظہار کیا تھا میرے مکرم! فقیر اس معاملے میں بہت کاہل ہے، اس کے علاوہ اُس نواح کی طرف جانے والے بھی کم ہیں (امید ہے کہ معذور رکھیں گے اللہ جل شانہ ایسا کرے کہ تعلقات میں کوئی کوتاہی اور محبتوں میں کوئی کمی آئی ہو بلکہ جسقدر زمانہ طویل ہوتا جائے گا امید ہے کہ باطنی تعلق بڑھتا جائے گا اور مہینوں کے گذرنے کے ساتھ شوق کی آگ مشتعل ہوتی جائے گی اور محبت کی شراب جوش میں آتی جائے گی ع

شرابِ کہنۂ ما لذتِ دگر دارد [ہماری پرانی شراب اور ہی لذت رکھتی ہے]

اگرچہ کُلُّ جَدِیْدٍ لَذِیْذٌ [ہر نئی چیز لذیذ ہوتی ہے] (مشہور مقولہ ہے) لیکن شوق و محبت جس قدر پرانا اور جتنا زیادہ دیرینہ ہوتا ہے وہ کچھ اور ہی نشہ لاتا ہے اور بے اندازہ ثمرات بخشتا ہے، حبِّ قدیم ہی ہے کہ جس نے وجود و ایجاد کی سلسلہ جنبانی کی ہے اور عشقِ دیرینہ ہی ہے کہ جس نے عاشق کو معشوق سے جدا کردیا ہے؟

[1] یہ ایک حدیث کا ٹکڑا ہے جو مشکوٰۃ شریف باب البکاء میں بروایت ترمذی ﴿ی بن کعب رضی اللہ عنہ مروی ہے۔

www.maktabah.org

اور شوقِ ازلی ہی ہے کہ جس نے اشدِ شوق کو معشوق کی طرف منسوب کر دیا ہے اور حادث کے شوق پر غالب آگیا ہے، عجیب معاملہ ہے عشق اگرچہ ظہور و اظہار کا سبب ہو گیا ہے اور (اس نے) کثرت کو وحدت سے نمایاں کر دیا ہے، کثرت کے نیست ہونے کا ذریعہ اور عاشق کے معشوق میں مستہلک و فنا ہونے کا وسیلہ بھی عشق ہی ہے، عَرَفْتُ رَبِّي بِجَمْعِ الْأَضْدَادِ [میں نے اپنے رب کو اضداد کے جمع ہونے سے پہچانا] ع

در عشق چنیں بو العجبیہا باشد [عشق میں ایسی عجیب باتیں ہوتی ہی ہیں]

دوئی کا ظہور ذاتِ عشق کا مقتضی ہے کیونکہ (عشق نسبت ہے اور) نسبت کو دو (منتسِب و منتسَب) کے وجود سے مفر نہیں ہوتا اور محبت مُحِب اور محبوب کے بغیر صورت پذیر نہیں ہوتی اور دوئی کا مٹانا محبتِ عشق کا تقاضا ہے کہ منتسبین میں سے ایک (یعنی عاشق) کے ساتھ قائم ہے یا ہم کہتے ہیں کہ معشوق کا عشق دوئی کو ثابت کرنے والا ہے اور عاشق کے وجود کو چاہتا ہے اور عاشق کا عشق عاشق کی محویت (مٹ جانے) کا سبب اور دوئی کی نفی کرنے والا ہے، عاشق کی کمال درجے کی فنا و محویت معشوق کے جذب کے بغیر صورت پذیر نہیں ہوتی پس اس بارے میں بھی عمدہ چیز معشوق کا عشق آیا ہے، کسی نے خوب کہا ہے ؎ ص ۳۲

ادائے حقِ محبت عنایتے ست ز دوست
وگرنہ عاشقِ مسکیں بہیچ خورسند ست

[دوست کی مہربانی ہے کہ وہ محبت کا حق ادا کرتا ہے ورنہ اگر وہ کچھ بھی (محبت کا حق ادا) نہ کرے تو عاشقِ مسکین پھر بھی خوش ہے]

والسلام علیکم وعلی سائر من اتبع الہدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات والبرکات والتحیات العلیٰ۔

مکتوب ۱۵

نیز اسلام خان کے نام اس بیان میں تحریر فرمایا کہ آدمی کے لئے غور کرنا ناگزیر ہے کہ کل (قیامت) کے لئے کیا تیار کیا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ اضعاف ما حمدہ جمیع خلقہ والصلوۃ والسلام علیٰ حبیبہ محمد خیر خلقہ وعلیٰ آلہ وصحبہ الذین اقاموا الدین واحیوا السنۃ من خلفہ۔ اس نواح کے فقراء کے احوال و اطوار حمد کے لائق ہیں اللہ تعالیٰ سے آپ کی ظاہری و باطنی سلامتی و استقامت کے لئے دعا کی گئی ہے اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ [اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور ہر شخص کو یہ دیکھنا چاہئے کہ اس نے کل (قیامت) کے لئے کیا آگے بھیجا ہے] ۵۹/۱۸ پس ہر شخص کیلئے ضروری ہے کہ اپنے انجامِ کار اور نقدِ روزگار میں غور کرے اور خوب اچھی طرح دیکھے کہ روزِ موعود

www.maktabah.org

(قیامت کے دن) کے لئے کہ جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے[1] اس نے کیا (سامان) تیار کیا ہے اور (یہ بھی دیکھے کہ) اس کی نیکیوں میں سے کونسی قبولیت کے قابل اور کونسی رد و ملامت کے لائق ہیں، حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے آدمی کو عبث و بیکار نہیں پیدا کیا ہے[2] اور اس کو اس کی مرضی پر نہیں چھوڑ دیا ہے کہ جو سمجھے کرے اور جس طرح چاہے زندگی گذارے، اس کی پیدائش کا مقصود وظائف بندگی کی ادائیگی[3] اور فنا و نیستی کا حاصل کرنا ہے جو کہ معرفت کا حاصل ہے جس عبادت کے درمیان میں عابد کا وجود ہے وہ عبادت بارگاہِ قدس کے لائق نہیں ہے (اس بارگاہ میں) بالکل خالص دین[4] چاہتے ہیں اور شرکت پر راضی نہیں ہیں اور نفس کی دشمنی و مخالفت طلب کرتے ہیں اور ہم بوالہوس خواہشاتِ نفس کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور لذاتِ عاجلہ (دنیاوی مزوں) کی تکمیل میں کوشاں ہیں افسوس ہیہ افسوس، وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ[5] [اور اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے] دوستوں سے دعائے سلامتیٔ خاتمہ کی امید کی جاتی ہے، والسلام علیکم و علیٰ سائر من اتبع الھدیٰ۔ ف۳

مکتوب ۱۶

محمد صادق پسر نصیر خان کے نام اُن کے سوالوں کے جواب اور اُن لوگوں کے رد میں کہ جو مسندِ مشیخت پر بیٹھ گئے اور گمراہی کے مہلک جنگل میں پھنس گئے ہیں اور اُن کے اعتقادات شریعتِ منورہ کے موافق نہیں ہیں اور وحدتِ وجود کی تحقیق اور کلمۂ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کے فوائد اور اس کے مناسب بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، الحمد للہ اضعاف ما حمدہ جمیع خلقہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ افضل الرسل و خیر خلقہ محمد و علیٰ آلہ و اصحابہ الذین اقاموا الدین و حافظوا علیہ من خلفہ، اما بعد، مکتوبِ مرغوب جو آپ نے محبت کے باعث بھیجا تھا اس نے پہنچ کر مسرور کیا اور چونکہ وہ احباب کی عافیت و استقامت پر مشتمل تھا اس لئے اس نے خوشی میں اضافہ کیا اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے کہ آپ ہم فقرا کی محبت سے خالی نہیں ہیں اور کسی نہ کسی طریقے سے یاد کر لیتے ہیں۔ آپ نے اس علاقے کے رہنے والے بعض لوگوں کے حالات لکھے تھے اور اُن کے کچھ اعتقادات بیان کئے تھے واضح ہوئے۔ آپ نے لکھا تھا کہ (اس علاقے میں) توحید کا بہت چرچا ہے وہ لوگ ہمہ اوست کہتے ہیں اور اسم ذات (لفظ اللہ) کو کہتے ہیں کہ اسم کل ہے،

---

[1] سورۂ معارج کی آیت فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ کی طرف اشارہ ہے۔ [2] اللہ تعالیٰ کا ارشاد اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا کی طرف اشارہ ہے [3] اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ہ [4] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ہ [5] سورت ۱۶ آیت ۳۳

www.maktabah.org

(یعنی تمام موجودات اور تمام عوالم کا اسم ہے) جیسا کہ اسم زید کہ جو کچھ زید میں ہے اور جو زید کا وجود ہے (یہ) سب علیحدہ اسم رکھتا ہے، پس زید کہاں ہے ہر عضو کا اسم (نام) جدا ہے اور زید کسی جگہ نہیں ہے اسی طرح یہاں بھی کہتے ہیں کہ حق سبحانہ وتعالیٰ اسی طرح پر تمام اشیاء میں ظاہر ہوا ہے اور ہمیشہ اسی طرح سے ہوا ہے اور ہونا رہے گا پس اگر ہم ہر چیز کو اللہ کہیں تو جائز ہوگا کیونکہ فنائے مطلق نہیں ہے مگر وجودِ موہوم کے ظاہر کے اعتبار سے ہے۔" میرے مخدوم! ان عبارات کا حاصل وحدت کی نفی اور کثرت کا اثبات ہے جو کہ صوفیائے محققین کے مذہب کے خلاف ہے اور وجودِ مطلق کا وجودِ مقیدات میں منحصر ہونا (لازم آتا) ہے یعنی حق جل وعلا کے وجود کا ممکنات کے وجود میں منحصر ہونا ہے اور ص ۳۵
وجودِ تقیدات میں ہونے کے علاوہ مطلق کا کوئی وجود نہیں ہے اور اس کا باطل ہونا اظہر من الشمس ہے کیونکہ (اس سے) لازم آتا ہے کہ حق سبحانہٗ وجود اور تمام کمالات میں ممکن کا محتاج ہو جیسا کہ کلیِ طبعی کہ وہ افراد میں منحصر ہے اور اپنے وجود میں ان (افراد) کی محتاج ہے بلکہ اس ضمن میں واجب تعالیٰ کی نفی ہے اور یہ صریح کفر ہے پس البتہ وجودِ واجب تعالیٰ کو ممکنات کے وجود سے علیحدہ جاننا اور ثابت کرنا چاہیے اور مطلق کو مقیدات کے ماوراء سمجھنا چاہیے اور جاننا چاہیے کہ اس صورت میں وجودِ واجب و وجودِ ممکن میں دوئی کی نسبت پیدا ہو جاتی ہے اور اَلْاِثْنَانِ مُتَغَایِرَانِ [دو چیزیں مختلف ہوتی ہیں] قضیۂ مقررہ ہے، اور جب مختلف ہونا ثابت ہو گیا تو واجب و ممکن میں اتحادِ ذاتی ممکن نہ ہوا، یہ ایک سخت اشکال ہے جو کہ مسئلۂ وحدتِ وجود پر وارد ہوتا ہے کیونکہ اگر مطلق کو مقیدات میں منحصر کہتے ہیں تو کفر لازم آتا ہے جیسا کہ گذر چکا ہے اور اگر منحصر نہیں ہے اور علیحدہ وجود رکھتا ہے تو توحید و اتحاد نہ ہوا اور اگر یہ کہا جائے کہ دُوئی اس وقت ہوگی جبکہ عالم موجود ہو، عالم ان کے نزدیک وہم میں ہونے کے سوا نہیں ہے وہ لوگ کہتے ہیں کہ اعیان نے وجود کی بُو بھی نہیں سونگھی۔ (جواب) ہم کہتے ہیں کہ اس صورت میں اتحادِ ذاتی نہ ہوا اور ہمہ اوست نہیں کہہ سکتے (کیونکہ) موہوم کو موجود کے ساتھ کیا اتحاد ہے اور کونسی عینیت ہے اور (اگر) ہمہ اوست اس معنی میں کہا جائے کہ سب نیست ہیں (اور) موجود وہ تعالیٰ شانہٗ ہے تو درست وصحیح ہے لیکن اس صورت میں ہمہ اوست کہنا مجاز کے طور پر ہوگا نہ کہ حقیقت کے طور پر، جیسا کہ زید کی صورت کو جو کہ آئینہ میں منعکس ہوتی ہے مجاز کے طریق پر کہتے ہیں کہ یہ صورت عین زید ہے (یا یہ کہا جائے) کہ میں نے زید کو آئینے میں دیکھا۔ مختصر یہ ہے کہ کسی شے کے ظہورات وعکوس کو تشبیہ و تنظیر کے طریق پر عین شئ کہہ سکتے ہیں نہ کہ حقیقت ونفس الامر کے طریق پر مگر یہ کہ اصطلاح اس معنی پر مقرر کریں جو کہ بحث سے خارج ہے جیسا کہ شیر کو گدھا کہیں اور اصطلاح مقرر کر لیں حقیقت میں شیر شیر ہے اور گدھا گدھا ہے، اصطلاح کے ساتھ

www.maktabah.org

شیر گدھا نہیں ہوجاتا۔ اور یہ جو بعض اکابر نے کہا ہے کہ ہمہ اوست اس معنی میں نہیں ہے کہ مطلق نزول کرکے مقیدات میں منحصر ہوگیا ہے اور تنزیہ (نزول کرکے) تشبیہ ہوگیا ہے اور مرتبہ تنزیہ نہیں رہا ہے' ایسا ہرگز نہیں ہے ۳۶
کہ اکابر کی مراد یہ ہو، تَعَالَی اللّٰهُ عَمَّا ذٰلِكَ عُلُوًّا كَبِيْرًا [اللہ تعالیٰ (کی شان) اس بات سے بہت ہی زیادہ بلند ہے] بلکہ اس معنی میں ہے کہ تمام اس کے ظہورات ہیں جیسا کہ شیخ محی الدین ابن عربیؒ جو کہ توحید وجودی والوں کے سردار ہیں اور ان کے متبعین کی کتابوں اور رسالوں میں یہ معنی واضح و نمایاں ہیں اور اس معنی پر اشکال وارد نہیں ہوتا۔ اور یہ جو اُن (اس علاقے کے) لوگوں نے کہا ہے کہ "ہمیشہ اسی طرح سے رہا ہے اور ہوتا رہیگا" یہ بات عالم کے قدیم ہونے کا قول ہے اور یہ کفر ہے اور اشیا کے فنا ہونے کا انکار ہے کہ جس کے بارے میں
قرآن مجید کہتا ہے: كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ [ہر چیز ہلاک (فنا) ہونے والی ہے سوائے اُس (تعالیٰ شانہٗ) کی ۲۸/۸۸
ذات کے] وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ [اور صور پھونکا جائیگا پس جو آسمانوں اور زمین میں وہ سب بیہوش ہوجائیں گے] ۳۹/۶۸

اور آپ نے لکھا تھا کہ: (اس علاقے کے) لوگ (بعث بعد الموت اور قیامت کا انکار کرتے ہیں البتہ) بعث (مرنے کے بعد اٹھائے جانے) کو اس طرح کہتے ہیں کہ: یہ وجود خاک سے (پیدا ہوا) ہے پھر خاک ہوجائے گا اور خاک سے گھاس اُگے گی اور گھاس کو حیوانات کھائیں گے اور اُن (حیوانات) کا گوشت کوئی شخص کھائے گا اس سے نطفہ بنے گا اور نطفے سے پھر آدمی پیدا ہوگا اور وہ لوگ قیامت اسی کو کہتے ہیں"۔ آپ جان لیں کہ یہ حشر و نشر اور روزِ قیامت کا انکار ہے جو کہ کفر و الحاد و زندقہ ہے اور اُن احادیث و نصوص قرآنی کا انکار ہے جن میں یہ آیا ہے کہ قیامت ضرور آنے والی ہے اور مُردے قبر سے اٹھیں گے اور اگلے پچھلے سب لوگ ایک معین جگہ پر جمع ہوں گے اور حساب و کتاب پیش آئے گا، میزان (ترازو) قائم ہوگی پل صراط نصب کیا جائے گا، پرہیزگار مومنین اس سے گذریں گے اور بہشت میں جائیں گے اور کافر دوزخ میں گر پڑیں گے اور دائمی عذاب میں گرفتار رہیں گے، اس دن کا انکار صریح کفر ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے: فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً
فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ وَّالْمَلَكُ عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا وَيَحْمِلُ
عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَات [پھر جب صور میں ایک بار پھونک ماردی جائے گی اور ۶۹/۱۳ تا ۱۷
زمین اور پہاڑ اٹھائے جائیں گے پھر دونوں ایک ہی دفعہ میں ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے تو اس دن وہ ہونے والی چیز ہوجائیگی اور آسمان پھٹ جائے گا اور وہ اس روز بالکل کمزور ہوگا اور فرشتے اس کے کناروں پر آجائیں گے اور آپ کے پروردگار کے عرش کو اس روز آٹھ فرشتے اُٹھائے ہوئے ہوں گے]۔

www.maktabah.org

آپ نے لکھا تھا کہ "یہ (اس علاقے کے) لوگ کہتے ہیں کہ نماز ظاہر بین لوگوں کے لئے ہے اور ذکرِ قلبی اور دیگر عبادات پاکیزہ وجود والوں (خواص) کے لئے ہے ورنہ انسان اور تمام اشیاء ایسی عبادت میں مشغول ہیں جو ظاہری عبادت کے علاوہ ہے اگرچہ وہ خود واقف نہ ہوں (کہ وہ عبادت کر رہے ہیں) اور شریعت کو آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم نے ناقص عقل والوں کے لئے رواج دیا ہے تاکہ کوئی فساد برپا نہ ہونے پائے" (نعوذ باللہ) میرے مخدوم! جو شخص کہ نماز اور باقی تمام احکامِ شرعیہ کو ایسا کہتا ہے یہ اس کی جہالت اور عقل کی کمی سے ہے، نماز وہ ہے کہ جس کو پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کا ستون فرمایا ہے جس شخص نے اس کو قائم کیا اس نے دین کو قائم کیا اور جس شخص نے نماز کو ڈھایا (چھوڑا) اس نے اپنے دین کو ڈھایا اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کو مومن کی معراج فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد ہے: اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِ اور آپ نے اپنی راحت نماز میں سمجھی ہے اور (اپنی) آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں فرمائی ہے جیسا کہ فرمایا ہے اَرِحْنِیْ یَا بِلَالُ [اے بلال! (اذان دیکر) مجھے راحت دو] اور قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ [میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے] جو قربِ (حق) نماز ادا کرنے کے وقت ہوتا ہے وہ نماز کے باہر نہیں ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے اَقْرَبُ مَا یَکُوْنُ الْعَبْدُ اِلَی الرَّبِّ فِی الصَّلٰوۃِ [بندہ اپنے رب سے سب سے زیادہ قریب نماز میں ہوتا ہے] اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ بندہ اور خدا جل و علا کے درمیان جو حجاب ہے وہ نماز میں اٹھا دیا جاتا ہے، نیز وارد ہوا ہے، اَلسَّاجِدُ یَسْجُدُ عَلٰی قَدَمِ اللّٰہِ فَلْیَسْجُدْ وَلْیَرْغَبْ [سجدہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کے قدموں پر سجدہ کرتا ہے پس چاہیے کہ سجدہ کرے اور رغبت کے ساتھ سجدہ کرے] الغرض جو کمال بھی ہے احکامِ شرعیہ کی ادائیگی سے وابستہ ہے اس کے علاوہ ضلالت و گمراہی ہے فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ [پس حق کے علاوہ جو کچھ ہے وہ گمراہی ہے] قرآن مجید و احادیث نبوی علی مصدرہا الصلوۃ والسلام سب کے سب شرعی احکام ادا کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔ ۳۵

صراطِ مستقیم یہی ہے اس کے علاوہ تمام راستے شیطان کے راستے ہیں، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک دن) ہم لوگوں (کو سمجھانے) کیلئے ایک خط کھینچا پھر فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے پھر کئی خطوط اس خط کے دائیں اور بائیں کھینچے اور فرمایا یہ شیطان کے راستے ہیں ان میں سے ہر ایک راستہ پر شیطان بیٹھا ہوا ہے جو اپنی طرف بلاتا ہے اور آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ الآیہ [اور یہ میرا راستہ سیدھا ہے پس اس کی پیروی کرو] ۱۵۳ اس کو احمد، نسائی اور دارمی نے روایت کیا ہے۔ تمام انبیاء کے متفقہ اور تمام علماء کے مجمع علیہ قول کو غیر معقول لوگوں کے خیالات (باطلہ) کی بنا پر چھوڑا نہیں جا سکتا، شریعت کو ناقص عقل والے

www.maktabah.org

لوگوں کے لئے کہنا عین کفر و الحاد ہے اعاذنا اللہ سبحانہ وایاکم عن ھذا الاعتقاد [اللہ سبحانہ ہم اور آپ کو اس (بُرے) اعتقاد سے بچائے]

آپ نے لکھا تھا کہ "بعض کتابوں اور رسالوں سے اسقدر معلوم ہوا ہے کہ (عالَم) نہ وہ (حق تعالیٰ) ہے اور نہ اُس (حق تعالیٰ) کا غیر ہے اس بارے میں بھی حیرانی ہے کہ جب (عالَم) نہ وہ ہے اور نہ اس کا غیر ہے تو پھر کیا ہے حیرانی کا مقام ہے"؟ آپ جان لیں کہ اگر عالَم کو اسمائے الٰہی تعالیٰ کے مظاہر کہا جائے تو وہ اس کی عین ذات نہیں ہے اور یہ ظاہر ہے، اور مباین و مستقل کے معنی میں اس کا غیر بھی نہیں (یعنی عالَم حق سے مباین (جدا) بھی نہیں ہے اور وجودِ مستقل بھی نہیں رکھتا) اس لئے کہ اسماء و صفات
م ۳۵۰ چونکہ ذات کے ساتھ قائم ہیں (اس لئے) مباین نہیں ہیں اور اپنا مستقل وجود بھی نہیں رکھتے جیسا کہ زید کی صورت جو آئینہ میں منعکس ہوتی ہے اس کو کہہ سکتے ہیں کہ یہ صورت نہ عینِ زید ہے اور نہ غیرِ زید (پس حیرانی کا کیا مقام ہے)۔

آپ نے لکھا تھا کہ "حدیث شریف[1] میں اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ [بیشک اللہ تعالیٰ نے آدم (علیہ السلام) کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا ہے] وارد ہوا ہے پھر (اللہ تعالیٰ کو) بے چون و بے نظیر اور بے نمونہ بھی کہتے ہیں، حیرانی کا مقام ہے"۔ (جواب) میرے مخدوم! کوئی حیرانی کا مقام نہیں ہے، دین کی جو بات یقین و تواتر کے ساتھ ثابت ہو چکی ہے اس پر پختہ اعتقاد رکھنا چاہیئے اور اس قسم کے الفاظ کو ظاہری معنی سے پھیر دینا چاہیئے یا اس کے علم کو حق سبحانہٗ کے حوالے کر دینا چاہیئے اور جس اعتقاد پر اجماع ہو چکا ہو اس میں شبہ کو داخل نہیں کرنا چاہیئے (درحقیقت) حق تعالیٰ نے حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے کمالات سے آراستہ اور اپنی صفات سے متصف فرمایا ہے اور ان کو ایک کامل تر آئینہ بنایا ہے پس کچھ مشارکت و مشابہت آدم علیہ السلام کو حضرت حق سبحانہٗ کے ساتھ پیدا ہو گئی اگرچہ وہ مشابہت اسم میں ہو گی اور وہ مشارکت صورت میں ہو گی نہ کہ حقیقت میں مثلاً ممکن کے علم کی واجب تعالیٰ کے علم کے سامنے کیا حقیقت ہے اور اس کی قدرت کی اس تعالیٰ شانہٗ کی قدرت کے بالمقابل کیا حیثیت ہے اور اسی پر دوسری تمام صفات کو قیاس کر لیا جائے، پس اس صوری مشابہت اور اسمی مناسبت کے اعتبار سے مجاز اور تشبیہ کے طور پر اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ [بیشک اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر پیدا کیا] کہہ سکتے ہیں۔ یہاں لفظ عَلٰی صُوْرَتِہٖ میں ایک دقیق نکتہ ہے گویا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ مشارکت و مناسبت صورت و اسم میں ہے نہ کہ حقیقت میں، کیونکہ یہ کمالات و اوصاف جو کہ ممکن میں ہیں

---

[1] بخاری و مسلم میں یہ روایت ان الفاظ سے ہے: خلق اللہ آدم علی صورتہ۔

www.maktabah.org

اللہ تعالیٰ کی صفات و کمالات کے مقابلے میں اختلاف آثار کے اعتبار سے گویا ایک اور ہی حقیقت لیے مختلف ماہیت رکھتے ہیں، سوائے نام اور صورت کے اور کوئی شرکت نہیں ہے۔ مَا لِلتُّرَابِ وَرَبِّ الْاَرْبَابِ (چہ نسبت خاک را با عالم پاک)۔

آپ نے لکھا تھا کہ "(اس علاقہ کے لوگ) قرآن کو کہتے ہیں کہ معجزہ ہے"۔ (جواب) اگر اُن کی مراد یہ ہے کہ قرآن کے نازل کرنے سے مقصود معجزہ ہے نہ کہ اس کے سوا اور دوسری چیزیں کہ قرآن جن پر مشتمل ہے یعنی امر و نہی اور اخبار تو یہ حقیقت میں احکامِ الٰہی کو نہ ماننا اور آیاتِ قرآنی کے ساتھ استہزاء و تمسخر ہے، تعجب ہے کہ یہ لوگ قرآن کے معجزہ ہونے کے قائل ہیں اور اس میں شک نہیں ہے کہ قرآن کا معجزہ ہونا اس وجہ سے ہے
صـ ۳۹ کہ یہ حق تعالیٰ کا کلام ہے نہ کہ انسان کا کلام، جبکہ ان لوگوں کے نزدیک ممکنات میں ہونے کے سوا حق تعالیٰ کا کوئی وجود نہیں ہے جیسا کہ وہ خود کہتے ہیں کہ زید کہاں ہے زید کسی جگہ نہیں ہے تو پھر قرآن کو کس نے نازل
پ ۹ ع ۶ / ۹۲ کیا اور رسولوں کو کس نے بھیجا قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى [آپ کہدیجئے اُس کتاب کو کس نے اُتارا جس کو موسیٰ (علیہ السلام) لیکر آئے]۔

پ ۲۵ ع ۶ / ۵۴ آپ نے لکھا تھا کہ قرآن مجید میں آیا ہے: اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ [آگاہ رہو بیشک وہ (اللہ تعالیٰ) ہر چیز کو احاطہ کئے ہوئے ہے] پس وہ کس طرح اور کس طور پر محیط ہے"۔ آپ جان لیں کہ احاطہ دو قسم پر ہے، اگر احاطہ کو احاطۂ علمی قرار دیں جیسا کہ محققین کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے اور قرآن مجید بھی اس کو بیان کر رہا ہے، وَاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا [اور بیشک اللہ تعالیٰ نے ہر ایک چیز کا علم کے ساتھ احاطہ کیا ہوا ہے] تو کوئی حیرت کا مقام اور شک کا محل نہیں ہے اور اگر ہم احاطۂ علمی کے علاوہ کوئی اور احاطہ ثابت کریں تو ہم کہتے ہیں کہ حق جل و علا کا احاطہ و معیت "جسم کا جسم کے ساتھ احاطہ" کی قسم سے ہے جو کہ تنزیہ و تقدیس کے منافی ہے، (لہذا) یہ احاطہ متشابہات میں سے ہے جیسا کہ (قرآن مجید میں) یَدٌ اور وَجْهٌ (اللہ تعالیٰ کے لئے) آیا ہے، ہم اس بات پر ایمان لائیں کہ وہ تعالیٰ شانہ محیط ہے اور ہمارے ساتھ ہے اور (اس احاطہ کی) کیفیت (معلوم کرنے) میں مشغول نہ ہوں اور جو کچھ ادراک اور کشف میں آئے اللہ تعالیٰ کو اُس سے منزہ و مبرا جانیں۔ متشابہات کے بارے میں یہی طریقہ اسلم ہے اگر آپ یہاں حاضر ہوتے اور مرضیٔ الٰہی ہوتی تو اس سے اور زیادہ بیان کیا جاتا، فی الحال اسی قدر پر اکتفا کریں۔

آپ نے لکھا تھا کہ "اگر ہم لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کو اس معنی میں کہیں کہ کافر لوگ بتوں کو (اپنے) معبود کہتے ہیں (اس لئے) ان کی نفی کرنی اور اللہ تعالیٰ کا اثبات کرنا چاہئے تو درست ہے اور اگر لَا مَعْبُوْدَ اِلَّا اللّٰهُ کے معنی میں کہا جائے تو پھر مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کس لئے کہتے ہیں اور لَآ اِلٰهَ بھی کس لئے کہتے ہیں اس میں بھی

www.maktabah.org

(اللہ تعالیٰ کا) ثانی ہو جاتا ہے اور یہی اسم ذات اللہ کافی ہے، اس بارے میں کیا حکمت ہے؟" آپ جان لیں کہ کافر لوگ جو بُتوں کو آلِہہ (بہت سے معبود) کہتے ہیں نہ کہ اللہ بمعنی خالق و واجب الوجود کیونکہ ان میں سے اکثر مشرک فی العبادۃ (عبادت میں شرک کرنے والے) ہیں پس دونوں صورتوں کا نتیجہ ایک ہی ہوا جب تک باطل معبودوں کی نفی نہ کریں حق کے معبود ہونے کا اثبات صورت پذیر نہیں ہوتا اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کلمۂ توحید ہے اور توحید شریکوں کی نفی کرنے پر موقوف ہے اس لئے پہلے شریکوں کی نفی کرنا ضروری ہوا تاکہ حق تعالیٰ کو وحدانیت کے ساتھ پہچانیں پس اس جگہ دوسرے جزو کا لانا نفی کے لئے ہے نہ کہ اثبات کے لئے، جب تک ثانی و ثالث اور رابع کو الیٰ ماشاء اللہ (جہاں تک اللہ چاہے) نفی نہ کرے واحد کا اثبات کس طرح کرے گا، مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ جو کہتے ہیں یہ ان کی معبودیت کے اثبات کے لئے نہیں ہے بلکہ (اس لئے ہے) تاکہ توحید کی تصدیق کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تصدیق کریں کیونکہ ایمان ان دو تصدیقوں پر موقوف ہے۔ جاننا چاہئے کہ جس طرح ایمان کی صورت آفاقی معبودوں کی نفی پر موقوف ہے جو کہ بُت اور کافروں کے سارے معبود ہیں . . . . اسی طرح ایمان کی حقیقت انفسی ف ۴ معبودوں کی نفی پر موقوف ہے جن کو خواہشاتِ نفسانی اور ماسوائے حق جل و علا کی گرفتاری سے تعبیر کیا جاتا ہے، آیۂ کریمہ اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰہَہٗ ھَوٰہُ (کیا آپ نے دیکھا اس شخص کو جس نے اپنی خواہشات کو اپنا خدا بنا لیا ہے) ف ۲۵/۴۳ اس معنی کی شاہد ہے۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ جو کچھ تیرا مقصود ہے وہ تیرا معبود ہے، پس حق جل و علا کے طالب کو اس (کلمۂ لا الٰہ الا اللہ) کے تکرار سے چارہ نہیں ہے، اس لئے اہل اللہ نے اس کلمۂ طیبہ کو سلوک کی تسلیک کے لئے اختیار فرمایا ہے تاکہ سالک اس کلمہ کی تکرار سے خواہشاتِ نفسانی اور وساوسِ شیطانی اور مقاصدِ انسانی سے پوری طرح نکل جائے اور اس کا مقصود و معبود و محبوب ذاتِ مقدس (اللہ تعالیٰ) کے سوا کچھ نہ رہے اور اس کو فنا حاصل ہو جائے ؎

ہیچ کس را تا نگردد او فنا   نیست رہ در بارگاہِ کبریا

(جب تک کوئی شخص (مقامِ) فنا حاصل نہ کرلے اس کیلئے بارگاہِ الٰہی میں باریابی نہیں ہے)

پس لا الٰہ کو معبود کے اثبات کے لئے نہیں کہتے کہ جو آپ لکھتے ہیں کہ یہ (اللہ کا) ثانی ہو جاتا ہے بلکہ ثانی کی نفی کے لئے کہتے ہیں کہ جس کے ساتھ وہ گرفتار ہے اور وہ اس گرفتاری کے باعث بارگاہ کبریا میں خوار و بے اعتبار ہے، بیشک اسمِ ذات جذب و محبت پیدا کرتا ہے اور ایک قسم کی فنا بخشتا ہے لیکن کلمۂ نفی و اثبات سلوک طے کرنے اور تعلقات کو زائل کرنے کے لئے ناگزیر ہے تاکہ فنائے حقیقی حاصل ہو جائے اور تمام حجابات دُور ہو جائیں ؎

www.maktabah.org

نا بجاروب لا نہ روبی راہ نرسی در سرائے الا اللہ

[تو جب تک لا کی جھاڑو سے راستہ صاف نہیں کرے گا الا اللہ کے محل میں نہیں پہنچے گا]

اس راہِ غیب الغیب میں اس راستہ کا ہر خس و خاشاک اِنِّیۡ اَنَا اللہُ [بیشک میں ہی اللہ ہوں] کی صدا لگاتا ہے اور اپنی گرفتاری کی طرف رہنمائی کرتا ہے، کامل و مکمل پیر کی بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل کی دستگیری چاہئے تاکہ سالک بیچارہ کو ان گردابوں سے نکالے اور مقصدِ اعلیٰ کی طرف رہنمائی کرے۔ ذاتِ احدیت کے ص ۲۱
طالب کو چاہئے کہ تمام مشاہدات و تجلیات سے گذر جائے اور لا کے نیچے لے آئے کہ یہ سب ظلال سے وابستہ ہیں اور تشبیہ و مثال کے ساتھ تسلی ہے بلکہ (چاہئے کہ) عارف کے مدنظر اسماء و صفات بھی نہ ہوں اور توجہ کے قبلہ کو پراگندہ نہ کرے۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ جو کچھ دیکھا اور سنا اور جانا گیا ہے وہ سب غیر اللہ ہے کلمہ لا کی حقیقت کے ساتھ اس کی نفی کرنی چاہئے۔ اور شیخ ابو اسحاق گازرونیؒ نے پیغمبرِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا یا رسول اللہ! توحید کیا ہے؟ آپ نے فرمایا جو کچھ تیرے دل میں گذرے یا تیرے خیال میں آئے پس اللہ تعالیٰ اس سے ماوراء ہے۔[1]

میرے مخدوم! اس قسم کے (گمراہ) لوگ جو اس نوع کے اعتقادات رکھتے ہوں (جن کا ذکر آپ نے کیا ہے) اور اپنے آپ کو مسندِ مشیخت پر فائز کئے ہوئے ہوں دین کے چور ہیں ان کی صحبت سے دور رہنا چاہئے اور یہ لوگ دین سے بیگانہ اور حلقۂ اسلام سے باہر ہیں خود بھی گمراہی کی گہرائی میں غرق ہیں اور دوسروں کو بھی سیدھے راستہ سے ہٹاتے ہیں ضَلُّوۡا فَاَضَلُّوۡا [وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا] اُن سے دور رہیں اور ان کی صحبت کو زہرِ قاتل سمجھیں جو کہ ابدی موت تک پہنچاتی ہے، جتنا شیر سے بھاگتے ہیں اس سے زیادہ اُن کی صحبت و رویت سے بھاگیں، آپ کے بھائیوں پر تعجب ہے کہ اس قسم کے لوگوں کے معتقد ہو گئے ہیں اور اپنے دین و ایمان کو برباد کر رہے ہیں، اور زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ آپ نے لکھا ہے وہ (اُن سے) تربیت پا رہے ہیں جس شخص کے دین و ایمان میں کلام ہو وہ دوسرے کی تربیت کیا کرے گا، ع

او خویشتن گم ست کرا رہبری کند [وہ خود گمراہ ہے تو وہ کس کی رہبری کرے گا]

ابھی کچھ نہیں گیا ہے، جب تک موت کے غرغرے کا وقت نہ آئے[2] توبہ کے دروازے کھلے ہوئے ہیں، آپ کے بھائی ایمان کو برباد نہ کریں، خبر دینا شرط ہے۔

---

[1] شیخ سعدی شیرازی رحمہ اللہ نے کہا ہے ؎

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم | وز ہر چہ گفتہ اند و شنیدیم و خواندہ ایم
دفتر تمام گشت و بپایاں رسید عمر | ما ہمچناں در اوّلِ وصفِ تو ماندہ ایم

[2] حدیث شریف میں ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ بندہ کی توبہ اس وقت تک قبول فرماتا ہے جب تک اس کی روح حلق میں نہ پہنچ جائے اور غرغرہ کی آواز نہ نکلنے لگے۔ رواہ الترمذی و ابن ماجہ۔

www.maktabah.org

مکتوب ۱۷

مرزا ابوالمعالی کے نام بعض ضروری نصائح کے بارے میں اور اس بیان میں تحریر فرمایا کہ ترقی و وصول کا مدار بدرجہ غالب صحبت پر ہے۔ ص۲۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ العلی الاعلیٰ والصلوٰۃ والسلام علی رسولنا المصطفیٰ کما یلیق بجالہ ویحری وعلی آلہ وصحبہ وسائر من اتبع الہدیٰ، عنایت نامۂ نامی ومکتوب گرامی جو کہ جناب مخدومی ومخدوم زادہ نے براہِ کرم اس مسکین کے نام ارسال کیا تھا اس کے مطالعہ سے مشرف و مفتخر ہوا، اللہ تعالیٰ سلامت رکھے اور شریعت وطریقت کے راستہ پر استقامت بخشے۔ آپ نے شوق و درد طلب کا اظہار کیا تھا، حق سبحانہ وتعالیٰ اس شوق کی آگ کو مشتعل کرے اور شعلۂ طلب کو سربلند بنائے تاکہ مطلوبِ حقیقی کے ماسوا سے پوری طرح رہائی دلادے اور قرب وعرفان کے سراپردوں میں پہنچائے، اِنَّہٗ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ (بیشک وہ قریب ہے (اور) قبول کرنے والا ہے)۔

آپ نے ازرہِ کرم لکھا تھا کہ "ان بزرگوں کے احوال کو نفحات[1] وغیرہ سے دیکھ کر ان کے حالات کے مطابق (عمل کرنے کی) کوشش کی گئی ہے اور کرتا رہتا ہوں لیکن چونکہ یہ سب کوشش سالک (مرشد) کی رہنمائی کے بغیر تھی (اس لئے) اُس نے ہرگز کوئی فائدہ نہیں دیا اور کچھ کامیابی حاصل نہیں ہوئی"۔ میرے مکرم! جو کچھ آپ نے لکھا ہے درست اور ٹھیک ہے۔ اس راہِ غیب الغیب میں مرشدِ کامل کی دستگیری کے بغیر راہ چلنا اور سلوک طے کرنا بہت ہی مشکل ہے، حق سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے: وَابْتَغُوْا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ (اور اس ۲۵ (اللہ تعالیٰ) کی طرف وسیلہ تلاش کرو) جبکہ مجازی بادشاہوں کی بارگاہ میں وسیلہ کے بغیر رسائی نہیں ہو سکتی تو سلطانِ حقیقی وشہنشاہِ تحقیقی کی بارگاہ میں وسیلہ ضروری وناگزیر ہے۔ اور یہ جو کچھ آپ نے اس مسکین کے بارے میں ازراہِ حسنِ ظن لکھا ہے یہ آپ نے خود اپنی بزرگی کے باعث لکھا ہے اور اس ناکارہ کو اپنے آئینہ میں دیکھا ہو گا

من ہیچم وکم ز ہیچ ہم بسیارے … وز ہیچ کم از ہیچ نیاید کارے

[میں ہیچ (کچھ بھی نہیں) ہوں اور (بلکہ) ہیچ سے بھی بہت کم ہوں اور ہیچ سے اور جو ہیچ سے بھی کم ہو اس سے کوئی کام نہیں بنتا]

اتنی بات (ضرور) ہے کہ جو کچھ بزرگوں سے اس ہیچمدان کو پہنچا ہے وہ طالبین کو بتا دیتا ہے بعض کو فائدہ ہو جاتا ہے اور ان اکابر کے انفاسِ نفیس کی برکت سے ان کے کمالات سے کچھ حصہ مل جاتا ہے۔ میرے مخدوم!

---

[1] نفحات الانس مؤلفہ مولانا جامی قدس سرہٗ، اس میں مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ کے حالات درج ہیں

www.maktabah.org

یہ مسکین اپنے ظن و گمان کے مطابق جو کچھ رکھتا ہے یہ سب آپ سے اور آپ کے بزرگوں کی برکات سے ہے آپ سے کیا دریغ ہے، اپنی سعادت آپ کی خدمت کرنے میں سمجھتا ہے لیکن کیا کیا جائے کہ اس طریقۂ عالیہ (نقشبندیہ) کا مدار شیخ مقتدا (مرشد) کی صحبت و رابطۂ محبت پر ہے کامیابی و ترقی غالب طور پر اسی سے
م۴۳ وابستہ ہے اور چونکہ ہمارے بزرگوں (حضرات نقشبندیہ قدس سرہم) کا طریقہ سنت کا اتباع اور بدعت سے اجتناب ہے (اس لئے) صحبت (شیخ) کے حاصل ہونے تک سنت کی متابعت پر قائم رہیں اور متروکہ سنتوں کو (جو چھوٹ گئی ہوں) زندہ کرتے رہیں، حدیث شریف[1] میں آیا ہے جس شخص نے میری کسی مُردہ سنت کو زندہ کیا اُس کو سَو شہیدوں کا ثواب ملے گا، سنتِ متروکہ کا زندہ کرنا یہ ہے کہ خود اس پر عمل کرے اور اس کا اعلیٰ مرتبہ یہ ہے کہ دوسروں کو بھی (اس کی) رہنمائی کرے تاکہ وہ بھی اس پر عمل کریں، ترقی اور قُرب کے درجات کا حاصل ہونا تمام تر اتباعِ سنت ہی سے وابستہ ہے، آیۂ کریمہ[2] قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ [آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا] اس معنی کی شاہد ہے۔ بدعت سے دور رہیں اور بچتے رہیں اور بدعتی کے ساتھ صحبت نہ رکھیں اور ان کو اپنی مجلس میں جگہ نہ دیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اہلِ بدعت دوزخیوں کے کُتّے ہیں۔ اور اپنے اوقات کو طاعات و اذکار اور اُن دعاؤں سے معمور رکھیں جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہیں اور کتبِ احادیث (مثلاً حصن حصین و اذکار للنووی و مشکوٰۃ شریف وغیرہا) میں مذکور ہیں اور کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللّٰہ کا　　ایک ہزار سے پانچ ہزار تک جسقدر ہو سکے تکرار کریں، تمام صوفیہ اس بات پر متفق ہیں کہ باطن کو منور کرنے میں یہ کلمہ ذکرِ قلبی کی مانند بہت مفید ہے اور اشغال و مراقباتِ باطنی جو ہمارے طریقے میں معمول و مشہور ہیں صحبت و حاضری سے تعلق رکھتے ہیں، حقائق آگاہ مولانا عبدالخالق جو کہ اُسی جگہ کے باشندے ہیں اور ایک مدت تک ہماری صحبت میں رہے ہیں اور صاحبِ حال و کمال شخص ہیں کچھ عرصے سے فقیر کی ملاقات کی غرض سے یہاں (سرہند) آئے ہوئے ہیں اگر آپ کا دل چاہے تو (فقیر کو) اشارہ فرمائیں تاکہ اُن کو وہاں روانہ کرے وہ ان کا وطن مالوف ہے اور وہ فقیر کی جانب سے سفارت (نمائندگی) کے طور پر آپ کو شغل و مراقبۂ باطن کی تعلیم دیں اور توجہات دیں شاید ترقی کی راہ کُھل جائے، چونکہ فقیر کی ملاقات فی الحال بلا مشقت (میسر) نہیں ہے (اس لئے) یہ طریقہ دل میں آیا ہے، آگے آپ کو اختیار ہے، والسلام علیکم و علیٰ سائر من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ و علیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات والتحیات والبرکات العُلیٰ۔

---

[1] مشکوٰۃ شریف میں ہے من احییٰ سنۃ من سنتی قد اُمیتت بعدی فان لہ من الاجر مثل اجور من عمل بہا الخ رواہ الترمذی وفی المشکوٰۃ ایضاً من تمسک بسنتی عند فساد امتی فلہ اجر مائۃ شہید رواہ البیہقی۔ [2] سورت ۳ آیت ۳۱

www.maktabah.org

مکتوب ١٨

۴۲ صوفی پاینده محمد کابلی کے نام ان کے لئے نصیحت کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؎

ہر چہ جز عشقِ خدائے احسن ست　　گر شکر خوردن بود جاں کندن ست

[خدائے احسن کے عشق کے سوا جو کچھ بھی ہے　اگرچہ شکر (مٹھائی) کھانا ہی کیوں نہ ہو وہ بھی جان کو ہلاک کرنا زہر قاتل ہے]

اے سعادت آثار! حق جل وعلا کے ماسوا کی گرفتاری قلبی امراض میں سب سے زیادہ شدید ہے اس کے ازالہ کی فکر سب سے اہم کام ہے۔ ع

درخانہ اگر کس ست یک حرف بس ست　　[اگر گھر میں کوئی ہے تو اس کیلئے ایک حرف کافی ہے]

اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے ساتھ رکھے اور ایک لحظہ بھی اپنے بغیر نہ چھوڑے اور عافیت و استقامت نصیب فرمائے والسلام

مکتوب ١٩

ملا پاینده محمد کابلی کے نام اُن سوالوں کے جواب میں تحریر فرمایا جو کہ انھوں نے کئے تھے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط نحمدہ ونصلی علی حبیبہ والہ وسلم۔ اللہ تعالیٰ اس برادرِ دینی (آپ) کو احوال کی قید سے رہائی دیکر احوال کو بدلنے والے (اللہ تعالیٰ) تک پہنچائے اور غیب سے عین تک اور اجمال سے تفصیل تک لائے اور تلوین سے تمکین کے ساتھ اور حروف سے معانی کے ساتھ مشرف فرمائے۔ آپ نے جو خط فرزندی محمد عبید اللہ[1] کے نام لکھا تھا پہنچا، اس میں چند سوالات درج تھے اور آپ نے فقیر سے اُن کے جوابات کی درخواست کی تھی، (لہٰذا جوابات) لکھے جاتے ہیں، غور سے سنیں: ــــ

پہلا سوال یہ تھا کہ "قرآن مجید و حدیثِ قدسی میں اس بات کی وضاحت ہے کہ حضرت آدم ابو البشر علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام ید اللہ تعالیٰ سے پیدا ہوئے ہیں اور اگر ہم ید سے قدرت مراد لیں تو آدم (علیہ السلام) کی تخصیص کی کیا وجہ ہوگی؟ اس لئے کہ دوسری مخلوقات بھی قدرتِ الٰہی سے ہی پیدا ہوئی ہیں اور اگر ید سے مراد قدرت نہ لیں (اور ہاتھ مراد لیں) تو مجسمہ (اللہ تعالیٰ کا جسم ماننے والوں) کا مذہب تقویت پاتا ہے"۔ جواب، جائز ہے کہ ید سے مراد قدرت لیں جیسا کہ (آیات) متشابہات کی

[1] مطبوعہ امرتسری اور دیگر قلمی نسخوں میں عبداللہ لکھا ہے حالانکہ حضرت خواجہ محمد معصوم کے صاحبزادے کا نام عبید اللہ تھا اسلئے ہم نے ترجمہ میں عبید اللہ لکھا ہے۔ مترجم

www.maktabah.org

تاویل کرنے والوں کا مذہب یہی ہے اور (حضرت) آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوات والتسلیمات کی تخصیص ان کی تعظیم و تکریم کی بنا پر ہے نہ کہ حصر کے لئے، جیسا کہ آیۂ کریمہ اِنَّ عِبَادِیْ[1] لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ[2] [بیشک میرے بندوں پر تیرا کوئی غلبہ نہیں ہے] میں ہے اور اس قسم کی مثالیں قرآن مجید میں بکثرت آئی ہیں، تخصیص مذکر (کسی بیان میں تخصیص کا پایا جانا) نفس الامر میں تخصیص پر دلالت نہیں کرتا، اور اگر ید سے[3] قدرت مراد بھی لیں تو پھر دوسری (آیاتِ) متشابہات کی طرح حق تعالیٰ کے لئے ہاتھ کی صفت بلا کیف ثابت کریں گے جیسا کہ دوسری (آیات) متشابہات میں کیا جاتا ہے مجسمہ کے مذہب کو تقویت تو اس صورت میں ہوگی جبکہ اپنے جیسا جسمانی ہاتھ ثابت کیا جائے، تَعَالَی اللّٰهُ عَنْ ذٰلِكَ عُلُوًّا كَبِیْرًا [اللہ تعالیٰ (کی شان) اس بات سے بہت ہی زیادہ بلند ہے]۔

سوال دوم یہ تھا کہ خیر التابعین اویس قرنی (قدس سرہٗ) سے منقول ہے مَنْ عَرَفَ اللّٰهَ لَا یَخْفٰی عَلَیْهِ شَیْءٌ[4] [جس نے اللہ تعالیٰ کو پہچانا اس پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہی] اس عبارت کے کیا معنی ہیں؟

(جواب) آپ جان لیں کہ اس نقل کے صحیح ہونے میں شک ہے اس لئے کہ اگر شئی کو عموم پر چھوڑیں تو لازم آتا ہے کہ عارف سے کوئی چیز خواہ وہ معارفِ وجوبی ہوں یا حوادثِ کونی، مخفی نہ رہے، اور یہ خلافِ واقع ہے، جبکہ سید انبیاء علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوات واکمل التحیات کو حکم ہوا ہے کہ آپ کہہ دیجئے وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ وَمَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ (پ ۹ ع ۱۳) [اور اگر میں غیب کا علم جانتا ہوتا تو تمام خیر جمع کر لیتا اور مجھے کوئی بھی تکلیف نہ پہنچتی] تو پھر دوسروں کا تو ذکر ہی کیا ہے اور اگر شئی کو معارفِ باطنی کے ساتھ خاص کریں تب بھی مشکل ہوتی ہے جبکہ صوفیائے کرام کے نزدیک یہ بات[5] جائز ہے کہ ایسا ہو سکتا ہے کہ کوئی ولی اپنی ولایت و قرب سے آگاہ نہ ہو فَمِنَّا مَنْ عَلِمَ وَمِنَّا مَنْ جَهِلَ [پس ہم میں سے بعض علم رکھتے ہیں اور بعض کو علم نہیں ہے] تو پھر تمام معارف کو وہ کیا پہنچے گا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان جو ولایت کے اعلیٰ طبقہ میں ہیں ان میں سے اکثر سے شہود و مشاہدہ کے واقعات منقول نہیں ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے (زمانۂ) خلافت میں جب حضرت انس (رضی اللہ عنہ) ان کی خدمت میں پہنچے اور راستہ میں ظاہری طور پر (اُن کی) ایک نگاہ کسی خوبصورت عورت پر پڑی تھی حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کیا میرے پاس ایک شخص آیا ہے جس کی آنکھ پر زنا کا اثر ہے حضرت انس (رضی اللہ عنہ) نے تعجب سے کہا، کیا رسول اللہ

---

[1] یعنی عبادی میں ضمیر واحد متکلم کی یا کی عباد کی طرف اضافت یہاں تعظیم و تکریم کے لئے ہے یعنی خاص بندوں کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ان کی تکریم کے باعث ہے ورنہ نیک و بد سارے بندے اللہ تعالیٰ ہی کے بندے ہیں، اسی طرح ناقۃ اللہ، روح اللہ اور بیت اللہ وغیرہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف اضافت تعظیم و تکریم کے لئے ہے۔ [2] سورۃ ۱۷ آیت ۶۵۔ [3] ید سے مراد ہاتھ ہے۔ [4] یہ کسی بزرگ کا مقولہ ہے۔

www.maktabah.org

صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی وحی آتی ہے، چونکہ اس زمانہ میں کشف و خوارق کم ہوتے تھے (اس لئے) حضرت انس (رضی اللہ عنہ) کا ذہن اس طرف نہیں گیا اور اگر (حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی) نقل کو صحیح مان لیا جائے تو پھر عبارت (کے مطلب) کو ظاہر سے پھیر لینا چاہئے، سرِ دست جو کچھ میرے دل میں آتا ہے یہ ہے کہ مراد یہ ہے کہ اس پر ایسی کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہتی جس کی اس کو معرفت کے بارے میں ضرورت ہو یعنی جس شخص نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا وہ مقبولانِ حق میں سے ہو گیا اور مقبول کو ضائع نہیں ہونے دیا جاتا، پس اس کو معرفت کے راستہ میں جو کچھ درکار ہے اس کو اس کا علم دیدیا جاتا ہے، یا تو بے واسطہ (یعنی الہام و کشف کے طریق پر) یا پیر و مرشد کے واسطے سے واللہ اعلم بحقیقۃ الحال [اور حقیقتِ حال کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے]۔

سوال سوم کا جواب یہ ہے کہ اکابر طریق نے جو یہ فرمایا ہے اَلطَّرِیْقَۃُ کُلُّھَا اَدَبٌ [طریقت تمام کی تمام ادب ہے) اس ادب سے مراد ادبِ شریعت ہے اور آدابِ طریقت جو کہ اپنے شیوخ (پیروں) کی رعایت ص ۴۶
و متابعت سے کنایہ ہیں وہ سب آدابِ شریعت میں داخل ہیں (شریعت) شافی و کافی بیان رکھتی ہے۔ والسلام

مکتوب ۲۰

شیخ محمد سعید فاروقی کے نام اُن کی بعض کیفیات کے بیان میں تحریر فرمایا۔

گرامی نامہ پہنچا اور مسرت بخش ہوا، اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے کہ آپ ذوق و شوق رکھتے ہیں اور (ہم) فقرا کی یاد سے غافل نہیں ہیں، اس گروہ سے محبت کرنے والا اسی گروہ کے ساتھ ہے اور ان کی بارگاہِ خاص میں محرم و ہمراز ہے، اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ[1] [آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے] نبی کریم علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث ہے، محبت کی حقیقت کو حاصل کرنے میں کوشش کریں اور اس کی کیفیت میں اضافہ طلب کریں تاکہ آپ محبتِ ذاتیہ حاصل کریں اور اپنے آپ سے گذر کر ہمیشہ محبوب کے ساتھ رہیں، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کہ جن کی شان میں آیا ہے ولکن معنی وقر فی قلبہ [لیکن ایک چیز ہے جو اُن کے دل میں بیٹھ گئی ہے] یہ محبت ہی کی صفت ہے جس نے ان کو سب سے افضل کر دیا اور معیتِ خاصہ کی نعمت تک پہنچایا اور ثَانِیَ اثْنَیْنِ[2] [دو میں سے دوسرا] کی آواز سنائی اور مَا ظَنُّکَ بِاثْنَیْنِ اللّٰہُ

---

[1] یہ ایک حدیث کا ٹکڑا ہے جس کو امام بخاری و امام مسلم رحمہما اللہ نے روایت کیا ہے۔ [2] سورۃ ۹ آیت ۴۰
[3] یہ ایک حدیث کا ٹکڑا ہے جو مشکوٰۃ باب المعجزات میں امام بخاریؒ و امام مسلمؒ سے بروایت حضرت انسؓ مروی ہے۔

www.maktabah.org

ثَانِیَ اثْنَیْنِ [ان دو کے بارے میں تیرا کیا گمان ہے جن کا تیسرا اللہ تعالیٰ ہے] کی خوشخبری سے مکرم و ممتاز کیا، کسی نے خوب کہا ہے۔ ؎

بکنجِ غار گزینیم خلوت از ہمہ خلق — گر آں لطیفِ جہاں یارِ غارِ ما باشد

[اگر وہ لطیفِ جہاں ہمارا یارِ غار ہو جائے تو میں کسی غار کے کونے میں تمام مخلوق سے تنہائی اختیار کر لوں]

آپ نے جو بعض کیفیات و واردات میاں خواجہ کے مکتوب میں لکھی تھیں اُن کے مطالعہ نے خوش وقت کیا اَللّٰھُمَّ زِدْ [اے اللہ اور زیادہ فرما]۔ آپ نے جو آواز کہ دائیں جانب سے سُنی اور جو نور کہ اسی جانب سے دیکھا ہے، یہ حق جل و علا کی جانب سے ایک کیفیت ہے جو کہ (لطیفۂ روح پر کہ جس کا مقام دائیں جانب ہے وارد ہوئی ہے اور اس کو اپنے تصرف میں لائی ہے، ملوک ذکی مانند ہے جس نے کہ عالمِ غیب سے روح کی مملکت جو کہ ہوش و شعور کا محل ہے غلبہ پا کر اس کو زیر و زبر کر دیا ہے اس لئے مستی و بیخودی لایا ہے: اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً ۚ وَكَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ [بیشک بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اس کو تہ و بالا کر دیتے ہیں اور اس کے عزت والے لوگوں کو ذلیل کیا کرتے ہیں اور یہ لوگ بھی ایسا ہی کریں گے] اب آپ کا معاملہ لطیفۂ قلب سے گذر کر لطیفۂ روح کے ساتھ قرار پا گیا ہے اور ترقی کر کے اوپر کے مقام کے امیدوار رہیں اور ہمت کو بلند رکھیں ولنعم ما قیل [کسی نے کیا خوب کہا ہے] ؎

(سورۃ النمل ۲۷)

بگلشن تا رسم صد بار از پا افگند شوقم — کہ نو پروازم و شاخِ بلندے آشیاں دارم

[گلشن تک پہنچنے سے پہلے میرا شوق مجھ کو سینکڑوں بار پاؤں سے گرا دیتا ہے کیونکہ میں نیا نیا اڑنے والا ہوں اور ایک بلند شاخ پر آشیاں رکھتا ہوں]

دوستوں سے دعائے سلامتی کی امید کی جاتی ہے۔ والسلام علیکم و علیٰ سائر من اتبع الہدیٰ۔

مکتوب ۲۱

صوفی نور بیگ کے نام اُن کو نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ و سلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، جنابِ صوفی نور بیگ اس دور افتادہ سے سلامِ عاقبت انجام پڑھیں، احوال ہر حال میں خدائے ذوالجلال کی حمد کے لائق ہیں، امید ہے کہ وہ عزیز (آپ) بھی ظاہر و باطن کی جمعیت کے ساتھ ہوں گے اور شریعتِ عالیہ کے راستہ پر استقامت رکھتے ہوں گے اور چھلکے سے مغز تک آئیں گے اور لفظ سے معنی کی طرف مائل ہوں گے، باطنی نسبت کی اچھی طرح حفاظت کریں اور اس کی کیفیت کے زیادہ ہونے میں کوشش کریں، لوگوں کے ساتھ

www.maktabah.org

بہت کم میل جول رکھیں اور گوشہ نامرادی کو ترک نہ کریں مختصر یہ کہ آخرت کا زادِ راہ تیار کریں جَاءَتِ الرَّاجِفَةُ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ جَاءَ الْمَوْتُ بِمَا فِيهِ [ہلا دینے والی چیز (صورِ اسرافیل کی پہلی پھونک) آگئی جس کے بعد ایک پیچھے آنے والی چیز (دوسری پھونک) آجائیگی موت پوری طرح آگئی] دوستوں سے دعائے سلامتی خاتمہ کی امید کی جاتی ہے۔ والسلام اولاً و آخراً

مکتوب ۲۲

حافظ ابو اسحاق کے نام صوفیۂ عالیہ کی تعریف کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد عرض ہے کہ آپ نے جو مکتوب مرغوب ان دنوں میں ارسال کیا تھا اس کے موصول ہونے سے شاد و مسرور ہوا، اللہ تعالیٰ جمعیت و عافیت کے ساتھ رکھے اور شریعتِ محمدی اور سنتِ احمدی علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے طریقے پر استقامت و مداومت عطا فرمائے اور دنیا کے تعلقات اور ماسوا کی گرفتاری سے آزاد کر کے اپنی معرفت کے خیموں اور اپنے قرب کے سرا پردوں میں اُنس و الفت مرحمت فرمائے۔ یہ معنی عالم اسباب میں صوفیۂ عالیہ کے طریقہ پر چلنے سے وابستہ ہیں یہ اکابر حق جل وعلا کی محبت میں اپنے آپ سے اور اپنے غیر سے منقطع ہو چکے ہیں اور (حق تعالیٰ شانہٗ) کے عشق میں آفاق و انفس سے گذر کر ماسوا کو اس کے راستہ میں گم کر چکے ہیں اور اس کے ساتھ موافقت کر لی ہے، اگر حاصل رکھتے ہیں تو اُسی کو رکھتے ہیں اور اگر واصل ہیں تو اسی کے ساتھ واصل ہیں ان کے باطن کو اس تعالیٰ شانہٗ کے ماسوا سے اس طرح کا انقطاع حاصل ہوا ہے کہ اگر وہ ماسوا کو سالہا سال یاد کریں تو وہ اُن کو یاد نہ آئے اور نفس کی انانیت (میں پن) سے اس انداز سے گذر گئے ہیں کہ کلمۂ انا کا اپنے اوپر عود کرنا شرک جانتے ہیں، رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ [کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ انھوں نے جس بات کا اللہ سے عہد کیا تھا اس میں سچے اترے] اور رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ [وہ لوگ جو کہ خرید اور بیچنے (یعنی تجارت) میں اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہیں ہوتے] (یہ آیات ان کے حال کی حکایت ہیں)۔

اے اللہ! مجھے اس قوم میں سے بنا دے یا اس قوم کے دیکھنے والوں میں سے بنا دے کیونکہ میں دوسری قوم کی طاقت نہیں رکھتا۔ جو شخص کہ اس راستہ کی ہوس رکھتا ہے اور اس اندیشہ (خیال) کا بیج دل میں بوتا ہے اس کو چاہیے کہ تمام چیزوں کو چھوڑ کر ان اکابر کی صحبت اختیار کرے اور جان کو لوازمِ طلبگاری پر قربان کر دے اور جہاں کہیں سے اس نعمت کی بُو دماغ میں پہنچے اس کے درپے ہو جائے کسی نے خوب کہا ہے ؎

بعد ازیں مصلحتِ کار دراں مے بینم
کہ روم بر درِ میخانہ وخوش بنشینم

(اس کے بعد میں کام کی مصلحت اس امر میں دیکھتا ہوں کہ میخانہ کے دروازے پر جاؤں اور وہاں خوش و خرم بیٹھ جاؤں)

www.maktabah.org

دوستوں سے دعائے سلامتیٔ خاتمہ کی امید کی جاتی ہے۔ والسلام علیکم وعلی سائر من اتبع الهدیٰ۔

مکتوب ۲۳

مرزا غضنفر کے نام کیفیات کی شرح اور ان واردات کی تعبیر میں جو انھوں نے لکھے تھے تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد وصلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد عرض ہے کہ مکتوب شریف پہنچ کر مسرت کا سبب ہوا چونکہ بلند احوال اور اعلیٰ واردات پر مشتمل تھا خوشی میں اضافہ کیا، لطائفِ خمسہ کی فنا اور اپنے آپ سے یافت کی نفی اور خود بخود کی یافت کے اثبات کے بارے میں جو کچھ آپ نے لکھا تھا اور یہ کہ اس شعر کو اپنے حال کے موافق پایا ہے ؎

نمی دہد رہِ ہم صحبتاں بخلوتِ خویش　　　　فغاں کہ یافتہ دلدار ذوقِ صحبتِ خویش

[فریاد ہے کہ محبوب نے اپنی صحبت کا ذوق پا لیا ہے اس لئے ہم صحبتوں کو اپنی خلوت میں راستہ نہیں دیتا]

واضح ہوا۔ یہ ایک صحیح حال ہے حق سبحانہٗ وتعالیٰ اسی طرح پر ترقیات کی راہ کو کھلا رکھے، اَللّٰهُمَّ زِدْ۔ ص ۴۹
[اے اللہ! اور زیادہ فرما] ——— آپ نے لکھا تھا کہ "میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ ٹوپی اور اس کے اوپر صافہ طرہ والا جیسا کہ باشندگانِ عرب دو طرّے (شملہ وطرہ) چھوڑ کر پہنتے ہیں آپ نے میرے سر پر رکھا ہے اور فرماتے ہیں جو کچھ ہم میں تھا ہم نے وہ سب تم کو دیدیا اور تمہاری امانت تمہیں پہنچا دی ہے" میرے مخدوم! یہ خواب ایک بہت بڑی بشارت ہے، مبارک ہو لیکن اس عبارت کو اس پر محمول کرنا چاہیے کہ جو کچھ ہمارے اندر تھا ہم نے تمہاری ظرف واستعداد کے مطابق تم کو دیدیا یا تمہاری امانت کے متعلق جو کچھ ہمارے اندر تھا ہم نے تم کو دیدیا جیسا کہ دوسرا فقرہ اس کا قرینہ ہے ———

——— آپ نے لکھا تھا کہ "نمازِ تہجد کے بعد میں مشغول (مراقب) تھا میں نے دیکھا کہ دل (قلب) اور سر کے درمیان ایک بڑا دائرہ پیدا ہوا اور اس دائرے کے درمیان اپنے دل کو کمان کے چلّے کی مانند پایا جیسا کہ ایک چلّہ کو دو کمانوں پر بندھ کیا گیا ہو، اسی صورت میں ایک کمان کی جانب جو نظر جاتی تھی تو خالص وحدت دیکھتا تھا اور دوسری کمان کی طرف جو نظر جاتی تھی تو کثرت نظر میں آتی تھی، یہ کثرت بھی رفتہ رفتہ خالص وحدت ہو گئی اور دونوں کمانوں میں خالص وحدت دیکھی جاتی تھی"۔ میرے مخدوم! بزرگوں نے قلب کو برزخ کہا ہے شاید کہ یہ قلب کی برزخی صورت ہے جو کہ نظر آئی ہے اور وہ جو ایک کمان میں خالص وحدت اور دوسری کمان میں کثرت نظر آئی ہے یہ قابَ قوسَین سے ہے اور وہ جو کثرت بھی رفتہ رفتہ خالص وحدت ہو گئی اور آپ نے دونوں کمانوں میں وحدت دیکھی

www.maktabah.org

وہ اَوْ اَدْنٰی کا مقدمہ ہے اور یہ جو ہم نے کہا کہ اَوْ اَدْنٰی کا مقدمہ ہے یہ اس لئے ہے کہ اَوْ اَدْنٰی اس وقت متحقق ہوتا ہے جبکہ کثرت کی قوس نظر سے بالکل جاتی رہے اور منظورِ نظر سوائے قوسِ وحدت کے کچھ نہ ہو ——

اور یہ جو اس کے بعد آپ نے لکھا ہے کہ یہ بات نفس یا روح کے ساتھ مخصوص نہیں تھی بلکہ یہ معاملہ خود بخود تھا، کثرت کی قوس کے نظر سے ساقط ہونے کی خبر دینے والا ہے والغیب عند اللہ سبحانہ [غیب (کا علم) اللہ سبحانہ کے پاس ہے) —— آپ نے لکھا تھا کہ "اس دوران میں ایک مخصوص نسبت وارد ہوئی تھی کہ جس کے ساتھ دل ہرگز آشنا نہیں تھا جیسے کوئی اجنبی کسی ایسے شہر میں آجائے جس کو کبھی نہ دیکھا ہو" بیشک اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً [تحقیق بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اس کو تباہ کر دیتے ہیں اور اس کے باعزت لوگوں کو ذلیل کر دیتے ہیں] کسی نے خوب کہا ہے ؎ عنہ

وصلش تا رسم صد بار از پا افگند شوقم ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ که نو پرواز م و شاخِ بلندے آشیاں دارم

[اس کے وصل تک رسائی سے پہلے میرا شوق مجھ کو سینکڑوں بار پاؤں سے گرا دیتا ہے کیونکہ میں نیا نیا اڑنے والا ہوں اور ایک بلند شاخ پر آشیاں رکھتا ہوں]

والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الہدیٰ۔

مکتوب ۲۴

ملا مشتاق بہروکی[1] کے نام اس شبہ کے حل میں جو کہ آیۂ کریمہ وَاتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا[2] سے پیدا ہوتا ہے اور حدیث لَا تُفَضِّلُوْنِيْ عَلٰى يُوْنُسَ ابْنِ مَتّٰى کی تحقیق میں اور اَلْاِيْمَانُ لَا يَزِيْدُ وَلَا يَنْقُصُ کی شرح میں اور عوام کے ایمان کی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مساوات کا وہم دور کرنے اور شہداء جو کہ بعض فضائل کے ساتھ مخصوص ہیں ان کی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر فضیلت کے وہم کو دور کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد و صلوٰۃ و تبلیغ دعوات کے بعد عرض ہے کہ جو خط آپ نے ازراہِ محبت ارسال کیا تھا وہ پہنچ کر مسرت بخش ہوا، اس میں آپ نے چند سوال لکھے تھے، میرے مخدوم! آپ کے ان سوالوں کو علماء و مشائخ حل کر چکے ہیں تاہم سوال کے لئے جواب سے چارہ نہیں ہے (اس لئے) اس بارے میں کچھ لکھا جاتا ہے:۔

پہلا سوال یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں

---

[1] سورۃ ۵۳ آیت ۹ [2] بہرو کی یعنی بہرہ کا رہنے والا (افغانستان) آپ کا مزار مبارک بھی وہاں موجود ہے اور یہ حضرت عروۃ الوثقیٰ کے خلفاء میں سے ہیں نیز وہاں دوسرے شاہ ابو الفتح کا مزار بھی موجود ہے جو حضرت محمد فاروق رضی اللہ عنہ کی پانچویں یا چھٹی پشت میں ہیں [3] سورۃ ۴ آیت ۱۲۵۔

www.maktabah.org

فرمایا ہے اِنِّيْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا[1] [بیشک میں آپ کو لوگوں کے لئے امام (پیشوا) بنانے والا ہوں] اور نیز فرمایا ہے وَاتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا[2] [آپ یکسو ہو کر ملتِ ابراہیم کا اتباع کیجئے] پس ان دونوں آیتوں کے مقتضی کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام مقتدیٰ (جس کی اقتدا کی جائے) اور متبوع (جس کا اتباع کیا جائے) ہوئے اور ہمارے پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام تابع (اتباع کرنے والے) ہوئے، اور حالانکہ ہمارے پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام (تمام مخلوقات سے) یقینی طور پر افضل ہیں اور یہی اشکال حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں بھی پیش آتا ہے، حق تعالیٰ فرماتا ہے اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً[3] [تحقیق میں زمین میں ایک نائب بنانے والا ہوں] پس اس آیتِ شریفہ سے وہی اشکال لازم آتا ہے جو کہ مذکورہ سابق آیت سے لازم آتا ہے (یعنی تفضیلِ آدم علیہ السلام)۔ جواب: آیۂ کریمہ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً میں کوئی اشکال نہیں ہے اس لئے کہ خلافت کا یہ حکم نوعِ انسان کے لئے ہے حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ خصوصیت نہیں رکھتا جیسا کہ ملائکہ کا جواب کہ اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ[4] [کیا آپ اس کو پیدا کریں گے جو زمین میں فساد اور خونریزی کرے گا] اس پر دلیل ہے، کیونکہ فساد اور خونریزی نوعِ انسان میں ہے نہ کہ آدم علیہ السلام میں، اور خلافتِ الٰہیہ کی خصوصیت آدم علیہ السلام کے ساتھ مان لینے کی صورت میں یہ خلافت حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ کے ساتھ خاص ہوگی نہ کہ دائمی خلافت کہ جس سے اشکال کا تصور ہو سکے جیسا کہ (اللہ تعالیٰ نے) حضرت داؤد علیہ السلام کی شان میں فرمایا ہے، يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ[5] [اے داؤد! ہم نے آپ کو زمین میں خلیفہ (بادشاہ) بنایا] اور حضرت مہدی علیہ الرضوان کی شان میں فَاِنَّ فِيْهِمْ خَلِيْفَةَ اللّٰهِ الْمَهْدِيَّ[6] [پس بیشک ان میں اللہ تعالیٰ کا خلیفہ مہدی ہے] وارد ہوا ہے اور اسی قسم سے قطبِ ارشاد و غوث و قطبِ مدار ہیں جو کہ ہر زمانہ میں ہوتے ہیں کہ (ان کی) قطبیت اور تمام مناصب انہی کے زمانوں کے ساتھ خاص ہوتے ہیں، اور اسی طرح قَدَمِيْ عَلٰى رَقَبَةِ كُلِّ وَلِيِّ اللّٰهِ [میرا قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے] جو کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ نے فرمایا ہے (یہی تحقیق شدہ قول کی بنا پر) اُس وقت کے اولیاء اللہ کے ساتھ مخصوص ہے، ہاں آیتِ کریمہ اِنِّيْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا کا حکم عام اور دائمی ہے۔ قاضی بیضاوی نے اپنی تفسیر میں کہا ہے اور اُن (حضرت ابراہیم علیہ السلام) کی امامت عام اور دائمی ہے اس لئے کہ اُن کے بعد کوئی ایسا نبی مبعوث نہیں ہوا جو اُن کی ذریت میں سے نہ ہو اور ان کی اتباع کا مامور نہ ہو اگرچہ وہ اتباع فی الجملہ ہو نہ فی جمیع الاحکام نہ ہو جیسا کہ

[1] سورۃ ۲ آیت ۱۲۴ [2] سورۃ ۱۶ آیت ۱۲۵ [3] و [4] سورۃ ۲ آیت ۳۰ [5] سورۃ ۳۸ آیت ۲۶۔

[6] یہ پوری حدیث مشکوٰۃ شریف باب اشراط الساعۃ میں ہے لیکن اس میں فان فیھم کی بجائے فان فیھا ہے (رواہ احمد والبیہقی)

www.maktabah.org

آیۂ کریمہ فَاتَّبِعُوا مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا اس پر دلالت کرتی ہے لیکن یہ آیتیں آنسرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی افضلیت میں کوئی کمی نہیں کرتیں (کیونکہ مفسرین نے کہا ہے یعنی توحید میں یا حق جل وعلا کی طرف دعوت دینے کے طریقے میں ان (حضرت ابراہیم علیہ السلام) کی پیروی کر جیسا کہ وہ نرمی ومدارات کے ساتھ پے در پے دلائل پیش کر کے اور ہر شخص کی سمجھ کے مطابق بحث کر کے دعوت دیتے تھے آپ بھی ایسا ہی کیجئے۔ صاحب تیسیر نے بیان کیا ہے کہ اتباع (پیروی کرنا) اُس راہ پر چلنے کا نام ہے جس پر متبوع (جس کا اتباع کیا جائے) چلا ہے۔ پس آنسرورؐ کا حضرت ابراہیم علیہما الصلوٰۃ والسلام کا اتباع کرنا اس بنا پر تھا کہ آپ اُن (حضرت ابراہیم علیہ السلام) کے بعد مبعوث ہوئے تھے نہ اس لئے کہ آپ مرتبہ میں اُن سے کم ہیں اور أَنَا أَكْرَمُ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ عَلَى اللهِ (میں اللہ کے نزدیک اولین وآخرین میں سب سے زیادہ مکرم ہوں) کے ارشاد کے بموجب یہ بات مسلم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انبیاء (علیہم السلام) سے اکرم وافضل ہیں اور فضیلت میں آپ کا حصہ تمام انبیا واصفیا سے بہت زیادہ اور بہت جامع ہے اور یہ جو فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ (پس آپ اُن (انبیاء) کی روش کی پیروی کریں) وارد ہوا ہے یہ بھی اسی قسم سے ہے نہ اس امر سے (بھی) آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی افضلیت میں کوئی نقص لازم نہیں آتا۔ ان سب کے باوجود ہم کہتے ہیں کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ فاضل کو مفضول کی متابعت کا حکم دیتے ہیں اور متابعت کے حکم سے اس کی فاضلیت میں کوئی نقص لازم نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریم علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام سے فرماتا ہے وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ (آپ ان (اپنے اصحاب) سے کام میں مشورہ کر لیا کریں) اصحاب کرام کے ساتھ مشورہ کرنے کا امر ان کی متابعت کے امر کو شامل ہونے سے خالی نہیں ہے (یعنی امر متابعت کو شامل ہے) ورنہ مشورہ کرنے کا کیا فائدہ ہوگا۔ (حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُن سے افضل ہونا اور صحابہؓ کا مفضول ہونا مسلّم امر ہے) اس مقام کی تحقیق اور اس معاملہ کی حقیقت کو ہمارے حضرتِ عالی (مجدد الف ثانی) قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ نے کشف وعرفان کے طریق سے اپنے مکتوبات شریفہ میں لکھا ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ جنابِ مقدس حضرت رسالت پناہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام یقینی طور پر سب انبیاء سے افضل ہیں تو پھر حدیث لَا تُفَضِّلُونِي عَلَى يُونُسَ ابْنِ مَتَّى (تم مجھ کو یونس بن متی پر فضیلت مت دو) کس معنی میں ہے؟ اور حدیث مَنْ قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِنْ يُونُسَ بْنِ مَتَّى فَقَدْ كَذَبَ (جس شخص نے کہا کہ میں یونس بن متی سے بہتر ہوں تو اس نے جھوٹ کہا) کس طرح ہے؟ جواب: ہو سکتا ہے کہ (اس کے) معنی اس طرح ہوں کہ مجھ کو (اُن پر) اس طرح فضیلت نہ دو کہ جس سے مفضول میں نقص لازم آتا ہو یا

عہ رواہ البخاری، المشکوٰۃ باب ذکر الانبیاء۔ لہ سورۃ ۶ آیۃ ۹۱ کہ سورۃ ۳ آیۃ ۱۵۹۔

www.maktabah.org

لڑائی جھگڑے کا باعث ہو اور نیز ہو سکتا ہے (یہ معنی ہوں) کہ تمام قسم کے فضائل میں فضیلت نہ دو اگرچہ ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کلی فضیلت حاصل ہے جیسا کہ امام موذن سے مطلق طور پر افضل ہے اگرچہ اذان دینے کی فضیلت اس میں نہیں ہے ' اور نیز ہو سکتا ہے کہ یہ معنی ہوں کہ تم اپنے نفس و خواہشات کی طرف سے فضیلت نہ دو ' اور نیز ہو سکتا ہے کہ یہ قول تواضع اور کسر نفس کے طور پر فرمایا ہو ' اور نیز ہو سکتا ہے کہ اس کے معنی یہ ہوں کہ نفس نبوت میں مجھ کو (ان پر) فضیلت نہ دو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:
لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ[1] [ہم اس (اللہ تعالیٰ) کے رسولوں میں سے کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے] اور نیز ہو سکتا ہے کہ آپ کا یہ قول اپنی افضلیت کا علم ہونے سے پہلے کا ہو ' جاننا چاہئے کہ تمام انبیاء (علیہم السلام) کو اس امر میں شرکت حاصل ہے اس کے باوجود اس حکم میں حضرت یونس علیہ السلام کی تخصیص اس وجہ سے ہے کہ چونکہ ان (حضرت یونس) علیہ السلام سے ایک زلّت (لغزش) واقع ہوئی تھی اس وجہ سے یہ ان کے نقص کے توہم کا مقام ہو ' اس وہم کو دور کرنے کے لئے ان کی تخصیص اس حکم میں فرمائی کہ اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ[ع۱] [گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص کی مانند ہے جس کے ذمہ کوئی گناہ نہ ہو] اور اُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ[2] [یہ وہ لوگ ہیں جن کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں کے ساتھ بدل دیتا ہے] کے مصداق (اس زلّت) کے باعث ان کے اور ان کی نبوت کے رتبہ میں کوئی نقص پیدا نہیں ہوا ' اور ہو سکتا ہے کہ اسی اعتبار سے آپ نے فرمایا ہو کہ جس نے یہ کہا کہ "میں یونس بن متّیٰ سے بہتر ہوں تو اس نے جھوٹ کہا" یعنی جس شخص نے ان علیہ السلام کی لغزش کے پیش نظر اپنے آپ کو ان پر فضیلت دی اور اپنے آپ کو لغزش اور گناہوں سے پاک تصور کیا پس تحقیق اس نے جھوٹ بولا۔ اللہ تعالیٰ ان کی شان میں فرماتا ہے: فَنَادٰى فِى الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذٰلِكَ نُـنْجِى الْمُؤْمِنِيْنَ[3] [پس انہوں نے اندھیروں میں (اللہ تعالیٰ کو) پکارا کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے تو پاک ہے میں بیشک قصوروار ہوں ' پس ہم نے ان کی دعا قبول کی اور ہم نے ان کو اس غم سے نجات دی اور ہم اسی طرح ایمان والوں کو نجات دیا کرتے ہیں] اور نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَاجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ[4] [پھر ان کے رب نے ان کو برگزیدہ کر لیا اور ان کو صالحین میں سے کر دیا]

ص ۵۳

تیسرا سوال یہ ہے کہ یہ بات مسلّم و واضح ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو تمام افراد امت پر کلی فضیلت ہے اور صحیح حدیث میں آیا ہے[ع۲] کہ بعض کمالات بعض افراد امت میں (ایسے) ہیں جو کہ انبیاء (علیہم السلام)

---

[1] سورۃ ۲ آیت ۲۸۵ [2] سورۃ ۲۵ آیت ۷۰ [3] سورۃ ۲۱ آیت ۸۷،۸۸ [4] سورۃ ۶۸ آیت ۵۰

[ع۱] رواہ ابن ماجہ عن عبداللہ بن مسعودؓ مرفوعاً و رواہ مشکوٰۃ کتاب التوبہ۔ [ع۲] اس مضمون کی حدیث مشکوٰۃ شریف باب الحب فی اللہ میں بروایت احمد اور ابوداؤد مذکور ہے۔

www.maktabah.org

پر فضیلت رکھتے ہیں جیسا کہ شہداء فی سبیل اللہ غسل کی حاجت نہیں رکھتے اور وہ موتیٰ (مردہ) کے لفظ سے نہیں پکارے جاتے اور انبیاء (وفات کے بعد) غسل کے محتاج ہیں اور اُن کے لئے موتیٰ کا لفظ بولا جاتا ہے۔

جواب:۔ یہ فضیلت جزئی فضیلت کی طرف راجع ہے کہ اس میں کوئی اشکال نہیں ہے ہر ایک جُلاہا اور حجام اپنے ہنر و پیشہ کے اعتبار سے صاحبِ فنون عالم پر فضیلت رکھتا ہے اور کلی فضیلت انبیاء اور عالم کے لئے ہے۔

سوالِ چہارم: علمائے ماتریدیہ نے کہا ہے اَلْاِیْمَانُ لَا یَزِیْدُ وَلَا یَنْقُصُ [ایمان نہ زیادہ ہوتا ہے اور نہ کم ہوتا ہے] اس عبارت سے لازم آتا ہے کہ عام مؤمنین کا ایمان انبیاء علیہم السلام کے ایمان کی مانند ہو اور حالانکہ انبیاء علیہم السلام کا ایمان قرب و درجہ میں اکمل ہے۔ جواب:۔ انبیاء علیہم السلام کے ایمان اور عوام کے ایمان کو نفسِ ایمانیت میں شرکت و برابری ہے اور ایمانِ انبیاء کی فضیلت ایمان کو کامل کرنے والی صفات کی طرف راجع ہے کیونکہ جو ایمان کہ اعمالِ صالحہ کے ساتھ ملا ہوا ہے اور گناہوں اور مشتبہ امور سے پاک ہے وہ کچھ اور ہی صفائی اور علیحدہ نورانیت رکھتا ہے اور بہت بڑے نتائج و ثمرات لاتا ہے بلکہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ ایک دوسری نوع ہو جاتا ہے جیسا کہ افرادِ انسان جو کہ نفسِ انسانیت میں مشترک و مساوی ہیں اور صفات کے کمال و نقصان کے پیشِ نظر اُن میں سے ایک جماعت (اللہ تعالیٰ نے) كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ [وہ چوپایوں کی مانند ہیں بلکہ اُن سے بھی زیادہ گم راہ ہیں] فرمایا ہے اور وہ حقیقتِ انسانی سے نکل گئے ہیں اور یہ جو حدیث شریف میں آیا ہے لَوْ اُتْزِنَ اِیْمَانُ اَبِیْ بَکْرٍ مَعَ اِیْمَانِ اُمَّتِیْ لَرَجَحَ [اگر حضرت ابوبکرؓ کے ایمان کو میری اُمت کے ایمان کے ساتھ وزن کیا جائے تو وہ ضرور بڑھ جائیگا] یہ (ایمان کا) بڑھ جانا بھی صفات کاملہ کے باعث ہے جو کہ ایمان کی نورانیت و صفائی کو بڑھا دیتی ہیں اور میزان (ترازو) کے پلے کو راجح (بھاری) کر دیتی ہیں کیونکہ صفات و اعراض میزانِ موعود (اُخروی) میں وزن کی جائیں گی، اُن (ابوبکرؓ) کا ایمان بھاری کیوں نہ ہو جبکہ وہ موتِ قبل از موت سے مشرف ہوئے ہیں، اور اس صفت میں وہ صحابہ کرام کے درمیان ممتاز ہوئے اور سبقت لے گئے ہیں اور اسی لئے آیۂ کریمہ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ [اور جو اس (پیغمبر) کے ساتھ ہیں] اور آیۂ کریمہ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا [بیشک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے] کے مصداق میت کی دولت سے مشرف ہوئے ہیں اور اصحابِ کرام (رضی اللہ عنہم) کے درمیان اس موت کی بشارت کے ساتھ جو کہ عینِ معرفت اور ایمان کو کامل کرنے والی ہے مبشر ہوئے ہیں

عہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ الآیہ۔ عـــہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے اِنَّكَ مَیِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّیِّتُوْنَ عـــہ امام ابو منصور ماتریدی رحمہ اللہ کے متبعین۔

www.maktabah.org

جیسا کہ اُن کی شان میں وارد ہوا ہے: مَنْ اَرَادَ اَنْ یَنْظُرَ اِلٰی مَیِّتٍ یَمْشِیْ عَلٰی وَجْہِ الْاَرْضِ فَلْیَنْظُرْ اِلٰی اَبِیْ بَکْرِ ابْنِ اَبِیْ قُحَافَۃَ [جو شخص یہ چاہتا ہے کہ کسی میت (مردہ) کو زمین پر چلتا ہوا دیکھے تو وہ ابو بکر ابن قحافہ کی طرف دیکھ لینا چاہیے] اگرچہ تمام صحابہ بھی اس موت کے ساتھ متصف تھے لیکن اس بشارت کے ساتھ ان کی تخصیص اس صفت میں دوسروں سے زیادہ ان کے کمال کی خبر دینے والی ہے اور جو شخص کہ اس صفت میں زیادہ کامل ہے اس کا ایمان بھی اسی قدر زیادہ کامل ہے کیونکہ یہ موت (قبل از موت) اطمینانِ نفس کا ثمرہ دینے والی ہے اور اطمینانِ نفس ایمانِ حقیقی ہے جو کہ زوال سے محفوظ ہے آیہ کریمہ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ[1] [اے (ظاہری) ایمان والو! اللہ تعالیٰ اور پ۵ ۱۳۶
اس کے رسول پر (حقیقی طور سے) ایمان لاؤ] گویا اسی ایمان کی طرف اشارہ ہے، اور شاید کہ حدیث اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ اِیْمَانًا لَیْسَ بَعْدَہٗ کُفْرٌ [اے اللہ! میں آپ سے ایسا ایمان مانگتا ہوں جس کے بعد کفر نہ ہو] میں یہی ایمان مطلوب ہے، یہ وہ موت ہے جو کہ دائمی زندگی تک پہنچاتی ہے اور قرب و معرفت کے انوار کے ساتھ متصف کرتی ہے، آیہ کریمہ اَوَمَنْ کَانَ مَیْتًا فَاَحْیَیْنٰہُ وَجَعَلْنَا لَہٗ نُوْرًا یَّمْشِیْ بِہٖ فِی النَّاسِ[2] [کیا ایسا نہیں ہے کہ جو شخص مردہ تھا پس ہم نے اس کو زندہ کیا اور اس کے لئے ایک نور بنایا جس کے ساتھ وہ لوگوں میں چلتا پھرتا ہے] میں اسی معنی کی طرف اشارہ ہے، والسلام علیکم و علیٰ سائر من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ و علیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات والبرکات والتحیات۔

مکتوب ۲۵

میر عبد الفتاح ولد حقائق آگاہ میر محمد نعمان قدس سرہٗ کے نام طلبگاری کے لوازم ادا کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد عرض ہے کہ روزمرہ کے امور و صـ۵۵
حالات حمد کے لائق ہیں، امید ہے کہ آں عزیز (آپ) بھی عافیت سے ہوں گے اور سنتِ ستورہ و شریعتِ عالیہ کے راستے پر استقامت رکھتے اور طلبگاری کے لوازم سے فارغ نہیں ہوں گے اور ہمیشہ تشنہ و مضطرب رہتے ہوں گے، (طلبِ حق سے) سیری و فراغت نصیبِ دشمناں ہو کسی بزرگ نے کہا ہے کہ تصوف بیقراری ہے جب قرار آگیا تو تصوف نہ رہا۔ مرید کو اس صفت کا ہونا چاہیے کہ حَتّٰی اِذَا ضَاقَتْ عَلَیْھِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَیْھِمْ اَنْفُسُھُمْ وَظَنُّوْا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰہِ اِلَّا اِلَیْہِ[3]

---

[1] سورۃ ۴ آیۃ ۱۳۶ [2] سورۃ ۶ آیۃ ۱۲۳ [3] سورۃ ۹ آیۃ ۱۱۸۔

www.maktabah.org

[یہاں تک کہ زمین اپنی فراخی کے باوجود اُن پر تنگ ہو گئی اور وہ خود بھی اپنی جان سے تنگ آ گئے اور انھوں نے سمجھ لیا کہ اللہ تعالیٰ (کے غضب) سے کہیں پناہ نہیں مل سکتی بجز اس کے کہ اسی کی طرف رجوع کیا جائے] جب طالبِ صادق اس صفت کا ہو جائے تو امید ہے کہ بخشش کا سمندر جوش میں آ جائے اور ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا ۱۱۸
[پھر اللہ تعالیٰ اُن پر مہربان ہوا تاکہ وہ آئندہ بھی (اسی کی طرف) رجوع رہا کریں] کی خوشخبری اس کی جان کے کان میں پہنچائے اور اُس کو اُس سے ملائے، تعجب ہے کہ سعادتمند جوان خوابِ خرگوش میں آرام پذیر ہیں اور لوازم طلب سے بیٹھ گئے ہیں اور بچوں کی طرح جواہرِ نفیسہ کی بجائے چند ٹھیکریوں کے ساتھ مشغول ہو گئے ہیں۔

سہ در جہاں شاہدے وما فارغ — در قدح جرعۂ وما ہشیار

[جہان میں ایک معشوق (موجود) ہے اور ہم بے پرواہ ہیں پیالہ میں کچھ شراب ہے اور ہم ہشیار ہیں]

مکتوب ۲۶

صوفی سعد اللہ کابلی کے نام ان کے وقائع کی تعبیر اور احوال کی شرح کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، آپ کا مکتوب جو کہ وقائع روشن و احوالِ پسندیدہ پر مشتمل تھا پہنچا اور اس نے خوش وقت کیا اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے کہ آپ عافیت سے ہیں اور اپنے کام میں سرگرم ہیں۔ دو واقعے جو آپ نے لکھے تھے ایک واقعے میں مصحف اور دوسرے واقعے میں خلعت آپ کو دیا گیا ہے (یہ دونوں) عمدہ بشارت دینے والے ہیں، اور یہ جو آپ نے لکھا تھا کہ اکثر جب میں اپنے احوال میں متغیر ہو جاتا ہوں تو اپنے آپ کو نہیں پاتا ہوں اور مراقبہ میں ایسا مشاہدہ ہوتا ہے کہ ہر ایک بال چراغ کی مانند شعلہ دیتا ہے اور کلمۂ طیبہ کے کہنے میں ایسی لذت پیدا ہوتی ہے کہ بے اختیار آنسو رواں ہو جاتے ہیں، کیا کمالِ فنائے نفس یہی ہے یا کوئی اور چیز ہے" (جواب) معلوم فرمائیں کہ یہ احوال عمدہ اور پسندیدہ ہیں اور فنائے نفس کے لوازم و متعلقات میں سے ہیں لیکن فنائے نفس فی نفسہٖ ایک اور امر ہے ؎

۵۶ آنجا ہمہ آنست کہ برتر ز بیان ست — [وہاں سب کچھ ہے جو کہ بیان سے بالاتر ہے]

ہاں آپ نے یہ جو لکھا ہے کہ میں اپنے آپ کو نہیں پاتا ہوں اور یہ جو اس کے بعد لکھا ہے کہ نہ اپنے آپ کو جان سکتا ہوں اور نہ عالم کو، اگر (یہ بات) فنائے قلب کے بعد پیش آتی ہے تو فنائے نفس کی مبادیات میں سے اور اس کے لوازم میں سے ہے۔ مختصر یہ ہے کہ امیدوار رہیں اور ھَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ [کیا اور بھی ہے]

www.maktabah.org

کئے ہوئے فوق کی طرف متوجہ رہیں، ع

ہنوز ایوانِ استغنا بلند ست [ابھی بے نیازی کا مقام بلند ہے]

آپ نے لکھا تھا کہ "نماز کے شروع میں بھی اکثر جمعیت رونما ہوتی ہے اکثر اوقات جب اپنے آپ میں مقید ہو جاتا ہوں تو آفتاب و ماہتاب کے شعلہ کی طرح نظر آتا ہے فقیر اس کے ادراک سے عاجز ہے" آپ جان لیں کہ جو حالت نماز میں حاصل ہوتی ہے بہت عمدہ ہے اور یہ جو آپ خود کو آفتاب کا شعلہ پاتے ہیں ہو سکتا ہے بقا کے آثار ہوں اور یہ نورِ حیات کا ہو جو کہ موت پر مترتب ہوتی ہے جیسا کہ آیۂ کریمہ ۱۲۲
اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا الآیہ [کیا ایسا نہیں ہے کہ جو شخص مُردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کر دیا اور اس کے لئے ہم نے نور بنا دیا] اس کی خبر دینے والی ہے۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۲۷

مُلّا عطاء اللہ سورتی کے نام اُن کو نصیحت کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، فضائل مآب برادرم ملا عطاء اللہ اس جانب سے سلام عافیت انجام پڑھیں اور دُور افتادہ دوستوں کو دعائے خیر کے ساتھ یاد کریں۔ میرے مخدوم! چند روزہ زندگی کو جو کہ بہت قیمتی ہے سب سے قیمتی اشیاء میں صرف کرنا چاہئے اور وہ مولائے حقیقی جل سلطانہٗ کی خوشنودیوں کا حاصل کرنا ہے کمرِ ہمت کو اس بزرگ کام میں کَس کر باندھیں اور جو کچھ اس کے منافی ہے اس سے الگ ہو جائیں، بندہ کے حق میں کمال یہ ہے کہ اس کا مولا اس سے راضی ہو اور وہ اس (اپنے مولا) سے راضی ہو اسی لئے مقامِ رضا تمام مقامات سے اوپر ہوا، اس رضا کی علامت یہ ہے کہ بندہ اس تعالیٰ شانہٗ سے راضی ہو جائے اور ارادوں اور خواہشات میں اس تعالیٰ شانہٗ کی رضامندی کے خلاف اس سے ظاہر نہ ہو اور رنج پہنچنے کی حالت میں نعمت حاصل ہونے کی مانند کشادہ رُو رہے اور اس کے اوامر و نواہی میں اس کی ابرو پر بل نہ آئے اور تمام افعالِ واجبی جل شانہٗ تعالیٰ کے افعال میں شرحِ صدر کے ساتھ رہے اور اس عز شانہٗ کی قضا و قدر کے ساتھ اطاعت و تسلیم اختیار کرے۔ والسلام

مکتوب ۲۸

ر۵۷ شیخ نور محمد سورتی کے نام نصیحت کے بیان میں تحریر فرمایا۔

www.maktabah.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم حمد و صلوٰۃ و تبلیغِ دعوات کے بعد عرض ہے کہ (یہاں کے) احوال ہر حال میں حمد کے لائق ہیں، دوستوں کی خیریت مطلوب و مقصود ہے، اوقات کو ذکر و فکر کے ساتھ معمور رکھیں اور مولائے حقیقی جلّ عظمتہٗ کی خوشنودیوں کے حاصل کرنے میں جان کے ساتھ کوشش کریں اور آخرت کا زادِ راہ تیار کریں۔
جَاءَتِ الرَّاجِفَةُ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ جَاءَ الْمَوْتُ بِمَا فِيْهِ جَاءَ الْمَوْتُ بِمَا فِيْهِ [ہلا دینے والی چیز (صورِ اسرافیل کی پہلی پھونک) آگئی جس کے بعد ایک پیچھے آنے والی چیز (دوسری پھونک) آجائیگی موت پوری طرح آگئی موت ان چیزوں کے ساتھ آگئی جو کہ اس میں ہیں (یعنی نزع وغیرہ جو موت کے وقت اور احوالِ قبر وغیرہ جو اس کے بعد واقع ہوں گے)] احوال لکھتے رہا کریں، اپنے راہِ سلوک اور صاحبزادگان کی کیفیت لکھتے رہیں اور کوشش کریں کہ آپ پر روز بروز بہترین ترقیات کے دروازے کھلے رہیں مَنِ اسْتَوٰى يَوْمَاهُ فَهُوَ مَغْبُوْنٌ [جس شخص کے دو دن یکساں گذریں وہ خسارے میں ہے] دوستوں کو دعائے خیر کے ساتھ یاد رکھیں والسلام

مکتوب ۲۹

میر محمد امین بخاری کے نام آیۂ کریمہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ اور آیۂ کریمہ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کی شرح و تفسیر میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد سیادت و نقابت پناہ کی خدمت میں عرض ہے کہ اس نواح کے فقرا کے احوال و اطوار حمد کے لائق ہیں اور اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ سے آپ کی ظاہری و باطنی سلامتی و استقامت کے لئے دعا کی گئی ہے۔ گرامی نامہ جو آپ نے اس مسکین کے نام ارسال کیا تھا اس نے مشرف کیا، اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے کہ ظاہری مشاغل اور متفرق تعلقات کے باوجود باطنی رابطوں اور محبتوں میں کوئی نقص نہیں آیا ہے، امید ہے کہ روز بروز (اس حالت میں) اضافہ ہوگا اور روزانہ ترقی ہوگی، اس گروہ سے محبت کرنے والا اس گروہ کے ساتھ ہے اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ عــه [آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے] حدیثِ نبوی علیٰ مصدرہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ ہے۔

پ ۲۷ ع ۱ آپ نے لکھا تھا کہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ [اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے] اور مفسرین نے اس کی تفسیر لِيَعْرِفُوْنِ [تاکہ مجھے پہچانیں] کے ساتھ کی ہے اور دوسری جگہ حق تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ
پ ۲۲ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ [ہم نے یہ امانت آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کی تھی پس انھوں نے اس کو اٹھانے سے انکار کردیا اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے
عــه اس کو اٹھا لیا] اگر امانت سے مراد معرفت ہے تو یہ انسان کے ساتھ کیا خصوصیت رکھتی ہے اور اگر وہ

عــه اس کو امام بخاری و امام مسلم نے روایت کیا ہے۔ عــه حاشیہ بر صفحۂ آئندہ۔

www.maktabah.org

کوئی دوسری چیز ہے تو مطلع فرمائیں۔ میرے مخدوم! یہ شبہ اس کے ساتھ خصوصیت نہیں رکھتا کہ لیعبدون کی تفسیر لیعرفون سے کی جائے خواہ کسی معنی کے ساتھ بھی تفسیر کریں اور امانت کو بھی اُس معنی میں لیں یعنی لیعبدون کو اگر اپنے معنی میں رکھیں جیسا کہ اکثر علمائے مفسرین نے کہا ہے اور امانت سے بھی تکالیف شرعیہ جو کہ عبادت کا حاصل ہیں مراد لیں یا دونوں جگہ معرفت مراد لیں تو شبہ وارد ہوتا ہے کہ (دوسری آیت میں) امانت کو اٹھانے کی تخصیص انسان کے ساتھ کیا ہے؟ (جبکہ پہلی آیت میں انسان کے ساتھ جن بھی عبادت یعنی تکالیفِ شرعیہ کے مکلّف ہیں)۔ جواب: ہم کہتے ہیں کہ ہو سکتا ہے وجہ تخصیص انسان کی شرافت و بزرگی اور اس کی شان کا اہتمام ہو اگرچہ جن (بلکہ ہر چیز) کو (اس میں) شرکت ہو کیونکہ جن اس تکلیف میں انسان کے تابع ہیں اور ہمارے پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت کے تابع ہیں کیونکہ آپ نے لیلۃ الجن میں (ان کو) دعوت (اسلام) دی اور یہ سب ایمان لائے اور انھوں نے (اپنی قوم میں واپس آکر) کہا

پ۲۶ / ۳۱ یٰقَوْمَنَآ اَجِیْبُوْا دَاعِیَ اللّٰہِ وَاٰمِنُوْا بِہٖ [اے ہماری قوم! اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کی بات مان لو اور اس پر ایمان لے آؤ] اور (اس) آیت (کے سیاق) کے مطابق معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پہلے وہ (قوم جنات) حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت کے تابع رہے ہیں جیسا کہ انھوں نے کہا ہے: اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا

پ۲۶ / ۳۰ اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰی الآیۃ [بیشک ہم نے سنا ایک کتاب کو جو موسیٰ (علیہ السلام) کے بعد نازل کی گئی ہے] اور نیز ہو سکتا ہے کہ امانت کا پیش کرنا اور اُس کا اٹھانا خاص انسان کے لئے ہو اور جنات کو اس میں شرکت نہ ہو اگرچہ دونوں کو عبادت یا معرفت کے لئے پیدا کیا گیا ہو اور (اس میں) کوئی اشکال نہیں ہے۔

آپ جان لیں کہ اس سوال کے ان دو جواب کے علاوہ کئی دوسرے جواب بھی ہیں کہ ان صورتوں میں ہرگز کوئی شبہ وارد نہیں ہوتا۔ اول یہ کہ لیعبدون اپنے معنی پر رہے (یعنی تکالیفِ شرعیہ مراد لی جائے) جیسا کہ علما نے فرمایا ہے اور امانت کو معرفت کے معنی میں کہا جائے جیسا کہ آں مشفق (آپ) نے لکھا ہے تو اشکال وارد نہیں ہوتا۔ دوم یہ کہ مجاہد نے لیعبدون کی تفسیر لیعرفون سے کی ہے لیکن معرفت کے عام معنی لئے ہیں جو کہ موحد و مشرک، مطیع و عاصی کو شامل ہیں کہ سبھی پہچانتے ہیں لیکن بعض فرمانبرداری نہیں کرتے اور بعض عبادت میں شریک ٹھہراتے ہیں، اس صورت میں اگر امانت سے وہ معرفت مراد لیں جو موحدین یا اولیاء کے ساتھ مخصوص ہے یا عبادات اور تکالیفِ شرعیہ مراد لیں تب بھی اشکال وارد نہیں ہوتا۔ سوم یہ کہ مفسرین نے کہا ہے، ہو سکتا ہے کہ لیعبدون اس معنی میں ہو کہ اَیْ لِیَکُوْنُوْا عِبَادًا لِّیْ [یعنی تاکہ وہ میرے بندے ہو جائیں]

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) یعنی انسان کے ساتھ کوئی خصوصیت نہیں ہے کیونکہ معرفت حق تعالیٰ ہر چیز کو حاصل ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وان من شیءٍ الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقہون تسبیحھم (پ۱۵ ع۵)۔

www.maktabah.org

اس صورت میں بھی اشکال وارد نہیں ہوتا۔ چہارم یہ کہ اگر آیہ کریمہ وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ میں انسان سے مراد م۹۵
حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام ہوں جیسا کہ مفسرین نے کہا ہے تب بھی شبہ وارد نہیں ہوتا۔
پنجم یہ کہ ہمارے حضرتِ عالی قدسنا اللہ سبحانہٗ بسرہٖ نے مکتوبات جلد ثانی کے مکتوب ۴۲ میں لکھا ہے کہ
یہ امانت اس فقیر کے زعم میں نیابت کے طور پر تمام اشیاء کی قیومیت ہے جو کہ انسان کے کامل افراد کے ساتھ
مخصوص ہے یعنی انسانِ کامل کا معاملہ اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ اس کو خلافت کے حکم کے مطابق تمام
اشیاء کا قیوم بنا دیتے ہیں اور سب کو وجود و بقا اور تمام ظاہری و باطنی کمالات کا فیض اُس کے توسط سے
پہنچاتے ہیں اگر فرشتہ ہے تو اس کے ساتھ وسیلہ رکھنے والا ہے اور اگر انسان و جن ہیں تو وہ بھی اس کا سہارا
پکڑنے والے ہیں اور حقیقت میں تمام اشیاء کی توجہ اس کی طرف ہے اور سب اس کی طرف دیکھنے والے ہیں
(خواہ وہ اشیاء) اس حقیقت کو جانیں یا نہ جانیں۔ حق تعالیٰ نے فرمایا اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا (یعنی) اپنے نفس پر بہت
ظلم کرنے والا ہے' اس طرح پر کہ وہ اپنے وجود اور اپنے وجود کے توابع کا نہ کوئی اثر باقی رہنے دیتا ہے اور نہ کوئی
حکم' اور جب تک وہ اپنے اوپر ایسا ظلم نہ کرے امانت کا بوجھ اٹھانے کے قابل نہیں ہوتا۔ جَهُوْلًا (یعنی) بہت
جہالت والا، ایسا کہ اس کو مطلوب کا نہ علم ہے نہ ادراک بلکہ مقصود کے ادراک سے عاجز اور اس کے علم سے
جاہل ہے' اور (حال یہ ہے کہ) یہ عجز و جہل اس مقام میں کمالِ معرفت ہے اس لئے کہ وہاں جو زیادہ جاہل ہے
وہی زیادہ معرفت والا ہے اور اس میں شک نہیں ہے کہ ان میں جو زیادہ معرفت والا ہے وہی امانت کو
اٹھانے کے زیادہ لائق ہے' یہ دو صفات گویا بارِ امانت اٹھانے کے لئے علت ہیں، یہ عارف جو کہ اشیاء
کی قیومیت کے منصب سے مشرف ہوا ہے وزیر کا حکم رکھتا ہے، مخلوق کے اہم امور اس کی طرف راجع کر دیئے
گئے ہیں اگرچہ انعامات سلطان (کی طرف) سے ہیں لیکن ان کا پہنچنا وزیر کے وسیلے سے وابستہ ہے۔"
ختم کلامہٗ (حضرت مجدد علیہ الرحمہ کا کلام ختم ہوا) اس صورت میں بھی شبہ وارد نہیں ہوتا، والسلام علیکم وعلیٰ
سائر من اتبع الہدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات والبرکات العلیٰ

مکتوب ۳۰

شیخ حسین منصور جلندری کے نام فنائے کامل کے حصول کے متعلق اُن کے احوال کی شرح میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد و صلوٰۃ اور ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ مکتوب مرغوب جو کہ آپ نے
قاصد کے ہمراہ ارسال کیا تھا پہنچ کر مسرت کا باعث ہوا چونکہ پسندیدہ کیفیات پر مشتمل تھا مسرت میں

www.maktabah.org

اضافہ کیا، حق سبحانہٗ وتعالیٰ اسی طرح ترقیات کے دروازے کھلے رکھے اور پسندیدہ سنتوں کے طریقہ پر استقامت عطا فرمائے۔ آپ نے زوالِ عین واثر کی حالت کے دائمی ہونے اور کمالات کے اپنی اصل کی طرف رجوع کی دائمی دید اور عدم مقید کے عدم مطلق کے ساتھ ملحق ہونے کے بارے میں لکھا تھا عمدہ و مبارک ہے، فنا میں ہمارے نزدیک معتبر یہ ہے کہ دوام حاصل کرلے اور جو (فنا) دوام نہ رکھتی ہو وہ دائرہ اعتبار سے ساقط ہے اور اس قسم کی فنا کہ عدم بھی وجود کی طرح اس سے جدا ہو جائے اور اصل کے ساتھ لاحق ہو جائے تجلی ذاتی کے آثار سے ہے۔

گر بر سرِ کوئے عشق ما کشتہ شوی شکرانہ بدہ کہ خونبہائے تو منم

[اگر تو ہمارے عشق کے کوچے میں قتل ہو جائے تو شکرانہ دے کیونکہ تیرا خون بہا میں ہوں]

جو عروج کہ (آپ کو) اس وقت پیش آیا تھا اور آپ نے بعض مشائخ کے مقابلہ میں اپنی بلندی کو دیکھا ، درکھا تھا واضح ہوا، تحریر کا مقام نہیں ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ [یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے] کسی نے خوب کہا ہے ؎

سعادتہاست اندر پردۂ غیب نگہ کن تا کرا ریزند در جیب

[پردۂ غیب میں بہت سی سعادتیں ہیں دیکھئے کس (خوش نصیب) کی جیب میں ڈالتے ہیں]

میاں شیخ جمال جمعیت کے ساتھ رہیں۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۳۱

خواجہ عبدالصمد کابلی کے نام اپنے اطوار پر افسوس کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، ہزار افسوس کہ قیمتی عمر ہوا و ہوس میں چلی گئی اور محرومی و معصیت میں گذر گئی، در و دیوار اس ناکارہ کے کردار پر گریہ و زاری کرتے ہیں اور تیر و تصیری زبانِ حال سے فریاد کرتی ہے مَا لِهٰذَا خُلِقْتَ وَلَا بِهٰذَا أُمِرْتَ [تجھ کو اس کے لئے نہیں پیدا کیا گیا اور نہ اس کے لئے تجھ کو امر کیا گیا ہے] ؎

ہر دو عالم در لباسِ تعزیت اشک مے بارند و تو در معصیت

[دونوں عالم تعزیت کے لباس میں اشک برساتے ہیں اور تو گناہ میں (مبتلا) ہے]

أُذْكُرُوا اللّٰهَ وَتُوْبُوْا إِلَى اللّٰهِ [اللہ کا ذکر کرو اور اس کی طرف رجوع کرو] جَآءَتِ الرَّاجِفَةُ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ

www.maktabah.org

جاء الموت بما فیہ بجذبا فیرہ [ملا دینے والی چیز (صورِ اسرافیل کی پہلی پھونک) آگئی جس کے بعد ایک پیچھے آنیوالی چیز (دوسری پھونک) آجائیگی موت پوری طرح آگئی موت ان چیزوں کے ساتھ آگئی جو کہ اس میں ہیں (یعنی نزع وغیرہ جو موت کے وقت اور احوالِ قبر وغیرہ جو اس کے بعد واقع ہوں گے)] والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الہدیٰ

مکتوب ۳۲

قاضی حیدر لاہوری کے نام معرفت اور ایمانِ حقیقی حاصل کرنے پر ترغیب لانے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ رب العالمین اکمل الحمد علی کل حال والصلوٰۃ والسلام ص۶۱
الاتمان الاکملان علےٰ سید المرسلین وخاتم النبیین کلما ذکرہ الذاکرون وکلما غفل عن ذکرہ الغافلون اللھم صل علیہ وعلیٰ آلہ وسائر النبیین وآل کل وسائر الصالحین۔ مکتوب گرامی جو آپ نے اس مسکین کے نام ارسال کیا تھا اس کے صدور سے مسرور و مشرف ہوا، چونکہ اظہارِ شوق پر مشتمل اور دردِ طلب کی خبر دینے والا تھا (اس لئے) مزید خوشی بخشی۔ اللھم زد [اے اللہ اور زیادہ فرما]۔ اس شوق کو نعمتِ عظمیٰ جانیں اور سرمایۂ سعادت تصور فرمائیں، کسی بزرگ نے کہا ہے اگر (اللہ تعالیٰ) دینا نہ چاہتا تو طلب نہ دیتا۔ حق سبحانہٗ اس شوق کی آگ کو مشتعل کرے اور شعلۂ طلب کو سربلند بنائے تاکہ مطلوب (حقیقی) کے ماسوا سے بالکل بیگانہ کردے اور تفرقہ (جدائی) کی کشمکش سے پوری طرح رہا کردے اور مطلوبِ حقیقی تک پہنچائے، اس دنیائے فانی میں مطلوبِ حق جل وعلا کی معرفت کا حاصل کرنا ہے اور معرفت کی ایک صورت ہے اور ایک حقیقت ہے اس کی صورت وہ ہے جو علمائے کرام نے بیان کی ہے اور مطلق ایمان اس کے ساتھ وابستہ ہے اور معرفت کی حقیقت کہ اہل اللہ جس کے ساتھ ممتاز ہیں معروف میں فنا ہونے سے عبارت ہے اور اس (معرفت کی) صورت کے ساتھ وابستہ ہے کیونکہ یہ اس کے بغیر متصور نہیں ہوتی، اور ایمانِ حقیقی جو کہ زوال سے محفوظ ہے اس معرفت سے وابستہ ہے شاید کہ حدیث شریف میں اس ایمان کی طرف اشارہ ہے کہ وارد ہوا ہے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ اِیْمَانًا لَیْسَ بَعْدَہٗ کُفْرٌ [اے اللہ میں آپ سے ایسا ایمان مانگتا ہوں جس کے بعد کفر نہیں ہے] اور یہ فنا جس پر کہ معرفت کا مدار ہے ایک وجدانی و ذوقی امر ہے جو کہ کہنے اور لکھنے میں نہیں آتا اور کتابوں کے درس و مطالعہ سے صورت پذیر نہیں ہوتا، وَمَنْ لَمْ یَذُقْ لَمْ یَدْرِ [اور جس نے نہیں چکھا اس نے نہیں جانا]۔

لذت مے نہ شناسی بخدا تا نہ چشی [خدا کی قسم جب تک تو شراب کو نہیں چکھے گا اس کی لذت نہیں پہچانے گا]

پس عقلمندوں اور ہوشمندوں کو اس سے چارہ نہیں ہے کہ حاصل کار و نقد روزگار میں غور کریں، جس

www.maktabah.org

کسی کو نہ کو رہ معرفت حاصل ہے تو اس کے لئے خوشخبری و بشارت ہے، جو کچھ اس کی پیدائش کا مقصد تھا وہ بجالایا اور ظل سے اصل کی طرف چلا گیا، مولوی (رومی) قدس سرہ کا شعر ہے ؎

چوں بدانستی تو خود را از نخست　　سوئے آنحضرت نسب کردی درست
وآنکہ دانستی کہ ظل کیستی　　فارغی گر مردی و گر زیستی

[جب تونے اپنی ابتدا کو جان لیا تو تونے اس بارگاہ کی نسبت کو درست کر لیا
اور جب تونے جان لیا کہ تو کس کا ظل (سایہ) ہے تو خواہ تو مردہ ہے یا زندہ (اب) تو بے فکر ہے]

ص۶۲ اور جس شخص کو یہ معرفت حاصل نہیں ہے وہ اس کی طلب سے فارغ نہ رہے اور جہاں کہیں سے اس نعمت کے باغ کی خوشبو اس کے دماغ میں پہنچے اس کے حصول میں لگ جائے، افسوس ہے کہ جو کچھ اس شخص سے فانی دنیا میں طلب کیا گیا ہے وہ اس کو بجا نہیں لاتا اور دوسرے امور میں مشغول ہوتا ہے اور جس چیز کی تخریب چاہی گئی ہے اس کو تعمیر کرتا ہے۔ ؎

ترسم کہ یار باما نا آشنا بماند　　تا دامنِ قیامت ایں غم بما بماند

[میں ڈرتا ہوں کہ (مبادا) محبوب ہم سے ناآشنا ہی رہے (اور) یہ غم دامنِ قیامت تک ہمارے ساتھ رہے]

والسلام علیکم وعلی سائر من اتبع الہدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات والبرکات العلیٰ۔

مکتوب ۳۳

عبیداللہ خواجہ عبداللہ کولابی کے نام اس بارے میں کہ کثرت کے آئینہ میں وحدتِ حقیقی مشہود نہیں ہے بلکہ انہی ظلال میں سے ایک ظل ہے اور اس بیان میں تحریر فرمایا کہ ارواح کا شہود کمال میں داخل نہیں ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد وصلوٰۃ وتبلیغِ دعوات کے بعد عرض ہے کہ اس نواح کے فقراء کے احوال واطوار حمد کے لائق ہیں اور اللہ تعالیٰ سے آپ کی عافیت اور شریعتِ عالیہ وسنتِ منورہ مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کے طریقے پر استقامت کی دعا کی گئی ہے، مکتوبِ مرغوب جو آپ نے ان دنوں بھیجا تھا پہنچا چونکہ شوق پر مشتمل اور صدقِ طلب کی خبر دینے والا تھا مزید خوشی کا باعث ہوا، اَللّٰھُمَّ زِدْ (اے اللہ! اس کو اور زیادہ فرما)۔ آپ نے اپنے احوال کو اس شعر پر محمول کیا تھا ؎

در و دیوار چو آئینہ شد از کثرتِ شوق　　ہر کجا می نگرم روئے ترا می بینم

[کثرتِ شوق کی وجہ سے در و دیوار آئینہ کی مانند ہو گئے ہیں جس طرف بھی دیکھتا ہوں تیرا ہی چہرہ دیکھتا ہوں]

www.maktabah.org

میرے مخدوم! میں آپ کے احوال کو اس شعر کے مضمون سے بلند پاتا ہوں، آپ کا باطن خالص تنزیہ کی طرف متوجہ ہے اور اس شعر کا مضمون کثرت کے آئینے میں وحدت کے شہود کی خبر دینے والا ہے۔

میرے مخدوم! جو کچھ کثرت کے آئینے میں مشہود ہے وہ وحدتِ حقیقی نہیں ہے بلکہ اس کی نظیر و مثال اور اس کے ظلال میں سے کوئی ظل ہے، وہ تعالیٰ شانہٗ وراء الوراء ہے اور ہماری دید و دانش سے ماوراء ہے، ع

در کدام آئینہ در آید او [وہ کون سے آئینے میں سما سکتا ہے]

حق سبحانہٗ کو مخلوق کے آئینے میں ڈھونڈنا ایسا ہے جیسے کوئی شخص آفتاب کو پانی کے طشت میں تلاش کرے

کے درصحنِ کاچی قلیہ جوید اَضَاعَ الْعُمْرَ فِیْ طَلَبِ الْمُحَالِ

[جو شخص حلوے کی پلیٹ میں بھنا ہوا گوشت ڈھونڈتا ہے وہ اپنی عمر محال چیز کی طلب میں ضائع کرتا ہے]۔

کسی نے خوب کہا ہے ؎

تو از خوبی نمی گنجی بعالم مرا ہرگز کجا گنجی در آغوش

۳۴ [یا الٰہا! جب تو خوبی کی وجہ سے عالم (دنیا) میں نہیں سما سکتا تو پھر میری آغوش میں بھلا کہاں سما سکتا ہے]۔

آپ نے لکھا تھا کہ "اگر کسی طالب کو یہ دید پیش آجائے کہ وہ ظاہری آنکھ سے پاک روحوں کو مشاہدہ کرنے لگے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟" میرے مخدوم! مشاہدۂ ارواح خواہ چشمِ ظاہر سے ہو یا چشمِ باطن سے، کسی کمال میں داخل نہیں ہے اور منازلِ قرب میں سے کوئی منزل اس سے وابستہ نہیں ہے، کمال یہ ہے کہ باطن ماسوا کی دید و دانش سے آزاد ہو جائے اور غیر کا کوئی نام و نشان دیدۂ باطن میں باقی نہ رہے۔ ع

تو مباش اصلا کمال این ست و بس [تو ہرگز نہ رہ (یعنی خود فنا ہو جا)، کمال یہی ہے اور بس]

اس قسم کی چیزیں جو سالکوں کو اثنائے راہ میں پیش آیا کرتی ہیں جیسا کہ علمِ بلاغت میں محسناتِ بدیعی ہوتے ہیں کہ وہ کلام میں حسن پیدا کرتے ہیں اور وہ بلاغت میں کوئی دخل نہیں رکھتے بلکہ یہ ارواح کا مشاہدہ محسنات سے بھی کم درجہ رکھتا ہے اس لئے کہ بسا اوقات اس قسم کے مشاہدات مقصد سے باز رکھتے ہیں اور (سالک کو) کمال کے وہم میں مبتلا کر دیتے ہیں اگر یہ امور (مشاہداتِ ارواح) اس نقصان سے خالی ہوں تو بھی اُن کا فائدہ اس سے زیادہ نہیں ہے کہ سالک کی طلب میں معاونت کرتے ہیں اور اس کے کام میں مددگار ہو جاتے ہیں۔ آپ نے لکھا تھا کہ "میں نے کچھ سوالات سابقہ خط میں عرض کئے تھے اُن کے جواب کا منتظر ہوں" میرے مخدوم! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا یہ خط فقیر کی علالت کے دنوں میں پہنچا تھا اُس وقت خط کا جواب لکھنے بلکہ پڑھنے اور غور کرنے کی بھی طاقت نہ تھی، اس وقت وہ خط نہیں ملا معذور رکھیں

والسلام علیکم و علی من لدیکم"

www.maktabah.org

مکتوب ۳۴

شیخ امان اللہ برادر شیخ حمید بنگالی کے نام اُن کو نصیحت کرنے اور وصولِ معرفت پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ العلی الاعلیٰ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ سید الورٰی محمد ن المصطفیٰ وعلیٰ آلہٖ وصحبہ البررۃ التقی۔ مکتوبِ گرامی نے پہنچکر خوش وقت کیا، اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے کہ آپ عافیت سے ہیں اور (ہم) فقراء کی یاد سے فارغ نہیں ہیں، آپ نے شوقِ ملاقات کا اظہار کیا تھا اللہ تعالیٰ بطریقِ احسن میسر فرمائے، امید ہے کہ اس شوق کا شعلہ مشتعل اور محبت کی آگ سر بلند رہے تاکہ ماسوائے پوری طرح آزاد کردے اور مطلوب کی خوشبو دماغ میں پہنچائے ؎

عشق آں شعلہ است کاں چوں بر فروخت ہرچہ جز معشوق آں راجلہ سوخت

[عشق وہ شعلہ ہے کہ جب وہ بھڑک اُٹھا تو اس نے معشوق کے سوا جو کچھ باقی ہو سب کو جلا دیا]۔

بزرگوں کے طریقہ پر استقامت رکھیں اور ان کے مقام کا اچھی طرح خیال رکھیں اور فقراء وطالبین کی خدمت بطریقِ احسن بجالائیں اور شریعت کے راستہ پر قائم رہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنّت کو مضبوطی سے پکڑیں اور بدعت سے بچتے رہیں اور بدعتی کے ساتھ صحبت نہ رکھیں اور اس سے بچتے رہیں اَهْلُ الْبِدْعَةِ كِلَابُ اَهْلِ النَّارِ [بدعتی لوگ اہلِ دوزخ کے کتے ہیں] آپ نے سُنا ہوگا اور بزرگوں کے طریقے میں کوئی نیا امر پیدا نہ کریں کیونکہ طریقہ کی برکات اس وقت تک جاری رہتی ہیں جبتک اس کو امورِ محدثہ (دین میں نئے پیدا کردہ امور) سے ملوث نہیں کیا جاتا اور حق جل وعلا کی طلب سے فارغ نہ بیٹھیں اور اُس تعالیٰ شانہٗ کی معرفت کی طرف راستہ تلاش کریں اور جہاں کہیں سے اس نعمت کے باغ کی خوشبو دماغ میں پہنچے اس کے حصول میں لگ جائیں، اس فانی دنیا میں مطلوب اس نعمت کا حصول ہے اور انسان کی پیدائش سے مقصود معرفت کا حاصل کرنا ہے افسوس ہے کہ جو کچھ اس (انسان) سے طلب کیا گیا ہے وہ اس کو بجا نہیں لاتا اور دوسرے امور میں مشغول ہوتا ہے ؎

ترسم کہ یار با ما نا آشنا بماند تا دامنِ قیامت ایں غم بما بماند

[ڈرتا ہوں کہ مبادا محبوب ہمارے (حال) سے ناآشنا ہی رہے اور یہ غم دامنِ قیامت تک ہمارے ساتھ رہے]۔

آپ نے بعض ظاہری پریشانیوں کے لاحق ہونے کے بارے میں لکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ اُن (پریشانیوں) کو

www.maktabah.org

محبوب (قلبی) سے تبدیل فرمادے اور ما سوا کے فکر و غم سے رہائی بخشے، جو مسلمان کہ اس ملک (بنگال) میں آئے ہیں ان میں سے اکثر یہاں کے حاکم کی شکایت کرتے ہیں اور اس کی بے دینی و بدعملی کا ذکر کرتے ہیں، الله سبحانہ کی حمد ہے کہ اہلِ اسلام اس کی شرارت سے چھوٹ گئے اور اس کے فساد سے رہائی پاگئے، حاکموں کا ظلم ہماری شامتِ اعمال سے ہے، اَعْمَالُكُمْ عُمَّالُكُمْ [تمہارے اعمال تمہارے عامل ہیں] اپنی اصلاح کرنی چاہیے اور پرہیزگاری و تقوی اختیار کرنا چاہیے، وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ [اور جو شخص الله تعالی سے ڈرتا ہے الله تعالی اس کے لیے چھٹکارے کی سبیل نکال دیتا ہے اور اس کو اس جگہ سے رزق دیتا ہے کہ جہاں سے اس کو گمان بھی نہیں ہوتا اور جو شخص الله تعالی پر توکل کرتا ہے الله تعالی اس کے لئے کافی ہے] دوستوں سے دعاء سلامتی خاتمہ کی امید کی جاتی ہے، والسلام علیکم وعلی سائر من اتبع الهدی۔

مکتوب ۳۵

شیخ حسین منصور جلندری کے نام فنا و بقا اور اطمینانِ نفس کی حقیقت اور تجدیدِ امثال کے نشأ کی طرف اشارہ کے بیان میں اور اس بارے میں کہ تجلی ذات کا آنسرور علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ خاص ہونا کس معنی میں ہے اور کیا زوالِ عین واثر (حقیقتِ) محمدی کے ساتھ مخصوص ہے؟ اور عالم امر نفسِ مطمئنہ اور عناصر اربعہ کے نہایتِ عروج کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم الله الرحمن الرحیم، الحمد لله العلی الاعلی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی خصوصاً علی سید الوری، صاحب قاب قوسین او ادنی وعلی آلہ وصحبہ البررۃ التقی —— مکتوب گرامی پہنچکر مسرت بخش ہوا چونکہ احوالِ صحیحہ و کیفیاتِ عالیہ پر مشتمل تھا اس لئے مزید خوشی کا موجب ہوا۔ آپ نے اولاً فنا و استہلاک کے حصول اور ثانیاً وجود اور اس کے توابع کمالات کے اصل کے ساتھ تحقق کی مانند عدم مقید کے عدم مطلق کے ساتھ لحوق کی بابت جو کچھ لکھا تھا واضح ہوا، ... فنا کا اعلی درجہ ہے کہ نہ وجود کا کوئی اثر رہے اور نہ عدم کا۔

اور یہ جو آپ نے لکھا تھا کہ اس زمانے میں پھر اس عدم کو ہمسایہ و ہمنشین کر دیا ہے اور پہلے سے زیادہ نازک اور زیادہ لطیف ہوگیا گویا کہ وہ نظرِ بصیرت میں نہیں آتا، اس سے پہلے جو عکوس کا قیام اُس عدم کے ساتھ تھا اب ایسا نہیں ہے بلکہ معاملہ اُس ہوگیا ہے؟ میرے مخدوم! یہ دید (دیکھنا) بقا کے

www.maktabah.org

آثار میں سے ہے اور نزول کی خبر دینے والی ہے جس کو سیر عن اللہ باللہ سے تعبیر کیا جاتا ہے، اطمینان کی حقیقت اس مقام میں ہے اور اسلام حقیقی اسی جگہ صورت پذیر ہوتا ہے اور آپ نے لکھا تھا کہ "توسط حال یعنی عروج کے وقت میں ساعت بساعت کبھی عالم کو معدوم پاتا تھا اور کبھی موجود اور فنائے کامل کے وقت میں ہمیشہ اس کو معدوم اور دائمی عدم والا دیکھتا تھا اور حق تعالیٰ کے سوا موجود نہیں پاتا تھا پھر رجوع و نزول کے وقت میں کبھی عالم نظر میں آتا تھا اور کبھی چھپ جاتا تھا اور اب اس وقت موجود پاتا ہے اور ہمہ از وست [سب اسی سے ہے] کا پلہ غالب و راجح دیکھتا ہے" ہاں اسی طرح ہے اور اس دید کی ہر ایک چیز صحیح اور معقول وجہ پر مبنی ہے اور تجددِ امثال کا معاملہ انہی دونوں توسطِ حال (یعنی کبھی عالم کو معدوم پانا اور کبھی موجود) پر مبنی ہے جیسا کہ ہمارے شیخ و امام (حضرت مجدد الف ثانی) قدسنا اللہ بسرہ الاقدس کے کلام میں غور کرنے والوں پر مخفی نہیں ہے اور آپ نے جو دو بار حضرت عالی (مجدد علیہ الرحمۃ) کو حال میں دیکھا ہے عمدہ اور بشارت دینے والا ہے اور جو پرواز کہ اعضاء کے وسیلے کے بغیر ہوتی ہے وہ روحانی پرواز ہے جو کہ اس پرواز سے جو اعضا کے ذریعہ ہوتی ہے سریع السیر (زیادہ تیز رفتار) ہے، شتّان ما بینہما [ان دونوں میں بہت بڑا فرق ہے]۔

آپ نے لکھا تھا "جو کیفیت کہ نمازِ پنجگانہ میں ظاہر ہوتی ہے اُسے کیا لکھے" (جواب) بیشک نماز مؤمن کی معراج اور کمالِ قرب کا مقام ہے اور اس کی کیفیات و واردات کو دوسرے واردات سے کیا نسبت؟ جو مکتوب آپ نے ولی داد برکی کے ہمراہ بھیجا تھا اس میں درج تھا کہ "آپ نے لکھا ہے اس قسم کی فنا کہ عدم بھی وجود کی طرح اُس سے جدا ہو جائے اور اصل کے ساتھ ملحق ہو جائے وہ تجلّیٔ ذات کے آثار میں سے ہے اور اکابر کے کلام سے مفہوم ہوتا ہے کہ تجلّیٔ ذات حضرت خاتمیت علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے کامل تبعین کے ساتھ مخصوص ہے الخ" (جواب) میرے مخدوم! تجلّیٔ ذات اصالت کے طور پر آنسرور علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہے لیکن آپ کے طفیل و تبعیت کے طور پر تمام انبیاء علیہم الصلوات والتحیات اور آپ کے کامل تبعین کو نصیب ہے، سب سے پہلے جس کو اس نعمت کی دعوت دی گئی وہ آن سرور علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام ہیں دوسرے آپ ہی کے طفیل سے اس دعوت میں شریک ہیں اور آپ کی متابعت سے پس خوردہ کے امیدوار ہیں ــــ نیز آپ نے لکھا تھا "ایسا سمجھ میں آیا ہے کہ اگر سالک محمدی المشرب ہے تو وہ عین و اثر دونوں کو زائل کر دیتا ہے اور اس کے غیر (غیر محمدی المشرب) کا اثر زائل نہیں ہوتا" میرے مخدوم! غیر محمدی المشرب اگر محمدی المشرب کامل و مکمل پیر کی صحبت میں اس کے طفیل سے ولایتِ محمدی کے کمالات کو پہنچ جائے تو یہ ممکن ہے بلکہ ایسا ہوتا ہے، اس صورت میں

www.maktabah.org

ہو سکتا ہے کہ عین واثر اُس سے زائل ہو جائے اور فنا کی اس قسم کو حاصل کر لے پس اس فنا والا شخص اگر محمدی المشرب ہے تو کلام کی گنجائش نہیں ہے اور اگر محمدی المشرب نہیں ہے پس یہ جو غیر محمدی المشرب کے بارے میں لکھا ہے تو وہ اس ذریعے سے امیدوار ہے، کسی نے خوب کہا ہے ؎

مورِ مسکیں ہوسے داشت کہ در کعبہ رسد دست در پائے کبوتر زد و ناگاہ رسید

[ایک مسکین چیونٹی خواہش رکھتی تھی کہ کعبہ میں پہنچ جائے اُس نے کبوتر کے پنجے کو پکڑ لیا اور یکایک پہنچ گئی]

اور عالمِ امر کے لطائفِ خمسہ کی فنا سے فنائے نفس کے مقدم و مؤخر ہونے کی تحقیق اس فقیر نے کسی دوسری جگہ لکھی ہے وہاں سے معلوم کرنا چاہیئے ___ آپ نے لکھا تھا کہ "بارہا معلوم ہوتا ہے کہ لطائفِ خمسہ عرشِ عظیم سے اوپر عروج میں لامحدود مقام تک ہیں لیکن ان کی صورتوں کی کیفیت دیکھنے میں نہیں آتی کیا اس قسم کا عروج سالکوں کو پیش آتا ہے یا نہیں، اگر پیش آتا ہے تو وہ کوئی اعتبار رکھتا ہے یا نہیں؟" (جواب) آپ جان لیں کہ یہ عروج سالکوں کو پیش آتا ہے اور بہت اعتبار رکھتا ہے یہ لطائف (عالمِ امر) جو کہ انسان کے اجزا ہیں اگر اپنے مقامات سے عروج کریں تو اپنے اصول کے ساتھ جو کہ عرش کے اوپر ہیں جا ملیں گے اور وہاں سے ظلالِ اسماء و صفات کے دائرے تک عروج کر جائیں گے جو کہ اُن (اصولِ لطائفِ امر) کے اصول ہیں اور ان کو ولایتِ صغریٰ سے تعبیر کیا جاتا ہے جو ولایتِ اولیاء ہے، اور وہاں سے اسماء و صفات کے اصول جو کہ ولایتِ کبریٰ سے تعلق رکھتے ہیں جو ولایتِ انبیاء علیہم الصلوٰت والتسلیمات ہے کے دائرے سے ملحق ہو جائیں گے، ان لطائف (عالمِ امر) کے عروج کی انتہا اصولِ اسماء و صفات کے اس دائرہ تک ہے اور اس کے اوپر عالمِ امر کا گذر نہیں ہے اس مقام سے حصہ نفسِ مطمئنہ کے لئے ہے اور نفسِ مطمئنہ کے معاملات سے اوپر عالمِ خلق سے واسطہ پڑتا ہے اور عنصرِ خاک تمام عناصر کے اوپر جاتا ہے اور اس کی پستی اس کی سربلندی کا باعث ہو جاتی ہے ؎

خاک شو خاک تا بروید گل کہ بجز خاک نیست مظہرِ گل

[تو بالکل مٹی ہو جا تاکہ پھول اُگیں کیونکہ مٹی کے بغیر پھول پیدا نہیں ہوتا]

یہ کمال کمالاتِ نبوت کے ساتھ وابستہ ہے جو اصالت کے طور پر انبیاء علیہم الصلوات والبرکات کا حصہ ہے اور اُن کی وراثت و تبعیت سے اُمتیوں کو اُن کمالات سے بہرہ ہے ع

وللارض من کاس الکرام نصیب [بزرگوں کے پیالے سے زمین کیلئے بھی حصہ ہوتا ہے]

اور یہ آپ نے حال کے اندر اولوالعزم پیغمبر کے ساتھ مصافحہ کیا ہے امید دلاتا ہے کہ آپ ان کے کمالات سے بہرہ مند ہوں گے، والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الہدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات والبرکات العلیٰ۔

www.maktabah.org

مکتوب ۳۶

ملا اشتاق بہرکی کے نام اس بارے میں کہ محبت باطنی کیفیات کو جذب کرتی ہے اور معمولاتِ عبادات اور گوشہ نشینی و قطع تعلق پر ترغیب دیتے ہیں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ سیر و سلوک سے مقصود شیخ (پیر) بننا اور مرید بننا نہیں ہے بلکہ فنائیت و محویت کا حاصل ہونا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد عرض ہے کہ آپ نے جو خط ازراہِ محبت بھیجا تھا اس نے پہنچکر خوش وقت کیا، چاہئے کہ اپنے ظاہری و باطنی احوال اسی طرح لکھتے رہیں یہ غائبانہ توجہ کا سبب ہوتا ہے۔ میرے مخدوم! اگرچہ صحبت بہت بڑی تاثیر رکھتی ہے لیکن غائبانہ محبت بھی باطنی کیفیات کو جذب کرتی ہے اور فیض کے راستے کو کھولتی ہے، ع

بوئے جنسیت کند جذبِ صفات　　[ہم جنس ہونے کی بو صفات کو جذب کرتی ہے]

معمولاتِ عبادت پر اچھی طرح عمل کرتے رہیں اور مولائے حقیقی جل شانہٗ کی طاعت میں خوب ہمت سے کام لیں اور گوشہ نشینی کی طرف راغب رہیں اور ضرورت کے مطابق مخلوق کے ساتھ میل جول رکھیں بلاضرورت ان کے ساتھ صحبت رکھنا زہرِ قاتل ہے البتہ طالبین کے ساتھ صحبت رکھیں اور افادہ و استفادہ کے مطابق ان کے ساتھ میل جول رکھیں، کسی بزرگ نے کہا ہے لَا تَصْحَبِ الْاَشْرَارَ وَلَا تَنْقَطِعْ عَنِ اللہِ بِصُحْبَۃِ الْاَخْیَارِ (برے لوگوں کی صحبت اختیار نہ کر اور نیکوں کی صحبت کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے قطع نہ کر)

۶۸ اور اپنے احوال کا علم نہ ہونے اور دوستوں کے احوال (معلوم ہونے) سے غمگین نہ ہوں کیونکہ مقصود احوال ہیں، احوال کا علم اگر دیدیا جائے تو نعمت ہے اور اگر نہ دیا جائے تو کوئی غم نہیں ہے جس کسی کا آپ سے حصہ ہے وہ ضرور آپ سے فیض یاب ہو جائے گا سیر و سلوک سے مقصود پیری و مریدی نہیں ہے اس سے مقصود نفس کی تزکیہ کے بغیر بندگی کے وظائف کا ادا کرنا ہے اور نیز مقصود فنائیت و محویت ہے اور نفسِ امارہ کی سرکشی اور خودی کا زائل ہونا ہے کہ معرفت اس سے وابستہ ہے، جو کوئی اس شخص کی طرف رجوع کرتا اور انابت لاتا ہے وہ اس کو حق سے باز رکھ کر اپنے ساتھ مشغول کرتا ہے اور جو کوئی (اس کی طرف) رجوع نہیں کرتا وہ اس کو حق کے ساتھ رکھتا ہے اس کا ممنون ہونا چاہئے، رباعی

یارب ہمہ خلق را بمن بد خو کن　　در جملہ جہانیاں مرا یکسو کن
روئے دلِ من صرف کنی از ہر جہتے　　در عشقِ خودم یکجہت و یکرو کن

www.maktabah.org

[اے پروردگار! تمام مخلوق کو مجھ سے بدظن کر دے اور تمام اہل جہان سے مجھ کو یکسو کر دے (جب) تو میرے دل کے رخ کو ہر طرف سے پھیرتا ہے تو مجھے اپنے عشق میں یک جہت و یک رُو کر لے] والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۳۷

میر عبداللہ بخشی کابلی کے نام طلبِ حق جل و علا پر ترغیب دلانے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ روزمرہ کے امور شکر کے لائق ہیں امید ہے کہ آں عزیز (آپ) بھی خیر و عافیت سے ہوں گے اور شریعتِ عالیہ و سنّتِ منورہ کے طریقہ پر استقامت رکھتے ہوں گے اور پوست سے مغز کی جانب آئیں گے اور لفظ سے معنی کی طرف مائل ہوں گے کسی نے خوب کہا ہے ؎

قومے زوجودِ خویش فانی | رفتہ زحروف در معانی

[ایک قوم اپنے وجود سے فانی و بےخبر ہے (اور) وہ حروف سے معانی کے اندر چلی گئی ہے]

مکتوب شریف پہنچ کر مسرت کا باعث ہوا آپ کو آئندہ بھی اسی طرح اپنے احوالِ خیر انجام لکھتے رہنا چاہئے کہ (یہ) غائبانہ توجہ کا باعث ہے، آپ نے طلب کا اظہار کیا تھا حق سبحانہ آتشِ طلب کو مشتعل فرمائے اور شعلۂ شوق کو سربلند کرے تاکہ ماسوا سے پوری طرح آزاد کر دے اور محبتِ ذاتیہ تک پہنچا دے میرے مکرم! بقدرِ محبت و شوق فیض کا راستہ کھلا ہوا ہے اور پیر کے باطن سے (مرید کے) باطن تک راہ کشادہ ہے امیدوار رہیں۔ آپ نے لکھا تھا کہ "اس علاقے کے خلفاء میں سے کسی ایک کو حکم ہو جائے جو کہ اس فقیر کے حصولِ مطالب کا ذریعہ بنے اور وہ توجہات دیتا رہے" میرے مخدوم! شیخ عبدالکریم یہاں موجود تھے میں نے ان سے کہہ دیا ہے اور خواجہ محمد حنیف وہاں ہیں وہ آپ کو سمجھا دیں گے لکھنے کی ضرورت نہیں ہے (ان دونوں میں) ۶۹ جس کسی سے آپ رجوع کریں بہتر ہے، والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۳۸

غلام محمد افغان کے نام ایک حال کی تعبیر میں جو انھوں نے دیکھا تھا کہ فنا فی اللہ ہو جا اور بقا باللہ نہ ہو اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ اس عالمِ فانی میں مطلوب بھی درد و شوق ہے۔

www.maktabah.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے الطاف وعنایات میں شامل رکھے۔ گرامی نامہ پہنچکر مسرت بخش ہوا، چونکہ اعلیٰ احوال وکیفیات پر مشتمل تھا (اسلئے) اس نے مزید مسرت بخشی۔ آپ نے لکھا تھا کہ "میں نے ایک رات نمازِ تہجد ادا کرنے کے بعد دیکھا کہ تو ظاہر ہوا اور اس بندہ سے کہتا ہے کہ فانی اللہ ہوجا اور بقا باللہ نہ ہو اور افاقہ کے بعد اپنے آپ کو فانی اللہ پایا تھا بقا باللہ کا کوئی اثر نہیں تھا الخ" ـــــ

میرے مخدوم! یہ واقعہ اور یہ یافت فنافی الشیخ کا اثر ہے کہ جس کو آپ یہاں رہتے ہوئے بیان کرتے تھے اور برسوں اس (حالت) میں رہے تھے حَمۡدًا لِلّٰہِ سُبۡحَانَہٗ عَلٰی ہٰذِہِ الۡعَطِیَّۃِ الۡعُظۡمٰی وَعَلٰی سَائِرِ نَعۡمَائِہٖ [اللہ سبحانہٗ کی اس عطیۂ عظمیٰ اور اس کی تمام نعمتوں پر اس کی حمد ہے]۔ آپ جان لیں کہ فنا کمالاتِ ولایت کا پہلا کمال ہے اور دوسرے کمالات کے لئے شرط ہے۔ بزرگوں نے کہا ہے ؎

تو مباش اصلا کمال این ست وبس ۔۔۔ رَو دروگم شو وصال این ست وبس

[تو ہرگز نہ رہ (یعنی خود کو مٹادے) کمال یہی ہے اور بس، جا اس میں گم (فنا) ہوجا، وصال یہی ہے اور بس]

اور فنا وبقا کے بارے میں مشائخ کے (مختلف) اقوال ہیں اس لئے ان معانی کو حاصل کرنا دشوار ہے، اس معاملہ کی جو تنقیح وتوضیح ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی) قدس اللہ سبحانہٗ سرہ نے بیان فرمائی ہے اور اسے نہایت بلندی تک پہنچایا ہے وہ ایک دوسرا امر ہے اور ایک الگ حقیقت رکھتی ہے گویا فنا کی حقیقت اس مقام میں ہے مَنۡ لَّمۡ یَذُقۡ لَمۡ یَدۡرِ [جس نے نہیں چکھا نہیں جانا] ع

لذتِ مے نشناسی بخدا تانہ چشی ۔۔۔ [خدا کی قسم جب تک تو چکھے گا نہیں شراب کی لذت کو نہیں پہچانے گا]

اور یہ جو آپ نے اس کے بعد دیکھا ہے کہ "فقیر (خواجہ محمد معصوم قدس سرہ) نے آپ کے دونوں ہاتھوں کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لیا ہے، اس حال سے ہوش میں آنے کے بعد آپ بقا کے آثار اپنے اندر پاتے ہیں اور یہ کیفیت روز بروز زیادہ ہورہی ہے" واضح ہوا میرے مکرم! فنا وبقا دونوں ولایت کے رکن ہیں، الحمد للہ کہ آپ نے ہر ایک سے کچھ حصہ پالیا ہے اور قدرے ایمان حاصل کرلیا ہے۔ اور یہ جو حال میں کہا گیا ہے کہ "بقا باللہ مت ہو" ہوسکتا ہے کہ اس اعتبار سے ہو کہ ابھی اس کا وقت نہیں آیا ہے اور ہوسکتا ہے کہ اس اعتبار سے ہو کہ بقا کسب کی مداخلت کے بغیر محض (اللہ تعالیٰ کی) عنایت ہے کیونکہ اس کی تمہید جو کہ فنا ہے نیز عنایت ہے پس (اس کے) معنی اس طرح ہوں گے کہ بقا کے حاصل ہونے میں سختی نہ اٹھا کیونکہ تیری کوشش کے بغیر فنائے کامل کے بعد فضل وعنایت کے ذریعہ اس کے ساتھ مشرف کردینگے، بخلاف فنا کے کہ اگرچہ (وہ بھی) عنایت ہے لیکن اس کے مبادیات کسبی ہیں (یعنی سعی وسختی کے محتاج ہیں) کیونکہ فنا جو کہ انتفا ہے وہ نفی کا نتیجہ ہے اور نفی کسبی چیز ہے کیونکہ نفی طریقت ہے اور انتفا حقیقت ہے، اور

منہ

www.maktabah.org

طریقت بظاہر کسب کے ساتھ وابستہ ہے اور حقیقت عنایت ہے پس فنا فی اللہ ہو جا یعنی اس کے صفات کے حاصل کرنے میں کوشش کر اور نفی کو کمال تک پہنچا تاکہ انتفا بدرجہ کمال حاصل ہو جائے، دیگر جو کچھ سیر و سلوک سے مقصود ہے وہ ماسوائے حق جل وعلا کے ساتھ گرفتاری کا زائل ہونا اور نفس کی شرارت اور اس کی سرکشی وخود آرائی سے رہائی پانا ہے جو کہ فنا میں حاصل ہوتا ہے اور بقا کا معاملہ سالکین کے قدموں کی لغزش کا مقام ہے اور اس توہم کا مقام ہے کہ بندہ شاید حق ہو جاتا ہے تعالی اللہ عن ذلک [اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے] اگرچہ توہم اس بات سے دور ہو جاتا ہے کہ بقا کی حقیقت بُرے اخلاق سے رہائی پانے کے بعد جو کہ فنا سے وابستہ ہے اخلاقِ حسنہ کے ساتھ متصف ہونا ہے اس لئے کہا گیا ہے کہ فنا ہو جا یعنی فنا کا طالب ہو جا اور بقامت ہو یعنی اس کے حصول کی کوشش نہ کر کہ اگر اپنی طرف سے عطا فرما دیں تو ایک بہت بڑی نعمت ہے اور امید ہے کہ لغزش سے محفوظ رکھیں گے۔ دیگر قبض و بسط احوال ہیں جو کہ سالک کو پیش آتے ہیں قبض کے وارد ہونے کے وقت بے قابو نہ ہو جائیں اور طاعات و عبادات میں بہت زیادہ رغبت کریں۔ اور یہ جو آپ احوال میں اپنے آپ کو موتیوں اور یاقوتوں سے جڑے ہوئے سونے کے لباسوں سے آراستہ دیکھتے ہیں بہت خوب ہے بقا کی بشارت دینے والا ہے۔ آپ نے دردِ طلب و شوقِ مطلوب اور اپنی تشنگی و بےقراری کے بارے میں اظہار فرمایا تھا، عمدہ و مبارک ہے، اللھم زد [اے اللہ! اور زیادہ فرما] اس دنیائے فانی میں یہی درد و شوق مطلوب اور تشنگی و بیقراری مرغوب ہے کامل طور پر یافت کا عالمِ باقی کے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے، مَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ اللّٰهِ فَإِنَّ
۲۹ ۵ أَجَلَ اللّٰهِ لَآتٍ [جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملنے کی امید رکھتا ہے تو بیشک اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی ساعت آنے والی ہے]
تمام مخلوقات پر انسان کی فضیلت اسی درد و بیقراری کے باعث ہے جو کہ انسان کے معاملہ کو عروج بخشتی ہے۔

قدسیاں را عشق ہست و درد نیست ... درد را جز آدمی درخورد نیست

[قدسیوں (فرشتوں) کو عشق ہے اور درد نہیں ہے، درد کا اہل آدمی کے سوا کوئی نہیں ہے]

والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الہدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات والبرکات العلیٰ۔

مکتوب ۳۹

م۱

صوفی سعد اللہ کابلی کے نام ان کی کیفیات و احوال کی شرح میں جو کہ انھوں نے لکھے تھے اور اس بیان میں تحریر فرمایا کہ جو کچھ قوم (صوفیائے کرام) کے نزدیک مسلم ہے یہ ہے کہ مطلوب کی یافت انفس میں منحصر ہے

www.maktabah.org

اور ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی) قدس اللہ سبحانہٗ بسرہٗ کے نزدیک یافت کی حقیقت انفس کے باہر ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ جو خط کہ میرے دینی بھائی ملا سعد اللہ نے بھیجا تھا پہنچا، اُس نے مسرور کیا۔ یہ جو آپ نے حال میں دیکھا ہے کہ کوئی مکتوب آپ کو پہنچا ہے (جس میں) لکھا ہوا ہے کہ آپ کو قرآن مجید کے ساتھ ایک گونہ مناسبت حاصل ہو گئی ہے اور نیز کمالاتِ فرقانی سے کچھ حصہ پایا ہے، حافظ محمد محسن کہتا ہے کہ مجھ کو ہرگز فلاں شخص نے ان کمالات کے متعلق کچھ نہیں کہا ہے۔ آپ جان لیں کہ قرآن حق تعالیٰ کا کلام اور اُس عزّ اسمہٗ کی حقیقی صفت ہے، اس تعالیٰ شانہٗ کے کمالات لاتعداد و بیشمار ہیں، دیکھئے کون صاحبِ نصیب ہے جو کہ اس بے کنار سمندر میں تیراکی کرے یا اس میں سے ایک چلو بھر لے تاکہ اس کے کسی حرف کا موتی حاصل کرے، آپ کے اس حال نے امیدوار کر دیا ہے، حق تعالیٰ اس سرچشمہ سے کوئی قطرہ آپ کے اور حافظ مذکور کے کام جان (حلق) میں پہنچائے اِنَّہٗ عَلیٰ کُلِّ عَسِیْرٍ یَسِیْرٌ (بیشک وہ (تعالیٰ شانہٗ) ہر مشکل کو آسان کرنے والا ہے)۔

آپ نے جمعیت و حضوری اور نمازِ فرض و نفل میں خاص کیفیت کے حصول اور نیز اس (نماز) میں اور اس کے باہر تجلیات، محویت و فنائیت کا ورود اور نماز کی کیفیات کی غیر نماز کی کیفیات پر فضیلت کے بارے میں جو کچھ لکھا تھا واضح ہوا، عمدہ اور مبارک ہے نماز کی حالت فضیلت کیوں نہ رکھے جبکہ نماز مومن کی معراج ہے اور معراج کا کمال تمام کمالات سے اوپر ہے حدیث اَرِحْنِیْ یَا بِلَالُ (اے بلال! مجھے راحت دو) اور حدیث قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ (میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے) اس معنی کی تائید کرتی ہے ــــ آپ نے لکھا تھا کہ "میں ایک روز ایک گوشے میں بیٹھا تضرع و زاری کے ساتھ التجا کر رہا تھا اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور اسی دوران میں گویا آپ (خواجہ محمد معصومؒ) موجود ہیں اور مجھ سے کہتے ہیں کہ اے فلاں! تو نے سیر آفاقی و سیرِ انفسی کی تکمیل کر لی ہے، تو کیوں غم کھاتا ہے اور کیا چاہتا ہے میں امیدوار ہوں کہ مطلع کیا جاؤں کہ دائرہ سیرِ آفاقی و انفسی کہاں تک منتہی ہوتا ہے اور طالب اس وقت میں کونسے مقام سے مشرف ہوتا ہے"۔ (جواب) آپ جان لیں کہ سلوک سیرِ آفاقی ہے اور جذبہ سیرِ انفسی ہے۔ (صوفیہ) کہتے ہیں کہ سیرِ آفاقی بُعد در بُعد ہے اور سیرِ انفسی قرب در قرب ہے، سیرِ آفاقی مطلوب کو اپنے آپ سے باہر تلاش کرنا ہے اور سیرِ انفسی اپنے آپ میں آنا اور اپنے دل کے گرد پھرنا ہے اور یہ دونوں (سیر) ولایت کے رکن ہیں جب تک دونوں حاصل نہ ہو جائیں ولایت صورت پذیر نہیں ہوتی اور قوم (صوفیہ) کے نزدیک مسلّم ہے کہ ولایت کی انتہا سیرِ انفسی کی انتہا کے ساتھ ہے اس کے ماوراء کوئی کمال نہیں ہے جو کہ ولایت میں معتبر ہو۔ کمال کا کمال

www.maktabah.org

شہودِ انفسی کو کہا گیا ہے، اپنے آپ سے باہر شہود و یافت نہیں ہے ؎

چوں جلوۂ آں جمال بیروں ز تو نیست پا در داماں و سر بجیب اندر کش

[جب اس جمال (حُسن) کا جلوہ تجھ سے باہر نہیں ہے تو پاؤں دامن میں اور سر گریبان کے اندر کھینچ لے]

ہمارے حضرتِ عالی (مجدد الف ثانی) قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ کے نزدیک مطلوب کی یافت آفاق و انفس سے باہر ہے اس لئے کہ مطلوب آفاق و انفس سے باہر ہے جو کچھ آفاق و انفس کے آئینے میں ظاہر ہے وہ سب ظلال سے وابستہ ہے دائرۂ ظل سیرِ انفسی پر ختم ہو جاتا ہے اور اصل کا معاملہ سیرِ آفاقی و سیرِ انفسی سے ماوراء ہے اور جذبہ و سلوک سے ماسوائے انفس کو آفاق کی مانند گذر جانا چاہیئے تاکہ مطلوب کی خوشبو دماغ تک پہنچے

ع لذتِ مے نشناسی بخدا تا نہ چشی [خدا کی قسم جب تک تو چکھے گا نہیں شراب کی لذت کو نہیں پہچانے گا]

پس سالک جب سیرِ آفاقی و انفسی کی تکمیل کر لیتا ہے تو ولایتِ صغریٰ کی نہایت تک پہنچتا ہے والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

مکتوب ۴۰

ملا ابو محمد لاہوری کے نام انسان کی عدمیتِ ذاتیہ کی تحقیق میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ خصوصاً علیٰ سید الوریٰ صاحب قاب قوسین او ادنیٰ وعلیٰ آلہ واصحابہ نجوم الہدیٰ۔ نامہ نامی و مکتوب گرامی جو آپ نے اس مسکین کے نام ارسال کیا تھا اس کے صدور سے مشرف ہوا، اللہ تعالیٰ قرب کے مدارج میں ترقیات عطا فرمائے اور اپنے جذبات و عنایات سے مکرم و ممتاز کرے، وجود اور تمام کمالات جو وجود کے تابع ہیں بارگاہِ ربِّ معبود کا خاصہ ہیں، ان کمالات میں سے جو کچھ ممکن میں ظاہر ہے وہ اس بارگاہ سے مستفاد و مستعار ہے جو کچھ ممکن کا ذاتی ہے وہ عدم ہے جو کہ کمالاتِ (حق) کے انعکاس کے ذریعے وجود نما ہو گیا ہے اور اپنے اس عاریتی کمال اور انعکاسی ہستی کے باعث اپنے آپ کو کامل و خیر تصور کر لیا ہے اور موجودِ حقیقی کے ساتھ شرکت و ہمسری کا دعویٰ پیدا کیا ہے اور اس بے بنیاد (خیال) پر طویل بنیاد رکھی ہے اور اس کے واسطے سے انانیت و سرکشی و تکبر بہم پہنچایا ہے اور جب عنایتِ الٰہی اس کے حق میں سبقت کرتی ہے تو وہ اپنی حقیقت کو کما ھی [جیسی کہ وہ ہے] پا لیتا ہے اور اپنی عدمیتِ ذاتی پر مطلع ہو جاتا ہے اور جان لیتا ہے کہ یہ کمالات اس میں عاریتی ہیں اور یہ خیر ہونا انعکاسی ہے نہ کہ ذاتی، اسوقت سعادت کا سررشتہ اُس کے ہاتھ آجاتا ہے اور مطلوب کی خوشبو اُس کے دماغ تک پہنچ جاتی ہے۔

مـ۲

www.maktabah.org

؎ چوں بدانستی کہ ظلِ کیستی فارغی گر مُردی و گر زیستی

(جب تونے جان لیا کہ تو کس کا سایہ ہے تو پھر خواہ مُردہ ہو یا زندہ ہو تو بے فکر ہے)

اور جب یہ عاریت کی دید غالب آجاتی ہے وجود اور تمام صفات کے کمالات کو بہ تمام و کمال اصل کے سپرد کردیتا ہے اور اپنے آپ کو جو کہ کمالات کا آئینہ تھا محض خالی پاتا ہے اور خیر ہونے کی کوئی بُو نہیں دیکھتا بلکہ عدم محض پاتا ہے اور وجود و صفات کا کوئی اثر اپنے اندر نہیں دیکھتا اس وقت فنائے حقیقی سے مشرف ہوجاتا ہے اور اس کی پیدائش سے جو کچھ مقصود تھا وہ بجالاتا ہے کیونکہ اس عالمِ فانی (دنیا) میں اس شخص سے مطلوب اپنی نفی کرنا اور فنا ہونا ہے ع

تو مباش اصلا کمال این ست و بس [تو ہرگز نہ رہ (یعنی خود کو مٹادے) کمال یہی ہے اور بس]

کمال اس کے حق میں کمال کی نفی کرنا ہے اور خیریت سلبِ خیریت میں ہے، بیچارہ (سالک) کہ مطلوب سے جس کا حصہ فنائیت و نیستی ہے اور جس کا کمال سلبِ کمال ہے وہ مطلوب کے کمال سے کیا پائے اور اس کے حُسن و جمال کا کس طرح پتہ لگائے مگر یہ کہ عدم کے بعد اس کو وجود دیا جائے اور ولادتِ ثانیہ کے ساتھ پیدا کیا جائے تو اس وقت وہی عارف و معروف ہوگا پس وہی ذاکر و مذکور ہوگا۔

آپ نے اس دیار (سرہند) کے آنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا ع

کرم نما و فرود آکہ خانہ خانۂ تست (مہربانی کر اور تشریف لا کیونکہ تیرا گھر ہے)

اس ناکارہ سے جو درخواست کی ہے وہ آپ کے حُسنِ ظن کی وجہ سے ہے ورنہ یہ فقیر اپنے آپ کو کسی اعتبار سے بھی کسی قابل نہیں سمجھتا، منازلِ قرب تک پہنچانا ایک عظیم کام ہے البتہ اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ[1] [میں اپنے بندے کے گمان کے قریب ہوں] کے مطابق ممکن ہے کہ آپ کے حُسنِ ظن کے موافق آپ کے ساتھ معاملہ کیا جائے۔

؎ می تواند کہ دہد اشکِ مرا حُسنِ قبول آنکہ دُر ساختہ است قطرۂ بارانی را

[جس اللہ نے بارش کے قطرہ کو موتی بنادیا ہے وہ میرے آنسوؤں کو بھی قبولیت کا شرف بخش سکتا ہے] والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۴۱

۴۲

سلطان عبدالرحمٰن کے نام حق جل و علا کی خوشنودیاں حاصل کرنے پر ترغیب دینے کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی، اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ باطنی

---

[1] یہ ایک حدیث کا ٹکڑا ہے جس کو امام بخاریؒ و امام مسلمؒ نے روایت کیا ہے (حصن حصین)

www.maktabah.org

انعامات وجذبات سے معزز و مشرف رکھے، آپ نے جو مکتوب گرامی اس مسکین کے نام ارسال کیا تھا اُس نے مشرف کیا، آپ نے شوقِ ملاقات کا اظہار کیا تھا، حق سبحانہٗ شوق کی آگ کو مشتعل فرمائے اور محبت کے شعلہ کو سربلند کرے تاکہ ماسوا سے پوری طرح آزاد کردے اور سراپردۂ قرب کے سائے میں پہنچائے، چند روزہ زندگی بہت غنیمت ہے چاہئے کہ مولائے حقیقی کی خوشنودیوں کے حاصل کرنے میں صرف ہو اور ذکر و فکر میں بسر ہو، کمینی دنیا کی آسائش جو کہ فنا ہونے والی اور ہلاکت کے مقام میں ہیں اس لائق نہیں ہیں کہ ان کو آخرت کا بدل بنایا جائے اور اُن کے حاصل کرنے میں ابدی ملک اور دائمی آسائشوں اور بارگاہِ صمدی (اللہ تعالیٰ) کی رضامندی سے محروم رہا جائے۔ والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الھدیٰ و التزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات والبرکات العلیٰ۔

مکتوب ۴۲

صوفی سعد اللہ کابلی کے نام ان کے روشن احوال کے جواب میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ نسبت جس جگہ سے بھی پہنچے (اس کو) اپنے پیر (کی جانب) سے جاننا چاہئے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، جو خط عزیزم ملا سعد اللہ نے بھیجا تھا پہنچا اُس نے خوشوقت کیا، اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے کہ آپ جمعیت سے ہیں اور مسرور بہتر ہیں۔ آپ جانیں کہ یہ جو آپ نے حال میں پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا ہے اور ہر ایک کے ساتھ گفتگو کی ہے اور جو خاص نسبت و کیفیت اس واقعہ پر مترتب ہوئی ہے اور دوسرے روز جو محویت و فنائیت کی نسبت اور جو شوق و ولولہ پیدا ہوا اور عصر کی نماز میں جو عظیم کیفیت حاصل ہوئی یہ سب ظاہر اور واضح ہوئے اور فرحت و مسرت کا باعث ہوئے۔

اور یہ جو آپ نے ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی) قدس سرہٗ اور حضرت خواجہ بزرگ (بہاؤ الدین نقشبند بخاری قدس سرہٗ) اور غوث الثقلین (شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ) کو دیکھا ہے اور لوگ کہتے ہیں کہ یہ اکابر آپ کی تربیت کے لئے آئے ہیں اور (ان میں سے) ہر ایک سے نسبتیں پہنچی ہیں اور انھوں نے خلعتیں عنایت فرمائی ہیں، عمدہ اور مبارک ہے، لیکن اس قدر جان لینا چاہئے کہ جہاں کہیں سے بھی فیض و نسبت مشاہدہ کیا جائے اس کو اپنے پیر کی طرف راجع کرنا چاہئے کہ پیر نے کسی بزرگ کی صورت میں متشکل ہو کر نسبت کا فیض جاری کیا ہے۔ والسلام اوّلاً وآخراً۔

www.maktabah.org

مکتوب ۴۳

خواجہ محمد حنیف کابلی کے نام حوادث کو اللہ تعالیٰ کے ارادہ (و مشیت) کی طرف لوٹانے اور اُن سے ملول نہ ہونے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد و صلوٰۃ اور ارسالِ تسلیمات کے بعد برادرِ عزیز و ارشد سے عرض ہے کہ اس نواح کے فقراء کے احوال و اطوار حمد کے لائق ہیں، اللہ سبحانہ سے آپ کی سلامتی اور ظاہری و باطنی استقامت کے لئے دعا کی گئی ہے، حالات لکھتے رہیں اور ہر روز ترقی پر رہیں، مَنِ اسْتَوٰی یَوْمَاہُ فَھُوَ مَغْبُوْنٌ ۔ [جس شخص کے دو دن یکساں گذرے (یعنی دوسرے دن ترقی نہیں کی) وہ خسارے میں ہے] دُور افتادہ دوستوں کو دعائے خیر سے یاد رکھیں، زمانہ کی گردشوں اور اہلِ زمانہ کے انقلاب سے رنجیدہ نہ ہوں اور اُس (زمانہ) کے پست و بلند کرنے سے متغیر نہ ہوں بلکہ عبرت حاصل کریں اور اپنے بارے میں ترساں و لرزاں رہیں، مومن کا دل رحمٰن (اللہ تعالیٰ) کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہے[1] وہ اس کو جس طرح چاہتا ہے بدل دیتا ہے، ع

چو بید برسرِ ایمانِ خویش مے لرزم [میں اپنے ایمان پر بید کی مانند کانپتا ہوں]

اللہ جل شانہٗ کی تدبیر سے ڈرنا چاہئے اور استدراج سے خوف کرنا چاہئے۔ عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ لَا یَضُرُّکُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اھْتَدَیْتُمْ[2] [اے مسلمانو! اپنی جانوں کی حفاظت کرو جب تم ہدایت پا گئے تو تم کو کسی کا گمراہ ہونا ضرر نہیں پہنچائے گا] سب کچھ حق سبحانہ سے جاننا چاہئے اور (سب امور) کو اس تعالیٰ شانہٗ کے سپرد کرنا چاہئے ؎

ازخدادان خلافِ دشمن و دوست
کہ دلِ ہر دو در تصرفِ اوست

[تو دشمن و دوست کی مخالفت کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جان کیونکہ دونوں کے دل اُس کے تصرف میں ہیں] رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا وَھَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّابُ[3] [اے ہمارے پروردگار! جبکہ تونے ہمیں ہدایت دی ہے تو اب ہمارے دلوں میں کجی پیدا نہ کر اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما بیشک تو ہی بہت عطا کرنے والا ہے]

مکتوب ۴۴

خواجہ عبید اللہ کولابی کے نام کمالاتِ فنا و بقا کی شرح میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ

---

[1] ابن ماجہ و ترمذی میں روایت ہے ان القلوب بین اصبعین من اصابع اللہ [2] سورۃ ۵ ع ۱۰۵ [3] سورۃ ۳ ع ۸

www.maktabah.org

کام کا مدار فضل پر ہے لیکن عمل کے بغیر چارہ نہیں ہے ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ مکتوب مرغوب جو
آپ نے اس مسکین کے نام ارسال کیا تھا اس کے صدور سے فرحت و مسرت حاصل ہوئی ، اس میں درج تھا
کہ "نمازِ عصر میں ایک حال ظاہر ہوا کہ اس ناچیز کی ذات کے جو اعراض تھے اپنی اصل کی طرف عود کر گئے اور
اُن کا کوئی نام و نشان باقی نہیں رہا اور اپنی اصل میں پوری طرح ناپید و نابود ہو گئے اور اکثر اوقات
محویت اس قدر صورت پذیر ہوتی ہے کہ اپنے اور اپنے غیر کے متعلق ذرا شعور نہیں رہتا ۔" (جواب)
میرے مخدوم ! یہ محویت اور یہ کمالات کا اصل کی طرف عود کرنا فنا و اطمینانِ نفس میں درجۂ کاملہ ہے
اور اسلامِ حقیقی فنا کی اسی قسم پر مرتب ہوتا ہے ، اور یہ جو وارد ہوا ہے مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا [مرنے
سے پہلے مرجاؤ] (اس میں) موت سے مراد یہی فنا ہے کہ نفس اس فنا میں غلبۂ محبت کے ظہور اور صاعقۂ
احدیت کے نزول کے باعث ماسوا کی دید و دانش سے آزاد ہو چکا ہے اور انانیت (خودی) سے گذر گیا ہے
بلکہ اپنا کوئی نام و نشان نہیں چھوڑا ہے اور عیبِ ہُوِیّت کی تیغ آرزو سے مقتول ہو گیا ہے اَوَمَنْ کَانَ
مَیْتًا فَاَحْیَیْنٰہُ الآیہ [کیا ایسا نہیں ہے کہ جو شخص مُردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کر دیا] کی خوشخبری اور
مَنْ قَتَلْتُہٗ فَاَنَا دِیَتُہٗ [جس کو میں قتل کرتا ہوں اس کی دیت میں خود ہوں] کی بشارت اس طرح کے
مقتول و گم شدہ کو سربلند کرتی ہے اور اس کے معاملے کو سب سے آگے کر دیتی ہے ۔ یہ حیات جو کہ اس
موت کے بعد ہے اللہ تعالیٰ کے فضل سے زوال پذیر نہیں ہے اور چونکہ محض (اللہ تعالیٰ کا) عطیہ ہے
(اس لئے) موت اس کو نہیں اٹھا سکتی ، یہ صورتِ موت ہے حقیقتِ موت نہیں ہے کہ جو حیاتِ حقیقی کے
متصادم ہو اور (ان کا) جمع ہونا محال ہو ، اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللہِ لَا یَمُوْتُوْنَ وَلٰکِنْ یَنْتَقِلُوْنَ مِنْ دَارٍ
اِلٰی دَارٍ [آگاہ رہو کہ بیشک اولیاء اللہ مرتے نہیں ولیکن ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف منتقل ہوتے ہیں] اور
آیۂ کریمہ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللہِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ [جو لوگ اللہ تعالیٰ کی
راہ میں قتل کر دیئے گئے ہیں تم اُن کو مُردہ گمان نہ کرو بلکہ وہ اپنے پروردگار کے نزدیک زندہ ہیں] آپ نے سنا ہو گا ۔ ع

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق [جس شخص کا دل عشق سے زندہ ہو گیا وہ ہرگز نہیں مرتا]

اور صورت کے اعتبار سے موت فرمایا اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰی اَعْقَابِکُمْ [پس اگر وہ (رسول) مر گیا
یا قتل کر دیا گیا ہو تو کیا تم اپنے پاؤں پر پلٹ جاؤ گے (یعنی اپنے دین سے پھر جاؤ گے)] پس (ان دونوں میں) کوئی مخالفت
نہیں ہے ۔ ——— آپ نے لکھا تھا " اعمال سے ناامیدی متصور ہوتی ہے ، ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اعمال
جو کہ یہ قصور وار رکھتا ہے اس بارگاہ میں کچھ نہیں ہیں اور محض ناچیز ہیں ، یہ عاجز حیران ہے کہ

www.maktabah.org

کس طرح عمل کرے کہ اُس بارگاہ کے لائق ہو" میرے مخدوم! آپ نے جو کچھ لکھا ہے سچ اور درست ہے کامیابی کا مدار فضل پر ہے لیکن عمل کے بغیر چارہ نہیں ہے اور عمل میں پوری طرح کوشش کرنی چاہئے اور فضل و رحمت پر اعتماد رکھنا چاہئے اور اس عمل کو (اللہ تعالیٰ) کی بارگاہ کے لائق نہیں جاننا چاہئے، بزرگوں نے کہا ہے اِعْمَلْ وَاسْتَغْفِرْ [عمل کر اور استغفار کر]۔ لوگوں نے حضرت رابعہ (بصریہ رحمہا اللہ) سے پوچھا تو جو امید رکھتی ہے تو کس چیز سے امید رکھتی ہے؟ انھوں نے کہا میں اپنے ہر عمل سے ناامیدی کے ساتھ امید رکھتی ہوں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ کوئی شخص اپنے عمل سے نجات نہیں پائیگا صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ اور کیا آپ بھی نہیں؟ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا اور میں بھی نہیں لیکن یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے ساتھ میری اس سے پردہ پوشی فرمادی ہے —— اور یہ جو آپ نے حال میں دیکھا ہے کہ "رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں نعمتیں ہیں اور تجھ کو امر ہوا ہے کہ ان کو تقسیم کردے اور تو ہر جگہ پہنچاتا ہے اور فقیر کو ایک دوسری جماعت کے ساتھ لے جاکر آنسرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتحیات کی خدمت و پابوسی کے ساتھ مشرف کرایا ہے" عمدہ و مبارک ہے —— اور دوسری دفعہ آپ نے دیکھا کہ تو (خواجہ محمد معصومؒ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلو میں بیٹھا ہے اور ایک ساعت نہیں گذری تھی کہ تیری صورت غائب ہوکر تیری بجائے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ظاہر ہوئے ہیں پھر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صورت مبارک غائب ہوگئی اور تو اُن کی بجائے ظاہر ہوا۔ تین مرتبہ تک اسی طرح مشاہدات ہوتے رہے، حَمْدًا لِلّٰہِ سُبْحَانَہٗ عَلٰی ذٰلِکَ وَعَلٰی جَمِیْعِ نَعْمَائِہٖ [اس نعمت پر اور اس کی تمام نعمتوں پر اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے]۔

مکتوب ۴۵

سید نور محمد بہاری کے نام نصیحت کے بارے میں تحریر ہوا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سیادت پناہ سید نور محمد کا مکتوب مرغوب پہنچکر مسرت بخش ہوا، آپ کو چاہئے کہ اسی طرح اپنے ظاہری و باطنی احوال لکھتے رہیں کیونکہ غائبانہ توجہ کا باعث ہے، اوقات کو حق جل وعلا کی یاد میں معمور رکھیں اور اُس عزّ برہانہٗ کی خوشنودیوں کے حاصل کرنے میں جان کے ساتھ کوشش کریں اور آخرت کا زاد راہ تیار کریں (انسان کو دنیا میں کھانے اور سونے کے لئے نہیں لایا گیا ہے اور عیش و آسائش کے لئے پیدا نہیں کیا گیا ہے، عیش و آسائش کا مقام آگے آنے والا ہے اَللّٰھُمَّ اِنَّ

www.maktabah.org

اَلْعَیْشُ عَیْشُ الْاٰخِرَۃِ [درحقیقت عیش تو آخرت کا عیش ہے] بلکہ طاعت و بندگی کے لئے پیدا کیا گیا اور اپنی معرفت کے لئے لایا گیا ہے، وظائفِ بندگی کی ادائیگی میں کوشش کی رعایت رکھنی چاہئے اور معرفت کے حصول اور اس کی طلب میں اپنے آپ کو سکون و آرام نہیں دینا چاہئے اور جہاں کہیں سے بھی اس کی بُو دماغ میں پہنچے اس کے درپے ہونا چاہئے، کسی نے خوب کہا ہے ؎

بچہ مشغول کنم دیدہ و دل راکہ مدام　　دل ترا می طلبد دیدہ ترا می خواہد

[میں آنکھ اور دل کو کس چیز کے ساتھ مشغول کروں کیونکہ ہمیشہ دل تجھ کو طلب کرتا ہے اور آنکھ تجھ کو چاہتی ہے] والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۴۶

جان محمد بیگ کولابی کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ ہستی حقیقی کو نیستی (فنائیت) کے جال کے بغیر شکار نہیں کر سکتے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ (یہاں کے) حالات ہر حال میں حمد کے لائق ہیں اور آپ کی ظاہری و باطنی سلامتی و استقامت کے لئے دعا کی گئی ہے آپ کے متعدد خطوط پے در پے پہنچے چونکہ صحت و عافیت ظہورِ فنائیت و دیدِ قصور پر مشتمل تھے مسرت کا سبب ہوئے حق سبحانہٗ و تعالیٰ اس دید کو زیادہ کرے اور اپنی ہستی حقیقی کی معرفت عطا فرمائے تاکہ نیستی کے جال سے ہستی کا شکار کرے، عشق کے مقتول کے لئے مَنْ قَتَلْتُہٗ فَاَنَا دِیَتُہٗ [جس کو میں قتل کرتا ہوں اس کا خونبہا میں خود ہوں] کی بشارت کافی ہے اور تیغِ محبت کے مارے ہوئے کو فَاَحْیَیْنٰہُ وَجَعَلْنَا لَہٗ نُوْرًا [پس ہم نے اس کو زندہ کیا اور اس کے لئے ایک نور بنایا] کی خوشخبری سر بلند کرتی ہے ؎

گر بر سرِ کوئے عشق ما کشتہ شوی　　شکرانہ بدہ کہ خونبہائے تو منم

[اگر تو میرے عشق کے کوچے کے سر پہ مارا جائے تو شکرانہ ادا کر کہ تیرے خون کا بدلہ میں ہوں]

والسلام علیکم و علیٰ سائر من اتبع الہدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ و علیٰ آلہ الصلوات و التسلیمات و التحیات و البرکات العلیٰ۔

مکتوب ۴۷

میرزا محمد صادق پسر نصیر خاں کے نام طریقۂ خواجگان کے حقائق و خصائص اور جس چیز کے ساتھ

www.maktabah.org

ہمارے حضرتِ عالی (مجدد الفِ ثانی) ممتاز ہیں اس کی طرف اشارہ اور طریقہ نفی اثبات کی کیفیت کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ مکتوب مرغوب جو آپ نے اپنے کسی آدمی کے ہاتھ اس مسکین کے نام ارسال کیا تھا اس کے صدور سے مسرور و خوش وقت ہوا، حق سبحانہٗ و تعالیٰ شریعتِ عالیہ و سنتِ منورہ کے طریقے پر استقامت و مداومت عطا فرما کر آپ کے باطن کو حضرات خواجگان کی نسبت سے معمور رکھے، اس طریقہ (یعنی طریقہ نقشبندیہ مجددیہ) کا قلیل دوسرے طریقوں کے کثیر سے بہتر و پسندیدہ ہے، یہ طریقہ سب طریقوں سے اقرب ہے اور لازمی طور پر پہنچانے والا، طالبِ صادق اگر پیرِ کامل کی صحبت میں رہے تو امید ہے کہ وہ راستہ میں نہیں رہے گا اور اگر ناقص کی صحبت میں رہے تو طریقہ کا قصور نہیں ہے کیونکہ (جب) وہ خود واصل نہیں ہے کوئی دوسرا شخص اس کی صحبت میں کس طرح واصل ہوگا اور اس کے طریقے میں اندراجِ نہایت در بدایت ہے، اس طریقہ کا بتدی ارشد نہایت کی چاشنی سے بے بہرہ نہیں ہے لیکن ہمارے طریقہ کا مدار صحبت اور پیر کی توجہ پر ہے، ترقی اسی کے ساتھ وابستہ ہے، سعادتمند مرید اگرچہ پیر کی غیر موجودگی میں اس کے باطن سے (اپنی) محبت و عقیدت کے مطابق بہرہ ور ہوتا ہے اور فیوض و برکات اخذ کرتا ہے لیکن صحبت اور غیبت میں سینکڑوں گنا
ص۹۰ فرق ہے اور جو دقائق کہ ہمارے حضرتِ عالی (مجدد الفِ ثانی) قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ نے اس طریقہ میں بیان فرمائے ہیں اور اس طریقہ کی تحقیقات و تدقیقات کہ جن پر انھوں نے عمل فرمایا ہے اور معاملہ کو پستی سے بلندی تک پہنچایا ہے اور جس نسبت پر طریقہ کے ساتھ حضرتِ عالی ممتاز ہیں اور وہ نسبت ہزار سال کے بعد ظہور کے تخت پر جلوہ افروز ہوئی ہے اور از سرِ نو تازہ ہوئی ہے اور اتنی مدت تک پوشیدہ رہی ہے اور کام کے چہرہ سے نقاب نہیں اٹھایا تھا جیسا کہ حضرت عالی (مجدد علیہ الرحمہ) کے رسائل و مکاتیب سے اس کا کچھ حصہ واضح و نمایاں ہے کہاں تک بیان کرے۔

آپ نے ذکر نفی و اثبات کا طریقہ طلب کیا تھا، لکھا جاتا ہے اس کے مطابق عمل میں لائیں اور اس کی برکات کے امیدوار رہیں اگرچہ نمایاں ترقی اور کامل تاثیر صحبت و توجہ پر موقوف ہے لیکن مَا لَا یُدْرَکُ کُلُّہٗ لَا یُتْرَکُ کُلُّہٗ [جو چیز کامل طور پر حاصل نہ ہو اس کو بالکل ترک نہیں کرنا چاہیے] نفی و اثبات کا طریقہ یہ ہے کہ زبان کو تالو سے لگالیں اور ہونٹوں کو بند کرلیں اور سانس کو ناف کے نیچے روک لیں اور لفظ لا کو خیال کے ساتھ ناف سے کھینچیں اور سر کے اوپر پہنچائیں اور لفظِ اِلٰہ کو سر سے دائیں کندھے تک لیجائیں اور لفظِ اِلَّا اللہ کو دائیں کندھے سے دل پر لیجائیں اور سانس ...

www.maktabah.org

اور اس کلمہ کے ساتھ اس کلمہ کے معنی کو بھی خیال میں لائیں اس طرح پر کہ ذات پاک (اللہ تعالیٰ) کے سوا اور کوئی مقصود نہیں ہے، لَا کے ساتھ نہیں ہے کا تصور کریں اور اِلٰہ کے ساتھ کوئی مقصود کا خیال کریں اور اِلَّا اللہ کے وقت سوائے ذات پاک سمجھیں، ہر سانس میں طاق عدد کہیں (یعنی) ایک دفعہ یا تین دفعہ یا پانچ دفعہ یا سات دفعہ کہیں اور اسی طرح بتدریج زیادہ کریں جہاں تک سانس برداشت کر سکے، اور اسی وجہ سے اس ذکر کو وقوفِ عددی کہتے ہیں یعنی (ایک سانس میں) ذکر کی تعداد پر واقف رہے تاکہ ہر سانس میں طاق عدد کہے جفت نہ کہے۔ والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الہدیٰ۔

مکتوب ۴۸

شیخ عبدالرحمٰن برادرِ شیخ عرب بخاری کے نام زمینِ ہند کی برکات اور نسبت کی حفاظت کی ہمیشگی پر ترغیب دلانے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حمد و صلوٰۃ و تبلیغِ دعوات کے بعد عرض ہے کہ آپ نے جو مکتوبِ مرغوب محبت کے باعث ارسال کیا تھا اس نے خوش وقت کیا۔ آپ نے لکھا تھا کہ "میں نے کشمیر سے ولایت (وطن بخارا) کا ارادہ کیا تھا کہ جاؤں لیکن پشاور میں جناب حاجی جیو نے نہیں چھوڑا اَلْخَیْرُ فِیْمَا صَنَعَ اللہُ سُبْحَانَہٗ (جو کچھ اللہ سبحانہٗ کرتا ہے اسی میں بہتری ہے) بظاہر اسی میں بہتری ہوگی۔" (جواب) میرے مخدوم! ہندوستان میں بھی ولایت (وطن) میسر ہے، کیوں اسی جگہ سیرِ معنوی کے ذریعے ولایت کا ارادہ نہ کریں اور کیوں اس نعمت کے طالب نہ رہیں اور کیوں سفر در وطن نہ کریں اور سیرِ انفسی کے ذریعے سیرِ آفاقی سے مستغنی رہیں۔ آج ہندوستان میں وہ (نعمت) میسر ہے جو اکثر جگہوں میں میسر نہیں ہے فیوض و واردات کی کثرت کے باعث بہت سے خطّوں اور شہروں کے لئے قابلِ رشک ہے اور صباحت و ملاحت کے امتزاج کے باعث حُسن و لطافت میں یثرب و بطحا (مدینہ منورہ و مکہ مکرمہ) کی خاک کے ساتھ مشابہت کامل رکھتا ہے، اس کے انوار و برکات کا بیش از بیش امیدوار ہے ـــ بات دوسری طرف چلی گئی، چاہیے کہ سیکھے ہوئے طریقہ پر مداومت رکھیں اور نسبتِ باطن کی نگہداشت میں کوشاں رہیں نسبت کی حفاظت پر اسقدر کوشش کریں کہ حضوری کی نسبت دل کا ملکہ ہو جائے اور مذکور کے ماسوا سے کُلّی انقطاع حاصل ہو جائے ؎

ایں کار دولت ست کنوں تا کرا دہند

[یہ نصیب کی بات ہے دیکھئے اب کس کو عنایت کرتے ہیں] والسلام - اوّلاً و آخراً و ظاہراً و باطناً۔

www.maktabah.org

مکتوب ۴۹

محمد میرک بیگ بدخشی کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ چونکہ مطلوب حقیقی آفاق و انفس سے ماوراء ہے (اس لئے) اس کے طالب کو چاہئے کہ آفاق و انفس سے گذر جائے اور اس کے ماوراء جدو جہد کرے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے، اللہ سبحانہ کی حمد ہے کہ طویل سفر سے واپسی ہوگئی ہے اب سیرِ انفسی میں مشغول ہو جائیں اور سیرِ مستطیل سے سیرِ مستدیر کی طرف آجائیں اور بُعد سے قرب کی طرف مائل ہوں، قوم (صوفیہ) کے نزدیک انتہا کا سیرِ انفسی ہے، سیرِ آفاقی کو یہ حضرات دور از کار جانتے ہیں اور مطلوب کی یافت کو انفس میں منحصر کہتے ہیں، فرماتے ہیں ؎

چوں جلوۂ آں جمال بیروں تو نیست　　　پا در داماں و سر بجیب اندر کش

[جب اُس جمال (حُسن) کا جلوہ تجھ سے باہر نہیں ہے تو پاؤں دامن میں اور سر گریبان کے اندر کھینچ لے]

اور ہمارے حضرتِ عالی (مجدّد الف ثانی) قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ العزیز کے نزدیک سیرِ انفسی بھی سیرِ آفاقی کی مانند مطلوب کی یافت سے خالی ہے، وہ تعالیٰ شانہ جس طرح آفاق سے ماوراء ہے انفس سے بھی ماوراء ہے، نیز جو کچھ آفاق و انفس کے آئینوں میں جلوہ گر ہے وہ سب نشانات و ظلال ہیں اور شبہ و مثال کے ساتھ تسلی پاتا ہے پس مطلوب کو آفاق و انفس کے ماوراء تلاش کرنا چاہئے اور سلوک و جذبہ کے ماوراء سلگ جانا چاہئے اور بیرون و اندرونِ عالم کے ماسوا طلب کرنا چاہئے، محدود عقل اس معما کو حل نہیں کر سکتی اور خروج و دخول سے ماوراء اور آفاق و انفس سے باہر تصور نہیں کر سکتی، عَرَفْتُ رَبِّي بِجَمْعِ الْأَضْدَادِ [میں نے اپنے رب کو متضاد چیزوں کے یکجا جمع کردینے سے پہچانا] والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۵۰

حاجی مصطفےٰ بنگالی کے نام نصیحت اور دریافتِ احوال کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ اس نواح کے احوال و اطوار

www.maktabah.org

حمد کے لائق ہیں، اللہ سبحانہٗ سے آپ کی ظاہری و باطنی عافیت و استقامت کے لئے دعا کی گئی ہے پس بیشک یہی اصلِ کار اور نجات کا مدار ہے، عرصہ ہوا کہ آپ کے احوال و اطوار سے اطلاع نہیں رکھتا ہوں دل منتظر ہے، معلوم نہیں کہ آپ کس طرح بسر ہوں گے اور کن لوگوں کے ساتھ صحبت رکھتے ہوں گے زیادہ تر گوشہ نشینی و تنہائی کی طرف راغب ہیں یا لوگوں کے ساتھ میل جول کی طرف، لوگوں کو طریقہ سکھاتے ہیں یا نہیں اور اگر سکھاتے ہیں تو کس قسم کا اثر پیدا ہوتا ہے، فنا کی حد تک کوئی شخص پہنچا ہے یا نہیں، ظاہری علم کے ساتھ زیادہ تر مشغولیت ہے یا ذکر و مراقبہ کے ساتھ ترقی کا راستہ کھلا ہوا ہے یا نہیں، مَنِ اسْتَوٰی یَوْمَاهُ فَهُوَ مَغْبُوْنٌ [جس شخص کے دو دن یکساں گذر گئے یعنی دوسرے دن ترقی نہیں کی) وہ خسارے میں ہے] ؎

خوابم بشد از دیدہ درین فکرِ جگر سوز　　کاغوشِ کہ شد منزلِ و آسائشِ خوابت

[اس جگر سوز فکر میں میری آنکھوں سے نیند اڑ گئی کہ تیری نیند کی منزل و آسائش کس کی آغوش بنی]

مختصر یہ کہ حالات لکھتے رہیں اور اوقات کو معمور رکھیں اور گوشہ نشینی کی طرف زیادہ راغب رہیں اور ظاہری علم میں مشغول ہونے سے بھی فارغ نہ رہیں اور اگر کوئی طالب آئے تو اس کے احوال میں مشغول رہیں اور آخرت کا زادِ راہ تیار کریں اور تاریک راتوں کو گریہ و استغفار کے ساتھ منور رکھیں اور دوستوں کو دعائے خیر سے یاد رکھیں۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۵۱

میرزا محمد ہادی کے نام اس بیان میں کہ وحدت کے طالب کے لئے کثرت کا ترک کرنا ناگزیر ہے اور سنت کے اتباع اور بدعت سے اجتناب پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی، قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ [تو کہہ اللہ پھر ان لوگوں کو چھوڑ دے]۔ میرے مخدوم! وحدت و کثرت ایک دوسرے کی ضد ہیں، وحدت کے طالب کو کثرت کا ترک کرنا ناگزیر ہے (طالب) جس قدر کثرت کے اسباب اپنے ساتھ رکھے گا اسی قدر وحدتِ حقیقی سے دور و مہجور رہے گا، طلب و محبت کی رُو سے بھی اور علم و ارادے کے لحاظ سے بھی وحدانی ہونا چاہئے تاکہ مناسبت پیدا ہو جائے اور وہ وحدت کا آئینہ ہو جائے اور توحیدِ حقیقی تک پہنچ جائے۔ ۸۲

بزرگوں کا مقولہ ہے، اَلتَّوْحِیْدُ اِسْقَاطُ الْاِضَافَاتِ [یعنی توحید نسبتوں کو ساقط کرنا ہے] اوقات کو ذکر و فکر سے معمور رکھیں اور باطن کو جو کہ مولا تعالیٰ کی نظر کا مقام ہے منور کرنے میں کوشش کریں اور باطن کا منور ہونا ذکر و مراقبہ کی ہمیشگی پر موقوف ہے اور وظائفِ بندگی کی بجا آوری اور فرائض و سنن و واجبات

www.maktabah.org

کی ادائیگی اور بدعت و محرمات و مکروہات سے اجتناب کے ساتھ وابستہ ہے، شریعت و سنت کے اتباع اور بدعت سے اجتناب میں جسقدر کوشش کی جائے (اسی قدر) باطن کا نور بڑھے گا اور بارگاہِ قدس کا راستہ کھل جائے گا، اتباعِ سنت یقینی طور پر نجات دینے والا، ثمر بخشنے والا اور درجات کو بلند کرنے والا ہے، تخلف (اس کے خلاف) کا احتمال نہیں رکھتا، اس کے علاوہ خطرہ ہی خطرہ اور شیطان کا راستہ ہے پس اس سے پوری طرح بچنا چاہیے فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلَالُ (پس حق کے بعد گمراہی کے سوا اور کیا ہے) دین قویم (اسلام) کو جو کہ وحی قطعی سے ثابت ہے باطل باتوں اور اوہام و خیالات کی بنا پر نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغُ (رسول کا کام پیغام پہنچا دینا ہے) والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الہدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات والبرکات العلیٰ۔

مکتوب ۵۲

رفعت بیگ کے نام اپنے آپ سے اعراض کرنے اور اصل کی طرف متوجہ ہونے اور فنا و نیستی کے حصول پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا تا کہ بقائے کامل اس پر مترتب ہو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد عرض ہے کہ (یہاں کے) احوال ہر حال میں حمد کے لائق ہیں امید ہے کہ آں برادرِ عزیز (آپ) بھی بعافیت ہوں گے اور ظاہری و باطنی جمعیت سے متصف ہوں گے اور لفظ سے معنی کی طرف آئیں گے اور ظل سے اصل کی طرف مائل ہوں گے اور ظل سے اصل کی طرف شاہراہ ہے اور اصل تک پہنچنے کا مانع ظل کی اپنی طرف توجہ اور اس کی اصل سے روگردانی ہے اور جب سیر و سلوک کے ذریعہ بلکہ محض عنایتِ ازلی سے اپنی طرف توجہ زائل ہونے لگا اور روگردانی کی بجائے اصل کی طرف توجہ پیدا ہو جائے تو سعادت کا مدعا حاصل ہو جاتا ہے اور وہ مضبوط حلقے تھامنے والا ہو جاتا ہے ؎

چوں بدانستی کہ ظلِ کیستی — فارغی گر مردی و گر زیستی

[جب تو نے جان لیا کہ تو کس کا سایہ ہے تو پھر خواہ مُردہ ہو یا زندہ ہو تو بے فکر ہے]

ظل کے اصل تک پہنچ جانے اور اس سے ملحق ہو جانے کے بعد سالک کے لئے استہلاک و اضمحلال اور فنا و نیستی ہے اور یہ معنی اس کے حق میں کمال ہے کیونکہ اس کے حق میں کمال سلبِ کمال میں ہے اور بھلائی کی نفی کرنے میں بھلائی ہے معرفت اس فنا کے ساتھ وابستہ ہے اور قرب اس نفی کرنے پر موقوف ہے، اِذَا تَجَلَّى اللّٰهُ لِشَيْءٍ خَضَعَ لَهٗ [جب اللہ تعالیٰ کسی چیز پر تجلی فرماتا ہے تو وہ چیز اس (تعالیٰ شانہٗ) کیلئے جھک جاتی ہے]

www.maktabah.org

اور اس کے بعد اس بات کے لائق ہو جاتا ہے کہ وہ (تعالیٰ شانہٗ) اپنے پاس سے اس کو حیات عطا فرماتا ہے اور اپنے اخلاق کے ساتھ متصف کر دیتا ہے مَنْ قَتَلْتُهٗ فَأَنَا دِيَتُهٗ [جس کو میں قتل کرتا ہوں تو اس کا خونبہا میں خود ہوں] اور اس کو ناقصوں کی تکمیل کے لئے واپس کر دیا جاتا ہے۔ آیۂ کریمہ اَوَمَنْ كَانَ
مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ [کیا ایسا نہیں ہے کہ جو شخص مُردہ تھا پس ہم نے الانعام ۱۲۲
اس کو زندہ کر دیا اور اس کے لئے ایک نور بنایا جس کے ساتھ وہ لوگوں میں چلتا ہے] اُس کے حال کی خبر دینے والی ہے۔
اُس وقت نعمت اس کے حق میں پوری ہو جاتی ہے اور خلافت کے معنی ظاہر ہوتے ہیں۔ ع

این کارِ دولت است کنوں تا کرا دہند [یہ نصیب کی بات ہے دیکھئے اب کس کو عنایت کرتے ہیں]

آپ نے میاں لشکری کے بیٹے کے انتقال کر جانے کی بابت لکھا تھا اور اس کی جدائی کے باعث طرح
طرح کا غم و الم ظاہر کیا تھا، اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ [بیشک ہم سب اللہ تعالیٰ کے ہیں اور ہم اسی کی البقرہ ۱۵۶
طرف لوٹنے والے ہیں] تقدیر و ارادۂ الٰہی پر رضامندی کے سوا چارہ نہیں ہے کیونکہ ظاہری (دنیوی) مصائب باطنی طراوت و شادابی کے وسائل اور اخروی ترقیات کا سبب ہیں، حق سبحانہٗ اجرِ عظیم عطا فرمائے اور ترقی کی راہ کھول دے اور نعم البدل عنایت فرمائے، اِنَّهٗ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ [بیشک وہ قریب (دعا) قبول کرنے والا ہے]

مکتوب ۵۳

حضرت والا (عروۃ الوثقیٰ) سلمہ اللہ تعالیٰ کے خواہر زادہ (بھانجے) شیخ عبد اللطیف کے نام لا الٰہ الا اللہ کی تشریح میں اور اس بیان میں تحریر فرمایا کہ کلام مجید کے ساتھ متصف ہونا اس دید کے آثار سے ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم حمد و صلوٰۃ کے بعد فرزندِ سعادت آثار سے عرض ہے کہ جو خط آپ نے بھیجا تھا اس کے مطالعہ نے بہت فرحت بخشی اور مسرور کیا، اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کا شکر بجا لائیں لَئِنْ
شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ [اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں تم کو اور زیادہ دوں گا] ــــ آپ نے لکھا تھا کہ ایک رات نماز تہجد ابراہیم ۷
میں قرآن مجید کی تلاوت کے وقت پڑھنے والا (میں) اپنے آپ کو درمیان میں نہیں پاتا تھا اور تلاوت کو اس (اپنی) طرف منسوب نہیں دیکھتا تھا بلکہ (ایسا دیکھتا تھا) گویا اس تعالیٰ شانہٗ کی محض قدرت سے اس کا کلام اس جگہ ظہور فرماتا ہے اور اپنی زبان کو شجرِ موسوی (علیہ السلام) کی مانند پاتا تھا اور لا الٰہ الا اللہ کے نفی کو اس حال کے مصداق دیکھتا تھا اور (اب) بھی تلاوت کے وقت اس (قرآن مجید) کے ساتھ بقا و تحقق پاتا ہے اور یہ شعر اس ذوق کے موافق ہو جاتا ہے ؎

www.maktabah.org

اندر سخن دوست نہاں خواہم گشت ۔ بر لب او بوسہ زنم چونش بخواند

[میں دوست کے کلام میں پوشیدہ ہو جاؤں گا تاکہ جب وہ اس کو پڑھے تو میں اس کے لبوں کو بوسہ دے لوں]

مکتوب ۵۴
اے سعادت اطوار! اول جو کچھ آپ نے لکھا ہے فنا میں عالی درجہ ہے، جبتک سالک کے آثار میں سے کوئی اثر باقی ہے لَا یَذْکُرُ اللّٰہَ اِلَّا اللّٰہُ صادق نہیں آتا اور اس کا ذکر اسی کی طرف لوٹتا ہے وہ بات اسی وجہ سے ہوگی جو کہ کسی بزرگ سے منقول ہے کہ (ایک دفعہ) وہ ہلاکت کے گرداب میں پڑا تھا اُس نے منت مانی کہ اگر میں اس گرداب سے نجات پاؤں تو ہرگز حق تعالیٰ کو یاد نہ کروں اس کا سبب یہی ہوگا کہ اپنی یاد کو اس پستی و کمینگی کے ساتھ اس بارگاہِ مقدس کے لائق کسی طرح نہیں دیکھا اور اپنی طرف عائد پایا اور اس کو گناہ پایا اور گناہِ کبیرہ تصور کیا، اور یہ جو وحدتِ وجود والے حضرات لَا یَذْکُرُ اللّٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہتے ہیں اس کو اس سے کوئی تعلق نہیں ہے اُن کا اللہ (کہنا) تعینِ امکانی پر اطلاق پاتا ہے کہ جس کو انھوں نے عنوانِ حقانی سے جانا ہے کیونکہ یہ لوگ ہمہ اوست کہتے ہیں اور مقیدات کو عینِ مطلق سمجھتے ہیں، اور جس مقام کی بابت ہم گفتگو کر رہے ہیں یہاں تعینِ امکانی کا کوئی اثر نہیں رہتا ہے شَتَّانَ مَا بَیْنَھُمَا (ان دونوں میں بہت فرق ہے) لَا یَذْکُرُ اللّٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی حقیقت اِس مقام میں ہے نہ کہ وہاں کہ (جس میں) ذاکر کا وجود درمیان میں ہے، نہایت امر یہ ہے کہ ان کے نزدیک) عنوان کا اختلاف ہے (یہ حضرات) کلمہ نفی و اثبات سے عنوانِ غیریت کی نفی کر کے اپنی الوہیت کا اثبات کرتے ہیں، وہی قصہ ہے، ع

بخواب اندر مگر موشے شتر شد ۔ [شاید کوئی چوہا خواب میں اونٹ بن گیا ہے]

ہم اصل بات کی طرف چلتے ہیں (وہ یہ ہے) کہ عارف کا قدم فنا میں جسقدر راسخ ہوگا فوق اور فوق الفوق کے کمالات میں اسی قدر زیادہ راسخ ہوگا اور ابطنِ بطون تک پہنچ جائے گا، اور یہ جو آپ نے دوبارہ کلام مجید کے ساتھ فنا و بقا متحقق ہونے کے بارے میں لکھا ہے یہ پہلی دید کا نتیجہ اور اس فنا کا ثمرہ ہے اچھی طرح غور کر لینا چاہیے جو قرب و منزلت کہ کلام کو متکلم کے ساتھ ہے کسی دوسرے کو نہیں ہے پس عارف کلام کے ذریعے جو قرب حاصل کرے گا وہ بھی اسی قیاس پر ہوگا اور بات میں پنہاں ہو کر ابطنِ بطون تک پہنچ جائے گا۔ والسلام علیکم و علیٰ سائر من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات والبرکات العلیٰ۔

☆ ☆ ☆ ☆
☆ ☆ ☆ ☆
☆

www.maktabah.org

مکتوب ۵۴

شیخ مظفر بیانیوری کے نام اس بیان میں کہ جب تک سالک کا واسطہ صفات و اعتبارات سے ہے علم و تمیز کی گنجائش ہے (اور) جب معاملہ غیب ذات سے پڑتا ہے تو جہل و عدمِ تمیز بڑھ جاتا ہے اور بعض نصائح کے بیان میں تحریر فرمایا۔

۸۵ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ گرامی نامہ پہنچکر مسرت کا باعث ہوا چونکہ دوستوں کی عافیت و سلامتی پر مشتمل اور ان کی ظاہری و باطنی استقامت کی خبر دینے والا تھا اس لئے مسرت افزا ہوا۔ آپ نے لکھا تھا کہ "اکثر اوقات فرض و نفل نمازیں قسم قسم کے انوار اور طرح طرح کے فیوض اس حد تک ظاہر ہوتے ہیں کہ (یہ عاجز نماز کے ارکان میں سے) جس رکن میں پہنچتا ہے اسی میں محو ہو جاتا ہے اور تمام صفات و حرکات و سکنات کو نماز و غیرِ نماز میں دیکھنے والا (راقم) اپنی طرف منسوب نہیں پاتا اور لفظ انا کسی وقت خیال میں نہیں آتا"۔ میرے مخدوم! یہ تمام احوال سنجیدہ اور کیفیات پسندیدہ ہیں، اللہ تعالیٰ ترقیات کے دروازوں کو ہمیشہ کھلا رکھے، اور یہ جو آپ نے اس کے بعد لکھا ہے کہ "بعض واردات جو پیش آتی ہیں تقریر و تحریر میں نہیں سماتیں الخ"۔ شاید کہ یہ واردات مرتبہ مقدسہ غیب ذات سے پیدا ہوتی ہیں کہ اس مرتبہ سے حصہ جہل و عدمِ تمیز ہے کیونکہ جس جگہ علم و تمیز کی گفتگو ہے وہ صفات و شیون و اعتبارات سے پیدا ہوتی ہے اور جب معاملہ غیب الغیب سے پڑتا ہے اور اصول و شیون کی تمیز نہیں رہتی تو جہل و حیرت بڑھ جاتی ہے مَنْ عَرَفَ اللّٰهَ كَلَّ لِسَانُهٗ [جس نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا اس کی زبان گونگی ہوگئی] (یہ مقولہ) اس مقام کے حال کی خبر دیتا ہے — آپ نے مجلس کی رونق، توجہات کی تاثیر، طالبین کے فنائے قلب تک پہنچنے اور بعض کے فنائے نفس تک پہنچنے کے بارے میں جو لکھا تھا اس نے خوش وقت کیا، اَللّٰهُمَّ زِدْ [اے اللہ! اور زیادہ فرما] اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کا شکر بجالائیں۔ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ [اگر تم شکر کرو گے تو ضرور میں تم کو اور زیادہ دوں گا] اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی تدبیر سے خوفزدہ اور ڈرتے اور کانپتے رہیں، اس امرِ عظیم (پیری) کے ضرر کے گمان سے استغفار کو لازم پکڑیں، توجہات کو طالبین سے دریغ نہ رکھیں اور ان کی ترقیات کے طالب رہیں اور تمام اوقات کو گوشہ نامرادی میں بسر کریں اور تقصیرات کے یاد کرنے اور نعمتوں اور واردات میں تفکر کرنے سے فارغ نہ رہیں اور آخرت کا زادِ راہ تیار کریں اور مولائے حقیقی جَلَّتْ عَظَمَتُهٗ کی خوشنودیوں کے حاصل کرنے میں پوری پوری کوشش کریں اور (ہم)

www.maktabah.org

دُور افتادہ دوستوں کو دعائے خیر سے یاد کریں اور سلامتیٔ خاتمہ کی دعا کریں۔ اور آپ نے خواجہ امان اللہ و خواجہ محمد مومن کے بارے میں جو یہ لکھا ہے کہ وہ عمدہ احوال و کیفیات رکھتے ہیں اور دو فناؤں (فنائے قلب و نفس) سے مشرف ہو کر حیرت کے مقام میں پہنچ ہوا اور اس پر مسرور ہوا، آپ نے ان دونوں کے لئے طالبین کی تعداد کے تعین کی استدعا کی تھی، یہ امر آپ کی رائے کے حوالہ ہے استخارہ کے بعد جو تعداد آپ متعین کریں اور جس وقت بھی آپ اس پر اضافہ کریں یا مطلق اجازت دیں امید ہے کہ مبارک ہوگا، لیکن جب کبھی کسی شخص کو اجازت دیں تو چاہیے کہ اتباعِ شریعت و التزامِ سنّت اور مشائخ کی محبت پر استقامت کے ساتھ مشروط کر دیں۔ ۹۶
والسلام علیکم و علیٰ سائر من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ و علیٰ آلہ الصلوات والبرکات والتسلیمات العلیٰ۔

مکتوب ۵۵

مشیخت پناہ شیخ درویش محمد برکی جالندھری کے نام کفار کے ساتھ محبت و دوستی کے احکام اور تقیہ کے احکام اور اللہ تعالیٰ کے لئے محبت و دشمنی کرنے کی فضیلت اور اس جماعت کے اعتقادات کے رد میں تحریر فرمایا جو کہتے ہیں کہ فقیری کسی شخص کے ساتھ برانہ ہوتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ العلی الاعلیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ خصوصاً علیٰ سید الوریٰ صاحب قاب قوسین او ادنیٰ وعلیٰ النجوم الھدیٰ صحبہ البررۃ التقی اما بعد اس مسکین کی طرف سے سلام و دعا مطالعہ فرمائیں، گرامی نامہ نے مشرف کیا، آپ نے آیۂ کریمہ لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً [مسلمانوں کو چاہیے کہ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنائیں اور جو ۳/۲۸ شخص ایسا کرے گا تو اس کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں مگر ایسی صورت میں کہ تم کو ان سے کسی قسم کا اندیشہ ہو] کے بارے میں دریافت کیا تھا اور کفار کے ساتھ موالات (دوستی) و عدمِ موالات اور تقیہ و عدمِ تقیہ کے بارے میں وضاحت طلب کی تھی۔ میرے مخدوم! صاحبِ تفسیرِ کبیر نے اس بارے میں تفصیل سے بحث کی ہے اس کو بعینہٖ لکھا جاتا ہے، انھوں نے اس (تفسیرِ کبیر) میں کہا ہے کہ یہ آیت کافروں کے ساتھ معاملات کی حرمت میں نازل ہوئی ہے، آپ جان لیں کہ بیشک دوسری بہت سی آیات (بھی) اس معنی میں نازل ہوئی ہیں ان میں سے اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ ۳/۱۱۸

www.maktabah.org

[انہوں کے سوا کسی کو رازدار نہ بناؤ] اور اللہ سبحانہٗ کا یہ قول ہے: لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ
مجادلہ ۲۲ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ [جو لوگ اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں
آپ ان کو نہیں پائیں گے کہ وہ ایسے لوگوں سے دوستی رکھتے ہوں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے مخالف ہیں]
مائدہ ۵۱ اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ [یہود اور نصاریٰ کو دوست مت بناؤ]
ممتحنہ ۱ اور اللہ عزوجل کا یہ قول يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ [اے ایمان والو
تم میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ] اور ہر کہنے والے سے زیادہ عزت والے اللہ تعالیٰ
توبہ ۷۱ نے کہا ہے وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ [اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں
آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں] اور آپ جان لیں کہ مومن کا کافر سے دوستی کرنا تین قسم کا احتمال رکھتا
ہے، ان میں سے ایک قسم یہ ہے کہ اس کے کفر سے راضی ہو جائے اور اس وجہ سے اس کے ساتھ دوستی
رکھے اور اس سے (مومن کو) منع کیا گیا ہے، اس لئے کہ جس شخص نے ایسا کیا تو وہ اس دین میں اس کو
درست ماننے والا ہوگا اور کفر کو درست ماننا کفر ہے اور کفر سے راضی ہونا کفر ہے پس محال ہے کہ
اس صفت کے باوجود وہ شخص مومن باقی رہے۔ اور دوسری قسم یہ ہے کہ دنیا میں باعتبار ظاہر
(ان کے ساتھ) اچھی معاشرت رکھنا اور اس سے اُس (مومن) کو منع نہیں کیا گیا۔ اور تیسری قسم پہلی
دونوں قسموں کے درمیانی قسم کی مانند ہے وہ یہ کہ اس اعتقاد کے باوجود کہ کفار کا دین باطل ہے ان کے
ساتھ دوستی کرنا اُن کی قرابت کے باعث یا محبت کے سبب سے ان کی طرف میلان و معاونت اور
مدد و نصرت کے معنی میں ہو تو اس سے کفر لازم نہیں آتا مگر بلاشبہ اس (مومن) کو اس سے منع کیا
گیا ہے کیونکہ اس معنی سے ان کے ساتھ دوستی اس (مومن) کو اس کے طریقے کو اچھا سمجھنے اور اس کے
دین کو پسند کرنے کی طرف لے جائے گی اور یہ بات اس کو اسلام سے خارج کر دے گی پس اس لئے
اللہ تعالیٰ نے اس (مومن) کو اس بارے میں تنبیہ فرمائی ہے پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَمَنْ يَّفْعَلْ
آل عمران ۲۸ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ [اور جو شخص ایسا کرے گا تو اس کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں]۔
پس اگر یہ کہا جائے کہ "یہ کیوں جائز نہیں ہے کہ کافروں کو دوست بنانے کی ممانعت والی آیت سے
یہ معنی مراد ہوں کہ وہ مومنوں کو چھوڑ کر اُن سے دوستی کرتے ہوں، لیکن اگر وہ اُن سے دوستی کرتے
ہوں اور ساتھ ہی مومنین سے بھی دوستی کرتے ہوں تو اس سے اُن (مومنین) کو منع نہیں کیا گیا ہے اور
نیز اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ [مسلمانوں کو چاہیے کہ مسلمانوں کو چھوڑ کر
کافروں کو دوست نہ بنائیں) اس آیت میں فضیلت کی زیادتی کا بیان ہے اس لئے کہ بلاشبہ آدمی کبھی کسی

www.maktabah.org

دوسرے شخص سے دوستی تو کرتا ہے لیکن اس سے بھائی چارہ نہیں کرتا پس اُس (کافر) کے ساتھ بھائی چارہ کی ممانعت سے اس کے ساتھ سرے سے دوستی کی ممانعت لازم نہیں آتی"۔ ہم (اس کے جواب میں) کہتے ہیں کہ یہ دونوں احتمالات اگرچہ اس آیت میں پیدا ہوتے ہیں لیکن دوسری تمام آیات جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اُن (کفار) سے موالات جائز نہیں ہے وہ ان دونوں احتمالات کے ساقط ہونے پر (بھی) دلالت کرتی ہیں۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مسیلمہ کذاب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے دو آدمیوں کو پکڑا اور ان میں سے ایک سے کہا: کیا تو گواہی دیتا ہے کہ بیشک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں، اُس نے کہا ہاں ہاں ہاں۔ پھر اُس نے کہا: کیا تو گواہی دیتا ہے کہ بلاشبہ میں اللہ کا رسول ہوں، اُس نے کہا ہاں۔ اور مسیلمہ یہ گمان کرتا تھا کہ بلاشبہ وہ بنی حنیفہ کا سٹ
رسول ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) قریش کے رسول ہیں، پس اس (مسیلمہ) نے اس شخص کو چھوڑ دیا اور دوسرے کو بلایا اور اس سے کہا کیا تو گواہی دیتا ہے کہ بیشک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اس نے کہا ہاں، اس (مسیلمہ) نے کہا کیا تو گواہی دیتا ہے کہ بلاشبہ میں اللہ کا رسول ہوں پس اُس نے کہا تحقیق میں بہرہ ہوں' یہ تین دفعہ کہا۔ پس اس (مسیلمہ) نے اس کو آگے بڑھایا اور اس کو قتل کر دیا۔ پھر یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپ نے فرمایا البتہ یہ مقتول اپنے یقین اور سچائی پر گذرا پس اس کے لئے مبارکباد ہے اور البتہ اس دوسرے شخص نے اللہ تعالیٰ کی رخصت کو قبول کیا۔ پس اس پر کوئی مواخذہ نہیں ہے۔ اور آپ جان لیں کہ بیشک اس کی نظیر اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے:
ع ۱۴ ۱۴ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ (مگر جس شخص پر زبردستی کی جائے بشرطیکہ اس کا قلب ایمان پر مطمئن ہو)۔ آپ جان لیں کہ تحقیق تقیہ کے لئے بہت سے احکام ہیں اور ہم اُن میں سے بعض کا ذکر کرتے ہیں:۔ پہلا حکم یہ ہے کہ بیشک تقیہ اس وقت ہوتا ہے جبکہ کوئی شخص قوم کفار میں (رہتا) ہو اور ان سے اپنی جان و مال کا خوف رکھتا ہو تو وہ زبان سے اُن کی خوشامد کرے اور یہ اس لئے کرے تاکہ زبان سے دشمنی ظاہر نہ ہو بلکہ اس کیلئے یہ بھی جائز ہے کہ وہ ایسے کلام کا اظہار کرے جس سے محبت و دوستی کا وہم ظاہر ہوتا ہو (لیکن اس شرط کے ساتھ کہ دل میں اس کے خلاف رکھے اور جو کچھ کہے کنایہ میں کہے کیونکہ بلاشبہ تقیہ کا اثر ظاہر میں ہوتا ہے دلوں کے احوال میں نہیں ہوتا۔ تقیہ کا دوسرا حکم یہ ہے کہ جس صورت میں تقیہ جائز ہو اس صورت میں ایمان و حق کو ظاہر کرے تو یہ افضل ہے اور اس کی دلیل وہی ہے جو مسیلمہ (کذاب) کا قصہ ہم نے ذکر کیا ہے۔ تقیہ کا تیسرا حکم یہ ہے کہ بیشک یہ ان امور میں جائز ہے جو دوستی و دشمنی سے تعلق رکھتے ہیں اور یہ اُن امور میں بھی جائز ہے جو

www.maktabah.org

جو اظہارِ دین سے تعلق رکھتے ہیں۔ البتہ جس چیز کا ضرر غیر کی طرف راجع ہوتا ہے مثلاً قتل و زنا اور
اموال کا غصب کرنا اور جھوٹی گواہی دینا اور پاکدامن عورتوں پر تہمت لگانا، اور کفار کو مسلمانوں کے
راز بتانا تو یہ یقیناً ناجائز ہے۔ چوتھا حکم یہ ہے کہ ظاہر آیت اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ تقیہ غلبہ
پانے والے کفار کے ساتھ (جائز) ہے لیکن امام شافعی رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ جب مسلمانوں کے
درمیان ایسی حالت ہو جائے جو مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان کی حالت سے مشابہ ہو تو جان کی
حفاظت کے لئے تقیہ کرنا جائز ہے۔ پانچواں حکم یہ ہے کہ تقیہ جان کی حفاظت کیلئے جائز ہے اور کیا
یہ مال کی حفاظت کے لئے بھی جائز ہے؟ تو اس میں یہ احتمال ہے کہ اس کے جائز ہونے کا حکم لگایا جائے
اس لئے کہ رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول ہے کہ مسلمان کے مال کی حرمت اس کے خون کی حرمت کی
مانند ہے اور اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول ہے کہ جو شخص اپنے مال کے باعث ص ۸۹
قتل کر دیا گیا تو وہ شہید ہے اور اس لئے کہ مال کی طرف حاجت شدید ہوتی ہے اور پانی جب بہت
مہنگا بیچا جائے تو مال کے اس قدر (بیجا) خرچ سے بچانے کے لئے وضو ساقط ہو جاتا ہے اور تیمم پر اکتفا
کرنا جائز ہو جاتا ہے تو یہاں کیوں جائز نہیں ہوگا۔ چھٹا حکم یہ ہے، مجاہدؒ نے کہا کہ مسلمانوں کی کمزوری
کی وجہ سے یہ حکم شروع اسلام میں ثابت تھا لیکن سلطنتِ اسلام کے قوی ہو جانے کے بعد (عدم حاجت
کے باعث) یہ حکم ثابت نہیں رہا اور (مجاہدؒ کے قول کے بالمقابل) حضرت عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن
رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ تحقیق انھوں نے کہا کہ تقیہ مومنین کے لئے قیامت تک جائز ہے اور
یہ قول اولیٰ ہے کیونکہ اپنی جان سے بقدر امکان ضرر کو دور کرنا واجب ہے (انتہی)"

اے شفقت آثار! اکثر صوفیہ خام اور اس دور کے ملحدین کفار کے ساتھ دوستی کرنے میں مضائقہ
نہیں رکھتے اور کہتے ہیں کہ فقیری کا طریقہ کسی شخص کے ساتھ برا نہ ہونا ہے، سبحان اللہ! سرورِ اخیار
سردارِ فقراء و اولیاء علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کو جنھوں نے اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ (فقر میرا فخر ہے) فرمایا یہ
حکم ہوتا ہے، یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ جَاھِدِ الْکُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْھِمْ (اے نبی! کفار اور منافقین پ۲۸ ع۹
سے جہاد کرو اور ان پر سختی کرو) اور آں (صلی اللہ علیہ وسلم) کا پسندیدہ طریقہ بھی کفار کے ساتھ سختی اور
قتال کا رہا ہے، عجیب فقراء ہیں کہ جنھوں نے پیغمبرِ خدا اور اپنے پیشوا (صلی اللہ علیہ وسلم) کا طریقہ
چھوڑ کر دوسروں کا طریقہ اختیار کیا ہے اور آں (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پسندیدہ طریقے کے خلاف
قبول کیا ہے (اس سے) ضلالت اور گمراہی کے سوا اور کچھ حاصل نہیں ہوگا، فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا
الضَّلٰلُ (پس حق کے بعد گمراہی کے سوا کیا ہے) کفار بیشک اللہ تعالیٰ کے دشمن ہیں کیونکہ (یہ) نصوصِ قطعیہ پ۱۱ ۳۲

www.maktabah.org

ثابت ہے، عجیب دعویٰ دوستی ہے کہ اس (تعالیٰ شانہٗ) کے دشمنوں کے ساتھ دوستی رکھتے ہیں اور اُن سے بیزاری نہیں کرتے، اگر کفار و فاسقین، اللہ تعالیٰ کے نزدیک مبغوض اور اس کے دشمن نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ کے لئے دشمنی رکھنا واجباتِ دین میں سے نہ ہوتا اور اعمالِ مقربین سب سے افضل اور ایمان کی تکمیل کرنے والا عمل نہ ہوتا اور ولایت حق سبحانہٗ کی رضا و قرب کے حصول کا سبب نہ ہوتا۔ حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تحقیق انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سُنا: بندہ صریح ایمان کا حق ادا نہیں کرتا جب تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لئے دوستی کرے اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے دشمنی کرے پس جب اُس نے اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے محبت کی اور اللہ تبارک و تعالیٰ ہی کے لئے دشمنی کی تو اس نے اللہ تعالیٰ سے دوستی کا حق ادا کر دیا، اس کو امام احمد نے روایت کیا ہے۔ اور حضرت ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا جس نے اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کی اور اللہ تعالیٰ کے لئے دشمنی کی اور اللہ تعالیٰ کے لئے دیا اور اللہ تعالیٰ کے لئے روکا تو اس نے اپنا دین مکمل کر لیا، اس کو ابو داؤد (رضی اللہ عنہ) نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے: اہلِ معاصی کے ساتھ دشمنی کے ذریعہ اللہ سبحانہٗ کا قرب حاصل کرو اور اُن سے ترش روئی کے ساتھ ملو اور اُن کو ناراض کر کے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی طلب کرو، اور اُن سے دوری اختیار کر کے ص ۹۰ اللہ عزوجل کا قُرب حاصل کرو، اس کو ابنِ شاہین دیلمی نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء میں سے ایک نبی کی طرف وحی کی کہ فلاں عابد سے کہہ دیجئے کہ البتہ تیرا دنیا سے زہد اختیار کرنا تیرا اپنے نفس کی راحت کے لئے جلدی کرنا ہے اور البتہ تیرا دنیا سے قطع تعلق کر کے میری طرف آنا تو میرے ذریعے سے تیرا عزت حاصل کرنا ہے تو پھر کونسا عمل کیا جو میرے لئے تیرے اوپر واجب تھا؟ اس نے کہا اے میرے رب! میرے ذمہ وہ کیا حق تھا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا تو نے میرے کسی دشمن سے دشمنی کی اور میرے کسی دوست سے دوستی کی، حل حٰطا عن ابنِ مسعود — اور حق یہ ہے کہ محبوب کے دوستوں سے محبت اور اس کے دشمنوں سے دشمنی محبت کے لوازم میں سے ہے محبِ صادق ان دو اعمال میں کسب و عمل کا محتاج نہیں ہے جیسا کہ دوسرے اعمال میں محتاج ہے، دوستانِ دوست کسقدر زیادہ اچھے نظر آتے ہیں اور اس کے دشمن کسقدر زیادہ بُرے نظر آتے ہیں، یہ معنی مجاز (عشقِ مجازی) میں ظاہر ہیں، جو شخص جب کسی سے دوستی کا دعویٰ کرتا ہے جبتک اُس (دوست) کے دشمنوں سے بیزاری نہ کرے وہ شخص (اس دوست کا) مقبول نہیں ہے بلکہ (لوگ) اس کو منافق جانتے ہیں۔ شیخ الاسلام[1] نے کہا کہ میں ابو الحسن سمعون کے ساتھ اچھا نہیں ہوں کیونکہ وہ میرے استاد خضری کو رنج

[1] یعنی خواجہ ابو اسمٰعیل عبد اللہ ابن ابی منصور محمد انصاری قدس سرہٗ جو حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں۔

www.maktabah.org

پہنچاتا تھا اور جو شخص کہ تیرے پیر کو رنج پہنچائے اور تو اس سے رنجیدہ نہ ہو تو کتا تجھ سے بہتر ہے،

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَآءُ مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّىٰ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَحْدَهُ ع ۴ [تمہارے لئے ابراہیم (علیہ السلام) میں اور ان لوگوں میں جو کہ ان کے ساتھ تھے ایک عمدہ نمونہ ہے جبکہ اُن سب نے اپنی قوم سے کہدیا کہ ہم تم سے اور جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا معبود سمجھتے ہو ان سے بیزار ہیں ہم تمہارے منکر ہیں لو ہم میں اور تم میں ہمیشہ کے لئے عداوت اور بغض ظاہر ہو گیا جبتک کہ تم اللہ واحد پر ایمان نہ لاؤ] اس کے بعد فرمایا لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيهِمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ ع ۶ [بیشک ان لوگوں میں تمہارے عمدہ نمونہ ہے اس شخص کیلئے جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن کا اعتقاد رکھتا ہو] یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ طالبِ حق جل وعلا کے لئے یہ بیزاری لازمی و ضروری ہے جیسا کہ انھوں نے گمان کیا ہے حق تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَنْ يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ فِي شَيْءٍ ع ۲۸ [اور جو شخص ایسا کرے گا تو اس کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں] یعنی جو شخص کہ کافروں کے ساتھ موالات و دوستی کرتا ہے وہ شخص حق تعالیٰ کی دوستی و ولایت سے کچھ بھی حصہ نہیں رکھتا یعنی وہ حق تعالیٰ کی دوستی سے کلی طور پر خارج ہے اس لئے کہ دو متضاد یعنی دو دشمنوں کی دوستی جمع نہیں ہوتی جیسا کہ بعض مفسرین نے کہا ہے ایک شاعر کہتا ہے ؎

تَوَدُّ عَدُوِّي ثُمَّ تَزْعَمُ أَنَّنِي ۔۔۔ صَدِيقُكَ لَيْسَ النُّوكُ عَنْكَ بِعَازِبِ

ص ۹۱ فَلَيْسَ أَخِي مَنْ وَدَّنِي رَأْيَ عَيْنِهِ ۔۔۔ وَلَكِنْ أَخِي مَنْ وَدَّنِي فِي الْمَغَائِبِ

[تو میرے دشمن سے محبت کرتا ہے پھر (یہ بھی) گمان کرتا ہے کہ میں بلاشبہ تیرا دوست ہوں (لہذا) حماقت تجھ سے دور نہیں ہے (یعنی تو احمق ہے) پس جو شخص سامنے دیکھ کر مجھ سے محبت کرتا ہے وہ میرا بھائی نہیں ہے اور لیکن میرا بھائی وہ ہے جو مجھ سے پس پشت محبت کرتا ہے]

پس حق تعالیٰ کی محبت کا دعویٰ کرے اور اس کے دشمنوں سے بیزاری نہ کرے وہ دعویٰ میں جھوٹا ہے اور بعض مفسرین نے کہا ہے کہ وہ شخص اللہ تعالیٰ کے دین میں سے کسی چیز پر نہیں ہے یعنی دین سے کچھ نہیں رکھتا اور جو شخص کہ دین سے بے بہرہ ہے وہ قرب و معرفت سے کیا حصہ رکھے گا۔ ع ۲۸ وَيُحَذِّرُكُمُ اللَّهُ نَفْسَهُ [اور اللہ تعالیٰ تم کو اپنی ذات سے ڈراتا ہے] یعنی حق سبحانہ تم کو کفار کے ساتھ موالات کے باعث اس عذاب کی ڈراتا ہے جو کہ حق تعالیٰ کی ذات سے صادر ہوتا ہے۔ انھوں (مفسرین) نے کہا ہے کہ یہ ایک بہت بڑی دھمکی ہے (جو) منہی عنہ کے نہایت برا ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ تفسیر کبیر میں روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ

www.maktabah.org

رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ یہاں اہلِ حیرہ میں سے ایک آدمی یعنی ایک نصرانی ہے جس سے زیادہ قوی حافظ والا اور جس سے عمدہ خط والا کوئی نہیں سمجھا جاتا پس اگر آپ چاہیں تو اس کو (اپنا) کاتب بنالیں پس حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے اس سے انکار کر دیا اور کہا اس صورت میں تو میں غیر مؤمن کو دوست بنانے والا ہو جاؤں گا۔ پس حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے نصرانی کو دوست بنانے کے انکار پر اس آیت کو دلیل بنایا (انتہیٰ)۔ اور حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ "میں نے عمر بن الخطابؓ سے کہا کہ میرا ایک کاتب نصرانی ہے تو انھوں نے فرمایا تجھے کیا ہو گیا اللہ تعالیٰ تجھے ہلاک کرے کیا تو نے کسی مسلمان کو (کاتب) نہیں بنایا، کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا قول نہیں سُنا
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ (اے ایمان والو! یہود اور نصاریٰ کو دوست مت بناؤ)۔ ۵۱
میں نے کہا اُس کا دین اس کے لئے ہے اور اس کی کتابت میرے لئے ہے۔ تو انھوں (حضرت عمرؓ) نے کہا جبکہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی اہانت کی ہے تو میں اُن کا اکرام نہیں کروں گا اور جبکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ذلت دی ہے تو میں ان کو عزت نہیں دونگا اور جبکہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو دُور کر دیا ہے تو میں ان کو قریب نہیں کروں گا۔ میں نے کہا کہ والیٔ بصرہ کا کام اس کے بغیر پورا نہیں ہوتا، تو انھوں (حضرت عمرؓ) نے کہا کہ اگر نصرانی مر جائے تو اس کے بعد تو کیا کرے گا پس جو عمل تو اُس کے مرنے کے بعد کرے گا وہی عمل ابھی کر اور اس سے اس کے غیر کے ساتھ مستغنی ہو جا" — ہمارے حضرت عالی (مجدد الفِ ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اپنے مکتوبات قدسی آیات میں لکھتے ہیں کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ تمام بزرگی جو پائی اور شجرۂ انبیاء (علیہم السلام) ہو گئے تو یہ اس تعالیٰ شانہٗ کے دشمنوں سے بیزاری کے باعث تھا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ ۴
(تحقیق تمہارے لئے ابراہیم (علیہ السلام) میں عمدہ نمونہ ہے) فقیر کی نظر میں حق جل وعلا کی خوشنودی کے حصول کے لئے اس بیزاری کے برابر کوئی عمل نہیں ہے، فقیر ایسا پاتا ہے کہ ذاتِ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کو کفر و کافری کے ساتھ ذاتی عداوت ہے اور آفاقی معبود مثلاً لات و عزیٰ اور ان کی عبادت کرنے والے لوگ بالذات حق جل سلطانہٗ کے دشمن ہیں اور دوزخ میں ہمیشہ رہنا اس بُرے عمل کا بدلہ ہے اور خواہش و نفس کے معبود اور تمام بُرے اعمال یہ نسبت نہیں رکھتے کیونکہ اُن کے مقابلہ میں اِن سے دشمنی اور غصہ بالذات ملا ۹
نہیں ہے اگر غصہ ہے تو صفات سے نسبت رکھتا ہے اور اگر عذاب و سزا ہے تو افعال کی طرف راجع ہے اس لئے ہمیشہ دوزخ میں رہنا ان بُرے اعمال کی سزا نہیں ہوتی بلکہ ان کی مغفرت کو اپنی مشیت سے وابستہ رکھا ہے اور یہ اس خط کا آخر ہے۔ والحمد للہ اولاً وآخراً والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہٖ دائماً وسرمداً وعلیٰ آلہ الکرام وصحبہ العظام الیٰ یوم القیام۔

www.maktabah.org

مکتوب ۵۶

مرزا ابو المعالی کے نام اُن کے خط کے جواب میں کہ (جس میں) انھوں نے شوق و صحبت کی طلب کا اظہار کیا تھا اور شیخ عبد الخالق کے بعض احوال کے بیان میں تحریر فرمایا جو کہ احباب میں سے ہیں اور اس مکتوب کو ایک جلیل القدر حدیث کے ساتھ ختم فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اللہ تعالیٰ و تقدس سینہ کو ماسوا کے نقوش سے صاف اور خواہش کی میل سے پاک کر کے جمالِ لایزال جو کہ وہم و خیال کے احاطے سے باہر ہے کی شعاعوں کے ظہور سے مزین فرمائے۔ آپ کے مکتوب گرامی نے جو کہ اس مسکین کے نام ارسال کیا تھا مشرف کیا، چونکہ آپ کی ذاتِ بابرکات کی سلامتی کی خبر دینے والا تھا اس لئے مسرت افزا ہوا۔ آپ نے برادرِ دینی شیخ عبد الخالق کے بارے میں جو کچھ لکھا تھا واضح ہوا چونکہ استخارہ موافق نہیں آتا (اس لئے) اس پر موقوف رہے کہ ملاقات کی صورت میں جو کچھ مقدر ہے اور طرفین کا حصہ ہے ظہور پذیر ہو جائے گا۔ میرے مکرم! شیخ عبد الخالق نے کچھ عرصہ صحبت میں گذارا ہے اور اس راستے کے ضروری فیوض اخذ کئے ہیں اور وہ تلوین سے تمکین کے ساتھ جا ملے ہیں اور فنا سے جو کہ اس راستے کا رکنِ اعظم ہے آگاہی پائی ہے، اُن کو حال سے خالی کس طرح کہہ سکتے ہیں مگر اس اعتبار سے کہ وہ حال سے گذر کر حال کو بدلنے والے کے ساتھ جا ملے ہیں کیونکہ حال تلوین کی خبر دیتا ہے اور صاحبِ تمکین نے حال کو پیچھے چھوڑ دیا ہے البتہ کیفیات و واردات ایسے امور ہیں جو کہ باطن سے تعلق رکھتے ہیں اور تائید ربانی اور اخلاقِ الٰہی جل شانہ سے متصف ہوئے بغیر اُن پر مطلع ہونا دشوار ہے، اَوْلِیَائِیْ تَحْتَ قِبَائِیْ لَا یَعْرِفُھُمْ غَیْرِیْ [میرے اولیا میری قبا کے نیچے ہیں اُن کو میرے سوا کوئی نہیں پہچانتا] بہت سے اولیاء اللہ (ایسے) ہیں جو کہ اپنی ولایت پر بھی اطلاع نہیں رکھتے اور اُن کا ظاہر اُن کے باطن سے بے خبر ہے دوسرے لوگوں کے لئے مشکل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مطلع کئے بغیر ان کی ولایت کا پتہ لگائیں۔ ع

کس چہ داند کہ دریں گرد سوارے باشد　　[کوئی شخص کیا جانے کہ اس گرد میں کوئی سوار ہے]

مشارٌ الیہ (شیخ عبد الخالق) کو محروم و بے بہرہ مان لینے کی صورت میں اس امرِ عظیم ہیں اُس کو ملحوظ نہیں رکھنا
۹۳ چاہیے اور بھیجے ہوئے شخص کو بھیجنے والے کے آئینے میں دیکھنا چاہیے۔ ع

ایشاں نیند ایں ہمہ الحان ز مطرب ہست　　[وہ نہیں ہیں [illegible] مطرب کی ہے]

www.maktabah.org

اس کے باوجود چونکہ آپ کے قلب کی توجہ اس عزیز (عبدالخالق) کی طرف نہیں ہے (اس لئے) توقف کریں اور منتظر رہیں تاکہ دیکھیں کہ پردۂ غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے۔

سعادتہاست اندر پردۂ غیب نگہ کن تا کرا ریزند در جیب

[پردۂ غیب کے اندر بہت سی سعادتیں ہیں دیکھئے کس کی جیب میں ڈالتے ہیں]

یہ حقیر دعا و توجہ اور خیر خواہی کے جملہ لوازم میں کوتاہی کو پسند نہیں کرتا اور دل و جان سے آپ کا کمال چاہتا ہے، اِنَّهٗ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ [بیشک وہ قریب (اور) قبول کرنے والا ہے]۔

ہم اس مکتوب کو اچھے خاتمہ کے ساتھ ختم کرتے ہیں۔ حضرت معاذ بن جبل (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے انھوں نے فرمایا کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے صبح کی نماز میں ہمارے پاس آنے سے تاخیر کی (یعنی روزمرہ کے وقت پر تشریف نہ لائے) حتیٰ کہ قریب تھا کہ ہم آفتاب کے قرص کو دیکھ لیں پھر آپ جلدی سے نکل کر تشریف لائے پس نماز کے لئے تکبیرِ اقامت کہی گئی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی اور نماز میں تخفیف کی پھر جب سلام پھیرا تو اپنی بلند آواز کے ساتھ ہمیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ اپنی صفوں میں اسی طرح بیٹھے رہو جیسا کہ بیٹھے ہو، پھر ہماری طرف مڑے اور فرمایا اے لوگو! آگاہ رہو بیشک ابھی میں تم کو اس چیز کی خبر دونگا جس نے مجھ کو آج کی صبح تم سے روکا (وہ یہ ہے کہ) میں رات کو (نمازِ تہجد کے لئے) اٹھا پس میں نے وضو کیا اور جسقدر نماز میرے لئے مقدر تھی پڑھی، پھر مجھے اپنی نماز میں اونگھ آگئی یہاں تک کہ میں بھاری ہو گیا (یعنی مجھ پر نیند غالب آگئی اور میرا بدن وزنی ہو گیا) پس ناگہاں میں نے اپنے پروردگار تبارک و تعالیٰ کو اچھی صورت (صفت) میں دیکھا پس اس (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا اے محمدؐ! پس میں نے عرض کیا اے میرے رب! میں حاضر ہوں۔ پھر پروردگار نے فرمایا کہ فرشتوں کی جماعت کس چیز کے بارے میں گفتگو کرتی ہے، میں نے عرض کیا میں نہیں جانتا۔ اللہ تعالیٰ نے تین بار یہی فرمایا (اور میں نے ہر بار یہی جواب دیا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پھر میں نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا کہ اپنا ہاتھ میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا پس نے اللہ تعالیٰ کی انگلیوں کی ٹھنڈک اپنی چھاتی کے درمیان پائی، پس میرے لئے ہر چیز ظاہر و روشن ہو گئی اور میں نے پہچان لیا۔ پھر فرمایا اے محمدؐ! میں نے عرض کیا اے میرے رب! میں حاضر ہوں، فرمایا فرشتوں کی جماعت کس چیز کے بارے میں گفتگو کرتی ہے، میں نے عرض کیا کفارات میں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ کیا ہیں؟ میں نے کہا (نماز کی) جماعتوں کی طرف چل کر آنا اور نمازوں کے بعد مسجدوں میں بیٹھنا اور ناخوشگواریوں کے وقت (بھی) وضو کو

www.maktabah.org

پورا کرنا، فرمایا پھر کس چیز میں گفتگو کرتے ہیں؟ میں نے کہا درجات کے بارے میں، فرمایا وہ کیا ہیں؟ میں نے عرض کیا کھانا کھلانا اور نرم کلامی کرنا اور رات کے کسی حصے میں نماز پڑھنا جبکہ لوگ سوئے ہوئے ہوں (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا (جو کچھ چاہے) مانگ، میں نے یہ دعا کی: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ فِعْلَ الْخَیْرَاتِ وَتَرْکَ الْمُنْکَرَاتِ وَحُبَّ الْمَسَاکِیْنِ وَاَنْ تَغْفِرَلِیْ وَتَرْحَمَنِیْ وَاِذَا اَرَدْتَّ فِتْنَۃً فِیْ قَوْمٍ فَتَوَفَّنِیْ غَیْرَ مَفْتُوْنٍ وَّاَسْئَلُکَ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ یُّحِبُّکَ وَحُبَّ عَمَلٍ یُّقَرِّبُنِیْ اِلٰی حُبِّکَ [اے اللہ! بیشک میں تجھ سے نیک کاموں کے کرنے اور برے کاموں کے ترک کرنے اور مسکینوں سے محبت کرنے کا سوال کرتا ہوں اور یہ کہ تو مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما اور جب تو کسی قوم میں فتنہ (آزمائش) کا ارادہ فرمائے پس تو مجھ کو فتنہ میں مبتلا کئے بغیر وفات دے اور میں تجھ سے تیری محبت اور اس شخص کی محبت جو تجھ سے محبت کرتا ہے اور اس عمل کی محبت مانگتا ہوں جو مجھے تیری محبت کے نزدیک کر دے] پس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بلاشبہ یہ حق ہے پس اس کو یاد رکھو پھر اس کو لوگوں کو سکھاؤ۔ اس کو احمد و ترمذی نے روایت کیا اور (ترمذی نے کہا) کہ یہ حدیث صحیح ہے، اور میں نے محمد بن اسماعیل (بخاری قدس سرہ) سے اس حدیث کے متعلق پوچھا تو انھوں نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

مکتوب ۵۷

حاجی حبیب اللہ حصاری کے نام اُن کے احوال کی تعبیر میں تحریر فرمایا جو کہ انھوں نے دیکھے اور لکھے تھے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ میرے دینی بھائی حاجی حبیب اللہ وفقہ اللہ تعالیٰ لمرضاتہ [اللہ تعالیٰ اس کو اپنی خوشنودیوں کی توفیق دے] نے لکھا تھا کہ میں ایک روز صبح کے حلقہ میں بیٹھا تھا کہ گویا مجھ کو اپنے آپ سے بیخود کر دیا گیا اور میرا کوئی اثر نہ رہا اس کے بعد میں نے ایک نور اپنے اندر دیکھا کہ وہ نور آسمان تک بلند ہو گیا اور وہاں سے تمام عالم کو احاطہ کر لیا۔ (جواب) میرے مخدوم! آپ کو اپنے آپ سے بے خود کر دینا اور آپ کا کوئی اثر نہ رہنا فنائے کامل کی طرف اشارہ ہے اور اپنے اندر نور کو مشاہدہ کرنا بقا کے آثار سے ہے اور آیۂ کریمہ اَوَمَنْ کَانَ مَیْتًا فَاَحْیَیْنٰہُ وَجَعَلْنَا لَہٗ نُوْرًا یَّمْشِیْ بِہٖ فِی النَّاسِ [کیا ایسا نہیں ہے کہ جو شخص مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کر دیا اور اس کے لئے ہم نے نور بنا دیا جس کے ساتھ وہ لوگوں میں چلتا ہے] اس پر شاہد ہے (پ ۸ ع ۲) اور یہ کہ وہ نور آسمان تک بلند ہو گیا ہے اور اس نے تمام عالم کو احاطہ کر لیا ہے یہ آپ کی استعداد کی

www.maktabah.org

جامعیت کی طرف اور اس اسم کی جامعیت کی طرف اشارہ ہے جو کہ آپ کا مُربّی (تربیت کرنے والا) مبدأ تعین ہے اور وہ تمام مبادی تعینات کو احاطہ کیے ہوئے ہے، اور وہ حال کہ جس میں آپ نے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے اور جو پیالہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پُر کر کے آپ کو دیا ہے اور آپ نے اس پیالے کو پورا پی لیا ہے اور اس کی لذت آپ پر غالب آ گئی ہے، اس کے بعد فرمایا کہ تجھ کو اصل سے حصہ (ملا) ہے مبارک ہو اور ہو سکتا ہے کہ وہ پیالہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبتِ خاص ہو کہ جس کا ایک گھونٹ آپ کے حلق میں پہنچا ہو اور اصل سے حصہ پانے کی بشارت اس کی تائید کرتی ہے کیونکہ تمام اصول کی اصل آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا رب (مربّی) ہے اور اس بات پر قرینہ کہ وہ بزرگ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی ان کا سبز نور میں مستغرق ہونا اور اس مقام کا سبز ہونا اور حوض کا سبز ہونا ہے کیونکہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولایتِ ولایتِ اخفیٰ ہے اور اخفیٰ کا نور سبز ہے اور دوسرا حال کہ جس میں آپ نے آسمان کے اوپر چند تخت دیکھے ہیں اور خود کو اس تخت پر پایا ہے جو تمام تختوں سے اوپر ہے (یہ بھی) نسبتِ خاص عطا ہونے کی تائید کرتا ہے دوسرا حال بھی اس معنی کی تائید کرتا ہے جو آپ نے دیکھا ہے کہ "ایک بہت بڑا دائرہ نظر آیا ہے جس نے تمام عالم کو احاطہ کیا ہوا ہے، اور چند دوسرے دائرے جو اس دائرے کے نیچے ہیں ظاہر ہوتے ہیں اور میں اپنے آپ کو بڑے دائرے کا مرکز پاتا تھا اس وقت میں معلوم ہوتا ہے کہ نیچے والے دائرے اور ان کے مرکز اس دائرے ۹۵
کے مرکز سے پیدا ہوئے ہیں کہ جس دائرے کا مرکز میں اپنے آپ کو پاتا ہوں"۔ آپ جان لیں کہ ہو سکتا ہے بڑے دائرے کا مرکز حقیقتِ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے کنایہ ہو اس دلیل سے کہ یہ حقیقت ہر وقت اُس (بڑے دائرہ) کا مرکز ہے اور اس کو تمام حقائق پر فوقیت ہے اور تمام حقائق و مبادی تعینات اس حقیقت سے پیدا ہوتے ہیں اور چونکہ آپ نے خود کو اس دائرہ کا مرکز پایا ہے (اس لیے) تائید کی وجہ ظاہر ہو جاتی ہے، مختصر یہ کہ یہ حال اور اسی طرح کے دوسرے احوال بہت روشن اور بلند ہیں۔ اور وہ جو آپ نے پہلے اپنے نور کو تمام عالم کا احاطہ کیے ہوئے دیکھا ہے یہ بھی اسی معنی کی تائید کرتا ہے کیونکہ جامعیت و احاطہ آنحضرت علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے رب کے مناسب ہے (البتہ) اتنی بات ہے کہ اکثر احوال (خواب) مبشرات ہیں اور استعداد کی خبر دینے والے ہیں اور ان میں سے بعض قریب بفعل ہونے کی قوت کی خبر دینے والے ہیں اور ان میں بعض حصول پر دلالت کرتے ہیں مطلق طور پر حصول کی دلیل نہیں ہیں بہر حال امید وار رہیں۔

می توانی کہ دہی اشکِ مرا حسنِ قبول اے کہ دُر ساختہ قطرۂ بارانی را

[اے وہ ذات (اللہ تعالیٰ) کہ جس نے بارش کے قطرہ کو موتی بنایا ہے تو میرے آنسوؤں کو بھی شرفِ قبولیت بخش سکتا ہے] والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ و علیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات والبرکات العلیٰ۔

www.maktabah.org

مکتوب ۵۸

ملا قاسم رودباری کے نام اس بیان میں کہ فنا و بقا ظلیت و اصالت کے تعلق سے ہے، جب معاملہ غیب تک جاتا ہے اور یہ تعلق نہیں رہتا تو فنا و بقا کا معاملہ ختم ہو جاتا ہے اور اس بیان میں کہ وجہ کو وجہ کی طرف راستہ ہے نہ کہ ذاتِ تعالیٰ کی طرف اور نماز سے متعلق بعض کمالات کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ: آپ کا مکتوب مرغوب پہنچکر مسرت بخش ہوا چونکہ پسندیدہ احوال و بلند کیفیات پر مشتمل تھا مسرت افزا ہوا۔ آپ نے لکھا تھا کہ اکثر اپنا کوئی نام و نشان محسوس نہیں کرتا وجود اور اس کے توابع کو محض عاریتی جانتا ہے اور یہ دید بدیہی اوّلی ہو گئی ہے اور اپنی بقا کو کبھی اس سبحانہٗ تعالیٰ کی ذات سے سمجھتا ہے اور اکثر اوقات (اس سبحانہٗ تعالیٰ کی) صفات سے (جانتا ہے) لیکن اس وقت میں بھی ذات کا ایک پرتو ملحوظ ہوتا ہے۔
اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے کہ آپ فنا و بقا کے درجۂ کمال تک پہنچ گئے ہیں اور عین کا زوال حاصل ہو گیا ہے۔ ۵۶
اور یہ جو آپ نے عاریت کی دید کی بابت لکھا ہے کہ "البتہ عاریت و امانت اس کے اہل کی طرف لوٹ گئی ہے اور ظل اصل کے ساتھ جا ملا ہے اور عدم بھی جو کہ آئینہ تھا عدمِ مطلق کے ساتھ ملحق ہو گیا ہے یہاں تک کہ معاملہ عین و اثر کے زائل ہونے تک جا پہنچا ہے۔" اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "بقا کبھی ذات کے ساتھ سمجھتا ہے" ذات البتہ اس مقام میں کسی شان و اعتبار سے ماخوذ ہو گی نہ کہ ذاتِ بحت مجرد کہ اس مرتبہ کو عالمِ فنا و بقا سے اصالت و ظلیت کے تعلق کے ساتھ غنائے ذاتی ہے اس لئے کہ اس کی صفاتِ زائدہ و شیون و اعتباراتِ ذاتیہ غیر زائدہ میں سے جہاں اصل کا اطلاق ہے بقا کی گنجائش ہے اور جب معاملہ غیبِ ذات سے پڑتا ہے اور اصل ظل کی مانند راستہ میں رہ جاتا ہے فنا و بقا کا ورود نہیں ہے، ہاں اگر قوم (صوفیہ) کی اصطلاح والی ذات مراد لیں تو گنجائش ہے کیونکہ یہ حضرات مرتبۂ وحدت پر ذات کا اطلاق کرتے ہیں اور اس کی تجلی کو تجلیٔ ذات کہتے ہیں اور فنا و بقا کا [illegible] ثابت ہے، اور یہ جو ہمارے حضرت عالی قدس اللہ سبحانہٗ سرہٗ نے بقائے ذات لکھا ہے وہ [illegible] کی مانند ایک دقیق سر ہے، ہم جیسے بوالہوسوں کا دستِ ادراک اس کے دامن تک نہیں پہنچ سکتا اگر ہم لوگوں کو ان معانی کے ساتھ قدرے ایمان حاصل ہو جائے تو غنیمت ہے ؎

ما تماشا کناں و کوتہ دست
تو درختِ بلند و بالائی

[ہم صرف سیر کرنے والے اور کوتاہ دست ہیں (اور) تو بلند و بالا درخت ہے]

www.maktabah.org

سے ہے عالم اسماء و صفات کا ظلال ہے اور ظل سے اصل کی طرف شاہراہ ہے ظل کے حق میں کمال یہ ہے کہ اصل کے ساتھ جا ملے پس افرادِ عالم کو وصول اسماء و صفات تک ہے اور اگر انتہائی ترقی ہو تو اسماء و صفات کے اصول اور ان اصول کے اصول تک ہوگی یہاں تک کہ حضرت ذات تعالیٰ و تقدس تک پہنچ جائے (پس) جہاں تک کہ اصالت و ظلیت کا تعلق ہے (وہاں تک) ترقی ممکن ہے اور جب یہ تعلق منقطع ہو جاتا ہے تو ترقی و عروج متصور نہیں ہوتا اس لئے ان (افرادِ عالم) کو مرتبۂ ذاتِ بحت سے کچھ حصہ نہیں ہے کیونکہ ذات سے ممکن میں ذرا بھی آمیزش نہیں ہے کہ ذات سے حصہ ہو ان کا سارا وجود وجوہ و اعتبارات ہیں وجوہ کو وجہ کی طرف راستہ ہے نہ کہ ذات کی طرف کہ اس مرتبۂ عالیہ سے وجوہ کا تعلق منقطع ہے اور اللہ تعالیٰ کی سنت (اس طرح) جاری ہوئی ہے کہ زمانۂ دراز کے بعد کسی عارف کو فنائے اکمل کے بعد اپنے پاس سے ایک ذات عطا فرماتے ہیں کہ اس ذات سے ذاتِ اقدس کی طرف راستہ ہے پس یہ عارف (اُس) ذات کے تعلق سے ذاتِ مقدس (تعالیٰ شانہٗ) سے کچھ حصہ پا لیتا ہے اور افرادِ عالم جو کہ اعراض کی مانند ہیں اور (ان کی) کوئی ذات نہیں ہے کہ جس کے ساتھ وہ قائم ہوں ان کا قیام (اُس) عارف کی ذات کے ساتھ ہے اور اُن سب کی ذات یہی عارف کی ذات ہے اور عارف نیابت و ۹۷
خلافت کے حکم کے مطابق اُن کا قیوم ہے پس عارف کو افرادِ عالم کے ساتھ نام کی مشارکت اور صورت کی مماثلت کے سوا کونسی مشارکت اور کیا مماثلت ہے؟ (کیونکہ) جوہر کو اعراض کے ساتھ کیا مشارکت ہے؟ ہمارے حضرت عالی (مجدد) قدسنا اللہ بسرہ نے لکھا ہے کہ اس قسم کے بزرگ ایک زمانہ میں متعدد نہیں ہوتے جبکہ زمانۂ دراز کے بعد اس قسم کا گوہر ظہور میں آتا ہے تو ایک زمانہ میں اس کا متعدد ہونا کیسے متصور ہو سکتا ہے؟ آپ نے لکھا تھا کہ (راقم کو) نماز میں اور کبھی نماز کے علاوہ ایک کیفیت و حالت پیش آتی ہے اس وقت میں اپنے آپ کو محض لاشئے و فانی پاتا ہے اور اپنے حق میں خاص عنایت و مہربانی سمجھتا ہے جیسا کہ کسی کو مہربانی سے آغوش میں لیتے ہیں اور گویا کشاں کشاں لیجاتے ہیں اور اپنے آپ کو تمام تعلقات سے صاف و پاک پاتا ہے اور امور کا تعلق کبھی (اپنے) دائیں پہلو میں اور کبھی پس پشت سمجھتا ہے جیسا کہ گھر کو صاف کر کے کوڑا کرکٹ کو ایک کنارہ میں جمع کر دیا جائے۔ میرے مخدوم! نماز مومن کی معراج ہے جو حالت کہ اس کے ادا کرنے وقت پیش آتی ہے وہ حالتِ معراجیہ کے مناسب ہوگی اور تمام حالات سے ممتاز ہوگی، تمام حالات کو نماز کی حالت کے ساتھ وہی نسبت ہے جو کہ صورت کو حقیقت کے ساتھ ہے مثلاً جو صورت کہ آئینہ میں منعکس ہے اس کو اپنی اصل کے ساتھ ظاہری مماثلت و اسمی مشارکت کے سوا اور کونسی مساوات ہے؟ کسی نے خوب کہا ہے ؎

www.maktabah.org

گر مصور صورتِ آں دلستاں خواہد کشید   حیرتے دارم کہ نازش را چساں خواہد کشید

[اگر مصور اس دلربا (محبوب) کی صورت کھینچے گا تو میں حیرت میں ہوں کہ اس کے ناز کو وہ کس طرح (تصویر میں) کھینچ سکے گا]

آپ نماز کی تکمیل میں جسقدر کوشش کریں گے اور اس کے سنن وآداب کی رعایت میں جسقدر جدوجہد اور قرات، رکوع و سجود کو سنت کے موافق دراز کرنے میں جتنی سعی کریں گے اس کے فیوض و برکات اسی قدر زیادہ وارد ہوں گے اور اس کا حُسن وجمال وکمال اسی قدر زیادہ ظہور فرمائیگا اور ترقیات رونما ہوں گی اور خاص عنایت ومہربانی اسی قدر تجلی فرمائے گی اور تعلقات سے اسی قدر زیادہ پاک صاف ہو جائے گا کہ (وہ کوڑا کرکٹ) پہلو اور پشت سے بھی زیادہ دُور ہو جائے گا، دوستوں سے دعا کی امید کی جاتی ہے۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات والبرکات العلیٰ

مکتوب ۵۹

صوفی سعد اللہ کابلی کے نام ان کے احوال کی تعبیر اور اُن کی کیفیات کی تعریف کے بارے میں اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے متبعین کے بعض فضائل کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد وصلوٰۃ کے بعد برادر دینی مُلا سعد اللہ سے عرض ہے، آپ نے جو خط ارسال کیا تھا اس نے پہنچکر خوش وقت کیا۔ آپ نے جو بیخودی، فنا، نیستی، بقا اور بشارات جو کہ آپ کو احوال اور خوابوں میں ظاہر ہوئی ہیں ان کی بابت لکھا تھا ظاہر ہوا، اللہ تعالیٰ آپ کے شوق و ذوق اور معرفت وعروج کو اور زیادہ کرے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "میں نماز تہجد کے بعد بیٹھا تھا کہ دو بزرگ ظاہر ہوئے ایک کہتا ہے کہ صوفی سعد اللہ ملاءِ اعلیٰ کی ولایت میں ہے اور دوسرا کہتا ہے ملاءِ اعلیٰ کی ولایت سے بھی اوپر چلا گیا ہے اور میں نے یہ دونوں نسبتیں اپنے اندر علیحدہ علیحدہ ملاحظہ کیں، جب میں ہوش میں آیا اسوقت بھی میں نے مذکورہ دونوں نسبتوں کا اثر اپنے اندر مشاہدہ کیا۔" میرے مخدوم! یہ حال ایک اعلیٰ بشارت ہے حق سبحانہ وتعالیٰ اس کے آثار کامل طور پر ظاہر فرمائے اور ولایت میں اعلیٰ درجہ ولایتِ ملاءِ اعلیٰ ہے (جو) ولایتِ کبریٰ سے بھی زیادہ بلند ہے اس کے اوپر ولایت نہیں ہے مگر کمالاتِ نبوت ہیں، اور انبیاء علیہم السلام کی فضیلت ان کمالات کے ساتھ وابستہ ہے، ملاءِ اعلیٰ (مقرب فرشتے) معصیت سے معصوم ہیں جو شخص کہ ان کی ولایت سے مشرف ہو چکا ہے کہ وہ عصمت سے کچھ حصہ رکھتا ہو اور گناہوں سے محفوظ ہو۔ اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنَا بِتَرْکِ الْمَعَاصِیْ اَبَدًا مَا

www.maktabah.org

اَبْقَیْتَنَا ؎ [اے اللہ! جبتک تو ہمیں زندہ رکھے ہم کو ہمیشہ گناہوں کا ترک رحمت فرما] (یہ دعائے ماثورہ) اس واقعہ کے مناسب ہے۔ یہ جو آپ نے اس کے بعد لکھا ہے کہ "دوسرے روز ایک نسبت ظاہر ہوئی اور مجھ کو اپنے آپ سے بیخود کر دیا گیا، کہا گیا کہ یہ ملائکہ مقربین کا مقام ہے اور رضا کا مقام ہے اس حال میں علم و ادراک نہیں رہا کہ میں اس کا مشاہدہ کر سکتا۔" آپ جان لیں کہ مقامِ رضا کی مقامِ ملأ اعلیٰ سے مناسبت یہ ہو سکتی ہے کہ مقامِ رضا مقاماتِ سلوک کی انتہا ہے اور ملأ اعلیٰ کی ولایت ولایتوں کی انتہا ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ "میں نمازِ فجر کے بعد مراقب تھا ایک نسبت ظاہر ہوئی کہ تمام علم و ادراک مجھ سے زائل ہو گیا اور مجھ کو اپنے آپ سے بیخود کر دیا گیا اور میں نسبتِ مذکورہ کا ادراک نہیں کر سکا اُس وقت کہا گیا کہ یہ نسبت اور یہ مقام اصحابِ کرام علیہم الرضوان کا ہے۔" اس عجیب مقام میں علم و ادراک کیوں زائل نہ ہو کہ اصحاب میں سب سے افضل اور احباب میں سب سے مکرم (یعنی صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ) نے فرمایا ہے اَلْعَجْزُ عَنْ دَرْكِ الْاِدْرَاكِ اِدْرَاكٌ [ادراک کے حصول سے عاجز ہونا ہی ادراک ہے] بزرگوں نے کہا ہے کہ ادراک اور چیز ہے اور درکِ ادراک اور چیز ہے جس کی نفی کی گئی ہے وہ درکِ ادراک ہے نہ کہ درکِ بسیط، کیونکہ ادراکِ بسیط ہی ہے جو کہ عارف کو جہل و حیرت تک لایا ہے اور اس نسبتِ شریفہ میں اس کو اپنے آپ سے بیخود کیوں نہ کیا جائے جبکہ صحابیٔ مذکور (صدیقِ اکبرؓ) کی شان میں وارد ہوا ہے کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ ایسے مردہ کی طرف دیکھے جو سطحِ زمین پر چلتا ہے تو اس کو چاہئے کہ وہ ابنِ ابی قحافہ کو دیکھ لے، ص ۹۹
یہی موت ہے جو کہ اُس (تعالیٰ شانہ) کی معیتِ خاص کا سبب ہوئی ہے (اللہ تعالیٰ نے) دوسرے اصحاب کو دوسرے فضائل کے ساتھ یاد فرمایا ہے اور اُن (صدیقِ اکبرؓ) کو معیت کے ساتھ یاد فرمایا جیسا کہ (دوسرے اصحاب کے بارے میں) فرمایا ہے وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ [اور وہ لوگ جو اُس (پیغمبر) کے ساتھ ہیں] اور نیز (قرآن کریم میں) اُن (صدیقِ اکبرؓ) کے حق میں آیا ہے اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا [بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے] اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے مَا ظَنُّكَ بِاثْنَيْنِ اللّٰهُ ثَالِثُهُمَا [تیرا ان دو کے بارے میں کیا گمان ہے جن کا تیسرا اللہ ہے] والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

مکتوب ۶۰

محمد میرک بیگ بدخشی کے نام اس بیان میں کہ فرع جو کچھ رکھتی ہے وہ اصل سے ماخوذ ہے تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللہ تعالیٰ ماسوا کی غلامی سے آزاد کر کے مدارجِ قرب میں ترقیات عطا فرمائے۔ جو مکتوبِ گرامی آپ نے اس مسکین کے نام ارسال کیا تھا اس نے پہنچ کر خوش وقت کیا۔

؎ یہ ایک دعائے ماثورہ ہے۔

www.maktabah.org

حدیثِ شوق اور آیۂ اخلاص جو آپ نے لکھی تھی واضح ہوئی اس جانب سے بھی یہ حدیث پڑھیں اور یہی آیت مطالعہ فرمائیں۔ اندیشۂ شوق اصل سے منسوب ہوا ہے اور اس طرف کی محبت نے سبقت فرمائی ہے يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ [وہ اُس سے محبت کرتے ہیں اور وہ اُن سے محبت کرتا ہے] وہی محبت ہے جو کہ پوشیدہ خزانے کو تختِ ظہور پر اور عروسِ پردہ نشین کو جلوہ گاہِ شہود پر لے آئی ہے اور وجود و ایجاد کا سبب بنی ہے اور عاشق کو معشوق سے آشکارا کر کے پھر اپنی محبت کے حلقوں سے اس محبّ شیدا کو اپنی طرف کھینچ لیا ہے اور اپنے جمال و کمال کا آئینہ بنایا ہے۔ مختصر یہ کہ جو کچھ فرع رکھتی ہے وہ اصل سے ماخوذ ہے اگر محبت رکھتی ہے تو اس کی محبت کا ایک گھونٹ ہے اور اگر شوق رکھتی ہے تو اس شوق کا ایک شرارہ ہے، فرع خود کسی چیز میں استقلال نہیں رکھتی، کسی نے خوب کہا ہے ؎

ادائے حقِ محبت عنایتیست ز دوست ‏ ‏ ‏ ‏ وگرنہ عاشقِ مسکین بہیچ خورسند است

[دوست کی مہربانی ہے کہ وہ محبت کا حق ادا کرتا ہے ورنہ اگرچہ کچھ بھی (محبت کا حق ادا) نہ کرے تو عاشقِ مسکین پھر بھی خوش ہے]

اور یہ جو آپ نے خواب میں دیکھا ہے کہ بدخشانِ رسالت کے لعل اور خاتمِ نبوت کے نگینہ (سرورِ کائنات) علیہ افضل الصلوات واکمل التحیات نماز کے لئے تیار ہو کر فرماتے ہیں کہ جو شخص (امام) ابو حنیفہ کوفی (رحمہ اللہ) کی ملت کے تابع ہے وہ ابو حنیفہ کوفی کے ہمراہ اس صف میں داخل ہو جائے، بندہ آپ کے ساتھ اس صف میں داخل ہو گیا اور آنحضرت فخرِ موجودات (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پیچھے جماعت کے ساتھ نماز پڑھی" واضح ہوا (یہ خواب) آپ کے لئے بھی اور ہمارے لئے بھی نہایت عمدہ بشارت ہے، حق سبحانہ وتعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات سے بہرہ ور فرمائے اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نماز سے کہ اُن کی معراج ہے کچھ حصہ عطا فرمائے۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۶

صوفی زاہد برق انداز کے نام اس حال کی تعبیر میں جو انھوں نے دیکھا تھا تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اللہ تعالیٰ شریعتِ عالیہ وسنتِ منورۂ مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے طریقہ پر قائم و دائم رکھے۔ آپ نے جو خط ان دنوں بھیجا تھا اس نے پہنچ کر خوش وقت کیا، رخصت کے وقت (آپ کو) تبرک کا کپڑا نہ دینے کے باعث آپ نے جو رنجیدگی کا اظہار کیا تھا واضح ہوا اس کا سبب وہی ہے کہ عیدگاہ کے ہجوم سے آپ رخصت ہوئے وہاں کپڑا نہیں تھا تا کہ دیا جاتا اس کے ساتھ ہی ہم نے

www.maktabah.org

کہا تھا کہ بعد میں بھیج دیں گے، اب حاملِ مکتوب مغل بیگ کے ہمراہ پیراہن بھیج دیا گیا آپ پہن لیں گے اور رنجیدگی کا لباس دور کر دیں گے۔ یہ جو حال آپ نے دیکھا تھا کہ "نماز کا وقت آگیا اور آپ تنہا ہیں آپ چاہتے ہیں کہ نماز ادا کریں، اول آپ نے ارادہ کیا کہ امامت کی نیت کر لیں پھر خیال آیا کہ مقتدی نہیں ہے تو امامت کی کیا ضرورت ہے اسی اثنا میں غیبی الہام سنائی دیا کہ ملائکہ کا ایک گروہ جماعت میں داخل ہو جائے، چنانچہ فرشتے آنے لگے سب نے سفید لباس میں میرے ساتھ کھڑے ہو کر نماز ادا کی، جب سلام (پھیرنے) کا وقت آیا سب نے میرے ساتھ سلام پھیرا میں نے دائیں طرف نظر کی تقریباً چار سو اور پانسو آدمی نظر آئے اور بائیں طرف بھی اسی کی مانند (نظر آئے) اس کے بعد جب میں نے پھر نظر کی تو گویا کوئی شخص نہیں تھا"۔

میرے مخدوم! چونکہ آپ امام کے سلام کے بعد پہنچے جیسا کہ آپ نے لکھا تھا اور یہ آپ کی آزردگی کا باعث ہوا (اس لئے) آپ کی تسلی کے لئے یہ کرامت آپ کے لئے ظاہر کی گئی، اللہ جل شانہٗ کا شکر بجا لائیں کہ آپ کو اس کرامت اور اس الہام اور اس دید کے ساتھ ممتاز کیا گیا ہے، حدیث شریف میں آیا ہے جس شخص نے زمین کی فضا میں اذان دی اور اقامت کہی اور اکیلے نماز پڑھی تو فرشتے اس کے پیچھے صفیں بنا کر نماز پڑھتے ہیں۔ اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب کوئی شخص کسی جگہ (تنہا) ہو اور وہ نماز کے لئے (تکبیر) اقامت کہے تو اس کے پیچھے دو فرشتے نماز پڑھتے ہیں اور اگر وہ اذان دے اور اقامت کہے تو اس کے پیچھے اسقدر فرشتے نماز پڑھتے ہیں کہ ان کے دونوں طرف کے سرے نظر نہیں آتے وہ اس کے رکوع کے ساتھ رکوع کرتے ہیں اور اس کے سجدہ کے ساتھ سجدہ کرتے ہیں اور اس کی دعا پر آمین کہتے ہیں۔ والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الہدیٰ۔ ط ۱۰۱

مکتوب ۶۲

خواجہ میرزائے گل بہاری کے نام ایک شبہ کے حل کے جواب میں جو کہ انھوں نے ہمارے حضرتِ عالی (مجدد) قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ کے کلام پر کیا تھا اور معتزلہ کے استدلال کے جواب میں جو کہ انھوں نے نفیِ رویت کے بارے میں کیا ہے نیز اس اعتراض کے جواب میں جو انھوں نے لمعات کی عبارت پر کیا تھا تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وآلہ اجمعین۔ آپ نے پوچھا تھا کہ "معتزلہ اس دلیل کے ساتھ رویتِ اُخروی (آخرت میں دیدارِ الٰہی) کی نفی کرتے ہیں کہ رویت مرئی (دیکھی جانے والی شے) کے مقابل و محاذی ہونے کا تقاضا کرتی ہے اگر حق تعالےٰ مرئی ہوگا تو اس تعالیٰ شانہٗ کے لئے جہت و نہایت ثابت ہوگی" اور حضرت مجدد الف ثانی (قدس سرہٗ) نے

www.maktabah.org

اس شبہ کے دو جواب دیئے ہیں ایک یہ کہ ہم تسلیم نہیں کرتے کہ ظاہری آنکھ سے دیکھنے میں مقابل و محاذی ہونا شرط ہے کیونکہ مقابل ہونا ایک نسبت ہے جو کہ دو مقابل چیزوں میں قائم ہے پس جس طرح مرئی (دیکھی جانے والی شے) کی جانب سے شرط ہے (اسی طرح) رائی (دیکھنے والے) کی جانب سے بھی شرط ہے کہ وہ مرئی کے سامنے ہو اور حالانکہ حق تعالیٰ تمام اشیاء کو دیکھتا ہے اور (اس کے باوجود) کوئی محاذات نہیں ہے (حضرت مجدد کا کلام ختم ہوا)۔ نیز آپ نے لکھا تھا کہ "اس نادان (میرزا گل صاحب مکتوب) کے دل میں آتا ہے کہ معتزلہ[1] نے جو یہ کہا ہے کہ رویتِ بصری مقابل و محاذی ہونے کا تقاضا کرتی ہے، بصر سے ان کی مراد عصبی عضو ہے اور اس عضو کی اس بارگاہ (حق سبحانہ) میں نفی ہے، علماء نے کہا ہے کہ حق تعالیٰ آنکھ کے بغیر دیکھنے والا اور کان کے بغیر سننے والا ہے"۔ میں اس کے جواب میں کہتا ہوں اوّل یہ کہ (تمہاری طرف کی) یہ شبہ سند اخص (یعنی قولِ مجدد قدس سرہٗ) پر اعتراض ہے جو ناقابلِ تسلیم ہے، علمائے مناظرہ نے کہا ہے کہ سند کو رد نہیں کیا جاتا مگر جبکہ رد کے لئے اس کے مساوی سند لائی جائے۔ دوئم یہ کہ آپ نے لکھا ہے کہ بصر سے معتزلہ کی مراد عصبی عضو ہے اس نقل کی صحت کی جانچ کرنی چاہئے کہ اُن (معتزلہ) کی مراد یہ ہے۔ سوم یہ کہ معتزلہ جو رویت کے صحیح ہونے میں محاذات وغیرہ کی شرائط لگاتے ہیں یہ کوئی ایسا امر نہیں ہے کہ بداہتِ عقل جس کا حکم لگاتی ہو بلکہ ایک ایسا استبعاد (رویت کو بعید جاننا) ہے جو کہ غائب کو حاضر پر قیاس کرنے کے باعث پیدا ہوا ہے یعنی حاضر میں ان شرائط کے بغیر رویت واقع نہیں ہے اور چونکہ عقل نے اس حکم کے ساتھ محبت اور لگاؤ پیدا کر لیا ہے (اسلئے) غائب میں بھی حاضر پر قیاس کرتے ہوئے یہ حکم لگا دیتی ہے اور حضرتِ عالی (مجدد علیہ الرحمہ) کے جواب کا حاصل یہ ہے کہ یہ قیاس مع الفارق ہے کیونکہ حاضر میں رویت کا حصول بطریقِ خاص ہے اس لئے کہ یہ دو چیزوں کے بغیر صورت پذیر نہیں ہوتا، ایک یہ کہ دیکھنے والی چیز عصبی عضو ہو، دوسرے یہ کہ جس چیز کو دیکھا جائے وہ محدود اور جہات والی اور مکانی ہو کیونکہ اس دنیا میں غیر محدود کو دیکھا نہیں جا سکتا۔ پس اگر غائب میں ان دونوں میں سے ایک چیز مفقود ہو جائے تو قیاس کا حکم فاسد ہو جائیگا کیونکہ قیاس (مقیس و مقیس علیہ میں) مماثلت چاہتا ہے (اور یہاں یہ مماثلت مفقود ہے) اس لئے یہ حکم حق تعالیٰ کے ہم کو دیکھنے کے بارے میں جاری نہیں ہوا کیونکہ ان دونوں شرطوں میں سے ایک شرط مفقود ہے اس لئے کہ جس کو دیکھا جائے اگرچہ محدود ہے لیکن دیکھنے والا عصبی عضو نہیں ہے اور مومنوں کے حق سبحانہٗ کو دیکھنے کے بارے میں بھی ان دونوں میں سے ایک شرط مفقود ہے کیونکہ دیکھنے والا اگرچہ عصبی عضو ہے لیکن جس کو دیکھا جائے

[illegible] ۱۰۳ غائب کو حاضر پر قیاس کرنے کی وجہ سے پیدا ہوا ہے (مترجم)

---

[1] میرزا گل کی طرف سے حضرت مجددؒ کے کلام پر شبہ ہے۔ [2] اس شبہ کا جواب جو میرزا گل نے حضرت مجدد قدس سرہ کے کلام پر کیا ہے۔

www.maktabah.org

وہ محدود اور جہات والا نہیں ہے پس قیاس فاسد ہوگا اور اگر ان دونوں شرطوں میں سے ایک شرط
کے مفقود ہونے کے باوجود۔ نفی کا حکم درست ہو تو لازم آتا ہے کہ حق تعالیٰ ہم کو نہ دیکھے کیونکہ دیکھنے والا
اگرچہ عصبی عضو نہیں ہے لیکن جس کو دیکھا جائے وہ محدود و مکانی ہے اس لئے محاذات وغیرہ اس
کیلئے لازمی ہونگی، پس جبکہ اللہ تعالیٰ کے ہم کو دیکھنے میں محاذات وغیرہ لازم نہیں آتیں باوجودیکہ
جس کو دیکھا جائے وہ محدود ہے تو مؤمنوں کے اُس (حق سبحانہٗ) کے دیکھنے میں بھی محاذات وغیرہ لازم
نہیں ہوں گی کیونکہ دیکھنے والا اگرچہ عصبی عضو ہے لیکن جس کو دیکھا جائے وہ مکانی نہیں ہے یعنی
جس طرح عصبی عضو سے مرئی (دیکھی جانے والی شئے) کو دیکھنا محاذات کی شرط پائے جانے کے بغیر عقل
کے نزدیک بعید ہے اسی طرح مرئی محدود و مکانی کو محاذات کے بغیر دیکھنا بعید ہے اور عقلی طور پر
بعید ہونے میں دونوں برابر ہیں پس ایک کو جائز کہنا اور دوسرے سے گریز کرنا عدمِ تدبر کے باعث ہے
اور اس تقریر سے علامہ تفتازانی کا اعتراض جاتا رہا ہم اس کو انشاء اللہ تعالیٰ ابھی کسی حیلے بہانے
کے بغیر ذکر کریں گے جیسا کہ پوشیدہ نہیں ہے۔ چہارم یہ کہ جو اعتراض آپ نے (حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے
کلام پر) کیا ہے (بعض) علماء نے بھی اسی قسم کا اعتراض کیا ہے اور دوسرے علماء نے اس کا جواب دیا ہے،
شارح عقائدِ نسفی نے کہا ہے اور البتہ اللہ تعالیٰ کے ہم کو دیکھنے کے بارے میں عدمِ اشتراط پر استدلال
کیا جاتا ہے اور اس میں تامل ہے اس لئے کہ بحث حاسۂ بصر کی رویت میں ہے۔ ملا قرہ کمال محشی نے
استدلال مذکور پر حاشیہ لکھا ہے اور اس کا حاصل یہ ہے کہ یہ حاضر (بندہ) کو غائب (حق تعالیٰ) پر ۱۰۳
قیاس کرنا ہے اور یہ بھی فاسد ہے (جیسا کہ اس کا عکس فاسد ہے) اور اگر اس استدلال کو منکرینِ رویت
کے مقابلہ میں اُن پر الزام کے طور پر کہا جائے نہ کہ تحقیق کے طور پر تو شرح میں نظر مذکور (تامل) وارد
نہیں ہوگا۔ غور کر لیجئے، یعنی اگر ہم شارح کے استدلال کو مدعا کے ثابت کرنے پر جو کہ رویت کا واقع ہونا
ہے استدلال کریں اور بندہ کی رویت کو حق جل وعلا کی رویت پر قیاس کریں تو درست نہیں آتی اور
شارح کی بحث جو کہ اس نے فیہ نظر (اس میں تامل ہے) کہا ہے وارد ہوتی ہے کیونکہ حاضر کا غائب پر
قیاس کرنا فارق کے ہوتے ہوئے جبکہ حاسۂ بصر ہے حاضر میں فاسد ہے نہ کہ غائب میں، اور اگر اس استدلال
کو رویت کے بارے میں جہت وغیرہ کے شرط ہونے کے لئے معتزلہ پر الزامی دلیل بنائیں تو درست ہوتا ہے
اور شارح کا نظر (تامل) وارد نہیں ہوتا۔ محشی کی اس تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ معتزلہ محاذات کے
شرط ہونے کے لئے عصبی عضو کی قید نہیں لگاتے ورنہ اُن پر یہ الزام درست نہیں ہوتا اور کسی فاضل نے
اس معنی کی وضاحت کی ہے جیسا کہ اس نے کہا ہے، تحقیق یہ ہے کہ ہم انکشافِ تام حسی ثابت کرتے ہیں

www.maktabah.org

اور وہ اس کا انکار کرتے ہیں بلکہ وہ انکشاف تام علمی ثابت کرتے ہیں انتہی۔ اس سے یہ نکلتا ہے کہ وہ مطلق رویت کا انکار کرتے ہیں نہ کہ اس کی خاص معروف قسم کا۔ پنجم یہ کہ سندِ منع سے غرض یہ ہے کہ محاذات وغیرہ رویت کے مفہوم میں معتبر نہیں ہے اور ممکن ہے کہ رویت ان امور کے بغیر واقع ہو جیسا کہ حق تعالیٰ کے بندوں کو دیکھنے میں پس ادلۂ سمعی کو ظاہر پر کیوں نہ محمول کریں کیونکہ حق تعالیٰ قادر ہے کہ ہماری آنکھوں میں ایسی قوت پیدا فرمادے کہ (رویت) ان چیزوں کے ساتھ مشروط نہ رہے اور کسی محقق کا یہ قول اس کی تائید کرتا ہے کہ رویت کے محل کا امرِ جسمانی ہونا جو کہ آنکھ کی پتلی ہے اس کے منافی نہیں ہے کہ رویت کا متعلق غیر جسمانی ہو اور وہ باری تعالیٰ ہے جیسا کہ بلا شبہ علمِ ضروری کے محل کا امرِ جسمانی ہونا جو کہ ہمارے نزدیک قلب ہے اور معتزلہ کے نزدیک بھی یہ اس کے منافی نہیں ہے کہ علمِ ضروری کا متعلق غیر جسمانی ہو اور وہ باری تعالیٰ ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ "شیخ عراقی نے لمعات میں فرمایا ہے کہ اگر محب صاحبِ کشف ہو جیسا کہ وہ ہر صورت میں دوست ہی کی شکل دیکھتا ہے تو اس کو چاہیے کہ ناپسندیدہ صورت کو پسند نہ کرے اگرچہ وہ محبوب کا چہرہ ہے کیونکہ اس کا چہرہ اس کی ناپسندیدگی میں ہے کہ راضی نہیں ہے، بندہ کا سوال یہ ہے کہ محبوب کے چہرہ کا ظہور اس صورت میں کہ جس سے وہ راضی نہ ہو کیا ہے وہ ایسی صورت میں کیوں ظاہر ہوا جو کہ اس کی مرضی کے موافق نہیں ہے، چاہیے کہ تمام مظاہر و مصادر پسندیدہ ہوں۔ جواب: یہ جو شیخ (عراقی) نے کہا ہے کہ "صورت ناپسندیدہ میں" یہ اس معنی میں نہیں ہے کہ اس صورتِ ناپسندیدہ میں ظہور ہے کہ جو یہ سوال وارد ہو بلکہ اس معنی میں ہے کہ اس مظہر کا کسب ناپسندیدہ ہے جیسا کہ علما نے کہا ہے کہ کفر کا پیدا کرنا قبیح نہیں ہے اور بندہ کا کفر کو کسب کرنا اور اس کا کافر ہونا قبیح ہے ؎ 103

خَالِقُ الْخَيْرِ وَالشَّرِّ الْقَبِيحِ وَلٰكِنْ لَيْسَ يَرْضٰى بِالْمُحَالِ

[اللہ تعالیٰ خیر اور شرِ قبیح کا خالق ہے، لیکن باطل سے راضی نہیں ہوتا ہے۔]

پس معلوم ہوا کہ تمام مظاہر اپنے اندر ظہور (صفاتِ الٰہی) اور ان کی خلقت کے اعتبار سے پسندیدہ ہیں قبیح و ناپسندیدہ ان کا کسب ہے اور صوفیۂ وحدت الوجود کے مطابق خلق اس کے اس لباس کے ساتھ ظہور اور اس کے آثار و احکام کے ساتھ اس کے متحقق ہونے سے عبارت ہے، وحدت الوجود والے کہتے ہیں کہ کسی چیز میں برائی اور شر ذاتی نہیں ہے اگر ہے تو نسبتی و اضافی ہے ؎

پس بدی مطلق نباشد در جہاں بد بہ نسبت باشد آں را ہم بداں

[پس دنیا میں برائی مطلقاً نہیں ہے، برا نسبت سے ہوتا ہے تو اس کو بھی جان لے]

؎ شیخ عراقی یعنی شیخ فخر الدین ابراہیم بن شہریار العراقی۔ آپ نے صدر الدین محمد القونوی کی خدمت میں رہ کر ان سے فصوص الحکم کے حقائق سنے اور ان کو ایک مختصر کتاب میں جمع کیا جو چند لمعات پر مشتمل ہے اسلئے ان حقائق کا نام لمعات رکھا۔

www.maktabah.org

اور اس مقام میں ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) کی جداگانہ تحقیقات و مقالات ہیں جیسا کہ حضرت موصوف کے رسائل و مکتوبات سے روشن و واضح ہے۔ والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الہدیٰ۔

مکتوب ۶۳

محمد یار خادم حضرت خواجہ محمد نقشبند (قدس سرہ) کے نام ان کے خط کے جواب میں تحریر فرمایا جو کہ فنا و بقائے اتم کی خبر دینے والا تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد و صلوٰۃ اور ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ آپ نے احوال و کیفیاتِ عالیہ پر مشتمل جو خط ارسال کیا تھا پہنچ کر مسرت بخش ہوا، اللہ تعالیٰ ترقیات کے دروازے کھلے رکھے اور شریعتِ عالیہ و سنتِ منورہ کے طریقہ پر استقامت عطا فرمائے کیونکہ کام کا مدار اسی استقامت پر ہے وَبِدُوْنِہٖ خَرْطُ الْقَتَادِ (اور اس کے علاوہ بیفائدہ رنج اٹھانا ہے)۔ آپ نے لکھا تھا کہ "ان دنوں میں یقین کامل کے ساتھ منکشف ہوتا ہے کہ وجود اور وجود کے تابع کمالات جو عدم کے آئینہ میں منعکس ہوتے تھے اپنی اصل کے ساتھ جا ملے ہیں اور جس طرح کہ صفات نے اپنی اصل کی طرف رجوع کیا تھا ذات بھی جو کہ عدم متقید ہے ۱۰۵
اپنی اصل کی طرف راجع ہو گئی اور وجود و عدم میں سے کوئی چیز اس جانب منسوب نہیں رہی"۔ آپ معلوم کریں کہ یہ حالت جو آپ نے لکھی ہے خلائے نفس میں درجۂ کامل ہے جو کہ عین و اثر کا زائل کرنے والا ہے اس مقام میں نفس اسلامِ حقیقی سے مشرف ہو جاتا ہے اور اطمینان تک پہنچ جاتا ہے اور راضی و مرضی ہو جاتا ہے۔ نیز آپ نے لکھا تھا کہ "ہر بال کے سرے سے ایک نور ظاہر ہوتا ہے اور اس قسم کی وسعت و کشادگی پیدا کر لیتا ہے کہ تمام آفاق کو عرش سے زمین تک احاطہ کر لیتا ہے اور ذراتِ عالم میں سے ہر ذرہ میں سرایت کر جاتا ہے"۔ لہٗ سعادت آثارا! یہ دید بقا کے آثار میں سے ہے جو کہ فنائے اکمل پر مترتب ہوتی ہے جیسا کہ ۹۶/۶
آیۂ کریمہ اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ (کیا ایسا نہیں ہے کہ ۱۲۲
جو شخص مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کر دیا اور اس کیلئے ہم نے نور بنا دیا جس کے ساتھ وہ لوگوں میں چلتا ہے) اس کی خبر دینے والی ہے اور احاطۂ نور کی وسعت اس شان کی جامعیت پر دلالت کرتی ہے کہ جس کے ساتھ بقا حاصل ہوئی ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "یہ دید کچھ اصلیت رکھتی ہے یا محض وہم و خیال ہے"۔ امید ہے کہ خیال کی تراشیدہ نہیں ہوگی، کیونکہ بزرگوں نے کہا ہے کہ حال کے صحیح ہونے کی علامت یقین کا بدرجۂ کمال حاصل ہونا ہے چونکہ یقین بدرجۂ کمال ہے اس واسطے وہم و خیال کی تراش نہیں ہے، واللہ اعلم بحقیقۃ الحال والیہ المرجع والمآب، والسلام

www.maktabah.org

مکتوب ۶۴

خواجہ محمد صادق بخاری مدنی کے نام رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے حضور مقدس میں افلاس وانکسار کے اظہار کے بارے میں اور اُن اذکار و اعمال کے بیان میں جو کہ ولایاتِ ثلٰثہ میں سے ہر ایک ولایت اور کمالاتِ نبوت اور اس سے اوپر کے مقامات کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں اور اُن مقامات کی طرف اشارہ کے بیان میں تحریر فرمایا کہ جہاں ترقی اعمال کے وابستہ نہیں ہے بلکہ فضل یا صرف محبت پر موقوف ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ اس نواح کے فقراء کے احوال و اطوار حمد کے لائق ہیں اللہ تعالیٰ عزوجل سے آپ کی عافیت اور شریعت عالیہ سنتِ منورہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے طریقہ پر استقامت کی دعا کی گئی ہے۔
میرے مخدوم! یہ دور افتادہ و ناکارہ فقیر امید رکھتے ہیں کہ روضۂ مقدسہ گنبدِ خضراء کے مجاور اور اُس آستانۂ عالیہ کے جاروب کش اور اُس دیارِ پُرانوار کے معتکفین اور اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ [جب وہ دونوں غار میں تھے] کے زائرین اس شکستہ دل افگار کو اُس بارگاہِ اسرار میں یاد رکھیں گے اور انتہائی عجز و انکسار کے ساتھ اس (فقیر) کا سلام پیش کریں گے اور اس سرگشتۂ مشتاق کی طرف کبھی کبھی ایک نگاہِ کرم فرمانے کی درخواست بھی کریں گے کہ اس عاجز درماندہ کی تکمیلِ کار کی ضمانت نیم نگاہ پر موقوف ہے۔
کسی نے خوب کہا ہے ؎

از دردِ سر و خمارِ ہستی رستن　　　موقوف بیک نگاہِ مستانۂ تست

(دردِ سر اور نشۂ ہستی سے رہائی پانا تیری ایک نگاہِ مستانہ پر موقوف ہے۔)

آپ کے کئی خطوط پہنچ کر مسرت بخش ہوئے لیکن جواب ارسال کرنے میں اس جانب سے کوتاہی واقع ہوئی ہے، فاصلہ کی دوری عذر خواہ ہے، اس وقت اُن خطوط میں سے کوئی خط بھی موجود نہیں ہے تاکہ اس کے مطابق کچھ لکھا جاتا۔ مختصر یہ کہ ضبطِ اوقات میں کوشش کریں اور وقت و حال کے موافق اعمال و عبادات میں مشغول اور ترقی کے طالب رہیں اور ہر روز ترقی کریں مَنِ اسْتَوٰى يَوْمَاهُ فَهُوَ مَغْبُونٌ [جس شخص کے دو دن یکساں گذرے وہ خسارے میں ہے] ولایاتِ ثلاثہ کے کمالات میں ترقی غالب طور پر قرآن مجید کے سوا (باقی) اذکار کے ساتھ وابستہ ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ ولایتِ ظلی میں جو کہ ولایتِ صغریٰ ہے مراقبات اور قلبی اذکار بہت زیادہ مناسبت رکھتے ہیں اور دوسری دو ولایتوں

www.maktabah.org

(ولایتِ کبریٰ وولایتِ علیا) ہیں کہ (ان دونوں میں سے) ہر ایک اصل سے تعلق رکھتی ہے اور ظل سے نکل چکی ہے ذکرِ لسانی اور کلمۂ طیبہ کا تکرار بہت زیادہ ترقی بخشنے والا ہے اور جب معاملہ کمالاتِ نبوت میں واقع ہوتا ہے تو اس مقام میں قرآن مجید کی تلاوت اور نماز خاص طور پر فرض نمازیں فائدہ مند و نفع بخش ہیں اور جب معاملہ اس سے بھی اوپر چلا جاتا ہے تو ایک ایسا مقام پیش آتا ہے کہ عمل و اعتقاد کا جہاں کوئی اثر نہیں ہے اس مقام میں ترقی محض فضل و احسان سے ہے، یہ مقام انبیائے مرسلین علیہم الصلوات والبرکات کے ساتھ مخصوص ہے اور اُن کے طفیل اُمتیوں میں سے جسے چاہتے ہیں نواز دیتے ہیں، اور جب اس مقام سے بھی ترقی واقع ہوتی ہے تو معاملہ فضل و احسان سے محبت کی طرف مائل ہو جاتا ہے اس مقام میں کمالات کا حصول و ترقی صرف محبت پر موقوف ہے، اور محبت میں بھی دو کمال ہیں محبیت و محبوبیت، کمالاتِ محبیت کا ظہور حضرت کلیم (موسیٰ) علیہ السلام کے ساتھ وابستہ ہے اور کمالاتِ محبوبیتِ ذاتیہ اولاً حبیب ربّ العالمین علیہا افضل الصلوات واکمل التحیات کے ساتھ مخصوص ہیں اور ان دونوں اکابر کے طفیل دوسرے بھی ان دونوں (قسم کے) کمال کے امیدوار ہیں۔

والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الهدیٰ۔

مکتوب ۶۵

فضائل مآب شیخ بدر الدین سلطانپوری کے نام شوقِ ملاقات کے اظہار اور حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے روضۂ منورہ کے فیوض و برکات کی طرف اشارہ کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ اس نواح کے فقراء کے احوال و اطوار حمد کے لائق ہیں اور اللہ عزّ و جلّ سے آپ کی سلامتی و عافیت اور ظاہری و باطنی استقامت کے لئے دعا کی گئی ہے۔ میرے مخدوم! جدائی کا زمانہ دراز ہو گیا ہے اور حدیثِ شوق بیان سے باہر ہے، احباب ہر سال حجاج کی واپسی کے وقت قدوم شریف (آپ کی تشریف آوری) کا انتظار کرتے ہیں جب معلوم ہو جاتا ہے کہ نہیں آئے تو چشم منتظر دوسرے سال پر لگا دیتے ہیں، اگر اُس جگہ کو وطن بنانے کا ارادہ ہے تو اطلاع دیں تاکہ مشتاقین کو دونوں راحتوں میں سے ایک حاصل ہو جائے۔ در اصل یہ افسوس (کی بات) ہے کہ کوئی شخص اُس دیارِ عالیہ سے اِس دیارِ سفلی کی طرف آئے اور اُن متبرک مقامات سے جو کہ فیوض و انوار کا منبع ہیں اِن ظلمانی مقامات کی طرف مائل ہو جو کہ کفر و بدعت کی کان ہیں (کاتب الحروف)

www.maktabah.org

اپنے آنے سے اسقدر نفرت و حسرت رکھتا ہے کہ کیا لکھے، ہاں اگر حضرت پیر دستگیر مجدد الفِ ثانی قدس سرہٗ کے روضہ مطہرہ کی زیارت کی نیت اور اس مزارِ پُر انوار کے مجاوروں کی ملاقات کی نیت سے آئیں اور اس مقام کی برکات سے بھی بہرہ مند ہوں تو گنجائش رکھتا ہے کہ اس جگہ روضہ مجدد کے فیوض و انوار اُس مقام (مدینہ طیبہ) کے انوار سے ماخوذ و مستفاد ہیں لیکن ان کا حاصل ہونا آسان ہے، سرزمینِ ہند اگرچہ ظلمت و کدورت سے پُر ہے لیکن چشمۂ حیات تاریکیوں میں ہے۔ ع

بتاریکی درون آبِ حیات ست [آبِ حیات تاریکی کے اندر ہے]

انوارِ خلت کے آثار یہاں ہیں اور اسرارِ محبت سے اس جگہ کے شیدائی امیدوار ہیں، مختصر یہ کہ اگر استخارہ موافقت کرے اور ان مقامات کی سیر کریں اور مشتاقوں کو خوش کریں تو مناسب ہے، توقع ہے کہ اس مسکین کو اُن مقاماتِ متبرکہ میں اور کعبہ مکرمہ میں داخل ہونے پر دعائے خیر سے یاد کریں گے اور اس فقیر کی سلامتیٔ خاتمہ کے لئے دعا کریں گے اور روضہ منورہ کے مواجہہ شریفہ میں اس درویش کا فقیرانہ سلام عرض کریں گے۔

ع گر قبول افتد زہے عزّ و شرف [اگر قبول ہوجائے تو نہایت عزت و شرف ہے]

والسلام علیکم و علیٰ سائر من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ و علیٰ الہ و صحبہ الصلوات والتسلیمات والبرکات العلیٰ۔

مکتوب ۶۶

۱۰۸

گرامی قدر قدوۃ الکاملین امام العارفین زبدۃ الراسخین مظہر اسرارِ ربِّ حمید حضرت شیخ محمد سعید برادرِ کلانِ خود کے نام شوق کے بیان و غمِ دوری کے اظہار میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؎

بچہ مشغول کنم دیدہ و دل را کہ مدام دل ترا می طلبد دیدہ ترا می خواہد

[میں دیدہ و دل کو کس چیز میں مشغول کروں کہ ہمیشہ دل تجھ کو طلب کرتا ہے اور آنکھ تجھ کو چاہتی ہے]

احقرِ مخلصین عرض کرتا ہے کہ غمِ دوری اور دردِ فرقت کو کس طرح ظاہر کرے اور حضورِ فرحت افزا کے حصول کے شوق کو کہاں تک بیان کرے ؎

ایں خطِ سر بمہر بجاناں کہ می دہد وین دردِ سر بمہر بدرماں کہ می برد

[یہ سر بمہر خط محبوب کو کون پہنچاتا ہے اور اس دردِ سر کا علاج کون آکر و لطف کرتا ہے]

www.maktabah.org

دلِ منتظر برکت آثار خبروں کا منتظر ہے، امید ہے کہ اس کی اطلاع سے مشرف و مسرور ہوگا۔
اس مسکین کے درد میں کمی ہے چنانچہ ڈولی میں بیٹھ کر پیر دستگیر مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے عرس کی
مجلس میں چند ساعت کے لئے حاضر ہوا تھا اور گرم وقت میں بھی ڈولی میں بیٹھ کر نماز باجماعت میں
حاضر ہوتا ہے، الحمد للہ سبحانہٗ علی جمیع نعمائہٖ والصلوٰۃ والسلام علی افضل انبیائہٖ وعلیٰ آلہٖ وسائر احبائہٖ۔

مکتوب ۶۷

خواجہ ضیائی مودودی کے نام ارادوں کی نفی پر ترغیب دینے کے بارے میں جو کہ صفتِ ارادہ کے
زائل ہونے پر موقوف ہے اور ان احوال کی تعبیر میں جو انہوں نے دیکھے تھے اور کمالِ فنا کے
حصول اور اخلاقِ رذیلہ کے زائل ہونے کے بارے میں تحریر ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اللہ تعالیٰ مقصد کے حصول سے مشرف کرے بلکہ تمام ارادوں
اور صفتِ ارادہ سے بھی فارغ کردے، عبدیت بندگی کے اطوار میں صفتِ ارادہ کی گنجائش نہیں ہے،
اپنے ارادہ کا طلب کرنا حق تعالیٰ و تقدس کی مرضی کی نفی کرنا ہے، چاہئے کہ وسعتِ سینہ تمام ارادوں اور
آرزوؤں سے خالی ہو، حق سبحانہٗ کے ماسوا کوئی خواہش و طلب نہ رہے ع

در تو یک یک آرزو ابلیسِ تست (تیرے اندر کی ایک ایک خواہش تیرا ابلیس (شیطان) ہے)

اہل اللہ ارادوں کی نفی کرنے کے لئے صفتِ ارادہ کے زائل ہونے میں کوشش کرتے ہیں اور اصل کا علاج
کرتے ہیں کیونکہ جب تک ارادہ کی صفت بندہ میں ہے (اس وقت تک) ارادوں کا وارد ہونا متصور ہے
اور جب صفتِ ارادہ کی نفی ہو جائے تو ارادوں کا دل میں پیدا ہونا متصور نہیں ہوگا۔ آپ نے لکھا تھا
کہ "نفی و اثبات (ایک سانس میں) ایک سو اکاون تک پہنچ جاتا ہے اور فنا و نیستی معلوم ہوتی ہے
اس سے پہلے فنا ہونے کے ضمن میں اپنے وجود کو فانی پاتا تھا اور اپنے سر کو دیکھتا تھا کہ ہے اور اب سر کو
بھی وجود کی مانند فانی پاتا ہے اور لیکن زبان نظر آتی ہے گویا اس کو فنا حاصل نہیں ہوئی ہے۔"
میرے مخدوم! آپ جس عضو کو فنا تک نہ پہنچا ہوا دیکھتے ہیں وہ فنا کے ناقص ہونے پر دلالت کرتا ہے
کہ کمال کو نہیں پہنچا ہے خصوصاً سر کو جو کہ اعضا کا سردار ہے اور نفس کا ٹھکانا اور انانیت (میں تین)
و تکبر کا محل ہے جو کہ بندگی کے منافی ہے اور خیالاتِ فاسدہ کا مقام ہے کہ جس کی فنا نہایت
اہم کام ہے اب جبکہ آپ سر کو فانی پاتے ہیں تو یہ ایک نعمت و بشارت ہے لیکن زبان کا

www.maktabah.org

نقص ابھی تک ہے زبان بھی اعضا کا سردار ہے اور سر کی مانند اخلاقِ ذمیمہ و رذیلہ کا منبع ہے (حدیث شریف میں) وارد ہوا ہے کہ (ہر روز) جب صبح ہوتی ہے تمام اعضا زبان کے سامنے آتے ہیں کہتے ہیں کہ اگر تو سلامت رہی تو ہم سب سلامت رہیں گے اگر تو لغزش میں مبتلا ہوگئی تو ہم سب تیری لغزش میں مبتلا ہو جائیں گے"۔ اس کی اصلاح ضروریات میں سے ہے کیونکہ دین و دنیا کی اصلاح اس پر موقوف ہے۔ آپ جان لیں کہ فنا حقیقت میں اخلاقِ ذمیمہ سے رہائی پانا اور اخلاقِ حمیدہ کے ساتھ متصف ہونا ہے پس ہر عضو کو جو کہ اخلاقِ ذمیمہ کا مقام ہے اپنی جگہ پر دیکھنا کہ فنا نے اس میں راہ نہیں پائی ہے اسی اخلاق کے زائل ہونے پر دلالت کرتا ہے اور وہ فنا کے ناقص ہونے کی دلیل ہے کیونکہ فنا اگر درست ہو جائے تو یہ اخلاقِ ذمیمہ جو کہ عدم کے شر کے باعث ہے نہیں رہتا، اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "اس سے پہلے اپنے آپ کو ایک گھر میں دیکھتا تھا جس کا دروازہ نہیں ہے اور ہر چند باہر آنے کا قصد کرتا تھا لیکن میسر نہیں ہوتا تھا اور اب اسی جگہ اپنے آپ کو دیکھا کہ جس طرف بھی رُخ کرتا تھا دیوار شق ہو جاتی اور راستہ دے دیتی تھی، اسی طرح چھت پر بھی نظر کرتا تھا تو شق ہو جاتی اور راستہ دے دیتی تھی لیکن باہر نہیں نکلا" یہ بھی اس کی تائید کرتی ہے کہ آپ ابھی تک تقید و تعین کے کوچے سے نہیں نکلے ہیں اور فضائے اطلاق تک نہیں پہنچے ہیں، اور یہ فنا کا ناقص ہونا ہے۔ اور یہ جو آپ نے دیکھا ہے کہ "آپ دانتوں میں خلال کرتے ہیں اور وہاں سے گوشت مٹھی مٹھی بھر نکلتا ہے آپ اس کو پرندوں اور کتوں کے سامنے ڈالتے ہیں اور شکر ادا کرتے ہیں الخ" بہت خوب ہے کہ پاک و صاف ہو رہے ہیں اور اخلاقِ سیئے باہر نکل رہے ہیں اور یہ جو سر کے اوپر سفید روشن نور ظاہر ہوتا ہے شاید کہ آپ کے (لطیفۂ) سِر کا نور ہے خفا کہ سینہ سے سر پر آگیا ہے اور ساکنانِ سر کی تربیت کرتا ہے۔ مختصر یہ کہ ضبطِ اوقات میں کوشش کریں اور قبر و قیامت کی تیاری کریں اور دوستوں کو دعا کے ساتھ یاد رکھیں، والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۶۸

خواجہ احمد بخاری کے نام اس بیان میں کہ عبادات میں ظاہری جمعیت باطنی نسبت کا اثر ہے اور خود پسندی و خود بینی سے بیزاری پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

لہ مشکوٰۃ شریف باب حفظ اللسان میں ترمذی سے اس طرح روایت ہے: قال صلے اللہ علیہ وسلم اذا اصبح ابن آدم فان الاعضاء کلہا تکفر اللسان فتقول اتق اللہ فینا فانا نحن بک فان استقمت استقمنا وان اعوججت اعوججنا۔

www.maktabah.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ آپ نے جو خط حاجی یوسف کے ہمراہ بھیجا تھا اس نے پہنچکر مسرور کیا، آپ نے جو ضبطِ اوقات اور لوگوں کے ساتھ میل جول اور ملاقات کم کرنے اور اذکار و عبادات کے ساتھ اوقات کو مصروف رکھنے اور طعام اور تمام خواہشات کے ترک کرنے کے بارے میں لکھا تھا واضح اور مسرت افزا ہوا، اللہ تعالیٰ مزید توفیق عطا فرمائے اور اتباعِ رسولِ اور آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت کو آپ کا رفیق بنائے، میرے مخدوم! ظاہری جمعیت اور ضبطِ اوقات باطنی نسبت کا اثر ہے جو کہ باطن پر چمکی ہے اور اس کو اپنے جال میں لے آئی ہے اور مطلوبِ حقیقی کے تجسس میں ماسوائے بالکل رہا کر دیا ہے اور اس کے آثار کے مشاہدہ میں محو تی و فانی کر دیا ہے اور اس کا کوئی نام و نشان نہیں چھوڑا ہے اور عین واثر کو دور کر دیا ہے، عارف کا باطن جنود کی شکست و ریخت اور جدا کرنے میں لگا ہوا ہے اس کا ظاہر جو کہ اس سے تنزلوں دور ہے اذکار و طاعات کے معمولات کے ساتھ مسرور و مانوس ہے مختصر یہ کہ اس ظاہری توفیق پر حق جل و علا کا شکر بجا لائیں اور اس کے نتائج و ثمرات کے امیدوار رہیں اور باطنی ترقیات پر متوجہ رہیں اور خود پسندی وغیرہ کے تصور سے ڈرتے اور کانپتے رہیں اور استغفار کو لازم پکڑیں اور بارگاہِ قدس کو اس سے بالاتر جانیں کہ ہمارے ناقص اعمال اس بارگاہِ مقدس کے لائق ہوں اس کے باوجود اعمال میں کوتاہی نہ کریں اور ان کی زیادتی میں کوشش کریں اور ان سے استغفار کریں کہ بزرگوں نے کہا ہے اِعْمَلْ وَاسْتَغْفِرْ [عمل کر اور استغفار کر] دوستوں سے سلامتیٔ خاتمہ کی دعا کی امید کی جاتی ہے۔

آپ نے جسمانی تکلیف اور فرزندِ دلبند کی وفات کی بابت لکھا تھا معلوم ہوا، چونکہ یہ تقدیر و ارادۂ الٰہی سے ہے (اس لئے) راضی و شاکر رہنا چاہئے بلکہ محبوب کے فعل سے لذت یاب ہونا چاہئے ظاہری آلام باطنی ترقیات کا وسیلہ ہیں، میرے مخدوم! لوگوں کے کہنے سے پریشان نہ ہوں جو نسبت کہ ہمارے اور آپ کے درمیان ہے امتیازی درجہ کی ہے بیان کی محتاج نہیں خط و کتابت کی کمی بیشی سے اس میں فرق نہیں آتا، والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۶۹

خواجہ محمد شریف بخاری کے نام ان کے لئے نصیحتوں کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللہ تعالیٰ کمال و اکمال کے اعلیٰ مرتبہ تک پہنچائے، آپ نے جو خط حاجی یوسف کے ہاتھ بھیجا تھا وہ پہنچکر مسرت بخش ہوا، آپ نے طالبین کے راغب ہونے اور ان کے مکثر... آ ...

www.maktabah.org

توجہات کے آثار کے ظاہر ہونے کی بابت لکھا تھا، واضح ہوا، اللہ تعالیٰ جلّ شانہٗ کا شکر بجا لائیں اور طالبین کے احوال کو اپنے احوال کا آئینہ جانیں، آپ کی پوشیدہ کیفیات ہیں جو کہ ان میں ظہور کرتی ہیں اور اُن (طالبین) کے رجوع کرنے سے ڈرتے رہیں اور خود پسندی و خود بینی سے خائف رہیں، استخارہ کے بعد ان کو شغل کی تعلیم دیں اور ان کے حق میں توجہات کو مبذول رکھیں اور تمام اوقات کو ذکر و فکر سے معمور رکھیں اور آخرت کی تعمیر میں کوشش کریں اور قبر و قیامت کو ہمیشہ نگاہ میں رکھیں، جَآءَتِ الرَّاجِفَةُ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ جَآءَتِ الْمَوْتُ بِمَا فِيْهِ [ہلچل مچا دینے والی (سورِ اسرافیل کی پہلی پھونک) آگئی جس کے متصل ہی دوسری پھونک ہے موت پوری طرح آگئی] اس مسکین کو دعائے غائبانہ سے یاد کریں اور اس کے لئے سلامتیٔ خاتمہ کی دعا کریں۔ آپ نے سعادت آثار خواجہ عبد اللہ کے نیک کام کے لئے لکھا تھا [illegible] استخارہ کرکے اور اس کام خیر کو شروع کریں۔ والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والبرکات العلیٰ۔

مکتوب

مخدوم زادۂ عالی تبار شیخ محمد صدیق کے نام حقائق آگاہ میرزا امان اللہ برہانپوری کے بعض احوال کے بیان میں اور حضرت (خواجہ محمد معصوم) سلمہ اللہ سبحانہٗ کی برکات سے ان کے استعدادات کی شرح میں اس سے متعلق حکمت و مصلحت کے لئے تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ حقائق آگاہ میرزا امان اللہ بیگ [illegible]ھ میں شہر برہان پور سے حضرت پیر دستگیر (مجدد الف ثانی) قدسنا اللہ سبحانہٗ بسرّہ الاقدس کے مزارِ مطہر کی زیارت اور اس روضۂ مطہرہ کے مجاوروں کی ملاقات کے لئے کمال شوق و نیاز کے ساتھ پہنچے تھے ۱۱۳
بعد ازاں کہ اس احقر نے یہاں (سرہند شریف) آنے کا ارادہ کیا، یکایک اپنے آپ کو ایک دوسری چیز پایا اور اس عجیب و غریب معاملہ سے حیران ہوا کہ یہ کیا ہے جو کہ وارد ہو رہا ہے اور ہر وقت ایک ایسی حقیقت ظہور کرتی ہے کہ جس کا بیان وہم و گمان میں نہیں آتا، ایک رات جبکہ میں سرائے مَنَل میں تھا میں نے پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو خواب میں دیکھا اور میں دیکھتا ہوں کہ تمام عالم کا بوجھ آنسرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سر مبارک پر ہے اور آنسرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے اس بوجھ کو حضرت عالی (مجدد الف ثانی) قدس سرہٗ کے سر مبارک پر رکھ دیا اور حضرت عالی نے تیرے

www.maktabah.org

(خواجہ محمد معصوم رح کے) سر پر رکھ دیا، انھوں (میرزا امان اللہ بیگ) نے فقیر (خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ) کو مخاطب کر کے کہا کہ تو نے اس بوجھ کو میرے سر پر رکھ دیا — اور جب وہ (مرزا موصوف) شہر سرہند میں داخل ہوئے تو کہتے تھے کہ میں جو نسبت حرمین شریفین میں پاتا تھا بعینہٖ میں نے یہاں پائی — اور نیز وہ کہتے تھے کہ میں دوشنبہ (پیر) کے دن کہ دور صفر تھی میں حضرت عالی (مجدد علیہ الرحمہ) کے روضۂ منورہ میں تھا خاص الخاص نسبت وہاں ظاہر ہوئی کہ یہ کمترین اس کے لکھنے اور بیان کرنے سے عاجز ہے اور وہ کسی طرح سے تحریر و بیان میں نہیں آتی اور مدرک و ادراک کو اس میں راہ نہیں ہے اور وہم و فہم کو اس میں گنجائش نہیں ہے الخ — اور نیز کہتے تھے کہ ایک روز میں دیکھتا ہوں کہ عظیم خیمہ قائم کیا گیا ہے اور اس کی طنابیں دور دور تک چلی گئی ہیں فقیر (خواجہ محمد معصوم رح) کا نام لیکر کہا جاتا ہے کہ یہ فلاں شخص کا خیمہ ہے اور تمام اہلِ جہان اس خیمہ کے نیچے ہیں لیکن عوام اور خواص کے درمیان فرق یہ ہے کہ عوام طنابوں کے نیچے ہیں اور خواص عین خیمہ میں ہیں، اسی عرصہ میں صاحبِ خیمہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر رسی کے نیچے سے کھینچ کر خیمہ میں داخل کر دیا اور اپنے نزدیک بٹھا لیا، اس مجلس والے حضرات مجھ سے مصافحہ کرتے ہیں اور اس محفلِ عالی میں داخل ہونے کی مبارکباد دیتے ہیں، اور اسی طرح بارہا اس بزرگ (مرزا امان اللہ) نے اظہار کیا کہ آج یا کل حلقہ میں یا اس کے بغیر فلاں نسبت اور اس طرح کا فیض تجھ (خواجہ محمد معصوم رح) سے مجھے پہنچا ہے — وہ ایک روز کہتے تھے کہ مجھ کو بشارت دی گئی ہے کہ جس جنازے پر تو نماز پڑھے گا میں اس کو بخش دونگا — اور نیز کہتے تھے کہ میں ایک روز اپنی کوتاہیوں، لغزشوں، گناہوں اور نافرمانیوں کو جو کہ سرزد ہوئیں اور ہوتی رہتی ہیں یاد کر کے گریہ و زاری میں تھا اور نادم و معذرت خواہ تھا مجھ کو الہام کیا گیا کہ تیری برائیاں نیکیوں سے بدل دی گئی ہیں — ایک روز وہ کہتے تھے کہ میں روضۂ مطہرہ میں بیٹھا ہوا تھا، میں دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف فرما ہیں اور نہایت مہربانی سے مجھ کو فرماتے ہیں کہ میں خدائے عزّ و جل کے لئے تجھ کو دوست رکھتا ہوں اور جو شخص تجھ کو دوست رکھتا ہے وہ مجھ کو دوست رکھتا ہے یا میں اس کو دوست رکھتا ہوں ان دو جملوں میں سے ایک فرمایا، اس کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ میں اس (مرزا مذکور) کی غریب الوطنی و نامرادی پر اس کو دوست رکھتا ہوں — ایک روز فقیر کے پاس لکھ کر بھیجا کہ اس ذرۂ بے مقدار کو تحریر و تقریر کی قوت و استعداد نہیں ہے کہ فیوض و برکات و کیفیات کے وارد ہونے کو ضبطِ تحریر و تقریر میں لا سکے اور جو کچھ ہے یا نہیں ہے حضرت سے پوشیدہ و پنہاں نہیں ہے اور چونکہ لازم ہے کہ عرضِ خدمت کرے ناچار حدِ ادب سے قدم باہر رکھ کر عرض کرتا ہے کہ اس حلقہ میں جس میں کہ ظہر کی

www.maktabah.org

نماز کے بعد حافظ نے قرآن مجید پڑھا ایسی نسبت وارد ہوئی جو کہ تحریر و تقریر سے باہر ہے ایک ایسے مقام پر پہنچا کہ اُس مقام تک روح کے سوا اور کوئی نہیں پہنچا اور بدن میں حس و حرکت کا کوئی نشان نہیں ہے، یہ فقیر چاہتا ہے کہ پہنچا پنا کوئی نشان نہیں دیکھتا ہے البتہ اس حالت کو کہ جس کو بیان کر رہا ہے پاتا ہے معلوم ہوا کہ یہ قابَ قوسَین کا مقام ہے یہ جسم جو تھا یہیں رہ گیا اور سیر اس کے اوپر واقع ہوئی جو کہ اَوْ اَدْنیٰ کا مقام ہے، اس مقام کے احوال کو میں کسی طرح بیان نہیں کر سکتا اسقدر عرض کرتا ہوں کہ اس حالت میں پھر ایک حالت حاصل ہوئی جو کہ اس سے فوقیت رکھتی تھی لیکن اسقدر نہیں جو سیر کی حالت میں واقع ہوتی ہے ایک ایسی حالت و کیفیت تھی جو کہ ادراک و وہم و فہم میں نہیں آتی' حضرت عالی (مجدد الف ثانی) قدسنا اللہ سبحانہٗ بسرہ الاقدس اور آنجناب (خواجہ محمد معصوم) جو کہ حاضر ہیں فرماتے ہیں کہ یہ مقام مقامِ محمود ہے لیکن کچھ محسوس و معلوم نہیں ہوتا کہ حضرت کی طرف سے اطلاع بخشنے کی کیفیت کس کیف کے ساتھ ہے اور اس حقیر پر تقصیر کا سننا جو کہ سننے والا ہے کس کیفیت کے ساتھ ہے اور جو کچھ عرض کرتا ہے کیا ہے کوشش کرتا ہے کہ پھر اس سے اوپر کا مقام ظاہر ہو جائے اور وہاں تک پہنچے اور بہت کوشش کی اور کچھ ظاہر نہیں ہوا، اس حال میں (اللہ تعالیٰ کے) فضل نے دستگیری کی اور نصف دائرہ کی شکل ظاہر ہوئی اور اس سے اوپر متصور نہیں ہوا اور تصور کرنے والے کا اور تصور کا کچھ اثر نہیں تھا تم کلامہٗ وہ کہتے تھے کہ جس وقت میں حج کے ارادہ سے اہل و عیال کے ساتھ گھر سے نکلا اور کشتی پر سوار ہوا، ایک روز آندھی آئی اور اہلِ کشتی کو خاص ناامیدی پیش آئی اور میں حج فوت ہو جانے کے افسوس اور غم میں تھا کہ اسی اثناء میں مجھ کو الہام کیا گیا کہ اہلِ عرفات کا حج اس سال تیرے حج کے باعث قبول ہوگا، میں خوش ہو گیا کہ مہلک گرداب سے نجات کی امید بھی حاصل ہو گئی اور حج ادا ہونے کی بشارت بھی مل گئی اور دوسری عنایت نُوْرٌ عَلٰی نُوْر ہو گئی —— وہ کہتے تھے کہ مکہ مکرمہ میں میں نے میر منصور کی قبر کی زیارت کا ارادہ کیا، میں نے (لوگوں سے) دریافت کیا تو انھوں نے ایک بڑے مقبرے کی نشاندہی کی جب میں اس جگہ پہنچا میں نے بہت سی قبریں دیکھیں میں حیران ہوا' میں میر (منصور) کی قبر پر پہنچا
ص۱۱۴ اس کے بعد معلوم ہوا کہ میر (منصور) کی قبر یہی ہے نہایت ندامت و افسوس و غم کے ساتھ میر (مذکور) ظاہر ہوئے گویا کہتے ہیں کہ اس ندامت و افسوس سے اب کوئی فائدہ نہیں ہے' میں اس کا سبب پوچھتا ہوں وہ کہتے ہیں یہی کہ اس مجلس یعنی میں حضرتِ عالی مجدد الف ثانی (قدس سرہٗ) کی مجلس سے جدا ہو گیا اور اس دوسری مجلس یعنی شیخ آدم بنوری قدس سرہٗ کی مجلس سے جا ملا ہوں، جب میں شیخ تاج سنبھلی کی قبر کے نزدیک پہنچا وہ بھی ندامت و افسوس کے ساتھ ظاہر ہوئے اور کہتے تھے کہ حقیقتِ واقعی اب ظاہر ہوئی ہے لیکن کیا فائدہ' والسلام اوّلاً و آخراً۔

www.maktabah.org

مکتوب ۱۷

سید علی بارہہ کے نام کمالاتِ محبت اور اس کے دقائق کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم؛ اللہ تعالیٰ آپ کو قرب کے درجات میں ترقیات مرحمت فرمائے، گرامی نامہ پہنچا چونکہ دوستوں کی سلامتی (کی اطلاع) پر مشتمل تھا اس لئے شادمانی و مسرت کا باعث ہوا، آپ نے توجہ کی درخواست کی تھی، میرے مخدوم! جس جگہ محبت کا نشہ ہے وہ (خود) پوشیدہ معانی کو جذب کر لیتا ہے اور فیض پہنچانے والے کے باطن سے بقدرِ محبت فیوض اخذ کرتا ہے، توجہ کے مقام پر نگاہ رکھتا ہے اگر (مرشد کی) توجہ بھی اس محبت کے ساتھ جمع ہو جائے تو نورٌ علیٰ نور ہے اور اس معاملہ (سلوک) میں سب سے اعلیٰ چیز محبت ہے اس کے بغیر توجہ کارگر نہیں ہوتی اور یہ (محبت) توجہ کے بغیر بھی کام کرتی ہے اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ [آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے] حدیثِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ہے، محبت ہے کہ جس نے وجود و ایجاد کی سلسلہ جنبانی کی ہے اور پوشیدہ خزانے کو ظہور میں لائی ہے اور پوشیدہ حُسن کو بے پردہ کیا ہے، بیشک حُسن بے پردگی کا خواہاں ہے اور جمال پوشیدگی کی تاب نہیں رکھتا ع

پری رُو تابِ مستوری ندارد [پری چہرہ پوشیدگی کی طاقت نہیں رکھتا]

یہ محبت صفتِ محبوب کا مظہر ہے کیونکہ حسن نظارگی چاہتا ہے اور محبوب کو کوئی ایک محب چاہئے تاکہ اس کی صفتِ محبوبیت آشکار ہو جائے ؎

منم کاستاد را استاد کردم غلامم خواجہ را آزاد کردم

[میں ہی ہوں کہ جس نے استاد کو استاد کر دیا، میں وہ غلام ہوں کہ جس نے خواجہ (مالک) کو آزاد کر دیا۔]

جو محبت کہ عاشق کی صفت ہے وہ اسی محبت کا پرتو ہے جو کہ معشوق میں موجود ہے کیونکہ عاشق صفتِ کمال سے جو کچھ رکھتا ہے وہ سب اس (معشوق) کے کمالات کے ظلال ہیں پس یہی محبت کا ظہور ہے جو کہ اس آئینہ میں اس لباس کے ساتھ ظاہر ہوئی ہے ع یک نشّہ دو جا ظہور کردہ [ایک ہی نشے نے دو جگہ ظہور کیا ہے]۔ عاشق حسن کے دقائق کو جتنا زیادہ سمجھے گا اور معشوق کے جمال و کمال کی معرفت میں (جسقدر زیادہ) نگاہِ دور بیں رکھتا ہوگا صفتِ عشق اس میں اسی قدر زیادہ ہوگی اور وہ اتنا ہی زیادہ والہ و شیفتہ ہو جائے گا ؎ [۱۵۱]

آنرا کہ بحُسن دیدہ تیز است ایں عشق بلائے خانہ خیز است

[جس شخص کی آنکھ حُسن کیلئے تیز ہو اس کیلئے عشق خانہ خیز آفت ہے] والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الہدیٰ۔

www.maktabah.org

مکتوب ۲

بیان منقول کہ نام ...... یا بیت اللہ شریف کی زیارت کی ترغیب و شوق دلانے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ اس نواح کے فقراء کے احوال حمد کے لائق ہیں، اور سبحانہ آپ کی سلامتی اور شریعتِ عالیہ و سنتِ منورہ مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے طریقے پر استقامت کے لئے دعا کی گئی ہے۔ نامہ گرامی جو کہ آپ نے برادرم محمد عارف و صوفی پایندہ کے ہمراہ بھیجا تھا پہنچ کر مسرت بخش ہوا، آپ نے شوقِ (ملاقات) کا اظہار کیا تھا فقیر کو بھی (ملاقات) کا مشتاق جانیں اور حدیثِ (قدسی) اَنَا اَشَدُّ شَوْقًا [میں ان کی طرف ان سے زیادہ شدید شوق رکھتا ہوں] پڑھیں، اللہ تعالیٰ شعلۂ شوق کو مشتعل بنائے اور محبت کی آگ کو ملتہب کرے تاکہ ماسوا سے پوری طرح رہا کردے اور مقصدِ اعلیٰ تک پہنچا دے، اِنَّہٗ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ [بیشک وہ قریب ہے اور قبول کرنے والا ہے]۔ میرے مخدوم! آپ نے بیت اللہ شریف کی زیارت کا شوق ظاہر کیا تھا اس کے مطالعہ نے محظوظ کیا اور شوق کو بھڑکایا، بیشک اگر کوئی مسلمان سفر کا ارادہ کرے تو ایسا ہی متبرک سفر ہونا چاہیے اور اگر کوئی شوق اس کو لاحق ہو تو یہی شوق ہونا چاہیے اس لئے کہ یہ سب سے اچھی جگہ ہے اور مطلوب بے نشان (محبوبِ حقیقی) کا کچھ نشان رکھتی ہے ؎

گفت معشوقے بعاشق کاے فتا | تو بغربت گشتۂ بس شہرہا
پس کدامیں شہر زانہا خوشتر است | گفت آں شہرے کہ در وے دلبر است

[ایک معشوق نے عاشق سے کہا کہ اے جوانمرد مسافرت میں تو بہت سے شہروں میں گھوما پھرا ہے پس ان میں سب سے زیادہ اچھا کونسا شہر ہے اُس نے کہا کہ وہ شہر سب سے اچھا ہے کہ جس میں محبوب ہے]

پیغمبرِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰی ثَلٰثَۃِ مَسَاجِدَ مَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِیْ ھٰذَا وَالْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی [مسجد الحرام، میری مسجد اور مسجد اقصیٰ ان تینوں مسجدوں کے علاوہ اور کسی مسجد کی طرف سفر نہ کیا جائے] آپ نے اس سفر کے بارے میں لکھا تھا کہ "اگر مصلحتِ ظاہری کے اعتبار سے اشارہ ہو جائے اور اس بارے میں توجہ باطنی میں کوشش فرمائیں (تو بہتر ہے)"۔——

میرے مخدوم! مصلحتِ ظاہری کو تو آپ ہی بہتر جانتے ہیں اور سلاطین و بیگمات کے مزاج کو آپ خوب سمجھتے ہیں ورنہ اس اعتبار سے کہ نیک کام ہے عین مصلحت ہے اور (اس بارے میں) توجہ باطنی اور استخارہ

www.maktabah.org

جو کیا جاتا ہے تو (اس سفر کے کرنے کی) تاکید نہیں پائی جاتی اور ممانعت بھی معلوم نہیں ہوتی۔ الغرض اگر (آپ پر حج) فرض ہو چکا ہے اور علماء آپ کے بارے میں اس کی فرضیت کا قطعی حکم لگاتے ہیں تو پوچھنے کی گنجائش نہیں ہے اور اگر اس بارے میں آپ کو توقف ہے اور علماء بھی (آپ پر) اس کے قطعی طور پر فرض ہونے کا حکم نہیں لگاتے تو پھر آپ مختار ہیں مشورہ اور استخارہ کر لیں، والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۷۳

سید ابوالخیر شاہ آبادی کے نام لطائفِ عالمِ امر کی فنا اور اُن کی بقا اور فنا و فنائے فنا کے درمیان فرق اور وحدتِ وجود کے معنی کے بیان میں اور اس بارے میں کہ توحیدِ شہودی و وجودی سالک کے وجود کی نفی ہے یا نہیں؟ اور تجلیٔ ذات و صفات کے بیان میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ تجلی نوری ذاتِ تعالیٰ کی تجلی نہیں ہے بلکہ تجلی صوری ہے جو کہ تجلیات میں سب سے نیچے درجے کی تجلی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ: اللہ تعالیٰ ترقیات کے دروازے کھلے رکھے، گرامی نامہ پہنچ کر مسرت بخش ہوا، آپ نے شوقِ ملاقات کی بابت لکھا تھا واضح ہو امید ہے کہ اس شوق کا شعلہ مشتعل ہوگا اور طلب کا جنون پیدا کرے گا اور آفاق و انفس کی قید سے رہائی دلائے گا اور اعلیٰ مقصد تک پہنچائے گا۔ آپ نے لکھا تھا کہ "اس سے پہلے نسبتِ محویت جو پیش آتی تھی تو میں بے اختیار گر پڑتا تھا، اب جو محویت کہ نفی و اثبات کے شغل سے پیش آتی ہے وہ تمکین کے ساتھ ہے پہلے کی طرح نہیں ہے"۔ میرے مخدوم! محویت جس طرح سے بھی پیش آئے ایک نعمت ہے اور قیدِ ہستی سے ایک ساعت رہائی پانا بھی غنیمت ہے لیکن دوسری محویت پہلی محویت سے اولیٰ ہے وہ محض جذبے سے ہوتی ہے اور یہ ایک سلوک آمیز جذبہ ہے۔ آپ نے عالمِ امر کے لطائف کی حقیقت کے بارے میں پوچھا تھا اور لکھا تھا کہ "فنائے قلب ماسوا کے خیال کا زائل ہونا ہے دوسرے چار لطائف کی حقیقت بھی واضح ہو جائے"۔ (جواب) عالمِ امر کا معاملہ بہت ہی نازک ہے اس کی حقیقت کو علام الغیوب (اللہ) تعالیٰ بہتر جانتا ہے وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا (اور تم کو بہت ہی تھوڑا علم دیا گیا ہے) جو کچھ اس کے آثار و علامات میں سے معلوم ہے (یہ فقیر) لکھتا ہے۔ آپ جان لیں کہ عالمِ امر کے لطائفِ خمسہ (قلب و روح و سر و خفی و اخفیٰ) جو کہ انسان کے اجزاء ہیں ان کے اصول عالمِ کبیر میں ہیں جیسا کہ عناصرِ اربعہ بھی جو کہ انسان کے اجزاء ہیں عالمِ کبیر میں اصول رکھتے ہیں جو کرۂ ارضی

www.maktabah.org

کرۂ مائی وکرۂ ہوائی اور کرۂ ناری ہیں اور لطائفِ خمسہ کے اصول کا ظہور عرش کے اوپر ہے جو کہ لامکانیت کے ساتھ موصوف ہے اس لئے عالمِ امر کو لامکانی کہتے ہیں اور ان کی لامکانیت آسمانوں اور زمینوں ص ۱۱۷
کی نسبت سے ہے اور مرتبۂ وجوب کی نسبت سے یہ لامکانیت عین مکانیت ہے پس عالمِ امر گویا مکانی و لامکانی کے درمیان واسطہ ہے دونوں جانب سے حصہ رکھتا ہے اور (عالمِ امر کے) ان لطائفِ خمسہ میں سے ہر ایک کا کمال اور اس کی فنا و بقا اس کے بعض کمالاتِ الٰہی تک پہنچنے اور ان میں فنا حاصل کرنے کے ساتھ وابستہ ہے، فنائے قلب کا کمال تجلیٔ افعال کے ساتھ وابستہ ہے اور اس کا ان میں فنا ہونا اور ان کے ساتھ بقا حاصل کرنا ہے، اس فنا کے حاصل ہونے کے بعد دل کو ماسوائے حق سبحانہٗ سے نسیان اس قسم کا ہو جاتا ہے کہ اگر وہ برسوں تک ماسوا کو یاد کرے تو وہ ہرگز یاد نہ آئے اور (لطیفۂ) روح کا کمال تجلیٔ صفات اور اس میں فنا و بقا کے ساتھ وابستہ ہے اور (لطیفۂ) سِر کو شیون کے ساتھ مناسبت ہے جو کہ صفات کے اصول ہیں، اور (لطیفۂ) خفی کو مرتبۂ تنزیہات و تقدیسات کے ساتھ مناسبت ہے اور (لطیفۂ) اخفیٰ کو اس مرتبہ کے ساتھ مناسبت ہے جو کہ تنزیہات سے اوپر اور مرتبۂ ذات تعالیٰ و تقدس سے بہت نیچے ہے اور ان تین قسم کے لطیفوں (سر، خفی و اخفیٰ) کا کمال ان میں سے ہر ایک کے مناسب کمالاتِ ذاتیہ تک پہنچنے کے ساتھ وابستہ اور اس معنی کے ساتھ فنا و بقا کا حاصل ہونا ہے۔ آپ نے فناء الفنا اور وحدت الوجود کے بارے میں پوچھا تھا۔ آپ جان لیں کہ فنا حق سبحانہٗ و تعالیٰ کی ہستی کے باطن پر اس حد تک غالب آجانے سے عبارت ہے کہ ماسوا سے پوری طرح رہا کردے اور اس کو بھلادے، اگر سالک کو اپنی فنا کا علم ہے تو اس کو فنا کہتے ہیں اور اگر یہ علم بھی زائل ہو جائے اور باقی نہ رہے تو یہ فنائے فنا ہوگی۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ فنائے بقا داخلِ فنا ہے کیونکہ فنا کا علم ماسوا کے علم میں داخل ہے پس اس علم کے باقی رہنے کی صورت میں ماسوا کا نسیان کلی طور پر نہیں ہوتا اور فنا حاصل نہیں ہوتی اور وحدتِ وجود صوفیۂ عالیہ کے طریق پر یہ ہے کہ ممکن کے وجود کو واجب تعالیٰ کے وجود کے ساتھ متحد دیکھے اور فرق مطلق اور مقید ہونے کے ساتھ سمجھے۔

شعر
چیز یکہ مقید بود از روئے جہاں — واللہ کہ ہماں نیز بجا اطلاق حق است

(ترجمہ: جو چیز کہ جہان کی رو سے مقید ہے واللہ وہی اطلاق کی رو سے حق ہے)

پس اس صورت میں ممکن اور واجب تعالیٰ کے درمیان اتحاد ذاتی ہوگا اگر مغایرت ہے تو اعتباری ہے اور ہمارے طریقہ پر وحدتِ وجود اس معنی میں ہے کہ وجود اور وجود کے تابع کمالات حضرتِ ربِّ معبود (اللہ تعالیٰ) کا خاصہ ہیں اور ممکن کی ذات عدم ہے جو کہ کمالاتِ وجودی کے انعکاس کے ذریعہ سے اس کے آئینہ میں موجود نما ہو گئی ہے۔ پس ممکن اور واجب جل وعلا کے درمیان اتحاد ثابت

لہ اور جب فنا کامل طور پر متحقق ہو جاتی ہے تو فناء الفنا بھی متحقق ہو جاتی ہے۔

www.maktabah.org

نہیں ہوا اس مقام کی تفصیل ہمارے حضرتِ عالی (مجدد علیہ الرحمہ) کے مکتوبات و رسائل سے واضح و روشن ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "توحید فنائے فنا کے حصول کے بعد ہے یا اس کے حصول سے پہلے ہے۔" آپ جان لیں کہ توحید دو معنی میں ہے توحیدِ شہودی و توحیدِ وجودی۔ توحیدِ شہودی یہ ہے کہ سالک کا مشہود حق سبحانہٗ کے سوا کوئی چیز نہ ہو اور شہودِ وحدت کا غلبہ اس طرح ہو جائے کہ باطن کی نگاہ میں کثرت کا کوئی نام و نشان نہ رہے اور یہ معنی فنا کا ثمرہ ہیں، اس کا فنا پر مقدم ہونا متصور نہیں ہے اور توحیدِ وجودی کہ تمام موجودات کو حق تعالیٰ و تقدس دیکھے اور ہمہ اوست کا ترانہ گانے لگے، یہ مشاہدہ اگر صورتوں کے لباس میں ہے تو اس کو تجلیٔ صُوَری کہتے ہیں اور یہ تجلی فنا کرنے والی نہیں ہے، (یہ) فنا کے حاصل ہونے سے پہلے حاصل ہوتی ہے اور اگر یہ مشاہدہ معنی کے پردہ میں ہو یا صورت و معنی کے ماوراء ہو اور یہ مشاہدہ سالک کے وجود کو فنا کرنے والا ہے تو اس کا حصول فنا کے ساتھ ہوگا۔ آپ نے تجلیٔ ذات و تجلیٔ صفات کے درمیان فرق دریافت کیا تھا میرے مخدوم! تجلیٔ صفات یہ ہے کہ اپنی صفات کو صفاتِ واجبی (تعالیٰ) کے ظلال و عکوس پائے اور اس تجلی کا کمال یہ ہے کہ یہ ظلال و عکوس اپنے اصول کے ساتھ مل جائیں اور اپنے آپ کو جو کہ ان کمالات کا آئینہ ہے عدمِ صرف کے ساتھ ملحق پائے، اس وقت نفس انانیت (میں پن) و سرکشی و امارگی سے پاک اور فنا سے مشرف ہو جاتا ہے۔ ع

این کارِ دولت ست کنوں تا کرا دہند [یہ نصیب کی بات ہے دیکھئے اب کس کو عنایت کرتے ہیں]

تجلیٔ ذات کے بارے میں کیا لکھے کہ (یہ) ذوقی و وجدانی ہے صحیح طور پر بیان نہیں کی جا سکتی۔ شیخ محی الدین ابنِ عربی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ تجلیٔ ذات متجلی لہٗ کی صورت کے بغیر نہیں ہوتی پس متجلی لہٗ حق کے آئینے میں اپنی صورت کے سوا نہیں دیکھتا اور وہ حق (سبحانہٗ) کو نہیں دیکھتا اور ممکن نہیں ہے کہ وہ اُس (حق سبحانہٗ) کو دیکھے۔ اور ہمارے حضرتِ عالی (مجدد الف ثانیؒ) قدسنا اللہ سبحانہٗ بسرہٖ نے لکھا ہے کہ "وہ تجلی (جس کو شیخ ابنِ عربی قدس سرہٗ نے تجلیٔ ذات کہا ہے) تجلیٔ ذات کی دہلیز ہے (تجلیٔ ذات نہیں ہے) تجلیٔ ذات اس کے ماوراء ہے کیونکہ یہ تجلی شیوناتِ ذات میں سے ایک شان ہے اور یہ آئینہ کہ جس میں اس نے اپنی صورت کو دیکھا ہے شیون میں سے ایک شان ہے نہ کہ ذات تعالیٰ۔" آپ نے لکھا تھا کہ "تجلیٔ ذاتی نور کے پردے میں واقع ہوتی ہے یا نہیں" آپ جان لیں کہ جو تجلی نور کے پردے میں ظاہر ہوتی ہے وہ تجلیٔ ذات نہیں ہے اور بعض حضرات اس تجلی کو نُوری کہتے ہیں اور چونکہ دوسری مخلوقات کی طرح نور (بھی) مخلوق ہے تو چاہئے کہ اس کی تجلی (بھی) تجلیٔ صوری ہو جو کہ تجلیات میں سب سے نیچے درجہ کی تجلی ہے ذات تعالیٰ و تقدس تک کہاں پہنچتی ہے ~~ شا ۱۱۸

www.maktabah.org

کسے در صحنِ کاہی قلیہ جوید — اضاع العمر فی طلب المحال

(جس شخص نے حلوہ کے طشت میں بیٹھا ہوا گوشت ڈھونڈا اس نے اپنی عمر محال چیز کی طلب میں ضائع کی)

والسلام علیکم و علیٰ سائر من اتبع الھدیٰ۔

مکتوب ۷۰

محمد سعید سارنگ پوری کے نام ان کے حال کی تعبیر میں اور اس بیان میں کہ مطلوب کی یافت آفاق و انفس کے ماوراء ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حامداً للہ العظیم و مصلیاً علیٰ رسولہ الکریم۔ اللہ تعالیٰ قرب کے مراتب میں بے اندازہ ترقیات عنایت فرمائے، آپ کے گرامی نامے اور کیفیات و مواجید و احوال کے طویل خطوط پہنچکر مسرت بخش ہوئے ان کے مطالعہ کی فرصت نہیں ہوتی اور ان میں سے کچھ حصے کا مطالعہ کیا ہے، اگر توفیق میسر ہوئی تو بقیہ کا بھی مطالعہ کیا جائے گا۔ آپ کے طویل خطوط کئی دفعہ پہنچے ایک دفعہ پانی میں بھیگ کر آئے کہ کچھ حصہ استفادہ کے قابل نہیں رہا تھا۔ اور یہ جو آپ نے ایام عاشورا (محرم) میں حضرت امام حسین (رضی اللہ عنہ) کو خواب میں دیکھا اور کوئی سوال کیا تو جوابِ شافی نہیں پایا، پھر آپ نے پیغمبرِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور وہی سوال کیا اور جوابِ شافی نہیں سنا اور جو کچھ القا کیا گیا وہ واضح نہیں ہوا، آپ نے اس فقیر سے اس کی وضاحت چاہی ہے ــــ

میرے مخدوم! سرورِ کائنات و فخرِ موجودات علیہ افضل الصلوات و اکمل التحیات جو کہ رحمتِ عالمیان اور ہادی گمراہان ہیں اور ان کے جگر گوشہ امام حسین رضی اللہ عنہ کا دیکھنا جو کہ سرچشمۂ ولایت و منبعِ فیض و ہدایت ہیں مبارک و بشارت ہے اور سوالات کے جواب اور مشکلات کے حل اور دینی و دنیاوی کاموں کی کشائش کے لئے وہی دیکھ لینا کافی ہے اور سب کے مقام کا لحاظ رکھتا ہے اور جس راستہ پر کہ پیغمبرِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم چلے ہیں وہ اجتباء (جذب) کا راستہ ہے جو کہ محبوبیتِ ذاتیہ سے تعلق رکھتا ہے اور اُن (صلی اللہ علیہ وسلم) کا سلوک راہِ شریعت ہے پس جو شخص یہ چاہتا ہے کہ آنحضرت علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے راستہ پر چلے (اس کو چاہیے کہ) وہ راہِ شریعت کو مضبوطی سے پکڑلے اور سنت کے اتباع اور بدعت سے اجتناب پر ثابت قدم رہے اور کتاب (قرآن مجید) و سنت (حدیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی روشنیوں کے درمیان راہ اختیار کرے تاکہ بدعت کی تاریکیوں اور شیاطین

www.maktabah.org

کی راہوں میں نہ جا پڑے۔ میرے مخدوم! جو شہود کہ سالکوں کو حاصل ہوتا ہے وہ یا آفاق کے آئینے میں ہے یا نفس کے آئینے میں، شہودِ آفاقی اہل اللہ کے نزدیک احاطۂ اعتبار سے ساقط ہے اور بزرگوں نے اس کی سیر کو بُعد در بُعد کہا ہے، جو کچھ ان حضرات کے نزدیک معتبر ہے وہ شہودِ انفسی ہے اور ان حضرات نے مطلوب کی یافت کو انفس میں منحصر جانا ہے اور وہ اس سیر کو قرب در قرب کہتے ہیں، وہ کہتے ہیں ؎

زرہ گر بس نیک ور بس بد بود گر چہ عمرے تگ زند در خود بود

[ذرہ خواہ بہت نیک ہو اور خواہ بہت بد ہو، اگرچہ وہ ایک عمر دوڑ دھوپ کرے پھر بھی اپنے ہی اندر رہے گا]

اور ہمارے حضرتِ عالی (مجدّد) قدسنا اللہ سبحانہٗ بسرہٖ کے نزدیک مطلوب کی یافت آفاق و انفس سے باہر ہے اس تعالیٰ شانہٗ کے لئے جس طرح آفاق کے آئینوں میں گنجائش نہیں ہے انفس کے آئینے میں بھی گنجائش نہیں ہے۔ ع

در کدام آئینہ در آید او [وہ کونسے آئینے میں سماتا ہے]

اس کو آفاق و انفس کے ماسوا تلاش کرنا اور دخول و خروج کے ماورا طلب کرنا چاہئے، یہ ماوراء ہونا اقربیت کے اعتبار سے ہے جیسا کہ آفاق سے ماوراء ہونا بُعد کی جانب میں ہے جو کہ وہم کی جولانگاہ ہے ۱۳۰ بلکہ شہودِ انفسی بھی وہم کی جولانگاہ ہے ان دونوں آئینوں میں مشاہدہ ہونے والی چیز وہم و خیال کی تراش سے بَری نہیں ہے اس قرب و بُعد سے باہر ہو جانا چاہئے اور اقربیت میں آجانا چاہئے اگرچہ عقل حِس کے تصور میں حیران ہے اور عقلمند لوگ اس کی صورت گری میں عاجز و پریشان ہیں، یہ معاملہ اور شہود خیال کی تراش خراش سے باہر اور وہم کی جولانگاہ سے بالاتر ہے، وہم و خیال اس جگہ عاجز اور پر و بال شکستہ ہیں اپنے سے نزدیک تر کو نہیں پا سکتے اور قریب ہے کہ اس کو محال جانیں اور حالانکہ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ [اور ہم اس کی شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں] نصِ قرآنی ہے جو پ ۲۶ ق معاملہ کہ اصل سے تعلق رکھتا ہے وہ آفاق و انفس سے ماوراء اور اقربیت کے ساتھ وابستہ ہے، دائرۂ ظلال انفس تک منتہی ہوتا ہے اور محویت و فنا، نیستی و استہلاک میں سے جو کچھ کہ ظاہر ہوتا ہے عمدہ و مبارک ہے بشریت کے پہاڑ سے جسقدر بھی منہدم ہو جائے اور وجودِ بشریت سے (جسقدر بھی) گھٹ جائے بہت بڑی نعمت ہے، حق سبحانہٗ اس پہاڑ کو جڑ سے اکھاڑ دے اور اس وجودِ موہوم کو درمیان سے اٹھا دے۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

مطمورۂ تن بعلم آراستہ بہ معمورۂ دل بہ نکتہ پیراستہ بہ
از ہستیٔ خود ہر چہ بود کاستہ بہ ہر چیز زہر کہ ہست ناخواستہ بہ

www.maktabah.org

[تن خانۂ تن کو علم سے آراستہ کرنا بہتر ہے، معمورۂ دل کو دانش سے سجانا بہتر ہے، اپنی ہستی سے جو کچھ ہے اس کو کم کرنا بہتر ہے جو چیز جس کی بھی ہے اس کو نہ چاہنا بہتر ہے] والسلام علیکم و علیٰ سائر من اتبع الہدیٰ۔

مکتوب ۷۵

خواجہ محمد صدیق پشاوری کے نام آیۂ کریمہ وذروا ظاهر الاثم و باطنہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد و صلوٰۃ وارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ اس نواح کے فقراء کے احوال واطوار حمد کے لائق ہیں، اللہ عزّوجلّ سے آپ کی عافیت اور ظاہری و باطنی استقامت کیلئے دعا کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ [ظاہری و باطنی گناہوں کو چھوڑ دو] پ ۸ ع ۱۲۰ حق سبحانہٗ کی نعمتیں ظاہر و باطن کو شامل ہیں پس ظاہر گناہ جو کہ ظاہر سے تعلق رکھتا ہے اور باطن گناہ جو کہ باطن سے متعلق ہے کو چھوڑ دینا چاہیے تاکہ ہر ایک (نعمت) کا شکر ادا ہو جائے اور ظاہر کی زیبائش احکامِ شرعیہ سے اور باطن کی زیب و زینت انوارِ معرفت سے حاصل ہوتی ہے اور نعمت اس کے حق میں پوری ہو جاتی ہے اور نفسِ ولایت حاصل ہو جاتی ہے ثُمَّ عُوْمِلَ مَعَهٗ مَا عُوْمِلَ ۱۲۱ھ [پھر اس کے ساتھ جو معاملہ بھی کیا جاتا ہے کیا جاتا ہے] دوستوں سے دعائے سلامتیٔ خاتمہ کی امید کی گئی ہے نبی کریمؐ اور آپ کی آلِ امجاد علیہ و علیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات والتحیات والبرکات کے طفیل ترقیات کے دروازے ہمیشہ کھلے رہیں۔

مکتوب ۷۶

رفعت بیگ کے نام ان کے احوال کی تعریف اور کلمۂ لا الٰہ الا اللہ کے فوائد کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللہ تعالیٰ مراتبِ کمال میں ترقیات عطا فرمائے، گرامی نامہ نے پہنچکر خوشوقت کیا چونکہ دوستوں کی سلامتی کی اطلاع پر مشتمل تھا مسرت افزا ہوا آپ نے جو کچھ احوالِ باطن یعنی ظل سے کلی طور پر روگردانی اور اس کے زوال و نیستی کی طرف رخ کرنے اور ظل سے اصل کی طرف مائل ہونے کی بابت لکھا تھا اور نیز آپ نے لکھا تھا کہ "اکثر اوقات اس عجیب کیفیت کے سرور کے باعث روح چاہتی ہے کہ قالب سے پرواز کر جائے اس وقت میں

www.maktabah.org

بیخودی و بیستی کی ایک عجیب حالت حاصل ہوتی ہے کہ جس کی شرح بیان سے باہر ہے؛ اس کے مطالعہ نے محظوظ و لطف اندوز کیا، (یہ) احوال درست و معقول ہیں اور حقیقتِ فنا کے حاصل ہونے کی بشارت دینے والے ہیں، اس نعمت کا جو درجہ بھی میسر ہو جائے مبارک ہے، اس نسبت کی نگہداشت میں سعی فرمائیں اور اس کی کیفیت کے زیادہ ہونے میں جان و دل سے کوشش کریں، کلمۂ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کا تکرار بہت کریں کہ (یہ) باطن کو منور کرنے میں بڑا اثر رکھتا ہے اور اس نسبت کے حصول اور اس کی کیفیت کو بڑھانے میں پورا دخل رکھتا ہے، اس (کلمۂ طیبہ) کا پہلا جزو (یعنی لا الٰہ) حق جل و علا کے ماسوا کی نفی کرتا ہے اور وجودِ بشریت کے پہاڑوں کو جڑ سے اکھاڑ دیتا ہے اور اس کا دوسرا جزو (یعنی الا اللہ) معبودِ برحق کا اثبات کرتا ہے جو کہ سیر و سلوک کا حاصل اور فنا و بقا کے حصول کا ذریعہ ہے اس کے برابر کوئی آرزو نہیں ہے کہ کوئی شخص کسی گوشہ میں تنہا ہو اور وہ اس مبارک کلمہ سے تر زبان رہے اور اس کے اسرار کے سمندروں سے سیراب و شاداب ہوتا رہے، مطلوب کی کھڑکی کھلی ہوئی ہے اور مقصود کی طرف راستہ ظاہر ہو گیا ہے امید وار ہیں والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۷۸

خواجہ محمد حنیف کابلی کے نام عمرِ رفتہ پر افسوس کے اظہار میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ اس نواح کے فقرا کے احوال و اطوار حمد کے ۱۲۲
لائق ہیں، اللہ تعالیٰ سے آپ کی سلامتی اور ظاہری و باطنی استقامت کے لئے دعا کی گئی ہے۔

میرے مخدوم! عمر کا بہترین حصہ ہوا و ہوس میں گذر گیا اور لایعنی (امور) میں صرف ہو گیا اور عمر کے سب سے گھٹیا حصہ میں کیا ہو سکے گا اور وہ کیا اعتبار رکھتا ہو گا کہ دشمن (نفس) کے ضعف کا وقت ہے، دشمن کے غلبہ کے وقت میں تھوڑی سی کوشش وزن بھی بہت اعتبار رکھتا ہے اور دشمن کی کمزوری کے زمانے میں بہت سی کوشش بھی کچھ زیادہ اعتبار نہیں رکھتی۔ افسوس کہ عمر آخر تک پہنچ گئی اور عمر کے بہت گھٹیا حصہ میں بہترین حصہ کے مانند کوئی چیز حاصل نہیں ہوئی اور غفلت و بیکاری میں گذر گئی اس لئے (یہ فقیر) دوستوں سے توجہ کی درخواست کرتا اور حسنِ خاتمہ کی دعا کی التماس کرتا ہے، ایک مدت ہو گئی ہے کہ آپ نے اپنے اور اپنے دوستوں کے احوال و کیفیات نہیں لکھے ہیں یہ لکھنا غائبانہ توجہ کا سبب ہوتا ہے اور گفتگو کا دروازہ کھولتا ہے ترقیات کے دروازے ہمیشہ کشادہ رہیں۔

www.maktabah.org

مکتوب ۷۸

خان محمد بیگ کولابی کے نام اس بیان میں تحریر فرمایا کہ اس مرتبۂ علیا سے نصیب عجز و عدم یافت ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اللہ تعالی اپنی خوشنودیوں کے حصول سے مشرف فرمائے۔ آپ کا مکتوب مرغوب پہنچا مسرت بخش ہوا، آپ نے لکھا تھا کہ "(یہ فقیر) ایک امر کی نگہداشت رکھتا ہے اور نہیں جانتا کہ وہ کیا چیز ہے اور اس کو معلوم نہیں کر سکتا اور جسقدر کوشش کرتا ہے کچھ حاصل نہیں ہوتا"۔ میرے مخدوم! سعادت کا سرمایہ یہی نگہداشت ہے کہ جب غالب آجاتی ہے ماسوا سے پوری طرح رہائی دلا دیتی ہے اور فنا کی سرحد تک پہنچا دیتی ہے جو کچھ اس شخص سے ہو سکتا ہے یہی ہے کہ اپنے آپ کو مٹا دے اور اپنا کوئی نام و نشان نہ چھوڑے اس کی کنہ کو کس نے پایا ہے؟ سب سرگشتہ و حیران ہیں ؎

دور بینانِ بارگاہِ الست — بیش ازیں پے نبردہ اند کہ ہست

[بارگاہِ الست کے دور تک دیکھنے والے حضرات اس سے زیادہ پتہ نہیں لگا سکے کہ وہ (اللہ تعالی) ہے]

آپ کوشش کرتے رہیں کہ اس سے کچھ حاصل ہو جائے، مشکل کام ہے ؎

عنقا شکار کس نشود دام باز چیں — کاینجا ہمیشہ باد بدست ست دام را

[عنقا کو کوئی شکار نہیں کر سکتا اپنا جال اٹھا لے کیونکہ یہاں ہمیشہ جال لگانا ایسا ہی جیسا کہ ہوا کو ہاتھ میں لینا یعنی اس کو پکڑنا ہے] بارگاہِ عالی سے عجز و نا امیدی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہے اور سوز و گداز کے علاوہ اور کچھ کام نہیں ہے ؎

عاشقاں را نصیب از معشوق — جز خرابی و جاں گدازی نیست

[عاشقوں کو معشوق سے سوائے خرابی اور جان کو پگھلانے کے اور کچھ نصیب نہیں ہے]

بہرحال اپنے کام میں سرگرم رہیں اور عدم یافت کے باعث طلب سے باز نہ رہیں، ہم سے اور آپ
۱۲ ۵۱ / ۵۶ سے اس دنیا میں یہی طلب مطلوب ہے: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ [اور میں نے
جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے] یافت (پانا) کا وعدہ کل (قیامت) کیلئے ہے
۲۹ / ۵ مَنْ كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ اللَّهِ فَإِنَّ أَجَلَ اللَّهِ لَآتٍ [جو شخص اللہ تعالی کی ملاقات کی تمنا رکھتا ہے تو
(جان لے کہ) بلاشبہ اللہ تعالی کی مقرر کی ہوئی ساعت ضرور آنے والی ہے] دوستوں سے سلامتی خاتمہ کی دعا کی امید کی گئی ہے۔ والسلام اولاً و آخراً

www.maktabah.org

مکتوب ۷۹

ملا فیض محمد فتح آبادی کے نام ان کے احوال کی تعبیر اور مقام شرح صدر اور مقام قبض و بسط کی تحقیق میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمد اللہ علی افضالہ ونصلی علی سیدنا محمد وآلہ،

مکتوب مرغوب جو کہ دوری کے رنج و غم کے اظہار کی خبر دینے والا اور فراق کے درد و سوز کی اطلاع دینے والا تھا اس نے پہنچ کر خوش وقت کیا، دنیا جدائی کی جگہ ہے ملاقات کا مقام آگے ہے مَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ اللّٰهِ فَإِنَّ أَجَلَ اللّٰهِ لَآتٍ[سلہ] [جو شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات کی تمنا کرتا ہے تو (جان لے کہ) بلاشبہ ۲۹/۵
اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی ساعت ضرور آنے والی ہے] اللہ تعالیٰ کے لئے دوستی کرنے والوں کی ملاقات اس تعالیٰ شانہٗ کی ملاقات کی فرع ہے، ع

طفیلِ دوست باشد ہر چہ باشد　　　[جو کچھ ہوتا ہے دوست کے طفیل سے ہوتا ہے]

آپ نے لکھا تھا کہ "ایک روز فجر کے حلقہ میں مراقبہ میں دیکھتا ہوں کہ سینہ دروازے کی مانند ہو گیا ہے عجیب انشراح و نورانیت ظاہر ہوئی گویا کوئی شخص کہتا ہے کہ شرح صدر یہی ہے اور اس خوشخبری کی بشارت دیکر وہ غائب ہو گیا"۔ میرے مخدوم! شرحِ صدر ایک بڑا مقام اور بلند مرتبہ ہے اس کے حصول کی بشارت مبارک ہو لیکن اس معنی (حالت) کی ایک علامت ہے اس علامت کو اپنے اندر اچھی طرح غور کرنا چاہئے، رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے[سلہ] "نور جب سینہ میں داخل ہو جاتا ہے تو وہ (سینہ) کشادہ ہو جاتا ہے، پس آپ سے کہا گیا کہ کیا اس کے لئے کوئی علامت ہے؟ تو آپ نے فرمایا (اس کی علامت) دارِ غرور (دنیا) سے کنارہ کشی اور دارِ قرار (آخرت) کیلئے تیاری کرنا ہے۔

یہ شرحِ صدر کمالاتِ ولایتِ کبریٰ کے حصول پر مترتب ہوتا ہے (نفسِ) مطمئنہ اسوقت اپنے مقام سے عروج کر کے تختِ صدر (سینہ) پر ترقی فرماتا ہے اور اس جگہ سلطنت کا قرار پیدا کر لیتا ہے اور مالکِ قرب پر غلبہ پا لیتا ہے اور یہ جو دوسرے روز آپ نے صبح کے حلقہ میں آنکھ بند کرتے ہی بیداری میں

سلہ پ ۲۹ سلہ عن ابن مسعودؓ قال تلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فمن یرد اللہ ان یہدیہ یشرح صدرہ للاسلام فقال ان النور اذا دخل الصدر انفسح فقیل یا رسول اللہ هل لتلك من علم یعرف به قال نعم التجافی من دار الغرور والانابة الی دار الخلود والاستعداد للموت قبل نزوله رواه البیهقی، مشکوٰۃ

www.maktabah.org

دیکھا کہ کھانے کے دو طشت ہیں ایک سفید رنگ کا دوسرا سبز رنگ کا ہے، اور اسی مجلس میں پھر اسی طرح دیکھا، اس کے بعد آپ نے معلوم کیا کہ یہ دو خطیے ہیں جو کہ سرورِ انبیا علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات کی جانب سے آپ کو پہنچے ہیں اور ابھی تک دوسرا کوئی شخص اس قسم کی عنایت سے ممتاز نہیں ہوا ہے، بہت اعلیٰ ہے، امیدوار رہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے مخصوص کمالات سے بہرہ مند ہوں گے اور ان کی پس خوردہ نعمتِ خاصہ سے حصہ پائیں گے جو کہ آپ کے ہمعصروں میں سے کسی دوسرے نے نہیں پایا ہے۔ اور تیسرے حال میں کہ ایک بلند دیوار سے آپ (نماز کی) جماعت کو پانے کے لئے بے چینی سے محنت کے ساتھ نیچے آئے ہیں اور نماز کی تیاری میں مشغول ہوئے ہیں، ہو سکتا ہے کہ آپ نے عروج سے نزول کی طرف رخ کیا ہو اور سکر و استہلاک سے صحو و بندگی میں آئے ہوں اور وحدت سے کثرت میں اتر آئے ہوں اور دعوت سے کچھ حصہ پایا ہو۔ آپ نے لکھا تھا کہ "اس سے پہلے کبھی قبض ہو جاتا تھا اور کبھی بسط، اور اب قبض بالکل جاتا رہا ہے اور بسط سے متصل ہے (راقم) نہیں جانتا کہ سابقہ حالت جو کہ قبض و بسط پر مشتمل تھی بہتر تھی یا یہ حالت جو کہ خالص بسط ہے" میرے مخدوم! قبض کو کون چاہتا ہے لوگ بسط کے آرزو مند ہیں مگر قبض ترقی بخشنے والا ہے لیکن یہ قبض و بسط دوسری چیز ہے جو کہ قوم (صوفیہ) کی اصطلاح میں آتا ہے، مبتدیوں کو جو کہ اربابِ قلوب ہیں حاصل ہوتا ہے اور قلب کی تلوینات میں سے ہے جو شخص کہ تلوین سے گذر کر تمکین سے جا ملا ہے وہ قبض و بسط سے رہائی پا چکا ہے جو کچھ پیش آتا ہے وہ قبض و بسط کی صورت ہے اور (اس میں) نام کی مشارکت پائی جاتی ہے، اس کے حال کے مناسب خوف و رجا ہے۔ وَالْاِیْمَانُ بَیْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَاءِ[1] [ایمان خوف و رجا کے درمیان ہے] والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

مکتوب ۸۰

مُلّا فاضل کابلی کے نام ان کے احوال کی تعریف اور بلندئ ہمت پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ مکتوب مرغوب جو کہ شوق و ذوق سے احوال پر مشتمل تھا پہنچ کر مسرت بخش ہوا اس کے مطالعہ نے باطنی لذات بخشیں، عمدہ اور اعلیٰ چیزیں ہیں، جو کچھ بیداری میں پیش آیا ہے وہ آپ کی ملکیت اور بہت بڑی نعمت ہے اس کا شکر بجا لائیں۔ لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ [اگر تم شکر کرو گے تو میں تم کو اور زیادہ دوں گا] اور جو چیز کہ احوال

[1] یہ حدیث شریف مشکوٰۃ کتاب الایمان میں ہے۔

www.maktabah.org

اور خوابوں میں سے ہے وہ بھی عمدہ ہے کہ بشارت ہے سالکوں کو مہینوں اور زمانوں کے گذرنے پر اس قسم کے امور و احوال پیش آتے ہیں لیکن ابتدا میں یہ سب واردات ہیں اور ہر روز عجائبات کا ایک نیا دن ہے

ہردم ازیں باغ برے می رسد تازہ تر از تازہ ترے می رسد

[ہر وقت اس باغ سے ایک پھل پہنچتا ہے، تازہ تر سے بھی تازہ تر پہنچتا ہے]

اپنے کام میں سرگرم رہیں اور ہمت کو بلند رکھیں اور احدیتِ ذات کے طالب رہیں اور صفت سے ۱۲۷
ذات کی طرف مائل ہوں اور بلندی سے پستی کی طرف نہ جائیں اور ظاہری اعمال کی ادائیگی میں کوشاں رہیں کہ یہ باطنی ترقیات کا باعث اور درجاتِ اخروی کے بلند ہونے کا سبب ہیں، اس تھوڑی سی فرصت میں سفرِ بعید کا زادِ راہ مہیا کریں اور برزخ صغریٰ و کبریٰ (قبر و قیامت) کا سامان تیار کریں۔ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ (اور ہر شخص کو یہ دیکھنا چاہیے کہ اس نے کل (قیامت) کے لیے آگے کیا بھیجا ہے) دوستوں کو سلامتیٔ ایمان کی دعا کے ساتھ یاد کرتے رہیں والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الہدیٰ

مکتوب ۸۱

شیخ امان اللہ پسر شیخ حمید بنگالی کے نام بعض دوستوں کے احوال اور حضرت پیر دستگیر (مجدد الف ثانی) قدسنا اللہ بسرہ کے روضۂ منورہ کے مناقب و فضائل کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حامداً اللہ العظیم ومصلیاً علیٰ رسولہ الکریم اللہ تعالیٰ کمال و اکمال کے درجے تک پہنچائے گرامی نامہ جو کہ آپ نے اس مسکین کے نام ارسال کیا تھا پہنچا مسرت بخش ہوا چاہیے کہ اسی طرح ظاہری و باطنی احوال لکھتے رہیں کہ (یہ) غائبانہ توجہ کا سبب ہے آپ نے شوقِ ملاقات کا اظہار کیا تھا اس جانب کے دوستوں کو بھی مشتاق جانیں بلکہ حدیث شریف وَاَنَا اِلَیْھِمْ لَاَشَدُّ شَوْقًا [اور میں ان کی طرف البتہ زیادہ شوق رکھتا ہوں] پڑھیں۔ فضائل پناہ میر محمد عارف و شیخ عبد المقتدر اور دوسرے دوست چند روز یہاں تشریف فرما رہے اور فقراء کی قیام گاہوں کو منور کیا اور روضۂ منورہ حضرت پیر دستگیر (مجدد الف ثانی) قدسنا اللہ بسرہ العزیز کے فیوض و برکات سے مستفید و بہرہ مند ہوئے اور اس بلند بارگاہ کے کمالات کے ساتھ کچھ ایمان حاصل کیا، بیشک آج طالبانِ حق جل وعلا کی چشمِ امید اس مزار پُر انوار پر لگی ہوئی ہے اور اس ملک میں علوم و اسرار کے فیض کا جاری ہونا اس سرزمین سے وابستہ ہے اور خطۂ سرہند اگرچہ بظاہر ہندوستان سے ہے لیکن

www.maktabah.org

جنت کا باغ اور ولایت کی کھڑکی ہے بلکہ رشکِ ولایت ہے، اس جگہ میں ولایت سہ گانہ (صغریٰ، کبریٰ، علیا) کا ہرت ہے اور نبوت و وراثت کے کمالات اس جگہ میں جلوہ گر ہیں، خلت و محبت کے اسرار اس مقام میں نمایاں ہیں اور کعبۂ حسنا کے انوار اس سرزمین میں ظاہر ہیں، اس کی طینت کا خمیر مدینہ طیبہ کی خاک سے ہے، کہاں تک اس بقعہ کی خوبیاں بیان کرے اور اس کی نفاستوں کو واضح کرے کہ اہلِ بصیرت طالبان پر مخفی اور نگاہ و دوربین پر پوشیدہ نہیں ہے، یہاں وہ موتی ہاتھ آتا ہے جو کہ دوسری جگہوں میں کمیاب ہے اور اس کے بکثرت فوائد جہان میں ممتاز ہیں ؎ ۱۳۶

گر شنود قصۂ ایں بوستاں مکہ شود طائفِ ہندوستاں

[اگر مکہ معظمہ اس باغ کا تذکرہ سن لے تو وہ ہندوستان کا طواف کرنے والا ہو جائے۔]

جس جگہ کہ نور و برکت و رشد و ہدایت ہے وہ سب یثرب (مدینہ طیبہ) و بطحا (مکہ معظمہ) زادھما اللہ سبحانہ عزاً و شرفاً و افاض علینا من اسرارھما کرماً و لطفاً کے انوار سے ماخوذ و مستفاد ہے، دونوں کو دعائے خیر سے یاد کرتے رہیں اور اس درویش دلریش کو غائبانہ توجہ سے فارغ نہ جانیں والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۸۲

تیمور بیگ کولابی کے نام سلطانِ ذکر کے بیان اور عدمیت اور جو معاملہ کہ اس کے اوپر ہے اس کے حصول اور ارادوں کی نفی کرنے پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد و صلوٰۃ و تبلیغ دعوات کے بعد عرض ہے کہ جو خط آپ نے ازراہِ محبت ارسال کیا تھا پہنچا، اس نے خوش وقت کیا، آپ نے اپنے احوال میں سے جو کچھ لکھا تھا عمدہ ہے، ذکر کے وقت جو تمام اعضا حرکت میں آتے ہیں (یہ) سلطانِ ذکر سے ہے اور حلقۂ سکوت میں جو آپ اپنا کوئی اثر نہیں دیکھتے اور خود کو عدمِ محض پاتے ہیں (یہ حال) فنا کی خبر دینے والا ہے یا فنا کی تمہید ہے۔ ایک بزرگ نے کہا ہے اَشْتَهِیْ عَدَمًا لَا اَعُوْدُ اَبَدًا [میں ایسا عدم چاہتا ہوں کہ ہرگز اپنے آپ میں عود نہ کروں] اپنے کام میں مشغول رہیں اور ترقی کے طالب ہوں اور ذکر سے مذکور میں آجائیں اور عدم سے فنائے حقیقی کی طرف مائل ہوں تاکہ معرفت کی طرف راستہ پائیں اور ظل سے اصل کی طرف دوڑیں، کلمہ نفی و اثبات کا تکرار اس قدر کریں کہ اپنے ارادوں سے پوری طرح باہر ہو جائیں اور حق جل و علا کے ارادے کے ساتھ قائم ہو جائیں۔

www.maktabah.org

اگر مرادِ تو اے دوست نامرادیٔ ماست
مرادِ خویش دگر بار من نخواہم خواست

[اے دوست اگر تیری مراد ہمارا نامراد ہونا ہے تو پھر میں اپنی مراد نہیں چاہوں گا]

دیگر یہ کہ جو تعداد برادرم حاجی محمد عاشور نے آپ کو لکھی ہے اس کے مطابق عمل کریں اور شریعتِ عالیہ و سنتِ منورہ کے طریقہ پر استقامت اور مشائخ کی محبت پر پختگی کی شرط کے ساتھ ہماری جانب سے سفارت کے طور پر ان راپنے دوستوں کو طریقہ بتائیں۔ والسلام اولاً و آخراً۔

۱۲۷

مکتوب ۸۳

خواجہ بادشاہ بلخی کے نام اہلِ دنیا کی بیوفائی کے متعلق اور اوقات کو معمور رکھنے پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ جو گرامی نامہ آپ نے اس مسکین کے نام ارسال کیا تھا پہنچ کر مسرت بخش ہوا، اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے کہ آپ عافیت سے ہیں اور (ہم) فقرا کی یاد سے فارغ نہیں ہیں۔ آپ نے دوستوں کی شکایت کا اظہار کیا تھا ــــ میرے مخدوم! اہلِ دنیا بے وفائی کے ساتھ مشہور ہیں ان کی دوستی پر کوئی بھروسہ نہیں ہے سب کو حق جل و علا کی طرف سے جاننا چاہئے اور اس تعالیٰ شانہٗ کی تقدیر و ارادہ کا ظہور تصور کرنا چاہئے، جو کچھ حاصل ہوا ہے اس کا شکر بجا لائیں اور مزید کے امیدوار رہیں، لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ [اگر تم شکر ادا کروگے تو ضرور میں تم کو اور زیادہ دونگا] اے شفقت آثار! آدمی کو عیش اور ناز و نعمت کے لئے پیدا نہیں کیا گیا ہے اور مال کا جمع کرنا اس سے طلب نہیں کیا گیا ہے، اس کی پیدائش سے مقصود اعمالِ بندگی کا بجا لانا ہے، کمرِ ہمت کو مولائے حقیقی کی بارگاہ میں چست باندھیں اور اوقات کو ذکر و فکر کے ساتھ معمور رکھیں تاکہ معرفت کی کھڑکی باطن میں کھل جائے اور ابدی سعادت و دائمی مملکت ہاتھ آئے، و بدون خرط القتاد [اس کے علاوہ بیفائدہ رنج اٹھانا ہے] آپ کو ظاہری و باطنی نعمت حاصل ہو۔

مکتوب ۸۴

سید محمد بیگ بلخی کے نام عبادت اور تحصیلِ فنا کی ترغیب میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللہ تعالیٰ شریعتِ منورہ و سنتِ مصطفےٰ علیہ و علیٰ آلہ الصلوات و البرکات العلیٰ کے

www.maktabah.org

طریقے پر استقامت مرحمت فرمائے۔ مکتوب مرغوب پہنچکر مسرت بخش ہوا، اللہ سبحانہ کی حمد ہے کہ بادشاہی مطالبہ سے نجات حاصل ہوگئی۔ امیدوار رہیں کہ قرض سے بھی سبکدوشی حاصل ہوجائے۔ اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِکَ عَنْ حَرَامِکَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِکَ عَمَّنْ سِوَاکَ[1] [اے اللہ مجھ کو حرام (رزق) سے حلال رزق کیساتھ کفایت کرا اور اپنے فضل کے ساتھ مجھ کو اپنے غیر سے بے نیاز کردے) اس دعا کو قرض سے سبکدوشی کے لئے اکثر اوقات
۱۲۸ تضرع کے ساتھ پڑھتے رہیں، بہترین اوقات کو ذکر و فکر کے ساتھ معمور رکھیں اور طاعات و عبادات میں راغب رہیں اور رات کے آخری حصہ کی بیداری کو اہم امور میں سے سمجھیں اور کلمۂ طیبہ کے تکرار سے اپنے ارادوں اور مقاصد کی نفی کریں تاکہ وسعتِ سینہ میں حق جل وعلا کے ماسوا کوئی مراد و مقصود نہ رہے اور وجودِ بشریت کی نفی میں کوشش کریں اور اپنے آپ سے تعلقات کی نفی کریں تاکہ عدم صرف کے ساتھ جاملیں اور فنائے اکمل کے ساتھ متصف ہوجائیں، ع

ایں کار دولت ست کنوں تاکرا دہند [یہ نصیب کی بات ہے دیکھئے اب کس کو عنایت کرتے ہیں] والسلام

مکتوب ۸۵

میرزا محمد زماں پسر عنایت خاں کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ ظاہری پریشانیاں باطنی ترقیات کا سبب ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللہ تعالیٰ اپنے ماسوا کی غلامی سے آزاد کردے جو مکتوب شریف آپ نے برادر گرامی شیخ نور محمد کے ہاتھ بھیجا تھا وہ پہنچکر دل کو مسرت بخشنے والا ہوا۔ میرے مخدوم! دنیوی حوادث اور پریشانیاں آخرت کی ترقیات و عروجات کا سبب ہیں بظاہر کا تنزل باطن کو ترقی بخشنے والا ہے اور ظاہر کی پژمردگی باطنی تروتازگی کا وسیلہ ہے، آپ اہلِ حقیقت میں سے ہوجائیں اور پوست سے مغز کی طرف آئیں اور لفظ سے معنی کی طرف مائل ہوں، کسی نے خوب کہا ہے ؎

قومے زوجودِ خویش فانی　　رفتہ زحروف درمعانی

[ایک قوم اپنے وجود سے فانی (بے خبر) ہے وہ حروف سے معانی کے اندر چلی گئی ہے]

چونکہ آدمی کی سعادت حق جل وعلا کی یاد میں ہے اور بے سعادتی غفلت میں ہے (اس لئے) ذکر و فکر کی طرف راغب رہیں اور کمر ہمت کو مولائے حقیقی جلت عظمتہ کی بارگاہ میں مضبوط باندھیں اور اندھیری راتوں کو گریہ استغفار کے ساتھ روشن رکھیں اور ذکر پر اسقدر ہمیشگی کریں کہ ذکر و حضور دل کا ملکہ ہوجائے اور ماسوا سے پوری طرح قطع تعلق حاصل ہوجائے اور ماسوا سے اس کا علمی و حبی تعلق ٹوٹ جائے۔

[1] رواہ الترمذی والحاکم عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

www.maktabah.org

مکتوب ۸۶

میرزا محمد رضا پسر رعایت خاں کے نام محبت شیخ پر ترغیب دینے اور یاد کرد و یاد داشت کے معنی کی طرف اشارہ کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ، ؎

ہرچہ جز عشق خدائے احسن ست　　　گر شکر خوردن بود جاں کندن ست

[خدائے احسن کے عشق کے سوا جو کچھ بھی ہے　　　اگرچہ شکر (مٹھائی) کا کھانا ہی کیوں نہ ہو وہ بھی جان کو ہلاک کرنا ہے]

میرے مخدوم! حق جل وعلا کے ماسوا کی گرفتاری قلبی امراض میں سب سے شدید مرض ہے اس کے ازالہ کی فکر نہایت اہم کاموں میں سے ہے ع

۱۲۹

درخانہ اگر کس است یک حرف بس است　　　[اگر گھر میں کوئی ہے تو ایک حرف (ہی) کافی ہے]

اور اس شدید مرض کا ازالہ اس تھوڑی سی مہلت میں ذکرِ کثیر سے وابستہ ہے اور اس راستہ میں پیر کی محبت کامل بھی ناگزیر ہے بزرگوں نے کہا ہے کہ فنا فی الشیخ فنا فی اللہ کی تمہید ہے ؎

زاں روئے کہ چشمِ تست احول　　　معبودِ تو پیرِ تست اول

آپ بکثرت ذکر میں مشغول رہیں اور دوامِ حضور کے ساتھ فنائیت کے وصف سے موصوف ہوں، حق سبحانہ کی جانب سے اس شخص پر دائمی فیض ہے کہ اگر ایک ساعت وہ فیض منقطع ہو جائے تو اس شخص کا کوئی نشان نہ رہے پس اس شخص پر بھی لازم ہے کہ تمام چیزوں سے منہ موڑ کر ذکر کی ہمیشگی کے ساتھ اس بارگاہِ قدس کی طرف متوجہ ہو جائے اور یہ مقصد ابتدا میں تکلف کے ساتھ حاصل ہوتا ہے اور اس کو یاد کرد کہتے ہیں اور زمانہ دراز گذرنے پر ذکر و حضورِ دل کا ملکہ اور اس کی صفت لازمہ ہو جاتے ہیں جیسا کہ سننا قوتِ سامعہ کی صفت ہے کہ نفی کرنے سے بھی نفی نہیں ہوتی اور اس حالت کو یاد داشت کہتے ہیں والسلام اولاً و آخراً

مکتوب ۸۷

رعایت خاں کے نام قضا پر راضی رہنے کے بیان میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ حوادث کا رجوع کرنا اس سبحانہ وتعالیٰ کے ارادہ سے ہے نہ کہ عقلِ فعال سے

www.maktabah.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ اس نواح کے فقراء کے احوال و اطوار حمد کے لائق ہیں اور اللہ تعالیٰ سے آپ کی سلامتی و عافیت اور شریعتِ عالیہ و سنتِ منورۂ مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے طریقہ پر آپ کی استقامت اور آپ کے ظاہری و باطنی درجات کی ترقی کے لئے دعا کی گئی ہے، نامۂ گرامی نے مشرف کیا، آپ نے درد و غم و آلام کی بابت جو کچھ برادرِ دینی شیخ نور محمد کی زبانی کہلوایا تھا سب واضح ہوا اور دوستوں کی غمگینی کا باعث ہوا۔

اے اشفاق پناہ جو کچھ بندہ پر گذرتا ہے وہ سب تقدیر و ارادۂ ازلی سے ہے۔ آیۂ کریمہ مَآ اَصَابَ مِنْ
مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا۔ [کوئی مصیبت دنیا میں حدید ۲۲
یا تمہاری جانوں میں نہیں آتی مگر یہ کہ وہ کتاب (لوحِ محفوظ) میں لکھی ہوئی ہوتی ہے قبل اس کے کہ ہم اس کو دنیا میں پیدا کریں]
اس معنی پر دلالت کرتی ہے، رضا و تسلیم کے سوا چارہ و تدبیر نہیں ہے چونکہ (یہ سب) محبوب کا فعل ہے (اس لئے) محب کو چاہیئے کہ اس سے لذت حاصل کرے اور خندہ پیشانی سے پیش آئے اور اس ضمن میں اس تعالیٰ شانہٗ کے الطاف و عنایات کا منتظر رہے۔ فقیر کو دعا و توجہ سے فارغ نہ جانیں اور جو کچھ دوستی کے لوازم سے ہے اس سے غافل تصور نہ فرمائیں، کشائشِ کار کے منتظر رہیں اور
۱۳۰ رحیم کارساز کی رحمت کے امیدوار رہیں اور اوقات کو ذکر و فکر سے معمور رکھیں اور قبر و قیامت کے لئے زادِ راہ تیار کریں، جو ساعت کہ گذر جاتی ہے کچھ عمر کم ہو جاتی ہے اور موت نزدیک ہو جاتی ہے، اس تھوڑی فرصت میں ذکرِ کثیر میں مشغول ہونا چاہیئے اور مولائے حقیقی جلّت عظمتہ کو راضی کرنا اور اس کی معرفت حاصل کرنی چاہیئے کہ (یہی) اس عالمِ فانی میں مطلوب ہے۔

(آپکے) مکتوب شریف میں درج تھا "از رفتارِ فلک واژگونِ ناہنجار" [بدذات اوندھے آسمان کی رفتار سے]۔ اے شفقت آثار! خالقِ خیر و شر بلا واسطہ حق تعالیٰ ہے اور تمام حوادث اس سبحانہٗ کی قضا و قدر سے ہیں، آسمان اور غیرِ آسمان کو یہاں دخل نہیں ہے، حکماء کا مذہب ہے کہ روزمرہ کے حوادث کو عقلِ فعّال کی طرف کہ جس کو وہ عقلِ فلکِ نہم کہتے ہیں منسوب کرتے ہیں اور اہلِ اسلام عقلِ فعّال کے قائل نہیں ہیں اور ایسا کہنے والوں کو گمراہ کہتے ہیں، آسمان جو کہ اپنے کام میں حیران و سرگردان ہے اس کی کیا حیثیت ہے کہ حوادث اس کی طرف یا اس کی عقل اور اس کی حرکات کی طرف منسوب ہوں، والسلام اولاً و آخراً۔

www.maktabah.org

مکتوب ۸۸

مُلا عطاء اللہ سورتی کے نام سلوک کے بعض درجات کے بیان میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ نیتِ صالحہ کے ساتھ حلال روزی کمانا ذکر میں داخل ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد و صلوٰۃ و تبلیغ دعوات کے بعد عرض ہے کہ آپ کے خطوط پے در پے پہنچکر مسرت بخش ہوئے، آپ عافیت سے رہیں اور شریعت عالیہ و سنتِ منورہ کے طریقے پر قائم رہیں کثرت سے وحدت میں آئیں اور فرق سے جمع اور جمع سے جمع الجمع کی طرف مائل ہوں اور ظل سے اصل کی طرف دوڑیں اور صفت سے موصوف کی طرف جائیں۔ طالبین ظل سے اصل تک پہنچتے ہیں اور مشتاقین کلام سے متکلم کا پتہ لگاتے ہیں ؎

اندر سخنِ دوست نہاں خواہم گشتن　　　　تا بر لبِ او بوسہ زنم چونش بخواند

[میں دوست کے کلام میں پوشیدہ ہونا چاہتا ہوں تاکہ جب وہ اس کو پڑھے تو میں اس کے لبوں کو بوسہ دے لوں]

افسوس ہے کہ ان تمام مُوصِل (محبوب تک پہنچانے والے) طریقوں اور کشادہ راستوں کے باوجود یہ شخص محجوب و محروم ہوا اور قرب و معرفت کی نعمت سے دور و متنفر ہو ؎

در جہاں شاہدے و ما فارغ　　　　در قدح جرعۂ و ما ہشیار

[دنیا میں ایک شاہد (معشوق) ہے اور ہم بے پرواہ ہیں پیالے میں کچھ شراب ہے اور ہم ہشیار ہیں]

آپ نے لکھا تھا کہ اہل و عیال (کے نفقہ) کی بے اطمینانی کے باعث قرآن مجید کی کتابت میں مشغول رہتا ہوں اور خواہش یہ ہے کہ تمام تعلقات کو ترک کر دوں اور ان چند سانسوں کو ذکر میں صرف کروں، (آپ کے) حکم کا منتظر ہوں۔ میرے مخدوم! اہل و عیال کا نفقہ واجبات میں سے ہے اس کا فکر بھی ناگزیر ہے حلال روزی بھی کمائیں اور باقی اوقات میں ذکر و فکر میں مشغول رہیں بلکہ یہ روزی کمانا بھی اس نیتِ صالحہ کے ساتھ ذکر میں داخل ہو جاتا ہے، قاضی جعفر اور دو دوسرے دوست جو کہ طریقہ سیکھنا چاہتے ہیں ان تینوں عزیزوں کو طریقہ بتا دیں اور توجہ دیں اور نصیحت کریں، شیخ نور محمد وہاں پہنچنے کی صورت میں اگر ان تینوں عزیزوں کو طریقہ بتائیں تو گنجائش ہے اور آپ کو اختیار ہے کہ خود طریقہ بتائیں یا شیخ مذکور کی طرف رجوع کرائیں۔ جو شجرے آپ لکھ کر بھیجتے ہیں وہ پہنچتے ہیں اور کام میں آتے ہیں۔

والسلام علیکم و علی سائر من اتبع الھدیٰ۔

www.maktabah.org

مکتوب ۸۹

ایک صالحہ عورت کے نام جو کہ اہلِ حقوق میں سے ہے نصیحتوں اور اس کے حال کی تعبیر میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ عفت پناہ عصمت دستگاہ مشفقہ محترمہ بیگم سلمہا اللہ تعالیٰ اس مسکین کی جانب سے سلام عافیت انجام پڑھیں (یہاں کے) احوال بہ طور ذوالجلال (اللہ تعالیٰ) کی حمد کے لائق ہیں، امید ہے کہ وہ عفیفہ مشفقہ (آپ) بھی سلامتی اور جمعیت کے ساتھ ہوں گی اور شریعتِ عالیہ اور سنتِ منورہ کے طریقہ پر قائم ہوں گی اور صورت سے حقیقت تک آئیں گی اور لفظ سے معنی کی طرف مائل ہوں گی، کسی نے خوب کہا ہے ؎

قومے ز وجودِ خویش فانی　　　رفتہ ز حروف در معانی

[ایک قوم اپنے وجود سے فانی (بے خبر) ہے وہ حروف سے معانی کے اندر چلی گئی ہے]

آپ کے التفات نامۂ گرامی نے جو کہ آپ نے برادر دینی شیخ نور محمد کے ہمراہ ارسال کیا تھا مشرف کیا اور مسرت بخش ہوا، اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے کہ آپ عافیت سے ہیں اور (ہم) دورافتادہ فقراء کی یاد سے فارغ نہیں ہیں امید ہے کہ اس ناکارہ کو اسی طرح اپنے ضمیرِ مہر تنویر کے گوشے میں راہ دیتی رہیں گی اور سلامتیٔ خاتمہ کی دعا کے ساتھ یاد فرماتی رہیں گی اور اوقات کو ذکر و فکر کے ساتھ اس حد تک معمور رکھیں گی کہ دل کو ماسوا سے کلی قطع تعلق حاصل ہو جائے اور اس کا علمی و حبی تعلق اس (ماسوائے حق) سے ٹوٹ جائے اور کلمۂ طیبہ کے تکرار کے ساتھ وجودِ بشریت کی نفی کرتی رہیں گی اور اپنے آپ سے تعلقات سلب کریں گی یہاں تک کہ عدم محض کے ساتھ جا ملیں اور حقیقی فنا تک پہنچ جائیں ؎

از تست حجابِ تو یقین است　　　شرطِ ہمہ رہروان ہمیں است

[یقینی بات ہے کہ تیرا حجاب تجھ ہی سے ہے، تمام راستہ چلنے والوں کی شرط یہی ہے]

سرائے منصور[1] کے حادثہ کی بابت جو (آپ کی طرف سے) لکھا گیا تھا واضح ہوا، اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے کہ آپ مع متعلقین اس واقعہ سے سلامت رہیں اور کسی شخص کو کوئی گزند نہیں پہنچی، اور یہ جو آپ نے حال میں دیکھا ہے کہ "حضرت خواجہ بزرگ درویشوں کی ایک جماعت کے ساتھ تشریف لائے ہیں اور اس وجہ سے کہ آپ افرنگیوں کے قلعہ میں پڑی ہوئی ہیں اور قلعہ کے دروازے کو آپ پر بند کر دیا گیا ہے آپ گریہ وزاری ۱۳۲

[1] یہ کسی جگہ کا نام ہوگا۔ مترجم

www.maktabah.org

کرتی ہیں حضرت خواجہؒ نے فرمایا تم یوں روتی ہو میں آگیا ہوں تاکہ تمہیں ان فرنگیوں سے آزاد کرادوں، انھوں (حضرت خواجہ قدس سرہ) نے دروازہ کھولا اور کہا "تم جہاں چاہو چلی جاؤ" یہ آفاقی و نفسی دشمنوں کے شر سے رہائی پانے کے بارے میں بشارت ہے چنانچہ حضرت خواجہ بزرگؒ کے قدوم کی برکت سے آپ مفسدوں کے شر سے محفوظ رہیں، امید ہے کہ اُن کے انفاسِ نفیس کی برکت سے انفسی دشمنوں سے بھی رہائی پالیں گی اور اُن (انفسی دشمنوں) کی مزاحمت کے بغیر ترقیات حاصل کریں گی اور مراتب قرب تک پہنچ جائیں گی — آپ نے لکھا تھا کہ "الحمد للہ آپ سابقہ غفلتوں سے قدرے حضور میں آگئی ہیں اور دو حصہ غفلت دور ہو گئی اور ایک حصہ باقی رہ گئی ہے"۔ جسقدر غفلت کہ زائل ہو گئی اور حضوری حاصل ہو گئی ہے ایک نعمت ہے کوشش کریں کہ باطن سے غفلت پوری طرح سے دور ہو جائے اور حضورِ کامل کہ جس کے بعد غیبت نہ ہو حاصل ہو جائے۔ یہی حضور جب غالب آجاتا ہے تو نفسِ حاجز درمیان سے اُٹھ جاتا ہے، حق سبحانہٗ کا حضور خود بخود حاصل ہو جاتا ہے، کیا کیا جا سکتا ہے طریقے کا مدار صحبت پر ہے اور ترقی بظاہر اس کے ساتھ وابستہ ہے، لازمی دوری درمیان میں حائل ہے اگر آپ حضور میں رہیں تو انشاء اللہ تعالیٰ خدمت کے لوازم اور حقوق کی ادائیگی میں تقصیر واقع نہ ہوگی والخیر فیما صنع اللہ تعالیٰ سبحانہٗ [جو کچھ اللہ تعالیٰ سبحانہٗ کرتا ہے اسی میں بھلائی ہے] والسلام اولاً و آخراً

مکتوب ۹۰

شیخ ابوالمظفر برہانپوری کے نام صحبت کے فوائد اور حضرت عالی (مجدد الف ثانی) قدسنا اللہ بسرہٖ العزیز الاقدس کے روضۂ منورہ کی برکات کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ العلی الاعلیٰ والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ خیر الوریٰ وعلیٰ آلہٖ وصحبہ البررۃ التقیٰ۔ امابعد! گرامی نامہ جو کہ آپ نے برادر دینی شیخ نور محمد کے ہمراہ بھیجا تھا پہنچکر مسرت بخش ہوا، آپ نے صحبت پانے کی آرزو کی تھی اور روضۂ منورہ کی زیارت کے شوق کا اظہار بھی کیا تھا، وقت پر موقوف ہے لِکُلِّ اَجَلٍ کِتَابٌ [ہر کام کا ایک وقت معین ہے] بیشک (کام کا) مدار صحبت پر ہے، (سالک) غیبت میں بھی محبت و فنا فی الشیخ کے مطابق فیوض حاصل کرتا ہے لیکن (صرف محبت) اس صحبت کی گرد کو بھی نہیں پہنچ پاتی جو حقوق کی رعایت کے ساتھ ہو، محبت اپنے
۱۳۳ معانی کو جذب کرتی ہے لیکن جب صحبت اس کے ساتھ مل جائے تو سونے پر سہاگہ بن جاتی ہے اور

www.maktabah.org

نورٌ علیٰ نور ہو جاتی ہے اور روضۂ منورہ کی برکات کیا بیان کی جا سکتی ہیں کہ ہم کوتاہ فہموں کے ادراک کی رسائی سے بہت دور ہیں، ہر شخص اپنی استعداد کے مطابق اس کی برکات سے بہرہ مند ہے لیکن اس کی کُنہ وحقیقت کو کون پہنچ سکتا ہے، کسی نے خوب کہا ہے ؎

ہر کسے از ظنِ خود شد یارِ من   از درونِ من نجست اسرارِ من

[ہر شخص اپنے گمان کے مطابق میرا دوست بن گیا (لیکن) اس نے میرے اندر سے میرے اسرار کو نہیں ڈھونڈا]
جو خط آپ نے شاہ محمد کے ہاتھ بھیجا تھا وہ بھی پہنچا، اس میں لکھا ہوا تھا کہ "دل میں بلکہ تمام اعضا اور بال بال میں تیری (حضرت خواجہ محمد معصومؒ کی) صورت محبت کے ساتھ بلا قصد آتی ہے اور بہت زیادہ حلاوت وذوق بڑھاتی ہے اس کے بعد میری صورت ہو بہو تیری صورت ہو جاتی ہے خاص کر توجہ کرنے کے وقت الخ" میرے مخدوم! اس کیفیت کے ساتھ متصف ہونا کمالِ مناسبت کی خبر دینے والا ہے، شاید کہ ایک حقیقت کا اتحاد دوسری حقیقت کے ساتھ محقق ہونا حاصل ہوا ہے جو کہ صورت کے اتحاد کے ساتھ جلوہ گر ہوا ہے۔ ع

در عشق چنیں بوالعجبیہا باشد   [عشق میں ایسی ہی بوالعجبیاں ہوتی ہیں]

بزرگوں نے جو کمون وبروز فرمایا ہے وہ گویا اسی قسم سے ہے۔ میرے مخدوم! یہ بیان آپ کے حال کے موافق تحریر ہوا ہے، بعضوں کو جو یہ کیفیت پیش آتی ہے تو اس کا باعث کچھ اور ہوتا ہے۔ آپ نے برادرانِ دینی خواجہ امان اللہ وخواجہ محمد مومن کے احوال واطوار کے بارے میں جو کچھ لکھا تھا اس نے بہت مسرور کیا زَادَهُمَا اللّٰهُ تَوْفِيقًا وَعُرُوجًا وَتَرَقِّيًا [اللہ تعالیٰ ان دونوں کو مزید توفیق وعروج وترقی عطا فرمائے] ان دونوں عزیزوں کو علیحدہ خطوط لکھوں گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الہدیٰ

مکتوب ۹۱

حقائق ومعارف آگاہ خواجہ محمد صدیق بدخشی ملقب بہ ہدایت کے نام حضرت مجدد الف ثانی (قدس سرہ) کے فراق کے اظہار اور حضرت موصوف کے کچھ کمالات کے بیان میں تحریر فرمایا، یہ مکتوب بہت طویل تھا اس کے بعض اوراق گم ہو گئے ان اوراق میں سے جو باقی رہ گئے تھے ان کو نقل کر لیا گیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، حقائق آگاہ ومعارف آشنا کے قیام اس فرقت زدہ گنہگار کی دعا ونیاز مندی قبول فرمائیں، سوزشِ سینہ وغمِ دیرینہ

www.maktabah.org

متعلق چند سطریں بیاض پر لکھی تھیں اس کے مضمون کو اس عزیز الوجود (آپ) کی طرف ہدیہ کے طور پر ارسال کیا جا رہا ہے۔ ۱۳۷

میرے مخدوم! حضرت قطب الاقطاب زبدۃ المحققین وارثِ المرسلین امام وغوث انام (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) کے فراق کا غم مہینوں اور دنوں کے گزرنے کے ساتھ اور زیادہ قوی ہوتا جا رہا ہے اور جتنا پرانا ہوتا جا رہا ہے اتنا ہی زیادہ تازہ ہو رہا ہے اور خاص طور پر آجکل اس شیفتہ مشتاق پر اُس بیگانہ آفاق کے فراق کے باعث عجب وارفتگی پیدا ہو گئی ہے اور اُس مجلسِ بہشت آئین کی یاد سے جگر کباب اور آنکھیں پُر آب ہوئی جاتی ہیں، اگر آپ تمام دنیا میں پھریں تو اس لِلّٰہ فی اللہ اجتماع کو کہاں دیکھیں گے اور صحبت کے ان فیوض و برکات کو کہاں پائیں گے؟ اور وہ معارف و حقائق و دقائق جو ذات و صفاتِ تعالٰی و تقدس کے بارے میں (ان کی مجلس میں) بیان ہوتے تھے اور ہر شخص کے کانوں تک پہنچتے تھے اب کس سے سنیں گے؟ اور وہ اسرار جو کہ محرمانِ خاص سے بیان ہوتے تھے اب کہاں سے ظہور پائیں گے؟ اور وہ معاملاتِ خاص کہ محرمانِ راز میں سے بھی ایک یا دو سے زیادہ آدمیوں کو ان کے سننے کی گنجائش نہ تھی اب کس سے سُنے جائیں گے؟ اور وہ اسرار و معاملات کہ کوئی فرد وہاں (اُن کا) محرم نہ تھا اور سربمہر مدفون ہو گئے وہ جُدا رہے، اگرچہ اُن معاملات کے سننے کے باعث دل اضطراب میں اور سینہ سوزش میں اور حواس تشنگی میں اور عقل حیرت میں تھی لیکن حضرت عالی (قدس سرہٗ) کو صفتِ مذکور کے ساتھ محض دیکھنے ہی سے دل کے لئے ایک حضور اور سینہ کے لئے ایک نور ظاہر ہوتا تھا جو کہ اضطراب کے جوش اور سوزش کی آگ کو ٹھنڈا کر دیتا تھا اور عقل و حواس اُس قبلۂ کبار کے دیدار کے رعب کے باعث ہوش سے جاتے رہتے تھے اور تشنگی و حیرت سے خالی ہو جاتے تھے، اس لئے بہت مرتبہ ایسا ہوا ہے کہ کوئی درویش اُن عالی حضرت (مجدد علیہ الرحمہ) کی خدمت میں بعض سوالات دریافت کرنے یا باطنی احوال عرض کرنے کی نیت سے آیا ہے اُن کے سامنے آتے ہی تمام سوالات اس کی وسعتِ سینہ سے محو ہو گئے اور احوال و مواجید میں سے کچھ بھی نہ رہا جس طرح طلوعِ آفتاب رات کی تاریکی کو دُور کر دیتا ہے، اسی طرح آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہی تمام امورِ مذکورہ محو ہو جاتے تھے، اس اثنا میں بعض اوقات حضرتِ عالی (اس درویش سے) دریافت فرماتے تھے کہ ہاں فلاں صاحب تمہارا کیا حال ہے؟ یا یہ فرماتے، اگر کچھ دریافت کرنا ہو تو کہو، لیکن وہ بیچارہ آپ کے سامنے از خود رفتہ ہو جاتا تھا اور اس کی زبان بند ہو جاتی تھی اور وہ فہم و عقل سے خالی ہو جاتا تھا، کسی نے خوب کہا ہے ؎

خرد از دبدبش تسبیح خواناں گریزد ہمچو فرتوت از جواناں

www.maktabah.org

[عقل ان کے دیکھنے سے تیز بڑھتی ہوئی اس طرح بھاگتی ہے جیسے بوڑھا آدمی جوانوں سے بھاگتا ہے]
وہ شخص ہاں یا نہیں کچھ نہیں کہہ سکتا تھا اور اپنے حال کی نفی و اثبات اور کسی استفسار کے متعلق کچھ
بھی لب کشائی نہیں کرسکتا تھا اور بیخود ہو کر نہایت شرمندگی کے ساتھ لوٹ جاتا تھا اور بعد،

مکتوب ۹۲ ۱۳۵۰

شیخ امام الدین پنجابی کے نام نصیحت کے بیان میں اور معرفت حاصل کرنے پر ترغیب دینے اور
حاجی محمد شریف خادم کے بعض احوال کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حمد و صلوٰۃ و ارسال تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ اس نواح کے
فقراء کے احوال و اطوار حمد کے لائق ہیں، مکتوب مرغوب کہ جس میں آپ نے برسوں کے بعد اس دور افتادہ
کو یاد کیا تھا اور وہ بھی حاجتمندوں کی سفارش کی تقریب سے تھا، پہنچکر مسرت بخش ہوا، آپ نے عدم ملاقات
اور نہ آنے کے عذرات بھی لکھے تھے وہ بھی واضح ہوئے، میرے مخدوم! نہ آنے کے اسباب اور مرغوب چیزوں
کے ترک کرنے کو بھی اچھی طرح ملاحظہ فرمائیں اور ان عذرات کے بالمقابل رکھیں کہ کونسا پلڑا غالب ہے
اللہ تعالیٰ کا حق تمام حقوق پر غالب ہے اور اللہ عزوجل کی معرفت اہم مقاصد میں سے ہے،
ایمان حقیقی معرفت پر موقوف ہے جو کہ فنا فی المعروف سے عبارت ہے، امید ہے کہ یہ ایمان خلل سے
محفوظ اور زوال سے مامون ہو گا، اور جو ایمان کہ اس معرفت سے پہلے حاصل ہے وہ ایمان مجازی ہے
جو کہ زوال سے محفوظ نہیں ہے، اور یہ جو آیت قرآنی میں آیا ہے یَآ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ
رَسُوْلِهٖ [اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ]، اور یہ جو ماثورہ دعاؤں میں وارد ہوا ہے ۱۳۶
اَللّٰهُمَّ اِنِّیْۤ اَسْئَلُكَ اِیْمَانًا لَیْسَ بَعْدَهٗ كُفْرٌ [اے اللہ! میں ایسا ایمان مانگتا ہوں جس کے بعد کفر نہ ہو]
گویا اسی ایمان حقیقی کی طرف اشارہ ہے۔ الغرض اس معرفت کا طالب ہونا چاہئے اور جہاں کہیں سے
اس نعمت (معرفت) کی خوشبو دماغ میں پہنچے اس کے درپے ہو جانا چاہئے اور گھر بار کو چھوڑ دینا چاہئے
اور رشتہ داروں اور اولاد کو الوداع کہنا چاہئے اس لئے کہ وہ تعالیٰ شانہٗ سب سے زیادہ محبوب و
مرغوب ہے اس کا حق تمام حقوق پر غالب اور سب سے راجح ہے، آیہ کریمہ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ
اَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِیْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ِۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ
كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَیْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِیْ سَبِیْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا ۱۰

www.maktabah.org

[آپ کہہ دیجیے کہ اگر تم کو اپنے باپ دادا، اپنی اولاد، اپنے بھائی، بیویاں، رشتے دار اور وہ مال جس کو تم نے کمایا ہے اور وہ تجارت جس کی کساد بازاری سے تم ڈرتے ہو اور وہ گھر جن کو تم پسند کرتے ہو (اگر تم کو) یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور جہاد فی سبیل اللہ سے زیادہ محبوب ہیں تو تم منتظر رہو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنی عقوبت تم پر نازل کرے] اس حقیقت پر دلالت کرتی ہے۔ میرے مخدوم! عذر آمیز تمہیدات اسی وقت تک ہیں جبتک کہ شوق کی آگ اور طلب کا جنون دل میں پیدا نہیں ہوا ہے اور جب یہ آگ بھڑک اٹھتی ہے اور طلب کا جنون شعلہ زن ہوتا ہے سب تمہیدات پیچھے رہ جاتی ہیں اور عذر کی زبان بند ہو جاتی ہے اور جذبِ الٰہی جل شانہٗ اس کو بالوں سے کھینچکر معشوق کی طرف لیجاتا ہے اور محبوب کے کوچے میں م ۱۳۶
پہنچا دیتا ہے بیشک عشق کے راستے میں قدرے جنون بھی درکار ہے اور قیدِ عقل سے تھوڑی سی رہائی بھی ضروری ہے ؎

دل اندر زلفِ لیلیٰ بند و کارِ عقلِ مجنوں کن
کہ عاشق را زیاں دارد مقالاتِ خردمندی

(دل کو لیلیٰ کی زلف میں قید کر دے اور مجنوں کی عقل سے کام کر کیونکہ عقلمندی کی باتیں کرنا عاشق کے لئے نقصان دہ ہے) ہاں بڑھاپا اور جسمانی کمزوری (البتہ) ایک معقول عذر ہے۔ دیگر یہ کہ) آپ نے اپنے باطنی احوال اور ان کے شکر و شکایات کی بابت کچھ نہیں لکھا، چونکہ محبت اور باطنی رابطہ قائم ہے (اس لئے) امید ہے کہ اس نسبت میں کوئی نقص واقع نہیں ہوا ہوگا بلکہ اگر ایامِ جدائی کے طویل زمانہ نے اثر نہ کیا ہو تو معاملہ ترقی میں ہوگا کہ ہمارے طریقہ کا مدار صحبت پر ہے، بہرحال جہاں کہیں بھی رہیں جمعیتِ (باطنی) کے ساتھ رہیں اور ذکر و فکر میں مشغول رہیں اور کمرِ ہمت کو مولائے حقیقی جل شانہٗ کی عبادت و رضامندی میں چست باندھیں اور باطنی ترقی میں کوشش کریں مَنِ اسْتَوَىٰ يَوْمَاهُ فَهُوَ مَغْبُوْنٌ [جس شخص کے دو دن یکساں گذریں (یعنی وہ ترقی نہ کرے) تو وہ خسارے میں ہے] دوستوں کو سلامتیِ ایمان کی دعا سے یاد رکھیں، میرے مخدوم! برادر دینی حاجی محمد شریف نے طے کیا ہے کہ (ہم) فقراء کی صحبت میں رہے اور اس نے بہت سے فوائد حاصل کئے ہیں اور بہت ترقیاں حاصل کی ہیں ان کی والدہ و ہمشیرہ وہاں پر ہیں توقع ہے کہ آپ ان کی خبرگیری کرتے رہیں گے اور ان کی خیریت پوچھتے رہیں گے، والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الہدیٰ۔

مکتوب ۹۳

خواجہ امان اللہ قاضی زادہ برہان پوری کے نام ان کے حال کی شرح اور کمالاتِ نماز کے بیان میں تحریر فرمایا۔

www.maktabah.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد و صلوٰۃ و تبلیغِ دعوات کے بعد عرض ہے کہ آپ کا جو خط شوق و ذوق پر مشتمل تھا پہنچا اس نے خوش وقت کیا، آپ نے لکھا تھا کہ "بعض نمازوں میں ایسی حالت پیش آتی ہے کہ گویا فقیر حضرتِ صمدیت جل جلالہٗ سے (اس طرح) کلام کرتا ہے کہ کوئی حجاب و پردہ درمیان میں نہیں رہا ہے اور مست و بےخود ہو جاتا ہے کہ نماز کو بھول جاتا ہے اور نظرِ حیرت سے اپنے آپ کو اور اپنے غیر کو نور کے بغیر نہیں دیکھتا اسی اثناء میں خود پر قابو پا کر ہوش میں آتا ہے، اچانک رقت و عاجزی غالب آجاتی ہے اور یہی حالت قرآن مجید کی تلاوت اور دوسری عبادات میں پیش آتی ہے"۔ اے سعادت آثار! یہ کیفیت جو آپ کو پیش آتی ہے ایک اعلیٰ کیفیت اور مبارک حالت ہے، (ایسا) کیوں نہ ہو کہ نماز مومن کی معراج ہے؟ ص ۱۲۷

جو کیف و ذوق کہ نماز سے پیدا ہوتا ہے وہ تمام اذواق و کیفیات سے ممتاز ہے اور چونکہ نماز میں قرآن مجید کی تلاوت بھی شامل ہے اور حدیث شریف مَنْ اَرَادَ اَنْ یُّحَدِّثَ رَبَّهٗ فَلْیَقْرَءِ الْقُرْاٰنَ [جو شخص یہ چاہے کہ اپنے رب سے کلام کرے تو اس کو چاہیے کہ قرآن مجید پڑھے] کے مطابق قرآن مجید کی تلاوت کرنا (گویا) اپنے پروردگار کے ساتھ باتیں کرنا ہے خاص طور پر جو تلاوت کہ نماز میں واقع ہو وہ اور ہی درجہ رکھتی ہے اور بہتر ثمرہ لاتی ہے، اور حدیث شریف میں آیا ہے قُرْاٰنٌ فِیْ صَلٰوۃٍ خَیْرٌ مِّنْ قُرْاٰنٍ فِیْ غَیْرِ صَلٰوۃٍ الحدیث[1] [نماز میں قرآن کا پڑھنا نماز کے علاوہ قرآن پڑھنے سے بہتر ہے] پس اگر یہ حقیقت (جو آپ نے بیان کی ہے) نماز میں جلوہ گر ہو جس کی شان میں (حدیث شریف میں) آیا ہے اَقْرَبُ مَا یَکُوْنُ الْعَبْدُ مِنَ الرَّبِّ فِی الصَّلٰوۃِ[2] [نماز میں بندہ اپنے رب سے زیادہ قریب ہوتا ہے] اور تکلم کی کیفیت ظاہر ہو تو گنجائش ہے اور نیز اگر نمازی حجاب کا رفع ہونا محسوس کرے تو مناسب ہے۔ اور حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ نماز میں وہ حجاب اٹھا لیا جاتا ہے جو بندہ اور پروردگار کے درمیان ہے، نماز ایک دلربا محبوب ہے جب نمازی کے باطن پر اس کے جمالِ باکمال کا پرتو پڑتا ہے اور اس کے حسن و خوبی کا ظہور ہوتا ہے تو قریب ہے کہ اس (نمازی) کو مست و بےخود کردے اور اس کو از خود رفتہ بنا دے اور جب اس کے انوار سے متصف اور اس کے زیور سے آراستہ ہو جاتا ہے تو اپنے آپ کو نور پاتا ہے اور جامعیتِ انسان کے حکم کے مطابق اپنے غیر کو بھی نور دیکھتا ہے اور اپنے وصف کے ساتھ موصوف جانتا ہے گویا تمام اشیاء میں عارف جلوہ گر ہے جیسا کہ ابتداء میں اپنے آپ کو اور تمام اشیاء کو ذاکر پاتا ہے وہاں (ان اشیاء میں) بھی ذاکر وہ (عارف) ہے کہ وہ (اپنے آپ کو) اشیاء میں مشاہدہ کرتا ہے

---

[1] بیہقی کی روایت کے الفاظ یہ ہیں قراءة القرآن فی الصلوٰة افضل من قراءة القرآن فی غیر الصلوٰة (مشکوٰة)

[2] مسلم شریف کی روایت کے الفاظ یہ ہیں اقرب ما یکون العبد من ربہ وھو ساجد فاکثروا الدعاء (مشکوٰة)

www.maktabah.org

سُنتے ہیں کہ امامِ اہلِ حضرت امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) ایک مرتبہ نماز میں تھے کہ بیہوش ہو کر گر پڑے اور جب ہوش میں آئے تو ان سے دریافت کیا گیا۔ انھوں نے فرمایا کہ میں قرآن مجید کی ایک آیت کو بار بار پڑھ رہا تھا یہاں تک کہ میں نے اس آیت کو اس کے متکلم (اللہ تعالیٰ) سے سُنا۔ آپ نے لکھا تھا کہ میں ماہِ رمضان میں معتکف تھا میں نے ستائیسویں شب میں طرح طرح کی چیزیں مشاہدہ کیں، خلاصہ یہ کہ وہ شب روشن، منور اور پُرنور تھی اچانک فقیر (مجھ) پر ایک حالت و کیفیت رونما ہوئی، ایسا معلوم ہوا کہ یہ رات شبِ قدر ہے۔" میرے مخدوم! اس فقیر اور دوسرے دوستوں نے بھی اسی (ستائیسویں) شب میں بیحد انوار و برکات مشاہدہ کئے اور شبِ قدر کا گمان کیا وَالْغَیْبُ عِنْدَ اللّٰہِ [اور غیب کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے] دوسرے احوال جو آپ نے دیکھے اور لکھے ہیں اور جو پیرایہ ہیں کہ آپ کو حال میں آنسرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی جانب سے عطا ہوا ہے وہ سب عمدہ و اعلیٰ ہیں، اللہ تعالیٰ کمال و اکمال کے مراتب میں ترقی عنایت فرمائے۔

۱۲۵

مکتوب ۹۴

خواجہ علی جعفر خاں کے نام قصور کی دیدار و معرفت حاصل کرنے پر رغبت دلانے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اللہ تعالیٰ انسانوں کے سردار جو کہ نگاہ کی کجی سے پاک ہیں علیہ وعلیٰ آلہٖ افضل الصلوات واکمل التحیات کے طفیل آپ کے سینہ کو کھول دے اور آپ کے درجے کو بلند کرے اور آپ کے کام کو آسان کر دے آپ کے گرامی نامہ نے جو کہ اس مسکین کے نام ارسال کیا تھا مشرف کیا۔

آپ سلامتی و عافیت کے ساتھ رہیں اور سنتِ منورہ کے طریقہ پر قائم رہیں، آپ نے حسنِ ظن کے طور پر مجھ اس درویش دلفگار کے بارے میں لکھا تھا۔ فقیر کسی طرح اس حقیقت کے قابل نہیں ہے اور نقص و کوتاہی کے باعث اہلِ کمال کے ساتھ کچھ نسبت نہیں رکھتا اور اہل اللہ کی خاکِ پا کو (بھی) نہیں پہنچتا۔

ع من ہیچم و کم ز ہیچ بسیارے [میں ہیچ (کچھ بھی نہیں) ہوں اور بلکہ ہیچ سے بھی بہت کم ہوں]

اس قدر ہے کہ جو کچھ بزرگوں نے اس ناکارہ کو عنایت فرمایا ہے چونکہ امانت دار ہے ناقابل ہونے کے باوجود اس کے حقداروں کو پہنچاتا ہے اور اگر کسی ایک میں کچھ اثر پیدا ہو جاتا ہے تو ان اکابر کے انفاسِ نفیسہ سے ہے خود کو درمیان میں نہیں دیکھتا ہے ع

ما خود نہ ایم ایں ہمہ الحان ز مُطرب ست [ہم خود کچھ نہیں ہیں یہ سب مطرب کا راگ ہے]

www.maktabah.org

میرے مشفق و مکرم! ہم اور آپ سے اس دنیائے فانی میں عبادت و بندگی اور حق جل وعلا کی معرفت کا حاصل کرنا مطلوب ہے اور معرفت اس طائفہ علیہ (صوفیہ) کے نزدیک معروف میں فنا ہوئے بغیر صورت پذیر نہیں ہے۔

؎ تو مباش اصلا کمال این ست وبس ‌‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ رو درو گم شو وصال این ست وبس

[تو ہرگز نہ رہ کمال یہی ہے اور بس ، جا اس میں گم (فنا) ہو جا وصال یہی ہے اور بس]

پس عقلمندوں اور دانشمندوں پر لازم و ناگزیر ہے کہ اپنے حاصلِ کار و نقدِ روزگار (مقصود و مطلوب) میں غور کریں جس شخص کو مذکورہ معرفت حاصل ہے تو اس کے لئے خوشی و بشارت ہے جو کچھ اس کی پیدائش سے مقصود تھا وہ بجا لایا اور انسانی کمال تک پہنچ گیا اور جس شخص کو یہ معرفت حاصل نہیں ہے اس کو اس کی طلب سے فارغ نہیں ہونا چاہئے اور جہاں کہیں سے اس نعمت کی بُو اس کے دماغ میں پہنچے اس کے درپے ہو جانا چاہئے، افسوس ہے کہ جو کچھ اس فانی دنیا میں اس سے طلب کیا گیا ہے وہ اس کو بجا نہیں لاتا اور دوسرے امور میں مشغول ہوتا ہے اور جس چیز کی تخریب چاہی گئی ہے اس کی تعمیر کرتا ہے، کل (قیامت کے روز) کس منہ سے بارگاہِ صمدیت میں آئے گا اور کس حیلے سے عذر کی زبان کھولے گا ؎

ترسم کہ یار با ما نا آشنا بماند ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ تا دامنِ قیامت ایں غم بما بماند

[میں ڈرتا ہوں کہ (مبادا) محبوب ہمارے (حال) سے نا آشنا ہی رہے اور یہ غم دامنِ قیامت تک ہمارے ساتھ رہے]

آپ نے بیمار کی صحت یابی کی دعا کے لئے کہا تھا، برادرم شیخ محمد علیم نے ان دنوں میں اور پہلے بھی اس قصہ کو تفصیل کے ساتھ لکھا تھا دعا و توجہ جو کچھ (ہم) فقراء کا معمول ہے اس میں کوتاہی نہیں کی گئی، بیش از بیش کی گئی ہے اور قبولیت کے آثار بھی معلوم ہوتے ہیں حضراتِ خواجگانِ عالیشان کا ختم بھی م ۱۳۹
درویشوں کی جماعت کے ساتھ بارہا پڑھا گیا ختمات نورانی ظاہر ہوئے ان شاء اللہ تعالیٰ صحت ہے، ہم امیدوار ہیں کہ اس خط کے پہنچنے سے پہلے ہی رو بصحت ہو گئے ہوں گے۔ ع

باکریماں کارہا دشوار نیست ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ [کریموں کے لئے کوئی کام دشوار نہیں ہے]

میرے مخدوم و مکرم! ماسوائے حق جل وعلا کی گرفتاری امراضِ قلبیہ میں سب سے شدید مرض ہے اس کے ازالہ کی فکر اہم مقاصد میں سے ہے ع

در خانہ اگر کس است یک حرف بس است ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ [اگر گھر میں کوئی ہے تو ایک حرف (ہی) کافی ہے]

(خدا کرے) ظاہری و باطنی نعمت میں ترقی ہو۔

❁ ❁

❁

www.maktabah.org

مکتوب ۹۵

شیخ علیم جلال آبادی کے نام ظاہری و باطنی نعمتوں کا شکر ادا کرنے پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ، اللہ تعالیٰ کمال و اکمال کے اعلیٰ مرتبہ تک پہنچائے، (آپکا) مکتوب گرامی پہنچکر مسرت بخش ہوا اور اس کے حقائق واضح ہوئے آپ نے حلقہ ذکر کی رونق اور دوستوں کی ترقی کے بارے میں لکھا تھا اَللّٰھُمَّ زِدْ [اے اللہ اور زیادہ فرما] اللہ جل سلطانہٗ کی نعمتوں کے متعلق کیا لکھا جا سکتا ہے کہ ظاہر و باطن کو احاطہ کئے ہوئے ہیں، وَاَسْبَغَ عَلَیْکُمْ نِعَمَہٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً [اور اللہ تعالیٰ نے تم پر اپنی ظاہری و باطنی نعمتوں کو ۳۱/۲۰
پورا کر دیا] پس جس کو نعمت عطا ہوئی ہے اس کو چاہئے کہ ظاہر و باطن سے اس عزّ وجل کے شکر میں مشغول رہے اور صورت و معنی میں حضوری کے ساتھ رہے اور اس کے غیر کے ساتھ اس کی اجازت کے بغیر مشغول نہ ہو اس لئے فرمایا ہے، وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ [اور تم ظاہری و باطنی گناہ کو چھوڑ دو] تاکہ ظاہری ۶/۱۲۱
گناہ کے ترک سے ظاہری نعمتوں کا شکر ادا ہو اور باطنی گناہ کے ترک سے کہ منجملہ ان کے ماسوا کے ساتھ وابستگی والتفات ہے باطنی نعمتوں کا شکر حاصل ہوتا ہے۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ شکر سے مراد بندہ کا ان تمام چیزوں کو جو اللہ تعالیٰ نے اس پر انعام فرمائی ہیں یعنی اپنے اعضا اور ظاہری و باطنی قوتوں کو ان مقاصد میں استعمال کرنا ہے جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان (اعضا و قویٰ) کو پیدا کیا اور اس (بندے) کو عطا فرمایا ہے، اس کے باوجود اللہ جل وعلا کی تدبیر سے بے خوف نہ رہے اور ڈرتا اور کانپتا رہے، فَلَا یَاْمَنُ مَکْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ [پس اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے خسارے والی قوم ہی بے خوف رہتی ہے] ۷/۹۹

مکتوب ۹۶

بدیع بیگ سمرقندی کے نام ان کی کیفیات کی وضاحت اور احوال کی شرح میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ برادر دینی محمد بدیع بیگ اس دور افتادہ کا سلام عافیت انجام پڑھیں۔ آپ نے جو مکتوب بہ غرض محبت کے باعث

www.maktabah.org

بھیجا تھا چونکہ دوستوں کی سلامتی کی خبر دینے والا اور پسندیدہ احوال پر مشتمل تھا (اسلئے) اس نے مدد اور بہت زیادہ خوشی بخشی۔ آپ نے قلبی وسوسے کے دور ہونے کی بابت لکھا تھا کہ "اس طرح دل میں جمعیت ہے کہ اگر ہزار سال گذر جائیں تو بھی ماسوی اللہ کا خیال دل پر نہ گذرے الخ" میرے مخدوم دل سے غیر اللہ کا خیال بالکل دور ہو جانا فنائے قلب ہے اور ولایت کا پہلا درجہ ہے، بزرگوں نے کہا ہے جبتک نہ پائے رہائی حاصل نہیں ہوتی، قلب کو جو ماسوا سے کلی قطع تعلق حاصل ہوتا ہے اور تعلقات و موانعات سے رہائی حاصل ہوتی ہے وہ یافت (پانا) اور معرفت کے بغیر نہیں ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "میں ایک رات بیداری میں دیکھتا ہوں کہ ایک نور نقطہ کی صورت میں ظاہر ہوا، اس نے میرے تمام وجود کو احاطہ کر لیا، معلوم ہوا کہ لطیفہ قلب روح وخفی واخفیٰ سب فنا ہو گئے گویا ایک ہڈی کا ٹکڑا باقی رہ گیا" یہ دید (آپ کے لئے) قلب کی مانند تمام لطائف کی فنا کی بشارت ہے لیکن تعجب ہے کہ آپ نے نفس کے بارے میں نہیں لکھا معلوم نہیں کہ کیا راز ہوگا اور اس فقیر نے عالم امر کے تمام لطائف کی فنا کی علامات اور (ان میں سے) ہر ایک کے خواص ایک مکتوب میں لکھے ہیں اُن معانی (علامات) کو اپنے اندر ملاحظہ کریں۔ آپ نے لکھا تھا کہ "تہجد کے وقت ایک اچھی حالت رکھتا تھا التحیات پڑھتے وقت اپنے آپ کو نیست پایا کہ (رب العزت) خود اپنے آپ سے سوال کرنے والا اور خود اپنے آپ کو جواب دینے والا ہے معراج کی رات میں جو حالت کہ سرورِ عالمیان علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت رب العزت کے درمیان التحیات پڑھنے میں واقع ہوئی تھی بعینہٖ وہی ظاہر ہوئی کہ گویا (گفتگو) اس کمترین اور رب العزت تعالیٰ وتقدس کے درمیان ہے" میرے مخدوم اپنے آپ کو نیست پانا اور سوال و جواب سب حق تعالیٰ سے دیکھنا ایک عجیب حالت ہے گویا آپ کی زبان اس وقت میں شجرہ موسوی کے حکم میں ہو گئی تھی اور یہ یافت فنا و بقا کی خبر دینے والی ہے، اور یہ جو اس کے بعد آپ نے لکھا تھا کہ "اس کمترین اور حضرت رب العزت کے درمیان ہے" بظاہر سبق سے مطابقت نہیں رکھتا (کیونکہ وہاں رباسبق ہیں) آپ نے سوال و جواب دونوں کو حق تعالیٰ سے منسوب کیا ہے یا اپنی نفی کی ہے اور یہاں آپ نے اپنا اثبات کیا ہے وہ مقامِ ولایت کے مناسب ہے جو ہوشیاری کے بعد ہوتی ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "(یہ فقیر) مراقبہ میں تھا ایک نہایت لطیف نور ظاہر ہوا اس نے اس فقیر کا جسم نابود ہو گیا" میں اپنے آپ کو ایک علم سے تعبیر کرتا تھا جو کہ اس نور کا مشاہدہ کرنے والا ہے مجھ جیسا ضعیف ... نہایت لطیف بے کیف نور فوارہ کی مانند اوپر کی طرف چڑھتا تھا" میرے مخدوم! ۴۱
شاید اس نور کے ظہور کے وقت آپ کا وجود اس میں چھپ گیا اور اس نور نے خود بخود جلوہ فرمایا ہے

مرا دیگر بجائے خود نہ بینی چو جاں آئی بجانِ من نشینی

[تو دوبارہ مجھ کو اپنی جگہ پر نہ دیکھے، تو جان کی مانند آئے اور میری جان میں بیٹھے] والسلام اولاً و آخراً۔

www.maktabah.org

مکتوب ۹۷

شیخ نصر اللہ بنگالی کے نام نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد و صلوٰۃ و تبلیغِ دعوات کے بعد عرض ہے کہ اس نواح کے احوال و اطوار حمد کے لائق ہیں امید ہے کہ آں برادر (آپ) بھی جمعیت کے ساتھ ہوں گے اور شریعت عالیہ و سنت منورۂ مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے طریقہ پر قائم ہوں گے۔ آپ نے جو خط ازراہِ محبت جہان آباد[1] سے بھیجا تھا اس نے پہنچکر خوش وقت کیا اور جو خط آپ نے پٹنہ سے ارسال کیا تھا وہ بھی پہنچا، اپنے اوقات کو طاعات و عبادات اور ذکر و فکر میں صرف کریں اور سفرِ طویل (آخرت کے سفر) کا زادِ راہ تیار کریں آیۂ کریمہ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ [ہر نفس کو غور کرنا چاہئے کہ اس نے کل (قیامت) کے لئے کیا (سورۃ الحشر ۱۸)
آگے بھیجا ہے] کے مضمون پر اچھی طرح غور کریں اور گوشۂ نامرادی و گوشۂ مسجد کو ترک نہ کریں اور مساکین و اہلِ جمعیت کے ساتھ صحبت رکھیں اور اہلِ تفرقہ و امراء سے دور رہیں اور بلا ضرورت ان کے ساتھ نہ بیٹھیں، آیۂ کریمہ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ [اور اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ پابند رکھئے جو صبح و شام اپنے رب کو محض اس کی رضامندی کیلئے یاد کرتے ہیں] (سورۃ الکہف ۲۸)
کو پڑھیں، طالبانِ حق جلّ وعلا کی خدمت اور دلجوئی کریں اور اپنی توجہات کو اُن سے نہ روکیں اور دوستوں کو خیر و سلامتیٔ ایمان کی دعا کے ساتھ یاد رکھیں، والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۹۸

خواجہ علی کے نام فنائیت کے حاصل کرنے اور وقت کو معمور رکھنے کی ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد و صلوٰۃ کے بعد عرض ہے کہ جو خط آپ نے ان دنوں میں بھیجا تھا پہنچکر مسرت بخش ہوا، نسبتِ باطن کو عزیز جانیں اور اس کی اچھی طرح محافظت کریں، شاید کہ معرفت کے پھولوں میں سے کوئی پھول آپ کے باطن میں کھلے اور قرب اور بوئے وصال کی خوشخبری لائے اور وجود کو نابود کردے اور ہستی موہوم کو درمیان سے اٹھادے اور عدمیت ذاتی ظاہر ہو جائے اور حضور و جود بخود جلوہ گر ہو جائے، مختصر یہ کہ کوشش کریں کہ وقت بیکار نہ گذرے اور باطلِ حق نما اپنا ذخیرہ نہ بنالے اور

[1] جہان آباد پٹنہ کے قریب ایک قصبہ ہے۔

www.maktabah.org

قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴿آپ کہہ دیجئے کہ حق آیا اور باطل مٹ گیا بیشک باطل مٹنے ہی والا تھا﴾ کا حاکم بشریت کے ممالک پر غلبہ پالے اور (اس کو) اپنے تصرف میں لے آئے اور ان ممالک کے خزانوں اور دفینوں کو اس نسبت عالیہ کی دلہنوں کے مہروں میں ادا کرے اور جنک بے انس و شوق کے چھپر کھٹ پر اس دلہن کا ہم آغوش رہے اور ہمیشہ شراب وصال سے بیخود رہے، والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۹۹

شیخ حسین منصور جالندھری کے نام ان کے احوال کی شرح میں مع بشارت عالی کے تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی گرامی نامہ پہنچکر مسرت بخش ہوا، اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے کہ فقیر کو ان دنوں میں صحت کلی حاصل ہے اگرچہ (ابھی) پیدل نہیں چل سکتا لیکن پالکی میں بیٹھکر مسجد میں (صرف) چار نمازوں میں جاتا ہوں اور دوستوں کو خطوط بھی لکھتا ہوں آپنے لکھا تھا کہ " اعلام والہام کے حکم کے مطابق اُس تعالیٰ شانہٗ کی بارگاہِ قدس میں متوجہ ہو کر بعض عوارض کے منکشف ہونے کی طلب کرتا ہوں تو اعلام والہام کے طور پر ظاہر کر دیا جاتا ہے، اس نعمت کا شکر بجالائیں، اللہ تعالیٰ خطا و غلطی سے محفوظ رکھے اس لئے کہ کشف میں اس (خطا و غلطی) کا احتمال واقع ہوتا ہے اگر امور کونیہ (حوادث یومیہ دنیویہ) کے کشف میں خطا ہو جائے تو معمولی بات ہے اور اسرار الہیہ اور ان کے مناسب امور یعنی اعتقادات و عبادات کے کشف میں کسوٹی شریعت حقہ ہے جو کشف کہ شرعی قوانین کے موافق ہو اور ان سے متصادم نہ ہو وہ اعتماد کے قابل ہے اور جو ایسا نہیں ہے (بلکہ متصادم ہے) وہ قابل اعتماد نہیں ہے۔ آپنے لکھا تھا کہ " میں حقیقت کعبہ کے ساتھ متحقق ہوتا پاتا ہوں تو (خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ) بھی غائبانہ توجہ کر کے کچھ لکھے؟ میرے مخدوم! معاملہ نازک ہے غائبانہ توجہ پر اکتفا نہیں کی جا سکتی، اگر ملاقات مقدر ہے تو ان شاء اللہ تعالیٰ سامنے موجود ہونے میں اس معاملہ کی تشخیص کی جائے گی، اس کے باوجود (یہ فقیر) توجہ سے دریغ نہیں کرتا، اگر کچھ واضح ہوگا تو ان شاء اللہ تعالیٰ لکھا جائیگا۔ خط لکھنے کے بعد جب اس بارے میں غور کیا تو اس مقام نادر سے آپ کے لئے کچھ حصہ معلوم ہوا، والغیب عند اللہ سبحانہٗ ﴿اور غیب کا علم اللہ سبحانہٗ کو ہے﴾۔ ۱۴۳

والسلام اولاً و آخراً

www.maktabah.org

مکتوب ۱۰۰

ملا محمد باقر لاہوری کے نام اُن کے خطوط کے جواب میں تحریر فرمایا جو کہ اُن کے اور ان کے احباب کے لیے احوال اور مبارک کیفیات پر مشتمل تھے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حمد و صلوٰۃ اور ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ آپ کے تین خطوط یکے بعد دیگرے پہنچے چونکہ فقیر کو نقاہت تھی اس لئے جواب نہیں دے سکا تھا۔ جبکہ صحت حاصل ہو گئی ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے لکھنے کی طاقت آ گئی ہے، آپ کے تینوں خطوط ملاحظہ کے بعد لکھتا ہوں۔ پہلا خط جو آپ نے برہانپور سے لکھا تھا اس کے اشتباہات کا جو جواب آپ نے لکھا ہے تو بہت زیادہ حصہ لکھا ہے اور اس کے حاشیہ کا اکثر حصہ درست رہ گیا ہے، دوسرے دو خط دستخط میں دیدہ فقیر ہر ایک کا مجمل جواب لکھتا ہے۔ پہلے خط میں لکھا ہوا تھا کہ ظہر کی نماز میں چند مرتبہ کوئی چیز خوشی کی مانند ہوتی اُس جانب سے اپنے باطن میں پاتا تھا فرض نماز میں خاص طور پر امامت کی حالت میں ایک ایسی لذت و فنا پیش آتی ہے کہ کیا عرض کرے۔" اے سعادت آثار! ہنسی کا ظاہر ہونا کمالِ رضا مندی کی خبر دینے والا ہے، خاص طور پر وہ جو کہ نماز میں پیش آتی ہے کہ وہ اصل سے تعلق رکھتی ہے اور لذت و فنا میں کیا کلام ہے کہ نماز مومن کی معراج اور کمال قرب کا محل اور رفع حجاب کا مقام ہے اور سب سے بڑا حجاب انسان کا نفس ہے، اور یہ جو آپ خود کو عورتوں اور بے ریش لڑکوں کے زیورات سے آراستہ اور کبھی ایک عورت کی صورت میں جو کہ بے ریش لڑکوں کے لباس سے مزین ہے پاتے ہیں؛ یہ ایمان و اعمالِ صالحہ کی زینت ہے اور قبولیت کے آثار اور محبت کی نشانی رکھتی ہے، اور آپ خود کو جو مثلاً تمام علم یا قدرت اور تمام قلب یا روح اور تمام خاک یا آتش سمجھتے ہیں یہ بقاباللہ کے آثار میں سے ہے، بزرگوں نے کہا ہے ذَاتُ اللّٰہِ کُلُّہٗ عِلْمٌ وَکُلُّہٗ قُدْرَۃٌ [اللہ تعالیٰ کی ذات تمام علم اور تمام قدرت ہے] اور یہ جو آپ لفظِ علم اپنی دو ابروؤں کے درمیان اپنی پیشانی پر لکھا ہوا دیکھتے ہیں ہو سکتا ہے کہ اس وجہ سے ہو کہ آپ کا مبداءِ تعین صفتِ علم ہو، اور یہ جو آپ دنیا کے بنانے والے (اللہ تعالیٰ) کو نہ عالم میں داخل اور نہ عالم سے خارج اور نہ اس کے متصل اور نہ اس سے جُدا دیکھتے ہیں نہایت اعلیٰ اور حقیقت کے مطابق ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "آج لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ [اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں] کا ذکر کرتا ہے] کے معنی نے نمایاں پر توڑ ڈالا"۔ بیچارہ سالک ابتداء سے انتہا تک اس کلمہ کے ساتھ

www.maktabah.org

کلام کرتا ہے اور تجلیٔ صوری سے الی ماشاء اللہ تعالیٰ اپنے آپ کو اس کلام کے مضمون کے ساتھ متحقق ۱۳۴
سمجھتا ہے یا وہ شخص کہ اس کی حقیقت تک پہنچ گیا ہو اور شرک کی باریکیوں سے پوری طرح رہائی
پا چکا اور توحید کی انتہا سے جا ملا ہو عنقا کا حکم رکھتا ہے (یعنی نایاب ہے) اس معنی سے جس قدر بھی نصیب
وقت ہو جائے اور شرک کی باریکیوں سے جتنی بھی رہائی حاصل ہو جائے غنیمت ہے۔

آپ نے دوسرے خط میں اپنی کیفیات میں سے جو یہ لکھا تھا کہ "کبھی حقیقتِ کعبہ اور کبھی حقیقتِ قرآن مجید اور کبھی اس درجہ کا افلاس کہ اصل ایمان کے ساتھ بھی مناسبت نہ رکھتا ہو اور کبھی ایمان بالغیب و معاملۂ قربیت اور کبھی بعض افعال میں اپنے ساتھ ایک دنیا کی مشارکت سمجھتا ہے جیسا کہ آج ظہر کی نماز میں امامت کی حالت میں گویا ایک دنیا قیام و رکوع و سجود و قرأت اور تسبیح میں فقیر کے ساتھ شریک تھی" اس کے مطالعہ نے خوش وقت کیا، (یہ) احوال اعلیٰ اور معقول ہیں اور بعض اعمال میں افرادِ عالم کی شرکت استعداد کی جامعیت اور اس اسم کی جامعیت کی خبر دینے والی ہے جو کہ (اس کا) مبدأ تعین ہے گویا دوسرے اس کے اجزا ہیں اور کُل کے فعل میں اجزا کو شریک پاتا ہے۔ اور یہ جو آپ نے لکھا ہے "چاہیے کہ حقیقتِ قرآنی مرتبۂ صفات میں ہو اور اس کا اظہار مرتبہ ولایتِ کبریٰ میں جو ذات کے اسماء و صفات سے جدا و ممتاز ہونے کے بعد اس حقیقت کے منکشف ہونے کی کیا وجہ ہوگی؟" جواب یہ شبہ سامنے موجود ہونے سے تعلق رکھتا ہے، اور یہ جو آپ نے اپنے دوستوں کے احوال یعنی (کسی کا) دائرۂ ظلال کو قطع کرنا اور کسی دوسرے کا ولایتِ کبریٰ سے حصہ پانا اور اپنے اندر دائرۂ ظلال کے پانے کے بعد اس دائرہ کا منہدم ہونا اور اس میں مخلوقات کی صورتوں کو دیکھنا اور اس دائرے کے منہدم ہو جانے کے بعد بطنِ بطون میں نورِ لطیف کا مشاہدہ ہونا وغیرہ کے بارے میں لکھا تھا وہ سب درست و سنجیدہ ہیں، حق سبحانہٗ ہمیشہ ترقیات عطا فرمائے۔

تیسرے خط میں لکھا تھا کہ "ایک فقیر مراقبہ میں بیٹھا تھا اپنے اوپر نہایت نفیس زریں خلعت پایا اور بعض اوقات ایسا پاتا ہے کہ گویا (خیمہ کی) رسیاں اس مسکین کے باطن میں ڈال دی گئی ہیں اور کھینچا جا رہا ہے۔ ایک مرتبہ ایسا ظاہر ہوا کہ اس عاصی کے گناہوں کو معاف کر دیا گیا ہے" بہت اعلیٰ چیزیں اور عظیم نعمتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کا شکر بجا لائیں اور مزید ترقیات کے طالب رہیں شکر سے مراد بندہ کا ان تمام چیزوں کو جو اللہ تعالیٰ نے اس پر انعام فرمائی ہیں جیسے نعمت اور ظاہری و باطنی قوتوں کو ان مقاصد میں استعمال کرنا ہے جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان اعضاء و قوی کو پیدا کیا اور اس (بندے) کو عطا فرمایا ہے، اور اس قسم کا شکر ادا کرنے والے بہت ہی تھوڑے

www.maktabah.org

۱۲۵ سبا ۳۴ ۱۳
لوگ ہیں: وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ (اور میرے بندوں میں سے بہت تھوڑے لوگ شکر ادا کرنے والے ہیں) (نص قاطع ہے) حق سبحانہ کی طرف سے نعمت و عنایت ہے کہ (آپ کو اس قسم کا خلعت پہنایا گیا) اور گناہوں کی معافی کی بشارت دیتا ہے (اللہ تعالیٰ کی) عنایت ہے کہ محبت کے حلقوں اور جذب کی رسی سے کشاں کشاں لے جاتے ہیں اور مقصد تک پہنچاتے ہیں ؎

گر نیاید بخوشی موئے کشانش آرند [اگر وہ خوشی سے نہ آئے تو اس کے بال کھینچ لاتے ہیں]

انسان کی کوشش کی کیا حیثیت ہے کہ جو اس طرح سے مقاصد تک پہنچائے جو چیزیں کہ آپ لکھتے ہیں جب تک (اللہ تعالیٰ کی) عنایت دستگیری نہ فرمائے اور معشوق کی کشش رہبری نہ کرے انسان کی طاقت سے باہر ہیں، کسی نے خوب کہا ہے ؎

مرا گر توسنِ دل نیست در راہ کمندِ زلفِ اوہم نیست کوتاہ

[اگر میرے دل کا گھوڑا راستہ میں نہیں ہے (تو کیا ہوا) اس کی زلف کی کمند بھی تو کوتاہ نہیں ہے] والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۰۱

نیز ملا محمد باقر لاہوری کے نام اُن احوال کی شرح میں تحریر فرمایا جو کہ انھوں نے لکھے تھے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ آپ کا مکتوب مرغوب پہنچا، آپ نے جو اپنے جسم پر خلعتِ عالی کے پانے اور اپنے اندر انوارِ بے کیف کے مشاہدہ کرنے اور سینہ میں نور کے ظاہر ہونے کہ جس کی مانند اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا اور اس کو فضل و کرم کا نور تصور کرنے پھر اس نور کے پوشیدہ ہو جانے اور حقیقتِ قرآنی کے ظاہر ہونے کی بابت لکھا تھا واضح ہوا اور محظوظ کیا شاید کہ اس حقیقت کا پرتو آپ کے باطن پر چمکا ہے کہ جس نے آپ کو اس تصور میں ڈال دیا ہے، حق سبحانہ و تعالیٰ اس نادر مقام سے کامل حصہ عطا فرمائے، اور جو نور کہ آپ نے سینہ میں دیکھا تھا اور اس کو نورِ تفضل سمجھا تھا ہم امید رکھتے ہیں کہ یہ وہی تفضل ہوگا کہ اس مقام میں کمالات کا حاصل ہونا محض فضل و کرم سے ہے علم و عمل کا اس مقام میں (کوئی) اثر و نتیجہ نہیں ہے اس مقام میں ترقی فضل و احسان پر موقوف ہے اور یہ مقام اصالت کے طور پر انبیاء اولوالعزم علیہم الصلوات والتسلیمات کے ساتھ مخصوص ہے ... انھیں میں سے کس کو اس نعمت سے نوازتے ہیں ؎

با کریماں کارہا دشوار نیست [کریموں کے لئے کوئی کام مشکل نہیں ہے]

والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔

www.maktabah.org

مکتوب ۱۰۲

ملا محمد امین حافظ آبادی کے نام اُن کے خط کے جواب میں مع بشارت کے تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے پسندیدہ طریقہ پر قائم رکھ کر ہمیشہ ترقیات عطا فرمائے آپ کا خط جو کہ شوق و محبت کے اظہار پر مشتمل تھا اس نے پہنچکر خوش وقت کیا حق سبحانہٗ و تعالیٰ شوق کے شعلہ کو مشتعل اور محبت کی آگ کو بلند کرے یہاں تک کہ مقصد اعلیٰ تک پہنچائے اور ظل سے اصل تک لیجائے۔ آپ نے لکھا تھا کہ کبھی کبھی اسم باطن میں سیر کی ابتداء محسوس ہوتی ہے؟ امید ہے کہ یہ احساس متحقق ہو جائے گا البتہ اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ اس مقام سے کچھ حصہ اگر مجمل طور پر ہو آپ کو وصل ؟ اور اس بے پایاں سمندر سے ایک قطرہ آپ کے حلق میں ٹپکایا گیا ہے۔ وَالعِلمُ عِندَ اللہِ سُبحَانَہٗ [اور صحیح علم اللہ سبحانہٗ کو ہے] والسلام ۱۳۶

مکتوب ۱۰۳

محمد صدیق ولد شیخ محمد صالح تھانیسری کے نام ان کے خواب کی تعبیر میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد بیان کیا جاتا ہے کہ جو حال آپ نے لکھا تھا اور اس کی تعبیر دریافت کی تھی واضح ہوا اے سعادت آثار! یہ خواب اگر اچھے خوابوں میں سے ہے اور پریشان خوابوں میں سے نہیں ہے تو اس کی تعبیر دو طرح پر ہو سکتی ہے اول یہ کہ یہ خواب ظاہر پر محمول ہو، حق تعالیٰ قادر ہے کہ یہ معنی نصیب فرمائے اور ایسی قبولیت عطا کرے کہ اہل بدعت کے سردار و امراء اور سلاطین آپ کے ہاتھ پر توبہ اور رجوع کریں اور طریقہ اخذ کریں اور ان میں اثر پیدا ہو جائے اور مل کر حرمین شریفین جائیں الخ۔

دوسری (تعبیر) یہ کہ آدمی ایک جامع نسخہ ہے علویات و سفلیات میں سے جو کچھ عالم کبیر میں ہے وہ سب انسان میں ہے اُس میں نہ صرف عالم خلق ظاہر ہے اور عالم امر کا بھی (اس میں) نشان ہے شیطانی صفات ذمیمہ (بھی) اس میں موجود ہیں اور ملکی صفات حمیدہ بھی (اس میں) ثابت ہیں۔ اہل بدعت کا توبہ کرنا اور طریقہ اخذ کرنا گویا صفات ذمیمہ کا صفات حمیدہ کے ساتھ تبدیل ہونا اور طریقہ کی برکات سے اس لطیفہ کا فیضیاب ہونا ہے کہ جس کے ساتھ یہ صفات قائم ہیں اور دو بادشاہ گویا اُن

www.maktabah.org

دو لطیفوں سے کنایہ ہیں جو کہ لطائف کے سردار ہیں (یعنی) عالمِ امر کے لطائف خمسہ کا سردار قلب ہے اور عالمِ خلق کے لطائفِ خمسہ کا سردار نفس ہے، نفس اہلِ بدعت کے بادشاہ سے مناسبت رکھتا ہے اور وہ جو عالمِ امر سے ہے وہ اہلِ سنت کے بادشاہ سے مناسبت رکھتا ہے اور ان دو بادشاہوں کا توبہ کرنا اور توجہ لینا اور آپ کے ہمراہ حرمین شریفین تک جانا اور ایک کا اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کو خواب میں دیکھنا گویا ان دونوں لطیفوں کے تزکیہ سے کنایہ ہے اور ان کا کمال تک پہنچنا اور اس طریقۂ عالیہ سے حصہ پانا اور حرمین شریفین جانا عروج کے ساتھ مماثلت رکھتا ہے اور اس فقیر کے اشارہ سے پھر وطن آنا نزول کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے۔ جاننا چاہیے کہ خواب و حال صحیح ہونے کی صورت میں بشارت سے زیادہ نہیں ہے قوت و استعداد کی بشارت دینے والا ہے غالب طور پر حصول کی دلیل نہیں ہے سخت محنت کرنی چاہیے تاکہ معاملہ قوت سے فعل میں آجائے اور گوش سے آغوش تک پہنچے۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔ ص ۱۳۷

مکتوب ۱۰۴

شیخ محمد اللہ رکھا سہندی کے نام نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد و صلوٰۃ و تبلیغِ دعوات کے بعد عرض ہے کہ آپ نے جو خط ازراہِ شوق و محبت بھیجا تھا وہ پہنچ کر مسرت بخش ہوا، امید ہے کہ شوق کی آگ مشتعل اور محبت کا شعلہ سربلند ہو گا تاکہ ماسوا سے پوری طرح آزاد کر دے اور قرب کی منازل تک پہنچائے اوقات کو ذکر و فکر کے ساتھ معمور رکھیں اور قبر و قیامت کا زادِ راہ تیار کریں پیغمبر علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت کو مضبوط پکڑیں اور بدعت و اہلِ بدعت سے الگ رہیں اَھْلُ الْبِدْعَۃِ کِلَابُ اَھْلِ النَّارِ (اہلِ بدعت دوزخیوں کے کتے ہیں) آپ نے سنا ہو گا اے سعادت آثار! میاں محمد باقر وہاں پر غنیمت ہیں ان کے ساتھ صحبت رکھیں اور (ان سے) توجہ لیں اور فقیر کا سلام پہنچائیں۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۰۵

میر شرف الدین حسین اندجانی کے نام اس معاملہ کے بارے میں جو کہ ظلال و اصول سے ماوراء ہے

www.maktabah.org

مع آیۂ کریمہ یُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِیْقٍ مَّخْتُوْمٍ الآیہ کی تاویل میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ اس نواح کے فقراء کے احوال حمد کے لائق ہیں امید ہے کہ آں عزیز (آپ) بھی عافیت و جمعیت سے ہوں گے اور طریقۂ پسندیدہ پر قائم ہوں گے اور ظل سے اصل کی طرف آئیں گے بلکہ اصل کو بھی ظل کی طرح پیچھے چھوڑ دیں گے اور جو کمال کہ ہمارے نزدیک معتبر ہے وہ ظلال و اصول سے ماوراء ہے اصل (بھی) ظل کی طرح اس دولت سرا کے راستہ میں ہے، وَفِیْ ذٰلِکَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ (اور اس میں رغبت کرنے والوں کو رغبت کرنی چاہیے) اصول سے گذرنے کے بعد معاملہ ذاتِ تعالیٰ کے ساتھ ہے، ذاتِ تعالیٰ یا اعتبارات میں سے کسی اعتبار سے ماخوذ ہے کہ جس کی تعبیر رَحِیْقٍ مَّخْتُوْمٍ (مہر لگی ہوئی خالص شراب) سے کی گئی ہے یعنی خوشبودار خالص شراب خِتَامُهٗ مِسْکٌ (اس کو مُشک سے مہر کیا گیا ہے) اُس کے برتنوں پر مُشک کی مُہر ہے، خالص خوشبودار شراب، گویا اشارہ اس چیز کے ساتھ ہے کہ تعلق اور رنگوں کی مناسبت سے خالص ہے اس لئے کہ دائرۂ ظل چونکہ عالمِ امکان کی اصل و مبدأ ہے عالمِ امکان کے ساتھ اس کا کچھ تعلق موجود ہے اور دائرۂ اصل دائرۂ ظل کی اصل ہے (اس لئے) اس کو بھی ایک گونہ مناسبت اس عالم کے ساتھ ثابت ہے اور رَحِیْقٍ مَّخْتُوْمٍ (مہر لگی ہوئی خالص شراب) اس تعلق و مناسبت سے بالاتر اور آزاد ہے اور اس شراب کے برتن ابرار کے باطن ہیں اور ختامِ مسک (مشک کی مہر) محبتِ ذاتی ہے جو کہ شرکت سوختہ ہے کہ اغیار کے وصول کی مانع ہے جو کہ اس محبت کو نہیں پہنچے ہیں اور عالمِ سفلی کے محبوس ہیں اور ظلال کی قید اور اصول کی چار دیواری میں ہیں اور چونکہ ذات اس مقام میں اعتبار سے ماخوذ ہے مثلاً اعتبارِ مسجودیت وغیرہ۔ اس کی تعبیر مِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِیْمٍ (اس کو تسنیم (جنت کی ایک نہر) سے مرکب کیا گیا ہے) سے کی گئی ہے اور یا نسبتوں اور اعتبارات سے خالی و مجرد ذات: (مراد) ہے کہ اس نعمت کا حصہ مقربین کے لئے ہے جیسا کہ ارشاد ہے) عَیْنًا یَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ (وہ ایک چشمہ ہے جس سے مقربین پیتے ہیں) اس قسم کی محبتِ ذاتی جو اعتبارات کی آمیزش کے بغیر ہے مقربین کی روزی ہے، والسلام

پ ۳۰ ع ۹ ۱۲۸

مکتوب ۱۰۶

مرزا محمد تقی کے نام بلند ہمتی اور محبوب حقیقی جل شانہ کے ماسوا کی طرف متوجہ ہونے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم و حمد و صلوٰۃ و ارسال تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ گرامی نامہ نے شرف کیا

www.maktabah.org

سلامتی و عافیت کے ساتھ رہیں اور شریعتِ عالیہ و سنتِ منورہ کے طریقہ پر قائم رہیں اور صورت سے حقیقت کی طرف آئیں اور لفظ سے معنی کی طرف مائل ہوں، کسی نے خوب کہا ہے ؎

تو مے ز وجودِ خویش فانی رفتہ ز حروف در معانی

(ایک قوم اپنے وجود سے فانی و بے خبر ہے وہ حروف سے معانی کے اندر چلی گئی ہے)

اعلیٰ ہمتی اور بلند فطرتی ایک ایسے مطلب کو چاہتی ہے جو کہ دوام و ہمیشگی کے ساتھ موصوف ہو اور فنا و زوال کی گرد اُس کے پاک دامن کو نہ پہنچی ہو اور جو چیز کہ ہلاکت کے مقام میں ہے وہ قابلِ توجہ نہیں ہے اس کا تعلق و گرفتاری بُعد و حرمان کا باعث ہے، حق سبحانہٗ نے اس عظمت و کبریائی کے باوجود بندوں کو کمال بندہ نوازی سے اپنی بارگاہِ قدس میں انبیاء علیہم الصلوات والبرکات کی زبان سے ۴۹
دعوت دی ہے اور وصول کی راہ کو بیان و واضح کیا، افسوس ہے کہ (انسان) اس قسم کی دعوت سے چشم پوشی اور روگردانی کر کے نفس و شیطان کی دعوت میں آئے، قرب کی دولت اور وصال کی لذت سے محروم ہو کر عذاب و ناامیدی کی طرف مائل ہو، وہ لذت جناتِ نعیم کی لذتوں سے زیادہ ہے اور یہ عذاب دوزخ کے عذاب سے بدتر ہے فَفِرُّوا إِلَى اللهِ إِنِّي لَكُم مِّنْهُ نَذِيرٌ مُّبِينٌ [پس تم اللہ تعالیٰ کی طرف دوڑو بیشک میں تم لوگوں کو اس سے کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں] آیۃ ۵۰
میرے مکرم و شفقت آثار! آپ نے جو کچھ مُلّا معلوم کی زبانی کہلوایا تھا اس نے پہنچایا، آپ کو معلوم ہو کہ فقیر اس امر میں دعا و توجہ سے دریغ نہیں رکھتا اور حضرات خواجگان کا ختم جماعت کے ساتھ کراتا ہے، امیدوار ہے کہ قبولیت کے آثار ظاہر ہوں گے اور تیر نشانہ پر پہنچے گا إِنَّهُ قَرِيبٌ مُّجِيبٌ [بیشک وہ قریب ہے اور قبول کرنے والا ہے] والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الہدیٰ

مکتوب ۱۰۷

سیادت مآب سید اسرائیل کے نام مطلب کی بلندی اور طالب کے عجز کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ اس نواح کے فقراء کے احوال و اطوار حمد کے لائق ہیں امید ہے کہ آنجناب بھی عافیت و جمعیت سے ہوں گے اور شریعتِ عالیہ و سنتِ منورہ کے طریقہ پر قائم ہوں گے اور دوستوں کو دعائے خیر سے فراموش نہیں کرتے ہوں گے۔ آپ کی بیماری کی بابت سن کر دوستوں کا دل غمگین ہوا، اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے کہ سنا گیا کہ اب آپ رو بصحت ہیں، میرے مکرم! کیا کہا جائے اور کیا لکھا جائے کہ مطلوب کے الطاف تحریر سے

www.maktabah.org

بالاتر ہیں اور محبوب کی عنایات بیان سے باہر ہیں، جبتک اس نے جلوہ نہیں فرمایا ہے طالب بیچارہ اس کی جستجو میں ہے اس کے روح پرور نغمات، اور روح افزا حکایت کے ساتھ مانوس و مالوف ہے اور جب وہ جلوہ گر ہو جاتا ہے غمزدہ سالک صحرائے عدم کا رُخ کرلیتا ہے اور کَلَّ لِسَانُہٗ [اس کی زبان گونگی ہوگئی] کا مصداق ہو جاتا ہے اس کے بعد کون کہے اور کون سنے اور کون پائے اور کیا پائے ؎

گیرم کہ بغمخانۂ ما یار خرامد کو حوصلہ و طاقتِ دیدار کہ دارد

[میں مانتا ہوں کہ ہمارے غمخانۂ دل میں محبوب خوش خرام ہے لیکن اس کے دیدار کا حوصلہ و طاقت کس کو ہے]

پس وہی ذات ہے کہ جس نے اپنی تعریف خود کی ہے اور اپنی ذات کی حمد بذاتِ خود کی ہے پس وہی حامد و محمود ہے اور حمدِ مقصود ہے اس کے ماسوا سب قاصر ہیں۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۰۸

۱۵ شیخ بایزید سہارنپوری کے نام لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی حقیقت اور اس چیز کے بارے میں تحریر فرمایا جو مقامِ نفی و اثبات سے تعلق رکھتی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ آپ کا مکتوبِ مرغوب پہنچکر مسرت بخش ہوا، اللہ تعالیٰ جمعیت و عافیت کے ساتھ رکھے اور اپنے پسندیدہ طریقہ پر استقامت بخشے، استقامت بہت بڑا کام ہے، بزرگوں نے کہا ہے اَلْاِسْتِقَامَۃُ فَوْقَ الْکَرَامَۃِ، [استقامت کرامت پر فوقیت رکھتی ہے] شَیَّبَتْنِیْ سُوْرَۃُ ھُوْدٍ[1] [مجھ کو سورہ ہود نے بوڑھا کردیا] آپ نے سنا ہوگا، آپ نے نہ آنے کے عذرات لکھے تھے، بیشک اَلْاُمُوْرُ کُلُّھَا مَرْھُوْنَۃٌ بِاَوْقَاتِھَا لِکُلِّ اَجَلٍ کِتَابٌ [تمام امور اپنے وقتوں کے ساتھ مقید ہیں، ہر کام کا ایک وقت معین ہے]۔ آپ نے لکھا تھا کہ میں حال میں دیکھتا ہوں کہ حرم کے اندر خانۂ کعبہ کے دروازے کے متصل معتکف ہوں اور میرے متعلقین کعبہ کے اندر ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کعبہ کو مجھے عنایت کردیا گیا ہے اور مجھ کو کعبہ کے ساتھ شانِ خاص حاصل ہوگئی ہے، یہ ایک نادر بشارت ہے اللہ تعالیٰ اس کے انوار و برکات سے کامل حصہ عطا فرمائے اور کعبۂ مقصود تک پہنچائے، اور اس گھر (بیت اللہ) کی حقیقت کے ساتھ

[1] ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا قَدْ شِبْتَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ [اے اللہ کے رسول آپ تو بوڑھے ہوگئے] اس کے جواب میں آپ نے یہ فرمایا۔

www.maktabah.org

عنایت عطا فرمائے۔ فقیر اس بارے میں بقدرِ طاقت متوجہ ہوگا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اور یہ جو کلمۂ طیبہ بلا قصد زبان پر جاری ہو جاتا ہے اور کبھی کبھی خاص طریقے کے ساتھ اعضائے بدن بھی متحرک ہو جاتے ہیں بہت عمدہ ہے اور اس کلمۂ طیبہ کی حقیقت کے ساتھ باطنی مناسبت کی خبر دینے والا ہے، امید ہے کہ نفی کا معاملہ حسبِ مقصود سرانجام ہوگا اور لَا یَذْکُرُ اللّٰہَ اِلَّا اللّٰہُ [اللہ ہی اللہ کا ذکر کرتا ہے] کی حقیقت جلوہ گر ہوگی یہاں تک کہ جو چیز نفی کے قابل اور غروب ہو جانے والی ہے اس سے جو کچھ باقی ہے وہ مطلوب کے لئے حجاب اور شرکِ دامنگیر ہے۔ ع

درونِ دیدہ اگر نیم موست بسیار ست [اگر آنکھ کے اندر آدھا بال ہے تو وہ بھی بہت ہے]

پ ۷ جو چیز کہ غروب ہو جانے والی ہے اس کو لَا کے نیچے لانا چاہئے اور لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ [میں غروب ہونے والوں سے محبت نہیں کرتا] کی تلوار سے مانند اُس سے منقطع ہو جانا چاہئے اور اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ [میں نے اپنا منہ موڑ لیا] کے مرحلے سے احدیتِ مجردہ (اللہ تعالیٰ) کی طرف رُخ کرنا چاہئے اور وجودِ بشریت سے جس قدر کہ باقی ہے وہ اندرونی چور ہے اور کوئی شرک جائز نہیں اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ لا الٰہ الا اللہ اس بارگاہِ مقدس کی طرف راجع ہو اور کلمۂ نفی و اثبات کے تکرار کے ساتھ اپنی ضراتی کا اثبات کرتا ہے فَاحْذَرْهُمْ الْحَذَرَ [پس اس سے پوری طرح بچنا چاہئے] دیکھیں کون شہباز ہے جو شرک کے جال سے پوری طرح نکل جائے اور اس کے دقائق سے پوری طرح رہائی حاصل کرے اور اپنے وصل کے مطابق اثبات کا شکار کرے اگرچہ اجمالی طور پر ہی ہے۔ اس معاملہ کی دشواری سے منقول ہے کہ صوفیائے کرام میں سے ایک بزرگ ہلاکت کے گرداب میں جا گرا تھا، اس نے نذر کی کہ اگر میں اس ہلاکت کی جگہ سے نجات پاؤں تو ہرگز حق جل و علا کو یاد نہیں کروں گا۔ وہ بزرگ اپنے یاد کرنے کو اپنی طرف ۱۵۱ص سے دیکھتا تھا اور اُس کا یاد کرنا اس بارگاہِ قدس تک نہیں پہنچتا تھا۔ اور یہ بھی اسی قسم سے ہے کہ معشوق طوسی رحمہ اللہ جو کہ مشہور مجذوبوں میں سے تھے اور اپنے آپ کو اِیَّاکَ نَعْبُدُ [ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں] کی قراءت کے قابل نہیں دیکھتے تھے اور جب اس کلمہ کو کہتے تھے تو اُن کے ہر بُنِ مُو سے خون ٹپکتا تھا پھر انھوں نے کہا کہ میں حائضہ عورت کے حکم میں ہوں جو کہ نماز پڑھنے کے لائق نہیں ہے۔ میدانِ نفی و اثبات کے شہسوارانِ یکتا حضرت خلیل و حضرت حبیب علیہما الصلوات والتسلیمات ہیں اس کلمہ لا الٰہ الا اللہ کے جزو اول کو جو کہ نفی سے تعلق رکھتا ہے اصالت کے طور پر حضرت خلیل (ابراہیم علیہ السلام) نے ادا کیا اور شرک کے دروازوں میں سے کوئی دروازہ ایسا نہیں چھوڑا جس کو انھوں نے بند نہ کیا ہو اور لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ [میں غروب ہونے والوں سے محبت نہیں کرتا] کہتے ہوئے شرک کے نشانات کو بھی

رہائی پاگئے۔ پس اُس (شرک) سے کلّی طور پر پاک ہو گئے اور یکسو ہو کر کنارہ کشی کر لی اس لئے اللہ عزّوجل نے اُن کے نفیٔ شرک کے باعث اپنی کتاب (قرآن مجید) میں متعدد جگہ ان کی تعریف فرمائی ہے۔ اور چونکہ کلمہ (لا الہ الا اللہ) کا جزوِ ثانی (الا اللہ) مرتبۂ اثبات میں ہے جو کہ نفی کا نتیجہ اور اس کی علتِ غائی ہے اور اثبات سے تعلق رکھتا ہے اس کو اصالت کے طور پر حضرت حبیب علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے بقدر طاقتِ بشری پورا کیا اس لئے ختمِ نبوت کی مُہر آپ سے موسوم ہوئی، اور محبوبیتِ ذاتیہ جو کہ منتہائے کمالات ہے اس کا قرعہ آپ ہی کے نامِ نامی پر نکلا پس آپ امامِ انبیاء و صاحبِ شفاعت اور سیدِ اولین و آخرین قرار پائے اور آپ ہی ربوبیت کا اظہار ہوئے اور آپ ہی محبوبیت کے اہل قرار پائے اور آپ ہی سے مقامِ عبدیت کی تکمیل ہوئی علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسائر النبیین من الصلوات افضلہا ومن التحیات اکملہا ومن التسلیمات اشملہا [آپ پر اور آپ کی آل و اصحاب و تمام انبیائے کرام پر سب سے افضل صلوات و سب سے اکمل تحیات اور سب سے برتر تسلیمات ہوں]۔

مکتوب ۱۰۹

خواجہ احمد بخاری کے نام ایمانِ غیب کو ایمانِ شہودی پر ترجیح دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ آپ نے جو مکتوبِ مرغوب حاجی بیگ کے ہمراہ بھیجا تھا پہنچ کر مسرت بخش ہوا، آپ عافیت و جمعیت کے ساتھ دین اور شریعتِ عالیہ و سنتِ منورہ کے طریقہ پر قائم و دائم رہیں اور ہمیشہ ترقی کرتے رہیں اور ظل سے اصل کی طرف مائل ہوں بلکہ اصل کو بھی ظل کی طرح پیچھے چھوڑ دیں اور شہود سے غیب کی طرف رغبت کریں۔ حق سبحانہٗ متقیوں کی صفت ایمان بالغیب بیان فرماتا ہے اور فرماتا ہے: اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ [وہ لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں] اور ہدایت اس راستہ کی طرف رہنمائی ہے جو کہ مطلوب تک ۱۵۲
پہنچانے والا ہے اس لئے ایمان بالغیب مطلوب تک پہنچانے والا ہوا اور اگر شہود مطلوب تک پہنچانے والا ہوتا تو چاہیے تھا کہ حق سبحانہٗ اس کی رہنمائی فرماتا لیس فلیس [جب ایسا نہیں ہے تو ایسا بھی نہیں ہے]۔ اگر یہ کہا جائے کہ شہود بے پردگی چاہتا ہے اور غیب پردہ میں ہے اس لئے شہود افضل ہے اور مطلوب تک پہنچاتا ہے اور غیب راستہ میں رہ جاتا ہے اور حجاب سے رہائی نہیں دیتا تو میں (جواب میں) کہتا ہوں کہ رویت و شہود کا مقام آخرت میں ہے دنیا میں واقع نہیں ہے، اس دنیا کا حصہ

www.maktabah.org

یقین حاصل کرتا ہے جو کہ غیب سے قریب تر ہے اور یہ جو بعض طالبین کو شہود و مشاہدہ پیش آتا ہے وہ ذات تعالیٰ کا شہود نہیں ہے بلکہ صفات میں سے کسی صفت اور ظلال میں سے کسی ظل کا شہود ہے کہ جس کو اس نے ذات تصور کر لیا ہے حالانکہ ذات وراء الوراء ہے اللہ سبحانہٗ ہی جانتا ہے کہ کتنے حجابات ابھی درمیان میں ہیں۔ ؎

گر ز معشوق خیالے در سرت نیست معشوق آں خیالے دیگرست

[اگر تیرے سر میں معشوق کا کوئی خیال ہے تو وہ معشوق نہیں ہے بلکہ کوئی اور ہی خیال ہے]

پس ذات عز و جل سے نسبت رکھنے والی چیز غیب ہے اور شہود آں (ذات) میں وہم و شک ہے۔

کہتے ہیں کہ شیخ ابو اسحاق گازرونی رحمۃ اللہ نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا انھوں نے پوچھا یا رسول اللہ! توحید کیا چیز ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو چیز تیرے دل میں گذرے یا تیرے خیال میں آئے اللہ سبحانہٗ اس سے ماوراء ہے، والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۱۰

خواجہ محمد صادق البخاری ثم المدنی کے نام لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کی حقیقت کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ العلی الاعلیٰ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد المصطفیٰ وعلیٰ آلہ وصحبہ البررۃ التقیٰ، اما بعد، روزمرہ کے امور شکر کے لائق ہیں، اللہ سبحانہٗ سے آپ کی عافیت اور شریعت عالیہ و سنت منورہ مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے طریقے پر استقامت کے لئے دعا کی گئی ہے۔ آپ کے بہت سے خطوط پہنچے اور مطالعہ میں آ کر انھوں نے خوشوقت کیا، چونکہ فقیر خط کے لکھنے میں بہت سست ہے اور نیز کبھی تندرست ہے اور کبھی مریض، اس لئے جواب لکھنے میں کوتاہی ہوئی ہے (امید ہے کہ) اپنے اوقات کو اذکار و طاعات کے وظائف سے معمور رکھیں اور مولائے
۱۵۳ حقیقی کی خوشنودیوں کے حاصل کرنے میں جان و دل سے کوشش کریں اور قبر و قیامت کا زاد راہ تیار کریں اس قسم کی عبادت کریں کہ عابد کا وجود درمیان میں نہ ہو اور لَا یَذْکُرُ اللہَ اِلَّا اللہُ [اللہ ہی اللہ کا ذکر کرتا ہے] جلوہ گر ہو جائے، جب تک وجود بشریت کا کچھ اثر درمیان میں ہے ذکر و عبادت معیوب ہے اور اس بارگاہ مقدس و معلیٰ کے لائق نہیں ہے لَا یَذْکُرُ اللہَ اِلَّا اللہُ کو صاحب تجلی صوری جو کہ مبتدی ہے اور صاحب تجلی معنوی کہ متوسط ہے اور منتہی جو کہ صورت و معنی سے گذر چکا ہے سب ہی کہتے ہیں لیکن

www.maktabah.org

جو شخص کہ اس کی حقیقت کو پہنچا ہو وہ عنقائے نادر ہے کہ وہ شرک کے دقائق سے گذر چکا ہے اور (اس نے) نفی کے معاملہ کو آخری نقطہ تک پہنچایا ہوا ہے، حق سبحانہٗ اس خوشگوار مشروب کا کوئی قطرہ ہم جیسے تشنہ لبوں کے حلق میں ٹپکائے اور دائمی طور پر سیراب کرے۔ اِنَّہٗ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ [بیشک وہ قریب اور قبول کرنے والا ہے]

یہ جو حال آپ نے دیکھا اور لکھا تھا کہ "کوئی چیز آسمان سے آتی ہے اور تمام مخلوقِ خدا ہاتھ اٹھائے ہوئے ہے تاکہ وہ چیز اُن کے ہاتھ میں آجائے میں بھی اُن کے درمیان میں ہاتھ اٹھائے ہوئے ہوں، وہ چیز میرے ہاتھ میں آپڑی، مخلوق متعجب و متحیر ہوگئی کہ وہ چیز کہاں گئی۔ جب میں نے ان کی حیرت کو دیکھا تو میں نے کہا کہ وہ میرے ہاتھ میں آگئی ہے، وہ ساری مخلوق میری طرف رُخ کرکے آگئی تاکہ مجھ سے لے لیں (لیکن) وہ نہیں لے سکے۔ مجھے ندا آئی کہ تو جانتا ہے یہ کیا ہے؟ یہ ایک امر ہے جو عنقا کا حکم رکھتا ہے (اور) ابھی تک کسی کو عطا نہیں ہوا اور یہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے بچا ہوا تھا تجھ کو عطا ہوا ہے" میرے مخدوم! یہ حال بہت روشن ہے، حق تعالیٰ اس کے آثار ظہور میں لائے، امیدوار رہیں، والسلام اولاً و آخراً۔ عزیزوں کو جو کہ سلسلہ میں داخل ہیں سلام پہنچائیں۔

مکتوب ۱۱۱

خواجہ ملا جعفر خاں کے نام محبت کے اسرار اور مخلوقِ خدا کے ساتھ نیکی کرنے کے فضائل میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حامداً و مصلیاً، اللہ تعالیٰ آپ کی ذاتِ بابرکات کو اپنے الطاف و عنایات میں شامل فرما کر باطنی جذباتِ قویہ سے مکرم و ممتاز رکھے، آپ کے عنایت نامہ وگرامی نامہ نے مشرف کیا، درویشوں کی محبت اور ان کے ساتھ توجہ و اخلاص رکھنا بہت اعلیٰ نعمت اور اعظم دولت ہے اور اسی طرح نایافت کے درد کی بابت جو آپ نے لکھا تھا یہ بھی ایک بہت بڑا امر اور یافت کی تمہید ہے بزرگوں نے کہا ہے کہ اگر وہ (اللہ تعالیٰ) کچھ دینا نہ چاہتا تو طلب (کا مادہ ہی) نہ دیتا، انسان کی قدر و قیمت محبت کی وجہ سے ہے اور تمام موجودات سے اس کی بزرگی وامتیاز اسی درد کے باعث ہے ؎ ۱۵۴

قدسیاں را عشق ہست و درد نیست درد را جز آدمی درخورد نیست

[قدسیوں (فرشتوں) کو عشق ہے اور درد نہیں ہے، درد کا اہل آدمی کے سوا کوئی نہیں ہے]

لیکن درد و محبت کے (مختلف) مراتب و درجات میں ہر شخص اس (درد و محبت) کے مطابق اس کے انوار و برکات کا امیدوار ہے، حق تعالیٰ اس محبت کے شعلہ کو بلند کرے اور شوق و درد کی آگ کو بھڑکائے تاکہ ماسویٰ سے

www.maktabah.org

پوری طرح رہائی دلادے اور حریم قدس میں پہنچائے، محبت کی برکات اور اس کے کمالات کی بابت کیا لکھا جاسکتا ہے، محبت ہی ہے کہ جس نے وجود و ایجاد کی سلسلہ جنبانی کی ہے اور پوشیدہ خزانے کو ظہور کے تخت پر اور غیب کے اسرار کو شہود کی جلوہ گاہ میں لائی ہے، محبت ہی ہے جو کہ محبِ صادق کو اپنے حلقوں کے ذریعہ کھینچکر قرب کے درجات میں پہنچاتی ہے اور شیدائے مشتاق کو اپنے آپ سے رہائی دلاکر محبوب سے واصل کردیتی ہے، محبت ہی ہے کہ جس کے وسیلے سے مریدِ صادق پیر کے کمالات کو جذب کرتا ہے اور اس کے رنگ میں رنگ جاتا ہے۔

میرے مکرم! مخلوقِ خدا کا رجوع اور ان کی کارگذاری جو کہ عالمِ اسباب میں آپ کے سپرد کی گئی ہے ایک بہت بڑا کام ہے ہمت کو جمع اور نیت کو صحیح کرکے اس بزرگ کام میں لگ جائیں اور اپنے مالک (اللہ تعالیٰ) کے غلاموں اور کنیزوں کے کام بنانے کی نیکی کو اہم کاموں میں سے تصور فرمائیں، رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے پس اللہ تعالیٰ کے نزدیک مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب وہ شخص ہے جو اس کے کنبے کے ساتھ سب سے اچھا سلوک کرے۔ اور یہ جو آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ فاعلِ حقیقی اور کارسازِ مطلق کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اپنے آپ کو مطلق درمیان میں نہ دیکھے الخ" یہ ایک نازک خیال اور تصوف کا خلاصہ اور معرفت کا مغز ہے، اس کے مطالعہ نے باطنی لذت بخشی اور مطلوب کی بو مشتاقوں کے حلق میں پہنچائی فَلِلّٰہِ دَرُّ قائلہ [پس اس کے کہنے والے کو بشارت ہے] آپ نے عصمت پناہ تاجِ مستورات کی شفایابی کے بارے میں جو لکھا تھا دوستوں کے لئے خوشی و مسرت کا باعث ہوا، الحمد للہ سبحانہ علی ذلک وعلی جمیع نعمائہ [اس پر اور اس کی تمام نعمتوں پر اس کا شکر ہے] ہم امیدوار ہیں کہ کمزوری کا باقی حصہ جو رہ گیا ہے وہ بھی جاتا رہے گا اور صحتِ کاملہ حاصل ہوگی، فقیر دعا و توجہ میں جو کہ فقراء کا معمول ہے کوتاہی نہیں کرتا اور دعا کے مقبول اوقات میں اس امرِ عظیم میں مشغول رہتا ہے ؎

چشم دارم کہ دہد اشکِ مرا حسنِ قبول آنکہ در ساختہ است قطرۂ بارانی را

(حمد اللہ جس نے بارش کے قطرہ کو موتی بنادیا ہے میں امید رکھتا ہوں کہ میرے آنسوؤں کو بھی حسنِ قبول عطا فرمائیگا) آپ کی ظاہری و باطنی نعمت

مکتوب ۱۱۴

شیخ عبد العلیم جلال آبادی کے نام ان کے عریضہ کے جواب میں تحریر فرمایا جو کہ انھوں نے اپنے حالات کی وضاحت میں لکھا تھا۔

www.maktabah.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم حمد وصلوٰۃ وارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے، گرامی نامہ موصول ہو کر مسرت بخش ہوا، آپ نے اعلیٰ کیفیات و مبارک احوال لکھے تھے جن کے مطالعہ نے باطنی لذات بخشیں، اللھم زد (اے اللہ! اور زیادہ فرما) اس قسم کے معاملات اسرار میں سے ہیں جس قدر بھی کم بیان کئے جائیں اور قید تحریر میں نہ آئیں بہتر ہوگا کہ شورش و فتنہ کا باعث ہے۔ اور نیز کہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کے امور متشابہات کے اسرار میں سے ہیں، اسرار متشابہات وہ ہیں کہ ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس قدر زیادہ علم و معرفت کے باوجود کسی سے ان کا اظہار نہیں فرمایا حتیٰ کہ اپنے صاحبزادوں سے بھی جو کہ اُن حضرتِ عالیؒ کے محرمِ راز اور خطا اور غلطی سے محفوظ تھے بیان نہیں فرمایا اور ان کے چھپانے میں کامل حرص کے ساتھ کوشش فرمائی اور وہ اسرار سربمہر چلے گئے۔ مختصر یہ کہ جو کچھ آپ نے لکھا ہے بہت بلند ہے حق سبحانہٗ و تعالیٰ بندگی کی حقیقت تک پہنچائے جو کہ مقاماتِ عروج کی انتہا ہے اور خواجہ عبدالرحیم کے احوال سے جو کچھ آپ نے لکھا تھا عمدہ و پسندیدہ ہے اس کے مطالعہ نے خوش وقت کیا اَللّٰھُمَّ وَفِّقْہُ لِمَرْضَاتِکَ (اے اللہ! اُن کو اپنی خوشنودیوں کی توفیق عطا فرما) آپ نے اُن دوستوں کے نام لکھے تھے جو طریقے میں نئے داخل ہوئے ہیں واضح ہو اَللّٰھُمَّ کَثِّرْ اِخْوَانَنَا فِی الدِّیْنِ (اے اللہ! دین میں ہمارے بھائیوں کو زیادہ فرما) والسلام

مکتوب ۱۱۳

سید علی بارہہ کے نام ایمانِ غیب کی ایمانِ شہود پر ترجیح کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم حمد وصلوٰۃ وارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ گرامی نامہ پہنچ کر مسرت بخش ہوا چونکہ یہ دنیا دارِ عمل ہے اس لئے عمل میں کوشش کرنی چاہئے اور اس کی مقدار و کیفیت کو بڑھانے میں کامل جد و جہد ملحوظ رکھنی چاہئے تاکہ ریا سے دور تر اور اخلاص کے زیادہ نزدیک ہو اور شرفِ قبولیت تک پہنچے، دیدار کامل کا مقام آگے آنے والا ہے مَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ اللّٰهِ فَإِنَّ أَجَلَ اللّٰهِ لَآتٍ (جو شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات کی تمنا کرتا ہے تو جان لے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی میعاد ضرور آنے والی ہے) عدم یافت سے رنجیدہ نہ ہوں اور غیب کی بلندی سے شہود کی پستی میں جانے کی آرزو نہ کریں، مقام شہود آخرت ہے اس جگہ (دنیا) کا شہود معلول (علت و سبب والا) ہے اور تراش خراش کی علت کے ساتھ موسوم ہے غیب اس مقام میں اصالت رکھتا ہے اور اصلِ اصل

www.maktabah.org

کے ساتھ متعلق ہے، شہود ظلال کے ساتھ وابستہ ہے لیکن عوام کے غیب اور اخص الخواص کے غیب میں بہت فرق ہے، عوام کا غیب حجابات کے باعث ہے کیونکہ حجابات درمیان میں حائل ہیں خواہ ظلمانی حجابات بھی ہیں اور نورانی حجابات بھی اور خواص ظلمانی حجابات سے نکل کر نورانی حجابات سے جا ملے ہیں لیکن ان حجابات کو عین صاحب حجاب (ذاتِ حق سبحانہٗ) سمجھ کر اُن میں اٹک گئے ہیں اور ان کے شہود کے ساتھ لذت یاب ہوگئے ہیں اور اخص الخواص دونوں قسم کے حجابات سے نکل چکے ہیں اور شہود و مشاہدہ سے بالاتر چلے گئے ہیں، والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۱۴

خان محمد بیگ کولابی کے نام اس بیان میں تحریر فرمایا کہ تمام احوال پر اعتبار نہیں کرنا چاہیے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی۔ جو خط کہ سعادت آثار برادرم خان محمد بیگ نے بھیجا تھا پہنچا، آپ نے جو چند احوال لکھے تھے عمدہ ہیں اپنے کام میں مشغول رہیں اور ذکر و فکر کے ساتھ اوقات کو معمور رکھیں، اور یہ جو آپ کبھی اپنے آپ کو گم پاتے ہیں بہت خوب ہے کسی بزرگ نے کہا ہے کہ میں ایسا عدم چاہتا ہوں کہ پھر کبھی نہ لوٹوں۔ اور یہ جو آپ نے لکھا تھا کہ "حضرت امیر سید علی ہمدانی ظاہر ہوئے بندہ کی طرف کچھ کدورت بھری نگاہ کی" میرے مخدوم! اس قسم کے احوال اعتماد کے لائق نہیں ہیں شیطان ایک طاقتور دشمن گھات میں ہے چاہتا ہے کہ کسی نہ کسی طرح آدمی کو راہ حق اور صراطِ مستقیم سے ہٹا دے جو شخص کہ حق کا طالب اور اس تک پہنچنے کے راستہ کا متلاشی ہو گا حضرت امیر اس شخص سے کس طرح کدورت رکھیں گے۔ جو اعتقاد و محبت کہ اس سے پہلے آپ اُن کے ساتھ رکھتے تھے اسی پر قائم رہیں اور جو کام کہ آپ کو درپیش ہے اس پر ثابت قدم رہیں اور اس قسم کے خواب و خیال کے باعث متزلزل نہ ہوں اور بزرگوں نے کہا ہے کہ ایک پیر کا مرید اگر اپنی ہدایت کو دوسری جگہ زیادہ سمجھے تو جائز ہے کہ پہلے پیر کا انکار کئے بغیر دوسری جگہ مرید ہو جائے کیونکہ مقصود حق جل علا ہے حقیقت پیر وہی ہے کہ جس کی صحبت میں ہدایت نظر آئے۔ والسلام

مکتوب ۱۱۵

ملا حسن پشاوری کے نام استقامت کی فضیلت کے بیان میں تحریر فرمایا۔

www.maktabah.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم حمد و صلوٰۃ و تبلیغِ دعوات کے بعد عرض ہے کہ اس نواح کے احوال حمد کے لائق ہیں اللہ تعالیٰ دوستوں کو جمعی اور ظاہری و باطنی استقامت کے ساتھ محفوظ رکھے کہ کام کا مدار استقامت پر ہے بزرگوں کا قول ہے کہ اَلْاِسْتِقَامَۃُ فَوْقَ الْکَرَامَۃِ [استقامت کرامت سے برتر ہے] شَیَّبَتْنِیْ سُوْرَۃُ ھُوْدٍ[1] [مجھ کو سورہ ہود نے بوڑھا کر دیا] مشہور حدیث ہے، جب سید انبیاء سرور اتقیا علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام یوں ارشاد فرمائیں اور استقامت[2] کا امر آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو بوڑھا کر دے تو ہم جیسے بوالہوس اگر استقامت کی ہوس کریں اور استقامت کا دم بھریں تو محض ہوس و خیال ہے بہر حال جد و جہد اور کوشش کرنی چاہیے کہ اس بے پایاں سمندر سے کوئی چلو ہاتھ میں آجائے اور حلق میں پہنچے مَا لَا یُدْرَکُ کُلُّہٗ لَا یُتْرَکُ کُلُّہٗ [جو چیز پوری حاصل نہ ہو سکے اس کو کلی طور پر چھوڑ نہیں دینا چاہیے] آپ کی استقامت کا حال سننے میں آتا ہے تو دل بہت خوش ہو جاتا ہے اَللّٰھُمَّ زِدْ [اے اللہ اور زیادہ فرما] نتائج کے منتظر ہیں، آپ کے خطوط یکے بعد دیگرے پہنچ کر مسرت بخش ہوئے اس طرف سے جواب میں کوتاہی واقع ہوئی ہے (امید ہے کہ) معذور جانیں گے، فقیر لکھنے میں کاہل ہے اور فرصت بھی نہیں لکھتا۔ دوستوں سے دعا کی امید کی گئی ہے۔ والسلام

مکتوب ۱۱۶

فضیلت مآب سید اسرائیل کے نام فنائے اَتم اور شرکِ خفی کے دقائق سے پوری طرح رہائی پانے کی حقیقت کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ، سیادت و شرافت پناہ کا گرامی نامہ پہنچ کر مسرت بخش ہوا، آپ نے صحتِ مزاج کے بارے میں لکھا تھا مزید مسرت ہوئی اس پر اور اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں پر اس سبحانہٗ کی حمد ہے آپ نے اپنے آپ سے عدم کے جدا ہونے اور اس کے عدم صرف سے ملحق ہونے کی بابت لکھا تھا عمدہ و مبارک ہے اور فنائے مطلق کا پتہ اور عین و اثر کے زائل ہونے کی خبر دینے والا ہے، اس کے بعد ذکر و توجہ و حضور و معرفت سب اُس بارگاہ مقدس کی طرف منسوب ہے جب تک وجود بشریت سے بال بھر بھی باقی ہے حقائق مذکورہ معلول (علت و سبب والے) ہیں اور

---

[1] عن ابن عباس قال ابو بکر یا رسول اللہ قد شبت قال شیبتنی سورۃ ھود والواقعۃ والمرسلات وعم یتساءلون واذا الشمس کورت رواہ الترمذی ۱۲ مشکوٰۃ باب البکاء۔ [2] سورہ ہود میں اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو استقامت کا حکم ان الفاظ میں فرماتا ہے فاستقم کما امرت۔

www.maktabah.org

اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں اور وہ نفی و اثبات سے اپنی الوہیت کا اثبات کرتا ہے (اور حقائق
مذکورہ) اس بارگاہ کے لائق نہیں ہیں۔ کسی عالی رفیع نے بارہا آیۂ کریمہ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ ۱۷ / ۴۴
[اور ہر چیز اس کی حمد کی تسبیح پڑھتی ہے] میں بحمدہٖ کی ضمیر شئی کی طرف لوٹتی ہے یعنی جو شخص کہ تحمید و
تسبیح کرتا ہے (الحمد للہ و سبحان اللہ کہتا ہے) وہ اپنی تسبیح و تحمید کرتا ہے اور وہ اسی کی طرف لوٹتی ہے
اور اس بارگاہِ مقدس تک نہیں پہنچتی، جب تک نفی کے تمام مراتب کو طے نہ کرے اور شرکِ خفی کے ص ۱۵۸
دقائق سے رہائی نہ پالے اس مرض سے نجات ممکن نہیں ہے، یہ مرض ایک قوی ناسور ہے کہ ہر دوا سے
علاج پذیر نہیں ہوتا، جب تک خلیل (حضرت ابراہیم علیہ السلام) کی مانند راستہ کی خس و خاشاک کو
جو کہ اس ناسور کو قوت پہنچانے والی ہیں لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ [میں غروب ہونے والوں سے محبت نہیں کرتا]
کی جھاڑو سے صاف نہ کرے اور وَجَّهْتُ وَجْهِيَ [میں نے اپنا رخ کرلیا] کی منزل تک عبور نہ کرے ناسور
کی جڑ پوری طرح نہیں کٹتی۔ جو شخص کہ اس رہائی کی حقیقت سے جا ملا ہے اور شرک کے دقائق سے
آزاد ہو گیا ہے وہ عنقائے نایاب کا حکم رکھتا ہے، ہم جیسے بوالہوسوں کو ان باتوں کا کہنا اور سننا بھی
غنیمت ہے، جو حال کہ آپ نے لکھا تھا یعنی باطن کا ظاہر سے جدا ہونا اور اسی حال کا دوستوں میں
مشاہدہ کرنا عمدہ و مبارک ہے، حق سبحانہٗ دوستوں کو درجۂ کمال تک پہنچائے۔

مکتوب ۱۱۷

مخدوم زادۂ عالی مرتبہ جامع علوم ظاہری و باطنی صاحبِ کمالاتِ عالی مخدوم و مخدوم زادۂ عالی جاہ
خواجہ محمد عبید اللہ کے نام گرمیِ صحبتِ طالبان کو فیوض و برکات سے فیضیاب کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حمد و صلوٰۃ و تبلیغِ دعوات کے بعد عرض ہے کہ یہاں کے احوال ہر طرح
حمد کے لائق ہیں، آپ کے جانے کے بعد آجکل شیخ عبد الاحد فقیر کے ساتھ نشست و برخاست
رکھتے ہیں اور (اپنے کام میں) بہت سرگرم ہیں، شب و روز خدمت میں حاضر ہیں، خانقاہ میں ایک
حجرہ لیکر زندگی بسر کر رہے ہیں عجیب کیفیت و وارفتگی رکھتے ہیں بہت ترقی کرلی ہے اور شیخ بدیع الدین
اور میر محمد باقر (بھی) مشارٌ الیہ (شیخ عبد الاحد) کے ساتھ موافقت کرکے طلبگاری کے لوازم کو حسبِ
مقدور انجام دے رہے ہیں، الغرض ان تینوں عزیزوں کا معاملہ روز بروز رو بہ ترقی ہے، دوسرے دوست
بھی ترقی کر رہے ہیں اور طالبین علائق و اسباب کو قطع کرکے اطراف و جوانب سے یہاں پہنچ رہے ہیں۔

www.maktabah.org

اپنے کام میں سرگرم ہیں اور فیض حاصل کر رہے ہیں پہلے ہی قدم میں (ماسوا سے) رہائی و آزادی حاصل کرنے میں سستی اور (ماسوا کی) گرفتاری اس بے حاصل کے حصہ میں آئی ہے اور قرعۂ مہجوری و دُوری اس (فقیر) کے نام نکلا ہے، شرم آتی ہے کہ اس (ماسوا کی) گرفتاری کے باوجود آزاد لوگوں کے ساتھ صحبت رکھتا ہے اور اپنے آپ کو کسی طرح بھی ان لوگوں کی مجلس کے قابل نہیں دیکھتا اور یہ شعر اپنے اور اپنے دوستوں کے حال کے موافق پاتا ہے ؎

ما گرفتاریم بر ما ناوک بیداد ریز سنبل و گل درکنارِ مردمِ آزاد ریز

[ہم گرفتار ہیں ہم پر ظلم و ستم کے تیر برسا (اور) سنبل اور پھول آزاد آدمیوں کی آغوش میں ڈال]

حق جلّ و علا کی قدرت کا مطالعہ کرنا چاہئے کہ یہ فقیر) اس سستی و افسردگی کے باوجود جس جماعت کے ساتھ نشست و برخاست کرتا ہے شعلۂ شوق ان میں پیدا ہو جاتا ہے اور ان کی آتشِ محبت کو بھڑکاتا ہے کہ جس کے ذریعہ وہ ماسوا سے رہائی حاصل کرتے ہیں اور ترقیاں پاتے ہیں۔ اَلَّذِیْ جَعَلَ لَکُمْ مِّنَ الشَّجَرِ ۱۵۹ف
الْاَخْضَرِ نَارًا [وہ ذات جس نے تمہارے لئے سبز درخت سے آگ کو پیدا کیا] یٰس ۳۶ ۸۰ وہی حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے حجر و شجر کا قصہ ہے کہ انھوں نے سبز درخت سے دھوئیں کے بغیر خالص آگ دیکھی پھر انھوں نے سُنا جو کچھ کہ سُنا، اور سنگِ خارا سے پانی کے اتنے چشمے نکالے کہ وہ ایک کثیر جماعت کے فائدہ اٹھانے کا سبب بن گئے، جاننا چاہئے کہ مربیِ حقیقی اور مرشدِ مطلق وہی تعالیٰ شانہ ہے ع

از ما و شما بہانہ بر ساختہ اند [ہمیں اور تمہیں تو بہانہ بنایا گیا ہے]

کسی نے خوب کہا ہے۔ ع

ایشان نیند ایں ہمہ الحان ز مطرب ست [وہ کچھ نہیں ہیں یہ سب مطرب کا راگ ہے]

؎ از تُست طلسمِ ایں خزانہ من ہیچ نہ ام دریں میانہ

[اس خزانہ کا طلسم تجھ سے ہے، میں اس کے درمیان کچھ نہیں ہوں] والسلام

مکتوب ۱۱۸

نیز مخدوم زادہ بلند درجہ صاحبِ کمالاتِ اصلیہ واقفِ اسرارِ لِیْ مَعَ اللّٰہِ حضرت خواجہ عبید اللہ کے نام دیر قصور اور ان کمالات کی شرح میں جو کہ کمالاتِ ولایت و نبوت کے اوپر ہیں اور صفتِ علم کے کچھ کمالات کے بیان میں تحریر فرمایا۔

www.maktabah.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ فرزند عزیز کا مکتوب مرغوب پہنچکر مسرت کا باعث ہوا چونکہ تصور کی دید اور امیدوں کے منتہم ہونے پر مشتمل اور بلند احوال و اعلیٰ کیفیات پر محیط تھا مزید مسرت بخش ہوا، بیشک جو کچھ اس جانب منسوب ہے بھلائی و قبول اس کے مسلوب ہے جبکہ بندہ کی ذات شر و نقص ہے تو (اس سے) منسوب امور کو اس پر قیاس کرنا چاہیے، درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے جسقدر خیر و کمال کا جلوہ زیادہ ہو گا نقص و شریت کی دید اسی قدر زیادہ ہوگی ؎

معشوق اگرچہ گشت ہم خانۂ ما ویرانہ تر از اوّل ست ویرانۂ ما

[معشوق اگرچہ ہمارا ہمخانہ ہو گیا ہے لیکن ہمارا ویرانہ پہلے سے بھی زیادہ ویران ہے]

آپ نے اپنی موجودہ حالت کی بابت لکھا تھا کہ "بے کیفی کی نسبت کہ جس کا اختصاص لطائفِ عالمِ امر و خلق میں سے کسی لطیفہ کے ساتھ نہیں سمجھتا ہے کُلّیت کو احاطہ کر لیتی ہے"۔ شاید کہ یہ معاملہ کمالاتِ ولایت و کمالاتِ مرتبۂ نبوت سے ماوراء ہے کیونکہ یہ دونوں کمالات ان دس لطائف کے ساتھ خصوصیت رکھتے ہیں حقیقتِ نماز ہے جو کہ اس خصوصیت سے بالاتر ہے اور کلّیت کو اس سے ن ۱۶۰
حصہ ہے سَجَدَ لَکَ سَوَادِیْ وَخَیَالِیْ [میرا وجود اور خیال تجھے سجدہ کرتا ہے] اس کا نشان ہے اور حقیقتِ کعبہ و حقیقتِ قرآنی اور جو کچھ ان حقائق کے اوپر ہے اسی قسم سے ہے اس لئے کہ قرآنِ (حکیم) و کعبہ (مکرمہ) کو نماز کے ساتھ خاص خصوصیت ہے اور مافوق کے بارے میں کیا کہا جائے کہ کلّیت اختصاص کی طرح اس بارگاہ سے راستہ میں ہے مَنْ لَمْ یَذُقْ لَمْ یَدْرِ [جس شخص نے نہیں چکھا اس نے نہیں جانا]۔

اور یہ جو آپ نے صفتِ علم اور اس کے حُسن و جمال اور ناز و غمزہ جو کہ اس شخص کو بیہوش کر دیتے ہیں کے انکشاف و تجلی اور اس سبحانہٗ و تعالیٰ کی بارگاہِ قدس میں اُن کی قدر و منزلت کے بارے میں لکھا تھا واضح ہوا اس صفت کے حُسن و جمال سے ہے کہ یہ صفت حق تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین صفات سے ہے، اور ناز و غمزہ لازمۂ محبوب ہے اس (صفت) کے کمال و جمال سے ہے کہ موصوف کے ساتھ متحد ہو جاتی ہے کیونکہ کمالِ محبت کا مقتضا دوئی کو دور کرنا ہے پس سمجھ لیجئے لیکن یہ حسن معنوی حسن ہے اور (یہ) جمال بے کیفی کا جمال ہے، چون و کیف کے مقید اس حُسن سے کیا پائیں، حُسن اُن کے نزدیک صورت کا حُسن ہے اور جمال (اُن کے نزدیک) کیف و چون آمیز جمال ہے جو شخص کہ بے کیفی و بے چونی کا نشہ نہ رکھتا ہو وہ اس حُسن کو نہیں پا سکتا اور حسنِ معنی کو حسنِ صورت سے جدا نہیں کر سکتا اور جو حسن کہ صورت و معنی سے ماوراء ہے وہ خود ایک الگ امر ہے۔

www.maktabah.org

جاننا چاہیے کہ اس بیان کے بموجب اگر حضرت خلیل (ابراہیم) و حضرت نوح علیٰ نبینا و علیہما الصلوٰۃ والسلام میں محبوبیت کے معنی ثابت کیے جائیں تو بعید نہیں ہے کیونکہ ان دونوں بزرگوں کا مبدأ تعین بھی صفتِ علم ہے لیکن فرق ہے کیونکہ وہاں شانِ علم ہے جو کہ ذات تعالیٰ و تقدس پر ہرگز زائد نہیں ہے اور یہاں صفت ہے جو کہ زائد ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "بعض اسرار جو کہ حقیقت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں وہ ظاہر ہوتے ہیں اُن (اسرار) کو صباحت کے مرکز میں جو کہ ملاحت ہے داخل کریں یا نہ"۔ ان اسرار کا ظاہر ہونا مبارک ہے اور اگر اکابر کے طفیل اس مرکز سے بہرہ ور کر دیں تو فضل و کرم سے دُور نہیں ہے اور نورٌ علیٰ نور ہے۔

مکتوب ۱۱۹

حافظ ابو اسحاق کے نام نصائح اور تعبیرِ احوال کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد و صلوٰۃ و تبلیغ دعوات کے بعد عرض ہے کہ آپ نے جو مکتوب گرامی اس مسکین کے نام ارسال کیا تھا پہنچ کر مسرت بخش ہوا۔ آپ نے جو حال میں جناب حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم کو دیکھا ہے اور شیخ عبد القادر قدس سرہ کو بھی دیکھا ہے اور اُن سے عنایات کو مشاہدہ کیا ہے اور دوسرے حال میں ایک بزرگ نے آپ کو عطیات دیئے ہیں اور اس وقت دل اس طرح حرکت میں آیا کہ پھٹ جانے کے قریب ہو گیا اور تیسرے حال میں آپ نے حضرت جبرئیل علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا ہے جو حاملِ وحی اور واسطۂ رسالت ہیں، یہ سب عمدہ و مبارک اور بشارت پر بشارت ہے، اپنے کام میں خوب منہمک رہیں اور جہاں تک ہو سکے ذکر و فکر میں مشغول رہیں اور اس قلیل فرصت میں آخرت کا زادِ راہ تیار کریں اور مولائے حقیقی جل شانہٗ کی رضامندی میں دل و جان سے کوشش کریں (اور ہم) دُور افتادہ دوستوں کو سلامتیٔ خاتمہ کی دعا کے ساتھ یاد رکھیں۔

آپ نے لکھا تھا کہ "رسالۂ یاقوتیہ" کے پڑھنے سے دل میں ایسا شوق غالب ہوا ہے کہ نوکری اور کدوبار ترک کر کے صحبت (عالی) میں پہنچ جاؤں الخ" میرے مکرم! یہ شوق ایک بڑی نعمت ہے کام کا مدار شوق و محبت پر ہے اور ترقی و قرب کا معاملہ اس سے وابستہ ہے، حُسن کو دیکھنے والی آنکھ اور کمال و جمال کا ادراک کرنے والی نگاہ جس قدر روشن اور تیز ہو گی شوق و عشق کو (اسی قدر) بڑھائے گی اور معشوق کے ماسوا سے [illegible] بے گانہ بنا دے گی اور معرفت کی کھڑکی اس کے باطن میں کھول دے گی ؎

www.maktabah.org

آں را کہ بحسن دیدہ تیز ست — ایں عشق بلائے خانہ خیز ست

[جس شخص کی آنکھ حُسن کے لئے تیز ہے اس کے لئے عشق خانہ خیز آفت ہے]

میرے مخدوم! چونکہ ایک بڑا کنبہ آپ کے ساتھ وابستہ ہے اور آپ کے ذمہ قرض (بھی) ہے اس لئے ترکِ (ملازمت) کے جلدی کرنے میں توقف و تامل درکار ہے اور ترکِ حقیقی کے حاصل ہونے تک ترکِ حکمی اختیار کریں، اور ترکِ ظاہری کے مقابلے میں ترکِ معنوی پر کفایت کریں، اَلصُّوْفِیُّ کَائِنٌ بَائِنٌ [صوفی کائن و بائن ہوتا ہے] (یہ مقولہ) آپ نے سُنا ہوگا یعنی صوفی ظاہری طور پر مخلوق کے ساتھ ملا رہتا ہے اور حقیقی و معنوی طور پر اُن سے جدا ہوتا ہے۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۲۰

مولانا محمد صدیق پشاوری کے نام کمالِ فنا و نیستی اور حضرت صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) میں اس معنی کے کمال کے حصول اور اس کمال کے باعث ان کے ایمان کے اس امت کے ایمان پر فضیلت رکھنے اور اس (فنا و نیستی) سے ادب کے معاملات کی طرف اشارہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللہ تعالیٰ کمال و اکمال کے اعلیٰ مرتبہ تک پہنچائے، آپ کا مکتوب
۱۶۳ مرغوب پہنچ کر مسرت بخش ہوا، آپ نے لکھا تھا کہ "(یہ فقیر) ہمیشہ چاہتا ہے کہ اپنی حقیقتِ حال لکھے لیکن اس وجہ سے کہ اپنے آپ کو اور اپنے احوال کو اس قابل نہیں جانتا کہ عرض کرے بیکار و حیران رہ جاتا ہے"

میرے مخدوم! احوال لکھتے رہیں اور ان کو جلدی قلمبند کریں اور اس معاملہ میں کسرِ نفسی کو کام میں نہ لائیں کیونکہ یہ (احوال کا لکھنا) غائبانہ توجہ کا باعث ہوتا ہے اور گفتگو کا راستہ کھولتا ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "اس وقت فنائیت و گمنامی اور سلبِ کلی کے سوا اپنے اندر کچھ نہیں دیکھتا اور تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ [اللہ تعالیٰ کی صفات کے ساتھ متصف ہو جاؤ] اس وقت جلوہ گر ہو گئی ہے" کسی بزرگ نے خوب فرمایا ہے ع

ایں جملہ شدی ولے مسلماں نشدی — [تو یہ سب کچھ تو ہو گیا لیکن مسلمان نہیں ہوا]

اس کی کُنہ اس وقت ظاہر ہوئی" بیشک کام کا مدار اسی فنائیت و سلبِ کلی پر ہے اور تخلق باخلاق اللہ [اللہ تعالیٰ کی صفات سے متصف ہونا] اسی فنائیت کا نتیجہ ہے کیونکہ ہستی کا شکار نیستی کے جال کے بغیر صورت پذیر نہیں ہے اور اسلام حقیقی اسی نیستی و تخلق سے وابستہ ہے، جب تک سالک کے آثار کی کچھ بُو درمیان میں ہے، اسلام کی حقیقت میں کمی ہے اور اس نے شرکِ خفی کے گرداب سے رہائی نہیں

www.maktabah.org

پائی ہے اور لَا یَذْکُرُ اللّٰہَ اِلَّا اللّٰہُ [اللہ ہی اللہ کا ذکر کرتا ہے] کے راز تک نہیں پہنچا ہے، اس امت میں جو کہ خیر الامم ہے فنا و نیستی کے میدان کے شہسوار یکتا (صدیق اکبرؓ) ہیں کہ جن کی شان میں (حدیث شریف میں) آیا ہے کہ جو شخص چاہے کہ مُردہ کو زمین پر چلتا ہوا دیکھے تو اس کو چاہئے کہ ابو قحافہ کے بیٹے (ابو بکر صدیقؓ) کو دیکھ لے کیونکہ دوسرے صحابہ کرامؓ میں بھی اس کمال کے پائے جانے کے باوجود اس کمال کے ساتھ ان کے ذکر کی تخصیص بھی اس کمال میں ان کے کامل امتیاز کی خبر دینے والی ہے اس لئے آنجناب (صدیق اکبرؓ) کا ایمان تمام امت کے ایمان سے افضل ہوا جیسا کہ وارد ہوا ہے کیونکہ ایمان کا کمال فنا و نیستی کے کمال پر مبنی ہے جیسا کہ گذر چکا ہے اور اس لئے انھوں نے آنسرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک ایسا اتحاد و تعلق پیدا کیا جو کسی دوسرے شخص کو میسر نہیں ہے مَا صَبَّ اللّٰہُ شَیْئًا فِیْ صَدْرِیْ اِلَّا صَبَبْتُہٗ فِیْ صَدْرِ اَبِیْ بَکْرٍ [اللہ تعالیٰ نے جو کچھ میرے سینہ میں ڈالا وہ سب میں نے ابو بکرؓ کے سینہ میں ڈال دیا] مَا ظَنُّکَ بِاثْنَیْنِ اللّٰہُ ثَالِثُہُمَا [ان دو کے بارے میں تیرا کیا گمان ہے جن کا تیسرا اللہ ہے]

میرے مخدوم! ادراکات و اسرار کلی معاملہ کہ سابقین کے درمیان ہے وہ اس گفتگو سے ماوراء ہے اور اس نیستی کا ثمرہ اور اسلام حقیقی کا نتیجہ ہے بلکہ بعض اس قسم کے ہیں کہ محض فضل پر موقوف اور صرف محبت سے وابستہ ہیں، کوئی اور عمل اس کمال تک پہنچانے والا اور اس لازوال بخشش کا ثمرہ دینے والا نہیں ہو سکتا، اعمال راستہ ہی میں رہ جاتے ہیں، عارف اس وقت اپنے آپ کو شریعت کی صورت و حقیقت سے باہر پاتا ہے اس معنی میں نہیں کہ احکام شرعیہ کے بجالانے سے بے نیاز ہو جاتا ہے اور مرد نبی کا تابع نہیں رہتا کہ یہ کفر و الحاد ہے بلکہ یہ ایک ایسا امر ہے کہ جب تک تو اس (مقام) تک نہ پہنچے نہیں پائے گا۔ مَنْ لَّمْ یَذُقْ لَمْ یَدْرِ [جس نے نہیں چکھا اس نے نہیں جانا] وَفِیْ ذٰلِکَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ [اور اس میں رغبت کرنے والوں کو رغبت کرنی چاہئے]۔ والسلام اولاً و آخراً۔ مطففین ۲۶

مکتوب ۱۲۱ ۱۶۳

شیخ عبد العلیم جلال آبادی کے نام محبت ذاتیہ کی علامت اور قبض و بسط کی شرح اور سالک کے کام میں رکاوٹ اور اس کے باطن کی بے رونقی اور اس کا علاج اور پیر کی صحبت اور مرید کی محبت کے فوائد اور اس طریقے کے دوسرے طریقوں سے اقرب ہونے کے بیان میں اور نیز اس بیان میں کہ یہ طریقہ ضرور موصل ہے اور اس طریقۂ عالیہ نقشبندیہ کی تعریف میں تحریر فرمایا۔

www.maktabah.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حمد و صلوٰۃ اور ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے (یہاں کے) احوال ہر طرح سے حمد کے لائق ہیں، اللہ تعالیٰ سے آپ کی عافیت اور ظاہری و باطنی استقامت کے لئے دعا کی گئی۔ آپ کے گرامی نامے یکے بعد دیگرے پہنچکر مسرت بخش ہوئے، چونکہ فقیر کو جو درد لاحق تھا اس کے باعث تکلیف غالب رہی اور قلم پکڑنے اور لکھنے کی طاقت نہیں تھی اس لئے جواب کے لکھنے میں تاخیر واقع ہوئی، اس ماہِ مبارک (رمضان) میں مسجد کی حاضری و تراویح و ختمِ قرآن سے محروم رہا، الحمد للہ کہ ماہِ شوال میں ماہِ سابق کی بہ نسبت افاقہ رہا، اب جبکہ ماہِ ذی قعدہ کی چھٹی تاریخ ہے چند روز سے پالکی میں بیٹھکر باہر دیوانخانہ میں آتا ہوں اور چند گھڑی درویشوں کے ساتھ بیٹھ جاتا ہوں ابھی تک مسجد میں نہیں جا سکا ہوں، کیونکہ وہ کچھ فاصلہ پر ہے، اور دو زانو اور چار زانو بیٹھنے کی طاقت (ابھی) نہیں ہوئی ہے اور کسی نے خوب کہا ہے ؎

لَیْتَکَ تَحْلُوْا وَالْحَیٰوۃُ مَرِیْرَۃٌ وَلَیْتَکَ تَرْضٰی وَالْاَنَامُ غِضَابٌ

[کاش کہ آپ میرے حق میں شیریں ہو جائیں خواہ زندگی تلخ رہے اور کاش کہ آپ مجھ سے راضی ہو جائیں اگرچہ تمام مخلوق ناراض رہے]

اور بزرگوں نے کہا ہے کہ محبتِ ذاتیہ کی علامت یہ ہے کہ (محب کی نظر میں) محبوب کا انعام و ایلام دونوں یکساں ہو جائیں یعنی مُحِب محبوب کے ایلام سے بھی لذت پائے جیسا کہ اس کے انعام سے لذت پاتا ہے اور ہمارے حضرتِ عالی (مجدد الف ثانی) قدسنا اللہ سبحانہ بسرہٖ نے تحریر فرمایا ہے کہ ایلامِ محبوب اس کے انعام سے زیادہ لذت بخش ہے اس لئے کہ اس کے انعام میں محبوب کی خواہش اپنے نفس کی خواہش کے ساتھ مخلوط ہے اور ایلام میں خالص محبوب ہی کی خواہش ہے اور اپنے نفس کی خواہش کی مخالفت ہے، ان دونوں میں بڑا فرق ہے اور یہ عجائبات میں سے ہے ؎

اگر مرادِ تو اے دوست نامرادیٔ ماست مرادِ خویش دگر بار من نخواہم خواست

[اے دوست اگر تیری مراد ہمارا نامراد ہونا ہے تو پھر میں اپنی مراد نہیں چاہوں گا]

آپ نے یہ جو حضرت سلمہ اللہ تعالیٰ علیٰ رؤس العالمین کے غلاموں کی مشغولی کی کیفیت کے بارے میں لکھا تھا کہ "انھوں نے فرمایا کہ ہم مسرور ہیں اور روز بروز اپنے باطن میں بہت زیادہ جمعیت پاتے ہیں اور کبھی کبھی بیخودی اور کچھ غیبت رونما ہوتی ہے اور کبھی کبھی حق تعالیٰ کی عنایت کو اپنے بارہ میں بہت ۱۹۳
زیادہ پاتے ہیں" اس کے مطالعہ سے بہت خوشی حاصل ہوئی، اللہ تعالیٰ اس معاملہ کو ہر روز بہتر کرے اِنَّہٗ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ [بیشک وہ قریب (اور) قبول کرنیوالا ہے] اور اگر کبھی قبض پیش آئے تو اس سے پریشان نہیں ہونا چاہئے کیونکہ سالکوں کو سلوک کے دوران قبض پیش آتا ہے اور ان کی ترقی کا باعث ہوتا ہے

www.maktabah.org

اور قبض وبسط دونوں احوال میں داخل ہیں گویا اس راستہ کے ارکان سے ہیں، قابض و باسط ہر ایک اسماءِ الٰہی میں سے ہے سالک کبھی ایک اسم کا مَورِد (ہوتا) ہے اور کبھی دوسرے اسم کا مظہر (ہوتا) ہے لیکن قبض وبسط کا معاملہ اس وقت تک ہے جبتک کہ سالک احوال کی تلوینات میں ہے اور جب معاملہ تلوین سے تمکین میں آجاتا ہے تو قلب اور تمام لطائفِ عالمِ امر احوال کی تلوین سے رہائی پالیتے ہیں اور قبض وبسط کی لوٹ پھیر سے آزاد ہوجاتے ہیں اس وقت نسبتِ باطن زوال وخلل سے محفوظ ہو کر دوامِ وقت اور استمرارِ حال سے متصف ہوجاتی ہے اس وقت اگر قبض ہے تو ظاہر پر ہے اور وہ باطنِ لطائف میں سرایت نہیں کرتا۔ جاننا چاہئے کہ سالک کے کام میں رُکاوٹ اور اس کے باطن کی بے رونقی کا ظہور کبھی ہوسکتا ہے کہ قبض کے باعث ہو جو کہ احوال سے ہے جیسا کہ اس کی تفصیل گذر چکی ہے اور کبھی کسی لغزش کے ارتکاب اور صفاتِ بشریت کے غلبہ کی وجہ سے کچھ ظلمت باطن پر طاری ہوجاتی ہے اور (اس کو) بے رونق کردیتی ہے اور ذکر کے انوار کو چھپا دیتی ہے، اس وقت توبہ واستغفار لازم اور انابت وتضرع ناگزیر ہے تاکہ بشریت کی کدورت اور لغزش کی ظلمت درمیان سے رخصت ہوجائے اور ذکر وطاعات کے انوار چمک جائیں اور چونکہ قبض اور اس کدورت کے درمیان جو کہ لغزش یا صفاتِ بشریت کے ظہور کے باعث تھی فرق کرنا دشوار ہے اس لئے استغفار وانابت ہر حال میں نافع وفائدہ مند ہے، انبیاءِ کرام علیہم الصلوات والبرکات وعلیٰ آلہم اگرچہ گناہوں سے پاک ہیں لیکن لوازمِ بشریت کے باعث کبھی ان کے باطن پر غبار وپردہ آجاتا ہے اور وہ استغفار کے محتاج ہوتے ہیں حدیث شریف میں ہے کہ بیشک البتہ میرے قلب پر غبار آجاتا ہے اور تحقیق میں اللہ تعالیٰ سے دن میں ستر مرتبہ استغفار کرتا ہوں، اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ یہ رکاوٹ نسبتِ باطن کے ضعف کی وجہ سے ہوتی ہے اور چونکہ نسبت نے قوت پیدا نہیں کی ہوتی اس لئے کبھی ظاہر ہوتی ہے اور کبھی پوشیدہ ہوجاتی ہے جبتک نسبت راسخ نہ ہوجائے مرشد سے ظاہری بُعد وغیبت کی حالت میں یہ ضعف پیش آتا ہے اور اس کا علاج رہبر (پیر) کی صحبت اور
اس کی توجہ ہے تاکہ نسبت قوت پکڑلے اور ملکہ ہوجائے اور فنا کی حد تک پہنچ جائے، مرشد کی توجہ ص ۱۹۵
دوسری صورت میں بھی جبکہ کسی لغزش کے باعث کچھ ظلمت طاری ہوئی ہو نفع دینے والی ہے، پیر کامل کی توجہ ظلمت وکدورت کے پہاڑوں کو خواہ وہ کسی ذریعے سے بھی پیدا ہوئے ہوں مُرید صادق سے دُور کردیتی ہے اور اس کے باطن کو پاک کردیتی ہے اور قبض میں بھی یہ توجہ فائدہ مند ہے جلدی سے بسط میں لے آتی ہے اور ترقی کی راہ اس پر کھول دیتی ہے، الغرض کام کا مدار صحبت وتوجہ پر ہے جو کہ محبت و سپردگی کے ساتھ جمع ہوتی ہے ایک جانب سے محبت وسپردگی اور دوسری جانب سے توجہ (ہونی چاہئے)

www.maktabah.org

ہوسکتا ہے کہ رہبر کی توجہ کے بغیر تنہا محبت نفع دینے والی ہو لیکن محبت کے بغیر محض توجہ بہت کم نفع دیتی ہے، محبت ہی ہے جو کہ پیر کی مخفی کیفیات کو جذب کرتی ہے اور اس کے مخصوص کمالات کو اپنے اندر کھینچتی ہے اور فنا فی الشیخ بلکہ فنا فی اللہ پیدا کرتی ہے اور جب طرفین سے مذکورہ صفات ظاہر ہو جائیں تو امید ہے کہ ترقی کا راستہ کھل جائے اور جلدی سے منزلِ مقصود تک پہنچ جائے اور راستہ میں نہ رہے۔ حضرت خواجہ نقشبند قدسنا اللہ تعالیٰ بسرہ الاقدس نے فرمایا ہے کہ ہمارا طریقہ سب طریقوں سے اقرب ہے اور نیز فرمایا ہے کہ میں نے حق سبحانہ وتعالیٰ سے ایسا طریقہ مانگا ہے جو ضرور حق تعالیٰ تک پہنچانے والا ہے، دوسرے طریقوں سے اس طریقہ کی اقربیت اس وجہ سے ہے کہ اس طریقہ کی ابتدا اس جذبہ سے ہے جو کہ سلوک پر مشتمل ہے اور سلوک اس کے ضمن میں طے ہو جاتا ہے اور جو جذبہ کہ سلوک کے بغیر ہوتا ہے جیسا کہ بعض ایسے مجذوبوں سے (ظاہر) ہوتا ہے جن سے سلسلۂ طریقت جاری نہیں ہوتا، ان اکابر کے نزدیک احاطۂ اعتبار سے ساقط ہے اور ولایت کا ثمرہ دینے والا نہیں ہے اور چونکہ جذبہ محبت بخشنے والا ہے (اسلئے) سالک جذبہ و محبت کے حلقے میں گرفتار ہو کر قرب کی منزلوں تک پہنچ جاتا ہے اور آسانی کے ساتھ منازلِ سلوک طے کرتا ہے اس لئے یہ راستہ اقرب ہو جاتا ہے اور دوسرے طریقوں میں چونکہ ابتدا سلوک سے ہے اس لئے وہ ریاضتوں اور مجاہدوں سے منازلِ سلوک طے کرتے ہیں اور ایک عمر اس میں صرف کرتے ہیں اس کے بعد معاملہ جذبہ تک پہنچتا ہے اور راستہ طویل ہو جاتا ہے اور اس طریقہ میں سلوک جذبہ کے ضمن میں حاصل ہو جاتا ہے اور راستہ اقرب ہو جاتا ہے، سلوک طالب کی جانب سے ہے پس (یہ) راہ رفتن (چلنا) ہوا اور جذبہ مطلوب کی جانب سے ہے پس (یہ) راہ بُردن (لیجانا) ہوا، رفتن اور بُردن میں بہت فرق ہے، حق تعالیٰ کے جذبات میں سے ایک جذبہ دونوں گروہوں (انسان و جن) کے عمل کے برابر ہے۔ اور یہ جو حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ "یہ طریقہ ضرور حق تعالیٰ تک پہنچانے والا ہے" اس کی تشریح یہ ہے کہ سالک کو ترقی سے باز رکھنے والے موانع اور وصول سے روکنے والے امور میں سے یا جذبِ ابتر ہے جو کہ سلوک کے ساتھ جمع نہیں ہوا ہے یا سلوکِ ابتر یعنی جذب کے بغیر سلوک ہے اور اس طریقہ میں نہ سلوکِ خالص ہے اور نہ جذبِ ابتر ہے (بلکہ) ایسا جذبہ ہے جس میں سلوک شامل ہے پس اس طریقے میں سالک کے توقف اور اس کی راہ میں رکاوٹ کا باعث طالب ۱۹۲ ص
کی سستی کے سوا اور کچھ نہیں ہے، جو طالبِ صادق کہ پیرِ کامل کی صحبت میں رہے اور طلب کی جو شرائط اکابر نے مقرر کی ہیں ان کو پورا کرے امید ہے کہ وہ ضرور واصل ہو جائے گا۔ اور یہ جو ہم نے کہا کہ

www.maktabah.org

"کامل پیر کی صحبت میں رہے" یہ اس لئے ہے کہ ناقص کے ذریعے کوئی کامل نہیں بنتا، ناقص خود واصل نہیں ہے وہ دوسرے کو کس طرح واصل کرے گا، پس طالب کے لئے اس طریقہ کا اختیار کرنا اولیٰ و انسب ہے۔ اور نیز یہ سلسلۂ عالیہ (حضرت) صدیق اکبر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تک پہنچتا ہے بخلاف باقی تمام سلسلوں کے اور حضرت سرور انبیاء علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ تک ان کا وسیلہ حضرت صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) ہیں، جس قدر وسیلہ قوی ہوگا، وصول کا راستہ (اسی قدر) اقرب ہوگا اور قرب کی منزلیں (اسی قدر) جلد طے کرلی جائیں گی اور یہ جو اس سلسلۂ عالیہ کے اکابر کی تحریر میں آیا ہے کہ "ہماری نسبت تمام نسبتوں سے اوپر ہے" درست ہے، کیونکہ ان کی نسبت حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کی نسبت ہے جو کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد تمام انسانوں سے افضل ہیں۔ اور نیز اس طریقۂ عالیہ کا مدار سنت کو لازم پکڑنے اور بدعت سے اجتناب کرنے پر ہے، اس طریقہ کے اکابر حتی الامکان عزیمت پر عمل کرنے کو ترک نہیں کرتے اور رخصت پر مائل نہیں ہوتے، کیفیات و معارف کو علوم دینیہ کا خادم جانتے ہوئے شرع کے نفیس جواہرات کو بچوں کی مانند وجد و حال کے جوز و مویز (اخروٹ و منقی) کے عوض نہیں دیتے اور صوفیوں کی خرافات پر دھوکا نہیں کھاتے، نص سے فص کی طرف مائل نہیں ہوتے اور فتوحات مدنیہ (قرآن وحدیث) سے فتوحاتِ مکیہ (شیخ ابن عربی قدس سرہٗ کی کتاب) کی طرف التفات نہیں فرماتے، یہی وجہ ہے کہ ان کا وقت دائمی ہے اور ان کا حال استمراری ہے، ماسوا کے نقوش ان کے باطن سے اس طرح پر مٹ جاتے ہیں کہ اگر وہ ہزار سال تک ماسوا کا خیال دل میں لانے کے لئے تکلف کریں تب بھی میسر نہ ہو وہ تجلی ذاتی جو کہ دوسروں کیلئے برق کی مانند ہے ان بزرگوں کے لئے دائمی ہے وہ حضور کہ جس کے پیچھے غیبت ہو ان بزرگوں کے نزدیک احاطۂ اعتبار سے ساقط ہے: رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ [وہ لوگ کہ سوداگری اور خرید و فروخت میں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہیں ہوتے] ان کی صفت ہے۔ حضرت خواجہ احرار نے فرمایا ہے کہ اس سلسلۂ عالیہ کے خواجگان قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم ہر زراق و رقاص (ریا کار اور رقص کرنے والا) کے ساتھ نسبت نہیں رکھتے ان کا معاملہ بلند ہے ؎

حیف باشد شرحِ او اندر بیاں　　ہمچو رازِ عشق باید در نہاں
لیک گفتم وصفِ او تا رہ برند　　پیش ازاں کز فوتِ او حسرت خورند

اس کی شرح و بیان کرنا انصافی ہے عشق کے راز کی طرح اس کو پوشیدہ رکھنا چاہئے، لیکن میں نے اس کی صفت اس لئے بیان کر دی تاکہ قبل اس کے کہ اس کے عدم حصول پر حسرت کریں اس راہ پر چلیں

www.maktabah.org

مکتوب ۱۲۲

سلطانِ وقت مدظلہ کے نام سجدہ کے فضائل اور ذکر مذکور کی طرف ترقی کرنے پر ترغیب ۶۵
دینے اور اس تعالیٰ شانہ کی تنزیہ و تقدیس کے بیان میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ اس
تعالیٰ سبحانہ کو تجلیات و مشاہدات و اسماء و صفات کے ماوراء ڈھونڈنا چاہیے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ العلی الاعلیٰ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد المصطفیٰ خیر الوریٰ صاحب قاب قوسین او ادنیٰ وعلیٰ آلہ البررۃ التقیٰ واصحابہ اصحاب المقامات والدرجات العلیٰ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کے نزدیک بندہ کی کوئی حالت اس سے زیادہ پسندیدہ نہیں ہے کہ وہ اُس کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھے اور اُس بندہ کا چہرہ خاک آلود ہو۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ سجدہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کے دونوں قدموں پر سجدہ کرتا ہے پس بندہ کو چاہیے کہ جد کرے اور خوب رغبت سے کرے اور خوب دعا کرے اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جب بندہ سجدہ کرتا ہے تو اس کا سجدہ اس کی پیشانی کے نیچے کی زمین کو زمین کے ساتوں طبق تک پاک کردیتا ہے اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ اس شخص کے لئے خوشخبری ہے جس نے اپنے اندر کوئی نقص و خامی نہ ہونے کے باوجود تواضع کی اور جس نے مانگنے کے بغیر اپنے نفس میں ذلت اختیار کی اور مال کو جو اس نے جمع کیا معصیت کے بغیر خرچ کیا اور اہلِ ذلت و مسکنت پر رحم کیا اور اہلِ فقہ و حکمت سے میل جول رکھا اور اس شخص کے لئے خوشخبری ہے جس نے اپنے علم پر عمل کیا اور اپنے زائد مال کو (اللہ تعالیٰ کی راہ میں) خرچ کیا اور اپنے آپ کو فضول گوئی سے روکا۔ اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے۔

کمترین دعاگویان (یعنی یہ فقیر) حضرت ناصر الملۃ والدین مروجِ الاسلام ومؤید المسلمین، خلیفۃ اللہ تعالیٰ فی الارضین کے آستانۂ عالیہ کے مقیمین و عتبۂ عالیہ کے خادمین کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ یہ مسکین بے بضاعت و ناکارہ ہونے کے باوجود آنجناب کی سلامتی جان و ایمان کی دعا سے فارغ نہیں ہے اور ترقی درجات اور ظاہری و باطنی استقامت کی طلب سے غافل نہیں ہے۔ ع

این دعا از من و از خلقِ جہاں آمین باد [یہ دعا میری طرف سے ہو اور تمام مخلوق کی طرف سے آمین ہو]

حضرت سلامت! برادر دینی شیخ عبد العلیم نے ایک خط اس فقیر کو لکھا تھا اور اس میں آنجناب کی جمعیتِ باطنی اور اس امر جلیل میں مشغولیت و پابندی کے بارے میں لکھا تھا اس کو پڑھ کر

www.maktabah.org

اسی خاندان عالی سلطانیہ کا شکر بجالایا کہ ان ظاہری مشغولیات کے باوجود آپ نے نسبت میں دل کو
[illegible] ایک خاص تعلق اور غضور تخصیص کے ساتھ ایک مخصوص شوق ہے، امید ہے کہ
یہ عشق روز بروز زیادہ ہوگا اور آتش شوق قوت پذیر ہوگی یہاں تک کہ (یہ تعلق) ذکر سے مذکور تک
پہنچائے گا اور وہاں سے مدلول تک لے جائیگا اور لفظ سے معنی تک کھینچ لائے گا۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

قومے ز وجود خویش فانی — رفتہ ز حروف در معانی

(ایک قوم اپنے وجود سے فانی اور بے خبر ہے وہ حروف سے معانی کے اندر چلی گئی ہے)

اس بارگاہ جل وعلا میں اسم و معنی وغیرہ کا اطلاق میدان عبارت کی تنگی کے باعث ہے ورنہ ع

آنجا ہمہ آنست کہ برتر ز بیان ست — [وہاں سب کچھ وہ ہے جو کہ بیان سے بالاتر ہے]

اس سبحانہ کو لفظ و معنی سے ماوراء طلب کرنا چاہئے اور آفاق و انفس، تجلیات و ظہورات، توحید و اتحاد
اور مشاہدات و مکاشفات سے ماوراء ڈھونڈنا چاہئے ؎

تو از خوبی نمے گنجی بعالم — مرا ہرگز کجا گنجی در آغوش

(جب تو عالم میں خوبی کی وجہ سے نہیں سما سکتا تو پھر میری آغوش میں کہاں سما سکتا ہے)

سیر و سلوک سے مقصود حجابات کا رفع ہونا ہے خواہ وہ حجابات وجوبی ہوں یا امکانی ہوں، نہ یہ کہ مطلوب کو
حاصل کر لیں نہ آئیں اور عنقا کو شکار کرلیں ؎

عنقا شکار کس نشود دام باز چیں — کاینجا ہمیشہ باد بدست است دام را

(عنقا کو کوئی شکار نہیں کر سکتا تو اپنا جال اٹھالے کیونکہ یہاں ہمیشہ جال کو لگانا ایسا ہے جیسا کہ ہوا کو ہاتھ میں لینا یعنی اسکو کچھ حاصل نہیں)

یہ کمال (جو بیان ہوا مشکوٰۃ نبوت سے ماخوذ ہے اور یہ دید (مذکور) ولایت انبیاء علیہم الصلوات و
التسلیمات کا نتیجہ ہے، امتیوں میں سے بعض اُن حضرات کو اس کمال سے حصہ ہے جو کہ تبعیت و وراثت
کے طور پر اُن انبیاء کرام علیہم البرکات کے کمال تک پہنچے ہیں اور وہ ان حضرات کے صحو کی شراب سے
مست [illegible] سرشار ہوئے ہیں، اہل ولایت میں سے اہل سکر نے کمال کو شہود و مشاہدہ میں سمجھا ہے اور وہ
[illegible] نقوش ولایت یاب ہیں اور توحید و اتحاد کی طرف گئے ہیں، یہ لوگ اگرچہ امکانی و ظلمانی
حجابات سے نکل گئے ہیں مگر نورانی و وجوبی حجابات میں رہ گئے ہیں اور ان سے رہائی نہیں پائی ہے
اور انہوں نے [illegible] شہود کو [illegible] منتہا سمجھ کر کہتے ہیں کہ تجلی ذات برقی ہے یعنی برق خاطف کی
مانند ہے جو [illegible] میں آجاتی ہے، اور جو اکابر کہ کمالات وراثت انبیاء کے ساتھ متصف ہوئے ہیں
انہوں نے توحید و اتحاد کو راستہ میں چھوڑ دیا ہے اور تجلیات و ظہورات سے بلند ہوکر اور

www.maktabah.org

شہود و مشاہدہ سے گذر کر حجابات (ظلمانی و نورانی) سے پوری طرح باہر نکل چکے ہیں اور انھوں نے یقین کے ساتھ جان لیا ہے کہ یہ شہود اس سبحانہٗ وتعالیٰ کا شہود نہیں ہے اور یہ تجلی اس تعالیٰ شانہٗ کی ذاتِ مقدس کی تجلی نہیں ہے بلکہ اس کی صفات میں سے کسی ایک صفت اور اس کے کمالات میں سے کسی ایک کمال کا ظہور ہے جو کہ ذات کا حجاب ہے اور ذاتِ اقدس کا طالب اس کی صفات و کمالات کے شہود سے خوش نہیں ہوتا اور آرام نہیں پاتا، اسی لئے یہ اکابر حضرت خلیل (ابراہیم علیہ السلام) کی طرح لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ [میں غروب ہونے والوں سے محبت نہیں کرتا] کہتے ہوئے اور اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ [میں نے اپنا رخ پھیر دیا] پڑھتے ہوئے اس (شہود) کے ماوراء کی طرف دوڑے ہیں اور انھوں نے اسم و صفت سے ذات تعالیٰ و تبارک و تقدس کے سوا اور کچھ نہیں چاہا ہے ؎

بوصلش تا رسم صد بار از پا افگند شوقم　　　که نو پروازم و شاخِ بلندے آشیاں دارم

[اس کے وصل تک رسائی سے پہلے میرا شوق مجھ کو سینکڑوں بار پاؤں سے گرا دیتا ہے کیونکہ میں نیا نیا اڑنے والا ہوں اور ایک بلند شاخ پر (میرا) آشیانہ ہے] اللہ سبحانہٗ ہمیں ان معانی کے ساتھ ایمان اور اس چشمہ سے ایک گھونٹ عطا فرمائے، آفتاب جہانداری و سلطنت کے انوار اور برکات و استقامت و ترویج ملت کے آثار روز افزوں ہوں الحمد للہ اولاً و آخراً والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ دائماً و سرمداً وعلیٰ آلہ الکرام و صحبہ العظام

۱۲۹ ص　مکتوب ۱۲۳

خواجہ محمد جعفر خان کے نام سیرِ عاشق در معشوق کے راز اور عارف کے قلب کی جامعیت کے بیان میں تحریر فرمایا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حقیقتِ جامعہ قلبیہ جمالِ لا یزال کا آئینہ ہو، حدیثِ قدسی میں ہے لَا یَسَعُنِیْ اَرْضِیْ وَلَا سَمَآئِیْ وَلٰکِنْ یَسَعُنِیْ قَلْبُ عَبْدِیَ الْمُؤْمِنِ [نہ میں زمین میں سماتا ہوں نہ آسمان میں لیکن میں اپنے مومن بندے کے قلب میں سما جاتا ہوں] قلبِ انسانی جب تصفیہ کے ذریعہ اپنے کمال کو پہنچ جاتا ہے تو اس بات کی قابلیت پیدا کر لیتا ہے کہ وجوب کے اسرار اور قدم کے انوار اس کے آئینہ میں جلوہ گر ہو جائیں اور معشوق کی سیر عاشق میں ظاہر ہو جائے، اس شعر کے کہنے والے نے اسی سیر کی طرف اشارہ کیا ہے ؎

آئینہ صورت از سفر دور ست　　　کاں پذیرائے صورت از نور ست

[عاشق آئینہ کی طرح سفر سے دور ہے (یعنی سفر کا محتاج نہیں ہے) کہ وہ صورت کو نور کی وجہ سے قبول کرتا ہے]

www.maktabah.org

اس وقت دل کو اسقدر وسعت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ اس کے بالمقابل آسمانوں اور زمین کے حیثیت کی کوئی حیثیت نہیں دیکھتا ہے۔ شیخ بایزید بسطامی قدس سرہٗ نے اس مقام میں یہ ہے کہ اگر عرش و ما فیہ جو کچھ اس میں ہے اس سب کو عارف کے قلب کے گوشہ میں رکھ دیں تو عارف کو قلب کی وسعت کے باعث اس کا احساس نہیں ہوگا۔ شیخ جنید (قدس سرہٗ) اس کی شرح و تائید میں فرماتے ہیں کہ حادث جب قدیم کے ساتھ مل جاتا ہے تو اس کا کوئی اثر نہیں رہتا یعنی عرش و ما فیہ جو کہ حادث ہے عارف کے قلب کے بالمقابل جو کہ انوارِ قدم کے ظہور کا مقام ہے محو و لاشے ہونے کی نسبت رکھتا ہے تو محسوس کہاں ہوگا جاننا چاہیے کہ لفظ یَسَعُنِیْ قَلْبُ عَبْدِیْ (میں اپنے مومن بندے کے قلب میں سماتا ہوں) اور لفظ سیر معشوق در عاشق سے کوئی شخص حلول و اتحاد کے معنی نہ سمجھے کہ وہ تعالیٰ شانہٗ اس سے پاک و بری ہے بلکہ یعنی اللہ تعالیٰ کا قلبِ مومن میں سمانا اور سیر معشوق در عاشق) ایک بے کیف امر ہے جو اس مقام والوں پر واضح اور ظاہر ہے مَنْ لَمْ یَذُقْ لَمْ یَدْرِ [جس نے نہیں چکھا اس نے نہیں جانا] اس سے جو کچھ ہمارے فہم و خیال میں آتا ہے حق سبحانہٗ اس سے پاک و برتر ہے ؎

اتصالے بے تکیف بے قیاس ہست رب الناس را با جان ناس

[لوگوں کے پروردگار کو لوگوں کی جان کے ساتھ ایک بے کیف و بے قیاس اتصال ہے]

حق سبحانہٗ و تعالیٰ ہم جیسوں کو ان معانی کے ساتھ کچھ ایمان نصیب کرے اور اس چشمہ سے ایک گھونٹ عطا فرمائے۔

مکتوب ۱۲۴

خواجہ احمد بخاری کے نام اُن کے دوست کے حال کی شرح اور واقعہ کی تعبیر میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ آپ کے گرامی نامہ نے پہنچکر خوش وقت کیا اللہ تعالیٰ ہمیشہ ترقی میں رکھے اور شریعت و سنت کے طریقہ پر استقامت عطا فرمائے۔ فقیر نے سرہند آنے کے بعد بہت بیماری و کمزوری اٹھائی، الحمد للہ والمنۃ کہ ان دنوں میں صحت ہے اور ضعف بروز ضعف کم ہو رہا ہے اور ایک دو وقت پالکی میں بیٹھ کر باہر بھی نکلتا ہے اور دوستوں کے ساتھ بیٹھتا ہے ؎

من از تو روئے نہ پیچم گرم بیازاری کہ خوش بود ز عزیزاں تحمل خواری

[اگر تو مجھ کو آزار پہنچائے تو بھی میں تجھ سے منہ نہیں پھیروں گا کیونکہ عزیزوں کی طرف کی ذلت کو برداشت کرنا اچھا ہے]

www.maktabah.org

آپ نے لکھا تھا کہ "بشارت پناہ سید محمود وفا قلب میں تیس سے زیادہ مرتبہ (نفی و اثبات) کہتا ہے اور پہلے جو کچھ آنکھ بند کرکے دیکھتا تھا اب وہ کھلی آنکھ سے دیکھتا ہے"، بیشک سید مذکور بہت سعادت مند ہے لیکن اس کو صحبت قلیل حاصل ہوئی ورنہ ان شاء اللہ تعالیٰ بہت ترقی کرتا" اس حالت کے مطالعہ سے ہم بہت خوش ہوئے۔ اور یہ جو آپ کے منتسبین میں سے ایک شخص نے دیکھا ہے کہ "آپ کے سامنے ایک نعمت ہے کہ جس سے ہفت اقلیم (تمام دنیا) کے لوگ اور وحشی جانور اور پرندے حصہ پاتے ہیں اور ان کی دلجمعی ہوتی ہے" ایک اعلیٰ بشارت ہے لیکن چونکہ خواب کا معاملہ ہے دیکھئے کیا تعبیر ہوتی ہے، بہرحال اس کی استعداد کی خبر دینے والا ہے قوت سے فعل میں آنا اور بات ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ صاحب معاملہ کے معاون و مددگار اس قسم کی کوئی چیز دیکھتے ہیں والامر عند اللہ تعالیٰ (اور حقیقت معاملہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے) والسلام والاکرام

مکتوب ۱۲۵

شیخ ابو المظفر برہانپوری کے نام نماز کے بعض خاص اسرار اور احوال کی تعبیر میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ العلی الاعلیٰ والسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ خصوصاً علیٰ سید الوریٰ محمد ن المصطفیٰ صاحب قاب قوسین او ادنیٰ وعلیٰ آلہ وصحبہ البررۃ التقی۔ اما بعد، مکتوب مرغوب جو کہ کیفیات و واردات پر مشتمل تھا پہنچا، مسرت بخش ہوا، حق سبحانہ ترقیات کے دروازے کھلے رکھے اور کمال کے اعلیٰ مرتبہ تک پہنچائے اور ذکر و تلاوت و نماز میں حلاوت و رقت کو زیادہ کرے اور حقیقت قرآن و حقیقت صلوٰۃ سے کامل حصہ عطا فرمائے۔ نماز اسی (ظاہری) صورت پر محدود نہیں ہے (بلکہ) عالم غیب میں ایک حقیقت رکھتی ہے جو کہ تمام حقائق سے اوپر ہے اور حدیث قِفْ یَا مُحَمَّدُ فَاِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یُصَلِّیْ (اے محمد ٹھہر جائیے پس بیشک اللہ تعالیٰ ذات صلوٰۃ میں ہے) میں گویا ص۱۷۱
اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے دیکھئے کون صاحب نصیب ہوگا کہ جو اس حقیقت سے اطلاع پائے اور اس کے باغیچوں سے کوئی پھول چُنے اور اس کی نماز اس حقیقت کی اقتدا کا شرف پائے اور تحریمہ میں شرکت پیدا کرے اور امام و مقتدی کی قراءت کے اتحاد کے باعث قرب خاص حاصل کرے اور امام کی قراءت کے ساتھ جو کہ حقیقت میں اس کی قراءت ہو مل کر کلام نفسی کی مانند مطلوب کا ہم آغوش ہو جائے کسی نے خوب کہا ہے ؎

اندر سخن دوست نہاں خواہم گشتن — تا بر لب او بوسہ زنم چونش بخواند

(میں دوست کی بات میں پوشیدہ ہونا چاہتا ہوں تاکہ جب وہ اس کو پڑھے تو میں اس کے لب کو بوسہ دوں)

www.maktabah.org

ہمارے حضرت ثانی (مجدد الف ثانی) قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ العزیز سے ہم نے سنا ہے کہ علم کی طرح کلام کو متکلم کے ساتھ ایک ایسا اتحاد ہے جو کسی دوسری صفت کو نہیں ہے پس اس راہ سے قرب و منزلت ادحاصل کریں۔ فَهِمَ مَنْ فَهِمَا [سمجھا جس نے سمجھا] نماز کے اسرار کہاں تک بیان کروں ع

قلم ایں جا رسید و سر بشکست　　[قلم یہاں تک پہنچا اور اس کی نوک ٹوٹ گئی]

آپ نے دو حال جو اس ناکارہ کے بارے میں دیکھے ہیں، ایک یہ کہ کوئی شخص اس مسکین کی جانب اشارہ کرکے عربی زبان میں کہتا ہے کہ فلاں شخص اس قسم کا ولی اللہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اس کو پسند کرلیا ہے وہاں سے اوپر کوئی ولی اللہ نہیں ہے، دوسرا حال یہ کہ کوئی بزرگ اس درویش کی طرف اشارہ کرکے کہتا ہے کہ جو کوئی اس کو دیکھ لے یا اس سے مس کرے وہ بہشتی ہے، واضح ہوا، فقیر اگرچہ اس خطاب کے قابل نہیں ہے لیکن جب آپ جیسے بزرگ اس طرح کی کوئی چیز دیکھیں تو وہ ضرور کوئی محمل رکھتی ہوگی یا آپ نے اپنے حسن ظن کے مطابق دیکھا ہے حقیقت میں خواہ کچھ بھی ہو ؎

چشم دارم کہ دہد اشکِ مرا حسنِ قبول　　آنکہ در ساختہ است قطرہ بارانی را

[میں امید رکھتا ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ جس نے بارش کے قطرے کو موتی بنادیا ہے میرے آنسوؤں کو حسن قبول عطا فرمائے گا]

دوسرے دو حال جو کہ عزیزی شیخ محمد نے دیکھے ہیں دونوں عمدہ و روشن ہیں حق تعالیٰ سبحانہ مراتب کمال تک پہنچائے اور پوشیدہ معانی کو قوت سے فعل میں لائے اِنَّهٗ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ [بیشک وہ قریب ہے دعا کو قبول کرنے والا ہے]

مکتوب ۱۲۶

خواجہ امان اللہ قاضی زادہ برہانپوری کے نام حال کی تعبیر اور حدیث معراج یَا مُحَمَّدُ اَنَا وَاَنْتَ الحدیث کی شرح میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ مکتوب شریف پہنچکر مسرت کا سبب ہوا، آپ نے شوق کا اظہار کیا تھا حق سبحانہ آتش شوق کو مشتعل کرے تاکہ ماسوا سے پوری طرح آزاد کردے اور قرب کے سراپردوں تک پہنچائے۔ اور یہ جو آپ نے حال میں دیکھا ہے کہ "جناب حضرت رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک مجلس میں بیٹھے ہیں اور لوگ دائیں اور بائیں بیٹھے ہیں اور آپ بھی اس مجلس میں بیٹھے ذکر نفی و اثبات حبس دم کے ساتھ کررہے ہیں اور اس کے معنی کو لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللّٰہُ کے ساتھ تصور کررہے ہیں اس مجلس میں ایک شخص آپ سے کہتا ہے کہ تو شاید پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ۱۷۲

www.maktabah.org

وجود کی بھی نفی کرتا ہے اور ان کو نیست (عدم) کر رہا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ آنسرور علی تعالیٰ علیہ وآلہ
کو نیست نہیں کر رہا ہوں اسی اثنا میں آپ ہوشیار ہو گئے۔ میرے مخدوم۔ صوفیہ کرام جو ماسویٰ
سے وجود کی نفی کرتے ہیں وہ اصالت وجود کی نفی کرتے ہیں اور مستقل طور پر موجود نہیں جانتے کیونکہ وجود
اُن کے نزدیک اس تعالیٰ شانہ کے خاص الخاص اوصاف میں سے ہے اور وہ اس میں کسی دوسرے کی
شرکت نہیں جانتے، اگر ممکن میں وجود ہے تو وہ اُس تعالیٰ و سبحانہ کے وجود کا پرتو اور اس بارگاہ سے
مستفاد و مستعار ہے، یہ ظلّی وجود واجب تعالیٰ کے وجود کے بالمقابل فانی اور لاشیٔ نظر آتا ہے اور نفی
کے قابل ہے اور قریب ہے کہ وہ وہم و خیال کی چیزوں میں شمار ہو، کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ ۲۸/۸۸
[اس (اللہ) کی ذات کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے] نص قرآنی ہے، بیشک جب حادث قدیم کے ساتھ
مل جاتا ہے تو اس کا کوئی اثر باقی نہیں رہتا۔ پس وجود اصالت و استقلال کے طور پر ممکن سے بھی مفقود و
منتفی ہے اور وجودِ ظلّی ثابت ہے، عوام و خواص اور انبیاء علیہم الصلوات والبرکات و غیر انبیاء سب
اس معاملہ میں برابر ہیں اور سب کا وجود مستعار و مستفاد ہے اور مستقل و اصلی وجود حضرت ذوالجلال
(تعالیٰ شانہ) کا خاصہ ہے۔ پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے معراج کی رات اپنے آپ کو نفی کیا
اور واجب الوجود تعالیٰ و تقدس کے بالمقابل اپنے آپ کو نیست تصور کیا جیسا کہ آپ نے فرمایا:
اَللّٰھُمَّ اَنْتَ وَمَا اَنَا وَمَا سِوَاکَ تَرَکْتُ لِاَجْلِکَ [اے اللہ تو ہے اور میں نہیں ہوں اور میں نے تیرے ماسوا
کو تیری خاطر چھوڑ دیا] اگر یہ کہا جائے کہ معراج کی حدیث میں جو یہ نقل کرتے ہیں یَا مُحَمَّدُ اَنَا وَاَنْتَ وَمَا
سِوَاکَ خَلَقْتُ لِاَجْلِکَ [اے محمد! میں ہوں اور تو ہے اور میں نے تیرے ماسوا کو تیری خاطر پیدا کیا] حق تعالیٰ
نے حبیب کا اثبات کرتا ہے تو پھر آنسرور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی نفی کیوں کی کہ جواب میں
یہ فرمایا اَللّٰھُمَّ اَنْتَ وَمَا اَنَا وَمَا سِوَاکَ وَتَرَکْتُ لِاَجْلِکَ۔ میں کہتا ہوں ہو سکتا ہے کہ اثبات
وجودِ موہوب کے اعتبار سے ہو جو کہ ولادتِ ثانیہ کے ساتھ مربوط ہے اور نفی عدمیت اصلی اور فقر فطری
کے اعتبار سے ہو جو کہ ممکن کا مقدر ہے یعنی حق سبحانہ نے جب اپنے حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) کو نعمت عظمیٰ
کے اظہار کے ساتھ نوازا کہ جو وجودِ موہوب و بقا بذات تجھ کو عطا ہوا ہے کسی اور شخص کو میسر نہیں ہوا ۴۳
اور میں نے سب کو تیرا طفیلی کر دیا ہے تو آنسرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے تواضع و کسر نفسی کے
طور پر ذاتی عدمیت اور فطری فقر پر نظر کرتے ہوئے اپنی نفی کی اور نعمت کو اس بارگاہ کے حوالہ کر کے
اُس تعالیٰ شانہ کا اثبات کیا جیسا کہ کوئی بادشاہ اپنے کسی نوکر پر مہربان ہو کر اس پر اپنے انعامات کی
تعداد کا اظہار کرے اور اس کو سربلند کرے اور وہ فطری خوبی کے باعث ہو کہ اس کو حاصل ہے تواضع کے

www.maktabah.org

طور پر اپنی نفی کرے اور (اپنی) قدیمی فقر واحتیاج کو یاد کرے اور کہے کہ میں کچھ نہیں ہوں اور یہ تمام نعمتیں تیری طرف سے ہیں ؎

از تست طلسم ایں خزانہ
من ہیچ نیم دریں میانہ
من ذرۂ خاک آستانم
تو می طلبی بر آسمانم
ہم گنج توئی وہم تو گنجور
من دست تہی فشانم از دور

[اس خزانہ کا طلسم تجھ سے ہے، میں اس کے درمیان کچھ نہیں ہوں ـــ میں آستانہ کی خاک کا ایک ذرہ ہوں، تو مجھ کو آسمان پر بلاتا ہے ـــ خزانہ بھی تیرا ہی ہے اور خزانہ والا بھی تو ہی ہے، میں نے دُور سے خالی ہاتھ جھاڑے]

اور دوسرے احوال بھی عمدہ و درویش ہیں' اللہ تعالیٰ مراتبِ کمال پر ترقی عطا فرمائے' والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۲۷

خواجہ مومن قاضی زادہ برہانپوری کے نام نماز کی خصوصیات کے بارے میں اور آثارِ بشریت کے دُور ہونے اور محبت کے اسرار اور ان کے احوال کی شرح میں تحریر فرمایا کیونکہ انھوں نے لکھا تھا کہ قرآن مجید کی تلاوت میں جو الفاظ کہ زبان سے نکلتے ہیں وہ جیسے تمام اعضاء سے نکلتے ہیں گویا وہاں رُواں رُواں ایک زبان ہے اور بہت لذت پیدا ہوتی ہے اور حرکات و سکنات اکثر اوقات اُس بارگاہِ اقدس کی جانب راجع ہو جاتی ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ مکتوب شریف پہنچ کر مسرت بخش ہوا، چونکہ نیک احوال و کیفیات پر مشتمل تھا مسرت میں اضافہ کیا، اللہ تعالیٰ ہمیشہ ترقیات عطا فرمائے اور غرور و خود پسندی سے دُور کر دے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "نماز میں ایک ایسی حالت رُونما ہوتی ہے کہ حجاب درمیان سے اُٹھ جاتا ہے اور جس رکن کو ادا کرتا ہے پھر دوسرے رکن پر لوٹنے کا ذوق نہیں ہوتا اور غیر کا خیال ہرگز دل میں نہیں گذرتا اور اس وقت بہت زیادہ خوف پیدا ہو جاتا ہے اور اپنے آپ کو خس و خاشاک کی مانند بھی نہیں پاتا" آپ جان لیں کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ نماز کی حالت میں وہ حجاب اٹھا دیا جاتا ہے جو نمازی اور اس کے پروردگار کے درمیان ہوتا ہے۔ اور ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی) قدسنا اللہ تعالیٰ سبحانہ نے لکھا ہے کہ یہ حجاب کا دور ہونا منتہی کی نماز کے ساتھ مخصوص ہے اس نعمتِ عظمیٰ پر اللہ عزوجل کا شکر بجا لائیں اور اس کی کیفیت کے زیادہ ہونے میں

www.maktabah.org

کوشش کریں اور نماز کو آداب و شرائط، وطولِ قیام و قرأت کے ساتھ ادا کریں جو قرب کہ اُس (نماز) کی ادائیگی کے دوران ہوتا ہے وہ اس کے باہر نہیں ہے، وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا [اپنے اہل وعیال کو نماز کا حکم کرو اور نماز کی ادائیگی پر قائم رہ] (طہ ۲۰ : ۱۳۲) نماز کے کچھ اسرار برادرِ عزیزم شیخ ابوالمظفر (برہانپوری) کے خط میں لکھے گئے ہیں اگر آپ ان کا مطالعہ کریں گے تو ظاہر ہے کہ محظوظ ہوں گے۔

آپ نے لکھا تھا کہ "بہتا ہوا پانی، صحرا اور درخت وغیرہ اشیاء کے دیکھنے میں ایک رقت پیدا ہوتی ہے اور کچھ ایسے اسرار معلوم ہوتے ہیں جو ہرگز بیان میں نہیں آسکتے اور مشغولی کے وقت ایک ایسی حالت پیش آتی ہے کہ ہستی درمیان سے اُٹھ جاتی ہے اور مقامِ حیرت پیدا ہو جاتا ہے"۔ یہ تمام احوال مقبول و پسندیدہ ہیں حق سبحانہٗ نفی کے کمال اور انتفا کی حقیقت تک پہنچائے تاکہ بشریت کے آثار پوری طرح درمیان سے اٹھ جائیں اور لَا يَذْكُرُ اللّٰهَ إِلَّا اللّٰهُ [اللہ کو اللہ ہی یاد کرتا ہے] جلوہ فرمائے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "جب کبھی میں تمہاری طرف متوجہ ہوتا ہوں تو ایک کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور محبت کا ایک ابنانشہ اس طرف سے وارد ہوتا ہے کہ کیا لکھا جائے"۔ میرے مخدوم! یہ تمام کیفیات اسی نشہ سے پیدا ہوئی ہیں اور یہ دید اسی محبت سے ظاہر ہوئی ہے، کام کا مدار محبت پر ہے جو کہ ظہور و اظہار کا سبب ہوئی ہے، محبت ہی ہے جو کہ پوشیدہ راز اور مخفی خزانہ کو ظہور کی جلوہ گاہ میں لائی ہے، محبت ہی ہے جو کہ حجابات کو دور کرتی ہے اور وصلِ عریاں و بے حجاب وصل تک پہنچاتی ہے، آپ نے لکھا تھا کہ قرآن مجید کی تلاوت کرنے میں جو الفاظ کہ زبان سے نکلتے ہیں وہ بعینہٖ تمام اعضاء سے (بھی) نکلتے ہیں گویا رواں رواں ایک زبان ہے اور بہت زیادہ لذت پیدا ہو جاتی ہے اور حرکات و سکنات اکثر اوقات اس بارگاہ اقدس کی طرف راجع ہو جاتی ہیں۔ میرے مخدوم! غلبۂ ذکر کے وقت ہر عضو ذاکر ہو جاتا ہے دل اور تمام لطائف کے ساتھ (اس کی) خصوصیت نہیں رہتی، اگر تلاوت میں بھی یہ کیفیت پیش آئے اور تمام اعضاء تلاوت میں مشغول ہو جائیں تو گنجائش ہے اور نیز جب بندہ کلام الٰہی کے سننے کے لئے آمادہ ہو جاتا ہے اور اپنی کلیت کے ساتھ متوجہ ہوتا ہے تو حاسۂ سمع (کان) کے ساتھ خصوصیت نہیں رکھتا اگر تلاوت بھی اپنی کلیت کے ساتھ کرے تو کیا تعجب ہے شاید کہ اس معاملہ کا راز یہ ہے کہ ہر حکم جو اس بارگاہ اقدس سے منسوب ہے وہ کلیت کے ساتھ ہے کیونکہ حصے اور اجزا ہونا وہاں محال ہے اگر تکلم ہے تو کلیت کے ساتھ ہے اگر استماع ہے تو وہ بھی کلیت کے ساتھ ہے بزرگوں نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کلی طور پر علم ہے، کلی طور پر قدرت ہے اور کلی طور پر ارادہ ہے علیٰ ہذا القیاس [اور صفتوں کو بھی اسی پر قیاس کر لیجئے] تخلق کے حکم کے مطابق عارف متخلق بھی

www.maktabah.org

اپنی کلیت کے ساتھ متکلم اور اپنی کلیت کے ساتھ سامع ہو جاتا ہے علیٰ ہذا القیاس، کلامِ الٰہی کو جاننے تکلم کرنے میں یہ معنی بہت زیادہ واضح ہیں اس لئے کہ یہ وہی کلام ہے کہ حق سبحانہٗ جس سے کلیت کے ساتھ متکلم ہے، والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۲۸

محمد باقر لاہوری کے نام ان کے احوال کی شرح اور ان کو بلند مقامات اور روشن اسرار کے حصول کی بشارت دینے کے بارے میں اور اس بیان میں کہ لطائفِ عالمِ امر کا عروج کہاں تک ہے اور عناصرِ اربعہ کا حصہ کہاں تک ہے اور اس شبہ کے حل میں جو کہ حقیقتِ قرآنی کے کمالاتِ نبوت پر فوقیت رکھنے کے بارے میں کیا تھا اور اس بیان میں کہ جو شخص صاحبِ قیومیت نہ ہو اس کو ذاتی حصہ اور غیر محمدی المشرب کا حقیقۃ الحقائق سے محقق شیخ کی ضمنیت کے ذریعہ سے حکمی بلکہ واقع ہے اور اُن کے دوستوں کے احوال کی شرح اور حق جل وعلا کے طالبین کی خدمت پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، حمد و صلوٰۃ وارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ آپ کے مکتوباتِ شریفہ یکے بعد دیگرے پہنچ کر مسرت کا باعث ہوئے چونکہ روشن کیفیات اور بلند احوال پر مشتمل تھے اس لئے مسرت میں اضافہ کیا، فقیر نے ان ایام میں بیماری بہت اٹھائی چنانچہ اپنے آپ لکھنے اور بیٹھنے کی طاقت نہیں رکھتا تھا، اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے کہ اب پوری طرح صحت ہے اور دوستوں کو خط بھی لکھتا ہوں اگرچہ کھڑا ہونے یا دو زانو بیٹھنے کی طاقت ابھی تک نہیں ہوئی ہے، آپ کے پانچ چھ خط سرِدست موجود ہیں ہر ایک کے مختصر جواب میں مشغول ہوتا ہوں۔ آپ نے لکھا تھا کہ "اس مرتبہ کی جانب ہی میں جن نسبتوں کے حصول کی بشارت دی گئی تھی (یہ عاجز) ان کا ادراک کرتا ہے اور آپ نے اس کی تفصیل لکھی تھی" سب واضح ہوا، حق سبحانہٗ اسی طرح ہمیشہ ترقیات پر رکھے، اس کے بعد آپ نے لکھا تھا کہ میں ایک روز (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے) مکتوبات جلد سوم کا ستہتروَاں مکتوب مطالعہ کر رہا تھا اسی اثناء میں حقیقتِ صلوٰۃ کا کچھ پرتو جو کہ انوارِ قِدم کے عجائبات پر مشتمل تھا نہایت بلندی و بے کیفی کے ساتھ اس فقیر کے باطن پر چمکا اور حقیقتِ قرآنی کے اوپر ظاہر ہوا اور اس نے نہایت درجہ اپنا مغلوب بنا لیا اور مدت تک اس نسبت سے مغلوب رہا اور بلا شبہ محسوس کرتا تھا کہ (یہ) اسی حقیقت

www.maktabah.org

(یعنی حقیقتِ صلوٰۃ) کا پرتو ہے کبھی کبھی فرض نماز میں یہ کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ اور آپ نے دوسرے خطوط میں بھی اس معنی کے حصول کا اظہار کیا ہے اور وہ حال جس کی تعبیر حقیقتِ صلوٰۃ اور وہ معاملہ جو اُس حقیقت سے اوپر ہے وہ آپ نے معلوم کیا ہے اور اس معاملہ کی صحت و سقم معلوم کرنے کے لئے اس فقیر سے توجہ کرنے کی درخواست کی ہے۔ میرے مخدوم! فقیر اس معاملہ میں متوجہ ہوا، ظاہر ہوا کہ آپ کو اس عجیب و غریب نسبت سے کچھ حصہ حاصل ہو گیا ہے بلکہ اقتدارِ صلوٰۃ بصلوٰۃ بھی معلوم ہوئی، والغیب عند اللہ تعالیٰ [اور غیب کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے]۔ آپ نے لکھا تھا کہ "عروج بہت معلوم ہوتا ہے، ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ لطائف نے اپنے اصول سے بھی جو کہ عرشِ عظیم سے اوپر ہیں بالا ترقی کی ہے" بیشک لطائف کا اپنے اصول سے ترقی کرنا ولایت کی شرط ہے ولایتِ صغریٰ میں لطائف کا عروج اسماء و صفات کے ظلال تک ہے اور ولایتِ کبریٰ میں اسماء و صفات کے اصول تک ہے، عالمِ امر کے لطائف کا عروج ولایتِ کبریٰ تک ہے بلکہ ولایتِ کبریٰ کے دائرۂ اولیٰ تک زیادہ تر معاملہ عالمِ خلق کے ساتھ ہے ولایتِ کبریٰ کے باقی دائروں سے نفس کا حصہ ہے اور عناصرِ اربعہ کا حصہ ولایتِ علیا و کمالاتِ نبوت سے ہے —

آپ نے لکھا تھا کہ "کبھی حقیقۃ الحقائق کے ساتھ مناسبت ظاہر ہوتی ہے اور نزول کی طرف رُخ محسوس ہوتا ہے" بیشک مقاماتِ عروج کے بعد نزول سے واسطہ پڑتا ہے اور یہ نزول اتم ہے اس کے ثمرات و نتائج بہت زیادہ ہیں۔ اور آپ نے جو یہ نزولِ ملائکہ کا ظہور اور بائیں جانب کے کاتب (فرشتہ) کے بیکار رہنے کی بابت لکھا ہے یہ ایک بہت بڑی نعمت ہے لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ [اگر تم شکر کرو گے تو میں ضرور تم کو اور زیادہ دوں گا] آپ نے جو انعام کے بالمقابل ایلام کی لذت کے زیادہ ہونے کا اظہار کیا ہے، بیشک اسی طرح ہونا چاہیے دوسرے حضرات نے محبتِ ذاتیہ کی علامت انعام و ایلام کا برابر ہونا کہا ہے اور ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہ) کے نزدیک انعام کی نسبت ایلام زیادہ لذت بخش ہے یہ محبت کی دیوانگیوں میں سے ہے مَنْ لَمْ يَذُقْ لَمْ يَدْرِ [جس نے نہیں چکھا اس نے نہیں جانا]۔ آپ نے لکھا تھا کہ حقیقتِ صلوٰۃ و خلّت و محبت سے حصہ دونوں معنی میں پاتا ہے اور خُلّت کا نفیس پشمینہ کا بے رنگ خلعت نظر ہوتا ہے۔ یہ کیفیات اکثر نمازوں میں خصوصاً فرض نمازوں میں اور کبھی اس (نماز) کے علاوہ پاتا ہے اور کبھی حقیقۃ الحقائق کے ساتھ مناسبت اور کبھی فنائے خاص مفہوم ہوتی ہے۔ نیز حقیقتِ معبودیتِ صرفہ و حقیقتِ صلوٰۃ کے اوپر ظاہر ہوتی تھی اور اس مصرع

من بجائے میروم کانجا قدم نا محرم ست   [میں ایسی جگہ جا رہا ہوں کہ جس سے قدم ناواقف ہے] د مصرع

اس بے نشان مقام کا نشان ہی پرتو انداز ہوئی۔ حقیقتِ قرآن مجید بلکہ ذات و صفاتِ واجب تعالیٰ و تقدس

www.maktabah.org

اس عجیب مقام میں نمودار ہوئیں تو میرے مخدوم! جو چیزیں کہ آپ لکھتے ہیں ہم جیسے ناکاروں کو ان امور کے تصور و درک میں خیال آنا بھی غنیمت ہے اور ان معانی پر یقین لانا کافی اور نتیجہ بخش ہے اگرچہ یہ امور نہایت دشوار ہیں) لیکن چونکہ آپ اس نسبت والوں کے ساتھ محبت و رابطہ رکھتے ہیں (اس لئے) اُن حضرات کی برکات و نسبت خاص سے امیدوار ہیں، اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ [آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے] کوئی لمحہ ایسا نہیں گذرتا کہ معیت محبِ صادق کے نصیب نہ ہو کیونکہ اگر وہ کسی مقام میں محبوب سے کوتاہی کرے تو معیت درست نہیں ہوتی لیکن تفاوتِ محبت کے مطابق معیت میں بھی تفاوت ہوتا ہے، باوجودیکہ ان مقامات میں سے بعض میں آپ شریک بھی ہوتے ہیں لیکن حقیقتِ قرآنی کا اُس مقام میں ظاہر ہونا جو کہ معبودیتِ صرف ہے محلِ تامل ہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں ہے اور نیز حقیقتِ قرآنی ہمارے حضرتِ عالی (مجدد الفِ ثانی قدس سرہ) کے مطابق حضرت ذات تعالیٰ کی وسعتِ بیچون کا مبدأ ہے اور یہ حقیقت ذاتِ مجرد پر زائد ہے پس معبودیتِ صرف کے لائق نہیں ہوگی اور اس بارگاہِ عالی سے نیچے ہوگی، اس بیان سے وہ شبہ ساقط ہوگیا جو کہ وارد کیا گیا ہے کہ حقیقتِ قرآن صفتِ کلام یا شانِ کلام سے پیدا ہوتی ہے اس لئے ولایتِ کبریٰ میں داخل ہوگی اور اس کے کمالاتِ نبوت سے فوقیت رکھنے کی کیا صورت ہوگی کیونکہ یہ معنی کہ وسعتِ بیچون کا مبدأ حضرتِ ذات تعالیٰ ہے ولایتِ سہ گانہ و کمالاتِ نبوت و حقیقتِ کعبہ سے بالاتر ہے، پس سمجھ لیجئے۔

آپ نے لکھا تھا کہ "ایک مرتبہ ذاتِ موہوب کا پرتو اس کمینہ پر چمکا اُس وقت میں جس طرح کہ افعال و صفات کو اس طرف سے پاتا تھا جسم و جُثّہ بھی اسی طرف سے پاتا تھا بلکہ جسم بھی نگاہِ بصیرت سے اُٹھ گیا تھا اور نورانیت کے سوا کوئی اور امر ادراک و مشاہدہ میں نہیں آتا تھا" میرے مخدوم! ذاتِ موہوب سے مراد اگر وجودِ موہوب حقانی ہے جو کہ ولادتِ ثانیہ سے وابستہ ہے تو ٹھیک ہے اور اگر مراد وہ حقیقت ہے جو کہ صاحبِ نسبتِ قیومیت کو عطا ہوتی ہے اور اسی کے ساتھ خصوصیت رکھتی ہے اور اس نعمت والے کا ایک زمانہ میں متعدد ہونا واقع نہیں ہے تو محلِ تامل ہے، مگر یہ کہ فنا فی الشیخ کے واسطے سے جو کہ اس نسبت کا حامل ہے ذاتِ موہوب کے ساتھ کچھ نسبت پیدا کرے اور اس کے انوار و برکات سے بہرہ مند ہو جائے جیسا کہ لفظ "پرتو از ذاتِ موہوب تافت" [ذاتِ موہوب کا پرتو چمکا] اس معنی کی خبر دینے والا ہے اور اس قسم کی نسبت ذاتِ موہوب کے ساتھ ممکن بلکہ واقع ہے اور اسی طرح تعلقات تک وصول ہے (کہ) اگر وہ محمدی المشرب ہے تو اس کو راہِ وصول حاصل ہے اور غیر محمدی المشرب اگر فنا فی الشیخ کے واسطے سے واصل ہو جائے تو گنجائش رکھتا ہے۔

www.maktabah.org

آپ نے لکھا تھا کہ بعض اہل ہند کے لئے نفی و اثبات کے معنی فارسی زبان میں مشق کرنا دشوار ہے ہندی زبان میں بتانا جائز ہے یا نہیں؟ میرے مخدوم! ابھی تک بزرگوں سے معلوم نہیں ہے کہ ہندی میں کسی شخص کو سکھایا ہو۔ ہم بھی اس قسم کے لوگوں کو جو فارسی میں سکھاتے ہیں تو وہ تھوڑی سی محنت سے یاد کر لیتے ہیں اگر کسی پر بہت زیادہ دشوار ہو تو ہندی میں بتا دیں۔ اہلِ عرب کو جو ہم بتاتے ہیں تو عربی زبان میں بتاتے ہیں اور لَا مَقْصُوْدَ اِلَّا اللہ سے دلالت کرتے ہیں۔ محمد عارف نے ولایتِ علیا کے ساتھ کچھ مناسبت پیدا کی تھی اور عناصر کا تصفیہ جو اس نے حاصل کیا تھا وہ اسی کے باعث تھا لیکن ولایتِ کبریٰ میں مقام رکھتا تھا اب ان دو تین دنوں میں توجہ کرنے سے معلوم ہوا کہ اس ولایت میں پہنچ گیا ہے عناصر کے تصفیہ کی حقیقت اس مقام میں ہے پہلے اس مقام میں عناصر کے تصفیہ کی صورت تھی۔ عبدالواحد نے بھی بہت ترقی کی ہے قریب ہے کہ احاطہ ظلال سے باہر آجائے۔ اور آپ نے دوسرے دوستوں کے جو احوال لکھے ہیں سب عمدہ و پسندیدہ ہیں آپ اُن کے احوال میں خوب مشغول ہوں اور احسانمندی کے ساتھ ان کی خدمت کریں۔ حدیثِ یَا دَاؤدُ اِذَا رَأَیْتَ لِیْ طَالِبًا فَکُنْ لَہٗ خَادِمًا [اے داؤد! جب تو میرے کسی طالب کو دیکھے تو اس کا خادم ہو جا] آپ نے سُنی ہوگی۔ اور نیز حدیث نقل کرتے ہیں اِنَّ اَحَبَّ عِبَادِ اللہِ اِلَی اللہِ مَنْ حَبَّبَ عِبَادَ اللہِ اِلَی اللہِ وَحَبَّبَ اللہَ اِلٰی عِبَادِہٖ [بیشک اللہ کے بندوں میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب وہ بندہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف دوست بناتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو اس کے بندوں کی طرف دوست بناتا ہے) والحمد للہ اولاً و آخراً والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ دائماً و سرمداً وعلیٰ آلہ الکرام وصحبہ العظام الیٰ یوم القیام۔

مکتوب ۱۲۹

خواجہ محمد ماہ[1] پسر خواجہ عبدالرحمٰن نقشبندی کے نام تعزیت و نصیحت کرنے اور شریعت و سنت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اور دوامِ ذکر پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ کیا لکھا جائے کہ ہولناک واقعہ اور وحشت انگیز خبر کے سننے پر دوستوں کو کس قسم کی مصیبت پہنچی اور کتنا رنج و غم پیش آیا اِنَّا لِلہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ [بیشک ہم اللہ کے ہیں اور بیشک ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں) لیکن چونکہ مولائے حقیقی جل شانہٗ کی تقدیر

---

[1] خواجہ محمد صدیق ملقب بہ خواجہ ماہ، جیسا کہ مکتوب ۱۵ سے واضح ہے۔ مترجم

www.maktabah.org

ارادے صبر و رضا کے سوا چارہ و مفر نہیں ہے ؎

من از تو روئے نہ پیچم گرم بیازاری کہ خوش بود ز عزیزان تحمل خواری

[اگر تو مجھے آزار پہنچائے تب بھی میں تجھ سے روگردانی نہیں کروں گا کیونکہ عزیزوں کی طرف سے ذلت کو برداشت کرنا اچھا ہوتا ہے]

آپ کو چاہئے کہ شریعت و طریقت کے راستہ پر قائم رہیں تاکہ حقیقت تک راہ پائیں اور اپنے بزرگوں کے طریقے اور روش کو نہ چھوڑیں تاکہ ان کے فیوض و برکات سے بہرہ مند ہوں، دنیاوی زندگی بہت تھوڑی ہے اور آخرت کا معاملہ دائمی و ابدی ہے ایسا کام کرنا چاہئے کہ نجاتِ اُخروی حاصل ہو جائے اور مالک حقیقی سے سرخروئی نصیب ہو جائے، حق سبحانہٗ نے آدمی کو بیکار پیدا نہیں کیا ہے اور اس کی مرضی پر نہیں چھوڑا ہے کہ وہ جو کچھ سمجھ میں آئے کرے اور جس طرح چاہے زندگی بسر کرے، اس کو اوامر و نواہی کا پابند بنایا ہے، انسان اس کے سوا چارہ نہیں رکھتا کہ اس (اللہ تعالیٰ) کے اوامر و نواہی کے مطابق زندگی بسر کرے جس چیز کا اُس کو امر کیا گیا ہے اس کو بجا لائے اور جس چیز سے منع کیا گیا ہے اس سے کنارہ کش ہو جائے اگر وہ ایسا نہ کرے تو وہ سرکش بندہ ہوگا اور طرح طرح کی سزاؤں کا مستحق ہوگا۔ ذکر و فکر ۲۹
میں مشغول رہیں اور اگر ذکر کہنے میں دل کو بیزاری پیدا ہو اور وہ ذکر کہنے سے باز رکھے تو محض وقوفِ قلبی یا بے کیف توجہ میں مشغول ہو جائیں ــــ اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "آرام و جمعیت اس میں ہے کہ دل کی حرکت جس طرح کی ہو ہو اور دل میں کوئی خیال نہ گزرے یہاں تک کہ اسمِ ذات کے تلفظ کا خیال بھی نہ گزرے جس وقت یہ صفت ظاہر ہوتی ہے تمام چیزوں سے روک دیتی ہے، اس حال میں آرام و جمعیت زیادہ سے زیادہ حاصل کرتا ہے" میرے مخدوم! یہ حال عمدہ ہے اور دل کو ماسوا سے جسقدر بھی قطع تعلق حاصل ہو جائے نعمت ہے لیکن بشرطیکہ فرائض و واجبات میں خلل واقع نہ ہو ورنہ خطرہ ہی خطرہ ہے جیسا کہ آپ نے خود لکھا ہے لیکن صفتِ مذکورہ کو ہاتھ سے نہ دیں اور ڈرتے اور کانپتے رہیں اور سنتِ پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر مضبوطی سے قائم رہیں راہِ نجات یہی ہے اور اس کے علاوہ بیکار محنت کرنا ہے آپ کی استقامت کیلئے دعا کی گئی ہے ثَبَّتَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَاِيَّاكُمْ عَلٰى جَادَّةِ الشَّرِيْعَةِ الْعَلِيَّةِ (اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو شریعتِ عالیہ کے طریقہ پر ثابت قدم رکھے)

مکتوب ۱۳۰

شیخ حسین منصور جالندھری کے نام ان کے بلند و روشن احوال کی تعریف میں مع بعض بشاراتِ عالیہ کے اور اس بارے میں جو غیر قطب قطب کے مددگاروں میں سے ہو اگر وہ اپنے آپ کو

www.maktabah.org

فیض کا واسطہ پائے تو گنجائش رکھتا ہے اور اس شبہ کے حل میں تحریر فرمایا جو انھوں نے لکھا تھا کہ حقیقتِ قرآنی مرتبۂ صفات میں ہے اس کا تفوق کمالاتِ نبوت پر جو کہ مرتبۂ ذات ہے کس طرح ہوگا؟۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ اجمعین۔ جو مکتوباتِ شریفہ آپ نے اس سے پہلے بھیجے تھے انھوں نے پہنچ کر خوش وقت کیا اور مسرت افزا ہوئے، اس وقت میں (یہ) فقیر بیمار تھا، جواب لکھنے کی طاقت نہیں رکھتا تھا اب جبکہ مرض کی شدت سے آرام ہے دونوں خطوں کے جواب میں جو کہ اعلیٰ و روشن احوال و کیفیات پر مشتمل تھے مشغول ہوتا ہے اور آپ یہ جو عنایتِ خداوندی جل شانہٗ جو کہ چند و چون سے باہر ہے اس کے شاملِ حال ہونے کو مشاہدہ کرتے ہیں اور کدورتوں کے دور ہونے اور لغزشوں کے معاف ہونے کو جو محسوس کرتے ہیں اور بعض اوقات اپنے آپ کو فیض و رحمت و مغفرت کا واسطہ پاتے ہیں اور جو فیوض و برکات کہ سرورِ کائنات علیہ وآلہ افضل الصلوات واکمل التحیات کی بارگاہ سے دائمی طور پر اپنے اوپر پاتے ہیں گویا کہ ایک نہر اس بحرِ محیط کی ص ۱۸۰
اس جانب کو کھودی گئی ہے اور دائمی طور پر جاری ہے اور گویا اپنی نظرِ مبارک سے ہرگز اوجھل نہیں کرتے ہیں اور ایک لمحہ بھی اپنی مہربانی سے دور نہیں کرتے اور ان امورِ مکتوبہ میں شک و شبہ نہیں پاتے بلکہ دن میں دوپہر کے وقت سورج کے دیکھنے کی مانند پاتے ہیں، یہ ایک بڑی نعمت ہے، اس کے مطالعے نے مسرور کیا اور معنوی لذتیں بخشیں، اَللّٰھُمَّ زِدْ [اے اللہ! اور زیادہ فرما]۔ اور آپ اپنے آپ کو جو فیض کا واسطہ پاتے ہیں" میرے مخدوم! یہ معاملہ قطب کے ساتھ وابستہ ہے لیکن جو غیر قطب کہ قطب کے معاونوں اور مددگاروں میں سے ہے اگر یہ معنی اپنے اندر محسوس کرے تو گنجائش رکھتا ہے اور جیسا کہ عالمِ مجاز میں وزیر مخلوق کو شاہی انعام پہنچانے کا واسطہ ہوتا ہے اگر وزیر کے مددگار بھی جو کہ مرجعِ خلائق ہیں اپنے آپ کو انعامات کا واسطہ سمجھیں تو کیا بعید ہے۔ آپ نے حقیقتِ قرآنی کے بارے میں دریافت کیا تھا ظاہر ہوتا ہے کہ اس حقیقت میں (آپ کو) بہت ترقی واقع ہوئی ہے، لہٰذا یہ معاملہ انجام کو پہنچ گیا ہے۔ اور آپ نے صباحت کے حصہ اور پرتو کے بارے میں جو پوچھا ہے وہ بھی محسوس ہوتا ہے اَلْغَیْبُ عِنْدَ اللّٰہِ سُبْحَانَہٗ [غیب کا علم اللہ سبحانہٗ کو ہے]۔ آپ نے لکھا تھا کہ "جب کمالاتِ نبوت کا معاملہ ذاتِ بحت (محض) کے ساتھ تعلق رکھتا ہے تو حقیقتِ کعبہ، حقیقتِ قرآنی کے اس پر فوقیت رکھنے کی کیا صورت ہے، میرے مخدوم! کہاں سے معلوم ہوا کہ کمالاتِ نبوت کا تعلق ذاتِ بحت کے ساتھ ہے اس فقیر (خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ) سے کس نے نقل کیا ہے، فقیر نے یہ نہیں کہا ہے اور حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) کے کلام میں بھی معلوم نہیں ہے

www.maktabah.org

ہاں ان کمالات تک وصول ولایتِ سہ گانہ کے حصول کے بعد ہے اور اسماء وصفات، شیون و
اعتبارات اور تنزیہات و تقدیسات کے عبور کے بعد ہے اور اسم الظاہر و اسم الباطن سے ترقی کے
بعد ہے جو طریقہ کے بیان والے مکتوب میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے لیکن ان (کمالاتِ نبوت) کے
ذاتِ بحت سے متعلق ہونے میں کلام ہے ؎

كَيْفَ الْوُصُوْلُ اِلٰی سُعَادَ وَدُوْنَهَا　　قُلَلُ الْجِبَالِ وَدُوْنَهُنَّ حُتُوْفُ

[سعاد (محبوبہ) تک پہنچنا کس طرح ہو سکتا ہے جبکہ اس کے راستہ میں بلند پہاڑ اور غار حائل ہیں]
یہ معاملہ ذاتِ محض کے ساتھ کس طرح متعلق ہو سکتا ہے جبکہ حضرت عالی (مجدد علیہ الرحمہ) نے اسی مکتوب
میں حقیقتِ کعبہ کو جو کہ عظمت و کبریائی کے سراپردوں سے عبارت ہے کمالاتِ نبوت کے اوپر لکھا ہے
اور کمالاتِ نبوت سے حصہ جزوِ ارضی (خاکی) کے لئے ثابت کیا ہے اور حقیقتِ کعبہ سے حصہ ہیئتِ وحدانی
کے لئے جو کہ عالمِ خلق و عالمِ امر کا مجموعہ ہے حاصل ہونا لکھا ہے اور نیز اسی مکتوب میں مرتبہ ذات کو
ان کمالات کے اوپر ثابت کیا ہے جیسا کہ انھوں نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اس وجود و عدم
سے ماوراء ہے اور نیز انھوں نے لکھا ہے کہ یہ ماوراء ہونا حجابات کے وجود کے اعتبار سے نہیں ہے مکتوب ۱۲۱
کیونکہ حجابات تمام اٹھ چکے ہیں بلکہ عظمت و کبریائی کے ثبوت کے اعتبار سے ہے جو کہ ادراک کی مانع
ہے اور حقیقتِ قرآنی حقیقتِ کعبہ ربانی کے اوپر ہے اور وہ ہمارے حضرتِ عالی (مجدد قدس سرہٗ) کے
طریقہ پر مبداء وسعتِ بیچون حضرت ذات تعالیٰ سے عبارت ہے جیسا کہ انھوں نے (مکتوبات کی) جلد ثالث
میں تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے پس اشکال دور ہو گیا اور شبہ جاتا رہا۔ اگر آپ حضرت عالی (قدس سرہٗ)
کے کلام کا تتبع کرتے تو ظاہر ہے کہ آپ اس اشکال سے رہائی حاصل کر لیتے۔ زیادہ عجیب بات یہ ہے
کہ آپ نے حضرت عالی (قدس سرہٗ) کی تحقیق سے آگاہی حاصل کئے بغیر حقیقتِ قرآنی کو ایک خط میں شانِ
کلام لکھا ہے اور دوسرے خط میں اپنی غلطی کا اعتراف کیا ہے کہ میں نے پہلے خط میں غلطی سے لکھا ہے
حقیقتِ قرآنی صفتِ زائدہ ہے غلطی کے اعتراف کا کونسا موقع ہے، جس طرح کلام اللہ تعالیٰ کی
صفتِ زائدہ ہے اسی طرح وہ شانِ غیر زائد بھی ہے اور یہ دونوں باتیں حقیقت کے طور پر ہیں مجاز
درمیان میں نہیں ہے پس کلام کو ایک کے ساتھ مخصوص کرنا اور دوسرے کی نفی کرنا کس معنی میں سے
ہوگا، اور تسلیم کر لینے کی صورت میں کہ کلام صفت کے ساتھ مخصوص ہے اگر اس کی حقیقت شان ہو
تو کیا نقص ہے اور تحقیق وہی ہے جو حضرتِ عالی (قدس سرہٗ) نے افادہ فرمائی ہے۔ اور نیز آپ نے پوچھا
تھا کہ جب سالک ولایاتِ ثلاثہ و کمالاتِ نبوت سے مشرف ہو جاتا ہے اور اس کی سیر حقائق میں واقع ہوتی ہے

مکتوبات ۹۵، ۹۶، ۱۱۶ وغیرہ

www.maktabah.org

تو گویا وہ ولایات و کمالات میں سے ہر ایک کا عروج و نزول علیحدہ رکھتا ہے یا ایک عروج کے ساتھ ولایات و کمالات سے مشرف ہو جاتا ہے اور ایک نزول کے ساتھ نازل ہو جاتا ہے۔ میرے مخدوم! بعض اشخاص ایسے ہوتے ہیں کہ ایک عروج کے ساتھ ان مقامات کو طے کر کے نزول کرتے ہیں اور بعض دوسرے اشخاص کے عروج و نزول متعدد ہوتے ہیں اور بعض کو بعض مقامات میں عروج ہوتا ہے اور نزول نہیں ہوتا یہ معاملہ طالبین کی قابلیتوں کے مطابق مختلف ہوتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ یہ تفاوت راہبر (مرشد) کی تربیت کے تفاوت کے اعتبار سے ہوتا ہے۔ آپ نے کوہستان کے سفر کا ارادہ کیا ہی بہتر ہے استخاروں کے بعد متوجہ ہوں، فقیر کی جانب سے بھی اجازت ہے۔ دیگر فقیر طریقۂ چشتیہ کسی شخص کو نہیں بتاتا اور خرقہ بھی نہیں دیتا۔ (یہ اس لئے لکھا ہے) تاکہ واضح ہو جائے، سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ۔ ۲ ۳۲

مکتوب ۱۳۱

شیخ انور نور سرائی کے نام اُن کے احوال و کیفیات کی تعریف میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ تجلی ذات کے لئے دوام ناگزیر ہے۔

۱۴۳ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ جو خط آپ نے ازراہ محبت بھیجا تھا پہنچ کر مسرت بخش ہوا۔ آپ نے اپنی کیفیات و احوال کے بارے میں جو کچھ لکھا تھا وہ سب اعلیٰ و پسندیدہ ہے اس کے مطالعہ نے خوشوقت کیا، اس میں لکھا ہوا تھا کہ "حقیقتِ صلوٰۃ اس طرح منکشف ہوئی کہ نور کا ایک درخت ہے اور اس درخت کی شاخ قبلہ کے سامنے واقع ہے اور فقیر اس درخت کو اپنے دائیں جانب دیکھتا ہے"۔ شاید کہ اس حقیقت کی مناسبت درخت کے ساتھ یہ ہے کہ درخت وسعت و تفصیل کی خبر دیتا ہے کیونکہ درخت بیج کی تفصیل ہے اور نماز بھی حضرت ذات تعالیٰ و تقدس کی وسعتِ بیچون کا مرتبہ ہے اور چونکہ اس (نمازی) کی توجہ کعبۂ مقصود کی طرف ہے جو کہ مرتبۂ معبودیتِ صرف ہے (اس لئے) اس درخت کی توجہ قبلہ کی سمت میں متمثل ہوئی اور یہ جو آپ درخت کو دائیں جانب دیکھتے ہیں اس بات کی خبر دیتا ہے کہ آپ کے لئے اس درخت کی طرف سیدھا راستہ ہے امید ہے کہ مطلب تک پہنچا دے گا اور اس حقیقت سے کچھ حصہ حاصل ہو جائے گا۔

ما ہمہ شا کنانِ کوتہ دست ۔۔۔ تو درختِ بلندِ بالائی

[ہم وصف سمر کرنے والے اور کوتاہ دست ہیں (اور) تو بلند و بالا درخت ہے]

www.maktabah.org

آپ نے لکھا تھا کہ "ایک روز میں نے نماز میں اپنے آپ کو آسمان سے اوپر دیکھا اور ایک نور دیکھا، جس کے انوار اس نور میں بہت محو ہو گئے ہیں اور نماز کی ادائیگی کے دوران رکوع و سجود میں ایک ایسا حظ و لطف ہوتا تھا جو تقریر و تحریر سے باہر ہے" ایسا کیوں نہ ہو کہ نماز مومن کی معراج ہے اور نہایت قرب کا مقام اور دوری حجاب کا وقت ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "میں غیب میں دیکھتا ہوں کہ ایک بے جہت و بے کیف نور ہے وہاں میں نے اپنے آپ کو ایسا معلوم کیا کہ میں مقبول بندہ اور (اپنے) مالک کا پسندیدہ ہوں اور کمترین کی زبان سے نکلا کہ میں اچھا بندہ ہوں" میرے مخدوم! چونکہ اس دید و علم میں آپ درمیان میں نہیں ہیں اور غیب سے یہ کلمہ آپ کی زبان پر جاری ہوا ہے (اس لئے) عمدہ اور مبارک ہے اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لائیں اور اس کی رحمت کے زیادہ سے زیادہ امیدوار رہیں اور اپنے افعال و اعمال سے مایوس ہوں اور محض رحمت سے امید رکھیں اس کا قبول کرنا ہمارے افعال سے وابستہ نہیں ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ "مراقبہ میں ظاہر ہوا گویا کہ بے جہت و بے کیف تجلیِ ذات ہے اور اس کی حسن و خوبی وہم و خیال میں نہیں آتی" میرے مخدوم! تجلیِ ذات کی علامت اس کا دائمی ہونا ہے کہ جس کے پیچھے چھپ جانا نہ ہو اور جو چھپ جانے والی ہو وہ تجلیِ ذات سمجھنا نہیں ہے بلکہ شیونات میں سے کسی شان کی تجلی ہے اس لئے تجلیِ ذاتی برقی کہ جو مشائخ نے قرار دی ہے ہمارے حضرت ثانی (مجدد قدس سرہٗ)
١٨٣ کے نزدیک تجلیِ ذات نہیں ہے بلکہ شیونات میں سے کسی شان کی تجلی ہے جو کہ جلد چھپ جانے والی ہے
میرے مخدوم! آپ نے میرے فرزند کے خط میں حقیقتِ قرآنی کے منکشف ہونے اور نماز ادا کرتے وقت اپنے آپ کو محوِ مطلق دیکھنے اور اس وقت میں لذتِ عظیم کا مشاہدہ کرنے اور طالبین کی توجہ کی تاثیر کے ظاہر ہونے اور مجلس کی رونق کی بابت جو کچھ لکھا تھا یہ سب عمدہ و اعلیٰ ہے اس کے مطالعہ نے خوش وقت کیا اَللّٰهُمَّ زِدْ (اے اللہ! اور زیادہ فرما) طالبین کے احوال میں اچھی طرح مشغول رہیں اور ان پر توجہات سے دریغ نہ کریں لیکن ڈرتے اور کانپتے رہیں اور تضرع و التجا کرتے رہیں ایسا نہ ہو کہ اس راستے سے بندہ کی خرابی بجا ہی نہ ہو گوشہ نامرادی میں اوقات کو ذکر و فکر کے ساتھ بسر کریں اور اسرار کا خزانہ حاصل کریں۔

مکتوب ۱۳۲

خواجہ احمد بخاری کی طرف۔ اس بیان میں کہ جو کچھ محبوبِ حقیقی سے پہنچے وہ محبوب و مرغوب ہے اور رزق کی تنگی و فراخی اللہ تعالیٰ شانہ کا فعل ہے اور ان کے دوستوں کے احوال کی شرح میں تحریر فرمایا۔

www.maktabah.org

اللہ تعالیٰ شریعتِ منورہ و سنتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ پر ثابت قدم و دائم رکھ کر ظاہری و باطنی ترقیات سے مکرم و ممتاز فرمائے، گرامی نامہ پہنچ کر مسرت بخش ہوا، آپ نے (اس) فقیر کی بیماری کے متعلق لکھا تھا، اللہ تعالیٰ سبحانہ کی حمد ہے کہ ان دنوں آرام ہے لیکن کھڑا ہونے کی طاقت ابھی تک نہیں آئی ہے، مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا [زمین میں اور تمہاری جانوں میں کوئی مصیبت نہیں پہنچی مگر یہ کہ وہ لوحِ محفوظ میں لکھی ہوئی ہے قبل اس کے کہ ہم اس کو پیدا کریں] جو کچھ اس طرف سے پہنچے مرغوب و محبوب ہے پیشانی و ابرو پر بل ڈالے بغیر کشادہ روئی کے ساتھ اس کا استقبال کرنا چاہئے بندگی کا راستہ یہی ہے۔ بعض دوست روزگار کی تنگی اور قرضداریوں کے بارے میں شکایت کا اظہار کیا کرتے ہیں شکایت کا کوئی موقع نہیں ہے جو رزق مقدر ہے اس میں کسی کمی و زیادتی کا احتمال نہیں ہے، رزق کا تنگ و کشادہ کرنا اس تعالیٰ شانہٗ کا خاص فعل ہے کسی شخص کو اس میں دخل نہیں ہے اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ [اللہ جس کے لئے چاہتا ہے رزق کو کشادہ کرتا ہے اور جس کیلئے چاہتا ہے تنگ کرتا ہے] اللہ تعالیٰ کی خوشنودی (حاصل کرنے) کا طریقہ یہ ہے کہ بندہ اپنے دل کے رخ کو تمام سمتوں سے ہٹا کر اس (تعالیٰ شانہٗ) کے ذکر و عبادت میں یکسو و یک رو ہو جائے اور پوری طرح آخرت کی تعمیر میں کوشش کرے اور اس کا مطمح ہمت مولائے حقیقی جل سلطانہٗ کی خوشنودیوں کے سوا اور کچھ نہ ہو، وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا [اور اپنے پروردگار کا ذکر کر اور تمام سمتوں سے ہٹ کر اس کی طرف پوری طرح متوجہ ہو جا] اور معاشی امور کو اس (اللہ تعالیٰ) کے حوالہ کر دے اور کشود کار کو اسی کی طرف سے جانے اور اسی سے طلب کرے، رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا [وہ مشرق و مغرب ۱۹۴
کا پروردگار ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں پس تو اس کو اپنا کارساز بنالے] حدیث شریف میں آیا ہے سونے اور چاندی کے لئے ہلاکت ہے (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ سن کر صحابۂ کرامؓ نے عرض کیا تو پھر ہم کیا جمع کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ذکر کرنے والی زبان، شکر کرنے والا قلب اور ایسی بیوی جو آخرت کے لئے مددگار ہو۔ اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس شخص نے اپنے تمام فکروں کو ایک فکر (فکرِ آخرت) بنا دیا، اللہ تعالیٰ اس کی تمام فکروں کے لئے کافی ہوگا اور جس شخص کو دنیاوی فکروں نے گھیر لیا تو اللہ تعالیٰ کو اس کی پرواہ نہیں کہ وہ ان افکار میں کسی بھی وادی میں ہلاک ہو۔

ے ۵۵ ے ۲ ے ۳ ے ۳ ے ۳ ے ۳ ے ۵ رواہ ابن ماجہ والبیہقی (مشکوٰۃ)
ے مشکوٰۃ شریف میں سارے ہموم (اپنے تمام غموں) کی بجائے ہم دنیا (دنیاوی غموں) ہے

www.maktabah.org

آپ نے سید محمد اور اُن کے بڑے بھائی کے جو کچھ احوال لکھے تھے واضح ہوئے۔ آپ نے اپنے بھائی کے حالات میں لکھا ہے کہ "وہ پہلے جو کچھ آنکھ بند کئے ہوئے دیکھتے تھے اب وہ کھلی آنکھوں سے دیکھتے ہیں" میرے مخدوم! یہ بات باطن کی ترقی پر دلالت نہیں کرتی اور کمال اس بات کیساتھ وابستہ نہیں ہے ع

تو مباش اصلا کمال این است وبس [تو ہرگز نہ رہ (یعنی خود کو مٹادے) کمال یہی ہے اور بس]

اور آپ مراتب قلب کو جو مشاہدہ کرتے ہیں یہ عمدہ و اعلیٰ ہے حق سبحانہٗ ہر مرتبۂ قلب کے کمال سے بہرہ ور کرے اور قلب بسیط سے کچھ حصہ عطا فرمائے۔ آپ نے محمد زاہد کے احوال کے بارے میں بلند اور اعلیٰ کیفیات لکھی ہیں اس تعالیٰ شانہٗ کے کرم سے نزدیک ہے لیکن یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "وہ ولایت کبریٰ کی تفصیل دا سیر کرکے پانچویں نصف دائرہ میں مقام قبولیت متعین کرتا ہے اور اسی طرح ولایت علیا کے ہمسایہ میں نقطہ متعین کرتا ہے۔ وہ بھی مقام قبولیت ہے" معلوم نہیں ہوا کہ یہ مقام قبولیت کس چیز سے عبارت ہے اور کس قسم کی قبولیت ہے اور پانچواں نصف دائرہ کس معنی میں ہے اگر مراد ایک قوس ہے کہ حضرت عالی (مجدد قدس سرہٗ) نے جس کو ولایت کبریٰ کی انتہا قرار دیا ہے تو چوتھا نصف دائرہ کہنا چاہیے کیونکہ قوس چوتھے دائرہ میں ہے، تین دائرے کامل ہیں اور ان کے اوپر قوس ہے آپ نے لکھا تھا کہ "یاران طریقت جو آپ سے وابستہ ہیں ان کو جس جگہ کوئی دشواری اور مانع پیش آتا ہے اور رکاوٹ واقع ہوتی ہے اس خاک نشین (مکتوب الیہ) کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، اُن پر فقیر کی صورت ظاہر ہو جاتی ہے اور اُس جگہ سے گذار دیتی ہے اور فقیر کچھ بھی نہیں دیکھتا اور کچھ خبر نہیں رکھتا" میرے مخدوم تکمیل وارشاد اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کا معاملہ ہے مربی حقیقی وہی سبحانہٗ وتعالیٰ ہے لیکن ظاہری اعتبار سے یہ معاملہ پیر ومرشد سے وابستہ کردیا گیا ہے اس کے توسط سے مرید کا کام درجۂ کمال تک پہنچاتے ہیں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مرشد کو اس توسط کی اطلاع ہوتی ہے اور کبھی نہیں ہوتی ع

ازما وشما بہانہ برساختہ اند [ہم کو اور تم کو تو بہانہ بنایا گیا ہے]

خاص طور پر جبکہ مرشد ارباب جہل میں سے ہو تو اس کو مرید کے احوال اور اپنے واسطہ ہونے کی اطلاع بہت کم ہوتی ہے اس کے باوجود اس کی صحبت میں لوگ کمال و اکمال کے مرتبہ تک پہنچتے ہیں اور صاحب احوال وصاحب علم ہوتے ہیں اور اس جہل سے اس کے کمال وتکمیل میں کچھ نقص ۱۸۵
نہیں ہوتا ہے اسی کے احوال وکمالات ہیں جو کہ مریدوں کے آئینوں میں ظاہر ہوتے ہیں۔

والسلام اولا وآخرا

www.maktabah.org

مکتوب ۱۳۳

شیخ شرف الدین سلطانپوری کے نام مریدوں کے احوال میں مشغول ہونے پر ترغیب دینے اور تصحیح نیت پر تاکید کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ یہاں کے احوال ہر طرح حمد کے لائق ہیں اللہ تعالیٰ کو آپ کی عافیت اور اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ طریقہ پر ظاہری و باطنی طور پر استقامت کیلئے دعا کی گئی ہے جو گرامی نامہ آپ نے ان دنوں ارسال کیا تھا بیحد مسرت افزا ہوا، آپ نے صبح اور ظہر کے وقت حلقۂ ذکر اور نمازِ مغرب کے بعد دوستوں کو توجہ دینے کے طریقہ کی پابندی اور مجلس کی رونق اور توجہات کی تاثیر اور اس کے آثار ظاہر ہونے اور اس پر عظیم ترقیات کے بارے میں جو کچھ لکھا تھا اس نے خوشی میں اضافہ کیا۔ اَللّٰھُمَّ اَکْثِرْ اِخْوَانَنَا فِی الدِّیْنِ [اے اللہ ہمارے دینی بھائیوں کی تعداد بڑھا] آپ کو چاہیے کہ اس جلیل القدر کام میں بہت زیادہ اہتمام کریں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ وہ شخص ہے جو بندوں کو اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والا بنائے اور اللہ تعالیٰ کی محبت کو اس کے بندوں کی طرف متوجہ کرے، تصحیح نیت میں جان و دل سے کوشش کریں اور ہمیشہ التجا و تضرع کرنے والے رہیں۔ آپ نے حقیقتِ قرآنی سے متصف ہونے اور اس سے اوپر عبور پانے کے متعلق جو کچھ لکھا تھا واضح ہوا اس کی تفصیل آپ کی یہاں موجودگی سے تعلق رکھتی ہے اس لئے کہ معاملہ نازک ہے اور جو کچھ آپ (اپنے اندر) پاتے ہیں ایک بہت بڑی نعمت ہے امید ہے کہ یہ دو باتوں سے خالی نہیں ہوگی یا اس وقت حاصل ہے یا عنقریب حاصل ہونے والی ہے، بہرحال اللہ جل شانہٗ کا شکر بجا لائیں اور اس بات کی ہمت کریں کہ (معرفت کے) اس بحرِ عمان سے کوئی موتی ہاتھ لگے جو سات بہشت کی سعادت کا سبب ہے اور آٹھوں بہشت رونما ہوں، دوستوں سے دعا کی امید کی جاتی ہے۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۳۴

سید نعمت اللہ بنگالی کے نام ان کے احوال کی شرح اور واقعہ کی تعبیر میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، جو خط کہ سیادت مآب سید نعمت اللہ نے اپنے احوال کے

www.maktabah.org

۱۸۶ بارے میں از راہِ محبت بھیجی تھا اس نے پہنچ کر خوش وقت کیا، آپ نے اُس نُور کے ذرے کے بارے میں جو کہ حقیقتِ کعبہ سے [illegible] اس سے تعبیر بے تکلف اور الفاظِ قرآنی سے مزین فصاحت سے عطا ہونے سے متعلق جو کچھ لکھا تھا واضح ہوا، امیدوار ہیں کہ قرآن مجید کے فیوض و برکات سے بہرہ ور ہوں اور عنقریب حقیقتِ کعبہ سے حصہ پانے کی مانند اس کی حقیقت سے کچھ حصہ پائیں، آپ نے لکھا تھا کہ "ایک حال میں مجھ پر تجلی (وارد) ہوئی، میں نے اپنے آپ کو اس میں عدمِ محض پایا، اس کے بعد اس ذات کے ساتھ بقا پائی، اس اثنا میں القا فرمایا گیا کہ یہ حضرت خلیل (سیدنا ابراہیم) علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حال ہے آیۂ کریمہ اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ [بیشک میں نے اپنا منہ اس ذات کی طرف کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا] آخر آیت تک کا حاصل معنی القا فرمایا گیا اس کے بعد تغیر رونما ہونے لگا اس حد تک کہ آسمان و زمین اپنے اندر پاتا تھا حق جل و علا کی تجلی اس اختر کے اندر ظاہر ہوتی تھی اس اثنا میں فرمایا گیا کہ یہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا حال ہے"۔ میرے مخدوم! اس حال کی تعبیر ظاہر ہے، حق سبحانہٗ وتعالیٰ دونوں ولایتوں سے بہرہ ور فرمائے اور ہر ایک کے انوار سے منور کرے، یہ حال ایک واضح بشارت ہے امیدوار ہیں، پہلی تجلی میں چونکہ عدمیت و محویت، شرک سے بیزاری، سب سے منہ موڑنا اور اغیار و ماسوی اللہ کی شراکت کے بغیر بارگاہِ قدس کی جانب منہ کرنا ہے (اس لئے) اس کی مناسبت حضرت خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہے کہ جنہوں نے نفی کے معاملہ کو نقطۂ آخر تک پہنچایا ہے اور دوسری تجلی مقام اثبات و تجلی ذات کے ساتھ مناسبت رکھتی ہے جو کہ خاتم الرسل علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کا حال ہے۔

مکتوب ۱۳۵

عادل بیگ پسر کامل بیگ کے نام آخرت کی تعمیر اور کمینی دنیا کی مذمت کے بارے میں تحریر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ (آپ کو) ماسوا کی غلامی سے آزاد کرے (یہاں کے) احوال ہر طرح حمد کے لائق ہیں (اپنے) اوقات کو ذکر و فکر کے ساتھ معمور رکھیں، آخرت کا زادِ راہ تیار کریں اور کمینی دنیا کی جھوٹی چمک دمک والی چیزوں پر شیفتہ نہ ہوں اور اس کی زینت پر فریفتہ نہ ہوں اور اس کے رد و قبول کے باعث آپے سے باہر نہ ہوں کیونکہ (دنیا) فنا و ہلاک ہونے والی ہے کوئی ثبات نہیں رکھتی، وہ ایک شکر آلود زہر ہے اور ایک ملمع کی ہوئی نجاست ہے، اس زہر کا مقتول دائمی موت میں گرفتار ہے اور سرمدی حسرت میں مبتلا ہے فَحْذَرْ كُلَّ الْحَذَرِ (پس اس سے پوری طرح بچنا چاہئے) ۔

www.maktabah.org

همہ اندرز من بتو این است ... کہ تو طفلی و خانہ رنگین است

[میری تمام نصیحت تجھ کو یہی ہے کہ تو بچہ ہے اور گھر رنگین ہے]

زندگی وہی ہے جو مولائے حقیقی تعالیٰ شانہ کی خوشنودیوں میں صرف ہو جائے اور اس کی طلب و درد میں بسر ہو جائے باقی زندگی عمر کے شمار میں نہیں وبال میں داخل ہے۔

ہرچہ جز عشق خدائے احسن است ... گر شکر خوردن بود جاں کندن است

[خدائے احسن کے عشق کے سوا جو کچھ بھی ہے اگرچہ شکر (مٹھائی) کا کھانا ہی کیوں نہ ہو وہ بھی جان کو ہلاک کرنا (مار ڈالنا) ہے]

احوال لکھتے رہیں اور دوستوں کو دعا میں یاد رکھیں۔ والسلام

مکتوب ۱۳۶

محمد حسین کابلی کے نام اُن کے خط کے جواب میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ برادر دینی صوفی محمد حسین سلام پڑھیں اور ظاہری و باطنی استقامت کے ساتھ دور افتادہ دوستوں کو دعا کے ساتھ یاد کرتے رہیں۔ جو معاملہ آپ کو عید کی رات میں پیش آیا تھا وہ آپ نے لکھا تھا اور نور صرف کے مشاہدہ کی خبر دی تھی واضح ہوا اور مسرت و خوشدلی کا باعث ہوا۔ حق سبحانہ ہمیشہ ترقی میں رکھے اور مقصد اعلیٰ کی کوئی علامت ظاہر فرمائے۔ آپ نے حافظ جیو کی خدمت کی شکرگزاری لکھی تھی اور وہ جو فقراء و صلحا کی خدمت کرتے ہیں بیان کی تھی واضح ہوئی۔ حق سبحانہ اُن کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آپ نے لکھا تھا کہ وہ کہتے ہیں کہ میں مشغولی کے وقت اپنے آپ کو نیست پاتا ہوں تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ اس دید کو زیادہ کرے اور ہستی موہوم کا کچھ بھی اثر نہ چھوڑے تاکہ فنائے حقیقی ظاہر ہو جائے۔ ایک بزرگ نے کہا ہے اَشْتَهِيْ عَدَمًا لَا اَعُوْدُ اَبَدًا (میں ایسا عدم چاہتا ہوں کہ پھر کبھی [illegible]) [illegible] والسلام

مکتوب ۱۳۷

[illegible] کے نام [illegible] تحریر فرمایا جو کہ عجیب [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ برادر دینی حاجی محمد [illegible] نے [illegible] فرائض [illegible]

www.maktabah.org

کی علامات کیا ہیں؟ آپ جان لیں کہ قربِ نوافل وہ قرب ہے جو عباداتِ نافلہ پر مرتب ہوتا ہے اور چونکہ نوافل میں عابد کا وجود درمیان میں ہے اس لئے جو قرب کہ اس پر مرتب ہوگا وہ ایسا قرب ہوگا کہ وجودِ سالک درمیان میں رہے گا یہ قرب فنا کرنے والا نہیں ہے اس لئے کہ صاحبِ قرب کا وجود ابھی تک درمیان میں ہے ص ۱۸۸
بزرگوں نے کہا ہے کہ قربِ نوافل وہ ہے کہ بندہ فاعل ہو اور حق جل وعلا اس کے فعل کا آلہ ہو حدیثِ قدسی میں آیا ہے لَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّہٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُہٗ کُنْتُ لَہٗ سَمْعًا وَّبَصَرًا وَّیَدًا وَّرِجْلًا [میرا بندہ نوافل کے ذریعے ہمیشہ مجھ سے قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو اس کے کان، آنکھ، ہاتھ اور پاؤں بن جاتا ہوں] اور اس کی تائید کا مضمون ایک اور روایت میں آیا ہے فَبِیْ یَسْمَعُ وَبِیْ یُبْصِرُ [پس وہ مجھ ہی سے سنتا ہے اور مجھ ہی سے دیکھتا ہے]

اور قربِ فرائض میں چونکہ محض امرِ الٰہی تعالیٰ شانہٗ کی تعمیل ہے وجودِ عارف درمیان میں نہیں ہے، پس جو قرب کہ اس پر مرتب ہوتا ہے وہ ایسا قرب ہوتا ہے کہ عارف کا وجود اس کے درمیان میں نہیں ہوتا اسی لئے بزرگوں نے کہا ہے کہ قربِ فرائض وہ ہے کہ حق تعالیٰ فاعل ہو اور بندہ اس کے فعل کا آلہ ہو جیسا کہ وارد ہوا ہے اَلْحَقُّ یَنْطِقُ عَلٰی لِسَانِ عُمَرَ [حق عمرؓ کی زبان پر بولتا ہے] بولنے والا حق ہے اور عمر رضی اللہ عنہ کی زبان آلہ سے زیادہ نہیں ہے اور نیز وارد ہوا ہے اِتَّقُوْا غَضَبَ عُمَرَ فَاِنَّ اللّٰہَ یَغْضَبُ [عمرؓ کے غصے سے ڈرو اس لئے کہ بیشک (ان کے غصہ کے وقت) اللہ تعالیٰ غصہ کرتا ہے] پس قربِ فرائض سالک کے وجود کو فنا کرنے والا ہے اور قربِ نوافل فنا کرنے والا نہیں ہے اور جمع بین القربین (دونوں قربوں میں جمع) یہ ہے کہ فاعل و آلہ دونوں حق تعالیٰ ہی ہو اور بندہ درمیان میں کچھ نہ ہو اور آیہ کریمہ وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی [اور (کنکریوں کو) آپ نے نہیں پھینکا بلکہ اللہ نے (ان کو) پھینکا] میں ان تینوں (قسم کے) قرب کی طرف اشارہ ہے۔ ۱۷

کفرِ شریعت وہ ہے کہ بندہ کسی ایسے امر کا مرتکب ہو جس کا ارتکاب شریعتِ منورہ میں کفر ہو اور وہ شخص شریعت کے حکم سے کافر ہو جائے اور کفرِ طریقت مرتبہ جمع سے عبارت ہے کہ اس مقام میں اسلام کی خوبی اور کفر کی برائی میں تمیز سالک کی نظر سے اٹھ جاتی ہے اور وہ سب کو صراطِ مستقیم پر سمجھتا ہے اور کہتا ہے ؎

بکفر و باسلام یکساں نگر کہ ہر یک ز دیوانِ او دفتریست

[کفر اور اسلام کو یکساں دیکھ کیونکہ ان میں سے ہر ایک اس کے دیوان کا ایک دفتر ہے]

---

۱ یہ حدیث صحیح بخاری میں مروی ہے اور حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ نے اس کو اختصار کے ساتھ اور بالمعنی نقل کیا ہے۔

www.maktabah.org

حسین منصور حلاج اسی مقام میں تھا جب اس نے کہا ہے

كَفَرْتُ بِدِيْنِ اللّٰهِ وَالْكُفْرُ وَاجِبٌ ✱ لَدَيَّ وَعِنْدَ الْمُسْلِمِيْنَ قَبِيْحٌ

(میں نے اللہ کے دین سے انکار کیا اور یہ انکار مجھ پر واجب ہے اور مسلمانوں کے نزدیک برا ہے)

اس مقام میں سکر ہر وقت دامنگیر ہے محبت کی بیخودی کے باعث سالک اچھے اور برے کے درمیان تمیز نہیں رکھتا۔ اور جب سکر سے صحو میں آتا ہے اور بیخودی سے ہوش اور عدم تمیز سے تمیز کی طرف مائل ہوتا ہے [illegible] اس وقت اسلام کو اچھا اور کفر کو برا جانتا ہے اور اسلامِ حقیقی کے ساتھ مشرف ہو جاتا ہے اور کفر سے بیزاری ظاہر کرتا ہے پس کفرِ طریقت اسلامِ حقیقی کا زینہ ہوا۔

آپ نے مبتدی و منتہی کے حضور اور ان دونوں کی غیبت اور قبض و بسط کے بارے میں پوچھا تھا، آپ جان لیں کہ مبتدی کا حضور ایک ایسا حضور ہے کہ جس کے پیچھے غیبت ہے اور متوسط کا حضور ایک ایسا حضور ہے کہ جس کے پیچھے غیبت نہیں ہے اور ان دونوں قسم کے حضور میں حاضر صاحب حضور کا وجود درمیان میں ہے اور اس (وجود) کو فنا حاصل نہیں ہوئی ہے۔ منتہی کا حضور ایک ایسا حضور ہے کہ ذات حاضر درمیان میں نہیں ہے، حاضری و حضور کی صفت کے بغیر ایک خود بخود حضور ہے اور شاہدی و ۹۹
مشہودی کے وصف کے بغیر ایک شہود ہے مَنْ لَّمْ يَذُقْ لَمْ يَدْرِ (جس نے نہیں چکھا اس نے نہیں جانا) مبتدی کی غیبت ذاکر کی حقیقتِ جامعہ پر جو کہ حس و شعور کا مقام ہے سلطانِ ذکر کے غلبہ کے ذریعہ حس سے اس کی غیبت ہے، منتہی کی غیبت تجلیاتِ ذاتیہ و صفاتیہ کے غلبہ کے وقت اپنی ذات و صفات سے اس کی غیبت اور اس ہستیٔ موہوم پر ہستیٔ حقیقی کے غلبہ کے وقت اس کا چھپ جانا بلکہ معدوم ہو جانا ہے۔ اور دوسرے لفظوں میں ہم کہتے ہیں کہ مبتدی کی غیبت اس کے باطن سے ذکر و حضور کا چھپ جانا ہے اور منتہی کی غیبت اس کے ظاہر کا باطن کے معاملہ سے پردہ میں آجانا ہے کیونکہ اس کے باطن کو غیبت نہیں ہے وہ جو کچھ رکھتا ہے دائمی طور پر رکھتا ہے۔

قبض و بسط اربابِ قلوب کو ہوتی ہے جو کہ مبتدی ہیں، قلب جب تک مقامِ تلوین میں ہے قبض و بسط کا مورد ہے جب وہ تمکین سے جا ملا قبض و بسط سے رہائی پا گیا، منتہی کو یہ قبض و بسط نہیں ہے جو صوفیہ کی اصطلاح میں مستعمل ہے، اس کو تمکین و یک رنگی کے باوجود بعض عوارض کے پیش آنے کے باعث بے مزگی و بے حلاوتی پیش آتی ہے اور کبھی صفائی وقت ظاہر ہوتی ہے اس پر قبض و بسط کا اطلاق مجاز کے طور پر کیا جاتا ہے اگرچہ یہ اطلاق بھی مشہور و آشکار ہے۔

آپ نے علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین کے بارے میں پوچھا تھا۔ آپ جان لیں کہ علم الیقین اثر سے مؤثر کی طرف استدلال ہے اور عین الیقین کا مؤثر کا اثر کے پردہ کے بغیر شہود ہے اور مشہود میں اس

www.maktabah.org

حد تک فنا اور معدوم ہوتا ہے کہ نہ بدنی قسم بودی رہ، معرفت سے تعلق ہوتا اور حق الیقین اس سے متصف ہوتا ہے اور یہ بقا و شعور کا مقام ہے جیسا کہ دھوئیں سے آگ کا پتہ لگانا (علم الیقین) اور آگ کا مشاہدہ کرنا (عین الیقین) اور عین آگ ہو جانا (حق الیقین) ہے۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ علم و عین ایک دوسرے کے حجاب ہیں علم کے وقت عین نہیں ہے اور جب عین آگیا تو علم جاتا رہا اس لئے کہ فانی و مستہلک حیرت و جہل کے ساتھ متصف ہے جو کہ علم و دانش کے منافی ہے اور مرتبہ حق الیقین میں یہ حجابیت نہیں رہتی اور شہود و علم آپس میں جمع ہوتے ہیں کیونکہ یہ شعور و بقا کا مقام ہے اور یقین کے یہ تینوں درجے اُس وقت تک ہی ہیں جبتک کہ سالک کی سیر اصول میں ہے جو کہ مقامِ ولایت سے تعلق رکھتے ہیں اور جب معاملہ اصول سے اوپر چلا جاتا ہے اور بساطتِ صرف پیش آتی ہے تو یہ درجات کوتاہی کرتے ہیں اور فنا و بقا راستہ ہی میں رہ جاتی ہیں۔

آپ نے پوچھا تھا کہ عین واثر کا زائل ہونا کس مقام میں متحقق ہوتا ہے، ولایتِ کبریٰ کی ابتدا میں یا اس کی انتہا میں؟ (اس کا جواب یہ ہے کہ) عین واثر کے زائل ہونے کی ابتدا اس ولایت (کبریٰ) کی ابتدا میں ہے اور اس کا کمال اس ولایت کی انتہا میں ہے اس لئے کہ ظلال اور قیدِ انفس سے
۱۹۰ نکلنا جو کہ عین واثر کے زائل ہونے کا باعث ہے ولایتِ کبریٰ کی ابتدا میں ہے اور جبتک اصول درمیان میں ہیں (اسوقت تک) آثار میں سے کوئی اثر باقی ہے اور جب اصول منقطع ہو جاتے ہیں تو آثار میں سے کوئی اثر باقی نہیں رہتا۔

آپ نے قرب و اقربیت کے معنی اور ان دونوں کے درمیان فرق دریافت کیا تھا۔ آپ جان لیں کہ قُرب بُعد کے بالمقابل ہے جب بُعد مفقود ہو جاتا ہے تو قُرب متحقق ہو جاتا ہے اور لیکن قرب و بُعد نسبتی امور میں سے ہیں ایک چیز کسی ایک چیز کی بہ نسبت قریب ہے اور دوسری چیز کی بہ نسبت دور ہے کابل ہم سے لاہور کی بہ نسبت دور ہے اور بلخ کی بہ نسبت قریب ہے اس لئے مراتبِ بُعد کے فقدان کے تفاوت کے مطابق قُرب کے مراتب متفاوت ہوتے ہیں اور جب بُعد کسی لحاظ سے بھی نہیں رہتا تو کمالِ قرب ثابت ہو جاتا ہے اور وہ اتحاد میں ہے پس کمالِ قرب اتحاد میں ہوا اور اقربیت کا معاملہ اس سے بھی زیادہ نازک ہے جانبِ قرب میں اتحاد سے بھی گذر جانا چاہئے تاکہ اقربیت ظاہر ہو جائے اور اس شخص کی ذات اُس اتحاد و ... کی بہ نسبت بعید ہو گی اور مشکل ہے کہ محدود عقل اس باریکی تک پہنچ سکے اور اپنے کو زیادہ نزدیک تصور کر سکے ذوقِ صحیح و کشفِ صریح ہونا چاہئے جو کہ انوارِ نبوت سے غذا پایا ہوا ہو۔ کہ اس عجیب بات کا ادراک کرے اور فرقانِ مجید کے ساتھ کچھ نفس حاصل کرے مَنْ لَّمْ یَذُقْ لَمْ یَدْرِ [جس نے نہیں چکھا اس نے نہیں جانا]۔

www.maktabah.org

دیگر آدابِ طریقت میں سے ہے کہ طالب شیخ کے حضور میں شیخ کے علاوہ کسی دوسری چیز میں شیخ کی جانب کے بغیر متوجہ نہ ہو حتیٰ کہ ذکر و نوافل میں بھی مشغول نہ ہو اور اگر اس کے حضور میں کسی دوسری چیز میں متوجہ ہوگا تو ظاہر یہ ہے کہ وہ اس وقت شیخ کے فیوض و برکات سے محروم ہے مگر شاذ و نادر (کالاس کے خلاف ہوگا) مثلاً کوئی شخص شیخ کے ساتھ نسبت کی قوت کمال درجہ پر رکھتا ہو اس کے باوجود توجہ و عدمِ توجہ کے درمیان فرقِ موجود ہے۔ —— جو حال کہ آپ نے دیکھا ہے اور اسی طرح جو حال کہ حافظ محمد محسن نے آپ کے بارے میں دیکھا ہے اعلیٰ و روشن ہے اور بشارت دینے والا ہے امیدوار رہیں کہ حق سبحانہٗ قوت سے فعل میں اور گوش سے آغوش میں لائے اِنَّہٗ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ (بیشک وہ قریب اور قبول کرنے والا ہے)

آپ نے محبتِ ذاتی و صفاتی و افعالی و محبوبیت و محبّیت کے بارے میں پوچھا تھا، آپ جان لیں کہ (جس طرح) حضرت حق جل و علا اپنی ذات کو دوست رکھتا ہے اسی طرح اپنی صفات و افعال کو بھی دوست رکھتا ہے اور اپنے اسماء و صفات کے ظلال کو بھی دوست رکھتا ہے اور ان افرادِ محبت میں سے ہر ایک فرد دو اعتبار رکھتا ہے محبوبیت و محبّیت،، کمالاتِ محبوبیتِ ذاتیہ کا ظہور حضرت حبیب محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات میں ہے اور کمالاتِ محبّیتِ ذاتیہ کا ظہور حضرتِ کلیم (موسیٰ) علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات میں ہے اور محبوبیتِ اسماء و صفات کا ظہور ان کی محبیت کی طرح دوسرے انبیاء علیٰ نبینا و ۱۹۱
علیہم الصلوات والتسلیمات والبرکات میں ثابت ہے اور محبوبیت و محبّیتِ ظلالِ اسماء و صفات کا ظہور محبوبین و محبین اولیاء میں موجود ہے —— آپ نے عروج و نزول اور سیر الی اللہ و فی اللہ کے معنی دریافت کئے تھے، آپ جان لیں کہ عروج مُدعجی ہونے کو اور نزول مُدعجلی ہونے کو کہتے ہیں، سیر الی اللہ چونکہ دائرہ امکان کا طے کرنا ہے اور سیر فی اللہ اسماء و صفاتِ واجب تعالیٰ و تقدست میں سیر ہے اس لئے یہ دونوں (قسم کی) سیر جانبِ عروج میں ہے اور دوسری دو قسم کی سیر یعنی سیر عن اللہ باللہ و سیر فی الاشیاء باللہ جانبِ نزول میں ہے۔ دیگر فنا و بقا حقیقت میں صفاتِ ذمیمہ کا صفاتِ حمیدہ کے ساتھ بدل جانا ہے ورنہ بندہ کسی جگہ نہیں جاتا اور احکامِ بندگی اس سے ساقط نہیں ہوتے اور بقا کی جانب میں بھی بندہ حق سبحانہٗ نہیں بن جاتا حقائق کا بدل جانا محال ہے، اگر یہ کہا جائے کہ فانی شخص فنا کے وقت میں اپنے آپ کو محو و لاشئی پاتا ہے اور وہ اپنی ذات و صفات کا کوئی نام و نشان نہیں دیکھتا اس کی کیا وجہ ہے؟ اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ اوصافِ ذمیمہ لطیفہ نفس میں کامل استحکام رکھتے ہیں یا وہ (نفس) بنتے ہی یہی ہیں، غرور و سرکشی، نافرمانی اور جہل مرکب کہ اس کمالِ ربی کمالات کو خود اپنے سمجھ کر اپنے آپ کو کامل و خیر یقین کیا ہوا ہے، مذکورہ صفات اس کی ذات کے قائم مقام بن گئے ہیں اس لئے ان صفات کا زوال ذات کا زوال متصور ہونے لگتا ہے اور اس (نفس) کے مطمئنہ ہونے سے حقیقت کا بدل جانا سمجھ لگتا ہے فَہِمَ مَنْ فَہِمَ (سمجھ گیا جو سمجھ گیا)

www.maktabah.org

مکتوب ۱۳۸

خان محمد بیگ کولابی کے نام ان کے احوال کی شرح میں اور اس بیان میں تحریر فرمایا کہ مطلوب کے بے نہایت ہونے کے باوجود سالک کو منتہی کہنا کس معنی میں ہے۔

حمد و صلوٰۃ و تبلیغ دعوات کے بعد عرض ہے کہ جو خط آپ نے اس سے کچھ عرصہ پہلے بھیجا تھا اس نے پہنچ کر مسرور کیا، آپ نے قصور کی دید کے بارے میں لکھا تھا، حق سبحانہٗ و تعالیٰ اس دید کو زیادہ کرے (یہ) عجیب انعام دیتی اور اعمال کی قیمت کو بڑھاتی اور قبولیت کے قابل بناتی ہے۔ یہ جو آپ نے عرفہ (۹ ذی الحج) کو بعد دوپہر مراقبہ میں اپنے آپ کو اونٹ پر سوار عرفات کے مجمع میں دیکھا ہے اور عجیب برکات آپ کو پہنچی ہیں اور اکثر آپ خود کو کعبہ مکرمہ کے طواف میں پاتے ہیں اور ایک دفعہ کعبہ معظمہ کو آپ نے اپنے اندر پایا، یہ سب عمدہ و اعلیٰ ہے اُن مقاماتِ مقدسہ کی برکات، اور کعبہ منورہ کے انوار کے امیدوار رہیں ۱۹۲
اللہ تعالیٰ اس کی حقیقت سے بہرہ ور فرمائے تاکہ ذاتِ بحت کی طرف کوئی راہ پیدا ہو جائے اور مکان سے صاحبِ مکان کی طرف کوئی دریچہ کھل جائے —— اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "اس کے بعد ایک نسبت معلوم ہوئی کہ گویا ذاتِ بحت ہے الخ" گویا اس واردات کی طرف ایک اشارہ اور بشارت ہے —— آپ نے پوچھا تھا کہ "مطلوب کی (کوئی) نہایت نہیں ہے پس طالب کی طلب کی بھی (کوئی) انتہا نہیں ہونی چاہیے تو پھر منتہی کہنا کس معنی میں ہوگا"۔ آپ جان لیں کہ منتہی وہ شخص ہے جو مطلوب کی ابتدا تک پہنچ جائے اور سیرِ الی اللہ کو طے کر کے سیرِ فی اللہ میں داخل ہو جائے، اس کے بعد وہ کمالاتِ محبوب کے مراتب کے اعتبار سے کہ جن میں سے بعض بعض سے اوپر ہیں مراتب کی انتہا میں پہنچا ہے وہ محبوب کے کمالات میں جس قدر سیر کرتا ہے اسی قدر انتہا کے مراتب میں پہنچتا ہے اور مطلوب کا لا انتہا ہونا بھی ان کے کمالات و صفات کے اعتبار سے ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ مراتبِ وصول کا لا انتہا ہونا جیسا کہ بعض حضرات اس کے قائل ہیں اس شخص کے حق میں ہے کہ جس کی سیر اسماء و صفات کی تفصیل میں واقع ہوئی ہے بزرگوں نے کہا ہے کہ معشوق کے کمالات کی انتہا نہیں ہے، ہر آن میں ایک نئے ایک کمال کے ساتھ تجلی فرماتا ہے، ایک اور بزرگ نے کہا ہے کہ وصول کے مراتب ابد الآباد تک طے نہیں ہوتے تیسرے بزرگ فرماتے ہیں ؎

بیزارم ازاں کہنہ خدائے کہ تو داری　　　　ہر لحظہ مرا تازہ خدائے دگرست

(میں اس پرانے خدا سے بیزار ہوں جو کہ تو رکھتا ہے میرے لئے ہر لحظہ ایک اور نیا خدا ہے)

www.maktabah.org

جو تجھے بزرگ کہتے ہیں ؎

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی را سخن پایاں
بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہمچناں باقی

[نہ اس کے حسن کی کوئی نہایت ہے اور نہ سعدی کے کلام کی کوئی حد ہے استسقاء والا پیاسا مر جاتا ہے اور دریا اسی طرح باقی رہتا ہے]

اور جو راستہ کہ ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہ) کو عطا ہوا ہے وہ ایک ایسا راستہ ہے کہ اسماء و صفات وہاں بطریق اجمال طے ہو جاتے ہیں اور ذات تک وصول میسر آجاتا ہے اور مراتب وصول طے ہو جاتے اور انتہا پذیر ہو جاتے ہیں بخلاف تفصیلی سیر والے کے کہ ذاتِ مجرد تک وصول اس کے حق میں عنقائے روزگار (ناپید) ہے کیونکہ وہ پرانی تجلیات سے بیزار ہے اور تازہ تجلیات میں گرفتار ہے اور ذاتِ متجلی سے جو کہ تجلیات کے ماوراء ہے محروم ہے اور راستہ میں ہے، یہ اجمال کا راستہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اُن کے صحابہ کرام علیہم الرحمۃ والرضوان کی شاہراہ ہے والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔

مکتوب ۱۳۹

سلطان عبدالرحمٰن لمحی کے نام قلبِ انسانی کے کمالات کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حامداً و مصلیاً، خدا کرے کہ مضغۂ قلبیہ کی حقیقت اسرارِ معنویہ کا خزانہ ہو جو کچھ عالمِ کبیر میں ہے وہ سب عالمِ صغیر میں جو کہ تمام عالموں کا آئینہ ہے ثابت ہے۔ عالمِ صغیر انسان کو کہتے ہیں جو کہ عالمِ خلق و امر سے مرکب ہے اور جو کچھ عرش کے نیچے ہے یعنی افلاک و عناصر وغیرہ (وہ عالمِ کبیر ہے) اور جو کچھ ۹۳
عرش کے اوپر ہے عالمِ امر کے لطائف ہے اور جو کچھ عالمِ صغیر میں ہے وہ عالمِ اصغر میں ہے جو کہ انسان کا قلب ہے کہ نہایت چھوٹا ہونے کے باوجود تمام عالمین کا جامع ہے اور بسیط ہونے کے باوجود کمال وسعت کے ساتھ موصوف ہے صفاتِ اقدس (تعالت و تقدست) کے ساتھ اس کی مناسبت بہت زیادہ ہے کیونکہ اس بارگاہ میں کمالِ بساطت کے ساتھ کمالِ وسعت باہم جمع ہیں اسی لئے اس نے تصفیہ کے بعد اس مرتبۂ مقدسہ کی آئینہ داری کی قابلیت پیدا کر لی اور وَلٰکِن یَسَعُنِیْ قَلْبُ عَبْدِیَ الْمُؤْمِنِ [لیکن میں اپنے مومن بندے کے قلب میں سماتا ہوں] کے شرف سے مشرف ہو گیا ہے اور تصفیۂ قلب احکامِ شرعیہ سے آراستہ ہونے اور سنتِ مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کے ساتھ مزین ہونے اور بدعتِ ناپسندیدہ اور نفسانی خواہشات و لذات میں انہماک سے پرہیز کرنے اور دوامِ ذکر و مراقبہ اور محبتِ شیخ پر استقامت سے وابستہ ہے، پس آپ کیلئے ان اچھی عادات کی پابندی لازم ہے تاکہ آپ میں مُلک کے عجائبات اور ملکوت کے اسرار ظاہر ہوں اور آپ انوارِ لاہوت کا آئینہ بن جائیں۔

www.maktabah.org

مکتوب ۱۴۰

حضرتِ موصوف خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ نے برادر زادہ مخدوم زادہ عالی مرتبہ شیخ عبد الاحد سلمہ اللہ تعالیٰ کے نام حقیقتِ صلوٰۃ کے حقیقتِ قرآنی پر فوقیت رکھنے اور اس شبہ کے حل میں جو کہ اس جگہ وارد ہوتا ہے اور یہ کہ حقائقِ ثلاثہ کا معاملہ فضلِ الٰہی میں داخل ہے اور حقیقۃ الحقائق کے ساتھ انطباق کی تحقیق کے بارے میں اور اس بیان میں کہ قطب مدار قطبِ ارشاد اور صاحب نسبتِ قیومیت کے علاوہ ہوتا ہے اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ ذات تو ہوبجے عطا ہونے کے بعد غالب معاملہ نزول کے ساتھ ہوتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ بَعَدَدِ مَنْ حَمِدَکَ وَلَکَ الْحَمْدُ بِعَدَدِ مَنْ لَّمْ یَحْمَدْکَ وَعَلٰی نَبِیِّکَ وَحَبِیْبِکَ الصَّلٰوۃُ وَالتَّحِیَّۃُ بِعَدَدِ مَنْ ذَکَرَکَ وَبِعَدَدِ مَنْ لَّمْ یَذْکُرْکَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ کَمَا یَقْتَضِیْ کَرَمُکَ وَیَلِیْقُ بِفَضْلِکَ۔ اما بعد، فرزند ارجمند شیخ عبد الاحد نے پوچھا ہے کہ حقیقتِ قرآنی مبدأ وسعتِ بیچونی ذات تعالیٰ سے عبارت ہے آپ بیان کریں کہ حقیقتِ صلوٰۃ کس اعتبار و شان سے عبارت ہے۔ آپ جان لیں کہ حضرتِ عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) نے حقیقتِ صلوٰۃ کے بارے میں لکھا ہے کہ اس مقام میں کمالِ وسعتِ بیچونی ہے پس حقیقتِ قرآنی میں ۱۹۳ مبدأ وسعت ہے اور اس جگہ (حقیقتِ صلوٰۃ میں) کمالِ وسعت ہے لیکن اس کو ماننے کی صورت میں شبہ وارد ہوتا ہے کہ مبدأ شئی کو شئی پر سبقت و فوقیت ہے پس حقیقتِ قرآنی کو حقیقتِ صلوٰۃ پر مقدم ہونا چاہئے اور حالانکہ انھوں (مجدد علیہ الرحمہ) نے حقیقتِ صلوٰۃ کو حقیقتِ قرآنی سے اوپر لکھا ہے۔

جواب، ہو سکتا ہے کہ یہ مبدأ ہونا سالک کے عروج کی جانب میں ہو یعنی عروج کے مدارج میں وسعت کا شروع حقیقتِ قرآنی سے ہو اور اس کا کمال اوپر کی حقیقت میں ہو اور اس اعتبار سے مبدأ ہونے کو تأخر ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ تفوق دونوں جانب سے ہے (اور) دو اعتبار سے ہے۔ حقیقتِ قرآنی جزو کی حقیقتِ صلوٰۃ کا جزو ہے جیسا کہ حضرتِ عالی (مجدد قدس سرہٗ) نے لکھا ہے کہ اگر حقیقتِ کعبہ ہے تو اس کا جزو ہے اور اگر حقیقتِ قرآنی ہے تو وہ بھی اس کا جزو ہے کیونکہ نماز عبادت کے تمام کمالات و مراتب کی جامع ہے کہ اصل الاصل کی نسبت کے ساتھ ثابت ہے اور (اس میں) شک نہیں ہے کہ جزو کو کل پر تقدم ہے اور کل کو تفصلات (وشمول) ہے کیونکہ کل اس جزو پر بھی مشتمل ہے اور دوسرے اجزاء پر بھی۔ پس ظاہر کے اعتبار سے جزو کو اور باطن (ورتبے) کے اعتبار سے کل کو فوقیت ہے۔

www.maktabah.org

آپ نے پوچھا تھا کہ حقیقتِ کعبہ و حقیقتِ قرآن مجید و نماز تک وصول خاص افضل کرم
محمدی المشرب ہے یا نہیں (جواب) ان حقائق تک وصول کمالاتِ نبوت سے اوپر ہے (اس سے) داخل و متعلق
ہو جائے آپ نے پوچھا تھا کہ حقیقۃ الحقائق تک وصول غیر محمدی المشرب کو ہو سکتا ہے یا نہیں اور
اگر فانی الشیخ کے ذریعہ سے اس دولت کے ساتھ مشرف ہو جائے تو آیا اس کو کامل طور پر لحوق و انطباق
میسر ہوتا ہے یا نہیں؟ (جواب) آپ جان لیں کہ لحوقِ کامل محمدی المشرب کے لئے ہے غیر محمدی المشرب
کو اپنے شیخ کے ضمن میں جو کہ محمدی المشرب اور صاحبِ انطباق ہے اگر میسر ہو جائے تو گنجائش رکھتا ہے۔

آپ نے پوچھا تھا کہ صاحبِ نسبتِ قیومیت کے عہد میں قطبِ مدار اس کے علاوہ ہوتا ہے
یا یہ منصب اسی کے سپرد ہوتا ہے؟ (جواب) آپ جان لیں کہ قطبِ ارشاد اس کے علاوہ نہیں ہوتا،
ہاں مختلف علاقوں کے اقطاب جو کہ جزوی اقطاب ہیں اگر اس کے عہد میں ہوں تو گنجائش رکھتا ہے
بلکہ واقع ہے اور وہ (صاحبِ نسبتِ قیومیت) بمنزلہ کل ہے اور یہ (اقطاب علاقہ) اس کے انوار و برکات
سے مستفیض و مستفید ہیں لیکن قطبِ مدار اس کے علاوہ ہوتا ہے کیونکہ اس کے لئے گوشہ نشینی و تنہائی
ناگزیر ہے۔ کہتے ہیں کہ آں سرور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں قطبِ مدار تھا اور وہ صحبت کے
شرف سے بھی کبھی کبھی مشرف ہوتا تھا لیکن کوئی شخص اس کو نہیں پہچانتا تھا الا ماشاء اللہ تعالیٰ۔ اور یہ
جو کہا جاتا ہے کہ روح کو بدن سے جدا ہونے کے بعد فنا نہیں ہے یہ حکم باقی تمام لطائفِ امر میں بھی جاری ہے
اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص کی روحانیت ظاہر ہوئی اور اس نے ایسا ایسا فائدہ پہنچایا اور فائدہ حاصل کیا
اس سے مراد اپنی خصوصیت کے ساتھ لطیفۂ روح ہے وَالْغَيْبُ عِنْدَ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ [اور غیب کا علم اللہ سبحانہ ہی کے پاس ہے]

۱۹۵ آپ نے لکھا تھا کہ ذاتِ موہوب کے عطا ہونے کے بعد معاملہ عروج سے وابستہ ہوتا ہے یا نزول سے یا کسی کے
ساتھ بھی خصوصیت نہیں رکھتا الخ (جواب) آپ جان لیں کہ اس نسبت والا بزرگ چونکہ قیومیت کی
نسبت رکھتا ہے اور تکمیل و ارشاد کا معاملہ بھی اس سے وابستہ ہوتا ہے اس لئے ضرور اس کو صاحبِ نزول
ہونا چاہئے اور ظاہر و باطن کے ساتھ مخلوق کی طرف متوجہ ہونا چاہئے اور اگر صاحبِ نزول کبھی کبھی عروج
بھی کرے تو گنجائش رکھتا ہے، بلکہ ایسا ہوتا ہے والسلام علیکم و علیٰ سائر من اتبع الہدیٰ۔

مکتوب ۱۴۱

مشتمل آپ حافظ عبد الجلیل دہلوی کے نام اس بیان میں تحریر فرمایا کہ ممکن خیر محض نہیں ہے

www.maktabah.org

جو کچھ رکھتا ہے وہ سب مرتبۂ وجوب سے مستفاد و مستعار ہے۔

حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ یہاں کے احوال ہر طرح حمد کے لائق ہیں، اللہ تعالیٰ سے آپ کی عافیت اور شریعتِ عالیہ و سنتِ منورہ مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے طریقہ پر استقامت اور آپ کے باطنی درجات کی مدارج کمالاتِ انبیاء میں ترقی کے لئے دعا کی گئی ہے۔ گرامی نامہ جو کہ ازراہِ محبت آپ نے خاص مسکین کے نام ارسال کیا تھا پہنچ کر مسرت و سرور افزا ہوا۔ آپ کو چاہئے کہ اسی طرح اپنے ظاہری و باطنی احوال لکھتے رہیں اور اس ناکارہ کو دعائے خیر کے ساتھ یاد کرتے رہیں اس کم بضاعت سے امداد طلب کرنا مستعیر (مانگی ہوئی چیز والے) سے مانگنے اور عاجز فقیر سے سوال کرنے کی مانند ہے، ممکن بیچارہ خیر و کمال کی جنس سے جو کچھ رکھتا ہے وہ سب مرتبۂ وجوب سے مستفاد و مستعار ہے وہ فی نفسہ خیر و کمال سے عاری اور حُسن و جمال سے خالی ہے، امانات اہلِ امانات کی طرف لوٹتی ہیں۔ وہ ایک وجود نما عدم ہے اس کا فقر ذاتی اور اس کا فاقہ سرمدی ہے عدم سے کیا حاصل ہو اور شر سے کیا ظاہر ہو سے

من ہیچم و کم ز ہیچ ہم بسیارے — وز ہیچ و کم از ہیچ نیاید کارے

[میں ہیچ ہوں اور بلکہ ہیچ سے بھی بہت کم ہوں اور ہیچ سے اور جو ہیچ سے بھی کم ہو اس سے کوئی کام نہیں بنتا]

اس قدر ہے کہ بعض طالبین کے ساتھ جو نشست و برخاست رکھتا ہوں تو ان میں قابلِ اعتبار آثار ظاہر ہوتے ہیں وہ ترقیات حاصل کرتے ہیں اور بعض کمال تک پہنچتے ہیں، یہ سب بزرگوں کی عنایت و برکات سے ہے اور یہ فقیر درمیان میں نہیں ہے بلکہ حقیقی تربیت کرنے والا حق جل شانہٗ ہے۔ ع

از ما و شما بہانہ بر ساختہ اند — [ہمیں اور تمہیں تو بہانہ بنایا گیا ہے]

کسی نے خوب کہا ہے

ایشاں نیند ایں ہمہ الحان زمطرب است — [وہ دیکھو نہیں ہیں یہ سب مطرب کا راگ ہے]

۱۱/۱۲۳ اِلَیْہِ یُرْجَعُ الْاَمْرُ کُلُّہٗ فَاعْبُدْہُ وَتَوَکَّلْ عَلَیْہِ [سب امور اسی کی طرف رجوع ہوں گے سو آپ اسی کی عبادت کیجئے اور اسی پر بھروسہ رکھئے۔]

۱۹۲

مکتوب ۱۴۲

حقائق و معارف آگاہ جامع علوم ظاہری و باطنی شیخ محمد یحییٰ دامت برکاتہٗ کی خدمت میں جدائی کے غم و الم سے افسردہ اور حضرت پیر دستگیر (مجدد الف ثانی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرقد مطہر کے فیوض و برکات سے مشرف ہونے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

www.maktabah.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ احمد اللہ علیٰ نوالہ واُصلی واُسلم علیٰ حبیبہ احمد وآلہ، اس نواح کے فقراء کے احوال حمد کے لائق ہیں اللہ عزوجل سے آپ کی سلامتی اور ظاہری و باطنی استقامت کے لئے دعا کی گئی ہے۔ میرے مخدوم! ایام فراق دراز ہوگئے ہیں اور ظاہری ضروری جدائی طویل ہوگئی ہے، شوق کی بات بیان سے باہر ہے اور عشق کا قصہ کوئی انتہا نہیں رکھتا اور اب دوستوں کو جدائی کی طاقت نہیں رہی ہے اور مشتاقوں کی جان لب پر آگئی ہے جلدی تشریف لائیں اور محبت کرنے والوں کو آلامِ فراق سے نجات دلائیں، اگرچہ افسوس ہے کہ کوئی شخص (اُس) دیارِ عالی سے کہ فیض و انوار کا مقام ہے اس دیارِ سفلی کی طرف کہ کفر و بدعت کا منبع ہے آئے، اور (یہ فقیر) اس دیارِ ظلمانی کی طرف آنے اور اُن نورانی مقامات سے کہ اُس بے نشان (حق جل وعلا) کی نشانی رکھتے اور غیب الغیب کی ترجمانی کرتے ہیں ہجرت کرنے کی اس قدر حسرت و ندامت رکھتا ہے کہ کیا لکھے، یہاں بھی جو شخص ہے وہاں کی برکات کا امیدوار ہے اور اُس پر نظر جمائے ہوئے ہے ؎

دریں دیار بداں زندہ ام کہ گہ گاہے نسیم عاطفتے زاں دیار مے آید

[میں اس دیار میں اس وجہ سے زندہ ہوں کہ کبھی کبھی اُس دیار سے کچھ نسیم لطف آجاتی ہے]

ہاں اگر حضرت پیرِ دستگیر (قدس سرہٗ) کے روضۂ مطہرہ کی زیارت اور اُس مرقدِ منورہ کے مجاوروں کی ملاقات کی نیت سے آئیں تو درست ہے تاکہ اس مقام کے فیوض و برکات سے بھی مستفید ہوں، سرزمینِ ہند اگرچہ ظلمت و کدورت سے پُر ہے لیکن چشمۂ حیات تاریکیوں میں ہے ع

بتاریکی دروں آبِ حیات ست [تاریکی کے اندر آبِ حیات ہے]

ان دنوں قطعۂ سرہند اُن دو حرم محترم کے طفیل میں فیوض و انوار کی کثرت سے رشکِ ہند و غیرتِ سندھ ہے، اس (سرہند) کو ہند سے نہ جانیں کہ یہ ولایت کی کھڑکی ہے بلکہ اسرارِ نبوت کا نمونہ ہے جو طالبانِ حق جل وعلا کہ نیازمندی کا سر اس مزار فائض الانوار پر رکھتے ہیں اور صدق نیت سے اس مرقدِ مطہر کی
۱۹۷
زیارت کرتے ہیں اُن فیوض و برکات سے فیضیاب و مستفید ہوتے ہیں اور ایک نوشِ سے سینکڑوں جوش و خروش کے ساتھ خود سے بیگانہ ہوکر مطلب کی جستجو کرتے ہیں یہاں کے بہت سے رہنے والے عدمِ خلوص اور اس چشمۂ حیات سے رغبت نہ ہونے کے باعث پیاسے ہیں اور ان برکات سے محروم ہیں۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

زہر یک نقطہ اش چوں نافۂ تر شمیم وصلِ جاناں میزند سر
ولے آں کز برودت در زکام ست چہ داند نافہ اش گر در مشام ست

[اس کے ہر ایک نقطے سے تر و تازہ مشک نافہ کی مانند، محبوب کے وصال کی خوشبو ظاہر ہوتی ہے لیکن جو شخص سردی کی وجہ سے زکام میں مبتلا ہے اگر اس کے دماغ میں مشک نافہ ہو تب بھی اس کو کیا خبر؟] والسلام اولاً و آخراً۔

www.maktabah.org

مکتوب ۱۴۳

محمد صادق پٹنی کے نام اُن کے سوال کے حل میں کہ فنا و بقا کس معنی میں ہے؟ آیا وجود کا زائل ہونا ہے یا کوئی اور چیز ہے؟ اور فنا کے اسرار و دقائق کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ: سعادت آثار محمد صادق پٹنی نے پوچھا تھا کہ فنا و بقا کس معنی میں ہے آیا وجود کا زائل ہونا ہے یا کوئی اور چیز ہے؟ آپ جان لیں کہ فنا و بقا اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کے اسرار میں سے ایک سِر ہے (اور) ذوقی و وجدانی ہے جو صحیح طور پر نہ بیان میں آسکتا ہے اور نہ تقریر و تحریر میں سما سکتا ہے، ؎

لذتِ مے نشناسی بخدا تا نہ چشی [خدا کی قسم جبتک تم شراب کو نہیں چکھے گا اس کی لذت کو نہیں پہچانے گا]

ہاں اتنا کلام اس بات پر اجماع ہے کہ مطلوب کا حجاب انسان کا اپنا نفس ہے اَنْتَ الْعَقَبَۃُ عَلیٰ نَفْسِکَ

؎ از تست حجاب تو یقین ست شرط ہمہ رہروان ہمین ست

[یعنی بات ہے کہ تیرا حجاب تجھ ہی سے ہے، تمام راستہ چلنے والوں کی شرط یہی ہے]

اور جبتک سالک سے کچھ اثر باقی ہے وہ معرفت کی طرف کوئی راستہ نہیں رکھتا ؎

تا یک سرِ مو ز خویشتن آگاہی گر دم زنی از راہِ فنا گمراہی

[جبتک تو اپنے آپ سے ایک بال بھر بھی آگاہ ہے اگر تو راہِ فنا کا دم مارتا ہے تو گمراہ ہے]

پس لازم ہے کہ بشریت کے پہاڑ کو جڑ بنیاد سے اکھاڑ دینا چاہئے تاکہ حقیقی فنا یت ظاہر ہو جائے اور ذاتی ہستی رونما ہو جائے اور اس میں شک نہیں ہے کہ بندہ سے احکام بندگی کسی وقت ساقط نہیں ہوتے اور بندہ ہرگز حق (تعالیٰ) نہیں بن جاتا۔ یہ بات بندہ کے باقی رہنے پر دلالت کرتی ہے پس جو کچھ کہ صوفیہ کے نزدیک مسلم ہے وہ اس کے ساتھ کس طرح جمع ہوگا اور ہونا اور نہ ہونا ایک آن میں کس طرح متصور ہوگا ؎

بیا شی و نباشی مشکل این ست [رہ بھی اور نہ بھی رہ مشکل یہ ہے]

عقلِ مجرد اس اشکال کا حل تلاش نہیں کر سکتی اور اس گتھی کے سلجھانے کو محال جانتی ہے (اللہ تعالیٰ کی) عنایت کی پیشقدمی چاہئے جو اس گتھی کو سلجھا دے اور اشکال کو حل کر دے اور ناممکن کو حالتِ امکان میں لائے۔ عَرَفْتُ رَبِّيْ بِجَمْعِ الْأَضْدَادِ [میں نے اپنے رب کو اضداد کے جمع کرنے سے پہچانا] اس بارگاہ میں اضداد جمع ہیں اور متضاد احکام ایک ہی دوسرے میں طے ہوتے ہیں اگر عارف متحقق بھی احکام متضادہ کا مورد ہو جائے تو کیا بعید ہے، اثبات وجود اور سلبِ وجود اس بارگاہ میں جمع ہیں اگر ہونا نہ ہونا عارف میں جمع ہو جائیں تو گنجائش رکھتا ہے۔

www.maktabah.org

مکتوب ۱۴۴

شیخ محمد مومن گیلانی ثم برہانپوری کے نام ان کے احوال کی تعبیر اور بعض مقاماتِ عالیہ کے حصول کی بشارت اور اس سوال کے حل میں جو انھوں نے کیا تھا مع اشاراتِ عالیہ کے تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ رب العلیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، اما بعد سعادت آثار شیخ محمد مومن نے چند احوال بھیجے اور فقیر کو لکھے تھے اور ایک سوال بھی کیا تھا، پہلے حال کو بجنسہٖ لکھتا ہوں، پہلا حال یہ ہے کہ جمعہ کے روز بتاریخ ۲۰ ماہ محرم الحرام کو جبکہ میں آنجناب (خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ) کی خدمت میں روضہ منورہ (مجدد علیہ الرحمہ) کی زیارت کے لئے گیا ہم سب روضہ شریف کے اندر مراقب تھے اور آں جناب (خواجہ محمد معصوم) سلمہ اللہ سبحانہٗ حضرت امام المریدین (مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) کی تربت کے سرہانے مراقبہ میں بیٹھے تھے اچانک اس حقیر کو شہود ہوا کہ قبلہ کی جانب سے ایک عظیم نور ظاہر ہوا اور اس نے ایک عالم کو احاطہ کر لیا اور روضہ منورہ کی چار دیواری میں آ گیا اور جس جگہ میں کہ آنجناب مراقب تھے کچھ مدت تک ٹھہرا رہا، محسوس کیا گیا کہ اس نور میں حضرت خاتمیت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام ہیں، اس اثناء میں اس کمترین کے دل میں خیال گذرا کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمارے حضرت (خواجہ محمد معصومؒ) کے بارے میں کیا فرماتے ہیں، اس خیال کے آتے ہی حضرت رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جس نے شیخ معصوم یا یہ فرمایا محمد المعصوم کے ساتھ مصافحہ کیا تو بلا اشتباہ اس نے مجھ سے مصافحہ کیا، اس کے بعد وہ عظیم نور وہاں سے منتقل ہو کر حضرت مجدد الف ثانی (قدس سرہٗ) کے روضہ منورہ کے دروازے پر پہنچ کر ٹھہر گیا اور حضرت مجدد الف ثانی (قدس سرہٗ) کی قبر مقدس سے ایک نور اس نور کے استقبال کے لئے نکل کر اس سے مل گیا اور نور کے منتقل ہونے وقت (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے) فرمایا کہ شیخ احمد کا قول برحق ہے۔ اس کے بعد وہ نور منتقل ہو کر مدینہ سکینہ علیٰ ساکنہا افضل الصلوات واکمل التحیات پہنچا اور (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے) روضہ منورہ مطہرہ میں داخل ہو گیا، اس وقت اس حقیر کی نظر میں اس جگہ سے لیکر مدینہ منورہ تک بھی روشن تھا اور روضہ شریفہ بھی مشہود تھا آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ روضہ منورہ پر پھر یہ الفاظ فرماتے ہیں کہ جس نے اس (شیخ محمد معصومؒ) سے مصافحہ کیا تو ضرور اس نے مجھ سے مصافحہ کیا" میرے مخدوم! اس حال میں جو حضرت خاتمیت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے اس ناکارہ کا نام اپنی زبان (مبارک) پر دو دفعہ لا کر از راہِ کرم و عنایت ۱۹۹

www.maktabah.org

بشارت دی ہے اس (فقیر) کا سرِ عجز و نیاز فخر و ناز کی بلندی پر پہنچ گیا ہے اور اس کم مایہ کے ہاتھ نے دامنِ مراد کو پا لیا، اپنی تمام برائیوں کے باعث کسی طرح بھی اپنے آپ کو اس خطاب کے قابل نہیں سمجھتا لیکن ؎

بالکریماں کارہا دشوار نیست [کریموں کے لئے کوئی کام مشکل نہیں ہے]

؎ بینوائی کہ دہی اشک مرا حُسنِ قبول ، اے کہ دُر ساختۂ قطرۂ بارانی را

[اے وہ (ذاتِ الٰہ) کہ جس نے بارش کے قطرے کو موتی بنا دیا ہے تُو میرے آنسوؤں کو حُسنِ قبول عطا فرما سکتا ہے]

اور یہ جو آپ نے دوسرے حال میں دیکھا ہے کہ حضرت عالی (مجدد الف ثانی) قدسنا اللہ سبحانہ بسرہٖ کی جانب سے آپ کو حقیقتِ صلوٰۃ کا خلعت عطا ہوا ہے پھر اس فقیر نے وہ خلعت آپ کو پہنایا ہے، اس کی تعبیر وہی ہے کہ آخری توجہ میں اس حقیر نے آپ کو اس نسبتِ عالیہ کے حصول کی بشارت دی تھی اور آپ نے اس کا کچھ حصہ محسوس کیا تھا۔ اور یہ جو آپ نماز کی صفیں قعدہ میں شامل ہوتے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ یہ انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات والبرکات کی صف ہے، عمدہ و مبارک ہے حق سبحانہٗ و تعالیٰ اُن کی برکات سے اس عجیب مقام سے بہرہ ور فرمائے اور اُن (حضرات انبیاء علیہم السلام) کی نماز کی خوشبو سے کچھ حصہ ہم جیسے پس ماندگان کے دماغ میں پہنچ جائے خواہ نماز کے آخری جزو ہی سے حصہ مل جائے اور ان کے قعدہ ہی سے کچھ نصیب ہو جائے وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ أَكْبَرُ [اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی بڑی چیز ہے]۔ اور یہ جو وہ (انبیاء علیہم السلام) فرماتے ہیں کہ آپ کو حقیقۃ الحقائق سے حصہ ہے ایک عجیب بشارت ہے آپ امیدوار رہیں۔

آپ نے پوچھا تھا کہ "کیا سبب ہے کہ تو (خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ) کہتا ہے کہ طالبین کے سلوک طے کرنے میں حقیقۃ الحقائق کے ساتھ لحوق کی بشارت حقائق ثلاثہ کے وصول کے بعد ہے اور حالانکہ یہ تینوں حقیقتیں مراتبِ وجوبی میں داخل ہیں اور حقیقۃ الحقائق حقائقِ امکانی میں سے ہے اس مقام کو حل کرنا چاہئے ایک مدت ہو گئی ہے کہ اس مسکین کا دل پریشان ہے"۔ میرے مخدوم! کوئی اشکال نہیں ہے اور حقیقۃ الحقائق کے ساتھ لحوق اور حقائق ثلاثہ کے وصول میں کوئی ترتیب و توقف نہیں ہے، یہ جائز ہے کہ لحوقِ مذکور ہو جائے اور حقائق کا وصول میسر نہ آئے اور نیز ہو سکتا ہے کہ وصول واقع ہو جائے اور لحوق نہ پہنچے اس لئے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام خود اپنے حقائق سے حقیقتِ کعبہ اور اس کے اوپر تک پہنچے ہیں اور جو شخص کہ ان کے قدم پر ہے ہو سکتا ہے کہ ان کے حقائق (کے واسطے) سے پہنچ جائے اور حقیقت الحقائق درمیان میں نہ آئے اور وصول کے بعد اگر اپنے شیخ کے توسط سے حقیقۃ الحقائق کے ساتھ ملحق ہو جائے تو گنجائش رکھتا ہے جیسا کہ (حقائقِ ثلاثہ کے) وصول سے پہلے بھی جائز ہے

www.maktabah.org

اس حقیقت تک پہنچ جائے اور یہ جو فقیر نے بعض دوستوں کو ان کے حقائقِ ثلاثہ تک پہنچنے کے بعد حقیقۃ الحقائق سے لحوق کی بشارت دی ہے وہ بھی اسی قسم سے ہے یہ کلیہ نہیں بلکہ اتفاقیہ ہے کہ وصول کے بعد توجہ اس جانب میں واقع ہوئی ہے ورنہ اگر وصول سے پہلے توجہ واقع ہو جائے تو ہو سکتا ہے کہ لحوقِ مذکور حاصل ہو جائے ہاں محمدی المشرب کے حق میں اگر وصول سے پہلے لحوق کہا جائے تو گنجائش رکھتا ہے، کیونکہ اس کے لئے حقائقِ ثلاثہ تک وصول کا راستہ حقیقۃ الحقائق کے ساتھ ملحق ہوتا ہے، والعلم عند اللہ عزّ وجلّ [صحیح علم اللہ عزّ وجلّ کو ہے] والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔ نمبر ۲۰۰

مکتوب ۱۳۵

سلطان عبدالرحمٰن بلخی کے نام ذکر کی فضیلت اور ان کے احوال کی شرح میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ گرامی نامہ پہنچ کر مسرت بخش ہوا، اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے کہ آپ عافیت سے ہیں اور حق جل و علا کی یاد میں مشغول رہتے ہیں، بندہ جب حق تعالیٰ کو یاد کرتا ہے تو حق سبحانہٗ بھی اس بندہ کو یاد فرماتا ہے فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ [پس تم مجھے یاد کرو میں تم کو یاد کروں گا] اس جانب سے دوامِ ذکر کی صورت میں اُس جانب سے بھی دوامِ ذکر ہوگا اور اس سے زیادہ اور کونسی سعادت ہوگی کہ مالک و مولائے حقیقی جلت عظمتہٗ ہمیشہ بندہ کو یاد کرے اور بندہ ہمیشہ اس تعالیٰ شانہٗ کا مورد فیض رہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "یہ فقیر کبھی کبھی اپنے آپ کو اتنا بڑھا ہوا پاتا ہے کہ گھر کو اپنے آپ سے پُر دیکھتا ہے" یہ دریا علیٰ ہے اور استعداد کی جامعیت کا پتہ دیتی ہے، امید ہے کہ اس سے زیادہ بڑھیں گے اور آفاق کو احاطہ کر لیں گے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "اپنے آپ کو سبز لباس سے آراستہ اور زیورات سے مشاہدہ کیا ہے" میرے مخدوم! اس کیفیت کے مطالعہ نے خوش وقت کیا، یہ دید بلند نسبت کی خبر دیتی ہے اور اعلیٰ بشارت دینے والی ہے، والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۳۶

شیخ میر دہلوی کے نام ان کے احوال کی شرح اور بشارت کی طرف ایک اشارہ کے بیان میں تحریر فرمایا

الحمد للہ و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، گرامی نامہ پہنچا مسرور و خوش وقت کیا، حق سبحانہٗ دل جمعی اور ظاہری و باطنی استقامت کے ساتھ رکھے فَإِنَّ الْاِسْتِقَامَةَ فَوْقَ الْكَرَامَةِ [پس بیشک

www.maktabah.org

استقامت کرامت سے افضل ہے) آپ نے لکھا تھا کہ "وہم وخیال جو کہ سلوک وجذبہ کے ثمرات کے شعبدے ہیں اُن کے کوچے سے رہائی حاصل ہے اور اصل الاصول کے سوا اور کوئی مطمع نظر نہیں جانتا" میرے مخدوم! وہم کی قید اور خیال کے کوچے سے رہائی پانا اس دنیائے فانی میں مشکل ہے کامل طریقے پر وصل کا مقام آخرت ہے اور ملاقات کا زمانہ موت کا وقت ہے اَلْمَوْتُ جِسْرٌ یُوْصِلُ الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ [موت ایک پل ہے جو دوست کو دوست سے ملاتا ہے) موت ہی ہے جو اس قید سے رہائی بخشتی ہے اور اس کوچے سے نکالتی ہے ملت ۲۰۱
مَنْ کَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰہِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰہِ لَاٰتٍ [جو شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات کی تمنا کرتا ہے تو وہ جان رکھے) ۲۹ / ۵
بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی ساعت ضرور آنے والی ہے) اس دنیاوی زندگی میں بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ اس گرداب سے نجات پائے اور مطلوب کو خیال سے تراشے بغیر آغوش میں کھینچے۔ وہی شیخ ابو سعید ابو الخیر کے استاد کی بات ہے کہ یہ انہی نوادرات میں سے ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "اس کے باوجود پیاس کا شعلہ جوش میں اور تپش کی آگ خروش میں ہے" بیشک تحیر و عجز ہر وقت دامنگیر ہے اور اگرچہ وہم وخیال کے کوچے سے رہائی پاچکا ہے لیکن مشکل ہے کہ ممکن بیچارہ امکان سے پاؤں باہر نکالے اور مقید قید سے رہائی پائے۔

شعر
سیہ روئی ز ممکن در دو عالم   جدا ہرگز نشد واللہ اعلم

[ممکن سے اس کی روسیاہی دونوں جہان میں ہرگز جدا ہونے والی نہیں ہے واللہ اعلم]

ممکن واجب تعالیٰ سے کیا پائے اور مقید مطلق سے کیا حاصل کرے پس عجز ہر وقت دامنگیر ہوگا اور پیاس و تپش کا شعلہ مشتعل رہے گا۔ آپ نے لکھا تھا کہ "دائرہ ظلت سے بے کیف اُنس اور بے چون الفت نہایت لطافت کے ساتھ معلوم ہوتی ہے اور کبھی کبھی اس دائرہ کے مرکز سے بھی کچھ تھوڑا سا حصہ فیض رساں ہوتا ہے" میرے مخدوم! اس نعمت کا شکر بجالائیں اور اس کی ترقی و تقویت طلب کریں، بالمشافہ بھی اس (نعمت) کے احوال کا تذکرہ کیا گیا تھا اللہ سبحانہ کی حمد ہے کہ وہ ظاہر ہوگئی ہے، اللہ تعالیٰ لغزش و خطا سے محفوظ رکھے۔ اَللّٰھُمَّ اَرِنَا حَقَائِقَ الْاَشْیَاءِ کَمَا ھِیَ [اے اللہ! ہمیں اشیاء کے حقائق دکھا جیسی کہ وہ ہیں] والسلام۔

مکتوب ۱۴۷

شیخ عبد العلیم جلال آبادی کے نام اُن کے خط کے جواب میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ (یہاں کے) جملہ احوال ہر طرح حمد کے لائق ہیں، اللہ سبحانہ سے آپ کی عافیت اور ظاہری و باطنی استقامت کے لئے دعا کی گئی ہے پس بیشک استقامت

www.maktabah.org

کرامت پر فوقیت رکھتی ہے اور اس معنی کی تصدیق اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں وارد ہوا ہے کہ شیبتنی ہود (مجھ کو سورہ ہود نے بوڑھا کر دیا)۔ آپ کے گرامی نامے یکے بعد دیگرے پہنچکر مسرت بخش ہوئے چونکہ اعلیٰ احوال و کیفیات پر مشتمل تھے اس لئے مسرت میں اضافہ کیا، حق سبحانہٗ اسی طریقے پر ترقیات کے دروازے کھلے رکھے اور نبوی خیموں کے سایہ اور حقیقتِ مصطفوی علیٰ صاحبہا افضل الصلوات واکمل التسلیمات والبرکات کے ہمسایہ میں جگہ دے ہم جیسے بوالہوسوں کو اس قسم کی آرزوئیں محض تمنائیں ہیں ؎

کجا ما و کجا زنجیر زلفش عجب دیوانگی کاندر سر افتاد

[کہاں ہم اور کہاں اس کی زلف کی زنجیر، سر میں ایک عجیب دیوانگی پیدا ہو گئی ہے]

ہم کو ہر چیز سے جدائی کا غم اور گناہوں کا ماتم ناگزیر ہے۔ آپ نے شوقِ ملاقات کا اظہار کیا تھا فقیر کو بھی مشتاق جانیں۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۴۸

خان محمد بیگ کولابی کے نام ان کے احوال کی شرح میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، (یہاں کے) احوال واطوار حمد کے لائق ہیں، اللہ تعالیٰ سے آپ کی عافیت اور ظاہری و باطنی استقامت کیلئے دعا کی گئی ہے تاکہ وہ حصولِ درجات اور بلندیٔ احوال کے لئے وسیلہ ہو جائے، جو خط کہ آپ نے ازراہ محبت بھیجا تھا پہنچکر مسرت بخش ہوا۔ آپ نے لکھا تھا کہ "جس وقت نگاہ ذاتِ محبوب پر پڑتی ہے تو (یہ فقیر) اپنے آپ کو مستور پاتا ہے کوئی چارۂ کار نہیں پاتا سوائے اس کے اپنے آپ کو نیست و نابود کرلے اور جسقدر زیادہ کوشش کرتا ہے اپنے جہل کو اور زیادہ پاتا ہے؟" (جواب) آپ (خود کو) مستور کیوں نہ پائیں کیونکہ معشوق کے جلوہ کے وقت عاشق اپنے لئے نامناسبت پاتا ہے اور اس کے سامنے ہونے کے قابل نہیں پاتا بلکہ بالمقابل ہونے کی طاقت نہیں رکھتا، چاہتا ہے کہ اسباب صحرائے عدم کی جانب لے جائے اور اپنا کوئی نام و نشان نہ چھوڑے ؎

بلے ہر جا بود مہر آشکارا سُہا را جز نہاں بودن چہ یارا

(بیشک جس جگہ سورج نکلا ہوا ہو، سُہا (ایک ستارہ کا نام) کو سوائے پوشیدہ ہونے کے اور کیا مجال ہے)

سالک جسقدر زیادہ کوشش کرتا ہے (اسی قدر) وہ اپنی نیستی (فنائیت) میں کوشش کرتا ہے اور جسقدر

www.maktabah.org

نسبتی زیادہ ہوگی جہل وحیرت (اسی قدر) زیادہ ہوں گے اور صفاتِ کمال سے کہ منجملہ اُن کے علم بھی ہے (اسی قدر) زیادہ خالی ہوگا۔ آپ نے لکھا تھا کہ "نماز ادا کرنے میں خصوصاً فرائض ادا کرنے اور قرآن مجید کی تلاوت میں عجیب وقت گذرتا ہے اُس وقت کا شکرانہ کس زبان سے ادا کیا جاسکتا ہے"۔ میرے مخدوم! نماز مؤمن کی معراج ہے اور خاص الخاص قُرب کا مقام ہے جو حالت ولذّت کہ اس کے ادا کرنے میں پیش آتی ہے خاص طور پر فرائض کے ادا کرنے میں بہت ہی کمال الکمال ہے۔ آپ نے اپنے دوستوں کے ذوق وشوق کی بابت لکھا تھا، اللہ تعالیٰ جلّ شانہٗ کا شکر بجالائیں اور اپنے کام میں مشغول رہیں اور اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے بےفکر نہ رہیں اور ڈرتے اور لرزتے رہیں اور فقیر کے احباب میں سے جو شخص کہ آپ کی محبت کے ذوق کا اظہار کرے اس کے ساتھ مجلس رکھیں اور توجہ فرمائیں والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

مکتوب ۱۴۹

۲۰۲

میر بیگ کولابی کے نام عدمیتِ ذاتیہ کے ظہور اور عدم کی ذات میں شر ونقص ہونے کے باوجود اس کے کمال ہونے کی تحقیق میں تحریر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ آپ کو شریعتِ عالیہ وسنتِ منورۂ مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے طریقے پر قائم ودائم رکھ کر باطنی جذباتِ قویہ کے ساتھ مکرم وممتاز رکھے۔ جو خط کہ آپ نے ازراہِ محبت بھیجا تھا پہنچکر مسرت بخش ہوا، آپ نے لکھا تھا کہ "میں اپنے آپ میں نہ غیبت پاتا ہوں نہ حضور اور نہ جمعیت' عدم محض پاتا ہوں"۔ بیشک غیبت' حضور اور جمعیت سب انسان کے منتسبات اور اس کے اوصاف میں سے ہیں' جبتک منتسبات سے خالی اور اوصاف سے عاری نہ ہوجائے (اسوقت تک) عدمیتِ ذاتیہ کا ظہور جو کہ سالک کے حق میں کمال ہے' محال ہے۔ اگر (یہ) کہا جائے کہ "عدم شرِ محض اور نقصِ خالص ہے جو خیر کی بُو بھی نہیں رکھتا اس کے ظہور میں کیا خیر اور کونسا کمال ہے اور اسی طرح اوصافِ کمال کے سلب میں کیا کمال ہے بلکہ سراسر نقص وشرارت ہے"۔ میں (جواب میں) کہتا ہوں کہ جو کچھ ممکن کا ذاتی ہے وہ عدم ہے اور وجود اور وجود کے توابع کی تمام صفاتِ کمال اس میں مرتبۂ وجوب سے مستعار ومستفاد ہیں اور اُس مرتبہ کی صفات کا عکس وپرتو ہیں اور ممکن نے اس انعکاس کے واسطے سے اپنی عدمیتِ ذاتیہ اور ذاتی نقص وشرارت کو فراموش کردیا ہے اور عاریتی کمالات کے باعث اپنے آپ کو خیر وکمال خیال کرلیا ہے اور اس خیالِ فاسد وجہلِ مرکب سے انانیت وخودی کا مصدر بن گیا ہے اور اس (اللہ تعالیٰ) کے مخصوص

www.maktabah.org

اوصاف میں شرکت کا دعویٰ ظاہر کیا ہے اور اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی[1] (میں تمہارا رب اعلیٰ ہوں) کی آواز[2] اس کی ذات سے بلند ہوئی ہے پس اس کے حق میں کمال یہ ہوا کہ وہ اپنی عدمیتِ ذاتیہ سے آگاہ ہو جائے اور عارتی کمالات کو اس کے اہل کے حوالہ کر دے اور انانیت و جہل مرکب سے رہائی پالے اور شرکت کے دعویٰ سے جو کہ اس کے وصول کی راہ میں رکاوٹ بن گیا ہے نجات پالے اور نفس امارگی سے نکل جائے اور فنائے حقیقی سے مشرف ہو جائے۔ اے سعادت آثار! فقیر کے دوستوں میں سے جس نے کہ شغل (طریقۂ ذکر وغیرہ) کو اچھی طرح نہیں سمجھا ہے آپ اس کی طرف توجہ کریں اور طریقۂ قادریہ کی اجازت کو حاضری پر موقوف رکھیں۔ والسلام

۲۰۲ ## مکتوب ۱۵۰

شیخ محمد باقر لاہوری کے نام ان کے اور ان کے دوستوں کے احوال کی شرح میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ مکتوب شریف پہنچکر مسرت افزا ہوا، آپ نے لطائفِ عالمِ امر کے جُدا جُدا عالمِ خلق کی طرف نزول کے بارے میں لکھا تھا واضح ہوا، لطائفِ عالمِ خلق کے نزول کی بابت نہیں لکھا انھوں نے بھی نزول کیا ہوگا اس لئے کہ عالمِ خلق کو (بھی) عالمِ امر کی مانند ایک عروج ہے کہ تو بحق جل وعلا ہے اور ایک نزول ہے کہ رو بخلق ہے کامل نزول ان لطائفِ عشرہ کے نزول سے وابستہ ہے، معلومیت کے باوجود جو کہ معلوم کی اصل کے ساتھ تعلق رکھتی ہے نہ کہ اس کے ظل کے ساتھ، مدرک میں صورتِ معلوم کے حاصل نہ ہونے کی بابت آپنے جو لکھا ہے بہت اعلیٰ ہے اور ہمارے حضرت عالی[رح] کے مخصوص معاملات میں سے ہے، مشکل ہے کہ محدود عقل اس دقیقہ تک پہنچ سکے، یہ بات زمانہ کے عجائب میں سے ہے کہ وہ غائب شخص کا تعلق حسن سے پیدا کرے اور حصولِ صورت کے بغیر ہو مَنْ لَمْ یَذُقْ لَمْ یَدْرِ (جس نے نہیں چکھا اس نے نہیں جانا)

یہ جو آپنے محبوبیتِ ذاتیہ کی نسبت کے ادراک اور تعیناتِ ثلاثہ یعنی علمی، وجودی اور حبی سے بہرہ یاب ہونے اور دماغ سے وسوسہ کے دور ہونے اور انعام کی بہ نسبت ایلام سے زیادہ لذت پانے کی بابت متعدد خطوط میں لکھا ہے بہت عظیم و اعلیٰ چیزیں ہیں ان امور میں سے اکثر حضرت پیر دستگیر (مجدد الف ثانی) قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ العزیز کے خصائص میں سے ہیں، ان کے مطالعہ نے باطنی لذات بخشیں، حق جل وعلا حضرت عالی (مجدد علیہ الرحمہ) کے تمام کمالات سے بہرہ مند کرے اور ترقیات کے دروازے کھلے رکھے

---

[1] سورت ۸۰ آیت ۲۴ [2] جیسا کہ فرعون نے یہ الفاظ کہے تھے۔

www.maktabah.org

إِنَّهٗ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ [بیشک وہ قریب (اور) قبول کرنے والا ہے] اور آپ نے خاتمہ اچھا ہونے کے ظہور اور اپنے آپ کو ملیح وجمیل اور نمکین پانے کے بارے میں جو لکھا تھا یہ ایک بڑی نعمت ہے، مبارک ہو، لیکن الہام چونکہ ظنی (چیز) ہے (اس لئے) ابہام موجود ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "محمد فاضل ولایتِ اخفیٰ اور علم کا جدا ہونے اور نماز کے بعض افعال میں اپنے ساتھ افرادِ عالم کی شرکت اور حقیقتِ کعبۂ معظمہ کے انوار بلکہ اس کے ساتھ متحقق ہونے اور قلوب پر ... وقلب بسیط و وسعتِ مضغہ کے ساتھ کچھ مناسبت پاتا ہے اور محمد عارف و محمد زاہد (دونوں) افرادِ ذات و تصفیہ خاک اور وسعتِ مضغہ (قلب) کے ساتھ کچھ مناسبت ... عبد الواحد (دونوں) ولایتِ کبریٰ کی طرف مائل ہیں" یہ سب واضح ہوا اور ... سرور ہوا اَللّٰهُمَّ زِدْ إِخْوَانَنَا فِي الدِّيْنِ [اے اللہ ہمارے دینی بھائیوں کو زیادہ کر]

میرے مخدوم! بعض طالبین کے وہ امور جو قوت سے فعل میں نہیں آئے ہیں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اندراج یا انعکاس یا تخیل کے طور پر ان کا تصور ظہور کرتا ہے حالانکہ ابھی ان کا وقت نہیں پہنچا ہوتا، اس معاملہ میں اچھی طرح غور و فکر کی ضرورت ہے اور نیز ان کے عادات واطوار میں تامل اور ان کی استقامت عدم استقامت کو ملاحظہ کر کے اجازت دینا چاہیے، اور ہم ان دوستوں کے بارے میں نہیں کہہ رہے ہیں کہ جن کے احوال آپ نے لکھے ہیں بلکہ یہ کلیہ (قاعدہ) ہے تاکہ دوستوں کو ملحوظ رہے، والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الہدیٰ۔

مکتوب ۱۵۱

خواجہ محمد شریف بخاری کے نام ان کے حال کی شرح میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے کہ (یہاں کے) احوال واطوار استقامت کی راہ پر ہیں، امید ہے کہ آن عزیز (آپ) بھی سلامتی وعافیت کے ساتھ ہوں گے، اور ظاہری وباطنی استقامت کے ساتھ متصف ہوں گے، مکتوب شریف نے پہنچ کر خوش وقت کیا، ان دنوں میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے بیماری میں تخفیف ہے لیکن کچھ درد باقی ہے، کھڑا ہونے کی طاقت نہیں ہے، نماز چار زانو بیٹھ کر ادا کرتا ہوں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ وَّأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ حَالِ أَهْلِ النَّارِ [ہر حالت پر اللہ تعالیٰ کی حمد اور میں اہلِ دوزخ کی حالت سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں] اور یہ جو آپ نے دیکھا ہے کہ آپ کو موتیوں کے چمکتے ہوئے زیورات پہنائے گئے ہیں اس کے بعد کہتے ہیں کہ یہ "نسبتِ محبوبیت ہے" آپ کو مبارک ہو عجیب بشارت ہے بشرطیکہ قوت سے فعل میں آجائے اور گوش سے آغوش میں آپہنچے، اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے کہ

www.maktabah.org

آپ کی عبارت فعل کی کچھ خبر دیتی ہے اور آغوش کی کچھ صفت ظاہر کرتی ہے کیونکہ آپ نے لکھا ہے کہ "میں اس بشارت سے خوش و سربلند ہوا جب مجھ کو اپنے حال میں لایا گیا تو خاص آثار و علامات بارانِ نیساں کی مانند نازل ہو رہے تھے، تین روز تک یہ سرشاری کی کیفیت قائم رہی، اس وقت بھی ان مشاہدات پر دل کو متوجہ رکھتا ہوں گویا وہی وقت حاصل ہے"۔ ان سطور کے مطالعہ سے دل بہت مسرور ہوا اور امید پیدا کیا۔
طہ ۲۰ ۱۱۴ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا [اے رب میرے علم کو زیادہ کردے] والسّلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۵۲

مـ ۲۰۶ شیخ بایزید سہارنپوری کے نام اس حال کی تعبیر میں جو انھوں نے دیکھا تھا اور ایک دوست کے احوال کی شرح میں جو کہ انھوں نے لکھا تھا تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حامداً للہ العظیم ومصلیاً علیٰ رسولہ الکریم۔ یہاں کے احوال ہر طرح حمد کے لائق ہیں اور آپ کی عافیت اور ظاہری و باطنی استقامت کے لئے دعا کی گئی ہے اور امید کی گئی ہے۔ گرامی نامہ پہنچکر مسرت بخش ہوا، جو احوال کہ آپ نے دیکھے اور لکھے ہیں عمدہ و روشن ہیں اور یہ جو آپ نے سات محل دیکھے ہیں اور چھ محلات کی تعبیر چھ لطائف سے کی ہے اور ساتویں محل کی تعبیر پوچھی ہے میرے مخدوم! یہ سات محل گویا اُن سات قدم سے عبارت ہیں کہ جن کو ہمارے حضرتِ عالی (مجدد الف ثانی) قدسنا اللہ سبحانہ بسرہٖ نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے کہ یہ راستہ کہ ہم جس کے طے کرنے کے درپے ہیں سات قدم ہے اُن میں سے پانچ عالمِ امر سے اور دو عالمِ خلق سے ہیں جو کہ نفس و قالب ہیں، حاصل مطلب یہ ہے کہ ساتواں محل جو کہ نہایت بلند ہے کمالاتِ ولایت کے اعتبار سے کہ عالمِ امر اس جگہ اصل ہے اور عالمِ خلق اس کا تابع ہے، لطیفۂ اخفیٰ ہے جو کہ عالمِ امر کا منتہیٰ (آخری مقام) ہے اور ولایت کے لئے اس لطیفہ اور اس کی اصل سے اوپر کوئی گذر نہیں ہے اور کمالاتِ نبوت کے لحاظ سے کہ وہاں عالمِ خلق اصل ہے اور عالمِ امر اس کا طفیلی ہے (ساتواں محل) لطیفۂ قالب ہے جو عناصرِ اربعہ کو شامل اور وجودِ خاکی پر محیط ہے کیونکہ کمالاتِ نبوت سے بالاصالت حصہ اس کے لئے ہے اور یہ حقیقت میں لطائفِ عشرہ کے اوپر ہے اور خاک کی پستی اس کی بلندی کا سبب ہو گئی ہے۔ آپ کی تعبیر کے موافق یہ ہے کہ ساتواں محل یہی لطیفۂ قالب ہوگا کیونکہ آپ نے پہلے چھ محلات کی تعبیر چھ لطیفوں سے کی ہے جو کہ پانچ لطائفِ عالمِ امر ہیں اور ایک لطیفۂ نفس ہے لہذا ساتواں محل لطیفۂ قالب ہوگا اور کمالاتِ نبوت میں قدم جسقدر

www.maktabah.org

راسخ ہوگا جزوِ خاکی کے کمالات اسی قدر زیادہ جلوہ گر ہوں گے اور اس کے درجات اسی قدر زیادہ واضح ہوں گے۔ آپ نے شیخ عبداللہ کے احوال کہ جس نے آپ سے طریقہ اخذ کیا ہے لکھے تھے کہ "وہ صفات کو اصل کے ساتھ ملحق پاتا ہے اور اپنے آپ کو اُن سے خالی دیکھتا ہے لیکن چونکہ جہل بہت زیادہ رکھتا ہے وہ اپنے احوال کی تفصیل پر مطلع نہیں ہوتا اس لئے اس کے حال کی حقیقت سے اطلاع فرمائیں"۔ میرے مخدوم! جو کچھ وہ پاتا ہے معقول و درست ہے میں اس قسم کے شخص کو بہت زیادہ صاحبِ جہل نہیں کہہ سکتا، کہاں سے (معلوم ہوا) کہ وہ اُن دوسری چیزوں سے بھی جو وہ رکھتا ہے جاہل ہے؟ یہ دید تجلّیِ صفات کا نتیجہ اور فنائے نفس کی خبر ۲۰ دینے والی ہے اور اس فنا کا کمال یہ ہے کہ جس طرح صفات بکمال اصل کے ساتھ ملحق ہوگئیں اور عدم کے سوا سالک میں کچھ نہیں رہا (اسی طرح) یہ عدم بھی جو کہ کمالات کا آئینہ تھا عدمِ مطلق کے ساتھ ملحق ہو جاتا ہے اس وقت عارف سے نہ عین رہتا ہے نہ اثر، لَا تُبْقِیْ وَلَا تَذَرُ [نہ باقی رکھے گی نہ چھوڑے گی] اس کے بعد مَنْ قَتَلْتُهٗ فَاَنَا دِیَتُهٗ [جس کو میں قتل کرتا ہوں اس کی دیت میں خود ہو جاتا ہوں] کے حکم کے مطابق بقا کا معاملہ (ہوتا) ہے اور ولایتِ کبریٰ کا معاملہ آگے درپیش ہے فنا و بقا کی صورت اگرچہ ولایتِ صغریٰ میں حاصل ہوگئی تھی لیکن فنا و بقا کی حقیقت ولایتِ کبریٰ میں ہے میں سمجھتا ہوں کہ عدمِ خاص کا عدمِ مطلق کے ساتھ ملحق ہونا اس (ولایتِ کبریٰ) کے خصائص میں سے ہے، والسلام

مکتوب ۱۵۳

شیخ ابوالمکارم کے نام مطلب [illegible] عبارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حمد و صلوٰۃ وارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ آپ نے جو گرامی نامہ اس مسکین کے نام ارسال کیا تھا پہنچا، آپ نے اپنے شیخ قدس سرہٗ کی صحبت کی نعمت کے جاتے رہنے پر افسوس اور رنج و الم کا اظہار کیا تھا واضح ہوا، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ [ہم سب اللہ کے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹ جانے والے ہیں] جو کچھ مقدر ہے اس سے چارہ نہیں ہے لِکُلِّ اَجَلٍ کِتَابٌ [ہر کام کا ایک وقت معین ہے] ابھی کچھ نہیں گیا ہے

ع گر درے بستہ شد اے دل دیگرے بکشاید [اے دل اگر ایک دروازہ بند ہوگیا ہے تو دوسرا کھل جائیگا]

طلبگاری کے لوازم بجا لانے چاہئیں اور جس جگہ سے مطلب کی بو دماغ میں پہنچے اس کے درپے ہو جانا چاہئے فرصت کے ایام بہت غنیمت ہیں، دوبارہ دنیا میں آنا نہیں ہے، اس حق کی طلب اس ناکارہ سے کرنا تمنا سے زیادہ اور کچھ نہیں ہے اس کے باوجود جو کچھ حاصل ہے اگرچہ وہ کچھ نہیں ہے (پھر بھی) دوستوں کے

www.maktabah.org

دریغ نہیں ہے لیکن ہمارے طریقہ کا مدار صحبت پر ہے، قُرب و بُعد کس طرح برابر ہوں گے کہ اویس قرنی کسی صحابی کے مرتبہ کو نہیں پہنچے، دوسرے طریقوں میں بھی اگرچہ قُرب و بُعد یکساں نہیں ہیں لیکن اس طریقۂ عالیہ میں مدار صحبت پر ہے دوسرے طریقوں میں اس کی مانند نہیں ہے ہاں مریدِ رشید محبت اور باطنی تعلق کے مطابق جو کہ وہ اپنے شیخِ مقتدا سے رکھتا ہے شیخ کے باطن سے اس کی غیر موجودگی میں بھی فیوض و برکات اخذ کرتا ہے اور باطنی رابطے کے ذریعہ اس کے پوشیدہ معانی کو جذب کرتا ہے لیکن حصولِ معرفت اور ولایت کے درجات تک وصول غالب طور پر صحبت سے وابستہ ہے لَا تَعْدِلُ بِالصُّحْبَةِ شَيْئًا كَائِنًا مَا كَانَ، [خواہ کوئی چیز بھی ہو اس کو صحبت کے برابر قرار نہ دو] فقیر بھی غائبانہ توجہ سے اپنے آپ کو باز نہیں رکھے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ حق سبحانہٗ اپنے فضل اور کمالِ کرم سے بزرگوں کے باطن سے فیضیاب کرے ۲۰۸
اوقات کو ذکر و فکر کے ساتھ معمور رکھیں اور باطنی بیماری کا علاج اس قلیل فرصت میں ذکرِ کثیر کے ساتھ تلاش کریں اور دُور افتادہ دوستوں کو دعائے خیر سے یاد کریں، والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۵۴

حقائق و معارف آگاہ خواجہ محمد حنیف کابلی کے صاحبزادگان کے نام خواجہ مرحوم کی تعزیت اور ضروری نصائح کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، برخوردار سعادت اطوار خواجہ عبید اللہ (ابن خواجہ محمد حنیفؒ) مع برادر و ہمشیرگان (درجۂ) کمال کو پہنچیں اور ان نور چشمان کی والدہ عصمت پناہ اور تمام اہلِ سلسلہ جو وہاں اقامت پذیر ہیں اور اُن کی خدمت میں قیام رکھتے ہیں اس جانب سے سلام عافیت انجام پڑھیں اور (سب کے سب) شریعتِ منورہ و سنتِ مصطفیٰ علیہ و علیٰ آلہ الصلوات والبرکات والتسلیمات العلیٰ کے طریقہ پر قائم و دائم رہیں اور مشائخ کی محبت و متابعت پر کامل استقامت کے ساتھ رہیں۔ کیا لکھوں کہ اس حادثۂ جانکاہ کو سُن کر ان دوستوں پر کس قسم کا رنج و غم اور کس طرح کی مفارقت و مصیبت پیش آئی لیکن چونکہ مولائے حقیقی جل شانہٗ کے ارادہ و تقدیر سے ہے (اس لئے) تسلیم و رضا کے سوا چارہ دمقر نہیں ہے ہم نے بھی صبر کیا آپ بھی صبر کریں اور حق جل و علا کے فعل سے راضی و شاکر رہیں اور رفتگان کو دعا و صدقے سے یاد کریں اور خواجۂ مرحوم کے فیوض و برکات سے امیدوار رہیں اور ان کے مزارِ پُر انوار سے ہمیشہ طالبِ فیض رہیں اور دوستوں کو چاہیئے کہ

www.maktabah.org

اس جگہ کو آباد رکھیں اور خواجہ (مرحوم) کے طریقہ کو اچھی طرح محفوظ رکھیں، حلقۂ ذکر و شغل کو قائم رکھیں اور آنے جانے والوں کی خدمت کریں اور خواجہ (مرحوم) کے صاحبزادوں کی خوشنودی و خدمت گاری میں دل و جان کے ساتھ کوشش کریں اور (ان کے) بچوں کی اچھی تربیت کریں اور آداب سکھائیں (ان کے بچے) پنجوقتہ نماز کے لئے جماعت میں حاضر ہوں اور سبق بلا ناغہ پڑھیں، کیا کیا جائے ہم ان سے دور پڑے ہوئے ہیں دل کڑھتا ہے، ہم امیدوار ہیں کہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ ان (بچوں) کو بے فیض نہیں رکھے گا اور درجۂ کمال تک پہنچائے گا، اِنَّہٗ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ [بیشک وہ قریب ہے (اور) قبول کرنے والا ہے] ؎

زہجرِ دوستاں خون شد درونِ سینہ جانِ من ‍ ‍ ‍ فراقِ ہمنشیناں سوخت مغزِ استخوانِ من

[دوستوں کی جدائی سے میری جان سینے کے اندر خون ہوگئی (اور) ہمنشینوں کے فراق نے میری ہڈیوں کا گودا جلا دیا] والسلام اولاً و آخراً

مکتوب ۱۵۵

۲۰۹

شیخ انور دو سرائی کے نام ان کے حال کی تعبیر میں جو انھوں نے دیکھا تھا اور حقائق ثلاثہ کی طرف اشارہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ و تبلیغِ دعوت کے بعد عرض ہے کہ آپ نے جو خط از راہِ محبت بھیجا تھا اس نے پہنچ کر خوش وقت کیا، وہ حال جس میں آپ نے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھا ہے اور غایاتِ مشاہدہ کی ہیں عمدہ و مبارک ہے اور بشارت ہے۔ اور یہ جو آپ نے دیکھا ہے کہ "ایک بہت سجا ہوا عجیب سفید گنبد تین محرابوں والا ہے اور آپ نے اپنے آپ کو درمیان میں دیکھا اس کے بعد منکشف و معلوم ہوا کہ یہ گنبد حقیقۃ الحقائق ہے اور یہ تین محرابیں حقائق ثلاثہ ہیں" اور نیز آپ نے لکھا ہے کہ "میں حقیقۃ الحقائق میں بہت ترقی دیکھتا ہوں گویا کہ تُو (خواجہ محمد معصوم قدس سرہ) کشاں کشاں لیجاتا ہے" اس کے مطالعہ نے بہت مسرور کیا، حق سبحانہٗ و تعالیٰ بے اندازہ ترقیات نصیب فرمائے اور حقائقِ اربعہ سے بہرہ مند بنائے اور حقیقۃ الحقائق تک وصول سمجھ میں آتا ہے۔ والغیب عند اللہ تعالیٰ [اور غیب کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے] آپ نے لکھا تھا کہ میں نے تینوں حقیقتوں میں فرق معلوم کیا، حقیقتِ کعبہ مقامِ دل سے تعلق رکھتی ہے اور حقیقتِ قرآنی مقامِ روح سے تعلق رکھتی ہے اور حقیقتِ صلوٰۃ لطیفۂ اخفیٰ کے مقام سے تعلق رکھتی ہے۔ میرے مخدوم! یہ معنی محلِ غور ہیں اس بارے میں اچھی طرح غور و فکر کریں۔ جو کچھ ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہ) کے کلام سے معلوم ہوتا ہے یہ ہے کہ کعبہ کو دائیں اور بائیں سے جو کہ قلب و روح کا

www.maktabah.org

مقام سے تعلق نہیں ہے۔ حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) نے سترہویں مکتوب میں لکھا ہے جس طرح ۱۷ دفتر دوم
انسان کا قلب عرشِ رحمٰن جل سلطانہٗ کا نمونہ ہے اور اس کا ظہورِ قلبی ظہورِ عرشی کا نمونہ ہے (اسی طرح)
بیت اللہ کا بھی انسان میں نشان و نمونہ ہے جو کہ درمیانہ ہے اور دائیں بائیں سے بے تعلق ہے اور حسنِ سبقت
میں یکتا ہے الخ " ان حقائق کا معاملہ بہت نازک ہے ہم جیسے بوالہوسوں کا دستِ فکر اس کے دامن (تک
رسائی) سے قاصر ہے۔ والسلام اولاً و آخراً و علیٰ رسولہ دائماً و سرمداً۔

مکتوب ۱۵۶

شرافت و نجابت پناہ خواجہ عبد الصمد کابلی کے نام دینی نصیحتوں اور دنیائے دنی کی بیوفائی کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ (یہاں کے) حالات ھ ۲۱۰
بہر حال حمد کے لائق ہیں اور آپ کی سلامتی اور ظاہری و باطنی استقامت کے لئے دعا و امید کی گئی ہے افسوس
کہ عمر اختتام کو پہنچ رہی ہے اور کوئی عمل نہیں ہو سکا، صحبت درست ہو گئی اور دنیا کی بیوفائی بدیہی اور جلی
ہو گئی اور فتنے اور مصیبتیں پے در پے آ رہے ہیں، احباب و لختِ ہائے جگر کوچ کر رہے ہیں اور کوئی بیداری
ہوشیاری نہیں ہے اور نہ ہی توبہ و انابت ہے (بلکہ) غفلت میں اضافہ اور گناہوں میں زیادتی ہے اَوَلَا يَرَوْنَ اَنَّهُمْ
يُفْتَنُوْنَ فِيْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوْبُوْنَ وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ؀ (کیا وہ غور نہیں کرتے کہ وہ ہر ۱۲۶/۹/۳۰
سال ایک مرتبہ یا دو مرتبہ آزمائش میں پڑتے ہیں پھر بھی تائب نہیں ہوتے اور نصیحت حاصل نہیں کرتے) یہ کونسا
ایمان ہے اور کیسی مسلمانی ہے کہ نہ کتاب و سنت سے نصیحت قبول کی جاتی ہے اور نہ واضح نشانیوں کے
مشاہدہ سے عبرت حاصل کی جاتی ہے۔ سوچنا چاہیے کہ وہ دوست و ہمنشین جو گذشتہ اور گذشتہ سے پیوستہ
سال اکٹھے ہمسر و ہم بستر اور مونس و ہمدم تھے کہاں چلے گئے، ع

کجا رفتند آں یاراں کہ بودند مونس جانی [وہ دوست کہاں گئے جو کہ مونس و محبوب تھے]

اُن کا کوئی نشان ظاہر نہیں ہوتا اور کوئی شخص اُن کا کوئی پتہ نہیں دیتا ؎

چناں خرمنِ عمرِ شان شد بباد کہ ہرگز کسے زان نشانے نداد

[ان کی عمر کا خرمن اس طرح برباد ہو گیا کہ کوئی شخص ان کا کچھ بھی پتہ نشان نہیں دیتا]

اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهُمْ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهُمْ [اے اللہ! ہمیں ان کے اجر سے محروم نہ کر اور ان کے بعد ہمیں
فتنہ میں نہ ڈال] بس ہم پر اور ہمارے پسماندگان پر لازم ہے کہ عمرِ دو روزہ کو غفلت میں نہ گذاریں اور

www.maktabah.org

خوابِ خرگوش میں نہ لگائیں اور اس سرائے فانی (دنیا) سے دل نہ لگائیں اور اس قحبۂ بیوفا کے فریفتہ نہ ہوں اور مولائے حقیقی جل شانہٗ کی خوشنودیوں سے کلی موافقت کریں اور نفس و شیطان کے مکر اور ہوا و ہوس کے گرداب سے دوری اختیار کریں اور قبر و قیامت کو پیش نظر رکھ کر اپنے آپ کو مُردوں میں شمار کریں وَعُدَّ نَفْسَكَ مِنْ أَصْحَابِ الْقُبُورِ[1] (اور تو اپنے آپ کو اہل قبور میں سے شمار کر) اور وجود و حیاتِ موہوم سے آزاد ہو کر اس موت میں مشغول ہوں جو موت سے پہلے ہے اور اپنی ذاتی عدمیت و اصلی نیستی کے ساتھ موافقت کریں، وہ معدوم جو اپنے اوپر کسی موجود کے احکام جاری کرے اور وجود کے عنوان سے ظاہر ہو اور وہ نیست جو کہ ہست کی تہمت کے ساتھ ہو وہ مخلوق کے لئے قابلِ مضحکہ ہے ؎

تروِیجِ چنیں متاع کاسد تا کے　　وصّافیِ خود برغمِ حاسد تا کے

[تو حاسد کے خلافِ مرضی اپنی تعریف کب تک کرتا رہے گا تو ایسی کھوٹی پونجی کو کب تک رواج دیتا رہے گا]

ہستی اور اس کے توابع صاحبِ ہستی و موجودِ حقیقی کے لائق و مناسب ہیں اور (یہ) شے کو اس کے مقام میں رکھنا ہے، ممکن کا کمال اپنے سے کمال کی نفی کرتے ہیں ہے اور اس کی بھلائی بھلائی کے سلب میں ہے ؎

در عالمِ ما زما جز نام نماند　　وز صبحِ وجودِ ما جز شام نماند

[ہماری دنیا میں ہمارے نام کے سوا کچھ نہ رہے اور ہمارے وجود کی صبح سے سوائے شام کے کچھ نہ رہے]

ع　چل خسرو گھر آپنے سانجھ پڑی سب دیس　[اے خسرو اپنے گھر چل سارے دیس میں شام ہو گئی] ص۲۱۱

دوستوں سے دعائے سلامتی خاتمہ کی امید کی گئی ہے۔

مکتوب ۱۵۷

شیخ محمد باقر لاہوری کے نام اُن کے احوال کی شرح میں تحریر فرمایا جو کہ بعض اسرار پر مشتمل تھے۔

کمالات اکتساب میاں محمد باقر نے جو اپنی خاص کیفیات اور اپنے دوستوں کی ترقیات کے احوال لکھے تھے ان کے مطالعہ نے باطنی لذات بخشیں، اس قسم کے اسرار و معاملات کہ جن سے آپ کو نوازا گیا ہے اور صحبت کی تاثیر عطا فرمائی گئی ہے عجائبِ روزگار سے ہیں اگر دنیا کے گرد پھریں تو معلوم نہیں کہ اُن کی

---

[1] یہ ایک حدیث کا ٹکڑا ہے وہ حدیث اس طرح ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے جسم کا کوئی حصہ پکڑ کر فرمایا دنیا میں اس طرح زندگی بسر کر جس طرح کوئی مسافر ہوتا ہے یا کوئی راہ گذر ہوتا ہے اور اپنے نفس کو اہل قبور میں سے شمار کر۔ رواہ البخاری (مشکوٰۃ باب الامل والحرص)

www.maktabah.org

مثل و نمونہ کسی دوسری جگہ پائیں اِعْمَلُوْا اٰلَ دَاوٗدَ شُکْرًا وَ قَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّکُوْرُ [اے آلِ داود سبأ ۱۳
شکر کے طور پر عمل کرو اور میرے بندوں میں سے تھوڑے لوگ شکر ادا کرتے ہیں] ؎

سعادتہاست اندر پردۂ غیب   نگہ کن تاکرا ریزند در جیب
[پردۂ غیب کے اندر بہت سی سعادتیں ہیں دیکھئے کس کی جیب میں ڈالتے ہیں]

لیکن مقطعات کے اسرار جن کا چھپانا لازم ہے اور ان کی شان میں قُطِعَ الْبُلْعُوْمُ [حلق کاٹ دیئے جائیں] آیا ہے اور ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) قرن اول کے بعد کے زمانہ میں ان (اسرار مقطعات) کے ساتھ ممتاز ہیں یہ ایک دوسرا امر ہے۔ ع

لذتِ مے نشناسی بخدا تا نہ چشی   [خدا کی قسم جب تک تو چکھے گا نہیں شراب کی لذت کو نہیں پہچانے گا]

ہم امیدوار ہیں کہ ہم جیسے ناکارہ لوگ وَلِلْاَرْضِ مِنْ کَاْسِ الْکِرَامِ نَصِیْبٌ [بزرگوں کے پیالے سے زمین کیلئے بھی حصہ ہے] کے حکم کے مطابق بے بہرہ نہیں رہیں گے اور اس کے اس آبِ حیات سے ان تشنہ لبوں کے حلق میں ٹپکائیں گے چونکہ آپ نے ان اسرار کے ساتھ ہمسائیگی کا حق پیدا کیا ہے اور ان کے اطراف میں گھومے پھرے ہیں (اس لئے) امیدوار ہیں مَنْ حَامَ حَوْلَ الْحِمٰی یُوْشِکُ اَنْ یَّقَعَ فِیْہِ [جو جانور چراگاہ کے گرد چرے گا قریب ہے کہ وہ اس میں واقع ہو جائے گا] آپ نے ملاحت و محبتِ ذاتیہ وغیرہ کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ واضح ہوا۔ اَللّٰھُمَّ زِدْ [اے اللہ اور زیادہ فرما] اس سے زیادہ لکھنے کی طاقت نہیں ہے والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۵۸

ملا محمد خان ورسکی کے نام ان کے خط کے جواب میں جو بعض کیفیاتِ عالیہ پر مشتمل تھا تحریر فرمایا۔

برادر عزیز من مولانا ورسکی کے خطوط نے جو کہ کیفیات و وارداتِ عالیہ پر مشتمل اور محبتِ ذاتیہ کی خبر دینے والے تھے کہ جہاں انعام و ایلام برابر ہے بلکہ ایلام کو انعام پر فوقیت ہے خوشوقت و مسرور کیا، حق سبحانہٗ و تعالیٰ اسی طرح ہمیشہ ترقیات میں رکھے، اس ناکارہ کو دعائے خیر و سلامتی ۳۱۲
خاتمہ سے یاد رکھیں اور اس محبت و عقیدت سے جو کہ آپ کو حاصل ہے ایثار فرمائیں۔

والسلام اولاً و آخراً

www.maktabah.org

مکتوب ۱۵۹

سیادت پناہاں میر محمد ابراہیم و میر محمد اسحاق کے نام ان کے احوال کی شرح میں تحریر فرمایا۔

فرزندانِ گرامی میر محمد ابراہیم و میر محمد اسحاق دونوں نے عدمیت اور صفات کے اپنی اصل کیساتھ ملحق ہونے کے بارے میں جو کچھ لکھا تھا عمدہ و مبارک ہے، اس بارے میں کچھ توجہ کی گئی اور اس نسبتِ شریفہ کے زیادہ ہونے کیلئے کچھ تصرف کیا گیا اور دونوں عزیزوں کی اس مقام میں ترقی مفہوم ہوئی اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کا شکر بجا لائیں کہ اس تھوڑی سی مدت میں اس قسم کا انعام جو کہ عنقائے نادر کا حکم رکھتا ہے آپ (دونوں) کو عطا ہوا ہے، امید ہے کہ جس طرح کمالات اپنی اصل کی طرف عود کر گئے ہیں اور عدم صرف باقی رہا ہے عدم بھی جو کہ کمالات کا آئینہ ہے اپنی اصل کی طرف جو کہ عدمِ مطلق ہے عود کرے گا اور سالک کے عین واثر کو زائل کردے گا۔ ع

ایں کار دولت ست کنوں تا کرا دہند [یہ نصیب کی بات ہے دیکھئے اب کس کو عنایت کرتے ہیں]

والسلام اولاً و آخراً (خدا کرے) برخوردار میر محمد یعقوب قلبی جمعیت کے ساتھ رہیں وہ اپنے احوال کے بارے میں کبھی نہیں لکھتے۔

مکتوب ۱۶۰

حاجی حبیب اللہ حصاری کے نام ان کے احوال کی تعبیر میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ العلی الاعلیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، جناب حاجی حرمین شریفین اس مسکین کا شافیانہ سلام پڑھیں (یہاں کے احوال) حمد کے لائق ہیں اور اللہ تعالیٰ سے آپ کی عافیت اور اللہ کے پسندیدہ طریقہ پر آپ کی ظاہری و باطنی استقامت کے لئے دعا کی گئی ہے۔ فقیر نے ان دنوں میں سخت بیماری اٹھائی ہے، اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے کہ اب رو بصحت ہے اور قلم ہاتھ میں لیتا ہے اور حسب طاقت دوستوں کو چند کلمات لکھتا ہے چونکہ قاصد اس طرف روانہ ہو رہا تھا اور اس نے خطوط کے جواب مانگے تھے (اس لئے) دو کلمے دونوں عزیزوں کو لکھے گئے تاکہ خالی نہ رہے، جو احوال کہ آپ نے دیکھے اور لکھے ہیں وہ سب بہت عمدہ و اعلیٰ ہیں۔ خیبر کے جہاد میں جو آپ آں سرور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہیں اور آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے کلام سے استفادہ کرتے ہیں کہ یہ فتح آپ کے نام سے ہے، یہ شرکت گویا

www.maktabah.org

۲۱۳ جہادِ اکبر میں ہے جو کہ انفسی دشمنوں کے ساتھ ہے اور افواجِ اسلام کا جو کہ لطائفِ عالمِ امر میں خیرِ انفسی کے کفار پر آنسرورِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی اعانت سے غلبہ ہے کیونکہ خیبر جس طرح آفاق میں موجود ہے انفس میں بھی ہے اور آپ (مکتوب الیہ) کے نام سے فتح انفسی دشمنوں پر غلبہ پانے اور اسلامِ حقیقی کے حاصل ہونے کی بشارت ہے، ماہِ مبارک رمضان (شریف) میں قرآن مجید سنتے وقت آپ کو جو قطبیتِ ارشاد کا الہام ہوا ہے شاید کہ یہ بشارت کمالاتِ مرتبہ قطبیت کے حاصل ہونے کی ہے نہ کہ منصبِ قطبیت کی۔ اور وہ چیزیں جو کہ آپ کے بھائی صاحب دیکھتے ہیں عمدہ و مبارک ہیں اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ [بے شک تیرا رب وسیع مغفرت والا ہے] آپ نے اپنے دوستوں کے احوال سے جو کچھ لکھا ہے سب عمدہ ۵۵/۲۲
واعلیٰ ہے اس کے مطالعہ نے خوش وقت کیا زَادَهُمُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ تَوْفِيْقًا وَّشَوْقًا وَّتَرَقِّيًا [اللہ سبحانہٗ ان کی توفیق و شوق و ترقی میں اضافہ فرمائے] ان کے احوال میں اچھی طرح مشغول ہوں اور توجہات سے دریغ نہ کریں اور دوستوں کے ہجوم سے ڈرتے اور لرزتے رہیں کہ خود پسندی و غرور کا مقام ہے اس لئے التجا و تضرع کرتے رہیں اور استغفار و توبہ کو لازم پکڑیں اور گوشہ نشینی کی طرف راغب رہیں اور ایک دو وقت اس کے لئے مقرر کر لیں اور باقی وقت دوستوں کے ساتھ ہمنشینی رکھیں اور دور افتادہ دوستوں کو دعا میں یاد رکھیں۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۶۱

میرزا لطیف بخاری کتاول کے نام فنا و ہستی کی حقیقت کے بیان میں تحریر فرمایا۔

نحمدہ حمداً بعد حمد ونصلی علیٰ نبیہ محمد والصلوٰۃ اتم صلوۃ وسلام اعیتب سلام کے اس نواح کے احوال و اطوار حمد کے لائق ہیں امید ہے کہ آنجناب بھی بعافیت ہوں گے اور شریعت و سنت کے طریقے پر قائم ہوں گے، فرع سے اصل کی طرف آئیں گے اور صورت سے حقیقت کی طرف مائل ہوں گے گرامی نامہ پہنچ کر مسرت بخش ہوا۔ آپ نے لکھا تھا کہ "(یہ فقیر) کثرتِ مشاغل کے باعث جس چیز کے ساتھ مامور ہے مدعا کے موافق (اس میں) مشغول نہیں ہو سکتا لیکن غفلت بھی نہیں ہے جس وقت کہ فرصت پاتا ہے غنیمت جان کر اس میں مشغول ہو جاتا ہے"۔ ٹھیک ہے اس قدر بھی غنیمت ہے، بزرگوں نے کہا ہے مَا لَا يُدْرَكُ كُلُّهٗ لَا يُتْرَكُ كُلُّهٗ [جو چیز پوری حاصل نہ ہو سکے اس کو کلی طور پر چھوڑ دینا نہیں چاہئے] لیکن امید ہے کہ نسبت اور باطنی حضور دائمی ہوگا اور اس کے پیچھے غیبت نہیں ہوگی اور ظاہری مشاغل باطنی نسبت میں فتور کا سبب نہیں ہوں گے۔

www.maktabah.org

دارم ہمہ جا باہمہ کس درہمہ حال در دل ز تو آرزو در دیدہ خیال

[میں ہر جگہ ہر شخص کے ساتھ ہر حال میں دل میں تیری آرزو اور آنکھ میں تیرا خیال رکھتا ہوں]

اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "اپنی ہستی کو محبت میں عین نیستی کر دیا ہے" اس نے بہت مسرور کیا اور آپ کی ۲۱۳
استعداد کی لطافت کی خبر دی، حق سبحانہٗ اس محبت کی آگ کو مشتعل کرے تاکہ ماسوائے پوری طرح جلا کر رکھ دے
اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے کہ محبت میں ہستی نیستی میں تبدیل ہو گئی ہے، فنائیت و عدمیت انسان کی ذاتی صفت ہے وجود اور اس کے توابع حضرتِ معبود (اللہ تعالیٰ) کی خاص صفاتِ کمال میں سے ہیں، اگر ممکن میں یہ صفات ظاہر ہیں تو وہ بھی اسی بارگاہ سے مستفاد و مستعار ہیں ممکن نے اس عاریتی دید سے ان کمالات کو اپنے آپ سے جان کر جہلِ مرکب کے باعث اپنے آپ کو خیر و کامل تصور کیا ہے اور اپنے مولائے حقیقی کے ساتھ برابری و شرکت کا دعوٰی پیدا کیا ہے اور غرور و انانیت کا محل ہو گیا ہے (جب) اللہ جل شانہٗ کا فضل اس کے حق میں آپہنچتا ہے اور اس کو جہلِ مرکب سے رہائی دلاتا ہے اور اپنی معرفت سے نوازتا ہے (اس وقت) وہ جانتا ہے کہ یہ کمالات دوسری جگہ سے ہیں اور یہ صفات اس تعالیٰ شانہٗ کی صفات کا ظل ہیں۔ مولوی (معنوی رومی) قدس سرہٗ نے کہا ہے ؎

چوں بدانستی کہ ظلِ کیستی فارغی گر مردی و گر زیستی

[جب تو نے جان لیا کہ تو کس کا سایہ ہے تو پھر خواہ مُردہ ہو یا زندہ ہو تو بے فکر ہے]

یہ عاریتی و ظلی دید جب عارف پر غالب آجاتی ہے تو وہ ان کمالات کو ٹھیک طرح پر ان کے مالک کے سپرد کر دیتا ہے اور ظلال کو اصل کے ساتھ ملحق پاتا ہے اور وہ نیستی ذاتی و عدمیتِ اصلی سے ملحق ہو جاتا ہے اور انانیت (خودی) سے اس حد تک نکل جاتا ہے کہ اگر سالہا سال گذر جائیں تب بھی وہ اپنے آپ کو انا کے ساتھ تعبیر نہیں کر سکے گا، اس وقت فنائے حقیقی کے ساتھ متصف ہو جائے گا اور نفس امارگی کی رہائی پا جائے گا اس کے بعد مَنْ قَتَلْتُہٗ فَاَنَا دِیَتُہٗ [جس کو میں قتل کرتا ہوں اس کا خون بہا میں خود ہو جاتا ہوں]
کے مطابق بقا کا معاملہ پیش آتا ہے آیۂ کریمہ اَوَمَنْ کَانَ مَیْتًا فَاَحْیَیْنٰہُ [کیا ایسا نہیں ہے کہ جو شخص مُردہ تھا پ ۸ / ۱۲۲
پھر ہم نے اس کو زندہ کر دیا] اس معنی کی طرف اشارہ رکھتی ہے اور یہ بقا ولادتِ ثانیہ ہے کہ عارف وجودِ موہوم سے نکل کر وجودِ موہوبِ حقانی کے ساتھ موجود ہو گیا ہے' روایت میں ہے کہ جو شخص دو دفعہ پیدا نہیں ہو گا وہ آسمانوں اور زمین کی سلطنت میں داخل نہیں ہو گا۔ جو احوال کہ آپ نے دیکھے اور لکھے ہیں اور اسی طرح جو فیوض و برکات کہ مزارِ فائض الانوار سے معلوم کئے ہیں وہ عمدہ و مبارک ہیں، اللہ تعالیٰ ان اکابر کے طفیل میں حقیقتِ کار سے اطلاع بخشے اور کمالِ انسانی سے بہرہ ور فرمائے اِنَّہٗ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ۔

www.maktabah.org

مکتوب ۱۶۲

شیخ محمد یوسف گردیزی پیرزادۂ ملتان کے نام ان عبارات کے بیان میں جو کسرِ نفسی کی خبر دینے والی ہیں اور افادہ کے معاملہ میں خود کو نہ دیکھنے اور ممکن کی حقیقت اور اس کی فنا کے بارے میں اور اس بیان میں کہ افادہ و استفادہ کا مدار صحبت پر ہے تحریر فرمایا۔

۲۱۵ الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی خصوصاً علی سید الورٰی صاحب قاب قوسین او ادنٰی وعلی آلہ وصحبہ البررۃ التقی اما بعد، آپ کی جانب سے گرامی نامہ وصول ہوا وہ ایسا مکتوب تھا کہ جس کی عبارات کے چہروں میں جنت کی تروتازگی تھی یہ ذرۂ بےمقدار اس خطاب کا سزاوار نہیں ہے اور نہ ہی اس مضمون کا مستحق ہے وہ عبارات جو آپ نے اپنی کسرِ نفسی و تواضع کی بنا پر اس گرامی نامہ میں لکھی ہیں وہ اس فریب خوردہ ناکارہ کے حق میں صادق آتی اور بیان واقع ہیں، اس گرداب سے نجات اور رب الارباب (اللہ تعالٰی) کی بارگاہ میں خلوصِ توجہ کی درخواست اس مسکین سے کرنا ایسا ہے جیسا کہ کسی ادھار لینے والے سے ادھار مانگنا اور کسی محتاج سے سوال کرنا۔ فقیر اپنے اندر اس طائفۂ علیا کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں دیکھتا اور اس طبقۂ عالیہ کے اسرار میں کوئی شرکت نہیں پاتا، اس کے باوجود جو طالبین اطراف و اکناف سے آتے ہیں بقدرِ استعداد بہرہ ور ہوتے ہیں اور کمال و اکمال کا خیال کرتے ہیں یہ سب بزرگوں کے انفاسِ نفیسہ کی برکات ہیں، یہ مسکین درمیان میں کچھ نہیں ہے۔ ع

ما خود نیئم ایں ہمہ الحان ز مطرب ست
[ہم خود (کچھ بھی) نہیں ہیں یہ سب مطرب کا راگ ہے]

بیشک نیستی و عدمیت ممکن کی ذاتی ہے وجود اور باقی تمام کمالات جو توابعِ وجود ہیں سب اس کے اندر مرتبۂ وجوب سے مستعار و مستفاد ہیں، ممکن بیچارہ اپنی ذات کو فراموش کر کے اپنے عاریتی کمال کو خیر و کامل تصور کئے ہوئے ہے اور اس نے اپنے مولا کے مخصوص ترین اوصاف میں شرکت تلاش کی ہے اور اس وجہ سے اس نے غرور و تکبر پیدا کر لیا ہے، وہ یہ نہیں جانتا کہ اس کی ذات عدم ہے جو کہ ہر شر و فساد کا منبع ہے جیسا کہ وجود ہر خیر و کمال کا مبدأ ہے (یہ بات) اس (ممکن) کی ذاتی جہالت ہے کہ اس نے اپنے آپ کو کامل سمجھا ہے، کمال اس کے حق میں اپنے آپ سے کمال کی نفی کرنا ہے اور اس کی بھلائی بھلائی کے سلب میں ہے، کسی نے خوب کہا ہے ؎

وصّافیِ خود بہ غمِ حاسد تا کے
ترویجِ چنیں متاعِ کاسد تا کے
[تو حاسد کے خلاف محض اپنی تعریف کب تک کرتا رہے گا تو ایسی کھوٹی پونجی کو کب تک رواج دیتا رہے گا]

www.maktabah.org

بات دوسری طرف چلی گئی، یہ درویش دلریش ان شاء اللہ تعالیٰ غائبانہ توجہ اور پیٹھ پیچھے دعا کرنے سے بے فکر نہیں ہے ہم امیدوار ہیں کہ آپ ان شاء اللہ تعالیٰ اس محبت کی بدولت جو کہ آپ طائفہ عالیہ کے ساتھ رکھتے ہیں ان بزرگوں کے فیض و برکات سے فیضیاب اور ان اکابر کے انوار و اسرار سے بہرہ مند ہوں گے، اس محبت کو سرمایۂ سعادت تصور فرمائیں، حق سبحانہٗ اس آتشِ محبت کو بلند فرمائے اور شعلۂ شوق کو مشتعل کرے تاکہ ماسوا سے پوری طرح رہائی دلا دے اور قرب و معرفت کے سراپردہ تک پہنچائے، اِنَّہٗ قَرِیۡبٌ مُّجِیۡبٌ [بیشک وہ قریب ہے اور قبول کرنے والا ہے] ۔۔۔

میرے مکرم! افادہ و استفادہ کا معاملہ صحبت سے وابستہ ہے خصوصاً ہمارے طریقے میں کہ اس کا مدار صحبت ۲۱۶
پر ہے، کسی کامل و مکمل کی صحبت میسر آنے تک شرعی طور طریقوں اور پسندیدہ سنتوں پر قائم رہیں اور لہو و لعب اور ناجنس کی صحبت سے بچتے رہیں اور وظائف و اذکارِ ماثورہ کے ساتھ اوقات کو معمور رکھیں، علومِ دینیہ میں مشغول ہونا بڑی عبادات میں سے ہے۔ والسلام

مکتوب ۱۶۳

میر عثمان کولابی کے نام فنائے قلب کی حقیقت اور فنائے نفس پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

حامداً و مصلیاً، آپ کا مکتوب مرغوب پہنچ کر مسرت بخش ہوا، آپ نے جو ذکرِ اسمِ ذات
کے جاری ہونے اور اس کے تمام لطائف بلکہ تمام بدن میں سرایت کر جانے اور نفی و اثبات کے کمال لطیس ۳۱
بار تک پہنچنے اور دل کی ماسوا سے اس حد تک بے تعلقی کہ اگر دل میں ماسوا کا خیال لائیں تو نہ آئے، کی بابت لکھا تھا، اس کے مطالعے نے مسرور کیا، اَللّٰھُمَّ زِدۡ [اے اللہ! اور زیادہ فرما] اُس نسیان کے واسطے سے جو کہ دل کو ماسوا سے حاصل ہوا ہے یہ حالت کہ ماسوا کا خیال دل میں نہ آئے اگرچہ اس کا خیال لایا بھی جائے فنائے قلب سے تعبیر کی جاتی ہے اور ولایت کے درجوں میں سے پہلا درجہ ہے، کوشش کریں کہ دوسرے درجات تک ترقی کریں اور انسانی کمال تک پہنچیں، شریعت عالیہ و سنت منورہ کے طریقہ پر قائم رہیں اور مولائے حقیقی جل شانہٗ کی خوشنودیوں میں دل و جان سے کوشش کریں اور آخرت کا زادِ راہ تیار کریں اور دوستوں کو دعا میں یاد رکھیں۔ والسلام اولاً و آخراً

www.maktabah.org

مکتوب ۱۶۴

شیخ حسین منصور برکی جالندھری کے نام ان کے واردات و کیفیات کی شرح اور احوال کی تعبیر جو کہ انھوں نے لکھے تھے اور استفسارات کے جواب میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ آپ کا مکتوب مرغوب جو کہ روشن کیفیات اور بلند احوال پر مشتمل تھا پہنچکر مسرت بخش ہوا حق سبحانہٗ ترقیات کے دروازے ہمیشہ کھلے رکھے اور سنتِ نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے طریقہ پر استقامت عطا فرمائے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "کبھی مجھ کو اُن نسبتوں کے ساتھ مشرف کیا جاتا ہے کہ جن کی طرف نہ اشارہ کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی ان کو بیان کیا جا سکتا ہے اور کبھی نورانی تر دین خلعت سے سرفراز کیا جاتا ہے گویا خواستہ یا ناخواستہ کشاں کشاں لے جایا جاتا ہے" (جواب) بیشک جو نسبت کہ مرتبۂ بےچونی سے تعلق رکھتی ہے وہ بھی بےچون ہے اور عبارت و اشارہ سے بالاتر ہے، ذوقی ہے نہ کہ بیانی۔ ع ص ۲۱۷

لذّتِ مے نشناسی بخدا تا نہ چشی

[خدا کی قسم جب تک نہ چکھے گا نہیں شراب کی لذت کو نہیں سمجھے گا]

کبھی اس بےچونی نسبت کو صورتِ مثالیہ سے ظاہر کرتے ہیں تاکہ سمجھنے اور سمجھانے کے قریب ہو جائے اور بیان میں آجائے۔ اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "کوئی شخص آپ کے بارے میں کہتا ہے کہ اس کا وجود تمام ممکنات میں سرایت کئے ہوئے ہے"، بیشک کامل معرفت والا عارف چونکہ تمام اسماء و صفات سے بہرہ ور ہے وہ افرادِ عالم کے لئے بمنزلہ کل ہے، یہی وجہ ہے کہ حقیقتِ محمدی تمام حقائق میں سرایت کئے ہوئے ہے، بعض عارفوں نے کہا ہے کہ تجلّیٔ ذاتی کے وقت عارف اپنے آپ کو کُل (سمجھتا) اور تمام اشیاء کو احاطہ کئے ہوئے پاتا ہے، اسی مقام میں کسی عارف نے کہا ہے کہ جمع محمدی صلی اللہ علیہ وسلم جمعِ الٰہی سے جامع تر ہے اس لئے کہ جمعِ محمدی مرتبۂ وجوب و امکان کا جامع ہے نہ کہ جمعِ الٰہی۔ جاننا چاہئے کہ یہ بات بھی نمونے کے اس کی اصل کے مشابہ ہونے کی قسم سے ہے اس لئے کہ جو کچھ جمعِ محمدی علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام میں ہے وہ مرتبۂ وجوب تعالت و تقدست کا ظل و نمونہ ہے نہ کہ اس مرتبہ کی اصل جو کہ اس سے برتر ہے کہ ممکن کے احاطہ میں آئے۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

تو از خوبی نمے گنجی بعالم
مرا ہرگز کجا گنجی در آغوش

[جب تو خوبی کی وجہ سے عالم (دنیا) میں نہیں سما سکتا تو پھر میری آغوش میں بھلا کہاں سما سکتا ہے]

www.maktabah.org

اور عذاب میت کا مشاہدہ کرنے اور پھر آپ کی توجہ سے اس کے عذاب سے نجات پانے اور نیز کسی شخص کی نسبت اور اس کے دل کی بات جو آپ پر وارد ہوئی ہے اس کے منعکس ہونے اور نیز کسی مریض کے جو کہ ناامیدی کو پہنچ چکا تھا آپ کی توجہ سے شفایاب ہونے کی بابت جو آپ نے لکھا تھا وہ سب ظاہر ہوا اور مزید شکرانہ کا باعث ہوا — آپ نے لکھا تھا کہ جس وقت اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ اعمال کی توفیق پاتا ہوں تو کمال درجہ کی نورانیت و تصفیہ اپنے اندر مشاہدہ کرتا ہوں اور اگر آداب میں سے کسی ادب کی فروگذاشت واقع ہو جاتی ہے تو اس کی کدورت بھی بدرجۂ کمال اپنے اندر محسوس کرتا ہوں۔ میرے مخدوم! حدیث شریف[1] میں آیا ہے مَنْ سَاءَتْهُ سَيِّئَتُهُ وَسَرَّتْهُ حَسَنَتُهُ فَهُوَ مُؤْمِنٌ (جس شخص کو اس کے گناہ نے غمگین کیا اور اس کی نیکی نے خوش کیا تو وہ مومن ہے)۔ اور یہ جو آپ نے مسجدِ فقراء میں نیکیوں کے کئی گنا ہونے کے بارے میں لکھا ہے، عمدہ ہے لیکن اگر یہ معاملہ آنکھوں سے دیکھنے اور مشاہدہ میں آجائے تو بہت اچھا ہو، اگرچہ آپ نے استخارہ میں اس معنی کو معلوم کیا ہے لیکن استدلال کی راہ سے نہیں ہے۔

آپ نے پوچھا تھا کہ "اگر ولی سے گناہِ کبیرہ صادر ہو جائے تو وہ ولایت سے گر جاتا ہے یا نہیں۔ میرے مخدوم! مشائخ کے نزدیک مسلّم ہے کہ اَلْفَانِيْ لَا يُرَدُّ (فانی کو رد نہیں کیا جاتا) جو شخص کہ فنائے کامل سے مشرف ہو چکا ہے امید ہے کہ وہ گناہ کے باعث رد نہیں ہوگا، لیکن ہم امیدوار ہیں کہ ولی گناہِ کبیرہ کا مرتکب نہیں ہوگا کیونکہ اولیاء اللہ غالب طور پر محفوظ ہیں۔ ص ۲۱۸

آپ نے جو کوہستان کے سفر کا ارادہ کیا ہے عمدہ و مبارک ہے استخارہ کے بعد متوجہ ہوں اور اگر فقیر نے توفیق پائی تو خط لکھنے سے دریغ نہیں کریگا — اور آپ نے یہ جو ملاحت میں ترقی اور محبتِ ذاتیہ سے بہرہ یاب ہونے کے بارے میں لکھا ہے، میرے مخدوم! محبتِ ذاتیہ سے حصہ تو سمجھ میں آتا ہے لیکن ملاحت کا معاملہ بہت نازک ہے، انشاء اللہ تعالیٰ پھر کسی وقت غور کیا جائیگا۔ آپ نے اپنے مبدأ تعین کے بارے میں دریافت کیا تھا غالباً پہلے آپ کی ولایت کا تعین کہ آپ کس پیغمبر کے قدم پر ہیں کیا جا چکا ہے۔ آپ جس پیغمبر کے قدم پر بھی ہیں ہمارے حضرت تعالیٰ (مجدد الف ثانی) قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس کی تحقیق کے مطابق جو اسم کہ اس پیغمبر علیٰ نبینا وعلیٰ سائر الانبیاء والمرسلین الصلوات والتسلیمات کا مبدأ تعین ہے اس اسم کی جزئی آپ کا مبدأ تعین ہے، والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

---

[1] روی احمد عن ابی امامۃ ان رجلا سأل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ما الایمان قال اذا سرتک حسنتک وساءتک سیئتک فانت مومن (مشکوۃ کتاب الایمان)

www.maktabah.org

مکتوب ۱۶۵

سیادت پناہ میر محمد اسحاق کے نام محبت کے اسرار میں تحریر فرمایا۔

حق سبحانہٗ فیوض کے دروازوں کو ہمیشہ کھلا رکھے، جو خط آپ نے کمالِ شوق کے باعث ارسال کیا تھا اس نے مسرور و خوش وقت کیا اس شوق کو سعادت کا سرمایہ جانیں اور اس محبت کو معرفت کی کھڑکی سمجھیں، محبت ہی ہے جو کہ ظہور و اظہار کا سبب ہوئی اور پوشیدہ خزانے کو ظہور کے میدان میں لائی اور جس نے غیب الغیب کے پردہ نشینوں کی آرائش کر کے تختِ شہود و شہادت پر بٹھایا اور ان کے چہرے سے پردہ ہٹایا اور جس سے عشق و ولولہ محبت کا طریقہ جاری ہوا، محبِّ ازلی ہے جو کہ ان مظاہر میں تجلی فرماہے اور جس نے ترقی کا راستہ کھول دیا ہے۔ ع

یک نشاہ دو جا ظہور کردہ		[ایک نشہ دو جگہ ظہور کئے ہوئے ہے]

محبت کے انوار و اسرار کو کس طرح بیان کیا جا سکتا ہے کہ یہ معاملہ کو بلندی سے پستی میں لائی ہے اور پھر پستی سے بلندی کی طرف لے گئی ہے جو حال کہ آپ نے دیکھا ہے واضح ہے حق تعالیٰ حضرت عالی (مجدد الف ثانیؒ) کے فیوض سے کامل حصہ عطا فرمائے۔

والسلام

مکتوب ۱۶۶

سید نور محمد (بادیہ) کے نام ان کے استفسارات کے جواب میں تحریر فرمایا۔

م ۲۱۹ الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفٰی، جو مکتوب کہ سیادت و نقابت پناہ میر سید نور محمد نے بھیجا تھا پہنچ کر مسرت بخش ہوا، جو اشغالِ باطنہ و شغلِ رابطہ صبح کی نماز کے بعد اور سوتے وقت آپ کا معمول ہے عمدہ ہے امید ہے کہ نتیجہ بخش ہوگا۔ اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "خفی کے علاوہ چار لطائف پر حسبِ ارشاد توجہ رکھتا ہوں" میرے مخدوم! آپ کو شبہ ہوا ہے فقیر نے ہرگز یہ امر نہیں کیا ہے اور خفی کو باقی تمام لطائف سے بلاوجہ جدا نہیں کہا ہے، آئندہ پانچوں لطائف پر توجہ کرتے رہیں تاکہ ولایت کے پنجگانہ ارکان اور ہر ایک کے کمال سے بہرہ مند ہو جائیں اور ذکر و عبادت میں جمعیت و حلاوت کے پابند نہ ہوں، ذکر کرنا چاہئے خواہ حلاوت سے ہو یا بے حلاوت، عبادت جس قدر زیادہ شاق ہوگی امید ہے کہ اس کا ثواب اسی قدر زیادہ ہوگا۔ آپ جو اوراد کہ ہر نماز کے بعد اور سوتے وقت پڑھتے ہیں ان میں سے اکثر

www.maktabah.org

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے الفاظ ہیں، اگرچہ بعض دعاؤں میں تعیینِ عدد و تعیینِ وقت میں تعدد ثابت ہو آپ پڑھتے رہیں البتہ تین دعائیں ماثور نہیں ہیں (ان میں سے) ایک الٰہی بحرمۃ الحسن الخ، دوم شیخ عبدالقادر الخ، سوم نادِ علیاً الخ، پہلی دو دعاؤں کی گنجائش ہے کہ پڑھیں میں منع نہیں کرتا تیسری دعا اہلِ سنت کے شعار سے نہیں ہے (اس کا پڑھنا اس بات پر موقوف رہے گا کہ اگر آپ اہلِ سنت کے ثقہ عالموں سے اس دعا کے استعمال میں کوئی معتمد نقل دیکھیں تو آپ مختار ہیں۔ ہر فرض کے بعد آیت الکرسی پڑھتے رہیں اس عمل کی فضیلت میں حدیث شریف میں یہ آیا ہے لَمْ یَمْنَعْہُ مِنْ دُخُولِ الْجَنَّۃِ اِلَّا الْمَوْتُ [اس شخص کے دخولِ جنت میں صرف موت حائل ہے] اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے: کَانَ اللّٰہُ یَتَوَلّٰی قَبْضَ رُوْحِہٖ [گویا اللہ تعالیٰ اس کی روح کو قبض کرنا اپنے ذمے لے لیتا ہے] والسلام

مکتوب ۱۶۷

امان بیگ بدخشی کے نام ان کے حال کی تعبیر و شرح میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حامداً و مصلیاً، آپ کا مکتوبِ مرغوب پہنچ کر مسرت بخش ہوا، ذکر و فکر میں مشغول رہیں اور آخرت کا زادِ راہ تیار کریں اور مولائے حقیقی جل شانہ کی خوشنودی میں دل و جان سے کوشش کریں۔ اور یہ جو آپ نے دوبارہ دیکھا ہے کہ زمین کے ساتوں طبق شق ہو گئے ہیں اور مچھلی کی پیٹھ پر نگاہ جا پہنچی ہے عمدہ ہے اور (یہ حال) نزولِ کامل کی استعداد کی خبر دینے والا ہے جو کہ عروجِ کامل پر مترتب ہے۔ اور آپ تمام صفات کو جو گم پاتے ہیں (یہ) فنائے اکمل کی تمہید ہے اس لئے کہ ممکنات چونکہ اسماء و صفات کے مظاہر ہیں اس لئے ذات سے حصہ نہیں رکھتے اور صفات کا گم ہونا سالک کی ۲۲۰
ذات کا گم ہونا ہے اس لئے کہ اس کی ذات صفات کے ماسوا اور کوئی چیز نہیں ہے، ایک بزرگ نے کہا ہے: ع

گم شدن در گم شدن دینِ من ست
[گم شدگی میں گم شدگی میرا دین ہے]

آپ نے لکھا تھا کہ میں نماز اور تلاوت میں اپنے آپ کو بیکار پاتا ہوں بظاہر اس معنی میں ہو گا کہ میں اپنے آپ کو درمیان میں نہیں دیکھتا ہوں یہ دید عمدہ و اعلیٰ ہے اور صفات کے گم پانے کا نتیجہ ہے اس لئے کہ جس وقت تمام صفات ناچیز و گم ہو گئیں تو وہ شخص جو کہ صفات سے متصف تھا بیکار و معطل ہو گیا اور تلاوت وغیرہ کے وقت درمیان میں نہیں رہا۔ والسلام

www.maktabah.org

مکتوب ۱۶۸

حضرت صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کے برادر زادہ حقائق و معارف آگاہ شیخ عبدالاحد کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ مبدأ فیاض کے فیض کا آنا دائمی ہے اگر کمی و نقصان ہے تو وہ اس (مخلوق کی) جانب سے ہے۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ مکتوب مرغوب پہنچکر مسرت بخش ہوا۔ آپ عافیت و جمعیتِ قلبی کے ساتھ رہیں اور اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ طریقے پر قائم رہیں اور دُور افتادہ دوستوں کو دعا میں یاد رکھیں اور دوستوں کو بھی اپنے سے غافل نہ جانیں اور فارغ نہ سمجھیں۔ ع

فراغت از تو میسر نمی شود مارا [ہم کو تجھ سے فراغت میسر نہیں ہوتی]

مبدأ فیض کی طرف سے بیکاری نہیں ہے وہ ہمیشہ برسرِ کار ہے، استعدادوں اور قابلیتوں کے تفاوت کے مطابق اگر قبض و بیکاری ہے تو اُس کا منبع خود فیض قبول کرنے والا ہے نہ کہ فیض دینے والا، معشوق کا چہرہ اپنے بالمقابل آئینوں میں آئینہ کی صفائی و نورانیت کے مطابق ہی ہر وقت منعکس و نمایاں ہوتا ہے جو آئینہ کہ زنگ آلود ہے وہ صورت کو قبول نہیں کرتا، کمی و نقص آئینہ کی جانب سے ہے نہ کہ صورت کی جانب سے۔ آپ نے اپنی مرکزی سیر کی طرف اشارہ کیا تھا اس کے مطالعہ نے مسرور کیا حق سبحانہٗ اس کے کمالات و خصوصیات سے کامل حصہ عطا فرمائے، اِنَّہٗ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ [بیشک وہ قریب ہے اور قبول کرنے والا ہے] والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۶۹

محمد یحییٰ پسر قاضی چوکی کابلی کے نام ان کے احوال کی شرح میں تحریر فرمایا۔

فیض کے دروازے ہمیشہ کھلے رہیں آپ نے جو خط از راہِ محبت ارسال کیا تھا پہنچکر مسرت بخش ہوا آپ نے ذکرِ قلبی کا ملکہ پیدا ہو جانے کی بابت لکھا تھا کہ اگر تکلف کے ساتھ (بھی) خود کو دیکھنا چاہوں تو نہیں دیکھ سکتا، اس نعمت کا شکر بجا لائیں، اس حالت کو دوام آگاہی اور یادداشت بھی کہتے ہیں، جبتک ۲۲۱
کہ ذکر و حضور تکلف کے ساتھ ہے (تو یہ) یاد کرد ہے اور جب ذکر دوام اختیار کر لے اور تکلف سے آزاد ہو جائے تو یادداشت بن جاتا ہے ؎

دارم ہمہ جا با ہمہ کس در ہمہ حال
در دل ز تو آرزو و در دیدہ خیال
(میں ہر جگہ ہر شخص کے ساتھ ہر حال میں، دل میں تیری آرزو اور آنکھ میں تیرا خیال رکھتا ہوں)

www.maktabah.org

آپ کوشش کریں کہ ماسوا کا خیال دل سے اس طرح جاتا رہے کہ اگر سالہا سال قصد و تکلف کیا جائے تو اس نسیان کے باعث جو کہ دل کو ماسوائے حاصل ہو چکا ہے غیر کا خیال (دل میں) نہ گذرے، یہ حالت فنائے قلب سے تعبیر کی جاتی ہے اور ولایت کے طریقوں میں پہلا قدم ہے ع

ایں کار دولت ست کنوں تا کرا دہند　　[یہ نصیب کی بات ہے دیکھئے کس کو عنایت کرتے ہیں]

جو احوال کہ آپ نے دیکھے ہیں روشن اور عالی ہیں اور مناسبت تامہ کی خبر دیتے ہیں حق سبحانہ ترقیات عطا فرمائے، والسلام اولا و آخرا

مکتوب ۱۷۰

میرزا محمد امین بخاری کے نام اس سوال کے جواب میں تحریر فرمایا جو انھوں نے کیا تھا کہ انبیا علیہم الصلوات والبرکات مقام رضا میں تھے تو پھر آیہ کریمہ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ کس معنی میں ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ العلی الاعلی وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ خصوصاً علی سید الوری صاحب قاب قوسین او ادنیٰ وعلی آلہ واصحابہ البررۃ التقی، گرامی نامہ کے صدور سے مشرف ہوا دعا ہے کہ سلامتی اور عافیت کے ساتھ رہیں اور شریعت و سنت کے طریقے پر قائم رہیں اور صورت سے حقیقت میں آئیں اور ظل سے اصل کی طرف مائل ہوں۔ آپ نے لکھا تھا کہ اخلاص و محبت روز بروز ترقی پر ہے، اس پر اللہ سبحانہ کی حمد ہے، امید ہے کہ محبت کی آگ مشتعل ہو اور شعلہ شوق بلند ہو جائے تاکہ ماسوائے پوری طرح رہائی دلادے اور مقصد اعلیٰ تک پہنچا دے۔

آپ نے لکھا تھا کہ انبیا علیہم الصلوات والبرکات مقام رضا میں تھے تو پھر آیہ کریمہ
۹۳ ۵ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ [اور البتہ عنقریب آپ کا رب آپ پر خاص انعام فرمائیگا پس آپ خوش ہو جائیں گے] کس معنی میں ہے۔ میرے مخدوم! رضا دو قسم پر ہے ایک وہ رضا ہے جو عطیہ کے وجود سے پہلے ہے، انبیاء علیہم الصلوات والبرکات کو آج یہ رضا حاصل ہے، عطیہ و عدم عطیہ اور نعمت و نقمت اس رضا میں برابر ہیں جو کچھ اس (اللہ تعالیٰ کی) طرف سے پہنچتا ہے اور تقدیر ازلی اس پر جاری ہوتی ہے وہ (انبیاء علیہم السلام) اس پر راضی ہیں، اور ایک رضا عطیہ کے بعد ہے،
ص ۲۲۲ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قیامت کے روز جب بیشمار عطیات و انعامات یعنی امت کی شفاعت و مغفرت کا قبول ہونا اور عرش پر جلوس فرمانا وغیرہ حاصل ہوں گے تو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمائیں گے "بہت ہے میں راضی ہوا"۔ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے انھوں نے کہا کہ

www.maktabah.org

اے اہلِ عراق! تم کہتے ہو کہ قرآن مجید میں سب سے زیادہ امید والی آیت لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ[۱] (تم اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہو) ہے اور ہم اہلِ بیت اس کے قائل ہیں کہ امید وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى میں زیادہ ہے کیونکہ حضرت رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم (اس بات سے) راضی نہیں ہوں گے کہ آپ کی امت کا کوئی ایک شخص بھی دوزخ میں رہے۔" میں کہتا ہوں ہو سکتا ہے کہ عام مخلوق کے اعتبار سے زیادہ امید والی آیت پہلی آیت ہو اور اس امت کے اعتبار سے زیادہ امید والی آیت دوسری آیت ہو، دونوں رضاؤں میں یہ فرق دو معلوموں کے حال کے فرق کے اعتبار سے دو علموں کے فرق کی مانند ہے اس لئے کہ حق سبحانہ تمام اشیاء کو علم ازلی سے جانتا ہے اس کے باوجود فرماتا ہے وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ[۲] (اور تاکہ اللہ تعالیٰ جان لے کون اس کی اور اس کے رسول کی غیب کے ساتھ مدد کرتا ہے) (نیز فرماتا ہے) فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ[۳] (پس اللہ تعالیٰ آزمائش کے ذریعہ البتہ ان لوگوں کو معلوم کر لیگا جو سچے تھے اور البتہ ان لوگوں کو بھی معلوم کریگا جو جھوٹے تھے) وغیرہ، علم ازلی وجودِ اشیاء سے پہلے اشیاء کا علم ہے اور دوسرا علم وجودِ اشیاء کے بعد کا علم ہے اور یہ دونوں علم مختلف ہیں، اس کے باوجود ہم کہتے ہیں کہ فَتَرْضٰى کے معنی رضا میں اضافہ ہیں۔ اصل رضا پہلے حاصل تھی اور اب رضا میں اضافہ حاصل ہو جائیگا اگر یہ کہا جائے کہ آنسرور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دائمی رضا کے ساتھ متصف ہیں تو پھر امام (محمد باقرؒ) کا قول کہ "آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) راضی نہیں ہوں گے کہ اُن کی امت کا کوئی ایک شخص بھی دوزخ میں جائے" کس معنی میں ہے؟ اور رضا و عدم رضا ایک مقام میں کس طرح جمع ہوں گی۔ (جواب) میں کہتا ہوں کہ "راضی نہ ہوں گے" کے معنی یہ ہیں کہ شادمان و مسرور نہیں ہوں گے، مسرور نہ ہونا جو کہ حزن ہے رضا بقضا کے منافی نہیں ہے کہ ایک وقت میں جمع نہ ہوں اس لئے کہ سخت مصائب میں مومن مسرور نہیں ہوتا بلکہ مغموم و محزون ہوتا ہے اس کے باوجود رضا بقضا رکھتا ہے، اَلْعَيْنُ تَدْمَعُ وَالْقَلْبُ يَحْزَنُ وَاِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا اِبْرَاهِيْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ[۴] (آنکھ روتی ہے اور دل غمگین ہوتا ہے، اور اے ابراہیم! بیشک ہم تیری جدائی میں غمگین ہیں) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا قول ہے اور سورۂ طٰہٰ میں رضا اسی معنی میں ہے لَعَلَّكَ تَرْضٰى یعنی شاید کہ تو خوش ہو جائے اور سورۂ والضحیٰ میں بھی اگر رضا کو سرور و خوشی کے معنی میں لیا جائے تو اصل سوال دفع ہو جاتا ہے۔ والسلام اولاً و آخراً۔

---

۱ سورت ۳۹ آیت ۵۳ ۲ سورت ۵۷ آیت ۲۵ ۳ سورت ۲۹ آیت ۳
۴ یہ ایک متفق علیہ حدیث کا ٹکڑا ہے جو مشکوٰۃ کتاب الجنائز باب البکاء میں مروی ہے۔

www.maktabah.org

مکتوب ۱۷۱ ۲۲۳

حافظ عبداللہ سندی کے نام نصیحت کرنے اور حال کی تعبیر کے بیان میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ و تبلیغِ دعوات کے بعد عرض ہے کہ آپ کے خط نے پہنچ کر مسرور کیا، اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے کہ آپ عافیت سے ہیں اور دوستوں کی یاد سے غافل نہیں ہیں، اوقات کو ذکر و فکر سے آباد رکھیں اور مولائے حقیقی جل شانہٗ کو راضی کریں اور آخرت کا زادِ راہ تیار کریں۔ وہ حال جس میں آپ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو دیکھا ہے اور شیطان کے شر سے محفوظ رہے ہیں عمدہ و واضح ہے، دو شیطان گویا آفاقی شیطان اور انفسی شیطان ہیں، جو شیطان کہ زہر خوردہ اور مُردہ ہے پھر اس نے دوا کھائی ہے اور خون اس کے منہ، ناک اور کان سے نکل کر وہ زندہ ہو گیا ہے وہ آفاقی شیطان ہے کہ گناہوں کے زہر سے ابدی موت میں گرفتار ہوا ہے اور چند روزہ دنیاوی زندگی سے زندہ ہوا ہے اور ہو سکتا ہے کہ اس کا یہ مرنا آپ کی نسبت سے ہو کہ آپ اس کے بہکانے سے محفوظ رہیں اور حقیقت میں وہ دنیا کے باقی رہنے تک زندہ ہے اور دوسرا شیطان کہ جس کا انجام مرنا ہے انفسی شیطان ہے جو کہ نفسِ امارہ ہے تزکیہ کے مختلف مدارج طے کرنے کے بعد اس کا نابود ہونا اور مرنا اس کی فنا کی استعداد کی بشارت ہے کہ مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا [مرنے سے پہلے مرجاؤ] میں اس فنا کی طرف اشارہ ہے اور ولایتِ خاصہ اس فنا پر موقوف ہے۔

آفاقی شیطان بیرونی دشمن ہے اور انفسی شیطان اندرونی دشمن ہے، بیرونی دشمن اندرونی دشمن کی مدد کے بغیر کام نہیں کر سکتا اور جب اندرونی دشمن یعنی اوصافِ ذمیمہ مر جائیں اور نفس تزکیہ حاصل کرلے تو امید ہے کہ بیرونی دشمن کے شر سے نجات حاصل ہو جائے، والسلام

مکتوب ۱۷۲

سید نعمت اللہ بنگالی کے نام ان کے واردات کی شرح اور حال کی تعبیر میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ و تبلیغِ دعوات کے بعد عرض ہے کہ آپ کے مکتوب نے جو اعلیٰ واردات اور دلکش احوال پر مشتمل تھا پہنچ کر
مسرور کیا ایک حال میں آپ نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی (قدس سرہٗ) سے عنایات دیکھی ہیں اور دوسرے ۲۲۴
حال میں آنسرور علیہ وعلیٰ آلہٖ الصلوٰۃ والسلام سے عنایات مشاہدہ کی ہیں اور تیسرے حال میں مومنوں اور جان

www.maktabah.org

(مونگے) کی بارش آپ کے سر پر برستی ہے، اس کے بعد آپ نے معلوم کیا ہے کہ یہ بارش آپ ہی سے ہے۔ یہ تینوں حال عمدہ و روشن ہیں۔ اور یہ جو آپ نے دیکھا ہے کہ آنسرور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو انگشتری عطا فرمائی ہے جس میں نگینہ نہیں ہے، شاید کہ انگشتری کمالاتِ ولایتِ محمدی سے کنایہ ہو اور نگینہ ولایتِ احمدی سے عبارت ہو۔ پھر اسی واقعہ میں آپ نے دیکھا ہے کہ آپ سے نور کا ستون ظاہر ہوا، اس کے بعد یہ ستون دو ٹکڑے ہو کر ہر ایک (ٹکڑا) آدمی کی صورت میں متمثل ہو گیا، اس کے بعد آپ نے دیکھا ہے کہ ان (دونوں ٹکڑوں) کے نور سے ایک دنیا منور ہو جاتی ہے اور اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی آواز آئی کہ ان دونوں (ٹکڑوں) کے انوار تجھ سے ہیں"۔ یہ نورانی ستون آپ کی حقیقت ہے اور یہ دونوں ٹکڑے جو کہ آدمی کی صورت میں متمثل ہو گئے گویا آپ کے لطائفِ عالمِ خلق و لطائفِ عالمِ امر ہیں اور چونکہ ان لطائف میں سے ہر ایک اپنے کمال کو پہنچ گیا اور نورانی ہو گیا ہے اس لئے ایک دنیا ان سے منور ہو گئی ہے، اور یہ ایک نادر بشارت ہے۔ اور یہ جو آپ نے حقیقۃ الحقائق کے ساتھ ملحق ہونے اور مرکز سے حصہ پانے اور سید الرسل علیہ و علیہم الصلوات والتسلیمات کے ساتھ اتحاد حاصل ہونے کی بابت لکھا تھا واضح ہوا اور خوشی کا سبب ہوا، اَللّٰھُمَّ زِدْ (اے اللہ! اور زیادہ فرما) والسلام علیکم و علیٰ من لدیکم۔

مکتوب ۱۷۳

سیادت پناہ میر محمد ابراہیم کے نام کمالاتِ محبت اور ان پر شوق ولانے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

حق سبحانہٗ و تعالیٰ فیوض کے دروازے ہمیشہ کھلے رکھے گرامی نامہ نے پہنچ کر مسرور کیا اور آپ نے ولولۂ شوق، وفورِ محبت اور بے قراری و بے چینی کا جو کہ حد سے زیادہ ہے اظہار کیا تھا واضح ہوا بیشک ع

در عشق چنیں بو العجبہا باشد
[عشق میں ایسی ہی بو العجبیاں ہوتی ہیں]

اس قسم کا شوق و محبت طالبین کی آرزو اور سالکین کی تمنا ہے جو مقصد کے چہرے سے پردہ ہٹاتا ہے اور برسوں کے معاملہ کو ساعتوں میں طے کرا دیتا ہے گرفتارانِ قیدِ عقل اس محبت کی قدر نہیں جانتے اور اس جنون کو عیب و نقص سمجھتے ہیں اگر ان پر اس معاملہ کا ایک بال برابر بھی پردہ کھل جائے تو وہ بھی اس جنون کے دیوانے ہو جائیں اور صد آرزو کے ساتھ قیدِ عقل سے کنارہ کش ہو جائیں ؎

عقل گرداند کہ دل دربندِ زلفش چوں خوش است
عاقلاں دیوانہ گردند از پئے زنجیرِ ما

(اگر عقل جانتی کہ دل اس کی زلف کی قید میں کتنا خوش ہے تو عقلمند لوگ پاؤں کی زنجیر کے لئے دیوانے ہو جاتے)

www.maktabah.org

یہ جنون سعادت کا سرمایہ ہے اور قرب و معرفت کا ثمرہ دینے والا ہے، حدیث شریف میں ہے :۔ لَنْ يُّؤْمِنَ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يُقَالَ اِنَّهٗ مَجْنُوْنٌ[1] (تم میں سے کوئی شخص (کامل) مؤمن ہرگز نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ اُسے دیوانہ کہا جائے) آپ نے لکھا تھا کہ آپ رمضان شریف کا مبارک مہینہ سرہند میں گذاریں، بہتر ہے، سات سات استخارے تینوں برابر کریں۔ امید ہے کہ مبارک ہوگا اسقدر ہے کہ جو کچھ کریں حکمت کو ملحوظ رکھیں ایسی صورت نہ ہو کہ فتنہ پیدا ہونے کا سبب ہو جائے، اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ[2] (آپ اپنے رب کی راہ کی طرف علم کی باتوں اور اچھی نصیحتوں کے ذریعے سے بلائیے) فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى[3] (پھر آپ دونوں اس سے نرمی کے ساتھ بات کریں شاید وہ نصیحت قبول کرے یا ڈر جائے) والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۷۴

میر شرف الدین حسین اندجانی ثم لاہوری کے نام فقر و استغنا کی فضیلت میں مع جلیل القدر حدیث کے ذکر کے تحریر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ فیض کے دروازے ہمیشہ کھلے رکھے، آپ کے مکتوبات شریفہ نے پے در پے پہنچکر مسرور کیا جو خوشگوار نعمت کہ آپ کو حاصل ہے وہ فقر و استغنا ہے، فقر کے بارے میں کیا لکھوں کہ اس کی شان میں آیا ہے اَلْفَقْرُ فَخْرِيْ (فقر میرا فخر ہے) اور استغنا اللہ تعالیٰ کے اخلاق کے ساتھ متخلق ہوتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ (حضرت) جبرئیل (علیہ السلام) میرے پاس آئے اور کہا اے محمدؐ! جبتک آپ چاہیں زندہ رہیں پس بیشک (بالآخر) آپ مرنے والے ہیں اور آپ جس سے چاہیں محبت کریں پس بیشک (بالآخر) آپ اس کو چھوڑنے والے ہیں، اور آپ جو کچھ عمل چاہیں کریں پس بیشک آپ کو اس کا بدلہ ملے گا، اور جان لیں کہ مؤمن کی بزرگی اس کا رات کو عبادت کے ساتھ قیام کرنا ہے اور اس کی عزت لوگوں سے مستغنی ہونے میں ہے۔

آپ نے اس سے پہلے مجلس کی رونق کی بابت جو لکھا تھا (خدا کرے) اور زیادہ رونق حاصل ہو اور خود پسندی سے بہت دور رہیں اور نسبتِ باطن کی حفاظت اور اس کی کیفیت کے زیادہ ہونے میں کوشش کرتے رہیں اور دوستوں کے احوال میں اچھی طرح مشغول رہیں اور توجہات فرمائیں تاکہ ترقیات کے آثار ظاہر ہوں اور اس ناکارہ کو دعا میں یاد رکھیں، والسلام اولاً و آخراً۔

---

[1] حصن حصین میں ہے اکثروا ذکر اللہ حتی یقولوا مجنون، رواہ احمد وغیرہ [2] سورت نحل [3] سورت طٰہٰ

www.maktabah.org

مکتوب ۱۷۵

سرانداز خاں کے نام نصیحت اور ان کے احوال کی تعبیر میں تحریر فرمایا۔

ص ۲۳۶

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی خیر خلقہ محمد والہ وصحبہ اجمعین۔ آپ کا گرامی نامہ پہنچ کر مسرت افزا ہوا دعا ہے کہ آپ سلامتی اور عافیت کے ساتھ رہیں اور شریعت وسنت کے طریقے پر قائم رہیں، جدائی کے دن بہت زیادہ ہو گئے، شوقِ ملاقات کو کس طرح لکھا جائے، کیا کیا جا سکتا ہے، ہر چیز کا وقت مقرر ہے لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ [ہر کام کا ایک وقت معین ہے] (الرعد ۱۳/۳۸) جس طرح اللہ تعالیٰ رکھے اس پر راضی رہنا چاہیے ؎

ہجرے کہ بود مرادِ محبوب — از وصل ہزار بار بہتر

[جس جدائی کو محبوب چاہتا ہو وہ وصل سے ہزار گنا بہتر ہے]

بہر حال طاعات وعبادات میں سرگرم اور ذکر وفکر میں مشغول رہیں اور آخرت کی تیاری میں کوشش کرتے رہیں اور مولائے حقیقی جل شانہٗ کی رضا طلب کریں اور دور افتادہ دوستوں کو دعائے خیر میں یاد رکھیں۔

جو چیزیں کہ آپ نے مراقبہ میں دیکھی ہیں وہ سب عمدہ ہیں اور بشارت ہیں۔ فتحِ مکہ جو آپ نے کی ہے مکہ معظمہ گویا قلبِ انسانی کی طرف اشارہ ہے اس تعلق سے کہ مکہ مرکز اور زمین کا خلاصہ (جوہرِ حاصل) ہے اور قلب بھی انسان کا خلاصہ ہے جو کچھ انسان کی کلیت میں ثابت ہے تنہا قلب میں بھی ثابت ہے اسی لئے بدن کی اصلاح قلب کی اصلاح پر موقوف ہے اور اس (بدن) کا فساد اس (قلب) کے فساد پر موقوف ہے، فتحِ مکہ دشمن کے قبضہ سے قلب کے آزاد ہونے کی طرف اشارہ ہے اور کمالِ مقصد کے حاصل ہونے کی بشارت ہے اس لئے کہ قلب پہلے درجہ میں نفس کے تسلط اور اس کے بہکانے میں ہے اور جب حق جل وعلا کی عنایت سے قلب نفس کے تسلط سے نکل جاتا ہے اور اس کے بہکانے سے رہائی پالیتا ہے تو کمال کے راستہ میں دوڑتا اور قرب ومعرفت تک جو انسان کا کمال ہے پہنچ جاتا ہے۔ اور یہ جو آپ کے پیر ومرشد کہتے ہیں کہ جو حال کہ تو رکھتا ہے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل کل قیامت کے روز گواہی دونگا، حال کے کامل طور پر حاصل ہونے کی بشارت ہے جو کہ اس روز کی شہادت کے قابل ہوگا۔ اور یہ جو آپ کے دائیں ہاتھ کی جانب سے مضبوط وبلند سلام دیا گیا ہے اور آپ نے سلام کا جواب دیا ہے، یہ بھی دونوں جہان کی آفات سے سلامتی کی بشارت ہے۔ اور یہ جو کہتے ہیں کہ

www.maktabah.org

آسمان کو آپ کے لئے پھاڑتے ہیں یہ عروجِ روحی اور آسمان پر اعمال کی ترقی کی بشارت ہے ؂

اے عاشقاں اے عاشقاں ہنگام آں شد دجہاں مرغ دلم طیراں کند بالائے ہفتم آسماں

[اے عاشقو! اے عاشقو! دنیا میں اس بات کا وقت آگیا ہے کہ میرے دل کا پرندہ ساتویں آسمان کے اوپر پرواز کرے]

والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الهدیٰ۔

مکتوب ۱۷۶

میر عبد اللہ پشاوری کے نام نصیحت اور شیخ طریقت کے طریقے کی حفاظت اور اہلِ حقوق کی خدمت کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللہ تعالیٰ فیوض کے دروازے ہمیشہ کھلے رکھے (یہاں کے) احوال و ۲۲۷

اطوار ہر طرح حمدِ ذوالجلال کے لائق ہیں۔ اللہ سبحانہ سے آپ کی عافیت اور شریعتِ عالیہ و سنتِ منورہ مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے طریقے پر استقامت کی دعا کی گئی ہے پس بے شک یہی سرمایۂ کار و مدارِ نجات ہے اور اس کے علاوہ بیفائدہ رنج اٹھانا ہے۔ خواجہ مرحوم (خواجہ محمد حنیف رحمۃ اللہ) کے طریقۂ پسندیدہ کو اچھی طرح ملحوظ رکھیں اور ان کی پیروی کو ہاتھ سے نہ دیں اور دوستوں کے ساتھ اچھی طرح میل جول رکھیں اور اُن (خواجہ مرحوم) کے صاحبزادوں کی خدمت و رضامندی میں جان و دل سے کوشش کریں اور وراقادہ دوستوں کو دعائے خیر سے یاد رکھیں اور مولائے حقیقی جلت عظمتہ کی طاعت و عبادت میں کمرِ ہمت کو چُست باندھیں اور اس قلیل فرصت میں اس عزّ شانہ کی خوشنودی حاصل کریں اگرچہ ظاہری مربی (خواجہ محمد حنیفؒ) ہاتھ سے جاتا رہا ہے لیکن مربیِ حقیقی عزّ وجلّ قائم و دائم ہے، فَاِنَّ اللّٰہَ حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ [پس بیشک اللہ تعالیٰ ہمیشہ زندہ ہے اور کبھی نہ مرنے والا ہے] حلقۂ ذکر کو گرم رکھیں اور خلوت و تنہائی کی طرف راغب رہیں اور دن رات میں ایک دو وقت گوشہ نشینی کے لئے مقرر کر لینے چاہئیں اور ذکر و فکر کرنے اور لغزشوں اور کوتاہیوں کو یاد کرنے اور توبہ و استغفار کرنے اور اپنے وجود اور دیگر تمام کمالات اور اپنے تمام ارادوں کی نفی کرنے کو اس (گوشہ نشینی کے) وقت میں غنیمت سمجھنا چاہیے اور باقی اوقات افادہ و استفادہ میں صرف کرنے چاہئیں، والسلام

www.maktabah.org

مکتوب ۱۷۷

خواجہ عبد السلام کابلی کے نام طریقۂ پسندیدہ کی تعلیم اور اس شبہ کے حل میں جو انھوں نے آیۂ کریمہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۝ پر کیا ہے اور حال کی تعبیر میں تحریر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی خوشنودیوں کے حاصل کرنے کی عزت بخشے۔ آپ نے خواجہ عبد الآخر کے خط میں اس فقیر سے توبہ اور دل کی طرف توجہ کے طریقہ کی درخواست کی تھی، میرے مخدوم! آپ گذشتہ لغزشوں اور کوتاہیوں سے نادم ہوں توبۂ نصوح کریں اور تین دفعہ کلمۂ استغفار پڑھیں اس کے بعد قلبِ صنوبری کی طرف جو کہ قلب کی حقیقتِ جامعہ کا مقام ہے اور بائیں پہلو میں واقع ہے
متوجہ ہو کر لفظ مبارک اللہ کو اس میں گذاریں اور دل کی زبان سے اس کو کہیں اور اس پر ہمیشگی کریں ۲۳۸ص
جس قدر بھی یہ ذکر دل کا ملکہ (صفتِ راسخہ) ہوگا اسی قدر حضور مع اللہ اس کی صفتِ لازمہ ہو جائیگی۔
آپ نے لکھا تھا کہ حق سبحانہٗ فرماتا ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (میں نے جنوں و ۵۱ ۵۶
انسانوں کو اپنی عبادت ہی کے لئے پیدا کیا ہے) پس چاہیے کہ سب کو اس عمر تک پہنچائیں جو کہ عبادت و معرفت کے لائق ہے۔ بچپن میں موت دینے کی کیا وجہ ہے؟ میرے مخدوم! قاضی بیضاویؒ نے اس آیۂ کریمہ کو ظاہر و حقیقت سے مصروف (پھیرا ہوا) قرار دیا ہے اور تمثیل و مبالغہ پر محمول کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے اُن (جن و انس) کو ایسی صورت پر پیدا فرمایا جو غالب طور پر عبادت کی طرف متوجہ و مستعد ہو تو مبالغہ کے طور پر عبادت کو ان کی پیدائش کی غرض و غایت ٹھہرایا، اور اگر اس آیت کو اس کے ظاہر پر محمول کیا جائے حالانکہ دلیل اس کے خلاف ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے افعال کی علت اغراض نہیں ہیں تو یہ (یعنی اس آیت کو ظاہر پر محمول کرنا) اللہ تعالیٰ کے اس قول کے منافی ہے وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ (اور ہم نے بہت سے جنوں اور انسانوں کو دوزخ کیلئے پیدا کیا ہے) اور نیز ہو سکتا ہے کہ لِيَعْبُدُوْنِ کے معنی لِيَكُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ (تاکہ وہ میرے بندے بن جائیں) ہو پس اس صورت میں کوئی شبہ نہیں رہتا، اور نیز بعض مفسرین نے اللہ تعالیٰ کے اس قول کی وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ کی دلیل سے کہا ہے کہ جن و انس سے دونوں گروہوں کے مؤمنین مراد ہیں نہ کہ عام جن و انس۔ پس اس صورت میں بھی کوئی اشکال نہیں رہتا۔ اور نیز ہو سکتا ہے کہ عالمِ آخرت میں اطفال (بچوں) کو بھی معرفت حاصل ہو جائے اور ان کو عقل و شعور دیدیا جائے

www.maktabah.org

پ ۲۳ جب کہ مشرکین بھی اس روز میں موحد ہو جائیں گے اور کہیں گے وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ
[اللہ تعالیٰ کی قسم جو ہمارا رب ہے ہم تو مشرک نہیں تھے]

اور دو حال جو آپ نے دیکھے ہیں وہ دونوں عمدہ و مبارک ہیں، بظاہر آپ سے دین متین کی تقویت اور کسی سنت کا زندہ کرنا اور کسی بدعت کو شانا واقع ہو گا، قبر مبارک پر پڑی ہوئی چیزوں کو صاف کرنا بھی ان کی تعبیر ہو سکتی ہے اور نیز (ان کی تعبیر) بدعت کے شائع ہونے اور دین متین میں سستی واقع ہونے کے اندیشہ کی وجہ سے کسی درویش کے نکالنے کا سبب ہو۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۷۸

ملا پائندہ محمد کابلی کے نام خواجہ مرحوم (خواجہ محمد حنیفؒ) کی تعزیت اور اہل حقوق کی خدمت کی ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

ملا ۲۲۹ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، حامداً و مصلیاً، آپ کے دو خطوط پے در پے پہنچ کر مسرت بخش ہوئے، شوقِ ملاقات اور اس کے وقوع کے موانع جو آپ نے لکھے تھے واضح ہوئے، ہم دونوں کو بھی مشتاق جانیں، ملاقات وقت پر موقوف ہے لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ [ہر کام کا ایک وقت معین ہے]

پ ۱۳ ۳۸ آپ نے خواجہ مرحوم (خواجہ محمد حنیف) قدس سرہ کی مفارقت کے متعلق جو کچھ لکھا تھا سب درست ہے، اوروں کا ماتم (صرف) زمین کے ایک حصہ میں ہوتا ہے لیکن اہل اللہ کا ماتم زمین و آسمان میں ہوتا ہے اور ظاہر و باطن میں سرایت کر جاتا ہے کیونکہ ان کے فیض و برکات سے سب محروم ہو جاتے ہیں، اس وحشت اثر خبر کے سننے سے کیا کہوں کہ کس قسم کا رنج و الم پیش آیا، لیکن چونکہ (یہ سانحہ) محبوب حقیقی و فاعلِ مختار کی تقدیر اور ارادے سے ہوا ہے (اس لئے) صبر و رضا و تسلیم کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے

پ ۲ ۱۵۶ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ [ہم اللہ تعالیٰ کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں]۔

آپ نے چند شعر جو آسمان و زمانہ کی شکایت میں لکھے ہیں اور یہ مصرع انہی اشعار میں سے ہے ع

فلک با من خستہ بیداد کرد [آسمان نے مجھ زخمی کے ساتھ ظلم کیا]

یہ بات بہت ہی نامناسب ہے، بیچارہ آسمان اور بے بنیاد زمانہ بھلا کیا حیثیت رکھتے ہیں کہ حوادث ان کی طرف منسوب ہوں جو کچھ بھی ہے حق جل و علا کی تقدیر سے ہے، زمانہ اور آسمان کو اس (اللہ سبحانہ) کے فعل میں کسی قسم کا دخل نہیں ہے، جو وہ (تعالیٰ شانہ) کرتا ہے وہ سب عدل ہے کوئی ظلم و بال

www.maktabah.org

گنجائش نہیں رکھتا، اِنَّ اللّٰہَ لَا یَظۡلِمُ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ [بیشک اللہ تعالیٰ ایک ذرہ کی برابر بھی ظلم نہیں کرتا] پ۵ ع۴
اس بارگاہ میں ذرہ برابر ظلم و بیداد کا اثبات بھی انتہائی قبیح ہے، اَسۡتَغۡفِرُ اللّٰہَ مِنۡ جَمِیۡعِ مَا کَرِہَ اللّٰہُ قَوۡلًا وَّ فِعۡلًا وَّ خَاطِرًا [ہر قسم کے اس قول و فعل و خیال سے جس کو اللہ تعالیٰ ناپسند فرماتا ہے میں اللہ تعالیٰ کی مغفرت چاہتا ہوں] خواجہ مرحوم کی جماعت اور فرزندوں کی خدمت و رعایت اور خانقاہ کی درستی میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کریں اور جان و دل سے کوشش کریں اور خواجہ مرحوم کے احسانات کے عوض میں ان کے فرزندوں کی خدمت و دلجوئی کریں (آیہ کریمہ) قُلۡ لَّاۤ اَسۡـَٔلُکُمۡ عَلَیۡہِ اَجۡرًا اِلَّا الۡمَوَدَّۃَ فِی الۡقُرۡبٰی [آپ کہدیجئے کہ میں تم سے اور کچھ نہیں چاہتا بجز رشتداری کی محبت کے] پڑھیں اور پ۲۵ ع۴
دور افتادہ دوستوں کو دعائے خیر سے یاد رکھیں والسلام والاکرام۔

مکتوب ۱۷۹

شیخ میر محمد موسیٰ کے نام ان کے احوال کی شرح اور ان کے فنائے نفس کی حقیقت کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفےٰ، اللہ تعالیٰ فیوض و توسل کے دروازے ہمیشہ کھلے رکھے، آپ نے لکھا تھا کہ فنائے قلب ہو چکی ہے اور فنائے نفس ہو رہی ہے لیکن میں چاہتا ہوں کہ
ص۲۳۰
فنا پوری طرح حاصل ہو جائے اور صفات خود سے جدا ہو کر اصل کے ساتھ ملحق ہو جائیں، میرے مخدوم جو کچھ حاصل ہوا ہے نعمت ہے اس کا شکرانہ ادا کریں اور ترقی کے منتظر رہیں اور کلمہ لا کے ذریعے وجود صفات کی خود سے نفی کریں تاکہ یہ ہستی پوری طرح درمیان سے رخصت ہو جائے اور عدم صرف سے مل جائے اور صفات بھی جدا ہو کر اصل کے ساتھ جا ملیں اس وقت فنائے نفس ظاہر ہوتی ہے اور نفس امارگی و انانیت سے باہر ہو جاتا ہے بقائے اتم کے بعد نفس مطمئنہ ہو جاتا ہے۔ اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "فنائے نفس ہو رہی ہے الخ" میرے مخدوم! یہ فنائے نفس کی تمہید ہے نہ کہ فنائے نفس، فنائے نفس اسوقت ہوتی ہے جو کہ بیان ہو چکا ہے۔ اور یہ جو آپ نے دوستوں کے احوال کے بارے میں لکھا تھا کہ بعض لطائف کے ذکر میں ہیں اور بعض فنائے قلب تک پہنچ گئے ہیں (اس بات نے) مسرور کیا اپنے کام میں سرگرم رہیں اور خلوت کی طرف راغب رہیں اور مولائے حقیقی جل شانہٗ کی خوشنودیوں کے حاصل کرنے میں کوشش کریں اور قبر و قیامت کا زادِ راہ بہم پہنچائیں اور دوستوں کو دعا میں یاد رکھیں، برادرانِ دینی حافظ محمد طاہر و حبیب علی سلام پڑھیں۔ والسلام والاکرام۔

www.maktabah.org

مکتوب ۱۸۰

میر بزرگ کے نام طلب و اضطراب پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حامداً و مصلیاً، اللہ تعالیٰ فیوض کے دروازے ہمیشہ کھلے رکھے گرامی نامہ پہنچکر مسرت بخش ہوا، سلامتی و دلجمعی کے ساتھ رہیں اور مطلب اعلیٰ تک پہنچنے میں جان و دل سے کوشش کریں اور پائے طلب سے عاجز ہو کر نہ بیٹھیں، افسردگی و پژمردگی دشمنوں کے نصیب ہو، ایک بزرگ نے کہا ہے کہ تصوف اضطراب ہے جب سکون آگیا تو تصوف نہ رہا، محب کو محبوب کے بغیر آرام نہیں ہے اور وہ اس کے ماسوا کے ساتھ انس و الفت اختیار نہیں کرتا اور جمعیت نہیں رکھتا اور اس کی جمعیت عشق کے تفرقہ میں ہے اور آرام بے آرامی میں ہے ع

جمعیتِ من آنکہ پریشان تو باشم [میری دلجمعی یہ ہے کہ میں تیرا پریشان رہوں]

آپ نے باطنی شغل میں دائمی طور پر مشغول ہونے اور شریعت کے طریقے پر استقامت کے بارے میں تحریر کیا تھا خوشی کا باعث ہوا۔ زادکم اللہ سبحانہ توفیقاً و محبۃً و شوقاً [اللہ سبحانہ آپ کو مزید توفیق اور محبت و شوق عطا فرمائے] والسلام علیکم و علیٰ سائر من اتبع الھدیٰ۔

مکتوب ۱۸۱

خواجہ محمد صدیق ملقب بہ خواجہ ماہ پسر خواجہ عبد الرحمٰن نقشبندی کے نام ان کے احوال کی شرح اور فنائے مجذوبیہ جو کہ مقام حیرت ہے اور فنائے حقیقی کے درمیان فرق کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۳۱

حمد و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ (یہاں کے) احوال ہر طرح حمد کے لائق ہیں اللہ سبحانہٗ سے آپ کی سلامتی اور شریعتِ عالیہ و سنتِ منورہ مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے طریقہ پر استقامت اور باطنی درجات پر آپ کی ترقی کے لئے دعا کی گئی ہے، آپ کا گرامی نامہ پہنچکر مسرت بخش ہوا چونکہ بلند احوال و کیفیات پر مشتمل تھا اس لئے اس کے مطالعہ نے مزید خوشی بخشی، حق سبحانہٗ ہمیشہ ترقی میں رکھے اور اس موہوم ہستی کو جو کہ ہستیٔ حقیقی کے چہرہ پر ایک پردہ ہے پوری طرح درمیان سے اٹھادے اور مطلوب حقیقی اغیار کی مزاحمت کے بغیر تختِ ظہور پر جلوہ افروز ہو اور حضور خود بخود رونما ہو

www.maktabah.org

اس مقام سے سالک کا حصہ استہلاک و اضمحلال اور لاشئ و عدم ہوجاتا ہے، جب تک اس کا وجود درمیان میں ہے مطلوب کا کوئی پتہ نشان نہیں ہے اور جب مطلوب جلوہ فرماتا ہے طالب بے چارہ صحرائے عدم کا رُخ کرتا ہے اور اس کا کوئی نام و نشان نہیں رہتا بندگی کے ساتھ صفتِ خواجگی کے جمع ہونے کی کیا صورت ہوگی۔

آپ نے لکھا تھا کہ اسوقت حال یہ ہے کہ اپنے اندر کسی چیز کو ملاحظہ نہیں کرتا ہوں کہ ہے یا نہیں ہے۔ میرے مخدوم! یہ حال اعلیٰ ہے لیکن کوشش کریں کہ ہستی کا کوئی اثر باقی نہ رہے اور نیستی و عدم صرف مطلق کے ساتھ ملحق ہوجائیں تاکہ حقیقی فنا رونما ہو اور سالک کا عین و اثر نہ رہے۔ (سالک) اس وقت تمام اوصاف و نسبات کو اپنے آپ سے نفی و سلب کرتا ہے۔ اور آپ نے جو کچھ لکھا ہے وہ گم شدگی اور حیرت و عدمیت کی حالت ہے اور حیرت کی جانب میں فنا ہے، گم شدہ کیا جانے کہ وہ صاحبِ اوصاف ہے یا نہیں ہے، اور آپ اپنے اندر کسی چیز کو ملاحظہ نہیں کرتے ہیں کہ ہے یا نہیں ہے (سالک) نفی و اثبات اس وقت کرتا ہے جبکہ اپنے آپ سے اور اپنی صفات سے خبر رکھتا ہو ؎

حُسنِ تو چناں کرد مرا زیروزبر   کز زلف و خط و خالِ توام نیست خبر

[تیرے حُسن نے مجھ کو ایسا زیروزبر کر دیا کہ مجھ کو تیرے زلف و خط و خال کی بھی خبر نہیں ہے]

صاحب فنا حقیقی صاحبِ شعور و تمیز ہے اور اشیاء کے حقائق کو جیسی کہ وہ ہیں جانتا ہے اس لئے کہ اس مقام میں فنا و بقا ایک دوسرے سے ممتاز ہیں عینِ فنا میں باقی اور عینِ بقا میں فانی ہے وہ جانتا ہے کہ اس کی ذات عدم ہے اور اوصافِ کمال اُس کے اندر عاریتی اور مرتبۂ وجوب سے مستفاد ہیں بلا تکلف اپنے آپ سے اُن کی نفی کرتا ہے اور اس ذات کا اثبات کرتا ہے جو کہ اثبات کے لائق ہے اور اپنے آپ کو عدم صرف سے ملحق پاتا ہے اور خیر و کمال کی بُو کو محسوس نہیں کرتا اگرچہ وہ بقا سے مشرف ہوجاتا ہے اور ولادتِ ثانیہ کے ساتھ پیدا کر دیا جاتا ہے عَرَفْتُ رَبِّیْ بِجَمْعِ الْاَضْدَادِ [میں نے اپنے رب کو متضاد چیزوں کے (یکجا) جمع کر دینے سے پہچانا] مَنْ لَمْ یَذُقْ لَمْ یَدْرِ [جس نے بالکل نہیں چکھا اس نے ہرگز نہیں جانا] پس غور کر لیجئے بیشک یہ فرق دقیق ہے کم لوگ ہیں جو اس کی طرف ہدایت پائے ہیں پس دونوں حال خلط ملط ہوگئے اور صورت حقیقت کے ساتھ مشتبہ ہوگئی اور حقیقتِ امر اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ ص ۲۳۲

۞ ۞ ۞

۞ ۞

۞

www.maktabah.org

مکتوب ۱۸۲

میر نوروز بختیار اوشی کے نام اس بات کے بیان میں کہ اصل کو ظل کی مانند پیچھے چھوڑ دیا جائے تاکہ ذات تک وصول میسر آجائے۔ میر نوروز بختیار اوشی

حمد و صلوٰۃ اور ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ (یہاں کے) حالات ہر طرح حمد کے لائق ہیں امید ہے کہ آں سیادت انتساب (آپ) بھی بعافیت ہوں گے اور شریعت و سنت کے طریقہ پر قائم و دائم ہوں گے اور صورت سے حقیقت کی طرف آئیں گے اور ظل سے اصل کی طرف اور اصل سے اس کے ماوراء تک پہنچیں گے اگرچہ اصل سے گذر جانا اپنے عدم میں کوشش کرنا ہے جو کہ لاحاصل ہے اور بظاہر محال ہے لیکن محب ذات کو ذات تعالیٰ کے ساتھ المرء مع من احب [آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے] کے حکم کے مطابق ایک بے کیف معیت ہے اور ذات عز شانہٗ ظل و اصل سے ماوراء ہے اس لئے اس محب کو اصول سے گذر جانا چاہئے تاکہ بے کیف معیت حاصل کرے اور اپنے آپ کو اور اپنے اصول کو چھوڑ کر مطلوب کے ساتھ ہم آغوش ہو جائے، مَنْ لَمْ يَذُقْ لَمْ يَدْرِ [جس نے نہیں چکھا اس نے نہیں جانا] اللہ تعالیٰ کی حمد و احسان ہے کہ سعادت آثار میر عمر روضۂ منورہ کے فیوض و برکات سے بہرہ مند ہوا اور اُس (روضۂ منورہ) کے درویشوں اور مجاوروں کی صحبت میں بکثرت فوائد حاصل کئے ہیں اور بہت زیادہ ترقیات کی ہیں۔ برخورداران میر عثمان و میر علی کمال کو پہنچیں۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۸۳

محمد یحییٰ پسر قاضی جوکی کابلی کے نام ان کے حال کی ستائش اور آیۂ کریمہ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا کے متعلق ان کے سوال کے جواب وغیرہ امور کے بارے میں تحریر فرمایا۔ یحییٰ

حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ مکتوب شریف نے مشرف کیا۔ آپ نے جمعیت باطن اور عقیدت و اخلاص کے رابطہ کے قوی ہونے اور شوقِ ملاقات اور اس کے موانع کے بارے میں تحریر فرمایا ۲۳۲
تھا واضح ہوا، تمام چیزیں اپنے اپنے وقت پر موقوف ہیں لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ [ہر کام کا ایک وقت معین ہے] اب ہے کہ آتش شوق مشتعل ہو اور شعلہ محبت بلند ہو جائے تاکہ ماسوائے پوری طرح رہائی دلادے

www.maktabah.org

اور مطلبِ اعلیٰ تک پہنچائے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "ذکر نفی و اثبات میں مشغول رہتا ہوں کبھی عجیب معاملہ رونما ہوتا ہے نفی کے مقام کو اثبات کے مقام سے ممتاز پاتا ہوں، نفی کی جانب میں نیستی و عدم کے سوا کچھ نہیں ہے اگر کبھی ہستی صورتوں میں متجلی ہوتی ہے تو میں اس کو ظلال و پرتوے پاتا ہوں اور وہ چیز کہ جس پر ہستی کا اطلاق کیا جا سکتا ہے اثبات کی جانب میں دیکھتا ہوں"۔ بیشک مَا لِلتُّرَابِ وَرَبِّ الْاَرْبَابِ [چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک] جو کچھ آفاق و انفس کے آئینوں میں ظاہر ہوتا ہے وہ سب ظلال و امثال ہے اور تشبیہ و مثال کے ساتھ تسلّی ہے آیۂ کریمہ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ
ق ۱۶ الْوَرِیْدِ [اور ہم اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں] شاہدِ حال ہے، جب تک آفاق و انفس سے نہ گذر جائے اور اقربیت تک نہ پہنچ جائے یہ معما پردہ نہیں کھولتا، جو آفاق و انفس میں ہے حق سبحانہٗ نے اس کو آیات (نشانیاں) والِہٰ (معبودوں) میں داخل کیا ہے اور فرمایا ہے سَنُرِیْهِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَفِیْٓ اَنْفُسِهِمْ
حم السجدہ ۵۳ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ [ہم عنقریب ان کو آفاق میں اور ان کے انفس میں اپنی نشانیاں دکھائیں گے حتیٰ کہ ان کو واضح ہو جائے گا کہ بیشک وہی حق ہے] آپ کا اس حال اور اسی طرح یہ جو اس کے بعد آپ نے لکھا ہے کہ "اس زمانے میں خود کو نہایتِ قرب کی دریافت سے بہت قاصر پاتا ہوں آیۂ کریمہ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ جس کی تصدیق کرتی ہے اس کے مطالعے نے نہایت مسرور کیا اور آپ کی فطرت کی بلندی کی خبر دی، اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ ترقیات میں رکھے۔ آپ نے لکھا تھا کہ آیۂ کریمہ وَفَضَّلْنٰهُمْ
۷۰ عَلٰی كَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِیْلًا [اور ہم نے ان کو اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت دی ہے] (انسان پر) غیرِ انسان کی فضیلت کا فائدہ دیتی ہے"۔ میرے مخدوم! اس آیت سے انسان پر غیرِ انسان کی فضیلت لازم نہیں آتی، زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ اس آیتِ کریمہ سے انسان کی اپنے جمیع ماسوا پر فضیلت لازم نہیں آتی، علما نے کہا ہے کہ اس جگہ مستثنیٰ ملائکہ ہی جنسِ ملائکہ پر جنسِ انسان کی فضیلت اگرچہ اس جگہ سے مستفاد نہیں ہے لیکن اگر بعض افرادِ انسان کو تمام افرادِ ملائکہ پر فضیلت ہو تو گنجائش رکھتا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ کثیر اس جگہ میں کُل کے معنی میں ہے پس شبہ کا کوئی مقام نہیں ہے لیکن یہ توجیہ بعید ہے، آپ نے مقطعات و متشابہاتِ قرآنی کے بارے میں پوچھا اور ان کا حل طلب کیا تھا۔ میرے مخدوم! متشابہات کے بارے میں زیادہ سلامتی کا طریقہ یہ ہے کہ ہم ان پر ایمان لائیں اور ان کا علم حق تعالیٰ پر چھوڑ دیں (دیں) حق سبحانہٗ کے
۲۳ اسرار ہیں کہ جن کو اس نے اپنے اخص الخواص بندوں پر ظاہر فرمایا ہے اور رمز و اشارے کے ساتھ بات کی ہے اور نامحرموں سے چھپایا ہے اور جس شخص پر اس معما کا راز ظاہر ہوا اس نے اس کے اظہار پر جرأت نہیں کی اور ان اسرار کے لکھنے اور کہنے پر دلیری نہیں کی، بیضاوی و مدارک سے ان (اسرار) کے حل کی کیا توقع ہے اور اس نادان مسکین سے یہ عقدہ کس طرح کھلے گا امید ہے کہ معذور رکھیں گے۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔

www.maktabah.org

مکتوب ۱۸۴

حاجی بیگم کے نام جو کہ اہلِ حقوق میں سے ہیں فنا و عدمیتِ ذاتی کے حاصل کرنے پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ آپ کی ذاتِ بابرکات کو اپنے الطاف و عنایات میں شامل فرما کر باطنی جذباتِ قویہ کے ساتھ مکرم و ممتاز رکھے، الطاف نامۂ گرامی نے جو کہ آپ نے اس مسکین کے نام ارسال کیا تھا مشرف کیا اور وہ مسرت بخش ہوا، آپ سلامت رہیں اور ہمیشہ ترقی میں رہیں مَنِ اسْتَوٰی یَوْمَاهُ فَهُوَ مَغْبُوْنٌ [جس شخص کے دو دن یکساں گذریں (یعنی ترقی نہ کرے) وہ خسارے میں ہے] آپ کو معلوم ہو کہ بندہ اور حق سبحانہٗ کے درمیان سب سے بڑا حجاب سالک کا وجود ہے جو کہ انانیت کا منبع اور شرکت کی بنیاد ہے، کلمہ لَا کے ساتھ خود سے وجود اور تمام کمالات کی نفی اس حد تک کرنی چاہیے کہ عدمیتِ ذاتیہ ظاہر ہو جائے اور وجود اور کمالات اپنی اصل کی طرف لوٹ جائیں کیونکہ ہر کمال جو کہ ممکن میں ہے وہ سب اس بارگاہِ قدس سے مستفاد و مستعار ہے جو کچھ اس کا ذاتی ہے وہ عدم ہے اور ممکن نے اس عاریتی دید کے باعث اپنے آپ کو کامل و خبیر تصور کر لیا ہے اور شرکت و انانیت اور ہمسری کا دعوٰی بہم پہنچایا ہے اور جب عنایت کی پیشقدمی سے اس کی عدمیتِ ذاتی ظاہر ہوتی ہے اور تمام کمالات صاحب کمالات کی طرف لوٹ جاتے ہیں تو سر رشتۂ سعادت ہاتھ آتا ہے اور (سالک) شرکِ خفی اور نفسِ امارہ کی انانیت سے رہائی پا لیتا ہے اور فنائے حقیقی سے مشرف ہو جاتا ہے اور نفسِ امارہ مطمئنہ ہو جاتا ہے، ع

این کارِ دولت ست کنون تا کرا دہند [یہ نصیب کی بات ہے دیکھئے اب کس کو عنایت کرتے ہیں]

ے چوں بدانستی کہ ظلِّ کیستی فارغی گر مُردی و گر زیستی

[جب تو نے جان لیا کہ تو کس کا ظل (سایہ) ہے تو خواہ تو مُردہ ہے یا زندہ (اب) تو بے فکر ہے]

یہ دور افتادہ امیدوار ہے کہ کبھی کبھی دعا و توجہ سے یاد فرماتے رہیں گے۔ والسلام

مکتوب ۱۸۵

خواجہ امان اللہ و خواجہ مومن برہانپوری کے نام مطلب کی بلندی کے بارے میں اور اس بیان میں تحریر فرمایا

www.maktabah.org

کہ تجلیات وظہورات ظلال سے وابستہ ہیں کامل طور پر وصال کا وعدہ آخرت کیلئے ہے۔

حمد وصلوٰۃ وتبلیغ دعوات کے بعد عرض ہے کہ مکتوب شریف پہنچکر مسرت بخش ہوا۔ آپ نے ۲۳۵
ملاقات کے شوق وتمنا کا اظہار کیا تھا، دوستوں کو بھی مشتاق جانیں اور حدیث شریف وَاَنَا اِلَیْھِمْ لَاَشَدُّ شَوْقًا [اور میں ان کی طرف البتہ زیادہ شدید شوق رکھتا ہوں] پڑھیں، اس ناپائیدار دنیا میں عاشق مسکین کا حصہ یہی شوق واضطراب وتپش وسوز ہے ؎

متاعے کزیں رہ گذر می بریم ۔۔۔ لب خشک ومژگان تر می بریم

[جو متاع کہ ہم اس رہگذر (دنیا) سے لے جاتے ہیں وہ خشک ہونٹ اور تر پلکیں ہیں]

کامل طور پر وصال کا وعدہ آخرت کے لئے ہے آیۂ کریمہ مَنْ کَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰہِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰہِ لَاٰتٍ [جو شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات کی تمنا کرتا ہے تو (جان لے کہ) بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی ساعت ضرور آنے والی ہے] اس پر دلالت کرتی ہے اور یہ جو بعض صوفیۂ عالیہ سے اس دنیا میں شہود ومشاہدہ ثابت کیا جاتا ہے اور (اس کو) تجلیات وظہورات قرار دیا جاتا ہے وہ سب ظلال سے وابستہ ہے اور شبہ ومثال کا حکم رکھتا ہے تسلی بخش ذاتِ احدیت تعالیٰ کا طالب اس سے تسلی حاصل نہیں کرتا اور پانی سے سراب کی طرف مائل نہیں ہوتا اس دارِ ناپائیدار میں کوشش کی انتہا حجابات اور پردوں کا اٹھنا ہوتا ہے نہ یہ کہ وہ مطلوب کو جال میں لے آئیں اور عنقا کو شکار کرلیں ؎

عنقا شکارِ کس نشود دام باز چیں ۔۔۔ کاینجا ہمیشہ باد بدست ست دام را

[عنقا کو کوئی شخص شکار نہیں کرسکتا تو اپنا جال اٹھالے کیونکہ یہاں ہمیشہ جال کے ہاتھ میں ہوا ہے (یعنی اس کو کچھ حاصل نہیں ہے)]

ہاں خواص الخواص بندوں میں سے بعض ایسے ہیں کہ اُن کی دنیا کو آخرت کا حکم دیدیا گیا ہے وہ چیزیں جن کا وعدہ عالمِ آخرت کیلئے ہے اگر ان کیلئے اس دنیا میں ظہور فرمائیں اور اُن کو مراتبِ ظلال سے پوری طرح گذار کر ذاتِ بحت تک پہنچادیں اور اس بارگاہِ عالی سے کچھ حصہ (ان کو) عطا فرمادیں تو گنجائش رکھتا ہے ؎

اگر ایں لحظہ ممکن کارِ شب نیست ۔۔۔ زبختِ مقبلاں ایں ہم عجب نیست

[اگرچہ اس وقت رات کا کام ممکن نہیں ہے لیکن اقبال مندوں کے نصیبے سے یہ بھی عجب نہیں ہے]

والسلام علیکم وعلیٰ سائر من لدیکم۔ سعادت آثار میاں شیخ محمد (درجہ) کمال تک پہنچیں، آپ کی توفیق کی خبر (کا سننا ہم) دوستوں کے لئے مسرت کا سبب ہے اَللّٰھُمَّ زِدْ [اے اللہ! اور زیادہ فرما] اپنے کام میں سرگرم رہیں اور پائے طلب سے عاجز ہو کر نہ بیٹھیں اور ترقی سے رُکے نہ رہیں مَنِ اسْتَوٰی یَوْمَاہُ فَھُوَ مَغْبُوْنٌ [جس شخص کے دو دن یکساں گذریں (یعنی ترقی نہ کرے) وہ خسارے میں ہے] امیدوار رہیں اور ہم کو (توجہ) غافل نہ جانیں۔

www.maktabah.org

مکتوب ۱۸۶

تیمور بیگ کولابی کے نام حالتِ عدمیت کے دوام کے حصول پر ترغیب دینے اور کوتاہیٔ اعمال کی دید کی تعریف میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، جو خط کہ ازراہِ محبت آپ نے بھیجا تھا اس نے پہنچکر خوش وقت کیا۔ آپ نے لکھا تھا کہ "میں سکوت (مراقبہ) کے وقت قالب پر کوئی اثر نہیں دیکھتا ہوں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا کچھ درمیان میں نہیں ہے میں حیرت زدہ رہ جاتا ہوں کہ یہ کیا ہے؟" میرے مخدوم! حیرت کا کوئی مقام نہیں ہے کیونکہ یہ ایک عمدہ حالت ہے جو سالکوں کو پیش آتی ہے لیکن معتبر یہ ہے کہ یہ حالت دوام حاصل کرلے، مراقبہ وغیر مراقبہ اور سکوت وغیر سکوت عدمیت و نیستی کے دیکھنے میں یکساں ہوں اور عدمیتِ ذاتی رونما ہوجائے اور وجود موہوم جو کہ (نفسِ) امارہ کی انانیت کا منبع ہے زوال پذیر ہوجائے اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "اگر طاعت و عبادت کی جاتی ہے تو اس سے استغفار کرکے نظر اس کے فضل و کرم پر رکھتا ہوں"۔ اس کے مطالعہ نے مسرور کیا جسقدر قصور کی دید اعمال کے اندر پیدا ہوگی اعمال کی قیمت کو اسی قدر بڑھائے گی اور قابلِ قبول بنائے گی۔ بزرگوں نے کہا ہے اِعْمَلْ وَاسْتَغْفِرْ (عمل کر اور استغفار کر) عمل سے رُکے نہ رہیں اور اُس سے استغفار (بھی) کریں اور نظر محض فضل پر رکھیں بندگی کا طریقہ یہی ہے۔ دیگر جو شخص کہ اسم ذات کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہوسکے اس کو ذکرِ لسانی بھی بتادیں امید ہے کہ دونوں ذکر فائدہ دینگے نیز آپ نے برادرِ عزیز حاجی محمد عاشور کے خط میں لکھا تھا کہ چالیس کا عدد پورا ہوگیا ہے۔ میرے مخدوم ایسا ٹھ آدمیوں کی بھی اجازت ہے کہ جن کا مجموعہ سو ہوجاتا ہے۔ والسلام

مکتوب ۱۸۷

ایک صالحہ عورت کی طرف وعظ و نصیحت کے بارے میں تحریر کیا گیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حامداً و مصلیاً، عصمت پناہ و عفت دستگاہ ہمشیرہ مشفقہ محترمہ اس مسکین کی جانب سے سلام عافیت انجام پڑھیں، مکتوب شریف پہنچکر مسرت بخش ہوا چونکہ فقرا کی محبت کی خبر دینے والا اور بے مثل مطلوب کی طلب کا پتہ دینے والا تھا (اس لئے) مزید مسرت بخش ہوا۔

www.maktabah.org

امید ہے کہ اس محبت کی آگ بلند اور طلب کا شعلہ مشتعل ہوگا تاکہ ماسوا سے بیگانہ اور مطلوب حقیقی سے یگانہ کردے، بہرحال صحبت حاصل ہونے تک معمولاتِ طاعات و عبادات کی پابند رہیں اور وقت کو بیہودہ امو میں صرف نہ کریں اور لہو و لعب میں مشغول نہ ہوں کہ اس کا نتیجہ حسرت و ندامت کے سوا کچھ نہیں ہے اور شرعی حلت و حرمت میں اچھی طرح احتیاط کریں اور امر و نہی کے مطابق زندگی گذاریں، حق تعالیٰ نے بندہ کو بیکار نہیں پیدا کیا اور اس کی مرضی پر نہیں چھوڑا ہے کہ جو کچھ سمجھے کرے، اس کا ہمیشہ خیال رکھیں کہ ص۲۳۷
مولائے حقیقی نے اس کو اوامر و نواہی کا مکلف بنایا ہے بندہ اس کے بغیر چارہ نہیں رکھتا کہ اس کے مطابق عمل کرے ورنہ بندہ سرکش شمار ہوگا اور طرح طرح کے عذابوں کا مستحق ہوگا، اللہ تعالیٰ سبحانہٗ کی حمد ہے کہ آپ کے صاحبزادگان نیک توفیق رکھتے ہیں اور اُن کا معاملہ ترقی پر ہے اُن کے احوال پر رشک آتا ہے زَادَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى تَوْفِيْقًا [اللہ تعالیٰ ان کو مزید توفیق عطا فرمائے] اس فقیر کو دعائے خیر و غائبانہ توجہ سے غافل نہ جانیں (خدا کرے کہ) نعمتِ دوام ہمیشہ نصیب رہے۔

مکتوب ۱۸۸

سیادت پناہ شیخ محمد یوسف گردیزی کے نام اُن کے خط کے جواب میں جو کہ انھوں نے مجلس کی رونق کے بارے میں لکھا تھا تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، الطاف نامۂ گرامی کے صدور سے مشرف ہوا، اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے کہ آپ عافیت کے ساتھ وطنِ مالوف پہنچ گئے اور صاحبزادگان و متعلقین کو بخیریت پایا، جو خلعتیں بزرگوں سے عنایت ہوئی ہیں مبارک ہوں، دوستوں کے حلقہ میں بیٹھنے اور متاثر ہونے اور بعض کے بیہوش ہونے اور سرورِ کائنات علیہ افضل الصلوات واکمل التحیات کو دیکھنے کے بارے میں جو آپ نے لکھا تھا واضح ہوا اور خوشی کا باعث ہوا، اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کا شکر بجالائیں اور مزید انعامات کے طالب رہیں، گوشہ نشینی کی طرف بہت زیادہ رغبت فرمائیں اور بکثرت ذکر میں مشغول رہیں، پ۲۸ ع۶
اور آخرت کا زادِ راہ تیار کریں وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ [اور ہر شخص کو یہ دیکھنا چاہئے کہ اس نے کل (قیامت) کیلئے آگے کیا بھیجا ہے] اور یہ جو بعض لوگ بغیر اس کے کہ توجہ کی جائے گر پڑتے ہیں اور از خود رفتہ ہوجاتے ہیں اس کا راز ظاہر ہے کہ یہ صحبت کی تاثیر سے ہے، دوستوں سے دعائے سلامتیٔ خاتمہ کی امید کی جاتی ہے۔ والسلام علیکم و علیٰ سائر من اتبع الہدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات والبرکات العلیٰ۔

www.maktabah.org

مکتوب ۱۸۹

محب علی ملتانی کے نام اُن کے احوال کی شرح اور خود پسندی و ریا کی باریکیوں سے رہائی حاصل کرنے پر ترغیب دینے اور قرآن مجید کی تلاوت کے کچھ کمالات اور ذکر و ذاکر کے مذکور میں محو ہو جانے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوۃ و تبلیغ دعوات کے بعد عرض ہے کہ آپ نے جو خط بھیجا تھا اُس نے پہنچ کر مسرور کیا،
۲۳۸ حق سبحانہٗ آپ کو جمعیت کے ساتھ رکھے اور ترقیات کے دروازے کھول دے۔ اور آپ نے قصورِ لغزشوں اور گناہوں کی دید اور عُجب و ریا کی باریکیوں کے ظہور اور اُن پر استغفار و گریہ و تضرع و زاری کے بارے میں لکھا تھا اس کے بعد دوسرے روز آپ نے دیکھا کہ ”ریا و عُجب (خود پسندی) آپ سے اُٹھا دی گئی ہے لیکن چونکہ آدمی شرِ محض ہے ابھی اس کی کچھ باریکیاں ہیں کہ آپ اُن پر مطلع نہیں ہوئے ہیں اور اپنے آپ کو مخلوق میں سب سے بُرا جانتے ہیں“ میرے مخدوم! اس دید اور اس رہائی پر اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کا شکر بجا لائیں عُجب و ریا کی باریکیوں سے جو کہ شرکِ خفی ہے رہائی پانا ایک عظیم امر ہے جو کہ فنائے اَتم پر مترتب ہوتا ہے، صوفیۂ عالیہ کا سلوک شرک کی انہی باریکیوں سے رہائی اور اخلاص کی حقیقت حاصل کرنے کے لئے ہے علم و عمل کو کتبِ شرعیہ میں واضح طور پر بیان کر دیا گیا ہے اور اخلاص صوفیۂ عالیہ کی خدمت سے وابستہ ہے علم و عمل اخلاص کے بغیر مقبول نہیں ہیں بے روح بدن کی مانند ہیں۔ اور دوسرے احوال جو کہ آپ نے دیکھے ہیں اور اپنی منزل کو آسمان کے اوپر پایا ہے اور آپ نے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے کہ آپ کے حال پر توجہ رکھتے ہیں اور دوسرے وقت انھوں نے دستار آپ کو عنایت کی اور فرمایا! کہ یہ خلعتِ ولایت ہے، واضح ہوا، سب عمدہ و روشن ہے اپنے کام میں مشغول رہیں۔ آپ نے لکھا تھا کہ ”قرآن مجید کی تلاوت میں بہت زیادہ لذت حاصل ہوتی ہے“۔ کیوں لذت نہ ہو کہ صفتِ حقیقی بنفسِ نفیس جلوہ گر ہے اور صفت سے موصوف تک راستہ کھلا ہوا ہے ؎

اندر سخنِ دوست نہاں خواہم گشتن تا بر لبِ او بوسہ زنم چونش بخواند

[میں دوست کی بات میں پوشیدہ ہونا چاہتا ہوں تاکہ جب وہ اس کو پڑھے تو میں اس کے لب کو بوسہ دوں]

آپ نے لکھا تھا کہ ”میں نے خواب میں اپنے آپ کو بارگاہِ رسالت پناہ میں محو پایا اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم کو خواب میں دیکھا جناب پیر کو حضرت کے ذکر کے وقت لا اِلٰہ اِلا اللہ محمد رسول اللہ کہتا تھا“

www.maktabah.org

شاید کہ بے اختیار آپ کی زبان سے یہ کلمہ نکلا ہوگا اختیار سے اس قسم کا کلمہ نہیں کہلا سکتا اگرچہ مغلوب الحال ہو، آپ نے لکھا تھا کہ آپ لطائفِ ستہ میں ذکر نہیں پاتے ہیں۔ میرے مخدوم! ذکر و توجہ و حضور اس وقت تک ہے کہ ذاکر کا وجود درمیان میں ہے اور جب ذاکر صحرائے عدم کو کوچ کرتا ہے اور تمام منتسبات اصل کی طرف لوٹ جاتے ہیں تو ذکر و حضور بھی اصل سے ملحق ہو جاتے ہیں اور حضور، حضورِ ذاتی میں چلا جاتا ہے اس وقت عارف اپنے اندر نہ ذکر دیکھتا ہے اور نہ حضور، اس کے بعد اگر ذکر و حضور ہے تو خود بخود ہے اور اس مقام سے عارف کا حصہ استہلاک و انعدام ہے اور انانیت و شرکِ خفی کا زائل ہونا ہے۔ ع

از حضرتِ ذات بہرہ استہلاک ست [ذات تعالیٰ و تقدست سے حصہ استہلاک ہے] والسلام

۲۳۹

مکتوب ۱۹۰

دوست محمد بیگ کے نام نصیحت اور بعض کمالاتِ نماز کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حامداً و مصلیاً، آپ کے دو خطوط نے پے در پے پہنچ کر مسرور کیا، اللہ سبحانہ کی حمد ہے کہ آپ عافیت سے ہیں اور دوستوں کی یاد سے غافل نہیں ہیں، اور اصلاحِ باطن میں مشغول ہیں کوشش کریں کہ ترقی کی راہ ہمیشہ کھلی رہے، مَنِ اسْتَوٰی یَوْمَاہُ فَھُوَ مَغْبُوْنٌ [جس شخص کے دو دن یکساں گذریں (یعنی ترقی نہ کرے) وہ خسارے میں ہے] زندگی کے سانس بہت عزیز و غنیمت ہیں کوشش کریں کہ بیفائدہ امور میں نہ گذر جائیں اور اہم اشیاء میں صرف ہوں۔ چاہیے کہ مراقبہ و ذکرِ لسانی، تلاوت و نماز اور حلقہ ذکر سے خالی نہ رہیں اور ان میں سے جس کسی کا کہ وقت تقاضا کرے اور جو جمعیتِ قلب زیادہ بخشے اُسی میں مشغول رہیں اور زبان سے کلمۂ طیبہ کے تکرار پہ زیادہ راغب رہیں اور یہ جو ہمارے حضرتِ عالی (مجدد الف ثانی) قدسنا اللہ سبحانہ بسرہٖ نے لکھا ہے کہ "مبتدی اپنے اوقات کو ذکر کے ساتھ اس طرح معمور رکھے کہ فرائض و سننِ مؤکدہ کی ادائگی کے علاوہ اور کسی چیز میں مشغول نہ ہو، نفلی عبادتوں کو بھی موقوف رکھے" یہ درست ہے لیکن آپ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں، یہ حکم مبتدیوں کے لئے خاص ہے آپ تو امورِ مذکورہ میں سے وقت جس کا متقاضی ہو اور جو زیادہ جمعیت بخشے اور زیادہ کیف لائے اسی میں مشغول رہیں۔ اور آپ نے دونوں خطوں میں نماز سے تعلق رکھنے والی جو چیزیں لکھی تھیں اُن کے مطالعہ نے بہت خوش کیا خصوصاً یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "نماز پڑھنے میں جمعیت و لذت بہت حاصل ہوتی ہے اور نماز کے علاوہ کسی اور چیز میں مشغول ہونا اچھا نہیں لگتا اور جو حرف کہ نماز میں اپنے مخرج سے نکلتا ہے وہ مسرتوں کا اظہار کرتا ہے وہ

www.maktabah.org

اس وقت میں اس حقیر کو گویا ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتا ہے؟ اس بات نے بہت ہی مسرور کیا اور باطنی لذتیں بخشیں کسی نے خوب کہا ہے ؎

اندر سخنِ دوست نہاں خواہم گشتن — تا برلبِ او بوسہ زنم چونش بخواند

[میں دوست کی بات میں پوشیدہ ہو جانا چاہتا ہوں تاکہ جب وہ اس کو پڑھے تو میں اس کے لب کو بوسہ دوں]

جو حالت کہ نماز ادا کرنے کی حالت میں پیش آتی ہے وہ تمام حالات پر فوقیت رکھتی ہے اور ظلیت کی آمیزش کے بغیر اصل کا پتہ دیتی ہے اور مقصد کے چہرے سے پردہ ہٹا دیتی ہے اور گوش ہوش سے آغوش میں لاتی ہے۔ والسلام

مکتوب ۱۹۱

مشیخت مآب حافظ عبد الجلیل کے نام ان کے خط کے جواب اور بے مثل مطلوب کی طلب پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۴۰

بسم اللہ الرحمن الرحیم حامداً للہ العظیم ومصلیاً علیٰ رسولہ الکریم۔ گرامی نامہ کے صادر ہونے سے مشرف و شادماں ہوا کیسی نعمت ہے کہ آزاد لوگ گرفتاروں کی یاد کریں اور ظاہری دوری کے باوجود (ہم) ناکارہ لوگوں کا خیال (آپ کے) خاطرِ شریف میں گذرے بیشک پہلے سے اسی طرح ہوتا آیا ہے اور محبتِ ازلی ظہور و اظہار کا سبب ہوئی ہے اور ذاتی بے نیازی کے باوجود مخلوق کو اپنی بارگاہ میں دعوت دی ہے اور اس بارگاہِ قدس کی طرف رہنمائی کی ہے اور ازراہِ کرم اس راہ کو کھولا ہے افسوس ہے کہ دعوت اور رہنمائی کے باوجود ہم اس بارگاہِ لایزال سے محروم اور دور ہوں اور نفس و خواہش کی قید میں رہیں ؎

در جہاں شاہدے و ما فارغ — در قدح جرعۂ و ما ہشیار

بعد ازیں دستِ من و دامنِ دوست — بعد ازیں گوشِ من و حلقۂ یار

[جہاں میں ایک معشوق (موجود) ہے اور ہم بے پرواہ ہیں پیالہ میں کچھ شراب ہے اور ہم ہشیار ہیں۔ اس کے بعد ہمارا ہاتھ دوست کا دامن پکڑلے گا اور ہمارے کان میں معشوق کی غلامی کا حلقہ پڑا ہوا ہوگا]۔

اس تمام دوری و جدائی کے باوجود (یہ فقیر) دوستوں کی یاد سے غافل اور محبت کے لوازم سے خالی نہیں ہے، یہ مسکین بھی دوستوں سے دعا اور غائبانہ توجہ کی درخواست کرتا ہے، والسلام اولاً و آخراً۔

⁂

www.maktabah.org

مکتوب ۱۹۲

سیادت پناہ میر محمد ابراہیم کے نام ان کے خط کے جواب میں جبکہ انھوں نے نماز میں لذت حاصل ہونے کے بارے میں لکھا تھا اور محبت و اخلاص کے بارے میں تحریر کیا تھا۔

حمد و صلوٰۃ و ارسال تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ آپ نے جو گرامی نامہ از راہِ محبت بھیجا تھا موصول ہوا۔ آپ نے اپنے شوق و اضطراب کے بارے میں لکھا تھا، واضح ہوا حق سبحانہٗ قادر ہے کہ احسن طریق پر ملاقات میسر فرمائے چونکہ آپ کی محبت درست ہے امید ہے کہ فیوض و برکات کے اخذ کرنے میں یہاں کے موجود دوستوں سے پیچھے نہیں رہیں گے، فقیر نے بھی آپ کے بارے میں ایک بشارت پائی ہے اور آپ کی معیت کو بعض موجود دوستوں کی معیت سے زیادہ دیکھا ہے، ہم امیدوار ہیں کہ اس کے مطابق اثرات مترتب ہوں گے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "اکثر اوقات اپنے اندر سابقہ کیفیت کے علاوہ ایک کیفیت پاتا ہوں زیادہ گمان یہ ہے کہ اوپر کے مقام سے کچھ حصہ ملا ہوگا" بیشک اوپر کے مقام سے کچھ حصہ حاصل ہوا ہے کہ کیفیتِ مذکورہ جس پر مترتب ہے لیکن (یہ) اسی نیچے کے مقام میں ہے بغیر اس کے کہ اوپر کے مقام میں دخول ہوا ہو شاید کہ "جو لذت و کیفیت کہ نماز میں حاصل ہوتی ہے الخ" اسی نئی کیفیت کا اثر ہو۔ آپ نے لکھا تھا کہ "بعض اوقات ایسا محسوس ہوتا ہے کہ رکوع و سجدہ کرنے والا کوئی دوسرا شخص ہے" ہو سکتا ہے کہ یہ مبدأ تعین ہو کہ سالک جس کے ساتھ بقا پاتا ہے ؎

اعضائے وجودم ہمگی دوست گرفت ۔۔۔ نامے ست ز من بر من و باقی ہمہ اوست

[میرے وجود کے تمام اعضا دوست نے لے لئے، میرا صرف نام مجھ پر باقی ہے اور باقی سب وہی ہے]

سجدہ سے سر اٹھانا کس طرح اچھا لگے جبکہ سجدہ کمالِ قرب کا مقام ہے حدیث اَلسَّاجِدُ یَسْجُدُ عَلٰی قَدَمَیِ اللّٰہِ تَعَالٰی فَلْیَسْجُدْ وَلْیَرْغَبْ [سجدہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کے دونوں قدموں پر سجدہ کرتا ہے پس بندہ کو سجدہ کرنا چاہئے اور رغبت سے کرنا چاہئے] آپ نے سنی ہوگی۔ آپ نے لکھا تھا کہ "اس گدا یا وجود جس وقت کہ تیری (خواجہ محمد معصومؒ کی) صورت تصور میں لاتا ہوں سب سے زیادہ لذت دیتی ہے اور عجیب کیفیت ہو جاتی ہے اور اپنے اندر عجیب فیض و انوار ملاحظہ کرتا ہوں اور اخلاص اس حد تک ہے کہ اگر اہلِ زمانہ پر ظاہر ہو جائے تو نزدیک ہے کہ وہ اپنی نافہمی کے باعث تکفیر کریں" میرے مخدوم! یہ سب حال کمال درجہ کی باطنی مناسبت و اتحاد کی خبر دیتا ہے امید ہے کہ اس کے مطابق معانی کو جذب کریں گے اور معیتِ کامل حاصل کریں گے، والسلام اولاً و آخراً۔

www.maktabah.org

مکتوب ۱۹۳

سیادت پناہ میر محمد یعقوب کے نام ذکر و طاعات پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ فرزند نورِ چشم کے مکتوبِ مرغوب نے پہنچ کر خوشوقت کیا، ذکر و فکر کے پابند اور حق سبحانہٗ کی خوشنودیوں کے حاصل کرنے میں سرگرم رہیں، جوانی کی قوت کو طاعات و عبادات میں صرف کریں، حدیث شریف شَابٌّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ اللهِ[1] (منجملہ ان کے ایک وہ جوان ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں نشو و نما پائی ہو) آپ نے سُنی ہوگی۔ ہم آپ جیسے جوانوں پر رشک کرتے ہیں، ہمارے ایام جوانی ہوا و ہوس میں گذر گئے، اس وقت حسرت و ندامت نقدِ وقت ہے جوانی واپس نہیں آتی، لا حاصل کی تمنا حاصل ہے، وہی قصہ ہے کہ جو کسی شخص نے کہا تھا لَيْتَ الشَّبَابَ يَعُوْدُ (کاش کہ جوانی لوٹ آتی) آپ ہجوم وساوس سے پریشان نہ ہوں اپنے کام کے پابند رہیں اور استغفار کثرت سے کرتے رہیں، والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۹۴

شیخ محمد باقر لاہوری کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ مکان کو صاحبِ مکان کے ساتھ نسبت ہوتی ہے۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ آپ کا مکتوب شریف پہنچ کر مسرت بخش ہوا، خلیفۂ وقت (بادشاہ) کے متعلق جو کچھ آپ نے لکھا تھا مفصلاً معلوم ہوا، حق سبحانہٗ تمام کاموں کا انجام بخیر کرے ص ۲۳۲
اور خلیفۂ وقت کو توفیق و استقامت بخشے اور ان اکابر کے برکات اور نسبت سے کامل حصہ عطا فرمائے اور مجلس کی رونق اور دوستوں کے احوال کے بارے میں جو کچھ آپ نے لکھا تھا وہ بھی تفصیل کے ساتھ واضح ہوا اور خوشنودی و مسرت کا سبب ہوا، حق سبحانہٗ دوستوں کو ہمیشہ ترقیات میں رکھے اور فیوض کے دروازے کھولے رکھے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "جہان آباد" میں جس جگہ میں نے قیام کیا وہ اس قدر بے فیض تھی کہ کیا لکھے، جب میں نے وہاں چند روز نشست و برخاست کی تو اس کے بعد وہ جگہ اس قدر انوار سے گھری ہوئی ظاہر ہوتی ہے کہ جانبِ فوق میں وہ عرش سے اوپر گذر گئی اور جانبِ تحت میں تحت الثریٰ سے بھی تجاوز کر گئی ہے گویا اس جگہ نے اس فقیر کے عروج و نزول کے ساتھ فنا و بقا حاصل کر لی ہے، یہ انکشاف

---

[1] یہ ایک طویل حدیث کا ٹکڑا ہے جس میں ایسے سات اشخاص کا ذکر ہے جو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے عرش کے سایہ میں ہوں گے۔

ظاہری محسوسات کی مانند ہے کہ (اس میں) شک کی گنجائش نہیں ہے"۔ بیشک ایسا ہوا ہوگا ۔ وَلِلْاَرْضِ مِنْ کَاْسِ الْکِرَامِ نَصِیْبٌ [بزرگوں کے پیالے سے زمین کے لئے (بھی) حصہ ہے] مکان کو صاحبِ مکان کے ساتھ ایک خاص اتصال اور ہمسائیگی کا حق ہوتا ہے اور وہ (مکان) صاحبِ خانہ کے انوار و برکات کا امیدوار ہوتا ہے، یہیں سے بیت اللہ شریف کی بزرگی و عظمت کو قیاس کرنا اور اُس کے انوار و برکات کو سمجھنا چاہئے (اگرچہ) ماللتراب وربِ الارباب [چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک]

ہمارے حضرتِ عالی (مجددالفِ ثانی) قدس سرہٗ بھی اپنے رہائشی مکانوں کے انوار و برکات بیان فرمایا کرتے تھے اور ان مقامات کے عجائب و غرائب کا اظہار فرمایا کرتے تھے اور جو اُن مکانات کے قرب و جوار میں تھے اُن کی برکات بھی بیان فرمایا کرتے تھے اور سفروں میں جس منزل ۔۔ بستی اور شہر میں وہ فروکش ہوتے تھے اُن شہروں اور بستیوں کے حقائق اُن پر ظاہر ہو جاتے تھے بعض لوگ ان حقائق کو مانتے ہیں اور بعض ان حقائق کے منکر ہیں۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۹۵

مخدوم زادۂ عالی جاہ شیخ محمد خلیل اللہ کے نام ان کے احوال کی شرح میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد فرزندِ نورِ چشم سے عرض ہے کہ (یہاں کے) حالات ہر طرح سے ذوالجلال (اللہ تعالیٰ) کی حمد کے لائق ہیں، اللہ سبحانہٗ سے آپ کی عافیت اور ظاہری و باطنی استقامت اور حقیقی و معنوی ترقیٔ درجات کے لئے دعا کی گئی ہے۔ آپ نے جو خط از راہِ محبت بھیجا تھا پہنچا اور بشارت والے جو احوال آپ نے لکھے تھے ان کے مطالعہ نے لطف اندوز کیا، حق سبحانہٗ پوشیدہ معانی کو تختِ ظہور پر لائے اور قوت سے فعل تک پہنچائے۔ خط لکھتے وقت مَیں نے آپ کو خلعت سے آراستہ تعینِ حُبی کے دروازے پر پایا اور وصول معلوم ہوا داخلہ ابھی تک تشخیص میں نہیں آیا ہے اور حقیقتِ احمدی اگر نفسِ حقیقتِ کعبہ ہے جیسا کہ ہمارے حضرتِ عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) کی بعض عبارتوں سے معلوم ص ۲۴۳
ہوتا ہے تو وہ (آپ کو) حاصل ہے توجہ کی ضرورت نہیں ہے اور اگر تعینِ حُبی ہے تو وہ بھی حاصل ہو رہی ہے اور اگر کوئی دوسرا امر ہے تو توجہ کا محتاج ہے امیدوار رہیں ۔ اور یہ جو آپ نے دیکھا ہے کہ فقیر (خواجہ محمد معصومؒ) آپ کے حق میں کہتا ہے کہ اس کا ہاتھ میرے ہاتھ کا قائم مقام ہے" مناسبت کامل کی خبر دیتا ہے اور اتحادِ باطنی کا پتہ دینے والا ہے ۔ آپ نے لکھا تھا کہ" اگرچہ حکم بارگاہِ قیومیت کے

www.maktabah.org

بزرگ حضرات کے حق میں بے ادبی ہے تو "فقیر اس قسم کی عبارتوں سے جو کہ اس ناکارہ کے بارے میں لکھی جاتی ہیں راضی نہیں ہے، خیر جو ہوا سو ہوا آئندہ ایسا نہ لکھا کریں . . . . خط لکھنے کے بعد دوسری دفعہ جو توجہ واقع ہوئی تو معلوم ہوا کہ آپ کو اس حقیقت میں دخول میسر ہو گیا، والعلم عند اللہ سبحانہ (اور اللہ سبحانہ ہی بہتر جانتا ہے) اگر آپ کی ولایت، ولایتِ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ہے تو یہ دخول و لحوق بطورِ اصالت ہے ورنہ بطورِ متابعت و فرع ہے، والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۹۶

مُلا محمد امین حافظ آبادی کے نام بعض کمالاتِ نماز کے بیان میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ و تبلیغ دعوات کے بعد عرض ہے کہ جو خط آپ نے بھیجا تھا اُس نے پہنچ کر خوش وقت کیا، آپ نے لکھا تھا کہ "بعض اوقات فرض نماز کے اندر خصوصاً امامت کی حالت میں ایک کیفیت رونما ہوتی ہے گویا اس تعالیٰ شانہٗ کی عظمت کے خوف سے جسم پگھل جاتا ہے اور سجدے کے وقت میں جی نہیں چاہتا کہ سر سجدہ سے اُٹھایا جائے۔" اس کے مطالعہ نے محظوظ و مسرور کیا، حق سبحانہ اس (نماز) کے کمالات سے اکمل حصہ عطا فرمائے اور اس کی حقیقت سے پردہ کھول دے۔ نماز مومن کی معراج ہے حالتِ معراجیہ کا نمونہ نماز میں ظاہر ہوتا ہے، سجدہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کے دونوں قدموں پر سجدہ کرتا ہے پس سجدہ کرنا چاہئے اور خوب رغبت سے کرنا چاہئے، اُس شخص کے لئے خوشخبری ہے جس کو اُس (نماز) کے آداب و شرائط کے ادا کرنے کی توفیق دی گئی اور اس نے اس کے ارکان اور اس کے طویل سجدوں اور اس کے قیام اور اس کی صورتوں سے اس کے حقائق کی طرف عروج سے کچھ حصہ حاصل کیا، والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

مکتوب ۱۹۷

ملا ابو اسحٰق ستہ آبی کے نام خواب کی تعبیر اور فنائے قلب و نفس کی حقیقت کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۴۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، گرامی نامہ پہنچ کر مسرت بخش ہوا، یہ جو حضرت اسحاق علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے خواب میں آپ کو ٹوکرا بھیجا ہے اور انہوں نے آپ کو مکہ (مکرمہ) طلب کیا ہے اس کے بعد آپ نے چند مرتبہ مکہ معظمہ کو خواب میں دیکھا

www.maktabah.org

عمدہ و مبارک ہے اور حضرت اسحاق علیہ السلام کے ساتھ باطنی نسبت کی خبر دینے والا ہے اور اس خواب کے بعد مکۂ مبارکہ کو دیکھنا اس معنی کی تائید کرتا ہے کیونکہ مکۂ معظمہ کو اُن حضرت اور ان کے والد بزرگوار اور بھائی علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ایک خاص خصوصیت ہے۔ اور تین مرتبہ جو آپ نے خود کو برہنہ پایا ہے اور جب آپ نے لباس پہن لیا تب بھی برہنہ پایا، اس کی تعبیر فنا اور تعلقات کا منقطع ہو جانا ہے اور فنائے قلب جو آپ محسوس کرتے ہیں اس دید کو تقویت دینے والی ہے اور کامل انقطاع فنائے نفس اور اس کے اوصاف و اخلاقِ ذمیمہ اور انانیت و خود سری اور احکامِ الٰہی جل شانہٗ سے سرتابی سے جو کہ اس کی سرشت میں ودیعت ہے باہر نکل جانے پر موقوف ہے، فنائے قلب میں اشیاء کے علمِ حصولی کا زائل ہونا ہے نفسِ حاضر اس مقام میں ابھی قائم ہے اور اس کا علمِ حضوری اپنی جگہ پر ہے، اس فنا میں اگرچہ علائقِ آفاق سے رہائی پا چکا ہے اور اپنے غیر کی گرفتاری سے منقطع ہو چکا ہے لیکن نفس کے فتنوں سے پوری طرح خلاصی نہیں پائی ہے اور اُس (نفس) کی انانیت سے کلی طور پر نجات نہیں پا سکا ہے، فنائے قلب میں علمِ حصولی کا زائل ہونا اور علائقِ آفاق سے نکل جانا کافی ہے اس لئے کہ اس کی بیماری ذاتی نہیں ہے عرضی ہے اور اس کا مرض اندرونی نہیں بیرونی ہے، بیرونی تعلقات کا زائل ہونا اس کے تزکیہ و تطہیر میں کافی ہوتا ہے اور آفاق کا نسیان اس کے حق میں فنا بخشنے والا ہے اور فنائے نفس میں علمِ حضوری جو کہ نفسِ حاضر سے عبارت ہے اس کا زوال ناگزیر ہے۔ آفاقی تعلقات کا فنا ہونا اس (فنائے نفس) میں کافی نہیں ہوتا اس کا مرض ذاتی ہے جبتک وہ درمیان میں ہے بلائے جان ہے، ع

تو مباش اصلا کمال این ست و بس [تو ہرگز نہ رہ (یعنی خود کو مٹا دے) کمال یہی ہے اور بس]

اس معاملہ کی تفصیل اور اس بات کی تحقیق کہ تکالیفِ شرعیہ و احکامِ بشریت کے باقی رہنے کے باوجود نفسِ حاضر کا زائل ہونا کس معنی میں ہے دوسرے مکتوبات میں مذکور ہے، ع

می باش و مباش مشکل این ست [رہ بھی اور نہ بھی رہ مشکل یہ ہے] والسلام

مکتوب ۱۹۸

مرزا محمد صادق پسر نصیر خاں کے نام فنائے قلب کی علامت اور صفات کے بدل جانے کی حقیقت ۲۴۵

اور اس واقعہ کی تعریف میں تحریر فرمایا جو کہ انھوں نے دیکھا تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ مکتوب شریف پہنچکر مسرت بخش ہوا۔

www.maktabah.org

سلامتی اور عافیت کے ساتھ رہیں اور شریعت وسنت کے طریقے پر قائم رہیں۔ آپ نے لکھا تھا کہ "شیخ محمد حسین کے ساتھ صحبت رکھتا اور توجہ لیتا ہوں ان چند روز میں انھوں نے ذکرِ سلطانی و فنائے قلب کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ (حاصل) ہو گئے ہیں"۔ میرے مخدوم! فنائے قلب کی علامت یہ ہے کہ ماسوائے حق جل وعلا کا خیال دل سے مطلق طور پر اس طرح چلا جائے کہ اگر تکلف کے ساتھ (بھی) ماسوا کو یاد کرے تو اس کو ہرگز یاد نہ آئے، یہ حالت ولایت کے طریقوں میں پہلا قدم اور اولین کمال ہے جو کہ دوسرے کمالات کے لئے شرط ہے۔ یہ نعمت جو آپ کو اس تھوڑی سی مدت میں حاصل ہوئی ہے بہت بڑی نعمتوں میں سے ہے اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لائیں اور ترقیات کے منتظر رہیں۔ آپ نے لکھا تھا کہ "دماغ میں کبھی کبھی حرکت پاتا ہوں، کیا فنائے نفس حاصل ہوئی ہے یا نہیں؟" میرے مخدوم! فنائے نفس ایک دوسرا امر ہے (جو کہ) دماغ کی حرکت سے کوئی سروکار نہیں رکھتا، علمِ حضوری کو جو کہ (اس کی) ذات کے ساتھ تعلق رکھتا ہے علمِ حصولی کی طرح راستہ میں چھوڑ دینا چاہیے "تاکہ فنائے نفس حاصل ہو جائے جیسا کہ علمِ حصولی کا زائل ہونا فنائے قلب سے تعلق رکھتا ہے۔ اور آپ نے مراقبہ میں اپنے اوپر صفات کا بدل جانا جو لکھا تھا عمدہ ہے، گویا آپ ایک شان سے دوسری شان میں جاتے ہیں۔ آپ نے لکھا تھا کہ "مشغولی (مراقبہ) میں دیکھتا ہوں کہ ایک خوبصورت ضعیفہ ہے جو فقیر (خواجہ محمد معصومؒ) کے سامنے ظاہر ہوئی اور کہا کہ آنسرور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طینت (گندھی ہوئی مٹی) کا باقی ماندہ حصہ گردن سے اوپر حضرت عالی (مجدد الف ثانیؒ) مرحوم کو عطا ہوا، کچھ اور حواس ہیں سے باقی بچ رہا تھا فقیر (خواجہ محمد معصومؒ) کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ ابرو سے اوپر اس کو عطا ہوا۔" میرے مخدوم! حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہ) کی پیدائش کا نبی کریم علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی بقیہ طینت سے ہونا حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہ) کے اسرار میں سے ایک عظیم سر ہے سجدۂ شکر بجا لائیں کہ اس قسم کے اسرار آپ کو حال میں دکھائے گئے ہیں، (یہ) مناسبتِ کامل کی خبر دیتا ہے اگرچہ دونوں جگہ میں محلِ پیدائش کے تعین میں فرق واقع ہوا ہے۔ دیگر یہ کہ شیخ عبد الخالق ہمارے بہت اچھے دوستوں میں سے ہیں اور صاحبِ کمالات ہیں اگر آپ ان کے ساتھ صحبت رکھیں اور (ان سے) توجہ لیں تو گنجائش رکھتا اور بہتر ہے والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الھدیٰ۔

مکتوب ۱۹۹ ۲۳۶

شیخ عبد الخالق بنگالی کے نام طالبین کے آنے سے ڈرتے اور کترانے رہنے اور اللہ تعالیٰ جل شانہٗ

کی تدبیر سے غافل نہ رہنے اور بعض کمالاتِ محبت کے بارے میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ مکتوب شریف پہنچکر مسرت بخش ہوا، آپ نے لکھا تھا کہ ہم نے اس سے پہلے ایک خط جہان آباد سے بھیجا تھا۔ میرے مخدوم! معلوم نہیں کہ وہ خط ہمیں پہنچا بھی یا نہیں، اگر پہنچا ہوگا تو اس کا مضمون ذہن میں نہیں ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "اس سفر میں بہت سے لوگ خاص طور پر قبائل کے اکثر منکر افراد طریقۂ عالیہ میں داخل ہوئے ہیں"۔ اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے، ان کے احوال میں اچھی طرح مشغول ہوں اور حلقۂ ذکر و مراقبہ کو سرگرم رکھیں اور طالبین کے آنے سے ڈرتے اور کانپتے رہیں اور تدبیرِ خداوندی جل شانہٗ وعز برہانہٗ سے بے خوف نہ ہوں اور ہمیشہ التجا، تضرع اور زاری کرتے رہیں، ایسا نہ ہو کہ مقصدِ اعلیٰ میں خلل واقع ہو جائے اور مخلوق میں مشغول ہونا (قربِ) حق سبحانہٗ سے روک دے اور طالبین کی کثرت اس شخص کی خشکی (سستی) کا سبب نہ ہو جائے، بہرحال دوستوں سے صحبت بھی رکھیں اور استغفار و تضرع کو بھی نہ چھوڑیں اِعْمَلْ وَاسْتَغْفِرْ [عمل کر اور استغفار کر]۔ دن رات میں ایک دو وقت خلوت کے لئے مخصوص کریں اور اس وقت میں بکثرت ذکر کرنے، گناہوں اور لغزشوں کو یاد کرنے اور توبہ و انابت کرنے کو غنیمت جانیں اور (ہم) دور افتادہ دوستوں کو دعائے خیر سے یاد کریں۔ آپنے میرزا محمد صادق و حسن بیگ کی محبت و اخلاص کے بارے میں لکھا تھا بیشک فیوض و برکات کا اخذ کرنا محبت کے مطابق ہے کہ وہ پوشیدہ معانی کو جذب کرتی اور محب کو محبوب کے رنگ میں رنگ دیتی ہے اور فنا و بقا جو کہ ولایت کے ارکان ہیں محبت کا ثمرہ ہیں اگر محبت نہ ہوتی تو ظہور و اظہار اور وجود و ایجاد کا دروازہ کون کھولتا اور طالب کو مطلوب کی طرف رہنمائی کون کرتا۔ والسلام علیکم و علی سائر من اتبع الہدیٰ۔

مکتوب ۲۰۰

شیخ منصور جالندھری کے نام اُن کے احوال کی شرح میں تحریر فرمایا جو کہ بعض اسرار پر مشتمل ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حامداً و مصلیاً، اللہ تعالیٰ فیوض کے دروازے ہمیشہ کھلے رکھے، ۲۲۷
آپ کا مکتوب شریف جو کہ سرورِ کائنات علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت اور اس کا اثر ظاہر ہونے کی بشارت اور نیز جس وقت کہ آپ نماز میں ایک جماعت کے امام تھے نماز ادا کرنے کے بعد جب آپ نے خاص اپنے لئے دعا کی تو قبولیت کا اثر ظاہر ہونے اور جب آپ نے مقتدیوں کی جماعت کو دعاؤں میں شریک کیا تو قبولیت کے آثار ظاہر ہونے اور دیگر کیفیات و احوال پر مشتمل تھا پہنچکر مسرت بخش ہوا،

www.maktabah.org

اَللّٰھُمَّ زِدْ [اے اللہ! اور زیادہ فرما] آپ نے لکھا تھا کہ "حقیقۃ الحقائق کے ساتھ الحاق جو آپ نے پایا ہے آیا تعین حبی کے ساتھ (الحاق) ہے یا نہیں" جو کچھ سرِدست سمجھ میں آتا ہے (وہ یہ ہے کہ) تعینِ حبی کے ساتھ (الحاق) ہے اور اس کے موافق خلعت و زینت بھی مشہود ہوتی ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "اس تعین میں ایک طرح کی محبوبیت محسوس ہوتی ہے" کیوں محسوس نہ ہو کیونکہ (یہ) حبیب رب العالمین علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی حقیقت ہے جو کہ محبوبوں کے سردار اور مرادوں کے رئیس ہیں، اگر محبوبیت اس تعین میں نہ ہوگی تو کہاں ہوگی۔ غرضیکہ جو شخص اس مقام کے وصول سے مشرف ہو جائے وہ اس معنی سے بہرہ مند ہے خواہ اصالتاً پہنچا ہو یا کسی دوسرے کے طفیل اور ضمنی طور پر پہنچا ہو علیٰ تفاوت الدرجات الفریقین [فریقین میں درجات کے تفاوت کے مطابق] اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ حقائقِ اشیاء اور تمام امور کو بہتر جانتا ہے۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

مکتوب ۲۰۱

سیادت پناہ سید ابوالخیر شاہ آبادی کے نام حضرت پیر دستگیر (مجدد الف ثانی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت کی بعض خصوصیات کے بیان میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ و تبلیغ دعوات کے بعد عرض ہے کہ آپ کے مکتوب شریف نے پہنچ کر خوش وقت کیا۔ آپ نے اپنے احوال کے بارے میں جو لکھا ہے کہ "وجود کے بوجھ سے جو کہ اس ناتواں ہستی پر پڑا ہے اس طرح کا ہو جاتا ہوں جیسا کہ کسی کمزور چیونٹی پر بہت بڑے پہاڑ کا بوجھ آپڑے، فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ
پ ۹ ع ۱۴۳ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا [پھر جب تجلی فرمائی اس کے رب نے پہاڑ کی طرف (میں) اس کو ڈھا کر برابر کر دیا اور موسیٰ بیہوش ہو کر گر پڑے] واضح ہوا۔ اَللّٰھُمَّ زِدْ [اے اللہ اس کو اور زیادہ فرما] امید ہے کہ بہار بشریت کے آثار کو پوری طرح اٹھادے گا اور بہارِ خوشگوار لائے گا۔ آپ نے لکھا تھا کہ "حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) کا کلام مرتبۂ ذات بحت سے ہے اور باقی تمام بزرگوں کا کلام مرتبۂ صفات یا ظلالِ صفات سے ہے" میرے مخدوم! حضرت عالی (قدس سرہٗ) کی نسبت اصحابِ کرام کی نسبت ہے اور یہ نسبت ایک
آخرت ہے جو کمالِ معیت کے رنگ میں ظاہر ہوئی ہے اس نسبتِ شریفہ کو دوسرے بزرگوں کی نسبت کے ساتھ ص ۲۴۸
کیا مناسبت ہے ان نسبتوں نے انفس کی قید سے رہائی نہیں پائی ہے اور اس کے ماوراء تک نہیں پہنچی ہیں اور یہ نسبتِ عزیزہ آفاق و انفس کے ماوراء کی خبر دینے والی ہے اور جذبہ و سلوک سب سے ماوراء ہے، کہاں تک لکھے وابستہ

www.maktabah.org

مکتوب ۲۰۲

صلاح آثار صوفی پاینده محمد کابلی کے نام ان کے احوال کی شرح میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ آپ کے مکتوب شریف نے پہنچ کر مسرور کیا، حق سبحانہٗ ظاہری و باطنی جمعیت کے ساتھ رکھے اور شریعت و طریقت کے راستے پر استقامت عطا فرمائے، آپ نے لکھا تھا کہ میں ان دنوں اپنے آپ کو تعینِ حُبّی میں داخل پاتا ہوں بلکہ مرکز سے بھی حصہ معلوم ہوتا ہے اور تنہا سکوت میں اور دوستوں کے حلقے میں جب مراقبہ میں ہوتا ہوں تو سب کو نورِ محمدی علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام احاطہ کر لیتا ہے۔ میرے مخدوم! یہ نسبتِ عالیہ عنقائے نادر کا حکم رکھتی ہے اور عقل و ہوش اس کے تصور و خیال سے لرزتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس معنی کے حصول کو مبارک و مسعود فرمائے، اور جماعتِ کثیرہ کی ہدایت کا سبب بنائے اور احاطہ تو سب کو صاحبِ نور تک پہنچائے اِنَّهٗ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ [بیشک وہ قریب اور قبول کرنے والا ہے] جو واقعہ کہ آپ نے دشمن کی شکست کے بارے میں دیکھا ہے اور میرے فرزند کے خط میں لکھا ہے مطالعہ کیا اس بارے میں توجہ و دعا کو زیادہ سے زیادہ عمل میں لائیں کہ حق تعالیٰ مسلمانوں کو فتنوں سے اپنی حفاظت میں رکھے اور امن و امان میں لائے۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۲۰۳

میر سید اسرائیل کے نام اس بیان میں کہ حقیقی دیدار کا آخرت میں وعدہ کیا گیا ہے اور دنیاوی مشاہدات سب ظلال سے وابستہ ہیں اور خانہ کے بعض کمالات کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اللہ تعالیٰ فیوض کے دروازے کھلے رکھے، نامۂ نامی و مکتوبِ گرامی جو کہ آپ نے اس مسکین کے نام ارسال کیا تھا اس کے مطالعے سے مشرف ہوا۔ آپ نے ظاہری ناگزیر دوری کے رنج و غم کا اظہار کیا تھا، اس جانب سے بھی حدیثِ شوق پڑھیں اور اَلْمُؤْمِنُ مِرْاٰةُ الْمُؤْمِنِ [مومن مومن کا آئینہ ہے] کو ملحوظ رکھیں، کیا کیا جائے دنیا جدائی کا مقام ہے ملاقات کا مقام آخرت ہے، حق سبحانہٗ احسن وجوہ کے ساتھ وہاں یکجا کرے اور اس (ظاہری) جدائی کی تلافی فرمائے اور حق جل و علا کی ملاقات بھی آخرت کے ساتھ موعود ہے، مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَاۗءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ ۲۳۹ ع ۲۹ ۵

www.maktabah.org

[جو کوئی بھی اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا امیدوار ہے تو وہ جان لے کہ) بیشک اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا وقت (آخرت میں) یقیناً آنے والا ہے] اس لئے کہ موت آخرت کے مقدمات میں سے ہے جن مشاہدات و معاینات سے دنیا میں تسلی حاصل کی جاتی ہے وہ سراب کی مانند ہیں کہ پیاسا ان کو پانی سمجھتا ہے اور عالی ہمت شخص اُن پر فریفتہ نہیں ہوتا اور سراب سے سیراب نہیں ہوتا اور دنیاوی مشاہدات سب ظلال سے وابستہ ہیں اور خیال کی قید سے آزاد نہیں ہیں، جو کچھ دیکھا اور جانا گیا وہ سب کا سب غیر ہے' ہاں نماز چونکہ مومن کی معراج ہے اور کامل نمازی نماز کی ادائیگی کے دوران دنیا سے باہر ہو جاتا اور عالمِ آخرت سے جا ملتا ہے اس لئے اگر نماز کی ادائیگی کے وقت میں اس نعمت کا نمونہ جو کہ آخرت کے ساتھ موعود ہے رونما ہو تو گنجائش رکھتا ہے، دنیا آخرت کی کھیتی ہے یہاں کھیتی میں جسقدر بھی اضافہ کیا جائے گا اس کا اجر اتنا ہی بھرپور اور اکمل ہو گا اور آخرت میں قرب و شہود کے مراتب اسی قدر زیادہ حاصل ہوں گے اور زراعت میں اضافہ یا کیفیت میں ہوتا ہے یا کمیت (مقدار) میں اور جو کہ معتبر ہے وہ کیفیت میں اضافہ ہوتا ہے اس لئے کہ کمیت میں اضافہ تو عوام سے ظہور میں آتا ہے اور کیفیت میں اضافہ خواص کے ساتھ ہی مخصوص ہے اس لئے کہ اُن کے نفوس فنا و بقا کی نعمت کے ذریعے طمانیت سے جا ملتے اور امارگی سے رہائی پا لیتے ہیں اور اس راہ سے طاعات و عبادات بھی ریا و دقائقِ شرک سے بعید اور اخلاص سے قریب اور قبولیت کے بہت ہی نزدیک ہو جاتی ہیں، طریقۂ عالیہ کا سلوک حقیقتِ اخلاص کے بلا تامل و بے تکلف حاصل کرنے کے لئے ہے جو کہ فنا و اطمینانِ نفس اور حقیقتِ بندگی کے حصول پر موقوف ہے کہ یہ سب امور دقائقِ شرک سے آزادی حاصل کرنے سے وابستہ ہیں تاکہ اسلامِ حقیقی رونما ہو اور حقیقتِ نماز اور دیگر تمام طاعات کی حقیقت جلوہ نما ہو نہ یہ کہ مطلوب کو جال میں لے آئیں اور عنقا کو شکار کر لیں۔ ع

عنقا شکار کس نشود دام باز چیں [عنقا کو کوئی شکار نہیں کر سکتا تو اپنا جال اٹھا لے]

بزرگوں نے کہا ہے کہ فنا و بقا کا علم صحتِ نیت اور بندگی میں خلوص پر مبنی ہے اور اس کے ماسوا مغالطہ و زندقہ ہے، اَللّٰهُمَّ أَرِنَا حَقَائِقَ الْأَشْيَاءِ كَمَا هِيَ وَجَنِّبْنَا عَنِ الْإِشْتِغَالِ بِالْمَلَاهِيْ بِحُرْمَةِ مَنْ مَا زَاغَ بَصَرُهُ وَمَا طَغٰى عليه وعلى آله الصلوات والتسليمات العلى [اے اللہ ہمیں اُس ذات کے طفیل جس کی آنکھ نے کبھی نہیں کی اور نہ وہ آنکھ بہکی علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات العلیٰ کے طفیل اشیاء کی حقیقتیں دکھا دے جیسی کہ وہ ہیں اور ہم کو لہو و لعب کے کاموں میں مشغول ہونے سے بچا]

والسلام اولاً و آخراً

www.maktabah.org

مکتوب ۲۰۴

شیخ انور نورسرائی کے نام ان کے احوال کی تعبیر میں تحریر فرمایا۔

صفحہ ۲۵۰ حق سبحانہ وتعالیٰ کمال کے اعلیٰ مرتبہ تک ترقی عطا فرمائے، جو مکتوب کہ آپ نے بھیجا تھا وہ پہنچکر فرحت افزا ہوا، اور یہ جو (حال میں) کہا گیا ہے کہ آپ کو قطب العالم سے موسوم کر دیا گیا ہے، کمالاتِ قطبیت کے حصول کی بشارت ہے نہ کہ منصبِ قطبیت کی، اور اسی طرح یہ جو آپ نے دیکھا ہے کہ ایک تخت پر کہ جس پر یہ فقیر (خواجہ محمد معصومؒ) ہے آپ کو اپنے ہمراہ لے لیا ہے اس کی تعبیر بھی پہلے حال کی تعبیر کی مانند ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ رخصت کے وقت آپ (خواجہ محمد معصومؒ) نے کہا تھا کہ تمہاری نسبت اعلیٰ ہے اور میں تم کو دیکھتا ہوں کہ تم زر و زیور کے ساتھ آراستہ ہو لیکن آپ نے یہ نہیں بتایا کہ وہ کونسی نسبت ہے جو کہ عالی ہے۔ میرے مخدوم! جو نسبت کہ آپ رکھتے ہیں اور وہ آپ کا نقدِ وقت ہے وہ علو سے موصوف ہے تعین کی ضرورت نہیں رکھتی۔ آپ نے حقیقۃ الحقائق کے ساتھ مشرف ہونے کے بارے میں لکھا تھا، عمدہ و واضح اور دیارک ہے۔ آپ نے مجلس کی رونق اور صحبت کی تاثیر کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے اس پر اللہ جل شانہٗ کا شکر بجا لائیں اور طالبین کے احوال میں خوب اچھی طرح مشغول ہوں اور توجہات دیں لیکن حق جل وعلا کی تدبیر سے ڈرتے اور لرزتے رہیں، فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ
۹۹ ع إِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ (پس اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر کوئی بے فکر نہیں ہوتا بجز ان کے جن کی شامت ہی آگئی ہو) والسلام

مکتوب ۲۰۵

مخدوم زادہ عالی منقبت شیخ عبد الاحد کے نام ان امور کے بارے میں تحریر فرمایا جو کہ ولایتِ احمدی و تعینِ حُبّی سے تعلق رکھتے ہیں۔

الحمد للہ علیٰ نعمائہٖ والصلوٰۃ والسلام علیٰ افضل انبیائہٖ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسائر اولیائہٖ۔ گرامی نامہ جو کہ فقرہائے شوق و شعرہائے شور انگیز پر مشتمل تھا پہنچکر مسرت بخش ہوا۔ آپ نے اعلیٰ کیفیات و احوال کے بارے میں جو کچھ لکھا تھا واضح ہوا (اس میں) تحریر تھا کہ "ولایتِ احمدی تک پہنچنے کے بعد جو کہ سراسر محبوبیت ہے عارف محبوبیت کے رنگ میں رنگ جانے والا ہو جاتا ہے اگرچہ

www.maktabah.org

انعکاس کے طور پر ہوا ہو اپنے آپ کو بھی اس رنگ کے ساتھ رنگا ہوا پاتا ہے اور نیز محبوبیت کے لباس کے ساتھ ملبوس پاتا ہے، اس نکتہ کا حل (تحریر) فرمائیں کہ لباس مذکور ولایتِ محمدی میں دخول کے باعث ظاہر ہوا ہے یا یہ جدا ہے اور جو حصہ کہ ولایتِ احمدی کی راہ سے معلوم ہوتا ہے وہ جدا ہے؟

اے سعادت آثار! اگر اس ولایت تک پہنچنے سے پہلے اس لباس کے ساتھ اپنے آپ کو ملبوس پاتے تھے تو جدا ہونے کا احتمال قوی ہوگا اور اگر وصول کے بعد یہ لباس ظاہر ہوا ہے تو ظاہر یہ ہے کہ اس کا باعث یہی ولایت ہے اور جو کچھ ظاہری نظر میں آتا ہو وہ بھی یہی ہے کہ دونوں اسی ولایت سے پیدا ہوئے ہیں چونکہ سراسر محبوبیت ہے، جدا ہونا مفہوم نہیں ہوتا اور عموم و خصوص کی نسبت جو آپ نے تعینِ حُبّی اور ولایتِ ۲۸۱ احمدی میں ثابت کی ہے اس سے حقیقتِ احمدی کا تعینِ حبی پر تفوق معلوم ہوتا ہے اور یہ غور طلب ہے اس لئے کہ تعینِ حُبی حقائقِ ممکنات کا منتہیٰ ہے اور ممکنات کے حقائق میں سے کوئی حقیقت اس کے اوپر نہیں ہے جیسا کہ حضرتِ عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) نے اس کی تصریح فرمائی ہے اور اس تقدیر پر تعینِ حُبی سے ترقی جائز بلکہ واقع ہے اور حالانکہ انہوں (حضرت مجددؒ) نے اس کو غیر واقع اور محال لکھا ہے کہ وہاں سے قدم اُٹھانا اور قدم آگے رکھنا وجوب میں واقع ہونا اور امکان سے نکلنا ہے جو کہ عقلی و شرعی طور پر محال ہے۔ والسلام

مکتوب ۲۰۶

حاجی محمد شریف خادم کے نام اس بات کے حل میں تحریر فرمایا کہ رضا بقضا طلبِ دعا کے منافی ہے؟

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغِ دعوات کے بعد عرض ہے کہ آپ کا خط جو کہ کسرِ نفسی کے الفاظ پر مشتمل تھا پہنچا اور فرحت افزا ہوا، اچھا واقع ہوا کہ اہلِ دنیا کی طرف رجوع نہیں کرنا پڑا اور فقرائے طریقت کے طور پر لکھکر گذر گیا اس کے بعد جو کچھ مقدر ہے ظاہر ہو جائے گا۔ آپ نے پوچھا تھا کہ حدیث اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ مَعَالِی الْھِمَمِ [بیشک اللہ تعالیٰ بلند ہمتیوں کو پسند فرماتا ہے] اس بات کی مقتضی ہے کہ امورِ عالیہ کو طلب کیا جائے اور مقامِ رضا و عبودیت تقاضا کرتا ہے کہ انسان کچھ طلب نہ کرے کہ یہ (طلب کرنا) عبدیت و رضا کے منافی ہے؟ میرے مخدوم! یہ سوال مطلق دعا کے بارے میں ہوا، اس لئے کہ دعا اور طلب کرنا رضا و تسلیم کے منافی ایک امر ہے۔ جواب:۔ کوئی منافات نہیں ہے، یہ بات جائز ہے کہ (ایک شخص) موجود پر راضی ہو اور

پ ۱۶ زیادہ کا طالب (بھی) ہو، زیادہ کا طلب کرنا موجود پر راضی نہ ہونا نہیں ہے۔ قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا [آپ کہیں کہ

www.maktabah.org

اے میرے رب میرے علم کو زیادہ فرما) اور وَهَبْ لِي مُلْكًا لَّا يَنبَغِي لِأَحَدٍ مِّنۢ بَعْدِي (اور مجھ کو ایسی بادشاہی عطا فرما کہ جو میرے بعد کسی اور کو میسر نہ ہو) (ان دعاؤں میں طلب زیادتی ہے اور یہ رضا کے منافی نہیں ہیں)۔ حق تعالیٰ جل وعلا کے دوست اس کی (بھیجی ہوئی) بلا پر راضی ہیں اس کے باوجود بلا کے دفعیہ کی دعا بھی کرتے ہیں، أَنِّي مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَأَنتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ (اے میرے رب) مجھ کو تکلیف پہنچ رہی ہے اور آپ سب رحم والوں سے زیادہ رحم والے ہیں) (اس دعا میں بھی دفع بلا کی درخواست ہے) اگر قضا پر راضی ہونا دعا کے منافی ہوتا تو دعا کا امر کیوں ہوتا (جیسا کہ قرآن مجید میں ہے) وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ (اور تمہارے رب نے کہا کہ مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا کو قبول کروں گا) پس معلوم ہوا کہ رضا اور دعا کے درمیان منافات ثابت نہیں ہے، آپ نے بشارت کے بارے میں جو کچھ لکھا تھا (اس کا) جواب یہاں آنے پر موقوف رکھیں اور (فی الحال) قلم کو معذور رکھیں۔ والدعاء، والسلام اولاً و آخراً

مکتوب ۲۰۷

خواجہ ماہ پسر خواجہ عبد الرحمن نقشبندی کے نام قوم (صوفیہ) کے بعض اصطلاحی کلمات کی شرح میں تحریر فرمایا

۲۵۲ اللہ تعالیٰ (آپ پر) فیوض کے دروازے ہمیشہ کھلے رکھ کر شریعت منورہ و سنت مصطفےٰ علیہ و علیٰ آلہ الصلوات والبرکات العلیٰ کے طریقہ پر قائم و دائم رکھے۔ گرامی نامہ پہنچکر مسرت بخش ہوا، آپ نے قوم (صوفیہ) کے بعض اصطلاحی کلمات کی شرح طلب کی تھی، آپ جان لیں کہ جمع اس چیز سے عبارت ہے کہ مخلوق کو حق جل وعلا سے جدا نہ دیکھے اور سکر کی وجہ سے ایک کے احکام دوسرے پر جاری کرے اور اس کو کفر طریقت کہتے ہیں اور اکثر شطحیات و سکریات جو کہ مشائخ سے صادر ہوئی ہیں وہ مقام جمع سے پیدا ہوئی ہیں۔ اس مقام میں (سالک) ذکر کو سکر کے غلبہ کے باعث تفرقہ و وسوسہ جانتا ہے اور نماز کو شرک سمجھتا ہے اور معبود دوئی دیکھتا ہے اور کلمہ أَنَا الْحَقُّ اور سُبْحَانِي کا راگ الاپتا ہے۔ جمع الجمع کہ جس کو فرق بعد الجمع بھی کہتے ہیں یہ ہے کہ مخلوق کو حق سبحانہٗ سے جدا دیکھے اور عدم فرق کی حالت کے بعد جو کہ مقام جمع میں تھی فرق کرنے لگے اور سکر کے بعد صحو حاصل ہو جائے اور کفر کے بعد اسلام رونما ہو جائے اور ذکر و نماز میں مشغول ہو جائے۔ سیر آفاقی مطلوب کو اپنے سے باہر ڈھونڈنا ہے اور سیر انفسی اپنے آپ میں آنا اور اپنے دل کے گرد پھرنا ہے۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ سیر آفاقی بُعد در بُعد ہے اور سیر انفسی قرب در قرب ہے۔ یافت (پانا) اپنے اندر ہے اپنے سے باہر یافت نہیں ہے ؎

www.maktabah.org

ہمچو نابینا مبر ہر سوئے دست   با تو در زیر گلیم ست ہر چہ ہست

[تو اندھے کی طرح ہر طرف ہاتھ نہ لے جا، جو کچھ ہے وہ تیرے ساتھ ہی کمبل کے نیچے ہے]

سیر الی اللہ، اسمائے الٰہی جل وعلا میں سے اس اسم تک ہے جو کہ سالک کا مبدأ تعین ہے، اس سیر میں دائرۂ امکان کا طے ہونا ہے یہاں تک کہ اس اسم تک پہنچتی ہے جو مراتب وجوب سے ہے۔ سیر فی اللہ اُس اسم (مبدأ تعینِ سالک) میں اور اس اسم کے اصول کے ظلال میں ہے پس سیر فی اللہ کے معنی اللہ تعالیٰ کے اسما اور اس کی صفات میں سیر ہے، یہ ہر دو سیر (سیر الی اللہ و سیر فی اللہ) مراتب عروج میں کمال حاصل ہونے کا ذریعہ ہیں اور یہاں دو سیریں بھی ہیں جو کہ نزول و تکمیل سے تعلق رکھتی ہیں سیر عن اللہ باللہ و سیر فی الاشیاء، تیسری سیر اثنائے نزول میں ہے اور چوتھی سیر نزول کا کمال ہے جو کہ دعوت کا مقام ہے۔ برزخ اس چیز کو کہتے ہیں جو کہ دو چیزوں کے درمیان واسطہ ہو کہ دونوں طرف کا رنگ رکھتا ہو۔ حقیقتِ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو جو کہ مقامِ وحدت ہے برزخ کبریٰ کہتے ہیں کیونکہ یہ اطلاقِ ذات اور مرتبۂ واحدیت کے تقیدات کے درمیان جو کہ اعیانِ ثابتہ اور ممکنات کے حقائق ہیں واسطہ ہے اور یہ مرتبۂ وحدت اطلاق کا رنگ بھی رکھتا ہے اور تقید کا رنگ بھی، وہ ایسا
۲۵۳ مطلق ہے جو کہ اطلاق کی قید کے ساتھ مقید ہے اور ایسا مطلق ہے کہ جس کی ضد تقید ہے اور مرتبۂ فوق جو کہ مرتبۂ لاتعین ہے کا اطلاق ایسا اطلاق ہے جو کہ اطلاق کی قید اور تقید کی ضدیت کے بغیر ہے اور اعیانِ ثابتہ کو وجود و عدم کے درمیان برزخ کہا جاتا ہے اس لئے کہ یہ وجود کا رنگ بھی رکھتے ہیں کیونکہ وہ علمِ الٰہی میں وجود رکھتے ہیں اور عدم کا رنگ بھی رکھتے ہیں کیونکہ وہ خارج میں معدوم ہیں اور بزرگوں نے قبر کو دنیا و آخرت کے درمیان برزخ کہا ہے اور وہ دونوں کے احکام رکھتا ہے مَنْ مَاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِیَامَتُہٗ [جو شخص مر گیا تو اس کی قیامت قائم ہو گئی] اور وہ (قبر) قیامت کے احکام یعنی عذاب و حساب و ثواب ہونا اور اعمال کا منقطع ہونا رکھتی ہے اور دنیا کے احکام یعنی جمعہ کی راتوں اور جمعہ کے دن اور ماہِ رمضان میں کفار سے عذاب کا منقطع ہونا بھی رکھتی ہے، ولایتِ صغریٰ، ولایتِ کبریٰ اور ولایتِ علیا، یہ الفاظ ہمارے حضرتِ عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہ) کی خاص اصطلاحات میں سے ہیں کہ یہ قوم (صوفیہ) کے کلام میں موجود نہیں ہیں۔ ولایتِ صغریٰ ولایتِ اولیا ہے جو کہ اسماء و صفات کے ظلال سے تعلق رکھتی ہے۔ ولایتِ کبریٰ ولایتِ انبیا علیہم السلام ہے جو کہ اصل سے متعلق ہے اور ولایتِ علیا ولایتِ ملاءِ اعلیٰ ہے جو کہ ان دونوں ولایتوں کے اوپر ہے اور کمالاتِ نبوت وہ کمالات ہیں جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نبوت سے تعلق رکھتے ہیں اور تینوں قسم کی ولایات کے کمالات کے

www.maktabah.org

اوپر ہیں اور تینوں قسم کی ولایات کے کمالات اور کمالاتِ نبوت کی تفصیل ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی) کے مکتوبات شریف جلد اول کے طریقے کے بیان والے مکتوب میں (درج) ہے وہاں سے طلب فرمائیں۔ میرے مخدوم! ایک رسالہ ہے جو کہ اس فقیر نے بعض دوستوں کی التماس پر بعض ان کلمات کی شرح میں لکھا ہے جو کہ ہمارے طریقے میں مشہور و مروج ہیں اس کی نقل بھیجی گئی ہے آپ مطالعہ کریں۔ والسلام علیکم وعلی سائر من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات والبرکات العلیٰ۔

مکتوب ۲۰۸

شیخ خالد سلطان پوری کے نام رضا بقضا پر ترغیب دینے اور فقر کی فضیلت میں تحریر فرمایا۔

مکتوب مرغوب پہنچا، آپ نے روزگار کی تنگی کے متعلق جو کچھ لکھا تھا وہ سب واضح ہوا اور دلی فکر مندی کا باعث ہوا، اللہ تعالیٰ عالمِ غیب سے کشادگی عطا کرے اور امداد فرمائے، فقیر نے اس بارے میں دعا کی ہے اور (آئندہ بھی) دعا سے غافل نہیں ہے۔ میرے مخدوم! رزق کا تنگ اور کشادہ کرنا سب اس تعالیٰ شانہٗ کا ہی فعل ہے کسی کو اس میں دخل نہیں ہے اَللّٰہُ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ [اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہتا ہے رزق کو کشادہ کرتا ہے اور تنگ کرتا ہے] مقبول بندہ وہ ہے جو اس (اللہ) تعالیٰ شانہٗ کے فعل، ارادہ اور تقدیر سے راضی ہو اور ماتھے پر بل نہ لائے اور کشادہ پیشانی و خوش و خرم رہے، یہ فقر و فاقہ اور معیشت کی تنگی اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو عنایت کرتا ہے کہ پیدائش سے مقصود ہی حضرات ہیں انسان کی سعادت ہے کہ وہ کسی امر میں ان برگزیدہ بندوں کے ساتھ شریک ہو جائے، اگر بندہ اس نعمت کی قدر جانے اور صبر و رضا کا راستہ اختیار کرے تو امید ہے کہ کل قیامت کے روز بھی ان بزرگوں کے انوار و برکات میں شریک ہوگا اور ان کے پس خوردہ میں سے حاصل کرے گا، دل تنگ اور اپنی زندگی سے بیزار نہ ہوں، جو زندگی کہ غفلت میں گذرے وہ (البتہ) بیزاری کے قابل ہے، دنیا میں عیش و تنعم کے لئے نہیں لایا گیا، عیش کا مقام آگے ہے اَللّٰھُمَّ اِنَّ الْعَیْشَ عَیْشُ الْاٰخِرَۃِ [اے اللہ! بیشک عیش (درحقیقت) آخرت کا عیش ہے] دنیا میں طاعت و عبادت کے لئے لائے ہیں اور مطلوب حق جل و علا کی معرفت ہے اگر ان مطلوبہ امور میں خلل و نقصان آجائے تو افسوس کا مقام ہے، دنیا و مافیہا اس قابل نہیں کہ اس کے نہ ہونے پر اس فانی زندگی سے تنگ آجائیں اس لئے کہ اس (دنیا) کی تنگی آخرت کی کشادگی کا سبب ہے۔ والسلام اولاً و آخراً۔

www.maktabah.org

مکتوب ۲۰۹

ملا شاہ مراد علی پشاوری کے نام طالبین کے احوال میں مشغول ہونے پر رغبت دلانے اور تدبیرِ خداوندی جل شانہٗ سے ڈرانے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم حامداً و مصلیاً و مسلماً، مکتوب مرغوب پہنچکر مسرت بخش ہوا، آپ نے طالبین کے اجتماع، مجلس کی رونق، صحبت کی تاثیر اور بعض دوستوں کو فنائے قلب حاصل ہونے کے بارے میں لکھا تھا واضح ہوا اور خوش وقت کیا ؎

آسماں سجدہ کند بہر زمینے کہ درو　　　یکدو کس یک دو نفس بہر خدا بنشینند

[آسمان اس زمین کے لئے سجدہ کرتا ہے جس میں ایک دو آدمی ایک دو لمحہ خدا کے لئے بیٹھتے ہیں]

دوستوں کے احوال میں اچھی طرح مشغول ہوں اور توجہات دیں، نسبت کے دوام کی نگہداشت پر رغبت دلائیں لیکن طالبین کے آنے سے ڈرتے اور کانپتے رہیں اور تدبیرِ خداوندی جل شانہٗ سے بے خوف نہ ہوں ایسا نہ ہو کہ انسان کی خرابی اس ضمن میں چاہی گئی ہو۔ مختصر یہ کہ اس بارے میں ہمیشہ التجا و تضرع کرتے رہیں اور خود پسندی و غرور سے بے خوف نہ رہیں۔ رَبَّنَا اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ‎(الکہف ۱۰)

[اے رب! ہم کو اپنے پاس سے رحمت عطا فرما اور ہمارے کام میں ہمارے لئے ہدایت کا سامان مہیا فرما] والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

مکتوب ۲۱۰

صوفی محمد حسین کابلی کے نام ان کے احوال کی شرح میں تحریر فرمایا۔ م۲۵۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم حمد و صلوٰۃ اور تبلیغِ دعوات کے بعد عرض ہے کہ مکتوب مرغوب نے پہنچکر مسرور کیا آپ نے جو روشن احوال لکھے ہیں یعنی سرورِ کائنات علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوات واکمل التحیات کی زیارت کرنا اور آں (صلی اللہ علیہ وسلم) سے سبز خلعت کا عنایت ہونا اور اسی طرح حضرات حسنین رضی اللہ عنہما میں سے ہر ایک سے دوسری دو خلعتوں کا عنایت ہونا اور اپنے آپ کو سرخ لباس والی خوبصورت عورتوں کی صورت میں دیکھنا اور اپنے تمام اعضا کے جوڑوں پر شاندار زیورات کا دیکھنا اور اسی اثنا میں ایک شیر کا آپ پر حملہ کرتے ہوئے ظاہر ہونا اس کے بعد اس سے رہائی پانا اور دوگانہ شکر ادا کرنا اور اس وقت تمام

www.maktabah.org

قرآن مجید کا پڑھنا سب واضح وظاہر ہوا ہر ایک عمدہ و اعلیٰ ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "میں جب راستہ میں جاتا ہوں ہر چیز جو کہ آسمان وزمین کے درمیان ہے فقیر کے ہمراہ جاتی ہے اس وقت جس چیز کو کہ مشاہدہ کیا جاتا ہے ہمہ اوست کی آواز کان میں پہنچتی ہے اور بیہوش کردیتی ہے"۔ بیشک اس راہِ غیب الغیب میں اس راستہ کا ہر ذرہ اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ [بیشک میں اللہ ہوں] کی نغمہ سرائی کرتا ہے اور اس جنگل کا ہر دیوا اپنے آپ کو پری کے ناز و انداز میں ظاہر کرتا ہے اور سالک کو اپنی پوجا کی طرف بلاتا ہے اور طالب کی رہزنی کرتا ہے، کوئی ایسا بلند ہمت شخص چاہئے جو کہ (حضرت) ابراہیم پیغمبر علٰی نبینا وعلیہ وعلٰی آلہ الصلوٰۃ والسلام کی مانند اُن کی طرف توجہ نہ کرے اور اُن کے حسنِ موہوم کا فریفتہ نہ ہو اور لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ [میں غروب ہونے والے سے محبت نہیں کرتا] کہے اور اس ذات کی طرف دوڑے جو کہ طلب کے لائق ہے اور جس کی صفت لم یزل لایزال (لازوال) ہے اور اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ الآیہ [میں نے اپنا منہ اس ذات کی طرف کیا] کا ترانہ گائے۔ اور جس قبرستان میں کہ آپ جاتے ہیں مردے آپ کا دامن پکڑ کر کچھ چیزیں طلب کرتے ہیں الخ عمدہ ہے، جو کچھ آپ سے ہوسکے طلب کے موافق ان کو پیش کردیا کریں۔ آپ نے لکھا تھا کہ "جب میں نماز میں کھڑا ہوتا ہوں اپنے آپ کو تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی صف میں پاتا ہوں اور رکوع و سجدے جو کچھ ادا کیا جاتا ہے وہ حضرات فقیر کے ساتھ موافقت کرتے ہیں اور نماز کے بعد خلوت میں کچھ چیزیں فقیر سے کہتے ہیں اور کچھ یاد نہیں رہتا"۔ میرے مخدوم! (دنیا کی) پیدائش سے مقصود انبیاء علیہم السلام ہیں اور جو نعمت بھی ہے انہی کے لئے آئی ہے اُمتیوں کی سعادت ہے کہ ان بزرگوں کے امور میں سے کسی امر میں شرکت پیدا کریں اور ان کی متابعت کے ذریعہ ان کے پس خوردہ سے کچھ چکھیں اَللّٰھُمَّ لَا تَحْرِمْنَا مِنْ بَرَکَاتِھِمْ وَاجْعَلْنَا مِنْ مُتَابِعِیْ اٰثَارِھِمْ [اے اللہ ہمیں ان کی برکات سے محروم نہ فرما اور ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے والوں میں بنا] والسلام علٰی من اتبع الہدیٰ۔ پ۷/۸۰

مکتوب ۲۱۱

ص ۲۵۹

نصیر خان کے نام پند و نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حامداً ومصلیاً۔ اللہ تعالیٰ اپنے الطاف و عنایات میں شامل فرما کر اپنی خوشنودیوں کے حاصل کرنے کے ساتھ ممتاز و مکرم رکھے گرامی نامہ جو کہ آپ نے صوفی محمد حسین کے ہمراہ بھیجا تھا چونکہ دوستوں کی سلامتی کی خبر دینے والا تھا اس لئے مسرت بخش ہوا صوفی مذکور اس مشفق (آپ) سے بہت خوش و ممنون آئے ہیں (آپ سے) جو خدمت بھی مشار الیہ کے متعلق واقع ہوئی ہے

www.maktabah.org

مناسب ہے فقرا، و اہل اللہ کی خدمت برکات کا ثمرہ دینے والی اور دنیا و آخرت کے کاموں میں کشادگی پیدا کرنے والی ہے۔ میرے مخدوم! دنیاوی زندگی بہت تھوڑی ہے اور آخرت کا معاملہ دائمی اور ختم نہ ہونے والا ہے عقلمند وہ شخص ہے جو کہ اس تھوڑی سی فرصت کو غنیمت جان کر آخرت کا زادِ راہ تیار کرے اور گنتی کے ان چند سانسوں کے ذریعہ ابدی ملک حاصل کرے اور مولائے حقیقی جل شانہٗ کی خوشنودی حاصل کرے، اوقات کو کثرتِ ذکر اور فرائض و سنن کی ادائیگی کے ساتھ معمور رکھنا چاہیے اور منہیاتِ شرعیہ یعنی محرمات و مکروہات سے بچنا چاہیے، انسان محکوم بندہ ہے اس کو اس کی مرضی پر نہیں چھوڑا گیا ہے کہ وہ جو کچھ چاہے کرے، وہ ایک مالک کو اپنے اوپر رکھتا ہے اور اس کے بغیر چارہ نہیں رکھتا کہ اُس (اللہ تعالیٰ) کے اوامر و نواہی کے مطابق زندگی بسر کرے ورنہ بندہ سرکش ہوگا اور قسم قسم کی سزاؤں کا مستحق ہوگا۔
اے شفقت آثار احقائق آگاہ عبد الخالق ہمارے بہت اچھے دوستوں میں سے ہیں اور کمالات و احوالِ عالیہ کے مالک ہیں اُن کی صحبت و خدمت کو غنیمت جانیں، کاموں کے بارے میں ان سے دعائیں اور امداد طلب کریں اور ختم خواجگان کرائیں، مشیخت پناہ اخوی اعزی شیخ محمد صادق کو سلام پہنچائیں، انھوں نے آپ کی شفقتوں کو دیکھ کر وطن اور اس جگہ کے دوستوں کو فراموش کر دیا ہر کسی نے خوب کہا ہے ؎

وَمَا فِیْهِ مِنْ عَیْبٍ غَیْرَ اَنَّ ضَیْفَهٗ ۔۔۔ یُلَامُ بِنِسْیَانِ الْاَحِبَّةِ وَالْوَطَنِ

[اور اس میں اس کے سوا کوئی عیب نہیں ہے کہ اس کے مہمان کو دوستوں اور وطن کو بھلا دینے کی ملامت کی جاتی ہے] والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۲۱۲

صلاح آثار صوفی پایندہ محمد کابلی کے نام ان کے خط کے جواب میں جو کہ بلند و روشن احوال پر مشتمل تھا اور فنائے نفس و فنائے قلب کے درمیان فرق کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ آپ کا مکتوب مرغوب ۲۵۷
پہنچا اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے کہ آپ عافیت کے ساتھ وطن پہنچ گئے اور اوقات کو دلجمعی کے ساتھ گذار رہے ہیں اور دوست احباب جمع ہوتے ہیں اور حلقۂ ذکر منعقد ہوتا ہے اور معاملہ ترقی میں ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "اپنے آپ کو ان دنوں میں تعینِ حُبی میں داخل پاتا ہے اِلخ" مبارک ہے اَللّٰهُمَّ اَرِنَا حَقَائِقَ الْاَشْیَاءِ کَمَا هِیَ [اے اللہ! ہم کو اشیاء کی حقیقتیں دکھا دے جیسی کہ وہ ہیں]۔ آپ نے فقرا کی نسبت حافظ مقصود علی کی محبت و اخلاص کے بارے میں لکھا تھا اور نیز لکھا تھا کہ فقیر کا خط امیر خاں کو پہنچا بالفرض

www.maktubah.org

یہ سب واضح ہوا، جزاہ اللہ سبحانہ خیر الجزاء [اللہ سبحانہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے] امید ہے کہ معیت کے باعث محبت کے موافق فیضیاب ہوں گے اور پوشیدہ کیفیات کو اخذ کریں گے آپ نے مشارٌ الیہ کے احوال کے بارے میں لکھا تھا کہ دل کی بے تعلقی حاصل ہوگئی ہے اور ماسوا کا خیال دل میں نہیں گذرتا، یہ حال بہت اعلیٰ ہے اور فنائے قلب سے تعبیر کیا جاتا اور ولایت کے طریقوں میں پہلا قدم ہے، بزرگوں نے کہا ہے کہ جبتک تو (مطلوب کو) نہ پائے رہائی نہیں پاتا، جب دل کو ماسوا سے پوری طرح انقطاع حاصل ہوجائے کہ اگر تکلف کے ساتھ وہ ماسوا کو یاد کرے تو اس کو یاد نہ آئے" یہ یافت کی دلیل ہے، کوشش کریں کہ قدم آگے رکھیں اس فنا میں اگرچہ ماسوا کا نسیان حاصل ہے اور حضورِ بے غیبت موجود ہے لیکن نفسِ حاضر ابھی تک اپنی جگہ پر ہے اور بھولنے والے کی انانیت قائم ہے، جان و دل سے کوشش کرنی چاہیے کہ یہ نفس حاضر زائل ہوجائے اور یہ کوہِ الوند کلمہ طیبہ کی کدال سے جڑ سے اکھڑ جائے اور انانیت اور جو عداوت کہ وہ اپنے مولا سے رکھتا ہے اس کی نفی ہوجائے، یہ حالت فنائے نفس سے تعبیر کی جاتی ہے اور اس راہ میں دوسرا قدم ہے، والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

مکتوب ۲۱۳

خواجہ قاسم پشنگی کے نام ان کے احوال کی شرح اور کمالات کے اصل کے ساتھ ملحق ہونے کے بعد عدم کے عدمِ مطلق کے ساتھ ملحق ہوجانے کے سِر اور ایک لحوق کے دوسرے لحوق سے جدا ہونے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ العلی الاعلیٰ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ سید الوریٰ صاحب قاب قوسین او ادنیٰ وعلیٰ آلہ وصحبہ البررۃ التقیٰ، امابعد! آپ کے گرامی نامے یکے بعد دیگرے پے درپے پہنچکر مسرت بخش و شوق افزا ہوئے، (دعا ہے کہ) سلامتی اور عافیت کے ساتھ رہیں اور شریعت و طریقت کے راستہ پر قائم رہیں، پس بیشک استقامت کرامت سے افضل ہے اور یہ نجات
۲۵۸ کا مدار ہے اور اس کے علاوہ بیفائدہ رنج اٹھانا ہے۔ آپ نے شوق ملاقات کے بارے میں لکھا تھا اس جانب سے دوستوں کو بھی مشتاق جانیں اور اشدِ شوق مبدأ اور اصل سے تصور کریں، چونکہ محبت کا رابطہ قوی ہے (اس لئے) حدیث اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ [آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے] کے مطابق باطنی معیت اس کے مطابق موجود ہے اور فیض کا راستہ کھلا ہوا ہے۔ اور یہ جو آپ نے اپنے احوال کے

www.maktabah.org

بارے میں لکھا ہے کہ نہ وجود کا حکم باقی رہا ہے اور نہ عدم کا اثر (باقی رہا ہے) اس نے خوش وقت کیا،
اس قسم کی فنا کہ وجود اپنے تابع کمالات کے ساتھ اپنی اصل سے ملحق ہو جائے اور عدم جو کہ ان کمالات کا
آئینہ تھا وہ بھی اپنی اصل کے ساتھ جو کہ عدمِ مطلق ہے لاحق ہو جائے فنا کی اقسام میں سب سے اعلیٰ ہے کہ
عارف سے نہ عین باقی رہتا ہے نہ اثر لَا تُبْقِي وَلَا تَذَرُ (نہ وہ باقی رکھے گی اور نہ چھوڑے گی) جو عدم کہ دوسرے پ ۲۹ ع ۲۸
اعدام سے جدا ہو گیا تھا وہ اس کے آئینہ میں کمالات کے انعکاس کی وجہ سے تھا اور جب کمالات نے
اپنی اصل کی طرف رجوع کیا تو عدم کو دوسرے اعدام سے جدا کرنے والی چیز نہ رہی پس عدم نے بھی عدمِ مطلق
کی طرف رجوع کر لیا۔ اگر کہا جائے کہ اس صورت میں کمالات کے اصل کے ساتھ لحوق اور عدم کے عدمِ مطلق
کے ساتھ لحوق کے درمیان تلازم ہونا چاہیے اور حالانکہ عدم کا لحوق کمالات کے لحوق کے بعد ہے جو کہ
بعدیتِ زمانی ہے اور بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ کمالات کا لحوق ہو جاتا ہے اور لحوقِ عدم نہیں ہوتا اس کے
الگ الگ ہونے کا راز کیا ہے؟ (جواب) ہم کہتے ہیں کہ کمالات کے اصل کے ساتھ لحوق کے بعد کمالات کو عدم
کے آئینے کے ساتھ تعلق رہتا ہے اور فنا متحقق ہو جاتی ہے اس کے بعد وقت گذرنے پر یہ تعلق بھی جاتا رہتا
ہے پس جب تک کہ آئینے کے ساتھ تعلق باقی ہے عدم کے عدمِ مطلق کے ساتھ لاحق ہونے کا مانع ہے
اس لئے عدم کا مابہ الامتیاز باقی ہے اگرچہ مجمل طور پر ہے اور تعلق کے زوال کے بعد مانع بالکل زائل
ہو جاتا ہے اور بعید نہیں ہے کہ یہ کہا جائے کہ اگر کمالات کا لحوق اُس اسم کے ظل کے ساتھ ہے جو کہ سالک کا
مبدأ تعین ہے تو اصالت و ظلیت کا تعلق ثابت ہے جو کہ عدم کے لحوق کا مانع ہے اور جب سالک
ترقی کرے اور اسم کے ظل سے اسم کی اصل کے ساتھ ملحق ہو جائے تو مذکورہ تعلق نہیں رہتا کیونکہ اس کا
عینِ ثابتہ وہی ظل ہے نہ کہ اصل، اس وقت عدم بھی عدمِ مطلق کی طرف چلا جاتا ہے اور فنائے کامل
حاصل ہو جاتی ہے اَطْفِ الْمِصْبَاحَ فَقَدْ طَلَعَ الصَّبَاحُ (چراغ بجھا دو کہ صبح طلوع ہو چکی ہے) والسلام۔

مکتوب ۲۱۴

خواجہ عبد الصمد کابلی کے نام ان کے خط کے جواب میں جو کہ بعض کیفیات اور قصور کی دید پر مشتمل
تھا اور بشارت کی طرف اشارہ کے بارے میں تحریر فرمایا۔

م و د حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ گرامی نامہ پہنچ کر مسرت بخش ہوا۔ آپ نے کسرِ نفسی
اور دیدِ قصور کے جو مقدمات لکھے تھے واضح ہوئے، یہ دیدِ قصور ایک بہت بڑی نعمت ہے باطن کے

www.maktabah.org

منور ہونے کا ذریعہ اور طاعات کے قبول ہونے کا وسیلہ ہے، حق سبحانہٗ اس دید کے ثمرات عود فرمائے اور اس کسرِ نفسی کو اکسیر بنائے اور جب یہ دید غالب آجاتی ہے تو عارف اپنے دائیں جانب کے کاتب کو معطل و بیکار پاتا ہے وہ کوئی نیکی نہیں پاتا کہ جس کو کاغذ پر لکھے اور بائیں جانب کے کاتب کو ہمیشہ کام میں مشغول دیکھتا ہے یہ دید نورِ قِدَم کے ظہور کے باعث ہے اور لایزال (تعالیٰ شانہٗ) کے کمال و جمال کے مشاہدہ سے ہے کہ اس کے بالمقابل تمام نقص و شر نظر میں آجاتا ہے اِذَا تَجَلّٰی اللّٰہُ لِشَیْءٍ خَضَعَ لَہٗ [جب اللہ سبحانہٗ کسی چیز کے لئے تجلی فرماتا ہے تو وہ چیز اس کے لئے جُھک جاتی ہے] اس دید کے ثمرات میں سے ہے۔ یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "یہ نسبت تمام لطائفِ امر و خلق کو احاطہ کر لیتی ہے کہ سالک کا کوئی نام و نشان اور عین و اثر باقی نہیں رہتا اور اس سبحانہٗ و تعالیٰ کی ذاتِ بحت اور کمالاتِ ذاتیہ کے علاوہ کوئی اور امر مفہوم و معلوم نہیں ہوتا" بیشک جب تک اپنے ذاتی شر و نقص پر آگاہی نہ پائے اور صفاتِ کمال اس (تعالیٰ شانہٗ) سے نہ دیکھے لایزال (تعالیٰ شانہٗ) کا کمال و جمال پردہ نہیں کھولتا اور اس کی ذات و کمالاتِ ذاتیہ کی طرف راہ نہیں پاتا ھذا [یہ بات یہاں ختم ہوئی] میرے مخدوم! ان سطور کے لکھتے وقت آپ عجیب زینت و خلعت کے ساتھ نظر آئے معلوم ہوا کہ آپ کو تمام خلت سے کچھ حصہ (حاصل) ہے اور یہ زیب و زینت اسی (کی وجہ) سے ہے شاید کہ آپ کی ولایت ولایتِ ابراہیمی علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے والغیب عند اللہ تعالیٰ [اور غیب کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے] والسلام علیکم و علیٰ سائر من اتبع الھدیٰ، واللہ اعلم۔

مکتوب ۲۱۵

میرزا محمد صادق پسر نصیر خاں کے نام نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ آپ کا مکتوب مرغوب پہنچ کر مسرت بخش ہوا۔

ع ازہرچہ می رود سخنِ دوست خوشتر ست [دوست کی جو بات بھی بیان کی جائے پسندیدہ ہے]

اس گروہ والوں کے سیر و سلوک کے بارے میں سب سے زیادہ کامل علامت یہ آیہ کریمہ ہے: مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا
پ ۱۴ ۹۶ عِنْدَ اللّٰہِ بَاقٍ [جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ ختم ہونے والا ہے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے] طالب صادق جب تک منتسبات سے خالی نہ ہو جائے اور وجود اور تمام کمالات کو جو کہ اس تعالیٰ شانہٗ کے کمالات کا پرتو ہیں اصل کے حوالہ نہ کر دے اور اس بارگاہِ قدس کے سپرد نہ کر دے انوارِ لایزال کا تماشا نہیں پاتا۔

www.maktabah.org

گر بر سرِ کوئے عشقِ من کشتہ شوی — شکرانہ بدہ کہ خونبہائے تو منم

[اگر تو میرے عشق کے کوچے کے سرے پر مار ڈالا جائے تو شکرانہ ادا کر کہ تیرے خون کا بدلہ میں ہوں]

کوئی ایسا شاہباز ہونا چاہیے جو کہ اس آیت کریمہ کے اسرار کے سمندروں میں غوطہ زنی کرے اور اُن نکتۂ مدعا کی عمومیت سے جو کہ اس آیت کریمہ میں ہیں بہرہ ور ہو جائے۔ دیگر یہ کہ آپ نے اپنی بیماری کے بارے میں لکھا تھا تشویش خاطر کا باعث ہوا، اللہ سبحانہ کی حمد ہے کہ (وہ بیماری) صحت میں تبدیل ہو گئی جو باقی رہ گئی ہے امید ہے کہ وہ بھی دور ہو جائیگی حق جل وعلا کا شکر بجالائیں۔ دیگر یہ کہ آپ شیخ محمد حسین کی صحبت میں اکابر کے طریقے سے آشنا ہوئے اور بہت سے فوائد حاصل کئے اور ترقیات کیں اب آپ مختار ہیں اگر شیخ عبدالخالق کی صحبت میں جو کہ صاحبِ کمالات ہیں بیٹھیں اور توجہات لیں تو اچھا اور مناسب ہے سرچشمہ ایک ہی ہے اطاعات واذکار کے معمولات میں سرگرم رہیں اور چند روزہ زندگی کو غنیمت جانیں اور آخرت کا زادِ راہ تیار کریں اور (ہم) دوستوں کو دعائے خیر سے یاد کریں، والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الہدیٰ۔

مکتوب ۲۱۶

مخدوم زادۂ عالی جاہ شیخ خلیل اللہ کے نام گوشہ نشینی پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حمد وصلوٰۃ وتبلیغِ دعوات کے بعد عرض ہے کہ (یہاں کے) احوال ہر حال میں حمد ذوالجلال کے لائق ہیں امید ہے کہ آں فرزند عزیز آپ بھی عافیت سے ہوں گے طریقۂ سنت پر قائم ہوں گے اور قرب کے درجات میں ہمیشہ ترقی کرتے رہیں گے، مشتاقین انتظار کے زیر بار ہیں مہربانی کرکے ان کو اس بار سے سبکدوش کریں اور چند روزہ عمر کو گوشہ گمنامی اور مزارِ اعلیٰ کی ہمسائگی میں صرف کریں اور اس بقعہ کی برکات وانوار سے بہرہ مند ہوں اور نور کا اقتباس کریں تاکہ ہمہ تن نور ہو جائیں اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ نُوْرًا [اے اللہ! مجھ کو نور بنادے] نور ہی ہے جو کہ اظہار وظہور کا سبب ہے خُلِقْتُ مِنْ نُّوْرِ اللّٰہِ وَالْمُؤْمِنُوْنَ مِنْ نُّوْرِیْ [میں اللہ کے نور سے پیدا کیا گیا ہوں اور مومنین میرے نور سے پیدا کئے گئے ہیں] نور کی بزرگی کو آیہ کریمہ اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ [اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے] اور حدیث نُوْرٌ اَنّٰی اَرَاہُ [وہ (اللہ تعالیٰ) ایک نور ہے گویا کہ میں اس کو دیکھ رہا ہوں] سے معلوم کریں، بقا باللہ کے معاملہ کو جو کہ حدیث شریف مَنْ قَتَلْتُہٗ فَاَنَا دِیَتُہٗ [جس کو میں قتل کرتا ہوں تو اس کا خونبہا میں خود ہوتا ہوں] سے مستفاد ہے، آیہ کریمہ فَاَحْیَیْنٰہُ وَجَعَلْنَا لَہٗ نُوْرًا [پس میں اس کو زندہ کرتا ہوں اور اس کے لئے ایک نور تیار دیتا ہوں] میں بیان فرمایا ہے، دوستوں سے دعا کی امید کی جاتی ہے، والسلام اولاً وآخراً۔

www.maktabah.org

مکتوب ۲۱۷

سیادت پناہ سید محمد شریف کے نام اُن کے سوالوں کے جواب میں جو کہ انھوں نے پوچھے تھے تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد تحریر ہے کہ سیادت پناہ سید محمد شریف نے چند سوالوں کا جواب اس فقیر سے
ص ۲۶۱ طلب کیا تھا اپنی سمجھ کے مطابق ان کے جواب میں لکھا جاتا ہے اللہ سبحانہٗ سے عصمت و توفیق کی دعا کی جاتی ہے۔
—— سوالِ اوّل: بدن جمادات کی صفت رکھتا ہے اور روح لطائف میں سے ہے یہ دونوں الگ الگ ہونے کی صورت میں کسی حالت کی کوئی خبر نہیں رکھتے تھے، متصل ہونے کی حالت میں جو لذت و الم حاصل کرتے ہیں تو یہ کس طرح ہے؟ جواب۔ اکثر (دو چیزوں کے) یکجا ہونے کی حالت میں وہ امور ظاہر ہوتے ہیں جو ان کی انفرادی حالت میں ظاہر نہیں ہوتے —— سوال دوم: موت کے بعد جب بدن اور روح کو مفارقت انقطاعِ وصل ہوگیا تو ثوابِ قبر و عذابِ قبر جو کہ برحق ہے کس طرح ہوگا؟ جواب۔ قبر میں روح کو بدن کے ساتھ ایک تعلق و اتصال عطا کیا جاتا ہے جو کہ ثواب و عذاب کے ادراک کا سبب ہوتا ہے (وہ تعلق و اتصال) اسقدر نہیں ہوتا کہ حس و حرکت کا سبب بن سکے، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ خواب میں آدمی لذت اور الم حاصل کرتا ہے اور اس کے ظاہر پر لذت و الم کا کچھ بھی اثر پیدا نہیں ہوتا —— سوال سوم: سلوک کی ترقیات کی کوئی انتہا ہے یا نہیں؟ جواب اگر سالک کی سیر اسماء و صفات کی تفصیل میں واقع ہوئی ہو تو اس کے حق میں مراتب وصول کی انتہا نہیں ہے اسی لئے بزرگوں نے کہا ہے کہ وصول کی منازل ابدالآباد تک طے نہیں ہوتیں، اور اگر اسماء و صفات کے مراتب کا طے کرنا اجمالاً ہو تو وصول کی منازل ختم ہو جاتی ہیں جیسا کہ اس کی تحقیق حضرتِ عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) کے مکتوبات میں موجود ہے —— سوال چہارم: حال اور علم کے درمیان کیا فرق ہے؟ اور ان دونوں میں کونسا بہتر ہے؟ جواب، حال علم سے اشرف ہے علم حال کی تمہید ہے، علم خواص و عوام کے لئے ہے اور حال اہلِ وجد و کمال کی خصوصیت ہے اگر علم کے مقتضا پر عمل نہ ہو تو وہ عالم پر حجت ہے اور اگر علم حال کے ساتھ تبدیل ہو جائے تو حجت ہونے سے نکل جاتا ہے (یعنی حجت نہیں ہوتا) ھکذا سمعت عن سیدی و مرشدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ [میں نے اپنے آقا و مرشد (مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے اسی طرح سنا ہے] —— سوال پنجم: اہلِ کمال کے نزدیک گمراہی کیا ہے اور گمراہ کس کو کہتے ہیں؟ شریعت میں گمراہ وہ شخص ہے کہ شرع شریف کے خلاف چلے، لیکن گمراہِ طریقت کس کو کہتے ہیں؟ جواب گمراہِ طریقت وہ شخص ہے جو کہ شریعت کے خلاف عمل کرے

www.maktabah.org

اور یا طریقت کے خلاف چلے اور پیر کی اطاعت سے باہر ہوجائے ــــ سوالِ ششم: تمام کمالات کے حاصل ہونے اور انسان کے کامل ہوجانے کے بعد اس کی توجہ کس جہت میں ہوتی ہے اور وہ کونسی جانب متوجہ ہوتا ہے؟ جواب: حصولِ کمالات کے بعد جوکہ عروج سے تعلق رکھتے ہیں کُلّی طور پر حق جلّ وعلا کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اگر کمالاتِ عروج طے کرکے نزول کی طرف رُخ کرلیتا ہے اور ناقصوں کی تکمیل کے لئے اس کو دوبارہ دنیا میں واپس کردیا جاتا ہے تو اگر وہ کمالاتِ ولایت کو طے کرکے نزول کرتا ہے تو ظاہر سے وہ مخلوق کی طرف اور باطن سے حق جلّ وعلا کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اگر وہ کمالاتِ نبوت کی تکمیل کرکے نزول میں آیا ہے تو وہ ظاہر و باطن کے ساتھ مخلوق کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور پوری طرح دعوت کی طرف رُخ رکھتا ہے ــــ سوالِ ہفتم: مسئلہ تجددِ امثال جوکہ فصوص الحکم[1] میں بیان کیا گیا ہے توجہ فرما کر اس کی حقیقت سے پوری طرح مطلع فرمائیں۔ جواب: تجددِ امثال کہ بعض صوفیہ جس کے قائل ہیں ہمارے نزدیک ثابت نہیں ہے، یہ معاملہ اگر ہے تو سالک کے شہود میں ہے اور بس، نہ کہ حقیقت میں کیونکہ اگر یہ معاملہ حقیقی ہو تو لازم آتا ہے کہ گناہ کوئی ایک شخص کرے اور عذاب کسی دوسرے شخص کو دیا جائے اور یہ انصاف کے تقاضے سے بعید ہے اور اس دید کا باعث جوکہ بعض سالکوں کو پیش آتی ہے (حضرت مجدد الفِ ثانی قدس سرہٗ کے) مکتوبات قدسی آیات میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے وہاں سے طلب کریں ــــ سوالِ ہشتم: اس ضعیف کو یاد آیا کہ ایک بزرگ نے فرمایا ہے "گوش بند و ہوش بند و چشم بند" (کان کو بند کر، ہوش کو بند کر اور آنکھ کو بند کر) پس جس شخص نے ان تینوں کو بند کرلیا تو پھر وہ کس چیز میں مشغول ہو اور پھر اس شغل سے جو نتیجہ کہ حاصل ہوتا ہے وہ کیا ہے؟ جواب: یہی بند کرنا ذکر و شغل ہے، بزرگوں نے کہا ہے دل کو دشمن سے باز رکھ دوست کو طلب کرنے کی حاجت نہیں اس کا نتیجہ ذکر کا نتیجہ ہے اس کے بعد طالب کی حالت کے موافق جو کچھ پیر اس کی رہنمائی کرے اس میں مشغول رہے ــــ سوالِ نہم یہ ہے کہ نفسِ ولایت کیا ہے اور صفتِ ولایت کونسی ہے؟ جواب: نفسِ ولایت فنا و بقا اور رُوٹھنا و جُڑنا ہے اور صفتِ ولایت دار الغرور (دنیا) سے دُوری اور دار القرار (آخرت) کی تیاری کرنا ہے، والسلام

مکتوب ۲۱۸

محمد باقر لاہوری کے نام اُن کے احوال کی تعریف اور کمالاتِ محبت کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ ذی الانعام والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ سید الانام

[1] فصوص الحکم حضرت شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہٗ کی تصنیف ہے۔

www.maktabah.org

وعلیٰ آلہ الکرام وصحبہ العظام الی یوم القیام اما بعد، مکتوب شریف نے پہنچکر بہت زیادہ فرحت بخشی۔ آپ عافیت وجمعیت کے ساتھ رہیں اور شریعت عالیہ وسنت منورہ کے طریقہ پر قائم رہیں، آپ نے اپنی کیفیات واحوال کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے بہت اعلیٰ ہے۔ یہ مشکل ہے کہ عقل محدود ذاتِ جل شانہٗ کی تائید کے بغیر ان دقائق تک پہنچ سکے اور کوئی دوسری ہی آنکھ چاہیے جو کہ ان معانی کا ادراک کرے، "اللہ جل کا نور ہی ہے جو ان اسرار کو سمجھ سکتا ہے جس کی طرف حدیث شریف یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ [اللہ کے نور سے دیکھتا ہے] لَا یَحْمِلُ عَطَایَا الْمَلِکِ اِلَّا مَطَایَاہُ [بادشاہ کے عطیات اس کی سواریاں ہی اٹھاتی ہیں] آپ نے لکھا تھا کہ "ان دنوں میں آنسرور علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوات والتسلیمات کی بارگاہ سے ایک خاص نسبت اپنے حق میں فائز دیکھتا ہوں اور آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنا مددگار سمجھتا ہوں" اور نیز حضرت مجدد الف ثانیؒ کی عنایات والطاف جو آپ پاتے ہیں اور مراتبِ عروج ومنازلِ نزول میں آپ کو جن چیزوں کا ادراک ہوتا ہے اور کبھی سکر کا اور کبھی صحو کا غلبہ ہوتا ہے یہ تمام باتیں واضح ہوئیں اور خوش وقت کیا، اَللّٰھُمَّ زِدْ [اے اللہ! اور زیادہ فرما]۔ محبت کا تعلق اور باطنی رابطہ جسقدر زیادہ قوی ہوگا (سالک) فیوض وبرکات اسی قدر زیادہ اخذ کرے گا اور درجاتِ عالیہ پر ترقیات کرے گا، کام کا مدار محبت پر ہے خاص طور پر ہمارے طریقہ میں کہ ہماری نسبت انعکاسی وانصباغی ہے، مرید محبت کے تعلق سے جو کہ وہ پیر کے ساتھ رکھتا ہے تھوڑے ہی دنوں بعد اس کے رنگ میں رنگا جاتا ہے اور محبت کی کشش کے ذریعہ اس کے باطن سے پوشیدہ معانی اخذ کرتا ہے اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ [آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے] معیت کچھ بھی حصہ نہیں چھوڑتی کہ محبِ صادق کے نہ نصیب ہو، جسقدر محبت زیادہ ہوگی اسی قدر معیت زیادہ ہوگی اور جسقدر معیت زیادہ ہوگی صفات کا جذب کرنا اسی قدر زیادہ ہوگا، خاص طور پر وہ محبت جو صحبت کے ساتھ جمع ہو کیونکہ صحبتِ پیر بھی اس راستہ کے ارکان وشرائط میں سے ہے اور چونکہ یہ طریقہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب ہے اور حضرت موصوف محبت وفدائیت میں بےمثال تھے اس لئے ان کو قرآن مجید میں معیت کے ساتھ یاد کیا وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ [اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں] فرمایا اسی لئے وہ (حدیث شریف) اللہ تعالیٰ نے جو کچھ میرے سینہ میں ڈالا وہ سب میں نے ابوبکر کے سینہ میں ڈال دیا۔ اور اُن دو کے بارے میں تیرا کیا گمان ہے جن میں کا تیسرا اللہ ہے، کا مورد بنے اور ثَانِیَ اثْنَیْنِ [دو میں کا دوسرا] کے شرف سے سرفراز ہوگئے، اس طریقہ کار کا مدار بھی محبت پر ہے اور یہ محبت اُن کے معاملہ کو سب سے آگے لے گئی۔

www.maktabah.org

مکتوب ۲۱۹

ملا فصیح الدین کے نام حال کی تعبیر اور حضرت شیخ عبد القادر قدس سرہ کے قول کی توجیہ میں تحریر فرمایا کہ انھوں نے فرمایا ہے مغرب سے مشرق تک اولیاء اللہ میں سے ان کے سوا کوئی ولی حنفی مذہب نہیں ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ علی آلائہ والصلوٰۃ والسلام علی افضل انبیائہ و
علی آلہ وعلی اصحابہ وسائر احبابہ۔ اما بعد، آپ کے مکتوب مرغوب نے پہنچکر خوش وقت کیا، ۲۶۴
آپ نے شوق و تشنگی کا اظہار کیا تھا، وقت پر موقوف ہے لِکُلِّ اَجَلٍ کِتَابٌ [ہر کام کا ایک وقت معین ہے]
امید ہے کہ آتشِ شوق مشتعل ہوگی اور محبت کا شعلہ بلند ہوگا تاکہ ماسوائے پوری طرح رہائی دلائے
اور مطلب اعلیٰ تک پہنچائے، اوقات کو اہم امور کے ساتھ معمور رکھیں اور حق جل وعلا کی رضامندی میں
دل وجان کے ساتھ کوشش کریں اور قبر وقیامت کا زادِ راہ تیار کریں، جَآءَتِ الرَّاجِفَةُ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ
جَآءَ الْمَوْتُ بِمَا فِيْهِ [ہلادینے والی چیز (صور اسرافیل کی پھونک) آگئی جس کے بعد ایک پیچھے آنے والی چیز
(دوسری پھونک) آجائیگی موت پوری طرح آگئی] یہ جو آپ نے حال میں دیکھا ہے کہ آپ کا چھوٹا بھائی رحلت
کر گیا ہے، ہوسکتا ہے کہ چھوٹا بھائی آپ کے شیطانِ ہمزاد سے عبارت ہو اور اس کا چھوٹا ہونا اس
اعتبار سے ہو کہ وہ وجود وولادت میں آپ کے تابع ہے اور اس کی موت اس کے آپ پر فتح نہ پانے اور
اس کے اپنی مراد یعنی گمراہ کرنے اور بہکانے کو نہ پہنچنے سے عبارت ہے اور سرورِ کائنات علیہ وعلی آلہ
افضل الصلوات واکمل التحیات اور دیگر اعزہ کا اس کی نماز جنازہ کی طرف متوجہ ہونا اس کے کامل طور پر
مرجانے اور اس کے مکمل طور پر نقصان اٹھانے کی طرف اشارہ ہے، کہا جاتا ہے کہ ہم نے اس چیز پر چار
تکبیریں پڑھ لیں یعنی ہم نے اس کو رخصت کردیا اور اس سے چھٹکارا پالیا۔ ع

چار تکبیر زدم یکسرہ برہر چہ کہ ہست [جو کچھ بھی ہے ہم نے اس پر بالکل چار تکبیریں پڑھ لیں]

اور یا آنسرور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا تشریف لانا گویا اس لعین (شیطانِ ہمزاد) کے شر سے
آپ کے پوری طرح رہائی پانے اور اس کے مکر سے آپ کے سلامت رہنے پر آپ کو بشارت ومبارکباد
دینے کے لئے ہوا ہے، اور نیز ہوسکتا ہے کہ چھوٹے بھائی سے مراد قلب ہو اور اس کا چھوٹا ہونا اس اعتبار
سے ہے کہ (صوفیہ) قلب کو عالمِ اصغر کہتے ہیں اور انھوں نے انسان کو عالمِ صغیر کہا ہے جو کچھ عالم کبیر
(کائنات) میں ہے وہ عالمِ صغیر میں موجود ہے جو کہ انسان ہے اور جو کچھ کہ عالمِ صغیر میں ہے وہ عالمِ اصغر میں

www.maktabah.org

ثابت ہے جوکہ انسان کا قلب ہے اور اس کا رحلت کرنا اس کی فنا ہے جس کا اس کو حدیث شریف مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا [تم اپنے مرنے سے پہلے مرجاؤ] میں حکم دیا گیا ہے اور اس کی نمازِ جنازہ اس کی فنا کو کامل کرنے اور اس کے بعد بقا کے درجات حاصل ہونے کے ذریعے اس کے حق میں شفاعت سے عبارت ہے اور نمازِ جنازہ سے فارغ ہونے کے بعد جو آپ جامع مسجد میں مسلمانوں کی جماعت میں آئے گویا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ لعین (ہمزاد شیطان) کے شر سے چھٹکارا پانے کے بعد یا (قلب کی) فنا حاصل ہونے کے بعد آپ نے اس بات کی قابلیت پیدا کر لی ہے کہ صالحین بندوں میں جو کہ اسلامِ حقیقی سے مشرف ہیں اور وصال کی جنت میں کہ مسجد سے کنایہ ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کا گھر ہے داخل ہو گئے ہیں آیت فَادْخُلِیْ
۹۰ ، ۲۹ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ [پس تو میرے بندوں میں داخل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا] میں اس کی طرف اشارہ ہے۔ میرے مخدوم! سرورِ کائنات و فخرِ موجودات علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوات و اکمل التحیات کو خواب و حال میں دیکھنا اس امر کے ساتھ مشروط نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی شکل میں دیکھا جائے جس شکل میں کہ مدینہ منورہ میں مدفون ہیں (بلکہ) جس شکل میں بھی دیکھا جائے امید ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شیطان کے تمثل سے محفوظ ہوں گے لیکن جاننا چاہیے کہ احوال اور خواب مبشرات ہیں اور استعداد کی خبر دینے والے ہیں حصول پر دلالت نہیں کرتے، دل و جان سے کوشش کرنی چاہیے تاکہ معاملہ قوت سے فعل میں آجائے اور گوش سے آغوش تک آپہنچے۔ اور یہ جو حضرت شیخ عبد القادر قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ مشرق سے مغرب تک اولیاء اللہ میں سے ان کے سوا کوئی ولی حنفی مذہب (یعنی دینِ حنیف پر) نہیں ہے ہو سکتا ہے کہ عبارت کے معنی یہ ہوں کہ آج رجال الغیب میں سے ان کے سوا کوئی ولی نہیں ہے اس لئے کہ (آپ کا) مخاطب رجال الغیب کا طالب تھا آپ نے اس طلب کے موافق اس کے ساتھ بات کی، والغیب عند اللہ عزّ وجلّ [اور غیب کا جاننے والا اللہ عز وجل ہے] والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۲۲۰

مخدوم زادہ عالی درجات صاحبِ تکمیل و ارشاد، صاحبِ وقار و تمکین شیخ سیف الدین محمد کے نام عروج و نزول کے احکام اور سیرِ فریدی و مُرادی کے دقائق کے بیان اور بادشاہِ دین پناہ سلمہٗ ربّہٗ کے کچھ احوال کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ فرزند ارجمند کا مکتوب شریف

www.maktabah.org

پہنچکر مسرت افزا ہوا، آپ نے کیفیات و احوال کے بارے میں جو کچھ لکھا تھا اور اثناءِ راہ میں مزارات متبرکہ سے جو شفقتیں اور مہربانیاں آپ نے مشاہدہ کیں خاص طور پر ہمارے حضرت خواجہ (باقی باللہ) قدس سرہٗ کے مزارِ متبرک سے معائنہ کیں اور لکھی ہیں وہ سب واضح ہوئیں اور مسرتیں میں اضافہ کیا۔ آپ نے لکھا تھا کہ "اس فقیر کی نسبت نزول کی طرف زیادہ مائل ہے" ہاں آپ کا نزول کمل ظاہر ہوتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو ہدایت اور فیض کا پہنچنا اس کا اثر ہے اور عروج کے وقت چونکہ رُخ حق جل وعلا کی طرف ہے (اور) مخلوق سے بیگانگی و بے مناسبتی ہے اس لئے طالبین کے ساتھ بیٹھنا اور توجہ دینا ناگوار اور ناپسندیدہ ہے یہ بات اولیائے عزلت اور غیر مرجوعین میں زیادہ ہے اور مرجوعین و اہلِ عشرت اولیاء (یعنی جو لوگوں میں ملے جلے رہتے ہیں) میں جو کبھی عروج واقع ہوتا ہے بہت کم ہے کیونکہ غیر مرجوع کو مخلوق کے ساتھ کامل بے مناسبتی ہے اور مرجوع کو جو عروج واقع ہوتا ہے وہ اسقدر نہیں ہے اس لئے کہ اس کا مسکن و مقام مراتبِ نزول ہیں۔"

اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "ان دنوں خاص عروج واقع ہوا اور اپنی راہِ وصول کو نہایت بلندی اور زیب و زینت میں پایا اور اس کی خوبصورتی و تازگی بیان سے باہر ہے اور یہ مسلک مراد کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ مریدوں کا قدم اس مقام تک نہیں پہنچا" اس کا مطالعہ باطنی لذتوں کا باعث ہوا، بیشک محبوبوں کو محبت کے حلقوں کے ذریعہ اجتبار (جذب) کی راہ سے کشاں کشاں لے جاتے ہیں اور مریدین انابت (سلوک) کی راہ سے خود اپنے پاؤں پر چلتے ہیں۔ خود چلنے اور لے جایا جانے میں بہت فرق ہے، اَللّٰہُ یَجْتَبِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَیَھْدِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یُّنِیْبُ [اللہ تعالیٰ کھینچ لیتا ہے اپنی طرف سے جس کو چاہے اور راہ دکھاتا ہے اپنی طرف اس کو جو اس کی طرف رجوع کرے] انابت کی راہ میں چونکہ خود چل کر جانا ہے (اس لئے) ریاضت و مشقت بہت زیادہ ہے اور اجتبا کی راہ میں چونکہ لے جایا جانے کے طور پر ہوتا ہے (اس لئے) ریاضت و مشقت اسقدر درکار نہیں ہوتی اس کی ریاضت احکامِ شرعیہ کا بجالانا اور سنتِ سنیہ کا اتباع اور ناپسندیدہ بدعت سے بچنا ہے، مُرادوں کو لیجاتے ہیں خواہ وہ ریاضت کریں یا نہ کریں اور راستہ میں نہیں چھوڑا جاتا، کسی نے خوب کہا ہے ؎

عشقِ عاشق با دو صد طبل و نفیر | عشقِ معشوقاں نہاں ست و سُتیر
عشقِ معشوقاں خوش و فربہ کند | لیک عشقِ عاشقاں تن زہ کند

[معشوقوں کا عشق پوشیدہ اور مستور ہے اور عاشقوں کا عشق دو سو ڈھول اور نفیریوں کے ساتھ ہے لیکن عاشقوں کا عشق بدن کو کمان (کی طرح کمزور و ٹیڑھا) کر دیتا ہے اور معشوقوں کا عشق خوش و فربہ کرتا ہے]

ہاں جو مرید کسی مراد کی صحبت میں داخل ہو جائے اور فنا فی الشیخ (کا مقام) حاصل کرلے اور صحبت کے شرائط حتی الامکان بجالائے تو اس کی سیر بھی مُرادوں کی سیر کے مانند ہوگی اور وہ اپنے شیخ کی طرح

www.maktabah.org

مشقت و ریاضت کا محتاج نہیں ہوگا وہی محبتِ شیخ اس کی رہبر ہوگی اور وہ اس کے کمالات سے متصف ہو جائیگا

ع خاص کند بندہ مصلحتِ عام را [اللہ تعالیٰ عام مصلحت کیلئے کسی بندہ کو خاص کر لیتا ہے]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابِ کرام (رضی اللہ عنہم) آپ کی صحبت سے آپ کے کمالات کو پہنچ گئے اور اولیائے امت سے سبقت لے گئے۔

آپ نے بادشاہِ دین پناہ سلمہٗ ربہٗ کے احوال کے بارے میں جو کچھ تحریر کیا تھا یعنی لطائف میں ذکر کا سرایت کرنا، سلطان الاذکار اور رابطہ کا حاصل ہونا، وساوس کا کم ہونا، حق بات کو قبول کرنا، بعض خلافِ شرع امور کا دور ہونا اور لوازمِ طلب کا ظاہر ہونا، سب واضح ہوا، اللہ جل شانہٗ کا شکر بجا لایا، بادشاہوں کے طبقہ میں اس قسم کے امور نادر عنقا کا حکم رکھتے ہیں، حدیث شریف میں آیا ہے مَنْ اَحْيٰى سُنَّتِيْ بَعْدَ مَا اُمِيْتَتْ فَلَهٗ اَجْرُ مِائَةِ شَهِيْدٍ [جس نے میری کسی سنت کو جو مردہ ہو چکی ہو زندہ کیا تو اس کے لئے سو شہیدوں کا ثواب ہے] اَللّٰهُمَّ زِدْهُ تَوْفِيْقًا وَّطَلَبًا وَّشَوْقًا وَّتَرَقِّيًا فِيْ مَرَاتِبِ قُرْبِكَ [اے اللہ! ان کو مزید توفیق و طلب و شوق اور اپنے مراتبِ قرب میں ترقی عطا فرما] یہ درویش دعا و توجہ سے جو کہ فقیر کا معمول ہے فارغ نہیں ہے اور اُن (بادشاہ) کی ظاہری و باطنی بھلائی کا طالب ہے، ان کے باطن کو اکابر کی نسبت سے معمور پاتا ہے اور امیدوار ہے کہ وہ عنقریب فنائے قلب سے مشرف ہو جائیں گے جو کہ ولایت کے درجات میں سے پہلا درجہ ہے اور اس معنی کو ان کے حق میں قریب الحصول پاتا ہے۔ ع

باکریماں کارہا دشوار نیست [اہلِ سخا پر کوئی کام مشکل نہیں ہے] والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۲۲۱

سلطانِ وقت (اورنگ زیب عالمگیر سلمہٗ ربہٗ) کے نام محبتوں اور باطنی رابطوں کے اظہار میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ جب نایافت کے باعث دل روتا ہے تو وہ یافت کے باعث بنتی ہے۔

۲۶۵ بسم اللہ الرحمن الرحیم سب سے پہلے جس کو مقدم کیا جائے وہ اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے پھر نبی کریم اور ان کی آل پر درود و سلام ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! قیامت کب آئیگی؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تجھ پر (اس سوال سے) افسوس ہے تو نے اس (قیامت) کے لئے کیا سامان تیار کیا ہے؟ اس نے عرض کیا کہ میں نے اس کے لئے اور تو کوئی چیز تیار نہیں کی لیکن میں اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے محبت کرتا ہوں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم)

www.maktabah.org

نے فرمایا تو (قیامت میں) اس کے ساتھ ہوگا جس سے محبت کرتا ہے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے مسلمانوں (صحابۂ کرامؓ) کو اسلام لانے کے بعد اس سے زیادہ خوش نہیں پایا جتنا کہ وہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اس ارشاد سے خوش ہوئے۔ متفق علیہ۔ نیز حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ صحبت رکھو پس اگر تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ صحبت رکھنے کی استطاعت نہیں رکھتے تو اس شخص کے ساتھ صحبت رکھو جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ صحبت رکھتا ہے یہاں تک کہ وہ تم کو اللہ عز وجل کی طرف پہنچا دے ـــ اما بعد کمترین دعاگویان محمد معصوم تمام مخلوق کے پُشت و پناہ اور تمام جہانوں پر اللہ کا سایہ حضرت امیر المومنین (اورنگ زیب عالمگیر) اللہ تعالیٰ اُن کی دلیل کو روشن بنائے اُن کی بارگاہِ پُرنور کے بار یاب حضرات کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ آپ کا مکتوب عالی شان جو کہ کمال عنایت و مہربانی کے ساتھ قلمِ عنبریں رقم سے لکھا گیا تھا خواجہ محمد شریف بخاری نے عزیز ترین زمانہ میں پہنچایا اور بے سروسامان فقراء کو عنایاتِ عالیہ سے نوازا۔ آپ کا مکتوب گرامی ہمیں موصول ہوا وہ ایسا مکتوب ہے کہ جس کی عبارتوں کے چہروں میں جنتِ نعیم کی تر و تازگی ہے اس (مکتوب) کے مضمون سے اس (طریقت کے) راستہ کا شوق و طلب ظاہر تھا اس لئے مقصد تک پہنچنے کی امید حاصل ہوئی کسی بزرگ نے کہا ہے کہ اگر وہ (اللہ تعالیٰ) دینا نہ چاہتا تو طلب نہ دیتا۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ جب دل نایافت کے باعث روتا ہے تو روح یافت کے باعث ہنستی ہے، دل کا رونا جو کہ شوق و طلب کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے بزرگوں نے اس کو روح کی یافت پر دلیل قرار دیا ہے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ عالمِ امر کے پانچوں لطائف آپس میں ہمسایہ و ہمنشین ہونے کا حکم رکھتے ہیں ان میں سے بعض بعض سے زیادہ لطیف ہیں اور جو لطیفہ کہ زیادہ لطیف ہے وہ عالمِ غیب سے زیادہ نزدیک ہے اور حضرت وہاب عز شانہٗ سے فیض اخذ کرنے میں سبقت رکھتا ہے اور جب ان لطائف میں سے کسی لطیفہ پر کوئی انعامِ الٰہی وارد ہوتا ہے تو دوسرا لطیفہ جو کہ اس کے قریب ہے اس سے واقف ہو کر اس نعمت پر رشک و غبطہ کرتا ہے اور اس کی طلب میں کوشش کرتا ہے اور گریہ و شوق اس کو لاحق ہو جاتا ہے اگر ان لطائف میں سے کسی لطیفے پر بھی کوئی غیبی کیفیت ظاہر نہیں ہوتی تو تمام لطائف غافل رہتے ہیں اور طلب کی راہ بند ہو جاتی ہے پس دل کا رونا روح کی یافت پر دلیل ہے اس لئے کہ قلب و روح کو ایک دوسرے کے ساتھ ہمسائگی اور اتصال کی نسبت ہے اور ایک کی یافت سے دوسرا واقف ہے اور اس نعمت کے نہ پانے کے باعث روتا اور اس کی طلب میں دوڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و احسان ہے کہ فقیر زادہ (خواجہ سیف الدین رحمۃ اللہ) آپ کی نظرِ قبولیت
میں منظور ہو گیا ہے اور اس کی صحبت کا اثر حاصل ہو گیا ہے اور نیکی کا امر کرنا اور برائی سے روکنا جو کہ فقیر زادہ ۳۶۰
کی علامت ہے اس پر آپ نے شکر و رضامندی کا اظہار کیا ہے اس انعام (اظہارِ شکر) پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالا

www.maktabah.org

اور یہ امر دعا گوئی میں اضافہ کا باعث ہوا کیسی عجیب نعمت ہے کہ بادشاہت کی اس شان و شوکت اور سلطنت کے اس رعب کے باوجود حق بات قبولیت کے کان میں پڑے اور ایک نامراد کا قول مؤثر ثابت ہو فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ (پس میرے ان بندوں کو بشارت دے دیجئے جو بات کو سنتے ہیں پھر احسن بات کی پیروی کرتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ہے اور یہی لوگ عقل و دانش والے ہیں) (۳۹ / ۱۸) وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ محمد وّاٰلہٖ اجمعین وبارک وسلم۔

مکتوب ۲۲۲

ملا شرف الدین سلطانپوری کے نام سالک کے کسی مقام میں رُک جانے کے سِرّ اور اس کے علاج کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حمد و صلوٰۃ و تبلیغِ دعوات کے بعد عرض ہے کہ یہاں کے احوال ہر طرح حمدِ ذوالجلال کے لائق ہیں، اللہ تعالیٰ سے آپ کی عافیت اور ظاہری و باطنی استقامت کی دعا کی گئی؟ آپ نے لکھا تھا کہ "خط لکھتے وقت اپنے حال کی طرف متوجہ ہوا تو ایک مقام نمودار ہوا ہر چند چاہا کہ (اس میں) داخل ہو جائے لیکن میسر نہیں ہوا" میرے مخدوم! چونکہ (وہ مقام) نمودار ہوا ہے اور آپ میں داخل ہونے کی خواہش پیدا ہوئی ہے امید ہے کہ آپ داخل ہو جائیں گے اور اس سے کچھ حصہ حاصل کر لیں گے اگر وہ (اللہ تعالیٰ) دینا نہ چاہتا تو طلب نہ دیتا۔ آپ نے متعلقہ احباب کی رونق اور ان کی ترقیات کے بارے میں لکھا تھا اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کا شکر بجا لایا اَللّٰهُمَّ زِدْ (اے اللہ اور زیادہ فرما)

آسماں سجدہ کند بہر زمینے کہ درو　　یک دو کس یک دو نفس بہر خدا بنشینند

(آسمان اس زمین کے لئے سجدہ کرتا ہے کہ جس میں ایک دو آدمی ایک دو لمحہ خدا کے لئے بیٹھتے ہیں)

آپ نے ایک عزیز کے رُک جانے کے بارے میں لکھا تھا کہ جس کی توجہ کے واسطے سے لوگوں میں عظیم تاثیر ظاہر ہوتی تھیں۔ میرے مخدوم! رُک جانے کا سبب یا لغزش کا صادر ہونا اور گناہ کا ارتکاب ہے اس کا علاج توبہ و انابت اور پیر کی توجہ ہے، یا (اس کا سبب) طلب و شوق کا جاتا رہنا ہے اس کا علاج بھی پیر کی توجہ ہے ان کی برکت سے شوق و طلب بھی میسر ہو جاتا ہے اور ترقیات بھی حاصل ہو جاتی ہیں، یا (اس کا سبب) نور کی طرف استعداد کی مناسبت کا نہ ہونا ہے اس کا علاج بھی پیر کے ساتھ صحبت اور کامل محبت کا ہونا ہے

www.maktabah.org

تاکہ فوق سے کچھ حصہ پائے (نیز پیر کی توجہ مہربانی کا ہونا ہے تاکہ اس کی برکت سے اپنی استعداد سے اوپر جائے اور محبت کی کشش سے پیر کے پوشیدہ معانی حاصل کرے یہ سیر قسری (کشاں کشاں لیجانا) ہے نہ کہ طبعی، یا (اس کا سبب) اعتقاد میں خلل (واقع) ہونا ہے اور اس کا کوئی علاج نہیں ہے وہی عقیدہ کی کمزوری جو کہ ایک طاقتور ناسور ہے اس کی سدِّ راہ ہے جبتک کامل اعتقاد اور فنا فی الشیخ حاصل نہ کرے (اس وقت ۳۶۹
تک) ترقی صورت پذیر نہیں ہوتی اور وہ شخص دائمی رکاوٹ میں گرفتار رہتا ہے، فقیر نے اس تحریر کے وقت اس عزیز کی رہائی کے بارے میں توجہ کی اس کی رہائی معلوم ہوئی امید ہے کہ پھر رکاوٹ میں گرفتار نہیں ہوگا (ان شاء اللہ تعالیٰ) واللہ اعلم

مکتوب ۲۲۳

مشیخت مآب محمد یوسف گردیزی کے نام ان کے احوال کی تعبیر اور حلقۂ ذکر اور طالبین کے ساتھ صحبت رکھنے پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفٰی، گرامی نامہ جو آپ نے ملا عبد اللطیف کے ہمراہ ارسال کیا تھا پہنچ کر مسرت بخش ہوا العرض جو آپ نے حال میں دیکھا ہے کہ اس فقیر نے میاں جیو کلاں[1] قدس سرہٗ کو اٹھا کر آپ کے سر پر رکھ دیا ہے آپ اُن حضرت موصوف کو اپنے سر پر اٹھا کر لیجاتے ہیں اور آپ کو ایک عجیب کیفیت و حالت پیش آئی ہے اور ایک ایسی لذت حاصل ہوئی ہے جو تحریر میں نہیں آسکتی میرے مخدوم! ابظاہر فیض و برکات اُن حضرت (موصوف) سے آپ کو پہنچ رہے ہیں اور ایک نسبت آرہی ہے لیکن جس شخص نے اُن کو اُٹھا کر آپ کے سر پر رکھا ہے حقیقت میں وہ نسبت اس شخص کی ہے پس سمجھ لیجئے کہ بیشک یہ بات بہت زیادہ نفع دینے والی ہے، اور دوسرا حال جس میں آپ نے دیکھا ہے کہ حضرت خواجہ بزرگ (نقشبند بخاری قدس سرہٗ) اور فقیر (خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ) نے آپ کو تلوار اور ڈھال دی ہے اور آپ اس ڈھال پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوئے ہیں، تلوار اور ڈھال دشمن سے حفاظت اور اس کے شر سے پناہ ہے اور تکیہ لگانا اس پر اعتماد کرنا ہے، اور بہت سے ہاتھی علم و نقارہ، نفیری و شہنائی کے ساتھ آپ کے آگے آگے جاتے ہیں اور بہت سے لوگ جمع ہیں اور سب آپ کے منتظر ہیں، آپ کی بلندیٔ شان و سرداری اور آپکے مرجعِ خلائق ہونے کی طرف اشارہ ہے لیکن خواب استعداد کی خبر دینے والا ہوتا ہے، حق سبحانہٗ قوت سے فعل میں لائے اور گوش سے آغوش تک پہنچائے اِنَّهٗ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ [بیشک وہ قریب ہے اور قبول کرنے والا ہے] علاقہ

[1] غالباً میاں جیو کلاں سے حضرت خواجہ محمد سعید خازن الرحمۃ مراد ہیں۔ واللہ اعلم

www.maktabah.org

ذکر کو قائم رکھیں اور اہلِ طریقہ کو مشغول رکھیں سستی و کوتاہی دشمنوں کو نصیب ہو، اہلِ ذکر و طالبانِ صادق کے ساتھ صحبت رکھیں اُن کے غیر کے ساتھ بلا ضرورت مشغول نہ ہوں ؎

با عاشقاں نشین و ہمہ عاشقی گزیں
با ہر کہ نیست عاشق با او مشو قریں

[عاشقوں کے ساتھ بیٹھو اور کامل عاشقی اختیار کر جو شخص کہ عاشق نہیں ہے اس کے قریب مت جا]

قربِ الٰہی بخشنے والے اعمال میں مشغول ہوں اور ترقیات کے طالب رہیں مَنِ اسْتَوٰی یَوْمَاہُ فَھُوَ مَغْبُوْنٌ [جس شخص کے دو دن یکساں گذر گئے (یعنی ترقی نہ کرے) وہ خسارے میں رہا] اور ہم محتاجوں اور افتادہ دوستوں کو دعائے خیر سے یاد کریں والسلام والاکرام

۲۸۰

مکتوب ۲۲۴

محب علی ملتانی کے نام اُن کے عمدہ احوال کی شرح میں تحریر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ (آپکو) کمال و اکمال کے مراتب تک ترقیات عطا فرمائے، آپ نے جو مکتوب ازراہ محبت بھیجا تھا اور (اس میں) بلند احوال تحریر کئے تھے اس نے پہنچکر خوش وقت کیا، فناؤں و بقاؤں کا اپنے مختلف احکام کے ساتھ پے در پے آنے اور وارد ہونے اور تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللہِ تَعَالیٰ [اخلاقِ الٰہی کے ساتھ متخلق ہو جاؤ] کے معنی کے کامل طور پر ظاہر ہونے کے بارے میں جو آپ نے لکھا واضح ہوا اَللّٰھُمَّ زِدْ [اے اللہ! اس کو اور زیادہ فرما]۔ یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "اس کے بعد ایک کیفیت ظاہر ہوئی (کہ) اپنی ماہیت کو خشوع والی نماز کے ارکان کی ماہیت پایا اور مذکورہ ارکان اور خشوع کو اپنی ماہیت کے ارکان محسوس کیا یہ دید اور دریافت بہت ہی غالب ہے" اس کے مطالعہ نے بہت ہی مسرور کیا، امید ہے کہ یہ فنا و بقا جو کہ نماز کے ارکان کے ساتھ حاصل ہوئی ہے اس کی حقیقت تک وصول کا وسیلہ ہو جائے اور صورت کے ساتھ متصف ہونا حقیقت کی ہم آغوشی تک پہنچا دے، نماز ایک دلربا معشوق ہے (جو) عالم غیب الغیب میں ایک ایسی حقیقت رکھتی ہے جو کہ تمام حقائق سے اوپر ہے، حدیث شریف (قدسی) قِفْ یَا مُحَمَّدُ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) فَاِنَّ اللہَ یُصَلِّیْ [اے محمد! (علیہ الصلوٰۃ والسلام) ٹھہر جا پس بیشک اللہ تعالیٰ نماز میں ہے) اس حقیقت کی طرف ایک اشارہ ہے ؎

چکد مشک تر از دستم گر آں گیسو بچنگ افتد
دمد صبح از گریبانم گر آں مہ در کنار آید

[اگر وہ گیسو میرے پنجے میں آجائیں تو میرے ہاتھ سے تر مشک ٹپکنے لگے، اگر وہ محبوب میری آغوش میں آجائے تو میرے گریبان سے صبح طلوع ہو جائے] والسلام والاکرام۔

www.maktabah.org

مکتوب ۲۲۵

سیادت پناہ میر محمد ابراہیم ولد شیخ میر کے نام ان کے حال کی شرح میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم گرامی نامہ پہنچکر مسرت بخش ہوا۔ آپ نے شوقِ ملاقات کے بارے میں لکھا
تھا، اس جانب سے بھی دوستوں کو مشتاق جانیں اور حدیث شریف وَاَنَا اِلَیْهِمْ لَاَشَدُّ شَوْقًا مِّنْهُمْ
[اور میں ان کی طرف البتہ ان سے زیادہ شدید شوق رکھتا ہوں] پڑھیں۔ آپ نے لکھا تھا کہ "کبھی ایسا پاتا ہوں
کہ ایک نور سینہ میں بہت روشن ہے اور کبھی اس نور کو اپنے تمام اعضا میں پاتا ہوں ایسا متصور ہوتا ہے
کہ گویا تمام وجود نور محض ہے الخ" بیشک ہر فیض و نُور جو کہ عالمِ غیب سے انسان پر وارد ہوتا ہے پہلے
سینہ پر آتا ہے جو کہ علم و دانش کا محل ہے اور لطائفِ عالمِ امر کا مقام ہے جو کہ عالمِ قدس کے زیادہ قریب
۳۷۱ ہیں اگرچہ کمالاتِ نبوت حاصل ہونے کے بعد قرب کی نعمت عالمِ خلق کا حصہ ہوتی ہے اور عالمِ امر
اس کے تابع ہوتا ہے لیکن یہ قُربِ کمال حاصل کرنے کے بعد ہے اور عالمِ امر کا قُرب پیدائشی اور فطری
ہے اور نور سینہ وارد ہونے کے بعد تمام اعضا تک پہنچ جاتا ہے اور تمام وجود کو نور بنا دیتا ہے
اس کے باوجود میں کہتا ہوں کہ مضغۂ قلبیہ عالمِ خلق سے ہے اور اس کا مقام سینہ ہے پس سینہ عالمِ امر
کے ساتھ مخصوص نہیں ہوا جب یہ آیۂ کریمہ اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ
بِهٖ فِي النَّاسِ الآیہ [کیا ایسا نہیں ہے کہ جو شخص مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کر دیا اور اس کے لئے ہم نے نور بنا دیا
جس کے ساتھ وہ لوگوں میں چلتا ہے] نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا "نور جب
سینہ میں داخل ہو جاتا ہے تو وہ (سینہ) کھل جاتا ہے پس کہا گیا کہ یا رسول اللہ کیا اس کی کوئی علامت
ہے؟ تو آنحضرت علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا دار الغرور (دنیا) سے دوری اور دار القرار (آخرت) کی
تیاری کرنا ہے۔ اس حدیث میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ نور پہلے سینہ پر وارد ہوتا ہے۔ آپ نے اپنے
اعمال و افعال و اقوال و نیات کے نقص کی دید اور اپنے آپ کو خراب و ابتر پایا تحریر کیا تھا عمدہ ہے یہ
نقص کی دید اعمال کی قیمت کو بڑھاتی ہے اور قبولیت کے نزدیک کرتی ہے کیا کیا جا سکتا ہے ممکن بیچارہ کا
حصہ قصور و نقص ہے اور وہ ابتر و خراب تر ہے، عدم سے کیا چیز ہو سکے گی، کمالات سب کے سب اپنے کمال
کی طرف لوٹتے ہیں كُلُّ شَيْءٍ يَّرْجِعُ اِلٰى اَصْلِهٖ [ہر چیز اپنی اصل کی طرف لوٹتی ہے] اَللّٰهُمَّ اَرِنَا حَقَائِقَ الْاَشْيَاءِ
كَمَا هِيَ [اے اللہ ہمیں اشیاء کے حقائق دکھا دے جیسی کہ وہ ہیں]۔ آپ نے لکھا تھا کہ "ایک شخص سخت

www.maktabah.org

بیمار تھا علاج معالجے کارگر نہیں ہوتے تھے ایک روز اس کی جانب توجہ کی گئی اور اپنے آپ کو درمیان میں سے بنا کر اس بیمار کی طرف متوجہ ہوا۔ توجہ کے بعد اس مریض میں کچھ تخفیف پائی گئی اور اس کی بیماری کا کچھ حصہ میں نے اپنے اندر پایا پھر توجہ اس جانب کی گئی تو بیماری فقیر سے بھی جاتی رہی" واضح ہوا، آپ کے اعتقاد کے موافق آپ کو دکھایا گیا ہے، اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ [میں اپنے بندے کے گمان کے قریب ہوں] آپ نے فرزندی ابوالقاسم کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے واضح ہوا، اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے۔ والسلام والاکرام

مکتوب ۲۲۶

سیادت پناہ میر محمد اسحاق ولد شیخ میر کے نام بشارت کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ والشکر والمنۃ والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہ محمد و آلہ و التحیۃ، مکتوب مرغوب نے پہنچ کر خوش وقت کیا اللہ تعالیٰ عافیت و استقامت کے ساتھ رکھے اور مراتب قرب میں ترقیات عطا فرمائے، جو بشارت کہ رخصت کے وقت میں نے آپ سے بیان کی تھی وہ اب بھی ملاحظہ ہوتی ہے (یہ فقیر) وہ معنی آپ میں مطالعہ کرتا ہے اور آپ کو ان انوار و اسرار کا مورد پاتا ہے بلکہ پہلے سے زیادہ محسوس کرتا ہے اور اس مقام میں ترقی معلوم ہوتی ہے لیکن اوپر کے مقام میں دخول واضح نہیں ہوتا اور فقیر اس بارے میں بے توجہ نہیں ہے امیدوار رہیں۔ آپ کے سوالات کے جوابات کو میاں حضرت نے فقیر کے مشورہ سے لکھا ہے آپ مطالعہ کریں گے اور فقیر کا ضعف دور نہیں ہوا اور بہت سے خطوط لکھنے تھے اس بنا پر خود نہیں لکھ سکتا تھا، گوشہ نشینی کی طرف راغب رہیں اور اوقات کو اہم کاموں میں صرف کریں اور موت و قیامت کی یاد سے غافل نہ رہیں جَآءَتِ الرَّاجِفَةُ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ جَآءَ الْمَوْتُ بِمَا فِيْهِ [ہلا دینے والی چیز (صور اسرافیل کی پہلی پھونک) آگئی جس کے بعد ایک پیچھے آنے والی چیز (دوسری پھونک) آجائیگی موت پوری طرح آگئی] دوستوں سے سلامتی خاتمہ کی دعا کی امید کی جاتی ہے۔ والسلام علیکم وعلی سائر من اتبع الہدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ وعلی آلہ الصلوات والبرکات العلیٰ۔ ۲۷۲

مکتوب ۲۲۷

سلطان وقت (اورنگ زیب عالمگیر) مدظلہ العالی کے نام ان معارف کے بیان میں تحریر فرمایا جو کہ فنا سے تعلق رکھتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ نَوَّرَ قُلُوْبَ الْعَارِفِیْنَ بِذِكْرِهٖ وَاَنْطَقَ اَلْسِنَتَهُمْ بِشُكْرِهٖ وَ

www.maktabah.org

عَمَرَ بِجَوَارِحِهِمْ بِخِدْمَتِهٖ وَسَقَاهُمْ بِمَحَبَّتِهٖ شَرَابَ مَعْرِفَتِهٖ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ نُجُوْمِ الْهُدٰى صَلٰوةً وَّسَلَامًا دَائِمَيْنِ اَبَدًا [سب تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے عارفوں کے قلوب کو اپنے ذکر کے ساتھ منور کیا اور ان کی زبانوں کو اپنے شکر کے ساتھ گویا کیا، اور ان کے اعضا کو اپنی خدمت کے ساتھ آباد کیا اور ان کو اپنی محبت کے ساتھ اپنی معرفت کی شراب سے سیراب کیا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ بیشک اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ بیشک محمد اس کے بندہ و رسول ہیں ان پر اور ان کی آل پر اور ان کے اصحاب پر جو کہ ہدایت کے ستارے ہیں ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا صلوٰۃ و سلام ہو] اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ [اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے] اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ لبید (شاعر کا نام) نے کیا اچھا کہا ہے: ؎ قصص ۲۸ / ۸۸

اَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلٌ [آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر چیز باطل ہے]

حق جل و علا کے ماسوا ہر چیز فانی اور لاشی محض ہے ایک باطل ہے جو حق نما ہے اور ایک عدم ہے جو وجود جیسا ہے، اس (ماسوائے حق) کی ذات عدم ہے جو کہ ہر شر و نقص کا ٹھکانا ہے، اس (ماسوا) میں صفات کمال کا وجود اور اس کے توابع مرتبہ وجوب سے مستفاد و مستعار ہیں اور اس تعالیٰ شانہٗ کے کمالات کا پرتو ہیں پس خیر و کمال سب کا سب اس بارگاہِ قدس کی طرف لوٹنے والا ہے اور شر و نقص تمام کا تمام ممکن کی طرف رجوع کرنے والا ہے، آیۂ کریمہ مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ [تو جو بھی بھلائی تجھے پہنچتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جو برائی تجھے پہنچتی ہے وہ تیری ذات سے ہے] اس معنی کی مؤید ہے۔ ممکن نے کمال نادانی کے باعث اپنی ذات کو فراموش کر دیا ہے اور اپنے ذاتی شر و نقص سے آنکھ بند کر کے اپنے عارضی کمالات کو خیر و کمال خیال کیا ہے اور بھلائی کا مبدأ جانا ہے اور طویل بنیاد اس بے بنیاد خیال پر رکھی ہے اور اسی وجہ سے اپنے مولا جل شانہٗ کے ساتھ ہمسری کا دعویٰ پیدا کیا ہے اور نفسِ امارہ کی رعونت و انانیت یہیں سے پیدا ہوئی ہے۔ عجب معاملہ ہے کہ اصل جو کمال و جمال سے آراستہ ہے پردہ میں ہے اور نظر سے پوشیدہ ہے، اور ظل نے جو کہ نقص و شرارت کا منبع ہے تہمت کے ساتھ اپنے آپ کو اصل کے عنوان سے ظاہر کیا ہے اور ناظرین پر جلوہ گر ہوا ہے ؎ النساء ۴ / ۷۹ ۲۷۳

پری نہفتہ رخ و دیو در کرشمہ و ناز ... بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بو العجبیست

[پری نے اپنا چہرہ چھپا لیا اور دیو کرشمہ و ناز میں مصروف ہے، حیرت سے عقل جل گئی کہ یہ کتنی عجیب بات ہے]

www.maktabah.org

اور جب سالک (اللہ تعالیٰ کی) عنایت کی پیشقدمی سے اپنی عدمیتِ ذاتی پر اطلاع پاتا ہے اور اپنی صفاتِ کمال کو اُس (حق تعالیٰ) کے کمالات کا پرتو یقین کرتا ہے اور ان کمالات کو پوری طرح اصل کے حوالہ کر دیتا ہے اور اپنے آپ کو جو کہ ان کمالاتِ (ربانی) کا آئینہ تھا محض خالی پاتا ہے اور عدم صرف دیکھتا ہے تو فنائے حقیقی سے مشرف ہو جاتا ہے اور نفسِ امارہ کی انانیت سے رہائی پا لیتا ہے اور نفسِ امارہ بتدریج مطمئنہ بن جاتا ہے اس وقت نعمت اُس کے حق میں پوری ہو جاتی ہے، مولانا روم قدس سرہٗ فرماتے ہیں ؎

چوں بدانستی کہ ظلِّ کیستی فارغی گر مردی و گر زیستی

[جب تو نے جان لیا کہ تو کس کا سایہ ہے تو پھر خواہ مُردہ ہو یا زندہ ہو تو بے فکر ہے]

اس کے بعد عرض ہے کہ آپ کے مکتوب عالی شان نے سعید ترین زمانہ میں پرتوِ نزول ڈال کر (ہم) بے سرو سامان فقراء کو قسم قسم کی مسرت و شرف سے نوازا ؎

از آمدنش چو گل شگفتم دامن دامن بہار رُفتم

[میں اُس کے آنے سے پھول کی مانند کھل گیا، میں نے اپنے سارے دامن میں بہار کو سمیٹ لیا]

اور اُس (مکتوبِ گرامی) کی رنگین و دلکش نظم کی فصاحت اور اس کے معانی و نکات کی بلاغت کا کیا بیان کیا جائے ؎

فَفِي كُلِّ لَفْظٍ مِّنْهُ رَوْضٌ مِّنَ الْمُنٰى وَفِيْ كُلِّ سَطْرٍ مِّنْهُ عِقْدٌ مِّنَ الدُّرِّ

[پس اس کے ہر لفظ میں آرزوؤں کا ایک باغ مضمر ہے، اور اس کی ہر ایک سطر میں موتیوں کا ایک ہار پوشیدہ ہے]

باطنی سبق کی کیفیت کو فقیر زادہ (خواجہ سیف الدین قدس سرہٗ) کے خط میں پہلے لکھ چکا ہوں نظرِ عالی سے گذرا ہو گا۔ آپ نے اس شکستہ سے غائبانہ توجہ کی مدد طلب فرمائی ہے، اگرچہ قدیمی دعاگوئی کے باعث پہلے بھی (یہ فقیر) اکثر آنجناب کے لئے دعا و توجہ میں مشغول رہا ہے لیکن اس وقت بھی جبکہ اس قسم کی مہربانیاں اور خصوصیات پیش آئی ہیں اس سلسلۂ عالیہ کے مقررہ طریقہ کے مطابق باطن کی ترقی اور اس کی کیفیت کی زیادتی اور ظاہری استقامت و نصرت میں خود پوری توجہ کے ساتھ پابند ہے اور کسی طرح بھی کوتاہی پر راضی نہیں ہے۔ آپ نے جہانداری (حکومت) کے بارِ گراں بار اور حسنِ خاتمہ کے بارے میں کچھ اظہار کیا تھا چونکہ اس (اللہ) تعالیٰ سبحانہٗ نے اپنے کرم سے اس بارے میں خوف عنایت فرمایا ہے (اس لئے) بہت سی امیدیں حاصل ہوئیں، یہ خوف دشوار کاموں کو آسان کر دیتا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے: لَا يَجْتَمِعُ خَوْفَانِ خَوْفُ الدُّنْيَا وَخَوْفُ الْاٰخِرَةِ [دو خوف یعنی خوفِ دنیا اور خوفِ آخرت کسی ایک شخص میں جمع نہیں ہوتے] — فقیر زادہ (خواجہ سیف الدین قدس سرہٗ) کی ادائیگی خدمات اور لوازم خیر خواہی چونکہ آپ کی نظرِ عالی میں منظور ہو گئی ہیں (اس لئے یہ بات) اس کے لئے سعادت کا موجب

www.maktabah.org

مکتـ۲۲۷ اور امتیاز کا باعث ہوتی ہے، اور حق بات یہ ہے کہ فقیر زادہ جو کہ ظاہری و باطنی کمالات کا حامل ہے اور گوشہ نشینی کا اور میل جول نہ رکھنے کا عادی ہے چند آدمیوں سے بھی میل جول کا شوق نہیں رکھتا لیکن محض خیر خواہی نے اس کو اس بات پر (یعنی آپ کے پاس آنے پر) آمادہ کیا ہے۔ آپ نے برادر دینی کے بارے میں کہ وہ بھی ظاہری و باطنی کمالات سے آراستہ ہے کرم فرمایا تھا، پہلے بھی شاذ الیہ کے ساتھ صحبت کا حق ادا ہوتا تھا اب بھی حکم عالی کے بموجب زیادہ سے زیادہ کوشش کرے گا، حقیقی مربی وہ (اللہ) جل شانہ ہے وہ خود ہی طلب کا درد بھی دیتا ہے اور خود ہی اپنی طلب میں دوڑاتا ہے اور خود ہی راہ وصل کھولتا ہے۔ ع

از ما و شما بہانہ بر ساختہ اند [ہمیں اور تمہیں تو بہانہ بنایا گیا ہے]

(خدا کرے) سلطنت کا سورج اور عدل و انصاف کا ستارہ (ہمیشہ) چمکتا رہے۔

مکتوب ۲۲۸

دوست محمد بیگ کے نام نماز کے فضائل اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ جو لذت فرض نماز کے ادا کرنے میں پیش آتی ہے اصل ہے۔

(دعا ہے کہ) ترقیات کے دروازے کھلے رہیں آپ کے دو خطوط نے پے در پے پہنچ کر خوش وقت کیا۔ آپ نے نماز میں دلجمعی، ذکر اور دوستوں کے حلقہ میں سرگرمی کے بارے میں جو کچھ لکھا تھا بہت بڑی نعمت ہے اس کا شکر بجا لائیں اور اس کی جمعیت کے زیادہ ہونے میں کوشش کریں میرے مخدوم! جو لذت کہ نماز میں خاص طور پر فرض نماز میں پیش آتی ہے، نسبت کے اصل ہونے کا پتہ دینے والی اور کام کے انجام پانے کی خبر دینے والی ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ جو نوافل فرائض کی تکمیل کی نیت سے ادا کئے جاتے ہیں وہی لذت بخشتے ہیں اس کے بعد ہر چند چاہتا ہوں یہ نیت نوافل میں حاصل نہیں ہوتی اور اگر تکلف کے ساتھ نیت کو حاضر کرتا ہوں تو بے لذتی کے ساتھ انجام پاتی ہے۔ آپ جان لیں کہ کام کا مدار فرائض پر ہے اگرچہ نوافل میں وہ نسبت میسر نہیں ہوتی کوئی فکر نہ کریں اور نسبت فرائض اور ان کی لذت کی تکمیل ہی میں کوشش کریں، والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۲۲۹

خواجہ کلاں خواجہ جزاری نقشبندی کا پسر خواجہ عوض جزاری بخاری کے نام اس بارے میں کہ ظل جو کچھ رکھتا ہے اصل سے رکھتا ہے لیکن کمال نادانی کے باعث اس نے اپنی اصل کو فراموش کر دیا ہے اور ان کے حال کی شرح

www.maktabah.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ اتمی لا علی والصلوۃ والسلام علی نبیہ وحبیبہ
المصطفٰی وعلٰی آلہ واصحابہ البررۃ التقی، اما بعد آنجناب کی جانب سے دو گرامی ناموں نے اس ۲۷۵
درویش دلریش کے پاس پہنچکر مشرف کیا، (دعا ہے کہ) سلامتی وعافیت کے ساتھ رہیں اور شریعت عالیہ
وسنت منورہ کے طریقہ پر قائم رہیں اور ظل سے اصل کی طرف آئیں اور لفظ سے معنی کی طرف مائل ہوں،
اور کسی نے خوب کہا ہے ؎

قومے زوجود خویش فانی رفتہ زحروف در معانی

[ایک قوم اپنے وجود سے فانی ہے وہ حروف سے معانی کے اندر چلی گئی ہے]

ولایت کا حاصل ہونا اس اسم تک جو کہ سالک کا مبدأ تعین ہے وصول سے وابستہ ہے اور اس اسم
میں فنا ہونا ہے، اور سالک اس اسم کا ظل ہے اور ظل خیر وکمال اور حسن وجمال سے جو کچھ رکھتا ہے وہ
سب اصل کا پرتو ہے اپنے اندر خود کسی چیز میں استقلال نہیں رکھتا لیکن ظل نے کمال نادانی کے باعث
اپنی اصل کو فراموش کر دیا ہے اور خود کے ساتھ گرفتار ہو گیا ہے اور کمال وجمال جو کہ اصل سے ہیں اپنے
آپ سے جان کر خود کو کامل اور نیکیوں کا مبدأ تصور کیا ہے اور غرور وانانیت پیدا کر کے اس راہ سے اپنے
مولا کے ساتھ ہمسری وشرکت تلاش کی ہے ؎

پری نہفتہ رخ ودیو در کرشمہ وناز بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی ست

[پری نے اپنا چہرہ چھپا لیا اور دیو کرشمہ وناز میں مصروف ہے، حیرت سے عقل جل گئی کہ یہ کتنی عجیب بات ہے]

اور جب عنایت الٰہی، پیشقدمی کرتی ہے اور اصل کا کمال وجمال ظاہر ہو جاتا ہے اور ان انعکاسی کمالات
کو پوری طرح اصل کے سپرد کر دیتا ہے اور اپنی ذاتی عدمیت پر دانا وبینا ہو جاتا ہے اور اپنے آپ کو فانی و
لاشئے پاتا ہے اس وقت سررشتۂ سعادت ہاتھ آتا ہے اور نفس امارہ کی شرارت سے نجات کی امید پاتا ہے،
مولانائے روم قدس سرہٗ نے کہا ہے ؎

چوں بدانستی کہ ظل کیستی فارغی گر مردی وگر زیستی

[جب تو نے جان لیا کہ تو کس کا سایہ ہے تو پھر خواہ مُردہ ہو یا زندہ ہو تو بے فکر ہے]

اللہ تعالیٰ ہم جیسے ناکاروں کو آپ شاہبازوں کے طفیل جو کہ بزرگوں کے جانشین ہیں اور روضۂ مقدسہ کی
ہمسائگی سے سعادتمند ہیں ان معانی کے ساتھ کچھ ایمان عطا فرمائے اور اس چشمہ سے کوئی گھونٹ مرحمت
فرمائے اور (یہ فقیر) اس مقام کے انوار وبرکات سے ہمیشہ چشم براہ ہے اور اس جگہ کے فیوض واسرار کا امیدوار ہے ؎

دریں دیار بداں زندہ ام کہ گاہے نسیم عاطفتے زاں دیار مے آید

[میں اس دیار میں اس لئے زندہ ہوں کہ کبھی کبھی مہربانی کی نسیم اُس دیار سے آجاتی ہے]

www.maktabah.org

جو طویل حال آپ نے لکھا ہے عمدہ ہے اور باطنی مناسبتوں کی خبر دینے والا ہے اور مقطعاتِ قرآنی کے سوال کا خیال دل میں گذرنا بھی اس کی خبر دینے والا ہے اور حلوائے تر کا دو پارہ کے ساتھ ایک طشت میں جمع ہونا گویا آپ کی خاص نسبت کی طرف اشارہ ہے جو کہ خاتم الانبیاء علیہ وعلیہم الصلوات والبرکات کے انوار سے ماخوذ ہے اور خواجہ ہاشم علیہ الرحمہ نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے جہاں انھوں نے کہا ہے ؎

بشیرینی نمک زیبا نیاید   چہ اعجازت کایں لب می نماید

[باوجودیکہ شیرینی کے ساتھ نمک اچھا نہیں لگتا (مگر) یہ کیا معجزہ ہے جو یہ لب دکھاتا ہے]

اور آپ کو جو یہ نعمت دی گئی ہے ایک نادر بشارت ہے۔ جاننا چاہیے کہ ہمارے بزرگوں نے احوال اور خوابوں پر
ص ۲۷۶ زیادہ اعتبار نہیں رکھا ہے، معتبر وہی ہے جو کہ بیداری میں ظاہر ہو، خواب (البتہ) استعداد کی خبر دینے والا ہے، تمام تر دل و جان سے کوشش کرنی چاہیے تاکہ معاملہ قوت سے فعل میں آجائے اور گوش سے آغوش میں آپہنچے۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۲۳۰

حاجی حبیب اللہ حصاری کے نام ان کے احوال اور خوابوں کی تعبیر اور اُن کے دوستوں کے احوال کی شرح اور اس کے مناسب امور کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ علیٰ نعمائہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ افضل انبیائہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسائر احبابہ اما بعد، آپ کے گرامی نامے پے در پے پہنچ کر مسرت بخش ہوئے، آپ نے اپنے خوابوں، احوال، کیفیات اور اپنے دوستوں کے احوال اور شوق و آرزومندی کے اظہار اور کسرِ نفس کی تمہیدات اور قصور کی دید اور دونوں کندھوں کے درمیان شملہ چھوڑنے اور رکوع میں دونوں ٹخنوں کو ملانے وغیرہ کے بارے میں فقہی روایتوں کے استفسار کے متعلق جو کچھ لکھا تھا سب واضح ہوا اور مسرت پر مسرت بخشی۔ آپ نے جو یہ لکھا ہے کہ "ایک روز دل میں خیال آیا کہ مخلوق کی اس تمام گفتگو اور دوستوں کی سست روی کے باوجود
صفحہ ۱۳۷ تیرا کیا حال ہوگا، الہام (غیبی آواز) کان میں پہنچا فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ الیٰ آخر الآیۃ [پس ان کے لئے اللہ تعالیٰ کافی ہے]" (اس حال نے) بہت مسرور کیا اور امیدوار بنایا، یہ کلمۂ مبارکہ خیرات و برکات کا جامع اور درجات و قربات کی خوشخبری دینے والا ہے۔ اور یہ جو آپ نے دیکھا ہے کہ "آپ تخت پر بیٹھے ہیں اور آپ کیلئے بادشاہی کی تجویز کی گئی ہے اور اس معنی پر اتفاق کیا گیا ہے اور سب لوگوں نے آپ کی طرف رخ کر لیا ہے اور تعظیم کرتے ہیں اور مبارکباد دیتے ہیں اور آپ تعجب کرتے ہیں کہ یہ معاملہ کس طرح سچا ہو سکتا ہے حالانکہ میرا معاملہ ان دنوں میں نا امیدی

www.maktabah.org

تک پہنچ گیا ہے اور میں اپنے آپ کو لاشے محض پاتا ہوں"۔ میرے مخدوم! کوئی تعجب کا مقام نہیں ہے، یہ نا امیدی اور یہ لاشے ہونا باطنی سلطنت کے لئے مفید ہے جس قدر زیادہ معدوم و لاشے ہوگا کمالات اور غلامی سے آزادی اور اخلاق کے ساتھ متخلق ہونا کہ جن میں سے ملکیت بھی ہے (یہ امور) اسی قدر زیادہ ہوں گے اور جس قدر زیادہ مایوس ہوگا ظلال سے اسی قدر زیادہ آزاد ہوگا، اور بادشاہ کی بیٹی کا جو آپ سے عقد کیا گیا ہے ہو سکتا ہے کہ وہ آپ کا مبدأ تعین ہو اس کے ساتھ عقد کرنا اس کے ساتھ متحقق ہونا اور اس کے ساتھ فنا و بقا حاصل ہونا ہے اور چونکہ وہ مبدأ تعین شانِ کُلّی جو کہ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا مبدأ تعین ہے کی جزئیات میں سے ایک جزئی ہے کیونکہ آپ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قدم پر ہیں اس لئے اس (آپ کے مبدأ تعین) کو دختر (بیٹی) ظاہر کیا گیا ہے کیونکہ یہ جزئی اس کُلّی سے ظاہر اور پیدا ہوئی ہے اور وہ شان کلی جزئیات پر بلا واسطہ اور بواسطہ خود بادشاہ کا حکم رکھتی ہے۔ دوسرے حال میں یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "تم خود برہنہ ہو گئے ہو اور مجھ کو بھی برہنہ کر کے آغوش میں لے لیا ہے اور اپنے بدن اور چہرے کو مجھ پر مل کر ہم اور اکٹھے خواب کے لباس میں سو کر ہم آپس میں پوشیدہ راز کہتے ہیں الخ"۔ بہت خوب ہے اور مناسبتِ تامہ کی خبر دینے والا ہے اور پوشیدہ اسرار سے حصہ پانے کا پتہ دینے والا ہے۔ جو حال کہ آپ کے بھائی نے دیکھا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو آغوش میں کھینچ لیا ہے اور حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدسنا اللہ بسرہ) آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ایک جانب اور فقیر دوسری جانب ہے اور فقیرزادے اور فقیر کے تمام دوست سب ہمراہ ہیں الخ" (اس حال نے) مسرور کیا، امید ہے کہ وہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برکات سے کامل حصہ پائے گا، شاہ الیہ کے احوال کے مطالعے نے بھی مسرت بخشی، اور اسی طرح ملا فتح اللہ کے احوال جو کہ آپ نے لکھے تھے نیک و اعلیٰ ہیں اور دوسرے دوستوں کے احوال بھی خوب ہیں، حق سبحانہٗ و تعالیٰ روز بروز ترقیات عطا فرمائے۔ میرے مخدوم! یہ جو ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) نے فرمایا ہے کہ شرکِ خفی کے دقائق سے رہائی پانا دشوار ہے اور سب کا کلمہ اثبات جو کہ وہ نفی و اثبات کے ضمن میں کہتے ہیں اُن کی ذات کی طرف عود کرتا ہے اور اس بارگاہِ قدس کے لائق نہیں ہوتا وہ یعنی کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ سے اپنی الوہیت کا اثبات کرتے ہیں اور ان کا اِلَّا اللہُ بھی اُنہی کی طرف لوٹتا ہے نہ کہ اس بارگاہ عالی کی طرف، اور انھوں نے اپنے آپ کو اس حکم سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔

اور نیز جو کچھ اس فقیر پر حرم مکہ معظمہ میں ظاہر ہوا فقیر نے لکھا تھا اور نیز اظہار کیا تھا کہ "جس وقت سے کہ یہ عجیب معارف دیکھے ہیں خوف و رجا کے درمیان ہے اور ترساں و لرزاں ہے، نہیں جانتا کہ کونسے گروہ سے ہے"۔ اے سعادت آثار! یہ ڈر اور لرزہ برحق ہے یہ ایک ایسا درد ہے جو لاعلاج ہے اور ایک

www.maktabah.org

ایسی بیماری ہے جو دوا قبول نہیں کرتی ؎

لقد عضت حیۃ الھوی کبدی فلا طبیب لھا ولا راقی

[محبت کے سانپ نے میرے جگر کو ڈس لیا ہے پس اس سانپ کے کاٹنے کے لئے نہ کوئی طبیب ہے اور نہ کوئی جھاڑ پھونک کرنے والا]

ہمہ صبح وصل جویان من و شام ناامیدی کہ سیاہ بخت ہجرم شب من سحر ندارد

[تمام لوگ وصل کی صبح کو ڈھونڈتے ہیں لیکن میں ہوں اور شام ناامیدی کیونکہ میں ہجر کا مارا ہوا سیاہ بخت ہوں اس لئے میری رات صبح نہیں رکھتی]۔ ایک ایسا شاہباز ہونا چاہیے جو کہ حضرت خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مانند تمام ماسوائے منہ موڑ کر لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ [میں غروب ہونے والوں سے محبت نہیں کرتا] کا ترانہ گاتا ہوا شرک کے دقائق سے رہائی پالے اور بیزار ہو جائے اور توجہ کا قبلہ احدیت ذات تعالیٰ کو بنا کر زبانِ دُر افشاں پر یہ لائے اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ [میں نے سب سے یکسو ہو کر اپنا منہ اس ذات کی طرف کر لیا جس نے آسمانوں اور زمین کو بنایا اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں]۔ اکثر لوگ اس معنی کے کامل طور پر حاصل ہونے کے مدعی ہیں لیکن جو شخص کہ اس معاملہ کی حقیقت تک پہنچ جائے اور شرک کے دقائق سے رہائی حاصل کر لے نادر عنقا کا حکم رکھتا ہے۔ دیگر آپ اپنے آنے کے بارے میں دوبارہ لکھتے ہیں میرے مخدوم! اس جگہ کو خالی چھوڑنا معقول نظر نہیں آتا بہرحال اگر شوق غالب آ جائے تو سات (دن) تک استخارہ کریں خلیفہ کے قبول کر لینے کے بعد اس جانب متوجہ ہوں، استخارہ کے بعد ملا فتح اللہ کو اپنی جگہ پر مقرر کریں، والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

انعام ۷۶

انعام ۷۹

۳۲۹

مکتوب ۲۳۱

میرزا لطیف بخاری کے نام اس بارے میں کہ سلطان ذکر اختراعات میں سے نہیں ہے بزرگوں سے ہوتا آیا ہے اور کسر نفسی کے مقدمات اور قصور کی دید کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ خصوصاً علیٰ سید الوریٰ بدر الدجیٰ صاحب قاب قوسین او ادنیٰ وعلیٰ آلہ واصحابہ نجوم الھدیٰ، آپ کے گرامی نامے پے در پے پہنچ کر مسرت کا باعث ہوئے، اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے اور شریعت عالیہ و سنت منورہ کے طریقہ پر قائم رکھے اور ترقیات کے دروازے کھلے رکھے اِنَّہٗ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ [بیشک وہ قریب ہے اور قبول کرنے والا ہے]۔ آپ نے لکھا تھا کہ "بزرگوں کی زیارت کے وقت صبح طلوع ہونے کی جانب (مشرق) سے کوئی چیز آ کر

www.maktabah.org

احاطہ کر لیتی ہے اور کیفیت حضوری حاصل ہو جاتی ہے لیکن (یہ فقیر) نہیں جانتا کہ کیا چیز ہے" میرے مخدوم! یہ اس نسبت کے انوار و برکات ہیں جو کہ بزرگوں سے آپ کو پہنچ رہی ہے شکر بجا لائیں اور قبول کریں اور هَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ [کیا اور بھی ہے] کا ترانہ گاتے رہیں۔ جو دوسرا حال کہ آپ نے دیکھا اور لکھا ہے کہ ایک چہار بلغ ہے سجا ہوا تھا اور خواب سے بیدار ہونے کے بعد آپ نے خود کو فیض میں غرق پایا، عمدہ و روشن ہے حق سبحانہ حال سے وقوع میں لائے اور گوش سے آغوش تک پہنچائے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "ایک روز حضرت عالی (مجدد الف ثانیؒ) کے حقائق و معارف کا ذکر ہو رہا تھا سلطانِ ذکر کے بارے میں بات چلی تو صدرِ مجلس نے سوال کیا کہ ابتک اس نام کے ساتھ کوئی ذکر سُنا نہیں گیا ہے اور کتابوں میں بھی نظر سے نہیں گذرا، کیا یہ بات اولیائے سابقین کی ہے یا اُن کی کوئی حالت ہے" میرے مخدوم سلطانِ ذکر ہمارے طریقے میں مشہور و معروف اور عام ہے اور ہم اس کو اپنے پیروں سے سنتے آئے ہیں ہماری اختراع نہیں ہے جو کچھ بھی ہے بزرگوں کی طرف سے ہے، (قطبِ عالم حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہی قدس سرہ) جو کہ حضرت خواجہ احرار قدس سرہ کے قریبی زمانے میں ہندوستان کے اکابر مشائخ میں سے گذرے ہیں، آخر عمر میں اُن پر استغراق و بیخودی غالب آ گئی تھی چنانچہ اکثر اوقات استغراق میں رہتے تھے نماز کے اوقات میں اُن کو بلند آواز سے بیدار کیا جاتا تھا، لوگوں نے اُن سے اس کا راز دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا کہ میں نے دل کو ذکر سے بہت گوندھا ہے اس لئے سلطانِ ذکر ہر وقت غالب رہتا ہے اور مجھ کو اپنے آپ سے بیخود کر دیتا ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "اگر آپ کے دوستوں اور خلفا میں سے دس بیس ۳۲۹
آدمی اس ملک (علاقہ بخارا) میں رہیں تو گنجائش ہے اس لئے کہ اس علاقے کی وسعت بہت ہے طالبانِ حق کی خبر گیری آپ کے سپرد کی گئی ہے (اس لئے) ضروری ہے کہ آپ رُبعِ مسکون کی خبر گیری کریں۔" میرے مخدوم! یہ مسکین اپنے آپ کو کسی شمار میں نہیں لاتا اور فانی و لاشئ سمجھتا ہے اور اسی بنا پر کسی امر میں مشغول نہیں ہو سکتا اور اپنے آپ کو مولائے حقیقی جلت عظمتہٗ کا شریک نہیں بنا سکتا ؎

من ہیچم و کم ز ہیچ ہم بسیارے
وز ہیچ و کم از ہیچ نیاید کارے

[میں ہیچ ہوں اور بلکہ ہیچ سے بھی بہت کم ہوں اور ہیچ سے اور جو ہیچ سے بھی کم ہو اس سے کوئی کام نہیں بنتا]

مربیِ حقیقی وہی تعالیٰ شانہٗ ہے رُبعِ مسکون اور اس کے علاوہ (باقی تمام کائنات بھی) سب اُس عز برہانہٗ کے زیرِ تصرف ہیں ؎

از ما و شما بہانہ بر ساختہ اند
{ہمیں اور تمہیں تو بہانہ بنایا گیا ہے}

اللہ تعالیٰ جس شخص کو چاہتا ہے کہ اپنے کسی دوست سے فیضیاب کر دے اور درجۂ کمال تک پہنچا دے

www.maktabah.org

تو اس شخص کو اس (بزرگ) کی صحبت میں پہنچا دیتا ہے یا اس (بزرگ) کو اس شخص (طالب) کے پاس پہنچا دیتا ہے، ہاں اگر وہ کسی چیز کے لئے مامور ہو جائے تو دوسری بات ہے اس وقت امر کی موافقت ناگزیر ہے۔ مختصر یہ کہ ہم جیسے ناکارہ فرقت زدوں کو جدائی کا غم اور گناہ کا ماتم کرنا اور شریعت کی مراعات کے ساتھ گوشہ نامرادی اختیار کرنا سب چیزوں سے زیادہ ضروری و لازمی ہے، مخلوق کے اہم امور کو اُس (تعالیٰ شانہٗ) کے سپرد کر کے کمر ہمت کو اس تعالیٰ شانہٗ کی خوشنودیوں کے حاصل کرنے میں چست باندھ لینا چاہیے، وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَ تَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا [اور اپنے رب کے نام کو یاد کرو اور اس کی طرف پوری طرح سے یکسو ہو جا] اس ضمن میں جو پ ۲۹
شخص کہ مناسبت رکھتا ہو گا وہ فیض حاصل کرے گا ورنہ نہیں، والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۲۳۲

مخدوم زادہ عالی مرتبہ شیخ سیف الملۃ والدین کے تحریر کردہ احوال کی شرح کے ضمن میں بعض اسرار کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ مکتوب مرغوب نے جو کہ کیفیاتِ عالیہ و احوالِ صوریہ پر مشتمل تھا خوش وقت کیا اور دل کی خوشی اور جان کی راحت کا سبب ہوا۔ آپ نے لکھا تھا کہ "نسبتِ محبوبیت اور اس کے متعلقہ اسرار کے باوجود تکمیل و ارشاد کی جانب روز بروز ترقی پر ہے"، روز بروز ترقی پر کیوں نہ ہو کہ محبوبوں میں سب سے افضل سرورِ دین و دنیا علیہ و علیٰ آلہ افضل الصلوات و اکمل التحیات ہیں اور ارشاد و تکمیل کا پہلو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں سب سے زیادہ ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ بعض اوقات مباح امور میں مشغولیت کے ساتھ نزول واقع ہوتا ہے اور جب تک ان امور کے ساتھ سہارا نہ پکڑے تکمیل کا معاملہ خراب ہو جاتا ہے، بیشک اجازات اور مباحات کا ارتکاب بشریت کی جانب کو جو کہ ۲۸ن
تکمیل کی معاون ہے تقویت دیتا ہے اور عزیمت و مستحب کا ارتکاب ملکیت کی جانب کی پرورش کرتا ہے، جو کہ ارشاد سے تعلق نہیں رکھتی وَلِكُلٍّ وِجْهَةٌ [اور ہر ایک کے لئے ایک سمت ہے] اولیائے غیر مرجوعین پ ۲ ۱۴۸
ملکی جانب کی تکمیل میں کوشش کرتے ہیں اور بشریت و دعوت کے کمالات سے کچھ حصہ نہیں رکھتے اور اولیائے مرجوعین دونوں جانب کی تکمیل کرتے ہیں اور انھوں نے ملکیت کو بشریت کے ساتھ جمع کیا ہے یہ کار جو جل و علا کی مراد کے ساتھ وابستہ ہے۔

؎ لِأَنِّي فِي الْوِصَالِ عُبَيْدُ نَفْسِي ... وَفِي الْهِجْرَانِ مَوْلَى لِلْمَوَالِي

[اس لئے کہ میں وصل میں اپنے نفس کا ادنیٰ غلام ہوں اور ہجر میں غلاموں کا غلام ہوں]

www.maktabah.org

ہجرے کہ بود مرادِ محبوب   از وصل ہزار بار خوشتر

[جو ہجر کہ محبوب کا منشا ہو وہ وصل سے ہزار گنا اچھا ہے]

حدیث شریف کا مضمون ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ جس طرح اس بات کو پسند فرماتا ہے کہ عزیمت پر نوازا جائے اسی طرح وہ اس کو پسند کرتا ہے کہ رخصت پر بھی نوازا جائے۔ جاننا چاہیے کہ جس مباح کام کے ساتھ اچھی نیت ملی ہوئی ہو وہ مستحبات میں داخل ہو جاتا ہے اور رخصت عزیمت ہو جاتی ہے نَوْمُ الْعُلَمَاءِ عِبَادَةٌ [علما کا سونا عبادت ہے] آپ نے سُنا ہوگا، خاص طور پر وہ مباح کام جو اُس تعالیٰ شانہٗ کے امر سے واقع ہوتا ہے وہ فرائض و واجبات میں داخل ہو جاتا ہے چنانچہ یہ معنی تفصیل کے ساتھ حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) کے مکتوباتِ جلد ثانی سے واضح او ظاہر ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "مجالسِ سلطانی میں ایسے عجیب و غریب اسرار جلوہ گر ہوتے ہیں جن کو پوشیدہ رکھنا ضروری ہے، ان محفلوں میں داخل ہوتے ہی خاص عروج و نزول کے ساتھ ممتاز کر دیا جاتا ہے"۔ بیشک اہلِ کمال ہر بقعہ سے اس بقعہ کے مناسب فیوض و اسرار اخذ کرتے ہیں اور ہر زمین سے اُس زمین کے مناسب کمال حاصل کرتے ہیں، کسی زمین کو معاملاتِ فنا کے ساتھ مناسبت ہوتی ہے اور کسی زمین کو کمالاتِ بقا کے ساتھ موافقت ہوتی ہے کوئی قطعہ ایسا ہے جو عروج سے مناسبت رکھتا ہے اور کوئی قطعہ نزول سے، حرمِ مکہ کے کمالات و معاملات جدا ہیں اور حرمِ مدینہ کے فیوض و معاملات جدا۔

ع   ہر خوش پسرے را حرکات دگر ست   [ہر اچھے بیٹے کی حرکتیں دوسری ہیں۔]

آپ نے بندگانِ حضرت (بادشاہ) کے احوال کے بارے میں لکھا تھا کہ (وہ احوال اُن کے) لطیفۂ اخفیٰ کی وسعت اور اُس کے ساتھ اُن کی مناسبتِ کاملہ کی خبر دیتے ہیں اس کے مطالعہ سے بہت خوشی ہوئی لطیفۂ اخفیٰ سب سے اعلیٰ لطیفہ ہے اور اس کی ولایت سب ولایتوں کے اوپر ہے، اس لطیفہ کو سرورِ کائنات فخر موجودات علیہ و علیٰ آلہ الصلوات و التسلیمات و البرکات کے ساتھ ایک خاص خصوصیت ہے، فقیر بھی اُن کی قدرے مناسبت لطیفۂ اخفیٰ کے ساتھ پاتا ہے وَالْغَيْبُ عِنْدَ اللهِ سُبْحَانَهٗ [اور غیب کا علم اللہ سبحانہٗ ہی کو ہے]

مکتوب ۲۳۳

ملا شاہ مراد پشاوری کے نام فیضیابِ طالبین پر توجہات قائم رکھنے کی ترغیب کے بارے میں تحریر فرمایا۔

۲۸۱ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حمد و صلوٰۃ و تبلیغِ دعوات کے بعد عرض ہے کہ (آپ کا) مکتوبِ مرغوب پہنچ کر مسرت بخش ہوا، آپ عافیت سے رہیں اور شریعت عالیہ و سنتِ منورہ کے طریقہ پر قائم رہیں اور ظل سے

www.maktabah.org

اصل کی طرف آئیں اور اسم سے مسمی کی طرف مائل ہوں اور اپنے کام میں سرگرم رہیں اور باطن کی تعمیر میں دل وجان سے کوشش کریں تاکہ ترقی کا راستہ کھل جائے۔ اور آپ نے اپنے دوستوں کی محنت کے بارے میں لکھا تھا، اللہ جل شانہ کا شکر بجا لائیں اور توجہات ان کے حال پر مبذول کریں اور ان کی ترقیات میں کوشش کریں ؎

آسماں سجدہ کند بہر زمینے کہ درو ... یک دو کس یکدو نفس بہر خدا بنشینند

[آسمان اس زمین کے لئے سجدہ کرتا ہے کہ جس میں ایک دو آدمی ایک دو لمحہ خدا کے لئے بیٹھتے ہیں]

لیکن اپنے کمال کے حصول میں بہت زیادہ کوشش کریں اور گوشہ نشینی کی طرف زیادہ راغب رہیں کیونکہ دوسروں کی تکمیل اپنے کمال کی فرع ہے، والسلام اولاً وآخراً۔

مکتوب ۲۳۴

خواجہ محمد وفا حصاری کے نام حوادث کو اللہ تعالیٰ کے ارادہ کی طرف لوٹانے اور حال کی تعبیر کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم حمد وصلوٰۃ وتبلیغ دعوات کے بعد عرض ہے کہ آپ کا مکتوب مرغوب موصول ہوا، آپ نے پریشانیوں اور حوادثِ روزگار کے بارے میں جو کچھ لکھا تھا واضح ہوا میرے مخدوم! سب امور کو منجانب اللہ سمجھنا چاہئے اور کام کی کشادگی کو بھی اسی سبحانہ کی طرف سے تلاش کرنا چاہئے وَإِن يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ [اور اگر اللہ تعالیٰ تجھ کو کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا اور کوئی اس تکلیف کو دور کرنے والا نہیں ہے]۔ آپ نے سابقہ خط میں دو حال لکھے تھے، ایک حال میں اپنے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اور دوسرے میں حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوات والتسلیمات کو (دیکھا تھا) بہت روشن واعلیٰ ہے اس نے مسرور کیا اور امیدوار بنایا، دوسرے حال سے آپ کی مناسبت حضرت روح اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ معلوم ہوتی ہے حق سبحانہ وتعالیٰ آپ کو ان کے برکات وانوار سے بہرہ مند کرے، والسلام

میرے مخدوم! آپ نے اپنے خط میں فقیر کے نام کو حق جل وعلا کے نام کے اوپر لکھا ہے یہ بات اچھی واقع نہیں ہوئی آپ توبہ کریں آئندہ ایسا نہیں ہونا چاہئے، بظاہر آپ سے سہواً واقع ہوا ہوگا بہرحال توبہ وانابت ضروری ہے۔ (آپ کے لئے) ترقیات کے دروازے کھلے رہیں۔

www.maktabah.org

مکتوب ۲۳۵

۳۸۲

ملا قاسم پسر صوفی مغربی کے نام ان کے حال کی شرح میں تحریر فرمایا

آپ نے جو خط ازراہِ محبت ارسال کیا تھا اُس نے پہنچکر خوش وقت کیا، آپ نے عناصر اربعہ خاص طور پر عنصرِ خاک کے تصفیہ کے بارے میں لکھا تھا اس کے مطالعہ نے بہت محظوظ کیا، (یہ) ایک بہت ہی عجیب حالت ہے اور اسی طرح جو حالت نماز میں پیش آتی ہے عمدہ ہے اور حالتِ معراجیہ کا اثر ہے جو کہ خاص خاص بندوں کو پیش آتی ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ یہ فقیر شروع میں حق جل وعلا کی محبت کو اس قدر مشاہدہ کرتا تھا کہ بیان سے باہر تھا اب اپنے اندر نہ اُس (جل شانہٗ) کی محبت کو مشاہدہ کرتا ہے اور نہ عدمِ محبت کو، بیشک محبت اور عدمِ محبت نسبتوں اور اعتبارات میں سے ہے جب تک معاملہ صفات و اعتبارات میں ہے محبت کی گنجائش ہے اور جب معاملہ صفات و اعتبارات سے اوپر چلا جاتا ہے تو محبت اور اس کا عدم ساقط ہو جاتا ہے اور تمام نسبتوں کی مانند محبت بھی راہ میں رہ جاتی ہے، والسلام

مکتوب ۲۳۶

میر عثمان کولابی کے نام اُن کے اس سوال کے حل میں تحریر فرمایا کہ ابتدا میں ظاہر (بھی) باطن کی مانند مشغول ہے اس کے بعد رفتہ رفتہ پہلے والی سرگرمی ظاہر میں نہیں رہتی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حمد و صلوٰۃ اور ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ مکتوبِ شریف جو آپ نے اس مسکین کے نام ارسال کیا تھا پہنچکر مسرت بخش ہوا دعا ہے کہ آپ سلامتی اور عافیت کے ساتھ رہیں اور شریعت و طریقت کے راستہ پر قائم رہیں اور ظل سے اصل کی طرف آئیں اور لفظ سے معنی کی طرف مائل ہوں۔ آپ نے لکھا تھا کہ "اس سے پہلے جب میں سکوت (مراقبہ) میں بیٹھتا تھا تمام لطائف میں عجیب کیفیت و جمعیت حاصل ہوتی تھی اکثر جذبات ہو جاتے تھے جو کہ بیخود کر دیتے تھے اور رات اور دن ظاہر کام میں مشغول رہتا تھا اور اب جبکہ نسبتیں بے کیف ہو گئی ہیں اور دل کو دنیا و آخرت سے کمال درجہ کی بے تعلقی پیدا ہو چکی ہے تو ظاہر کام میں بے پروائی کرتا ہے اور سستی دکھاتا ہے؟ (اس کا) سبب کیا ہے؟" آپ جان لیں کہ ابتدا میں ظاہر و باطن آپس میں ملے ہوئے ہیں اور باطن کے

www.maktabah.org

انوار و برکات سے ظاہر سیراب اور بہرہ مند ہے اس بنا پر ظاہر بھی باطن کی طرح حضوری کے ساتھ ہے اور سرگرم ہے، جب باطن ظاہر سے جدائی اختیار کر لیتا ہے اور اس کا تعلق اس سے منقطع ہو جاتا ہے اور معاملہ ابتداء سے توسط میں آجاتا ہے تو باطن کی حضوری و آگاہی ظاہر میں بہت کم سرایت کرتی ہے اس لئے ظاہر اگر بے پروائی دکھائے اور سستی ظاہر کرے تو گنجائش رکھتا ہے کیونکہ اس کی حرارت و سرگرمی عارضی تھی نہ کہ ذاتی۔ آپ نے لکھا تھا کہ فی الحال جب میں سکوت میں بیٹھتا ہوں تو اپنے آپ کو گم پاتا ہوں اور بعض تجلیات و انوار حاصل ہوتے ہیں، عمدہ ہے، ایک بزرگ فرماتے ہیں ع ۲۸۳

گم شدن در گم شدن دینِ منست [گم شدگی میں گم شدگی میرا دین ہے]

ایک اور بزرگ فرماتے ہیں: اَشْتَهِیْ عَدَمًا لَا اَعُوْدُ اَبَدًا [میں ایسا عدم چاہتا ہوں کہ کبھی بھی نہ لوٹوں] امید ہے کہ یہ گم شدگی اور عدمیت احاطہ کر لے اور مراقبہ اور غیر مراقبہ یکساں ہو جائے۔ والسلام

مکتوب ۲۳۷

امان بیگ کے نام اس بارے میں کہ ظاہری پریشانیوں کی وجہ سے اس بارگاہِ مقدس سے محجوب نہیں ہونا چاہئے اور اس حال کی تعبیر میں تحریر فرمایا جو انھوں نے دیکھا تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ مکتوب شریف نے پہنچکر خوش وقت کیا۔ آپ نے کمینی دنیا کی پریشانیوں اور قرضوں کی کثرت اور اہلِ خانہ کی بدسلوکی کے بارے میں شکایت بیان کی تھی ان سب کو حق تعالیٰ و تقدس کی جانب سے سمجھنا چاہئے اور ان امور کے پیش آنے کے باعث اس سبحانہٗ سے محجوب نہیں رہنا چاہئے بلکہ اس تعلق کے ذریعے ظاہری پریشانیوں کو باطنی جمعیت کا سبب بنانا چاہئے۔

؎ در دلِ ما غمِ دنیا غمِ معشوق شود بادہ گر خام بود پختہ کند شیشۂ ما

[ہمارے دل میں دنیا کا غم معشوق کا غم بن جاتا ہے، اگر شراب کچی ہو تو ہمارا شیشہ (مزاج) اس کو پختہ کر دیتا ہے]

ایک راستہ چلنے والے (سالک) نے ایک راستہ جاننے والے (مرشد) سے دریافت کیا کہ میں وساوس کے ہجوم سے پریشان ہوں انھوں نے کہا کہ (آیہ کریمہ) اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ [یاد رکھو کہ وہ (اللہ تعالیٰ) ہر چیز کو احاطہ میں لئے ہوئے ہے] کے بموجب جبکہ معلوم ہے کہ محبوب احاطہ کئے ہوئے اور شامل ہے تو وسوسہ کو وصل کے اسباب میں سے شمار کرنا چاہئے نہ کہ جدائی کے اسباب میں سے، اور ہمیشہ مشاہدہ کے دروازے کھلے رکھنے چاہئیں اور غفلت کے سوراخ بند کر دینے چاہئیں، اور یہ جواب اگرچہ توحید و اتحاد کے قاعدہ پر ہے لیکن ظلیت و اصالت کا

www.maktabah.org

تعلق کہیں نہیں گیا ہے اور ظل سے اصل کی طرف شاہراہ ہے۔ اور یہ جو آپ نے خواب میں دیکھا ہے کہ فقیر (خواجہ محمد معصوم قدس سرہ) کے سامنے شطرنج کی بساط پھیلا کر رکھی گئی ہے اور فقیر آپ سے کہتا ہے کہ تمام لوگ جو حاضر ہیں ہمارے ساتھ شطرنج کھیل چکے ہیں اب تمہاری باری ہے آؤ ہمارے ساتھ کھیلو اور تم نے کھیلنا شروع کر دیا کہ تمہاری آنکھ کھل گئی۔ میرے مخدوم! بساطِ شطرنج اور اس سے کھیلنا گویا حق جلَّ وعلاؐ کی راہ میں وجودِ بشریت کی بازی لگا دینے سے عبارت ہے یعنی دوسرے لوگ تو اپنی جان کی بازی لگا چکے ہیں اب تمہاری باری ہے اور یہ بازی لگانے سے مراد بشری تعلقات سے آزاد ہونا اور اس کی صفات سے فنا حاصل ہونا ہے ؎

پارسا مارا مُقامِر گفت الحمد اللہ گفت … او بدیہ ہر دو جہاں را من بیک جو باختم

[پارسا نے مجھ کو جوئے باز کہا تھا اس نے ٹھیک کہا اس لئے کہ دیکھ میں نے دو جہان کی ایک جو کے ساتھ بازی لگا دی]

مکتوب ۲۳۸

شیخ محمد باقر لاہوری کے نام ان کے احوال کی شرح میں تحریر فرمایا تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم حمد و صلوٰۃ اور رسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ (یہاں کے) احوال ہر حال میں حمد کے لائق ہیں، اللہ سبحانہٗ سے آپ کی عافیت اور ظاہری و باطنی استقامت کے لئے دعا کی گئی ہے فقیر کی بیماری ایک ہی حالت پر ہے بظاہر افاقہ نہیں ہے، غرضیکہ لوگ اس بیماری میں اٹھا کر باہر لیجاتے ہیں، و جمعہ کی نماز میں بھی حاضر کر دیتے ہیں اس کو افاقہ کہا جائے گا یا نہیں ؎

لَيْتَكَ تَحْلُوْ وَالْحَيٰوةُ مَرِيْرَةٌ … لَيْتَكَ تَرْضٰى وَالْاَنَامُ غِضَابٌ

لَيْتَ الَّذِيْ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ عَامِرٌ … وَبَيْنِيْ وَبَيْنَ الْعَالَمِيْنَ خَرَابٌ

[کاش کہ تو شیریں ہو جائے اور اگرچہ زندگی تلخ ہو، کاش کہ تو راضی ہو جائے اور اگرچہ مخلوق ناراض ہو، کاش کہ میرے اور تیرے درمیان کی چیز آباد ہو اور میرے اور جہانوں کے درمیان کی چیز ویران ہو]۔

آپ کے گرامی ناموں نے پے در پے پہنچکر محظوظ کیا، آپ نے لکھا تھا کہ "کبھی کبھی مقامِ رضا کی دوسری قسم یعنی اس طرف کی رضا بلا خواہش پرتو ڈالتی ہے"۔ اور فقیر نے بھی اس کیفیت کے زیادہ ہونے میں کچھ امداد (توجہ) کی ہے حق سبحانہٗ کامل طور پر نصیب فرمائے۔ جاننا چاہئے کہ یہ رضا دوسری رضا پر مقدم ہے جو کہ بندہ کی رضا ہے اس لئے کہ تقدم اس طرف سے ہے پس اس صورت میں اگر رضا کی قسم دوم

www.maktabah.org

[illegible] لکھیں [illegible] سب ہوگا۔ جو [illegible] ہے چونکہ جبین [illegible] بھی ہے [illegible] ممکن ہے کہ ایمان کا نور پیشانی میں ستارہ کی شکل میں متمثل ہوا ہو اور چونکہ سینہ علوم و اسرار کا مقام ہے پس دو ستارے جو سینے کے دائیں اور بائیں جانب مشاہدہ ہوئے ہیں ان سے سینے کے علوم و اسرار کے انوار کے احاطہ کرنے کی طرف اشارہ ہو۔ اور آپ نے ماہِ مبارک رمضان و عشرۂ اعتکاف و ختم قرآنِ مجید کی راتوں کی برکات مشاہدہ کرنے اور اپنے آپ اور قرب و جوار کے لوگوں کے لئے اور کبھی امام اور تمام صفِ اول کے لئے انوار و خلعتیں مشاہدہ کرنے اور بارگاہِ قدس کی اپنے بارے میں خوشنودی معلوم کرنے اور اس شخص (آپ) سے ماہِ مبارک کی رضامندی اور سابقہ گناہوں کی مغفرت معلوم کرنے اور متشابہات و مقطعات کے اسرار سے مناسبت حاصل کرنے اور ماہِ رمضان کی آخری رات کو حسرت کے ساتھ رخصت کرنے کے بارے میں جو آپ نے لکھا تھا وہ سب واضح ہوا اور اس نے مسرور [illegible] اور ماہِ شوال میں جو عظیم مکاشفہ رونما ہوا اور بار بار یہ خطاب بے جہت آیا نیز واضح طور پر آپ سے خطاب [illegible] کہ یہ کلام ہونٹوں سے ہوا ہو، کَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا (اور تجھ پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل ہے) اس کیفیت پر پڑھنے سے ایسی لذتیں حاصل ہوئیں کہ کیا لکھے اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ۭ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ (اے آلِ داؤد شکرانے کے طور پر عمل کرو اور میرے بندوں میں سے بہت کم شکر گزار ہیں) اپنے دوستوں کے احوال اور ان میں سے بعض کی ترقیات اور مجلس کی رونق کے بارے میں جو کچھ آپ نے لکھا ہے واضح ہوا الحمد [illegible] اور زیادہ عطا فرمائے [illegible]

آسماں سجدہ کند بہر زمینے کہ درو | یک دو کس یک دو نفس بہر خدا بنشینند

(آسمان اس زمین کے لئے سجدہ کرتا ہے جس میں ایک دو آدمی ایک دو گھڑی خدا کے لئے بیٹھتے ہیں) والسلام اولاً و آخراً

مکتوب ۲۳۹

[illegible] کے نام ان کے خط کے جواب اور روضۂ منورہ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسرار و انوار کے بیان اور حضرت موصوف کے دوستوں کے مختصر احوال و مقامات کے ذکر اور اپنے مخصوص حال پر اطلاع کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حمد و صلوٰۃ اور ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ گرامی نامہ نے پہنچ کر خوش وقت [?] کیا۔ اللہ سبحانہ کی حمد ہے کہ آپ عافیت کے ساتھ اپنے وطنِ مالوف پہنچ گئے اور اوقات جمعیت کے ساتھ

www.maktabah.org

کئے رہتے ہیں اور دوست محبت کرتے ہیں۔ حضرت میرزا کی واردات و کیفیات نئی نئی ہوئی ہیں اور بعض دقیق مسائل کہ ایک مدت سے آپ اُن کے حل کی خواہش رکھتے تھے اس سفر میں حل ہوئے لیکن آپ نے اُن کی تفصیل نہیں لکھی اور واردات و کیفیات کی تشریح نہیں کی بہرحال آپ جلد تشریف لائیں تاکہ ظاہری و باطنی جمعیت واستفادہ حاصل کرکے بہرہ مند ہو جائیں۔

آپ نے حضرت ایشاں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے روضہ منورہ کی زیارت کے شوق کا ذکر کیا ہے فقیر کو بھی مشتاق جانیں اور روضہ متبرکہ تو ہمارے جمیعت مستفیض و مسرور ہیں۔ ... دل ... اس بقعہ مبارکہ کے برکات و فیوض کو کیا بیان کرے کہ یہ ہم جیسے کم فہموں کے فہم و ادراک سے باہر ہیں

ع اے از خیال ما بیروں در توخیال ہے بد [اے وہ ذات جو ہمارے خیال سے باہر ہے ...]

ولایت کا گنج ہے جو کہ ہندوستان کی سرزمین میں سرسبز ہو گیا ہے۔ وہ زمزم و کوثر کے پانی سے پرورش پایا ہوا ہے اس لئے ہند اور ولایت کے لئے باعث رشک ہو گیا ہے اور اس کے ثمرات و نتائج حرمین شریفین کے ثمرات نتائج بن گئے ہیں اور اس کے مجاورین و زائرین ان برکات سے بہرہ مند ہیں اور ان ثمرات کے حاصل کرنے والے ہیں

ع هَنِيئًا لِأَرْبَابِ النَّعِيمِ نَعِيمُهَا [نعمت والوں کو ان کی نعمتیں مبارک ہوں]

ایک مدت ہو گئی ہے کہ فقیر جسمانی کمزوری میں مبتلا ہے اور اہم کام سے عاجز ہو گیا ہے اس کے باوجود اہل طلب کو اطراف و جوانب سے مور و ملخ کی مانند (کثیر تعداد میں) یہاں لایا جا رہا ہے بقدر طاقت ان کے احوال میں مشغول ہوتا ہے اور مریدوں میں عظیم اثرات پیدا ہو رہے ہیں اور اُن کے شوق کا شعلہ اور آگ بھڑک رہی اور بلند ہو رہی ہے اور تعلقات سے رہائی اور ماسوائے سے آزادی پہلے ہی قدم میں حاصل کر لیتے ہیں۔ سستی و دنیا کی گرفتاری ... وصل کے حصول ... جدائی و دوری کا ... رکھا ہے

ہجرے کہ بود مراد محبوب — از وصل ہزار بار خوشتر

[جو ہجر کہ محبوب کا منشا ہو وہ وصل سے ہزار درجہ اچھا ہے]

ہجر مجمع کثیرے وصل کا سبب ہے اور یہ دوری دوسروں کے قرب و حضوری کا باعث ہے اور یہ سستی و دنیا کی گرفتاری بہت سی مخلوق کے شوق اور آزادی کا وسیلہ ہے فَهِمَ مَنْ فَهِمَ [سمجھا جس نے سمجھا] والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۲۴۰

محمد مبارک بیگ بدخشی گرز بردار کے نام حافظ محمد صادق کابلی کے احوال کے بیان میں تحریر فرمایا۔

www.maktabah.org

حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ رہینِ کرم ہوں۔ حمد کے لائق ہیں، اللہ سبحانہٗ سے آپ کی سلامتی اور ظاہری و باطنی استقامت مطلوب ہے آپ کو معلوم ہو کہ خدا کی توفیق سے آگاہ برادر عزیز محمد صادق اس جانب کے (ہمارے) خاص الخاص اصحاب و مخلص ترین احباب میں سے ہیں اور ولادتِ معنوی کے ذریعے سے ہمارے فرزندوں میں داخل ہے آپ کی درخواست پر اُن کو اس علاقہ کی طرف روانہ کیا گیا ہے امید ہے کہ رفقاء و احباب آں موصوف کی صحبت سے مستفید و مستفیض ہونگے، والسلام علیکم و علی سائر من اتبع الہدیٰ۔

مکتوب ۲۴۱

حافظ محمد صادق کابلی کے نام اُن کے خط کے جواب میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ لوگوں کی مقررہ تعداد کو بیعت کرنے کی محدود اجازت خلافت میں داخل نہیں ہے۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفٰی، اللہ تعالیٰ ترقیات کے دروازے ہمیشہ کھلے رکھے، گرامی نامہ جو آپ نے اس مسکین کے نام ارسال کیا تھا اس کے مطالعہ سے مسرور و شادماں ہوا آپ نے اوقات کو قرآن مجید کی تلاوت کے ساتھ معمور رکھنے کے بارے میں لکھا تھا، الحمد للہ وزد [اے اللہ اور زیادہ فرما] آپ نے کلمۂ طیبہ کے تکرار کے بارے میں نہیں لکھا اس سے بھی بے بہرہ نہ رہیں اور دوستوں کے ساتھ بھی صحبت رکھیں اور توجہات کو اُن سے دریغ نہ کریں اور (یہاں) آنے میں جلدی نہ کریں اور جہاں بھی ہوں دوستوں کو دعا میں یاد رکھیں۔ آپ نے اہلِ سپاہ کی اجازت کے بارے میں لکھا تھا کہ لوگ چہ میگوئیاں کرتے ہیں۔ میرے مخدوم! جو کچھ آپ نے اُن لوگوں کے جواب میں کہا ہے بات وہی ہے، ہمارے بزرگ جن بندوں کی صحبت میں (لوگوں کی) ہدایت دیکھتے ہیں انھوں نے اُن کو اس قسم کی اجازت جو معدود اشخاص کے ساتھ مقید ہو دی ہے کیونکہ اس طریقۂ عالیہ میں ایک دوسرے کے ساتھ فنا کی شرط کے ساتھ صحبت رکھنا گوشہ نشینی سے بہتر ہے، چند لوگوں کا ایک جگہ مشغول ہو کر بیٹھنا تنہا مشغول
۲۸ ہونے سے اولیٰ ہے کیونکہ اکٹھا بیٹھنے میں ایک دوسرے کا فیض آپس میں ایک دوسرے پر منعکس ہوتا ہے اور یہ خلافت میں داخل نہیں ہے اس لئے کہ اُس (خلافت) کے لئے شرائط ہیں اور اس قسم کی اجازت بھی شریعت پر استقامت اور مشائخ (پیروں) کی محبت پر پختگی کے ساتھ مشروط ہے، والسلام

www.maktabah.org

مکتوب ۲۴۲

مخدوم زادۂ عالی مرتبہ شیخ سیف الدین سلّمہٗ اللہ و ابقاہٗ کے نام سلطانِ وقت (اورنگ زیب عالمگیر) سلّمہٗ ربّہٗ کے احوال کی شرح میں مع ان کے مناسب بعض معارف کے بیان کے تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد (یہ فقیر) عرض کرتا ہے کہ آپ کے مکتوب مرغوب نے پہنچ کر خوش وقت کیا۔ آپ نے بادشاہ دین پناہ (اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ) کے احوال کے بارے میں جو کچھ لکھا تھا واضح ہوا طبقۂ سلاطین میں اس قسم کے امور کا ظاہر ہونا عجائبِ زمانہ میں سے ہے اَللّٰھُمَّ زِدْ (اے اللہ اور زیادہ فرما) سالک جب اپنی صفات کو حق جل شانہٗ کی صفات کا پرتو پاتا ہے تو (یہ) تجلّیِ صفات ہوتی ہے اور اس تجلّی کا کمال یہ ہے کہ ان صفات کو اصل کے ساتھ ملحق پائے اور اپنے آپ کو جو کہ ان کمالات کا آئینہ تھا بالکل خالی پائے اور عدمِ محض دیکھے، اس وقت نہ کوئی ذکر رہتا ہے نہ کوئی توجہ اور نہ ہی کوئی حضور رہتا ہے کیونکہ کمالات کے اصل کے ساتھ لاحق ہو جانے کے بعد یہ امور بھی اس بارگاہ مقدس کی طرف لوٹ جاتے ہیں اس کے بعد اگر ذکر ہے تو خود بخود ہے اور اگر توجہ و حضور ہے تو وہ بھی خود بخود ہے، عارف اس وقت صحرائے عدم کی طرف کوچ کر چکا ہوتا ہے اور تمام تعلقات سے خالی ہو چکا ہوتا ہے اس حالت کو فنائے نفس سے تعبیر کیا جاتا ہے، کسی نے خوب کہا ہے ؎

معشوق اگرچہ گشت ہم خانۂ ما
ویران تر از اول ست ویرانۂ ما

[اگرچہ معشوق ہمارا ہم خانہ ہو گیا ہے لیکن ہمارا ویرانہ پہلے سے بھی زیادہ ویران ہے]

آپ نے لکھا تھا کہ "انھوں (بادشاہ) نے اپنے مبدأ تعین کو صفتِ علم پایا ہے اور فرماتے ہیں کہ اس صفت مبارک کے ساتھ بہت زیادہ مناسبت پائی جاتی" (یہ فقیر) اس کے مطالعے سے بہت محظوظ ہوا قریب تھا کہ رقص کرنے لگے۔ حق سبحانہٗ اس صفتِ عالیہ کی برکات سے کامل حصہ عطا فرمائے اِنَّہٗ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ۔ والسلام

مکتوب ۲۴۳

نیز مخدوم زادۂ با استحقاق شیخ سیف الدین سلّمہٗ اللہ و ابقاہٗ کے نام تحریر فرمایا۔

اس فرزندِ گرامی (آپ) کا گرامی نامہ پہنچ کر مسرت افزا ہوا، محبّ الفقرا، کامگار خاں کے خط کا جواب جو کہ ضروری فوائد و نصائح پر مشتمل ہے لکھ کر بھیجا گیا ہے۔ حق تعالیٰ تاثیر بخشے ؎ ۳۸۸

www.maktabah.org

نصیحت گوش کن جاناں کہ از جاں دوست تر دارند ... سعادت مند پند پیر دانا را

[اے محبوب نصیحت سن کہ خوش بخت نوجوان بوڑھے عقلمند کی نصیحت کو جان سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں] والسلام

مکتوب ۲۴۴

مخدوم زادہ ... محمد عبید اللہ ... کے بعض امور کے بیان میں تحریر فرمایا۔

حامداً و مصلیاً۔ اللہ تبارک و تعالیٰ آپ کو اپنے الطاف و عنایات میں شامل فرما کر باطنی قوی جذبات کے ساتھ مکرم و ممتاز رکھے۔ اس مشفق آپ کا حسن خلق کی و نیز حسن ترتیب اور فقرائے بارگاہ الٰہی کی خدمت و رعایت بے اختیار اس بات پر آمادہ کرتی ہے کہ ہم آپ کی زیادتی کے لئے دعائے غائبانہ میں مشغول رہیں اور آپ کے ظاہری و باطنی درجات کی ترقی کے لئے متوجہ ہوں۔ ع

اگرچہ پیر و دل خوش دوست خوش است | ... کی جوانی بھی جان کی طرح پسندیدہ ہے

اصل ... سیر و سلوک ... اس آیہ کریمہ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ

[جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ ختم ہونے والا ہے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے] طالب ... جب تک تعلقات سے منقطع نہ ہو جائے اور وجود انسانی تمام کمالات کو جو اس تعالیٰ شانہ کے کمالات کا پرتو ... ہے ... اور اس بارگاہ قدس کے سپرد نہ کر دے اس وقت تک بقا نہیں پاتا۔ ع

گر بہ سر کوئے عشق ما کشتہ شوی — شکرانہ بدہ کہ خوں بہائے تو منم

[اگر تو میرے عشق کے کوچہ کے سرے پر مارا جائے تو شکرانہ ادا کر کہ تیرے خون کا بدلہ میں ہوں]

ایک ایسا شاہباز چاہیے جو اس آیہ کریمہ کے اسرار کے سمندروں میں غوطہ خوری کرے اور دو کلموں کے علوم سے جو کہ اس آیت کریمہ میں واقع ہیں بہرہ ور ہو جائے۔ اے شفقت ... شیخ محمد باقر جو کہ ہمارے فرزند کی جگہ ہے اور ظاہری و باطنی کمالات سے آراستہ ہے اس نے آپ کی نعمتوں کی شکر گزاری کو دوبارہ لکھا ہے (ہم) فقراء کی مسرت کا سبب ہوا۔ ... درویشانِ بارگاہِ الٰہی کی خدمت و رعایت ترقی دارین کا وسیلہ اور مشکلات کے ... جائے گی، دونوں جہان کی نعمت کامل طور پر حاصل ہو۔

www.maktabah.org

مکتوب ۲۴۵

مخدوم زادہ عالی درجہ صاحب کمالات اصلیہ واصل اسرار و مواہب عالیہ حضرت خواجہ محمد نقشبند
کے نام۔ ان مخدوم زادہ کے بعض احوال و واردات کے جواب میں جو کہ انھوں نے زبان قلم سے آنجناب
(خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ) کی خدمت میں عرض کئے تھے مع ان اسرار عالیہ کے حصول کی بشارت کے تحریر فرمایا ۲۱۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ جو آپ نے بیانات عالیہ در مواجید منورہ اور شمولِ عنایات و انعامات اپنے بارے میں تحریر کئے ہیں اور اسرار خفیہ کے ساتھ سرفرازی حاصل کرنے اور القابِ عالیہ کے ساتھ ملقب ہونے اور عجیب و غریب کرشمے و نکتے مشاہدہ کرنے اور نزولِ بے کیف کا الہام کئے جانے اس کے بعد اس نزول کا احساس ہونے اور ایسے امور جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہو اور نہ کسی کان نے سنا ہو ان کے پیش آنے کے بارے میں لکھا تھا وہ سب واضح ہوا اور باطنی لذات کا باعث ہوا، ان اسرار کے بلند مرتبہ ہونے کا کیا بیان کرے کہ ادراک عقل و تصویر خیال کے احاطے سے باہر ہیں۔ مَنْ لَّمْ یَذُقْ لَمْ یَدْرِ [جس نے نہیں چکھا اس نے نہیں جانا] فقیر آپ کے بارے میں ان چیزوں کے نزدیک ہونا معلوم کرتا ہے وَالْغَیْبُ عِنْدَ اللّٰہِ تَعَالٰی [اور غیب کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے] جو کچھ آپ نے لکھا ہے مختصر طور پر لکھا ہے، بظاہر تفصیل کو زبانی کہنے پر موقوف رکھا ہے، بیشک اس قسم کے امور لکھنے میں درست نہیں آتے بلکہ بیان کرنے میں بھی نہیں آتے، وہی قصہ ہے جو کہ آپ نے لکھا ہے وَیَضِیْقُ صَدْرِیْ وَلَا یَنْطَلِقُ لِسَانِیْ [اور میرا سینہ تنگ ہوجاتا ہے اور میری زبان نہیں کھلتی] دیگر یہ کہ فقیر آپ کے مرض کے بارے میں دعا و توجہ سے غافل نہیں ہے اور حق تعالیٰ جانتا بلکہ دیکھتا ہے۔ والسلام

مکتوب ۲۴۶

نیز مخدوم زادہ بلند مرتبت مخدوم زادہ حضرت خواجہ محمد نقشبند کے بعض اسرار کی تصدیق میں تحریر فرمایا جن کو سینہ در سینہ رکھنا ضروری تھا جو کہ انھوں نے زبان قلم سے عرض کئے تھے۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، یہ فقیر کیا لکھے کہ آپ کا رقعہ شریفہ جو کہ عجیب و غریب الہامات اور نادر القاب اور اعلیٰ خطابات اور روشن تعظیمات و تکریمات کہ جن کے ساتھ آپ ممتاز

www.maktabah.org

[illegible] ہے کہ آپ کی صحت [illegible] بہت زیادہ مسرور و محظوظ ہوا اور [illegible]
محبت حق کا وسیلہ [illegible] سارے متحقق ہونے کے بارے میں جو کچھ مختصر طور پر لکھا تھا [illegible]
اس [illegible] اور [illegible] کے درمیان [illegible]
کرنے [illegible] یہ ایسے امور ہیں کہ عقل و فکر کی آنکھ ان کے ادراک میں
حیرہ و عاجز ہے انوارِ الٰہی [illegible] انتہا ہی کے بغیر ان کا پتہ نہیں لگایا جا سکتا [illegible] تصدیق کی
ضرورت نہیں رکھتے [illegible] تصدیق در تصدیق ہے۔ جو حال کہ آپ نے دیکھا ہے اور اس کی تعبیر طلب
کی ہے وہ تعبیر کا محتاج نہیں ہے۔ یعنی مناسبت کے [illegible] کی خبر دیتا ہے جو اس مقام تک پہنچ گیا ہے [illegible]
کر لیا ہے اور معاملات میں [illegible] ہو گئی ہے اور [illegible] خواب [illegible] نہیں [illegible] معنی کا [illegible] فرمایا ہے
واللہ

مکتوب ۲۴۷

نیز مخدوم زادہ برگزیدہ صاحب مقاماتِ عالیہ حضرت خواجہ نقشبند سلمہ اللہ وابقاہ کے نام حصولِ صحت کی بشارت کے بارے میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد عرض ہے کہ آپ پر ترقیات کے دروازے ہمیشہ کھلے رہیں۔ جو حال کہ آپ نے اپنی باطنی ترقیات کے بارے میں دیکھا ہے مبارک ہو ہم اس کے سننے کے مشتاق ہیں فقیر دعا و توجہ سے غافل نہیں ہے اور آپ کی باطنی ترقی اور ظاہری استقامت کے لئے دعا کرتا ہے اور بعض اوقات میں آپ کی صحت و شفا یابی مشاہدہ ہوتی ہے اور اس معنی پر اطمینان حاصل ہوا ہے والغیب عند اللہ سبحانہ [اور غیب کا علم اللہ سبحانہ ہی کو ہے] اپنی خاطر جمع رکھیں اور صحت کو یقینی تصور کریں۔ نُعَافِيْهِ بِالْعَافِيَةِ [ہم اس کو عافیت دے ہیں]

مکتوب ۲۴۸

راہ طریقت پر مستقیم مخدوم زادہ شیخ [illegible] کے نام [illegible] معاملات سے مناسبت حاصل ہونے کی بشارت کے بارے میں تحریر فرمایا

حمد و صلوٰۃ کے بعد عرض ہے کہ رقعہ شریفہ پہنچا۔ اس کے دلکش مضامین دلنشین ہوئے اور اس کے رنگین اشعار نے مسرور و خوش وقت کیا۔ اس تحریر کے دوران صاحب کے مقام سے آپ کی کچھ مناسبت محسوس کی

www.maktabah.org

معلوم ہوئے جو حصہ اپنا معلوم کیا اور اس عجیب و غریب مقام کے بعض لوازم آپ کے اندر مشاہدہ کیے اور مقطعات قرآنی کے ساتھ کچھ مناسبت مفہوم ہوتی ہے اگرچہ نہیں جانتا کہ یہ مناسبت کس ذریعہ سے ہوگی اس لئے کہ مقطعات معاملات سے کنایہ ہیں جس شخص کو معاملہ حاصل ہے مناسبت و نصیب جو کچھ کہا جائے اس کے حق میں صادق ہے ورنہ مناسبت کس طرح ہوگی اس میں حیران ہوں اور سینے میں نہیں آیا کہ معاملات کس چیز سے عبارت ہیں تاکہ اس کا اثبات و نفی کی جائے اور طالبین کو کسی امر کی تلقین کے اختراع و عدم اختراع کے بارے میں کوئی حکم نہیں کر سکتا نہ اپنے بارے میں اور نہ کسی دوسرے کے بارے میں، یقین کے ساتھ نہیں جانتا کہ اس فقیر کا اس امر میں مشغول ہونا پسندیدہ ہے یا ناپسندیدہ، اور اس عز شانہ کی ملک میں تصرف اور مخلوق کے پیچھے وقت کا صرف کرنا جو کہ سب چیزوں سے زیادہ عزیز ہے کیسا ہے، اس وجہ سے جگر کباب و دیدہ پُرآب ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "میں اپنے آپ کو خواص میں سے نہیں جانتا کیونکہ خواص کو قرب عظیم ہوتا ہے تو" یہ فقیر آپ کو خواص میں سے شمار کرتا ہے اور آپ کے قرب کو زیادہ سے زیادہ سمجھتا ہے آگے آپ جو کچھ چاہیں لکھیں۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۲۴۹

شیخ محمد باقر لاہوری کے نام اُن کے عریضہ کے جواب میں تحریر فرمایا۔

حامداً و مصلیاً و مسلماً۔ اما بعد (یہ فقیر) عرض کرتا ہے کہ مکتوب شریف موصول ہو کر فرحت افزا ہوا، جو کیفیت کہ عشا کی نماز میں رونما ہوئی تھی یعنی اس جانب سے خواہش کا مشاہدہ اور اپنے اندر اس کے آثار کا ظہور اور نیز وتر کی نماز میں سینے سے متعدد بار اس آواز کا سننا کہ "ہم تجھے چاہتے ہیں" (یہ باتیں) واضح ہوئیں۔ اللّٰھم زدہ [اے اللہ اور زیادہ کر] اس پر اور اللہ سبحانہ کی تمام نعمتوں پر اس کا شکر ہے۔ والسلام علیکم و علی سائر من اتبع الھدیٰ۔

مکتوب ۲۵۰

حاجی شیخ محمد فضل اللہ کے نام اُن کے اس عریضہ کے جواب میں تحریر فرمایا جو اُن کے اور اُن کے دوستوں کے احوال پر مشتمل تھا۔

حمد و صلوٰۃ اور ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ آپ کا مکتوب مرغوب جو روشن احوال اور احباب کی

www.maktabah.org

پسندیدہ کیفیات پر مشتمل تھا موصول ہو کر مسرت بخش ہوا حق سبحانہٗ ہمیشہ ترقیات عطا فرماتے ہوئے مدارج یقین کے کمالات سے بہرہ ور فرمائے اور یاران طریقت بھی ترقی کرتے رہیں۔ ان کی طرف توجہات سے دریغ نہ کریں اور انھیں اپنے کمالات کے آئینے سمجھیں اور ان کی ترقیوں پر شکر بجا لائیں۔ آپ نے جو یہ لکھا ہے کہ "میں ماہِ رمضان میں مسجد میں معتکف تھا میں نے حال میں دیکھا کہ گویا جمعہ کی شب ہے وہ نور چمکا ہے جو دن سے بھی زیادہ روشن ہو گیا، اور میں اُس کو شب قدر سمجھ رہا ہوں" یہ عمدہ اور مبارک ہے، اور شب قدر شبِ وصال سے تعبیر کی جاتی ہے اس کی برکات اس سے زیادہ کیا ہوں گی کہ آپ اس شب میں سرورِ دین و دنیا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت سے مشرف ہوئے ہیں اور آپ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت اور رسالت کی بشارت دی ہے۔ اور یہ جو آپ نے خود کو رسالت کے عنوان سے دیکھا اور انبیاء علیہم السلام کے شمار میں پایا ہے یہ حال رسالت و نبوت کے کمالات کی بشارت دینے والا ہے نہ کہ منصب رسالت و نبوت کی کیونکہ وہ تو ختم ہو چکا ہے۔ والسلام

مکتوب ۲۵۱

ان مکتوبات شریفہ کے جامع فقیر حقیر حاجی محمد عاشور بخاری احمدی معصومی نقشبندی کے نام توجہ کے طریقہ اور نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ: برادرِ عزیز محمد عاشور سلام عاقبت انجام پڑھیں۔ آپ نے جو خط ازراہِ محبت بھیجا تھا اُس نے موصول ہو کر خوش وقت کیا۔ آپ نے احباب کے اجتماع کے بارے میں لکھا تھا حق سبحانہٗ دوستوں کو جمعیت کے ساتھ رکھے اور ان پر ترقی کی راہ کشادہ فرمائے آپ نے لکھا تھا کہ تو نے توجہ کا طریقہ مجھ سے بیان نہیں کیا۔ میرے مخدوم! توجہ ایک واضح امر ہے جس کے بیان کی حاجت نہیں جس طرح آپ اپنے دل کی جانب متوجہ ہوتے ہیں اسی طرح طالب کے دل کی جانب توجہ کرنی چاہیے، احباب کے حلقہ میں بیٹھیں، خود کو درمیان میں نہ دیکھیں اور بزرگوں کے باطن کی طرف متوجہ رہیں، اوقات کو آباد رکھنا اور بشریت کے وجود کی نفی کرنے میں دل و جان سے کوشش کریں اور دوستوں کو دعا میں یاد کرتے رہیں۔ والسلام اولاً و آخراً۔

www.maktabah.org

مکتوب ٢٥٢

شیخ عبدالحمید کے نام نسبت کے حضور، نصیحت و دعا کے بارے میں تحریر فرمایا

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اللہ عزوجل آپ کو اپنے سوا دوسرے تمام جہتوں سے فنا کر دے (توجہ ہٹا دے) جو آپ کی طرف منسوب ہیں اور اپنے ساتھ اور اپنے اسماء و صفات کے ظلال کے ساتھ باقی رکھے، اور یہ عظیم دولت صرف سنت کے اتباع، بدعت سے اجتناب، شریعت کی تعظیم اور موافق الشریعہ کے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔ اللہ سبحانہ سید البشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل جو کجی سے پاک ہیں آپ کو یہ معانی (مقامات) ذوق و شوق اور ایمان واجب ... کے طور پر عطا فرمائے۔

مکتوب ٢٥٣

مخدوم زادہ عالی درجہ جامع کمالات صوری و معنوی بہترین خلف محمد اشرف کے نام معیۃ نصائح کے بارے میں اور نسبت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ میں بشارت عالیہ کے بارے میں تحریر فرمایا

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ فرزند ارشد نور حسینی کے محبت اسلوب مکتوب مرغوب نے پہنچ کر خوش وقت کیا اور اس کا مضمون واضح ہوا۔ اپنے احوال لکھتے رہیں اور اوقات کو طاعات اور مراقبات کے وظائف سے آباد رکھیں اور دال (دلالت کرنے والا) حقیقی مدلول جس پر دلالت کی جائے اور ظلال سے اصل کی طرف متوجہ ہوں اور علم سے حیرت کی طرف اور گفتگو سے خاموشی کی طرف اور پوست سے مغز کی طرف اور الفاظ سے معنی کی طرف مائل ہوں، کسی نے خوب کہا ہے

قومے ز وجودِ خویش فانی　　رفتہ ز حروف در معانی

[ایک قوم اپنے وجود سے فانی (بے خبر) ہے وہ حروف سے معانی میں چلی گئی ہے]

اگرچہ مطلوب حقیقی جس طرح لفظ و معنی سے ماوراء ہے، ویسے ہی پوست و مغز کے ماوراء ہے، اسی طرح اصل بھی اس دولت (مطلوب حقیقی) سے قاصر ہے

اصل و فرع از سرا پردۂ روز بہی　　ہر دو ماندند و جیب و کیسہ تہی

[اصل و فرع بارگاہ قدس سے دونوں عاجز رہ گئے اور ان کی جیب و تھیلی خالی ہے]

لیکن جب کوئی شخص اس بلند نسبت والوں سے فی الجملہ محبت اور عقیدت درست کر لیتا ہے امید ہے کہ

www.maktabah.org

اس کے اندازہ کے مطابق اس کے لئے حسن معنی کے جمال کا نقاب کھول دیں گے اور اس سرچشمہ سے کوئی گھونٹ عطا فرمائیں گے۔ آپ نے جو یہ لکھا تھا کہ "خود کو محمدی المشرب پاتا ہوں" یہ مبارک ہے۔ اے سعادت مند! حسن معنی کو آپ کے اندر محسوس کرتا ہے۔ إِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ [بیشک تیرا پروردگار وسیع مغفرت والا ہے]

مکتوب ۲۵۴

راہ طریقت پر مستقیم مخدوم زادہ عارف باللہ شیخ صبغۃ اللہ کے نام طالبین کی تربیت کی ترغیب دینے اور برادران طریقت کی رضامندی کے بارے میں تحریر فرمایا۔

میرے توفیق آثار فرزند! خدا کرے آپ کی بزرگی واستقامت کو دوام حاصل ہو اور دل جمعی کے ساتھ رہیں۔ اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے کہ برادرم محمد حنیف آپ سے بہت خوش ہیں اور برادران طریقت کی رضامندی اللہ سبحانہٗ کی عظیم نعمتوں میں سے ہے، حدیث شریف میں آیا ہے مَنْ لَّمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللّٰهَ [جس نے لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کیا اس نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کیا] یقین ہے کہ آئندہ بھی انھیں خوش رکھنے کی کوشش کرتے رہیں گے۔ دیگر یہ کہ چونکہ اہل طلب مستورات کی ایک جماعت بھی آپ سے وابستہ ہے اس لئے ہر حال اپنے آپ کو دلجمعی کے ساتھ رکھتے ہوئے اس جماعت کے لئے بھی دلجمعی کا سبب بنیں اور احوال لکھتے رہیں۔ اللہ سبحانہٗ توفیق مرحمت فرمانے والا ہے۔ ۲۹۳

۲۵۵

(مکتوب الیہ کا نام درج نہیں ہے)

الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین محمد وآلہ واصحابہ اجمعین [تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے اور حضرت محمد پر صلوۃ وسلام ہو جو تمام رسولوں کے سردار ہیں اور آپ کے تمام آل اور اصحاب پر بھی]۔ آپ کی ظاہری اور باطنی ترقیوں اور صوری ومعنوی بلندیوں کے بارے میں بخششوں کے عطا کرنے والے (اللہ جل برہانہٗ) کی بارگاہ سے دعا کی جاتی رہتی ہے۔ (خدا کرے) آپ کے جد امجد (رسول اکرم) علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات والبرکات کے طفیل (یہ دعا) قبول ہو۔

www.maktabah.org

از ہر چہ میرود سخن دوست خوشتر است [دوست کی جو بات بھی بیان کی جائے بہتر ہے]

آدمی جبتک اس (اللہ) تعالیٰ شانہ کے ماسوا میں گرفتار ہے اور اس کے سینہ کی وسعت ماسوا کے نقوش سے منقش ہے باطن کے مرض میں مبتلا ہے اور اس (اللہ) تعالیٰ شانہ کے قرب سے دور اور محروم ہے۔ اس قلیل فرصت میں اس مرض کے ازالہ کی فکر کرنا اہم ترین کام ہے اور اس تھوڑی سی مہلت میں اس معنوی بیماری کے دفع کرنے کی تدبیر کرنا عظیم ترین مقصد ہے، بزرگوں نے اس مرض کے ازالہ کو ذکرِ کثیر کے ساتھ وابستہ کیا ہے اور ماسوا کی آلودگی سے باطن کی طہارت کو اس (اللہ) تعالیٰ شانہ کی یاد پر موقوف رکھا ہے (قرآن مجید میں ہے) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا وَّ سَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِیْلًا [اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کو بہت یاد کرو اور صبح و شام اس کی پاکی بیان کرو]۔ ذکرِ کثیر اس وقت متحقق ہوتا ہے جبکہ اس کے بعد غفلت نہ ہو جو اس راہ میں مہلک زہر اور باطن کے مرض کو بڑھانے والی ہے۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی توجہ کرنے والا اپنی ساری عمر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے پھر ایک لمحہ کے لئے اس سے روگردانی کرے تو جو چیز اس سے کھوئی گئی وہ اس سے زیادہ ہوگی جو اس نے پائی اور اس ذکر کا کمال یہ ہے کہ مذکور کے سوا جو کچھ بھی ہے وسعتِ سینہ سے رخصت ہو جائے اور رحلت کر جائے اور تمام خواہشات سے پاک و صاف ہو جائے، نہ دنیا کی خوشی سے خوش ہو نہ اس کے غم سے غمگین، یہاں تک کہ اگر بہ تکلف بھی ماسویٰ کا خیال کرے تو اس نسیان کے باعث جو باطن کو ماسویٰ سے حاصل ہو چکا ہے وہ میسر نہ ہو، اور اس طرح کے نسیان کے بغیر اُس (اللہ) سبحانہ کی یاد، ماسویٰ کی یاد کے ساتھ ہی ہوتی ہے اور جس چیز میں بھی غیر کی شرکت ہے وہ اُس (اللہ) تعالیٰ شانہ کی بارگاہِ قدس کے شایانِ شان نہیں ہے۔ اَلَا لِلّٰهِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ [آگاہ رہو کہ اللہ تعالیٰ ہی کے لئے دینِ خالص ہے] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِیْتَ [اور اپنے پروردگار کو یاد کر جب بھول جائے]۔ یعنی (جب) اللہ تعالیٰ کے ماسوا کو (بھول جائے)۔ اس حالت کو فنا سے تعبیر کیا جاتا ہے

۲۹۵ اور اس راہ میں (یہ) پہلا قدم ہے، اس جگہ سیر الی اللہ ختم ہو جاتی ہے اس کے بعد سیر فی اللہ اور اس (اللہ) تعالیٰ شانہ کے اسمائی اور صفاتی کمالات میں سیر کا آغاز ہوتا ہے اس سیر کو "سیرِ معشوق در عاشق" (عاشق میں معشوق کی سیر) بھی کہتے ہیں کیونکہ اس مقام میں عاشق سیر سے سیراب ہو چکا ہوتا ہے ؎

آئینہ صورت از سفر دور است
کاں پذیرائے صورت از نور است

[ترجمہ: آئینہ کی طرح سفر سے دور ہے (یعنی سفر کا محتاج نہیں ہے) کیونکہ وہ (آئینہ خود اپنے) نور کی وجہ سے صورت کو قبول کرتا ہے]۔

www.maktabah.org

وراس سیر کا کمال عالم آخرت سے وابستہ ہے۔ اس عالم فانی کے معاملات اس عالم آخرت سے معاملات کے ساتھ یک موسے زیادہ نسبت نہیں رکھتے وہ محیط سمندر کے بالمقابل شبنم کا حکم رکھتے ہیں۔ اس لئے عالی ہمت اشخاص کی نظر عالم آخرت پر ہوتی ہے وہ اس عالم فانی کے کمالات سے فریب زدہ اور سیراب نہیں ہوتے۔ اسی لئے (حدیث شریف میں) آں سرور انس وجان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حال کی خبر دی گئی ہے کہ کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم دائم الحزن متواصل الفکر [رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حزن دائم اور فکر پیہم میں رہتے تھے]۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان تمام کمالات کے باوجود جو آپ کو حاصل تھے (دنیا سے) خوش نہ تھے اور آپ اس دنیا سے منہ موڑ کر اللہم الرفیق الاعلیٰ [اے اللہ! بزرگ ساتھی ہے] کہتے ہوئے آخرت کی طرف رحلت فرما گئے اور ظاہر ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ آخرت میں یہ حزن دور ہو جائے گا کیونکہ وہ مقام حزن کا مقام نہیں، حزن کا مقام تو دنیا ہے۔ آیہ کریمہ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ [اور یقیناً آپ کا پروردگار آپ کو عنقریب (اتنا) عطا فرمائے گا کہ آپ خوش ہو جائیں گے] سے اس مفہوم کی تائید ہوتی ہے۔ جس معاملہ کا آخرت میں وعدہ دیا گیا ہے اس کی ابتدا موت سے ہوتی ہے۔ الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب [موت ایک پل ہے جو حبیب کو حبیب سے ملاتا ہے]۔ آیت کریمہ مَنْ كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ اللَّهِ فَإِنَّ أَجَلَ اللَّهِ لَآتٍ [جو شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا امیدوار ہے تو اللہ تعالیٰ کی مقررکی ہوئی ساعت یقیناً آنے والی ہے] اس معنی کی طرف ایک اشارہ ہے اور اس معاملہ کا ایک رمز ہے۔ اگر کسی شخص کو نماز میں جو کہ مومن کی معراج اور دنیا سے ٹوٹنے اور آخرت کے ساتھ مل جانے کا ذریعہ ہے یہ کیفیت حاصل ہو جائے تو اس کی گنجائش ہے اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ بندہ اور خدائے بزرگ و برتر کے درمیان جو حجاب حائل ہے وہ نماز کی حالت میں اٹھ جاتا ہے۔ اور (حدیث شریف) ارحنی یا بلال [اے بلال! (نماز کے لئے اذان دے کر) مجھے راحت دو] اور قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلٰوةِ [میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے] میں بھی اسی طرف اشارہ ہے۔

مختصر یہ کہ رضا اور خوشی کا مقام آخرت ہے اور درد و محرومی کا مقام دنیا ہے۔ اس مقام (دنیا) کا بہترین سامان درد و اندوہ ہے اور اس دسترخوان کی سب سے اچھی نعمت سوز و گداز ہے یہاں کا آرام بے آرامی میں اور (یہاں کا) ساز سوز میں ہے یہاں وصل طلب کرنا کوزہ میں دریا کو تلاش کرنا اور آفتاب کو پانی کے طشت میں دیکھنا ہے۔ اس دنیا (آخرت) کے لئے اس دنیا کی حیثیت کھیتی سے زیادہ نہیں ہے کھیتی جس قدر زیادہ کی جائیگی پھلوں کی توقع اسی قدر بے اندازہ ہوگی۔ یہ دنیا دار عمل ہے دار اجر آگے ہے، عمل کے وقت میں اجر طلب کرنا لاحاصل ہے مگر یہ کہ اللہ سبحانہ کسی شخص کی دنیا کو

www.maktabah.org

آ، دیتے صرف کر دیے تو جائز ہے کہ اس پر اس اجر کا ترشح ہو جائے جو اس کے لئے اس دنیا میں تیار کیا گیا ہو ۲۹۶
در اس کے آخرت کے اجر میں بھی کوئی کمی نہ ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام
کی شان میں فرمایا ہے وَاٰتَیْنٰهُ اَجْرَهٗ فِی الدُّنْیَا وَاِنَّهٗ فِی الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ (اور ہم نے ۲۹ / ۲۷
اس کا اجر اسے دنیا میں دیا تھا اور بیشک وہ آخرت میں نیکوکاروں میں سے ہے) ؎

اگر ایں لحظہ ممکن کارِ شب نیست — زبختِ مقبلاں ایں ہم عجب نیست

(اگر چہ رات کا کام اس وقت ممکن نہیں (لیکن) اقبال مندوں کے نصیبے سے یہ بھی عجیب نہیں ہے) —
ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ (یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے وہ جسے ۶۲ / ۴
چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے)

اے فقراء پناہ! برادر عزیز، معارف آگاہ محمد ہاشم جو اس زمانہ کے غنیمت لوگوں میں سے ہیں اور بچپن ہی سے اللہ والوں کی خدمت اور تربیت میں بڑے ہوئے ہیں اور جن کے اوقات طاعات میں صرف ہوئے ہیں اور جو اسباب معیشت کی قلت اور اہل کنبہ کی کثرت کی وجہ سے مسلسل پریشان روزگار رہے ہیں چونکہ اس قسم کے لوگوں کے ان احوال سے آپ کو مطلع کرنا جو فقراء کے مربی اور مہربان ہیں ضروریات میں سے تھا۔ اس لئے جرأت کر کے (یہ فقیر) گستاخی کر رہا ہے کہ اگر سرکار سے اس کے متعلقین کی اتنی امداد ہو جائے کہ جس سے ان کی ضروری گذر اوقات کا انتظام ہو سکے تو یہ دنیا اور آخرت کی ترقیات کا موجب ہے کتنی اچھی نعمت ہے کہ کوئی درویش روٹی آپ کی کھائے اور اس سے حاصل شدہ قوت کو خداوند جل سلطانہٗ کی طاعات و عبادات میں صرف کرے۔ والسلام اولاً و آخراً۔

تمت بالخیر

www.maktabah.org

مکتوباتِ معصومیہ بہ سہ دفتر کا اردو ترجمہ ادارۂ مجددیہ کی جانب ناظرین کی خدمت میں پیش کیا جاچکا ہے اب صاحبِ مکتوبات معصومیہ حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ کی سوانح حیات موسوم بہ

انوارِ معصومیہ

مؤلفہ حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی

عنقریب ادارۂ ہذا سے شائع ہونے والی ہے جس کے پڑھنے سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ حضرتِ موصوف کس قدر بلند پایہ عظیم المرتبت شخصیت کے حامل اور انسانِ کامل تھے اور آپ نے تبلیغ دین و ترویجِ شریعت کے لئے سخت کوششیں فرمائیں اور بہت سے حقائق و معارف کی توضیح و تشریح فرمائی۔ آپ ہی نے امام ربانی حضرت مجدد الفِ ثانی قدس سرہٗ کے تجدیدی کارناموں کو زندہ و باقی رکھنے کا فریضہ انجام دیا اور آپ ہی تعلیماتِ مجددی کے اصل شارح ہیں اور آپ کے زمانے سے عہدِ حاضر تک کے علمائے حق بالواسطہ یا بلاواسطہ آپ ہی سے مستفید ہیں۔ نیز کتاب "حضرت مجدد الف ثانیؒ" اگر حضرت مجددؒ کے اسلاف و اجداد کے حالات پیش کرتی ہے تو زیرِ نظر کتاب حضرت مجدد الفِ ثانیؒ کی اولاد در اولاد کے حالات سامنے لاتی ہے، اس طرح دراصل یہ کتاب "حضرت مجدد الفِ ثانیؒ" کے تذکرہ کا ہی تکملہ ہے۔ کتاب ہذا کی خصوصیات کا کچھ اندازہ درج ذیل فہرست سے ہو سکتا ہے:۔

حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کی حیاتِ مبارک۔ سفرنامۂ حج (یعنی یواقیت الحرمین کا اردو ترجمہ) اوراد و معمولات نیز رسالہ معصومیہ کا اردو ترجمہ، کشف و کرامات، بعض احباب کے خواب اور ان کی تعبیر، احباب کے مکاشفات اور ان کے جوابات، بعض اہم سوالات اور ان کے جوابات۔ تعلیمات۔ اولادِ امجاد۔ خواجہ محمد نقشبند ثانیؒ۔ خواجہ محمد سیف الدینؒ۔ خواجہ محمد زبیرؒ۔ خلفائے عظام۔ شاہانِ مغلیہ پر ایک نظر۔ مکتوب الیہم۔ شجرہ۔ نیز مجددی حضرات کے شاہانِ مغلیہ کے ساتھ روابط، ہندوستان کے بعض فرقوں کے حالات اور بہت سے تاریخی واقعات کا بھی ضمناً تذکرہ آگیا ہے۔ یہ کتاب روضۃ القیومیہ رکن دوم، سوم، چہارم اور بہت سی متعلقہ کتب کے استفادہ پر مبنی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد آپ کی خدمت میں پیش کی جائیگی۔

www.maktabah.org

www.maktabah.org

زوار اکیڈمی پبلی کیشنز کی اہم مطبوعات

اثبات النبوۃ (اردو ترجمہ)	حضرت مجدد الف ثانیؒ	صفحات ۱۱۲
احسن البیان (۱تا۶)	سید فضل الرحمٰن	
انوارِ معصومیہ	مولانا سید زوار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ	صفحات ۴۶۴
حضرت مجدد الف ثانیؒ	مولانا سید زوار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ	صفحات ۸۳۲
حیاتِ سعیدیہ	مولانا سید زوار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ	صفحات ۲۵۴
عمدۃ السلوک	مولانا سید زوار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ	صفحات ۳۹۲
عمدۃ الفقہ (چار حصے مکمل)	مولانا سید زوار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ	صفحات ۲۰۰۰
فرہنگ سیرت	سید فضل الرحمٰن	صفحات ۳۲۸
مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی،	مترجم مولانا سید زوار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ	صفحات ۱۷۳۶
مکتوبات معصومیہ	مترجم مولانا سید زوار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ	صفحات ۱۱۱۲
مقالات زواریہ	ترتیب سید فضل الرحمٰن	صفحات ۵۶۸
مقامات زواریہ	حاجی محمد اعلیٰ	صفحات ۳۵۲
ہادی اعظم ﷺ	سید فضل الرحمٰن	صفحات ۸۰۸

www.maktabah.org

Maktabah Mujaddidiyah
www.maktabah.org

This book has been digitized by
Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org).

Maktabah Mujaddidiyah does not hold the copyrights of this book. All the copyrights are held by the copyright holders, as mentioned in the book.

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah, 2013

Files hosted at Internet Archive [www.archive.org]

We accept donations solely for the purpose of digitizing valuable and rare Islamic books and making them easily accessible through the Internet. If you like this cause and can afford to donate a little money, you can do so through Paypal. Send the money to ghaffari@maktabah.org, or go to the website and click the Donate link at the top.